جبر عشق

تحریر: وانیہ مقصود

نومبر کی پہلی صبح

شہر اسلام آباد۔

نومبر کا پہلا دن تھا۔ صبح کی خنک ہوا میں موسم بدلنے کی ہلکی سی چاپ سنائی دے رہی تھی۔ گرمیوں کی تپش دم توڑ رہی تھی، اور سردیوں کی نرم مہک فضا کو اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی۔ آسمان ابھی دھند لکے کی چادر میں لپٹا ہوا تھا، مگر مشرق کی سمت دھیرے دھیرے روشنی کی ہلکی کرنیں ابھر رہی تھیں، جیسے صبح کے آنے کا اعلان کر رہی ہوں۔

فضا میں ہلکی ہلکی اذانوں کی آواز گونج رہی تھی۔ ہر گلی، ہر محلے سے مؤذن کی صدا بلند ہو رہی تھی، جو اس خاموش صبح کو روحانی رنگ میں رنگ رہی تھی۔

"حی علی الصلاۃ... حی علی الفلاح..."

یہ آواز کسی پر سکون دل کو جھنجھوڑنے اور بیدار کرنے کے لیے کافی تھی۔ مگر ایسے لوگ بھی تھے جو خوابوں کی گہری وادی میں کھوئے ہوئے تھے، جن کے کانوں تک یہ صدائیں پہنچ ہی نہ پائیں۔ ان کے بستروں کی گرمی

انہیں جگانے کی ہر کوشش کو ناکام کر رہی تھی۔ وہ ایک ایسی نیند میں مبتلا

تھے، جس میں نہ تو دنیا کی حقیقتوں کی پروا تھی، نہ آخرت کی فکر۔

اور پھر وہ لوگ بھی تھے جن کے دل اس اذان کی پکار پر لبیک کہنے کے لیے

بے چین تھے۔ ان کے لیے یہ صرف ایک معمولی آواز نہیں تھی، بلکہ ایک

یاد دہانی تھی کہ رب کا راستہ وہی ہے جس پر کامیابی لکھی ہوئی ہے۔ وضو کا

ٹھنڈا پانی ان کی جلد کو چھوتے ہوئے ان کے دلوں کو تازگی بخش رہا تھا۔ ان

کی پیشانیاں سجدے میں جھکی ہوئی تھیں، گویا وہ اپنے رب کے ساتھ

خاموشی سے گفتگو کر رہے ہوں۔

صبح کا اجالا آہستہ آہستہ کمرے میں در آیا تھا، لیکن حالہ خادم کی آنکھوں پر

نیند کی سنگین چادر ابھی تک چھائی ہوئی تھی۔ وہ اپنی نرم چادر میں ڈوبی ہوئی

تھی اور اس کی سانسیں ساکت ہو کر ایک ہی رفتار سے چل رہی تھیں۔

اذان کی آواز کانوں تک پہنچی تھی مگر اس کی نیند نے اسے بے خبر رکھا تھا۔

دروازہ کھلا اور حالہ کی بہن، مریم، کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ 1918

سال کی لڑکی تھی حالہ سے تین سال چھوٹی تھی۔ حالہ جیسی سبز انکھیں،

مگر چھوٹے بال جو کندھے تک اتے تھے۔ اس کے چہرے پر پریشانی کی

ایک ہلکی سی لکیریں تھیں کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس کی بہن ہمیشہ دیر سے

اٹھتی ہے، لیکن آج فجر کی نماز کے لیے اُسے جگانا ضروری تھا۔

مریم نے نرمی سے حالہ کے سرہانے آکر اسے آہستہ سے پکارا، "حالہ...

اٹھو... اذان ہو چکی ہے، نماز کا وقت ہے۔"

حالہ نے آہستہ سے آنکھیں کھول کر مریم کو دیکھا، لیکن پھر دوبارہ پلکیں جھپک کر آنکھیں بند کر لیں، جیسے کوئی خواب میں دوبارہ کھو جانا چاہتی ہو۔

"مریم... بس... پانچ منٹ اور..." حالہ نے مدھم آواز میں کہا، پھر ایک آہستہ خراٹا لیا اور سونے کی کوشش کرنے لگی۔

مریم کا دل اُلجھا ہوا تھا، مگر اس نے غصے یا پریشانی کے بغیر نرمی سے کہا،

"حالہ، نماز بہت ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تمہاری نیند کی خاطر تمہاری عبادت بھی ضائع ہو جائے۔"

حالہ نے پھر بھی کوئی جواب نہ دیا، بس اسی طرح سکون سے پڑی رہی۔

مریم نے آہستہ سے چادر کو اس کے جسم سے ہٹایا اور کمرے کی بتی بند کر دی، پھر دروازے کی طرف بڑھ گئی، اور ایک آخری بار حالہ کو بغض اور محبت سے دیکھتے ہوئے سر ہلایا، جیسے وہ جانتی ہو کہ اس کی بہن کو جگانا ایک مشکل کام ہے۔

جیسے اس گھر میں فجر کی اذان کی پر نور آواز گونجی، ویسے ہی اسی کے برابر والے بڑے گھر میں بھی صبح کی اذان ویسی ہی روح پرور تھی۔ خوبصورت

اور ہلکی صبح اس بڑے گھر کے ہر گوشے میں پھیل چکی تھی۔ وہ ایک شاندار بنگلہ تھا، جس کی ہر دیوار پر نفاست اور خوبصورتی کا رنگ نمایاں تھا۔ باہر سے دیکھنے پر ہی اندازہ ہو جاتا کہ یہاں رہنے والے لوگ خوشحال اور سلیقہ مند ہیں۔ بڑے بڑے شیشے کی کھڑکیاں، جن پر بھاری پردے لٹکے ہوئے تھے، روشنی اور ہوا کے لیے کھلی تھیں۔ لان میں ہری بھری گھاس، اور کناروں پر قطار در قطار سجے رنگ برنگے پھول تھے، جو صبح کی دھوپ میں نکھر رہے تھے۔ گھر کا داخلی دروازہ نہایت کشادہ تھا، اندر داخل ہوں تو

کشادہ ہال، سفید سنگ مرمر کی فرش، اور دیواروں پر لگے مہنگے آرٹ پیسز

ایک پُر تعیش زندگی کی عکاسی کرتے تھے۔

الارم مسلسل بج رہا تھا، اور یہ پہلا الارم نہیں تھا۔ وہ ہر بار فون اٹھاتا، الارم

بند کرتا اور پھر آنکھیں بند کر لیتا۔ وہ جانتا تھا کہ صبح اٹھنا اس کے لیے ایک

جنگ ہے، اسی لیے رات کے وقت چار پانچ الارم سیٹ کرنا اس کی عادت

بن چکی تھی۔ آخر کار، الارم کی بار بار گونج نے اسے ہار ماننے پر مجبور کر دیا۔

آنکھیں موندتے ہوئے، اس نے فون دیکھا—— صبح کے پانچ بج رہے تھے۔

زاویار سلطان اٹھائیس عمر کا ایک منظم اور باقاعدہ انسان تھا۔ وہ روٹین کا سختی سے پابند تھا، اور صبح پانچ بجے اٹھنا اس کی زندگی کا لازمی حصہ تھا۔ نماز کبھی قضا نہیں کرتا تھا، اور اپنی صحت کا خیال رکھنا اس کی ترجیح تھی۔ وہ اپنے آپ کو فٹ اور فعال رکھنے کے لیے وقت پر کھاتا، سوتا، اور روزانہ واک کے لیے جاتا۔

اس نے پیر بستر سے نیچے زمین پر اتارے اور کھڑا ہو کر چلتا ہوا کھڑکی کی طرف بڑھا۔ ٹھنڈی ہوا کھڑکی سے اندر آرہی تھی، جو صبح کی تازگی کا پیغام دے رہی تھی۔ اس نے گہری سانس لی اور باہر کے منظر کو دیکھا—— دھوپ اس کی سنہری انکھوں میں پڑی۔ ہر چیز پر سکون اور خوبصورت تھی۔ ایک لمحے کے لیے وہ اس خاموشی میں کھو گیا، پھر انگڑائی لے کر واش روم کی طرف بڑھا۔ زاویار سلطان صاف سفید رنگت کا مالک تھا، اس کی رنگت اتنی شفاف تھی کہ دیکھنے والے کو پہلی نظر میں ہی متاثر کر دیتی۔

اس کی آنکھیں سنہری رنگ کی تھیں، جو دھوپ کی روشنی میں کسی قیمتی پتھر کی طرح چمکتی تھیں۔ ان آنکھوں کے ساتھ مڑی ہوئی لمبی پلکیں اسے اور زیادہ پرکشش بناتی تھیں۔ اس کے بال قدرتی طور پر سیدھے تھے، لیکن چونکہ وہ ابھی بستر سے اٹھا تھا، اس لیے کچھ بکھرے ہوئے تھے، جو اس کے وجیہہ چہرے کو مزید منفرد انداز دے رہے تھے۔ زاویار کا ہر نقش اور ہر حرکت اس کے اندرونی وقار اور خوداعتمادی کی عکاسی کرتے تھے، جو اسے عام لوگوں سے ممتاز بناتے تھے۔

نماز سے فارغ ہو کر وہ نیچے آیا۔ گھر میں ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی، کیونکہ سب ابھی سو رہے تھے۔ زاویار کو ہمیشہ یہ بات کھلتی تھی کہ باقی لوگ اتنی دیر تک کیوں سوتے ہیں۔ وہ نیچے آیا، اپنے ہاتھ میں بندھی گھڑی دیکھی — پانچ بج کر تیس منٹ ہو چکے تھے۔ گھر میں کوئی نماز کے لیے بھی نہ جاگا تھا۔

اس نے اپنے کانوں میں ایئربڈز لگائے، ہلکی موسیقی چلائی، اور پارک کی طرف نکل پڑا۔ سرد ہوا نے اس کے چہرے کو چھوا تو وہ مزید تازہ دم ہو گیا۔

پارک کی ہریالی، لوگوں کی چہل قدمی، اور صبح کی پرسکون فضا اسے ہمیشہ

پسند تھی۔ وہ ایک گھنٹے تک پارک میں رہا، واک مکمل کی، اور گھر واپس آ

گیا۔ گھر پہنچتے ہی ملازم اپنے کاموں میں مصروف ہو چکے تھے۔ انہیں

معلوم تھا کہ زاویار وقت کے معاملے میں بہت سخت ہے، اور اگر ناشتہ

وقت پر نہ ملا تو سخت ڈانٹ پڑتی تھی۔ ٹیبل پہلے سے ناشتے سے سجی ہوئی

تھی۔ ڈائننگ روم صاف ستھرا تھا، جس کے کونے میں ایک خوبصورت

گلدان رکھا ہوا تھا، جس میں تازہ گلاب کے پھول خوشبو پھیلا رہے تھے۔

دیوار پر ایک گھڑی کی ٹک ٹک ماحول میں ہلکی سی آواز پیدا کر رہی تھی۔

زاویار ٹیبل پر بیٹھا اپنے موبائل کی اسکرین پر کچھ اہم ای میلز دیکھ رہا تھا،

اس کے بال پسینے سے گیلے ہوئے تھے اور ماتھے پہ چپکے تھے۔اس کے

چہرے پر سنجیدگی کا سایہ تھا، مگر آنکھوں میں وہی پرانی نرمی موجود تھی۔

زارا کمرے میں داخل ہوئی تو اس کے جوتوں کی ہلکی چاپ زاویار کی توجہ کا

مرکز بنی۔ وہ گنگریالے بالوں والی پیاری سی لڑکی تھی انکھیں بالکل زاویار

جیسی تھی۔ وہ زاویار کی چھوٹی بہن تھی۔

"السلام علیکم، زاویار بھائی!"

زارا نے ٹیبل کی کرسی کھینچتے ہوئے کہا، اور مسکراتے ہوئے سامنے بیٹھ گئی۔

اس کی آواز میں چہچہاٹ تھی۔

زاویار نے موبائل کی اسکرین سے نظریں اٹھائیں، اور ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔ مسکرانے سے اس کے گال پر گڑھا بھی پڑا۔

"وعلیکم السلام۔ یہ تو بتاؤ، آج کہیں غلطی سے تو اتنی صبح نہیں اٹھ گئی؟"

اس کے لہجے میں شرارت تھی، مگر مسکراہٹ نے اس کے جملے کو ہلکا پھلکا رکھا۔

زارا نے ہاتھ میز پر رکھتے ہوئے، ایک مصنوعی سنجیدگی کے ساتھ جواب

دیا۔

"بس سوچ رہی ہوں کہ آج سے آپ کے نقشِ قدم پر چلنا شروع کر

دوں۔"

زاویار نے ہنستے ہوئے، اور پیچھے ہو کر کرسی پر آرام سے ٹیک لگاتے ہوئے

کہا۔

"اوہ ریلی؟ سوچ لو! میرے نقشِ قدم پر چلنا اتنا آسان نہیں ہے۔ دو تین دن یہی روٹین اپناؤ گی، پھر اگلے دن خود ہی ہاتھ جوڑ لو گی کہ بھائی، آپ کا راستہ بہت مشکل ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دونوں ہنسنے لگے، کمرے میں خوشگوار ماحول کا ایک اور رنگ شامل ہو گیا۔ زارا نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے آنکھوں میں شرارت بھر کر کہا "اور آپ کو واقعی لگا کہ میں آپ کے نقشِ قدم پر چلنے لگی ہوں؟"

زاویار نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے اپنا چائے کا کپ اٹھایا۔

"ہاں پتہ ہے مجھے۔ میرے نقشِ قدم پر چلو وہ بھی تم؟ ہو ہی نہیں سکتا خیر،

آج میری بہن اتنی صبح کیسے جاگ گئی؟"

زارا نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے جواب دیا "آج یونیورسٹی میں ایک بہت

اہم کلاس ہے، اس لیے جلدی جا رہی ہوں تاکہ مس نہ ہو۔"

زاویار نے ایک ابرو اٹھاتے ہوئے اور ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا

"ہاں، یہی سوچ رہا تھا کہ آج سورج مغرب سے کیسے نکل آیا؟ ورنہ تم صبح

اتنی جلدی جاگنے والی کہاں!"

زارا نے ہنستے ہوئے اپنی پلیٹ کی طرف دیکھا۔

"سبیرا! میرا ناشتہ کہاں ہے؟ کب لاؤ گی؟ صرف ایک چائے کا کپ پکڑوا

دیا ہے"

اس کے لہجے میں ہلکی سی بے صبری تھی، مگر آواز نرم تھی۔

سبیرا جلدی سے ٹرے لے کر آئی اور کہا۔

"یہ لیں، باجی جی! آپ کا ناشتہ حاضر ہے۔"

سبیرا نے میز پر پلیٹ رکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے زارا کو دیکھ کر سر ہلایا۔

زاویار نے ناشتے کی پلیٹ کو غور سے دیکھا، پھر زارا کی طرف دیکھتے ہوئے

چہرے پر تھوڑی سختی لاتے ہوئے کہا۔"یہ کیا تم نے اتنی آئلی چیزیں کھانی

شروع کر دی ہیں؟ پراٹھے، انڈے، اور یہ سب؟ تمہیں پتا ہے یہ تمہاری صحت کو کتنا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ خاص طور پر تمہاری جلد کو!"

زارا نے چمچ ہاتھ میں لیتے ہوئے تھوڑی چڑچڑی سی نظروں سے زاویار کو دیکھا۔

"بھائی! پلیز! کھانے دیں مجھے۔ آپ کی طرح مجھ سے یہ ڈائٹنگ وغیرہ نہیں ہوتی"

زاویار نے گہری سانس لیتے ہوئے، اور ہاتھ سے اپنی کنپٹی سہلاتے ہوئے

کہا۔

"یہی ہلدی ہو گی تمہارے لیے۔ ورنہ یہ جو گند بلا تم کھا رہی ہو، یہ تمہاری

جلد اور صحت دونوں خراب کرے گا۔"

زارا ہنس پڑی "بھائی، کچھ نہیں ہوتا۔ آپ بہت زیادہ حساس ہیں۔ مجھے تو

کھانے دیں، آپ اپنی ڈائٹ کرتے رہیں۔"

زاویار نے جھنجلاہٹ سے پلیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا کھاؤ، لیکن جب صحت خراب ہو گی، تو میرے پاس مت آنا۔"

یہ کہہ کر وہ اپنے کھانے پر توجہ دینے لگا۔

زارا نے پلیٹ پر ایک نظر ڈالی اور پھر اچانک اسے کچھ یاد آیا۔ اس نے زاویار کی طرف دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "بھائی! وہ... مجھے اپنی دوست

کے گھر جانا ہے، آج اس کے بھائی کی شادی ہے۔ کیا آپ مجھے ڈراپ کر

دیں گے؟"

زاویار نے ایک لمحے کے لیے سوچا، پھر بولا۔

"تم ڈرائیور کے ساتھ جا سکتی ہو، نا؟"

"بھائی، پلیز! مجھے آپ کے ساتھ جانا ہے۔ آج آپ آفس سے جلدی آ

جائیں نا۔" زارا نے تھوڑا ساضدی لہجے میں کہا۔

زاویار نے اپنی گھڑی کی طرف سنجیدگی سے دیکھا۔

"آج میری ایک بہت اہم میٹنگ ہے۔"

"پلیز، جلدی آجائیں نا۔مجھے سات بجے تک جانا ہے۔" زارا نے

معصومیت سے کہا۔

"اچھا تو شاہمیر کے ساتھ چلی جاو،اس سے کہو وہ تمہیں لے جائے گا"

"شاہمیر؟ آپ کو لگتا ہے کہ وہ کام چور اور نکمہ مجھے لے کر جائے گا؟ اپ

لے جائیں نا پلیز؟"

"اچھا، ٹھیک ہے۔ تمہارے لیے میٹنگ جلدی ختم کر دوں گا۔" زاویار

نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

زارا کی آنکھوں میں خوشی جھلکنے لگی۔

"تھینک یو، بھائی!"

"چلو میں افس جا رہا ہوں۔ شام پانچ بجے تک واپس آجاؤں گا تیار رہنا

تمہیں تمہاری دوست کے گھر چھوڑاؤں گا" کہتے ہوئے اس نے اپنی کرسی

پیچھے کی اور اٹھ کھڑا ہوا۔

☆☆☆✦☆☆☆

جب اس کی آنکھ کھلی تو دوپہر کے 12 بج چکے تھے۔ایک لمحے کو اسے سمجھ

ہی نہ آیا کہ وقت کہاں پہنچ گیا ہے۔ کمرے میں دوپہر کی روشنی اس قدر

پھیل چکی تھی کہ پردوں کے باوجود ہر چیز چمک رہی تھی۔ حالہ نے جیسے ہی

کروٹ بدلی، ایک گھبراہٹ کا احساس اس کے اندر دوڑ گیا۔ اس نے جلدی سے اپنے موبائل کی طرف ہاتھ بڑھایا، جو بیڈ کے کونے پر رکھا تھا۔

موبائل کی روشنی اس کے تھکے ہوئے چہرے پر پڑی تو آنکھیں کچھ لمحوں کے لیے چندھیا گئیں۔

اس نے اسکرین پر نظریں جمائیں اور وقت دیکھا—— دوپہر کے بارہ بج چکے تھے۔ اچانک دل جیسے سینے سے باہر نکلنے لگا۔ وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔

"اف!" وہ بے ساختہ بڑبڑائی، ہاتھوں سے اپنا چہرہ تھام لیا۔ آج اس کی

یونیورسٹی کی وہ کلاس تھی جس کے بارے میں وہ ہفتوں سے فکر مند تھی۔

اس کے دماغ میں خیالات طوفان کی طرح دوڑنے لگے۔ میں کیوں نہیں

اٹھی؟

دل پر مایوسی کی ایک بھاری چادر تن گئی۔ آنکھیں دھندلا گئیں، جیسے کسی

نے اسے ایک دم مفلوج کر دیا ہو۔ فون کی اسکرین پر ایک نوٹیفکیشن بار بار

جھلک رہا تھا۔ اس نے جلدی سے اس میسج کو کھولا "تم اب تک یونیورسٹی

کیوں نہیں آئی؟ سوئی رہ گئی ہو کیا؟" یہ اسرہ کا میسج تھا۔ جو کافی پہلے کا آیا ہوا

تھا۔ حالہ نے میسج کچھ لمحوں تک گھورتے ہوئے پڑھا۔ دل میں عجیب سی بے بسی چھا گئی۔ "اب کیا جواب دوں؟" اس نے خود سے سوال کیا۔ جب یونیورسٹی نہیں جا سکی تو جواب دینے کا فائدہ بھی کیا؟ اس نے موبائل ایک جھٹکے سے بند کیا اور سائیڈ پر رکھ دیا۔

حالہ کے دل میں گہرائی سے پریشانی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی۔ اس کا امپورٹنٹ لیکچر مس ہو گیا تھا اب کوئی دوبارہ سمجھائے گا بھی نہیں۔ اتنی غیر ذمہ دار کیسے ہو سکتی ہوں؟ وہ اندر ہی اندر اپنے آپ کو ملامت کرنے لگی۔ مگر وہ

جانتی تھی کہ اس کی یہ عادت اکثر نقصان پہنچاتی تھی۔ حالہ ایک بے پروا

سی لڑکی تھی، جو اپنی دنیا میں مگن رہتی تھی۔ مگر اس بے پرواہی کے پیچھے

ایک جذباتی اور نازک دل چھپا تھا، جو اکثر خود کو تنہائی میں چھپائے رکھتا تھا۔

وہ لوگوں سے زیادہ گھلنے ملنے کی قائل نہیں تھی۔ دوستی کرنا یا کسی کو

قریب آنے دینا اسے مشکل لگتا تھا۔ وہ بہت کم لوگوں کو دوست بناتی تھی۔

مگر اسرا اس کی زندگی میں ایک مختلف پہلو رکھتی تھی۔ اسرا اس کی وہ

دوست، جسے حالہ اپنے دل کی ہر بات بتا سکتی تھی۔ وہ صرف ایک دوست

نہیں، بلکہ حالہ کے لیے ایک پر سکون سایہ تھی۔ اسرہ نہ صرف مخلص

تھی، بلکہ ہر مشکل وقت میں حالہ کے ساتھ کھڑی رہی تھی۔ وہ اسے کبھی

بھی تنہا محسوس نہیں ہونے دیتی تھی۔

کمرے میں روشنی مزید تیز ہو رہی تھی اس نے گہری سانس لی، اور بستر پر

دوبارہ لیٹ گئی۔ اب جب یونیورسٹی سے چھٹی ہو ہی گئی تھی تو جاگنے کا کیا

فائدہ؟ وہ ارام سے تکیے پر سر رکھے دوبارہ لیٹ گئی

وہ ابھی نیند کی وادیوں میں دوبارہ قدم رکھنے ہی لگی تھی کہ موبائل کی گھنٹی نے اسے جیسے کھینچ کر واپس حقیقت میں لا کھڑا کیا۔ وہ چڑچڑاتے ہوئے موبائل کی طرف بڑھی، اور اسکرین پر نظر پڑتے ہی اسے تھوڑی سی راحت ملی — *اسرہ* کی کال تھی۔ وہ گہری سانس لیتے ہوئے کال اٹھا کر بولی۔

"ہاں بولو، اسرا۔"

نیند سے بھری، مدھم آواز میں اس نے کہا۔

"آج یونیورسٹی کیوں نہیں آئیں، میڈم؟"

اسرا کی شوخ آواز گونجی۔

"آنکھ۔۔۔آنکھ نہیں کھلی تھی میری۔"

حالہ نے بیزاری سے جواب دیا، آنکھیں بند کیے ہی۔

"تمہیں پتا ہے تم نے کتنا امپورٹنٹ لیکچر مس کر دیا ہے؟"

"ہاں، میں جانتی ہوں۔ کوئی نئی خبر سناؤ۔"

حالہ کے لہجے میں سستی صاف جھلک رہی تھی۔

"فلال تو کوئی خاص خبر نہیں ہے، لیکن آپ کا فیوچر ہسبینڈ بھی آج

یونیورسٹی نہیں آیا تھا!"

اسرا کی بات سنتے ہی حالہ کا دل جیسے ایک لمحے کے لیے رک گیا۔ وہ جھٹ

سے اٹھ بیٹھی، اس کی انکھیں جو ہلکی ہلکی بند ہو رہی تھی وہ ایک جھٹکے سے

پوری کھل گئی۔

"کیا؟ وہ کیوں نہیں آیا؟"

اس کی آواز میں نیند کا نام ونشان نہ رہا۔اب صرف بے چینی اور تجسس تھا۔

"مجھے کیا پتا، میری کون سی اس سے بات ہوتی ہے جو پوچھوں۔میرے

خیال سے شاید بیمار ہو گا۔"

اسرا نے لاپروائی سے کہا۔

"اللہ نہ کرے، یار! اللہ نہ کرے کہ وہ بیمار ہو۔"

حالہ کے دل میں عجیب سی گھبراہٹ دوڑ گئی۔ جیسے کسی اپنے کے لیے کوئی

انجانی فکر اسے پریشان کرنے لگی ہو۔

"کیا پتا مصروف ہو؟"

اسرا نے ہنستے ہوئے کہا۔

حالہ نے گہری سانس لی "اچھا، چلو۔ مجھے سونے دو۔"

"سونے دوں؟ وقت دیکھ رہی ہیں آپ، بی بی؟ ایک بجنے والا ہے، اٹھ جاؤ

بس۔"

"جب یونیورسٹی سے چھٹی ہو ہی گئی ہے، تو جاگنے کا فائدہ؟ نیند کیوں

ڈسٹرب کروں؟"

"اٹھ کر آج کا کام کر لو۔ ایک پروجیکٹ دیا ہے میم نے۔ میں تمہیں ڈیٹیلز

دے دیتی ہوں، اس پر کام کرو۔"

"اچھا، ٹھیک ہے۔ مجھے بتا دینا۔ اللہ حافظ۔"

حالہ نے بے دلی سے جواب دیا اور فوراً کال کاٹ دی۔

"اچھا، اور سنو..."

اسرا کی بات ابھی پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ حالہ نے فون رکھ دیا اور بستر

سے اٹھ کر واش روم کی طرف چل دی۔

حالہ کے کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز نے کچن کے سکون کو توڑا۔ وہ آہستگی

سے باہر نکلی، سیڑھیاں نیچے اترنے لگی، بال بکھرے ہوئے، چہرے پر

تھکن اور آنکھوں میں ابھی بھی نیند کا رنگ باقی تھا۔ سامنے باورچی خانے

میں ماں (زبیدہ خادم) دوپہر کے کھانے کی تیاری میں مصروف تھیں۔

حالہ چلتے ہوئے کچن میں داخل ہوئی زبیدہ خادم نے ایک لمحے کے لیے

اسے دیکھا، مگر بنا کچھ کہے دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گئیں۔ حالہ نے

ایک بے نیازی کی نظر باورچی خانے پر ڈالی اور سیدھا کیبنٹ سے چائے کا

کپ نکالنے لگی۔ چائے کے لیے دودھ گرم کرتے ہوئے، اس کی بے دلی

صاف جھلک رہی تھی۔ اسی دوران، مریم کچن میں داخل ہوئی، ہاتھ میں اپنا

موبائل لیے مصروف انداز میں چلتی ہوئی۔ اس نے ایک سرسری نگاہ حالہ

پر ڈالی اور پوچھا "آج یونیورسٹی نہیں گئیں؟"

حالہ نے ایک پل کے لیے اس کی طرف دیکھا، مگر کوئی جواب دینے کے

بجائے دودھ میں پتی ڈالنے لگی مریم کی بات کو جیسے ہوا میں اڑا دیا ہو۔

مریم نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا" واہ! ابھی تک نیند کا خمار اترا نہیں؟ اب اگر جاگ ہی گئی ہو تو کھانے کا وقت ہے، ناشتہ کب تک کرتی رہو گی؟"

حالہ نے چائے کا چمچ رک کر اس کی طرف غصے سے دیکھا۔اس کی بھنویں تن گئیں، اور آنکھوں میں چمکدار ناراضگی نظر آئی۔

"میری مرضی! میں جو کروں، تمھیں کیا مسئلہ ہے؟"

مریم نے ایک طنزیہ قہقہہ لگایا۔ "اچھا؟ بہت بڑی ملکہ بن رہی ہو، امی کو

دیکھو! صبح سے کام کر رہی ہیں اور تمہیں نہ کوئی پرواہ ہے نہ کوئی شرم۔"

حالہ نے یہ بات سنی ان سنی کر دی، اور چائے کا کپ لے کر کچن سے باہر

نکلنے لگی۔ جیسے ہی وہ لاؤنج میں پہنچی، زبیدہ خادم نے آواز لگائی۔

"حالہ! ذرا ادھر آؤ۔"

حالہ نے پیچھے مڑ کر نہ دیکھا، مگر قدم وہیں رک گئے۔

"جی، امی ؟" اس نے بیزاری سے جواب دیا۔

زبیدہ خادم ہاتھ میں سبزی کاٹنے والی چھری رکھتے ہوئے اس کی طرف

مڑیں اور غصے میں بولیں "تمہیں شرم آتی ہے ؟ صبح سے دیکھ رہی ہوں، نہ

کوئی کام، نہ کوئی ذمہ داری۔ اج یونیورسٹی بھی نہیں گئی، چائے بنا کر پیتی رہو

گی سارا دن ؟ کھانا پکانے کا کچھ ہوش ہے ؟ یا یہ بھی میں ہی کروں ؟"

حالہ نے گہری سانس لی اور چائے کا کپ سامنے میز پر رکھ کر پلٹی۔

"امی، ابھی صبح کا لیکچر کینسل ہوا تو تھوڑی دیر آرام کر لیا۔ اور ویسے بھی، آپ کو کون سا میرے بغیر کام رک جاتا ہے؟ آپ تو ہر وقت شکایتیں کرتی رہتی ہیں۔"

زبیدہ خادم کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"یہ زبان ہے تمہاری؟ ایک تو کام سے بھاگو، اوپر سے باتیں سناؤ۔ مریم کو دیکھو، کم از کم اپنی پڑھائی کے ساتھ ساتھ گھر کے کام بھی سنبھال لیتی ہے۔

اور تم؟ نہ کھانا پکانا آتا ہے نہ صفائی کرنا، نہ کوئی اور ذمہ داری۔ آخر تمہیں کس چیز کا غرور ہے؟"

حالہ نے بے نیازی سے کندھے اچکائے اور واپس اپنے کپ کی طرف گئی۔

"امی، آپ کو ہر وقت میری غلطیاں نکالنی ہوتی ہیں۔ میں ویسی نہیں ہوں جیسی آپ چاہتی ہیں۔ اور ویسے بھی، یہ کام مریم کو سوٹ کرتے ہیں، مجھے نہیں۔"

زبیدہ خادم کی آواز اور بلند ہو گئی" یہ کام مریم کے لیے نہیں، تمہارے لیے بھی ضروری ہیں! شادی کے بعد کیا کرو گی؟ شوہر کے گھر میں بھی یونہی چائے بنا کر سارا دن گزارنا؟"

حالہ نے جھنجھلا کر جواب دیا" شادی کی فکر ابھی سے کیوں کر رہی ہیں؟ اور ویسے بھی یہ میری شادی کا ذکر میرے اگے مت کیا کریں میرا کوئی ارادہ نہیں ہے ابھی شادی کرنے کا جب ہو گی دیکھی جائے گی"

یہ سن کر زبیدہ خادم نے تیز لہجے میں مریم کو بلایا۔

"مریم، ذرا اسے سمجھاؤ، ورنہ یہ لڑکی کچھ نہیں کرے گی۔"

"امی، آپ کیوں ٹینشن لے رہی ہیں؟ حالہ کو صرف اپنے آرام اور موبائل

سے مطلب ہے۔ اسے رہنے دیں، اپنی چائے کے ساتھ خوش ہے۔" مریم

نے طنزیہ انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔

حالہ نے غصے میں چائے کا کپ زور سے میز پر رکھا اور تیز قدموں سے

کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ اس کا کمرہ اوپر تھا اس لیے تیزی سے سیڑھیاں

چڑھتے ہوئے اوپر جانے لگی ہے۔ دروازہ بند کرتے ہوئے اس نے اونچی

آواز میں کہا "سب کے طعنے سن سن کر تنگ آگئی ہوں!"

زبیدہ خادم نے مریم کی طرف دیکھا اور ایک گہری سانس لی "اللہ ہی عقل

دے اس لڑکی کو۔ نہ خود کچھ سیکھنا چاہتی ہے نہ کسی کی سننا۔"

لاؤنج میں ایک لمحے کے لیے خاموشی چھاگئی۔ مگر یہ سکوت ان جذباتی

طوفان کو چھپانے کے لیے ناکافی تھا جو اس وقت پورے گھر میں پھیل چکا

تھا۔ یہ روز کا ہی تماشہ

تھا اس گھر میں کبھی بھی لڑائی کے بغیر کوئی دن گزرتا ہی نہیں تھا یا تو حالہ کی

سب کے ساتھ لڑائی ہو رہی ہوتی تھی یا پھر باقی سب کی اپس میں۔

حالہ غصے سے اپنے بیڈ پر بیٹھ گئی، بیڈ کی ہلکی سی چرچراہٹ نے جیسے برسوں

کے بوجھ کا شکوہ کیا۔ "اف... یہ بیڈ بھی پتہ نہیں کب کا پرانا ہے" وہ جھنجھلا

کر بڑبڑائی۔

بے دلی سے بیڈ کے کونے پر بیٹھ کر اپنے ہاتھ مروڑتے ہوئے بولی "اور امی

کے لیکچرز صبح سے شروع ہو جاتے ہیں۔ میں ان کی باتیں سن سن کر تنگ

آگئی ہوں۔"

دیوار کی طرف دیکھتے ہوئے خود کلامی کی، "مریم مجھ سے چھوٹی ہے، مگر

امی ہمیشہ اس کے ساتھ میرا موازنہ کرتی ہیں۔ کبھی میری تعریف کی؟"

ایک لمحے کے لیے رکی، پھر مزید غصے سے بولی، ''نہیں! بس میری خرابیاں

ہی نظر آتی ہیں۔''اس کی آواز میں غصہ، دکھ، اور بے بسی کا امتزاج تھا،

آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔

وہ چند لمحے خاموش رہی، پھر تھکی ہوئی سانس لے کر بیڈ پر گری جیسے ہر

بات سے بے زار ہو۔ نیچے لاؤنج میں امی اور ابا کی آوازیں سنائی دے رہی

تھیں، جو حالہ کے بارے میں بلند آواز میں بات کر رہے تھے۔ حالہ چپ

چاپ لیٹی تھی، ایک کان سے ان کی باتیں سن کر دوسرے کان سے نکال

رہی تھی۔ امی کی آواز میں غصہ اور مایوسی واضح تھی۔

"بس جب دیکھو کھانا کھاتی رہتی ہے، گھر کا کام تو بالکل نہیں آتا..."

مریم، جو سبزی کاٹ رہی تھی، چپ چاپ سن رہی تھی، مگر اس کے

چہرے پر ہنسی کی جھلک تھی۔ "امی، آپ تو جانتی ہیں حالہ کو۔ اس کی

عادتیں ایسی ہیں، کیوں پریشان ہو رہی ہیں؟"

زبیدہ خادم نے گہری سانس لی اور کہا" سسرال میں کیا کرے گی؟"

"کر لے گی، ابھی کون سی اس کی شادی ہو رہی ہے؟ آپ اپنا غصہ ٹھنڈا کر لیں،" مریم نے کہا۔

اسی دوران، عادل کمرے سے نکل کر لاؤنج میں آیا،" مریم، ایک کپ چائے بنا دو۔"

"اور یہ صاحبزادے، کھانے پینے کے علاوہ کچھ دکھائی نہیں دیتا،" امی نے غصے سے کہا۔

"یار امی، دکان میں کچھ خاص نہیں ہو رہا، جانے کا کوئی فائدہ نہیں،" عادل نے تھکاوٹ سے کہا۔

"نہیں جاؤ گے تو کمائی کہاں سے ہو گی؟ دو دن سے گھر پر ہو," امی نے تیز لہجے میں کہا۔

"طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی، مگر اب جا رہا ہوں۔ مریم، چائے کب دے رہی ہو؟"

"دے رہی ہوں، رک جاؤ" مریم چڑتے ہوئے بولی۔

امی نے پھر اپنے غصے میں کچھ کہا، اور پھر اپنی جگہ پر بیٹھ کر چپ ہو گئی۔

حالہ بیڈ پر لیٹی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ کچھ دیر پہلے کا غصہ اس کے چہرے سے جھلک رہا تھا، لیکن وہ خود کو پر سکون کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اچانک، وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور ڈریسنگ ٹیبل کے پاس گئی۔ آئینے میں اپنی جھلک دیکھ کر وہ پل بھر کو ٹھٹکی۔ پھر برش اٹھا کر اپنے لمبے بالوں میں پھیرنے لگی، جو باآسانی سلجھ گئے۔ بال کمر سے نیچے تک تھے بہت لمبے اور اس کی آنکھیں سبز رنگ کی گہری اور جاذبِ نظر تھیں، ایسی کہ کوئی ان میں جھانکے تو کھو جائے۔ اس کے چہرے کا رنگ صاف تھا کوئی

داغ تک نہ تھا وہ مغرور تھی، مگر دل کی گہرائیوں میں نرمی چھپی ہوئی تھی۔

حالہ ضدی اور بد تمیز لگتی، لیکن وہ کم بولتی تھی اور لوگوں سے دور رہتی

تھی۔اس کی یہ عادت اسے مغرور بناتی، حالانکہ اندر سے وہ اتنی سخت نہیں

تھی۔

اس نے ایک گہری سانس لی، اپنے بالوں کو جھٹکا دیا اور آئینے میں اپنے عکس

کو آخری نظر دے کر خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔

☆☆☆✦☆☆☆

شہر کے اوپر ہلکے بادل چھائے ہوئے تھے اور ہوا میں سردی کا احساس تھا۔

سورج کبھی کبھار بادلوں کے پیچھے سے جھانکتا تو سنہری روشنی افس کی

کھڑکی سے اندر آتی۔ زاویار اپنے کام میں مگن تھا، کمرے میں سکون تھا۔

افس سادہ مگر جدید طرز کا تھا، دیواروں پر چند خوبصورت آرکیٹیکچرل

خاکے لٹک رہے تھے۔ ڈیسک پر لیپ ٹاپ، کاغذات، اور ایک ٹیبل لیمپ

ترتیب سے رکھے تھے۔ ایک کونے میں زیرِ تعمیر عمارت کا ماڈل موجود تھا۔

زاویار لیپ ٹاپ کی اسکرین پر جھکا ہوا تھا، جہاں وہ نئے پروجیکٹ کا

آرکیٹیکچرل خاکہ ڈیزائن کر رہا تھا۔ وہ توجہ سے تفصیلات کو درست کر رہا تھا، کبھی وہ اپنے پین سے نوٹس لیتا، اور کبھی اسکرین پر زوم کر کے چھوٹی چھوٹی خامیوں کو درست کرتا پھر اس نے اپنی کرسی پیچھے کی اور ماڈل کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔ وہ اپنی محنت کو دیکھ کر مطمئن نظر آ رہا تھا۔ لیکن اس کے چہرے پر سنجیدگی کی جھلک یہ ظاہر کر رہی تھی کہ وہ ابھی بھی کام کو مکمل نہیں سمجھتا۔

اسی وقت اسے باہر عملے کے شور کی آوازیں آئیں۔ اس نے ایک لمحے کے لیے نظر اٹھا کر دروازے کی طرف دیکھا، لیکن پھر سر جھٹک کر دوبارہ اپنے کام میں لگ گیا۔

چند لمحوں بعد شور زیادہ بڑھ گیا، اور زاویار کا دھیان بٹنے لگا۔ اس نے غصے میں گہری سانس لی، لیپ ٹاپ بند کیا، اور اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

زاویار نے اپنی جیکٹ کا کالر درست کیا اور تیز قدموں سے باہر نکلا۔ جیسے ہی وہ ہال میں پہنچا، اسے ایک بد نظمی کا منظر دیکھنے کو ملا۔

کچھ لوگ ایک کونے میں ہنسی مذاق کر رہے تھے، کوئی چائے پی رہا تھا، اور

کچھ موبائل میں اتنے مگن تھے کہ انہیں ارد گرد کا ہوش نہیں تھا۔ کسی کا

کھانے کا ڈبہ کھلا تھا، تو کوئی اپنی کرسی پر ٹانگیں پسارے بیٹھا تھا۔

یہ سب دیکھ کر زاویار کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ وہ تیز قدموں سے ان

کے درمیان پہنچا اور بلند آواز میں بولا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ کسی کے اندر کوئی تمیز ہے؟"

ایک لمحے کے لیے سب خاموش ہو گئے۔ کچھ لوگ پریشان ہو کر ادھر

ادھر دیکھنے لگے،

کچھ نے اپنے ہاتھوں میں موجود موبائل فوراً جیب میں رکھ لیے، اور باقی سر

جھکا کر کھڑے ہو گئے۔ یہ آج کچھ نئے ورکرز آئے تھے، جنہیں افس کا

ماحول اور ڈسپلن کا کوئی خیال نہیں تھا۔ وہ اپنے کام سے زیادہ چائے پینے،

موبائل استعمال کرنے اور آپس میں گپ شپ کرنے میں مگن تھے۔ باقی

جنہوں نے زاویار کا طرزِ عمل پہلے سے جانا تھا، وہ خاموش کھڑے تھے،

جیسے سب کچھ ٹھیک ہو، کیونکہ وہ بخوبی جانتے تھے کہ زاویار اگر کسی میں

ڈسپلن کی کمی دیکھے تو وہ ایک پل میں انہیں افس سے نکال سکتا ہے۔ ان

سب کو یہ بات بھی معلوم تھی کہ یہاں کام کرنے کا مطلب محنت ہے، اور

اگر اس اصول کو پامال کیا گیا، تو زاویار بغیر کسی ہچکچاہٹ کے سخت قدم

اٹھائے گا۔

زاویار نے اپنی گہری نظریں ان پر جمائیں اور کہا۔

"آپ نئے ہیں، اس لیے میں آپ کو سمجھنے کا موقع دے رہا ہوں، لیکن

آئندہ کے بعد ایسا منظر نہ دیکھوں۔ یہ افس ہے، کوئی تفریحی جگہ نہیں۔

جو کام کرنے آیا ہے، وہ کرے، اور جو نہیں کرنا چاہتا، دروازہ کھلا ہے۔"

سب کے چہروں پر شرمندگی صاف نظر آ رہی تھی۔ زاویار نے اپنی بات

جاری رکھی۔

"ڈسپلن اور کام کی اہمیت کو سمجھیں۔ یہ آخری وارننگ ہے۔ اگر آپ میں

سے کسی نے دوبارہ ایسی لاپروائی کی، تو پھر کوئی معافی نہیں ملے گی۔"

پھر ایک سخت نظر وہ پرانے ورکرز پر ڈالتا ہے۔

"اور آپ لوگ انہیں سمجھا نہیں سکے کہ افس کا ڈسپلن کیا ہوتا ہے ؟ مجھے تو

آپ سب جانتے ہیں نا کہ میں کس قدر ڈسپلن کا خیال رکھتا ہوں؟ اور مجھے

یہ شور شرابہ بالکل بھی پسند نہیں ہے اپنے افس میں۔ تو پھر آپ سب نے

اس بات سے انہیں آگاہ کیوں نہیں کیا؟"

سارے ورکرز نظریں نیچے کیے شرمندہ سے نظر ارہے تھے۔ کوئی کچھ

نہیں بول سکا۔

زاویار ان سب پر ایک آخری نظر ڈال کر پلٹ گیا۔ اس کے قدموں کی مضبوطی اور چہرے کی سختی یہ ظاہر کر رہی تھی کہ وہ اپنے کام میں کوئی غفلت برداشت نہیں کرے گا۔ دوبارہ اپنے کمرے میں آکر، اس نے ایک گہری سانس لی اور اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ لیکن اس کے چہرے پر وہی سنجیدگی ابھی بھی نمایاں تھی۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

رات کا وقت تھا اور شادی کی رونق عروج پر تھی۔ روشنیوں سے جگمگاتی

عمارت، ہلکی موسیقی کی آواز، اور مہمانوں کی ہنسی مذاق نے ماحول کو

خوشگوار بنا دیا تھا۔ باہر پارکنگ ایریا میں کچھ لوگ کھڑے تھے، باتوں میں

مصروف تھے، اور چند بچے اِدھر اُدھر کھیل رہے تھے۔ زاویار اپنی گاڑی

کے پاس کھڑا تھا، سادہ لباس میں، جیسے کسی خاص تیاری کے بغیر آیا ہو۔

اُس نے ایک ہلکی نیلی رنگ کی شرٹ اور جینز پہنی ہوئی تھی، اور اس کے

چہرے پر ہلکی سی بے چینی تھی۔ وہ بار بار گھڑی کی طرف دیکھ رہا تھا، زارا

کے باہر آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ اُس کے چہرے پر ایک واضح جھنجھلاہٹ

تھی۔ پھر اچانک اُس نے زارا کو باہر آتے ہوئے دیکھا، جو اپنی دوست ماہا

سلیمان کے ساتھ باتوں میں مشغول تھی۔ زارا کے ہنستے ہوئے تاثرات اور

خوشگوار موڈ نے زاویار کو تھوڑا آرام دیا، لیکن وہ اب بھی دیر پر ناراض تھا۔

زارا نے گہرا سبز رنگ کا فراک پہنا ہوا تھا، جس پر گولڈن دھاگے کا

خوبصورت کام کیا گیا تھا۔ اس کے گھنگریالے بال سٹریٹ ہوئے تھے اور

ہلکا سا میک اپ اُس کے چہرے کو اور نکھار رہا تھا۔ اس کی کلائی پر گولڈن

بریسلٹ اور کانوں میں چھوٹے جھمکے جھول رہے تھے۔اس کے چہرے پر

ہمیشہ کی طرح ایک چمک تھی۔

زارا نے اپنی بات مکمل کرتے ہوئے ماہا سے کہا۔

"میرا بھائی باہر انتظار کر رہا ہے، میں چلتی ہوں۔"

"اچھا، تم جاؤ، میں بعد میں بات کرتی ہوں۔" ماہا نے ہلکی مسکراہٹ کے

ساتھ جواب دیا

"ویسے... تم میرے بھائی سے ملنا چاہو گی؟" زارا نے تھوڑا سوچتے ہوئے ہچکچاہٹ سے کہا۔

ماہا نے حیرت سے زارا کو دیکھا اور پھر مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں؟ اچھا چلو تم کہتی ہو تو مل لیتی ہوں"

زارا کے دل میں ایک عجیب سا خیال تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ ماہا اور زاویار کی

ملاقات ہو اور شاید یہ بات آگے بڑھ جائے۔ اُس نے جلدی سے ماہا کا ہاتھ

پکڑا اور اُسے زاویار کے پاس لے گئی۔

زاویار نے اُن دونوں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اُس نے

اپنی جیب سے فون نکال کر چیک کیا، لیکن اُس کا دھیان اب دونوں پر تھا۔

"کہاں رہ گئی تھی تم، زارا؟ میں کب سے انتظار کر رہا ہوں۔" زاویار نے

زارا سے ناراضی بھرے لہجے میں کہا۔

"سوری بھائی، بس تھوڑا وقت لگ گیا۔ ویسے... یہ میری دوست ہے، ماہا۔" زارا نے مسکراتے ہوئے ماہا کی طرف اشارہ کیا۔ زاویار نے ایک نظر ماہا کو دیکھا۔

ماہا نے احترام سے کہا "السلام علیکم۔" اُس کے لہجے میں نرمی اور شائستگی تھی۔

ماہا نے جامنی رنگ کا لمبا فراک پہنا تھا، جس پر چاندی کے دھاگے سے نفیس کڑھائی کی گئی تھی۔ اس کی شخصیت سادگی اور وقار کا امتزاج تھی۔ اس کے

بال چھوٹے تھے جو گردن تک اتے تھے اور سلیقے سے کھلے تھے، انکھیں

سرمئی رنگ کی تھیں اور اس کے چہرے پر ہلکا سا میک اپ تھا، جو اُس کی

قدرتی خوبصورتی کو مزید نمایاں کر رہا تھا۔ ماہا شرمیلی اور نرمی سے بات

کرنے والی لڑکی تھی، لیکن اس کی باتوں میں ایک خاص وقار ہوتا تھا۔

"وعلیکم السلام۔" زاویار نے ہلکا سا سر ہلا کر جواب دیا

"بھائی، ماہا بہت اچھی ہے، اور..." زارا نے جلدی سے ماحول کو خوشگوار

بنانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

زاویار نے ایک نظر ماہا کی طرف دیکھا، جیسے اُسے جانچنے کی کوشش کر رہا

ہو، اور پھر زارا سے کہا۔

"چلو، گاڑی میں بیٹھو۔ کافی وقت ہو چکا ہے۔"

زارا گاڑی میں بیٹھ گئ، لیکن زارا کے دل میں ایک عجیب سی خوشی تھی۔ وہ

زاویار اور ماہا کو ساتھ دیکھنے کا خواب دیکھ رہی تھی، اور اُسے یقین تھا کہ

دونوں ایک دوسرے کے لیے بہترین ثابت ہو سکتے ہیں۔ تبھی تو گھر میں

ڈرائیور ہونے کے باوجود زارا نے زاویار کو زبردستی بولا کہ اسے ماہا کے گھر

ڈراپ بھی کر دے اور پک بھی تا کہ وہ زاویار اور ماہا کو ایک دوسرے کے

ساتھ ملا سکے۔ ماہا، جو اس صورتحال سے بے خبر تھی، زارا کے خیالات سے

انجان وہ واپس اپنے گھر کی طرف اندر چلنے لگی۔

گاڑی سڑک پر اپنی مخصوص رفتار سے چل رہی تھی۔ زارا کھڑکی کے باہر

دیکھنے میں محو تھی، اور زاویار خاموشی سے اسٹیئرنگ تھامے گاڑی چلا رہا

تھا۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد زاویار نے بات چھیڑ دی۔

"تو کیسی رہی تمہاری دوست کے بھائی کی شادی؟"

زاویار کی آواز نے زارا کی سوچوں کا سلسلہ توڑ دیا۔ وہ ایک لمحے کو چونکی، پھر

مسکرا کر بولی۔

"بہت اچھی تھی، بھائی۔ کھانا تو بہت مزے کا تھا، اور فنکشن بھی بڑا شاندار

تھا۔"

زاویار نے ہلکا سا سر ہلایا۔ "چلو، اچھا ہوا تم نے انجوائے کیا۔"

زارا نے کھڑکی سے نظریں ہٹائیں اور زاویار کی طرف مڑ کر بولی "پتہ ہے،

اس کے بھائی کی شادی دیکھ کر دل چاہ رہا تھا کہ آپ بھی شادی کر لیں۔"

اس نے مسکراتے ہوئے ہلکی اواز میں بولا۔

زاویار نے ایک ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہا "فلحال تو میرا کوئی ارادہ نہیں۔"

"بھائی، کب تک ارادہ نہیں بنے گا؟ پڑھائی بھی ختم ہو گئی ہے، جاب بھی

کر رہے ہیں، اب تو کر لیں شادی۔ مجھے آپ کی شادی دیکھنے کا بہت شوق

ہے۔" زارا نے سنجیدگی سے بات کو آگے بڑھایا۔

زاویار نے اس کی طرف دیکھا، مسکراتے ہوئے کہا" تو تم نے میرے لیے

کوئی لڑکی ڈھونڈ لی؟" زاویار نے مذاق میں کہا۔

"بتائیں، آپ کو کس طرح کی لڑکی چاہیے؟"

زاویار نے اپنی مسکراہٹ برقرار رکھتے ہوئے کہا" خوبصورت، دل کی

صاف، محبت کرنے والی، خیال رکھنے والی، عزت دینے والی، اور میچور۔

بد تمیز بالکل نہیں ہونی چاہیے اور میری طرح اپنی روٹین کا خیال رکھے"

زارا نے ہنستے ہوئے کہا"بھائی، آپ کی تو لمبی لسٹ ہے!"

لیکن زاویار کی ہنسی جلد ہی سنجیدگی میں بدل گئی۔"مگر حقیقت یہ ہے کہ

میرا شادی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں۔"

زارا کے چہرے کی خوشی ایک لمحے میں ماند پڑ گئی۔"کیوں؟"

زاویار نے گہری سانس لی۔ "میری روٹین، مزاج اور زندگی کا انداز مختلف

ہے۔ مجھے نہیں لگتا کہ کوئی لڑکی میرے ساتھ ایڈجسٹ کر پائے گی۔ دو

دن میں ہی بھاگ جائے گی۔" وہ ہستے ہوئے بولا جیسے مذاق کر رہا تھا

زارا نے نرم لہجے میں کہا "ایسا کچھ نہیں ہوگا، بھائی۔ آپ تو اتنے ہینڈسم

ہیں۔ لڑکیاں اتنا مرتی ہیں اپ پر"

"ہو سکتا ہے، لیکن فلحال میرا فوکس اپنے کام اور کیریئر پر ہے۔ مجھے باہر جا

کر سیٹل ہونا ہے۔ شادی ابھی میرے پلان میں نہیں۔۔۔ میں جیسے ہی

کینیڈا میں سٹیل ہو جاؤ نگا۔۔۔تم فوراً میرے لیے ایک اچھی سی لر کی ڈھونڈ

لینا"

"میں نے تو آپ کے لیے پہلے سے ایک لڑکی سوچ رکھی ہے۔" زارا نے

ہچکچاتے ہوئے کہا۔

زاویار نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ "کیا؟ کون؟"

زارا نے مسکراتے ہوئے کہا"میری دوست ماہا۔ وہ بہت اچھی ہے، بھائی۔

خوش اخلاق، تمیزدار، اور دل کی صاف۔ آپ کے ساتھ بہترین رہے

گی۔"

زاویار نے حیرت اور ہلکی بے چینی کے ساتھ کہا"زارا، یہ مذاق چھوڑ دو۔

مجھے نہیں لگتا کہ یہ ابھی ممکن ہے۔"

"کیوں نہیں؟ ماہا کو میں سات سال سے جانتی ہوں۔ وہ واقعی بہت اچھی

ہے۔"زارا نے جیسے ضد کرتے ہوئے کہا۔

زاویار نے سنجیدگی سے بولا "زارا، فلحال تو میں شادی کے بارے میں سوچ

بھی نہیں رہا، چاہے وہ تمہاری دوست ہو یا کوئی اور۔"

زارا کے چہرے پر مایوسی ائی "لیکن بھائی، کبھی تو کرنی ہے نا۔"

"زارا، میں نے کہا نا کہ یہ بات چھوڑ دو۔ مجھے ڈرائیونگ پر دھیان دینے

دو۔" زاویار نے تھوڑا سخت لہجے میں کہا تو زارا خاموش ہو گئ، مگر اس کے

چہرے پر الجھن اور مایوسی صاف دکھائی دے رہی تھی۔ زاویار نے ایک

گہری سانس لی، مگر بات کو مزید بڑھانے سے گریز کیا۔

گاڑی گھر کے دروازے پر آکر رکی۔ زاویار نے انجن بند کیا، اور زارا اپنی

طرف کا دروازہ کھول کر باہر نکلی۔ اس کے چہرے پر اب بھی تھوڑی

ناراضگی تھی۔ زاویار بھائی بھی ہر چھوٹی چھوٹی بات پر غصہ جو ہو جاتے

ہیں۔ دروازہ بند ہونے کی آواز سن کر زاویار نے زارا کو دیکھا، جو پرس

سنبھالتی ہوئی گیٹ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ زاویار بھی اس کے پیچھے چل

پڑا۔ دونوں جیسے ہی اندر داخل ہوئے، گھر کے ہلکے ہلکے شور نے ان کا

استقبال کیا۔

ٹی وی لاؤنج سے ٹی وی کی آواز گونج رہی تھی، جس کے ساتھ شاہمیر

سلطان آرام دہ انداز میں صوفے پر نیم لیٹا ہوا بیٹھا تھا۔اس کے بال

بکھرے ہوئے تھے جو تھوڑے سے گھنگریالے بھی تھے انکھیں سیاہ

تھی۔اس کے ہاتھ میں چپس کا پیکٹ تھا،اور اس کی نظریں ٹی وی اسکرین

پر جمی ہوئی تھیں، جہاں ایک کرکٹ میچ چل رہا تھا۔ کبھی شاہمیر سر ہلا کر

کچھ بڑبڑاتا، جیسے کسی کھلاڑی کی کارکردگی پر تبصرہ کر رہا ہو۔

زاویار اور زارا جیسے ہی گھر کے اندر داخل ہوئے، زاویار نے ایک نظر شاہمیر پر ڈالی اور سیدھا صوفے کی طرف بڑھا۔ اس نے اپنے جوتے اتارتے ہوئے ایک گہری سانس لی اور شاہمیر کے قریب جاکر سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"تمہارا یونیورسٹی میں پیپر نہیں ہے کل؟" زاویار نے سنجیدگی سے پوچھا۔

اس کی آواز میں وہی بڑے بھائی والا انداز تھا، جو نہایت نرم لیکن دھیما دباؤ لیے ہوئے تھا۔

شاہمیر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور چپس کا ایک ٹکڑا منہ میں رکھتے

ہوئے کندھے اچکائے۔

"ہاں ہے، مگر مجھے سب آتا ہے۔" اس کے لہجے میں غیر سنجیدگی جھلک

رہی تھی، جیسے یہ سوال اس کے لیے بالکل غیر ضروری ہو۔

زاویار نے ایک دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا۔ "وہ تو بیٹا تمہارا رزلٹ

بتائے گا" اس نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا، مگر اس کی بات میں ایک چھپی

ہوئی تنبیہ بھی تھی۔

شاہمیر نے چپس کا پیکٹ ایک طرف رکھتے ہوئے زاویار کی طرف دیکھا،

جیسے جواب دینے کے لیے پوری طرح تیار ہو۔ "تم میری ٹینشن چھوڑو، اپنا

بتاؤ کہاں سے آرہے ہو؟ کوئی ڈیٹ ویٹ تو سیٹ نہیں کی ہوئی تھی؟" اس

کے چہرے پر ایک شرارتی مسکراہٹ ابھری، جو اس کی عادت کا خاصہ

تھی۔ زاویار ہلکا سا ہنس پڑا اور اپنے لباس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

"تمہیں لگتا ہے کہ اس حلیے میں میں ڈیٹ پر جاؤں گا؟"

شاہمیر نے قہقہہ لگایا۔ "یار، کبھی تو بندہ سیریس ہو جایا کرے! کوئی لڑکی

وغیرہ دیکھو شادی کرو" وہ مذاق اڑانے کے موڈ میں تھا، مگر اس کے لہجے

میں وہ دوستانہ گرمی تھی، جو بھائیوں کے درمیان خاص تعلق کو ظاہر کرتی

ہے۔

زاویار نے ایک چپت اس کے کندھے پر لگائی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ "سیریس

تمہارے پیپر کے بعد ہو کر دکھاؤں گا!" پھر اگے چلتے ہوئے دوبارہ پیچھے

مڑا اور شاہمیر کے قریب ایا اور اس کے ہاتھ میں جو چپس کا پیکٹ تھا وہ زور

سے اس کے ہاتھ سے چھین لیا شاہمیر دیکھتا رہ گیا اور زاویار اپنے کمرے کی

طرف بڑھ گیا۔

زارا نے جیسے ہی لاؤنج میں قدم رکھا، اس کی نظریں سبیرا پر جا پڑیں، جو کچن

کے قریب کھڑی کچھ صفائی کر رہی تھی۔

"سبیرا!" زارا نے قدرے بلند آواز میں پکارا۔

سبیرا نے فوراً مڑ کر اس کی طرف دیکھا اور جلدی سے بولی "جی، باجی جی؟"

"ممی اب تک نہیں آئیں؟" زارا کے لہجے میں بے چینی نمایاں تھی۔

"نہیں، باجی، وہ صبح سے نہیں آئیں" سبیرا نے قدرے گھبراہٹ سے

جواب دیا اور فوراً اپنے کام میں مشغول ہو گئی۔ زارا نے بے چینی سے

ارد گرد دیکھا اور اپنے آپ سے کچھ بڑبڑائی۔ اس کی مایوسی چہرے سے

صاف جھلک رہی تھی۔ وہ ابھی مزید کچھ کہنے ہی والی تھی کہ اچانک پیچھے

سے قدموں کی آواز سنائی دی۔

"زارا!"

زارا نے مڑ کر دیکھا۔ اس کی ماں، مہرین سلطان کمرے میں داخل ہو رہی تھیں۔ انہوں نے ایک نفیس بلیک لانگ گاؤن پہنا ہوا تھا، جو ان کی شخصیت کو مزید شاندار بنا رہا تھا۔ ان کے کندھے تک کٹے ہوئے بال کھلے ہوئے تھے، جن میں قدرتی چمک نمایاں تھی۔ آنکھوں پر لائنر کی ایک نفیس لکیر تھی، جو ان کی خوبصورتی کو مزید اجاگر کر رہی تھی، اور اونچی ہیل کی جوتی کی آواز لاؤنج میں گونج رہی تھی۔ "ممی، آپ آ گئیں؟ صبح

سے آپ نہیں تھیں! "زارا نے فوراً کہا، اس کی آواز میں غصہ تھا لیکن ساتھ ہی کچھ سکون بھی۔

مہرین نے ایک سرد نظروں سے اسے دیکھا اور قدرے لاپرواہی سے کہا "ہاں، وہ ایک امپورٹنٹ میٹنگ تھی۔ کیوں؟" زارا کے چہرے پر حیرت اور غصہ دونوں نمایاں ہو گئے۔ "کیا مطلب کیوں؟ آپ کو پتہ ہے آپ پورا پورا دن گھر میں نہیں ہوتی ہیں؟ آج بھی آپ نہیں تھیں، کل بھی آپ نہیں تھیں۔ گھر میں ماں کا ہونا بہت ضروری ہوتا ہے!"

مہرین نے اپنی ہیل کی آواز کو تھوڑا زور سے فرش پر بجایا، گویا اسے اپنی بات ختم کرنے کا اشارہ دے رہی ہوں۔ "زارا، اس وقت میرا کوئی موڈ نہیں ہے تم لوگوں سے بحث کرنے کا۔ ابھی کمرے میں جا کر تمہارے باپ نے بھی میرے سے بحث کرنی ہے، اس لیے پلیز اپنے کمرے میں چلی جاؤ!" زارا نے ایک لمحے کے لیے غصے سے انہیں دیکھا، پھر کچھ بولے بغیر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ مہرین کے چہرے پر ہلکی سی تھکن اور بے نیازی تھی، جیسے وہ ان باتوں کو سننے کی عادی ہو چکی ہوں۔

(سلطان خاندان ہمیشہ سے اپنی روایات اور اصولوں کا پابند تھا، مگر ہر نسل

میں کوئی نہ کوئی ایسا ہوتا ہے جو ان روایات کو توڑنے کی ہمت رکھتا ہے۔

سلطان صاحب کے دو بیٹے تھے—— کریم سلطان اور سلیم سلطان۔ کریم

سلطان کے بیٹے فراز سلطان، اور سلیم سلطان کی بیٹی مہرین سلطان تھی۔

قسمت کے کھیل نرالے تھے، ایک ایسا بندھن جسے محبت کی بنیادوں پر

استوار ہونا چاہیے تھا، وہ زبردستی کی دیواروں میں قید کر دیا گیا۔

مہرین سلطان ہمیشہ سے ایک آزاد خیال عورت تھی۔اس کی پرورش میں

ماں کا سایہ نہ ہونے کی وجہ سے ایک خلا تھا،ایک ایسا خلا جو وقت کے ساتھ

بغاوت میں ڈھل گیا۔وہ قید میں جینے والوں میں سے نہیں تھی،اسے کھلی

فضائیں پسند تھیں،رنگین شامیں اور بے فکری کی زندگی۔دوسری طرف،

فراز سلطان ہمیشہ سے ایک اصول پسند،مہذب اور ذمہ دار شخص تھا،جو

چاہتا تھا کہ اس کی بیوی ایک اچھی،نیک سیرت عورت ہو،جو اس کے

خاندان کا خیال رکھے، بچوں کو سنوارے، اور گھر کی عزت بنے۔ مگر مہرین

ان سب باتوں سے بے نیاز تھی۔

یہ شادی دو مختلف سوچ رکھنے والے لوگوں کی زبردستی کی گئی بندش تھی۔

نہ ان کے خیالات ملتے تھے، نہ زندگی گزارنے کے اصول۔ شروع سے ہی

دونوں میں جھگڑے رہتے، فراز چاہتا کہ وہ کچھ حدوں میں رہے، مگر مہرین

کو یہ پابندیاں قبول نہ تھیں۔ وہ باہر کی دنیا میں زیادہ دلچسپی رکھتی، دوستوں

کے ساتھ پارٹیز، تفریح اور ایک ایسی زندگی، جس میں کسی کی مداخلت نہ

ہو۔

پھر ان کی زندگی میں پہلا بچہ آیا—زاویار سلطان۔ مگر ماں ہونے کے

باوجود مہرین میں وہ ممتا کی چمک نظر نہ آئی، جو ایک بچے کے لیے ضروری

ہوتی ہے۔ وہ اسے زیادہ تر نوکرانی کے حوالے کر دیتی، خود اپنی دنیا میں مگن

رہتی۔ فراز کے لیے یہ سب بہت تکلیف دہ تھا، وہ چاہتا تھا کہ مہرین بدلے،

مگر وہ نہ بدلی۔ زاویار اپنی ماں کی محبت کے لیے ہمیشہ ترستا رہا، مگر وہ کبھی

اس کے لیے وہ نرم گوشہ پیدا نہ کر سکی جس کی اسے ضرورت تھی۔ وہ اس سے دور ہوتا گیا، دل میں ایک خلا لے کر بڑا ہوتا گیا۔

پھر شاہمیر پیدا ہوا، مگر کہانی وہی رہی۔ ماں کو کوئی فرق نہ پڑا، وہ اب بھی اپنی زندگی میں مگن تھی، بچوں کی پرورش کی کوئی ذمہ داری نہ لی۔ اور جب زارا پیدا ہوئی، تب بھی حالات ویسے ہی رہے۔ تینوں بہن بھائی ہمیشہ اپنی ماں کی غیر موجودگی میں پلے بڑھے، ماں کا سایہ ہوتے ہوئے بھی اس سے محروم رہے۔

فراز اس سب پر سخت نالاں تھا، وہ چاہتا تھا کہ مہرین اپنی زندگی کو بدلے،

بچوں کی طرف متوجہ ہو، مگر وہ اپنی ضد پر قائم رہی۔ یہی وجہ تھی کہ ان

کے درمیان ہر وقت لڑائیاں رہتیں، مگر مہرین کے رویے میں کوئی تبدیلی

نہ آتی۔ وہ اپنی دنیا میں خوش تھی، اور یہ چیز فراز کو سب سے زیادہ تکلیف

دیتی تھی۔

وقت گزرتا گیا، بچے بڑے ہوتے گئے، اور یوں وہ ایک دوسرے کا سہارا

بن گئے۔ زاویار کے سب سے قریب زارا تھی، شاہمیر بھی ہمیشہ اس کے

ساتھ رہا، اور ان تینوں نے اپنے رشتے کو ہمیشہ مضبوط رکھا۔ وہ ایک

دوسرے کے لیے سب کچھ تھے، کیونکہ انہیں کبھی ماں کی ممتا نہیں ملی

تھی، اور باپ ہمیشہ اپنے کاموں میں مصروف رہتا تھا۔ زاویار کو اپنی ماں

سے محبت تو تھی، مگر وہ کبھی اس کے قریب نہ جا سکا، کبھی وہ بندھن نہ بن

سکا جو ماں اور بیٹے کے درمیان ہوتا ہے۔

یہی وجہ تھی کہ جب یہ تینوں بڑے ہوئے، تو انہوں نے اپنی چھوٹی سی دنیا

خود بنالی، جہاں ایک دوسرے کے بغیر کچھ بھی نا مکمل تھا۔ کیونکہ جو رشتے

انہیں دینے چاہیے تھے، وہ کبھی انہیں مکمل طور پر ملے ہی نہیں تھے۔)

مہرین سلطان تھکے قدموں سے اپنے کمرے میں داخل ہوئی۔ دن بھر کی

تھکن ان کے چہرے پر نمایاں تھی، مگر وہ خود کو سنبھالے ہوئے آئینے کے

قریب جاکر کھڑی ہو گئیں۔ کمرے میں ایک عجیب سی خاموشی تھی، لیکن

وہ خاموشی فوراً ٹوٹ گئی جب فراز سلطان نے تلخ لہجے میں سوال کیا.

"سارادن کہاں ہوتی ہو تم؟ بچوں کی کوئی فکر ہے یا نہیں؟"

ان کے چہرے پر مایوسی اور لہجے میں سختی واضح تھی۔ وہ ہمیشہ کی طرح اپنی بات کہنے میں ہچکچاتے نہیں تھے۔ مہرین نے ان کی بات کا جواب دینے کے بجائے اپنے جھمکے اتارنا شروع کیے۔ ان کا چہرہ آئینے میں نظر آرہا تھا، جہاں ان کی آنکھوں میں ایک عجیب سی سرد مہری تھی۔ چند لمحوں بعد وہ ٹھہرے ہوئے مگر کاٹ دار لہجے میں بولیں،

"میرے بچے اب بڑے ہو چکے ہیں، فیڈر والے نہیں جو ہر وقت ان کے

پیچھے بھاگوں۔ انہیں اپنے فیصلے کرنے کی سمجھ آ گئی ہے۔ مجھے بھی اپنی

زندگی جینے کا حق ہے۔ 24 گھنٹے اس گھر کی چار دیواری میں قید ہو کر اپنی

زندگی نہیں گزار سکتی!"

فراز سلطان، جو اس وقت چائے کی چسکیاں لے رہے تھے، غصے سے کپ

کو زور سے میز پر رکھ کر کھڑے ہو گئے۔ ان کی پیشانی پر بل پڑ گئے اور آواز

بلند ہو گئی۔

"یہ تمہاری آزادی کا شوق ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑے گا۔ عورت کو گھر کی

زینت کہا جاتا ہے، نہ کہ باہر کی رونق! تمہیں یہ بات کب سمجھ آئے گی؟"

مہرین نے آئینے سے رخ موڑ کر فراز سلطان کو دیکھا۔ ان کی نظریں سخت

تھیں، لیکن اندر کہیں ایک گہری مایوسی بھی چھپی تھی۔ وہ چند قدم فراز

سلطان کی طرف بڑھتے ہوئے بولیں "اور مرد کو عورت کی عزت کرنا

سکھایا جاتا ہے، نہ کہ اسے ایک غلام سمجھنا۔ تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہاری

ملکیت ہوں؟ فراز، کیا تم نے کبھی میری زندگی، میری خواہشات کو سمجھنے

کی کوشش کی ہے؟"

فراز سلطان نے طنزیہ ہنسی کے ساتھ جواب دیا "خواہشات؟ تمہاری

خواہشات کبھی ختم نہیں ہوتیں، مہرین! ایک عورت کی سب سے بڑی

خواہش اس کا گھر اور اس کا خاندان ہونا چاہیے۔ لیکن تمہیں تو ہر وقت اپنی

آزادی اور اپنی خوشیوں کی پڑی ہے!"

مہرین نے اپنے ہاتھ میز پر رکھے، جیسے خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی

ہوں، مگر ان کا لہجہ مضبوط تھا "میری خوشیوں کی فکر مجھے کرنی پڑتی ہے،

فراز، کیونکہ تم نے کبھی میری فکر نہیں کی... تم نے آج تک میرے سے

کبھی محبت نہیں کی!!"

فراز نے ایک قدم آگے بڑھ کر غصے میں کہا "محبت قربانی مانگتی ہے،

مہرین! جو عورت اپنی ذات کے پیچھے بھاگے، وہ محبت کی حقیقت کو کبھی

نہیں سمجھ سکتی۔"

مہرین کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، لیکن وہ اپنے جذبات پر قابو پا کر بولیں

"قربانی؟ میں نے اپنی زندگی کے بہترین سال اس گھر اور تمہارے لیے

قربان کیے ہیں، فراز، لیکن اب؟ اب میں تھک چکی ہوں۔ تم نے کبھی

میرے درد کو محسوس بھی نہیں کیا۔ اب میں اپنی خوشی چاہتی ہوں، اور یہ

خوشی اس قید خانے میں نہیں مل سکتی!"

کمرے میں گہری خاموشی چھا گئی۔ فراز نے کچھ کہنا چاہا، لیکن ان کے الفاظ کہیں کھو گئے۔ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے، مگر درمیان میں جو فاصلے پیدا ہو چکے تھے، وہ شاید کبھی ختم نہ ہو سکیں۔

شاہمیر کمرے کے باہر دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ اس نے ہلکی نیلی جینز اور سفید شرٹ پہنی ہوئی تھی، شرٹ کی آستینیں کہنی تک چڑھی ہوئی تھیں۔ جیبوں میں ہاتھ ڈالے، وہ سر جھکائے اندر سے آتی آوازوں کو سن

رہا تھا۔ فراز اور مہرین کی بحث زوروں پر تھی، اور ان کے لہجے کی تلخی سے

ایسا لگ رہا تھا جیسے یہ لڑائی ہر حد پار کر لے گی۔

زاویار خاموش قدموں کے ساتھ قریب آیا۔ اس نے گہرے بھورے

رنگ کی چمڑے کی جیکٹ پہنی ہوئی تھی، اور اس کے انداز میں ایک خاص

سنجیدگی تھی۔ "یہاں کیا کر رہے ہو، شاہمیر؟" شاہمیر نے ایک لمحے کے

لیے سر اٹھا کر زاویار کو دیکھا، پھر کندھے اچکا کر جیب سے ہاتھ نکالا اور بے

بسی سے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ "کیا کروں؟ اندر دوبارہ شروع ہو گئے ہیں۔ روز کا یہی ڈرامہ ہے۔"

زاویار نے ایک لمحے کے لیے دروازے کی طرف دیکھا، جہاں سے مہرین اور فراز کی بحث کی آوازیں مسلسل آ رہی تھیں۔ "تمہیں پتا ہے، یہ لڑائیاں کہاں جا کر ختم ہوتی ہیں؟"

شاہمیر نے سر جھکا لیا، گویا اس سوال کا جواب دینے کی ہمت نہیں تھی۔

"ہاں، پتا ہے۔ خاموشی، ناراضگی اور اس کے بعد ایک اور لڑائی۔ یہ کبھی

ختم نہیں ہو گا، زاویار۔"

زاویار نے سنجیدگی سے کہا "یہی مسئلہ ہے۔ یہ کبھی ختم نہیں ہو گا، جب

تک ہم سب اس میں اپنی اپنی جگہ نہیں ڈھونڈ لیتے۔"

شاہمیر نے تھکے ہوئے لہجے میں جواب دیا "اور اگر ہم اپنی جگہ نہ ڈھونڈ

پائیں؟"

زاویار نے گہری سانس لی، نرم مگر سنجیدہ لہجے میں کہا"تو ہم سب ایک دن تھک کر الگ ہو جائیں گے۔ خاندان ایسے ہی بکھرتے ہیں، شاہمیر۔ کسی کو سدھار کی کوشش کرنی پڑتی ہے، ورنہ یہ تلخیاں ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑیں گی۔"

شاہمیر نے کڑوی ہنسی کے ساتھ جواب دیا" تمہیں لگتا ہے کہ یہ سب سدھر سکتا ہے؟ اتنی تلخیاں، اتنی نفرت؟"

زاویار کی نظریں اندر کی بحث پر مرکوز تھیں، لیکن اس کا لہجہ پر اعتماد تھا۔

"سدھار ممکن ہے، لیکن تبھی جب کوئی ہمت کرے۔ اور ہمت ہمیشہ گھر

کے مضبوط ترین فرد کو کرنی پڑتی ہے۔"

شاہمیر نے زاویار کو دیکھا، اور چند لمحوں کے لیے دونوں بھائی خاموش

رہے۔ بحث کی آوازیں اب بھی کمرے سے آ رہی تھیں، لیکن ان کے بیچ

ایک گہری سنجیدگی چھا گئی تھی۔

☆☆☆✦☆☆☆

سورج کی پہلی کرنیں کھڑکی سے اندر آرہی تھیں، حالہ نے اپنے کمرے

میں جلدی جلدی تیار ہو کر یونیورسٹی کے بیگ کو کندھے پر ڈالا۔ کالی لمبی

قمیض اور ڈھیلے سے دوپٹے میں وہ سادہ مگر باوقار لگ رہی تھی۔

کچن کے قریب پہنچی تو چائے اور پراٹھے کی خوشبو نے اسے ٹھٹکنے پر مجبور کر

دیا۔ وہ چلتے ہوئے میز کے قریب پہنچی اور اپنی کرسی پر بیٹھ گئی میز پر نظریں

دوڑائیں تو چائے کے صرف چار کپ رکھے تھے۔ دو امی اور ابو کے، ایک

مریم اور ایک عادل کا۔

نظریں چائے کے کپ پر جمائے، ایک لمحے کے لیے دل میں تلخی آئی، مگر وہ جلدی سنبھل گئی۔ یہ سب تو اب معمول کا حصہ تھا۔

"میری چائے اور ناشتہ کہاں ہے؟" حالہ نے ایک سپاٹ لہجے میں امی سے پوچھا۔

زبیدہ خادم نے سر اٹھائے بغیر جواب دیا "خود بنالو۔" ان کے لہجے میں سختی اور بے اعتنائی تھی۔

حالہ نے ایک لمحے کے لیے زبیدہ خادم کو دیکھا، پھر نگاہ مریم پر ڈالی، جو

اپنے ناشتے میں مصروف تھی۔

"مریم، میرا ناشتہ کیوں نہیں بنایا؟" حالہ نے بغیر کسی غصے کے کہا، گویا

اسے جواب کا پہلے ہی اندازہ تھا۔

مریم نے ایک نظر زبیدہ خادم کو دیکھا اور آہستہ سے بولی "حالہ، میں بنانے

ہی لگی تھی، لیکن امی نے روک دیا۔"

زبیدہ خادم نے فوراً مداخلت کی۔ "مریم کیوں بنائے تمہارے لیے؟ خود

نہیں ہیں تمہارے ہاتھ؟ خود بنالو!"

حالہ نے لمبی سانس لی۔ اس کی ماں کے اس رویے کی عادت ہو چکی تھی، مگر

کہیں نہ کہیں دل کو یہ بات چبھتی ضرور تھی۔

"اگر وہ سب کے لیے ناشتہ بنا ہی رہی تھی تو میرے لیے بنانے میں کیا چلا

جاتا؟ مگر صبح صبح میرا بحث کرنے کا کوئی موڈ نہیں ہے میں خود ہی اپنے لیے

چائے بنالیتی ہوں"

"رہنے دو حالہ!" مریم نے شرمندہ ہو کر کہا۔ "میں بنا دیتی ہوں۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تمہیں کیوں سر پر چڑھانا ہے اسے؟" زبیدہ

خادم نے فوراً مریم کو روکتے ہوئے کہا۔

حالہ نے مریم کی طرف ہلکی سی مسکراہٹ پھینکی۔ "نہیں، رہنے دو"

ریاض خادم جو برابر کے ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے، یہ

ساری گفتگو سن رہے تھے۔ اچانک انہوں نے اخبار میز پر پٹخا اور زور سے

کہا" یہ گھر لڑائی جھگڑوں کا میدان بن گیا ہے! نہ کوئی سکون، نہ کوئی عزت! میں کہتا ہوں، اپنی اپنی زبانیں بند رکھو!"

یہ کہہ کر ریاض خادم غصے میں اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ان کے قدموں کی آواز پورے گھر میں گونج رہی تھی۔

حالہ نے ایک لمحے کے لیے دروازے کی طرف دیکھا، پھر اپنے بیگ کو مضبوطی سے پکڑا اور بولی، "میں جا رہی ہوں۔"

مریم نے آگے بڑھ کر روکنا چاہا۔ "حالہ، سنو تو! کچھ کھائے بغیر مت

جاؤ!"

"بہت شکریہ، مریم۔" حالہ نے سپاٹ لہجے میں کہا اور دروازہ کھول کر باہر

نکل گئی۔

عادل جو ارام سے ناشتہ کر رہا تھا ایک نظر حالہ کو باہر جاتے دیکھا پھر سامنے

بیٹھی زبیدہ خادم کو دیکھا جو غصے میں اپنا ناشتہ کر رہی تھی۔

"امی کیا تھا اگر مریم بنادیتی؟"

"کیوں بنادیتی مریم؟ بہت سر پر چڑھالیا ہے ہم نے اسے۔۔۔۔ کام چور

ہے کچھ کرتی تو ہے نہیں دن بدن بدتمیز ہوتی جارہی ہے"

"امی وہ پہلے سے ہی ایسی تھی جانتی تو ہیں اپ اسے" عادل نے چائے کا

گھونٹ بھرتے ہوئے کہا۔

"بس اب جلدی سے اس کا رشتہ دیکھتی ہوں اور شادی کر دیتی ہوں گھر

سے جائے گی سکون ہو گا"

گلی کی ٹھنڈی ہوا نے اس کے چہرے کو چھوا، مگر اس کے دل کی الجھنیں کم

نہ ہو سکیں۔ وہ تیز قدموں سے چل رہی تھی، جیسے یہ گلیاں اسے کسی اور

دنیا میں لے جا سکتی ہوں۔ وہ تنگ اگئی تھی۔ اپنا گھر تو جیسے اسے پسند ہی

نہیں تھا روز روز کے تانے اس کا دماغ خراب کر رہے تھے۔

پیچھے سے موٹر بائیک کی آواز سنائی دی۔

"حالہ!" عادل نے بائیک روکتے ہوئے پکارا۔

حالہ نے پلٹ کر دیکھا، مگر کچھ کہے بغیر اپنی رفتار بڑھا دی۔

"ارے، رکو تو سہی! بات تو سنو!" عادل بائیک آگے لے جا کر اس کے

ساتھ چلنے لگا۔

"مجھے ضرورت نہیں ہے تمہاری بات سننے کی!" حالہ نے تیز لہجے میں کہا،

مگر اس کی رفتار کم نہ ہوئی۔

"اچھا، ٹھیک ہے۔ بات نہ سنو، مگر بائیک پر تو بیٹھ جاؤ تمہیں ناشتہ کرواتا

ہوں"

حالہ رک گئی اور مڑ کر اسے گھورا۔ "تم میرے پیچھے کیوں آئے ہو؟"

عادل نے مسکراتے ہوئے کہا "کیونکہ تم پیدل جا رہی ہو...اور امی کو کون

بتائے گا؟ میں اپنی کمائی سے تمہیں ناشتہ کروا سکتا ہوں، چلو۔"

"تمہارا شکریہ مجھے ناشتہ نہیں کرنا"

"اف اچھا مت کرو مگر یونیورسٹی پیدل جاؤ گی کیا؟ بائک پہ بیٹھو جلدی"

حالہ نے کچھ لمحے سوچا، پھر خاموشی سے بائیک پر بیٹھ گئی۔

"یہ لو۔اب سکون سے یونیورسٹی پہنچو گی!" عادل نے مزاحیہ انداز میں

کہا۔

حالہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

کلاس کا دروازہ کھلنے کی آواز کے ساتھ ہی ہر نظر دروازے کی جانب اٹھ

گئی۔ وہ دروازے کے پاس کھڑی تھی، نادم مگر پر اعتماد۔ استاد کی آواز رک

گئی، وہ بھی اسے دیکھنے لگے۔ کلاس کب کی شروع ہو چکی تھی اور وہ پورے

ایک گھنٹے کی تاخیر سے پہنچی تھی۔ اس نے ایک سرسری نظر پوری کلاس پر

ڈالی اور ہلکا سا استاد کی طرف دیکھا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتی ہوئی

اندر داخل ہو گئی۔

"کس کی اجازت سے اپ اندر ائی ہیں؟"

استاد کی گونجتی ہوئی آواز نے اسے روک دیا۔ وہ چونکی اور پلٹ کر استاد کی

جانب دیکھا۔

"وقت دیکھا ہے آپ نے؟"

اس نے جلدی سے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی کی طرف دیکھا۔

"نو بج رہے ہیں۔"

"کلاس کتنے بجے شروع ہوئی تھی؟"

"جی... آٹھ بجے۔"

"پورا ایک گھنٹہ ہو چکا ہے! اور کل آپ چھٹی پر تھیں۔ کیا آپ کو پڑھائی میں ذرا بھی دلچسپی ہے؟ اگلے مہینے امتحان ہیں!"

وہ خاموش کھڑی استاد کی جانب دیکھتی رہی۔ اس کے چہرے پر کوئی شرمندگی یا پچھتاوے کے آثار نہ تھے۔ استاد نے گہری سانس لی اور سخت لہجے میں کہا۔

"اگلی بار اگر دیر ہوئی تو کلاس میں آنے کی اجازت نہیں ہو گی۔ جائیے، بیٹھ

جائیے۔"

وہ سر ہلاتی ہوئی اپنی نشست کی طرف چل دی۔ بے نیازی کے ساتھ اپنی

دوست اسرا کے برابر بیٹھ گئی۔ اسرا نے ایک نظر اس پر ڈالی اور پھر دوبارہ

سامنے دیکھنے لگی۔

لیکچر ختم ہونے کے بعد اسرا پوری طرح اس کی طرف مڑ گئی۔

"آج میری دوست کا اتنا برا موڈ کیوں ہے؟"

"میرا موڈ ٹھیک رہنے کب دیا جاتا ہے؟" وہ جھنجھلا کر بولی۔

"گھر میں کچھ ہوا ہے؟"

"ایسا کب ہوا ہے کہ گھر میں کچھ نہ ہوا ہو؟ روز کچھ نہ کچھ ہوتا ہی ہے۔ اور

مجھے اب فرق نہیں پڑتا۔"

"پھر آج کیا ہوا ہے؟"

"ابھی تو مجھے بھوک لگ رہی ہے، کچھ کھلاؤ۔"

"چلو، کیفے چلتے ہیں، کچھ کھاتے ہیں۔"

دونوں اپنی جگہ سے اٹھ ہی رہی تھیں کہ کلاس کا دروازہ دوبارہ کھلا۔ حالہ کے قدم وہیں رک گئے۔ اس کی نظریں خود بخود دروازے کی طرف اٹھ گئیں، جہاں ایک لڑکا کھڑا تھا۔ وہ سنولا رنگ، خوبصورت نقوش، اور سیاہ آنکھوں والا تھا۔ اس کا انداز وقار سے بھرپور تھا، اور اس کے مہنگے کپڑوں اور خود اعتمادی نے واضح کر دیا کہ وہ بہت بڑے گھرانے سے ہے۔

حالہ خادم کی نظریں اس پر جم گئیں، وقت جیسے رک سا گیا ہو۔اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ وہ لمحہ بھر کے لیے بس اسے دیکھتی رہی، پھر اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکان آگئی۔ وہ مسکان بے ساختہ تھی، جیسے کسی خوابیدہ احساس نے جاگ کر اسے چھو لیا ہو۔

"حالہ چلو؟"

اسرا نے اس کا دھیان توڑا۔ وہ چونک کر حقیقت میں واپس آئی۔

"لگتا ہے تمہارا موڈ ٹھیک ہو گیا ہے۔" اسرا ہنستے ہوئے بولی۔

حالہ کے چہرے پر ایک شریر سی مسکان تھی۔

"ٹھیک کہا... یہ وہ واحد شخص ہے جسے دیکھ کر میرا سارا موڈ خود بخود بہتر ہو

جاتا ہے۔"

حالہ کی محبت یک طرفہ تھی، مگر اس کے لیے گہری اور حقیقی۔ وہ جانتی تھی

کہ وہ اسے کبھی اپنا نہیں سکے گی، لیکن اس کی موجودگی اس کی زندگی میں

روشنی کی ایک کرن تھی۔ ہر بار اسے دیکھنا، اس کی ہنسی، اس کا انداز، سب

کچھ حالہ کے دل کو ایک بے نام خوشی دیتا تھا۔

وہ لڑکا سامنے کھڑا مسکرا کر کسی سے بات کر رہا تھا۔ اس کی مسکراہٹ میں

ایسی بے فکری تھی جیسے دنیا میں کوئی غم نہ ہو۔ حالہ ایک طرف کھڑی اسے

خاموشی سے دیکھ رہی تھی، اس کی نظروں میں ایک عجیب سی کشش تھی۔

وہ اسے اتنے غور سے دیکھ رہی تھی کہ ارد گرد کے شور و ہنگامے کا احساس

بھی نہ رہا۔

پھر اچانک، باتوں کے درمیان، اس لڑکے کی نظر حالہ کی نظروں سے ٹکرا گئی۔ وہ چند لمحے جیسے رک سے گئے۔

دونوں کے درمیان ایک پل کا خاموش مکالمہ ہوا، بغیر کسی الفاظ کے۔ حالہ کا دل جیسے ایک لمحے کے لیے دھڑکنا بھول گیا۔ وہ نظریں صرف دو سیکنڈ کے لیے ملی تھیں، مگر ایسا لگا جیسے وقت تھم گیا ہو۔

"حالہ چلو؟ یا پھر تم عفان یوسف کو ہی دیکھتی رہو گی؟"

اسرا نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔

"ہاں... ہاں چلو" حالہ جیسے خواب سے جاگی ہو۔ وہ نظریں جھکائے اسرا کی

طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ دونوں اب کلاس سے باہر جا رہی تھیں، مگر حالہ

کے دل میں وہ پل ابھی تک ٹھہرا ہوا تھا۔

نیچے کیفے کے ایک کونے میں حالہ اور اسرا ایک دوسرے کے سامنے بیٹھی

تھیں۔ حالہ کے سامنے چاٹ کی پلیٹ رکھی تھی، لیکن اس کے چہرے پر

ایک خاص سی مسکراہٹ تھی، جو بے اختیار نظر آ رہی تھی۔

اسرا نے ایک نظر حالہ کو دیکھا، پھر ایک شرارتی انداز میں بولی۔

"کیوں، اتنا مسکرایا جا رہا ہے، محترمہ؟"

حالہ نے چونک کر اسرا کو دیکھا اور مسکراتے ہوئے کہا "نہیں... ویسے

ہی..."

"حالہ، میں تو کہتی ہوں، تم اسے بتا دو!"

یہ سن کر حالہ حیرانی سے اسرا کو دیکھنے لگی، جیسے وہ سمجھنے کی کوشش کر رہی

ہو کہ وہ کس کی بات کر رہی ہے۔

"کیا... کیا بتادوں؟ کیسے بتادوں؟"

اسرا نے ہنستے ہوئے بولی۔

"میں عفان کی بات کر رہی ہوں یار! تم اسے اپنے دل کا حال بتادو۔"

حالہ کی آنکھیں بڑی ہو گئیں، جیسے وہ یہ بات سن کر سنبھلنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"نہیں، اسرا... میں... میں اسے کچھ نہیں بتا سکتی!"

اسرا نے ایک لمبی سانس لی اور اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہیں بتا سکتی؟ دو سال سے اسی طرح اس کی محبت دل میں لیے بیٹھی ہو۔ میں تو کہتی ہوں، بس بتا دو۔ ویسے بھی یونیورسٹی چند مہینوں میں ختم ہونے والی ہے، اس سے پہلے بتا دو!"

"میں نہیں بتا سکتی، اسرا۔ مجھے... مجھے ڈر لگتا ہے۔ اگر... اگر اس نے انکار کر دیا، پھر؟" حالہ نے اپنی نظریں جھکا لیں اور دھیمی آواز میں کہا۔

"تو پھر کیا؟ اگر تم نہیں بتاؤ گی، تو بس یونہی دیکھتی رہ جاؤ گی، اور کوئی اور لڑکی اسے لے جائے گی!" اسرا نے اپنا سر جھٹکا اور بے بسی سے کہا

"لیکن میں نہیں بتا سکتی، اسرا... مجھے ڈر لگتا ہے!" حالہ نے بے چارگی سے

کہا

"کیوں ڈر رہی ہو؟ وہ کچھ نہیں کہے گا۔ پسند کرتی ہو تم اسے، پھر کیا مسئلہ

ہے؟ پسند کرنا کوئی بری بات نہیں ہے۔"

حالہ نے گہری سانس لی۔

"لیکن اسرا... میں اس بات سے بھی ڈرتی ہوں کہ اگر میں نے اسے بتایا

اور اس نے کہا کہ وہ پہلے سے کسی کو پسند کرتا ہے، پھر؟ پھر میرا دل ٹوٹ

جائے گا، اسرا، اور میں اپنا دل نہیں توڑنا چاہتی۔"

اسرا نے جھنجھلا کر کہا۔

"دیکھو میری بات سنو، اگر تم اسے بتا دو گی، تو کم از کم تم جان لو گی نا کہ وہ

تمہارا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں بتاؤ گی، تو ایسے ہی زندگی بھر دل میں یہ بات

لیے بیٹھی رہو گی۔ کیونکہ تمہارے فرشتے تو آکر اسے بتانے سے رہے!"

حالہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ اچانک کیفے میں ایک شور مچا۔ سامنے کھڑی دو

لڑکیاں آپس میں مذاق کر رہی تھیں۔ ان میں سے ایک نے دوسری کو

چھیڑا، تو اس کے ہاتھ سے قلم نکل کر حالہ کی چاٹ میں جا گرا۔

حالہ نے غصے سے قلم کو دیکھا اور بلند آواز میں کہا "یہ کیا بدتمیزی تھی؟

کوئی تمیز نہیں ہے؟"

کیفے میں موجود سب لوگ متوجہ ہو گئے۔ وہ لڑکی تیزی سے حالہ کے

قریب آئی اور شرمندہ ہو کر بولی "سوری!"

"کیا مطلب سوری؟اب دوبارہ چاٹ تمہارا باپ دلوا کر دے گا مجھے؟"

حالہ نے سخت لہجے میں کہا۔

سامنے کھڑی لڑکی زارا تھی اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔اس نے سخت لہجے میں جواب دیا"اپنی زبان سنبھالو لڑکی! میں تمیز سے بات کر رہی ہوں، تو تم بھی کرو۔میرے باپ پر مت جاؤ"

"تمیز؟تمہارے جیسے لوگوں کو تمیز کا مطلب بھی نہیں پتا۔اپنی حرکتوں پر غور کرو پہلے!" حالہ نے غصے سے کہا۔

دوسری لڑکی جو زارا کے ساتھ کھڑی تھی اس نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"دیکھو، حد سے آگے نہ بڑھو، ورنہ..."

"ورنہ کیا؟ پہلے اپنی حرکتیں ٹھیک کرو، پھر بات کرنا!" اسرا نے بیچ میں آ

کر بولا

اب کیفے کا ماحول مکمل طور پر تلخ ہو چکا تھا۔ حالہ اور زارا ایک دوسرے کے

سامنے کھڑی تھیں، اور دونوں کے چہرے غصے سے لال تھے۔ باقی طلبہ

دلچسپی سے یہ منظر دیکھ رہے تھے، جیسے کسی ڈرامے کا سین چل رہا ہو۔

"تمیز سے بات کرنا سیکھ لو، ورنہ میں بھی اپنی حد بھول جاؤں گی!" زارا

نے بولا۔

حالہ نے آگے بڑھ کر تیزی سے جواب دیا" حد تم پہلے ہی بھول چکی ہو! اور

اگر دوبارہ یہ حرکت کی، تو یہاں معاملہ تمہارے سوری سے نہیں چلے گا!"

"تم مجھے دھمکی دے رہی ہو؟ جانتی نہیں ہو کہ میں کون ہوں"

"ہاں، ہم سب جانتے ہیں کہ تم کون ہو۔ تم جیسی خود کو بہت بڑا سمجھنے والی لڑکیوں سے ہم روز ملتے ہیں۔" اسرا نے بیچ میں آتے ہوئے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

کیفے کے باقی لوگ اب مکمل طور پر متوجہ ہو چکے تھے، اور کچھ تو سرگوشیوں میں باتیں کرنے لگے تھے۔ زارا نے اپنی نظریں ارد گرد گھمائیں، پھر حالہ کی طرف پلٹ کر کہا،

"یہ جو تم میرے ساتھ بدتمیزی کر رہی ہو، اس کی قیمت چکانی پڑے

گی۔ تم میرے بھائی کو ابھی جانتی نہیں ہو"

حالہ نے آنکھوں میں آگ لیے جواب دیا" قیمت؟ تمہارے جیسے لوگ

باتیں کرنے میں ماہر ہوتے ہیں، لیکن عمل کے وقت پیچھے ہٹ جاتے

ہیں۔ اور ابھی بلاؤ اپنے بھائی کو میں ڈارتی نہیں ہوں میں بھی تو دیکھوں

کے وہ کیا کر سکتا ہے"

زارا نے غصے سے اپنی دوست کو اشارہ کیا اور کہا" چلو، یہاں سے نکلتے ہیں۔

ان کے ساتھ بحث میں وقت ضائع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔"

جیسے ہی وہ دونوں مڑنے لگیں، اسرا نے پیچھے سے آواز لگائی،

"اچھا کیا جا رہی ہو! ویسے بھی حالہ کے سامنے تم لوگوں کی دال نہیں گلنے

والی!"

وہ دونوں مڑ کر اسرا کو گھورنے لگیں، لیکن پھر کچھ کہے بغیر چلی گئیں۔

اسرا نے مسکراتے ہوئے حالہ کی طرف دیکھا حالہ غصے سے پلٹ کر وہاں

سے جانے لگی تھی۔اس کا موڈ پہلے ہی بہت خراب تھا اور اب زیادہ ہو گیا تھا

اور ویسے بھی ہر بات میں لڑنا اس کی عادت تھی۔

☆☆☆✦☆☆☆

زاویار ابھی جم سے واپس ایا تھا اس کے جسم پر پسینے کی ایک ہلکی سی

جھلک تھی اور وہ اپنی سانسیں واپس معمول پر لانے کی کوشش کر رہا تھا اس

نے ہال میں داخل ہوتے ہی اپنے جوتے اتارے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کمر سیدھی کی ہاتھ میں پروٹین شیک کا گلاس تھا جسے وہ اہستہ اہستہ پینے لگا اسے جم کی تھکاوٹ زیادہ شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔

"سبیرا!" اس نے آہستہ آواز دی۔ سبیرا فوراً کچن سے نکل آئی۔

"جی صاحب ابھی لاتی ہوں اپ کا کھانا" سبیرا نے آ کر ادب سے بولا وہ جانتی تھی کہ زاویار جب جم سے واپس اتا ہے تو اسے وقت پر کھانا چاہیے ہوتا ہے۔

"آج میرے لیے اس میں چکن بریسٹ، سبزیاں اور ایک ہلکا سا سلاد لے

آنا۔ آج زیادہ بھوک نہیں ہے، مگر کچھ ہلکا اور پروٹین سے بھرپور

چاہیے۔" زاویار نے اپنی بات کہتے ہوئے اپنی نظر کچن کی طرف گھمائی۔

اس کی عادت تھی کہ وہ ہر چیز کو ترتیب سے رکھتا تھا، اور کھانے کے معاملے

میں بھی وہ خاص احتیاط کرتا تھا۔

سبیرا نے فوراً جواب دیا" جی صاحب، ابھی لاتی ہوں۔" اور وہ کچن کی

طرف بڑھ گئی۔

سبیرا جیسے ہی جانے لگی تھی زاویار نے اس سے دوبارہ سوال کیا تو وہ اپنی جگہ

پہ رک گئی۔

"ممی کہاں ہیں؟" اس نے ایک لمحے کی خاموشی کے بعد سوال کیا۔

سبیرا نے سر ہلایا اور کہا "جی صاحب، وہ تو گھر پہ نہیں ہیں"۔

"آج پھر؟" زاویار کے چہرے پر غصہ واضح طور پر آگیا۔ اس کی آنکھوں میں بے چینی اور تھوڑی سی ناراضگی تھی۔ وہ کبھی بھی اپنی ماں کی غیر موجودگی کو آسانی سے نہیں لیتا تھا۔

"جی، صاحب۔ وہ باہر گئی ہوئی ہیں۔" سبیرا نے جواب دیا۔

" صحیح ہے، تم جاؤ۔" زاویار نے اس کی طرف ایک سرد نگاہ ڈالی اور پھر اُسے جانے دیا۔ سبیرا واپس کچن کی طرف روانہ ہوئی، اور زاویار نے

ڈائننگ ٹیبل کی طرف رخ کیا۔ بیٹھتے ہوئے وہ گہری سوچ میں ڈوبا تھا،

جب اچانک فراز سلطان اس کے سامنے آ کر بیٹھے۔

"السلام علیکم ڈیڈ۔" زاویار نے احترام سے اپنے والد کو سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔۔۔" فراز سلطان نے نرمی سے جواب دیا۔

"تمہارے کام کا کیا حال ہے کچھ نیا کر رہے ہو یا اب تک پرانے پروجیکٹس

کے ساتھ مصروف ہو؟"

"میں آج کل ایک نئے پراجیکٹ پر کام کر رہا ہوں، ایک بلند و بالا عمارت کی ڈیزائننگ، جو کہ شہر کے منظر کو بالکل تبدیل کر دے گی۔"

اس نے ایک لمحے کے لیے رک کر اپنی نظر سامنے کی ڈرائنگ ٹیبل پر رکھی ہوئی پلانز پر ڈالی۔ یہ وہ ڈرائنگز تھیں جن پر اس نے دن رات محنت کی تھی۔ ہر لائن، ہر زاویہ اور ہر عمارت کا ڈھانچہ، یہ سب اس کے ذہن کی تخلیق تھے۔

(زاویار ایک قابل ارکیٹیکٹ تھا، جس نے کینیڈا کی مشہور یونیورسٹی سے

اپنی تعلیم مکمل کی تھی۔اپنی پڑھائی کے دوران ہی اس نے ایک بہترین

کمپنی کے ساتھ کام کرنا شروع کردیا تھااور اب وہ کینیڈا واپس جارہا تھا تاکہ

وہاں اپنے پروفیشنل کریئر کو آگے بڑھا سکے، وہ ایک ماہر ارکیٹیکٹ تھا جس

کی نظر صرف عمارتوں کے ڈیزائن پر نہیں تھی، بلکہ وہ شہر کے پورے

ماحول، لوگوں کی رہائش اور ان کی ضروریات کے مطابق تخلیقی حل پیش

کرتا تھا۔اس کی فہرست میں نہ صرف تجارتی عمارتیں، بلکہ عوامی جگہوں،

ہسپتالوں، اسکولز اور جدید رہائشی منصوبوں کے بھی ڈیزائن شامل تھے۔

یہ لوگ پہلے اٹلی میں مقیم تھے، وہاں کئی سال گزارنے کے بعد تقریباً دو

تین سال پہلے پاکستان لوٹے تھے۔زاویار، شاہمیر اور زارا تینوں وہیں پیدا

ہوئے اور بچپن سے وہیں پلے بڑھے۔اٹلی کی زبان، ثقافت، اور طرزِ

زندگی ان کے لیے اجنبی نہ تھی، بلکہ وہ اس کا حصہ تھے۔زارا اور ماہا کی

دوستی بھی اٹلی میں ہوئی تھی۔

بعد میں زاویار نے مزید تعلیم کے لیے کینیڈا کا رخ کیا، جہاں اس نے پانچ

چھ سال گزارے، اپنی تعلیم مکمل کی، اور ایک مستحکم کیریئر کی طرف

بڑھا۔ اس دوران، باقی خاندان پاکستان آچکا تھا اور یہاں سیٹل ہو چکا تھا۔

جب زاویار نے اپنی تعلیم مکمل کر لی، تو وہ بھی پاکستان واپس آ گیا اور یہاں

ایک آفس قائم کیا، جو فوری طور پر کامیابی کی بلندیوں کو چھونے لگا۔

اس کا اگلا قدم کینیڈا واپسی تھا، جہاں اسے کئی ملٹی نیشنل فرموں سے آفرز

موصول ہو رہی تھیں۔ کینیڈا میں سیٹل ہونے کا اس کا پختہ ارادہ تھا)

جب وہ اپنے والد سے بات کرتا تھا تو اس کی گفتگو ہمیشہ پراجیکٹ میٹنگز اور

نئے خیالات کے حوالے سے ہوتی تھی۔

"ہم نے حال ہی میں ایک نیا پلان تیار کیا ہے، جس میں ہم نے جدید ترین

ٹیکنالوجیز کا استعمال کیا ہے۔ خاص طور پر آرکیٹیکچرل ڈیزائنز کے لحاظ

سے، ہم نے نئے تصوراتی ماڈلز تیار کیے ہیں تا کہ مارکیٹ میں ایک نیا رنگ

بھرا جا سکے۔"

فراز سلطان خاموشی سے ہاتھ میں چائے کا کپ لیے زاویار کی بات سن رہے تھے۔

ڈائننگ روم کی کھڑکی سے شام کے ہلکے ہلکے بادل دکھائی دے رہے تھے۔

"کینیڈا واپس کب جا رہے ہو تم؟" تھوڑی خاموشی کے بعد فراز سلطان نے سنجیدہ لہجے میں سوال کیا، ان کی آواز میں وہی فکر تھی جو ہمیشہ زاویار کے لیے محسوس کی جاتی تھی۔

زاویار نے ایک لمحے کے لیے رک کر گہرا سانس لیا.

"بس ایک دو مہینے تک، ڈیڈ..." پھر پانی کی بوتل ہاتھوں میں لی اور گلاس

میں پانی ڈالنے لگا۔

فراز سلطان نے سر ہلایا اور ایک لمحے کے لیے سوچتے ہوئے کہا" مطلب

پھر ایک دو مہینے سے پہلے پہلے تمہارے لیے کوئی پیاری سی لڑکی تلاش کر

لیں؟"

زاویار کے چہرے پر سنجیدگی کی لہر دوڑ گئی۔اس نے پانی کے گلاس کو آرام

سے ٹیبل پر رکھا اور اپنے والد کی طرف دیکھا۔

"فلحال تو میرا شادی کرنے کا بالکل ارادہ نہیں ہے، ڈیڈ۔"

فراز سلطان نے اپنے بیٹے کے جواب کو برداشت کرتے ہوئے دھیمے مگر

سمجھانے والے لہجے میں کہا "تو کب ہوگا ارادہ؟ ماشاءاللہ تم ایک اچھے اور

کامیاب لڑکے ہو۔ کینیڈا جا کر سیٹل ہو جاؤ گے، لیکن اس سے پہلے ہم

چاہتے ہیں کہ تمہاری زندگی میں کوئی شریکِ حیات ہو، جو تمہارے ساتھ ہو۔"

زاویار نے ایک لمحے کے لیے اپنی نظریں جھکا لیں، جیسے وہ اپنی سوچوں کو سمیٹنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"ڈیڈ، میں اس وقت اپنی زندگی میں شادی کو جگہ دینے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ ابھی میرے لیے میری پروفیشنل لائف زیادہ اہم ہے۔"

"کینیڈا جا کر کیا کرو گے، زاویار؟" فراز سلطان نے اس سے دوبارہ سوال کیا.

"وہاں ایک پراجیکٹ پر کام کر رہا ہوں، ڈیڈ۔ ایک اسمارٹ سٹی ڈیزائن کر رہا ہوں۔ ایسی جگہ، جہاں ہر چیز ماحول دوست اور جدید ہو۔ مجھے یقین ہے کہ یہ پراجیکٹ نہ صرف میرے کریئر کو مضبوط کرے گا بلکہ مجھے وہ مقام دے گا جس کا میں خواب دیکھ رہا ہوں۔" زاویار کی آواز میں عزم جھلک رہا تھا۔

فراز سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا" ٹھیک ہے، مگر یاد رکھو، زندگی صرف کام کے گرد نہیں گھومتی۔ ایک وقت آئے گا جب تمہیں کسی کی ضرورت ہوگی، جو تمہارے ساتھ ہو۔"

زاویار نے مسکراتے ہوئے جواب دیا" شاید وہ وقت ابھی نہیں آیا، ڈیڈ۔"

فراز سلطان نے ہلکے سے سر ہلاتے ہوئے کہا" مگر وقت کے ساتھ فیصلے لینا بھی ضروری ہے۔"

زاویار نے احترام سے سر جھکا لیا اور خاموشی سے اپنے خیالات میں ڈوب

گیا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کے والد کی باتوں میں وزن ہے، مگر اس وقت اس

کے لیے زندگی کا سب سے بڑا خواب کینیڈا میں اپنے کام کو مکمل کرنا تھا۔

☆☆☆✦☆☆☆

زارا یونیورسٹی کی کلاس میں چیئر پہ بیٹھی ہوئی تھی اور سامنے بیٹھی حالہ کو

غصے سے گھور رہی تھی۔ اس کی نظریں تیز تھیں، جیسے اس کے اندر کا غصہ

باہر نکلنے کو بے تاب ہو۔ دل میں جو جلتی ہوئی تپش تھی، وہ اب اس کی

آنکھوں میں جھلک رہی تھی۔

"یار زارا، بس بھی کرو، تھوڑا سا اپنا موڈ ٹھیک کر لو!" ساتھ بیٹھی زارا کی

دوست نے اس سے کہا۔

"مجھے اس پر بہت غصہ آرہا ہے۔۔۔ یہ اپنے آپ کو سمجھتی کیا ہے؟ بدتمیز

اور مغرور لڑکی۔۔۔ اس کے اندر اتنی ہمت کہاں سے آئی ہے کہ یہ مجھ

سے اس طرح سے بات کرے؟" زارا کا غصہ واضح طور پر اس کی آواز میں

تھا۔

"اچھا بس چھوڑو، اتنی فکر نہ کرو!"

"اگر زاویار بھائی کو میں بتادوں کہ آج اس نے مجھے کیا کہا ہے اور کس

طرح بدتمیزی کی ہے، تو وہ اسے ایسے ٹھیک کر کے رکھ دیں گے کہ اس کی

عقل ٹھکانے آجائے گی۔۔۔ لیکن میں اس لیے خاموش ہوں کہ بات

آگے نہ جائے۔ کیونکہ اگر زاویار بھائی کو میں نے بتادیا تو وہ بہت غصہ ہو

جائیں گے۔وہ کبھی نہیں برداشت کرتے کہ کوئی میرے ساتھ بدتمیزی

کرے۔زاویار بھائی ایسے لوگوں کو کبھی معاف نہیں کرتے۔"

زارا کی باتوں میں ایک جذباتی شدت تھی،وہ جانتی تھی کہ زاویار کی

موجودگی میں کسی کے لیے بھی اس کے ساتھ بدتمیزی کرنا ممکن نہیں تھا۔

سمنے بیٹھی حالہ اپنی دوست سے بات کررہی تھی۔

"ویسے آج تم نے کافی ٹھیک سنائی اُس زارا کو۔ خود اُس کے اندر تہذیب نہیں تھی، پہلے تمہاری چاٹ گندی کی اور پھر..." اسرا نے بولا

"میں اُس وقت ویسے ہی بہت غصے میں تھی۔ میرے گھر والوں نے میرا دماغ خراب کیا ہے اور... اور میں نے اُسے سنا دی۔ خیر، مجھے فرق نہیں پڑتا کہ میں نے اسے کیا کہا، لیکن پھر بھی، مجھے اُس کے باپ پر نہیں آنا چاہیے تھا۔ پتا نہیں کیوں، میں غصے میں آکر غلط باتیں کہہ دیتی ہوں۔"

"دفع کرو یار، خود اُس کی زبان دیکھی تھی؟" اسرا نے بے پرواہی سے کہا،

جیسے سارا معاملہ اتنا معمولی ہو۔

"تو ظاہر ہے، اگر میں غلط بات کروں گی، تو وہ خاموش تو نہیں رہے گی، نا؟

خیر، چھوڑو، مجھے کیا." حالہ نے سر جھٹک کر کہا، جیسے وہ اس بات کو زیادہ

اہمیت نہ دینا چاہتی ہو۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

زاویار کھانے میں متوجہ تھا جب اچانک ہیل کی آواز سنائی دی۔ ٹک...

ٹک... ٹک... آواز جیسے قریب آتی جا رہی تھی۔ زاویار نے نوالہ روک کر

نظریں اٹھائیں، سامنے دیکھا تو اس کی ماں، مہرین سلطان، بلند اعتماد اور

مخصوص شان کے ساتھ چلتی ہوئی آ رہی تھیں۔ ان کے قدموں کی آواز

اتنی واضح تھی کہ جیسے وہ اپنی موجودگی کا اعلان کر رہی ہوں۔

زاویار نے ایک لمحے کے لیے انہیں دیکھا، پھر سر جھٹک کر دوبارہ کھانے پر

توجہ مرکوز کرنے کی کوشش کی، مگر نوالہ حلق سے نیچے نہیں اتر رہا تھا۔

مہرین سلطان نے اسے نظرانداز کرتے ہوئے کرسی کھینچی اور سکون سے اس کے سامنے بیٹھ گئیں۔

"کہاں تھی آپ؟" زاویار نے اپنی ناراضگی چھپائے بغیر دھیمے مگر سخت لہجے میں سوال کیا۔

مہرین نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ اپنی قیمتی گھڑی پر ایک نظر ڈالی اور کندھے اچکاتے ہوئے بولیں "ایک تو تم سب میرے پیچھے کیوں پڑ جاتے

ہو جب میں آتی ہوں؟ آتے ساتھ ہی یہ سوال کہ کہاں تھی؟ پتہ تو ہے کہ

میں اہم میٹنگز میں مصروف ہوتی ہوں۔"

زاویار نے تلخی سے کہا "میٹنگز؟ یا وہ کلبز اور کٹی پارٹیز جہاں آپ کا آدھا دن

اور پوری رات گزر جاتی ہے؟"

مہرین نے ہنس کر جواب دیا "اوہ بیٹا، یہ سب تم سمجھ نہیں سکتے۔ یہ سوشل

لائف ہے، اور اس کے بغیر ہم یہ معیاری زندگی نہیں جی سکتے۔"

زاویار نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا"ہمیں معیاری زندگی نہیں چاہیے،

ممی ہمیں آپ چاہیے تھیں، آپ کا وقت چاہیے تھا۔ مگر آپ کے لیے شاید

گھر اور ہم سب اہم نہیں ہیں۔"

مہرین سلطان نے بے پروائی سے اپنے ڈائمنڈ بریسلٹ کو گھمایا اور مسکراتے

ہوئے بولیں، "زندگی کو اس طرح مت دیکھو، زاویار۔ مجھے یہ سب کرنا

پڑتا ہے، چاہے تمہیں اچھا لگے یا نہ لگے۔" زاویار نے سخت لہجے میں کہا

"اگر آپ اپنی زندگی اپنے طریقے سے گزارنا چاہتی ہیں، تو ٹھیک ہے،

لیکن اس جگہ کو 'گھر' کہنا چھوڑ دیں کیونکہ یہ گھر کے معیار اور جذباتی سکون سے خالی ہے۔"

مہرین نے ایک لمحے کے لیے اسے دیکھا، جیسے اس کی بات کو اہمیت دینے کا ارادہ ہو، مگر پھر اٹھ کر اپنے بیگ کو کندھے پر رکھا اور بولیں "تم جذباتی ہو رہے ہو۔"

وہ ہیل کی وہی ٹک ٹک کرتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئیں، اور زاویار میز پر پڑے کھانے کو دیکھتا رہ گیا، جواب بے ذائقہ لگنے لگا تھا۔

☆☆☆✦☆☆☆

گھر کے لان میں ایک عجیب سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ہوا کے ہلکے جھونکے درختوں کو جھنجھوڑ رہے تھے، لیکن اس لمحے وہ شور بھی سکوت جیسا لگ رہا تھا۔ حالہ کے والد، ریاض خادم، ایک لکڑی کی کرسی پر جھکے بیٹھے تھے، ان کے چہرے پر گہری پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ سامنے زبیدہ

چائے کی پیالی تھامے خاموشی سے زمین کو دیکھ رہی تھی، جیسے الفاظ کو جمع

کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔

''ریاض، یہ حالات کب بہتر ہوں گے؟''زبیدہ نے چائے کی پیالی رکھتے

ہوئے مدھم لہجے میں کہا۔

ریاض خادم نے ایک لمحے کے لیے سر جھکا لیا۔ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد

انہوں نے گہری سانس لی اور بولے ''آج بھی دفتر گیا تھا، کام دیکھنے کے

لیے، لیکن کچھ نیا نہیں ہے۔ سب کچھ برباد ہو چکا ہے، زبیدہ۔ اس دن

سے، جب وہ فراڈ ہوا تھا، سب کچھ ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔"

زبیدہ نے چونک کر ان کی طرف دیکھا "کیا وہاں کچھ امید نہیں ہے؟"

ریاض نے تھکے ہوئے لہجے میں جواب دیا "وہ لوگ کمپنی بند کر چکے ہیں۔

جو کچھ ہمارے پاس تھا، سب قرضوں میں جا چکا ہے۔ اب تو یہ گھر بھی جیسے

آخری آسرا ہے۔"

یہ سنتے ہی زبیدہ کا چہرہ سخت ہو گیا۔ "تو اب کیا کریں گے؟ حالہ کی فیس کا کیا ہو گا؟ اور مریم؟ دونوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے پیسے کہاں سے آئیں گے؟۔۔۔ اور اگر اب اپ کے بھائی کو کوئی نئے کرائے دار مل گئے تو انہوں نے ہمیں اس گھر سے بھی نکال دینا ہے ہم کہاں جائیں گے؟"

ریاض خادم نے سر تھام لیا"زبیدہ، میں ہر ممکن کوشش کر رہا ہوں، لیکن ہمارے حالات اب مزید کسی خرچ کی اجازت نہیں دیتے۔ میں نے سوچا تھا کہ شاید کوئی راستہ نکلے، مگر..."وہ جملہ مکمل نہ کر سکے۔

زبیدہ نے تلخی سے کہا"میں نے پہلے ہی کہا تھا، ریاض، کہ پارٹنرز پر زیادہ اعتماد نہ کریں۔ لیکن تمہیں لگا کہ سب تمہارے اپنے ہیں۔ اور دیکھو، انہوں نے تمہیں کہاں لا کھڑا کیا ہے۔"

ریاض نے کچھ نہ کہا، صرف خاموشی سے زمین کو گھورنے لگے۔ زبیدہ نے

تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد کہا "حالہ کی شادی کے بارے میں سوچنے کا

وقت آگیا ہے۔"

ریاض نے حیرت سے سر اٹھایا "شادی؟ ابھی؟ وہ تو ابھی پڑھ رہی ہے۔"

"پڑھائی؟" زبیدہ کے لہجے میں تلخی بڑھ گئی۔ "ہم اسے کہاں تک پڑھائیں

گے، ریاض؟ پیسے نہیں ہیں، اور حالہ کی ضرورتیں بڑھتی جا رہی ہیں۔ اگر

اس کی کسی اچھے گھر میں شادی ہو جائے، تو ہمارے لیے بھی آسانی ہو جائے

گی اور اس کے لیے بھی۔"

"لیکن وہ شادی کے لیے تیار نہیں ہو گی۔ اس کا خواب تھا کہ وہ اگے بھی

پڑھے ایک اچھی نوکری کرے اور خود مختار بنے۔"

زبیدہ نے گہری سانس لی "ہمیں حقیقت کو سمجھنا ہو گا۔ ہم اس کے خواب

پورے کرنے کے قابل نہیں ہیں، ریاض۔ اسے سمجھنا ہو گا کہ حالات کیا

ہیں۔"

ریاض نے تھوڑی دیر سوچا اور پھر آہستہ سے سر ہلایا "شاید تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ مگر میں اس سے بات کیسے کروں؟"

زبیدہ نے ہلکی سی تلخ مسکراہٹ کے ساتھ کہا "ابھی مت بات کرو۔ امتحانات ختم ہونے دو۔ پھر اسے آرام سے سمجھائیں گے۔"

ریاض نے ایک بار پھر گہری سانس لی اور سر جھکا لیا۔ وہ جانتے تھے کہ یہ فیصلہ ان کی بیٹی کے لیے آسان نہیں ہوگا، لیکن موجودہ حالات میں ان کے پاس اور کوئی راستہ بھی نہیں تھا۔

(ریاض خادم ہمیشہ سے ایک سادہ اور محنتی آدمی تھا۔ اس کی زندگی چھوٹے

چھوٹے مسائل سے بھری ہوئی تھی، مگر وہ ان سے لڑتا آیا تھا۔ اس کے

برعکس، اس کا بڑا بھائی، زاہد خادم، ایک کامیاب بزنس مین تھا۔ اس کے

پاس دولت تھی، کئی جائیدادیں تھیں، اور ایک آرام دہ زندگی تھی، مگر ان

دونوں بھائیوں کے درمیان ہمیشہ ایک فاصلہ رہا تھا۔

ریاض خادم ایک چھوٹے سے محلے میں رہتا تھا، جہاں کا کرایہ ہر گزرتے

دن کے ساتھ بڑھتا جا رہا تھا۔ حالات نے اس پر ایسی ضرب لگائی کہ آخر کار

وہ اس کرائے کا بوجھ مزید اٹھانے کے قابل نہ رہا۔ جب حالات بے حد تنگ ہو گئے اور پرانے محلے والوں نے اسے گھر چھوڑنے پر مجبور کر دیا، تو اس کے پاس کوئی اور راستہ نہیں بچا تھا۔ وہ زاہد خادم کے پاس گیا، مدد مانگی۔

زاہد خادم کے پاس کئی گھر تھے، اور اتفاق سے اس وقت اس کا ایک بڑا، خوبصورت گھر خالی تھا۔ وہ پہلے کرائے پر دیا گیا تھا، مگر کرائے دار جا چکے تھے۔ زاہد نے کچھ دیر سوچا، پھر کہا۔

"یہ گھر لے لو، مگر یاد رکھنا، یہ مستقل تمہارا نہیں۔ جب کوئی نیا کرائے دار آئے گا، تو تمہیں نکلنا پڑے گا۔" یہ بات ریاض کے لیے اہم نہیں تھی، کیونکہ اس کے پاس کوئی اور چوائس ہی نہیں تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اگر کچھ وقت کے لیے بھی سر چھپانے کی جگہ مل جائے، تو یہ بھی غنیمت ہے۔ یوں وہ اپنی چھوٹی سی فیملی کے ساتھ اس گھر میں آ گیا۔

یہ گھر اس کے پرانے مکان سے کہیں بہتر تھا—— کشادہ کمروں والا، اچھی لوکیشن پر، اور سکون بھری فضا لیے ہوئے۔ مگر یہ سکون عارضی تھا،

کیونکہ ریاض کو معلوم تھا کہ جب زاہد کو نیا کرائے دار ملے گا، تو اسے پھر

سے گھر ڈھونڈنا پڑے گا۔

زاہد خادم کی فطرت ایسی تھی کہ وہ اپنے فائدے کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا

تھا۔اس نے یہ گھر وقتی طور پر دیا تھا، مگر دل میں یہ بھی طے کر رکھا تھا کہ

جیسے ہی اسے اچھا کرائے دار ملے گا، وہ ریاض کو یہاں سے نکال دے گا۔یہ

مدد بھی ایک طرح کی شرط کے ساتھ تھی۔

یہ گھر ریاض کے لیے ایک پناہ گاہ ضرور تھا، مگر مستقل نہیں۔ وہ جانتا تھا کہ

ایک نہ ایک دن اسے پھر سے نکلنا ہو گا، پھر سے کہیں اور بسیرا کرنا ہو گا۔

مگر اس وقت کے لیے، وہ اور اس کی فیملی، کم از کم ایک محفوظ چھت کے

نیچے تھے۔

یہ گھر فراز سلطان کے گھر کے ساتھ ہی تھا۔ دونوں گھر اپس میں جڑے

ہوئے تھے)

☆☆☆✦☆☆☆

یونیورسٹی کے باہر شام کا دھندلکا تھا، اور زاویار اپنی گاڑی کے ساتھ ٹیک لگائے خاموشی سے زارا کے باہر آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کی نظریں بار بار گیٹ کی طرف اٹھتیں، جہاں سے طلباء کا ہجوم باہر آ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک گہری سنجیدگی چھائی ہوئی تھی، جیسے وہ اپنے خیالات میں گم ہو۔

اچانک، ایک بلند اور کرخت نسوانی آواز نے اس کی توجہ کھینچ لی۔ "تمہیں ذرا تمیز نہیں ہے؟" یہ آواز حالہ کی تھی، جو تھوڑے فاصلے پر کھڑی غبارے والے ایک آدمی پر غصے سے چلا رہی تھی۔ زاویار نے چونک کر اس طرف دیکھا۔ حالہ، جو ہمیشہ اپنی بات پر اڑ جانے والی مشہور تھی، کسی معمولی بات پر اپنا آپا کھو بیٹھی تھی۔ غبارے والا معصومیت سے سر جھکائے، اپنے کام کی معذرت پیش کر رہا تھا۔ زاویار نے غور سے دیکھا۔

غبارے والے کے ہاتھ میں رنگ برنگے غبارے تھے، اور وہ معذرت

خواہانہ انداز میں کچھ کہہ رہا تھا۔

"سوری باجی، غلطی ہوگئی۔" غبارے والے نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب سوری؟" حالہ نے غصے سے کہا۔ "میرے کپڑوں پر پانی گرا

دیا اور اب سوری کہہ رہے ہو؟ یہ سوری تمہارے کسی کام کا نہیں!"

زاویار کے ماتھے پر خفیف سا بل آیا۔ وہ کچھ دیر ان دونوں کو دیکھتا رہا، پھر آہستہ قدموں سے ان کے قریب آیا۔ حالہ اب بھی غبارے والے پر برس رہی تھی، اور وہ بیچارہ خاموشی سے سر جھکائے کھڑا تھا۔

"ایک منٹ" زاویار نے تحمل سے کہا۔ حالہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ "معاف کیجیے، لیکن یہ پانی گرنے کا واقعہ اتنی بڑی بات نہیں ہے۔ وہ معافی مانگ رہا ہے۔ انسان ہیں، غلطی ہو جاتی ہے۔"

حالہ نے غصے سے اسے گھورا۔ "آپ بیچ میں کیوں آ رہے ہیں؟ آپ کو کوئی

حق نہیں کہ آپ مجھے یہ بتائیں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے!"

زاویار نے سکون سے جواب دیا "بیچ میں آنا اس لیے ضروری تھا کیونکہ

آپ بلاوجہ اس پر چیخ رہی ہیں۔ اگر آپ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو کیا وہ بھی ایسی

ہی بات کرتا؟"

حالہ کچھ لمحے کے لیے چپ ہو گئی، لیکن پھر جھنجھلا کر بولی "میرے معاملے

میں مداخلت کرنے کی ضرورت نہیں ہے!"

زاویار نے ایک لمحے کے لیے حالہ کو دیکھا اور پھر اپنی جگہ سے پلٹ کر واپس گاڑی کی طرف چل دیا۔ حالہ کی آواز اب بھی پس منظر میں گونج رہی تھی، لیکن زاویار نے اسے نظر انداز کر دیا۔ اس نے اپنی جگہ لے لی اور گیٹ کی طرف دوبارہ دیکھنے لگا، جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

زاویار کا دماغ غصے اور بے بسی کے ملے جلے جذبات سے بھرا ہوا تھا۔ وہ ایسے فضول جھگڑوں میں مداخلت کرنے کا عادی نہیں تھا، لیکن حالہ کی

حرکت نے اسے مجبور کر دیا تھا۔اب بھی، وہ اندر ہی اندر خود سے کہہ رہا تھا

کہ یہ فضول وقت ضائع کرنے کے قابل نہیں تھا۔

اور اس دوران یونیورسٹی کے گیٹ سے زارا باہر آتی دکھائی دی۔

"زارا!" اس نے زارا کو دیکھ کر آواز دی اور گاڑی کا دروازہ کھولا۔زارا نے

زاویار کو دیکھ کر خوشی سے سر ہلایا اور تیز قدموں سے گاڑی کی طرف

بڑھنے لگی۔وہ جلدی سے گاڑی میں بیٹھ گئی، اور زاویار نے دروازہ بند کر

دیا۔

دور سے یہ منظر دیکھنے والی حالہ، جو ابھی غبارے والے پر برس رہی تھی،

حیرت سے زارا اور زاویار کو دیکھنے لگی۔ زارا کے چہرے پر موجود مسکراہٹ

اور زاویار کا انداز بتا رہا تھا کہ دونوں ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے

ہیں۔

"یہ زارا کا بھائی ہے؟" حالہ نے دھیرے سے خود سے کہا، اور اس کے غصے

کے آثار ایک لمحے کے لیے پھیکے پڑ گئے۔ لیکن اگلے ہی لمحے وہ سر جھٹک کر

غبارے والے کو دوبارہ گھورنے لگی۔

زاویار اور زارا گاڑی میں بیٹھ چکے تھے، مگر زاویار کا دھیان ابھی بھی حالہ کی طرف تھا، جو غبارے والے پر مسلسل چیخ رہی تھی۔اس کے چہرے پر ہلکی سی خفگی تھی، لیکن وہ اپنی فطرت کے مطابق خود کو پر سکون رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔زاویار ہمیشہ فضول جھگڑوں سے دور رہتا تھا، مگر حالہ کا رویہ اس کے صبر کو آزما رہا تھا۔

زارا نے خاموشی توڑتے ہوئے پوچھا "کیا ہوا بھائی؟ آپ گاڑی کیوں نہیں چلا رہے؟"

زاویار نے سامنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا" دیکھ رہا ہوں کہ کس

طرح کی بد تمیز لڑکی ہے یہ۔"

زارا نے حیرت سے پوچھا" کون؟"

"وہ سامنے، جو غبارے والے پر چیخ رہی ہے۔"

زارا نے حالہ کو پہچانتے ہوئے کہا" یہ تو میری کلاس میں ہے اور ہمارے

نیبرز میں بھی رہتی ہے۔"

زاویار نے چونک کر کہا"اچھا؟ یہ ہمارے نیبر زمیں رہتی ہے؟ میں نے تو

کبھی اسے دیکھا نہیں۔"

زارا نے جواب دیا"ابھی کچھ مہینے پہلے آئی ہے۔دو تین مہینے ہی ہوئے

ہوں گے ائے ہوئے"

"جو بھی ہے، تم اس سے دور رہنا۔یہ لڑکیاں فضول باتوں پر دوسروں کی

عزت نفس کو روند دیتی ہیں۔ایسے لوگوں سے دور رہنا بہتر ہے، ورنہ ان

کی صحبت کا اثر تم پر بھی آسکتا ہے۔"

زارا نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا"بھائی، آپ کیوں اتنے سنجیدہ ہو رہے ہیں؟ میں اس سے دوستی کیوں کروں گی؟ آج تو اس نے مجھ سے بھی بدتمیزی کی۔"

زاویار نے فوراً پوچھا"کیا کہا اس نے تمہیں؟"

زارا نے گہری سانس لیتے ہوئے جواب دیا"یونیورسٹی میں، میرے ہاتھ سے غلطی سے اس کی چاٹ پر پین گر گیا، اور اس نے فوراً بدتمیزی شروع کر دی۔"

زاویار نے غور سے بات سنی اور پھر نرمی سے بولا "زارا، تمہیں کس نے کہا تھا کہ اس کے ساتھ بحث کرو؟ اس طرح کے لوگوں سے بحث میں پڑنا وقت اور اپنی عزت دونوں کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ اگر کوئی تم سے بدتمیزی کرے یا چیخنے چلانے لگے، تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم بھی اسی انداز میں جواب دو۔"

زارا نے کچھ لمحے کے لیے خاموشی اختیار کی، پھر بولی "آپ صحیح کہہ رہے ہیں بھائی، لیکن کبھی کبھی چپ رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔"

زاویار نے ایک گہری سانس لی "زارا، زندگی میں ہر موقع پر ہمیں لڑنے کی

ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر تم دیکھو کہ کوئی اپنی کمزوری یا ناسمجھی کی وجہ سے

تم پر غصہ نکال رہا ہے، تو اسے معاف کر دینا بہتر ہے۔ ایسے لوگ جو

دوسروں پر بلا وجہ چیختے ہیں یا ان کی عزت کو مجروح کرتے ہیں، ان کی اپنی

زندگی میں کوئی نہ کوئی کمی یا دکھ ہوتا ہے۔"

زارا نے اثبات میں سر ہلایا.

"لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ تم ہر جگہ خاموش رہو۔ اگر تم دیکھو کہ

کوئی کسی پر ظلم کر رہا ہے، یا کسی کو جان بوجھ کر تکلیف دے رہا ہے، تو وہاں

خاموش رہنا بزدلی ہے۔ ہمیں اپنے حق یا کسی مظلوم کے حق کے لیے کھڑا

ہونا چاہیے، مگر تمیز اور عزت کے ساتھ۔ چیخنے چلانے یا دوسروں کو نیچا

دکھانے سے ہم خود بھی وہی بن جاتے ہیں، جسے ہم غلط کہہ رہے ہوتے

ہیں۔"

"مگر وہ فضول میں میرے ماں باپ پر ارہی تھی میں کیسے چپ رہتی؟"

"تمہارے بولنے سے کیا بدلا؟ کیا وہ چپ ہو گئی؟ نہیں نا؟ تم نے بھی اتنا ہی کہا جتنا اس نے کہا، اور نتیجہ یہ ہوا کہ سب نے تمہیں اس کے ساتھ بحث کرتے ہوئے دیکھا۔ تم نے کوئی برداشت دکھائی نہ صبر، بلکہ وہی رویہ اپنایا جو وہ اپنائے ہوئے تھی۔ سوچو، اگر تم بھی وہی کرنے لگو جو وہ کر رہی ہے، تو پھر تم دونوں میں کیا فرق رہا؟ کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ تم خاموش رہتیں اور اپنی بات کا وزن اپنے کردار سے ظاہر کرتیں؟ لڑائی ہمیشہ طاقت سے نہیں جیتی جاتی، بلکہ اچھے اخلاق اور سمجھداری سے جیتی جاتی ہے۔"

زاویار نے گاڑی آگے بڑھا دی، اور زارا خاموشی سے باہر دیکھنے لگی۔ اس کے دل میں زاویار کی باتوں نے گہرا اثر چھوڑا تھا۔

زاویار نے گاڑی گیٹ کے اندر لے جا کر گیراج میں روکی۔ گاڑی کا انجن بند ہونے کی آواز کے ساتھ ہی زارا نے ایک لمبی سانس لی، جیسے دن بھر کی تھکن کے بعد سکون کا لمحہ آیا ہو۔ باہر سرد ہوا چل رہی تھی، اور شام کے اندھیرے میں ان کے گھر کی روشنیاں دور سے جگمگا رہی تھیں۔

یہ گھر کسی محل سے کم نہیں تھا۔ سفید سنگ مرمر سے بنے ہوئے ستون،

بڑے شیشے کے دروازے، اور دروازے کے دونوں اطراف ہرے

بھرے لان پر خوبصورت پھولوں کی قطاریں۔

زاویار نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور باہر نکل کر زارا کی طرف آ کر اس کا

دروازہ کھولا۔ "چلو، میڈم، گھر پہنچ گئے" وہ ہلکے سے مسکراتے ہوئے

بولا۔

زارا نے ہنستے ہوئے باہر قدم رکھا اور کہا "شکریہ، جناب۔"

دونوں گیراج سے ہوتے ہوئے مرکزی دروازے کی طرف بڑھے۔ جیسے ہی وہ اندر داخل ہوئے، زارا نے اپنے خوبصورت مگر بے حد پُر شکوہ گھر پر نظر دوڑائی۔

زاویار اور زارا نے ابھی جوتے اتارے ہی تھے کہ ان کی نظر ڈرائنگ روم کی طرف گئی۔ وہاں مہرین سلطان صوفے پر بیٹھی تھیں، ہاتھ میں موبائل لیے کچھ دیکھ رہی تھیں۔ ان کی نفاست اور بارعب شخصیت ہمیشہ کی طرح نمایاں تھی۔ انہوں نے ہلکے سنہری رنگ کا سلک کا جوڑا پہنا ہوا تھا، جس پر

انتہائی باریک مگر قیمتی کام کیا گیا تھا۔ان کے بال نفاست سے بندھے تھے،

اور ان کی کلائی میں ہیروں کا کڑا چمک رہا تھا۔مہرین کی شکل ہمیشہ کی طرح

پُر وقار تھی،اور اس کے لباس میں بھی وہی نفاست تھی جس کی ہمیشہ توقع

کی جاتی تھی۔

زارا ٹھٹک کر رک گئی اور زاویار کے کان میں ہلکے سے بولی "یہ آج گھر پر

یہاں کیا کر رہی ہیں؟"

زاویار نے بھی حیرت سے مہرین کی طرف دیکھا اور دھیمی آواز میں کہا

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ خیر۔۔۔"

زارا نے اپنے ہلکے قدموں سے آگے بڑھتے ہوئے صوفے پر جگہ لی اور نرم

لہجے میں کہا "السلام علیکم، ممی۔"

مہرین سلطان نے اپنی نظریں موبائل سے اٹھائیں، زارا کو سر سے پیر تک

دیکھا اور پھر معمولی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا "وعلیکم السلام۔

یونیورسٹی سے آرہی ہو؟"

زارا نے چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ لاتے ہوئے جواب دیا "جی، ممی۔"

مہرین نے موبائل میز پر رکھ دیا اور ایک لمحے کے لیے زارا کی تیاری پر گہری

نظر ڈالی۔ زارا نے نیلے رنگ کا سادہ سا ٹاپ اور ڈینم کی جینز پہنی تھی، اور

جوتے بھی وہی پرانے، سلیپرز جیسے دکھتے تھے۔ مہرین کی آنکھوں میں فوراً

تنقید کا اظہار آیا، جیسے وہ زارا کی حالت کو دیکھ کر کچھ کہنے والی ہو۔

"زارا، تمہاری تیاری کیسی ہے؟ میں نے کتنی بار کہا ہے کہ تم اپنی شخصیت پر کام کرو۔ دیکھو تمہارا یہ لباس، تمہارا انداز۔۔۔ کیا تمہیں لگتا ہے کہ اس سے تمہیں وہ تاثر ملے گا جو تمہارے جیسے گھرانے کی لڑکی کو دینا چاہیے؟"

زارا نے اپنا سر جھکایا اور بولی "ممی، جلدی تھی، وقت نہیں ملا۔"

مہرین کی آواز مزید سخت ہو گئی "یہی مسئلہ ہے تمہارے ساتھ۔ جلدی ہمیشہ تمہارے بہانوں میں شامل ہوتی ہے۔ تمہیں لگتا ہے کہ ایسے تم اپنے نام کے قابل بن سکو گی؟"

زارا کی آنکھوں میں بے بسی جھلکنے لگی، لیکن وہ کچھ بول نہ سکی۔ زاویار نے

یہ سب دیکھا اور محسوس کیا کہ زارا اندر ہی اندر ٹوٹ رہی ہے۔ زارا نے

نظریں جھکا کر اپنے

پلکوں کی نمی چھپانے کی کوشش کی.

"زارا، تمہارا یہ لباس ہمیشہ مجھے پریشان کرتا ہے۔ یونیورسٹی جانے کے لیے

یہ کچھ بہتر نہیں تھا، اور یہ جوتے؟ کیا تم نے کبھی سوچا ہے کہ تمہارے

جیسے خاندان کی لڑکی کے لیے یہ سب کتنے غیر مناسب ہیں؟"

مہرین کی آواز مزید سخت ہو گئی "تمہاری شکل سے زیادہ تمہاری تیاری کا

حساب ہونا چاہیے۔ کیا یہ تمہیں لگتا ہے کہ اس طرح تم اپنی شخصیت کو بہتر

بنا پاؤ گی؟ تمہیں تو ہمیشہ تاثر دینا چاہیے کہ تم کسی بڑے خاندان کی لڑکی ہو،

اور تمہارا ہر انداز، ہر بات، تمہارے سٹائل کو ظاہر کرے۔ مجھے دیکھا ہے

تم نے؟ میں کیسی ہوں؟ تم بالکل میرے پر نہیں گئی" زارا کی آنکھوں میں

ایک لمحے کے لیے نمکین چمک آئی۔ اس کی نظریں مہرین کی طرف نہیں

اُٹھ پا رہی تھیں، کیونکہ وہ جانتی تھی کہ مہرین کی ہر بات اس پر برا اثر ڈالے

گی۔

"کیا کبھی تم نے سوچا ہے کہ تمہارے لیے کچھ چیزوں پر زیادہ وقت گزارنا

ضروری ہے؟ تمہاری تیاری، تمہارا انداز، سب کچھ۔۔۔"

زارا کا دل ایک دم ٹوٹنے کے قریب تھا۔ اس نے اپنے جذبات کو سنبھالنے

کی پوری کوشش کی، مگر اس کی آنکھوں میں نمی جمع ہو گئی تھی۔

وہ خاموشی سے کھڑی ہوئی، پھر مہرین کی طرف دیکھے بغیر تیز قدموں سے

کمرے سے باہر چلی گئی۔

زاویار، جو سارا منظر خاموشی سے دیکھ رہا تھا، اس نے مہرین کی طرف غصے

سے دیکھا۔

"ممی، کبھی کبھار انسان کی کمزوریوں کو بھی سمجھنا ضروری ہوتا ہے۔"

مہرین نے اسے سن کر خاموشی اختیار کی، اور زاویار کی نظر کی شدت کو نظر انداز کرتے ہوئے کچھ نہ کہا۔

زاویار فوراً زارا کے پیچھے چلا گیا، اور مہرین نے صرف اسے خاموشی سے جاتے ہوئے دیکھا۔

زارا لان کے ایک کونے میں رکھی سفید لوہے کی کرسی پر بیٹھی تھی، جس کے ساتھ چھوٹا سا میز بھی رکھا تھا۔ سامنے ہریالی اور درختوں کی قطار تھی، لیکن زارا کی نظر کہیں دور خلا میں تھی۔ آسمان پر گھنے سیاہ بادل چھائے

ہوئے تھے، ہوا میں ایک عجب سی ٹھنڈک تھی، زارا کے چہرے پر ہوا کے ہلکے جھونکے پڑ رہے تھے، لیکن اس کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو اس سرد ہوا کے مقابلے میں زیادہ گرم تھے۔

وہ اپنے خیالات میں اتنی گم تھی کہ اسے اندازہ ہی نہ ہوا کہ زاویار آہستہ قدموں سے اس کی طرف آرہا ہے۔ زاویار، جو ہمیشہ سے زارا کی خاموشی کو پڑھنا جانتا تھا، آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھا۔ اس کے لمبے قد، چوڑے

کندھوں اور اعتماد سے بھری شخصیت کے ساتھ، وہ ہمیشہ ایک مضبوط اور

پرسکون وجود کی طرح لگتا تھا۔

زاویار نے اس کے پاس رکھی کرسی کھینچی اور اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ زاویار

ہمیشہ سے زارا کے لیے ایک محفوظ جگہ جیسا تھا۔

یہ وہ بھائی تھا جو زارا کے ہر دکھ اور تکلیف کو بغیر کہے سمجھ جاتا تھا۔

"زارا..." زاویار نے آہستہ سے اس کا نام لیا۔

زارا نے اپنی نظریں اوپر اٹھائیں، اور زاویار کو دیکھا۔ آنکھیں سرخ تھیں، چہرہ دھلا ہوا لگ رہا تھا آنسوؤں سے، اور اس کی تھکی ہوئی مسکراہٹ جیسے کچھ کہہ رہی تھی۔

"بھائی، وہ ہمیشہ ایسا کیوں کرتی ہیں؟" زارا نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں نے تو کچھ غلط نہیں کیا تھا۔ بس یہ ہے کہ میں ویسی نہیں ہوں جیسی وہ چاہتی ہیں۔ میں کیوں ہمیشہ انہیں کم لگتی ہوں؟"

زاویار نے ایک گہری سانس لی۔ وہ جانتا تھا کہ یہ مہرین کی باتیں تھیں جو

زارا کے دل پر وار کر گئی تھیں۔ اس نے اپنے مضبوط ہاتھوں کو زارا کے سرد

ہاتھوں پر رکھا۔

"زارا، تمہیں خود کو ان کی باتوں سے کمزور نہیں ہونے دینا چاہیے۔"

زاویار کی آواز میں ٹھہراؤ تھا، جیسے وہ اپنی بہن کو ایک نیا حوصلہ دے رہا ہو۔

"یہ دنیا کبھی بھی تمہیں مکمل قبول نہیں کرے گی۔ لیکن تمہیں اپنی قدر

خود کرنی ہو گی۔ کوئی دوسرا تمہیں یہ حق نہیں دے سکتا کہ تم خود کو کم

سمجھو۔"زارا کی آنکھوں سے پھر آنسو بہنے لگے۔"لیکن بھائی، وہ ہمیشہ یہی کہتی ہیں کہ میں کچھ نہیں ہوں، نہ پڑھائی میں، نہ اپنی شکل میں، نہ کسی بھی چیز میں۔"زاویار نے تھوڑا آگے جھکتے ہوئے کہا"زارا، تمہیں خود کو ان باتوں سے آزاد کرنا ہوگا۔اگر تم اپنی قدر دوسروں کی باتوں پر رکھو گی، تو تم کبھی خوش نہیں ہو سکو گی۔ماں کی باتیں سخت یا تلخ محسوس ہو سکتی ہیں، لیکن وہ تمہاری اصل شخصیت کی مکمل عکاسی نہیں کرتیں۔تمہاری اصل پہچان تمہارے دل کی خوبصورتی، تمہارے حوصلے،اور تمہاری اپنی محنت

سے بنتی ہے۔ یعنی، تمہاری شخصیت کا دارومدار صرف دوسروں کے کہے پر نہیں بلکہ تمہارے اندرونی اوصاف اور تمہارے عمل پر ہے" زارا نے اپنی نظریں جھکا لیں۔ "پر بھائی، میں خود کو ان باتوں سے باہر کیسے نکالوں؟ یہ الفاظ میرے دل میں ایسے چبھتے ہیں جیسے چھریاں ہوں۔ میں خود کو ہمیشہ کمتر محسوس کرتی ہوں۔"

زاویار نے اپنی کرسی پیچھے کھسکائی، اور کھڑا ہو گیا۔ وہ تھوڑا سا جھک کر زارا کے چہرے کے قریب آیا، اور ایک لمحے کے لیے اس کی آنکھوں میں

جھانکا۔ "زارا، تمہیں یہ سمجھنا ہو گا کہ تمہاری قدر کسی دوسرے کے الفاظ میں نہیں ہے۔ تم وہ روشنی ہو جو ہر جگہ روشنی پھیلا سکتی ہے یہ دنیا تمہیں کبھی پورا نہیں دیکھے گی، لیکن تمہیں اپنی کہانی لکھنی ہو گی، اپنی زندگی کو اپنی مرضی سے جینا ہو گا۔"

زارا کی آنکھوں سے آنسو پھر بہنے لگے۔ وہ کچھ لمحے کے لیے خاموش رہی، اور پھر دھیمی آواز میں بولی "پر زاویار بھائی، میں ان باتوں کو نظر انداز نہیں کر سکتی۔ وہ ہمیشہ کہتی ہیں کہ میں ناکام ہوں۔ اس سے پہلے انہوں نے بولا

کہ میں پڑھائی میں اچھی نہیں ہوں جب کہ میں محنت کرتی ہوں مگر میرے نمبر اتنے اچھے نہیں ہوتے جتنے باقی سب کے ہوتے ہیں میں کیا کروں؟"

زاویار نے اپنے لہجے میں نرمی کے ساتھ مضبوطی لاتے ہوئے کہا"زارا، ناکامی صرف وہی چیز ہے جو ہم خود قبول کرتے ہیں۔جب تک تم کوشش کرتی رہو گی، تم کبھی ناکام نہیں ہو سکتی۔ تمہارے پاس اپنی کہانی لکھنے کا موقع ہے،اور تمہیں یہ موقع کسی کے الفاظ پر ضائع نہیں کرنا چاہیے۔"

زارا نے پہلی بار مسکرانے کی کوشش کی، لیکن آنکھوں میں آنسو اب بھی

موجود تھے۔ "تمہیں پتہ ہے، زارا؟ تمہارا یہ ماننا کہ تم کچھ نہیں ہو، صرف

ایک جھوٹ ہے۔ اور میں یہاں ہوں، تمہیں یہ سچ دکھانے کے لیے کہ تم

کتنی قیمتی ہو۔"

"مجھے لگتا ہے کہ میں کافی اچھی نہیں ہوں، زاویار بھائی۔" زارا کی آواز

بھرائی ہوئی تھی، جیسے ہر لفظ کے ساتھ اس کے دل کا درد باہر آرہا ہو۔

"سب کہتے ہیں کہ میں اپ کی طرح کامیاب کیوں نہیں ہوں۔ میں اپ

کی طرح قابل کیوں نہیں ہوں۔ وہ ہمیشہ میری کمیاں نکالتے ہیں۔ ممی، باقی

لوگ، سب۔"

زاویار نے چند لمحے کے لیے اسے دیکھا، اور پھر ایک گہری سانس لیتے

ہوئے اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ "زارا، یہ جو تمہیں لگتا ہے، یہ بس ایک وہم

ہے۔ کامیابی کی تعریف ہر کسی کے لیے مختلف ہوتی ہے۔ یہ نہ سوچو کہ تم

دوسروں کی طرح کیوں نہیں ہو۔ تم اپنے آپ میں مکمل ہو، اور جو

خوبصورتی تمہارے اندر ہے، وہ کسی اور کے پاس نہیں ہے۔ تم جانتی ہو؟

میں ہمیشہ تمہیں ایک خاص نظر سے دیکھتا ہوں۔ تم میری چھوٹی بہن ہو،

اور تمہارے اندر وہ خوبیاں ہیں، جو مجھ میں بھی نہیں ہیں۔"

زارا نے ایک ہلکی سی تلخی سے مسکرا کر کہا "کون سی خوبیاں؟ مجھے تو کچھ نظر

نہیں آتا۔ میں اپنی ماں کے لیے کافی اچھی نہیں ہوں، میں کسی کے لیے کافی

اچھی نہیں ہوں۔"

زاویار نے اس کے گال سے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا "تمہیں یہ سمجھنا

ہو گا، زارا، کہ دوسرے لوگوں کی توقعات کو پورا کرنا تمہارا کام نہیں ہے۔

تمہیں اپنی زندگی اپنی شرطوں پر جینی ہو گی۔ دیکھو، ممی کی باتیں سخت ہو سکتی ہیں، لیکن وہ تمہیں ڈیفائن نہیں کرتی۔ جو تم ہو، وہ تمہاری اپنی کہانی ہے۔"

زارا نے اپنی کرسی پر پیچھے ہٹتے ہوئے سر جھکا لیا۔ زاویار نے ایک گہری نظر اس پر ڈالی۔

زارا نے اپنی نم آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔ "لوگ ہمیشہ مجھ سے سوال کرتے ہیں کہ میں آپ کی طرح کیوں نہیں ہوں؟ اپ کو دیکھو،

سب آپ کو سراہتے ہیں، اپ کو مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں، اور میں؟

میں تو کسی کے لیے بھی مثال نہیں ہوں۔ مجھے اپکی طرح ایک اچھا

ارکیٹیکٹ بننا ہے زاویار بھائی"

زاویار مسکرایا، لیکن اس مسکراہٹ میں ایک عجیب سی سنجیدگی تھی۔ "تم

میرے سے بھی اچھی ارکیٹیکٹ بنو گی زارا، کیا تم جانتی ہو کہ میں تمہیں

اپنی زندگی کا سب سے اہم حصہ کیوں سمجھتا ہوں؟ کیونکہ تم وہ روشنی ہو جو

میری زندگی کو روشن کرتی ہے۔ تمہاری معصومیت، تمہارا اخلوص، اور

تمہاری ایمانداری ایسی چیزیں ہیں، جو دنیا کی ہر کامیابی سے بڑھ کر ہیں۔"

زارا نے خاموشی سے اس کی باتیں سنیں، لیکن اس کے دل کا بوجھ کم نہ ہوا۔ "پر بھائی، یہ سب باتیں صرف کہنے کی حد تک اچھی لگتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ میں خود کو کبھی کافی نہیں سمجھ پاتی۔ مجھے لگتا ہے، جیسے میں ہمیشہ دوسروں سے پیچھے ہوں۔"

زاویار نے اپنی کرسی آگے کی اور اس کے ہاتھ تھام لیے۔ "زارا، تمہیں یہ سمجھنا ہوگا کہ زندگی دوسروں سے مقابلہ کرنے کے لیے نہیں ہے۔ یہ اپنی

خود کی جنگ ہے۔ تم اپنی کہانی کی ہیرو ہو، اور تمہیں اپنی جنگ اپنی شرائط پر لڑنی ہو گی۔ اگر تم دوسروں کی توقعات کو پورا کرنے میں اپنی زندگی گزارو گی، تو تم کبھی خوش نہیں رہو گی"۔ زاویار نے لان میں پڑے ہوئے ایک چھوٹے سے پودے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، "یہ پودا دیکھ رہی ہو؟ کتنا چھوٹا اور نازک لگتا ہے، ہے نا؟ لیکن اس کی جڑیں زمین کے اندر کتنی گہری ہیں، یہ کوئی نہیں دیکھتا۔ جب طوفان آتا ہے، تو بڑے بڑے درخت گر جاتے ہیں، لیکن یہ چھوٹا سا پودا بچا رہتا ہے، کیونکہ یہ لچکدار ہوتا

ہے اور اپنی جگہ پر ڈٹا رہتا ہے۔ تمہیں بھی زندگی میں ایسے ہی مضبوط بننا

ہے۔لوگ تمہیں نازک یا کمزور سمجھ سکتے ہیں، لیکن تمہارے اندر جو

طاقت ہے، وہی تمہیں مشکلات سے نکالے گی۔"

زارا کی آنکھوں میں آنسو پھر بھر آئے، لیکن اس بار ان میں ایک عجیب سی

امید بھی تھی۔زاویار کی باتوں نے اس کے دل کے کچھ زخموں کو چھوا تھا۔

"زارا، تم جتنی خاص ہو، شاید یہ دنیا کبھی نہ سمجھ سکے۔ لیکن مجھے یہ یقین ہے کہ تم ایک دن اپنی قدر خود سمجھو گی۔ اور اس دن تمہیں کسی کے الفاظ کی ضرورت نہیں پڑے گی"

زارا نے اپنے آنسو صاف کیے اور ایک ہلکی سی مسکراہٹ دی۔ اس کے دل میں زاویار کی باتوں نے ایک نیا حوصلہ جگایا تھا۔ ہوا کے جھونکے اب بھی چل رہے تھے، لیکن اس بار ان جھونکوں میں زارا کے دل کو ایک عجیب سا سکون محسوس ہو رہا تھا۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

رات کا وقت تھا اور چاند دھندلے بادلوں کے پیچھے چھپنے اور نکلنے کا کھیل کھیل رہا تھا۔ ہوا میں ہلکی سی خنکی اور پراسرار خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

حالہ اپنے کمرے میں بیٹھی تھی، کتاب کے صفحات پر جھکی ہوئی۔ کمرے میں مکمل خاموشی تھی، سوائے کتاب کے پلٹتے ہوئے صفحات کی ہلکی سی

آواز کے۔ حالہ کا دھیان پوری طرح اپنی پڑھائی میں تھا، مگر اس کی توجہ

زیادہ دیر برقرار نہیں رہتی تھی۔

اسی دوران، دروازہ کھلا اور مریم کمرے میں داخل ہوئی، ہاتھ میں ایک بڑا

سا بیگ اٹھائے۔ "حالہ!" اس نے جوش سے کہا، گویا کوئی بڑی خبر لائی

ہو۔

حالہ نے سر اٹھائے بغیر جواب دیا "کیا ہے، مریم؟ میں پڑھ رہی ہوں۔"

"پڑھ رہی ہو؟ چھوڑو، یہ کام تو ساری زندگی چلتا رہے گا۔ آجاؤ، موی نائٹ کریں!" مریم نے صوفے پر بیگ رکھتے ہوئے کہا۔

"مریم، میرا امتحان قریب ہے۔ مجھے پڑھنا ہے۔" حالہ نے ہلکی سی جھنجھلاہٹ سے کہا، مگر مریم نے اس کی بات سنی ان سنی کر دی۔

"امتحان؟ تم ہر وقت یہی کہتی ہو، حالہ! چلو، میں تمہاری پسند کی آئس کریم اور تمہاری پسندیدہ موی لے کر آئی ہوں۔ آج ہم خوب مزہ کریں گے!" مریم نے جیسے فیصلہ سنا دیا۔

حالہ نے ایک لمحے کے لیے کتاب پر نظریں جمائیں، پھر آہ بھری اور کتاب

بند کر دی۔ "چلو، پڑھائی تو ہوتی رہے گی۔ ویسے بھی، اتنا پڑھ لیا ہے کہ

دماغ بھاری ہو رہا ہے۔"

مریم نے خوشی سے نعرہ لگایا "یہ ہوئی نا بات!"

حالہ نے اپنی کتاب ایک طرف رکھ دی اور مریم کی طرف دیکھا "لیکن اگر

مووی بورنگ ہوئی، تو تمہاری خیر نہیں۔ اور سنو، پاپ کارن تم بناؤ گی۔"

مریم نے جلدی سے کہا"سب کچھ تیار ہے۔ تم بس آجاؤ۔"

دونوں بہنیں صوفے پر بیٹھ چکی تھیں، اور مریم نے ٹیبل پر ہر طرح کے

کھانے پینے کا سامان رکھ دیا تھا۔ پاپ کارن کی خوشبو پورے کمرے میں

پھیلی ہوئی تھی، اور مریم نے جلدی سے مووی شروع کر دی۔

کمرے میں مووی چل رہی تھی، اور حالہ اور مریم قہقہے لگا رہی تھیں۔

مووی کے کسی مزاحیہ سین پر دونوں نے ایک ساتھ اتنی زور سے ہنسا کہ

آواز باہر تک چلی گئی۔

چند لمحوں بعد دروازہ زور سے کھلا، اور ان کی ماں زبیدہ ریاض کمرے میں

داخل ہوئیں۔ ان کے چہرے پر ناراضگی صاف دکھائی دے رہی تھی۔

حالہ اور مریم ایک دم سیدھی ہو کر بیٹھ گئیں، "یہ کیا ہو رہا ہے؟" ان کی

ماں کی آواز میں غصہ صاف جھلک رہا تھا۔

حالہ نے جلدی سے جواب دیا "کچھ نہیں، بس مووی دیکھ رہے تھے۔"

ماں نے حالہ کی بات کاٹتے ہوئے کہا" کتنی بار کہا ہے کہ رات کو شور نہ کیا کرو! سب سو رہے ہوتے ہیں، اور تم دونوں یہاں تماشہ لگا کر بیٹھ جاتی ہو۔"

حالہ نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے، لیکن ماں نے انگلی اٹھا کر اسے خاموش کروا دیا۔" مجھے معلوم ہے، یہ سب تمہاری وجہ سے ہو رہا ہے۔ مریم تو جلدی سو جاتی ہے، لیکن تم نے ہی اسے بگاڑ رکھا ہے۔ تم نے کہا ہو گا اسے مووی لگانے کو، خود تو لاپرواہ ہو اسے بھی کر رہی ہو۔"

حالہ نے حیرت اور دکھ کے ساتھ ماں کی طرف دیکھا۔ "نہیں، امی! مریم

خود آئی تھی۔ اس کا موڈ تھا مووی دیکھنے کا۔"

مگر ماں نے اس کی بات سننے کی زحمت نہ کی۔ "بہانے مت بناؤ! تم ہمیشہ

مریم کو بہکاتی ہو۔ تمہاری پڑھائی کا کیا فائدہ، جب تمہیں وقت کی قدر ہی

نہیں؟ امتحان قریب ہے، اور تم موویز دیکھ رہی ہو۔ تمہارے رویے کی

وجہ سے مریم بھی خراب ہو رہی ہے۔"

حالہ نے آہستہ سے سر جھکا لیا۔ اس کے گلے میں ایک گہری گھٹا سی محسوس ہو رہی تھی، جیسے اسے کسی جرم کی سزا دی جا رہی ہو جو اس نے کیا ہی نہیں تھا۔ اس نے نظریں اٹھا کر مریم کی طرف دیکھا، جو خاموشی سے ماں کو دیکھ رہی تھی۔ مریم کی نظریں جھکی ہوئی تھیں، لیکن اس کے چہرے پر شرمندگی یا معذرت کے آثار نہیں تھے۔

ماں نے مریم کی طرف دیکھا، اور اچانک لہجہ نرم ہو گیا۔ "مریم، بیٹا، تم جاؤ اور سو جاؤ۔ صبح تمہیں کالج بھی جانا ہے۔"

حالہ کے دل میں ایک چبھن ہوئی۔ یہ واضح تھا کہ ماں کے لیے دونوں

بہنوں کے ساتھ رویہ ایک جیسا نہیں تھا۔اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی،

لیکن الفاظ اس کے گلے میں اٹک گئے۔

زبیدہ خادم نے حالہ کی طرف مڑ کر سخت لہجے میں کہا" تمہیں تو کبھی سمجھ

نہیں آتی۔ ہر وقت پڑھائی کا ڈھونگ کرتی ہو،اور جب وقت آتا ہے تو

لاپروا بن جاتی ہو۔اب یہ سب بند کرو اور لائٹ آف کرو!"

زبیدہ خادم کے جانے کے بعد کمرے میں گہری خاموشی چھا گئی۔ مریم نے

کچھ دیر حالہ کی طرف دیکھا، جیسے کچھ کہنا چاہتی ہو، لیکن ہچکچا رہی تھی۔

آخر کار، وہ ہلکی سی آواز میں بولی "حالہ... مجھے معاف کرنا۔ میں نے سوچا

نہیں تھا کہ امی تمہیں اس طرح ڈانٹ دیں گی۔"

حالہ نے مریم کی طرف دیکھا مگر کوئی جواب نہیں دیا۔ نہ ہی کوئی

مسکراہٹ، نہ تسلی دینے والا اشارہ۔ اس نے ایک سخت نظر مریم پر ڈالی،

جیسے کہہ رہی ہو کہ سب کچھ تمہاری وجہ سے ہوا ہے، اور پھر خاموشی سے

اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی اور اپنی جگہ پر لیٹ گئی۔

مریم بے چینی سے کھڑی رہی، جیسے حالہ سے کچھ اور کہنا چاہتی ہو، لیکن

حالہ کا رویہ دیکھ کر اس نے بہتر سمجھا کہ خاموش رہے۔ مریم نے آہستہ

سے ٹیبل سے کھانے کے خالی ڈبے سمیٹے، ٹی وی بند کیا، اور خود بھی اپنے

بستر کی طرف چلی گئی۔

حالہ لیٹی ہوئی چھت کو گھور رہی تھی، لیکن اس کی آنکھوں میں الجھن اور غصے کے آثار صاف تھے۔ وہ ماں کی باتوں کو بار بار یاد کر رہی تھی، اور ہر بار دل میں ایک کانٹے کی طرح چبھتی تھیں۔ اس نے آنکھیں بند کرنے کی کوشش کی، لیکن سکون دور دور تک نظر نہیں آ رہا تھا۔

☆☆☆✦☆☆☆

شام کا وقت تھا، اور سورج کی روشنی تاریخی عمارت کی دیواروں سے منعکس ہو رہی تھی۔ حالہ، اپنے کیمرے کے ساتھ، اپنے یونیورسٹی کے اسائنمنٹ کے لیے تصویریں لینے کے مشن پر تھی۔ عمارت زاویار کی فرم کے زیرِ نگرانی تھی، اور وہاں جانے کے لیے اجازت نامہ لازمی تھا، لیکن حالہ کے لیے اصولوں کی پرواہ کرنا زیادہ ضروری نہیں تھا۔ اپنی بے باک طبیعت کے مطابق، وہ بغیر اجازت اندر داخل ہو گئی۔

وہ اپنی تصویریں کھینچنے میں مصروف تھی۔ کیمرے کی اسکرین پر وہ ہر

زاویے کو غور سے دیکھتی۔ عمارت کے دوسری جانب زاویار اپنی ٹیم کے

ساتھ کسی نئے پروجیکٹ کی تکنیکی تفصیلات پر گفتگو کر رہا تھا۔ گہرے نیلے

رنگ کے سوٹ میں ملبوس، صاف ستھرے کٹے ہوئے بال، سنہری

بھوری آنکھیں اور ایک مضبوط شخصیت کے ساتھ، وہ اپنی ٹیم پر ایک

پرسکون مگر دباؤ ڈالنے والا اثر رکھتا تھا۔ زاویار نے ایک لمحے کے لیے اپنی

نظریں اوپر کیں تو دیکھا کہ ایک لڑکی، نیلے جینز اور ہلکے رنگ کی شرٹ

میں، ستون کے قریب کھڑی تصویریں کھینچ رہی تھی۔ زاویار کی پیشانی پر

بل پڑ گئے۔ "یہ لڑکی یہاں کیسے پہنچی؟" اس نے سخت لہجے میں اپنی ٹیم کے

ایک رکن سے پوچھا۔ "سر، شاید یہ کسی یونیورسٹی کی اسٹوڈنٹ ہے"

کارکن نے جلدی سے جواب دیا۔

زاویار نے گہری سانس لی اور اپنی کرسی پیچھے دھکیل کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس

کے قدم تیز اور مضبوط تھے، جیسے وہ اپنی مرضی کے خلاف کسی کی

موجودگی برداشت نہ کر سکتا ہو۔ اس نے لمبے قدموں سے حالہ کی طرف

بڑھنا شروع کیا۔ حالہ کو ابھی تک اس کے قریب آنے کا احساس نہیں ہوا تھا۔ وہ کیمرے کی اسکرین پر تصویروں کا جائزہ لے رہی تھی کہ اچانک ایک گہری، بارعب آواز نے اسے چونکا دیا۔

"مس! آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟" زاویار کی گہری آواز حالہ کے کانوں میں گونجی۔

حالہ نے چونک کر پلٹ کر دیکھا۔ زاویار کے سخت چہرے اور گہرے سنہرے آنکھوں کی جھلک نے اسے ایک لمحے کے لیے چونکا دیا، لیکن اس

نے جلدی سے خود کو سنبھال لیا۔ وہ بے نیازی سے بولی "تصویریں لے

رہی ہوں۔"

"یہ جگہ عام لوگوں کے لیے نہیں ہے، اور آپ بغیر اجازت یہاں کیسے آ

سکتی ہیں؟" زاویار کا لہجہ مزید سخت ہو گیا۔

حالہ نے نچلے ہونٹ کو کاٹتے ہوئے جواب دیا "بس ایک دو تصویریں لے

رہی تھی۔ اس میں اتنا بڑا مسئلہ کیا ہے؟"

زاویار نے ایک گہری سانس لی "مسئلہ یہ ہے کہ آپ جیسے لوگ اصول توڑنے کو معمولی سمجھتے ہیں۔" یہ سن کر حالہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

اس نے کیمرہ اپنے کندھے پر ڈالا اور غصے سے بولی "آپ لوگوں کو کوئی مسئلہ نہ ہو، تو آپ بس دوسروں پر حکم چلانے کا بہانہ ڈھونڈتے ہیں۔ مجھے تو لگتا ہے آپ کا مسئلہ یہ ہے کہ آپ کو ہمیشہ اپنی مرضی کا ہونا چاہیے!"

زاویار نے سخت نظروں سے اسے دیکھا اور بولا "یہاں اصول میرے ہوتے ہیں، اور مجھے فرق پڑتا ہے کہ کون ان کا احترام کرتا ہے یا نہیں۔"

حالہ نے دانت پیستے ہوئے زیرِ لب کہا "فضول میں اتنا اوور کیوں ہو رہا

ہے؟ پکچر ہی تو لے رہی تھی "

زاویار نے حالہ کی بڑبڑاہٹ سن لی، اور سرد لہجے میں کہا "کیا کہا آپ

نے؟"

حالہ نے جھجکتے ہوئے کہا "کچھ نہیں۔ بس یہی کہ آپ جیسے لوگوں کو خود پر

قابو رکھنا سیکھنا چاہیے۔"

زاویار نے ایک طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا"آپ کی پہلی ملاقات بھی اسی انداز کی تھی۔ لگتا ہے قوانین کی خلاف ورزی آپ کا پسندیدہ شوق ہے۔ یاد آیا؟ اُس دن جب آپ نے یونیورسٹی کے گیٹ پر اُس غبارے والے کو بلاوجہ ڈانٹا تھا، اور پھر مجھ سے کہا تھا کہ 'میرے معاملے میں نہ بولیں'؟ شاید آپ کا مسئلہ ہے کہ آپ کو کوئی ٹوک نہیں سکتا۔"

حالہ، جو پہلے ہی غصے میں تھی، یہ سنتے ہی بول پڑی"اُس دن بھی آپ کو مسئلہ تھا اور آج بھی۔ آپ کو اپنے کام سے کام کیوں نہیں؟"

زاویار نے سخت لہجے میں کہا" شاید اس لیے کہ آپ کو اصولوں کی کوئی پروا

نہیں۔اب براہِ کرم، یہاں سے جائیں اور آئندہ بغیر اجازت کسی بھی جگہ

داخل ہونے کی زحمت نہ کریں۔" حالہ نے بے نیازی سے شانے

اچکائے۔" مجھے لگا تھا کہ دو تصویریں لینے سے کوئی نقصان نہیں ہو گا۔

ویسے بھی، یہ تو ایک تاریخی عمارت ہے، کسی کی ذاتی جاگیر نہیں۔ خیر، اگر

آپ کو اتنی ہی تکلیف ہے تو میں جا رہی ہوں۔"

زاویار نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا "جی بہت شکریہ اپ یہاں سے چلی

جائیں اور دوبارہ مجھے یہاں نظر نہ ائیں اور آئندہ اگر کسی پروفیشنل سائٹ پر

آئیں، تو اجازت لینا نہ بھولیں۔"

حالہ نے پلٹ کر کہا "اور آپ اپنے بندوں کو کہیں کہ ہر کسی کو روکا کریں۔

اگلی بار ایسی غلطی نہ ہو۔"

زاویار نے اس کے لہجے کی تلخی کو نظرانداز کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "اگلی بار، کسی جگہ جانے سے پہلے اجازت لینا سیکھیں۔ اور ہاں، اس رویے پر غور کریں۔ یہ ہمیشہ کام نہیں کرتا۔"

"آپ کے اصولوں کو یاد رکھوں گی، مسٹر آرکیٹیکٹ" حالہ زاویار کی بات پر مزید کوئی جواب دیے بغیر پلٹ گئی۔ اس کی قدموں کی آواز عمارت کے خالی ہال میں گونج رہی تھی، اور زاویار کی نظریں کچھ لمحوں کے لیے اس کے جاتے ہوئے وجود پر ٹھہر گئیں۔ حالہ کے چال میں وہی بے نیازی اور

اکڑ تھی جو اس کی شخصیت کا حصہ تھی، جیسے اسے دنیا کی کسی بات کی پروانہ

ہو۔

زاویار نے گہری سانس لی "عجیب بدتمیز لڑکی ہے بات کرنے کا کوئی طریقہ

ہی نہیں ہے اس میں "اور غصے کو قابو میں کرتے ہوئے اپنی جگہ واپس جا کر

کرسی پر بیٹھا۔اس نے اپنے آس پاس کھڑے عملے پر ایک سخت نظر ڈالی اور

اپنی ٹیم کے ایک رکن کو بلایا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" زاویار نے سخت لہجے میں کہا، اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی جو غصے کو ظاہر کر رہی تھی۔

"سر، میں معذرت خواہ ہوں، شاید گیٹ پر موجود گارڈ دھیان نہیں دے رہا تھا۔" ٹیم کے رکن نے جھجھکتے ہوئے جواب دیا۔

زاویار نے کرسی کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے مزید سختی سے کہا "معذرت سے کام نہیں چلے گا۔ بغیر اجازت کوئی بھی اندر نہ آئے، یہ میرا اصول ہے،

اور آئندہ اس بات کا خاص خیال رکھنا۔ مجھے کسی غیر سنجیدہ حرکت کی

برداشت نہیں۔"

ٹیم کارکن فوراً سر ہلاتے ہوئے بولا "جی سر، آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔"

ہوا میں ہلکی خنکی تھی، مگر دھوپ اب بھی نرم اور سنہری تھی۔ حالہ

یونیورسٹی سے نکلتے ہوئے تھکی لگ رہی تھی، اس کا بیگ بار بار کندھے سے

سرک رہا تھا، اور وہ وقفے وقفے سے اسے اوپر کر رہی تھی۔ پانی کی بوتل کا ڈھکن کھول کر ایک گھونٹ لیا اور آس پاس نظر دوڑائی۔

بس اسٹاپ تک کا راستہ ہمیشہ اسے بوجھل لگتا تھا۔ راستے میں گرد اڑ رہی تھی، دکانوں کے سامنے رش تھا، اور ایک بچہ اپنی ماں کا ہاتھ پکڑے روتا جا رہا تھا۔ بس اسٹاپ پر پہنچ کر اس نے بوتل بند کی اور بیگ کے ساتھ لٹکا دی۔ آس پاس لوگ اپنے حال میں مگن تھے۔

بس آئی تو کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ لمحہ بھر کے لیے اس نے اگلی بس کا انتظار کرنے کا سوچا، مگر وقت دیکھ کر ملامت کرتے ہوئے چڑھ گئی۔

اندر دھکم پیل جاری تھی، بچے کے رونے اور موبائل پر زور زور سے بولنے کی آوازیں شور میں مزید بڑھ گئیں۔ حالہ نے بمشکل ایک کونے میں جگہ بنائی، جہاں کھڑا ہونا بھی مشکل تھا۔ بس نے ایک زوردار جھٹکے کے ساتھ حرکت کی تو حالہ کا جو ہاتھ قریب کی سیٹ پر رکھا ہوا تھا وہ اس سیٹ پر بیٹھے ہوئے ادمی کو لگا ایک ادھیڑ عمر آدمی نے مڑ کر غصے سے کہا، "ذرا دیکھ کر کھڑے ہوں!" حالہ نے معذرت کے انداز میں سر ہلایا اور اپنے بیگ کو مزید مضبوطی سے تھام لیا۔ خیالات کا ہجوم تھا——"یہ سب کب ٹھیک ہوگا؟ گھر کے حالات، یونیورسٹی کا دباؤ، یہ تھکا دینے والا سفر... کبھی تو دل کرتا ہے سب چھوڑ دوں۔"

تقریباً آدھا گھنٹہ تھکن بھرے سفر کے بعد، حالہ اپنے گھر پہنچ گئی اس نے اپنی بوتل سے ایک اور گھونٹ لیا اور گہری سانس لیتے ہوئے اپنے گھر کی طرف چلنے لگی۔ حالہ گیٹ کے قریب پہنچی تو اچانک گاڑی کے دروازے کے بند ہونے کی آواز نے اس کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی۔ وہ ٹھٹک کر رک گئی اور سر اٹھا کر دیکھا۔ زاویار، اپنی بے نیازی کے ساتھ، گاڑی کے دروازے کو بند کرتے ہوئے باہر نکلا۔ لمبا اونچا قد، اس نے سیاہ پینٹ کے اوپر بٹنز والی شرٹ اور اوپر سیاہ کوٹ پہنا ہوا تھا اور ہلکے سے بکھرے ہوئے سیاہ بال۔ حالہ نے اس لمحے اپنے دل میں ہلکی سی ناگواری کے ساتھ سوچا

"یہ میرے گھر کے ساتھ رہتا ہے؟"

زاویار نے سرسری نظر اس پر ڈالی اور جیسے اسے نہ دیکھنے کا فیصلہ کرتے

ہوئے اپنے گھر کے گیٹ کے پاس چل دیا۔ حالہ کی موجودگی کو مکمل طور پر

نظر انداز کرتے ہوئے۔ حالہ نے اسے جاتے دیکھ کر زیرِ لب کہا" مغرور

کہیں کا۔" وہ غصے میں اپنی نظریں ہٹاتے ہوئے دل ہی دل میں بڑبڑائی،

" پتہ نہیں خود کو کیا سمجھتا ہے، اتنی شان سے چل رہا ہے جیسے دنیا کا بادشاہ

ہو، پکچر ہی لے رہی تھی نا اُس دن، کچھ اور تو نہیں کر رہی تھی۔ فضول میں

تماشہ بنا رہا تھا، 'میری پرمیشن کے بغیر کیوں آئیں'... جیسے میں کوئی بڑی

واردات کرنے آئی تھی۔ عجیب شخص ہے، اپنی اوقات سے باہر۔" پھر

اس نے اپنے دوپٹے کو ٹھیک کیا اور تیز قدموں سے اپنے گھر کے اندر داخل ہو گئی۔

گھر میں داخل ہوتے ہی اس نے بیگ صوفے پر پھینکا اور ماں کو آواز دی

"امی، کچھ کھانے کو دیں۔ بہت تھک گئی ہوں!"

زبیدہ، جو باورچی خانے میں کام کر رہی تھیں، باہر آئیں اور غصے سے بولیں

"تھک گئی ہو؟ تو کیا ہم آرام کر رہے ہیں؟ تمہیں تو کچھ کرنے کی عادت ہے ہی نہیں!"

حالہ نے جھنجھلا کر کہا "امی، بس ایک بار سکون سے کھانے کو مانگ لیا اور

آپ نے لیکچر شروع کر دیا!"

زبیدہ نے چمچ کو زور سے میز پر رکھا اور کہا "سکون؟ تمہاری فیس، تمہارا

خرچہ، اور یہ رویہ! ہماری زندگی میں سکون کہاں ہے؟"

حالہ غصے میں کچھ کہے بغیر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی اور دروازہ بند کر

لیا۔ بیڈ پر لیٹتے ہوئے اس نے گہری سانس لی "زندگی اتنی مشکل کیوں

ہے؟"

☆☆☆✦☆☆☆

زاویار جب دروازہ کھول کر اندر آیا تو اندر کی خاموشی میں جیسے ایک ہلکی سی سرسراہٹ ہوئی۔ وہ تھکا ہارا تھا، اس کی نظریں صوفے پر جا ٹھہریں جہاں زارا اور شاہمیر بیٹھے تھے۔ دونوں بہن بھائی کے قہقہوں کی آوازیں پورے کمرے میں گونج رہی تھیں۔ زارا شاہمیر کو کچھ بتا رہی تھی، اور شاہمیر اپنی مخصوص مزاحیہ انداز میں باتیں کر رہا تھا۔

زاویار جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا، شاہمیر نے فوراً موقع پر چھلانگ لگائی اور زارا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"زارا، دیکھو، شہزادہ آیا ہے اب صرف دلہن کی کمی رہ گئی ہے۔"

زاویار نے تھکے ہوئے انداز میں صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا "شامی، آج کا دن چھوڑ دو، پلیز۔ دماغ پہلے ہی بھنا ہوا ہے۔"

زارا نے ہنستے ہوئے کہا "بھائی، یہ بھنا ہوا دماغ بھی ٹھیک ہو جائے گا اگر شادی کر لو۔ ورنہ سچ میں، چائے کے ساتھ اکیلے بسکٹ کھاتے کھاتے زندگی گزر جائے گی!"

"اور اگر چائے ختم ہو گئی تو؟ پھر خالی کپ کے ساتھ بیٹھے رہیں گے؟"

شاہمیر نے جھٹ سے کہا۔

زاویار نے ان دونوں کو گھورتے ہوئے کہا" تم دونوں کو اور کوئی ٹاپک نہیں ملا؟"

شاہمیر نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا" ارے زاویار ہم تمہارا بھلا سوچ رہے ہیں۔ دیکھو، ہم خود دلہن تلاش کرنے نکل سکتے ہیں۔ زارا سے مشورہ لے کر فیصلہ کرلوں گا۔"

زارا نے فوراً کہا" ارے، کیوں نہیں! میں نے تو پہلے ہی بھائی کے لیے پیاری سی لڑکی دیکھی ہوئی ہے"

زاویار نے چونکتے ہوئے ماتھے پر ہاتھ رکھا اور فوراً کہا "زارا، پلیز۔۔۔ یہ

ڈرامہ بند کرو۔"

شاہمیر، جو زارا کی بات پر خاصا پر جوش ہو چکا تھا، جلدی سے زارا کے

قریب ہوا اور انتہائی دلچسپی سے بولا "کون؟ کون ہے وہ؟ زارا، مجھے بھی

بتاؤ! یہ راز اکیلے کیوں رکھ رہی ہو؟"

زارا نے مصنوعی رازداری سے ادھر ادھر دیکھ کر آہستہ سے کہا "شامی،

وعدہ کرو، کسی کو نہیں بتاؤ گے۔"

شاہمیر نے فوراً سینے پر ہاتھ رکھا اور مذاقاً قسم کھاتے ہوئے بولا "میں کیوں کسی کو بتاؤں گا؟ بس تم جلدی سے نام لو۔"

زارا نے سنجیدگی کا ڈرامہ کرتے ہوئے کہا "وہ ماہا ہے، میری دوست۔ کل آئی تھی، یاد ہے؟ بھائی نے بھی اسے دیکھا تھا۔"

شاہمیر نے آنکھیں پھیلا کر حیرانی کا اظہار کیا "اوہ! وہ؟ جو بھائی سے کل سلام کرتے ہوئے کہہ رہی تھی 'آپ کافی سنجیدہ لگتے ہیں؟' یہی لڑکی؟"

زارا نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "ہاں، وہی۔ اور اس کے جاتے ہی بھائی نے پورے دو منٹ تک چپ رہ کر دیوار گھورنا شروع کر دی تھی۔"

زاویار، جواب تک ضبط کرنے کی کوشش کر رہا تھا، سخت لہجے میں بولا

"زارا، میں نے کچھ نہیں کیا تھا،اور تمہیں تو خاص طور پر یہ سب بند کرنا

چاہیے۔"

شاہمیر نے موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا اور مزید چھیڑتے ہوئے کہا"زاویار

اب مان لو۔دیوار گھورنا بھی محبت کی ابتدائی علامت ہے۔ماہا کے بارے

میں کیا خیال ہے؟"

زاویار نے گہری سانس لے کر دونوں کو گھورتے ہوئے کہا"میرا خیال

ہے، تم دونوں کو فوراً چپ ہو جانا چاہیے، ورنہ دیوار پر سر مارنے والی

علامتیں شروع ہو جائیں گی۔"

زارا اور شاہمیر کے قہقہے مزید بلند ہو گئے، اور زاویار نے صوفے پر ٹیک لگا کر خود کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اب اس کے یہ دونوں بہن بھائی شروع ہو گئے ہیں تو اب ان کا منہ نہیں بند ہو سکتا تھا۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

شام کا وقت تھا، حالہ نے اپنی نیند سے بوجھل آنکھوں کے ساتھ کمرے سے باہر قدم رکھا۔ وہ یونیورسٹی سے واپس آئی تھی اور سیدھا بستر پر جا کر سو گئی تھی، لیکن اب تک کچھ گھنٹے گزر چکے تھے اور وہ تھوڑی چپ چاپ، سر

جھکائے باہر نکلی۔ کچن میں امی کھانا بنا رہی تھیں اور مریم سبزی کاٹ رہی تھی، سامنے عادل فون میں مصروف تھا، اور ابو اخبار پڑھ رہے تھے۔

حالہ کے کمرے سے نکلتے ہی مریم نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "اٹھ گئی ہیں آپ محترمہ؟"

حالہ نے سر جھکا کر کہا "ہاں، بس سر تھوڑا دکھ رہا ہے، چائے بنا دو پلیز۔"

مریم نے ہنستے ہوئے کہا "چائے تو بن جائے گی، لیکن جاؤ پہلے صحیح سے منہ دھو، تمہاری آنکھوں میں نیند اب بھی باقی ہے۔"

اسی دوران زبیدہ خادم کچن سے آکر حالہ کے قریب آئیں اور کہا "بیٹا اٹھ گئی ہو تو بیٹھو۔ ابو تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

حالہ نے الجھی ہوئی نظروں سے زبیدہ خادم کی طرف دیکھا اور کہا "کیا بات ہے، امی؟"

"ایک ضروری بات ہے... تمہارے امتحان ختم ہو گئے ہیں، تو سوچا اب تم سے یہ بات کرلی جائے۔"

حالہ جا کر صوفے پر ریاض خادم کے سامنے بیٹھ گئی۔ زبیدہ خادم نے ایک گہری سانس لی اور ریاض خادم کی طرف اشارہ کیا۔ ریاض خادم نے نرم

لیکن سنجیدہ لہجے میں کہا" ہم نے سوچا ہے کہ اب تمہاری شادی کردی جائے۔ ہم تمہارے لیے اچھا رشتہ دیکھیں گے، کیونکہ ہماری موجودہ مالی حالت تمہیں مزید پڑھانے کی اجازت نہیں دیتے۔"

حالہ کی آنکھوں میں حیرانی کی جھلک آئی "کیا مطلب؟" حالہ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھی اور فوراً بولی "یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟ ابو، آپ کیسے یہ فیصلہ کر سکتے ہیں؟ ابھی تو میری زندگی کا آغاز ہوا ہے، میری پڑھائی بھی ابھی مکمل نہیں ہوئی۔ میں شادی نہیں کر سکتی"

اسے سمجھ ہی نہیں آیا کہ یہ سب کیا ہے ایک دم یہ شادی کا ٹاپک کہاں سے اگیا۔

"حالہ، ہم تمہیں بہت چاہنے کے باوجود یہ فیصلہ کر رہے ہیں۔ تمہیں سمجھنا ہوگا، ہمیں تمہاری پڑھائی کے اخراجات پورے کرنے میں مشکل ہو رہی ہے، اور تمہارے لیے یہ بہتر ہوگا۔ تمہیں معلوم ہے نا، میری نوکری بھی ختم ہوگئی ہے۔ جو کام تھا، وہ بھی ہاتھ سے نکل گیا۔" ریاض خادم کی آواز میں تھوڑی شدت تھی۔

حالہ کا چہرہ غصے سے لال ہوگیا "نہیں! میں شادی کے لیے تیار نہیں ہوں، اور نہ ہی میں اپنی زندگی کا ایسا فیصلہ آپ سے بنوا سکتی ہوں!"

"ہم نے تمہارے لیے یہ سب سوچا ہے، تمہیں ہمیں سمجھنا ہوگا۔" زبیدہ خادم کی آواز میں سختی تھی۔

حالہ کی آنکھوں میں غصہ اور مایوسی کا ملا جلا تاثر تھا۔ اس نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا "آپ نہیں سمجھ رہی، امی! میں نے ابھی تک کچھ نہیں کیا، میرا ارکیٹیکچر کے شعبے میں اپنا خواب ہے، میں خود اپنی زندگی جینا چاہتی ہوں، میری مرضی کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا!" حالہ کی آنکھوں میں نمی آ گئی "میں نہیں مانوں گی! میں اپنی زندگی کے بارے میں خود فیصلہ کرنا چاہتی ہوں!"

"حالہ تمہیں سمجھنا ہو گا... ہمارے پاس اب اتنے اخراجات نہیں ہیں کہ ہم تمہاری مزید پڑھائی کروا سکیں۔"

"آپ لوگ چاہتے ہیں کہ میں اپنی پڑھائی ادھوری چھوڑ دوں؟" حالہ کی آنکھوں میں نمی تھی۔ "آپ لوگ کتنی آسانی سے کہہ رہے ہیں کہ آگے پڑھائی نہیں کرا سکتے، شادی کر لو... واہ! میرے خواب؟۔۔۔۔ خوابوں کا کیا ہو گا؟" اس کا لہجہ غصے اور مایوسی سے بھرا تھا، "جو کر لیں، میں پڑھائی نہیں چھوڑوں گی! میں اپنی پڑھائی مکمل کروں گی، اگر آپ لوگوں کے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں کہ مجھے آگے پڑھا سکیں، تو میں خود اپنے اخراجات پورے کر لوں گی، خود کوئی انٹرن شپ، پارٹ ٹائم جاب کر لوں گی، مگر میں اپنی پڑھائی ادھوری نہیں چھوڑوں گی، سن لیا آپ لوگوں نے؟"

مریم چپ چاپ سب کچھ دیکھ رہی تھی، وہ تھوڑی حیران تھی لیکن اس نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ حالہ کا غصہ اتنا بڑھ چکا تھا کہ وہ فوراً سیڑھیاں اوپر چڑھتے ہوئے کمرے کی طرف بڑھ گئی، اور دروازہ بند کر لیا۔

☆☆☆✦☆☆☆

حالہ کا دل بوجھل تھا۔ کھانے کی میز پر ہونے والی باتوں نے اس کی ساری توانائی نچوڑ لی تھی۔ کمرے میں پہنچتے ہی وہ ضبط کھو بیٹھی اور زور زور سے

رونے لگی اور اس نے اپنے بستر پر بیٹھتے ہوئے جلدی سے موبائل اٹھایا اور اسرا کا نمبر ڈائل کیا۔

اسرہ نے چند گھنٹیوں کے بعد کال اٹھائی۔ "ہاں حالہ، سب خیریت؟" اسرا کی آواز ہمیشہ کی طرح چمک دار اور بے فکر تھی۔

"اسرا...!" حالہ نے دھیمی آواز میں کہا، لیکن اس کے لہجے میں چھپے درد نے سب کچھ ظاہر کر دیا۔

"کیا ہوا، حالہ؟ تم رو رہی ہو؟" اسرا کی آواز فوراً سنجیدہ ہو گئی۔

"امی اور ابو کہہ رہے ہیں کہ وہ میری پڑھائی چھڑوا دیں گے" حالہ نے روتے ہوئے کہا۔ "کہہ رہے ہیں کہ اتنے پیسے نہیں ہیں۔ اور اوپر سے... شادی کی بات کر رہے ہیں۔"

"کیا؟ یہ سب اچانک؟" اسرا نے حیرت سے کہا۔ "تمہارے ابو کو تو ہمیشہ تمہاری پڑھائی پر فخر تھا، پھر یہ سب کیوں؟"

"پیسوں کی بات ہے، اسرا، وہ کہتے ہیں کہ میری شادی زیادہ ضروری ہے۔ اور میں... میں یہ سب کیسے قبول کروں؟" حالہ کے آنسو اور تیز ہو گئے۔

اسرا نے ایک گہری سانس لی "دیکھو حالہ، سب سے پہلے تو اپنے آنسو پونچھو۔ تمہیں اس وقت پرسکون ہونے کی ضرورت ہے تاکہ ہم اس مسئلے کو سمجھ سکیں۔"

"پرسکون؟ کیسے؟ جب سب کچھ ختم ہو رہا ہو؟" حالہ نے بے بسی سے کہا۔

"کچھ بھی ختم نہیں ہو رہا، حالہ۔ تم بس گھبرا رہی ہو۔ دیکھو، تمہارے ماں باپ تمہیں خوش دیکھنا چاہتے ہیں، اس لیے وہ اپنی طرف سے جو بہتر سمجھتے ہیں، وہ کر رہے ہیں۔ لیکن تمہیں انہیں سمجھانے کی ضرورت ہے کہ تمہاری خوشی کس میں ہے۔"

"میں نے کوشش کی، اسرا لیکن وہ نہیں مان رہے۔ ابو نے تو صاف کہہ دیا کہ مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوگا اگر میں مزید پڑھائی کروں۔ اور وہ مجھے خوش دیکھنا چاہتے ہیں؟ کبھی نہیں وہ مجھے خوش دیکھنا چاہتے ہوتے تو میری مرضی کے خلاف فیصلے نہ کر رہے ہوتے"

"حالہ، تمہیں اپنی بات پر ڈٹے رہنا ہوگا۔ یہ تمہاری زندگی ہے، اور تمہیں وہی کرنا چاہیے جو تمہارے خوابوں کے لیے ضروری ہو۔" اسرا کی آواز میں یقین تھا۔ "دیکھو، اگر تمہیں واقعی لگتا ہے کہ تمہارے گھر والے ابھی نہیں سمجھیں گے، تو کوئی اور راستہ نکالو۔"

"کون سا راستہ؟" حالہ نے مایوسی سے پوچھا۔

"پہلے خود کو مضبوط کرو۔ میں کل تم سے ملتی ہوں، اور ہم کوئی حل نکالیں گے۔ لیکن تب تک، یہ سوچنا چھوڑ دو کہ کچھ ختم ہو رہا ہے۔ کچھ بھی ختم نہیں ہوتا جب تک ہم خود ہار نہ مان لیں۔ اور یاد رکھو، میں تمہارے ساتھ ہوں، ہمیشہ۔"

حالہ نے خاموشی سے اس کی بات سنی، اور کچھ دیر کے لیے آنسو پونچھتے ہوئے کہا" تمہیں پتہ ہے، اسرا میرے پاس تمہارے علاوہ کوئی نہیں جس سے میں یہ سب کہہ سکوں۔ جس سے میں اپنے دل کا حال بیان کر سکوں"

اسرا ہنس پڑی۔ "اور مجھے فخر ہے کہ میں تمہارے لیے یہ کر سکتی ہوں۔

اب جاؤ، کچھ آرام کرو، اور خود کو یقین دلاؤ کہ یہ وقت بھی گزر جائے گا،

حالہ۔"

حالہ نے سر ہلایا، اسرا اسے دیکھ نہیں سکتی تھی لیکن اس کی آواز میں ایک

ہلکی سی ہمدردی اور حوصلہ تھا جس نے حالہ کے دل میں ایک چھوٹی سی امید

جگائی۔ اس نے کال بند کی، اور گہری سانس لے کر خود کو تھوڑا بہتر محسوس

کرنے کی کوشش کی۔

شاید وہ صحیح کہہ رہی تھی؛ یہ وقت بھی گزر جائے گا، اور حالہ کو اپنی لڑائی

خود لڑنی ہو گی۔

☆☆☆✦☆☆☆

شاہمیر بستر پر نیم دراز، بے حد آرام دہ حالت میں کمبل میں لپٹا اپنی فلم دیکھنے میں مصروف تھا۔ کمرے کا ماحول ہمیشہ کی طرح بے ترتیبی کا شکار تھا۔ تکیے بے ترتیب انداز میں اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے تھے، اور کمبل کا ایک کونہ فرش پر لٹک رہا تھا۔ بستر کے قریب میز پر چپس کے خالی پیکٹ اور کولڈ ڈرنک کا ڈھکن کھلا ہوا پڑا تھا۔

اس کے چہرے کے سامنے ایک لیپ ٹاپ پڑا ہوا تھا جس کی اسکرین پر ایک پرانی کامیڈی فلم چل رہی تھی، اور وہ ہنس ہنس کر دہرا ہو رہا تھا۔ اچانک دروازہ کھلنے کی آواز آئی، اور زارا اندر داخل ہوئی۔ شاہمیر نے بنا سر اٹھائے، ہنستے ہوئے کہا "ابھی کیا ہے زارا؟ دیکھ نہیں رہی؟ تاریخ کی سب سے اہم فلم دیکھ رہا ہوں۔" زارا نے ایک لمحے کے لیے توقف کیا، پھر سنجیدگی سے بولی، "شاہمیر، مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔" شاہمیر نے ناک چڑھاتے ہوئے جواب دیا، "ضروری باتیں انتظار کر سکتی ہیں، لیکن یہ مزاحیہ سین دوبارہ نہیں آئے گا۔ تھوڑا صبر کر لو!"

زارا نے کوئی جواب نہ دیا اور سیدھے چلتی ہوئی اس کے سامنے آئی۔ وہ فلم میں اتنا مگن تھا کہ اس نے نوٹس بھی نہیں کیا جب زارا نے آگے بڑھ کر اس کا لیپ ٹاپ بند کر دیا۔

"ارے! زارا، مسئلہ کیا ہے یار اتنا اچھا سین تھا!" شاہمیر بیڈ پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا "اب بولو، کیا آفت آگئی ہے؟"

زارا نے گہری سانس لی اور بولی "مجھے تمہاری مدد چاہیے، اور اس بار نہ مت کہنا۔"

شاہمیر نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا" جب تم ایسے ڈرامائی انداز میں

داخل ہوتی ہو، تو میں ہمیشہ جان لیتا ہوں کہ کچھ بڑا ہونے والا ہے۔ بولو،

کس کا رشتہ جوڑنے جا رہی ہو اس بار؟"

زارا نے آنکھیں گھما کر جواب دیا" بالکل صحیح۔ اس بار زاویار بھائی اور

میری دوست ماہا کی بات کرنی ہے۔" شاہمیر نے حیرت سے اس کی طرف

دیکھا" کیا؟ زاویار اور ماہا؟ تم سیریس ہو؟ مجھے تو لگا کہ تم مذاق کر رہی تھی

اس وقت زاویار کے سامنے۔۔۔ یہ تمہیں کب سے خیال آگیا؟ اور

ویسے، مجھ سے تمہیں کیا امید ہے؟"

زارا نے سنجیدگی سے کہا" ماہا بہت اچھی لڑکی ہے، اور وہ زاویار بھائی کے لیے بہترین رہے گی۔ وہ سمجھدار ہے، شریف ہے، اور ہماری فیملی کے ساتھ ایڈجسٹ بھی کر سکتی ہے۔ مجھے پوری امید ہے کہ وہ زاویار بھائی کے لیے صحیح انتخاب ہے۔"

شاہمیر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا" تو ٹھیک ہے، مان لیا وہ بہت اچھی ہے، لیکن مجھ سے تمہیں کیا چاہیے؟ میں زاویار کی شادی کروانے کا ایجنٹ تھوڑی ہوں۔"

زارا نے مایوس لہجے میں کہا" مجھے تم زاویار بھائی کو منانے میں مدد کرو۔ وہ اگر مان جائیں تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

شاہمیر نے مصنوعی حیرت سے کہا"اور یہ بتاؤ، ماہا کا کیا کہنا ہے؟ وہ شادی کرنا بھی چاہتی ہے یا بس تم نے اپنی طرف سے پلاننگ کرلی ہے؟"

"ماہا کچھ نہیں چاہتی۔ اس کے والدین پہلے ہی اس کے لیے لڑکا دیکھ رہے ہیں، اور اس کا رشتہ ہو جائے گا تو منگنی کر کے دو مہینے بعد وہ کینیڈا جا رہی ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ وہ کسی اور کے ساتھ شادی کر کے دور چلی جائے۔ اور ویسے بھی، زاویار بھائی بھی اسی دوران چلے جائیں گے۔ اگر کچھ کرنا ہے، تو اب ہی کرنا ہوگا!"

"اوہ، تو تمہاری اسکیم یہ ہے کہ ان دونوں کو جانے سے پہلے باندھ دو؟ جیسے

وہ دونوں بورڈنگ پاس کے بجائے شادی کے سرٹیفکیٹ کے ساتھ

جائیں؟"

زارا نے سخت لہجے میں کہا" شاہمیر! یہ مذاق کی بات نہیں ہے۔ مجھے لگتا

ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے بہترین ہیں۔"

"تو مجھے کیوں گھسیٹ رہی ہو اس میں؟" شاہمیر نے کندھے اچکاتے ہوئے

کہا

"کیونکہ زاویار بھائی تمہاری بات سنتے ہیں۔اگر تم بات کرو گے، تو وہ شاید سوچیں۔اور تم ہی ہو جوان کے مزاج کو سمجھتے ہو۔"

شاہمیر نے سنجیدگی سے زارا کی بات سنی اور تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہو گیا۔پھر آہستہ سے کہا "ٹھیک ہے، میں تمہاری مدد کرنے کی کوشش کروں گا مگر اس کے بدلے مجھے پیسے چاہیے!"

زارا نے مسکراتے ہوئے کہا "ڈیل!"

شاہمیر نے دوبارہ لیپ ٹاپ کی سکرین کھول لی۔ زارا نے ایک نظر پورے کمرے پر ڈالی اور گہری سانس لیتے ہوئے بولی "شاہمیر، تمہیں کبھی صفائی کا خیال نہیں آتا؟"

شاہمیر نے نظریں اسکرین سے ہٹائے بغیر کہا "زندگی پہلے ہی اتنی پیچیدہ ہے، کمرے کو صاف کرکے اور پریشان نہیں کرنا چاہتا۔"

زارا نے تکیے اور کمبل ایک طرف ہٹاتے ہوئے بستر پر جگہ بنائی اور بیٹھ گئی۔

"اچھا، اب چھوڑو یہ فلسفے، اور بتاؤ کہ اب کیا کرنا ہے؟"

شاہمیر نے ایک پل کے لیے نظریں اسکرین پر جمائے رکھی، پھر لیپ ٹاپ سائیڈ پر رکھ دیا اور کمرے کی دیوار کو گھورتے ہوئے کہا" صبر... سوچنے تو دو۔" ایک لمحے بعد، اس نے اچانک کہا" ماہا کی کچھ تصویریں مجھے بھیجو۔"

زارا نے چونک کر پوچھا" کیوں؟ تصویریں کیوں؟"

"ارے، بھیجو نا... پھر بتاتا ہوں۔" شاہمیر کا انداز مشکوک تھا، مگر اس کی باتوں میں کچھ ایسا تھا جو زارا کو مزید متجسس کر گیا۔

زارا نے چند لمحے سوچا اور پھر اپنے موبائل سے ماہا کی چند تصاویر واٹس ایپ کر دیں۔" اب کیا کرو گے؟"

شاہمیر نے مسکراہٹ کے ساتھ کہا "ایک منٹ، رکو... بتاتا ہوں۔"

زاویار، اپنے کمرے میں روشنیوں کی مدھم چمک اور سکون کے ساتھ، لیپ ٹاپ پر جھکا ہوا تھا۔ میز پر کافی کا بھاپ اڑاتا ہوا کپ رکھے، وہ کسی ضروری پریزنٹیشن کے آخری نکات کو ٹھیک کر رہا تھا۔ کمرے میں مکمل خاموشی تھی، سوائے لیپ ٹاپ کے کی بورڈ پر چلتی انگلیوں کی ہلکی ہلکی آواز کے۔

اچانک، سائیڈ ٹیبل پر رکھا فون تھرتھرایا۔ زاویار نے ایک لمحے کے لیے توقف کیا، گہری سانس لی، اور کافی کے گھونٹ کے ساتھ فون اٹھایا۔ میسج کا

نوٹیفکیشن چمک رہا تھا، اور بھیجنے والے کا نام دیکھ کر وہ فوراً سمجھ گیا کہ یہ

شاہمیر کے فضول پیغامات میں سے ایک ہو گا۔

اب کیا نیا ڈرامہ لے کر آیا ہے؟ زاویار نے خود سے کہا، اور میسج کھولا۔

اسکرین پر بیس تصاویر قطار میں آویزاں تھیں۔

پہلا پیغام۔

"ماہا کی تصویریں ہیں... امید ہے آپ کو اچھی لگیں گی۔"

زاویار نے تھوڑا سا ماتھا سکیڑ کر ایک تصویر کھولی۔ ماہا کسی شادی کی تقریب

میں موجود تھی، سنہری لباس میں، ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ۔ وہ واقعی

خوبصورت لگ رہی تھی، مگر زاویار کے چہرے پر کوئی خاص تاثر نہ آیا۔ اس نے تصویر کو ایک نظر دیکھا، فون واپس سائیڈ ٹیبل پر رکھا، اور دوبارہ لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

کچھ لمحے گزرے تو فون دوبارہ تھرتھرایا۔ شاہمیر کا دوسرا پیغام آیا۔

"کیا ہوا؟ کچھ تو بولو نا! کیسی لگیں؟"

زاویار نے ایک لمحے کے لیے فون کی طرف دیکھا، پھر بے زاری سے سر جھٹک دیا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر اب جواب دیا تو یہ گفتگو کبھی ختم نہیں ہو گی۔

اس نے فون کو خاموشی پر لگا کر دوبارہ کافی کا گھونٹ لیا اور کام پر واپس توجہ دی۔

لیکن شاہمیر باز آنے والا نہیں تھا۔ چند لمحوں بعد، ایک اور میسج آیا۔

"زاویار یہ تو بتا دو، نظر آ رہی ہیں یا نہیں؟ اندھے تو نہیں ہو گئے؟"

زاویار نے جھنجھلا کر فون اٹھایا، اس بار میسجز کو نظرانداز کرتے ہوئے، سیدھا شاہمیر کا نمبر ڈائل کیا۔

"شاہمیر، تمہیں اور کوئی کام نہیں ہے؟" زاویار نے سنجیدگی سے کہا، جیسے وہ اپنی پریشانی کا اظہار کیے بغیر رہ نہ سکا ہو۔

دوسری طرف سے قہقہے کی آواز آئی "کام تو ہے! اپنے لیے بھابھی ڈھونڈ رہا ہوں۔"

"تم نے مجھے بیس تصویریں کیوں بھیجیں؟ اور کیا چاہ رہے ہو؟" زاویار کی آواز میں خفیف سی جھنجھلاہٹ تھی، مگر اس نے کوشش کی کہ خود کو پُرسکون رکھے۔

"بس، چاہ رہا تھا کہ ذرا غور کرو۔ ماہا کتنی اچھی لڑکی ہے، سوچو تو!" شاہمیر نے چمکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

زاویار نے ناک چڑھائی "مجھے اس سب میں کوئی دلچسپی نہیں۔ مجھے یہ وقت ضائع کرنے والے کام بالکل پسند نہیں۔"

"یار، ایک موقع تو دو نا، کیا پتا..." شاہمیر نے اپنی بات مکمل کرنے کی کوشش کی، لیکن زاویار نے اس کی بات کاٹ دی "شاہمیر، میں سیریس ہوں۔ اگر دوبارہ ایسا کیا تو تمہارے میسجز بلاک کر دوں گا۔"

یہ کہہ کر، زاویار نے فون رکھ دیا اور دوبارہ اپنے کام میں لگ گیا۔ اس کے چہرے پر کسی جذبات کی جھلک نہیں تھی، جیسے وہ اس ساری گفتگو کو ایک غیر ضروری رکاوٹ سمجھ رہا ہو۔

دوسرے کمرے میں شاہمیر اور زارا بیٹھے ہوئے تھے۔زارا نے اس سے

پوچھا"شامی، بولونا، تم نے کیوں تصویریں دی بھائی کو؟"

شاہمیر نے چمکتے ہوئے کہا"اس لیے تاکہ زاویار ماہا کو غور سے دیکھے۔"

زارا نے ہنستے ہوئے کہا"اور تمہیں لگتا ہے کہ بھائی ماہا کی تصویریں غور سے

دیکھیں گے؟"

شاہمیر نے کندھے اچکائے"کیا پتا؟ دیکھ لیں گے"

"تم مذاق کر رہے ہو؟ اگر یہ آئیڈیا تھا تو بہت بیکار تھا۔"

"ارے یار اسے ہی زاویار کو چڑانے کے لیے بھیجی ہیں۔ ویسے تم دن میں تین بار، بیس تصویریں بھیجتی رہنا، کیا پتا، زاویار کو ماہا پسند آجائے؟" شاہمیر نے عزم کے ساتھ کہا۔

"میں بھائی کی نیچر کو اچھی طرح جانتی ہوں، وہ کبھی ان تصویروں کو غور سے نہیں دیکھیں گے۔" زارا نے اطمینان سے کہا۔

"میرے آئیڈیا پر عمل کرو، میں نے کہا ہے نا کہ وہ دیکھ لیں گے۔ ایسے ہی تصویریں بھیجتی رہوں گی تو کیا پتا انہیں اچھی لگ جائے۔" شاہمیر نے سنجیدگی سے کہا "میں بھی بھیجتا رہوں گا۔"

زارا نے کچھ لمحے خاموش رہ کر کہا" ٹھیک ہے، ایک دن تم پہ بھروسہ کر کے دیکھ لیتے ہیں۔"

"ویسے، اتنی بھی بری نہیں ہے، پیاری ہے۔ میں بھی تمہارا بھائی تھا یار، میرے لیے بھی اسے دیکھ سکتی تھی، میں تو فوراً ہاں کر دیتا۔" شاہمیر نے مذاق کرتے ہوئے کہا۔

زارا نے چڑھتے ہوئے کہا" نہیں، تمہاری اتنی اچھی شکل نہیں ہے کہ تمہارے لیے اپنی اتنی پیاری دوست دیکھوں۔"

"بیٹا، ابھی کام بھی تم مجھ سے ہی کروا رہی ہو... جاؤ، نہیں کرتا!" شاہمیر نے گہری مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"ارے یار، مذاق کر رہی تھی، سیریس کیوں ہو جاتے ہو؟" زارا نے چہرے پر شوخی کے ساتھ کہا۔

"پھر اپنی کوئی دوسری دوست دیکھو نا، میرے لیے بھی!" شاہمیر نے اس کی طرف دیکھا، پھر سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"دفع ہو جاو!" زارا نے ہنستے ہوئے کہا، اور پھر اٹھ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔

☆☆☆✦☆☆☆

وہ اپنے کمرے میں بستر پر بیٹھی تھی۔ کمرے کی مدھم روشنی میں اس کے آنسوؤں کی چمک نمایاں ہو رہی تھی۔ وہ بار بار اپنے ہاتھوں سے آنکھیں پونچھنے کی کوشش کرتی، لیکن آنسو مسلسل بہتے جا رہے تھے۔ کھانے کا وقت گزر چکا تھا، لیکن حالہ کا دل کھانے میں لگ ہی نہیں رہا تھا۔ کمرے کی خاموشی اس کی بے بسی کو مزید بڑھا رہی تھی۔

کچھ دیر بعد دروازہ ہلکے سے کھلا، اور مریم اندر داخل ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں کھانے کی ایک پلیٹ تھی، جس میں چاول اور سالن رکھا ہوا تھا۔ وہ حالہ کے قریب آئی اور پلیٹ میز پر رکھتے ہوئے خاموشی سے اس کے پاس بیٹھ گئی۔

"حالہ، بس کر دو۔ کتنا رونا ہے؟" مریم نے نرمی سے کہا، اس کی آواز میں بہن کا درد جھلک رہا تھا۔ "امی نے بس شادی کی بات کی ہے۔ کون سا ابھی کروا رہی ہیں؟ تم اتنا دل پر کیوں لے رہی ہو؟"

حالہ نے اپنی بھیگی آنکھوں سے مریم کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں غصہ اور بے بسی ایک ساتھ جھلک رہی تھی۔ وہ ایک لمحے کے لیے خاموش رہی، پھر

بے حد دکھ بھرے لہجے میں بولی، "تم نہیں سمجھو گی، مریم۔ وہ صرف شادی کی بات نہیں کر رہے۔ وہ میری پڑھائی چھڑوانے کی بات کر رہے ہیں! وہ کہہ رہے ہیں کہ ان کے پاس میرے اخراجات اٹھانے کے پیسے نہیں ہیں!"

مریم نے حیرانی اور ہمدردی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ حالہ کو دیکھا۔ "حالہ... شاید وہ واقعی مشکل میں ہیں۔ تم جانتی ہو، امی اور ابو تم سے کتنی محبت کرتے ہیں۔ وہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ تمہارا خواب ادھورا رہ جائے۔"

حالہ نے سخت لہجے میں کہا" محبت؟ اگر وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں تو میری پڑھائی کیوں ختم کروا رہے ہیں؟ یہ میرا خواب ہے، مریم! میں نے اتنے سال اس کے لیے محنت کی ہے۔ اور اب، جب میں قریب ہوں، تو وہ مجھے کہہ رہے ہیں کہ شادی کرلو؟ میرا کیا؟ میرے خوابوں کا کیا؟"

مریم نے حالہ کی باتیں خاموشی سے سنیں، پھر اس کے قریب آکر اس کا ہاتھ تھام لیا۔ "حالہ، مجھے پتہ ہے کہ یہ سب تمہارے لیے کتنا مشکل ہے۔ لیکن تمہارا رونا کسی چیز کو ٹھیک نہیں کرے گا۔ ہمیں کوئی راستہ نکالنا ہوگا۔"

حالہ نے سر جھکا لیا، آنکھوں سے دو موٹے موٹے آنسو گر کر اس کی گود میں ٹپک گئے۔ "کون سا راستہ، مریم؟ ان کے لیے میں ایک بوجھ ہوں۔ امی نے صاف کہا ہے کہ وہ میرے اخراجات نہیں اٹھا سکتے۔"

"اور تم نے مان لیا؟" مریم نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا "حالہ، تم اتنی ہار ماننے والی نہیں ہو۔ تم نے ہمیشہ سب کو غلط ثابت کیا ہے۔ کیا تمہیں یاد نہیں جب تمہیں اسکالرشپ نہیں ملی تھی، اور تم نے اپنی محنت سے سب کچھ ممکن بنایا؟"

حالہ نے ایک لمحے کے لیے مریم کی طرف دیکھا۔ مریم کی باتوں میں یقین تھا، لیکن حالہ کے چہرے پر مایوسی برقرار تھی۔ "مریم، یہ الگ بات ہے۔

اس بار بات صرف میری نہیں، امی اور ابو کی بھی ہے۔ وہ روز کہتے ہیں کہ ہمارے پاس پیسے نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ شادی میری زندگی کے لیے بہتر ہے، کیونکہ وہ مجھ پر مزید خرچ نہیں کر سکتے۔"

مریم نے ایک گہری سانس لی، اور حالہ کی طرف جھک کر کہا" حالہ، اگر تمہارے خواب اتنے اہم ہیں، تو تمہیں ان کے لیے لڑنا ہو گا۔ لیکن لڑائی کے لیے مضبوط ہونا پڑے گا۔ اور اس کا پہلا قدم یہ ہے کہ تم اپنی حالت سنبھالو۔ آؤ، کھانا کھاؤ۔ پھر ہم مل کر سوچیں گے کہ اس کا حل کیا نکال سکتے ہیں۔"

حالہ نے پلیٹ کی طرف دیکھا، لیکن اس کے دل میں ابھی بھی بوجھ تھا۔

اس نے دھیرے سے پلیٹ اٹھائی اور ایک نوالہ لیا۔ مریم خاموشی سے اس کے پاس بیٹھی رہی، اس کے چہرے پر سکون لانے کی کوشش کرتی رہی۔

کچھ دیر بعد حالہ نے مریم کی طرف دیکھا اور کہا "شکریہ، مریم۔ تم ہو تو لگتا ہے کہ میں اکیلی نہیں ہوں۔ لیکن کیا تم واقعی سمجھتی ہو کہ کوئی راستہ نکل سکتا ہے؟"

مریم نے مسکراتے ہوئے کہا "حالہ، تم نے ہمیشہ کہا تھا کہ جہاں چاہ ہو، وہاں راہ ہوتی ہے۔ اس بار اپنی بات پر خود یقین کرو۔"

حالہ کے چہرے پر ایک ہلکی سی امید کی جھلک نظر آئی۔ شاید، ابھی سب کچھ ختم نہیں ہوا تھا۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

وہ یونیورسٹی کے باغ میں ایک بینچ پر بیٹھی تھی، کتابیں اس کے پاس رکھی تھیں مگر وہ کھلی نہیں تھیں۔ اس کے دل میں الجھنیں تھیں، آنکھوں میں نمی، اور چہرے پر ایک عجیب بے بسی کی جھلک۔ کل رات کو مریم نے تھوڑی تسلی تو دے دی تھی مگر اس کا دل ابھی بہت بے چین ہو رہا

تھا۔خیال میں بار بار امی ابو کی باتیں ارہی تھی۔وہ رونے والی تھی مگر رونا نہیں چاہتی تھی اگر رونے لگ جاتی تو سب وجہ پوچھتے اور وہ کیا بتاتی ؟اج اسرا ابھی نہیں ائی یونیورسٹی۔وہ اکیلی تھی۔

وہ کچھ لمحے اپنے خیالات میں گم رہی، پھر کتابوں کو ایک طرف رکھتے ہوئے گہری سانس لی۔"یہ سب کچھ اتنا مشکل کیوں ہے؟"وہ خود سے بڑبڑائی۔

اسی دوران پروفیسر شعیب باغ سے گزرتے ہوئے اسے دیکھ کر رک گئے۔ ان کے چہرے پر ایک نرم مسکراہٹ تھی، مگر آنکھوں میں شاگرد کی

پریشانی کو بھانپنے کا انداز بھی تھا۔ "حالہ، کیا ہوا؟ آج تم کچھ زیادہ ہی گم سم لگ رہی ہو۔ سب خیریت ہے؟"

حالہ نے سر اٹھا کر پروفیسر کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں تھکن اور بے بسی تھی۔ ایک لمحے کے لیے وہ کچھ بول نہیں سکی، پھر آہستہ سے کہا "سر، گھر کی پریشانیاں ہیں۔ ابو کہہ رہے ہیں کہ مزید پڑھائی کے پیسے نہیں ہیں، اور امی... امی تو میری شادی کی بات کر رہی ہیں۔"

پروفیسر نے سنجیدگی سے حالہ کی بات سنی اور آہستہ سے سر ہلایا۔ "یہ سب تو اکثر طالب علموں کے ساتھ ہوتا ہے، حالہ۔ لیکن تم تو ان لوگوں میں

سے ہو جو آسانی سے ہار نہیں مانتے۔ کیا کبھی اپنے مسائل کا کوئی حل نکالنے کے بارے میں سوچا؟"

حالہ نے تلخ لہجے میں کہا" حل؟ سر، ان کے لیے حل یہی ہے کہ میں پڑھائی چھوڑ دوں اور شادی کر لوں۔ میں نے ابو کو صاف کہہ دیا کہ میں تعلیم مکمل کیے بغیر کچھ نہیں کروں گی، لیکن انہیں میری بات سمجھ نہیں آتی۔"

پروفیسر شعیب نے نرم لہجے میں کہا" تو پھر تمہیں خود اپنے لیے راستہ نکالنا ہو گا۔ دیکھو، اگر تمہیں واقعی اپنی پڑھائی جاری رکھنی ہے تو ایک انٹرن شپ تلاش کرو۔ اگر تمہارے ماں باپ تمہارے اخراجات نہیں اٹھا سکتے

توتم خود پیسے کماؤاور پڑھائی کرو۔اس لیے انٹرن شپ کرواس سے نہ

صرف تمھیں تجربہ ملے گا، بلکہ تھوڑامالی فائدہ بھی ہو گا۔"

حالہ نے ایک خشک مسکراہٹ کے ساتھ کہا"انٹرن شپ ؟سر، یہ سب

کہنے میں آسان لگتاہے، مگر کسی اچھی جگہ انٹرن شپ حاصل کرنااتناآسان

نہیں ہے۔خاص طور پر میرے جیسے لوگوں کے لیے۔میں نے کل امی ابو

سے یہی کہاتھاکہ اگراپ لوگ میرے اخراجات نہیں اٹھاسکتے تومیں خود

کچھ کرلوں گی"

پروفیسر نے مسکراتے ہوئے کہا" یہ تمہاری قابلیت اور محنت پر منحصر ہے۔

زاویار سلطان کانام سناہے؟"

حالہ نے چونک کر پروفیسر کو دیکھا۔ "زاویار سلطان؟ نہیں میں ان کو نہیں جانتی"

"وہ ایک بہت قابل ارکیٹیکٹ ہیں، تم ان کے افس میں کام کر سکتی ہو"

"ان کے آفس میں کام کرنا؟ سر، وہ میرے جیسے عام طالب علم کو موقع کیوں دیں گے؟ اور ویسے بھی وہ بہت بڑے ارکیٹیکٹ ہیں"

پروفیسر نے اعتماد سے جواب دیا" تمہیں کوشش کرنی ہو گی، حالہ۔ زاویار سلطان جیسے لوگ محنت کو پہچانتے ہیں۔ وہ دیکھیں گے کہ تمہارے اندر

کتنی لگن ہے۔ میں تمہیں ان کے آفس کا پتہ دیتا ہوں۔ کل جا کر ان سے بات کرو۔"

حالہ نے سر جھکایا، "شکریہ، سر" وہ آہستہ سے بولی۔

پروفیسر نے اس کے کندھے پر ہلکے سے تھپکی دی اور آگے بڑھ گئے۔ حالہ نے ان کے جانے کے بعد گہری سانس لی۔ اس کے دل میں ایک عجیب کشمکش چل رہی تھی۔ زاویار سلطان کون تھا؟ اور کیا اسے اپنے آفس میں رکھ لیں گے؟

حالہ وہیں کھڑی ہو کر کافی دیر کچھ سوچتی رہی پھر مڑ کر کیفے کی طرف چلی گئی۔

یونیورسٹی کی کینٹین میں کافی رش تھی۔ لڑکے اور لڑکیاں، اپنے دوستوں کے ساتھ ہنسی مذاق میں مصروف تھے۔ حالہ ایک طرف اپنی کتابیں کھولے بیٹھ گئی اج اسرا ابھی نہیں ائی تھی وہ اکیلی تھی لیکن اس کی نظر بار بار کسی کو ڈھونڈ رہی تھی۔ وہ کوئی اور نہیں، بلکہ عفان تھا۔

عفان ہمیشہ سے حالہ کی نظر میں خاص تھا۔ وہ نہ صرف اپنے اصولوں اور اخلاق کی وجہ سے مشہور تھا بلکہ اس کی شخصیت کا ایک عجیب سا جادو بھی

تھا۔اس کی سانولی رنگت، گہری کالے رنگ کی آنکھیں،اور صاف ستھری، بہترین ڈریسنگ ہمیشہ حالہ کو متاثر کرتی تھیں۔

حالہ نے ایک گہری سانس لی اور اپنی کتاب پر نظریں جمائیں، لیکن اس کا دل بے چین تھا۔ جیسے ہی عفان اپنے دوستوں کے ساتھ کینٹین میں داخل ہوا، حالہ کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ عفان کا ہنستے ہوئے چہرہ اور اس کی آنکھوں میں چمک حالہ کے لیے دنیا کی سب سے حسین چیز تھی۔وہ سفید شرٹ کے ساتھ نیوی بلیو جیکٹ پہنے ہوئے تھا،اور نیچے نیوی بلیو جینز نے اس کی شخصیت کو مکمل کر دیا تھا۔

عفان نے اپنی بات چیت کے دوران قریب سے گزرتی ایک لڑکی کا بیگ

گرنے پر فوراً آگے بڑھ کر اسے اٹھایا۔

"یہ لیجیے، آپ کا بیگ۔" اس نے مسکراتے ہوئے بیگ واپس دیا۔

لڑکی نے شرمندہ ہو کر کہا "اوہ، شکریہ!"

عفان نے سر ہلاتے ہوئے کہا "کوئی بات نہیں، لیکن اگلی بار احتیاط سے۔"

حالہ نے یہ منظر دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں سوچا، کتنا مہذب اور شائستہ

ہے۔ ہمیشہ دوسروں کی مدد کے لیے تیار۔

اس کے دل میں کئی سوالات اور جذبات جنم لے رہے تھے۔ کیا عفان کبھی اس کی طرف دیکھے گا؟ کیا اس کی محبت صرف اس کے دل میں رہے گی یا اسے کبھی اظہار کا موقع ملے گا؟ وہ جانتی تھی کہ عفان اپنی دنیا میں مگن رہتا ہے، اور شاید اسے کبھی اندازہ بھی نہ ہو کہ حالہ کے دل میں اس کے لیے کیا جذبات ہیں۔ کینٹین میں عفان کے قہقہوں کی آواز گونج رہی تھی۔ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ ہلکے پھلکے موضوعات پر بات کر رہا تھا۔ حالہ کی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں، اور دل چاہ رہا تھا کہ وہ کسی طرح عفان سے بات کرے، لیکن حوصلہ نہیں ہو رہا تھا۔ پھر وہ کتاب بند کرتی ہے اور اپنا موبائل اٹھاتی ہے۔

کافی دیر گزر جاتے ہیں وہ اب تک اپنے موبائل پر ہی لگی رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں موبائل تھا، اور وہ ایک ہی ویڈیو کو بار بار دیکھ کر ہنس رہی تھی۔ اس کی ہنسی کبھی تیز ہو جاتی، کبھی دھیمی، جیسے وہ کسی اندرونی مذاق پر مسکرا رہی ہو۔ اس کے ارد گرد لڑکیوں کا ایک گروپ بیٹھا ہوا تھا، جو اپنی اپنی باتوں میں مشغول تھا۔ لیکن حالہ کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ اس کی کرسی پیچھے کو نیم جھکی ہوئی، ایک پاؤں دوسری کرسی پر رکھے، اور چہرے پر ایسی بے نیازی جیسے یہ دنیا اور اس کے لوگ اس کے لیے بالکل غیر اہم ہوں۔

سائرہ، جو ہمیشہ سے حالہ کی باتوں اور رویے سے الجھی ہوئی ہوتی تھی،

آخر کار اس سے بات کرنے کی ہمت جُٹا پائی۔

"حالہ، تم ہمیشہ اتنی اکیلی کیوں رہتی ہو؟" سائرہ نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

حالہ نے موبائل اسکرین سے نظریں ہٹائے بغیر جواب دیا "اکیلی؟ میں

اکیلی کہاں ہوں؟ مجھے اکیلے رہنا ہی اچھا لگتا ہے۔ بھیڑ میں رہ کر بھی اگر

ذہنی سکون نہ ہو تو اکیلے ہی بہتر۔"

سائرہ نے مسکرانے کی کوشش کی اور کہا "مگر دوست بنانا بھی تو ضروری

ہوتا ہے، حالہ۔ تمہاری صرف اسرا سے دوستی ہے، اور وہ بھی آج نہیں

آئی۔ تم مجھے پریشان لگ رہی ہو آج اور اسرا نہیں آئی اب اگر تمہارا کوئی اور دوست ہوتا تو تم اسکے ساتھ دل کا حال شیئر کر دیتی اب یوں اکیلے بیٹھے رہنا اچھا نہیں لگتا۔"

حالہ نے موبائل بند کیا، ایک لمبی سانس لی، اور سیدھی ہو کر سائرہ کی طرف دیکھا۔ اس کی گہری سبز آنکھوں میں ایک عجیب سی بے نیازی تھی، جس نے سائرہ کو تھوڑا سا پریشان کر دیا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ مجھے اور دوستوں کی ضرورت ہے؟" حالہ نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"ہاں، ظاہر ہے! دوست ضروری ہوتے ہیں، حالہ۔"

حالہ نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہا"دوست ضروری ہوتے ہیں، لیکن وہ دوست جو وقت پر ساتھ دیں۔ باقی لوگوں کو دل کا حال سنانے کا کیا فائدہ؟ وہ جلدی بور ہو جاتے ہیں، اور بور لوگ مجھے بالکل پسند نہیں۔"

سائرہ تھوڑا حیران ہوئی اور بولی"تو تمہیں کسی سے فرق نہیں پڑتا؟"

حالہ نے ایک لمحے کے لیے توقف کیا، پھر چہرے پر ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا

"بالکل نہیں۔ فرق پڑنے لگے تو زندگی مشکل ہو جاتی ہے، اور مشکل زندگی کا بوجھ میں اٹھانے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ اور ویسے بھی، میں اپنی نیند کسی کے لیے قربان نہیں کر سکتی۔ سو میری جو دوست ہے وہ صرف اسرا ہے اسی کے ساتھ میں ہر بات شیئر کرتی ہوں"

یہ سن کر ارد گرد بیٹھی لڑکیوں نے ایک دوسرے کو دیکھا، کچھ مسکرائیں، کچھ نے نظریں جھکا لیں، لیکن کوئی کچھ بولنے کی جرات نہ کر سکا۔ حالہ کے لہجے کی بے نیازی اور خود اعتمادی میں وہ تاثر تھا کہ کوئی اس سے بحث کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔

سائرہ نے بات جاری رکھنے کی کوشش کی "پر کبھی نہ کبھی تو ایسا ہو گا کہ تمہیں کسی کی ضرورت ہو، کوئی ایسا جو تمہیں سن سکے، تمہاری بات کو سمجھے۔"

حالہ نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا "یہ ضرورت بھی تب ہی ہوتی ہے جب انسان خود کو کمزور سمجھے۔ میں کمزور نہیں ہوں، سائرہ۔ مجھے کسی کی ہمدردی یا ساتھ کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنے دم پر خوش ہوں۔ اور اسرا ہے نہ میرے پاس۔۔۔ جب وہ ہے تو مجھے کسی اور کی کیا ضرورت؟"

پھر حالہ نے موبائل کی اسکرین کو دوبارہ کھولا اور اپنی ویڈیو دیکھنے لگی۔

لیکن اچانک اس نے موبائل بند کیا اور سائرہ کی طرف جھک کر بظاہر مزاحیہ انداز میں کہا

"اور ویسے بھی، لوگ سننے کے بجائے دوسروں کو نصیحت کرنے میں زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں۔ تو میں نے سوچا، نصیحتیں سننے کے بجائے خود کو سننا بہتر ہے۔"

سائرہ نے خاموشی سے حالہ کی بات سنی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس بات کا کیا جواب دے۔ حالہ اپنی دنیا میں مگن تھی —— ایک ایسی دنیا جہاں

جذبات کو چھپایا جاتا تھا، اور بے نیازی کی دیوار کے پیچھے چھپ کر جیا جاتا تھا۔

حالہ کی باتیں شاید تلخ تھیں، لیکن وہ سچی تھیں۔ اس کی شخصیت کی یہی کھردری خوبصورتی تھی، جو اسے دوسروں سے الگ بناتی تھی۔ حالہ کی یہ بات سائرہ کو عجیب لگی، لیکن وہ کچھ کہے بغیر چپ ہو گئی۔ حالہ کی دنیا میں کوئی زیادہ لوگ شامل نہیں تھے، اور جو تھے، وہ جلد یا بدیر اس کی تلخ باتوں اور بے نیازی سے دور ہو جاتے تھے۔ لیکن حالہ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔

اُس نے موبائل کی اسکرین کو غور سے دیکھا، جیسے اُس کی دنیا وہی چھوٹی سی اسکرین ہو، اور باقی سب غیر ضروری۔ اُس کا مزاج، اُس کی بے نیازی، اور اس کا اپنے ارد گرد کی دنیا سے کٹ کر رہنا، سب اس کے کردار کی عکاسی کرتے تھے۔ وہ حالہ تھی — ایک ضدی، لاپرواہ، اور اپنے اصولوں پر چلنے والی لڑکی، جس کے لیے دنیا کی پرواہ کرنا کبھی ضروری نہیں رہا تھا۔

اس نے اپنا فون بند کیا اور وہاں سے جانے کا فیصلہ کیا۔ جیسے ہی وہ اٹھی، عفان کی نظر اس پر پڑی۔

"حالہ؟" عفان نے اسے روکتے ہوئے کہا "آپ کے ہاتھ سے یہ کتاب گر رہی ہے۔"

حالہ نے فوراً کتاب تھام لی اور ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا

"شکریہ۔"

عفان نے دوستانہ لہجے میں کہا "آپ ہمیشہ اتنی کتابوں میں گم کیوں رہتی

ہیں؟ کبھی اپنے لیے بھی وقت نکالیے۔" حالہ کا دل چاہ رہا تھا کہ یہ وقت

تھم جائے۔ اس نے دھیرے سے مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا

"کوشش کروں گی۔" کہہ کر وہ فوراً وہاں سے چلی گئی۔

☆☆☆✦☆☆☆

دن کا وقت تھا، دھوپ دھیمی سی لیکن واضح، حالہ گھر کے گیٹ کے سامنے کھڑی تھی، بار بار گھنٹی بجا رہی تھی، لیکن اندر سے کوئی جواب نہیں آ رہا تھا۔ پیشانی پر تیوری چڑھی ہوئی اور چہرے پر صاف غصہ نمایاں تھا۔ آخر کار، اس نے تھک ہار کر اپنے بیگ سے فون نکالا اور گھر پر کال ملائی۔

فون کی دوسری طرف کچھ دیر گھنٹی بجی، پھر زبیدہ خادم کی آواز آئی "ہاں، حالہ؟"

حالہ نے جھنجھلاتے ہوئے کہا"امی ! دروازہ کیوں نہیں کھل رہا؟ میں کب سے گھنٹی بجارہی ہوں، آپ لوگ ہیں کہاں ؟"

"ہم باہر ہیں، مال پر شاپنگ کرنے آئے ہیں۔"زبیدہ نے نارمل انداز میں جواب دیا

یہ سن کر حالہ کا خون کھول اٹھا۔"آپ لوگ شاپنگ کرنے گئے ہیں؟اور مجھے بتانے کی زحمت بھی نہیں کی؟ میں یہاں دھوپ میں کھڑی ہوں، پاگلوں کی طرح دروازہ بجارہی ہوں،اور آپ سب مزے سے مال گھوم رہے ہیں؟"

زبیدہ نے ہلکا سا قہقہہ لگایا" حالہ، زیادہ غصہ مت کرو، ہم جلدی آجائیں گے۔"

حالہ نے اپنے غصے کو قابو میں رکھنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا

" جلدی؟ کب جلدی؟ مجھے تو گھر کے باہر کھڑے ہو کر گھنٹے ہو گئے، کم از کم ایک فون کر دیتیں، میں کہیں اور یا اسرا کے گھر چلی جاتی یا کسی کے ساتھ وقت گزار لیتی۔"

زبیدہ نے لاپرواہی سے جواب دیا" اچھا، اچھا، ہم تمہیں بھول گئے۔اب کیا کریں؟ بس تھوڑی دیر اور رک جاؤ، ہم آرہے ہیں۔"

حالہ نے فون بند کرنے سے پہلے انتہائی جھنجھلاہٹ سے کہا"اپ لوگ میرے ساتھ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ میں اپ لوگوں کو کیسے بھول گئی؟ میرے انے کا بھی تو انتظار کر سکتے تھے نا مجھے بھی تو لے کر اپنے ساتھ جا سکتے تھے نا؟"اس کی انکھوں میں اب نمی انے لگی۔

زبیدہ نے پھر ہنستے ہوئے کہا" حالہ، زیادہ نہ بولو، شاپنگ کرنی ضروری تھی۔ کچھ سردیوں کے کپڑے لینے تھے۔ ہم تمہیں نہیں بھولے تم شام کو یونیورسٹی سے چار بجے گھر لوٹتی ہو اور ہمیں دن کو ہی نکلنا تھا تاکہ ہم جلدی ا جائیں۔ پھر اکر کھانا بھی تو مجھے ہی بنانا ہوتا ہے کون سا تم بناتی ہو؟ ابھی آتے ہیں۔ بس نکلنے ہی والے ہیں۔"

"شاپنگ کرنے کے لیے تو اپ لوگوں کے پاس بہت پیسہ ہے مگر میری تعلیم میں اپ لوگوں کو بس مسئلہ ہو رہا ہے" کہہ کر حالہ نے فون غصے سے بند کر دیا اور ایک گہری سانس لی "یہ گھر والے کبھی نہیں بدل سکتے۔ ان کے لیے میں ہمیشہ غیر ضروری ہوں۔" وہ دیوار کے سائے میں جا کر کھڑی ہو گئی، دھوپ سے بچنے کی کوشش کرتے ہوئے۔ دل ہی دل میں بڑبڑائی، "شاپنگ پر جانے سے پہلے ایک فون کرنا تو بنتا تھا، نا؟"

حالہ کی جھنجھلاہٹ اور غصہ اب واضح تھا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا کہ کسی نے اس کے صبر کا امتحان لے لیا ہو۔

شاہمیر بالکونی کے جنگلے سے ٹیک لگائے گہری سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا۔

کانوں میں ائیر پوڈز لگے ہوئے تھے، اور وہ اپنے پسندیدہ گانے کی دھن میں مدہوش تھا۔ ہوا میں ایک عجیب سی تازگی تھی، نیچے گلی میں ہلکی پھلکی آوازیں آرہی تھیں، لیکن شاہمیر کو ان میں کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔

اچانک، ایک غیر متوقع لمحہ آیا۔ اس کی نظریں نیچے گیٹ کے پاس جا ٹکیں، جہاں ایک لڑکی کھڑی تھی۔ اس نے پہلے تو نظر ہٹائی، لیکن پھر جیسے کسی انجان کشش نے اسے روک لیا۔ اس کی نگاہیں دوبارہ لڑکی پر جم گئیں۔ وہ حالہ تھی، جو اپنے فون پر کسی سے غصے میں بات کر رہی تھی۔ اس کے

چہرے پر پڑتی دھوپ اور ماتھے کی تیوریاں ایک الگ ہی داستان سنا رہی تھیں۔

شاہمیر نے اپنی نظریں ہٹانے کی کوشش کی، لیکن ناکام رہا۔ "یہ کون ہے؟" اس نے زیر لب سوچا۔ حالہ کے انداز میں کچھ ایسا تھا جو شاہمیر کو ٹھہر جانے پر مجبور کر رہا تھا۔ وہ معصومیت جو اس کے غصے میں لپٹی ہوئی تھی، وہ لہجہ جو جھنجھلاہٹ کے ساتھ بھی اپنا وقار نہیں کھو رہا تھا، اور وہ چہرہ جس پر دھوپ کی ہلکی روشنی جیسے چمک رہی تھی۔ شاہمیر نے بے اختیار اپنے ائیر پوڈز نکال کر ایک طرف رکھ دیے۔ اس کی توجہ اب صرف حالہ پر تھی۔ حالہ کا ہر انداز، ہر حرکت جیسے کسی خاص مقصد کے تحت ہو رہی

تھی۔وہ کبھی فون کے دوسرے طرف موجود کسی کو سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی، کبھی غصے میں ہاتھ کے اشارے کر رہی تھی،اور کبھی بے بسی سے لمبی سانس لے رہی تھی۔

"غصے میں اتنی پیاری کیوں لگ رہی ہے؟" شاہمیر کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آگئی۔اس نے تھوڑا جھک کر نیچے اور قریب سے دیکھنے کی کوشش کی۔حالہ کی آواز تو سنائی نہیں دے رہی تھی، لیکن اس کے تاثرات بول رہے تھے۔یہ لڑکی اتنی خاص کیوں لگ رہی تھی؟ وہ اس طرح کیوں دیکھ رہا تھا؟ حالہ کے چہرے کی جھنجھلاہٹ،اس کے انداز کی خوداعتمادی،

اور اس کے چہرے کی سادگی سب کچھ جیسے شاہمیر کے دل پر نقش ہو گیا تھا۔

"یار، یہ میں کیا کر رہا ہوں؟" اس نے خود کو ٹوکا، لیکن نظریں ہٹانے میں ناکام رہا۔ نیچے حالہ نے فون بند کیا اور مزید جھنجھلا کر دیوار کے سائے میں کھڑی ہو گئی۔ وہ ابھی تک غصے میں کچھ بڑبڑا رہی تھی، لیکن شاہمیر کو اب اس کا غصہ بھی دلچسپ لگ رہا تھا۔

یہ شاید نئے پڑوسی ہوں گے، اس نے اندازہ لگایا۔ لیکن بات کیا ہے؟ اتنی ناراض کیوں لگ رہی ہے؟

شاہمیر نے ایک آخری نظر ڈالی، اور ہلکا سا مسکراتے ہوئے اپنے آپ سے کہا "اچھی ہے۔ دیکھتے ہیں، شاید موقع ملا تو بات بھی ہو جائے۔" پھر وہ واپس پلٹ گیا، لیکن حالہ کا چہرہ اس کے ذہن میں کچھ دیر کے لیے ٹھہر گیا۔

☆☆☆✦☆☆☆

بڑے سے شاندار ڈائیننگ ہال میں ایک لمبی، خوبصورت ٹیبل سجی ہوئی تھی، جس پر طرح طرح کے کھانے رکھے تھے۔ ٹیبل کے ارد گرد زاویار، فراز سلطان، مہرین سلطان، شاہمیر، اور زارا بیٹھے تھے۔ آج کافی عرصے بعد سب ایک ساتھ کھانے پر جمع ہوئے تھے، لیکن زاویار غیر معمولی طور پر خاموش تھا۔

فراز سلطان نے سوالیہ نظروں سے دیکھا اور بولے "زاویار، اتنے خاموش کیوں ہو بیٹا؟ کوئی مسئلہ ہے؟"

"نہیں ڈیڈ... بس تھوڑا کام کا دباؤ تھا۔" زاویار نے دھیرے سے جواب دیا۔

شاہمیر نے چمچ کو ہاتھ میں گھماتے ہوئے شرارت سے کہا" مجھے تو زاویار کی خاموشی میں کچھ اور ہی چکر لگ رہا ہے۔ لگتا ہے کوئی لڑکی کا سین ہے۔ کہیں ماہا کی پروفائل زیادہ زوم کر کے تو نہیں دیکھ رہے تھے؟"

زاویار نے اسے نظرانداز کیا، لیکن زارا ہنس پڑی۔ مہرین سلطان نے چونک کر کہا" کیا مطلب؟ زاویار، تمہیں واقعی کوئی لڑکی پسند ہے؟"

زاویار نے فوراً جواب دیا" نہیں ممی، یہ سب بکواس کر رہا ہے۔"

شاہمیر نے زور سے ہنس کر کہا" چھپا کیوں رہے ہو؟ ماہا پر دل آیا ہے تو مان لو۔ پسند تو وہ تمہیں ہے۔"

یہ سن کر مہرین نے حیرانی سے پوچھا "ماہا؟ وہ تو زارا کی دوست ہے! زاویار، کیا واقعی تمہیں وہ لڑکی پسند ہے؟"

"نہیں ممی، مجھے کوئی لڑکی پسند نہیں۔" زاویار نے تھوڑا تیز لہجے میں کہا۔

شاہمیر نے اپنی ہنسی روکتے ہوئے کہا "ویسے میں نے جو تھوڑی دیر پہلے تمہیں پکچر سینڈ کی تھی اس میں تمہارا سنگل ٹک کیوں ارہا ہے؟ نیٹ تو بالکل ٹھیک چل رہا ہے"

"کیونکہ میں نے تمہیں بلاک کر دیا ہے"۔ زاویار نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"اور جب تک تم دونوں اپنا یہ ڈرامہ بند نہیں کرتے، تم دونوں بلاک ہی رہو گے۔"

زارا نے حیرانی سے کہا "بھائی، آپ نے مجھے بھی بلاک کر دیا؟ میں نے تو کوئی تصویر نہیں بھیجی تھی!"

زاویار نے سنجیدگی سے کہا "لیکن محترمہ، آپ بھی اس کے ساتھ برابر کی شریک ہیں۔ مجھے سب پتہ ہے کہ کل رات آپ دونوں بیٹھ کر کیا پلاننگ کر رہے تھے۔"

زارا اور شاہمیر نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور مسکرا دیے۔

مہرین سلطان نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا"وہی میں کہوں ماہا تمہیں کیسے پسند اسکتی ہے، مجھے تو وہ تمہارے لیے بالکل ٹھیک نہیں لگتی"

"کیوں ممی؟ ماہا کیوں ٹھیک نہیں؟"زارا نے فوراً جواب دیا۔

مہرین نے سمجھاتے ہوئے کہا"کیونکہ وہ بہت سادہ ہے، زیادہ باتیں نہیں کرتی۔ مجھے رونق والی لڑکی چاہیے، جو گھر میں ہنسی مذاق کرے۔ مجھے ایسی لڑکیاں نہیں پسند جو بس ایک جگہ چپ چاپ بیٹھی رہیں جو معصوم ہو۔ مجھے تو ہوشیار سمجھدار لڑکی پسند ہے"

"لیکن سادہ لڑکیاں اچھی ہوتی ہیں، چالاک تو نہیں ہوتیں۔اور ماہا بھائی کے ساتھ بہت اچھی لگے گی!..."

مہرین نے ہنس کر کہا"نہیں بھئی، زاویار کے لیے لڑکی میں اپنی پسند کی لاؤں گی۔اور وہ ماہا تو زاویار کے ساتھ بالکل اچھی نہیں لگے گی"

زاویار نے چہرے پر تھوڑا بیزار سا تاثر لاتے ہوئے کہا"اچھا، ابھی تو کھانا کھائیں۔آپ لوگ یہ رشتہ دیکھنے کی بات بعد میں کر لیجئے گا"

شاہمیر نے ہنستے ہوئے کہا"اس بات پر لگتا ہے ماہا واقعی تمہارے دل میں کہیں جگہ بنا چکی ہے!"

"شٹ اپ شاہمیر!" کہہ کر زاویار کھانے میں متوجہ ہو گیا اور شاہمیر چپ چاپ مسکراتے ہوئے اسے دیکھتا رہا۔

پھر شاہمیر کے ذہن میں حالہ کا چہرہ ابھرا، اور اس کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔

☆☆☆✦☆☆☆

رات اپنی گہرائیوں میں ڈوبی ہوئی تھی، اور ہر طرف خاموشی کا راج تھا۔ حالہ ابھی ابھی گھر لوٹی تھی۔ اس وقت گھر میں کوئی نہیں تھا تو وہ اسرا کے

گھر چلی گئی تھی، جہاں دونوں نے ایک پروجیکٹ پر کام کیا۔ گھر آتے ہی وہ اندر داخل ہوئی تو کھانے کی مہک کے بجائے پلیٹیں سمیٹنے کی آواز نے اس کا استقبال کیا۔

حالہ نے کچن کے قریب کھڑی اپنی ماں کو دیکھا، جو ٹیبل سے پلیٹیں اٹھا رہی تھیں۔ اس کے چہرے پر حیرانی چھا گئی۔

"آپ لوگوں نے کھانا کھالیا؟" حالہ نے بے یقینی سے پوچھا۔

"ہاں، کھالیا اور ختم بھی ہو گیا ہے۔" زبیدہ نے آرام سے جواب دیا۔

حالہ حیرت اور بے یقینی کے ساتھ بولی "کیا مطلب ختم ہو گیا؟ کیا آپ کو یاد نہیں تھا کہ میں نے بھی آنا ہے؟"

زبیدہ نے تھوڑی بے پرواہی سے کہا "تم اسرا کے گھر تھی، مجھے لگا شاید کھا کر آؤ گی، اس لیے تمہارے لیے نہیں بنایا۔"

حالہ کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ وہ تقریباً غصے سے چیخنے کے قریب تھی۔

"اسرا کے گھر تھی تو کیا مطلب؟ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ آپ میری بھوک کا خیال بھی نہ کریں؟ میں وہاں کچھ نہیں کھا کر آئی! آپ کو کیسے پتہ چلا کہ میں کھا کر آئی ہوں؟"

زبیدہ نے برتن رکھتے ہوئے تھوڑا سخت لہجے میں کہا" حالہ، اس میں لڑنے

کی ضرورت نہیں ہے۔ تم خود جاکر بنالو۔"

"ہاں، جیسے مجھے بہت آتا ہے کھانا بنانا!" حالہ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"کہا تو تھا تمہیں کہ کچھ سیکھ لو، لیکن نہیں! کسی کام کی تو ہو نہیں تم۔

سسرال جاکر کیا کرو گی؟"

حالہ کے چہرے پر غصے کی لکیریں اور گہری ہو گئیں۔ وہ تقریباً چیخ کر بولی

"سسرال سسرال! تنگ آگئی ہوں میں یہ لفظ سن کر۔

میرے سامنے دوبارہ سسرال کا ذکر مت کریے گا، ورنہ میں سچ میں گھر

چھوڑ کر چلی جاؤں گی !"

یہ کہہ کر حالہ غصے سے اپنے کمرے میں گئی اور زور سے دروازہ بند کر دیا۔

کمرے میں اندھیرا تھا، لیکن اس کی بھنویں تناؤ میں تھیں۔ وہ بیڈ پر بیٹھ گئی

اور خود سے بات کرنے لگی، کیا کبھی میرے بارے میں سوچا بھی ہے کسی

نے؟ ہمیشہ سے یہ لوگ میرے ساتھ ایسے ہی کرتے ائے ہیں اب تو جیسے

عادت ہی ہو گئی ہے امی کے ایسے رویوں کی۔

کمرے میں کچھ دیر خاموشی چھائی رہی۔ پھر دروازہ آہستہ سے کھلا، اور مریم اندر داخل ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک پلیٹ تھی، جس میں نوڈلز تھے۔

مریم نے نرم لہجے میں کہا" حالہ، یہ لو۔ تمہارے لیے نوڈلز بنا کر لائی ہوں۔"

حالہ نے اسے گھور کر دیکھا اور روکھے انداز میں بولی" مجھے نہیں کھانے۔ واپس لے جاؤ۔"

مریم نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا" واپس؟اور کیا کروں واپس لے جا کر؟ بلیوں کو کھلاؤں؟"

حالہ نے منہ موڑ کر کہا"تو خود کھالو۔"

مریم نے گہری سانس لی اور اس کے قریب ائی" حالہ، پلیز۔ کھالو۔ میں نے اپنا کل کا پیپر چھوڑ کر تمہارے لیے یہ بنایا ہے۔"

حالہ نے کچھ لمحے سوچا، پھر پلیٹ اس کے ہاتھ سے لے لی۔

مریم سامنے بیٹھ گئی اور اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولی"اب بتاؤ، کیوں پریشان ہو؟"

"پریشان ہوں، لیکن تھوڑا بہتر محسوس ہو رہا ہے اب۔" حالہ نے آہستہ

سے کہا

"کیوں؟ کیا ہوا؟" مریم نے پوچھا۔

"پروفیسر نے ایک انٹرنشپ کے بارے میں بتایا ہے۔ میں وہاں اپلائی کر

رہی ہوں۔"

"واہ، یہ تو بہت اچھی بات ہے! سیلری کتنی ہو گی؟"

"پتہ نہیں۔ کل جا کر معلوم ہو گا۔" حالہ نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

مریم نے پرجوش لہجے میں کہا "تو کل جاؤ گی؟"

حالہ نے نوڈلز کی پلیٹ سائیڈ پر رکھی اور مریم کے قریب ہو کر بولی

"مریم، مجھے بہت گھبراہٹ ہو رہی ہے۔ نہیں پتہ وہ مجھے رکھیں گے یا نہیں۔"

مریم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا

"پریشان مت ہو۔ تمہیں ضرور رکھیں گے۔ سب ٹھیک ہو گا۔"

حالہ نے مریم کو دیکھا اور دھیرے سے مسکرا دی۔ دونوں بہنیں کچھ لمحوں کے لیے خاموش بیٹھی رہیں۔

☆☆☆✦☆☆☆

حالہ پوری رات بے چینی کے عالم میں جاگتی رہی۔ نیند جیسے اس سے روٹھ گئی تھی۔ کمرے کی چھت کو گھورتے ہوئے اس کے دماغ میں ایک ہی سوال گردش کر رہا تھا" پتہ نہیں وہ مجھے رکھیں گے یا نہیں؟"

اس نے کئی بار خود کو سمجھانے کی کوشش کی، "حالہ، فکر مت کرو۔ تم نے اپنی پڑھائی ٹھیک سے کی ہے، تم میں قابلیت ہے۔ لیکن پھر وہی خدشہ سر اُٹھا لیتا، "کیا ہو گا اگر انہوں نے مجھے انکار کر دیا؟"

اس کا دل بوجھل تھا۔ وہ اس جگہ کو بھی ٹھیک سے نہیں جانتی تھی جہاں کل اسے جانا تھا۔ زاویار سلطان کا افس، ایک اجنبی جگہ، جہاں کوئی جان پہچان بھی نہ تھی۔ اس نے اپنے ذہن میں بار بار مختلف منظر نامے ترتیب دیے۔

"کیا وہ سخت سوالات کریں گے؟"

"اگر مجھ سے کوئی جواب نہ بن پایا تو؟"

"اگر وہ کہیں کہ ہمارے پاس آپ کے لیے کوئی جگہ نہیں؟"

یہ سب سوچتے ہوئے اس نے اپنے تکیے کو زور سے دبالیا، جیسے اس بے چینی کو نکالنا چاہتی ہو۔ کمرے میں خاموشی تھی، بس کبھی کبھار باہر سڑک پر سے کسی گاڑی کے گزرنے کی آواز آجاتی۔

حالہ نے گھڑی کی طرف دیکھا، رات کے دو بج رہے تھے۔ اس نے اپنے بیگ کی طرف دیکھا، جہاں اس کے سارے ضروری کاغذات رکھے ہوئے تھے۔ ایک لمحے کو دل چاہا کہ سب کچھ چھوڑ کر سو جائے، مگر نیند کا تو نام و نشان نہ تھا۔

حالہ، اگر تم نے ہمت نہ کی تو کبھی کامیاب نہیں ہو سکو گی۔

رات کے آخری پہر، حالہ نے تھکن سے مجبور ہو کر آنکھیں بند کیں، مگر دماغ میں اب بھی ایک عجیب سی ٹینشن سوار تھی۔

☆☆☆✦☆☆☆

صبح کی روشنی کھڑکی کے پردوں سے چھن کر کمرے میں پھیل رہی تھی۔

زاویار نے دھیرے سے آنکھیں کھولیں، جیسے ابھی نیند کا خمار باقی ہو۔ وہ بستر سے اٹھا اور ایک ہاتھ بالوں میں پھیرتے ہوئے سیدھا باتھروم کی طرف بڑھا۔ زاویار کی ہر حرکت میں ایک بے ساختہ وقار تھا۔ کمرے کی

میز پر رکھی ہوئی اس کی سلیقے سے تہہ کی ہوئی سفید کاٹن کی شرٹ اور سیاہ رنگ کی پینٹ جیسے اسی کے انتظار میں تھے۔ زاویار نے شرٹ اٹھائی اور آرام سے پہننے لگا۔ کالر سیدھے کیے، آستینیں ہلکی سی فولڈ کیں، اور آئینے میں اپنے بالوں کو ایک ترتیب دی۔ بال سلیقے سے سجے ہوئے تھے، لیکن ان میں تھوڑا سا بکھراؤ بھی تھا، جو اس کی شخصیت کو مزید دلکش بنا رہا تھا۔ اس نے اپنی کلائی پر مہنگی گھڑی باندھی اور میز سے خوشبو کی بوتل اٹھائی۔ زاویار نے اپنے گرد ہلکی سی خوشبو چھڑکی، جو فوری طور پر کمرے میں ایک تازگی بھرا احساس لے آئی۔ اس کی گہری آنکھیں اور مضبوط جبڑا آئینے میں اس کے وقار کو مزید نمایاں کر رہے تھے۔ جب وہ تیار ہو کر کمرے سے نکلا

تو صبح کی دھیمی روشنی اس کے چہرے پر پڑی۔ وہ سادہ مگر انتہائی دلکش لگ رہا تھا۔ اس کی پرسکون چال اور بے داغ انداز نے اسے ایک ایسا کرشماتی روپ دیا تھا کہ دیکھنے والا ایک لمحے کے لیے رک کر اسے دیکھے بغیر نہ رہ سکتا۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

صبح کی روشنی کمرے میں پھیل رہی تھی اور حالہ کا الارم بار بار بج رہا تھا۔ مگر حالہ کی آنکھیں نہ کھل سکیں۔ وہ نیند کی غنودگی میں دبی ہوئی تھی اور اس نے الارم بند کر کے دوبارہ اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

"صرف پانچ منٹ اور..." اس نے خود سے کہا، اور دوبارہ گہری نیند میں ڈوب گئی۔

ایک لمحہ گزرا اور اس کی آنکھوں نے دوبارہ الارم کی آواز سنی۔ اس کی آنکھیں کھلیں، لیکن یہ آدھ گھنٹے کی نیند کی حالت میں تھی اور دماغ ابھی تک سو رہا تھا۔ "کیا وقت ہو گیا؟" اس نے گھڑی کی طرف دیکھا اور فوراً بیٹھ گئی۔ "اوہ، دیر ہو گئی! مجھے انٹرویو کے لیے بھی جانا تھا آج!"

کپڑے پہن کر وہ آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی۔ کھڑے ہو کر اس نے ہلکا سا میک اپ کیا اور پرس میں اپنے ڈاکیومنٹس رکھے۔ ابھی وہ پرس بند کر رہی تھی کہ زبیدہ خادم کمرے میں داخل ہو گئیں۔

"حالہ، ایک بات کرنی ہے تم سے۔" زبیدہ نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

حالہ نے ان کی طرف دیکھا، اندازہ تھا کہ کچھ سنجیدہ بات ہونے والی ہے۔

"جی، امی؟"

زبیدہ نے گہری سانس لی اور بولیں "دیکھو بیٹا، یہ سب کچھ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ انٹرنشپ، نوکری، یہ سب فضول کی بھاگ دوڑ ہے۔ ہم تو پہلے ہی فیصلہ کر چکے ہیں کہ تمہاری شادی کرنی ہے۔ اچھی جگہ بات چل رہی ہے، اور ہمیں تمہیں پڑھانا یا نوکری کروانا مقصد نہیں تھا۔"

حالہ نے اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھا، جیسے پہلے ہی یہ سب سن کر تھک چکی ہو۔

"امی، پلیز، آج میرا انٹرویو ہے۔ آپ یہ باتیں بعد میں کر لیجیے گا۔ میرا موڈ خراب نہ کریں۔"

"موڈ خراب؟ حالہ، یہ کوئی چھوٹی بات نہیں ہے۔ تمہیں سمجھ کیوں نہیں آتی؟ نوکری کر کے کیا حاصل ہوگا؟ ہم تمہیں ایک اچھی جگہ بیاہنا چاہتے ہیں تاکہ تم خوش رہو۔" زبیدہ نے ذرا ناراضگی سے کہا۔

حالہ نے بیگ ایک طرف رکھا اور سیدھی ہو کر بولی "امی، یہ شادی والی بات بار بار کر کے آپ لوگ میری زندگی مشکل بنا رہے ہیں۔ آپ کو میری خوشی کا خیال نہیں ہے؟ میں کچھ بننا چاہتی ہوں۔ اپنی محنت سے کچھ حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

اتنے میں ریاض خادم جو شاید پہلے ہی دروازے کے پیچھے کھڑے سن رہے تھے، اندر آئے اور غصے سے بولے "تم ہماری بات ماننے سے انکار کر رہی ہو؟ ہم تمہارے بھلے کے لیے کہہ رہے ہیں۔"

حالہ نے بھی اپنے لہجے میں سختی لاتے ہوئے جواب دیا "اگر آپ لوگوں کو مجھے پڑھانا نہیں تھا، تو پھر اس وقت شادی کروا دیتے جب میں اسکول میں تھی۔ اتنی محنت کیوں کروائی؟ کیوں اتناد باؤ ڈالا کہ اچھے نمبر لاؤ؟ اب جب میں کچھ کرنے لگی ہوں، تو آپ لوگ میری زندگی بند کرنے پر تلے ہوئے ہیں!"

ریاض خادم کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"تمھیں ہمارا فیصلہ ماننا پڑے گا، حالہ! یہ بغاوت ہم برداشت نہیں کریں گے۔"

حالہ نے اپنی آنکھوں میں نمی چھپاتے ہوئے بیگ اٹھایا اور دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولی "میں بغاوت نہیں کر رہی، ابو۔ میں اپنی زندگی میں کچھ کرنا چاہتی ہوں۔ اور یہ میرا حق ہے۔ آپ لوگ پلیز میری زندگی کے فیصلے مجھ پر چھوڑ دیں۔"

"حالہ یہ بات تمھیں بہت مہنگی پڑ سکتی ہے۔" زبیدہ نے پیچھے سے کہا

حالہ نے پلٹ کر جواب دیا۔ "امی، اگر اپنی زندگی کا فیصلہ خود کرنا مہنگا ہے، تو میں یہ قیمت دینے کے لیے تیار ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ دروازہ بند کر کے باہر نکل گئی، مگر دل میں ایک چبھن سی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ یہ جدوجہد آسان نہیں ہو گی، لیکن یہ بھی جانتی تھی کہ یہ سب اس کے خوابوں کے لیے ضروری ہے۔

☆☆☆✦☆☆☆

کینٹین کے ایک کونے میں حالہ اور اسرا بیٹھی ہوئی تھیں۔ اسرا کے ہاتھ میں فرنچ فرائز کا ڈبہ تھا، جسے وہ مزے سے کھا رہی تھی، جبکہ حالہ کے چہرے پر پریشانی صاف جھلک رہی تھی۔ حالہ نے اپنی کتابوں کو سائیڈ پر رکھا اور گہری سانس لے کر اسرا کی طرف دیکھا، جو اب بھی اپنی دنیا میں مگن تھی۔

"اسرا تمہیں کچھ بتانا ہے،" حالہ نے آہستہ آواز میں کہا۔

اسرا نے فرائز کا ایک ٹکڑا منہ میں ڈال کر حالہ کی طرف دیکھا۔ "ہوں؟ کیا ہوا؟ کوئی مسئلہ ہے؟"

"فی الحال تو مسئلہ ہی مسئلہ ہے زندگی میں خیر پروفیسر شعیب نے کل مجھ سے بات کی تھی،" حالہ نے کہا، اس کے لہجے میں ہچکچاہٹ تھی۔

"پروفیسر شعیب نے؟ انہوں نے کیا بات کی؟"

"انہوں نے کہا کہ میں زاویار سلطان کے افس میں انٹرن شپ کے لیے اپلائی کروں۔"

اسرا نے چونک کر حالہ کو دیکھا۔ "زاویار سلطان؟ حالہ، وہ تو بہت بڑے آرکیٹیکٹ ہیں! یہ تو زبردست موقع ہے! میں نے سنا تھا ان کے بارے میں"

"مجھے بھی یہی کہا تھا پروفیسر نے کہ وہ بہت قابل ارکیٹیکٹ ہیں لیکن...

مجھے نہیں لگتا کہ وہ مجھے موقع دیں گے" حالہ نے بے بسی سے کہا۔"وہ کس

بنیاد پر مجھے رکھیں گے؟ میں تو بس ایک عام سی طالب علم ہوں۔"

اسرا نے فرائز کا ڈبہ ایک طرف رکھ دیا اور سنجیدگی سے حالہ کی طرف جھک

کر کہا،" حالہ، تمہارے اندر وہ سب کچھ ہے جو تمہیں یہ موقع حاصل

کرنے کے لیے چاہیے۔اور ویسے بھی، یہ پروفیسر شعیب نے تجویز کیا ہے،

وہ یونہی تمہیں یہ مشورہ نہیں دیں گے۔"

حالہ نے بے یقینی سے سر ہلایا۔ "لیکن اسرا یہ سب اتنا آسان نہیں ہے۔ وہ بڑے لوگ ہیں، ان کے سامنے جا کر بات کرنا، اپنی قابلیت کا یقین دلانا... میں ڈر رہی ہوں۔"

اسرا نے مسکراتے ہوئے ایک فرائز حالہ کی طرف بڑھایا۔ "پہلے یہ لو، کچھ کھاؤ۔ خالی پیٹ پر پریشانی اور بھی بڑی لگتی ہے۔"

حالہ نے مسکراتے ہوئے فرائز لے لیا، مگر کھانے کے بجائے اسے گھورتی رہی۔ "تم ہمیشہ مجھے زندگی اتنی اسان کیوں دکھاتی ہو؟"

اسرا نے ہنستے ہوئے کہا" کیونکہ مشکل کو آسان بنانا ہی دوستوں کا کام ہے۔ اور سچ کہوں تو، تمہیں یہ موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہیے۔ اگر تم نے یہ نہ کیا تو ہمیشہ پچھتاؤ گی۔"

"پر، اگر انہوں نے منع کر دیا تو؟" حالہ کی آواز میں گہرا خوف تھا۔

"منع کر دیا تو منع کر دیا" اسرا نے کندھے اچکائے۔ "کم از کم تم نے کوشش کی ہو گی۔ اور ویسے بھی، ان کے انکار سے تمہاری قابلیت کم نہیں ہو گی۔ یہ سوچو، اگر انہوں نے قبول کر لیا تو؟"

حالہ نے سر جھکایا اور گہری سانس لی۔ "تم صحیح کہتی ہو، لیکن پھر بھی... یہ سب میرے لیے بہت بڑا لگتا ہے۔"

اسرا نے حالہ کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا "بڑا ہی لگنا چاہیے، حالہ۔ بڑے خواب اور بڑے قدم ہمیشہ مشکل لگتے ہیں، لیکن وہی زندگی بدل دیتے ہیں۔ اور تم تنہا نہیں ہو، میں تمہارے ساتھ ہوں"۔

حالہ کے چہرے پر پہلی بار سکون کی جھلک نظر آئی۔ وہ جانتی تھی کہ اسرا کی باتوں میں وزن تھا۔ اگر اس نے قدم نہ اٹھایا تو وہ ہمیشہ اس موقع کے ضائع ہونے کا افسوس کرتی۔ اس نے دل میں فیصلہ کیا کہ وہ زاویار سلطان کے افس جائے گی، اور چاہے جو بھی ہو، اپنی محنت اور قابلیت کا یقین دلائے

گی۔ مگر پھر بھی پتہ نہیں دل میں کہیں نہ کہیں ڈر تو بہت تھا۔ حالہ نے ایک گہری سانس لی اور دھیمی آواز میں کہا "اسرا میرے گھر والے میرے ساتھ ایسا کیوں کرتے ہیں؟"

اسرا نے فرائیز کا خالی ڈبہ سائیڈ پر رکھتے ہوئے حالہ کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ "کیا کرتے ہیں؟"

حالہ کے لب ہلکے سے کانپے، آنکھوں میں ایک نمی سی بھر آئی، مگر اس نے خود پر قابو پایا۔ "یہی جو ہمیشہ ہوتا آیا ہے۔ انہوں نے ہمیشہ میرے ساتھ غلط کیا ہے۔ میرا کبھی سوچا ہی نہیں۔ پتہ نہیں کیوں، شاید میں ویسی

بیٹی نہیں تھی جیسی وہ چاہتے تھے۔ میرے برابر مریم بہت زیادہ اچھی ہے ان کے لیے، امی کی تو بہت لاڈلی ہے۔ لیکن میں؟" اس کی آواز ٹوٹنے لگی۔

اسرا سنجیدہ ہو کر اس کے قریب بیٹھ گئی۔ "حالہ، ایسا کیوں سوچ رہی ہو؟ تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے کہ وہ تمہیں کم اہمیت دیتے ہیں؟"

حالہ کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے۔ "کیوں نہ سوچوں؟ میں سب دیکھتی ہوں، سب محسوس کرتی ہوں۔ امی کو مریم میں سب کچھ اچھا لگتا ہے۔ وہ گھر کے کاموں میں مدد کرتی ہے، ہر بات مانتی ہے، اور ابو کے لیے بھی سب سے زیادہ اہم ہے۔ اور میں؟ مجھے نہ گھر کے کام پسند ہیں، نہ میں ان کی باتوں پر چلتی ہوں۔ میں چھوٹی چھوٹی بات پر لڑتی ہوں، سارا دن سوئی

رہتی ہوں، اور ہمیشہ غصے میں رہتی ہوں۔ اسی لیے امی کو بری لگتی ہوں،

اور وہ مجھے ہر بات پر سناتی ہیں۔"

"حالہ، یہ تمہارا خیال ہے۔ شاید وہ تمہیں بھی اتنا ہی پیار کرتے ہوں جتنا

مریم کو۔ تم بس خود کو کمزور مت سمجھو۔"

حالہ نے آنکھیں موند لیں، جیسے کوئی پرانی یادیں ذہن میں گھوم رہی

ہوں۔ "امی کو ہمیشہ میری یہی عادتیں بری لگتی رہیں۔ میں بچپن سے ہی

ایسی ہوں، اور بچپن سے ہی امی کے غصے اور طنز کا سامنا کرتی آ رہی ہوں۔

ابو بھی اکثر مجھے نظرانداز کر دیتے ہیں۔ مریم کو ہمیشہ میری جگہ اہمیت دی

جاتی ہے۔ وہی ان کے لیے پرفیکٹ بیٹی ہے۔ اور میں؟ میں ان کے نزدیک کبھی بھی اچھی بیٹی نہیں ہوں۔"

اسرا نے ایک لمحے کے لیے کچھ نہ کہا۔ وہ جانتی تھی کہ حالہ کا دکھ حقیقی تھا۔

"حالہ، یہ ٹھیک ہے کہ کبھی کبھی ماں باپ کے رویے غیر منصفانہ لگتے ہیں، لیکن ان کا مقصد تمہیں تکلیف دینا نہیں ہوتا۔ شاید وہ تمہیں بہتر دیکھنا چاہتے ہیں، اس لیے سختی کرتے ہیں۔ لیکن تمہیں ان سے بات کرنی چاہیے۔ انہیں اپنے دل کی بات بتاؤ۔"

حالہ نے سر جھکا لیا۔ "میں نے کبھی بات کی بھی، تو امی نے کہا، 'تمہیں تو کچھ آتا جاتا ہی نہیں۔ مریم کو دیکھو، سب کچھ سنبھال لیتی ہے۔ اور تم؟

ہمیشہ ضد اور نخرے!'ان کی باتیں دل میں چبھتی ہیں، اسرا میں چاہتی ہوں کہ وہ مجھے بھی ویسے ہی سمجھیں جیسے مریم کو۔ لیکن شاید یہ ممکن نہیں۔ اور اب میں نے بھی سب سے بات کرنا چھوڑ دیا ہے سچ بتاؤں تو میرا یونیورسٹی سے گھر واپس جانے کا دل ہی نہیں کرتا کیونکہ وہی روز کا تماشہ شروع ہو جاتا ہے"

اسرا نے ایک گہری سانس لی اور نرمی سے کہا" حالہ، تمہیں ہمت رکھنی ہو گی۔ شاید وہ تمہاری انفرادیت کو نہیں سمجھ پائیں، لیکن تمہیں اپنے آپ کو قبول کرنا ہو گا۔ اپنی خوبیوں کو پہچانو اور خود کو بدلنے کی کوشش کرو،

لیکن صرف اس لیے نہیں کہ وہ خوش ہوں، بلکہ اس لیے کہ تم اپنے لیے خوش رہو۔"

حالہ کی آنکھوں میں کچھ روشنی سی واپس آئی، لیکن اداسی کا سایہ ابھی باقی تھا۔اس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسرا کو دیکھا۔"شاید تم ٹھیک کہتی ہو، لیکن یہ اتنا آسان نہیں ہے۔"

اسرا نے اسے تسلی دی "آسان تو نہیں ہو گا، حالہ، لیکن ناممکن بھی نہیں۔ کبھی کبھار ہمیں خود اپنا سہارا بننا پڑتا ہے۔"

حالہ کی آنکھوں سے آنسو نکلنے کو بے تاب تھے، لیکن وہ انہیں زبردستی روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔اس نے اسرا کی طرف دیکھا اور دھیمی مگر لرزتی آواز میں کہا"میں ان کی ہر بات کو برداشت کر رہی تھی، اسرا ان کے طنز، ان کی ناراضگی، یہاں تک کہ ان کا مریم کو مجھ سے زیادہ اہمیت دینا۔میں سب سہہ رہی تھی، لیکن اب..."اس کی آواز بھرا گئی، اور وہ لمحے بھر کے لیے خاموش ہو گئی۔

اسرا نے نرمی سے کہا"اب کیا، حالہ؟"

حالہ نے اپنی نظریں زمین پر جھکا لیں اور پھر ایک گہری سانس لے کر بولی

"اب وہ میری پڑھائی چھڑوا رہے ہیں۔میری پڑھائی! یہ تو میں برداشت

نہیں کر سکتی۔ یہ میرا خواب ہے، میرا حق ہے۔ میں نے ہمیشہ سوچا تھا کہ میں کچھ بنوں گی، کچھ ایسا جوان کو بھی مجھ پر فخر کرنے پر مجبور کر دے۔ لیکن وہ... وہ کہتے ہیں کہ پڑھائی چھوڑ دو۔ شادی کا بول رہے ہیں"

حالہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، اور اس نے اپنی ہتھیلیوں سے انہیں پونچھنے کی ناکام کوشش کی۔ اسرا کے چہرے پر بھی اداسی کی جھلک تھی، لیکن وہ جانتی تھی کہ حالہ کو تسلی کی ضرورت ہے۔

"حالہ، دیکھو، رونا بند کرو۔ تم تو چھوٹی چھوٹی باتوں پر رونے لگتی ہو۔" اسرا نے نرمی سے کہا۔ "لیکن یہ وقت ہار ماننے کا نہیں ہے۔ اگر تم خود اپنی اہمیت کو نہیں سمجھو گی، تو وہ کیسے سمجھیں گے؟"

حالہ نے غمگیں آنکھوں سے اسرا کو دیکھا، جیسے وہ اس کی بات کو سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ "لیکن اسرا وہ میرے والدین ہیں۔ اگر وہی میرے خواب کو اہمیت نہیں دیں گے، تو کون دے گا؟ کیا میں اتنی بے وقعت ہوں؟"

"حالہ، والدین بھی انسان ہوتے ہیں، اور کبھی کبھار وہ غلط فیصلے کر لیتے ہیں۔ تمہیں ہار نہیں ماننی چاہیے۔ انہیں سمجھانے کی کوشش کرو، اور اگر وہ نہ سمجھیں، تو خود اپنی جنگ لڑو۔ تمہاری پڑھائی تمہارا حق ہے، اور اسے تم سے کوئی نہیں چھین سکتا۔"

حالہ نے اسرا کی باتوں کو غور سے سنا، اور پہلی بار اس کے دل میں تھوڑی سی امید جاگی۔ اسرا نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا، "حالہ، رونا تمہاری مشکل کا حل نہیں ہے۔ اگر تم اپنے خوابوں کے لیے کھڑی نہ ہوئیں، تو کوئی اور بھی تمہارے لیے نہیں لڑے گا۔ یہ تمہاری زندگی ہے، اور تمہیں ہی فیصلہ کرنا ہوگا کہ تم اسے کیسے جینا چاہتی ہو۔"

حالہ نے اپنی آنکھیں پونچھتے ہوئے گہری سانس لی اور دھیرے سے سر ہلایا۔ اس کے دل میں ابھی بھی درد تھا، لیکن اسرا کی باتوں نے اس کے اندر تھوڑا حوصلہ جگا دیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ آگے کا راستہ آسان نہیں ہوگا،

لیکن یہ بھی جانتی تھی کہ اگر اس نے اب ہار مانی، تو شاید وہ اپنی زندگی کے خوابوں سے ہمیشہ کے لیے دور ہو جائے گی۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

آسمان پر گہرے سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے، جن کے پیچھے کبھی کبھی روشنی کی ایک ہلکی سی جھلک دکھائی دے جاتی تھی، جیسے سورج اپنی موجودگی کا احساس دلانے کی کوشش کر رہا ہو۔ ہوا میں نمی اور بارش کی خوشبو تھی۔

حالہ یونیورسٹی کے مرکزی دروازے سے باہر نکلی تو رک کر آسمان کی طرف دیکھا۔ بادل زور سے گرجے، جیسے خبردار کر رہے ہوں کہ بارش ہونے والی ہے۔ وہ بے اختیار اپنے پرس میں ہاتھ ڈال کر پروفیسر شعیب کا دیا ہوا پتہ نکالتی ہے "یہ آفس کہاں ہو گا؟ امید ہے زیادہ دور نہ ہو"۔ خود سے بڑبڑاتی ہے۔

بادل ایک بار پھر زور سے گرجے، اور وہ بے اختیار اپنی چادر کو تھوڑا اور سختی سے لپیٹ کر بولی "اف! یہ بارش بھی آج ہی ہونی تھی؟"

پریشانی اس کے چہرے پر واضح تھی۔ وہ آج اپنے پہلے انٹرنشپ انٹرویو کے لیے جا رہی تھی، اور دل خوف اور جوش کے امتزاج سے دھڑک رہا تھا۔

حالہ نے ادھر ادھر نظر دوڑائی، شاید کوئی ٹیکسی نظر آ جائے، لیکن راستہ ویران تھا۔ وہ ایک پل کے لیے رک کر سوچنے لگی، "پیدل چل کر دیکھتی ہوں، اگر زیادہ دور ہوا تو پھر کہیں سے ٹیکسی کروالوں گی"

حالہ نے پتے پر لکھے ایڈریس کی طرف چلنا شروع کیا۔ پندرہ منٹ تک وہ مختلف گلیوں میں گھومتی رہی، لیکن افس کا کہیں دور دور تک نشان نہ تھا۔ اس کے چاروں طرف پرانے خالی مکانات تھے، جن پر ویرانی چھائی ہوئی تھی۔ وہ ایک جگہ رک کر ارد گرد دیکھتی ہے اور خود سے کہتی ہے "یہ کہاں لے آیا پروفیسر کا دیا ہوا پتہ ؟"

اس کے چہرے پر الجھن صاف جھلک رہی تھی۔ اسی دوران آسمان میں ایک زوردار کڑک ہوئی اور بارش کی پہلی بوند اس کے گال پر گری۔ وہ جلدی سے چلنے لگی تاکہ کسی محفوظ جگہ پہنچ سکے۔ لیکن بارش کی رفتار بڑھنے لگی، اور حالہ کے قدم بھی۔ اج ہی سب ہونا تھا؟ بارش بھی، اور یہ پتہ بھی!"

حالہ نے ٹیکسی روکنے کی کوشش کی، مگر کوئی رکنے کو تیار نہ تھا۔ آسمان سے بوندیں گرنے لگیں، اور حالہ نے جلدی سے اپنے قدم تیز کیے۔ لیکن جیسے جیسے وقت گزرا، وہ اور زیادہ الجھن میں پڑتی گئی۔ پانچ منٹ، پھر دس منٹ، اور اب پندرہ منٹ ہو چکے تھے، مگر زاویار سلطان کا آفس کہیں نظر نہیں آ

رہا تھا۔ راستے میں وہ کبھی دائیں دیکھتی، کبھی بائیں، اور کبھی پیچھے مڑ کر دیکھتی، جیسے کسی معجزے کی تلاش میں ہو۔

"یا اللہ! اب اگر بھیگنا ہی ہے تو کم از کم راستہ تو دکھا دے"۔

جیسے ہی وہ سڑک کے دوسری طرف جانے کے لیے بھاگی، اچانک ایک گاڑی نے زور سے بریک ماری، اور وہ زمین پر گر گئی۔ پانی کے چھینٹے اڑ کر اس کے کپڑوں اور چہرے پر پڑے، گاڑی کی رفتار زیادہ نہ ہونے کے باعث حالہ کو زیادہ چوٹ تو نہیں آئی، لیکن اس کے کپڑے کیچڑ سے بھر گئے تھے۔ گاڑی کا دروازہ کھلا، اور وہ باہر نکلا۔ اس کی اونچائی متاثر کن تھی، اور وہ اعتماد سے قدم بڑھاتا ہوا حالہ کے قریب آیا۔ اس نے سفید رنگ کی

شرٹ پہنی ہوئی تھی، جس کے نیچے بلیک پینٹ اور اوپر ایک سیاہ کوٹ تھا۔

اس کے لباس میں ٹائی نہیں تھی۔ بارش کے قطروں نے اس کے بالوں کو

ہلکا سا گیلا کر دیا تھا، لیکن وہ بال جیل کی مدد سے اس طرح پیچھے کیے گئے

تھے کہ ترتیب خراب نہ ہوئی۔ سنہری بھوری آنکھیں۔ پریشانی کے

تاثرات لیے حالہ کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ زاویار سلطان، جو عام طور پر ہر

صورت حال کو مکمل سکون سے ہینڈل کرتا تھا، اس وقت واقعی پریشان

دکھائی دے رہا تھا۔

"سوری... آئی ایم سو سوری! آپ ٹھیک ہیں؟" اس نے جلدی سے

پریشان لہجے میں کہا

حالہ نے ایک لمحے کے لیے اپنی نظریں اوپر اٹھائیں۔ وہ تھوڑا چونکی یہ وہی شخص تھا جس نے چند دن پہلے اسے عمارت کی تصاویر لینے پر جھاڑا تھا۔ اس کی پہچان میں حالہ کو دو سیکنڈ بھی نہیں لگے۔ بارش کی وجہ سے اس کے چہرے پر پانی کے قطرے گرے ہوئے تھے، مگر اس کی آنکھوں میں سنجیدگی کی جھلک نمایاں تھی۔ حالہ کے چہرے پر غصے کی لکیریں اُبھریں۔

"اندھے ہو؟ نشہ کر کے گاڑی چلا رہے تھے؟ نظر نہیں آیا کہ سامنے ایک لڑکی ہے؟" حالہ نے تلخ لہجے میں کہا اور فوراً زمین سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

اس کے کپڑے کیچڑ سے بھر چکے تھے، اور وہ پوری طرح بارش میں بھیگ چکی تھی۔ سامنے کھڑا زاویار بھی بارش میں بھیگ رہا تھا، مگر اس کا سیاہ کوٹ

اور سفید شرٹ حیرت انگیز طور پر اس کی شخصیت کو مزید جاذبِ نظر بنا

رہے تھے۔

"دیکھیں، میں واقعی معذرت خواہ ہوں۔ بارش بہت تیز تھی، اور مجھے

آپ نظر نہیں آئیں۔"

"کیا مطلب؟ میں کیا انویزیبل ہوں؟ نیند پوری نہیں کی تھی؟ تم لوگ یہی

کرتے ہو گھر سے نیندیں پوری کر کے اتے نہیں ہو اور ڈرائیونگ کے

وقت تم لوگوں کو نیند ارہی ہوتی ہے اور پھر کسی کو مار دیتے ہو" حالہ نے

اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

زاویار نے ایک لمحے کے لیے گہری سانس لی "دیکھیں، میں مانتا ہوں کہ میری غلطی تھی، لیکن اب آپ اس بات کو ختم کیوں نہیں کرتیں؟"

"ختم کر دوں؟ تمہاری غلطی سے میرے کپڑے گندے ہو گئے، میری ٹانگ میں لگی ہے، اور میرا دن خراب ہو گیا اور تم کہہ رہے ہو ختم کر دوں؟"

زاویار کی آنکھوں میں اب غصے کی جھلک تھی، مگر اس نے خود کو پر سکون رکھنے کی کوشش کی۔ وہ اس سے فضول بحث نہیں کرنا چاہتا تھا مگر یہ لڑکی بات کو ختم ہی نہیں کر رہی تھی۔

"اج میرے افس کا پہلا دن تھا کیا میں اس حالت میں جاؤں اب ؟ میرے سارے کپڑے گندے ہو گئے ہیں تمہاری وجہ سے۔۔۔اندھوں کی طرح گاڑی کیوں چلا رہے تھے ؟"

"اگر میں اندھا تھا تو اپ کی تو انکھیں تھیں نا اپ دیکھ لیتی کہ اگے سے گاڑی ارہی ہے ؟" زاویار اب زیادہ دیر برداشت نہیں کر سکتا تھا وہ بولتی ہی جا رہی تھی اس لیے وہ بھی بول پڑا۔

"اور ویسے آپ معاف تو کرنے نہیں والی پتہ نہیں میں یہاں کھڑے ہو کر اپ سے معافی کیوں مانگ رہا ہوں ؟ کیونکہ اپ نے تو اس غبارے والے کو بھی اس کی چھوٹی سی غلطی میں معاف نہیں کیا تھا مجھے کیا کریں گی ؟"

"اپنی بکواس تم بند رکھو ٹھیک ہے؟ ایک تو میرا نقصان کیا ہے میرے کپڑے گندے کیے میری ٹانگ میں بھی چوٹ ائی ہے اور اوپر سے بول بھی مجھے ہی رہے ہو؟"

"میں نے آپ سے معافی مانگ لی ہے۔ اور ہاں، اگر آپ کو واقعی لگتا ہے کہ میری وجہ سے آپ کی ٹانگ میں چوٹ آئی ہے، تو میں آپ کو آپ کے مقام تک چھوڑ دیتا ہوں۔ اس سے مسئلہ حل ہو جائے گا۔"

"مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں ہے! اور تمہیں لگتا ہے، تم مجھے وہاں پہنچا دو گے، تو سب ٹھیک ہو جائے گا؟ میرے کپڑے صاف ہو جائیں گے؟ میرا پہلا دن خراب نہیں ہو گا؟"

زاویار نے گہری نظر سے اسے دیکھا۔

"کہیں نہیں جانا مجھے اور تم بھی چلے جاؤ میرا وقت۔۔۔۔۔"

"جانا کدھر ہے؟" وہ حالہ کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے کہتا ہے

"زاویار سلطان کے افس!" حالہ نے غصے سے کہا۔

زاویار نے ایک لمحے کے لیے خاموشی اختیار کی۔

"زاویار سلطان کے افس؟" وہ دھیرے سے بولا، جیسے اپنی ہنسی روکنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"ہاں! اور تم مجھے وہاں تک نہیں لے جا سکتے، کیونکہ مجھے نہیں پتہ ان کا

افس کہاں ہے!" حالہ نے بے زاری سے کہا

"اگر زاویار سلطان کے افس جانا ہے تو پھر ادھر کیا کر رہی ہو؟"

"ان کا افس ڈھونڈ رہی ہوں"

"اور تمہیں لگتا ہے کہ ان کا افس ادھر ہے؟"

"ظاہر ہے یہ پتہ دیکھ کر آئی ہوں میں جو میرے پروفیسر نے مجھے دیا تھا"

اپنے ہاتھ میں موجود پتہ اس کے سامنے کرتی ہے

زاویار نے پتہ دیکھا اور پر سکون لہجے میں کہا

"یہ پتہ غلط ہے۔"

حالہ نے حیرت سے پتہ اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔

"غلط؟ یہ پتہ میرے پروفیسر نے دیا ہے! اور تم یہاں کھڑے ہو کر میرا وقت ضائع کر رہے ہو۔ اگر تمہیں کچھ پتا نہیں تو چپ رہو!"

زاویار نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا

"مجھے پتا ہے زاویار سلطان کا آفس کہاں ہے۔ کہیں تو میں چھوڑ آتا ہوں"

حالہ نے اسے حیرت سے دیکھا۔ "تمہیں کیسے پتا؟"

"جانا ہے تو جلدی بتائیں میرے پاس زیادہ وقت نہیں"

"نہیں شکریہ میں خود جا سکتی ہوں" بارش کی رم جھم اب دھیرے دھیرے رکنے لگی تھی، مگر ہوا میں اب بھی نمی کی شدت باقی تھی۔ حالہ اور زاویار دونوں ہی خاموش کھڑے تھے۔ زاویار نے آخری بار اس کی طرف دیکھا اور اپنے لہجے کو قدرے سنجیدہ بناتے ہوئے کہا۔

"دیکھیں، میں آپ کو صرف اس جگہ تک چھوڑنا چاہتا ہوں جہاں آپ جانا چاہتی ہیں۔ لیکن اگر آپ اتنا ہی ضدی ہیں، تو ٹھیک ہے، مجھے زبردستی کرنے کی عادت نہیں ہے۔ آپ جیسے چاہیں ویسے کریں۔"

"مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ میں خود ہی پہنچ جاؤں گی!" حالہ نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

زاویار کے چہرے پر بے زاری کے تاثرات ابھرے۔وہ گہری سانس لیتے

ہوئے بولا۔

"اوکے"

زاویار یہ کہتے ہوئے پلٹ گیااور اپنی گاڑی کی طرف چل پڑا۔حالہ نے اسے

جاتے ہوئے دیکھا، مگراس کے قدم ابھی تک زمین پر جمے ہوئے تھے۔

"جانے دو۔مجھے کیافرق پڑتا ہے؟میں خود پہنچ جاؤں گی۔"اس نے اندر

ہی اندر خود سے کہا۔

لیکن جیسے ہی زاویار نے گاڑی کا دروازہ کھولا، حالہ کے دل میں ایک عجیب

سی بے چینی پیدا ہوئی۔ "رکو!" وہ تیزی سے بولی۔

زاویار نے پلٹ کر اسے دیکھا، اور حالہ نے ہلکی آواز میں کہا۔

ٹھیک ہے۔۔۔اگر تمہیں زاویار سلطان کے افس کا پتہ ہے تو تم مجھے وہاں

لے جاؤ مجھے وہاں جلدی پہنچنا ہے"

زاویار نے ایک ابرو اٹھایا اور طنزیہ انداز میں بولا

"مجھے لگا، آپ خود پہنچ جائیں گی؟"

حالہ نے دانت پیستے ہوئے کہا "دیکھو، زیادہ باتیں نہ کرو! میں پہلے ہی بہت

پریشان ہوں۔"

زاویار کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آگئی۔

"چلیں، پھر دیر نہ کریں۔"

حالہ تیزی سے گاڑی کے قریب آئی اور پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھ

گئی۔ وہ بارش کے باعث مکمل طور پر بھیگ چکی تھی، اور اس کا موڈ بدستور

خراب تھا۔ زاویار نے گاڑی کا انجن اسٹارٹ کیا۔ بارش کی بوندوں کی

موسیقی اور گاڑی کے اندر کا سکون، دونوں نے اس ماحول کو پراسرار بنا دیا

تھا۔ حالہ کو ابھی بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ جس کے آفس جا رہی ہے، وہی شخص گاڑی چلا رہا ہے۔ زاویار نے یہ راز فاش کرنے کی کوئی جلدی نہیں کی، بلکہ وہ اس عجیب ملاقات سے مزید لطف اٹھانا چاہتا تھا۔

"تمہیں واقعی پتہ ہے؟ یا بس باتیں کر رہے ہو؟" تھوڑی خاموشی کے بعد اس نے بولا۔

زاویار نے گاڑی کے اندر اوپر لگے لمبے سے ریئر ویو مرر میں ایک نظر حالہ پر ڈالی، پھر سنجیدگی سے کہا "میں کوئی ایسی بات نہیں کرتا جس کا مجھے یقین نہ ہو۔"

گاڑی آگے بڑھنے لگی، اور حالہ نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ بارش کی ہلکی بوندیں شیشے پر پڑ رہی تھیں، اور اس کے اندر موجود غصہ آہستہ آہستہ کم ہو رہا تھا۔

"ویسے، آپ زاویار سلطان سے کیوں ملنا چاہتی ہیں؟" زاویار نے اچانک کہا، جیسے کسی خیال کو زبان دے رہا ہو۔

حالہ نے چونک کر اسے دیکھا، پھر سخت لہجے میں بولی "یہ میرا ذاتی کام ہے۔ آپ کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

زاویار نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا"فرق تو نہیں پڑتا، لیکن اگر آپ کو صحیح جگہ پہنچا رہا ہوں، تو پوچھنا تو بنتا ہے۔"

"تمہیں کیوں بتاؤں؟ نہیں بتا رہی میں!" حالہ نے غصے سے رخ موڑ لیا۔

زاویار نے کندھے اچکائے اور بے نیازی سے کہا"ٹھیک ہے، آپ کی مرضی۔" پھر وہ آرام سے گاڑی چلانے لگا۔

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد حالہ نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا"انٹرنشپ کے لیے اپلائی کرنا تھا،اس لیے جا رہی ہوں۔"

زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی اور ہلکے طنزیہ لہجے میں بولا "کیوں بتایا آپ

نے؟ آپ تو کہہ رہی تھیں کہ یہ ذاتی معاملہ ہے۔"

"بس بتادیانا"

"اور اگر انہوں نے اپ کو اپنے افس میں نہ رکھا؟" زاویار نے بولا۔

"رکھ لیں گے یہ اپ کا کام نہیں ہے"

"مجھے نہیں لگتا کہ رکھیں گے۔۔۔کیونکہ میں نے سنا ہے کہ زاویار

سلطان بہت سخت اور ڈسپلن کا خیال رکھنے والے ہیں اور اگر کوئی ان کی

توقعات پر پورا نہ اُترے، تو وہ اگلے دن ہی اُسے افس سے نکال دیتے

ہیں۔اور اتنی اسانی سے کسی کو اپنے افس میں نہیں رکھتے"

حالہ کا دل تھوڑی دیر کے لیے رک گیا۔اسے نئ پریشانی ہونے لگی۔اگر

واقعی نہ رکھا تو؟

"اپ ملے ہوئے ہیں ان سے؟"

""نہیں تو۔۔۔میرا کیا لگتا ہے جو میں ملا ہوا ہوں گا؟میں نے تو بس کہیں

سے سنا ہے"

"آپ تو ایسے بول رہے ہیں جیسے زاویار سلطان سے ملے ہوئے ہوں اور ادھر کام کرتے ہوں جب آپ کو ان کا نہیں پتہ تو مجھے کیوں ٹینشن دے رہے ہیں؟"

"چلیں دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کو رکھتے ہیں کہ نہیں؟"

اب وہ خاموشی سے ڈرائیونگ کرنے لگتا ہے،اور حالہ کہ دل میں ایک نئ ٹینشن ارہی ہوتی ہے۔

گاڑی چند منٹ میں ایک شاندار عمارت کے سامنے رکی۔ یہ عمارت اپنے عالیشان ڈیزائن اور بلند و بالا ساخت کے ساتھ پورے علاقے میں ممتاز

تھی۔ زاویار نے گاڑی روک کر حالہ کی طرف ایک سرسری نظر ڈالی اور پھر سکون سے کہا، "لیجیے، آپ کا زاویار سلطان کا آفس آگیا۔"

حالہ نے دروازہ کھولا اور باہر قدم رکھا۔ "شکریہ" کہہ کر وہ آفس کی طرف بڑھنے لگی۔ عمارت کے باہر کی خوبصورتی نے اس کی نظر کو جکڑ لیا تھا، لیکن اس کے دل میں جو تجسس تھا، وہ اس کے قدموں کی رفتار کو بڑھا رہا تھا۔ شیشے سے چمکتی ہوئی عمارت کے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی نظریں ایک لمحے کے لیے رک گئیں۔ اندر کی ماحول کی ایک ہلکی سی جھلک اس کی آنکھوں کے سامنے آتی تھی، جس میں ایک سکون اور پروفیشنل ازم کی گونج تھی۔

حالہ نے اندر قدم رکھتے ہی فوراً اپنے آپ کو ایک مختلف ماحول میں پایا۔

شیشے کے دروازے خود بخود کھل گئے۔ سامنے ریسپشن پر بیٹھی ہوئی ایک

لڑکی نے حالہ کی طرف دیکھتے ہوئے اپنا لیپ ٹاپ بند کیا۔

"السلام علیکم۔۔۔" حالہ نے اپنا تعارف کرانے کے لیے سلام کیا۔

ریسپشنسٹ نے چہرہ اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور نرم لہجے میں کہا، "وعلیکم

السلام جی؟"

"وہ۔۔۔۔ مجھے زاویار سلطان سے ملنا ہے، وہ ابھی ہیں؟" حالہ نے

تھوڑی بے چین ہو کر پوچھا۔

ریسپشنسٹ نے جھک کر کہا، "نہیں۔۔۔آپ ویٹنگ روم میں انتظار کر

سکتی ہیں، وہ ابھی نہیں آئے۔جب آئیں گے تو ہم آپ کو بتادیں گے۔۔۔

آپ نے انٹرویو دینا ہے؟"

"جی" حالہ نے مختصر جواب دیا۔

"اوکے، آپ ویٹ کریں" ریسپشنسٹ نے اشارہ کیا۔

حالہ نے ویٹنگ روم کی طرف قدم بڑھایااور ایک کونے میں جا کر بیٹھ گئی۔

اس کی نظریں دروازے سے آتے لوگوں پر مرکوز تھیں،اور دل میں وہ

مسلسل اپنے انٹرویو کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

کافی دیر گزر جانے کے بعد حالہ کی برداشت کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ وہ غصے سے اٹھ کر باہر ریسپشنسٹ کے پاس واپس آئی۔

"کتنی دیر ہے؟ 30 منٹ ہو گئے ہیں مجھے بیٹھے ہوئے!" حالہ نے بے چین ہو کر کہا۔

ریسپشنسٹ نے کہا "آپ رکیں۔۔۔ کافی لوگ تھے آج جو انٹرویو کے لیے آئے تھے اس لیے دیر ہو گئی۔ ابھی آپ کی ہی باری تھی، میں آپ کو بلانے والی ہی تھی۔۔۔ رکیں، مجھے سر سے پوچھ لینے دیں پھر آپ چلی جائیے گا۔"

ریسپشنسٹ نے فوراً اپنے فون کو اٹھایا "جی سر، ایک لڑکی آئی ہے شاید انٹرنشپ کے لیے۔۔۔ بھیج دوں؟ جی، اوکے ٹھیک ہے۔"

پھر اس نے حالہ کی طرف نظر ڈالی اور کہا، "فورتھ فلور پر سر زاویار سلطان کا آفس ہے، آپ جا سکتی ہیں۔"

حالہ نے فوراً لفٹ کی طرف رخ کیا اور چمکتی ہوئی لفٹ میں قدم رکھا۔ اس کے دل میں ایک عجیب سی ہلچل تھی۔

فورتھ فلور پر پہنچتے ہی حالہ کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ جیسے ہی اس نے لفٹ سے باہر قدم رکھا، وہ ایک اور ریسپشن کے سامنے آئی جہاں دو

لڑکیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔اس نے ان کی طرف تیز قدم بڑھائے اور سوال کیا، "سر زاویار کا آفس کہاں ہے؟"

"وہ سامنے والے افس روم میں ہیں۔۔۔آپ چلی جائیں" ریسپشنسٹ نے اُٹھ کر اسے اشارہ کیا۔

حالہ نے فوراً قدم بڑھائے اور تیزی سے دروازے تک پہنچ گئی۔دل میں ایک عجیب سی بے چینی اور گھبراہٹ تھی۔اس نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی،اور دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔وہ پینک کر رہی تھی، مگر اس کا دماغ اس لمحے میں بہت تیز سوچ رہا تھا۔

"آجایئے" اندر سے ایک نرم آواز آئی، اور حالہ نے فوراً دروازہ کھول دیا۔

اندر کا منظر دیکھ کر اس کی آنکھیں چند لمحوں کے لیے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

آفس اتنا شاندار اور بڑا تھا کہ وہ اس کی خوبصورتی میں محو ہو گئی۔ سفید و سیاہ رنگوں کی ہم آہنگی، شیشے کی دیواروں سے باہر نظر آتا شہر، اور دیواروں پر لگے فنونِ لطیفہ نے ماحول کو ایک منفرد وقار دیا تھا۔ لیکن اس کے اندر جو چیز سب سے زیادہ دھیان کھینچ رہی تھی، وہ تھا کرسی کے پیچھے کھڑا ایک شخص، جس کا چہرہ شیشے سے باہر شہر کو دیکھ رہا تھا۔

وہ شخص ادھا بھیگا ہوا تھا، اور اس کی سفید شرٹ اور سیاہ پینٹ بارش کی وجہ سے نم ہو چکے تھے۔ حالہ نے دو منٹ تک اسے خاموشی سے دیکھا۔ اس

ایک لمحے میں اسے لگا جیسے اس نے اس شخص کو پہلے کہیں دیکھا ہو، لیکن وہ اپنی نظریں نہیں ہٹا پا رہی تھی۔ اس کے دل کی دھڑکن بے قابو ہو گئی تھی اور جیسے ہی وہ شخص پلٹا، حالہ کا سانس رُک گیا۔

اس کی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں اور ایک لمحے کے لیے دنیا کا سارا شور غائب ہو گیا تھا۔ وہ شخص کوئی اور نہیں، زاویار سلطان تھا، جو اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"تم۔۔۔؟" حالہ ایک دم حیرانی سے کہتی ہے، اس کی آواز میں حیرت کا امتزاج تھا۔

"تم نہیں، آپ۔۔۔ باس ہوں میں آپ کا۔" زاویار کا لہجہ قدرے سخت تھا، مگر چہرے پہ ایک مسکراہٹ تھی۔

"کیا؟ کیسے ؟ مطلب کیوں؟ مطلب تم کیسے۔۔۔؟" حالہ کا دماغ الجھ چکا تھا، وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ وہ بول کیا رہی ہے، اس کے ذہن میں سوالات کا طوفان تھا۔

"بیٹھیے ادھر۔" زاویار ایک لمحے کے لیے نرم لہجے میں اپنے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

حالہ ہلکے قدموں کے ساتھ آ کر بیٹھ جاتی ہے،اور زاویار بھی اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ جاتا ہے۔"جی تو، کیاذاتی بات کرنی تھی آپ کو زاویار سلطان سے ؟" وہ چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہتا ہے۔

"تم میرے باس ہو ؟" حالہ کا دل دھڑک رہا تھا،اور اس کا لہجہ قدرے گھبرایا ہوا تھا۔

"تم نہیں، آپ۔" زاویار کا لہجہ اب تک سخت تھا، وہ ایک بار پھر صاف الفاظ میں اسے یاد دلاتا ہے۔

"اف، اچھا! کیا آپ میرے باس ہیں؟" حالہ کے اندر کی پریشانی کا اظہار اس کی آواز میں تھا، وہ سوچنے کی کوشش کرتی ہے کہ کیا یہ حقیقت ہے۔

"جی ہاں، محترمہ، میں ہی آپ کا باس ہوں، جس سے آپ بہت بدتمیزی کر رہی تھیں۔۔۔" زاویار اس کی طرف ایک گہری نظر سے دیکھتا ہے، اور حالہ کچھ نہیں کہہ پاتی، وہ ہنسی روکنے کی کوشش کرتی ہے، لیکن اس کا دل ڈوب رہا تھا۔

"میں... میں نے کب کی بدتمیزی؟" حالہ کی آواز میں اب کچھ پریشانی تھی۔

"او اچھا؟ یاد نہیں آ رہا؟" زاویار کا چہرہ بے پرواہ تھا، اور وہ اس کے سامنے کی حالت کو اور بھی بڑھا رہا تھا۔ "مجھے دیکھ کر بھول گئی ہو؟"

"تو کیا آپ مجھے جاب نہیں دیں گے؟ کیونکہ آپ نے کہا تھا نا کہ زاویار سلطان آسانی سے جاب نہیں دیتا؟" حالہ کی آنکھوں میں ایک امید تھی مگر خوف بھی جڑ پکڑ رہا تھا۔

"جی، آپ نے بالکل ٹھیک کہا، میں آپ کو جاب نہیں دوں گا۔" زاویار کے الفاظ جیسے تیز چمچ کے مانند اس پر پڑے، اور حالہ کا دل ایک لمحے کے لیے رک گیا تھا۔

"مگر۔۔۔" حالہ کا دل بے اختیار ہل رہا تھا، وہ لمحے کی سنگینی کو جھیلنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"آپ کو لگتا ہے کہ میں آپ کو جاب دوں گا؟" زاویار کا لہجہ بے رحمانہ تھا۔

"آپ میرے ساتھ اس طرح زبان چلا رہی تھیں، اگر جاب دے دی تو پھر اور زبان چلائیں گی۔"

"نہیں... پلیز، مجھے جاب دے دیں، مجھے بہت ضرورت ہے۔" حالہ کی آواز میں بے بسی اور درخواست دونوں تھیں۔

"میں ڈسپلن کا خیال رکھنے والا ہوں، اور مجھے آپ میں کوئی ڈسپلن نظر نہیں آتا۔" زاویار کی آواز میں اب تنقید کا تاثر تھا، وہ اسے ناپسندیدگی کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔

"پلیز ایسا مت کریں، مجھے دے دیں جاب، مجھے بہت ضرورت ہے۔"

حالہ کی آنکھوں میں ایک دلگداز تمنّا تھی، جیسے اس کا دل چور ہو چکا ہو، اور وہ آخری بار دل سے درخواست کر رہی تھی۔

"کہیں اور جا سکتی ہیں آپ۔" زاویار کے الفاظ سرد اور بے لچک تھے

"اس سے اچھی جاب مجھے کہیں نہیں ملے گی، میں ڈسپلن کا خیال رکھوں گی، ہر چیز کروں گی، بس اپ مجھے جاب دے دیں، پلیز... پلیز زاویار سر!" حالہ کی آواز میں اب بے شمار خواہشیں اور پچھتاوا تھا، جیسے وہ سب کچھ سنبھالنے کے لیے تیار ہو۔

"تین بار آپ میرے ساتھ بدتمیزی کر چکی ہیں... کیسے دے دوں آپ کو جاب؟"

"آئی ایم سو سوری... میں ویسے ہی سب کروں گی، جیسے آپ چاہتے ہیں، پلیز، بس یہ جاب میرے ہاتھ سے نہ جانے دیں!" حالہ کی آنکھوں میں

نمی آگئی تھی اس کا دل پگھل رہا تھا، اور وہ اپنی آخری امید کے ساتھ زاویار کو

دیکھتی ہے۔

زاویار کچھ دیر کے لیے خاموش رہتا ہے، اس کی آنکھوں میں ایک گہرا

تجزیہ تھا

"نام بتاؤ اپنا..." زاویار کی آواز میں اب بھی سختی تھی

"حالہ... حالہ خادم!" وہ ایک دم بولتی ہے، اس کی آواز میں ایک نئی

قوت پیدا ہو چکی تھی۔

"سی وی دیں اپنی"

وہ جلدی سے ایک فائل اس کے اگے کر دیتی ہے۔"یہ لیں آپ"

زاویار ایک نظر اسے دیکھتا ہے۔

"اب کتنی تمیز سے بات کر رہی ہیں نا آپ"

حالہ کو غصہ آرہا تھا مگر وہ بہت مشکل سے کنڑول کر رہی تھی۔

" صیحح ہے۔۔۔۔میں آپ کو یہ جاب دیتا ہوں صرف اس لیے کہ میں

نے دیکھ کر گاڑی نہیں چلائی اور اپ کو لگ گئی اگر گاڑی تیز ہوتی تو اپ کو

کچھ ہو بھی سکتا تھا بس اسی لیے میں اپ کو یہ جاب دیتا ہوں۔۔"

حالہ کہ دل میں خوشی کی لہر دوری۔

"واقعی۔۔۔؟"

"بس یہ یاد رکھیے گا اگر ڈسپلن نہیں ہوا تو میں آپ کو اسی وقت افس سے نکال دوں گا اور مجھے اپنے افس میں کسی طرح کے بدتمیزی نہیں چاہیے اور کام میں بالکل توجہ چاہیے اگر کام میں توجہ نہیں ہوئی تو میں افس سے اپ کو نکال دوں گا میں ان سب معاملوں کا بہت سخت ہوں"

"جی۔۔۔۔جی سر ٹھیک ہے میں ڈسپلن کا بہت خیال رکھوں گی اور میں افس میں کسی طرح کی بدتمیزی نہیں کروں گی کام میں بالکل توجہ دوں گی اگر یہ سب نہیں کیا تو اپ افس سے نکال دیں گے میں اس بات کو یاد رکھوں گی۔۔۔۔اپ کا بہت بہت شکریہ زاویار سر"

حالہ کا چہرہ خوشی سے روشن ہو گیا۔ وہ کھڑی ہو گئی اور زاویار بھی کھڑا ہو گیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھے۔

حالہ نے دروازہ کھولا اور باہر نکلنے لگی، اس کے پیچھے زاویار بھی چل رہا تھا۔

دروازے کے قریب پہنچتے ہوئے، زاویار نے باہر بیٹھی سیکریٹری کو آواز دی۔

"مس فرا، ادھر آئیں۔"

سیکریٹری فوراً قریب آئی، "جی سر؟"

"انہیں ان کی جگہ دکھائیں، کام کرنے کے لیے۔ یہ کل سے کام میں آئیں گی۔"

"جی سر" اس نے کہا اور حالہ کو اشارہ کیا کہ اس کے پیچھے چلیں۔

زاویار پلٹ کر واپس کمرے میں آگیا، جبکہ سیکریٹری نے حالہ کو آفس کی طرف لے جانا شروع کر دیا۔

☆☆☆✦☆☆☆

حالہ جب گھر آئی تو تھکی ہوئی تھی مگر خوشی دیدنی تھی۔ کپڑوں پر کیچڑ لگا تھا مگر آنکھوں میں چمک تھی۔ مریم جو کہ صوفے پر بیٹھی تھی اور کسی کتاب میں غرق تھی، حالہ کی طرف نظر پڑی۔ وہ حیرانی سے دیکھنے لگی۔ آنکھوں

میں حیرانی تھی۔"اتنی خوش کیوں ہو؟"حالہ نے چمکتے چہرے کے ساتھ

کہا"مریم، مجھے جاب مل گئی ہے!"

"کیا واقعی؟"وہ یہ کہہ کر، حالہ کے قریب پہنچی۔

حالہ کے چہرے پر مسکراہٹ تھی"ہاں، واقعی۔"

مریم خوشی سے دھاڑ مار کر حالہ کو گلے لگا لیتی ہے اندر سے امی نے سوال کیا

"سیلری کتنی ہے؟"حالہ ہنستے ہوئے بولی"امی، میں نے نہیں پوچھی!"

امی نے حیرانی سے دیکھا"کیوں؟"

"کل پوچھ لوں گی، آج تو بس خوشی منانی ہے!"حالہ نے شوخی سے کہا

مریم مسکرا کر بولی "پر تمہارا باس کیسا ہے؟"

حالہ کا چہرہ غصے میں بدل گیا "وہ باس؟... مت ہی پوچھو، اس نے مجھے منتیں کروا کر جاب دی ہے۔ ورنہ وہ مجھے جاب نہ دیتا... بہت ہی خروس ہے! پتہ نہیں کیا سمجھ رہا تھا خود کو، مجھے تو اب تک اس پر غصہ آرہا ہے!"

مریم نے ہنستے ہوئے کہا "اچھا، بس چھوڑو! تم نے کیا کرنا ہے، بس اپنے کام پر توجہ دو۔ اور اس سے ناراض مت ہو، کہیں جاب سے نہ نکال دے۔ اتنی مشکل سے ملی ہے! تم تو غصے کی بہت تیز ہو، چھوٹے چھوٹے باتوں پر غصہ کر لیتی ہو، پتہ نہیں کہاں سے بدتمیزی کر دو اور جاب سے نکال دی جاؤ!"

حالہ نے گہری سانس لی اور مسکراتے ہوئے کہا" نہیں یار! بے فکر رہو،

اب یہ جاب مل گئی ہے تو مکمل توجہ سے کام کروں گی۔ مگر اس خروس کے

آفس میں کیسے رہوں گی؟ وہ تو 24 گھنٹے مجھے بے عزت کرتا رہے گا!"

"ہے کون وہ؟" مریم نے چہرے پر تجسس کے ساتھ سوال کیا۔

حالہ نے گردن گھمائی اور کہا" یار، وہ ہمارے گھر کے ساتھ ہی رہتا ہے۔

مجھے تو کل ہی پتہ چلا کہ وہ ہمارے ساتھ ہی رہتا ہے!"

مریم نے تعجب سے کہا "اچھا، رہتا ہو گا، کوئی مجھے نہیں پتہ، ہم تو ابھی اس گھر میں آئے ہیں، اس لیے کچھ خاص نہیں پتہ، کون رہتا ہے، کون نہیں۔"

حالہ کا چہرہ پھر سے غصے سے بدل گیا "اب مجھے اس کی حرکتیں برداشت کرنی ہوں گی۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے!" مریم نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور کہا، "پلیز، اپنی خوشی کو خراب نہ کرو، تم نے جاب حاصل کی ہے، اور یہ سب مشکلیں بھی تمہارے راستے کی ایک چھوٹی سی رکاوٹ ہیں۔ اس پر سوچنا بند کرو اور آگے بڑھو۔" حالہ نے اس کی باتوں کو سنا اور سر ہلایا

"ہاں، تم صحیح کہہ رہی ہو۔ خوش رہنا زیادہ ضروری ہے اب کیا اس فضول کے بارے میں سوچ کر وقت خراب کروں"

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

زاویار تھکا ہوا گھر پہنچا تو ٹی وی لانج سے زارا اور ماہا کی ہنسی اور باتوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ وہ اپنی جگہ سے گزرتے ہوئے ان کی طرف مڑے بغیر ہی قدم بڑھا رہا تھا کہ زارا نے اسے دیکھتے ہی آواز دی۔

"اسلام علیکم بھائی!"

زاویار ایک پل کے لیے رکا، زارا کی طرف دیکھا، اور سنجیدگی سے جواب دیا۔

"وعلیکم السلام۔"

"بھائی، یہ ماہا ہے۔" زارا نے جلدی سے ماہا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

زاویار نے ماہا کی طرف ایک سرسری اور سخت نظر ڈالی، جیسے بات کی اہمیت اس کے لیے نہ ہونے کے برابر ہو، اور مختصر سا بولا۔

"تو؟"

"اسلام علیکم۔"ماہا نے ذرا جھجکتے ہوئے سلام کیا

"وعلیکم السلام۔"زاویار نے روکھے انداز میں جواب دیا پھر زارا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا"زارا، میرے کمرے میں سبیرا سے کہہ کر کافی بھجوادو۔"

یہ کہہ کر وہ کسی اور بات کا انتظار کیے بغیر سیڑھیوں کی طرف بڑھا اور تیز قدموں کے ساتھ اوپر چلا گیا۔زاویار کے چہرے پر ایسی سختی تھی کہ کمرے میں خاموشی چھا گئی،ماہا نے زاویار کے تلخ رویے پر ہلکا سا ہونٹ کاٹتے ہوئے زارا کی طرف دیکھا اور دھیمی آواز میں بولی۔

"تمہارا بھائی مجھے دیکھ کر ایسے بیہیو کیوں کرتا ہے؟ میں نے کچھ غلط کیا کیا؟"

زارا نے مسکراتے ہوئے اس کی پریشانی کو کم کرنے کی کوشش کی "ارے نہیں، ان کا موڈ ٹھیک نہیں ہو گا، ورنہ وہ ایسے بات نہیں کرتے۔ تم انہیں غلط نہ سمجھو، وہ دل کے برے نہیں ہیں، بس تھوڑے الگ مزاج کے ہیں۔"

ماہا نے سر جھکا لیا اور اپنے دوپٹے کے کونے کو بے خیالی سے مروڑتے ہوئے بولی "پتہ نہیں، پر ان کی نظر میں کچھ ایسا تھا جیسے میں نے انہیں تنگ کر دیا ہو۔"

زارا نے ہنستے ہوئے اسے ہلکا سا دھپ دیا" ارے، اتنی حساس مت بنو!

ویسے بھی، میں تمہیں کچھ بتانا چاہتی ہوں۔"

ماہا نے چونک کر زارا کی طرف دیکھا" کیا؟"

زارا نے گہری سانس لی، جیسے کوئی اہم بات کرنے کی تیاری کر رہی ہو، اور

آہستہ سے بولی

"میں چاہتی ہوں کہ تم دونوں کی شادی ہو جائے۔"

ماہا نے آنکھیں بڑی کر کے حیرت سے زارا کی طرف دیکھا، اور اس کے گال

ایک دم سے گلابی ہو گئے۔

"زارا! یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

زارا نے اس کی شرمندگی کو نظرانداز کرتے ہوئے ہنستے ہوئے کہا" ہاں، میں سیریس ہوں۔ تم اتنی اچھی ہو، سمجھدار، اور میرے بھائی کو تم جیسی لڑکی کی ضرورت ہے۔ مجھے لگتا ہے تم دونوں بہت اچھے پارٹنر بن سکتے ہو۔"

ماہا نے نظریں جھکا لیں اور دھیمی آواز میں کہا" لیکن زارا... وہ تو مجھ سے بات بھی نہیں کرتے۔ ان کا رویہ..."

زارا نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے تسلی دی "یہ تو شروع کی بات ہے۔ جب وہ تمہیں جانیں گے، تو تمہارے جیسی لڑکی کو کیسے ناپسند کر سکتے ہیں؟ بس، مجھے وقت دو۔ میں تمہیں دیکھنا چاہتی ہوں اس گھر کی بہو بن کر۔"

ماہا کچھ بول نہ سکی، لیکن اس کے چہرے پر جھجک اور حیرت کے ساتھ ایک چھوٹی سی مسکان بھی تھی۔

"ماہا، تمہیں زاویار بھائی کا دل جیتنا ہو گا۔ دیکھو، میں جانتی ہوں تمہیں ان سے شادی کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہو گا، ہے نا؟"

ماہانے تھوڑی شرمندگی سے نظریں جھکائیں اور نرم لہجے میں بولی۔

"مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے، زارا۔ زاویار واقعی اچھے ہیں، شخصیت بھی زبردست ہے۔ لیکن وہ مجھے پسند نہیں کرتے، تو میں زبردستی کیوں کروں؟"

زارا نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑا "ارے، زبردستی کی بات ہی کہاں ہے؟ بس ان کا دل جیتنا ہے، اور تم کر سکتی ہو۔ زاویار بھائی تھوڑے مشکل ہیں، لیکن ایک بار ان کا دل تم پر آگیا نا، تو پھر دیکھنا، سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

ماہا نے گہری سانس لی اور زارا کی طرف دیکھا "ٹھیک ہے، میں کوشش کروں گی، لیکن تمہارے بھائی واقعی بہت سخت مزاج ہیں۔"

زارا نے ہنستے ہوئے کہا "سخت مزاج ہیں، لیکن دل کے برے نہیں ہیں۔ اور میں جانتی ہوں، تم ان کے دل کو جیتنے میں کامیاب ہو جاؤ گی۔ بس تھوڑا اعتماد رکھو"

☆☆☆✦☆☆☆

زبیدہ خادم آئینے میں خود کو دیکھ رہی تھی مگر ذہن کہیں اور تھا۔ کمرے میں ہلکی زرد روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ پیچھے صوفے پر بیٹھے فراز خادم ڈائری میں کچھ لکھ رہے تھے۔

زبیدہ نے رک کر انہیں دیکھا اور جھجکتے ہوئے بولی "فراز یہ ٹھیک نہیں ہو رہا۔"

فراز نے قلم روکا، نظر اٹھائی اور سخت لہجے میں پوچھا "کیا ٹھیک نہیں ہو رہا۔"

زبیدہ نے برش میز پر رکھ دیا، "حالہ کو جاب مل گئی ہے اور میں نہیں چاہتی تھی کہ وہ کام کرے بلکہ شادی پر توجہ دے۔"

فراز نے بے دلی سے کہا "دو چار دن جاب کرنے دو، شوق پورا کرنے دو۔ پھر کوئی اچھا سا رشتہ ڈھونڈ کر اس کی شادی کر دیں گے۔"

زبیدہ کی پیشانی پر لکیریں گہری ہو گئیں "یہ لڑکی ماننے والی نہیں، ہر بات میں بحث کرتی ہے۔ بدتمیز ہوتی جا رہی ہے، میں جلد از جلد اس کی شادی چاہتی ہوں تاکہ باقی بچوں کی طرف دھیان دے سکوں۔" فراز نے ڈائری بند کر کے سنجیدگی سے کہا "پہلے حالہ کی شادی ہو جائے پھر باقی کا سوچیں گے۔ اگر نہ مانی تو زبردستی کر لیں گے، آخر ہم والدین ہیں" زبیدہ نے کچھ نہیں کہا اور بے چینی سے کھڑکی کے پاس جا کھڑی ہوئی، اندھیرے میں کچھ تلاش کرتے ہوئے۔ کمرے میں خاموشی چھا گئی مگر دونوں کے درمیان حالہ کی زندگی کا سوال ابھی باقی تھا۔

☆☆☆✦☆☆☆

وہ صبح کے پرسکون لمحے تھے جب سورج کی پہلی کرنیں کھڑکی کے شیشے سے اندر آرہی تھیں اور زارا اپنے کمرے میں کھڑی آئینے کے سامنے تیار ہو رہی تھی۔ نیلا سادہ سا جوڑا پہنا ہوا تھا، جس پر ہلکے گلابی پھول بنے تھے۔ کپڑے زیادہ قیمتی نہیں تھے، لیکن زارا کے لیے اہمیت سادگی کی تھی۔ وہ اپنے گنگھریالے بال سنوارنے کی کوشش کر رہی تھی، مگر ہمیشہ کی طرح مطمئن نہ تھی۔ آئینے میں چہرے پر ہلکے دانوں کو دیکھ کر لمحہ بھر رکی، پھر لمبی سانس لے کر دوپٹہ کندھے پر ڈالا اور دروازہ کھول دیا۔

سیڑھیاں اترتے ہی نیچے کا منظر واضح ہوا۔ مہرین سلطان ہمیشہ کی طرح شاندار لباس، نفیس میک اپ اور سنوارے ہوئے بالوں کے ساتھ موجود

تھیں۔ زارا نے انہیں دیکھا تو دل میں وہی پرانا دباؤ محسوس ہوا۔ وہ جانتی تھی، کوئی نہ کوئی ایسا جملہ ضرور ہوگا جو اس کے دل کو زخمی کر دے، پھر بھی وہ خاموشی سے نیچے اتر آئی۔ "ممی، آپ کہیں جا رہی ہیں؟" زارا نے نرمی سے پوچھا، لیکن اس کے دل میں گھبراہٹ تھی۔

مہرین سلطان نے سر سے پاؤں تک ایک نظر زارا کو دیکھا، اور ان کی پیشانی پر ہلکی سی شکن آ گئی۔ "زارا، یہ تم نے اپنا کیا حال بنا رکھا ہے؟" مہرین نے بے زاری سے کہا۔

زارا کو جیسے پہلے سے اندازہ تھا، مگر دل کو پھر بھی چوٹ لگی۔

"جی، ممی؟" وہ ہچکچائی۔

"تم اپنی سکن دیکھتی ہو؟ دانے بھر گئے ہیں، کوئی خیال نہیں؟ دیکھو مجھے، اور پھر خود کو، کہیں سے لگتا ہے کہ تم میری بیٹی ہو؟"

زارا خاموش رہی، نظریں جھکا لیں۔ ہر لفظ اندر تیر کی طرح چبھ رہا تھا۔

"یہ نیلا جوڑا؟ کوئی ڈریسنگ سینس ہے بھی تمہیں؟"

"امی، یہ سادہ اور آرام دہ ہے، مجھے فیشن پسند نہیں۔"

مہرین نے پیشانی مسلی، "یہ دنیا سادگی نہیں دیکھتی، خوبصورتی اور پریزنٹیشن راج کرتی ہے۔"

زارا نے دوپٹے کا کونہ سختی سے تھام لیا۔

"امی، کیا خوبصورتی ہی سب کچھ ہے؟ کیا اخلاق، محنت، تعلیم کی کوئی اہمیت نہیں؟"

"تم ان باتوں کو خوبصورتی کے خلاف کیوں پیش کرتی ہو؟ دنیا ظاہری شخصیت سے تمہیں جج کرے گی۔"

زارا پیچھے ہٹی، "امی، آپ ہمیشہ میرے اندر خامیاں ہی کیوں دیکھتی ہیں؟"

مہرین نے ایک لمحہ سوچا، پھر کندھے جھٹک دیے، "یہ تمہاری اپنی ناکامی ہو گی، میری نہیں۔"

زارا نے بنا کچھ کہے اپنی کتابیں اٹھائیں اور باہر نکل گئی۔ دروازہ بند ہوتے ہی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"میں ہمیشہ ممی کی نظر میں کم کیوں رہتی ہوں؟"

کمرے میں خاموشی تھی، صرف گھڑی کی ٹک ٹک گونج رہی تھی۔ حالہ بے دھیانی میں چادر کے دھاگے کھینچ رہی تھی، جبکہ اسرا بغور اسے دیکھ رہی تھی۔

"حالہ، تم نے کبھی بتایا نہیں کہ تمہارے ابو کا بزنس کیسے ختم ہوا؟" اسرا نے خاموشی توڑی۔ حالہ نے لمحہ بھر کو آنکھیں بند کیں، پھر آہستہ سے بولی

"سب کچھ اچانک ہوا۔ ابو کو پتا چلا کہ پارٹنرز دھوکہ دے رہے ہیں، بزنس کے پیسے اپنی جیب میں ڈال رہے ہیں۔ جب ابو نے ایکشن لینا چاہا، وہ سب کچھ سمیٹ کر غائب ہو گئے۔"

اسرا حیران تھی "اور تمہارے ابو نے کچھ نہیں کیا؟"

"کوشش کی، لیکن تب تک دیر ہو چکی تھی۔ کمپنی دیوالیہ ہو گئی، سب کچھ ختم ہو گیا۔" حالہ کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔ "امی شروع سے کہہ رہی

تھیں کہ ان پر زیادہ اعتماد مت کریں، مگر ابو کو یقین تھا کہ وہ اپنے ہیں، اور وہی ہمیں ڈبو گئے۔"

کمرے میں پھر خاموشی چھا گئی۔ حالہ نے گہری سانس لی" جانتی ہو، اسرا سب سے زیادہ دکھ کس بات کا ہے؟"

"کس بات کا؟"

"یہ کہ جن پر ابو نے سب سے زیادہ بھروسہ کیا، وہی سب سے بڑی آزمائش بن گئے۔"

اسرا نے حالہ کو غور سے دیکھا" حالہ، تم کیوں یہ سب سوچ رہی ہو؟" حالہ نے نمی بھری آنکھوں سے اسے دیکھا" کیونکہ دھوکہ انسان کو توڑ دیتا ہے۔ غربت، مشکلیں، سب سہہ لیے جاتے ہیں، مگر دھوکہ؟ وہ اندر سے ختم کر دیتا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ کبھی میرے ساتھ ایسا ہو۔"

اسرا نے اس کے ہاتھ تھامے "حالہ، میں تمہیں کبھی دھوکہ نہیں دوں گی۔ تم مجھ پر بھروسہ رکھو، میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں۔"

حالہ نے ایک لمحے کے لیے اسرا کی آنکھوں میں دیکھا، پھر دھیرے سے سر ہلا دیا۔ لیکن اس کے چہرے کی پریشانی کم نہیں ہوئی۔

پھر اسرا نے حالہ کی طرف جھک کر دلچسپی سے پوچھا "اچھا، مجھے یہ بتاؤ تمہاری جاب کا کیا بنا؟"

حالہ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ "مجھے جاب مل گئی!" اس نے جوش سے کہا۔

اسرا نے اس کا ہاتھ تھاما "دیکھا! میں نے کہا تھا نا، تمہیں ضرور ملے گی۔"

"ہاں، میں بہت خوش ہوں!" حالہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور، آفس کیسا ہے؟ لوگ کیسے ہیں؟ اور باس؟"

حالہ نے سر جھٹکا" باس کا مت ہی پوچھو، بہت ہی خروس ہے۔ بڑی مشکل سے جاب دی، اور مزے کی بات؟ وہ میرے ہمسائے نکلے!"

اسرا حیران رہ گئی "کیا؟ زاویار سلطان تمہارے ساتھ والے گھر میں رہتے ہیں؟"

"ہاں! اور ان کی بہن زارا، جو ہم سے بدتمیزی کرتی تھی، وہ بھی!" حالہ نے قہقہہ لگایا" مجھے پتہ ہی نہیں تھا کہ جو اتنا پر اسرار تھا، وہی میرا باس بن جائے گا!"

اسرا نے مذاقاً کہا" اب تو سنبھل کر رہنا، کہیں نکال نہ دیں!"

حالہ نے مصنوعی سنجیدگی سے کہا" میرا کام پرفیکٹ ہے، مجھے نکالنا آسان نہیں!"

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

موسم ہلکی خنکی لیے ہوئے تھا، جیسے بہار کی ایک نرم اور خوشبو سے بھری صبح ہو۔ ہوا میں درختوں کے پتوں کی سرسراہٹ تھی، جو کبھی مدھم اور کبھی تیز ہو جاتی۔ فضا میں اوس کی ہلکی خوشبو گھلی ہوئی تھی، اور دور کہیں پرندے چہچہا رہے تھے۔ ہر چیز پر سکون اور خوبصورت تھی، لیکن یہ سکون لمحہ بھر میں شاہمیر کے دل میں ہلچل پیدا کر گیا۔

شاہمیر اپنے گھر کے گیٹ سے باہر نکلا، ہاتھ میں گاڑی کی چابی تھی اور چہرے پر معمول کی شوخ مسکراہٹ۔ جیسے ہی وہ گاڑی کی طرف بڑھا، اس کی نظریں ساتھ والے گھر کے دروازے پر جا ٹھہریں۔ وہاں وہ لڑکی کھڑی تھی، جو اپنے کندھے پر بیگ لٹکائے، دھیمی رفتار سے باہر آ رہی تھی۔ اس کے لمبے، کالے بال ہوا کے نرم جھونکوں سے ہلکے ہلکے لہرا رہے تھے۔ وہ

گہرے سبز آنکھوں والی لڑکی تھی، جو کچھ دیر کے لیے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی، جیسے کسی کا انتظار کر رہی ہو۔

شاہمیر کے ہاتھ، جو گاڑی کا دروازہ کھولنے کے لیے بڑھے ہوئے تھے، وہیں رک گئے۔ اس کی نظریں اس لڑکی پر جم گئیں، جیسے وہ کسی اور دنیا میں چلا گیا ہو۔ صبح کی روشنی اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی، اور اس کی کالے لباس کی سادگی میں ایک خاص کشش تھی۔ شاہمیر کے دل میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہوئی، وہ لمحہ بھر کے لیے سب کچھ بھول گیا۔ ہوا ایک اور جھونکا لے کر آئی، اور اس کے ساتھ درختوں کی سرسراہٹ تھوڑی اور تیز ہو گئی۔ لڑکی نے اپنی سبز آنکھوں سے ایک لمحے کے لیے شاہمیر کی طرف دیکھا، لیکن فوراً ہی اپنی نظریں ہٹا لیں، جیسے اسے احساس ہو کہ کوئی اسے

دیکھ رہا ہے۔ وہ بے نیازی سے دوسری طرف دیکھنے لگی، لیکن شاہمیر کے دل کی دھڑکن تھم سی گئی۔

اسی دوران عادل، ایک پرانی لیکن صاف ستھری موٹر بائیک پر آتا ہوا نظر آیا۔ اس نے بائیک حالہ کے سامنے روکی اور جلدی سے کہا۔

"بیٹھو جلدی! یونیورسٹی چھوڑنا ہے، پھر مجھے اور کام ہیں۔"

"کہاں رہ گئے تھے تم، عادل؟ اتنی دیر لگا دی!" حالہ نے نرمی سے جواب دیا۔

"اچھا نا، اب بیٹھو۔ دیر ہو رہی ہے۔" عادل نے بے صبری سے کہا۔

وہ خاموشی سے بائیک پر بیٹھ گئی اور اپنی چادر کو تھوڑا سا سنبھال کر ٹھیک کیا۔ عادل نے بائیک اسٹارٹ کی، اور وہ دونوں آگے بڑھ گئے۔ بائیک کی آواز نے سکون کو تھوڑا سا توڑا، لیکن جیسے ہی وہ نظروں سے اوجھل ہوئے،

سب کچھ دوبارہ ویسا ہی پر سکون ہو گیا۔ شاہمیر وہیں کھڑا رہا، اپنی گاڑی کے دروازے کے پاس، جیسے کسی جادو کے زیرِ اثر آ گیا ہو۔ ہوا کا ایک اور جھونکا آیا، اور اس کے ساتھ وہ سبز آنکھوں والی لڑکی کی یاد بھی شاہمیر کے دل پر نقش ہو گئی۔ اس نے ایک گہری سانس لی اور آسمان کی طرف دیکھا۔ بادل ابھی بھی سورج کو مکمل طور پر چھپائے ہوئے تھے۔

شاہمیر گاڑی میں بیٹھنے والا ہی تھا کہ گیٹ سے زارا آتی نظر آئی۔ اس نے اپنے بیگ کو کندھے سے ہٹایا اور سرخ چادر کے پلو کو درست کرتے ہوئے کہا۔

"چلو، شاہمیر! مجھے یونیورسٹی ڈراپ کر دو۔"

شاہمیر نے ایک نظر زارا پر ڈالی، اور پھر بے دلی سے کہا "ڈرائیور کے ساتھ چلی جاؤ نا۔ میرے پاس اور بھی کام ہیں۔" زارا نے گھور کر اسے دیکھا

"ڈرائیور گھر میں نہیں ہے نا اور زیادہ باتیں نہ کرو شامی، بس لے کر چلو۔ پلیز۔"

شاہمیر نے بے بسی سے گاڑی کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھتے ہوئے کہا "اچھا چلو" زارا فوراً گاڑی کے دوسری طرف آکر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی اور دروازہ بند کیا۔ شاہمیر نے گاڑی اسٹارٹ کی اور گاڑی دھیرے دھیرے گلی سے نکلنے لگی۔ کچھ لمحوں تک خاموشی رہی، پھر شاہمیر نے ہلکے سے مسکراتے ہوئے زارا کی طرف دیکھا اور بولا۔ "ویسے، زارا... یہ جو ہمارے ساتھ والے گھر میں نئے ہمسائے آئے ہیں نا..."

زارا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا "ہاں؟ کیا ہوا ان ہمسائیوں کو؟"

شاہمیر نے اپنی نظریں سڑک پر مرکوز رکھتے ہوئے کہا۔

"کب آئے یہ لوگ؟ اور وہ لڑکی جو وہاں رہتی ہے، کیا تمہیں معلوم ہے اس کا نام؟"

زارا نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھا۔

"تم کس لڑکی کی بات کر رہے ہو؟" شاہمیر نے کندھے اچکائے، "یار، وہی! بڑی پیاری سی، سبز آنکھوں والی..."

زارا نے فوراً قہقہہ لگایا اور ہنس کر بولی، "اوہو! تو یہ بات ہے؟ تم حالہ کی بات کر رہے ہو؟" شاہمیر نے چونک کر اسے دیکھا، "کیا حالہ نام ہے اس کا؟" زارا نے سر جھٹک کر کہا، "پتہ نہیں تم کس لڑکی کی بات کر رہے ہو، لیکن غالباً حالہ کی ہی بات کر رہے ہو کیونکہ وہی اس گھر میں رہتی ہے۔"

"ویسے تمہیں اس کا نام کیسے پتہ؟" شاہمیر نے دلچسپی سے پوچھا۔ "ارے، میری کلاس فیلو ہے یونیورسٹی میں۔ اور تم کیوں اتنی تفصیلات جاننا چاہتے

ہو؟ دل میں کچھ کھچڑی پک رہی ہے کیا؟" زارا نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں، یار! بس ایسے ہی پوچھ رہا تھا۔ نئے ہمسائے آئے ہیں تو تھوڑی معلومات لینا اچھی بات ہے۔" شاہمیر نے فوراً معصومیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ زارا نے چہرے پر مصنوعی سنجیدگی لاتے ہوئے کہا "ہاں، ہاں، نئے ہمسائے یا صرف سبز آنکھوں والی ہمسائی؟"

شاہمیر نے فوراً سر جھٹک دیا "تم تو بلاوجہ بات کا بتنگڑ بنا رہی ہو۔ کوئی خاص بات نہیں، بس ویسے ہی پوچھا۔" زارا نے اسے غور سے دیکھا، پھر ہنس کر بولی "شامی، مجھے تو کچھ دال میں کالا لگ رہا ہے۔ تمہیں اس حالہ میں کچھ زیادہ ہی دلچسپی نہیں ہو رہی؟" شاہمیر نے جھینپ کر کہا "کیا ہو گیا ہے زارا؟ ایسے ہی پوچھ لیا تھا۔"

"اچھا اچھا، ویسے اگر کچھ ہے تو بتا دینا۔ میں تمہارے لئے یونیورسٹی میں حالہ سے بات کرلوں گی۔ کیا پتہ، وہ بھی تمہارے بارے میں پوچھ رہی ہو۔" زارا نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔ شاہمیر نے زور سے قہقہہ لگایا اور ہنس کر کہا "زارا، تم بس خاموش رہو۔ زیادہ نہ سوچو۔ تمہیں پتہ ہے نا، تمہاری ان باتوں کی کوئی فیس نہیں لگتی، اس لئے بولتی ہی چلی جاتی ہو!"

زارا نے مصنوعی غصے سے کہا "شامی! تمہیں پتہ ہے، میں یہ بات حالہ کو بتا دوں گی کہ تم اس کے بارے میں پوچھ رہے تھے!"

"زارا! ایسا مت کرنا! ورنہ وہ سمجھے گی میں... تمہیں پتہ ہے نا، غلط مطلب نکال لے گی!" شاہمیر نے فوراً گھبرا کر کہا۔ زارا نے ہنستے ہوئے کہا "تو پھر فرق کیوں پڑ رہا ہے؟ کہیں دل میں کچھ چل تو نہیں رہا؟" شاہمیر نے

جلدی سے موضوع بدلا، مگر زارا کہاں باز آنے والی تھی! دونوں کی نوک جھونک کے ساتھ گاڑی یونیورسٹی پہنچ گئی۔

"واپسی پر لینے آؤ گے؟" زارا نے پوچھا

"ہاں، اگر راستے میں آیا تو۔"

"صحیح ہے، اللہ حافظ!" زارا ہنستی ہوئی اندر چلی گئی۔

☆☆☆✦☆☆☆

حالہ اور اسرا کلاس روم میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہی تھیں۔ جب اسرا نے حالہ سے پوچھا۔ "یونیورسٹی اور انٹرن شپ ساتھ کیسے سنبھالو گی؟"

حالہ نے گہری سانس لی "مشکل تو ہے، لیکن میں نے پورا شیڈول بنالیا ہے۔ صبح کلاسز، پھر سیدھا انٹرن شپ، شام کو پڑھائی۔"

اسرا ہنسی "بس دعا ہے کہ تمہارے باس کو تمہارا کام پسند آجائے!"

حالہ نے شکی لہجے میں کہا" ہاں ہاں لگ ہی نے چائے کہیں اسے میرا کام اچھا... شکل سے ہی لگ رہا ہے کہ دو دن بعد مجھے افس سے نہ نکال دے"

"وہ دیکھو، تمہارے باس کی بہن آگئی!" اسرا نے حالہ کو چھیڑتے ہوئے کہا اور زارا کی طرف اشارہ کیا، جو دھیرے دھیرے کلاس کے اندر آ رہی تھی۔

حالہ نے ایک سرد ساطنزیہ انداز میں زارا کی طرف دیکھا۔

زارا نے گلابی رنگ کا سادہ سا جوڑا پہنا ہوا تھا، اس کی گنگھریالے بال کمر تک لٹک رہے تھے، مگر وہ ہمیشہ کی طرح سادہ لگ رہی تھی۔ حالہ کی نظریں اس کے لباس اور چہرے پر گئیں، اور وہ سرد طنز سے بولی" دیکھو تو صحیح، آج تو بڑی اچھے سے بات کر رہی ہے سب سے۔ اس دن کس طرح ہم سے بدتمیزی کر رہی تھی بالکل اپنے بھائی جیسی بد تمیز ہے" اسرا نے اپنی نظریں

زارا پر مرکوز رکھتے ہوئے ہنستے ہوئے کہا، "مجھے تو بہت زہر لگتی ہے یہ زارا!" حالہ نے گہری سانس لی، جیسے اسرا کی بات نے اس کے دل کی بات کہہ دی ہو۔

"اور اس کا بھائی؟ اس سے بھی زیادہ زہر!" حالہ نے زارا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"خیر، میں نے اس کے بھائی کو تو نہیں دیکھا، لیکن اگر وہ اس کا بھائی ہے، تو ظاہر ہے، ویسا ہی ہوگا جیسا تم بتا رہی ہو۔"

دونوں کی سرگوشیاں مسلسل جاری تھیں، اور زارا نے ان کی طرف ایک لمحے کے لیے دیکھا۔ حالہ اور اسرا کے چہروں پر طنز واضح تھا، اور ان کے ہنسنے کی آوازیں زارا کے کانوں میں گونجنے لگیں۔ وہ دونوں زارا کی طرف ہی دیکھ رہی تھی۔ زارا کو فوراً احساس ہوا کہ وہ اس کی ہی بات کر رہی ہیں۔

زارا نے اپنے اندر ایک عجیب سا غصہ محسوس کیا۔ وہ کتابیں پکڑے تیز قدموں سے ان کے قریب آئی اور ان کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

"ہاں، اب بولو، کیا بات کر رہے تھے تم دونوں میرے بارے میں؟" زارا نے غصے سے کہا۔

حالہ نے لاپرواہی سے سر جھٹک دیا اور طنزیہ انداز میں کہا، "تمہارے بارے میں؟ تمہارے بارے میں ہے ہی کیا جو ہم بات کریں؟"

زارا کے چہرے پر غصہ اور بے بسی دونوں واضح تھے۔ "اچھا؟ اتنی دیر سے میری طرف دیکھ کر ہنس رہے ہو، اور اب کہہ رہے ہو کہ میرے بارے میں کچھ نہیں کہہ رہے تھے؟"

اسرا نے اپنے لہجے میں بیزاری لاتے ہوئے کہا "ہم تمہارے بارے میں بات نہیں کر رہے تھے۔ تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہو گی۔" زارا کا دل یہ

سب سن کر مزید جلنے لگا۔ "غلط فہمی؟ میں نے خود دیکھا ہے تم دونوں کو، میری طرف دیکھ کر ہنستے ہوئے۔ کیا مسئلہ ہے تم لوگوں کو؟" حالہ نے اس بار سخت لہجے میں کہا "ہاں، ٹھیک ہے۔ ہم تمہارے بارے میں بات کر رہے تھے۔ اب بتاؤ، کیا کر لو گی؟" زارا نے اس کے طنز کا سامنا کرتے ہوئے کہا "کیا بات کر رہے تھے میرے بارے میں؟" حالہ جیسے اسی لمحے کے انتظار میں تھی۔ اس نے تیزی سے کہا، "یہی کہ تم بہت بدتمیز ہو، بالکل اپنے بھائی جیسی! دیکھنے میں بھی اچھی نہیں لگتی، تمہاری ڈریسنگ بھی کوئی خاص نہیں ہے، پڑھائی میں بھی کوئی خاص نہیں ہو۔ اور تمہارے بات کرنے کا انداز؟ ایسا کہ جی چاہے تمہیں زمین کے اندر دفن کر دوں! تم اتنی زہر لگتی ہو کہ میں بتا نہیں سکتی۔" زارا کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، لیکن اس نے انہیں بہنے سے روکنے کی بھرپور

کوشش کی۔ حالہ بولتی جارہی تھی، جیسے اسے احساس ہی نہ ہو کہ اس کے الفاظ کسی کے دل پر کتنے گہرے زخم لگا رہے ہیں۔

"حالہ، پلیز، بس کردو۔" اسرا نے حالہ کی طرف دیکھا اور کہا۔

حالہ ایک دم خاموش ہو گئی، لیکن زارا کے لیے بہت دیر ہو چکی تھی۔ زارا نے کچھ اور کہنے کی کوشش کی، لیکن اس کا گلا بھر آیا۔ اس نے جلدی سے کتابیں اٹھائیں اور وہاں سے چلی گئی۔

"حالہ تم پاگل ہو گئی ہو؟ ہم نے تو ایسا کچھ کہا بھی نہیں؟"

"مجھے غصہ اگیا تھا۔۔۔۔ یہ لڑکی پہلے ہی مجھے بہت زہر لگتی ہے۔ میرے منہ سے خود ی نکال گیا میں نے صرف اسے اور غصہ دلانے کے لیے اور باتیں بول دی۔ بہت شوق تھا نا اسے یہ جاننے کا کہ ہم اس کے بارے میں کیا باتیں کر رہے تھے"۔

جیسے ہی زارا کلاس سے نکلی، آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ وہ مضبوط بننا چاہتی تھی، مگر حالہ کے الفاظ دل میں تیر کی طرح اتر گئے تھے۔ راہداری کے ایک سنسان گوشے میں جا کر اس نے دیوار سے ٹیک لگا لی۔

"کیوں؟ میں نے کیا غلط کیا؟" وہ خود سے بڑبڑائی، مگر کوئی جواب نہ ملا۔

دماغ میں حالہ اور مہرین کے الفاظ زہر کی طرح گونجنے لگے "تم بدتمیز ہو... اچھی نہیں لگتی... تمہیں خود کا خیال نہیں..."

زارا نے آنکھیں بند کر کے سانس کھینچی، مگر دل کا بوجھ کم نہ ہوا۔ ہر سرگوشی، ہر طنز اس کے اندر گونج رہا تھا۔ "مجھے ان سب کی پروا کیوں ہے؟ کیا واقعی میں ایسی ہوں؟"

دھوپ کھڑکی سے اندر آ رہی تھی۔ زارا نے نمی بھری آنکھوں سے روشنی کو دیکھا "میں کیوں ان سب کی باتوں کو خود پر اثر ڈالنے دے رہی ہوں؟

مجھے خود کو مضبوط بنانا ہو گا۔ لیکن کیسے ؟"اس کے ہاتھ کانپنے لگے، اور اس نے اپنا دوپٹہ ٹھیک کرتے ہوئے گہری سانس لی۔ آنکھیں صاف کیں، اور اپنے آنسو روکنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا"مجھے انہیں یہ نہیں دکھانا چاہیے کہ میں کمزور ہوں۔"

زارا نے کتابیں اٹھائیں اور اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی، لیکن دل کے اندر وہ چھوٹا سا سوال اب بھی زندہ تھا۔

"کیا میں واقعی ویسی ہوں جیسا وہ سب کہتے ہیں؟"

☆☆☆✦☆☆☆

سردیوں کی دھند میں لپٹی دوپہر تھی، ہوا میں ایسی خنکی کہ ہاتھ جیب میں نہ ڈالے جائیں تو انگلیاں سن ہونے لگیں۔ زاویار سلطان کا آفس شہر کے

پوش علاقے میں ایک جدید اور بلند عمارت کے چوتھے فلور پر تھا۔ شیشے کی دیواروں سے شہر کی مصروف سڑکیں اور عمارتیں صاف دکھائی دیتی تھیں۔ اندر کا منظر بھی باہر جتنا شاندار تھا—ماربل کا فرش، نرم قالین، دیواروں پر مہنگے آرٹ پیس، اور ایک وسیع میز جس پر ترتیب سے رکھی فائلیں زاویار کی نفاست اور پروفیشنل ازم کا پتہ دے رہی تھیں۔

ہوا میں کافی کی خوشبو گھلی ہوئی تھی، کمپیوٹرز کی ہلکی گنگناہٹ ماحول کو مزید پروفیشنل بنا رہی تھی۔ مگر حالہ کا دل بے وجہ تیزی سے دھڑک رہا تھا، جیسے کسی انجانے خوف نے اسے جکڑ لیا ہو۔

اج اس کے افس کا پہلا دن تھا۔ اس نے ہلکے نیلے رنگ کا ایک پروفیشنل سا سوٹ پہنا تھا، جس کے ساتھ سفید سادہ سی ہیلز تھیں۔ اپنے بالوں کو صاف ستھرا بن میں لپیٹا ہوا تھا تاکہ ایک پروفیشنل لک مل سکے، لیکن اس

کی آنکھوں میں ابھی بھی وہ ناراضگی جھلک رہی تھی جو زاویار سے ہونے والی پچھلی بحث کا نتیجہ تھی۔ وہ یونیورسٹی کے بعد گھر گئی تھی اور دوبارہ تیار ہو کر افس ائی تھی۔ زاویار اپنے افس میں بیٹھا، ہمیشہ کی طرح مکمل فوکس کے ساتھ اپنے کام میں مصروف تھا۔ سیاہ رنگ کی پینٹ کے اوپر سفید شرٹ پہنے وہ کام میں گم تھا۔ اس کی کلائی پر بندھی گھڑی اور ترتیب سے سنورے ہوئے بال اس کے پروفیشنل اور پُرکشش شخصیت کو مزید نکھار رہے تھے۔ وہ اپنی سنہری بھوری آنکھوں سے کسی ڈیزائن پر غور کر رہا تھا۔ اس کے سامنے کمپیوٹر اسکرین پر عمارت کے ایک پیچیدہ ڈیزائن کا تھری ڈی ماڈل دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی اور سکون کا امتزاج تھا، جیسے ہر مسئلے کا حل اس کے پاس ہو۔

تبھی محسن، افس میں داخل ہوا۔

"سر، آپ کی نئی انٹرن آگئی ہیں۔"

زاویار نے ایک نظر اوپر اٹھا کر پوچھا۔

"نام کیا ہے؟"

"حالہ۔"

"او اچھا ٹھیک ہے اسے میرے افس بھیجو"

"جی سر" محسن کہتا ہوا دروازے سے باہر نکل جاتا ہے۔

کچھ دیر بعد دروازہ کھلا اور حالہ اندر آئی۔

اس نے اپنے سبز رنگ کی چمکتی آنکھوں سے آفس کا جائزہ لیا اور خود کو جلدی سے سنبھالا، لیکن اندر کی بے چینی اس کے چہرے پر واضح تھی۔ وہ دھیرے سے آگے بڑھی اور میز کے قریب پہنچ کر کھڑی ہو گئی۔ زاویار

نے سر اٹھا کر اسے دیکھا، ایک لمحے کو خاموش رہا، اور پھر اپنی گہری اور پروقار آواز میں بولا "آیئے، بیٹھیے، مس حالہ۔"

حالہ نے ایک لمحے کے لیے اس کی آنکھوں میں دیکھا، جو اتنی ہی سرد اور بے رحم تھیں جتنی اس کی آواز۔ وہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے دھیرے سے بولی "جی، سر۔"

زاویار نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی اور کمپیوٹر اسکرین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، "اچھا، مس حالہ، یہ جو اپ کو انٹرنشپ کا پہلا دن لگ رہا ہے، یہ میرے لیے کام کا دن ہے۔ میں اپ کو ایک پروجیکٹ دیتا ہوں"

حالہ نے ہونٹ بھینچ کر اپنی بات سنی اور سر ہلایا۔ زاویار نے اپنی بات جاری رکھی۔ "یہ اسکرین پر جو ڈیزائن اپ دیکھ رہی ہیں، یہ ایک چھ منزلہ عمارت کا منصوبہ ہے۔ رہائشی اور کمرشل دونوں فلورز ہیں۔ اپ کا کام ہے

کہ اس کی مکمل رپورٹ تیار کریں اور اس میں کوئی بھی مسئلہ نکال کر سامنے لائیں خاص طور پر ساختی توازن کے حوالے سے۔ مجھے کل صبح تک رپورٹ چاہیے۔"

سر، مجھے رپورٹ کب تک تیار کرنی ہے؟"

"بولا تو ہے صبح تک اور یہ اپ کا پہلا ٹاسک ہے، دیکھتے ہیں کہ اپ اسے کتنا سنجیدہ لیتی ہیں۔" زاویار نے سرد لہجے میں کہا۔

حالہ نے اپنی نوٹ بک نکالی اور کچھ لکھتے ہوئے دھیرے سے کہا۔

"ٹھیک ہے، سر۔ میں اپنی پوری کوشش کروں گی۔"

زاویار نے ایک کڑوی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا" پوری کوشش نہیں، مس حالہ۔ مجھے پرفیکٹ کام چاہیے۔ اگر اپ کو لگتا ہے کہ اپ یہاں

کچھ سیکھنے یا تجربہ کرنے آئی ہیں، تو بھول جائیں۔ یہاں صرف کام ہوتا ہے، وہ بھی بہترین۔"

زاویار نے اپنی کرسی کی پشت سے ٹیک ہٹائی اور تھوڑا آگے جھکتے ہوئے گہری نظریں حالہ پر گاڑ دیں۔ اس کے لہجے میں تلخی اور سرد مہری واضح تھی۔

"مس حالہ، یہ جگہ آپ کے شوق پورے کرنے کے لیے نہیں ہے۔ یہاں کام ہوتا ہے، وہ بھی وقت پر اور مکمل۔ آپ کو لگتا ہے کہ انٹرنشپ ایک سیر سپاٹے کا موقع ہے تو میں آپ کو بتا دوں کہ یہاں وقت کی بربادی برداشت نہیں کی جاتی۔"

حالہ نے اندر ہی اندر ایک سخت سانس لی اور کچھ بولنے کو لب ہلائے، لیکن زاویار کی آواز نے اسے موقع نہیں دیا۔ "یہ جو پروجیکٹ دیا ہے، اس میں

کوئی غلطی برداشت نہیں ہو گی۔ مجھے رپورٹ میں ہر تفصیل چاہیے، اور یاد رہے، یہ آپ کی پہچان کا پہلا قدم ہے۔ اگر آپ ناکام ہوئیں، تو شاید یہ آپ کا آخری موقع بھی ہو۔" اس کے سرد اور کاٹ دار جملے حالہ کے اندر کہیں گہرائی میں جا کر چبھے۔ زاویار نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے ایک اور وار کیا، "اور ہاں، کام کرتے وقت اپنی ذاتی سوچ یا انداز مت لائیے گا۔ مجھے نتائج چاہئیں، کوئی تخلیقی کہانی نہیں۔" حالہ کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے رنگ بدلا، لیکن حالہ نے کرسی سے اٹھتے ہوئے اپنی نوٹ بک بند کی، اس کے چہرے پر موجود سکون اب غائب ہو چکا تھا۔ اس نے زاویار کو ایک لمحے کے لیے دیکھا، جیسے دل ہی دل میں کچھ کہنا چاہتی ہو، مگر خاموش رہی۔ اپنی آواز کو قابو میں رکھتے ہوئے سختی سے بولی۔

"ٹھیک ہے، سر۔ آپ کو وقت پر رپورٹ مل جائے گی۔"

زاویار نے ایک بار بھی سر اٹھا کر نہیں دیکھا، بس اپنے کام میں مصروف رہا، جیسے حالہ کی موجودگی کوئی اہمیت ہی نہ رکھتی ہو۔ حالہ نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لیے، اپنی نوٹ بک کو مضبوطی سے تھامے آفس سے باہر نکلنے لگی۔

"یہ سمجھتا کیا ہے خود کو؟ کوئی روبوٹ ہوں، جو بس اس کے حکم پر چلے؟ انسانیت جیسی کوئی چیز ہی نہ ہو۔ باس ہیں تو کیا ہوا؟ تھوڑی سی تمیز بھی سیکھ لیں تو اچھا ہے۔ ہر کسی کو اپنی پروفیشنلزم کی تلوار سے کاٹنا ضروری نہیں ہوتا، ارام سے بات کرنے تو اتی ہی نہیں ہے بس زاویار، اب تمہیں دکھانا ہو گا کہ حالہ کس چیز کی بنی ہوئی ہے۔ تم نے چیلنج دیا ہے، اور میں یہ چیلنج قبول کرتی ہوں" حالہ کے قدم تیز تھے، اور آنکھوں میں جلتی ہوئی تپش تھی۔ "یہ جنگ ہے، حالہ۔ اب اسے شکست دینی ہے، وہ بھی اس کے اپنے

اصولوں کے مطابق "اس نے ایک گہری سانس لی اور خود کو پر سکون کرنے کی کوشش کی، لیکن دل ہی دل میں زاویار کے رویے پر بے حد غصہ تھا۔ "چلو حالہ، شروع ہو جاؤ اپنے کام میں۔ اب اس سرد مزاج سیریل باس کو دکھانا ہے کہ تم کس قابل ہو"۔

وہ تیزی سے اپنے ڈیسک تک پہنچی "اب یہ رپورٹ ایسی بنے گی کہ کل صبح یہی زاویار سوچنے پر مجبور ہو گا کہ حالہ صرف انٹرن نہیں، ایک پروفیشنل ہے۔ دیکھتے ہیں، یہ اپنا سارا غرور کب تک سنبھالے رکھتا ہے "چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ ائی۔ حالہ اپنے کیبن میں جا بیٹھی۔ باہر سرد ہوا کی کاٹ تیز تھی، مگر اندر ہیٹر کی گرمی نے ماحول کو آرام دہ بنا رکھا تھا۔ آفس میں ہر طرف کام کی سنجیدگی جھلک رہی تھی، لیکن حالہ کے لیے یہ سب نیا اور قدرے عجیب تھا۔ اس کا کیبن درمیانے سائز کا تھا، ایک طرف کمپیوٹر اور

دوسری طرف ترتیب سے رکھی فائلیں۔اس کی نظریں لمحہ بھر کے لیے

میز پر جمیں، پھر ارد گرد کا جائزہ لیا۔قریب موجود ملازمین اپنے کام میں

مصروف تھے، مگر جیسے ہی حالہ پر ان کی نظر پڑی، چند لوگ ایک دوسرے

کو دیکھ کر دھیمی مسکراہٹیں بانٹنے لگے۔

حالہ نے ایک تیز نظر ان پر ڈالی، مگر پھر خود کو نظرانداز کرنے پر مجبور کیا۔

کچھ بولتی تو بات لڑائی تک پہنچ سکتی تھی،اور وہ پہلے ہی دن آفس سے

نکالے جانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتی تھی۔

ایک لڑکی، جو کافی سنجیدہ مگر خوش مزاج لگتی تھی، حالہ کے قریب آکر

کھڑی ہوئی۔اس کے ہاتھ میں ایک گہرے نیلے رنگ کی فائل تھی، لمحہ

بھر کو وہ حالہ کو دیکھتی رہی، پھر ہلکا سا مسکراتے ہوئے بولی "تمہارا نام کیا

ہے؟"

حالہ نے سرسری نظر ڈالی، خشک لہجے میں بولی "حالہ۔" اور دوبارہ فائلوں میں مصروف ہو گئی۔ مدیحہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی "بہت خوبصورت نام ہے، میرا نام مدیحہ ہے۔"

حالہ نے مختصر سی مسکراہٹ دی، مگر مدیحہ کی موجودگی اسے اب بھی اجنبی لگ رہی تھی۔ مدیحہ نے خوش دلی سے کہا "میں بھی آج نئی آئی ہوں، کیسا لگ رہا ہے یہاں؟"

حالہ نے پہلی بار مدیحہ کو غور سے دیکھا، دل میں کہیں مدیحہ کی بے تکلفی جگہ بنا رہی تھی۔ حالہ نے سر اٹھائے بغیر کہا "میں ابھی آئی ہوں، اور اگر سچ پوچھو تو بہت برا۔"

مدیحہ نے کچھ حیرانی سے پوچھا "کیوں؟" حالہ نے اب کی بار پوری طرح مدیحہ کی طرف رخ کیا۔ اس کے چہرے پر واضح جھنجھلاہٹ تھی۔ "مجھے یہ

بتاؤ، باس نے تم سے کس طرح بات کی؟ مطلب غصے سے اور چڑ چڑے

انداز میں؟"

"نہیں تو۔ انہوں نے تو مجھ سے بہت اچھے سے بات کی۔ یہاں تک کہ میں

توان کی اواز کی دیوانی ہو گئی" مدیحہ نے ہلکے سے مسکرا کر جواب دیا۔ یہ سن

کر حالہ کی آنکھوں میں حیرت کچھ اور بڑھ گئی۔ "واقعی؟ انہوں نے تم سے

اچھے سے بات کی؟"

مدیحہ کے چہرے پر ہنسی تھی۔ "ہاں، ہاں! کیوں؟"

حالہ کا لہجہ تلخ ہو گیا۔ "میرے ساتھ تو بالکل اچھے سے بات نہیں کی۔

نہایت روڈ اور بد تمیز طریقے سے پیش آئے" مدیحہ اس کی بات سن کر

خاموش ہو گئی۔ وہ اپنے الفاظ کے ساتھ فائلوں کو زور سے میز پر رکھتی گئی۔

اور پھر دل میں بولی، باقیوں سے تو کتنے اچھے سے بات کی، بس مجھ سے ہی

چڑ کر! شاید اس لیے کہ میں نے پہلے دن بدتمیزی کردی تھی۔ ہاں، مگر مجھے کیا پتہ تھا کہ جس سے الجھ رہی ہوں وہی میرا باس نکلے گا؟ غلطی تو اس کی بھی تھی، گاڑی دیکھ کر نہیں چلائی، میرے سارے کپڑے گندے کر دیے تھے! بولنا تو بنتا تھا۔ خیر، اب روز ہی خراب موڈ میں بات کرے گا، مگر مجھے کیا؟ میں یہاں کام کرنے آئی ہوں، اپنا کام کر کے چلی جایا کروں گی، اسے خوش کرنے کی ضرورت نہیں! کافی دیر خاموشی کے بعد مدیحہ کی مسکراہٹ لوٹی اور اس نے کہا" ویسے تم نے ان کی آنکھیں دیکھی تھیں؟ ماشاءاللہ، اتنی خوبصورت کہ میں تو——"

"بس، بس! مجھے نہیں سننی خروس کی تعریفیں۔" حالہ نے بیچ میں ٹوکتے ہوئے کہا اور مدیحہ فوراً خاموش ہوگئی۔ اسی دوران، ایک اور لڑکی ان کے

قریب آکر کھڑی ہوئی۔ وہ قدرے مطمئن نظر آرہی تھی۔ "آج تم دونوں کا پہلا دن ہے، نا؟ کیا نام ہے تم دونوں کا؟"

"میرا نام مدیحہ ہے۔" مدیحہ نے فوراً مسکراتے ہوئے کہا۔

لڑکی نے سر ہلایا اور حالہ کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا "اور آپ کا؟"

حالہ نے سرد لہجے میں کہا "حالہ خادم۔" ایک نظر اس لڑکی کی طرف دیکھا اور دوبارہ اپنے کام میں مشغول ہو گئی۔ "اچھا، میرا نام عارفہ ہے۔" عارفہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نائس نیم!" مدیحہ نے فوراً جواب دیا۔

عارفہ نے دوبارہ بولنا شروع کیا "میں تم دونوں کو آفس کے کچھ اصول بتانے آئی ہوں۔ خاص کر باس کے بارے میں یہاں کام کے معاملے میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کی جاتی۔ باس کو وقت کا بہت خیال ہے، اگر کسی

نے ایک منٹ کی بھی دیر کی تو وہ سخت غصہ ہوتے ہیں اور یہ بات یاد رکھو کہ باس کو کوئی بہانہ پسند نہیں۔ اگر تم سے کوئی کام غلط ہو گیا تو وہ فوراً پکڑ لیتے ہیں اور ڈانٹ بھی دیتے ہیں۔" حالہ کے چہرے پر صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ ان باتوں میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہی۔ اس نے آنکھوں کو تھوڑا گھمایا جیسے بور ہو رہی ہو۔ مدیحہ نے عارفہ کی بات سن کر آہستہ سے کہا" یہ تو کافی سخت لگتے ہیں۔" عارفہ نے اس پر مسکراتے ہوئے جواب دیا" سختی صرف کام کے معاملے میں ہے، ورنہ وہ بہت پروفیشنل ہیں۔ لیکن ہاں، تمہیں یہاں بہت زیادہ محتاط رہنا ہو گا۔"

پھر وہ حالہ کی طرف مڑی اور گویا ہوئی، "اور ایک اور چیز، یہاں کسی بھی قسم کا مذاق یا غیر ضروری بات چیت برداشت نہیں کی جاتی۔ باس چاہتے

ہیں کہ ہر کوئی اپنے کام پر توجہ دے۔اور اگر کسی نے ڈسپلن توڑا، تو وہ اگلے ہی دن اسے دفتر سے نکال سکتے ہیں۔"

عارفہ نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے مزید کہا" یہاں چھٹی لینے کا بھی سخت مسئلہ ہے۔اگر تمہیں چھٹی چاہیے، تو اسے پیشگی اطلاع دینا ہو گی۔ بغیر بتائے چھٹی کرنا یا دیر سے آنا باس کو سخت ناپسند ہے۔اور یاد رکھنا، باس کے سامنے کوئی بھی بہانہ نہ بنانا۔ وہ فوراً پہچان لیتے ہیں کہ کون جھوٹ بول رہا ہے۔"

حالہ، جواب تک عارفہ کی مسلسل باتوں سے بیزار ہو چکی تھی، نے آنکھیں مٹکاتے ہوئے اور تھوڑی بے زاری سے کہا" اچھا، بس کرو گی؟ ہمیں تمہارے باس کے اصولوں کی لمبی فہرست میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

عارفہ کی بات اچانک کاٹنے پر وہ تھوڑی ناراض نظر آئی۔اس نے حالہ کو

گھورا اور اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔ مدیحہ نے حیرانی سے حالہ کو دیکھا اور آہستہ سے بولی "حالہ، تھوڑا نرم ہو جاؤ۔" حالہ نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا "مجھے نہیں سننا یہ سب۔ کام کرنا ہے، کر لیں گے، لیکن اس طرح کی لمبی ہدایات سننے کا وقت نہیں۔"

عارفہ نے سرد لہجے میں جواب دیا "ٹھیک ہے۔ جیسے تم مناسب سمجھو۔ لیکن یاد رکھنا، یہاں ان اصولوں پر عمل نہ کرنا تمہیں مشکل میں ڈال سکتا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ اپنے کاغذات سمیٹنے لگی اور حالہ کو ایک آخری نظر ڈال کر چلی گئی۔

حالہ نے کندھے جھٹکتے ہوئے اپنی فائلوں کو دوبارہ ترتیب دینا شروع کر دیا۔

عارفہ کے جانے کے بعد مدیحہ نے ہلکی سی ہنسی دبانے کی کوشش کرتے ہوئے حالہ کی طرف دیکھا۔ "تم نے اسے چپ کروا دیا۔ بیچاری کتنے جوش سے ہمیں اصول بتا رہی تھی، اور تم نے بیچ میں ہی سب ختم کر دیا۔"

حالہ نے آنکھیں گھماتے ہوئے کہا، "یار، وہ اصول بتا رہی تھی یا کہانی سنا رہی تھی؟ مجھے تو ایسا لگ رہا تھا کہ وہ باس کی کوئی پرانی ملازم ہے جو ان کے قصیدے گانے آئی ہو۔" مدیحہ نے ہنستے ہوئے کہا "لیکن حالہ، ایک بات ماننی پڑے گی، باس واقعی کافی دلکش ہیں۔ ان کی وہ کرشماتی شخصیت، ماشاءاللہ! اور ان کی آواز... تم نے غور کیا؟"

حالہ نے حیرت اور جھنجھلاہٹ سے اسے دیکھا۔ "تمہیں وہ دلکش لگتے ہیں؟ اور ان کی اواز؟ میرا تو دل کرتا ہے، ان کی ہر بات پر ایک زوردار جواب دوں تاکہ وہ چپ ہو جائیں۔"

مدیحہ نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا" سچ کہوں تو، ان کی شخصیت میں کچھ ایسا ہے جو دل کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ مجھے تو ان کا غصہ بھی اسٹائلش لگتا ہے۔"

حالہ نے اپنی فائل میز پر پٹخی اور چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا "غصہ اسٹائلش؟ تمہیں ان کے غصے میں اسٹائل نظر آتا ہے؟ واقعی؟"

مدیحہ نے پرجوش انداز میں کہا، "ہاں، بالکل۔ اور ان کی آنکھیں تو بہت پیاری ہیں۔ اور وہ مری ہوئی پلکیں تو بہت ہی پیاری" حالہ نے آنکھیں گھمائیں اور بے زاری سے کہا" مجھے لگتا ہے، تمہیں ان کی تعریف کرنے کے پیسے مل رہے ہیں۔ کوئی اور بات کرو، ورنہ میں یہاں سے اٹھ جاؤں گی۔"

"ارے، غصہ کیوں آرہا ہے؟ میں تو بس حقیقت بتا رہی ہوں۔" مدیحہ ہنسی۔ "تم ان کے بارے میں اتنی منفی کیوں ہو؟"

"کیونکہ وہ سیدھے منہ بات نہیں کرتے، ہر وقت حقارت بھری نظروں سے دیکھتے ہیں جیسے میں ان کی دشمن ہوں!" حالہ نے سخت لہجے میں کہا۔

"شاید ان کی شخصیت ہی ایسی ہے۔" مدیحہ نے سنجیدگی سے کہا۔

حالہ نے ناک سکیڑتے ہوئے کہا" شخصیت؟ ان میں تو صرف غرور بھرا ہے!"

مدیحہ ہنستے ہوئے بولی" چلو، دیکھتے ہیں کب یہ غرور پگھلتا ہے۔"

زاویار اپنی ڈیسک پر بیٹھا تھری ڈی ماڈلز دیکھ رہا تھا۔ اس کے گرد نیلے نقشے بکھرے تھے، جن پر سفید اور سرمئی لکیریں کھنچی تھیں۔

دروازے پر ہلکی دستک ہوئی۔ زاویار نے اسکرین سے نظریں ہٹا کر گہری سانس لی اور کہا، ''آ جائیں۔''

دروازہ کھلا، اور حالہ دھیرے سے اندر داخل ہوئی۔ اس کے چہرے پر ہلکی جھجک اور پیشانی پر ہلکا سا شکن تھا۔ زاویار نے سرسری سی نظر اس پر ڈالی اور دوبارہ اپنے کام کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ''جی بولیں، مس حالہ؟ کیا ہوا؟''

حالہ نے ایک لمحے کے لیے زاویار کی طرف دیکھا، لیکن فوراً اپنی نگاہیں جھکا لیں۔

''سر، آپ نے کہا تھا کہ رپورٹ صبح تک تیار کرنی ہے۔ لیکن۔۔۔'' وہ اپنی بات مکمل کرنے سے پہلے رک گئی، جیسے الفاظ تلاش کر رہی ہو۔ زاویار نے اسکرین سے نظریں ہٹائیں اور ایک تیوری چڑھائی۔ ''لیکن کیا؟''

حالہ نے ہچکچاتے ہوئے کہا" یہ پروجیکٹ بہت پیچیدہ لگ رہا ہے۔ میں۔۔۔شاید اتنی جلدی نہ کر سکوں۔" زاویار نے کرسی کی پشت پر ٹیک لگا کر دونوں ہاتھ سینے پر باندھے، اور ایک سرد مسکراہٹ کے ساتھ کہا" تو کیا اپ مجھے یہ بتانا چاہتی ہیں کہ اپ انٹرنشپ کے پہلے دن ہی ہار مان رہی ہیں؟" حالہ نے جلدی سے کہا" نہیں، سر! میں بس یہ کہہ رہی ہوں کہ۔۔۔"

زاویار نے بات کاٹتے ہوئے کہا" مس حالہ، یہ آفس ہے، یونیورسٹی نہیں۔ یہاں لوگ بہانے نہیں، کام کرتے ہیں۔اپ نے یہاں کام سیکھنے کے لیے اپلائی کیا تھا، اور اب اپ کا کام یہ ہے کہ جو کہا گیا ہے، وہ کریں۔"

حالہ نے زاویار کی طرف دیکھا" سر، میں کوشش کروں گی کہ آپ کو شکایت کا موقع نہ دوں۔"

زاویار نے سنجیدگی سے کہا"کوشش نہیں، نتیجہ چاہیے، مس حالہ۔اور ہاں، ایک بات یاد رکھیں، یہ پروجیکٹ آپکی انٹرنشپ کا آغاز ہے۔اسے کامیابی سے مکمل کریں تاکہ یہ پتہ چلے کہ اپ واقعی کچھ سیکھنے آئی ہیں۔"

حالہ نے سر ہلایا"جی سر ٹھیک ہے۔۔۔میں اپ کو کوئی شکایت کا موقع نہیں دوں گی"

"یہی سننا چاہتا تھا۔اب جاؤ اور کام میں واپس لگ جاؤ"

حالہ کمرے سے باہر نکلی تو اس کے قدموں میں ہلکی سی بے چینی تھی۔اس نے اپنا سر ہلایا، جیسے خود کو ڈانٹ رہی ہو کہ اتنی معمولی سی بات پر اسے ہچکچانا نہیں چاہیے تھا۔لیکن زاویار کا سرد اور سخت لہجہ اس کے ذہن پر نقش ہو گیا تھا۔

حالہ سیدھا اپنی ڈیسک پر جا کر بیٹھی اور فائلیں کھول لیں۔ ہر لائن اب اسے مشکل کے بجائے ایک چیلنج لگ رہی تھی۔

مدیحہ قریب آئی، ہاتھ میں کافی کے دو کپ لیے۔ "کیسا دن گزر رہا ہے، حالہ؟"

حالہ نے سرسری نظر ڈالی۔ "باس نے ابھی سخت لہجہ آزمایا ہے۔"

مدیحہ ہنسی۔ "پروفیشنل انداز ہے، اور ویسے بھی، ان کی شخصیت دیکھی ہے؟ وہ خود بھی ایک شاہکار لگتے ہیں!"

حالہ طنزیہ بولی، "اگر اتنے ہی شاندار لگتے ہیں تو ان کے لیے تعریفی کارڈ بنا کر دے دو، شاید سیکریٹری بنا دیں۔"

مدیحہ نے مسکرا کر کہا، "بس، اتنا غصہ نہ کرو۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہم بہترین کام کریں، اسی لیے سختی کرتے ہیں۔"

حالہ نے فائل بند کی۔ "دباؤ ڈالنے اور بے جا سختی میں فرق ہوتا ہے، جو وہ سمجھنے کے موڈ میں نہیں۔"

مدیحہ نے ہلکی مسکراہٹ دی۔ "چلو، تم کام کرو، لیکن یاد رکھنا، ہم ایک ٹیم ہیں۔ مدد چاہیے ہو تو بتانا۔"

حالہ نے مختصر مسکراہٹ دی اور دوبارہ کام میں لگ گئی، مگر زاویار کے رویے کا اثر اب بھی دل میں موجود تھا۔

☆☆☆✦☆☆☆

شام کا وقت تھا، آسمان پر نارنجی اور سرمئی بادل چھائے ہوئے تھے۔ زارا تھکے قدموں سے گھر میں داخل ہوئی، آنکھیں سرخ اور چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔

لاؤنج میں زاویار کتاب پڑھ رہا تھا۔ زارا کی حالت دیکھ کر وہ چونکا، کتاب بند کر کے کھڑا ہو گیا۔ "زارا؟ کیا ہوا؟" زارا نے نظریں جھکا لیں۔ "کچھ نہیں بھائی، پلیز مجھے اکیلا چھوڑ دو۔" زاویار کی پیشانی پر شکنیں ابھر آئیں۔ اس کے لہجے کی بے بسی نے اسے مزید فکر مند کر دیا۔

"زارا، رکو۔ کیا ہوا ہے؟ تم ٹھیک نہیں لگ رہی ہو۔"

زارا نے کوئی جواب نہ دیا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ زاویار کچھ لمحے کھڑا اسے جاتا دیکھتا رہا، لیکن پھر فوراً اس کے پیچھے کمرے تک آیا اور دروازے پر دستک دی۔

"زارا، دروازہ کھولو۔ تم جانتی ہو کہ میں ایسے نہیں جانے دوں گا۔ بات بتاؤ مجھے۔"

زارا بیڈ پر بیٹھی تکیہ گود میں دبائے رو رہی تھی۔ دروازے کے پیچھے زاویار کی بے چین آواز ابھر رہی تھی۔ "زارا، اگر کچھ ہوا ہے تو بتاؤ۔ میں سب ٹھیک کر دوں گا۔"

زارا نے آنکھیں بند کر کے سانس لی مگر دروازہ نہ کھولا۔ زاویار نے دوبارہ دستک دی، اس بار نرم لہجے میں۔

"ہم مل کر ٹھیک کریں گے، پلیز مجھے بتاؤ۔"

زارا جانتی تھی کہ زاویار تب تک نہیں ہٹے گا جب تک وہ سچ نہ بتا دے۔ اس نے آہستہ سے دروازہ کھولا۔ زاویار نے اس کا بھیگا چہرہ اور سرخ آنکھیں دیکھ کر بے چینی سے قدم آگے بڑھائے۔

"زارا... کیا ہوا؟ کسی نے کچھ کہا؟" زارا نے نظریں جھکائے رکھی۔ زاویار نے نرمی سے اس کا بازو پکڑا اور اسے آہستہ سے کمرے کے اندر لے جا کر

بیڈ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ خود بھی قریب بیٹھ گیا، جیسے اس کے قریب رہ کر اسے یہ یقین دلانا چاہتا ہو کہ وہ اکیلی نہیں ہے۔ زارا نے لرزتے ہاتھوں سے آنسو صاف کیے، مگر الفاظ گلے میں اٹک گئے۔ چند لمحوں بعد ہچکچاتے ہوئے بولی "بھائی... کسی کے الفاظ اتنے کاٹ دار ہو سکتے ہیں، میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔"

زاویار نے فکر مندی سے اسے دیکھا۔

"زارا، صاف صاف بتاؤ، کیا ہوا؟"

"سب کہتے ہیں میں اچھی نہیں ہوں... حالہ، اسرا، سب... کہتی ہیں میں بدتمیز ہوں، میری ڈریسنگ خراب ہے، میں پیاری نہیں ہوں... کوئی بھی مجھے پسند نہیں کرتا۔"

زاویار نے افسردگی سے اسے دیکھا، مگر خود پر قابو رکھتے ہوئے نرمی سے بولا،

"زارا، کوئی بھی کامل نہیں ہوتا۔ تم میں خامیاں ہو سکتی ہیں، لیکن وہ تمہیں برا انسان نہیں بناتیں۔"

زارا نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا، لیکن زاویار نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا اور کہا "ابھی سنو، کچھ کہو مت۔"

زاویار کی آواز دھیمی اور سنجیدہ تھی۔

"زارا، میں جانتا ہوں کہ دنیا کے لوگ اکثر دوسروں پر تنقید کرتے ہیں، اور کبھی کبھی وہ تنقید ہمیں اندر سے توڑ دیتی ہے۔ لیکن کیا تم نے کبھی سوچا ہے کہ یہ لوگ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ کیونکہ ان کے اندر خود اتنا خالی پن ہوتا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں روشنی نہیں دیکھ پاتے۔ اور اس خالی پن کو

بھرنے کے لیے وہ دوسروں کی روشنی کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

زارا نے دھیرے سے سر اٹھا کر زاویار کی طرف دیکھا، لیکن اس کی آنکھوں میں اب بھی بے یقینی جھلک رہی تھی۔ "لیکن بھائی، جب سب یہی کہتے ہیں، تو شاید وہ ٹھیک ہی ہوں، نا؟" زاویار نے گہری نظروں سے زارا کی طرف دیکھا اور تھوڑا سا جھک کر اس کے چہرے کے قریب ہو گیا۔ "زارا، تمہیں اپنی سچائی جاننے کے لیے دوسروں کے الفاظ پر یقین کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سچ یہ ہے کہ لوگ تمہارے بارے میں کیا سوچتے ہیں، اس سے زیادہ اہم یہ ہے کہ تم اپنے بارے میں کیا سوچتی ہو۔"

زارا نے تھکی ہوئی آواز میں کہا "پر بھائی، مجھے تو لگتا ہے کہ میں واقعی ویسی ہوں جیسا وہ کہتے ہیں۔"

زاویار نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کے ہاتھ کو تھپتھپایا اور کہا

"زارا، تم نے کبھی درخت کو دیکھا ہے؟"

زارا نے حیرت سے کہا "درخت؟"

زاویار نے سر ہلاتے ہوئے کہا "ہاں، ایک درخت۔ لوگ ہمیشہ درخت کے پھل اور پتوں کو دیکھتے ہیں، ان کے رنگ اور خوبصورتی کی تعریف کرتے ہیں، مگر درخت کا اصل وجود اس کی جڑوں میں ہوتا ہے۔ اگر جڑیں مضبوط ہوں، تو درخت ہمیشہ کھڑا رہتا ہے، چاہے کتنی ہی آندھیاں کیوں نہ آئیں۔ اور تمہاری جڑیں تمہارے اخلاق، تمہاری نرمی، اور تمہاری سچائی پر یقین ہیں۔ لوگ جو بھی کہیں، وہ ان پتوں کی طرح ہیں جو وقت کے ساتھ گر جاتے ہیں۔ لیکن جڑیں ہمیشہ وہیں رہتی ہیں، اور وہی تمہیں طاقت دیتی ہیں۔"

زارا نے دھیرے سے سر ہلاتے ہوئے کہا "لیکن بھائی، اگر لوگ مجھے کبھی قبول نہ کریں تو؟"

"زارا، لوگ ہمیشہ تمہیں قبول نہیں کریں گے، لیکن یہ تمہاری جنگ نہیں ہے۔ تمہاری جنگ یہ ہے کہ تم خود کو قبول کرو۔ خود کو مضبوط بناؤ، اپنی خوبیوں کو سمجھو، اور اپنی خامیوں کو بہتر کرو، لیکن اس لیے نہیں کہ لوگ تمہیں پسند کریں، بلکہ اس لیے کہ تم خود پر فخر محسوس کر سکو۔" زاویار نے آہستگی سے کہا۔

زارا کے چہرے پر پہلی بار ایک ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔

"اپ کو لگتا ہے میں یہ سب کر سکتی ہوں؟"

زاویار نے مسکراتے ہوئے کہا "زارا، مجھے نہیں لگتا، مجھے یقین ہے۔"

زارا نے گہری سانس لی اور اپنے آنسو پونچھ لیے۔

"تمہیں کس نے یہ حق دیا کہ تم دوسروں کے بارے میں سوچو، کہ وہ تمہارے متعلق کیا سوچتے ہیں؟ تمہیں اپنی زندگی خود کے لیے جینی ہے، لوگوں کی توقعات کے لیے نہیں۔ تم جو ہو، وہ اپنے لیے ہو، اپنی ذات کے لیے ہو۔ لوگ تو آئیں گے، اپنی رائے دیں گے، تنقید کریں گے اور پھر چلے جائیں گے۔ لیکن اگر تم خود کو ویسا نہ سمجھو، جیسا وہ تمہیں دیکھتے ہیں، تو ان کی باتیں تمہیں کبھی نہیں چبھیں گی۔ ان کے الفاظ تبھی دل کو لگتے ہیں، جب کہیں نہ کہیں تم خود کو ان کے بتائے ہوئے آئینے میں دیکھنے لگتے ہو۔ اپنی نظر میں اپنی اہمیت بناؤ۔ اگر تم خود کی نظر میں مضبوط ہو، تو دنیا کے الفاظ بے وزن ہو جائیں گے۔ تم جیسی ہو، ویسی ہی اپنی نظر میں رہو، اور اسی کو اپنی طاقت بناؤ۔"

"مجھے اپنی خامیاں دور کرنی چاہئیں، نا؟"

زاویار نے نرمی سے جواب دیا "ہاں، مگر خود کو بہتر کرنے کے لیے، نہ کہ دوسروں کو خوش کرنے کے لیے۔ دنیا کی رائے بدلتی رہتی ہے، لیکن تمہاری خوشی تمہارے اپنے ہاتھ میں ہے۔" زارا کے دل میں زاویار کے الفاظ گونجنے لگے۔ شاید وہ خود کو بلاوجہ کمتر سمجھ رہی تھی۔ "بھائی، کیا میں واقعی اچھی ہوں؟" زارا نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

زاویار نے مسکراتے ہوئے کہا "زارا، تم صرف اچھی نہیں، تم بہترین ہو۔ تمہارے جیسا دل رکھنے والے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔ اور اگر کبھی کوئی تمہیں یہ سمجھانے کی کوشش کرے کہ تم اچھی نہیں ہو، تو وہ تمہاری خوبیوں سے جلتا ہے، نہ کہ تمہاری کمیوں کو دیکھتا ہے۔ تمہاری شخصیت کا سب سے قیمتی پہلو تمہارا دل ہے۔ اگر وہ صاف ہے، تو دنیا کی کوئی گندگی تمہیں آلودہ نہیں کر سکتی۔ لوگ تمہارے ظاہر کو پرکھ سکتے ہیں، لیکن

تمہاری اصل تمہارے کردار میں ہے۔اپنی خوبصورتی کواپنی روح میں تلاش کرو،نہ کہ آئینے میں۔زارا، تمہیں لگتا ہے کہ دنیا کے تمام لوگ تمہیں سمجھ جائیں گے؟ یہ کبھی نہیں ہوگا۔لیکن تمہیں خود کو سمجھنا ہے۔ یہ سب جو تمہیں نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں، وہ اس لیے کہ خود ان کے دل خالی ہیں۔وہ اپنی کمیوں کو چھپانے کے لیے دوسروں پر انگلیاں اٹھاتے ہیں۔"

زارا نے الجھن سے کہا "لیکن بھائی، اگر مجھے واقعی خود کو بہتر کرنا ہو؟"

زاویار مسکرایا "بہتری کرو، مگر اپنی خوشی کے لیے، دوسروں کو خوش کرنے کے لیے نہیں۔ڈریسنگ بدلو، بات کرنے کا انداز بہتر کرو، مگر صرف اس لیے کہ تم خود کو اچھا محسوس کرو،نہ کہ کسی اور کے لیے۔"

زارا نے گہری سانس لی "یہ آسان نہیں لگتا۔"

"اچھے راستے کبھی آسان نہیں ہوتے، مگر وہی لوگ خود کو بہتر کر پاتے ہیں جو مشکل کا سامنا کرتے ہیں۔ تمہیں اپنی پہچان خود بنانی ہوگی، دنیا کے مطابق نہیں، بلکہ اپنے مطابق"۔

"بھائی، اگر کبھی میں دوبارہ ہار ماننے لگوں تو کیا آپ میرا ساتھ دیں گے؟" زارا نے دھیمی آواز میں پوچھا۔

زاویار نے دھیمی اواز میں کہا "زارا، میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہاری ہار میری ہار ہے، اور تمہاری جیت میری جیت۔ لیکن تمہیں اپنی جنگ خود لڑنی ہوگی۔ میں صرف تمہارے لیے وہ روشنی بن سکتا ہوں جو تمہیں راستہ دکھائے۔"

زارا نے پہلی بار خود کو ہلکا محسوس کیا۔ اس کا بھائی اس کا سب سے مضبوط سہارا ہے۔

زارا اور زاویار کے درمیان سکون بھری خاموشی کا وقفہ آیا۔ زاویار کو لگا کہ زارا اب بہتر محسوس کر رہی ہے، لیکن پھر بھی اس کی آنکھوں کی گہرائی میں ایک بے بسی صاف نظر آ رہی تھی۔ زاویار نے تحمل سے پوچھا "زارا، اب بتاؤ، تمہیں یہ سب باتیں کس نے کہیں؟" زارا ایک لمحے کے لیے جھجکی، پھر آہستہ سے بولی "حالہ اور اسرا... اور... اور ممی تو مجھے پہلے بھی کہتی رہتی ہیں، آپ جانتے ہیں، نا؟"

زاویار کا چہرہ سختی سے سرخ ہو گیا۔ اس نے اپنی مٹھیاں بھینچ لیں اور غصے سے کہا "حالہ؟ وہ میرے آفس میں کام کرتی ہے، اس سے ایک لفظ نہیں برداشت ہو گا کل اسے آفس آنے دو، میں دیکھتا ہوں اسے۔"

"بھائی، نہیں! وہ آپ سے بدتمیزی کرے گی، وہ بہت زبان دراز ہے۔" زارا نے فوراً پریشان ہو کر کہا۔ زاویار نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا

"زارا، تمہیں لگتا ہے کہ میں ایسی لڑکیوں کو سنبھال نہیں سکتا؟ بات یہ نہیں کہ وہ بد تمیزی کرے گی، بات یہ ہے کہ کوئی میری بہن کے بارے میں ایسے الفاظ کہے، یہ میں بالکل برداشت نہیں کروں گا۔"

"لیکن بھائی، آپ کے غصے سے مسئلہ نہ بڑھ جائے؟ وہ مزید باتیں کرے گی۔" زارا نے گھبراتے ہوئے کہا

"کچھ باتیں نظر انداز کرنا سمجھداری ہوتی ہے، مگر اپنی عزت کے معاملے میں خاموش رہنا ٹھیک نہیں۔ حالہ کو یہ سمجھنا ہوگا کہ الفاظ کی بھی ایک اہمیت ہوتی ہے۔" زارا نے آہستہ سے کہا "لیکن وہ بہت ضدی ہے۔"

زاویار مسکرا کر بولا "ضدی لوگوں کو قابو میں کرنا میرے لیے مشکل نہیں۔ دیکھنا، وہ کل خود اپنی غلطی تسلیم کرے گی، اور اگر نہ بھی کرے تو دوبارہ ایسا کہنے کی ہمت نہیں ہوگی۔"

☆☆☆✦☆☆☆

شام اپنے جوبن پر تھی، ہوا میں ہلکی خنکی تھی، اور مسجد سے اذان کی پرسوز صدا گونج رہی تھی۔ مگر حالہ کے کمرے میں سکون کہیں کھو چکا تھا۔

وہ بیڈ پر نیم دراز، موبائل اسکرین پر نظریں جمائے بے مقصد اسکرول کر رہی تھی۔ ہیڈ فونز میں تیز موسیقی گونج رہی تھی، مگر ہر گانا سن کر بھی وہ بے چین تھی، جیسے کسی انجان سکون کی تلاش میں ہو۔ مغرب کا وقت گزر رہا تھا، مگر اسے نماز کی کوئی تڑپ نہ تھی۔ دل پر ایک عجیب بوجھ تھا، جو ہر اچھے کام سے روک رہا تھا۔ بے نیازی چہرے پر نمایاں تھی، جیسے وقت اور فرائض کی اسے کوئی پرواہ نہ ہو۔ دروازہ آہستہ سے کھلا، مریم ہاتھ میں

جائے نماز لیے اندر آئی۔ حالہ اب بھی موسیقی میں مگن تھی۔ مریم نے نرمی سے کہا" حالہ، نماز کا وقت ہو چکا ہے، اُٹھ جاؤ۔"

حالہ نے بے زاری سے ایک ہیڈ فون ہٹایا" بار بار کیوں کہتی ہو؟ میں خود جانتی ہوں کب پڑھنی ہے۔"

مریم قریب آئی" میں مجبور نہیں کر رہی، بس یاد دلا رہی ہوں۔ نماز سکون دیتی ہے، اور سکون کی ضرورت تمہیں ہے۔"

حالہ نے جھنجھلا کر کہا" مجھے سکون نہیں چاہیے، پلیز مجھے اکیلا چھوڑ دو۔"

مریم چند لمحے خاموش رہی، پھر بولی" نماز دل کو خدا سے جوڑتی ہے، اور جب دل خدا سے جڑ جائے تو خالی پن خود ہی بھرنے لگتا ہے۔"

حالہ نے ہیڈ فون دوبارہ لگا لیے، مریم فکر مندی سے اسے دیکھتی رہی، پھر خاموشی سے باہر چلی گئی۔ مریم کے جانے کے بعد حالہ نے گہری سانس

لی۔ گانوں کی آواز بلند تھی، مگر اس کے دل میں شور اس سے بھی زیادہ تھا۔ وہ جانتی تھی مریم صحیح کہہ رہی تھی، مگر اندر کی بے چینی اسے روک رہی تھی۔ "میں نے کیا پایا نماز پڑھ کر؟" اس نے سوچا۔ باہر آسمان تاریکی میں ڈوب چکا تھا، مگر اس کے دل کی تاریکی اور بھی گہری ہو رہی تھی۔

☆☆☆✦☆☆☆

صبح افس میں معمول کی ہلکی گہما گہمی تھی۔ کمپیوٹرز کی آوازیں، چائے کے کپوں کی کھنک، اور دھیمی باتیں فضا میں گھلی تھیں، مگر زاویار کے چہرے پر آج گہری سنجیدگی نمایاں تھی۔ اس کی میز پر فائلوں کا ڈھیر تھا، اور سامنے بڑی اسکرین پر اگلے پروجیکٹ کے تھری ڈی ماڈلز نظر آرہے تھے۔ محسن، جو زاویار کا اسسٹنٹ اور قریبی ساتھی تھا، کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے

ہاتھ میں تازہ کافی کا کپ تھا، جو اس نے زاویار کی میز پر رکھتے ہوئے کہا "سر، آج کا دن کافی مصروف ہے، دو میٹنگز اور پروجیکٹ فائلز چیک کرنی ہیں۔" زاویار نے فائلوں پر نظر ڈالی اور کافی کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا "مصروفیت سے فرق نہیں پڑتا، لیکن حالہ جیسے ہی آئے، مجھے فوراً بتانا۔"

محسن نے حیرانی سے پوچھا "حالہ؟ کوئی خاص بات؟"

زاویار نے مسکرا کر کہا "آج کچھ غلط فہمیاں دور کرنی ہیں۔"

محسن نے زیادہ سوال کیے بغیر سر ہلایا "ٹھیک ہے، سر۔ جیسے ہی آئے گی، آپ کو اطلاع دے دوں گا۔" زاویار نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی اور ایک لمحے کے لیے آنکھیں بند کر لیں، جیسے کسی اہم لمحے کے لیے خود کو تیار کر رہا ہو۔

حالہ افس میں داخل ہوئی تو ہمیشہ کی طرح بے پرواانداز میں اپنی کرسی پر بیٹھ گئی۔فائلوں کو نظر انداز کرتے ہوئے موبائل نکال لیا۔بظاہر لاپرواہ نظر آنے والی حالہ کے دل میں زاویار سے متعلق کچھ خدشات ضرور تھے۔

محسن نے اسے آتے دیکھااور فوراًزاویار کے کیبن میں جاکراطلاع دی

"سر، حالہ آگئی ہے۔"

زاویار نے سر ہلاتے ہوئے کہا"اسے میرے کیبن میں بھیجو۔ابھی۔"

محسن حالہ کے پاس آیااور بولا"مس حالہ، زاویار سر نے آپ کو بلایا ہے۔"

"اب کیاہوا؟"اس نے بے زاری سے کہا

"یہ اندر جاکر پتہ چلے گا۔"محسن نے کندھے اچکائے

حالہ نے موبائل میز پر رکھا اور بظاہر بے نیازی سے زاویار کے کیبن کی طرف بڑھ گئی۔ دروازے پر ہلکی دستک دے کر اندر داخل ہوئی "سر، آپ نے بلایا؟"

زاویار نے فائل بند کی اور سخت نظروں سے اسے دیکھا "بیٹھو۔"

حالہ کرسی پر بیٹھی اور بے پرواانداز میں بولی "کیا بات ہے، سر؟" مگر دل میں ہلکی بے چینی محسوس ہو رہی تھی۔

زاویار کی نظریں اس پر جم گئیں، پھر سرد لہجے میں بولا "تم نے میری بہن کے ساتھ جو کیا، مجھے سب پتہ چل گیا ہے۔"

حالہ چونک کر بولی "سر، میں نے تو کچھ خاص نہیں کہا تھا، بس ایک عام بات تھی۔"

زاویار نے سختی سے کہا" کسی کی شخصیت پر تبصرہ کرنا، اسے احساس کمتری میں مبتلا کرنا عام بات ہے؟ تمہیں کیا حق ہے کہ کسی پر انگلی اٹھاؤ؟" حالہ نے اپنی نظریں جھکائیں، لیکن پھر بھی اپنی صفائی دینے کی کوشش کرتے ہوئے بولی

" سر، وہ بہت بد تمیز ہے، سب کو زہر لگتی ہے۔ اس دن اس نے بھی برا سلوک کیا تھا۔ "

زاویار کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ " بد تمیز؟ شاید تمہارے الفاظ نے اسے ایسا بننے پر مجبور کیا ہو۔ تمہیں کوئی حق نہیں کہ یوں کسی کی تذلیل کرو۔ "

حالہ نے کرسی کے بازو کو سختی سے پکڑا۔ " سر، میں نے جان بوجھ کر کچھ نہیں کہا تھا، بس غصے میں نکل گیا۔ "

زاویار کی آواز سخت ہو گئی۔ "تمہارا غصہ کسی کو رلانے کا جواز نہیں بن سکتا۔ زارا کے آنسوؤں کا حساب دے سکتی ہو؟"

حالہ خاموش ہو گئی، ندامت اس کے چہرے پر تھی مگر غرور ابھی باقی تھا۔

زاویار نے گہری سانس لی۔ "یہ میرا آفس ہے، یہاں سب برابر ہیں۔ اگر تمہیں لگتا ہے کہ دوسروں کی تذلیل کر سکتی ہو، تو کسی اور جگہ کام ڈھونڈو۔"

حالہ نے جھجھکتے ہوئے کہا، "سر، آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔"

زاویار نے کرسی پیچھے دھکیلی۔ "یہ معافی مجھے نہیں، زارا کو دینی ہو گی۔ میرے گھر آکر اس سے معافی مانگو، ورنہ جانتی ہو، مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔ اور اگر دوبارہ ایسا کیا، تو اس آفس میں تمہاری جگہ نہیں ہو گی۔" حالہ نے نظریں جھکائے خاموشی سے سر ہلایا اور کیبن سے باہر نکل گئی۔ اس

کے چہرے پر ندامت کا سایہ تھا، لیکن اس کے دل میں اب بھی زاویار کی باتوں کا وزن واضح تھا۔ زاویار نے گہری سانس لیتے ہوئے کھڑکی سے باہر دیکھا، جیسے اپنے غصے کو قابو میں لانے کی کوشش کر رہا ہو۔

☆☆☆✦☆☆☆

زارا کھڑکی سے باہر خلا میں گھور رہی تھی، حالہ کے الفاظ بار بار ذہن میں گونج رہے تھے۔ زاویار کی تسلی کے باوجود، کچھ زخم لفظوں سے بھی گہرے ہوتے ہیں۔

وہ گہری سانس لے کر کمرے سے نکلی۔ لاونج میں شاہمیر صوفے پر بے فکری سے لیٹا ہنس رہا تھا۔

"اوہ، زارا! کہاں تھی صبح سے؟ اب جا کر ایک اچھی سی چائے بنا دو نا!" اس نے شوخی سے کہا۔

زارا خاموشی سے گزرنے لگی۔

"اوہو! آج شہزادی اتنی خاموش کیوں ہیں؟ کسی نے دل دکھا دیا؟" شاہمیر نے راہ روک کر چھیڑا۔

"شاہمیر، مجھے چھوڑ دو، مجھے کوئی بات نہیں کرنی۔" زارا نے مدھم لہجے میں کہا اور آگے بڑھ گئی۔ شاہمیر نے سر جھٹکتے ہوئے مذاق جاری رکھا "یہ کیا یار؟ زارا سلطان آج خاموش؟ ایسا پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔ کہیں زاویار بھائی نے تمہیں کسی بات پر ڈانٹ تو نہیں دیا؟"

زارا نے اسے گھور کر دیکھا لیکن کچھ نہیں کہا۔ شاہمیر تھوڑا سنجیدہ ہوا اور زارا کے پیچھے چلتے ہوئے بولا، "سنو، زارا، کیا ہوا؟ کچھ تو بتاؤ۔"

زارا نے اسے نظر انداز کیا اور کچن میں جا کر پانی کا گلاس بھرنے لگی۔

"میں مذاق کر رہا تھا، لیکن تمہارا چہرہ دیکھ کر لگتا ہے، بات کچھ زیادہ ہے۔ کسی نے کچھ کہا؟" شاہمیر نے سنجیدگی سے پوچھا۔

زارا نے ایک لمحے کو دیکھا، پھر نظریں جھکا لیں۔ "کچھ نہیں، سب ٹھیک ہے۔"

"زارا، تم مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتیں۔ اگر کچھ ہوا ہے تو بتاؤ۔"

زارا نے گہری سانس لی "بس تھوڑی تھکی ہوئی ہوں۔"

شاہمیر نے اس کی آنکھوں میں اداسی پہچان لی۔ وہ جان گیا کہ زارا کچھ چھپا رہی ہے

"زارا، اگر کچھ کہنا ہو تو یاد رکھنا، میں یہاں ہوں۔" شاہمیر نے مسکراتے ہوئے زارا کے ہاتھ سے پانی کا گلاس لے کر پی لیا۔

زارا نے ہلکی سی مسکراہٹ دی، مگر وہ اداسی میں لپٹی ہوئی تھی۔

"اچھا، وہ پڑوسن جو تمہاری یونیورسٹی میں پڑھتی ہے... نام کیا تھا؟" شاہمیر نے چھیڑا۔

زارا کا دل جیسے مٹھی میں جکڑ لیا گیا۔ حالہ کا نام سننا بھی ناقابلِ برداشت تھا۔ اس کی آنکھیں بھر آئیں، مگر وہ خاموش رہی۔ "یار، نام بتا دو نا!" شاہمیر نے مزید چھیڑا۔

زارا نے اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا "تمہیں کیوں جاننا ہے؟ کیا دلچسپی ہے تمہیں اس میں؟"

شاہمیر نے اسے غور سے دیکھا۔ زارا کے لہجے کی سنجیدگی غیر متوقع تھی۔ اس کے اندر ایک عجیب سی بے چینی پیدا ہوئی۔ "کچھ نہیں، بس ویسے ہی پوچھ رہا تھا۔"

زارا نے ایک لمحے کے لیے اسے دیکھا اور پھر اپنی نظریں جھکا لیں۔ اس کے دل میں ایک طوفان اٹھ رہا تھا، مگر وہ اسے باہر ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

شاہمیر نے اپنے مزاحیہ انداز کو چھوڑ کر سنجیدگی اختیار کی اور زارا کی طرف جھک کر کہا "زارا، مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے؟ اگر کسی نے کچھ کہا ہے تو مجھے بتاؤ، میں ابھی جا کر اس کی خبر لیتا ہوں۔ آخر کس کی ہمت ہے کہ وہ میری بہن کو کچھ کہے؟"

زارا نے نظریں اٹھا کر شاہمیر کو دیکھا، دل میں طوفان لیے، مگر ضبط کر گئی۔

"جس کا تم نام پوچھ رہے تھے، اس کا نام حالہ ہے۔ اور آئندہ میرے سامنے اس کا ذکر مت کرنا۔"

شاہمیر چونکا۔ "کیا اس نے کچھ کہا ہے تمہیں؟"

زارا نے گہری سانس لی، خود کو سنبھالا۔ "نہیں، وہ کیوں کہے گی؟ بس مجھے وہ پسند نہیں۔"

شاہمیر نے غور سے دیکھا اور بولا "حالہ؟ وہ تو بہت معصوم سی لڑکی ہے!"

زارا کا دل ایک بار پھر ڈوب گیا، مگر اس نے خود پر قابو پایا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ شاہمیر حالہ کے لیے نفرت پالے، وہ شاہمیر کی نظروں میں حالہ کے لیے احترام اور پسندیدگی کو محسوس کر سکتی تھی۔ اس کے لیے یہ مزید تکلیف دہ تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اگر اس نے حالہ کی باتیں شاہمیر کو بتا دیں، تو وہ برداشت نہیں کرے گا۔ زاویار اپنی جگہ، لیکن شاہمیر کے غصے کی شدت الگ ہی تھی۔ وہ حالہ کے بارے میں کوئی بری بات سن کر اسے معاف نہیں کرے گا۔ زارا یہ نہیں چاہتی تھی کہ شاہمیر کے دل میں حالہ کے لیے کوئی نفرت پیدا ہو۔ وہ اُسے پسند کرنے لگا تھا۔ اگر زارا حالہ پر کوئی

بدگمانی کرنے لگتی، تو یہ شاہمیر کے دل کو ٹوٹنے کے قریب لے جا سکتا تھا۔

اور وہ جانتی تھی کے شاہمیر بہت چھوٹے دل کا تھا۔

زارا نے ضبط کرتے ہوئے اپنے جذبات کو چھپایا اور ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا "شاہمیر، چھوڑو یہ باتیں۔ کچھ کھانے کو ہے؟ بھوک لگی ہے۔"

شاہمیر نے اس کی زبردستی کی مسکراہٹ بھانپ لی، مگر بات بدلتے ہوئے ہنسا "تو محترمہ بھوکی بھی ہیں؟ چلو، آج میں خود تمہیں کچھ بنا کر کھلاتا ہوں!"

زارا نے دل ہی دل میں اپنی آنکھوں کے پانی کو روکنے کی کوشش کرتے ہوئے ہلکا سا سر ہلایا، اور شاہمیر اسے ہنسانے کی ایک اور کوشش میں لگ گیا۔ مگر زارا کا دل اب بھی حالہ کے زخموں کی گہرائی میں ڈوبا ہوا تھا۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

رات تاریک اور سرد تھی۔ آسمان پر چند ستارے جھلملا رہے تھے، اور کھڑکی سے آتی ہوا پردے ہلا رہی تھی۔ کمرے میں گہری خاموشی تھی، مگر حالہ کے اندر غصے کا طوفان مچا تھا۔ وہ کھڑکی کے پاس بیٹھی، اداسی اور بے چینی میں گم تھی۔

مریم اندر آئی اور دھیمی آواز میں بولی "کھانے کے لیے آجاؤ۔"

حالہ نے نظر اٹھائی مگر فوراً دوبارہ باہر دیکھنے لگی۔ مریم نے پھر کہا حالہ نے جھٹکے سے مریم کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں الجھن اور غصے کی جھلک تھی۔ "مجھے نہیں کھانا!" اس نے سرد لہجے میں کہا۔

مریم کواس کے موڈ کا اندازہ ہو گیا۔ حالہ کے اس رویے کی وہ عادی ہو چکی تھی، لیکن آج بات کچھ زیادہ ہی گہری لگ رہی تھی۔ وہ آہستہ سے اس کے قریب آئی اور بولی "اب کیا ہو گیا؟"

"میرا دماغ خراب ہو رہا ہے، مریم! پتہ نہیں یہ دونوں بہن بھائی اللہ نے میرے ہی نصیب میں دینے تھے؟" حالہ نے غصے سے جواب دیا۔

مریم نے الجھن سے پوچھا "کون بہن بھائی؟ کیا ہوا؟"

"ایک میرا باس بن گیا ہے اور دوسری میری کلاس فیلو۔ اب اس کی بہن کو جو بھی بولوں گی، وہ جا کر اپنے بھائی کو بتادے گی، اور اس کا بھائی مجھے آفس سے نکالنے کی دھمکی دے دے گا۔ مطلب یہ کیا بکواس ہے؟" حالہ کا لہجہ بے بسی اور غصے سے بھرا ہوا تھا۔

"ہوا کیا ہے؟" مریم نے تحمل سے پوچھا۔

"غلطی سے زارا کے بارے میں کچھ کہہ دیا، وہ غصہ کر کے اپنے بھائی سے شکایت لگا آئی، اور اب میرا باس مجھے بے عزت کر رہا تھا!" حالہ نے جھنجھلا کر کہا۔

مریم نے گہری سانس لی۔ "حالہ، تمہارے الفاظ ہمیشہ آگ لگا دیتے ہیں۔"

"تو کیا کروں؟ چپ رہوں؟" حالہ نے تیز لہجے میں کہا۔

"کیا کہا تھا تم نے؟"

"بس زارا کی طرف دیکھ کر ہنس دیے، اسے لگا برائی ہو رہی ہے۔ ضد پکڑ لی، تو میں نے بھی کہہ دیا، ہاں، تمہاری برائی کر رہے تھے!"

مریم نے بمشکل ہنسی روکی۔ "یہ تو تمہاری غلطی تھی۔"

"تمہیں تو ہمیشہ میری ہی غلطی نظر آتی ہے!" حالہ جھنجھلا کر بولی۔

"احتیاط کرو، اس کا بھائی تمہارا باس ہے۔"

"بس یہی رہ گیا تھا میری زندگی میں! عجیب انسان ہے، ہر وقت غصے میں رہتا ہے!...اور کام اتنا پکڑا دیتا ہے"

مریم ہنسی "وہ باس ہے، کام تو دے گا نا!"

حالہ نے دانت پیس کر کہا "کام نہیں، سزائیں دیتا ہے! اور اگر کچھ کہو تو پروفیشنلزم پر لیکچر! اور پتہ ہے؟ اگر اس کا آفس اتنا مشہور اور پروفیشنل نہ ہوتا، اور اگر مجھے یہاں سے اچھی سیلری نہ مل رہی ہوتی، تو کبھی زندگی میں اس کے آفس میں قدم نہ رکھتی!"

مریم نے ایک لمحے کے لیے خاموشی اختیار کی، پھر بولی "تو اب کیا کرو گی؟"

حالہ نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے گہری سانس لی۔ "بس گزارا کرنا پڑے گا، مگر دل چاہتا ہے زارا اور اس کے بھائی کو ایک دن خوب سناؤں۔"

مریم نے سر ہلایا۔ "غصے کو قابو میں رکھو، ہر مسئلے کا حل غصہ نہیں ہوتا۔"

"تمہیں تو ہمیشہ میری ہی غلطی نظر آتی ہے!" حالہ نے خفگی سے کہا۔

"اگر تم زارا کو کچھ نہ کہتی، تو بات اتنی نہ بڑھتی۔"

"تو کیا کرتی؟ وہ میرے پیچھے ہی پڑی رہتی ہے!" حالہ نے جھنجھلا کر کہا۔

"اب کیا کرو گی؟" مریم نے پوچھا۔

"بس کل باس کے سامنے زیادہ نہیں بولوں گی، ورنہ وہ نیا ڈرامہ شروع کر دے گا۔"

مریم مسکرا کر بولی "یہی بہتر ہو گا۔ اور ہاں، کھانا کھالو، خالی پیٹ غصہ اور بڑھ جاتا ہے۔" کہہ کر وہ کمرے سے نکل گئی۔

☆☆☆✦☆☆☆

رات گہری تھی، چاند بادلوں میں چھپا مدھم روشنی بکھیر رہا تھا۔ باہر ٹھنڈی ہوا درختوں کو ہلا رہی تھی، اور اندر وسیع ٹی وی لاؤنج شاہانہ انداز لیے پر سکون تھا۔

زاویار، اپنی عادت کے مطابق، صوفے پر نیم دراز ہو کر بیٹھا تھا۔ اس کے ایک پیر کا ٹخنہ دوسرے گھٹنے پر رکھا ہوا تھا، اور ہاتھ میں ایک کتاب تھی، جس کے صفحے وہ آہستہ آہستہ پلٹ رہا تھا۔ اس کا چہرہ سنجیدگی سے جھکا ہوا تھا، اور وہ مکمل طور پر کتاب کی دنیا میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کی شخصیت کا یہ پہلو واضح تھا کہ وہ شور شرابے سے دور، سکون کو ترجیح دیتا تھا۔

زاویار نے قریب آتی آہٹ محسوس کی۔ ہیل کی ٹک ٹک فرش پر گونجی، مگر اس نے نظریں نہیں اٹھائیں۔ چند لمحوں بعد، ایک لڑکی اندر داخل ہوئی، کندھے تک کے سنوارے بال، سرمئی آنکھوں میں چمک اور ہلکی مسکراہٹ لیے۔ وہ سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی۔ زاویار نے ایک سرسری نظر ڈالی، مگر پھر کتاب میں محو ہو گیا۔ ماہا نے مسکراتے ہوئے کہا "آپ حیران ہو رہے ہوں گے کہ میں اتنی رات کو یہاں کیا کر رہی ہوں؟"

زاویار خاموش رہا۔ ماہا نے خود ہی وضاحت دی "دراصل زارا اور میں ایک پروجیکٹ بنا رہے تھے، وہ بیچ میں ہی سو گئی اور میں اب بور ہو رہی تھی۔ اب وہ اٹھے گی تو ہم ساری رات کام کریں گے۔" زاویار نے اس کی طرف نہیں دیکھا۔ ماہا کی مسکراہٹ دھیرے دھیرے مدھم ہونے لگی۔ وہ کچھ

لمحے خاموشی سے اسے دیکھتی رہی، پھر خفگی سے بولی "آپ ہمیشہ اتنے سرد مزاج رہتے ہیں یا یہ رویہ خاص میرے لیے ہے؟"

"ضروری ہے کہ ہر سوال کا جواب دیا جائے؟"

ماہا نے برا سا منہ بنایا "کم از کم تھوڑا سا رسپانس دینا تو تمیز میں آتا ہے، مگر آپ کو شاید عادت نہیں۔"

زاویار نے کندھے اچکائے "مجھے بلاوجہ کی باتوں میں دلچسپی نہیں۔"

ماہا تھوڑی دیر خاموش رہی پھر مسکراتے ہوئے پوچھا "آپ کو کتابیں پڑھنے کا شوق ہے؟"

زاویار نے بے تاثر انداز میں سر ہلایا "ہاں۔"

"مجھے بھی! خاص طور پر ناولز۔ آپ کیا پڑھ رہے ہیں؟" ماہا نے دلچسپی ظاہر کی۔

زاویار نے کتاب بند کر کے میز پر رکھی اور سرد لہجے میں بولا "دیکھ لو خود۔"

ماہا نے ایک نظر کتاب پر مگر اسے اٹھایا نہیں۔ "آپ ہمیشہ اتنے سنجیدہ رہتے ہیں؟"

"ہمیشہ نہیں، مگر غیر ضروری باتوں میں وقت ضائع کرنا پسند نہیں" زاویار نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

ماہا کی مسکراہٹ مدھم پڑی، مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ "زارا تو آپ کی بہت تعریف کرتی ہے، کہتی ہے آپ ذہین ہیں۔"

زاویار نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ زارا بھی پتا نہیں کیا کیا اسکے بارے میں کہتی رہتی تھی۔

"تو پھر آپ کو کیا دلچسپ لگتا ہے؟"

زاویار نے ایک لمحے کے لیے رک کر سرد مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا

"خاموشی۔"

پھر وہ کتاب اٹھا کر دوبارہ پڑھنے لگا، جیسے ماہا کی موجودگی بے معنی ہو۔ لاؤنج کی خاموشی گہری ہو چکی تھی۔ زاویار نے کتاب بند کی اور اٹھنے لگا، مگر ماہا نے جلدی سے کچھ کہنے کی کوشش کی، جیسے اسے روکنا چاہتی ہو۔ "آپ کہاں جا رہے ہیں؟" ماہا نے جلدی سے پوچھا، مگر اس کے لہجے میں
بے ساختگی چھپی ہوئی تھی۔

زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی۔ "کیوں؟"

ماہا ہچکچائی، مگر مسکراہٹ قائم رکھی۔ "بس ایسے ہی، باتیں کرنے میں مزہ آ رہا تھا۔"

"میں نے کب کہا کہ مجھے مزہ آ رہا ہے؟" زاویار نے بے نیازی سے کہا۔

ماہا کی مسکراہٹ لمحہ بھر کو مدھم ہوئی، مگر وہ سنبھل گئی۔ "میں بور ہو رہی تھی، آپ سے بات کر کے وقت اچھا گزر سکتا ہے۔"

"بہتر ہوگا کہ زارا کے ساتھ پروجیکٹ مکمل کریں یا کتاب پڑھ لیں۔" زاویار نے سنجیدگی سے کہا۔

ماہا نے چند لمحے خاموشی اختیار کی، پھر بولی "آپ ہمیشہ اتنے خشک مزاج رہتے ہیں؟ یا یہ خاص انداز میرے لیے ہے؟"

"میں جیسا ہوں، ویسا ہی ہوں۔" زاویار نے سرسری لہجے میں جواب دیا۔

ماہا نے ہلکی ہنسی دبائی۔ "آپ کو کافی پسند ہے؟"

"ہاں، لیکن ابھی پینے کا ارادہ نہیں۔" زاویار کا انداز بے نیاز تھا۔

"زارا کہہ رہی تھی کہ آپ کافی کبھی منع نہیں کرتے۔" ماہا مسکرا کر بولی

زاویار کے لبوں پر ہلکی سی طنزیہ مسکراہٹ ابھری۔ "زارا اور کیا کیا بتاتی ہے اپ کو میرے بارے میں؟"

ماہا تھوڑا جھجکی۔ "نہیں، وہ تو ویسے ہی..."

"اگر نیند نہیں آرہی تو میں ڈرائیور سے کہہ دیتا ہوں، وہ آپ کو چھوڑ آئے گا۔" زاویار نے سیدھے لہجے میں کہا

"نہیں! زارا کے جاگنے کا انتظار کر رہی ہوں، ہمیں پروجیکٹ مکمل کرنا ہے۔" ماہا نے فوراً انکار کیا۔

"تو تب تک خاموش بیٹھیں۔"

ماہا جھنجھلا کر بولی "آپ واقعی بہت سنجیدہ ہیں۔ کبھی بات چیت کر لینا بھی اچھا ہوتا ہے۔"

زاویار نے گہری نظروں سے دیکھا۔ "آپ کو لگتا ہے میں یہاں بیٹھ کر خوش گپیاں کروں گا؟" ماہا مسکرا کر بولی "ہو سکتا ہے، یا کم از کم مان لیں کہ کافی کے ساتھ بات کرنا برا نہیں لگتا۔"

زاویار نے کچھ نہیں کہا وہ لاؤنج سے نکل گیا، مگر جاتے ہوئے ایک نظر ماہا پر ڈالی، ماہا نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ سوچا، شاید یہ اتنا سخت بھی نہیں جتنا دکھائی دیتا ہے۔

ماہا وہیں کھڑی رہی کہ اچانک وہ دوبارہ ٹی وی لاؤنج میں ایا۔ اور ٹیبل پہ پڑی اپنی کتاب کی طرف ایا اور تھوڑا جھک کر اسے اٹھانے لگا۔

"اچھا تو مطلب آپ اپنی کتاب بھول گئے تھے؟"

زاویار نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"کیوں اپ کو لگا کہ میں آپ کے ساتھ کافی پینے ایا ہوں؟"

"جی مجھے یہی لگا۔۔۔"

وہ کچھ کہے بنا جانے ہی لگا تھا کہ ماہا نے پیچھے سے دوبارہ اواز دی۔

"میں نے زارا سے سنا ہے کہ اپ کافی بہت اچھی بناتے ہیں! اور میں جانتی ہوں کہ اپ کا اس وقت پینے کا بھی دل ہے۔ کیونکہ مجھے زارا بتاتی تھی کہ یہ وقت اپ کا کافی پینے کا ہوتا ہے"

اس نے پیچھے مڑ کر ایک نظر اسے دیکھا۔

"اپ کیوں چاہتی ہیں کہ میں اپ کے ساتھ کافی پیوں؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میرا دل چاہ رہا ہے کافی پینے کا اور میں جانتی ہوں کہ اپ کا بھی چاہ رہا ہے تو پھر ہم مل کر ہی پی لیں؟ صرف کافی ہی تو پینی ہے اس میں کون سی بڑی بات ہے؟ میں صرف اپ کے ہاتھ کی کافی ٹرائی کرنا چاہتی ہوں۔ زارا بہت تعریفیں جو کرتی ہیں"

"اگر آپ کہتی ہیں تو ٹھیک ہے، میں اپنے لیے بنا رہا ہوں تو آپ کے لیے بھی بنا دوں گا۔"

ماہا کے چہرے پر فوراً مسکراہٹ آگئی۔ "تھینک یو!"

زاویار نے جواب دینے کے بجائے رخ موڑا اور کچن کی طرف بڑھ گیا۔

کچھ دیر بعد کچن میں مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی، ماحول میں کافی کی خوشبو گھل چکی تھی۔ دونوں کے ہاتھ میں گرم کپ تھا، خاموشی گہری مگر بوجھل نہیں تھی۔

ماہا نے گھونٹ لیا زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی، پھر کافی کا کپ ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑ لیا۔

"آپ کو کون سی کتابیں پسند ہیں؟" ماہا نے نرمی سے پوچھا۔

زاویار نے کپ دیکھا، پھر نظروں کا زاویہ بدلا۔ "نان فکشن۔"

"کیا آپ کو فکشن پسند ہے؟" ماہا نے جوش سے پوچھا، اپنی نظریں زاویار کی طرف مرکوز کیں۔

زاویار نے اپنی نظریں دوبارہ اپنی کافی کے کپ میں جھکائیں۔ "فکشن؟ نہیں، مجھے نان فکشن زیادہ پسند ہے۔"

ماہا نے سر ہلایا، جیسے وہ سمجھ گئی ہو۔ "نان فکشن؟ وہ کتابیں جو سچائی اور حقائق کے بارے میں ہوتی ہیں، صحیح؟"

زاویار نے ایک گہری سانس لی "ہاں، بالکل۔ میں حقیقت پسند ہوں"

ماہا نے اپنی نظریں زاویار کے چہرے پر مرکوز کر دیں، جیسے وہ اسے سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ "مطلب، آپ کو حقیقت پسند ہونا پسند ہے۔"

زاویار نے ایک مختصر مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف دیکھا۔ "مجھے حقیقت پسند ہونے میں آرام دہ محسوس ہوتا ہے۔ خوابوں میں بہت وقت ضائع کرنا میرے لیے نہیں ہے۔"

زاویار نے کافی کا کپ پکڑا۔ "تمہیں فکشن پسند ہے؟"

"ہاں، کیونکہ یہ حقیقت کے چھپے پہلو دکھاتا ہے۔"

"اور نان فکشن؟" زاویار نے پوچھا۔

"یہ حقیقت کا آئینہ ہے، جو ہمیں بدلنے کی طاقت دیتا ہے۔"

ماہا مسکرائی۔ "کہانیاں صرف وہ دکھاتی ہیں جو پہلے سے ہمارے اندر ہوتا ہے۔ دونوں ہمیں بدلنے کی طاقت دیتے ہیں۔ چاہے وہ حقیقت کے ذریعے ہو یا کہانیوں کے۔"

زاویار نے اپنے کپ کو میز پر رکھتے ہوئے سر ہلایا۔ "میں فکشن سے دور رہتا ہوں۔ مجھے لگتا ہے کہ یہ حقیقت سے فرار ہے۔"

ماہا نے نرم لہجے میں جواب دیا "یہ فرار نہیں ہے، زاویار۔ یہ ایک پل ہے۔ کبھی کبھی ہمیں خود کو سمجھنے کے لیے اپنے ذہن کو کسی اور دنیا میں لے جانا پڑتا ہے۔ ہر کہانی، چاہے وہ فکشن ہو یا نان فکشن، کچھ نہ کچھ سکھاتی ہے۔"

زاویار نے ایک پل کے لیے خاموشی اختیار کی، پھر بولا "آپ کیا سیکھتی ہیں کہانیوں سے؟"

ماہا نے اپنے کپ کو گھورتے ہوئے کہا "کہ ہر انسان کی اپنی ایک کہانی ہوتی ہے۔ ہم سب اپنے دکھ اور خوشیوں کے کردار ہیں۔ لیکن کبھی کبھی، کسی اور کی کہانی ہمیں ہماری اپنی کہانی سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔"

"آپ کو کیا لگتا ہے، کیا کہانیاں انسان کو بدل سکتی ہیں؟"

ماہا نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا"کہانیاں انسان کو بدلتی نہیں ہیں وہ انسان کو وہ دکھاتی ہیں جو پہلے سے اس کے اندر ہوتا ہے۔"

کچن کی مدھم روشنی میں وقت جیسے تھم گیا تھا۔

ماہا نے مسکراتے ہوئے کہا"آپ سے بات کر کے اچھا لگا۔"

"میں زیادہ باتوں کا عادی نہیں ہوں۔"زاویار نے مختصر جواب دیا لیکن یہ بات تھی کے اسے پہلی بار ماہا کافی سمجھدار لگی تھی۔

" کبھی کبھار بات چیت بھی ضروری ہوتی ہے۔"

زاویار نے سر ہلایا"میرے لیے کتابیں کافی ہے"

ماہا دھیرے سے بولی" کبھی زندہ لوگوں سے بات کرنا زیادہ سکھاتا ہے۔"

زاویار خاموش رہا، مگر اس کی آنکھوں میں پل بھر کے لیے نرمی جھلکی۔ ماہا پلٹ گئی، مگر زاویار وہیں بیٹھا جیسے کچھ سوچ رہا ہو۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

رات کے تیسرے پہر کا وقت تھا۔ سناٹے کی چادر نے پورے گھر کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ گھڑی کی سوئیاں چل رہی تھیں، اور کمرہ نیم تاریکی میں ڈوبا تھا۔ باہر کہیں کتے کے بھونکنے کی آواز رات کے سکوت کو اور گہرا کر رہی تھی۔ حالہ بیڈ پر لیٹی تھی، مگر نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ بخار سے جلتا جسم، پیشانی پر پسینہ، اور خشک حلق... وہ بے چینی سے کروٹیں بدل رہی تھی۔ اچانک معدے میں شدید مروڑ اٹھا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھی، ہاتھ پیٹ پر رکھے بمشکل قدم گھسیٹتی ہوئی واش روم کی طرف بڑھی۔

لڑکھڑاتے قدم، دیواروں کا سہارا... فاصلہ معمولی تھا، مگر اس لمحے نہ ختم ہونے والا محسوس ہو رہا تھا۔ دروازہ کھولتے ہی جھک کر واش بیسن تھام لیا۔ الٹیوں کے جھٹکوں نے جسم کو نچوڑ کر رکھ دیا۔ سانسیں بے ترتیب، ہاتھ کپکپاتے، آنکھوں کے آگے اندھیرا... معدہ خالی ہونے کے بعد بھی کمزوری نے جکڑ لیا۔ بمشکل دروازے تک پہنچی، مگر قدم رک گئے۔ دل میں آیا ماں کو جگا لے، مگر فوراً ایک چبھتا ہوا خیال آیا...

"بتا بھی دوں تو کیا؟ کسی کو میری پرواہ نہیں۔ ہمیشہ کی طرح، وہ یا تو نظرانداز کریں گی یا مجھے ہی قصوروار ٹھہرائیں گی۔ بہتر یہی ہے کہ خاموش رہوں۔"

وہ بوجھل دل کے ساتھ کمرے میں لوٹی اور بیڈ پر گر گئی۔ کمبل اوڑھنے کی بھی ہمت نہ رہی۔ پانی قریب تھا، مگر ہاتھ اٹھانا مشکل لگ رہا تھا۔

آنکھیں بند کیں تو آنسو بہنے لگے۔ "کیا کسی کو میری پرواہ ہے؟" بے بسی کے عالم میں سوچتے سوچتے تھکن سے نیند آ گئی، مگر یہ نیند سکون کی نہیں، زبردستی کی تھی۔

صبح وہ بمشکل اٹھی، جسم بخار سے ٹوٹ رہا تھا۔ دروازے تک پہنچنا بھی ایک اذیت تھا، ہر قدم بوجھل لگ رہا تھا۔ کمرے سے باہر نکلتے ہی روشنی نے اس کی آنکھوں میں چبھی، اور وہ لڑکھڑاتے ہوئے دیوار کا سہارا لے کر خود کو سنبھالنے لگی۔ سیڑھیاں آہستہ آہستہ اترتے ہوئے دل میں امید تھی کہ کوئی اسے دیکھے گا۔ مگر سامنے کا منظر مایوس کن تھا۔

ماں باورچی خانے میں نوکرانی کو ڈانٹ رہی تھی، بھائی ویڈیو گیم میں مصروف تھا، اور باپ اخبار میں مگن تھا۔ حالہ نے کپکپاتے ہوئے اپنی ماں کو بلایا "امی..." مگر اس کی آواز اتنی کمزور تھی کہ شاید ماں نے نہ سنی۔ ماں

نے تلخی سے جواب دیا "اب کیا مسئلہ ہے؟ آج یونیورسٹی نہیں جانا؟" حالہ کی آنکھیں بھر آئیں، لیکن وہ خاموش رہی۔ ماں کی نظریں اس پر نہ ٹکیں، وہ واپس باورچی خانے کی طرف پلٹ گئیں۔ حالہ نے ہچکچاتے ہوئے کہا "امی، میری طبیعت..." مگر الفاظ گلے میں اٹک گئے۔ زبیدہ خادم نے جھنجھلا کر کہا "کیا تمہیں پھر کوئی نئی بیماری ہو گئی؟ ہر روز یہی بہانہ!" حالہ کا دل جیسے کسی نے زور سے مٹھی میں بھینچ لیا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ بتانے کا فائدہ؟ کسی کو کیا فرق پڑتا ہے؟

وہ آنسو چھپانے کی کوشش کرتی رہی، امید کرتی رہی کہ شاید ماں اس کی بات سن لے، مگر زبیدہ خادم کی مصروفیت میں کوئی فرق نہ آیا۔ "امی، رات بھر مجھے بخار تھا"

"تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟ سب کچھ چھوڑ کر تمہیں سنبھالوں؟" حالہ کا دل ایک اور زخم سے بھر گیا۔ اس نے باپ کی طرف دیکھا، مگر وہ اخبار میں مگن تھے، جیسے یہ لمحہ غیر اہم ہو۔ دیوار کا سہارا لے کر اس نے آہستہ کہا "امی، میں نے کچھ نہیں کھایا۔" زبیدہ خادم نے جھنجھلا کر کہا "ابھی میں کام کر رہی ہوں۔ تم خود کچھ نہیں کرتی، بیمار پڑ جاتی ہو۔"

یہ سن کر حالہ خاموشی سے پلٹ گئی، آنکھوں میں آنسو چھپائے۔ دل میں احساس تھا کہ وہ اس گھر میں صرف ایک سایہ ہے۔ وہ اپنے کمرے میں واپس گئی، دروازہ بند کر کے بستر پر گر گئی اور تکیے میں منہ چھپا کر رو دی۔ "شاید میں واقعی اکیلی ہوں" یہ خیال اس کے دل میں گہرائی تک اتر گیا، اور آنسو اس کے چہرے کو بھگونے لگے۔ گھر کی دنیا بدستور ویسی ہی چل رہی تھی، جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

☆☆☆✦☆☆☆

افس کا ماحول خاموش تھا، مگر زاویار کے چہرے کی سختی بتا رہی تھی کہ وہ غصے میں ہے۔ وہ فائلوں اور لیپ ٹاپ کے نمبرز کو نظرانداز کر رہا تھا، اور گھڑی کی ٹک ٹک اس کی بے چینی بڑھا رہی تھی۔ دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی، محسن اندر آیا۔

"سر؟"

زاویار نے نظر اٹھائی اور سیدھا ہو گیا۔

"کہاں ہے حالہ؟ ابھی تک کیوں نہیں آئی؟"

محسن نے جھجکتے ہوئے کہا "سر، وہ آج نہیں آئے گی۔ مجھے لگا آپ کو معلوم ہو گا——"

"مجھے کچھ بھی معلوم نہیں!" زاویار نے سختی سے کہا۔ "یہ اس کا دوسرا دن ہے اور اس نے آج ہی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ شروع کر دیا؟ میں نے کل اس سے رپورٹس تیار کرنے کو کہا تھا، جو صبح آفس میں ہونی چاہئیں تھیں۔"

محسن نے آہستہ سے کہا "سر، شاید اس کی طبیعت خراب ہو۔"

زاویار نے تلخ لہجے میں جواب دیا "طبیعت خراب؟ یہ افس ہے، کوئی بہانوں کا مرکز نہیں۔ اگر وہ یہ ذمہ داری نہیں نبھا سکتی تو پھر اسے یہاں کام کرنے کا شوق کیوں تھا؟"

زاویار نے بغیر مزید وقت ضائع کیے فون اٹھایا اور حالہ کا نمبر ڈائل کیا۔ چند گھنٹیوں کے بعد حالہ کی کمزور آواز سنائی دی۔

"ہیلو؟"

"ہیلو؟!" زاویار کی آواز گرج رہی تھی۔ "یہ کون سا طریقہ ہے؟ اب تک ائی کیوں نہیں اپ مس حالہ؟ اپ کو پتا بھی ہے کہ اپ کی غیر موجودگی سے افس کا کام متاثر ہو رہا ہے؟ رپورٹس کہاں ہیں؟"

حالہ نے سسکتی ہوئی آواز میں کہا "سر، میری طبیعت خراب ہے۔ میں رات بھر بخار میں مبتلا رہی۔"

"بخار؟! یہ بہانے مجھے مت سنائیں دو دن بھی نہیں ہوئے اور آپ پہلے ہی غیر سنجیدگی دکھا رہی ہیں؟ کل میں نے اپ کو واضح طور پر کہا تھا کہ یہ رپورٹس وقت پر تیار ہوں۔"

"سر، میں واقعی بیمار ہوں۔" حالہ کی آواز ٹوٹ رہی تھی، مگر زاویار کے لہجے میں کوئی نرمی نہ آئی۔

"یہ کام ہے، حالہ۔ اگر آپ نے کام وقت پر نہیں کیا تو سیلری کاٹنے کے لیے بھی تیار رہیں۔ جلدی سے افس پہنچیں، ورنہ اپ کی جگہ کوئی اور لے لے گا۔"

حالہ کے ہاتھ کانپنے لگے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو نکل کر گالوں پر بہنے لگے۔

کیا میری طبیعت کی کسی کو پرواہ نہیں؟ یہ لوگ سمجھتے کیوں نہیں کہ میں کتنی تکلیف میں ہوں؟

زاویار نے فون بند کر دیا، اور غصے میں اپنی کرسی کی پشت پر ٹیک لگالی۔

محسن نے آہستہ سے کہا" سر، شاید آپ کو—"

"محسن!" زاویار نے اسے روک دیا۔ "یہ میری ٹیم ہے، اور یہاں ڈسپلن کی کوئی کمی نہیں ہونی چاہیے۔"

اس نے آنکھوں کے آنسو صاف کیے اور بمشکل بستر سے اٹھی۔ اس کے جسم میں شدید تھکن تھی، اور بخار کی تپش نمایاں تھی۔ کپکپاتے ہاتھوں سے ماتھے پر ہاتھ رکھا

الماری کے پاس کھڑے ہو کر کپڑوں کو دیکھتی رہی، پھر ہلکے نیلے رنگ کی ایک سادہ شلوار قمیص نکالی۔ لباس بدلتے ہوئے اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ آئینے میں اپنا زرد چہرہ اور گہرے حلقے دیکھ کر اس نے بالوں کو ڈھیلے جوڑے میں باندھ لیا۔

سیڑھیوں پر قدم رکھتے ہوئے اس کے پاؤں لڑکھڑانے لگے۔ جب وہ آفس پہنچی، تو ایسا لگا جیسے جنگ سے لوٹ رہی ہو۔ استقبالیہ پر ریسیپشنسٹ نے اسے حیرانی سے دیکھا۔ حالہ نے لفٹ کا بٹن دبایا اور دیوار سے ٹیک لگا لی۔

لفٹ کے اندر، اس نے آئینے میں دیکھنے سے گریز کیا۔ اس کی حالت بیان سے باہر تھی، اور بے بسی چھپانے کی کوشش بے کار تھی۔ لفٹ سے باہر قدم رکھتے ہوئے حالہ کا ہر انگ بوجھل تھا، پیشانی پر پسینہ چمک رہا تھا، اور چہرہ بخار کی شدت سے سرخ تھا۔ دیوار کا سہارا لے کر چلتے ہوئے کمرے کا راستہ میلوں طویل لگ رہا تھا، مگر اس نے ہمت نہ ہاری۔

زاویار کے کمرے کے قریب پہنچ کر اس نے دروازے پر دستک دی، "ابھی نہیں، میں مصروف ہوں،" زاویار کی سخت آواز گونجی۔ حالہ نے خالی نظروں سے دروازے کی طرف دیکھا اور واپس پلٹ گئی۔

لڑکھڑاتے ہوئے اپنی میز تک پہنچی اور بے جان انداز میں کرسی پر گر گئی۔ رپورٹس بوجھ کی طرح محسوس ہو رہی تھیں۔ اس نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی، لیکن جسم کی نقاہت اور اندر کا غصہ اسے توڑ رہے تھے۔

آدھے گھنٹے بعد حالہ نے دوبارہ اپنی توانائی اکٹھی کی۔اس کے وجود میں اب بھی چلنے کی ہمت نہیں تھی، لیکن خود کو مجبوری کے ہاتھوں گھسیٹتے ہوئے ایک بار پھر زاویار کے کمرے تک جا پہنچی۔اس نے دروازے پر دستک دی۔

"آجاؤ!" زاویار کی آواز پہلے کی نسبت کم سخت تھی، لیکن پھر بھی سرد تھی۔

حالہ نے دروازہ دھیرے سے کھولا اور اندر داخل ہوئی۔زاویار اپنی کرسی پر جھکا کمپیوٹر اسکرین پر کام کر رہا تھا۔حالہ نے لرزتے ہاتھوں سے رپورٹس میز پر رکھ دیں۔زاویار نے سر اٹھا کر ایک نظر حالہ کو دیکھا۔اس کا زرد چہرہ، آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے اور کپکپاتے ہاتھ اسے لمحہ بھر کے لیے رکنے پر مجبور کر گئے، لیکن وہ جلدی سے دوبارہ کام کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"یہ کیا ہے؟" زاویار نے رپورٹس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ... یہ وہی رپورٹس ہیں جو آپ نے..." حالہ کی آواز بے جان تھی، جیسے ہر لفظ اس کے حلق میں پھنس رہا ہو۔ زاویار نے رپورٹس تیزی سے پلٹنا شروع کیں، اور پھر غصے سے انہیں میز پر پٹخ دیا "یہ کیا بیکار رپورٹس تیار کی ہیں اپ نے؟ اگر یہی کام کرنا تھا تو کیوں وقت برباد کیا؟" زاویار کی آواز کمرے میں گونجنے لگی۔ حالہ کی نظریں زمین پر تھیں، اور آنکھوں کے گوشے آنسوؤں سے بھرے ہوئے تھے۔ اس کا دماغ بخار اور نقاہت کے باعث ماؤف ہو چکا تھا، اور زاویار کی باتیں اسے سمجھ نہیں آ رہی تھیں۔

"حالہ! میں تم سے بات کر رہا ہوں!" زاویار کی آواز بلند ہوئی۔

حالہ نے آہستہ سے سر اٹھایا۔ اس کے کان بج رہے تھے، اور زاویار کی باتیں جیسے کسی بہت دور سے آ رہی تھیں۔ "میں نے... میں نے پوری کوشش کی تھی..."

"کوشش؟" زاویار کا لہجہ طنزیہ تھا۔ "یہ کوشش تھی؟ اتنے غیر ذمہ دارانہ رویے کے ساتھ آپ کو یہاں کام کرنے کی اجازت ہی کیوں دی گئی؟"

حالہ کی سانسیں تیز ہونے لگیں۔ وہ کرسی کے کنارے پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کے سامنے سب دھندلا رہا تھا، لیکن زاویار کی آواز مسلسل اس کے وجود کو چیر رہی تھی۔

"اپ کو پتہ بھی ہے، یہ پروجیکٹ کتنی اہمیت رکھتا ہے؟ اج تو میں اپ کو معاف کر رہا ہوں کیونکہ یہ پہلی بار تھا۔ مگر ائندہ سے اس چیز کا بالکل خیال رکھنا کہ مجھے بیکار کام بالکل نہیں پسند۔ جیسا میں بتاؤں مجھے اس سے بھی

بہترین کام چاہیے ہوتا ہے" زاویار اپنی کرسی سے اٹھتے ہوئے غصے سے بول رہا تھا۔

حالہ کے کانوں میں یہ جملے تیر کی طرح لگے۔ اس کے لب خشک تھے، لیکن وہ ہمت جمع کرتے ہوئے بولی، "آپ کو... آپ کو اندازہ بھی نہیں... کہ میں نے کتنی مشکل سے..."

"مشکل؟" زاویار کا طنز اور بڑھ گیا۔ "یہ بہانے ہیں، اور مجھے بہانے پسند نہیں!"

حالہ کی آنکھوں کے سامنے مکمل اندھیرا چھا گیا۔ اس کی سانسیں اکھڑ گئیں، اور ایک دم وہ زمین پر گر گئی۔ رپورٹس اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر فرش پر بکھر گئیں۔ کمرے میں ایک لمحے کے لیے خاموشی چھا گئی۔

زاویار ساکت کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے حیرانی ابھری، لیکن وہ بھی جلد ہی مٹ گئی۔ اس نے تیزی سے قدم بڑھائے اور حالہ کے قریب جھک کر اسے ہلانے کی کوشش کی۔

"حالہ؟" زاویار نے ہلکی آواز میں کہا، لیکن اس کی آواز میں بے چینی تھی۔

حالہ کا چہرہ سرد اور بے جان تھا، اور اس کی سانسیں مدھم ہو رہی تھیں۔

زاویار نے جلدی سے انٹرکام پر محسن کو بلایا۔

"محسن، فوراً ایمبیولنس بلاؤ" زاویار کی آواز اب غصے سے زیادہ فکرمندی میں تبدیل ہو چکی تھی۔

☆☆☆✦☆☆☆

ہسپتال کا کمرہ سکون میں ڈوبا ہوا تھا، مگر اس سکون کے پیچھے عجیب سی کیفیت تھی۔ سفید دیواریں اور کھڑکی کے باہر جھومتے درخت ایک سنجیدگی کا احساس دلا رہے تھے۔ بیڈ پر لیٹی حالہ نے دھیرے سے پلکیں جھپکائیں۔ اس کی سانسیں بے ترتیب تھیں اور دل میں بے چینی تھی۔ چند لمحوں بعد آنکھیں کھول کر روشنی کی شدت محسوس کی، لیکن جلد ہی ماحول سے ہم آہنگ ہو گئی۔ اس کے جسم میں شدید کمزوری تھی، جیسے وہ ایک لمبی جنگ لڑ کر ہار چکی ہو۔ اس کی نظریں ایک نرم مسکراہٹ والی خاتون پر پڑیں، جو ڈاکٹر تھی۔ ڈاکٹر نے نرمی سے کہا، """" حالہ، آپ کو ہوش آ گیا؟ یہ اچھی خبر ہے۔ آپ کو فوڈ پوائزننگ ہوئی تھی، لیکن آپ جلد ہی ٹھیک ہو جائیں گی۔" حالہ نے کچھ کہنے کی کوشش کی، مگر گلے سے صرف مدھم سی آواز نکلی۔

ڈاکٹر نے پانی کا گلاس بھر کر اسے دیا، اور حالہ نے ہلکی سی کوشش کر کے پانی پیا۔ اس کے ہونٹوں پر نمی آئی، تو تھوڑا سکون محسوس ہوا۔

اسی دوران زاویار اندر آیا، اس کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔ اس نے حالہ کی تھکن زدہ حالت دیکھی اور چند لمحے خاموش رہا، پھر آہستہ سے اس کے قریب کھڑا ہو گیا۔

"کیسی ہیں آپ، مس حالہ؟" زاویار کی گہری آواز نے خاموشی توڑی، لیکن اس میں ہمدردی یا جذبات نہیں تھے، صرف رسمی سوال تھا۔

حالہ نے پلکیں جھپکائیں اور بمشکل نظریں اس کی طرف کیں۔ "ٹھیک ہوں" اس نے دھیمے لہجے میں کہا، مگر دل میں زاویار کی وجہ سے بیمار ہونے کی کڑواہٹ تھی۔

زاویار نے اس کے چہرے کو دیکھا، پھر میز کے قریب جا کر کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ "آپ کے گھر والوں کو اطلاع دے دی ہے، وہ راستے میں ہیں۔ آپ کی غیر حاضری زیادہ لمبی نہیں ہو گی، کیونکہ افس میں آپ کی ضرورت ہے "اس نے بے نیازی سے کہا۔

یہ سن کر حالہ کے چہرے پر غصے کی جھلک آئی۔ "زاویار سر، کیا آپ کو واقعی میری صحت کی پرواہے، یا صرف کام میں خلل کی؟"

زاویار نے گہری سانس لی اور کچھ دیر خاموش رہا، پھر دھیرے سے بولا "مجھے معاف کیجیے گا۔ شاید مجھے آپ کی حالت سمجھنی چاہیے تھی۔"

حالہ نے طنزیہ نظروں سے زاویار کو دیکھا اور کہا" یہ احساس اب ہو رہا ہے؟ تب کہاں تھے جب میں نے آپ کو فون پر بتایا کہ میں بیمار ہوں؟"

زاویار نے پر سکون لہجے میں کہا" آپ صحیح کہہ رہی ہیں، میری توجہ کام پر

زیادہ تھی۔" حالہ نے بے بسی سے تکیے پر سر ٹیک دیا، مگر نظریں زاویار پر جمی رہیں۔" آپ کو صرف اپنا کام نظر آتا ہے، باقی لوگوں کی کوئی پروا نہیں۔"

زاویار کی چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی، اور وہ بولا" آپ کا غصہ جائز ہے، لیکن پہلے آپ صحت مند ہو جائیں، پھر مجھ پر اپنی ناراضگی پوری نکال لیجیے گا۔مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔اس لیے کیونکہ اپ کا مجھ پر غصہ اتارنا بنتا بھی ہے اگر میں اپ کو افس نہ بلاتا تو اپ کی حالت زیادہ خراب نہ ہوتی" یہ کہہ کر زاویار نے کرسی اپنی جگہ رکھی اور دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازے پر پہنچ کر وہ پلٹا، ایک نظر حالہ پر ڈالی اور سنجیدگی سے بولا" آرام کریں۔آپ کی صحت زیادہ اہم ہے۔میں باہر ہوں، اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دیجیے گا"

حالہ نے جواب نہیں دیا اور نظریں دوسری طرف کر لیں۔ زاویار کے لہجے کی سنجیدگی نے اس کے دل میں سوال چھوڑ دیا کیا وہ واقعی اپنی غلطی کو سمجھ رہا تھا، یا یہ محض رسمی معذرت تھی؟

زاویار باہر چلا گیا، اور کمرے میں ایک عجیب سی خاموشی چھا گئی۔ حالہ کی نظریں چھت پر جم گئیں۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا، اور حالہ کی بہن مریم کمرے میں داخل ہوئی۔

"حالہ! تم ٹھیک ہو؟ ہم بہت ڈر گئے تھے!" حالہ نے دھیرے سے مسکرانے کی کوشش کی، "میں ٹھیک ہوں، بس تھوڑی کمزوری ہے۔"

مریم نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ "تمہیں نہیں معلوم، ہم کتنے پریشان تھے۔ زاویار سر نے فوراً بلایا، ورنہ ہمیں کچھ نہیں پتہ چلتا۔" حالہ کے دل میں زاویار کا ذکر چبھنے لگا، لیکن اس نے سر ہلایا اور کوئی جواب نہیں دیا۔ چند

لمحوں بعد زاویار دوبارہ آیا، ہاتھ میں فائل تھی۔" یہ آپ کی میڈیکل رپورٹس ہیں۔ آپ کو ایک دن یہاں رہنا ہوگا۔" حالہ نے ہلکی آواز میں کہا "یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے۔ اگر آپ مجھے آرام کرنے دیتے تو میں اس حالت میں نہ ہوتی۔" زاویار نے خاموشی سے سنا اور بولا" یہ میری غلطی تھی۔ میں نے آپ کی بات کو سنجیدگی سے نہیں لیا۔ اس کے لیے معذرت چاہتا ہوں۔"

"صرف معذرت سے کیا ہوگا؟ آپ لوگوں کے جذبات کی کوئی پروا نہیں کرتے۔" حالہ نے تلخی سے کہا

زاویار نے اس کی بات تحمل سے سنی، پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا "آپ کو غصہ کرنے کا پورا حق ہے۔ لیکن، جیسا میں نے کہا، پہلے آپ صحت یاب ہو جائیں۔ اس کے بعد جتنا چاہیں مجھ پر غصہ نکال لیجیے گا۔"

یہ کہہ کر وہ خاموشی سے فائل میز پر رکھ کر کمرے سے نکلنے لگا۔ حالہ کی نظریں اس پر جمی رہیں۔

دروازہ بند ہونے کی آواز کے ساتھ ہی حالہ نے گہری سانس لی اور اپنی بہن کی طرف مڑ کر کہا "یہ شخص مجھے پاگل کر دے گا۔ ہمیشہ اپنی بات کہہ کر چلا جاتا ہے، اور میں بس اسے برداشت کرتی رہتی ہوں۔"

مریم نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا، "شاید وہ واقعی فکر مند ہے، حالہ۔ وہ ہر کسی کے لیے ایسا رویہ نہیں رکھتا۔ اسے اپنی غلطی کا احساس ہو رہا ہے"

حالہ نے جھٹکے سے اپنا سر تکیے پر رکھا اور تلخی سے بولی "مجھے اس کی فکر نہیں چاہیے، سکون چاہیے۔"

زاویار کے جانے کے فوراً بعد حالہ کی ماں کمرے میں آئیں، چہرے پر فکر مندی تھی۔ حالہ نے نظر نہ اٹھائی اور غصے سے بھرنے لگی، "اگر آپ میری حالت پہلے سمجھ لیتیں تو میں آج اسپتال نہ جاتی۔"

"کیسی ہو حالہ؟" ماں نے پوچھا۔

"جیسی آپ کو نظر آ رہی ہوں" حالہ نے جواب دیا۔

"تھوڑی بہتر لگ رہی ہو۔" حالہ نے نظریں اٹھائیں اور ضبط کھو دیا، "آپ کو پتہ ہے کل رات میری طبیعت کتنی خراب تھی؟ آپ نے صبح میرا خیال نہیں رکھا؟ کیا واقعی آپ مجھ

سے اتنی نفرت کرتی ہیں؟"

"یہ کیا بول رہی ہو تم؟" ماں نے فوراً جواب دیا۔

"آپ جانتی ہیں کہ آپ کا رویہ کیسا تھا۔"

"حالہ، صبح کا وقت خراب چل رہا تھا، اور تم تو ہر بات کا برا مان لیتی ہو۔"

"صرف آج کی بات نہیں، امی۔ آپ نے ہمیشہ میرے ساتھ ایسا ہی کیا ہے۔" ایک آنسو اس کی آنکھ سے گرا۔

"مجھے لگتا ہے تم مجھے دیکھ کر اور زیادہ پاگل ہوتی جا رہی ہو۔ مجھے یہاں آنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ جا رہی ہوں میں!" وہ غصے سے اٹھیں اور کمرے سے باہر نکل گئیں۔ حالہ کا چہرہ مزید سخت ہو گیا، لیکن وہ بے بس تھی۔

"حالہ، تمہیں ایسے نہیں کہنا چاہیے تھا، امی کو،" مریم نے دھیرے سے کہا۔

"کوئی اپنی غلطی ماننے کو تیار کیوں نہیں ہوتا؟ امی کو پتہ ہے کہ ان کا رویہ میرے ساتھ کیسا تھا۔" اس کی آنکھ سے ایک اور آنسو ٹپکا۔ "لیکن وہ کہہ

رہی ہیں کہ انہیں میرا احساس ہے۔ واہ! کیونکہ وہ امی ہیں، تو سب کچھ کہہ سکتی ہیں۔ میری پرواکسی کو کیوں نہیں ہے، مریم؟"

"تم غلط سوچ رہی ہو، حالہ۔ امی کو تمہاری پرواہ ہے۔ بس وہ تھوڑا غصے میں تھیں——"

"کس بات کا غصہ؟ سب کو میں ہی ملی ہوں غصہ نکالنے کے لیے؟ میری طبیعت خراب تھی، اور امی نے پھر بھی مجھے نہیں سمجھا۔ افس چلی گئی تو زاویار نے بھی فضول میں ڈانٹ دیا۔ اس نے بھی نہیں سمجھا کہ میں کتنی بیمار ہوں۔ دوسروں کے باس اتنے اچھے ہوتے ہیں اور ایک میرا!"

"زاویار نہیں... زاویار سر بولو۔ عزت سے بلاؤ، باس ہوں میں اپ کا" زاویار نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا، چہرے پر مسکراہٹ لیے۔

حالہ ایک دم حیرانی سے اسے دیکھنے لگی۔ یہ کہاں سے آگیا؟ مریم بھی حیران رہ گئی۔

"آپ ہماری باتیں سن رہے تھے؟"

"مجھے کوئی شوق نہیں ہے اپ کی باتیں سننے کا، مس حالہ خادم۔ میں تو بس کچھ کھانے کا سامان دینے آیا تھا۔ باہر تم دونوں کی آوازیں سنائی دیں، تو رک کر اپ کی آخری بات سن لی، جو میرے بارے میں تھی۔"

حالہ نے آنکھیں بند کیں اور گہری سانس لیتے ہوئے کہا "آپ کو خدا کا واسطہ ہے، یہ تیسری بار ہے اپ تیسری بار میرے کمرے میں ائے ہیں سکون لینے دیں مجھے!"

زاویار نے بنا کسی شرمندگی کے سیدھا میز پر تھیلا رکھا اور بولا "میں یہ لایا ہوں آپ کے جلدی ٹھیک ہونے کے لیے۔ کچھ پھل اور جوس ہیں۔ اور ہاں، اگلی بار آؤں گا تو ساتھ میں آفس کی فائلیں بھی لیتا آؤں گا۔"

حالہ نے حیرت اور غصے کے ملے جلے جذبات سے اسے دیکھا "میں یہاں مرنے کے قریب ہوں، اور آپ کو آفس کا کام یاد آرہا ہے؟"

مریم اپنی جگہ سے اٹھی۔ "حالہ میں ذرا باہر جا رہی ہوں امی کو دیکھنے" کہہ کر وہ باہر چلی جاتی ہے حالہ اسے جاتے دیکھتی رہتی ہے۔

زاویار نے آرام سے کرسی کھینچی اور بیٹھتے ہوئے کہا "مرنے کا ذکر مت کریں، حالہ۔ اگر آپ مر گئیں تو میں کسی نئے بندے کو کام سمجھانے میں مزید وقت ضائع کروں گا، اور یہ مجھے واقعی پریشان کر دے گا۔ خیر پہلے یہ بتائیں، آپ جوس پیئیں گی یا پھل کھائیں گی؟

"مجھے کچھ نہیں چاہیے! اور آپ یہاں کیوں آرہے ہیں بار بار؟" حالہ نے تیز لہجے میں کہا۔

زاویار نے ایک پل کے لیے اس کی طرف دیکھا، پھر سر جھٹک کر کہا "آپ کو واقعی کچھ چاہیے یا نہیں، مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا۔ میں نے لا کر دیا ہے، اب آپ کھائیں یا کچرے میں پھینکیں، مجھے کیا؟ لیکن جلدی ٹھیک ہو جائیں، کیونکہ آفس میں آپ کی غیر حاضری سے کام رکا ہوا ہے۔"

"سر، کیا آپ واقعی مجھ سے یہ بات کر رہے ہیں؟" حالہ نے حیرت اور غصے سے کہا۔ "آپ کو میری صحت کی کوئی پرواہ نہیں؟"

"میری پرواہ کی امید مت رکھیں، مس حالہ۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ جلدی کام پر واپس آئیں، تاکہ میری میٹنگز کا شیڈول نہ خراب ہو۔"

حالہ کا غصہ حد سے بڑھنے لگا۔ "آپ واقعی خود غرض ہیں! ایک انسان یہاں ہسپتال میں پڑا ہے، اور آپ کو اپنی میٹنگز کی فکر ہے؟"

"ہاں، مجھے فکر ہے۔ لیکن آپ کی بھی فکر ہے کہ آپ ٹھیک ہو کر جلدی کام پر آئیں۔ کیونکہ اگر آپ کی غیر موجودگی زیادہ لمبی ہو گئی، تو مجھے آپ کا ڈھونڈنا پڑے گا"

"کیا میں شکریہ کہوں؟" حالہ نے طنزیہ انداز میں کہا

"شکریہ کی ضرورت نہیں"۔ زاویار نے ایک خفیف مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"اپ میری زندگی کو اتنا مشکل کیوں بنا رہے ہیں؟" اس نے جھنجھلا کر کہا۔

زاویار نے کرسی سے اٹھتے ہوئے بے نیازی سے کہا "مشکل؟ یہ تو صرف شروعات ہے، حالہ"

حالہ نے بے بسی سے اسے گھورا پھر ایک نظر حالہ کو دیکھتا رہا مگر کچھ بولا نہیں اور پھر اہستہ سے اس کے قریب اکر ساتھ ٹیبل پہ پڑا جوس کا ڈبہ کھولا اور حالہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا" یہ لیں، جوس پئیں اور جلدی ٹھیک ہو جائیں۔ کیونکہ اگر آپ جلدی آفس نہ آئیں تو آپ کو میرا غصہ سہنا پڑے گا۔" حالہ نے غصے سے جوس کا ڈبہ چھینا یہ کہہ کر وہ پر سکون انداز میں دروازے کی طرف بڑھا۔اور دروازے سے باہر نکل گیا

حالہ نے گہری سانس لیتے ہوئے خود کو پر سکون کرنے کی کوشش کی۔" یہ آدمی میرے دماغ کا بیلنس خراب کردے گا۔" وہ بڑبڑائی اور تکیے کو دوبارہ سیدھا کر کے لیٹ گئی۔

☆☆☆✦☆☆☆

رات کا پر سکون اندھیرا گھر کی خاموشی کو بڑھا رہا تھا۔ زاویار تھکا ماندہ قدموں سے دروازہ کھول کر اندر آیا، چہرے پر دن بھر کی مصروفیت کے آثار تھے۔ ٹائی ڈھیلی ہو چکی تھی، اور واسکٹ کا ایک بٹن کھلا تھا۔

وہ لاؤنج کی طرف بڑھا تو مہرین کی آواز نے اس کی رفتار روک دی "زاویار، یہ وقت دیکھ رہے ہو؟" وہ ایک کونے میں بیٹھی تھیں، مکمل تیار۔

زاویار نے سرسری نگاہ ڈالی اور جوتے اتارتے ہوئے کہا "بس ایک ضروری میٹنگ تھی، ممی دیر ہو گئی۔" مہرین نے آنکھیں تنگ کرتے ہوئے کہا "ہمیشہ کوئی نہ کوئی ضروری کام ہوتا ہے، ہے نا؟"

زاویار نے تھکے ہوئے انداز میں کہا "ممی آپ کو معلوم ہے، کام ضروری ہے۔ میٹنگ ختم ہوتے ہی آیا ہوں، زیادہ دیر نہیں کی۔"

اب پوری کہانی کیا بتاؤں کہ حالہ کی طبیعت خراب تھی اور میں نے بلایا پھر وہ بے ہوش ہو گئی تو میں اسے ہاسپٹل دیکھنے گیا تھا؟

"لیکن زاویار، اتنا کام صحت کے لیے اچھا نہیں۔"

"کچھ کھانے کے لیے ہے؟ بھوک لگی ہے۔" زاویار نے جلدی سے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"ہاں رکو سبیرا سے کہتی ہوں کہ کھانا لگا دے تمہارے لیے لیکن زاویار، زندگی صرف کام کا نام نہیں۔ تھوڑا سکون بھی ضروری ہے۔"

زاویار نے ایک لمحے کو ان کی بات سنی، پھر مسکرا کر کہا "سکون؟ وہ کیا ہوتا ہے؟"

مہرین نے سر جھٹک کر کہا۔ "مذاق نہیں ہے یہ میں سچ کہہ رہی ہوں جب دیکھو تم کام میں مصروف ہوتے ہو" کہہ کر وہ کچن کی طرف بڑھ گئیں، اور

زاویار نے صوفے پر بیٹھتے ہی اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ وہ اج بہت تھک گیا تھا۔

سکون واقعی عجیب چیز ہے، خاص طور پر جب حالہ جیسے ضدی لوگ زندگی میں ہوں۔

☆☆☆✦☆☆☆

ہسپتال کا کمرہ خاموش تھا، حالہ بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی، چہرے پر بیزاری اور تھکن تھی۔ اس کی ماں سیب کاٹ رہی تھیں، جبکہ مریم ایک کونے میں بیٹھی تھی۔

"امی، مجھے یہاں مزید نہیں رکنا" حالہ نے اچانک کہا۔ زبیدہ خادم نے نرم لہجے میں کہا "ڈاکٹر کہہ رہی ہیں کہ آرام کرو، یہ بہتر ہے۔" حالہ نے انکار کیا "میں ٹھیک ہوں! مجھے گھر جانا ہے۔"

مریم نے کہا "کم از کم ایک رات تو یہاں رک جاؤ۔" حالہ جھنجھلا کر بولی "یہ سفید دیواریں، یہ دوا کی بو... میں یہاں مزید نہیں رہ سکتی!"

زبیدہ خادم نے تھکا ہوا سانس لیا "ہم سب تمہاری فکر کر رہے ہیں۔" اسی لمحے ڈاکٹر کمرے میں آئیں اور حالہ کی حالت کا پوچھا۔

حالہ نے سیدھے لہجے میں کہا "مجھے گھر جانا ہے۔" ڈاکٹر نے تحمل سے کہا "آپ ابھی مکمل طور پر ٹھیک نہیں ہیں۔" حالہ نے تیزی سے جواب دیا، "میں نے کہا نہ، مجھے یہاں نہیں رہنا!" زبیدہ خادم نے بیچ میں مداخلت کرتے ہوئے کہا "ڈاکٹر صاحبہ، ہمیں بھی یہی لگتا ہے کہ اب گھر جانا بہتر

ہے۔ ویسے بھی، ہسپتال کے اخراجات بہت زیادہ ہو جاتے ہیں، اور...

بس، آپ سمجھ رہی ہوں گی۔"

ڈاکٹر کے چہرے پر ہلکی سی حیرت ابھری، مگر وہ پیشہ ورانہ انداز میں مسکراتی رہیں۔

"آپ لوگ فکر نہ کریں، جو ضروری اخراجات تھے، وہ آپ کے باس، زاویار صاحب، پہلے ہی ادا کر چکے ہیں۔" کمرے میں ایک دم خاموشی چھا گئی۔ حالہ کا چہرہ فق ہو گیا، جیسے کسی نے اس کے دل پر گھونسہ مار دیا ہو۔

"کیا؟" حالہ نے بمشکل کہا۔ "زاویار سر نے؟"

ڈاکٹر نے غیر محسوس انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا" وہ کچھ دیر پہلے آئے تھے، آپ کی طبیعت کا حال پوچھا، اور تمام معاملات کلیئر کر کے چلے گئے" کہہ کر ڈاکٹر کمرے سے باہر چلی گئی۔

ماں نے اطمینان کا سانس لیا اور کہا "اللہ کا شکر ہے۔ دیکھو، اللہ ہر چیز کا انتظام کر دیتا ہے۔ اب اتنا مہنگا ہسپتال تھا اس کے اخراجات بھی بہت زیادہ ہوتے ہم کیسے ادا کرتے ہمارے پاس تو اتنا نہیں ہے۔ اچھا ہوا تمہارے باس نے ادا کر دیا ہے"

لیکن حالہ کے دل میں ایک عجیب سی شرمندگی کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ "یہ آدمی آخر میری زندگی میں کیوں ہر جگہ موجود ہوتا ہے؟ اور مجھے اس کی مدد کی ضرورت کب تھی؟" وہ اندر ہی اندر جیسے زمیں میں دھنسنے کو تیار تھی۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

کھانا کھانے کے بعد زاویار تھکا ہوا اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔

سیڑھیوں پر اس کے قدم تھکے ہوئے تھے۔ اوپر پہنچ کر اسے زارا نظر آئی،

جو ہمیشہ کی طرح شوخ اور شرارتی موڈ میں تھی۔

"اوہو، زاویار بھائی، "زارا نے کہا، "کل رات آپ کی بہت باتیں ہو رہی

تھیں ماہا سے۔ کیا چل رہا تھا؟" زاویار ایک لمحے کے لیے رکا، دل میں دھڑکا

لگا، لیکن وہ اپنے تاثرات ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔

"کیا چل رہا تھا؟" اس نے بیزاری سے کہا" وہ خود مجھ سے بات کر رہی

تھی۔"

زارا کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔ "لیکن مجھے لگا آپ بھی دلچسپی لے رہے

تھے۔"

زاویار نے گھورتے ہوئے کہا "زارا، فضول باتیں مت کرو۔ کچھ بھی نہیں تھا، وہ رسمی بات کر رہی تھی۔"

اتنے میں شاہمیر، جو سیڑھیوں کے نیچے کھڑا تھا، سب کچھ سن چکا تھا۔ وہ اوپر آیا اور زارا کے ساتھ مل کر زاویار کو تنگ کرنے لگا۔

"واہ، بھائی! یہ سب کب ہوا؟ ماہا سے خاص باتیں؟" شاہمیر نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

زارا نے مزے لیتے ہوئے کہا "ہاں، کل رات تو ماہا اور زاویار بھائی کی خاص بات چیت چل رہی تھی۔" زاویار نے پیشانی پر ہاتھ رکھا اور غصے سے کہا "دونوں فضول باتیں بند کرو۔ میں نے کچھ نہیں کیا!"

شاہمیر نے قہقہہ لگایا "آپ تو پہلے ہی صفائی دینے لگے، بات کچھ گہری لگ رہی ہے۔"

زارا نے مزید کہا" ماہا تو زاویار بھائی کے قریب ہی کھڑی رہی، دونوں کے چہرے پر مسکراہٹیں تھیں۔" زاویار نے غصے میں آتے ہوئے کہا" زارا، تم ہمیشہ فضول باتیں کرتی ہو۔ شاہمیر، تم بھی اس ڈرامے میں نہ پڑو۔ کچھ نہیں تھا، بس ایک عام بات چیت۔"

"اوہ، عام بات چیت؟ وہی عام باتیں جو ہمیشہ خاص لوگوں سے ہوتی ہیں؟ زاویار ہم سمجھتے ہیں!" شاہمیر نے شرارت سے کہا۔

زاویار نے تھکے ہوئے انداز میں اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیرا اور بولا

"تم دونوں فضول باتیں بند کرو اور مجھے سکون لینے دو۔"

وہ قدم بڑھا کر کمرے کی طرف چلا گیا، لیکن دل میں زارا کی باتیں گونج رہی تھیں۔ کمرے میں پہنچ کر زاویار نے دروازہ بند کیا اور بیڈ پر گر گیا۔ وہ زارا اور شاہمیر کی باتوں سے غصے میں تھا، مگر دل کے کسی کونے میں ماہا کا

خیال ایک بار پھر آ گیا۔ کل رات اس کی مسکراہٹ، وہ دوستانہ انداز، اور اس کی باتیں... سب کچھ یاد آنے لگا۔ وہ کچھ دیر سوچتا رہا لیکن دل کے کسی حصے میں ماہا کی تصویر ٹھہر سی گئی تھی۔

☆☆☆✦☆☆☆

حالہ نے آنکھیں بند کر لیں، لیکن دل میں بے چینی تھی۔ ہسپتال کی خاموشی اور دیواروں کی سفیدی اس کے اندر کے طوفان کو بھڑکا رہی تھی۔

اس نے آنکھیں کھول کر چھت کی طرف دیکھا اور کہا، "زاویار سر کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ یہ ہماری ذمہ داری تھی۔"

بے چینی سے پہلو بدلا اور دل کو سمجھانے کی کوشش کی "مجھے یہ رقم لوٹانی ہو گی۔ جیسے بھی ہو، قرض اتارنا ہو گا۔"

یہ خیال اس کے دل میں گونجتا رہا۔ گھر کے حالات، اور زاویار کی مدد کا بوجھ سب مل کر اس کے ذہن پر گہری چھاپ چھوڑ رہے تھے۔ "مدد کا شکر گزار ہونا چاہیے، لیکن یہ بوجھ بن جائے تو؟"

حالہ نے آنکھیں بند کیں، لیکن سکون کا احساس کہیں دور تھا۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

رات کا سماں تھا، بارش کے قطرے گونج رہے تھے۔ زاویار ٹیرس پر کھڑا تھا، ہاتھ میں کافی کا مگ، نظریں دور اندھیرے میں گم۔ ہوا میں ہلکی ٹھنڈک تھی، اور بارش کی بوندیں اس کے چہرے کو چھو رہی تھیں۔

قریب پڑی میز پر اس کا موبائل تھا، جس کی ہلکی بیپ نے اس کی توجہ کھینچی۔ زاویار نے چونک کر دیکھا، لیکن فوراً نظریں موڑ لیں۔ جیسے ہی اس

کی انگلیاں مگ کے گرد سخت ہوئیں، وہ خود کو روک نہ سکا۔ میز پر رکھا موبائل اٹھایا، اس کی روشنی نے اس کے چہرے کو ہلکا سا روشن کر دیا۔

انسٹاگرام کی نوٹیفکیشن تھی—ایک فرینڈ ریکویسٹ۔ "ماہا" نام پڑھتے ہی اس کا دل ایک لمحے کو دھڑکا۔ وہ چند لمحے اس اسکرین کو گھورتا رہا، جیسے کوئی جواب تلاش کر رہا ہو۔

زاویار نے ایک گہری سانس لی اور موبائل دوبارہ میز پر رکھ دیا، مگر دماغ اب بھی اسی نام کے گرد گھوم رہا تھا۔ وہ کیوں سوچ رہا تھا؟ یہ نام؟ یہ لڑکی؟

کچھ دیر تک خود سے لڑنے کے بعد اس نے دوبارہ موبائل اٹھایا۔ ریکویسٹ قبول کر لی۔ یہ کوئی محبت نہ تھی، لیکن وہ لڑکی کچھ مختلف ضرور تھی۔ کچھ ایسا جو زاویار کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔

چند لمحے بعد ماہا کا میسج آیا "ہیلو، کیسے ہیں آپ؟" زاویار نے میسج پڑھا، ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی، مگر جواب نہ دیا۔

کچھ سیکنڈ بعد دوسرا میسج آیا "اگنور کر رہے ہیں آپ مجھے؟"

زاویار نے مختصر جواب دیا "نہیں۔"

"تو پھر بات کیوں نہیں کر رہے؟" اس نے کہا

"میں باتیں کرنے کے لیے وقت نہیں نکالتا، صرف ضرورت کی بات کرتا ہوں۔"

ماہا خاموش ہو گئی، اور زاویار جانتا تھا کہ اس کے سیدھے الفاظ نے اسے سوچنے پر مجبور کیا۔ ماہا نے پھر ٹائپ کیا "آپ کو برا تو نہیں لگا میرا ریکویسٹ بھیجنا؟" زاویار نے اسکرین کو دیکھا، پھر لکھا "اگر برا لگا ہے تو آپ کیا کریں گی؟"

"شاید معذرت کرلوں، یا آپ کی مرضی کا احترام کرتے ہوئے پیچھے ہٹ جاؤں۔"

زاویار نے گہری سانس لی، پھر لکھا "احترام تو ٹھیک ہے، لیکن معذرت؟ جو دل چاہے، اس کے لیے معذرت نہیں کرنی چاہیے۔"

"ہر کوئی اتنا سیدھا اور صاف گو نہیں ہوتا جتنا آپ ہیں۔"

زاویار نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا "صاف گوئی کمزوری نہیں، بس لوگ اسے برداشت نہیں کر پاتے، اور مجھے پروا نہیں۔"

ماہا نے فوراً لکھا، "آپ کی باتوں میں عجیب کشش ہے، جیسے ہر لفظ گہرے سمندر سے نکلا ہو۔"

زاویار چند لمحے خاموش رہا، پھر لکھا "سمندر کی گہرائیوں میں سکون نہیں، صرف طوفان ہوتے ہیں۔ اگر آپ کو یہاں سکون ملے گا، تو مایوسی ہو گی۔"

"شاید طوفان سے دوستی کرنی آجائے۔"

زاویار نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ موبائل بند کر دیا۔ اس کا دل ہلکا محسوس ہوا، جیسے ماہا کے الفاظ نے اس کے اندر چنگاری روشن کر دی ہو۔ مگر وہ جانتا تھا کہ یہ سب زیادہ دیر تک نہیں چلے گا، کیونکہ حقیقت ہمیشہ جذبات سے زیادہ تلخ ہوتی ہے۔

☆☆☆✦☆☆☆

ہسپتال کے باہر کا منظر اداس تھا، بارش اتنی تیز تھی کہ ہر چیز دھندلی دکھائی دے رہی تھی۔ روشنی کے کھمبے کی مدھم روشنی بارش کی بوندوں پر گر رہی تھی، جو سڑک پر چمک رہی تھیں۔ ہر طرف سکوت چھایا ہوا تھا، صرف بارش کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

حالہ نے پیچھے مڑ کر ہسپتال کی عمارت کی طرف دیکھا، دل میں بے چینی محسوس کی۔ بارش کی بوندیں اس کے چہرے پر گر رہی تھیں، لیکن اس کی سوچیں زیادہ بھاری تھیں۔ جلدی سے دوپٹا لپیٹ کر ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔ گھر پہنچتے پہنچتے رات کے تین بج چکے تھے۔ وہ تھکی ہوئی تھی، مگر اندرونی بے چینی سے بے حال تھی۔ دروازہ کھولتے ہی خاموشی سے کمرے کی طرف چلی گئی۔ بستر پر بیٹھتے ہوئے حالہ نے گہری سانس لی اور خود سے کہا "شاید نیند آجائے۔" مگر دماغ میں سوالات کی گونج جاری رہی۔

کچھ لمحوں بعد، اس کا فون روشن ہوا۔ "ہیلو حالہ، تم کیسی ہو؟" یہ اسرا کا پیغام تھا۔ حالہ نے جواب لکھنا شروع کیا "میں بہتر ہوں، بس تھوڑی تھکن ہے——"

اسی دوران اسرا کی کال آئی۔ حالہ نے کال اٹھائی۔ "حالہ، تم نے مجھے بہت پریشان کر دیا تھا۔ سب خیریت ہے نا؟"

"میں ٹھیک ہوں اسرا بس تھوڑی تھکن اور کمزوری محسوس ہو رہی ہے۔ اس لیے... میں سوچ رہی تھی کہ اس ہفتے یونیورسٹی نہ جاؤں۔ کیا تم میری لیو درخواست دے سکتی ہو؟"

اسرا نے فوراً کہا "ہاں ہاں، فکر نہ کرو۔ میں تمہاری چھٹی کی درخواست جمع کروا دوں گی۔ مگر تمہیں آرام کرنا ہوگا۔"

حالہ نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا شکریہ، اسرا تم ہمیشہ میری مدد کرتی ہو۔"

اسرا نے نرمی سے جواب دیا" یہ کیا بات ہوئی؟ شکریہ کیوں کہہ رہی ہو؟ تم میری سب سے اچھی دوست ہو۔ بس آرام کرو اور اپنے آپ کو بہتر کرو۔ اور اگر کچھ بھی چاہیے ہو، تو فوراً بتانا۔"

کافی دیر اسرا سے بات کرنے کے بعد کال ختم ہوتے ہی حالہ نے فون ایک طرف رکھ دیا۔ وہ اب تھوڑی بہتر محسوس کر رہی تھی، بارش کی بوندوں کی آواز اب بھی کمرے کی خاموشی میں گونج رہی تھی، جیسے اس کے اندر کے طوفان کی عکاسی کر رہی ہو۔

صبح ہلکی دھوپ کھڑکی کے پردے سے جھانک رہی تھی اور ہوا میں تازگی کا احساس تھا۔ حالہ بستر پر پرسکون نیند لے رہی تھی، لیکن اچانک الارم کی تیز آواز نے سکون توڑ دیا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی اور گھڑی کی طرف دیکھا۔

"اوہ!" اس کے منہ سے نکلا۔ یونیورسٹی کا وقت گزر چکا تھا، لیکن اسے یونیورسٹی نہیں جانا تھا۔ آج اسے آفس جانا تھا۔ ہفتے کی چھٹیوں کے بعد وہ آج افس جا رہی تھی کام کا بوجھ اتنا بڑھ چکا تھا کہ وہ جانتی تھی، سارا دن اسی میں گزرے گا اس لیے یونیورسٹی اج نہیں جاے گی بلکہ افس جا کر افس کا کام کرے گی.

وہ بیڈ سے اتری، چپل ڈھونڈھی اور واش روم کی طرف بڑھ گئی۔ بکھرے ہوئے لمبے بالوں کے ساتھ، اس نے اپنا چہرہ آئینے میں دیکھا، جو تھکن زدہ اور کمزور لگ رہا تھا۔

وہ واش روم سے نکل کر کھڑکی کے پاس گئی اور پردہ ہٹا دیا۔ سورج کی نرم کرنیں چہرے پر پڑیں تو اس نے گہری سانس لی دھوپ سے اس کی سبز انکھیں چمک اٹھیں۔ پھر چلتے ہوئے دروازے کے قریب ائی دروازہ کھولا اور نیچے سیڑیاں اترنے لگی "ناشتہ بنادو گی؟" حالہ نے نرمی سے مریم کو کہا۔

"ہاں، ابھی بنا دیتی ہوں۔"

حالہ صوفے پر بیٹھ گئی اور مریم کو کام کرتے دیکھنے لگی۔ "نوکرانی نہیں آئی؟"

"نہیں، امی نے نکال دیا، وہ صحیح کام نہیں کرتی تھی اور پیسے بھی زیادہ لیتی تھی۔" "اوہ، اچھا..." حالہ نے ہلکی سی آہ بھری۔

مریم کچن میں مصروف ہو گئی، لیکن حالہ کے ذہن میں کچھ اور ہی چل رہا تھا۔ اس کے دماغ میں زاویار اور ہسپتال کی فیس کا خیال دوبارہ آ گیا۔ اس نے خود کو پھر اسی الجھن میں پایا۔ کتنے پیسے دیے ہوں گے؟" اس نے دل ہی دل میں سوچا۔ "ہسپتال بھی اتنا مہنگا تھا... اور امی نے بھی کہہ دیا کہ ٹھیک ہے، سر نے دے دیے۔ لیکن یہ ذمہ داری تو میری ہے نا؟ مجھے خود فیس ادا کرنی چاہیے تھی۔ اس کے ماتھے پر ہلکی سی شکنیں ابھر آئیں۔

شرمندگی کا احساس ایک بار پھر دل پر چھا گیا۔ آج جا کر زاویار سر سے اس بارے میں بات کرنی ہو گی۔ یہ معاملہ یوں نہیں رہ سکتا۔ میں بہت جلد انہیں پیسے واپس کر دوں گی۔ وہ گہری سانس لے کر صوفے پر پیچھے ٹیک لگا

کر بیٹھ گئی۔ دھوپ اب تیز ہو چکی تھی، اور کھڑکی سے اندر آرہی تھی۔ لیکن اس کے اندر کی بے چینی کسی سائے کی طرح اسے اپنی گرفت میں لے رہی تھی۔

"حالہ، چائے یا کافی؟" مریم نے کچن سے آواز لگائی۔

حالہ جو اپنے خیالات میں گم تھی، چونک گئی۔ "ظاہر ہے چائے پیوں گی کافی کہاں اچھی لگتی ہے مجھے؟ اور کچھ کھانے کو بھی نکال لینا، بھوک لگ رہی ہے۔"

"تمہیں بھوک لگے اور کچھ نہ ہو، یہ تو ہو نہیں سکتا۔" مریم نے ہنستے ہوئے کہا۔

حالہ نے زبردستی ہنسی ہونٹوں پر سجائی، لیکن دل اب بھی الجھنوں میں پھنسا ہوا تھا۔ زاویار کی باتیں اور اس کا انداز اسے اکثر پریشان کر دیتا تھا، لیکن آج

یہ مالی معاملہ بھی شامل ہو چکا تھا۔ اسے اپنے اندر شرمندگی اور بے چینی کا شدید احساس ہو رہا تھا۔

چند ہی منٹ میں مریم ٹرے میں چائے اور ڈبل روٹی لے آئی۔ حالہ نے چائے کا کپ اٹھایا اور حالہ نے مریم کو دیکھتے ہوئے پوچھا، "تمہیں لگتا ہے، میں سر سے بات کر سکوں گی؟"

مریم نے حیرانی سے پوچھا "کس بارے میں؟"

"ہسپتال کی فیس کا۔" حالہ نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

مریم نے نرمی سے کہا "زاویار سر نے اگر پیسے دیے ہیں، تو وہ تمہاری مدد کرنا چاہتے تھے۔ شکر ادا کرو اور بوجھ اپنے سر پر نہ لو۔"

حالہ نے کہا "شکریہ ادا کرنا آسان ہے، لیکن پیسے میرے ضمیر پر بوجھ ہیں۔"

مریم نے مشورہ دیا "صاف بات کر لو کہ پیسے کتنے ہیں، میں بعد میں واپس کر دوں گی۔"

حالہ نے سر ہلایا "ہاں، آج آفس میں بات کر لوں گی، لیکن نہیں جانتی وہ کیا ردعمل دیں گے۔"

"تم ہر بات کو پیچیدہ کیوں بناتی ہو؟ سیدھے بات کرو اور مسئلہ حل کرو۔"

حالہ مسکرا دی "تمہیں لگتا ہے یہ اتنا آسان ہو گا؟"

"کیوں ڈرتی ہو؟ وہ اتنے سخت نہیں لگتے۔"

حالہ نے گہری سانس لی اور چائے کا آخری گھونٹ لے کر کپ واپس میز پر رکھ دیا۔ "چلو، تیار ہو جاتی ہوں۔ کام بھی زیادہ ہے اور یہ معاملہ بھی سلجھانا ہے۔" وہ کمرے کی طرف جانے لگی۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

بادل آسمان پر چھائے ہوئے تھے، جیسے برسات کی تیاری میں ہوں، مگر زمین پر خاموشی تھی۔ حالہ نے گہری سانس لی اور آفس کے مرکزی دروازے سے اندر داخل ہوئی۔ اس کی طبیعت بہتر تھی، مگر دل میں بے چینی تھی۔ وہ آفس میں کھوئی ہوئی اپنی میز تک پہنچی اور بیٹھ گئی۔ فائلیں دیکھ کر انہیں الٹ پلٹ کرنے لگی، مگر ذہن کہیں اور تھا۔ اس کی نظروں کا بار بار زاویار کے خالی کمرے کی طرف جانا۔

"کب آئیں گے ؟" اس نے خود سے کہا اور سیکریٹری کو دیکھ کر پوچھا

"زاویار سر آگئے ؟"

سیکریٹری نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "نہیں، وہ ابھی تک نہیں آئے، مگر آنے والے ہیں۔"

حالہ مایوسی سے اپنی کرسی پر بیٹھ گئی۔ انتظار کا وقت ہر گزرتے لمحے کے ساتھ طویل محسوس ہو رہا تھا۔ دل میں خیالات کا طوفان تھا "کتنے پیسے ہوں گے؟ زاویار کیا کہے گا؟ کیا وہ برا مانے گا؟"

چند منٹ بعد مدیحہ اس کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔ "کیسی ہو، حالہ؟"

حالہ نے زبردستی مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا، "ٹھیک ہوں۔"

"طبیعت کیسی ہے؟"

"اب کافی بہتر ہے۔"

"چلو، اچھی بات ہے۔"

مدیحہ دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی، لیکن حالہ کے ذہن میں سوالات ہلچل مچا رہے تھے۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد حالہ نے مدیحہ سے

پوچھا" کیا تمہیں یاد ہے، جب تم نے پہلا کام کیا تھا، تو زاویار سر کا رویہ کیسا تھا؟"

مدیحہ نے مسکراتے ہوئے کہا" صحیح بتاؤں تو میرا پہلا کام بیکار تھا۔ سر کو بالکل پسند نہیں آیا۔"

حالہ کی دلچسپی بڑھ گئی "اچھا؟ تو انہوں نے کیا کہا؟"

"نہیں، سر نے مجھے کچھ نہیں کہا۔ غلطی سمجھادی، مگر سختی نہیں کی۔"

حالہ کا غصہ بڑھ گیا" تمہیں کچھ نہیں کہا؟ پھر میری محنت پر اتنا کچھ کیوں بولا؟"

"حالہ، وہ بہت اچھے ہیں۔"

"ان کی تعریف مت کرو! زہر لگ رہے ہیں مجھے!" حالہ نے بات کاٹ دی۔

اسی دوران زاویار تیزی سے چلتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔ حالہ نے گہری سانس لی اور خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ "اب بات کرنی ہی ہو گی۔" لیکن غصہ اب بھی چہرے پر تھا۔

اس نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔ زاویار کی گہری آواز آئی، "آ جائیں۔" حالہ نے دروازہ کھولا۔

زاویار اپنی پشت کیے کوٹ اتار رہا تھا اور اسے سیٹ کے پیچھے لٹکا رہا تھا

"جی، مس حالہ؟ فرمایئے۔" وہ مڑ کر بولا، اس کی نظروں میں سرد مہری اور طنز تھا۔ "مجھے لگا تھا، اتنی چھٹیوں کے بعد آپ آفس کا راستہ بھول چکی ہوں گی۔" حالہ نے زاویار کی بات سن کر چند لمحے توقف کیا۔ پھر گہری سانس لی وہ واضح طور پر غصے میں تھی لیکن اپنے لہجے کو قابو میں رکھتے ہوئے بولی "سر، آفس کا راستہ تو نہیں بھولی، لیکن شاید آپ بھول گئے ہیں کہ میں بیمار

تھی اور اس وجہ سے دو ہفتے نہیں اسکی سواپ مجھے طنز مت کریں۔ اگر آپ کو میری غیر حاضری سے کوئی مسئلہ تھا، تو مجھے فون کر کے پوچھ لیتے۔"

زاویار نے مسکراتے ہوئے کہا"میرے پاس اتنا وقت کہاں کہ ہر بیمار ملازم کی خیریت معلوم کروں؟"

حالہ نے گہری سانس لی، خود پر قابو پاتے ہوئے بولی"ہاں، آپ کے پاس وقت نہیں ہوگا۔ کیونکہ آپ کا وقت قیمتی ہے۔ لیکن سر، کچھ باتیں انسانی ہمدردی کی بھی ہوتی ہیں، اور وہ شاید کسی بھی شیڈول سے زیادہ اہم ہیں۔"

زاویار نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا"آپ مجھ پر الزام لگا رہی ہیں کہ مجھے ہمدردی نہیں ہے؟"اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

"نہیں، الزام نہیں لگا رہی۔ بس یاد دلا رہی ہوں کہ آپ کے ماتحت لوگ بھی انسان ہیں، مشینیں نہیں۔ اور کبھی کبھار ایک جملہ خیریت کا کہہ دینا کسی کی کارکردگی پر اچھا اثر ڈال سکتا ہے۔" حالہ نے سنجیدگی سے کہا۔

زاویار نے کچھ دیر خاموشی سے حالہ کو دیکھا، پھر ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا، "دلچسپ بات ہے، مس حالہ۔ لیکن اگر یہ بات مکمل ہو گئی ہو، تو مجھے اپنے کام پر توجہ دینی ہے۔"

حالہ نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا "نہیں سر، بات مکمل نہیں ہوئی۔ میں یہاں اپنی غیر موجودگی کی وضاحت دینے نہیں آئی، بلکہ آپ سے کچھ اور بات کرنی ہے۔"

زاویار نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا "بیٹھ جائیں اور بات کریں۔ لیکن امید ہے کہ یہ بات وقت ضائع کرنے والی نہ ہو۔" حالہ نے اس کی بات کو

نظر انداز کرتے ہوئے کرسی کھینچی اور بیٹھ گئی۔ اس نے گہری سانس لی اور تھوڑا سا آگے جھک کر کہا" سر، میں یہ کہنے آئی ہوں کہ... آپ نے جو ہسپتال کے بلز ادا کیے ہیں، وہ میری ذمہ داری تھی۔ آپ کو نہیں کرنے چاہیے تھے اور۔۔۔۔"

"مس حالہ، آپ واقعی یہ بات کرنے آئی ہیں؟" زاویار نے اسے غور سے دیکھا اور بات کاٹتے ہوئے بولا۔

"جی، سر۔ میں صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ آپ کو بلز ادا نہیں کرنے چاہیے تھے۔ لیکن آپ فکر نہ کریں، میں جلد ہی وہ آپ کو لوٹا دوں گی۔ یا پھر آپ انہیں میری فیس سے کاٹ لیجیے گا۔"

زاویار نے چند لمحے خاموشی سے اس کی طرف دیکھا، پھر کرسی کی پشت پر ٹیک لگاتے ہوئے کہا" کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے وہ بلز اس لیے ادا

کیے تھے کیونکہ آپ بیمار تھیں،اور... شاید میری وجہ سے زیادہ بیمار ہوئیں۔اس لیے، یہ تو میری ذمہ داری بنتی تھی کہ ہسپتال کے اخراجات ادا کروں۔تاکہ پوری زندگی مجھے یہ طعنہ نہ سننا پڑے کہ آپ کی طبیعت میری وجہ سے خراب ہوئی تھی کیونکہ میں نے اپ کو آفس بلا لیا تھا یہ جانتے ہوئے کہ اپ کی طبیعت خراب تھی۔"

حالہ نے سنجیدگی سے کہا" مگر سر، میں آپ کو وہ پیسے ضرور واپس دوں گی۔ ایسے کیسے...؟"

"میں نے آپ سے کچھ مانگا؟ نہیں ؟تو پھر آپ کو یہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"زاویار نے سنجیدگی سے جواب دیا

"سر،آپ بے شک میری فیس سے کاٹ لیجیے۔"

زاویار نے تھوڑا جھک کر سنجیدگی سے کہا" میں نے سوچ سمجھ کر ادا کیے تھے۔ یہ کہانی اب ختم کریں اور اپنے کام پر توجہ دیں۔ "

حالہ کے چہرے پر پریشانی اور الجھن کے آثار نمایاں تھے۔ " مگر سر، وہ میرے لیے قرض کی طرح ہے۔ میں اسے ایسے نہیں چھوڑ سکتی۔ یہ بہت بڑی رقم ہو گی۔ ہسپتال مہنگا تھا، تو اخراجات بھی زیادہ ہوں گے۔ "

زاویار نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا" آپ جائیں اپنا کام کریں۔ "

"نہیں، سر، آپ مجھے بتائیں کتنے تھے؟ میں آپ کو ادا کر دوں گی۔ "

زاویار نے کرسی کے بازو پر انگلیاں مارتے ہوئے کہا" پھر سن لیں، 30 ہزار تھے۔ آپ کے اس مہینے کی فیس سے کاٹ لیتا ہوں۔ "

حالہ کا چہرہ یکدم فق ہو گیا۔ "30 ہزار؟ سر، آپ سچ کہہ رہے ہیں؟"

زاویار نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا "کیوں، کیا ہوا؟ آپ کے اس مہینے کی فیس سے وہ پیسے کٹ جائیں گے۔"

حالہ نے فوراً اپنی کرسی سے ہلکا سا اچھل کر کہا "نہیں!" اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"ابھی تو آپ کہہ رہی تھیں کہ میری فیس سے کاٹ لیجیے۔"

حالہ نے نظریں جھکا لیں۔ "سر، وہ... میرا مطلب تھا، کچھ اور طریقے سے ادا کر دوں گی۔"

"تو پھر واپس وہی پرانی بات کوئی ضرورت نہیں۔ اور ہاں، جب آپ کو بات کرنے کے لیے اتنی مشقت کرنی پڑے، تو کم از کم دماغ سے سوچیے، دل سے نہیں۔"

حالہ نے چہرہ دوسری طرف موڑ لیا اور زیر لب بڑبڑائی "یہ آدمی میری عقل کا بیلنس خراب کر دے گا۔"

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

شام کا وقت تھا، آسمان پر دھندلے نارنجی رنگ کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ سورج غروب ہونے کے قریب تھا، اور ٹھنڈی ہوا درختوں کی شاخوں کو ہلکا سا جھنجھوڑ رہی تھی۔

حالہ اپنی گاڑی سے نکل کر دروازے کے پاس کھڑی تھی، بار بار گھنٹی بجا رہی تھی، مگر کوئی جواب نہیں آرہا تھا۔ سردی میں اس کے ہاتھ جم رہے تھے، اور چہرے پر غصہ واضح تھا۔ اف! کوئی دروازہ کیوں نہیں کھول رہا؟ وہ بڑبڑائی اور بے بسی سے ارد گرد دیکھنے لگی۔ اسی وقت شاہمیر اپنی گاڑی

سے نکلا۔ اس نے سامنے حالہ کو دروازے کے پاس کھڑے دیکھا۔ وہ کافی پریشان لگ رہی تھی اس کے چہرے پر تھوڑی الجھن تھی۔ وہ قدموں کی رفتار تیز کرتے ہوئے اس کے قریب پہنچا۔

"ہمیشہ ایسے ہی کرتے ہیں!" وہ بڑبڑائی۔

"السلام علیکم!" شاہمیر نے کہا۔ "آپ کافی پریشان لگ رہی ہیں؟"

حالہ نے اسے دیکھا، مگر نظریں فوراً دروازے پر جم گئیں۔

"جی، میرے گھر میں کوئی دروازہ نہیں کھول رہا۔ کافی دیر سے کھڑی ہوں... مجھے چھوڑ کر باہر چلے گئے ہیں"

شاہمیر نے حیرت سے سنا "ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ آپ کو چھوڑ کر کیوں جائیں گے؟"

حالہ نے گہری سانس لی "میرے گھر والے ہمیشہ مجھے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ مجھے ان کے جانے سے کوئی مسئلہ نہیں، مگر یہاں کھڑے ہو کر کب تک انتظار کروں؟"

اچانک اس کی نظر شاہمیر پر ٹھہر گئی۔

"ویسے آپ ہیں کون؟" حالہ نے حیرانی سے پوچھا۔ شاہمیر کے ہونٹوں کی مسکراہٹ گہری ہوئی "میں شاہمیر ہوں۔ یہ ساتھ والے گھر میں رہتا ہوں۔" اس نے اپنے گھر کی طرف اشارہ کیا۔

"اوہ اچھا!" حالہ نے سر ہلایا۔ پھر اچانک کچھ یاد آ گیا۔ "تو آپ زاویار سر کے بھائی ہیں؟"

شاہمیر نے ہلکی حیرانی کے ساتھ کہا "جی، آپ انہیں جانتی ہیں؟"

"جی، وہ میرے آفس کے باس ہیں۔"

"واقعی؟ وہ آپ کے پاس ہیں؟" شاہمیر نے کچھ زیادہ حیرانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کیوں اتنے حیران ہو رہے ہیں؟" حالہ نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

شاہمیر نے کندھے اچکائے "نہیں، بس ویسے ہی۔ خیر، اب جب آپ کے گھر والے آپ کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں، تو آپ میرے گھر آ کر انتظار کر سکتی ہیں۔"

"میں ان کا انتظار کر لوں گی، وہ آنے ہی والے ہوں گے۔" حالہ نے انکار کیا۔

شاہمیر نے اسے کانپتے دیکھا اور نرمی سے بولا، "اتنی سردی میں آپ باہر کیسے کھڑی ہوں گی؟ آیئے، میرے گھر بیٹھ جائیں۔" حالہ کے ہاتھ جم چکے

تھے، اور ہوا نے اس کے کان سرخ کر دیے تھے۔ مختصر سوچ کے بعد بولی

"ٹھیک ہے، آ جاتی ہوں۔"

شاہمیر کے چہرے پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی۔ وہ دروازہ کھولنے بڑھا، حالہ اس کے پیچھے چل دی۔

گھر میں داخل ہوتے ہی ایک خوشبو نے حالہ کو متوجہ کیا۔ مدھم روشنی، گرماہٹ اور کتابوں کی الماری دیکھ کر وہ چند لمحے رک گئی۔

"گھر پیارا ہے آپ کا۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"شکریہ، لیکن زیادہ تر یہ کتابیں میری نہیں، زاویار کی ہیں۔" شاہمیر مسکرایا۔

"ظاہر ہے، وہ لگتے بھی کتابی کیڑے ہیں۔" حالہ نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

شاہمیر ہنس پڑا "وہ تو ہیں، مگر ان کے علاوہ بھی بہت کچھ ہیں۔ آپ کو اندازہ تو ہو گیا ہو گا؟" حالہ نے ایک لمبی سانس لی اور سنجیدگی سے کہا "جی، بہت کچھ۔ ان کے ساتھ کام کرنا مشکل کم اور اعصاب شکن زیادہ ہے۔ لیکن خیر، چھوڑیں۔ آپ تو خود ان کے بھائی ہیں، آپ کو سب کچھ معلوم ہو گا۔"

شاہمیر نے چائے کا پوچھتے ہوئے کہا "چائے پییں گی؟ شاید سردی کم ہو جائے۔"

حالہ نے سر ہلایا "ہاں، شکریہ۔ لیکن جلدی کریں، کیونکہ مجھے نہیں لگتا کہ میرے گھر والے اتنی دیر تک غیر موجود رہیں گے۔"

اس نے ایک ملازم کو چائے کا کہا۔ پھر خود بھی اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"ویسے آپ کو باہر چھوڑ کر جانے کی کوئی خاص وجہ؟"

حالہ نے طنزیہ انداز میں بولا "وجہ؟ان کے ساتھ رہنے کے لیے حوصلہ چاہیے۔ کبھی کبھار تو لگتا ہے کہ میں ان کی نہیں، کسی اور کی ذمہ داری ہوں۔ خیر، آپ یہ بتائیں، آپ خود کیسے ہیں؟"

"میں؟ بالکل ٹھیک۔ آپ جیسے لوگوں سے ملنے کے بعد تو اور بہتر ہو گیا ہوں۔" مسکراہٹ اس کے لبوں سے ہٹ ہی نہیں رہی تھی وہ مسکراہٹ کے ساتھ اس کے چہرے کو بس دیکھتا جارہا تھا ایک لمحے کے لیے بھی نظر ادھر سے ادھر نہیں کی۔

حالہ نے اسے غور سے دیکھا "آپ کا مطلب کیا ہے؟" وہ حیران ہوئی تھی۔

شاہمیر کی مسکراہٹ ہلکی ہوئی "میرا۔۔۔میرا مطلب یہ کہ آپ کے جیسا غصے سے بھرپور چہرہ مگر پھر بھی لہجے کو نرم رکھنے والے لوگ روز نہیں ملتے"

حالہ نے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے کہا" یہ تعریف تھی یا مذاق ؟"

"دونوں کا امتزاج سمجھ لیں۔"

چائے کے دوران خاموشی رہی، پھر حالہ نے پوچھا" زاویار سر اتنے الگ کیوں ہیں ؟ آپ دونوں بھائی ہو کر بھی بالکل مختلف ہو۔"

شاہمیر مسکرایا" یہی زندگی کی خوبصورتی ہے۔ لیکن آپ کو زاویار کیسے لگتے ہیں ؟"

حالہ نے آنکھیں گھماتے ہوئے کہا" کچھ زیادہ ہی سنجیدہ...اور خروس بھی"

شاہمیر ہنسا" وہ تو ہیں... مگران کے ساتھ کام کے کچھ خاص تجربات تو ہوئے ہوں گے؟"

حالہ نے چائے کا آخری گھونٹ لیتے ہوئے کہا" بہت خاص، مگران سے بات کر کے میرا خون کھول جاتا ہے۔ خیر، شکریہ چائے کے لیے۔اب دیکھتی ہوں، شاید میرے گھر والے آ گئے ہوں۔" شاہمیر نے دروازے کی طرف اشارہ کیا" اگر نہ آئے تو آپ کا پڑوسی حاضر ہے۔" دل ہی دل میں چاہتا تھا کہ وہ نہ جائے۔

حالہ نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا" شکریہ۔" حالہ اٹھنے ہی والی تھی کہ مہرین سلطان آتی دکھائی دیں۔ان کی باوقار شخصیت اور دبنگ انداز فوراً نظر کھینچ لیتا تھا۔ سفید اور سنہری جوڑے میں ملبوس، ہلکی مسکراہٹ لیے وہ حالہ کی طرف بڑھیں۔انہوں نے حالہ کو سرتا پاؤں دیکھا، جو سادگی اور

معصومیت کی خوبصورت تصویر لگ رہی تھی۔ سبز آنکھیں، لمبے بال، کالے فراک میں ملبوس، اس کی شخصیت میں ایک کشش تھی جو مہرین کو بھا گئی۔ حالہ کبھی مہرین کو دیکھتی، کبھی ادھر اُدھر نظر دوڑاتی، جیسے خود کو مکمل ایڈجسٹ نہ کر پا رہی ہو۔ مہرین بغور اسے دیکھتی رہیں، اس کی دلکشی کی قائل ہو چکی تھیں۔

"یہ کون ہے، شاہمیر؟" انہوں نے نرمی سے پوچھا۔

"یہ حالہ ہیں، ہمارے پڑوس میں رہتی ہیں۔ اپنے گھر کا دروازہ بجا رہی تھیں، گھر میں کوئی تھا نہیں میں نے کہا کہ ہمارے گھر آ کر انتظار کر لیں۔"

"اچھا، تم جا رہی ہو؟" مہرین نے حالہ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"جی، شاید میرے گھر والے آ گئے ہوں گے۔"

"کچھ کھائے بغیر؟"

"نہیں، میں نے چائے پی لی ہے۔"

"صرف چائے؟ کھانے کے بغیر جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" مہرین نے محبت بھرے انداز میں کہا۔

حالہ نے شرمندگی سے انکار کیا، مگر مہرین کی ضد کے آگے ہار مان کر خاموشی سے بیٹھ گئی۔ حالہ نے مسکرا کر مہرین کی طرف دیکھا اور کہا،

"انٹی، آپ واقعی بہت خوش اخلاق ہیں۔"

"شکریہ، لیکن تم بھی بہت اچھی ہو۔ ویسے تم کیا کرتی ہو؟" وہ ہلکا سا مسکرائیں اور اس کے سامنے بیٹھ گئیں۔ حالہ نے توقف کے بعد کہا "میں پڑھ رہی ہوں اور انٹرن شپ کر رہی ہوں۔" مہرین نے دلچسپی سے پوچھا

"کہاں؟"

شاہمیر نے مسکراتے ہوئے چٹکی لی "یہ بتا رہی تھیں کہ ان کے باس عجیب اور خروس ہیں۔"

حالہ نے گھور کر شاہمیر کو دیکھا جبکہ مہرین ہنس پڑیں "ایسے باس ہوں تو مشکل ہوتی ہے۔"

شاہمیر نے شرارت سے کہا "یہ زاویار کے آفس میں کام کرتی ہیں۔"

مہرین حیران ہوئیں، پھر مسکرا کر بولیں "تبھی اسے خروس کہہ رہے تھے تم؟ اگر زاویار نے سن لیا تو خیر نہیں ہو گی تمہاری!"

شاہمیر نے فوراً صفائی دی "ممی! میں نے تھوڑی کہا، یہ تو حالہ نے کہا تھا!"

حالہ جو اس وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو گود میں باندھے اور ان پہ نظریں گاڑے بیٹھی تھی، ہچکچاتے ہوئے اچانک سیدھی ہو گئی۔ اس نے شاہمیر کی طرف گھورتے ہوئے کہا، "میں نے ایسا کب کہا؟"

شاہمیر نے اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا" جی حالہ ؟ ابھی تو آپ نے کہا

تھا کہ وہ بہت خروس ہیں ؟"

حالہ نے شرمندگی سے مہرین کی طرف دیکھا اور جلدی سے بولی" نہیں،

انٹی ! میں نے ایسا نہیں کہا۔ وہ تو بہت اچھے باس ہیں۔ "

مہرین نے مسکراتے ہوئے کہا" بیٹا، اگر وہ خروس ہیں بھی تو سچ کہنا غلط

نہیں۔"

شاہمیر نے شرارت سے کہا" جی ممی، حالہ نے کہا کہ باس سخت ہیں،

لیکن..."

"میں نے ایسا کچھ نہیں کہا! آپ باتیں بنا رہے ہیں۔"

شاہمیر ہنسا، "بس تھوڑا رنگ دے رہا ہوں۔"

مہرین نے حالہ کو تسلی دی "فکر نہ کرو، زاویار سن لے گا تو شاید ہنس دے... شاید۔"

شاہمیر نے قہقہہ لگایا "ممی ہنسی کے بجائے طوفان آئے گا! حالہ کو محتاط رہنا چاہیے اپنے باس سے"

حالہ کی نظریں زمین پر تھیں، وہ بار بار بالوں کو پیچھے کرتی، اپنی بے چینی چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔ کندھے جھکے ہوئے تھے، جیسے وہاں سے نکلنے کے لیے بے چین ہو ☆☆☆✦☆☆☆

رات کے سکوت میں زاویار نے گاڑی روکی، دروازہ کھولا اور باہر نکلا۔ سفید شرٹ، بلیک پینٹ، کف لنکس، اور گہرے جوتے—— ہمیشہ کی طرح

شاندار شخصیت لیے۔ دروازے سے داخل ہو کر بیگ ملازم کو دیا، پھر تھکے قدموں سے سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔

اسی لمحے زارا سامنے آگئی۔ "السلام علیکم، زاویار بھائی،" اس نے مسکرا کر کہا۔

زاویار نے گہری نظروں سے دیکھا، "وعلیکم السلام۔"

"آپ نے خالہ سے بات کی تھی نا؟" زارا نے محتاط لہجے میں پوچھا۔

"ہاں، کی تھی۔" زاویار نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"پھر؟ آپ نے اسے ڈانٹا؟"

زاویار نے شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ کہا "نہیں، میں نے اتنا خاص ڈانٹا نہیں، لیکن اسے صاف صاف سمجھا دیا تھا۔"

زارا نے مزید جاننے کے لیے جھک کر کہا" پھر؟ اس نے آپ کو کیا کہا؟"

زاویار نے آرام سے جواب دیا" کچھ خاص نہیں بولا، لیکن میں نے اسے کافی کام دے دیا۔ باقی سب سے زیادہ برڈن ڈال دیا ہے۔"

زارا حیرانی سے دیکھنے لگی" کیوں؟" زاویار نے ایک قدم قریب ہو کر آہستہ سے کہا" کیوں کہ اس نے میری بہن کے آنسو نکالے تھے۔ ایسے کیسے ہو سکتا ہے کہ میں صرف بول کر چھوڑ دوں؟" اس کی مسکراہٹ میں تھوڑا سا طنز اور تھوڑا سا اطمینان

زارا مسکرا دی" تو آپ نے معاف نہیں کیا؟"

" معاف کرنا اور سبق سکھانا الگ چیزیں ہیں" زاویار نے کہا اور سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

☆☆☆✦☆☆

وہ ہینڈ فری لگائے چھت پر بے مقصد ٹہل رہی تھی۔ ہوا اس کے بالوں سے کھیل رہی تھی، مگر ذہن میں کاموں کی بھیڑ تھی۔ افس اور یونیورسٹی کی ذمہ داریاں یاد آئیں، مگر ہمیشہ کی طرح خود کو تسلی دی "بعد میں کر لوں گی۔"

یہ "بعد میں" کہنا اس کی عادت تھی، اور ہر بار کی طرح وقت ختم ہونے پر وہ دباؤ میں کام مکمل کرتی۔ آج بھی وہ اسی روٹین میں تھی، جیسے وقت کا انتظار کر رہی ہو۔

اچانک اس کی نظریں ساتھ والے گھر پر جا ٹکیں۔ "زاویار کی ماں تو بہت اچھی ہیں، بھائی بھی ٹھیک ہے، مگر زارا؟ ہر وقت لڑنے کو تیار۔ اور

زاویار..."وہ سر جھٹک کر بڑبڑائی"وہ تو جیسے دنیا سے الگ کوئی عجیب شخصیت ہے— سخت، ضدی، اور اپنی دنیا میں گم۔"پھر خود کو سنبھال کر دوبارہ چلنے لگی۔

☆☆☆✦☆☆

رات کی سردی بڑھ چکی تھی۔گاڑی کا ہیٹر آن تھا، مگر شیشوں پر دھند واضح تھی۔زاویار اسٹیئرنگ پر انگلیاں تھپتھپا رہا تھا، جبکہ ساتھ بیٹھا اس کا دوست آصف کسی پرانی بات پر ہنس رہا تھا۔ہیٹر کے باوجود زاویار کے ہاتھ سردی محسوس کر رہے تھے، مگر وہ ہمیشہ کی طرح خاموش اور سنجیدہ تھا،

آصف کی باتوں پر بس ہلکی سی مسکراہٹ دے دیتا۔ "آصف جھنجھلا کر بولا

"یار، تم تو ایسے بور ہو جیسے میٹنگ میں بیٹھے ہو۔ کبھی کچھ بول بھی لیا کرو!"

زاویار نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا "کام کے لیے وقت ہوتا ہے، فضول باتوں کے لیے نہیں۔"

"اف، تم اور تمہارا کام!" آصف بیزاری سے بولا۔

تبھی زاویار کا فون وائبریٹ ہوا۔ اسکرین پر ماہا کا میسج تھا "Hey!"

زاویار نے ایک لمحے کو نظریں جمائیں، دل دھڑکا، مگر فوراً خود پر قابو پا لیا۔

جیسے ہی اس نے فون اٹھایا، آصف نے جھٹ سے اسکرین دیکھ لی۔ "اوہ ہو! یہ کون ہے؟ ماہا؟ زاویار، یہ کب ہوا؟" آصف نے شرارت سے کہا۔

زاویار نے فون ایک طرف رکھتے ہوئے کہا "کچھ نہیں، کولیگ ہے، بس کام کا میسج ہوگا۔"

آصف نے آنکھیں گھماتے ہوئے طنزیہ کہا" یہ 'Hey' تو بڑاا سپیشل لگ رہا ہے۔ کیا چکر ہے ؟"

"ایسی کوئی بات نہیں۔"

آصف نے مزید چھیڑا" دل کا حال تو بتاؤ، بھائی! مان لو، یہ اسپیشل کولیگ ہے!" زاویار نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا" نہیں یار ایسا کچھ نہیں ہے" لیکن اس کے دل کی دھڑکنیں تیز تھیں، اور اس نے اپنی نظریں فون سے ہٹا لیں۔ زاویار کی نظر اچانک گاڑی کے سامنے پڑی۔ سڑک کنارے ایک لڑکا لڑکی کے ساتھ قہقہے لگا رہا تھا۔ زاویار نے چونک کر دیکھا——یہ حالہ کا بھائی تھا۔

اس کے ماتھے پر ہلکی شکن آئی، جیسے یقین کرنا چاہ رہا ہو۔ آصف نے اسے یوں دیکھتے پا کر پوچھا" کیا ہوا؟ کس کو دیکھ رہے ہو؟"

زاویار نے نظریں ہٹا کر سیدھا ہوتے ہوئے کہا "کچھ نہیں، بس ویسے ہی۔"

گاڑی آگے بڑھادی، مگر خیالات الجھنے لگے۔ کیا خالہ کو بتائے؟ یا نظر انداز کر دے؟

"ویسے بھی، میرا اس کی فیملی سے کیا تعلق؟ اور ویسے بھی خالہ کو تو لڑنے کا موقع چاہیے ہوتا ہے اگر بتادیا تو بولے گی کے میں اس کے بھائی پر الزام لگا رہا ہوں۔

باہر کا منظر دھند میں گم ہو رہا تھا، جیسے اس کے ذہن میں چھائے سوالات۔

☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

آفس کے باہر سرد موسم اور ہلکی دھند نے ماحول کو مزید ٹھنڈا کر دیا تھا۔

زاویار کی جدید شیشے والی عمارت کے اندر سنجیدگی کا راج تھا۔ ملازمین اپنے کام میں مصروف تھے، مگر زاویار کی موجودگی ہر کسی کو چوکنا رکھتی۔ جیسے ہی وہ کوریڈور سے گزرتا، گفتگو رک جاتی اور لوگ فوراً کام میں مگن ہو جاتے۔ اس کی شخصیت رعب دار اور سخت گیر تھی۔ کم بولتا تھا، مگر اس کا ایک جملہ پورے افس پر اثر ڈال دیتا۔

حالہ آفس میں داخل ہوئی تو دل میں عجیب سی گھبراہٹ تھی۔ زاویار سلطان کا سامنا ہمیشہ بے چینی بڑھا دیتا تھا۔ وہ خود کو مضبوط ظاہر کرتی، مگر اس کے سخت رویے اور نوکری کھونے کا خوف اندر تک جڑ پکڑ چکا تھا۔

ہاتھ میں فائلیں، چہرے پر مسکراہٹ، مگر دل میں بے سکونی لیے وہ ریسیپشن سے گزرتی ہوئی لفٹ تک پہنچی۔ دروازے بند ہونے سے پہلے لمبی سانس لے کر خود کو سنبھالا۔

"خود پر قابو رکھو حالہ۔ تم اس سے ڈرتی کیوں ہو؟ وہ بھی انسان ہے... بس ذرا زیادہ سخت "اس نے خود کو تسلی دی۔

زاویار آفس میں فائلز دیکھ رہا تھا، چہرے پر سختی اور ہاتھ میں قلم تیزی سے چل رہا تھا۔ حالہ نے دروازہ کھٹکھٹایا۔

"اجائیں "زاویار کی گہری آواز پر وہ جھجکتے ہوئے داخل ہوئی۔

"السلام علیکم، سر۔ "اس کی مسکراہٹ میں ہلکی سی جھجک تھی۔

زاویار نے ایک پل اسے دیکھا، پھر بولا "بیٹھیں۔ فائلز لائیں؟"

"جی، سر۔ "حالہ نے مسکرا کر فائلز بڑھائیں۔

زاویار نے نظر ڈال کر مزید فائلز آگے رکھ دیں۔ "یہ سب آج مکمل کریں۔"

حالہ نے حیرت سے فائلوں کا ڈھیر دیکھا۔ "سر، یہ سب؟ ایک دن میں؟"

"جی...اپ نے چھٹیاں کی ہیں، تو یہ تو ہونا ہی تھا۔ آپ کو باقی ٹیم کے مقابلے میں زیادہ کام کرنا ہوگا۔"

حالہ نے گہری سانس لی اور کہا" سر، لیکن یہ تو ناممکن ہے۔ میں یہ سب ایک دن میں کیسے کر سکتی ہوں؟" زاویار نے سنجیدگی سے کہا" ممکن اور ناممکن کا فیصلہ کرنے کا وقت نہیں ہے، حالہ۔ یہ کام آپ کو کرنا ہوگا۔"

حالہ نے دل میں غصہ تو محسوس کیا، لیکن چہرے پر مسکراہٹ رکھتے ہوئے بولی،

"ٹھیک ہے، سر۔ میں کرلوں گی۔" وہ اور کیا اس ادمی کے اگے بحس کرے؟

"یہ آپ کے کام کا حصہ ہے، حالہ۔ جب ذمہداری لی ہے، تو اسے پورا کرنا بھی آپکی ہی ذمہداری ہے۔"

"جی سر" وہ چاہ رہی تھی کہ اس کا سر پھوڑ دے۔ زاویار نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا اور کہا "آپ کو یہ سب آج مکمل کرنا ہو گا۔ اور ہاں، اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھ سے پوچھ لہنا لیکن جلدی۔"

حالہ نے خاموشی سے سر ہلایا، مگر دل میں چیخ رہی تھی۔ یہ انسان مجھے کیوں تنگ کرتا ہے؟ غصہ ضبط کرتے ہوئے مسکرا کر بولی، "ٹھیک ہے، سر۔ دیکھتی ہوں کتنا کر سکتی ہوں۔"

فائلز کا ڈھیر لیے تیز قدموں سے گزرتے ہوئے اس کا دماغ بھڑک رہا تھا۔ "یہ شخص روبوٹ ہے یا کیا؟ ظالم، بے حس!" ملازمین نے سلام کیا، مگر اس کے چہرے کی جھنجھلاہٹ دیکھ کر خاموش ہو گئے۔ اپنی میز پر پہنچ کر فائلز پٹخیں اور دھپ سے بیٹھ گئی۔ "یہ سمجھتا ہے میں مشین ہوں؟ دل چاہتا ہے کہہ دوں، اپنے کام خود کریں!" حالہ کا غصہ اتنا زیادہ تھا کہ اس نے میز پر پڑے کاغذات کو بھی غصے سے ہلانا شروع کر دیا، لیکن پھر ایک لمحے کے لیے وہ رک گئی۔ اس کے چہرے پر اچانک ایک ہلکی سی مسکراہٹ آئی، ایک ایسی مسکراہٹ جو غصے اور بے بسی کے امتزاج سے پیدا ہوئی تھی۔

"لیکن کیا کروں، شکل کا ظالم ایسا ہے کہ غصہ بھی ٹھیک سے نہیں کر سکتی۔" حالہ نے خود سے کہا اور سر جھٹک کر فائل کھول لی۔ لیکن اس کے

دل میں زاویار کے لیے غصہ ابھی بھی ویسے ہی بھڑک رہا تھا، جیسے کوئی آگ جو دھیمی ہونے کا نام نہ لے رہی ہو۔

پرسکون ماحول میں مدیحہ اور کچھ دوسرے کولیگز فائلز پر کام کر رہے تھے، لیکن حالہ کے چہرے پر ایک خاص طرح کی جھنجھلاہٹ تھی۔ وہ اپنے ڈیسک سے مدیحہ کے پاس آکر بیٹھ گئی اور آہستہ سے بولی "مدیحہ، تمہیں ایک بات بتاؤں؟"

مدیحہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا "کیا ہوا؟"

وہ تھوڑا آگے جھکتے ہوئے سرگوشی کے انداز میں بولی، "یہ زاویار سر ہیں نا..." وہ ایک لمحے کے لیے رکی، جیسے اپنے الفاظ کا انتخاب کر رہی ہو، پھر مسکراہٹ دباتے ہوئے بولی، "مجھے تو لگتا ہے یہ کسی پاگل خانے سے تازہ تازہ آزاد ہوئے ہیں، دیکھو نا، ان کا مزاج ہر وقت آسمان پر رہتا ہے۔ کبھی

خوش نہیں ہوتے، اور اگر خوش بھی ہوں، تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے وہ بھی کسی کو دکھانے کے لیے ہو۔" اس نے خفیف ہنسی کے ساتھ مزید کہا" اور جوان کی نظروں میں ہر وقت یہ کڑواہٹ ہوتی ہے، تم نے غور نہیں کیا؟ بالکل ایسے جیسے دنیا کا سارا بوجھ انہی کے سر پر ہو!" مدیحہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔

حالہ نے چاروں طرف دیکھا کہ کوئی سن نہ لے اور پھر ایک اور بات جوڑ دی، "اور وہ جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر غصہ کرتے ہیں، لگتا ہے کہ جیسے ان کے اندر کوئی الارم لگا ہوا ہو، جو ہر پانچ منٹ بعد انہیں غصہ دلانے کے لیے بجتا ہو۔ پاگل پن کی آخری حد ہے!"

مدیحہ ہنستے ہوئے بولی، "کیوں بھئی؟ اب کیا کر دیا انہوں نے؟"

حالہ نے چہرے پر مصنوعی سنجیدگی لاتے ہوئے کہا" کر دیا؟ وہ تو ہر وقت کرتے رہتے ہیں۔ مطلب، کوئی انسان اتنا کام کیسے دے سکتا ہے؟ اور اوپر سے چہرے پر ایک بھی مسکراہٹ نہیں۔ لگتا ہے، ان کے بچپن میں 'مسکرانے کی مشین' خراب ہو گئی تھی!"

یہ سن کر مدیحہ اور باقی کولیگز اپنی ہنسی دبانے لگے۔

مدیحہ نے اپنی ہنسی دباتے ہوئے سر ہلایا" حالہ، تمہاری ہمت ہے جو ان کی اتنی برائی کر رہی ہو۔"

"ہمت؟ وہ تو ان کی عادتوں نے دی ہے! مطلب، یہ انسان نہیں، کوئی روبوٹ ہے۔ ہر وقت 'کام، کام اور بس کام'۔ شاید رات کو سونے سے پہلے بھی اپنے تکیے کو ڈیڈ لائن دے دیتے ہوں گے!" مدیحہ اور باقی کولیگز یہ سن کر ہنس پڑے۔ لیکن حالہ ابھی بھی بولے جا رہی تھی، "اور ان کا چلنا؟

جیسے وہ زمین کو حکم دے رہے ہوں، 'سیدھی رہو، میں آرہا ہوں!' قسم سے، ان کی ہر حرکت میں ایک الگ ہی ڈرامہ ہے۔"

اسی دوران زاویار کے کمرے کا دروازہ کھلا۔ اس کے جوتوں کی دھیمی آواز ہال میں گونجتی ہوئی جیسے ہر کونے تک پہنچ گئی۔ ہال میں موجود تمام لوگ ایک دم سنبھل گئے، باتیں کرتے ہونٹ رکے اور نظریں جھک گئیں۔

زاویار کا جلالی انداز ہمیشہ سب کو چپ کروا دیتا تھا، لیکن حالہ خادم اپنی دنیا میں اتنی مگن تھی کہ اسے خبر ہی نہ ہوئی کہ زاویار کب اپنے کیبن سے نکل کر اس کے پیچھے آن کھڑا ہوا۔ مدیحہ حالہ کی باتوں پر ہنسی روکنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی جب اچانک اس کی نظر زاویار پر پڑی۔ وہ فوراً سیدھی ہو گئی، جیسے کسی نے مزاحیہ فلم کے بیچ میں پلے بٹن دبا کر "پاز" کر دیا ہو۔

حالہ بولتی جارہی تھی اسے نہ زاویار کے باہر آنے کا علم ہوا اور نہ ہی ان قدموں کی گونج سنائی دی۔

"مدیحہ، مطلب عجیب انسان ہے۔ہر وقت حکم ہی حکم۔ لگتا ہے ان کی زندگی میں خوشی نام کی چیز ہی نہیں۔ میرا تو دل کرتا ہے کہ اسے ایسی سناؤں کہ۔۔۔"

مدیحہ نے جلدی سے آنکھوں کے اشارے سے حالہ کو پیچھے دیکھنے کو کہا۔

"کیا؟" حالہ نے بے پرواہی سے کہا اور پھر ہاتھ ہلاتے ہوئے بولی "چھوڑو یار، مجھے کرنے دو برائیاں۔ آج تو دل کر رہا ہے باس کی برائیاں کر کے دل کا غبار نکالوں!"

مدیحہ نے گھبرا کر سر جھکا لیا، جبکہ حالہ بدستور بولتی جارہی تھی۔

"مطلب، اپنے آپ کو سمجھتا ہے دنیا کا سب سے بڑا ذہین انسان۔ جیسے بس اس کے بغیر یہ افس بند ہو جائے گا!" زاویار ایک لمحے کے لیے اپنی جگہ پر رک گیا۔ اس کی نظریں حالہ پر جم گئیں، اور چہرے پر سنجیدگی مزید گہری ہو گئی۔ وہ خاموشی سے حالہ کی باتیں سنتا رہا، اور حالہ، جواب بھی پیچھے کی صورتحال سے بے خبر تھی، مزید پرجوش ہو گئی۔ "اور پتہ ہے، مدیحہ؟ یہ جو کام کے ڈھیروں کے ڈھیر مجھے دیتا ہے، لگتا ہے کوئی 'کام کا غلام' بنا کر رکھا ہوا ہے۔ دل کرتا ہے اس کی میز پر جا کر کہوں، 'بھائی، ذرا خود بھی کر لو کچھ!' لیکن۔۔۔"

زاویار نے گلا کھنکارا۔ حالہ کا جملہ وہیں رک گیا۔ اس کی بات کا آخری جملہ ہوا میں معلق رہ گیا جب اس نے مدیحہ کے سرخ چہرے اور خوفزدہ نظروں کا تعاقب کیا۔ وہ آہستہ آہستہ مدیحہ کی نظروں کے اشارے کو

سمجھنے کی کوشش کرتی ہوئی پلٹی، اور زاویار کو اپنے سامنے دیکھ کر تقریباً جم گئی۔

"لیکن... کیا مس حالہ؟" زاویار نے دھیمی مگر گہری آواز میں پوچھا۔

وہ اپنی مخصوص سنجیدگی کے ساتھ کھڑا تھا، لیکن اس کے چہرے پر ایک عجیب سی خاموشی تھی۔

"اوہ، سر!" حالہ نے جلدی سے سیدھے کھڑے ہو کر کہا۔ "میں... مطلب، وہ..."

مدیحہ نے سر جھکا لیا تاکہ ہنسی دوبارہ نہ چھوٹ جائے، جبکہ حالہ ہڑبڑاتے ہوئے وضاحتیں دینے کی کوشش کرنے لگی۔ "سر، میں تو... مذاق کر رہی تھی۔ بس"

زاویار نے مدیحہ کی طرف دیکھا اور نہایت سنجیدگی سے کہا "میٹنگ کی فائل آپ کے پاس ہے؟"

مدیحہ نے ہڑبڑاتے ہوئے کہا "ج۔۔۔جی، سر، میرے پاس ہے۔"

زاویار نے ایک ہلکی طنزیہ نظر حالہ پر ڈالی اور بات جاری رکھی "اچھا، اور ہاں، میٹنگ کے نوٹس حالہ کو دے دیجیے۔ ان کے پاس شاید وقت بہت ہے جو یہاں ضائع کر رہی ہیں"

حالہ جواب تک زمین میں گڑنے کی خواہش کر رہی تھی، بس کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔

زاویار نے اپنے کولیگز کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، اور اپ لوگ فضول باتوں پر دھیان کم دیں اور مجھے کام شام تک چاہیے" پھر ایک نظر حالہ پر

ڈالی "اور ہاں، افس میں غیر ضروری باتوں سے گریز کریں، وقت بہت قیمتی ہے۔"

مدیحہ اور باقی کولیگز نے ایک دوسرے کو دیکھا اور ہنسی دبانے کی کوشش کی۔ حالہ کا چہرہ سرخ ہو گیا، وہ شرمندگی کے عالم میں نظریں جھکا کر اپنی کرسی پر واپس بیٹھ گئی۔

وہ دل ہی دل میں بڑبڑائی "کاش، زمین مجھے ابھی نگل لے!"

زاویار نے حالہ کی طرف ایک آخری طنزیہ نظر ڈالی، پھر واپس اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ حالہ نے مدیحہ کی طرف مڑتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا "مدیحہ، یہ تو سن بھی لیتے ہیں؟"

مدیحہ نے ہنستے ہوئے جواب دیا"بس حالہ، تمہاری قسمت خراب ہے، لیکن ماننا پڑے گا، زاویار سر کے طنزیہ انداز میں بھی ایک الگ ہی اسٹائل ہے!"

حالہ نے سر جھٹکتے ہوئے کہا"اس اسٹائل کو کوئی اور لے جائے، مجھے معاف رکھو!"

☆☆☆✦☆☆

شام ڈھل چکی تھی۔ حالہ غصے سے بھری ٹیکسی سے اتری، تیزی سے گھر کی بیل بجائی اور اندر داخل ہوتے ہی بیگ صوفے پر پھینک دیا۔

مریم نے حیرت سے پوچھا"کیا ہوا؟"

حالہ جھنجھلا کر بولی "سر میں دھماکے ہو رہے ہیں! فوراً چائے بنا دو!"""

زبیدہ خادم کچن سے آواز دیتی آئیں "ہم پر کیوں چیخ رہی ہو؟"

حالہ نے تیکھے لہجے میں کہا "امی، بس چائے چاہیے، کوئی لیکچر نہیں!"

مریم ہنستے ہوئے بولی "باس نے کچھ کہا کیا؟"

حالہ دانت پیستے بولی "پہلے چائے دو، کہانی بعد میں!"

زبیدہ خادم نے غصے سے کہا "زاویار کے لیے کام کرو اور خدمت ہم کریں؟ مریم، کچھ مت بنانا!"

حالہ مزید بھڑک گئی "اب میں تھکی آئی ہوں اور اپنی چائے بھی خود بناؤں؟" بیگ اٹھایا، تیزی سے اوپر گئی، دروازہ زور سے بند کیا، اور تھکن سے بیڈ پر گر کر بڑبڑانے لگی، "آفس میں زاویار، گھر میں امی... دماغ خراب کر رکھا ہے سب نے!" وہ بیڈ پر لیٹی چھت کو گھور رہی تھی۔ زاویار

کے خلاف اس کے دل میں نہ ختم ہونے والی شکایتوں کی لسٹ شروع ہو چکی تھی۔

"زاویار سلطان، آپ کی زندگی کا مقصد ہی لوگوں کی زندگی عذاب بنانا ہے، ہے نا؟ عجیب بے حس انسان ہو، ہر وقت ڈیڈلائنز، کام کے ڈھیر اور سنجیدہ نظروں کا بوجھ۔ بہت زہر لگتا ہے یہ انسان مجھے، اب اتنا کام ایک رات میں کیسے کروں؟"

حالہ نے کروٹ بدلی اور مزید بڑبڑائی۔

کچھ دیر وہ اسی طرح لیٹی رہی، لیکن دل کے اندر سکون کا نام و نشان نہیں تھا۔ اس کی آنکھیں کب بند ہو گئیں، اسے پتا ہی نہیں چلا۔ جب جاگی تو دو گھنٹے گزر چکے تھے۔

حالہ نے حیرت سے گھڑی دیکھی "اف! رات کے 9 بج رہے ہیں، اور یہ کام ابھی تک شروع بھی نہیں کیا۔" وہ جوتے پہنے ہی لیٹ گئی تھی۔ فوراً اٹھی، جوتے اتارے، اور الماری سے

کپڑے نکال کر بدلے۔ پھر خود کو آئینے میں دیکھا تو تھوڑی تھکن اتارنے کے لیے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔

دروازہ کھولا تو ساتھ والے کمرے سے ہلکی روشنی جھلک رہی تھی۔ نیم کھلے دروازے سے جھانکا، عادل لیٹا تھا، شاید جاگ رہا تھا۔ حالہ نے سر ہلایا اور نیچے چلی گئی۔

کچن میں سناٹا تھا۔ لائٹ جلا کر کھانا نکالا، پلیٹ ٹرے میں رکھی، اور واپس کمرے میں آ گئی۔ پہلا نوالہ لیتے ہی ناک سکیڑی، "یہ کھانا ہے؟ اف... مگر مجبوراً کھانا ہے۔"

کھانے کے بعد فائلز دیکھیں، ڈھیر دیکھ کر گہری سانس لی۔ "زاویار! مہینے بھر کا کام ایک رات میں؟ میں انسان ہوں یا مشین؟"

کرسی کھینچ کر کام میں جُت گئی۔ تھکن کے باوجود دماغ میں زاویار کے خلاف شکوے چلتے رہے۔

"ظالم! پتھر دل! اگر نیند میں بھی آئے تو خواب میں ڈیڈلائنز دیتا ملے گا۔"

کام میں وقت کا احساس نہ رہا۔ رات کے تین بجے سر اٹھایا اور خود سے کہا...

"چلو، حالہ، بس تھوڑا سا کام اور رہتا ہے اسے ختم کر لو۔ ورنہ صبح زاویار کی وہ تیز نظروں کا سامنا نہیں کر پاؤ گی۔ لیکن ایک دن آئے گا جب یہ سارے حساب برابر ہوں گے!" وہ بہت تھک گئی تھی رات کے تین بج گئے تھے اسے کام کرتے کرتے۔

☆☆☆✦☆☆

صبح 5:30 بجے پارک دھند میں لپٹا تھا، اور سرد ہوا میں دسمبر کی ٹھنڈ گھلی ہوئی تھی۔ زاویار ایئر پوڈز لگائے مخصوص رفتار میں واک کر رہا تھا۔ اس نے گرے ہڈی، بلیک ٹی

شرٹ، اور اسپورٹس شوز پہن رکھے تھے، جو اسے دفتر کے رسمی انداز سے بالکل مختلف بنا رہے تھے۔ واک کے بعد اس نے گہری سانس لی، سرد ہوا کو محسوس کیا، اور گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ ہمیشہ کی طرح وقت کا پابند، 6 بجے گھر پہنچا اور سیدھا کچن کی طرف گیا، جہاں سبیرا ناشتہ بنانے میں مصروف تھی۔ گھر میں سب سوئے ہوئے تھے۔ ناشتہ ختم کر کے وہ کمرے میں آیا، فون پر درجنوں میسجز نظر انداز کیے، اور چند لمحے آنکھیں

بند کر کے بیٹھ گیا۔ پھر الماری سے سیاہ پینٹ، شرٹ، اور کوٹ نکالے—

سیاہ رنگ ہمیشہ اس کی پہلی پسند تھا۔ تیار ہو کر نیچے آیا تو گھر پر ابھی بھی

خاموشی طاری تھی۔ اس نے سب کے کمروں پر نظر ڈالی، پھر گھڑی

دیکھی—8 بج چکے تھے۔ اسے ناگواری ہوئی کہ یہاں کوئی وقت پر نہیں

جاگتا۔ وہ چاہتا تھا کہ سب 7 بجے جاگ کر اپنے کاموں میں لگیں، مگر یہاں

10 بجے سے پہلے کوئی اٹھتا ہی نہیں تھا، سوائے زارا اور شاہمیر کے، جو

یونیورسٹی جانے کے باعث وقت پر اٹھتے تھے۔ زاویار کے لیے وقت کی

پابندی سب سے زیادہ اہم تھی۔

زاویار باہر آیا تو ٹھنڈی ہوا درختوں کو ہلا رہی تھی۔ ڈرائیور نے مؤدب

انداز میں سر جھکایا، مگر زاویار نے خود ڈرائیو کرنے کا کہا۔ ڈرائیور سر ہلا کر

واپس چلا گیا۔

صبح کی دھند میں زاویار نے ایک نظر ارد گرد ڈالی، پھر گاڑی میں بیٹھ کر پر سکون انداز میں سڑک پر آگے بڑھا۔ مگر اچانک ٹائر کے نیچے کسی کے آنے کی آواز نے اس کا سکون توڑ دیا۔ اس نے فوراً بریک لگائی، دروازہ کھولا، اور باہر نکلا۔ ٹائر کے پاس ایک ننھا بلی کا بچہ تکلیف سے میاؤں میاؤں کر رہا تھا، اس کا ایک بازو ٹائر کے نیچے آ چکا تھا۔ زاویار چند لمحے ساکت کھڑا رہا، پھر جھک کر بلی کو غور سے دیکھنے لگا۔

زاویار فوراً جھکا، نرمی سے بلی کے بچے کو اٹھایا۔ وہ برف کی طرح ٹھنڈا تھا، زخمی بازو سے خون رس رہا تھا۔ زاویار نے ٹشو سے خون صاف کیا اور بچے کو اپنی جیکٹ میں لپیٹ لیا، اس کی کمزوری اسے بے چین کر رہی تھی۔

گاڑی کے دروازے سے ٹیک لگائے، وہ بچے کو گرمی پہنچانے کی کوشش کرتا رہا۔اس کی انگلیاں آہستہ آہستہ بلی کے نرم جسم کو تھپک رہی تھیں، جیسے اس کی زندگی تھام رکھی ہو۔

تبھی بریک کی آواز آئی۔زاویار نے چونک کر دیکھا۔ایک گاڑی رکی، دروازہ کھلا،اورماہا تیزی سے اتری۔ براؤن کوٹ، نیلی جینز،اور سرمئی آنکھوں میں چمک لیے وہ قریب آئی۔

"زاویار؟آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں؟"اس کی آواز میں حیرانی اور شوخی تھی۔

زاویار چند لمحے بس اسے دیکھتا رہا، پھر فوراً خود پر قابو پاتے ہوئے سنجیدہ ہو گیا۔

"زاویار نے بلی کے بچے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا،" یہ میری گاڑی کے نیچے آگیا تھا، میں نہیں چاہتا کہ یہ مر جائے۔"

ماہا قریب آئی، بلی کے بچے کو دیکھ کر مسکرا دی۔"آپ تو بڑے حساس نکلے، زاویار سلطان! لگتا ہے پتھر دل کے نیچے کوئی نرم گوشہ بھی ہے۔"

زاویار نے ہلکی مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا" ہر دل میں کوئی نہ کوئی نرمی ہوتی ہے، ماہا۔"

ماہا نے شرارت سے کہا" بچہ تو آپ کی ہتھیلی پر سکون سے سو رہا ہے، اب میرے ساتھ کافی پینے چلیں۔"

زاویار نے سنجیدگی سے انکار کیا" نہیں، دیر ہو رہی ہے، افس جانا ہے۔"

ماہا نے آنکھیں گھمائیں" زندگی صرف کام کے لیے نہیں ہوتی، تھوڑی کافی اور باتیں بھی ضروری ہیں۔"

زاویار نے لمحہ بھر سوچا، پھر بولا "ٹھیک ہے، لیکن زیادہ وقت نہیں۔" وہ جسے انکار نہیں کر سکا۔

ماہا مسکرا دی "بس آج کا دن میرے نام!"

زاویار نے بلی کے بچے کو دیکھا، جو زخمی تھا۔

ماہا نے نرمی سے کہا "پہلے اسے کلینک لے چلیں، کافی بعد میں ہو جائے گی۔"

زاویار نے اثبات میں سر ہلایا اس نے بچے کو جیکٹ میں لپیٹ کر نرمی سے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر رکھنے لگا کہ ماہا نے وہ اس کے ہاتھ سے لے لیا ہے۔

"میں اسے پکڑ لیتی ہوں۔۔۔ میرے ہاتھوں کی گرمی سے شاید یہ تھوڑا بہتر ہو جائے" وہ مسکراہٹ کے ساتھ کہہ رہی تھی زاویار نے سر ہلایا اور ا کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

دونوں گاڑی میں بیٹھے، اور زاویار نے گاڑی کلینک کی طرف موڑ دی۔

راستے میں ماہا نے بلی کے بچے کو نرمی سے تھپکتے ہوئے کہا" یہ بچہ واقعی خوش نصیب ہے کہ آپ جیسا حساس انسان اسے مل گیا۔"

زاویار نے سنجیدگی سے کہا" یہ صرف ایک جان ہے، ماہا۔ اگر ہم ایسے وقت میں اس کی مدد نہ کریں تو پھر انسانیت کا کیا فائدہ؟"

" یہ بھی ہے۔۔۔ ویسے اس بلی کے بچے کو میں اپنے ساتھ گھر لے جاؤں گی۔۔۔ میرے پاس پہلے ہی دو بلیاں ہیں اور مجھے بلیاں بہت پسند ہیں"

زاویار نے کوئی جواب نہیں دیا بس خاموشی سے گاڑی چلانے لگا۔

☆☆✦☆☆☆

حالہ آفس جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی۔ سفید شرٹ، سیاہ فلپر پینٹ اور گلے میں بلیک مفلر نے اس کی شخصیت کو نکھار دیا تھا۔ لمبے بال ہائی پونی میں

بندھے تھے، آنکھوں پر ہلکا آئی لائنر تھا۔ آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے اس کی نظر بیڈ پر بکھری فائلز پر پڑی — وہی کام جو اس نے پوری رات جاگ کر مکمل کیا تھا۔

گہری سانس لیتے ہوئے اس نے خود کو سنبھالا۔ "پوری رات جاگی ہوں، مگر زاویار کو کوئی فرق نہیں پڑے گا،" دل میں سوچا، پھر خود کو حوصلہ دیا، "امید ہے آج کا دن بہتر ہو گا۔"

نیچے پہنچی تو ناشتہ تیار ہو رہا تھا۔ خوشبو نے دل خوش کر دیا۔ مریم نے مسکرا کر پوچھا، "چائے یا کافی؟"

حالہ نے مسکراتے ہوئے کہا، "چائے لے آؤ، اور امی سے کہنا کہ آج جلدی جا رہی ہوں، کافی کام ہے۔" پھر صوفے پر بیٹھ کر ناشتے کا انتظار کرنے لگی۔

آج وہ وقت پر آفس پہنچی، لیکن ماحول بدلا ہوا تھا۔عام طور پر سب خاموشی سے کام کرتے تھے، مگر آج چہ مگوئیاں ہو رہی تھیں۔"زاویار سر نہیں آئے کیا؟" حالہ نے سوچا۔اگر وہ ہوتے تو سب یوں بے تکلف نہ ہوتے۔

وہ اپنے خیالات جھٹک کر میز پر آ بیٹھی، فائلوں پر نظر ڈالی مگر ذہن آفس کے بدلے ماحول کا تجزیہ کر رہا تھا۔پانی کی بوتل اٹھا کر ایک گھونٹ لیا،اور جیسے ہی نیچے رکھی، نظر مدیحہ پر پڑی۔

"آج تم بہت خوش لگ رہی ہو، خیر تو ہے؟" مدیحہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

حالہ نے ہنستے ہوئے کہا"آج میں نے اپنا سارا کام مکمل کر لیا ہے، زاویار کے پاس مجھے سنانے کا کوئی بہانہ نہیں ہوگا۔" مدیحہ نے سر ہلایا، جبکہ حالہ

نے ارد گرد دیکھتے ہوئے کہا، "ویسے آج سب اتنی باتیں کیوں کر رہے ہیں؟ زاویار سر نہیں آئے کیا؟"

"شاید دیر سے آئیں گے۔" مدیحہ نے جواب دیا۔

حالہ نے شوخی سے کہا "تو پھر مزے کرو، جب تک یہ آزادی نصیب ہو!"

اس کی بات پر سب مسکرا دیے، اور افس کا بوجھ لمحہ بھر کے لیے ہلکا ہو گیا۔ حالہ کے آتے ہی افس کا ماحول بدل جاتا تھا۔ سب کا دھیان کام سے ہٹ کر باتوں پر لگ جاتا، جو پہلے کبھی نہ ہوتا تھا۔ زاویار کی غیر موجودگی میں آزادی محسوس ہوتی، مگر جیسے ہی وہ آتا، سب فوراً سنجیدہ ہو جاتے۔ لیکن حالہ کا انداز سب سے الگ تھا—بے فکری سے باتیں کرنا، ہنسی مذاق کرنا، اور کام کو نظر انداز کرنا اس کی عادت بن چکی تھی۔ وہ اپنی ہی دنیا میں مگن تھی،

سینڈوچ کھاتے ہوئے جیسے اسے کسی بات کی پرواہ نہ ہو، نہ کام کی، نہ زاویار کی آمد کی۔

مدیحہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے نرم آواز میں کہا" حالہ، کام کر لو، زاویار سر بہت ڈانٹنے والے ہیں۔"

حالہ نے سینڈوچ کا آخری نوالہ منہ میں ڈالتے ہوئے سر ہلایا اور پھر مسکراتے ہوئے جواب دیا" نظر آرہے ہیں وہ؟ نہیں نا؟ جب آئیں گے تو کام کر لوں گی، ابھی مجھے سینڈوچ کھانے دو۔"

مدیحہ کچھ نہیں کہتی، بس ایک مسکراہٹ کے ساتھ حالہ کو دیکھتی ہے اور پھر اپنی نظر لیپ ٹاپ پر مرکوز کر لیتی ہے۔

" ویسے، ادھر کافی مل سکتی ہے؟" حالہ نے اچانک سوال کیا۔

" ہاں، ملتی ہے نا..." سامنے بیٹھی ایک ورکر نے جواب دیا۔

حالہ نے سر ہلایا اور ایک ملازم کی طرف اشارہ کیا۔ پھر آرام سے سیٹ پر اپنے پیر چڑھاتے ہوئے ایسے بیٹھ گئی جیسے وہ مکمل طور پر ریلیکس ہو، اور اس کی مسکراہٹ میں ایک بے فکری تھی جو شاید زاویار کے آنے کے بعد بھی برقرار رہنے والی نہیں تھی۔

سارے ورکرز حیرانی سے حالہ کو دیکھ رہے تھے۔ یہ منظر ان کے لیے نیا تھا، کیونکہ حالہ کا ایسا آرام سے بیٹھنا، سینڈوچ کھانا اور پھر کافی کا آرڈر دینا، کسی بھی معمولی دن کا حصہ نہیں تھا۔ ان کے ذہنوں میں ایک سوال تھا، "اگر زاویار سلطان افس میں آ گئے اور یہ حالت دیکھی تو حالہ کا کیا حال ہو گا؟ وہ تو بہت ڈانٹیں گے، یا شاید اسے افس سے نکال دیں گے۔" یہ سوال سب کے ذہنوں میں تھا، مگر کوئی بھی اسے ظاہر کرنے کی ہمت نہیں کرتا تھا۔

حالہ نے ان سب کی نظریں محسوس کیں، لیکن وہ پرواہ کیے بغیر پھر اس نے آرام سے کہا"ایک کافی کا کپ پلیز۔"

ملازم فوراً جواب دیتا ہے "اوکے میم، ابھی لاتا ہوں"، اور پھر چلا جاتا ہے۔

حالہ واپس سامنے بیٹھی ورکرز کو دیکھتی رہتی ہے۔

کچھ دیر گزر گے اور وہ نہیں ایازاویار کی غیر موجودگی نے حالہ کو بے چین کر دیا تھا۔اس کا کافی کپ سامنے رکھا تھا، مگر وہ صرف ایک گھونٹ ہی پی سکی تھی۔اس کی نظریں بار بار دروازے اور لفٹ کی طرف اٹھتیں، جیسے وہ کسی کا انتظار کر رہی ہو۔ مگر زاویار کہیں نہیں تھا۔

انتظار طویل ہوا تو اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہونے لگا۔اچانک وہ غصے سے اپنی سیٹ سے اٹھی اور تیزی سے سیکریٹری کے پاس جا پہنچی۔

"زاویار... آئی مین، سر ابھی تک نہیں آئے؟" اس کے لہجے میں بے چینی اور غصہ واضح تھا۔

سیکریٹری نے سادگی سے جواب دیا، "میم، وہ آج نہیں آئیں گے۔"

یہ سننا تھا کہ حالہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

"ساری رات کام کروا کر خود مزے سے چھٹی کر لی؟ میری نیند برباد کر دی اور خود آرام سے بیٹھا ہے؟" اس نے دل میں کڑھتے ہوئے فیصلہ کر لیا کہ وہ اس سے حساب لے کر رہے گی۔

وہ غصے سے اپنی سیٹ کی طرف لپکی، بیگ اٹھایا اور بغیر کسی توقف کے دروازے کی طرف بڑھی۔ مدیحہ کی آواز پیچھے سے آئی، "حالہ، کیا ہوا؟"

مگر حالہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ تیز قدموں سے لفٹ کی طرف گئی، دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئی۔ اس کا چہرہ غصے سے دہک رہا تھا، اور آنکھوں میں ایک عجیب فیصلہ کن چمک تھی۔ سارے ورکرز اس کو پیچھے مڑ کر دیکھ رہے تھے، اور ان کی آنکھوں میں حیرت اور تجسس تھا۔ انہیں سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ حالہ کو اچانک کیا ہو گیا تھا۔ وہ ایسی کیا بات تھی جس نے اس کے اندر اتنا غصہ بھر دیا؟ اور کیوں وہ ایک دم سے تیز قدموں سے افس سے باہر چلی گئی؟

ٹیکسی زاویار کے گھر کے سامنے رکی تو حالہ تیزی سے اتری، پیسے تھمائے اور بنا رکے آگے بڑھ گئی۔ دروازے پر پہنچ کر مسلسل بیل بجانے لگی، جیسے جب تک دروازہ نہ کھلے، وہ رکنے والی نہیں۔

گارڈ نے دروازہ کھولا تو حالہ بنا رکے اندر داخل ہو گئی۔

"رکیں! آپ کون ہیں؟" گارڈ نے سختی سے پوچھا۔

"زاویار سر کے افس میں کام کرتی ہوں!" حالہ جھنجھلا کر بولی، اور گارڈ کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ آگے بڑھ چکی تھی۔

اندر آتے ہی سبیرا، ملازمہ، سامنے آگئی۔

"آپ کون ہیں؟" اس نے محتاط لہجے میں پوچھا۔

"زاویار کو بلاؤ!" حالہ نے دوٹوک کہا۔

"جب تک آپ اپنا تعارف نہیں دیں گی، میں زاویار صاحب کو نہیں بلا سکتی۔"

حالہ نے غصے سے کہا، "انسان ہوں! چور ڈاکو نہیں! زاویار کے افس میں کام کرتی ہوں، سمجھیں؟"

"نام ؟" سبیرا نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"حالہ!" وہ سختی سے بولی۔ "اب بلاؤ گی یا خود جاؤں اوپر؟"

سبیرا نے لمحہ بھر سوچا اور کہا "زاویار صاحب گھر پر نہیں ہیں۔" یہ سنتے ہی حالہ کے چہرے پر غصے کی شدت مزید بڑھ گئی۔ وہ اپنے جذبات کو قابو میں رکھنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولی "جب گھر پر نہیں تھا تو پہلے بتا دیتی! کیوں میرا وقت اور دماغ خراب کیا ہے؟"

سبیرہ نے نرمی سے کہا "میڈم، میرا فرض ہے کہ پوچھوں، کوئی بھی یوں گھر میں داخل نہیں ہو سکتا۔"

حالہ نے جھنجھلا کر جواب دیا "اچھا، اب میں چور لگتی ہوں؟ پہلے ہی دماغ خراب ہے، اور تم نے مزید کر دیا! زاویار گھر پر نہیں تھا تو پہلے ہی بتا دیتیں!"

وہ پلٹنے ہی والی تھی کہ سامنے سے مہرین سلطان آتی دکھائی دیں۔ نفیس لباس، باوقار چال، اور چہرے پر قدرتی شگفتگی، جو دیکھنے والوں کو کھینچ لیتی تھی۔ ان کی عمر کے باوجود وہ بے حد باوقار اور جاذبِ نظر لگ رہی تھیں۔

"اوہ، حالہ؟" مہرین نے حیرانی اور خوشی سے کہا، آہستہ آہستہ قریب آتے ہوئے۔

حالہ نے فوراً خود کو سنبھالا "اسلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام، بیٹا، کیا ہوا؟" مہرین نے محبت سے پوچھا، حالہ کے سراپا کو غور سے دیکھتے ہوئے۔

سفید شرٹ، بلیک پینٹ، اونچی بندھی پونی——سادگی مگر پروفیشنل انداز، مگر چہرے پر غصہ نمایاں تھا۔ سبز آنکھوں میں چمک تھی، مگر اس وقت وہ غصے کی شدت سے اور بھی نمایاں لگ رہی تھی۔

مہرین کو یہ لڑکی ہمیشہ سے پسند تھی۔ اس کی معصومیت، خوداعتمادی، اور قدرتی خوبصورتی میں کچھ ایسا تھا جو دل موہ لیتا تھا۔ "کیا بات ہے بیٹا؟" مہرین نے ایک بار پھر شفقت بھرے انداز میں پوچھا، حالہ کے چہرے کی جھلک کو نظر بھر کے دیکھتے ہوئے۔ حالہ کو اندازہ بھی نہیں ہوا کہ مہرین اسے کتنا پسند کر رہی ہیں، اور ان کی نظروں میں اس کے لیے کتنی اپنائیت تھی۔

"آؤ بیٹا، بیٹھو۔" مہرین نے شفقت سے کہا۔

"نہیں، میں تو بس... واپس جا رہی ہوں۔" حالہ نے نظریں جھکا لیں۔

"جس کے لیے آئی تھی، وہ ہے ہی نہیں۔"

"کس کے لیے؟" مہرین نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"زاویار سر، وہ آج آفس نہیں آئے، بس یہ پوچھنے آئی تھی۔"

مہرین کے لبوں پر معنی خیز مسکراہٹ ابھری۔ "اچھا، فکر ہو رہی تھی نا کہ بیمار تو نہیں؟"

حالہ چونک گئی۔ "نہیں، میں تو بس..."

مہرین نے ہنستے ہوئے کہا "آج تک کوئی اس کا حال پوچھنے یوں نہیں آیا۔"

حالہ دل میں بڑبڑائی، فکر؟ میں تو غصے میں آئی تھی کہ رات بھر کام کیا اور یہ خود غائب ہیں!

"وہ گھر سے تو آفس کے لیے ہی نکلا تھا، مگر پتہ نہیں پھر کیوں نہیں گیا؟ شاید کسی اور کام کے لیے چلا گیا ہو گا۔ فکر نہ کرو"

حالہ دل ہی دل میں بڑبڑانے لگی، مجھے فکر ہو بھی نہیں رہی! کیا عجیب سوچ رہی ہیں یہ؟ میں تو یہاں غصے میں آئی تھی کہ پوری رات کام کرتی رہی اور آج جب دکھانے آئی تو یہ صاحب خود غائب ہیں! اور ان کی امی نجانے کیا سمجھ رہی ہیں؟

"اچھا، کھانا کھالو۔" مہرین نے نرمی سے کہا۔

"نہیں، شکریہ، میں جا رہی ہوں۔" حالہ زبردستی مسکرائی اور تیز قدموں سے نکل گئی، اس کی اونچی بندھی پونی ہر قدم کے ساتھ ہل رہی تھی۔ پیچھے مہرین سلطان وہیں کھڑی رہ گئیں۔ ان کے چہرے پر ایک نرم سی مسکراہٹ تھی۔ وہ حالہ کو دور جاتا دیکھتی رہیں، جیسے اس کی معصومیت اور

بے ساختگی ان کے دل میں ایک نرم گوشہ پیدا کر گئی ہو۔ وہ مسکراتے ہوئے اپنی جگہ واپس جانے لگیں۔

☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

وہ ایک خوبصورت اور پُرسکون ریسٹورنٹ میں بیٹھے تھے، جہاں نرم روشنیوں، شیشے کے لیمپ اور دیواروں پر آویزاں آرٹ نے ماحول کو دلکش بنا رکھا تھا۔

ماہا نے زاویار کی طرف دیکھا، جو کافی کا کپ ہاتھ میں تھامے ہوئے بالکل پرسکون نظر آرہا تھا۔ زاویار کے چہرے پر ہلکی سنجیدگی تھی، جو اس کی

شخصیت کو مزید پر کشش بنا رہی تھی۔ دوسری طرف ماہا نے اپنا چائے کا کپ اٹھایا اور مسکراتے ہوئے کہا "آپ چائے نہیں پیتے؟"

"نہیں۔ مجھے کافی پسند ہے" زاویار نے مختصر جواب دیا۔

ماہا نے ایک لمحے کے لیے سوچا، پھر چائے کا ایک گھونٹ لیا، اور دل ہی دل میں اس خوبصورت ماحول کو محسوس کرنے لگی. یہ لمحہ اس کے لیے بے حد خاص تھا، کیونکہ اس کے سامنے زاویار بیٹھا تھا۔ وہ ہمیشہ سے یہی خواہش رکھتی تھی کہ زاویار اور وہ یونہی ایک دوسرے کے سامنے بیٹھیں، سکون سے باتیں کریں۔

"ویسے، آپ کے اندر کچھ خاص بات ہے۔ ہمیشہ اتنے سخت، سنجیدہ رہتے ہیں، لیکن پھر بھی کچھ ایسا ہے جو آپ کو دوسروں سے مختلف بناتا ہے۔"

زاویار نے اس کی طرف دیکھا، پھر ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گیا۔

"سخت ہونا ضروری ہوتا ہے، ماہا۔ زندگی میں اگر انسان نرم پڑ جائے تو وہ اکثر مشکل میں پھنس جاتا ہے۔"

ماہا نے چائے کا ایک اور گھونٹ لیا اور آہستہ سے کہا "شاید، لیکن کبھی کبھی دل میں نرم ہونا بھی ضروری ہوتا ہے۔"

زاویار نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھا، پھر نرمی سے کہا "کیا تمہیں لگتا ہے کہ میں نرم نہیں ہوں؟"

ماہا نے ہنستے ہوئے کہا "نہیں، آپ بہت سخت ہیں۔ لیکن کبھی کبھی مجھے لگتا ہے کہ آپ کے اندر کوئی نرم جگہ بھی ہے، بس باہر سے نہیں نظر آتی۔۔۔ جیسے وہ بلی کے بچے کو جس طرح اپ پکڑ کے کھڑے ہوئے

تھے۔۔۔کوئی دوسرا ہوتا ہے تو اس کو اپنی گاڑی کے نیچے اور کچل کے چلا جاتا"

زاویار نے اس کی بات پر غور کیا، اور پھر مسکراتے ہوئے بولا "اور تمہیں میرے اندر نرم جگہ کیسے نظر آئی؟"

"اپ کے لہجے میں کبھی کبھی ایک نرمی ہوتی ہے، بس چھپی ہوتی ہے، جیسے کسی بات کے پیچھے کچھ چھپ کر جانے والا راز"

وہ ہلکا سا مسکرایا، گال میں گڑھا بھی پڑا۔

"تبھی تو مجھے آپ کی شخصیت اتنی خاص لگتی ہے۔۔۔اور شاید اسی لیے آپ سے محبت بھی ہونے لگی۔"

یہ الفاظ اس کے دل سے بے اختیار نکلے، جیسے وہ خود بھی اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکی ہو۔ماہا کو ایک لمحے بعد احساس ہوا کہ اس نے زاویار کے

سامنے اپنے دل کی بات کہہ دی ہے۔ وہ الجھن میں پڑ گئی، نظریں چرا کر خاموش ہو گئی، اور دل ہی دل میں خود کو ملامت کرنے لگی کہ یہ سب کچھ کیسے اور کیوں کہہ دیا۔

زاویار نے چونک کر اسے دیکھا، "جی؟" اس کی حیرانی چہرے پر واضح تھی۔

ماہا کے لب تھوڑی دیر کے لیے ساکت ہو گئے۔ وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں الجھن کے سائے تھے۔ وہ چند لمحے کے لیے کچھ نہ کہہ سکی، جیسے الفاظ نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا ہو۔

"مطلب... میرا مطلب ہے کہ آپ کی باتیں بہت متاثر کرتی ہیں۔"

زاویار نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ مگر چہرے پر حیرانی برقرار تھی اور اس کا چہرہ سنجیدہ تھا، وہ کچھ پل ماہا کو دیکھتا رہا، جیسے کسی گہرے خیال میں گم ہو۔ پھر بغیر کچھ کہے اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

"آپ جا رہے ہیں؟" ماہا نے بے ساختہ پوچھا۔ اس کے لہجے میں ہلکی سی مایوسی اور بے چینی تھی، جیسے وہ چاہ رہی ہو کہ زاویار رکے اور کچھ کہے۔

"جی، آج مجھے افس سے دیر ہو گئی ہے۔ خیر، آج کوئی میٹنگ نہیں تھی، اس لیے میں نے یہاں وقت گزار لیا۔ شاید اب گھر جاؤں گا۔" زاویار نے عام سے انداز میں کہا، مگر اس کے لہجے کی سنجیدگی کچھ اور کہہ رہی تھی۔

ماہا کے چہرے پر مایوسی نمایاں ہو گئی۔ اس نے سوچا شاید زاویار کو اس کی بات بری لگی ہو، یا اس نے کچھ ایسا کہہ دیا ہو جو اسے ناگوار گزرا ہو۔

زاویار نے ایک لمحے کے لیے ماہا کی طرف دیکھا۔ اس کی نظریں کچھ کہہ رہی تھیں، مگر وہ الفاظ میں تبدیل نہ ہو سکیں۔ پھر وہ چپ چاپ پلٹا اور چل دیا۔

ماہا وہیں کھڑی رہ گئی، اپنے دل کی دھڑکنوں کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے۔ اس کا ذہن اس خیال میں الجھا ہوا تھا کہ کہیں اس نے اپنی بے ساختگی سے زاویار کو دور تو نہیں کر دیا، مگر حقیقت میں زاویار کے دل میں عجیب سی سنجیدگی اور حیرت تھی، جیسے وہ کسی نئے انکشاف سے دوچار ہوا ہو۔

☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

زاویار تھکا ہوا گھر لوٹا۔ جیسے ہی وہ دروازے سے اندر داخل ہوا، ڈرائنگ روم سے لوگوں کی باتوں کی مدھم آوازیں سنائی دیں۔ اس نے چند لمحے کے لیے رک کر سننے کی کوشش کی، مگر الفاظ واضح نہ ہو سکے۔

آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے وہ ڈرائنگ روم کی طرف بڑھا۔ جیسے ہی اس نے اندر جھانکا، وہاں دو لوگ بیٹھے نظر آئے۔ ایک مرد، جس نے نفاست سے کٹا ہوا سیاہ سوٹ پہن رکھا تھا، اور اس کے بال احتیاط سے پیچھے کی طرف جمے ہوئے تھے۔ اس کے ساتھ ایک عورت بیٹھی تھی۔ اس کے بال جوڑے میں بندھے ہوئے تھے، اور اس کے گلے میں ایک نازک سا ہیروں کا نیکلیس چمک رہا تھا۔ اس کی سُرمئی آنکھیں غیر معمولی خوبصورتی کی حامل تھیں، اور وہ مسکرا کر مہرین سلطان سے بات کر رہی تھی۔

زاویار نے انہیں دیکھتے ہی اندازہ لگایا کہ شاید یہ کوئی صاحبِ حیثیت مہمان ہیں، ممکنہ طور پر مہرین کی کسی سہیلی اور اس کا شوہر۔ وہ ایک لمحے کے لیے رکا، مگر پھر کوئی خاص دلچسپی لیے بغیر آگے بڑھنے لگا۔

سیاہ کوٹ اس نے اپنے بازو پر ڈالا ہوا تھا، جو وہ اتار چکا تھا، اور جب وہ ڈرائنگ روم کے قریب سے گزر رہا تھا، اس کی جیب میں رکھا فون تھرتھرانے لگا۔

زاویار نے ایک نظر جیب کی طرف ڈالی، مگر فون نکالنے اور میسج پڑھنے کی زحمت نہیں کی۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سی سنجیدگی تھی، جیسے وہ کسی گہری سوچ میں ہو۔

وہ آہستگی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھا، پیچھے ڈرائنگ روم میں مہمانوں کی آوازیں بدستور جاری تھیں۔

زاویار نے تھکن سے چور دروازہ کھولا، مگر اندر کا حال دیکھ کر وہیں رک گیا۔ کمرہ بے ترتیبی کا شکار تھا—میز پر فائلیں بکھری، فرش پر دھول، اور صوفے پر کوئی کپڑا پڑا تھا، جیسے آج صفائی ہوئی ہی نہ ہو۔

ماتھے پر شکنیں ابھر آئیں، آنکھوں میں غصے کی چمک در آئی۔ اپنے کمرے کو اس حالت میں وہ کیسے دیکھ سکتا تھا؟ "سبیرا!" اس کی گرجدار آواز پورے گھر میں گونجی۔

کئی دنوں بعد اس کے غصے کی شدت محسوس ہوئی تھی۔ سبیرا گھبراہٹ میں تیزی سے سیڑھیاں چڑھتی آئی، چہرے پر واضح پریشانی لیے۔ "جی سر؟" وہ ڈری سہمی نظروں سے زاویار کی طرف دیکھنے لگی۔

زاویار نے ایک گہری سانس لی، مگر اس کے لہجے کی سختی کم نہ ہوئی۔ "یہ میرے کمرے میں آج صفائی کیوں نہیں ہوئی؟" اس نے دبا دباغصے میں کہا، مگر اس کی آواز میں واضح بے چینی تھی۔

سبیرا ہکلاتے ہوئے بولی، "جی سر؟ صفائی نہیں ہوئی؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟"

زاویار نے ناگواری سے اس کی بات کاٹی، "کیا مطلب؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ تمہیں پتا ہے کہ مجھے اپنے کمرے میں بے ترتیبی بالکل برداشت نہیں!"

"سوری سر، میں ابھی رانی سے کہتی ہوں کہ وہ فوراً صاف کر دے۔"

زاویار نے سخت لہجے میں کہا" پلیز جلدی کرو،اور آئندہ یہ دوبارہ نہ ہو۔"

"جی سر!" سبیرا نے جلدی سے سر ہلایا اور نیچے کی طرف بھاگ گئی۔

زاویار نے ایک نظر کمرے پر ڈالی، جیسے وہ مزید لمحہ بھر بھی اس حالت میں برداشت نہ کر سکے۔ پھر وہ پلٹ کر نیچے واپس چلا گیا۔

یہ طے تھا کہ جب تک کمرہ صاف نہ ہو جاتا، زاویار نے اس میں قدم رکھنے کا کوئی ارادہ نہیں کیا تھا۔ اس کے لیے سکون اور ترتیب لازم تھے، اور آج ان دونوں کا فقدان اس کے پہلے سے بوجھل ذہن کو مزید پریشان کر رہا تھا۔

زاویار سیڑھیاں اتر کر آیا تو دیکھا، مہمان رخصت ہو رہے تھے۔ مہرین سلطان انہیں دروازے تک چھوڑ کر واپس مڑیں، تو زاویار کو بے دلی سے صوفے پر بیٹھا پایا۔

"تم کب آئے؟" انہوں نے حیرانی سے پوچھا۔

"جب آپ اپنی دوستوں سے بات کر رہی تھیں۔" زاویار نے سرد مہری سے نظریں چرائیں۔

"وہ میرے دوست نہیں تھے۔" مہرین نے فوراً وضاحت دی۔

زاویار نے چونک کر دیکھا۔ "پھر کون تھے؟"

مہرین کچھ لمحے خاموش رہیں، پھر بولیں۔ "زارا کے رشتے کے لیے آئے تھے۔"

زاویار کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ "کیا؟"

"یہ کافی پرانی بات ہے۔ ایک فنکشن میں ان کے بیٹے سے ملاقات ہوئی تھی، مجھے پسند آیا۔ وہ اپنے بیٹے کے لیے رشتہ دیکھ رہی تھیں، میں نے زارا کا ذکر کر دیا، اور انہیں پسند آ گئی۔ آج اسی سلسلے میں آئے تھے۔"

زاویار تیزی سے سیدھا ہوا۔ "تو آپ نے ہاں کر دی؟"

مہرین نے سکون سے جواب دیا "ہاں، اچھا رشتہ تھا، انکار کیوں کرتی؟"

زاویار غصے سے کھڑا ہو گیا۔ "زارا کو معلوم ہے؟"

"ابھی نہیں، جب آئے گی تو بتا دوں گی۔"

"بتا دوں گی؟" زاویار کی آواز سخت ہو گئی۔ "آپ نے اس سے پوچھا بھی نہیں، اور ہاں کر دی؟"

"تمہیں کیا ہو گیا ہے، زاویار؟ میں نے اچھے لوگ دیکھے اور فیصلہ کر لیا۔ زارا کو بھی سمجھ آ جائے گا۔" مہرین نے ناگواری سے کہا۔

"زارا کی مرضی کے بغیر آپ کسی کو ہاں کیسے کر سکتی ہیں؟" زاویار نے غصے سے کہا۔

"جب میں نے دیکھ لیا کہ وہ لوگ اچھے ہیں، تو پوچھنے کی ضرورت کیا ہے؟" مہرین کا لہجہ سخت تھا۔

زاویار نے بے یقینی سے سر ہلایا۔ "کیا زارا کی اپنی کوئی خواہش نہیں؟ آپ نے کبھی سوچا کہ وہ کیا چاہتی ہے؟"

مہرین نے نرم لہجے میں کہا "یہ ہمارا فیصلہ ہے، ہم ہمیشہ اس کے لیے بہترین ہی چاہتے ہیں۔ تم خوامخواہ پریشان ہو رہے ہو۔"

"یہ زارا کی زندگی ہے، اسے خود فیصلہ کرنا چاہیے!" زاویار کی آواز میں بے بسی تھی۔

مہرین نے کندھے جھٹکے "تم ضرورت سے زیادہ حساس ہو رہے ہو، زارا کو سب ٹھیک لگے گا۔ دیکھ لینا۔"

زاویار نے گہری سانس لی، مٹھی سختی سے بند کی اور خاموشی سے کمرے سے نکل گیا۔ اس کے دماغ میں بار بار زارا کا خیال گونج رہا تھا—کیا وہ اس رشتے کے لیے کبھی راضی ہو سکے گی؟

☆☆✦☆☆☆

رات کا وقت تھا۔ حالہ کتاب کھولے بیٹھی تھی، مگر ذہن کہیں اور تھا۔ افس کے کاموں میں الجھ کر وہ پڑھائی سے دور ہو چکی تھی، اور زاویار کے رویے کا غصہ دل میں بس گیا تھا۔

کھڑکیاں کھلی تھیں، ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اس کے لمبے بالوں کو ہلا رہے تھے۔ کمرے میں بس ہوا کی ہلکی سرسراہٹ تھی۔ اس نے گہری سانس لے کر کتاب بند کی اور بیزاری سے فون اٹھا لیا۔

دروازہ کھلا، زبیدہ خادم اندر آئیں۔ "کھانے پر آجاؤ،" مگر نظر جیسے ہی بکھری ہوئی چیزوں پر پڑی، لہجہ سخت ہو گیا۔ "یہ کیا حال بنا رکھا ہے؟ کپڑے، ڈریسنگ ٹیبل... کچھ سمیٹنے کا خیال ہے یا نہیں؟"

حالہ نے فون سے نظر نہ ہٹائی۔ یہ روز کا معمول تھا——امی ڈانٹتیں، حالہ نظر انداز کر دیتی۔ "حالہ! سن رہی ہو؟" امی برہم ہوئیں، مگر اس نے کوئی پروا نہ کی۔ زبیدہ خادم غصے سے دیکھتی رہیں، پھر خاموشی سے چلی گئیں۔

"دروازہ بند کر دیجیے گا،" حالہ نے بے نیازی سے کہا اور فون میں مگن ہو گئی۔ کمرے کی بکھری حالت ایک نظر دیکھی، مگر اسے کوئی فرق نہ پڑا۔ وہ پلنگ پر لیٹ گئی، اسکرین پر نظریں جمائے۔

وہ بیڈ پر لیٹی بے دلی سے فون اسکرول کر رہی تھی۔ کمرے میں خاموشی تھی، بس نوٹیفکیشن کی ہلکی آوازیں گونج رہی تھیں۔ اچانک ایک نوٹیفکیشن پر اس کی نظریں جم گئیں — انسٹاگرام کی فالو ریکویسٹ!

اس نے چونک کر دیکھا، دل میں ہلچل مچ گئی۔ جیسے ہی اس نے ریکویسٹ اوپن کی، سانسیں تھم گئیں — عفان!

حیرت اور خوشی کی ملی جلی کیفیت میں وہ فوراً سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ "یہ واقعی عفان ہے؟" اس نے بے یقینی سے سرگوشی کی۔ پروفائل تصویر، نام، سب کچھ وہی تھا۔

اس کی انگلیاں کانپیں، مگر فوراً "Accept" کے بٹن پر رک گئیں۔

ایک لمحے بعد، اس نے مسکراتے ہوئے ریکویسٹ قبول کی اور عفان کی

پروفائل دیکھنے لگی۔ وہ جسے روز چپکے سے دیکھتی تھی، آج خود اس کی طرف بڑھا تھا!

اس نے گہری سانس لی، بال پیچھے کیے، جیسے خود کو پرسکون کر رہی ہو۔

"کیا وہ میری پروفائل دیکھتا رہا ہے؟" یہ خیال بجلی کی طرح لپکا۔ اس نے فوراً پروفائل چیک کی — سب ٹھیک تھا، مگر دل کی بے چینی برقرار رہی۔ یہ چھوٹی سی نوٹیفکیشن اس کے لیے خوشی کا طوفان لے آئی تھی۔ بکھرا ہوا کمرہ اب روشن لگنے لگا، ہوا کے جھونکے تیز محسوس ہوئے، اور دل کی دھڑکن جیسے کسی دھن میں ڈھل گئی۔

عفان نے ریکویسٹ کیوں بھیجی؟ یہ سوچ غیر ضروری لگنے لگی۔ بس ایک حقیقت کافی تھی — اس نے حالہ کو اپنے دائرے میں شامل کرنا چاہا تھا، اور یہی لمحہ اس کے لیے سب سے خاص بن گیا۔

☆☆✦☆☆☆

کمرے میں زرد روشنی پھیلی تھی۔ مہرین پرسکون انداز میں کتاب پڑھ رہی تھیں، جبکہ فراز سلطان غصے سے انہیں گھور رہے تھے، جیسے الفاظ تلاش کر رہے ہوں۔

مہرین نے نظریں اٹھا کر مسکرا کر کہا، "زارا کی بات ہی پکی کی ہے، کبھی نہ کبھی تو اسے شادی کرنی ہی تھی۔"

فراز سلطان کا غصہ بڑھ گیا۔ "تم نے زارا سے پوچھا؟" وہ سخت لہجے میں بولے۔ "اسے حق نہیں کہ اپنی زندگی کا فیصلہ خود کرے؟"

مہرین نے کتاب بند کر دی۔ "میں نے اچھا رشتہ دیکھا، زارا کو بھی قبول ہو گا۔"

"لیکن تم نے اس سے بات تک نہیں کی!" فراز سلطان مایوسی سے بولے۔

مہرین نے بے نیازی سے کہا، "وہ سمجھ جائے گی کہ یہ اس کے لیے بہتر ہے۔"

فراز سلطان اٹھے، "اگر زارا نے انکار کر دیا تو؟......اور اگر اس نے انکار کیا تو میں تمہیں اس پر زبردستی نہیں کرنے دوں گا"

"میں مجبور نہیں کر رہی، بس اس کی بھلائی سوچ رہی ہوں۔"

فراز سلطان گہری سانس لے کر ایک سخت نظر مہرین پر ڈال کر باہر نکل گئے، جبکہ مہرین نے کتاب تو اٹھالی، مگر ان کے چہرے پر الجھن نمایاں تھی۔

☆☆✦☆☆☆

زارا اپنے بیڈ روم میں بے فکری سے بیٹھی ہوئی تھی۔ کمرے میں ہلکی مدھم روشنی تھی، اور وہ اپنی ہی دنیا میں خوش نظر آ رہی تھی۔ بیڈ پر آرام سے بیٹھے وہ فون کان سے لگائے ہنس رہی تھی، جیسے کسی خوشگوار بات کا لطف لے رہی ہو۔

"کیا واقعی آج تم نے اور بھائی نے ساتھ میں کافی پی تھی؟" زارا نے حیرت اور خوشی سے پوچھا۔ ماہا کی آواز فون کے دوسری طرف سے گونجی "ہاں نا! اور تمہیں پتہ ہے، مجھے کتنی زیادہ خوشی ہو رہی ہے؟ آج میں نے ان سے دل کھول کر باتیں کیں، وہ بھی میری باتوں کو اتنی توجہ سے سن رہے تھے!" زارا نے ہنس کر جواب دیا "تمہاری خوشی کی وجہ بھی تو بڑی ہے! آخر زاویار بھائی کے ساتھ وقت گزارنا آسان بات تھوڑی ہے۔ وہ تو کسی کو اپنے قریب آنے ہی نہیں دیتے۔"

ماہا تھوڑی دیر کے لیے چپ ہو گئی۔ اس نے فون پر زاویار کو دوپہر میں بھیجا ہوا وہ میسج دیکھا جو ابھی تک "سین" نہیں ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے مایوسی چھا گئی، مگر اس نے جلدی سے خود کو سنبھالا اور دوبارہ فون پر بات کرنے لگی۔

"اچھا، میں کیا بتا رہی تھی؟" ماہا نے موضوع بدلنے کی کوشش کی۔

زارا نے شرارت سے ہنستے ہوئے کہا "تم یہ بتا رہی تھیں کہ زاویار بھائی تمہاری خاطر تمہارے ساتھ کافی پینے گئے۔ پتہ ہے، مجھے یہ سن کر اتنی خوشی ہو رہی ہے، کیونکہ زاویار بھائی نے آج تک کسی لڑکی میں اتنی دلچسپی نہیں لی۔ اور وہ تمہارے کہنے پر کیسے چلے گئے؟ کچھ تو بات ہے، ماہا!"

ماہا ہلکی سی شرما گئی اور بولی "زارا، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس شاید میرا انداز اچھا تھا، یا پھر وہ میری بات ٹال نہیں سکے۔"

"انداز اچھا تھا؟ مجھے لگتا ہے کہ زاویار بھائی کے دل میں تمہارے لیے کچھ
نہ کچھ جگہ بن رہی ہے۔ ورنہ وہ کسی کے لیے اتنا وقت کیوں نکالتے؟" ماہا
نے بات کو ہنس کر ٹالنے کی کوشش کی "اچھا، چھوڑو یہ سب۔ مجھے تو بس
آج کا دن بہت خاص لگا۔" لیکن دل ہی دل میں وہ زارا کی باتوں پر سوچ
رہی تھی۔ زارا ہنستی ہوئی بولی "تم ان کے دل میں جگہ بنانے کے چکر میں
ہو، اور وہ بیچارے شاید کچھ بھی نہ سمجھ رہے ہوں۔"

ماہا نے ہنس کر جواب دیا "ہو سکتا ہے وہ سمجھ رہے ہوں، لیکن ظاہر نہ کر
رہے ہوں۔"

دونوں کے درمیان ہنسی اور مذاق کا سلسلہ چلتا رہا، لیکن ماہا کے دل میں
زاویار کے "سین نہ کرنے" کا خیال مسلسل چبھتا رہا۔ دوسری طرف زارا

بے فکری سے ماہا کی کہانیوں میں مگن تھی، انجان کہ ماہا کے دل میں کیا طوفان چل رہا ہے۔

☆☆☆✦☆☆

زاویار اپنے کمرے میں خاموشی سے بیڈ پر نیم دراز تھا۔ اس کے سامنے لیپ ٹاپ کھلا ہوا تھا، اور وہ افس کے کسی ضروری کام میں مصروف تھا۔ اس کی ٹانگیں لمبی ہوئی تھیں، اور چہرے پر ہلکی سی تھکن کے آثار تھے۔ اس نے کچھ دیر تک کام کیا، لیکن اس کی توجہ مسلسل بھٹک رہی تھی۔ آخر کار، اس نے بیزاری سے لیپ ٹاپ کو بند کیا اور ایک طرف رکھا۔ اس کی نظر اپنی سائیڈ ٹیبل میں رکھے موبائل کی طرف گئی، جسے اس نے دوپہر سے اٹھایا بھی نہیں تھا۔ فون اٹھا کر اس نے اسکرین آن کی تو ماہا کا میسج جگمگا

رہا تھا۔ اسے یاد آیا کہ گھر آتے وقت فون تھر تھرایا تھا، لیکن اس نے اسے کھولنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ شاید وہ ماہا کا میسج تھا۔

اس نے تھوڑا سا جھک کر میسج کھولا۔

"آپ کو میری بات بری تو نہیں لگی جو میں نے کہہ دی تھی؟"

زاویار نے میسج پڑھا اور کچھ لمحے خاموشی سے اسکرین کو دیکھتا رہا۔ کون سی بات؟ اس نے تھوڑی دیر میسج کو دیکھتے ہوئے سوچا۔ پھر اچانک اس کے ذہن میں ماہا کے کہے ہوئے الفاظ گونجنے لگے۔

" تبھی تو مجھے آپ کی شخصیت اتنی خاص لگتی ہے۔۔۔ اور شاید اسی لیے آپ سے محبت بھی ہونے لگی۔"

یہی وہ بات تھی جس کے بعد زاویار حیران ہو گیا تھا، اور شاید ماہا اسی بات کا ذکر کر رہی تھی۔ کیا وہ واقعی اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے؟

زاویار کچھ دیر گہری سوچ میں ڈوبا رہا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ کیا جواب دے یا جواب دے کہ نہیں؟ اس نے فون ایک طرف رکھا اور ٹیک لگا کر چھت کو دیکھنے لگا۔ پھر دل میں ایک عجیب سا احساس آیا۔

"بڑا لگا ہے یا نہیں یہ تو مجھے نہیں پتہ۔ لیکن اس بات نے مجھے سوچنے پر ضرور مجبور کیا۔"

چند لمحوں بعد، اس نے فون دوبارہ اٹھایا اور جواب ٹائپ کرنے لگا۔

"نہیں، مجھے کچھ برا نہیں لگا۔"

یہ مختصر سا جواب دینے کے بعد، اس نے فون ایک طرف رکھ دیا۔ وہ مزید کچھ لکھنا چاہتا تھا، لیکن نہ جانے کیوں، اس نے خود کو روک لیا۔ شاید وہ الجھن کا شکار تھا یا شاید یہ بات اس کے لیے نئی تھی، جسے سمجھنے میں وقت درکار تھا۔ جواب دینے کے بعد، زاویار نے لیپ ٹاپ دوبارہ گود میں رکھ لیا

اور کام کرنے لگا، لیکن اس کے دل و دماغ پر ماہا کے الفاظ کا اثر ابھی بھی باقی تھا۔ وہ جتنا اس واقعے کو بھولنے کی کوشش کر رہا تھا، اتنا ہی وہ اس کے ذہن میں بار بار آرہا تھا۔

ماہا اور زارا ہنسی مذاق میں مصروف تھیں، کمرے میں خوشگوار ماحول تھا۔ زارا کسی یونیورسٹی کی کہانی سنا رہی تھی، ماہا جواب دے رہی تھی کہ اچانک فون تھرتھرایا۔

نوٹیفکیشن کی آواز نے ماہا کی توجہ کھینچ لی۔ اس نے زارا کی بات نظر انداز کرتے ہوئے فوراً فون دیکھا—زاویار کا میسج!

دل تیز دھڑکنے لگا۔ اس نے جلدی سے میسج اوپن کیا:

"نہیں، مجھے کچھ برا نہیں لگا۔"

ماہا کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی، مگر دماغ سوالوں میں الجھ گیا۔

"واقعی؟ یا بس کہہ دیا؟"

زارا نے چونک کر کہا "ماہا! سن رہی ہو؟ کہاں کھو گئی؟"

ماہا نے خود کو سنبھالا "ہاں، سن رہی ہوں... تم کیا کہہ رہی تھیں؟"

لیکن ماہا کی نظریں بار بار فون کی طرف جا رہی تھیں۔ دل میں ایک ہلچل مچی ہوئی تھی، جیسے زاویار کے اس مختصر سے جواب نے اس کی دنیا میں کوئی نیا باب کھول دیا ہو۔

زاویار نے لیپ ٹاپ سائیڈ پر رکھا، قدم بیڈ سے نیچے رکھے اور چلتا ہوا دروازے کے قریب آیا۔ دروازہ کھول کر باہر نکلا اور سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے آیا۔ وہ یقیناً کافی بنانے کے لیے کچن کی طرف جا رہا تھا۔ رات کو

ملازموں کو اٹھا کر انہیں ڈسٹرب نہیں کرتا تھا، اسی لیے رات کو وہ اپنی کافی خود ہی بناتا تھا۔

نیچے آتے ہی، مہرین سلطان سامنے سے آتی نظر آئیں۔ زاویار کو دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لیے رک گئیں، پھر ایک خیال آتے ہی انہوں نے زاویار کو روکا۔

"زاویار؟"

زاویار نے مڑ کر اپنی ماں کی طرف دیکھا۔ "جی؟"

"کہاں جا رہے ہو؟"

"کافی بنانے۔۔۔ کیوں؟" وہ چلتے چلتے کہتا رہا۔

وہ چلتے ہوئے قریب آئیں اور بولیں، "اچھا وہ، میں نے تم سے یہ پوچھنا تھا کہ آج تم آفس نہیں گئے تھے؟"

زاویار نے کچھ لمحے خاموشی اختیار کی، پھر بولا، "جی، میں نہیں گیا تھا کیونکہ کوئی کام یاد آگیا تھا، اس لیے، کیوں؟"

"خالہ آئی تھی۔"

زاویار ایک دم حیران ہوا۔ "جی؟ وہ آئی تھی؟ کیوں؟"

مہرین کے چہرے پر مسکراہٹ آئی، لیکن اس میں ایک چمک بھی تھی۔ "تمہارا حال پوچھنے آئی تھی... کہ تم آفس کیوں نہیں آئے۔ مجھے بہت حیرانی ہوئی کہ آج تک کوئی بھی تمہارے آفس کا بندہ اس طرح تمہارے آفس نہ جانے پر تمہارا حال نہیں پوچھنے آیا، مگر وہ آئی تھی۔ مجھے بہت خوشی ہوئی۔"

زاویار نے اپنی ماں کی آنکھوں میں خوشی اور محبت کی جھلک دیکھی، مگر اس کی حیرانی بڑھ گئی۔ "وہ میرا حال پوچھنے آئی تھی؟"

"ہاں... کافی پیاری لڑکی ہے نا؟"

زاویار ایک دم ہنس پڑا۔

"ریلی؟ پیاری ہے؟ یا پھر چڑیل؟" اس نے مذاق میں کہا "شاید وہ میرا حال پوچھنے کے بجائے مجھ سے بدلہ لینے آئی تھی۔"

"کس چیز کا بدلہ؟" مہرین نے حیرانی سے پوچھا، اس کی دلچسپی بڑھ گئی۔

"پہلے یہ بتائیں کہ وہ غصے میں تھی؟"

"ہاں، غصے میں تو تھی مگر وہ غصے میں بھی بہت پیاری لگ رہی تھی۔"

"پھر تو اچھا ہوا کہ میں گھر میں نہیں تھا۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ بیچاری کو میں نے اتنا زیادہ کام دے دیا تھا کہ وہ شاید پوری رات بیٹھ کر کرتی رہی اور پھر جب اس نے مجھے آفس میں نہیں پایا تو یقیناً وہ مجھے سنانے ہی گھر آئی تھی۔"

مہرین نے اسے غور سے دیکھا، "کیوں تم نے اس بیچاری کو اتنا کام دیا ہے؟"

"ویسے ہی، کچھ بدلے اتارنے ہیں میں نے..." زاویار نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کون سے بدلے؟"

زاویار کچھ نہیں کہتا، بس ہنستے ہوئے وہاں سے چلا جاتا ہے کچن کی طرف۔

مہرین اس کو جاتے دیکھتی رہتی ہیں۔

☆☆☆✦☆☆☆

"مجھے اب بھی یقین نہیں آرہا کہ عفان نے مجھے ریکویسٹ بھیجی، اسرا!" حالہ کی آنکھوں میں خوشی کی ایک چمک تھی، اور وہ چہرے پر گہری مسکراہٹ لیے بول رہی تھی۔ وہ دونوں یونیورسٹی کے باغیچے میں بیٹھی تھیں۔ ان کی کرسیاں ساتھ ساتھ تھیں، اور چاروں طرف ہلکی سی خنکی کے ساتھ پرسکون ماحول تھا۔

اسرا نے ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا "اتنی بھی بڑی بات نہیں ہے جتنی تم خوش ہو رہی ہو۔"

حالہ نے اسرا کی طرف گھورا جیسے وہ اسے سنجیدگی سے نہ لینے پر خفا ہو۔

"یار، تمہیں سمجھ نہیں آرہی! یہ میرے لیے بہت بڑی بات ہے۔

تمہارے لیے نہیں ہو سکتی، لیکن میرے لیے ہے کیونکہ... کیونکہ میں اس سے محبت کرتی ہوں!"

یہ کہہ کر حالہ نے نظریں جھکا لیں۔ اس کے لہجے میں ایک عجیب سی خوشی اور بے چینی کا امتزاج تھا۔ اسرا نے اس کے چہرے پر آتے جاتے تاثرات کو غور سے دیکھا اور ہنستے ہوئے بولی، "اچھا، اچھا... لیکن اتنا بھی کیا خاص ہے اس میں؟ ہر لڑکی اس پر مرتی ہے۔" حالہ نے ایک گہری سانس لی اور آہستگی سے جواب دیا "ہر لڑکی مرتی ہو گی... لیکن میں محبت کرتی ہوں۔" یہ کہتے ہوئے حالہ کی مسکراہٹ ہلکی سی کم ہو گئی۔ پتہ نہیں کیوں، اس کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی جھلکنے لگی تھی۔ جیسے عفان کا ذکر اس کے دل کی کسی چھپی ہوئی کسک کو چھو گیا ہو۔

اسرا نے سنجیدگی سے کہا "تو تم اسے بتا کیوں نہیں دیتی؟ آخر اس نے تمہیں خود ریکویسٹ بھیجی ہے، شاید وہ بھی تمہیں پسند کرتا ہو۔"

حالہ چونک گئی "کیا؟ وہ مجھے پسند کرتا ہے؟" پھر فوراً خود کو سنبھالا "میرا مطلب ہے، اس نے ریکویسٹ کیوں بھیجی؟"

اسرا ہنستے ہوئے بولی "کچھ تو ہوگا نا، ایسے ہی تو نہیں بھیجی۔" حالہ نے الجھن سے آسمان کی طرف دیکھا "نہیں، وہ سب کے ساتھ اچھا ہے، شاید اسی وجہ سے۔"

"کبھی کبھی جو چیز سامنے ہو، وہ نظر نہیں آتی۔ شاید وہ بھی تمہارے بارے میں ایسے ہی سوچتا ہو جیسے تم اس کے بارے میں۔"

حالہ خاموش ہو گئی، دل میں خوشی، الجھن، اور ایک ہلکی سی امید جاگی۔

چھٹی کا اعلان ہوا، یونیورسٹی میں ہلچل مچ گئی۔ اسرا نے جوش سے کہا، "چلو، چلتے ہیں!" حالہ نے تھکن سے بیگ اٹھایا اور ساتھ چل دی۔

دروازے کے قریب پہنچتے ہی اس کی نظر زارا پر پڑی، جو اپنی دوست سے باتوں میں مصروف تھی۔ ہنستے ہوئے انداز اور خوشگوار بات چیت کو دیکھ کر حالہ کے دل میں ایک چبھن سی ہوئی۔ اس نے نفرت بھری نظر زارا پر ڈالی، جیسے اس کی موجودگی اسے مزید کوفت میں مبتلا کر رہی ہو۔

حالہ نے گہری سانس لی اور نظریں پھیر کر دروازے کی طرف چل دی۔ باہر قدم رکھتے ہی اس کی نظر شاہمیر پر پڑی، جو اپنی گاڑی کے ساتھ ٹیک لگائے کسی کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کی نظریں بار بار یونیورسٹی کے دروازے کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ حالہ کو اندازہ ہوا کہ وہ شاید زارا کا انتظار کر رہا ہے۔ لیکن زارا کے بجائے، جب شاہمیر کی نظر حالہ پر پڑی، تو وہ ٹھٹک کر رہ

گیا۔ایک لمحے کے لیے وہ بالکل خاموش ہو گیا، جیسے وقت تھم سا گیا ہو۔

حالہ سفید جوڑے میں ملبوس، ادھ کھلی پونی میں بال باندھے، ایک دلکش معصومیت لیے آگے بڑھ رہی تھی۔ سفید رنگ شاید اس کا پسندیدہ تھا، اور شاہمیر کو لگا کہ یہ رنگ اس پر کچھ زیادہ ہی جچتا ہے۔ حالہ چند قدم چلنے کے بعد سڑک کے کنارے رک گئی۔ وہ ارد گرد دیکھنے لگی، شاید کسی گاڑی کا انتظار کر رہی تھی۔ شاہمیر کی نظریں اب اس پر جم چکی تھیں۔اس نے ایک لمحے کے لیے سوچا کہ کیا اسے بات کرنی چاہیے؟ لیکن دل کی دھڑکنوں نے اسے خود بخود حرکت دی۔

"السلام علیکم!" شاہمیر کی آواز میں ایک عجیب سی مہک تھی۔ حالہ نے سنجیدگی سے جواب دیا، "وعلیکم السلام، جی؟"

"آپ کیسی ہیں؟" حالہ نے حیرت سے اسے دیکھا، پھر مختصر جواب دیا،

"ٹھیک ہوں۔"

"پیاری لگ رہی ہیں آپ۔" شاہمیر کے غیر متوقع جملے پر حالہ چونک گئی۔

"جی؟" اس نے حیرانی سے پوچھا۔

"آپ کو سفید رنگ بہت پسند ہے نا؟ آپ پر اچھا لگتا ہے، یہی پہنا کریں!"

حالہ الجھن میں پڑ گئی۔ شاہمیر اسے اتنا نہیں جانتا تھا، پھر یوں تعریف کیوں؟ کیا وہ فری ہونے کی کوشش کر رہا تھا؟

"Are you in your senses?" حالہ نے غصے اور اونچے انداز میں بولا۔ یہ سن کر شاہمیر ایک دم چونک گیا، اس کے دل میں ایک بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ کیا اس نے کچھ غلط کہا؟ کیا حالہ کو اس کی بات ناگوار

گزری؟ وہ بھی کچھ کہنے کے لیے لب کھولنے ہی والا تھا کہ اسی وقت زارا وہاں آ گئی۔

شاہمیر نے زارا کی طرف دیکھا اور پھر حالہ کی طرف، لیکن حالہ نے غصے سے اس کی طرف دیکھا اور وہاں سے چلی گئی۔ اس کی چمکتی آنکھوں میں ایک عجیب سا درد تھا، جو شاہمیر کے دل کو چیر گیا۔

"تم اس سے باتیں کیوں کر رہے تھے؟" زارا نے سوال کیا جب وہ شاہمیر کے قریب آئی۔

شاہمیر خاموش رہا، اس کی آنکھیں حالہ کی تلاش میں تھیں۔ زارا کی آواز اس کے کانوں میں گونج رہی تھی، مگر اس کے دماغ میں حالہ کے بارے میں ہزاروں سوالات گونج رہے تھے کیا اس نے کچھ غلط کہا جس نے حالہ کو ناراض کر دیا؟ کیا وہ اپنی محبت کا اظہار کرنے میں ناکام رہا؟

وہ زارا کی طرف دیکھتا رہا، مگر اس کے دل میں حالہ کی محبت کا ایک عجیب سا احساس پیدا ہو گیا تھا۔ شاید اس نے واقعی کچھ زیادہ بول دیا تھا، یا وہ اپنے لب پر قابو نہیں رکھ سکا۔ "کچھ نہیں، چلو، آؤ چلیں!" اس نے زارا کی باتوں کا جواب دیے بغیر کہا، جیسے کہ وہ ایک گہری سوچ میں گم تھا، حالہ کی آنکھوں کی چمک اور اس کی مسکراہٹ اس کی سوچوں میں گونج رہی تھیں۔ مگر اب ایک اور ٹینشن اس کے دماغ میں سوار تھی کہ اسے ایسے ایک دم تعریف نہیں کرنی چاہیے تھی ضرور حالہ کو برا لگا ہے۔

☆☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

یونیورسٹی سے سیدھا آفس آئی تو ہر طرف خاموشی تھی۔ تھکی ہوئی حالہ اپنی کرسی پر بیٹھتے ہی نیند سے لڑنے لگی۔

رات بھر موویز دیکھنے کی عادت نے اس کی آنکھوں میں نیند بھر دی تھی۔ کام پر دھیان دینا مشکل ہو رہا تھا۔ کیبن میں ہر چیز بکھری ہوئی تھی، فائلیں ٹیبل پر، لیپ ٹاپ کھلا، اور وہ خود سر جھکائے بازوؤں پر ٹکی ہوئی تھی۔

نیند اتنی بھاری تھی کہ کب آنکھ لگ گئی، اسے خبر نہ ہوئی۔ افس میں، اپنے کیبن میں، وہ بے خبر خوابوں کی دنیا میں کھو چکی تھی۔

زاویار اپنے آفس روم سے نکلا تو اس کی نظر سیدھی حالہ کے کیبن پر پڑی۔ اس کے قدم تھم گئے۔ اس کے سامنے ایک عجیب منظر تھا۔ حالہ، جو اس وقت اپنے کام میں مصروف ہونی چاہیے تھی، گہری نیند میں تھی۔ لیپ ٹاپ اس کے سامنے روشن تھا، اور بکھری ہوئی فائلیں اس کی لاپرواہی کو

واضح کر رہی تھیں۔ زاویار کا چہرہ ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔ اس کی نظروں میں ناپسندیدگی اور غصہ صاف جھلک رہا تھا۔ آج تک کسی کی ہمت نہیں ہوئی تھی کہ افس میں اتنی بے پروائی دکھائے یا سونے کی جرأت کرے۔ سب اس کے مزاج سے ڈرتے تھے، لیکن یہ لڑکی ——یہ حالہ—— بالکل مختلف تھی۔ وہ کسی سے نہیں ڈرتی تھی، اور یہ چیز اسے مزید غصہ دلا رہی تھی۔ ایک گہری سانس لیتے ہوئے، زاویار نے قدم بڑھائے اور حالہ کے کیبن کی طرف آیا۔ ہر قدم کے ساتھ اس کے غصے میں اضافہ ہو رہا تھا، مگر اس کے چہرے پر اب بھی وہی سنجیدگی برقرار تھی۔ حالہ بدستور بے خبر تھی۔ نہ اس کے قدموں کی آہٹ سنائی دی، نہ ہی اس کی موجودگی کا اندازہ ہوا۔ زاویار اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا، اور گہری نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ وہ کرسی کے ہینڈل پر ایک ہاتھ رکھے اور دوسرے ہاتھ سے گال کو

ٹکائے حالہ کو دیکھ رہا تھا۔اس کی آنکھیں بند تھیں، چہرے پر تھکن واضح تھی،اور وہ میز پر سر رکھے سکون سے سو رہی تھی۔زاویار نے گہری سنجیدگی کے ساتھ اسے دیکھا، جیسے یہ منظر اسے کچھ عجیب بھی لگ رہا تھااور ناقابل برداشت بھی۔زاویار نے ہلکی سی کھانسی کی،امید تھی کہ شاید وہ جاگ جائے۔ لیکن حالہ بدستور نیند میں تھی، جیسے کسی کو کچھ سنائی نہ دے رہا ہو۔

"مس حالہ..." زاویار نے آہستہ لیکن قدرے سخت لہجے میں پکارا۔

حالہ کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔

زاویار نے کرسی پر تھوڑا آگے جھکتے ہوئے ایک بار پھر آواز دی، "مس حالہ،اٹھ جائیں۔ابھی بہت کام باقی ہے۔" اس نے طنز سے بولا۔

نیند میں ڈوبی حالہ نے ہلکا سا سر اٹھایا آنکھیں ایسے ہی بند تھیں اور اس نے دھیرے سے جواب دیا، "دو منٹ... دو منٹ اور..." اور دوبارہ سر میز پر رکھ کر سکون سے سو گئی۔

زاویار کی بھنویں تن گئیں، لیکن وہ تحمل سے کرسی پر ٹیک لگا کر بیٹھا رہا۔ اس نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا "گڈ مارننگ، مس حالہ، صبح ہو گئی ہے، اٹھ جائیں۔"

زاویار کی سنجیدگی سے بھرپور آواز نے حالہ کو چونکا دیا۔ وہ ایک دم ہڑبڑا کر جاگ گئی۔ اس کی آنکھیں پوری طرح کھلنے میں چند سیکنڈ لگے، اور جیسے ہی زاویار کو اپنے سامنے دیکھا، وہ فوراً سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ زاویار اپنی کرسی پر سکون سے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی نظریں حالہ کے گھبراہٹ بھرے چہرے پر مرکوز تھیں، اور چہرے پر سنجیدگی کی ہلکی سی لکیر برقرار تھی۔ "آپ کی

نیند پوری ہو گئی ؟" زاویار نے سوال کیا، لیکن لہجے میں ہلکی سی طنزیہ جھلک تھی۔ حالہ جلدی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور اس نے جلدی سے اپنی نظریں نیچے جھکا لیں اور کچھ نہ بولی۔ وہ اپنی شرمندگی کو چھپانے کی کوشش کر رہی تھی، لیکن زاویار کی گہری نظروں کے سامنے وہ کامیاب نہیں ہو پائی۔

حالہ نے گھبراہٹ میں تیزی سے لیپ ٹاپ بند کرنے کی کوشش کی اور میز پر بکھری ہوئی فائلیں سمیٹنے لگی، لیکن اس کے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔ زاویار، جو اپنی کرسی پر بے حد سکون سے بیٹھا ہوا تھا، ایک ابرو اٹھاتے ہوئے طنزیہ لہجے میں بولا " دو منٹ تو پورے نہیں ہوئے آپ کے " اپنی ہاتھ میں بندی گھڑی کو دیکھا۔ "جب پورے ہوں گے تو میں اپ کو اٹھا دوں گا، دوبارہ سو جائیں "

حالہ کا چہرہ ایک دم شرمندگی اور گھبراہٹ سے سرخ ہو گیا۔ وہ پوری طرح جاگ چکی تھی، مگر اس لمحے کی غیر متوقع صورتحال نے اس کے دماغ کو جیسے مفلوج کر دیا تھا۔

"سر، وہ... میں..." حالہ نے جلدی سے کچھ بولنے کی کوشش کی، لیکن الفاظ اس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ زاویار نے اسے ٹوکتے ہوئے نرمی سے کہا، "بیٹھ جائیں، کھڑی کیوں ہیں؟ آرام سے بیٹھ کر بتایئے۔"

حالہ نے جھجکتے ہوئے دوبارہ اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا "سر، اصل میں... یونیورسٹی میں ایگزامز چل رہے تھے۔ اس لیے پوری رات تیاری کر رہی تھی، نیند پوری نہیں ہو سکی اور... آنکھ لگ گئی۔" زاویار نے دلچسپی لیتے ہوئے حالہ کی بات سنی۔ اس کی نظریں حالہ کے چہرے پر جمی تھیں، اور چہرے پر ایک سنجیدہ تاثرات تھے "اچھا، یونیورسٹی میں ایگزامز چل

رہے تھے؟" زاویار نے سر ہلاتے ہوئے کہا، جیسے معاملہ سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ حالہ نے فوراً سر ہلایا "جی سر، بالکل۔"

زاویار کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ "زارا کے ایگزامز تو نہیں چل رہے؟ یا آپ اکیلی یونیورسٹی میں ایگزامز دے رہی ہیں؟"

حالہ نے ایک دم چونک کر زاویار کی طرف دیکھا۔ اس کی حیرت سے بڑی ہوئی آنکھوں سے صاف لگ رہا تھا کہ وہ اس سوال کے لیے بالکل تیار نہیں تھی۔ وہ چند لمحے خاموش رہی، پھر جیسے اسے یاد آیا ہو، اپنے ماتھے پر ہاتھ مار کر بولی، "اوہ... زارا... وہ بھی تو میری یونیورسٹی میں ہے۔" زاویار نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے مسکراتے ہوئے سر ہلایا۔ "آپ کو شاید بہانے بنانے کی تھوڑی اور پریکٹس کی ضرورت ہے، مس حالہ۔"

حالہ نے شرمندگی سے نظریں جھکا لیں۔ اسے لگ رہا تھا کہ آج زاویار کے سامنے اس کی کوئی بات کام نہیں آ رہی۔ "خیر، اگلی بار نیند پوری کرنے کے لیے افس کا انتخاب مت کیجئے گا۔ گھر زیادہ آرام دہ جگہ ہے" حالہ نے جلدی سے سر ہلایا اور فائلوں کی طرف دیکھنے لگی، جیسے اس بات کو نظر انداز کرنا چاہتی ہو۔ محسن دروازہ کھٹکھٹائے بغیر اندر آیا اور مؤدب لہجے میں بولا "جی سر، آپ نے بلایا؟" زاویار نے محسن کی طرف دیکھا اور سنجیدگی سے کہا "جی محسن، مس حالہ کے لیے ایک کپ کافی لے آئیں، تاکہ ان کی نیند اچھی طرح اڑ جائے۔" وہ ابھی بھی طنزیہ لہجے میں ہی بول رہا تھا۔

"چائے!"

محسن اثبات میں سر ہلاتے ہوئے پلٹنے ہی والا تھا کہ اچانک حالہ بول پڑی۔

محسن رک کر حیرت سے حالہ کی طرف مڑا۔اس کے چہرے پر الجھن واضح تھی۔

زاویار نے بھی چونک کر حالہ کی طرف دیکھااس کی نظریں حالہ کے چہرے پر جمی تھیں۔حالہ،جو پہلے ہی زاویار کے سامنے شرمندگی کے بوجھ تلے دبی ہوئی تھی،مزید گھبرا گئی۔وہ نظریں نیچی کرتے ہوئے خود کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگی۔

زاویار نے کچھ لمحے خاموشی سے اسے دیکھا،پھر دانت بھینچتے ہوئے اور اپنی آواز میں ہلکی سی سختی لا کر کہا"جی محسن،ایک کپ چائے لے آیئے مس حالہ خادم کے لیے۔"

محسن نے زاویار کی ہدایت سن کر حیرانی سے حالہ کی طرف ایک بار پھر دیکھااور پھر سر ہلاتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا۔کمرے میں ایک پل

کے لیے مکمل خاموشی چھا گئی۔ زاویار نے گہری سانس لی اور اپنا کوٹ ٹھیک کر کے اب اٹھنے ہی لگا تھا کہ حالہ نے جلدی سے کہا۔

"سر!"

زاویار دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا اور سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھا، "جی؟"

حالہ تھوڑا ہچکچاتے ہوئے بولی "سر، میں... سوری کہنا چاہتی ہوں۔"

زاویار کی بھنویں تھوڑی سی اٹھیں۔ "سوری؟ کس بات کے لیے؟
سو جانے کے لیے؟"

حالہ نے فوراً سر جھٹک کر کہا "نہیں، وہ... اس دن میں آپ کی برائی کر رہی تھی اور شاید آپ نے سن لیا۔" زاویار کی آنکھوں میں ہلکی سی دلچسپی نظر آئی، لیکن اس کے چہرے پر سنجیدگی برقرار رہی۔ وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آرام سے بیٹھ گیا اور حالہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا "مس حالہ،

مجھے اس بات سے فرق نہیں پڑتا کہ آپ میری کس کے سامنے برائی کرتی ہیں یا کیا کہتی ہیں۔"

حالہ نے نظریں جھکا لیں، اس کے دل میں مزید شرمندگی کے احساس نے جگہ بنا لی تھی۔

زاویار نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا "میں جیسا ہوں، سب کی نظر میں ویسا ہی رہوں گا۔ آپ کے کہنے یا برائی کرنے سے میرے ہونے میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ اس لیے آپ جو کہنا چاہتی ہیں، کہیے۔ کھل کر بولیں۔ مجھے پرواہ نہیں۔ اگر پرواہ ہوتی، تو آج آپ یہاں نہ ہوتیں۔" حالہ نے دھیرے سے سر ہلایا، جیسے زاویار کی بات کو تسلیم کر رہی ہو۔ مگر اس کی شرمندگی اس کے چہرے سے صاف جھلک رہی تھی۔

زاویار کرسی سے اٹھتے ہوئے بولا "اور ہاں، اگلی بار نیند پوری کرنے کا فیصلہ افس میں مت کیجئے گا۔ گھر بہتر جگہ ہے، آپ کے لیے"

حالہ نے ایک لمحے کے لیے اس کی طرف دیکھا، لیکن فوراً نظریں جھکا لیں۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی، لیکن الفاظ اس کے لبوں تک نہ پہنچ سکے۔ زاویار اپنے مخصوص انداز میں کمرے سے باہر نکل گیا، حالہ کو اپنی سوچوں میں الجھا ہوا چھوڑ کر۔ جیسے ہی وہ دروازہ کھول کر کمرے سے باہر نکلا، حالہ نے پیچھے سے اس کی نقل اتارتے ہوئے اونچی آواز میں کہا،

"میں جیسا ہوں، سب کی نظر میں ویسا ہی رہوں گا... عجیب!" اس نے زاویار کے مخصوص انداز میں اپنی آواز گہری کرتے ہوئے مذاق اڑایا۔ پھر ہلکی سی ہنسی کے ساتھ اپنے لہجے کو مزید طنزیہ بنایا، "یعنی کیا سمجھتا ہے اپنے آپ کو؟ کوئی شہزادہ یا بادشاہ؟ میں تو کروں گی برائی، ہر وقت کروں گی!"

زاویار کے باہر جانے کے بعد وہ ایک نظر اپنے کام کو دیکتی ہے اف ابھی کتنا سارا کام رہتا ہے ذرہ رحم نہیں اتا اس ادمی کو میرے پر۔

محسن کمرے میں داخل ہوا، ہاتھ میں چائے کا کپ لیے۔ "مس حالہ، آپ کی چائے۔"

حالہ نے تھکی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ چائے کا کپ پکڑا اور دھیمے لہجے میں کہا، "شکریہ، محسن۔"

چائے کا کپ میز پر رکھتے ہوئے حالہ نے اپنی کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی اور آنکھیں بند کر کے ایک لمحے کے لیے گہری سانس لی۔ دل ہی دل میں خود کو کوستی ہوئی بولی، "حالہ، تم نے آج واقعی حد کر دی۔"

محسن واپس جانے کے لیے مڑا ہی تھا کہ حالہ نے اچانک آنکھیں کھول کر کہا" بسکٹس ہیں؟"

محسن حیرانی سے رک گیا۔ "جی؟"

حالہ نے چائے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "بسکٹس؟ چائے کے ساتھ بسکٹ لانا تو عام سی بات ہے، ہے نا؟"

محسن نے کنفیوز ہو کر جواب دیا "جی... جی، ہیں، کینٹین میں ہوں گے۔"

حالہ نے لاپرواہی سے کہا "تو پھر لے آؤ، خالی چائے پیوں میں؟"

محسن ایک لمحے کے لیے خاموش کھڑا رہا، جیسے اپنے کانوں پر یقین نہ آرہا ہو۔ پھر آہستہ سے سر ہلایا اور پلٹ کر جانے لگا۔ دروازے تک پہنچ کر وہ ایک لمحے کے لیے رکا، مڑ کر حالہ کو دیکھا اور بولا، "اور کچھ چاہیے مس حالہ؟"

حالہ نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے آرام سے جواب دیا، "نہیں، بس بسکٹس کافی ہیں۔"

محسن خاموشی سے باہر نکل گیا، دل میں شاید حالہ کی فرمائشوں پر حیران ہوتا ہوا۔ کچھ دیر بعد، محسن تیزی سے بسکٹ کا پیکٹ پکڑے حالہ کے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا کہ راستے میں زاویار کو دیکھ کر رک گیا زاویار کی نظر فوراً محسن کے ہاتھ میں پکڑے بسکٹ کے پیکٹ پر گئی۔

"کہاں جا رہے ہو؟" زاویار نے سنجیدگی سے پوچھا۔

محسن تھوڑا گھبرا گیا اور پیکٹ کو تھوڑا اوپر کر کے دکھاتے ہوئے بولا،

"یہ... یہ بسکٹ لے کر مس حالہ کے کمرے میں جا رہا ہوں۔"

زاویار نے ایک لمحے کے لیے پیکٹ کو غور سے دیکھا، پھر محسن کو، اور پھر دوبارہ بسکٹ کو۔ اس کی نظریں گہری سنجیدگی لیے ہوئے تھیں، چہرے پر ایک سخت غصہ ایا۔

"کیا؟" زاویار نے آخر کار کہا، جیسے اسے یقین نہ آیا ہو۔

محسن نے جلدی سے وضاحت کی، "سر، وہ... مس حالہ نے کہا تھا کہ بسکٹ لے کر آؤ، اس لیے..." زاویار کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے حیرانی چمکی، پھر اس نے ایک لمبی گہری سانس لی اور سر جھٹکتے ہوئے کہا،

"اف... یہ لڑکی کیا چیز ہے؟۔۔۔۔ جاؤ، دے آؤ اسے۔"

محسن نے سر ہلایا اور آگے بڑھنے ہی والا تھا کہ زاویار نے دوبارہ اسے روک لیا، "اور ہاں، بسکٹ دے کر سیدھے میرے کمرے میں آنا۔ مجھے تم سے کچھ کام ہے۔"

☆☆✦☆☆☆

ڈائننگ ٹیبل پر مہرین سلطان خاموشی سے ناشتہ کر رہی تھیں کہ فراز سلطان آ گئے۔ کرسی کھینچ کر بیٹھے، ایک نظر مہرین کو دیکھا اور موبائل میں مصروف ہو گئے۔

"زارا سے آج میں خود بات کروں گی، اور کل وہ لڑکا بھی اسے دیکھنے آ رہا ہے۔" مہرین نے سکون سے کہا۔

فراز سلطان نے موبائل نیچے رکھا "جب کرنی اپنی ہی ہے تو پھر بات کرنے کا فائدہ؟ زارا نے منع بھی کر دیا، پھر بھی تم زبردستی ہی کرو گی"

"اچھا رشتہ ہے، میں منا لوں گی۔ وہ میری بیٹی ہے، مجھے پتہ ہے اس کے لیے کیا بہتر ہے۔"

فراز سلطان نے سنجیدگی سے کہا "پہلے زاویار کی شادی کرو، وہ کینیڈا جا رہا ہے۔"

"میں نے اس کے لیے لڑکی پسند کرلی ہے۔" مہرین مسکرا کر بولیں

فراز چونک گئے "کون؟"

"مہرین نے مسکراتے ہوئے کہا" ہمارے پڑوس میں رہتی ہے، حالہ نام ہے۔ زاویار کے آفس میں بھی کام کرتی ہے بہت پیاری ہے۔ پہلی نظر میں ہی میرے دل کو بھا گئی تھی۔ میں نے اسی وقت سوچ لیا تھا کہ یہ زاویار کے لیے بہترین ہو گی"

فراز نے الجھن سے پوچھا" میں تو کبھی نہیں ملا اس سے۔"

"میں تو ملی ہوں۔ اگر آپ کہیں تو زاویار کی بات کرنے چلتے ہیں؟" مہرین نے اطمینان سے جواب دیا۔

فراز سلطان نے سوچتے ہوئے کہا" پہلے جان تو لو کہ وہ لڑکی ہے کون اور کیسی؟"

مہرین نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا "زاویار اسے جانتا ہے۔ وہ اس کے آفس میں کام کرتی ہے، اور اب تو میں بھی جان گئی ہوں۔ جب مجھے اچھی لگی ہے، تو آپ کو بھی اچھی لگ جائے گی۔"

انہوں نے گہری نظر سے مہرین کو دیکھا، "زاویار سے پوچھے بغیر ہم کیسے چلے جائیں؟ تم ہمیشہ ہمارے بچوں کی مرضی کے بغیر فیصلے کیوں کرتی ہو؟"

"زاویار کو ویسے بھی کسی لڑکی میں دلچسپی نہیں۔ اس نے خود کہا ہے کہ جو لڑکی میں اس کے لیے پسند کروں، وہ مان جائے گا۔ پھر اس میں کیا مسئلہ ہے؟"

انہوں نے کچھ لمحے خاموشی سے مہرین کو دیکھا، جیسے اس کی باتوں کو سمجھنے کی کوشش کر رہے ہوں۔ "اور کب جانا ہے؟"

"جب آپ کہیں۔ کل ہی چلتے ہیں۔"

فراز سلطان نے سر ہلایا، "صحیح ہے، لیکن یاد رکھو، صرف دیکھنے جائیں گے۔ زاویار سے پوچھے بغیر کوئی فیصلہ نہیں ہوگا۔"

مہرین نے خوشی سے کہا "مجھے یقین ہے وہ لڑکی بہت اچھی ہے۔"

فراز سلطان نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ طنز کیا "اگر وہ تمہاری طرح ہوئی، تو میرے گھر کی بہو نہیں بنے گی۔"

اسی لمحے شاہمیر کمرے سے نکلا، بے نیازی سے قدم اٹھاتا ان کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ "آج بڑے دن بعد آپ دونوں کو یوں بات کرتے دیکھ رہا ہوں، خیریت؟" اس نے ہلکا سا طنز کیا۔

مہرین نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے کہا، "شاہمیر، تم بھی ملے تھے اس لڑکی سے، بتاؤ اپنے ڈیڈ کو کیسی لگی؟"

شاہمیر نے الجھ کر پوچھا، "کون لڑکی، ممی؟"

"حالہ، یار!"

حالہ کا نام سنتے ہی شاہمیر کے چہرے پر ایک خاص چمک آگئی، لبوں پر مسکراہٹ کھیل گئی۔ "وہ؟ وہ تو بہت اچھی ہے، باتیں بھی زبردست کرتی ہے، پیاری بھی بہت زیادہ ہے، اور..."

"بس! دیکھ لیا، شاہمیر کو بھی پسند آئی۔ اب تو رشتے کے لیے چلتے ہیں!" مہرین نے خوشی سے بات کاٹ دی۔

شاہمیر چونک گیا۔ یہ میرے رشتے کی بات کر رہے ہیں؟

فراز سلطان کرسی چھوڑ کر کھڑے ہو گئے، "کچھ نہیں ہو سکتا تمہارا۔ خیر، کل چلیں گے۔"

وہ کمرے سے نکل گئے، مہرین بھی مسکراتے ہوئے چائے کا کپ اٹھا کر چلی گئیں۔

شاہمیر کرسی پر ساکت رہ گیا۔اس کے چہرے پر خوشی اور حیرت کا امتزاج تھا۔"کیا واقعی حالہ کے لیے میرے رشتے کی بات ہو رہی ہے؟" وہ زیر لب بولا، دل میں ایک امید جاگی، مگر اسے معلوم نہیں تھا کہ حقیقت اس کے خیالوں سے بہت مختلف تھی۔

☆☆✦☆☆☆

حالہ اپنے کیبن میں بیٹھی ہوئی تھی۔اس نے چائے کا کپ خالی کیا اور میز پر رکھ کر گہری سانس لی۔زاویار کی طنزیہ باتیں ابھی بھی اس کے دماغ میں

گونج رہی تھیں، لیکن اس نے خود کو کام پر توجہ دینے کے لیے مجبور کیا۔

لیپ ٹاپ کھول کر وہ ایک فائل پر کام شروع کر چکی تھی کہ اچانک محسن دروازے پر دستک دیتا ہوا اندر آیا۔

"جی؟" حالہ نے سر اٹھا کر پوچھا، جیسے پہلے ہی تنگ ہو۔

"مس حالہ، زاویار سر نے آپ کو فوراً اپنے آفس میں بلایا ہے۔"

"اب کیا ہوا؟" حالہ زیرِ لب بڑبڑائی اور زبردستی خود کو پرسکون رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کھڑی ہو گئی۔ زاویار کے آفس کے دروازے تک پہنچتے ہی اس نے گہری سانس لی اور دروازہ کھولا۔ وہ ہمیشہ کی طرح سنجیدگی کے ساتھ اپنی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔

"آپ نے بلایا؟" حالہ نے بیزاری سے پوچھا۔

"جی، آئیں۔ یہ سب فائلز آپ کو مکمل کرنی ہیں۔" زاویار نے میز پر ایک بڑا ڈھیر حالہ کی طرف بڑھا دیا۔ حالہ کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

"یہ سب؟" اس نے بے یقینی سے پوچھا۔

"جی، یہ سب۔ ڈیڈلائن آج شام کی ہے۔ آپ کام مکمل کریں، اور ہاں، غلطی نہ ہو۔" زاویار نے سخت لہجے میں کہا اور دوبارہ اپنی اسکرین کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ ٹیبل کے قریب ائی اور ساری فائلز کو اپنے ہاتھوں میں اٹھایا۔ حالہ کے اندر غصے کی لہر اٹھی۔ اس نے فائلز کی طرف دیکھا اور دل ہی دل میں زاویار کو برا بھلا کہنے لگی۔ "یہ ہر بار میرے ساتھ ہی کیوں؟ سب کو کم کام دیتے ہیں اور مجھے یہ پہاڑ جتنا کام؟"

حالہ نے غصے سے تمام فائلز زاویار کے سامنے زور سے میز پر پٹخ دیں۔

"یہ کیا مذاق ہے؟اپ نے مجھے پاگل سمجھا ہوا ہے؟" وہ زور سے چلائی۔

زاویار چونک کر سیدھا ہو بیٹھا، لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا، حالہ نے فائلز اس کے چہرے پر اچھال دیں۔

فائلز ادھر ادھر بکھر گئیں، اور حالہ غصے سے میز کے قریب آ کر چیخنے لگی۔

"سب کو آرام دہ کام دیتے ہیں، اور مجھے ہمیشہ بوجھ؟ آپ سمجھتے کیا ہیں خود کو؟"

زاویار بھی غصے سے کھڑا ہو گیا۔ "مس حالہ، حد میں رہیں!"

"حد؟ آپ کو تو بس کام کا بہانہ چاہیے۔ میں یہ سب نہیں کروں گی!"

"مس حالہ!" زاویار کی آواز پر حالہ چونک گئی۔ وہ اپنی جگہ پر کھڑی تھی، ہاتھ میں فائلز لیے، اور دماغ میں یہ سب خیالی منظر چل رہا تھا۔

"جی؟" وہ ہڑبڑا کر بولی۔

"سب ٹھیک ہے؟" زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی۔

"جی، سب ٹھیک ہے۔" حالہ نے جلدی سے فائلز کو مضبوطی سے تھام لیا اور آفس سے نکلنے کے لیے مڑ گئی۔ باہر نکلتے ہوئے اس نے خود کو کوسا۔

"پاگل ہو گئی ہوں کیا؟ یہ سب کرنے کی صرف ہمت کی بات نہیں، نوکری بھی جانی تھی۔" لیکن دل ہی دل میں وہ اب بھی زاویار پر غصہ نکالنے کی خواہش سے بھرپور تھی۔

☆☆☆✦☆☆

زارا تھکی ہاری یونیورسٹی سے گھر پہنچی، بیگ کندھے سے اتار کر صوفے کے پاس رکھا اور گہری سانس لی، "سبیرہ، کھانا لگا دو، بہت بھوک لگی ہے۔"

سامنے مہرین سلطان ڈیزائنر کپڑوں میں ملبوس فون دیکھ رہی تھیں۔ زارا نے ایک نظر ماں پر ڈالی اور فوراً نظریں ہٹا لیں، جیسے کوئی ناخوشگوار بات یاد آگئی ہو۔

مہرین نے سرسری نگاہ ڈالی، "آگئی تم؟"

زارا خشک لہجے میں بولی، "جی، اور ہاں، میں جانتی ہوں، آپ میرے حلیے پر کچھ کہنے والی ہیں۔"

مہرین نے ہلکی مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا، "سوچا تو تم نے ٹھیک ہے، لیکن آج کچھ اور کہنا ہے۔"

زارا چونک گئی، "کیا؟"

مہرین نے پاس بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ زارا خاموشی سے قریب آ بیٹھی۔

"میں نے تمہارے لیے ایک رشتہ دیکھا ہے۔ کل وہ لوگ آئے بھی تھے، لیکن تم یونیورسٹی میں تھیں۔"

زارا ششدر رہ گئی، "رشتہ؟" مہرین نے سکون سے کہا، "ہاں، اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟ شادی تو کرنی ہی ہے، اور اچھا رشتہ دیکھنا میرا فرض تھا۔" زارا کو لگا جیسے زمین کھسک گئی ہو۔ "ممی، میری پڑھائی ابھی مکمل نہیں ہوئی! آپ مجھ سے پوچھے بغیر کیسے فیصلہ کر سکتی ہیں؟" اس کی آواز میں بے بسی تھی۔

مہرین نے نرمی سے جواب دیا، "ابھی صرف منگنی ہو گی، شادی بعد میں دیکھیں گے۔"

"منگنی بھی ڈسٹرکشن ہو گی، ممی۔ مجھے ابھی صرف پڑھائی اور جاب پر فوکس کرنا ہے، میں بھائی کی طرح ایک اچھی آرکیٹیکٹ بننا چاہتی ہوں۔"

مہرین نے بے نیازی سے کہا، "جاب کی ضرورت نہیں، تمہاری پڑھائی کافی ہے۔ اس کے بعد شادی ہو گی، بس۔"

زارا نے گہری سانس لے کر کہا "مجھے اپنی زندگی کے فیصلے خود کرنے ہیں، اور پہلے اپنی تعلیم مکمل کرنی ہے۔"

مہرین نے نرمی سے پوچھا "کیا تم کسی کو پسند کرتی ہو؟"

"نہیں ممی، ایسا کچھ نہیں!" زارا نے فوراً انکار کیا۔

"تمہارا انکار ہی کچھ اور کہہ رہا ہے۔"

"نہیں، بس پڑھائی پر فوکس کرنا چاہتی ہوں۔"

مہرین نے نرمی سے کہا "کل وہ لوگ آ رہے ہیں، بس ایک بار ان سے مل لو۔"

زارا نے بے بسی سے سر جھکا لیا "ٹھیک ہے، لیکن جب تک تعلیم مکمل نہ ہو، کوئی منگنی یا شادی نہیں۔"

مہرین نے سر ہلایا "فی الحال، صرف ملاقات۔"

زارا نے اپنا بیگ اٹھایا، خاموشی سے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ اس کی آنکھیں بھری ہوئی تھیں، جیسے ہی وہ کمرے کی طرف بھری فوراً ایک انکھ سے انسو نیچے گرا۔ وہ چاہ کر بھی اپنی ماں کو منع نہیں کر پا رہی تھی۔ اور اس کی ماں اس کی خواہش کو نہیں سمجھ رہی تھی۔

☆☆✦☆☆☆

افس میں رات کے نو بجے سنّاٹا تھا۔ حالہ اکیلی کام میں مصروف تھی، جب کہ باقی سب جا چکے تھے۔ زاویار کوٹ کندھے پر ڈالے اور گاڑی کی چابی گھماتے باہر آیا۔ حالہ کو دیکھ کر مسکرایا۔ "اوہ، ابھی تک نہیں گئیں؟" اس نے طنزیہ کہا۔

حالہ نے غصے سے گھورا، "اتنا کام دیا ہے، گھر کیسے جا سکتی ہوں؟ بیمار ہونا جیسے جرم ہو گیا ہو! بس کریں، نہیں ہو رہا مجھ سے!"

زاویار نے اپنی بے پروائی سے کہا "وہ تو آپ کو کرنا ہو گا۔ مس حالہ، اب کل کے کام کے لیے بھی تیار رہیں۔"

حالہ کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا۔ وہ دوبارہ نظریں نیچے کر کے اپنے کام میں متوجہ ہو گی زاویار نے ایک نظر اسے خاموشی سے دیکھا پھر بولا "چلیں، اب گھر جائیں، کیا افس میں اکیلی رہیں گی؟" زاویار نے کہا۔

"یہ کام چھوڑ کر جاؤں؟ اتنا سارا جو آپ نے کام دے دیا، اس کا کیا کروں؟" حالہ نے جواب دیا۔

"تو، یعنی آج آپ کا یہاں رکنے کا ارادہ ہے؟"

"اور کیا کروں؟ آپ کو سوچنا چاہیے کہ ایک لڑکی کو اتنا سارا کام دے دیا ہے۔ کیسے میں اس کام کو چھوڑ کر گھر جا سکتی ہوں؟" حالہ نے غصے سے کہا۔

"سب چلے گئے ہیں، اور میں بھی جا رہا ہوں۔ اگر آپ ادھر اکیلی رہنا چاہتی ہیں تو اوکے۔" یہ کہہ کر وہ پلٹ گیا اور ایک ملازم کو اپنی طرف بلانے لگا۔

حالہ نے ایک نظر غصے سے اسے دیکھا اور پھر دوبارہ لیپ ٹاپ میں تیز تیز کچھ ٹائپ کرنے لگی۔

"میں جا رہا ہوں۔ آپ بھی افس کے دروازے بند کر کے لاک کر کے چلی جایئے گا۔" زاویار نے ایک ملازمہ کو کہا۔ حالہ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ

گئیں۔ وہ ایک دم اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ "جی؟ دروازے لاک؟ میں ابھی ادھر ہی ہوں!"

"آپ اپنی مرضی سے رک رہی ہیں۔ آپ نے خود کہا کہ آپ ادھر پوری رات بیٹھ کر کام کریں گی۔ میرے جانے کے بعد افس لاک ہو جاتا ہے۔"

حالہ اپنی کرسی سے اٹھتی ہے اور جلدی جلدی چیزیں سمیٹنے لگتی ہے۔ زاویار کے چہرے پر ایک مسکراہٹ آ جاتی ہے۔

"تو آپ نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ دروازہ لاک ہو جائے گا۔۔۔" وہ غصے سے سر دائیں بائیں ہلاتے ہوئے چیزیں سمیٹ رہی تھی۔

"نہیں نہیں، بیٹھی رہیں مس حالہ۔ ابھی آپ نے کہا تھا کہ آپ بیٹھ کر کام کرنا چاہتی ہیں؟" وہ طنزیہ لہجے میں بولا، حالانکہ حالہ غصے سے اسے دیکھتے

ہوئے سامان اٹھا کر اس کے سامنے سے گزر رہی تھی۔ "رات بہت ہو گئی

ہے، میں ڈراپ کر دیتا ہوں۔"

حالہ غصے سے پیچھے پلٹی۔ "کوئی ضرورت نہیں، میں چلی جاؤں گی سر۔"

"اتنی ادھی رات کو اکیلی؟" زاویار نے پوچھا۔

"جی، یہ آپ کو کام زیادہ دینے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا۔"

"سوچ لیں، رات کو بھیڑیے ہوتے ہیں۔"

"اب نو بجے کون سے بھیڑیے ہوں گے؟" حالہ چڑھ کر بولی۔

"میں انسانی بھیڑیوں کی بات کر رہا ہوں، مس حالہ"

وہ دو منٹ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی، پھر بولی، "کوئی نہیں ہو گا، آپ مجھے ڈرائیں نہیں، اور مجھے آپ کے ساتھ نہیں جانا۔ میں خود چلی جاؤں گی۔"

"میں کون سا ضد کر رہا ہوں کہ میرے ساتھ چلیں؟ اپ جانا چاہتی ہیں تو چلی جائیں، جو ہو گا آپ کے ساتھ ہو گا۔ میں نے تو صرف اس لیے پوچھا کیونکہ رات کو اکیلی لڑکی کا جانا ٹھیک نہیں، سیف نہیں ہے۔۔۔ اور اگر ابھی بھی آپ میرے ساتھ جانا چاہتی ہیں تو۔۔۔"

"مجھے نہیں جانا، زاویار سر، آپ کے ساتھ شکریہ۔" کہہ کر حالہ غصے سے پلٹ گئی۔

رات کے دس بجنے کو تھے۔ سڑک پر گہری خاموشی چھائی تھی، درختوں کی لمبی شاخیں ہوا کے ساتھ ہل رہی تھیں، اور ان کے سائے زمین پر عجیب

شکلیں بنا رہے تھے۔ مدھم چاندنی میں بھی ایک انجانا خوف محسوس ہو رہا تھا۔

حالہ نپے تلے قدموں سے چل رہی تھی، مگر دل کی دھڑکن بے ترتیب تھی۔ زاویار کی باتیں دماغ میں گونج رہی تھیں— "رات کو انسانی بھیڑیے ہوتے ہیں۔۔۔" وہ خود کو سمجھانے لگی کہ یہ محض وہم ہے، مگر قدموں کی رفتار خود بخود تیز ہو گئی۔

ہوا میں یکدم ٹھنڈک بڑھ گئی۔ ایک جھونکا اس کے چہرے کو چھو کر گزرا، اور رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اس نے رک کر پیچھے دیکھا— سڑک سنسان تھی، مگر دل میں عجیب سا خوف بسا تھا۔ "کچھ نہیں ہے، حالہ۔۔۔ یہ تمہارا وہم ہے۔۔۔" وہ سر جھٹک کر آگے بڑھ گئی۔

چاند کی روشنی اور مدھم پڑ گئی، سڑک کی تاریکی گہری ہو رہی تھی۔ ہر قدم کے ساتھ ایسا محسوس ہونے لگا جیسے کوئی پیچھے آ رہا ہو۔ سانسیں بے ترتیب ہونے لگیں، ماحول کی سنسناہٹ اور دھڑکنیں ایک دوسرے میں گونجنے لگیں۔

اچانک، ایک تیز آواز نے سناٹے کو چیر دیا۔ ایک موٹر بائیک اس کے سامنے آ کر رکی، اور دو آدمی اترے۔

اف! جس چیز کا خطرہ تھا، وہی ہو گیا۔

ان کے چہرے کسی بھیانک خواب کی مانند تھے — آنکھوں میں درندگی، ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ، انداز ایسا جیسے اپنے شکار کو قابو میں کرنے والا ہو۔

حالہ پیچھے ہٹنے لگی، مگر قدم زمین پر جیسے جم گئے۔ خوف اس کی سانسوں کو روکنے لگا تھا۔ "کہاں جارہی ہو، گڑیا؟" ایک آدمی نے اپنے موٹے، بھاری لہجے میں کہااور آگے بڑھا۔

"اؤ ہمارے ساتھ چلو" دوسرے نے زور سے قہقہہ لگایا،اس کی آواز گلی کی دیواروں سے ٹکرا کر گونج اٹھی۔

حالہ پیچھے ہٹنے لگی، مگر قدم جیسے زمین سے چپک گئے۔ خوف نے اس کی سانسیں روک دیں۔

"کہاں جارہی ہو، گڑیا؟" بھاری آواز میں ایک آدمی بولااور آگے بڑھا۔

"اؤ، ہمارے ساتھ چلو!" دوسرے نے قہقہہ لگایا،اس کی آواز گلی میں گونج گئی۔

حالہ نے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی، مگر ایک نے جھپٹ کر اس کا بازو پکڑ لیا۔ گرفت اتنی سخت تھی کہ لگا ہڈی ٹوٹ جائے گی۔

"چھوڑو مجھے!" حالہ چیخی، مگر وہ درندے ہنسنے لگے۔

"چھوڑنا ہوتا تو یوں روکتے کیوں؟" دوسرا آدمی اس کے قریب جھکا، اس کی گرم سانسیں حالہ کے چہرے پر زہر کی مانند لگیں۔

حالہ کا دل زور سے دھڑکنے لگا، نظریں مدد کے لیے بھٹکیں، مگر چاروں طرف سناٹا تھا۔

"چپ چاپ ساتھ چلو!" ایک نے دھمکی دی اور اس کا پرس چھیننے لگا۔

حالہ نے پوری طاقت سے چیخ کر کہا "پلیز، مجھے جانے دو!"

مگر وہ باز نہ آئے۔

"چپ رہو، ورنہ۔۔۔" ایک نے اس کا چہرہ اپنی طرف موڑ کر سرگوشی کی۔

اسی لمحے حالہ کے اندر ایک چنگاری جاگ اٹھی——زندہ رہنے کی خواہش۔

اس نے ایڑی پوری طاقت سے آدمی کے پیر پر ماری۔ وہ درد سے چیخا، اور حالہ نے خود کو جھٹک کر آزاد کرنے کی کوشش کی۔

لیکن دوسرے آدمی نے برق رفتاری سے اس کے بالوں کو اپنی مٹھی میں لے کر اسے پیچھے کیا اور گردن سے دبوچتے ہوئے غرایا "اب تم نے اپنی موت کو دعوت دے دی ہے!"

حالہ کی سانسیں گھٹنے لگیں، وہ فوراً زمین پہ گر گئی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا، مگر اس کے ہاتھوں نے بے اختیار کچھ تلاش کیا۔ اس کی انگلیاں زمین پر گرے ایک پتھر تک پہنچ گئیں۔ اس نے پورے زور سے وہ پتھر

اس آدمی کے ماتھے پر دے مارا۔ اس ادمی نے ایک دم اپنے ہاتھ اس کی گردن سے ہٹائے وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹ گیا۔ حالہ نے اپنی زندگی کی آخری ہمت اکٹھا کرتے ہوئے بھاگنے کی کوشش کی، لیکن دوسرے آدمی نے دوبارہ اس کا بازو پکڑ لیا۔

"آسانی سے نہیں چھوڑیں گے !" اس نے غصے سے کہا اور حالہ کو زمین پر گرادیا۔

پھر اچانک ایک تیز روشنی قریب آتی نظر آئی۔ حالہ نے مڑ کر دیکھا، جب ایک بڑی گاڑی کا دروازہ دھڑام سے کھلا۔ روشنی کے حصار میں زاویار نمودار ہوا، اس کی نظریں آگ برسا رہی تھیں اور قدم مضبوطی سے زمین پر گونج رہے تھے۔ "اس کا ہاتھ چھوڑو!" زاویار کی گرجدار آواز گلی میں گونجی، جیسے خاموشی کو چیر کر رکھ دیا ہو۔

آدمیوں نے لمحے بھر کے لیے حیرت سے زاویار کو دیکھا، پھر ایک نے

طنزیہ ہنسی کے ساتھ کہا۔ "اور اگر نہ چھوڑیں تو کیا کرے گا؟"

زاویار نے ان کی بات کا جواب دیے بغیر حالہ کی طرف قدم

بڑھایا، آدمیوں نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا، مگر ان کے چہروں پر

اب بھی شیطانی مسکراہٹ تھی۔

"تو کون ہے اس کا؟" ایک نے طنزیہ انداز میں کہا، "یہ ہماری ہے، اور ہم

اسے لے کر ہی جائیں گے!"

حالہ نے زاویار کی طرف بے بسی سے دیکھا اور لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"سر... زاویار... پلیز!"

زاویار نے آگے بڑھ کر ایک جھٹکے سے حالہ کو کھینچتے ہوئے اپنے پیچھے کر لیا۔

اس کی گرفت مضبوط اور حفاظتی تھی اور اس کے ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑ

کر اس کے سامنے ڈھال بن گیا۔ حالہ نے اپنے آپ کو زاویار کے پیچھے محفوظ محسوس کیا۔

آدمیوں میں سے ایک نے ہنس کر کہا "یہ تیرے پیچھے چھپنے سے بچ جائے گی؟"

زاویار نے حالہ کی طرف ایک نظر ڈالی اور سرگوشی کی "ڈرو نہیں، تم پیچھے ہی رہو۔"

"اب بات کرتے ہیں" زاویار نے سرد لہجے میں کہا، اس کی نظریں ان دونوں آدمیوں پر جمی تھیں۔ پہلا آدمی تیزی سے زاویار کی طرف بڑھا، لیکن زاویار نے اپنی گرفت مضبوط رکھی اور اپنے آزاد ہاتھ سے ایسا زوردار وار کیا کہ آدمی لڑکھڑا کر پیچھے جا گرا۔

دوسرے ادمی نے زاویار کی طرف بڑھنے کی کوشش کی، مگر زاویار نے اپنی جگہ مضبوطی سے قائم رکھتے ہوئے بولا۔

"ایک قدم اور بڑھایا، تو نتائج کے لیے تیار رہنا۔"

دوسرا آدمی جھٹ سے بولا "ہم اسے لے کر ہی جائیں گے۔ تم بیچ میں آنے والے کون ہو؟"

اور وہ تیزی سے زاویار کی طرف ایااور زاویار نے اپنی جیب سے فوراً ایک چمکتی ہوئی چھری نکالی۔"اب اگر ایک بھی قدم اگے ائے یااس لڑکی کو چھواتو یہیں پہ تم لوگوں کے گلے کاٹ دوں گا"

دوسرا آدمی ٹھٹک گیا، لیکن اس کی ہمت جواب نہیں دی۔ وہ ایک لمحے کے لیے اپنی جگہ پر رک گیا، جیسے اس کے دماغ میں کئی خیالات چل رہے ہوں۔

اور اسی لمحے پولیس کی گاڑی کی آواز سنائی دی۔

دونوں آدمی خوفزدہ ہو کر موقع سے بھاگ گئے۔ زاویار نے ان کے پیچھے ایک نظر ڈالی، پھر حالہ کی طرف مڑا۔ وہ زمین پر بیٹھی زار و قطار رو رہی تھی۔

مس حالہ... "زاویار نے دھیمے لہجے میں کہا۔

مگر وہ بدستور روتی رہی۔ زاویار نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"آئیں، ہاتھ پکڑیں اور کھڑی ہو جائیں۔" اس نے نرمی سے کہا" وہ لوگ چلے گئے ہیں اب اپ محفوظ ہیں میں نے بچا لیا ہے اپ کو"

حالہ نے ایک لمحے کے لیے اس کی طرف دیکھا، اس کے آنسوؤں سے بھرا چہرہ خوف اور شکوے کا امتزاج تھا۔" اپ اگر مجھے زیادہ کام نہ دیتے

تو۔۔۔" اس نے غصے سے بولنا شروع کیا مگر زاویار نے اس کی بات کاٹتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "آئیں، کھڑی ہو جائیں۔ ابھی بحث کا وقت نہیں ہے۔"

حالہ نے ہچکچاتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ اس کی آنکھوں میں ابھی بھی خوف تھا، لیکن زاویار کی موجودگی نے اسے کچھ سکون دیا۔ زاویار نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھڑا کیا۔

"آپ یہاں کیسے آئے؟" حالہ نے پوچھا۔

"مجھے معلوم تھا یہ سب ہو گا، اس لیے آپ کے پیچھے آیا۔ اس راستے پر ایسے واقعات عام ہیں، مگر آپ نے میری تھوڑی سننی تھی؟ بولا تھا میں نے آپ کو کہ میں ڈراپ کر دیتا ہوں انسانی بھیڑیے موجود ہوتے ہیں اس وقت"

حالہ نے غصے اور بے بسی سے کہا" یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا! اگر آپ نے زیادہ کام نہ دیا ہوتا تو میں وقت پر نکل جاتی!"

زاویار نے نظرانداز کرتے ہوئے گاڑی کا دروازہ کھولا "آئیں، گاڑی میں بیٹھیں، یا اب بھی اکیلے جانا ہے؟"

حالہ ایک لمحے کو رکی، پھر تیزی سے گاڑی کی طرف بڑھی۔ زاویار نے اسے دیکھ کر ہلکی مسکراہٹ دی، مگر فوراً چہرہ سنجیدہ کر لیا۔

گاڑی خاموشی سے سڑک پر دوڑ رہی تھی، مگر اندر تناؤ بھرا ماحول تھا۔ حالہ سسکیاں لے رہی تھی، جبکہ زاویار خاموشی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ بالآخر اس نے ایک نظر حالہ پر ڈالی، "اب کیوں رو رہی ہیں؟"

حالہ نے غصے اور دکھ سے کہا "میرے ساتھ اتنا کچھ ہو گیا، اور میں نہ روؤں؟"

زاویار طنزیہ بولا" یہ سب آپ کی اپنی غلطی ہے۔ میں نے کہا تھا رات کو اکیلے نہ جائیں، مگر آپ کو تو ہیروئن بننا تھا نا؟

حالہ نے حیرانی اور غصے کے امتزاج کے ساتھ اس کی طرف دیکھا" اپنی غلطی کی وجہ سے؟"

زاویار نے ایک سنجیدہ لہجے میں جواب دیا" جی ہاں، میں نے کہا تھا کہ میرے ساتھ چل لیں، مگر آپ اکیلے جانا چاہتی تھیں۔" حالہ کا غصہ مزید بڑھ گیا۔ وہ سخت نگاہوں سے اسے گھورنے لگی مگر کچھ نہیں بولی۔ زاویار نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد دوبارہ بات شروع کی۔

"آپ روز اکیلی آتی جاتی ہیں؟"

حالہ نے سرد لہجے میں جواب دیا

"جی... ٹیکسی پر۔"

"اور جب ٹیکسی نہ ملے؟" زاویار نے استفسار کیا۔

"تو پیدل۔" حالہ نے مختصر جواب دیا۔ پھر دونوں کے درمیان تھوڑی خاموشی ہوئی تو حالہ نے دوبارہ بولا۔

"ویسے زیادہ تر۔۔۔ پیدل ہی اتی جاتی ہوں۔۔۔ ٹیکسی پہ تو بہت ہی کم اتی ہوں"

زاویار نے ایک لمبا سانس لیا اور سنجیدگی سے کہا" کوئی ڈرائیور رکھ لیں... گھر سے تو اچھے امیر گھرانے کی لگتی ہیں۔"

حالہ نے دھیمی آواز میں جواب دیا" اتنے پیسے نہیں ہیں، صرف گھر ہے۔ ابو کے بزنس میں نقصان ہو گیا ہے، حالات پہلے جیسے نہیں رہے۔۔۔ یہ گھر بھی ہمارا نہیں ہے حالات تو بہت ہی برے ہوتے جا رہے ہیں اور۔۔۔"

کل آپ کو میرا ڈرائیور لینے آئے گا۔"زاویار نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے سیدھے کہا۔اس نے اس کی پوری بات نہیں سنی نہ ہی وہ سننا چاہتا تھا۔

حالہ نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا

"جی سر؟ڈرائیور؟"

زاویار نے سنجیدگی برقرار رکھتے ہوئے جواب دیا"ہاں،آج جو ہوا ہے، دوبارہ نہ ہو،اس لیے میرا دوسرا ڈرائیور آپ کو لینے آئے گا۔"

حالہ نے جلدی سے کہا"سر، مگر میں پیسے کیسے دوں گی؟میں نے کہا نا،گھر کے حالات ٹھیک نہیں ہیں۔"زاویار نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا

"میں نے آپ سے کہا کہ آپ پیسے دیں؟آپ یہ پیسے کی بات ہر بار کیوں

کرتی ہیں ؟۔۔۔ خیر، میرا اپنا ڈرائیور ہے۔ میں دیتا ہوں اسے پیسے، آپ کو دینے کی ضرورت نہیں ہے۔"

حالہ کو کچھ سمجھ نہیں آیا، وہ ہچکچاتے ہوئے بولی "سر، آپ..."

"بس کل ڈرائیور آپ کو لینے آئے گا۔"

"مگر سر، پہلے ہاسپٹل کے پیسے، اور اب یہ؟"

زاویار ہلکا سا ہنس کر بولا "میں آپ کو دن بھر کا اضافی کام دے کر پیسے پورے کر رہا ہوں۔" حالہ کا غصہ عروج پر پہنچ گیا۔ وہ اسے گھورنے لگی، جیسے زاویار کا مزاق اس کے غم کا مزید مذاق اڑا رہا ہو۔ "مذاق کر رہا ہوں۔۔۔ لیکن مجھے پیسوں کی ضرورت نہیں ہے اپ میرے افس میں کام کرتی ہیں تو یہ میرا فرض ہے کہ اپ کو ایک ڈرائیور دوں اگر اپ ایک ڈرائیور افورڈ نہیں کر سکتی تو"

وہ سوچنے لگی، کیا یہ واقعی اچھا انسان ہے یا صرف اچھا بننے کی اداکاری کر رہا ہے؟

گاڑی رات کے سناٹے میں خاموشی سے دوڑ رہی تھی۔ حالہ کھڑکی سے باہر تاریکی میں گھور رہی تھی، جبکہ زاویار سنجیدگی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

اچانک گاڑی ہلکے جھٹکے سے لرزی۔ زاویار نے اسپیڈومیٹر پر نظر دوڑائی، "یہ کیا مسئلہ ہے؟" وہ بڑبڑایا۔ گاڑی کی رفتار کم ہونے لگی۔ حالہ بے چینی سے بولی، "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

زاویار نے جواب دیے بغیر وارننگ لائٹس کو گھورا، پھر اچانک بریک لگا دی۔ حالہ جھٹکے سے آگے جھک گئی، "اوہ!"

زاویار نے غصے سے سانس لی "شیٹ! شاید بیٹری کا مسئلہ ہے۔"

"بیٹری؟" حالہ نے الجھن سے پوچھا۔

"میں نے شاہمیر کو منع کیا تھا، مگر وہ ہر بار گاڑی لے جا کر یہی حال کر دیتا ہے!" زاویار جھنجھلایا۔

"اب کیا ہو گا؟" حالہ فکر مند تھی۔

زاویار نے جواب دیے بغیر گاڑی کا دروازہ کھولا اور بونٹ چیک کرنے لگا۔

حالہ کچھ دیر گاڑی میں بیٹھی رہی، پھر بے چینی سے باہر آ گئی۔

"کیا ہوا سر؟" اس نے امید سے پوچھا۔

زاویار نے مختصر جواب دیا، "گاڑی خراب ہو گئی، اب پیدل جانا ہو گا۔ زیادہ دور نہیں۔"

"پیدل؟" حالہ نے پریشانی سے سڑک کی طرف دیکھا، "یہ تو بہت دور لگ رہا ہے!"

"چند منٹ کا راستہ ہے، آ جائیں۔" زاویار نے پر سکون لہجے میں کہا۔

حالہ نے سڑک کی طرف دیکھا، پھر زاویار کی طرف پلٹ کر کہا "چند منٹ؟ یہ تو بہت دور لگ رہا ہے، سر۔ کم از کم دس منٹ کا فاصلہ ہو گا!"

زاویار نے یہ سنتے ہی گہری سانس لی۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک نمودار ہوئی، اور ہونٹوں پر ہلکی سی طنزیہ مسکراہٹ آ گئی۔ وہ دھیرے سے بولا، "واقعی؟ مس حالہ؟"

حالہ نے زاویار کے چہرے پر طنز کی جھلک دیکھی، اور ایک لمحے کے لیے اس کا دل زور سے دھڑکا۔ اسے اندازہ ہو گیا کہ زاویار کچھ نہ کچھ ضرور سوچ رہا ہے۔ زاویار اپنا رخ سڑک کی طرف موڑتے ہوئے چلنے لگا۔

"سر! مجھے چھوڑ کر مت جائیں!" حالہ نے جلدی سے کہا اور تیزی سے اس کے پیچھے چل پڑی۔ زاویار نے قدموں کی رفتار دھیمی کی اور ہلکے طنزیہ لہجے میں کہا "مس حالہ، یہ راستہ صرف تین منٹ کا ہے۔ آپ کہہ رہی ہیں کہ

یہ دس منٹ کا ہے؟ مطلب..." وہ اچانک رک کر اس کی طرف مڑا اور غور سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا، "مطلب آپ نے مجھ سے جھوٹ بولا کہ آپ روز یہاں سے پیدل جاتی ہیں؟"

حالہ کا چہرہ ایک دم سفید پڑ گیا۔ "نہیں، سر، وہ... اصل میں..."

زاویار نے ایک نظر اس کے جھجکتے ہوئے تاثرات پر ڈالی اور مسکراتے ہوئے بولا، "اوہ، پلیز، مس حالہ! جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ نے یہ سب اس لیے کہا تاکہ میں آپ پر ترس کھا کر آپ کے لیے ڈرائیور کا بندوبست کر دوں؟ اور تاکہ آپ کا روز روز کے آنے جانے کا خرچہ بھی نہ ہو؟"

حالہ نے ہچکچاتے ہوئے کہا، "سر، میں واقعی مجبور ہوں..."

زاویار نے اس کی بات کاٹ دی۔ "اوہ پلیز... مجھے اور جھوٹ مت سنائیں۔ "اس کے لہجے میں گہری سنجیدگی تھی۔ حالہ نے اپنا سر جھکا لیا، شرمندگی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔ دل میں بڑبڑائی، اتنا چالاک کیوں ہے یہ آدمی؟

زاویار نے چلتے ہوئے اچانک کہا "میرے آگے جھوٹ کم بولا کریں، مس حالہ کیونکہ میں جھوٹ پکڑ لیتا ہوں، اور وہ بھی بہت آسانی سے۔"

حالہ نے جھجکتے ہوئے سر اٹھایا اور کہا، "سر، آپ واقعی یقین نہیں کریں گے... ہمارے مالی حالات اتنے اچھے نہیں ہیں۔ روز روز آنے جانے کا خرچہ بہت ہوتا ہے۔ امی ابو اتنا نہیں دے سکتے، اس لیے..." زاویار نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔ "بس کریں، مس حالہ مجھے ایموشنلی بلیک میل کرنے کی کوشش مت کریں۔ میں آپ کی کہانیوں سے بلیک میل نہیں

ہونے والا۔۔اور اگر اپ کو ڈرائیور کی ضرورت تھی تو مجھے ایسے ہی کہہ دیتی میں اپنا ڈرائیور اپ کے لیے بھجوا دیتا۔۔۔ جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی؟"

حالہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔ "لیکن، سر...!"

"ڈرائیور میں بھجوا دوں گا۔ میں نے ایسا نہیں کہا کہ نہیں بھجواؤں گا۔ لیکن آئندہ جھوٹ بولنے کی زحمت مت کریں۔ میں صرف اس لیے ڈرائیور کا بندوبست کر رہا ہوں کیونکہ آپ اکیلی ہوتی ہیں، رات ہو جاتی ہے، اور یہ محفوظ نہیں ہے۔ اور اب آپ میرے آفس میں کام کرتی ہیں، تو یہ میری ذمہ داری ہے۔"

حالہ نے گہری سانس لی اور خاموشی سے زاویار کے ساتھ چلنے لگی۔ ماحول میں سنجیدگی تھی، اور اس کے دل میں کشمکش۔

اچانک زاویار کا فون وائبریٹ ہوا۔ حالہ نے چونک کر اسکرین پر نظر ڈالی —— "ماہا" کا نام چمک رہا تھا۔

"اوہ... آپ کی گرل فرینڈ؟" حالہ نے شرارت سے کہا۔

زاویار نے اسے گھورا، پھر فون کی طرف دیکھا اور کال کٹ کر دی۔

چند لمحے خاموشی رہی، مگر حالہ کب چپ رہتی؟ "کتنے سال ہو گئے آپ دونوں کو؟"

زاویار رک کر اسے دیکھنے لگا۔ "کیا مطلب؟"

حالہ ہنسی دباتے ہوئے بولی، "ظاہر ہے، کوئی تو ہو گی جو آپ کو ہینڈل کرتی ہو؟"

زاویار نے سرد لہجے میں کہا، "گرل فرینڈ نہیں ہے وہ میری۔"

حالہ نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں۔ "سچ؟ تو پھر... کوئی خاص؟"

زاویار نے آنکھیں سکیڑ کر گھورا، "جو بھی ہے، وہ میرے لیے ہے، آپ کے لیے نہیں۔"

حالہ نے کندھے اچکائے۔ "ویسے، آپ جیسے بورنگ اور سخت مزاج شخص کو کون برداشت کرے گا؟"

زاویار نے مسکرا کر کہا، "جو آپ سوچنا چاہتی ہیں، سوچیں، مجھے پروا نہیں۔"

حالہ ہنس کر بولی "آپ کو پرواہونی بھی نہیں چاہیے، سر۔ لیکن سچ بتاؤں، مجھے حیرت ہے کہ کوئی آپ کو برداشت کر سکتا ہے!" اس کے لہجے کی

شوخی سن کر زاویار نے گہری اور سخت نظروں سے اسے دیکھا۔اس کی ہنسی فوراً غائب ہو گئی،اور وہ جھینپتے ہوئے سر جھکا گئی۔

دل ہی دل میں خود کو کوستی ہوئی سوچنے لگی،"کیوں اپنی نوکری چھڑوانے کے پیچھے پڑی ہوئی ہو، حالہ؟ یہ بندہ تو دو منٹ بھی نہیں لگائے گا تمہیں جاب سے نکالنے میں!"

زاویار نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے قدم تیز کر دیے،اور حالہ اس کے پیچھے جلدی چل پڑی۔

☆☆☆✦☆☆☆

شاہمیر چھت پر بے چینی سے ٹہل رہا تھا، نظریں ساتھ والے گھر پر جمی تھیں۔ دل میں ایک عجیب خلا تھا، جو شاید صرف اسے دیکھ کر بھر سکتا تھا۔

ذہن میں وہی منظر گھوم رہا تھا — حالہ کا غصے سے گھورنا۔ اسے اپنی جلد بازی کا احساس ہوا۔ "ایسے اچانک تعریف نہیں کرنی چاہیے تھی،" وہ بڑبڑایا۔ مگر اب کیا کرے؟

وہ گھر کے اندر آیا، دل کی گھبراہٹ برقرار رہی۔ جیب سے فون نکالا، انسٹاگرام کھولا،

حالہ کی آئی ڈی اسے یاد تھی، کیونکہ کل ہی اسے سجیشنز میں نظر آئی تھی۔ اس کے پروفائل کی تصویر پر نظریں جماتے ہوئے، اس کے ہاتھ خود بخود "فالو ریکویسٹ" کے بٹن کی طرف بڑھ گئے، مگر پھر رک گیا۔ "اگر برا مان گئی تو؟" مگر دل نے سرگوشی کی، "بس ایک ریکویسٹ ہے، کچھ غلط

نہیں۔" شاہمیر نے گہرا سانس لیا اور ہمت کر کے ریکویسٹ بھیج دی۔ اب انتظار تھا — حالہ قبول کرے گی یا نہیں؟ دل کی دھڑکن مزید تیز ہو چکی تھی۔

☆☆✦☆☆☆

زاویار تھکے قدموں سے گھر پہنچا، چہرے پر بیزاری تھی۔ دروازے پر ملازم کو بلا کر بولا، "میری گاڑی خراب ہو گئی ہے، جگہ بتاتا ہوں، جا کر مکینک کو بلاؤ۔" ملازم فوراً روانہ ہو گیا۔ زاویار سیدھا اندر جانے لگا، لیکن باغ کے سبزہ زار پر کسی کی موجودگی نے اس کی توجہ کھینچ لی۔ رک کر غور سے دیکھا تو زارا خاموشی سے گھاس پر بیٹھی تھی۔ اس کے چہرے پر اداسی کی جھلک

تھی، جسے دیکھ کر زاویار کو فوراً احساس ہوا کہ کچھ نہ کچھ ضرور ہوا ہے۔ زارا کبھی یوں تنہا باہر نہیں بیٹھتی۔

زاویار آہستہ سے زارا کے قریب آیا۔ "کیا ہوا؟"

زارا نے سر اٹھایا، مگر فوراً نظریں جھکا لیں۔ "کچھ نہیں، بھائی۔"

"زارا، سچ بتاؤ۔" زاویار کی نرم مگر سنجیدہ آواز سن کر زارا کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"ممی میری شادی کروانا چاہتی ہیں۔ کل لڑکے والے آرہے ہیں۔" اس کا لہجہ ٹوٹا ہوا تھا۔

زاویار نے گہری سانس لی۔ "اور تم؟"

"میں نہیں کرنا چاہتی!" زارا کی بے بسی واضح تھی۔

زاویار نے سب کچھ سمجھتے ہوئے ایک گہری سانس لی اور سبزے پر اس کے برابر بیٹھ گیا۔ "ممی کو کہنے دو، فیصلہ تمہارا ہوگا۔ کوئی زبردستی نہیں ہوگی۔"

زارا نے نم آنکھوں سے امید بھری نظر ڈالی۔ "بھائی، آپ یقین سے کہہ رہے ہیں نا؟"

"زارا، بس مل لو، کوئی زبردستی نہیں ہوگی۔" زاویار نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔

زارا نے بے یقینی سے پوچھا، "مگر ممی مانیں گی؟"

"ممی کو میں سنبھال لوں گا۔ جب تک میں ہوں، کوئی تمہیں مجبور نہیں کر سکتا۔" زاویار کے لہجے میں یقین تھا۔

زارا کی آنکھوں میں روشنی سی لوٹ آئی۔ "شکریہ، بھائی!"

زاویار نے مسکرا کر اسے دیکھا "میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں، زارا... کوئی تم پر زبردستی نہیں کر سکتا"

☆☆☆✦☆☆☆

صبح اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہی تھی۔ کھڑکی سے آتی روشنی کمرے میں سنہری رنگ گھول رہی تھی۔ حالہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی اپنے لمبے، گھنے بالوں میں کنگھی کر رہی تھی۔ کل رات وہ اتنی تھکی ہوئی گھر پہنچی تھی کہ فوراً بستر پر گر کر سو گئی تھی، اس لیے آج صبح وہ جلدی اور فریش اٹھی تھی۔ اس نے آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے ایک نظر فون پر ڈالی اور وقت چیک کیا۔ صبح کے سات بجنے والے تھے، جبکہ افس جانے کا وقت نو بجے تھا۔ ابھی تو کافی وقت ہے، ارام سے تیار ہو گی۔

یونیورسٹی تو وہ کچھ عرصے سے جا نہیں رہی تھی، کیونکہ آفس کے کام نے اس کی روزمرہ زندگی میں ایک نیا معمول بنا دیا تھا۔ ویسے بھی، صرف چند مہینے رہ گئے تھے۔ دو ماہ بعد فائنل امتحانات تھے، اور اس کے بعد یونیورسٹی کا سفر بھی ختم ہو جانا تھا۔

اسی دوران، دروازہ زور سے کھلا اور مریم اندر داخل ہوئی۔ اس کے چہرے پر جلد بازی اور بے چینی کے آثار تھے۔

"حالہ!" مریم کی آواز میں گھبراہٹ تھی۔

حالہ نے آئینے میں نظر اٹھا کر اسے دیکھا "کیا ہوا؟"

"تم نے ڈرائیور رکھا ہے اپنے لیے؟" مریم نے جلدی سے پوچھا۔

"ہاں، کیوں؟" حالہ حیران ہو کر بولی۔

"وہ نیچے آیا ہے!" مریم نے اطلاع دی تو حالہ کا چہرہ حیرت اور الجھن سے بھر گیا۔

"کیا؟ ابھی؟" حالہ ہکا بکا رہ گئی۔

"ہاں، نیچے کھڑا ہے!"

"کیسے؟ کیوں؟ مطلب کیا؟ میں تو ابھی ریڈی بھی نہیں ہوئی!" حالہ نے بے یقینی سے کہا۔ وہ ہمیشہ آفس جانے سے پانچ منٹ پہلے تیار ہوتی تھی اور یہ معمول کبھی نہیں بدلا تھا۔

"بس جلدی آؤ، وہ بلا رہا ہے!" مریم جلدی سے کہہ کر واپس پلٹ گئی۔

حالہ نے ایک نظر اپنے نائٹ سوٹ پر ڈالی اور جلدی سے الماری کی طرف بڑھی۔ کپڑے نکالے اور انہیں استری کرنے لگی، مگر نیچے سے ڈرائیور کے مسلسل ہارن کی آوازیں اس کی گھبراہٹ بڑھا رہی تھیں۔

"رکو، آرہی ہے!" مریم نے دروازے سے جھانکتے ہوئے کہا اور پھر کچن کی طرف بڑھ گئی۔

"عجیب انسان ہے، ہارن پہ ہارن بجائے جا رہا ہے!" مریم نے خفگی سے کہا۔

نیچے، ڈرائیور غصے سے بے زار ہو چکا تھا۔ حالہ دیر جو لگا رہی تھی۔ اس کا چہرہ لال ہو رہا تھا، اور آخر کار اس نے زاویار کو فون کرنے کا فیصلہ کیا۔

"بولو؟" زاویار کی پر سکون، مگر گہری آواز فون کے دوسری طرف سے سنائی دی۔ وہ اپنے گیلے بالوں میں برش کر رہا تھا۔ اس نے بلیو کوٹ پہن رکھا تھا، جس کے نیچے سفید شرٹ پہنی تھی اور اوپر کہ دو بٹن کھلے تھے اور اس کی سنہری براؤن آنکھیں آئینے میں اپنی عکاسی پر جمی تھیں۔ وہ بالکل ریڈی تھا۔

"سر، یہ حالہ باہر کیوں نہیں آ رہی؟ آدھا گھنٹہ ہو گیا ہے مجھے انتظار کرتے ہوئے!" ڈرائیور نے شکایت بھرے لہجے میں کہا۔

"کیوں آدھا گھنٹہ؟ ہارن بجاؤ!" زاویار نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"سر، ہارن تو بجایا تھا، لیکن اس کی بہن آ کر غصے سے کہہ گئی کہ وہ آ رہی ہے۔"

"اچھا، تھوڑا اور انتظار کر لو۔" زاویار نے اپنی شرٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے فون بند کر دیا اور آئینے میں ایک آخری نظر ڈالی۔ اس کی آنکھوں میں ہلکی سی بے نیازی تھی، مگر لبوں پر ایک ہلکی مسکراہٹ کھیل رہی تھی، جیسے وہ جانتا ہو کہ حالہ کو جلدی کروانا آسان نہیں تبھی تو اس نے ڈرائیور کو کہا تھا کہ حالہ کو ہمیشہ 6 بجے لینے جائے اور اگر وہ جلدی نہ آئے تو چھوڑ کر آ جائے۔

سورج کی روشنی کھڑکی کے شیشوں سے جھانک رہی تھی۔حالہ جلدی جلدی تیار ہو کر آئینے کے سامنے کھڑی تھی،اپنے آپ کو بغور دیکھ رہی تھی۔اس کے بال ایک سلیقے سے بندھے ہوئے جوڑے میں قید تھے۔اس نے سفید ٹی شرٹ، نیلی جینز،اور اوپر سے براؤن لانگ کوٹ پہنا تھا،اور گلے میں ایک بلیک سکارف تھا۔

آج وہ جلدی کے مارے آنکھوں کے گرد لائنر لگانا بھول گئی تھی۔اس نے ایک گہرا سانس لیا اور جلدی سے اپنا بیگ کندھے پر لٹکایا۔دروازے سے باہر نکلی تو زبیدہ خادم کچن سے چائے کا کپ ہاتھ میں لیے آرہی تھیں۔

"ناشتہ نہیں کرو گی؟"

"نہیں، آج نہیں۔ وہ لینے آگیا ہے اور مجھے بھوک بھی لگی ہے، لیکن اب کچھ نہیں کر سکتی۔" حالہ نے تیزی سے جواب دیا اور باہر کی طرف بڑھ گئی۔

یہ اتنی جلدی کیوں آیا؟ ابھی تو وقت بھی نہیں ہوا آفس کا۔ وہ مسلسل سوچ رہی تھی۔ اس نے گھڑی پر نظر ڈالی۔ صرف 7 بجے تھے۔

کار کے قریب پہنچتے ہی وہ جلدی سے اندر بیٹھی۔

"چلو!" اس نے بے دلی سے کہا۔

ڈرائیور نے سر گھما کر دیکھا "السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام!" حالہ نے جلدی سے جواب دیا، پھر خفگی سے بولی "کچھ زیادہ ہی جلدی نہیں آگئے؟ میں تو ریڈی بھی نہیں ہوئی تھی!"

"زاویار سر کا حکم تھا، جی۔ انہوں نے کہا تھا کہ آپ کو اسی وقت اٹھاؤں روزانہ۔" ڈرائیور نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

حالہ کا غصہ بھڑک اٹھا۔ "اس کا دماغ خراب ہے! اتنی جلدی کون تیار ہو گا جب آفس کا وقت ہی 9 بجے کا ہے؟"

ڈرائیور نے مسکرا کر جواب دیا" باجی، آپ ان کے دماغ کو خراب نہیں کہہ سکتیں۔ میں انہیں بتا دوں گا۔"

"ابے، جا! بتا دے۔ میں ڈرتی تھوڑی ہوں اس سے؟"

"اوکے!" ڈرائیور نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا

حالہ نے غصے سے ایک نظر اسے دیکھا۔ دل تو کر رہا تھا کہ ڈرائیور پر ہی سارا غصہ نکال دے، لیکن وہ خود کو قابو میں رکھ کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

اچانک اسے ایک خیال آیا، اور اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

"رکو! رکو!" حالہ نے زور سے چیخ کر کہا تو ڈرائیور نے ہڑبڑاہٹ میں گاڑی روک دی۔

"جی، باجی؟ خیریت؟" ڈرائیور نے حیرت سے پوچھا۔

"واپس گھر چلو!"

"جی؟" ڈرائیور مزید حیران ہوا۔

"میں اپنا کام بھول گئی ہوں جو میں نے کیا تھا، مجھے فوراً واپس لے چلو!" حالہ کی آواز میں جھنجھلاہٹ تھی۔

ڈرائیور نے افسوس سے سر ہلایا۔ "سوری، باجی۔ میں واپس نہیں جا سکتا۔ سر نے کہا ہے وقت پر آفس پہنچنا ہے۔" یہ کہہ کر اس نے گاڑی دوبارہ چلا دی۔

حالہ کا غصہ آسمان کو چھونے لگا۔اس نے بے بسی سے ونڈو کے باہر دیکھا، یہ زاویار سلطان بھی کسی دن مجھے پاگل کر دے گا! دل ہی دل میں زاویار کو کوسنے لگی۔

افس کی عمارت کے سامنے گاڑی رکنے پر حالہ نے ایک لمبا سانس لیا۔ صبح کی جلدی اور ڈرائیور کے ساتھ ہونے والی بحث نے اس کا موڈ خراب کر رکھا تھا۔اس نے اپنا بیگ کندھے پر ڈالا اور عمارت کے اندر داخل ہوئی۔

لفٹ کے قریب پہنچتے ہوئے حالہ نے دیوار پر لگی گھڑی دیکھی۔

"ابھی تو کافی ٹائم ہے کوئی افس بھی نہیں آیا ہو گا" اس نے زیر لب کہا۔

پھر اس کی نظر سامنے پڑی۔ زاویار پہلے ہی وہاں کھڑا تھا، ایک ہاتھ پینٹ کی جیب میں اور دوسرا موبائل پر، جیسے کسی ای میل کا جواب دے رہا ہو۔ حالہ

کے دل میں ایک عجیب سی گھبراہٹ پیدا ہوئی، لیکن اس نے خود پر قابو پا لیا۔

کاش یہاں کوئی گملا ہوتا... فوراً اٹھا کر اس کے سر پر مار دیتی! اس نے دل میں سوچا اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی لفٹ کے قریب آ گئی۔

زاویار نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر واپس اپنے فون پر توجہ دی۔ حالہ نے گلا کھنکارا۔

"السلام علیکم، سر" اس نے رسمی لہجے میں کہا۔

زاویار نے مختصراً جواب دیا "وعلیکم السلام" اور دوبارہ فون دیکھنے لگا۔

لفٹ کے دروازے کھلے تو زاویار اندر داخل ہو گیا، حالہ نے تیزی سے اس کے پیچھے قدم رکھا۔ لفٹ کا دروازہ بند ہوتے ہی دونوں خاموشی سے اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو گئے۔

حالہ نے کنکھیوں سے زاویار کو دیکھا، اس کی سنہری براؤن آنکھیں تھوڑی تھکی ہوئی لگ رہی تھیں، جیسے رات دیر تک کام کیا ہو۔ اس کا لباس ہمیشہ کی طرح بے عیب تھا سفید شرٹ اور پینٹ کے ساتھ ایک مہنگا کوٹ۔

"اور بتائیں، مس حالہ؟" زاویار نے اچانک کہا، نظریں سامنے جمائے۔

حالہ چونک گئی۔ "جی؟"

"اور بتائیں... میرے دماغ کے ساتھ اور کیا کیا خراب ہے؟" اس کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔

حالہ کی رنگت اڑ گئی۔ یہ کیسے سن لیا اس نے؟

"س... سر... آپ نے..." وہ الفاظ ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"آپ کہہ رہی تھیں نا، میرا دماغ خراب ہے؟ اچھا ہے، بتا دیا۔ اب میں ڈاکٹر کے پاس جا کر ٹھیک کروالوں گا۔ کوئی اور مسئلہ ہو تو ابھی بتا دیں، تاکہ وہ بھی ساتھ ہی حل ہو جائے۔"

حالہ کے چہرے پر حیرت اور شرمندگی کے رنگ مسلسل بدل رہے تھے۔

"سر... میں نے تو ایسے ہی..."

اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہہ پاتی، لفٹ زور سے جھٹکا کھا کر رک گئی۔ ایک لمحے کے لیے دونوں ہل گئے۔

"یہ کیا ہوا ہے؟" حالہ گھبرا کر بولی اچانک لفٹ جھٹکا کھا کر زور سے ہلی۔ حالہ کی سانس رک گئی، اور وہ فوراً دیوار کو تھامنے کی کوشش کرنے لگی۔ زاویار کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے بے چینی کی جھلک آئی، مگر اس

نے اپنے تاثرات قابو میں رکھے۔ لفٹ کے دوبارہ ہلنے پر حالہ کا خوف مزید بڑھ گیا۔اس نے بے ساختہ زاویار کے کوٹ کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔

"مس حالہ ؟" زاویار کی گہری آواز میں حیرت اور خفیف سی بے چینی تھی۔اس نے نیچے اپنی طرف دیکھا، جہاں حالہ نے اس کے کوٹ کو اپنے دونوں ہاتھوں سے مضبوطی سے تھاما ہوا تھا۔ لفٹ مسلسل ہل رہی تھی۔

حالہ نے اپنی آنکھیں زور سے بند کر لی تھیں، اور اس کی آواز میں گھبراہٹ صاف جھلک رہی تھی۔

"کوئی بچاؤ! لفٹ گر رہی ہے! ہم مر جائیں گے!" وہ چیخ رہی تھی، اس کے لفظ خوف کی شدت سے ٹوٹ رہے تھے۔

زاویار نے ایک ہاتھ سے لفٹ کی دیوار تھام لی اور گہری سانس لینے کی کوشش کی۔اس کے چہرے پر سختی تھی، مگر آنکھوں میں ایک لمحاتی خوف جھلک رہا تھا۔

"مس حالہ، پر سکون ہوں، کچھ نہیں ہو گا۔"

"کچھ نہیں ہو گا؟ یہ آپ کہہ رہے ہیں؟ لفٹ ہل رہی ہے!" حالہ کی آواز میں ہلکی سی لرزش تھی، مگر اس نے زاویار کے کوٹ کو مزید سختی سے پکڑ لیا۔

"مس... مس حالہ..." زاویار نے پکارا، مگر وہ چیخنے اور رونے میں مصروف تھی۔

"حالہ۔۔۔" اس نے پہلی بار اس کا نام بغیر رسمی "مس" کے لیا۔ پھر فوراً اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ "آئی مین، مس حالہ، پر سکون رہیں۔ اور۔۔۔ اور میرا کوٹ چھوڑیں"

زاویار نے ایک لمحے کے لیے اپنے کوٹ کی طرف دیکھا، جہاں اس کی گرفت اتنی سخت تھی کہ کپڑے پر شکنیں پڑ چکی تھیں۔ وہ کوٹ چھوڑوانے کی کوشش میں تھا، مگر لفٹ کی ہلچل نے اس کی توجہ منتشر کر دی۔

"مس حالہ، کوٹ چھوڑ دیں۔" اس کی آواز میں جھنجھلاہٹ واضح تھی، مگر خوف بھی چھپا ہوا تھا۔

"میں... میں نہیں چھوڑ سکتی! ہم گر جائیں گے!" حالہ نے اپنی آنکھیں بند رکھتے ہوئے زور سے کہا۔

زاویار نے گہری سانس لی، اپنے آپ کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا، "ٹھیک ہے، پکڑیں، مگر کم از کم چیخنا بند کریں!"

لفٹ اچانک رک گئی، اور اندر کا ہلنا بند ہو گیا۔ مگر حالہ اب بھی زاویار کا کوٹ تھامے ہوئے تھی، اس کی آنکھیں بند تھیں، اور سانسیں تیز چل رہی تھیں۔

"مس حالہ، سب ٹھیک ہو گیا۔ لفٹ رک چکی ہے۔" زاویار کی آواز میں تھوڑی سختی تھی، مگر اس کے چہرے پر کچھ پل کے لیے سکون آیا۔

حالہ نے دھیرے دھیرے آنکھیں کھولیں اور چاروں طرف دیکھا۔

"رک گئی؟ سب ٹھیک ہو گیا؟" اس نے کپکپاتی ہوئی آواز میں پوچھا، مگر اس کا ہاتھ اب بھی زاویار کے کوٹ پر تھا۔

زاویار نے ایک گہری نظر اس کے ہاتھ پر ڈالی اور کہا "جی، سب ٹھیک ہو گیا۔ لیکن آپ کا ہاتھ؟"

حالہ نے جلدی سے اس کا کوٹ چھوڑ دیا اور پیچھے ہٹ گئی۔

"سوری، سر... میں ڈر گئی تھی۔"

زاویار نے کوٹ کو دیکھا، جس پر اس کی گرفت کے نشان واضح تھے۔ وہ کوٹ کو ٹھیک کرنے لگا۔

حالہ نے ایک دم لفٹ کے دروازے کی طرف دیکھا جواب تک نہیں کھلا تھا "لفٹ کھلی نہیں؟" وہ حیرانی اور خوف کے عالم میں بولی اور پھر وہ بھاگتے ہوئے دروازے کے قریب جا کر زور زور سے بجانے لگی۔
بے چینی اس کے چہرے پر واضح تھی۔

زاویار اسے پرسکون انداز میں دیکھتا رہا، لیکن اس کی بے نیازی حالہ کو اور زیادہ گھبراہٹ میں مبتلا کر رہی تھی۔

"سر، لفٹ کو کیا ہوا؟ کھل کیوں نہیں رہی؟" حالہ نے مڑ کر زاویار کی طرف دیکھا۔

زاویار نے ہلکی سی سانس لے کر جواب دیا "کیونکہ یہ خراب ہو گئی ہے۔"

حالہ کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ "جی؟ سر، واقعی؟ اب کیا ہو گا؟ ہم کیسے باہر جائیں گے، سر؟"

پھر وہ ایک بار پھر مڑی اور دروازے پر زور زور سے دستک دینے لگی۔

"کوئی دروازہ کھولے، کوئی بچائے ہمیں، پلیز... ہم قید ہو گئے ہیں... کوئی آئے، پلیز، کوئی بچائے!"

وہ مسلسل رونے لگی اور دروازے کو بجانے کے ساتھ ساتھ مدد کے لیے چیختی رہی۔ "پلیز، کوئی مدد کرے ہماری... زاویار سر، کچھ کریں، پلیز!"

زاویار نے اس کی طرف دیکھا، اس کے ماتھے پر ہلکی سی شکنیں ابھر آئیں، لیکن اس نے اپنے لہجے کو سخت رکھتے ہوئے کہا "مس حالہ... اوور ایکٹنگ بند کریں۔ کچھ نہیں ہوا۔"

حالہ ایک دم رک گئی۔ اس نے پلٹ کر زاویار کو دیکھا، جو اسے انتہائی سنجیدگی سے دیکھ رہا تھا۔

زاویار نے اپنا سر تھوڑا جھکا کر اپنی گھڑی کی طرف دیکھا اور کہا، "کچھ منٹ تک کھل جائے گی، شاید کوئی مسئلہ ہو گیا ہے۔ اور آوازیں لگانا بند کریں، کوئی نہیں آئے گا کیونکہ ابھی کوئی افس آیا ہی نہیں۔ بیس منٹ میں سب آجائیں گے۔"

حالہ نے غصے میں جواب دیا" ہاں تو اتنی صبح کون آئے گا؟ مجھے جو آپ نے اتنی صبح بلا لیا؟"

زاویار نے بے نیازی سے کندھے اچکائے "وہ اس لیے، کیونکہ میں بھی جلدی آتا ہوں۔"

"آپ آتے ہیں تو میں کیوں جلدی آؤں؟ عجیب!"

زاویار کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ آئی مُسکرانے سے گال میں ہلکا سا گڑھا بھی بنا" اس لیے کہ میں جلدی آتا ہوں، تو اب آپ کو میرا ڈرائیور لینے آئے گا، تو آپ بھی جلدی ہی آئیں گی، جتنے بجے میں آتا ہوں"

حالہ نے بے یقینی سے اس کی بات کو سنا اور پھر غصے سے کہا" اپنے ساتھ مجھے کیوں پھنسا رہے ہیں؟"

زاویار نے اس کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا" اب سے آپ اتنے ہی بجے آئیں گی جتنے بجے میں۔"

زاویار بدستور کھڑا رہا، اس کی نگاہیں حالہ پر تھیں، مگر چہرے پر کوئی خاص تاثر نہیں تھا۔ لفٹ کی خاموشی مزید بوجھل ہوتی جا رہی تھی۔

حالہ غصے اور بے بسی کے عالم میں زور سے اپنے قدم زمین پر مارتی ہے اور لفٹ کی دیوار کے قریب جا کر بیٹھ جاتی ہے۔ اس کے چہرے پر الجھن صاف جھلک رہی تھی۔ زاویار اسے ایک لمحے کے لیے دیکھتا ہے اور پھر اپنی گھڑی پر نظریں جما لیتا ہے۔

خاموشی کا ایک بوجھل لمحہ گزرنے کے بعد حالہ نے دھیرے سے سر اٹھایا اور زاویار کی طرف دیکھا۔

"زاویار سر، اگر ہم مر گئے تو؟"

اس کی آواز میں ہلکی سی لرزش تھی، جیسے وہ اپنے ہی سوال سے خوفزدہ ہو۔

زاویار نے گہری سانس لیتے ہوئے بے نیازی سے کہا" ہم نہیں مریں گے، مس حالہ... صرف بیس منٹ ہیں، بیس گھنٹے نہیں۔"

حالہ نے اس کی بات پر کچھ سکون کا سانس لیا۔

"اوہ، اچھا۔"

زاویار اسے مزید کوئی توجہ دیے بغیر کھڑا رہا، لیکن کچھ لمحوں بعد وہ خود بھی آہستہ سے حالہ کے سامنے فرش پر بیٹھ گیا۔ حالہ نے تھوڑا پیچھے ہو کر دیوار سے ٹیک لگالی اور ہاتھوں کو بے چینی سے گھٹنوں پر رکھا۔

"ایک تو آپ کے ساتھ ہی مجھے لفٹ میں بند ہونا تھا؟ ہائے اللہ، کیوں؟" حالہ نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جیسے شکایت کسی اور سے کر رہی ہو۔

زاویار نے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں جوڑ کر حالہ کو دیکھا

"مطلب کسی اور کے ساتھ بھی بند ہو سکتی تھی میں؟" حالہ نے جھٹ سے سر جھٹک دیا اور کہا۔

"اگر چوکیدار کے ساتھ بند ہو جاتیں، تو پھر؟" زاویار نے ایسی ہی سنجیدگی کے ساتھ کہا

حالہ نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا اور اپنا ہاتھ سینے پر رکھتے ہوئے بولی

"ہائے ہائے... کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ؟ اللہ نہ کرے!"

"آپ نے ہی تو کہا کہ کسی اور کے ساتھ بھی بند ہو سکتی تھیں۔" زاویار نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

حالہ نے ناک چڑھا کر اسے دیکھا۔

لفٹ کے اندر خاموشی ایک بار پھر چھا گئی، لیکن اس بار فضا میں بوجھل پن کم اور ایک غیر محسوس سی گرمی زیادہ تھی۔ حالہ نے نظریں ہٹائیں اور دیوار پر انگلی سے غیر مرئی لکیریں کھینچنے لگی، جبکہ زاویار اسے چپ چاپ دیکھتا رہا۔

"ویسے آپ نے کیسے سن لیا تھا جب میں آپ کی برائی کر رہی تھی ڈرائیور کے ساتھ؟"

اس کے لہجے میں ہلکی سی جھنجھلاہٹ تھی، لیکن ساتھ میں شرمندگی بھی۔

"کیونکہ ڈرائیور اس وقت میرے ساتھ کال پر تھا۔" زاویار نے اپنی آنکھیں گھماتے ہوئے بے نیازی سے جواب دیا۔

حالہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"اف، ایک تو جب بھی میں برائی کروں آپ کہاں سے نازل ہو جاتے ہیں؟ ہر بار آ جاتے ہیں... غلطی کر دی میں نے اس افس میں آکر۔"

وہ دونوں ہاتھ سر پر رکھتے ہوئے کہنے لگی جیسے واقعی پچھتا رہی ہو۔

"اور بچانے بھی تو ہر بار میں ہی آتا ہوں آپ کو، مس حالہ، نہیں؟"

اس کا لہجہ روکھا تھا۔

حالہ کی آنکھوں میں اچانک چمک آ گئی۔ وہ اپنی جگہ سے تھوڑا آگے جھک کر بولی، "ارے کل... کیا سین تھا وہ... مطلب کیا شاندار چھری نکالی آپ نے، وہ تو ڈر ہی گئے!"

زاویار نے اسے حیرت سے دیکھا، مگر کچھ کہا نہیں۔ حالہ بولے جا رہی تھی۔

"ویسے آپ واقعی اتنے بہادر ہیں یا صرف بن رہے ہیں؟ ویسے آپ کے پاس چھری آئی کہاں سے؟اور آپ کو ڈر تو نہیں لگا تھا کہ کہیں وہ آپ کو مار نہ دیں،اور مجھے بچانے کے چکر میں آپ خود ہی نہ اوپر پہنچ جائیں؟"

وہ ایک سانس میں بولے جا رہی تھی، سوالوں کی بوچھاڑ تھی،اور زاویار کے چہرے پر صاف لکھا تھا کہ وہ کتنا بیزار ہو رہا ہے۔

"ویسے مزہ بہت آیا تھا، مطلب ویسے تو مجھے آپ پسند نہیں لیکن کل آپ بالکل ہیرو لگ رہے تھے... وہ جیسے فلموں میں ہوتا ہے؟ مطلب بہت مزے کا سین تھا... جب آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے پیچھے کیا تھا، نا مطلب..."

زاویار نے گہری سانس لیتے ہوئے ایک دم اس کی طرف دیکھا اور بیزاری سے کہا۔"آپ دو سیکنڈ چپ ہو سکتی ہیں؟"

حالہ جو جوش و خروش میں بولے جا رہی تھی، اچانک خاموش ہو گئی۔ اس کا منہ کھلا رہ گیا، لیکن الفاظ جیسے دماغ سے غائب ہو گئے ہوں۔

"اف، اچھا، نہیں بولتی!" وہ ہلکے سے ناک چڑھاتے ہوئے بولی اور دیوار سے ٹیک لگا لی۔

زاویار نے آنکھیں بند کر کے سر پیچھے جھکا لیا اور آہستہ سے کہا، "شکریہ بہت آپ کا۔"

لفٹ کی خاموشی دوبارہ لوٹ آتی ہے۔

کچھ مینٹ بعد لفٹ کی خاموشی میں حالہ کی باتیں گونج رہی تھیں۔ وہ بے پرواہ سی اپنے ہی خیالات میں بولے جا رہی تھی، اور زاویار ہلکے سے مسکراتے ہوئے اس کی باتوں کو نظر انداز کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ویسے نا، مجھے لگ رہا تھا کہ ہم دونوں کہیں مر نہ جائیں، پھر آپ کے ساتھ جنت جانا پڑتا۔ شٹ! دنیا میں بھی آپ مل گئے، اور جنت میں ساتھ بھی آپ کے جاتی؟ وہاں بھی آپ اتنا کام دے دیتے مجھے؟" حالہ نے ہنستے ہوئے کہا، اس کی آنکھوں میں شرارت تھی، جیسے وہ ایک ہی سانس میں اپنی ساری پریشانیاں بھول گئی ہو۔

زاویار نے بے پروائی سے بھنویں اٹھائیں اور جواب دیا "ریئلی، مس حالہ آپ کو لگتا ہے کہ آپ جنت میں جائیں گی؟" اس کے لہجے میں ایک ہنسی تھی، لیکن وہ سنجیدگی کو برقرار رکھنا چاہتا تھا۔

"جی ہاں، جنت میں ہی جاؤں گی، ان شاءاللہ۔"

زاویار نے ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا، "اوکے، لیٹس سی۔" اس کی آنکھوں میں طنز تھا مگر اس نے مزید کچھ نہیں بولا۔ حالہ نے موقع نہ گنواتے ہوئے اپنی بات کو جاری رکھا۔

"اچھا ویسے آپ کو——"

لیکن زاویار نے اس کی بات کاٹتے ہوئے بےزاری سے کہا "اف! اللہ تعالیٰ مجھے کس کے ساتھ بند کر دیا ہے؟" اس کی آواز میں ایک جھنجھلاہٹ تھی، جیسے وہ اس صورتحال سے تنگ آ چکا ہو۔

"کیا ہو گیا ہے؟ باتیں ہی کر رہی ہوں... ٹھیک ہے، نہیں کرتی!"

"پلیز مس حالہ، نہ کریں، دماغ کھا گئی ہیں آپ!" زاویار نے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا، جیسے وہ واقعی عاجز آ چکا ہو۔

حالہ نے غصے سے ناک سکیڑا اور لفٹ کے دروازے کی طرف مڑ گئی، پھر اپنے ذہن کے کونے میں ایک سوچ چمک اُٹھی۔ "ویسے آپ خوش نصیب ہیں جو آپ سے میں باتیں کر رہی ہوں، ورنہ میں لوگوں سے زیادہ باتیں نہیں کرتی۔" اس نے اپنی آواز میں ایک چھوٹی سی خوشی محسوس کی۔

زاویار نے مسکراتے ہوئے کہا "ایسی خوش نصیبی مجھے ہی ملنی تھی؟"

حالہ نے برا سا منہ بنایا اور نظریں جھکاتے ہوئے بولی "جب مر جاؤں گی، تب سب کو یاد آؤں گی۔" اس کی آواز میں ایک گہری اداسی تھی، جیسے وہ مذاق میں کچھ سچائی کہہ گئی ہو۔

زاویار نے اس کی طرف دیکھا، پھر سنجیدگی سے کہا، "کوئی کسی کو مرنے کے بعد یاد نہیں کرتا، مس حالہ لوگ مٹی ڈال کر چلے جاتے ہیں، ایک دن،

دو دن یاد کیا، پھر بھول جاتے ہیں۔اس لیے یہ نہ سوچیں کہ کوئی آپ کو یاد کرے گا۔"

"ہاں، ویسے یہ بھی ٹھیک کہا آپ نے... مجھے تو کوئی دنیا میں یاد نہیں کرتا۔ اگر ایک دن غائب رہوں تو... گھر والے مجھے چھوڑ جاتے ہیں اور خود گھومنے چلے جاتے ہیں، تب کوئی یاد نہیں کرتا، مرنے کے بعد کون کرے گا۔" حالہ کی باتیں اس کی اداسی کو مزید بڑھا رہی تھیں۔اس کی آنکھوں میں ایک چمک تھی، لیکن اس چمک میں ایک خاص نوعیت کی کمی تھی۔

زاویار اس کی بات کا جواب نہیں دیتا، بس سامنے دیکھتا رہتا ہے۔

کچھ دیر بعد لفٹ کی روشنی ایک دم سے چمکنے لگی، اور اس کے دروازے آہستہ آہستہ کھلنے لگے۔حالہ نے فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکلنے کی

کوشش کی۔ وہ بے تابی سے کھڑی ہوئی، مگر جیسے ہی اس کا پیر دروازے کے بیچ میں آیا، اس کا توازن بگڑ گیا اور وہ زور سے نیچے پٹک کر گر گئی۔

اس کی چیخیں باہر نکلتے ہی دب گئیں، جب سامنے سے آنے والے ورکرز اسے دیکھ کر ہنسنے لگے۔ ان کی ہنسی کا شور لفٹ کی تنگ جگہ میں گونجنے لگا۔ زاویار نے ایک نظر ان کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں غصے کی ایک جھلک تھی، جیسے وہ ان کی بے ہودہ ہنسی کو برداشت نہیں کر پا رہا ہو۔ ان کی ہنسی فوراً بند ہو گئی۔

حالہ نے زمین پر پڑے پڑے سر اٹھایا، جیسے اسے یقین ہی نہ آ رہا ہو کہ کیا ہوا۔ اس نے جلدی سے خود کو سنبھالا اور زاویار کی طرف دیکھا، جو اب اس کی مدد کے لیے آگے بڑھ رہا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا "آپ ٹھیک ہیں؟"

حالہ اس کے ہاتھ کا سہارا لے کر کھڑی ہوئی "ویسے ایک بات کا جواب دیں ——" حالہ نے پھر سے بات شروع کی، اپنی بے وقوفی کو بھلا کر۔

زاویار نے ایک گہری سانس لے کر اسے دیکھا۔

"میرا جواب چھوڑیں، آپ اپنا بتائیں —— کام کہاں ہے؟"

حالہ ایک دم ہکا بکا، پریشان اور حیران رہ گئی۔ "جی؟"

"کام، مس حالہ؟ جو میں نے اپ کو کرنے کو دیا تھا"۔

"سر، وہ... وہ سوری، میں گھر —— گھر بھول گئی" اس نے جھجھکتے ہوئے کہا، مگر زاویار کی سنجیدگی نے اسے روک دیا۔

"مس حالہ، آج مجھے اس کی سخت ضرورت ہے۔"

حالہ نے فوراً اپنی بات کو سنبھالا "میں نے آپ کے ڈرائیور کو کہا تھا کہ

واپس گھر لے جائے

مجھے، میں کام بھول آئی ہوں، مگر وہ لے کر بھی نہیں گیا! بد تمیز ملازم

رکھے ہیں آپ نے۔"

زاویار نے ایک لمحے کے لیے چپ رہ کر اسے دیکھا، پھر کہا "جی، آپ سے

کم!"

"سر تو کیا کروں؟ اس کو بولا تھا، وہ لے کر نہیں گیا!"

"ویسے مس حالہ —— آپ نے افس آکر غلطی نہیں کی، بلکہ میں نے آپ

کو رکھ کر غلطی کر دی ہے۔"

حالہ نے یہ سن کر برا سا منہ بنا لیا اور خاموشی اختیار کرلی، جیسے وہ اپنی بے وقوفی پر شرمندہ ہو گئی ہو۔ زاویار نے اسے دیکھا، پھر دیکھ کر آگے بڑھ گیا حالہ اسے اسی طرح جاتے دیکھتی رہی۔

☆☆☆✦☆☆☆

دوپہر کا وقت تھا، سورج کی روشنی کمرے میں خوشبو بکھیر رہی تھی۔ مہرین سلطان ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی تھیں، چمکدار ہیروں کے ٹاپس ان کی کانوں میں چمک رہے تھے۔ انہوں نے اپنے بالوں کو جوڑے میں

باندھا، ہونٹوں پر سرخ لپسٹک لگائی اور آنکھوں کے گرد لائنر لگا رہی تھیں، جس سے ان کی آنکھیں مزید چمکدار ہو گئیں۔

اسی لمحے، فراز سلطان واش روم سے باہر آئے اور مہرین کے قریب آکر کہا، "چلیں؟"

"جی، چلیں!" مہرین نے ہیلز پہنتے ہوئے جواب دیا، ان کی آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی۔

"وہ لڑکی آپ کو اچھی لگے گی،" مہرین نے کہا، ان کے لہجے میں یقین تھا۔

"یاد رکھو، ہم صرف دیکھنے جا رہے ہیں... نہ کے رشتے کی بات پکی کریں" فراز نے وضاحت کی، ان کی سنجیدگی عیاں تھی۔

"جی جی، میں صرف آپ کو ان سے ملوانے جا رہی ہوں۔" مہرین نے عزم کے ساتھ کہا، جیسے وہ اپنی حدود جانتی ہوں۔

وہ دونوں باہر نکلے، مہرین کے دل میں خوشی اور گھبراہٹ کا احساس تھا۔ کیا یہ ملاقات ان کے مستقبل کے لیے خوشخبری لائے گی؟ امید کی کرنیں جگمگانے لگیں، اور وہ اس خیال میں کھو گئیں کہ یہ لمحہ ان کی زندگیوں میں ایک نیا موڑ لانے والا ہے۔ باہر شاہمیر کھڑا ہوا تھا، گاڑی دھو رہا تھا۔ جیسے ہی اس نے اپنے ماں باپ کو باہر آتے دیکھا، اس کے ہاتھ دھونے رک گئے اور وہ فوراً ان کی طرف بڑھا۔ اس نے پولو شرٹ پہن رکھی تھی اور نیچے بلیک پینٹ تھی، جبکہ اس کے گنگریالے بال بکھرے ہوئے تھے۔

"ماشاءاللہ ماشاءاللہ، میرے ماں باپ کہاں جا رہے ہیں آج اتنے خوشی خوشی؟" اس نے چہک کر پوچھا۔

وہ دونوں وہیں رک گئے۔ شاہمیر نے ایک نظر اپنے باپ پر ڈالی، جن کا چہرہ سنجیدہ تھا، بالکل سپاٹ، اور پھر ماں پر، جو ہنس رہی تھی اور مسکرا رہی تھی۔

"ساتھ والے ہی گھر جا رہے ہیں ہم..."

"رشتے کے لیے؟" شاہمیر کی آنکھوں میں ایک دم چمک آگئی۔ کل اس نے سن لیا تھا کہ وہ لوگ رشتے کے لیے جائیں گے۔

"ہاں..." ابھی مہرین کچھ بولنے ہی والی تھی کہ اچانک سامنے سے ایک ملازم آیا "شاہمیر صاحب... آپ کے کتے کو کچھ ہو گیا ہے!"

"ارے، کتنی بار تمہیں کہا ہے کہ اسے 'کتا' نہیں بولا کرو! اس کا سپیڈو نام ہے!" شاہمیر نے غصے سے کہا، اور پھر فوراً بھاگتے ہوئے ملازم کے پیچھے چلا گیا۔ اس کے پالتو کتے کی جان اس کے لیے بہت اہمیت رکھتی تھی، وہ اس کا ایک ہی دوست تھا۔

مہرین ہلکا سا مسکرائی پھر ساتھ کھڑے فراز سلطان کو دیکھا۔ "چلیں..." کہہ کر وہ دونوں باہر کی طرف بڑھ گئے۔

تبھی شاہمیر کتے کو گود میں لیے باہر آیا۔اس کی آنکھوں میں بے چینی اور فکر کی جھلک تھی۔"گاڑی سٹارٹ کرو، جلدی!"اس نے ڈرائیور کو حکم دیا،اس کی آواز میں تیزی تھی۔

ڈرائیور نے فوراًگاڑی کاانجن اسٹارٹ کر دیا۔شاہمیر نے سپیٹرو کواپنے گود میں پکڑر کھاتھا،جواب بھی بے ہوش تھا۔اس کے چھوٹے سے جسم پر سنہری کھال چمک رہی تھی،لیکن وہ بالکل ساکن تھا۔

"بس کچھ نہیں ہوگا،میرے پیارے سپیٹرو، تمہیں بس ڈاکٹر کے پاس لے جاناہے"شاہمیر نے دھیمے لہجے میں کتے سے کہا،جیسے وہ سمجھ سکے۔اس کی آواز میں محبت اور فکر کاملاجلااحساس تھا۔

زارا سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے آئی۔وہ ہلکے رنگ کی ٹی شرٹ اور سیاہ ٹراؤزر میں ملبوس تھی،جس سے اس کی لمبی اور پتلی شکل نمایاں تھی۔اس

کے گنگریالے، بکھرے ہوئے بال چہرے پر ایک نرم سا تاثر چھوڑ رہے تھے، مگر چہرے پر ایک چھوٹا سا دانہ اسے کچھ کمزور محسوس کروا رہا تھا۔اس کی رنگت بے حد خوبصورت تھی،ایک صحت مند چمک سے بھری ہوئی، لیکن اس دانے نے اس کے اعتماد میں ہلکا سا رخنہ ڈال دیا تھا۔

جب وہ نیچے آئی تو اس نے محسوس کیا کہ گھر میں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ مہرین سلطان، جو اکثر گھر سے باہر رہتی تھیں،اب تو ان کی غیر موجودگی کی عادت سی ہو گئی تھی، لیکن آج اس کے والد کہاں تھے؟ زاویار بھائی تو عموماً اس وقت افس میں ہوتے تھے، مگر شاہمیر کہاں تھا؟ وہ روز ہی یونیورسٹی سے چھٹیاں کرتا تھا تو اس لیے یونیورسٹی تو گیا نہیں ہو گا لیکن آج وہ بھی گھر میں نہیں تھا۔

اسی لمحے، سبیرا زارا کے سامنے سے گزری۔ زارا نے سیڑھیاں اتر کر پوچھا، "ممی اور ڈیڈ کہاں ہیں؟"

سبیرا نے کندھے اُچکاتے ہوئے کہا" وہ دونوں باہر گئے ہیں، مجھے نہیں معلوم کہاں۔" زارا کی آنکھوں میں حیرت تھی،اسے معلوم تھا کہ اس کے ماں باپ کبھی ایک ساتھ باہر نہیں جاتے۔

"شاہمیر کہاں ہے؟" زارا نے مزید سوال کیا۔

"وہ اپنے کتے کو ڈاکٹر کے پاس لے کر گیا ہے۔"

"کیوں؟ سپیٹرو کو کیا ہوا؟" زارا کے چہرے پر پریشانی کی لکیریں ابھریں۔

"وہ بے ہوش تھا۔شاہمیر بہت پریشان ہے اس کے لیے۔"

"ایک تو شاہمیر اور اس کا کتا، وہ روز ہی بیمار ہو جاتا ہے، کوئی نئی بات نہیں۔" زارا نے کہا، پھر بولی، "خیر میرے لیے ناشتہ لگا دو۔"

"باجی، دوپہر کے ایک بج رہے ہیں، کھانا ابھی بن رہا ہے کچھ دیر تک وہ لگا دوں؟" سبیرا نے نرمی سے پوچھا۔

"نہیں، میں ناشتہ ہی کروں گی۔ میں تو گیارہ بجے ہی اٹھ گئی تھی۔" زارا نے اپنی عادت کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔

سبیرا سر ہلا کر وہاں سے چلی گئی۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

فراز سلطان اور مہرین ایک ساتھ بیٹھے تھے۔ مہرین کے چہرے پر ہلکی مسکراہٹ تھی، جبکہ فراز کی سنجیدگی عیاں تھی۔ ان کے سامنے زبیدہ اور

ریاض خادم بیٹھے تھے، جو مہرین کے مہنگے جوڑے اور جھمکوں پر حیران تھے، سوچتے ہوئے کہ یہ لوگ کون ہیں۔

فراز کی نظریں کمرے کی خوبصورتی پر تھیں، لیکن وہ تفصیلات پر بھی غور کر رہا تھا۔ مہرین دل ہی دل میں سوچ رہی تھی کہ یہ لوگ ان کے معیار کے ہیں۔

"آپ کی بیٹی... حالہ نام ہے نا اس کا؟" مہرین نے خاموشی توڑتے ہوئے پوچھا۔

"جی، میری دو بیٹیاں ہیں، ایک مریم اور..."

"نہیں، ہم صرف حالہ کی بات کرنے آئے ہیں،" مہرین نے ریاض کی بات کاٹی۔

"حالہ کی؟" زبیدہ کی پیشانی پر الجھن کی شکنیں نمودار ہوئیں۔

کچن کے پاس کھڑی مریم، جو کھڑکی سے ان سب کو دیکھ رہی تھی، حیران ہو گئی۔ "یہ حالہ کا ذکر کیوں کر رہے ہیں؟" اس نے دل ہی دل میں سوچا۔

"ہم آپ کے پڑوس میں رہتے ہیں اور آپ کی بیٹی حالہ میرے بیٹے زاویار کے افس میں کام بھی کرتی ہے۔" مہرین سلطان نے نرمی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

مریم کا دل زور سے دھڑکا۔ اس نے جلدی سے اپنے منہ پر ہاتھ رکھا اور زیر لب کہا "شٹ! کہیں ان کو پتہ تو نہیں چل گیا کہ حالہ ان کے بیٹے کی برائیاں کرتی ہے؟"

زبیدہ نے اپنی الجھن چھپاتے ہوئے کہا "جی، حالہ انٹرنشپ کر رہی ہے آپ کے بیٹے کے افس میں۔"

فراز سلطان خاموشی سے مہرین کو دیکھ رہے تھے، جو بات آگے بڑھانے کے موڈ میں لگ رہی تھیں۔

"ماشاءاللہ، آپ کی بیٹی بہت پیاری ہے۔ اصل میں، میں حالہ سے مل چکی ہوں۔ وہ ایک دو بار ہمارے گھر آئی تھی، اور مجھے اچھی لگی۔۔۔ ہم زاویار کے لیے کوئی لڑکی بھی ڈھونڈ رہے ہیں اور مجھے اس کے لیے حالہ پسند آئی اس لیے ہم یہاں بات آگے بڑھانے آئے ہیں۔"

زبیدہ اور ریاض کے چہرے پر خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا، جیسے دل میں شکر ادا کر رہے ہوں۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے! ہم تو خود حالہ کے لیے رشتہ دیکھ رہے تھے اور آپ لوگ خود تشریف لے آئے!" ریاض خادم نے خوشی سے کہا۔

"دیکھیں، ہم یہاں صرف بات کرنے آئے ہیں، کوئی وعدہ کرنے نہیں۔" فراز سلطان نے سنجیدگی سے کہا۔

مہرین نے ایک نظر فراز کی طرف ڈالی، گویا ان کی بات سے اتفاق نہ کر رہی ہو، لیکن زبیدہ اور ریاض کی خوشی کم نہ ہوئی۔

"جی، یہ تو سمجھتے ہیں، لیکن ہم تو اس بات سے ہی خوش ہیں کہ آپ نے سوچا ہماری بیٹی کے بارے میں" زبیدہ نے کہا۔

"حالہ کہاں ہے؟" مہرین نے پوچھا۔

"وہ افس میں ہے۔ اگر کہیں تو ہم بلا لیتے ہیں۔" زبیدہ نے فوراً جواب دیا۔

"نہیں، اس کی ضرورت نہیں۔ ہم پھر کسی وقت مل لیں گے۔ ابھی تو ہم صرف آپ کے گھر اور آپ سے ملنے آئے ہیں۔ زاویار سے بات کر کے آپ کو اطلاع دیں گے۔" مہرین نے نرمی سے کہا۔

تھوڑی دیر بعد مریم چائے اور بسکٹ کیک کی ٹرے لے آئی اور مہمانوں کے سامنے رکھ دی۔

"ارے بیٹا، اس سب کی کیا ضرورت تھی؟ ہم تو جانے والے تھے،" فراز سلطان نے نرم لہجے میں کہا۔

"ابھی بیٹھیں،" زبیدہ خادم نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے کہا۔

چائے کی مہک کمرے میں پھیل چکی تھی، مگر ماحول میں ایک عجیب سی خاموشی کا احساس تھا۔ مہرین نے ارد گرد کے ماحول کا جائزہ لیتے ہوئے تبصرہ کیا" ویسے، کافی اچھا گھر ہے آپ کا۔ بڑا اور صاف ستھرا، لگتا ہے کہ آپ لوگ ہمارے سٹیٹس کے ہی ہیں۔"

یہ بات سن کر زبیدہ خادم کا چہرہ ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔ ان کی مسکراہٹ جو پہلے ہلکی سی تھی، غائب ہو گئی۔ انہوں نے چائے کا کپ پکڑے نظر جھکا لی۔

"جی وہ... حالات پہلے واقعی اچھے تھے، بہتر تھے، مگر اب نہیں،" زبیدہ نے دھیرے سے کہا۔ ان کے لہجے میں اداسی تھی، جو ریاض خادم کے چہرے پر بھی جھلک رہی تھی۔

یہ سن کر فراز سلطان اور مہرین ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گئے۔ حیرانی ان کے چہروں پر عیاں تھی۔

"جی؟ مگر... گھر تو آپ کا بہت شاندار ہے،" مہرین نے محتاط لہجے میں کہا۔

ریاض خادم نے گہری سانس لی اور کہا، "جی، یہ مکان تو میرے بڑے بھائی نے عارضی طور پر رہائش کے لیے فراہم کیا ہے۔ دراصل، ہم جس مکان

میں پہلے مقیم تھے، اس کا کرایہ خاصا زیادہ تھا، اس لیے ہمیں وہاں سے منتقل ہونا پڑا۔ بڑے بھائی نے یہ گھر وقتی طور پر ہمیں دے دیا ہے، مگر صرف اس وقت تک، جب تک اس میں کوئی کرائے دار نہ آجائے۔ جیسے ہی کوئی کرائے دار آگیا، یہ مکان ہمیں خالی کرنا ہوگا اور پھر ہمیں کہیں اور رہنے کا بندوبست کرنا ہوگا۔"

فراز سلطان کی نظریں گہری سوچ میں ڈوب گئیں، جبکہ مہرین سلطان کے چہرے کی مسکراہٹ دھیرے دھیرے مدھم پڑ گئی۔ کمرے میں ایک لمحے کے لیے خاموشی چھا گئی۔

مہرین نے آخرکار کچھ کہنے کے لیے لب کھولے، "مگر... ہم یہ شادی کرنا چاہتے ہیں کیونکہ ہمیں لگتا ہے کہ یہ رشتہ دونوں خاندانوں کے لیے اچھا ہوگا۔ زاویار اور حالہ ایک دوسرے کو جانتے بھی ہیں۔"

زبیدہ اور ریاض کے چہروں پر ایک ہلکی سی امید کی جھلک آئی۔ زبیدہ نے آہستگی سے کہا، "ہم بہت خوش ہیں کہ آپ نے ایسا سوچا۔"

فراز سلطان نے سنجیدگی سے جواب دیا "جی... ہم یہ بات زاویار سے مشورہ کر کے آپ کو چند دنوں میں بتائیں گے۔"

زبیدہ اور ریاض نے ہلکے سے سر ہلایا۔

☆☆☆✦☆☆☆

آفس کا ماحول معمول کے مطابق تھا، لیکن حالہ کی ٹیبل پر تناؤ چھایا ہوا تھا۔ وہ گہرائی سے کام کر رہی تھی جب محسن مسکراتا ہوا آیا۔ "مس حالہ؟"

حالہ نے جھنجھلا کر سر اٹھایا، "اب کیا ہے؟"

محسن پیچھے ہو کر بولا، "زاویار سر نے بلایا ہے۔"

حالہ نے آنکھیں بند کیں اور غصے کو دباتے ہوئے کہا، "کیا انہیں لگتا ہے میں کوئی روبوٹ ہوں؟ بس کام پر کام دیے جا رہے ہیں!" وہ کرسی دھکیل کر کھڑی ہوئی اور زاویار کے کیبن کی طرف بڑھ گئی۔

کیبن کے دروازے پر پہنچ کر اس نے دستک دی۔ "آجائیں" زاویار کی گہری آواز آئی۔

حالہ نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوئی۔ زاویار فائلز دیکھ رہا تھا۔ "جی، سر؟" حالہ نے پیشہ ورانہ انداز میں کہا، مگر اس کے لہجے میں جھنجھلاہٹ نمایاں تھی۔ زاویار نے ایک لمحے کے لیے فائل سے نظر اٹھائی۔ "بیٹھیں، مس حالہ۔"

حالہ نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے گہری سانس لی۔

"آپ جو کام گھر بھول گئی ہیں، وہ دوبارہ کریں اور ابھی میرے سامنے پیش کریں، "زاویار نے کہا اور دوبارہ فائل پر نظریں جمالیں۔

حالہ کی آنکھیں غصے اور حیرت سے پھیل گئیں۔ "کیا؟ سر، آپ سیریس ہیں؟"

زاویار نے نظر اٹھا کر کہا "جی، میں سیریس ہوں۔"

حالہ نے کرسی کی پشت پر جھکتے ہوئے کہا "سر، وہ کام میں نے پوری رات جاگ کر کیا تھا! میں دوبارہ کیوں کروں؟ اور یہ میری غلطی نہیں تھی، میں نے آپ کے ڈرائیور کو---"

"مس حالہ، میرے پاس آپ کی وضاحت سننے کا وقت نہیں ہے۔ یہ میرا حکم ہے۔ اگر آپ اپنی ذمہ داری پوری نہیں کر سکتیں، تو---"

حالہ کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا۔ وہ کرسی سے جھٹکے سے کھڑی ہوئی، جس سے کرسی پیچھے دھکیل کر ٹکرا گئی۔

"سر، آپ کو احساس ہے کہ آپ نے مجھے انسان نہیں، مشین سمجھ رکھا ہے؟ کام پہ کام دیتے ہیں، اور جب میں ایک غلطی کر دوں، تو پوری رات کی محنت کو ضائع کروا دیتے ہیں!"

زاویار نے اپنی کرسی سیدھی کی اور ایک سرد نظر اس پر ڈالی۔ "مس حالہ، یہ افس ہے، اور یہاں میں کسی قسم کی بدتمیزی برداشت نہیں کروں گا۔ اپنی زبان کو قابو میں رکھیں اور بات کرنے کا سلیقہ سیکھیں۔ اگر آپ نے دی گئی ذمہ داری پوری نہیں کی تو ایک لمحہ ضائع کیے بغیر آپ کو یہاں سے نکال دوں گا۔ جو کہا ہے، وہ کریں، ورنہ استعفیٰ لکھ کر دے دیں۔ اور اگر

آئندہ اس طرح کا رویہ دکھایا، تو اس افس میں آپ کے لیے کوئی جگہ باقی نہیں ہو گی۔"

حالہ نے زاویار کو ایک لمحے کے لیے غصے سے گھورا، پھر تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ اپنی ٹیبل پر پہنچتے ہی حالہ اپنی کرسی پر دھپ سے بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے، لیکن وہ کسی کے سامنے کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی۔ مدیحہ جو قریب بیٹھی تھی، فوراً آگے بڑھی۔

"کیا ہوا، حالہ؟ زاویار سر نے۔۔۔"

"نام مت لو اس انسان کا! دماغ خراب کر دیا ہے میرا!" حالہ نے تیز آواز میں کہا۔

"حالہ، تم رو رہی ہو؟" مدیحہ نے پریشان ہو کر کہا

حالہ نے جھٹ سے اپنے آنسو پونچھے۔ "میں رو نہیں رہی! لیکن غصے میں ہوں---اتنا غصہ کہ کچھ بول بھی نہیں سکتی!"

"کیا کہا انہوں نے؟"

"کہا، کام دوبارہ کرو! میں نے پوری رات محنت کی تھی، اور اب کہہ رہے ہیں سب کچھ دوبارہ کرو۔ انہیں ذرا احساس نہیں ہے کہ میں بھی انسان ہوں!" حالہ کی آواز بھرا گئی۔

مدیحہ نے پانی کا گلاس آگے بڑھایا۔ "یہ لو، حالہ، پانی پی لو اور ٹھنڈی ہو جاؤ"

حالہ نے پانی کا گلاس پکڑا اور ایک ہی سانس میں پی گئی۔ "یہ بندہ میری برداشت کے باہر ہو چکا ہے۔ غصے کے مارے میرے آنسو نکل رہے ہیں،

اور یہ میرے ساتھ ہر روز یہی کرتا ہے""" حالہ، خود پر قابو رکھو۔ تم جانتی ہو، زاویار سر سخت ہیں، لیکن یہ سب برداشت کرنا پڑے گا۔"

حالہ نے فائلز کھولتے ہوئے گہری سانس لی۔ "میں برداشت کر رہی ہوں، لیکن اگر ایک دن یہ برداشت ختم ہو گئی نا، تو پتہ نہیں میں کیا کہہ جاؤں گی۔"

وہ اپنی فائلز میں سر جھکا کر کام کرنے لگی، لیکن اس کے چہرے پر غصہ اور آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی اب بھی صاف نظر آ رہی تھی۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

فراز سلطان اور مہرین سلطان جیسے ہی خادم خاندان کے گھر سے نکلے تو ان کی نظریں سڑک کے کنارے کھڑی ایک گاڑی پر پڑیں۔ گاڑی کے قریب ایک عورت، جس کے چھوٹے کٹے ہوئے بال تھے، اپنے شوہر کے ساتھ کھڑی تھی، جو سوٹ میں ملبوس تھا۔ ان کے ساتھ ایک نوجوان لڑکا بھی کھڑا تھا، وہ لڑکا سفید رنگ کی شلوار قمیض پہنے ہوئے تھا جس کی فٹنگ بے حد شاندار تھی۔ اس کے ہلکے براؤن بال نفاست سے سیٹ کیے ہوئے تھے، اور اس کی گہری بھوری آنکھوں میں ایک خاص چمک اور اعتماد جھلک رہا تھا۔ جو بے دلی سے ارد گرد دیکھ رہا تھا۔

مہرین سلطان نے ان لوگوں کو دیکھتے ہی جلدی سے فراز سلطان کو کہنی ماری اور بولی، "اوہ، یہ وہی لوگ ہیں جن کا میں نے ذکر کیا تھا۔ زارا کو دیکھنے آئے ہیں"

فراز سلطان نے ایک نظر ان پر ڈالی، سر جھٹک کر بولا "ہمم، تو کیا اب انہیں گھر کے اندر بھی لے جانا ہے؟"

"ہاں، بالکل! میں نے پہلے ہی کہا تھا، انہیں آج آنا ہے۔" مہرین نے جواب دیا اور تیزی سے ان کی طرف بڑھنے لگی۔ فراز، گہری سانس لیتے ہوئے، پیچھے پیچھے چلنے لگا۔

"السلام علیکم! آپ لوگ کب آئے؟" مہرین نے خوش اخلاقی سے مسکرا کر کہا۔

عورت نے مسکرا کر جواب دیا "وعلیکم السلام! ابھی آئے ہیں، لیکن ایسا لگتا ہے آپ لوگ گھر پر نہیں تھے؟"

"جی، بس ذرا باہر گئے تھے ایک کام سے۔ آئیں، اندر چلتے ہیں۔" مہرین نے فوراً کہا اور ہاتھ کے اشارے سے انہیں اندر آنے کی دعوت دی۔

ڈرائنگ روم میں پہنچ کر مہرین نے انہیں آرام سے بیٹھنے کا کہا اور خود جلدی سے پانی اور چائے کا انتظام کرنے کچن کی طرف بڑھ گئی۔ فراز سلطان خاموشی سے ایک طرف بیٹھ گے، ان لوگوں کا جائزہ لے رہے تھے۔

عورت، جس کا نام زوبیہ تھا، بات چیت کا آغاز کرتے ہوئے بولی "بھائی صاحب، آج ہم خاص طور پر زارا سے ملنے آئے ہیں۔ عبیل تو زارا کو دیکھنے کے لیے ہی آیا ہے اور یہ طے کر کے جائیں گے کہ بات آگے بڑھانی ہے یا نہیں۔"

مہرین، جو چائے کی ٹرے لیے واپس آ رہی تھی، یہ سن کر فوراً مسکرائی۔

"جی، بالکل! آپ لوگ آرام سے بیٹھیں۔ میں ابھی زارا کو بلاتی ہوں۔"

زوبیہ اور اس کے شوہر نے ایک دوسرے کو مطمئن نظروں سے دیکھا، جبکہ عبیل تھوڑا بے چین ہو کر صوفے پر ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ فراز سلطان ان سب کو بغور دیکھ رہے تھے، لیکن ان کے چہرے پر کوئی خاص تاثر نہیں تھا۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

مہرین زارا کے کمرے کی طرف گئیں اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ زارا، جو اندر ٹی شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس تھی، بالوں کا جوڑا بنائے، گود میں لیپ ٹاپ لیے، کسی مووی میں محو تھی۔ جیسے ہی دروازہ بجا وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھی اور دروازا کھولا باہر مہرین تھیں، جو دروازہ کھلتے ہی اندر بھاگ کر آئیں اور

زور سے دروازہ بند کر دیا۔ ایک لمحے کے لیے زارا کو کچھ سمجھ نہیں آیا، مگر مہرین کی آنکھوں میں واضح بے چینی نے اسے کچھ تو سمجھایا۔

"کیا ہوا ممی؟" زارا نے اپنی ماں کی حالت دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اف زارا، کیا حلیہ بنایا ہوا ہے تم نے؟ جاؤ، جلدی تیار ہو جاؤ، وہ تمہیں دیکھنے آئے ہیں!" مہرین کی آواز میں جلدی تھی جیسے کسی بڑے کام کی جلدی ہو۔

"کون ممی؟" زارا نے حیرت سے پوچھا

"ارے، بتایا تو تھا! رشتے والے، ان کا بیٹا آج تمہیں دیکھنے آیا ہے۔ جلدی جاؤ اب!"

زارا کے دل پہ جیسے کسی نے پتھر رکھ دیا تھا، اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ "ملنا" ہی تو تھا، لیکن دل کی گہرائیوں میں ایک عجیب سا خوف تھا۔ کیا

یہ صرف ایک ملاقات تھی، یا کچھ اور؟ اس نے سوچا کہ جلدی سے کپڑے بدل لے، مگر جیسے ہی وہ اپنی الماری کی طرف بڑھنے لگی، مہرین ایک دم آگے بڑھ کر اس کی راہ میں آئیں اور اسے پیچھے کیا

"بلکہ تم چھوڑو، میں کپڑے دیتی ہوں۔ تمہیں پتہ نہیں کہ کیسے کپڑے پہن کر ان کے سامنے آنا ہے۔" مہرین کا لہجہ حاکمانہ تھا۔

زارا نے عجیب نظروں سے انہیں دیکھا۔ یہ تو روز کا تھا کہ ممی اس کی پسند کو برا بھلا کہہ دیتی تھیں۔ اس نے دل میں سوچا، کیا میں ہمیشہ ان کی مرضی سے ہی چلوں گی؟ لیکن وہ پیچھے ہٹ گئی، کچھ کہے بغیر۔

مہرین جلدی سے الماری کے اندر ایک کے بعد ایک کپڑے نکالنے لگیں۔

"اف زارا --- ایک ڈھنگ کا کپڑا بھی نہیں ہے، سارے فضول ہیں --- تم

سے اچھی تو وہ حالہ لڑکی ہے، اف کیا کپڑے پہنتی ہے، اسٹائل بھی اتنا پیارا ہے اس کا، ماشاءاللہ۔"

زارا کے چہرے پر حیرت کی ایک لہر دوڑ گئی۔ "حالہ؟" اس نے سوچا، ممی حالہ کو کیسے جانتی ہیں؟

"ممی، حالہ؟ آپ جانتی ہیں اسے؟" اس نے بے چینی سے پوچھا، دل میں ایک عجیب سی کشمکش چل رہی تھی۔

"ارے ہاں نا... وہ خوبصورت سی لڑکی... شاہمیر بتا رہا تھا کہ تمہاری یونیورسٹی میں بھی پڑھتی ہے؟ کلاس فیلو؟" مہرین کی آواز میں ایک ایسی محبت کا چھپا ہوا عنصر تھا، جیسے وہ حالہ کو واقعی پسند کرتی ہوں۔

"آپ اسے کیسے جانتی ہیں؟" زارا نے بے چینی سے پوچھا۔

"ارے ایک دو بار آئی تھی --- بہت پیاری بچی ہے، میں تو اس کے رشتے کے لیے بھی گئی تھی۔"

زارا کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ رشتے کے لیے؟ دل میں ایک عجیب سا طوفان برپا ہو گیا۔ زارا نے سوچا، ضرور شاہمیر کے رشتے کے لیے گئی ہوں گی۔ وہ محبت جو کرنے لگا تھا اس حالہ سے --- اسی نے ممی کو کہا ہو گا اور...

"بس زاویار ہاں کر دے!" مہرین کی بات نے زارا کو جیسے ایک دھچکا دیا۔ وہ جو دل میں سوچ رہی تھی ایک دم حیران ہوئی۔

"زاویار؟ کیا مطلب؟ آپ ان کا رشتہ لے کر گئی تھیں؟" زارا کے چہرے پر بے یقینی اور پریشانی کے آثار نمایاں ہو گئے۔

"ارے ہاں نا...اسی کا لے کر جاؤں گی، تمہاری شادی سے پہلے اس کی کرنی ہے۔ بہن بھائی میں بڑا ہے، اس کی پہلے ہونی چاہیے... بس وہ ہاں کر دے۔"

"ممی، وہ تو شادی کے موڈ میں نہیں ہیں ابھی، اور حالہ؟ اس سے تو کبھی نہیں کریں گے۔" زارا کا دل جیسے باہر آگیا تھا۔ اس نے ہمیشہ سوچا تھا کہ زاویار کی شادی ماہا سے ہو گی، کسی اور لڑکی سے نہیں اور حالہ سے تو بلکل نہیں!

"ارے کیوں؟ حالہ اتنی پیاری، اچھی، معصوم سی لڑکی ہے، زاویار ہاں کر دے گا۔ تم ایسا کیوں کہہ رہی ہو؟" مہرین کی باتوں میں اصرار اور محبت دونوں تھے، مگر زارا کے دل کی حالت اس وقت ایک توڑ پھوڑ کا شکار تھی۔

"کچھ نہیں، ممی۔" زارا نے جھنجھلا کر کہا، اور اپنی پریشانی کو چھپانے کے لیے واش روم کی طرف بڑھ گئی۔ اس کے دل میں ایک عجیب سا دکھ تھا، ایک جھٹکے سے اس کی دنیا کا توازن بکھر گیا تھا۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

ایک ٹھنڈی شام تھی، آسمان پر ہلکے بادل تھے، اور زبیدہ خادم ایک پرانے جھولے پر بیٹھی چائے کا کپ پکڑے تھیں، جس سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ ہوا میں خنکی تھی، اور باغ کے پتے سرگوشیاں کر رہے تھے۔ "آپ کیا کہتے

ہیں ؟رشتے کے لیے ہاں کر دیں، اتنے اچھے اور امیر لوگ ہیں" زبیدہ نے کہا، ان کی آنکھوں میں امید کی چمک تھی۔

سامنے ریاض خادم لکڑی کی کرسی پر بیٹھے اخبار دیکھ رہے تھے۔انہوں نے بغیر نظر اٹھائے جواب دیا" ہاں، جیسے ہی وہ اپنے بیٹے سے پوچھیں گے، ہم ہاں کر دیں گے۔اتنا اچھا رشتہ اور کہاں ملے گا؟"

زبیدہ نے مسکراتے ہوئے کہا" میں بہت خوش ہوں کہ حالہ کا باس اتنا امیر اور ہینڈسم ہے۔دو ڈرائیورز رکھے ہیں، ایک حالہ کو بھی دیا ہے خرچ بھی نہیں لے رہا۔"

"بس حالہ سے بات کرلیں گے۔"

زبیدہ نے چہرہ سخت کرتے ہوئے کہا" وہ انکار کر دے گی...پتا نہیں ہے اپ کو اس کی ضد کا؟"

ریاض نے اخبار رکھ کر مسکراتے ہوئے کہا"اس کی مرضی کون دیکھ رہا ہے؟اسے یہ شادی کرنی ہو گی۔اتنی دولت والے لوگ ملے ہیں،ایسے کیسے جانے دیں؟"زبیدہ نے اثبات میں سر ہلایا اور گلابی پھولوں کی طرف دیکھنے لگیں،ہوا کے جھونکے نے ان کی چادر کو اڑایا جیسے قدرت بھی ان کے فیصلے کے خلاف سرگوشی کر رہی ہو۔لیکن ان کے ارادے مضبوط تھے۔

☆☆☆✦☆☆☆

زارا ہلکے گلابی رنگ کے جوڑے میں تھی،جس نے اس کی خوبصورتی کو بڑھا دیا تھا۔سر پر دوپٹہ تھا اور ہلکا میک اپ،خاص طور پر اس کی بھوری آنکھیں،اسے دلکش بنا رہی تھیں۔آج وہ کافی پیاری لگ رہی تھی۔مہرین

نے زارا کو ڈرائنگ روم میں لے آئیں۔ وہاں زوبیہ مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھیں۔ ان کے شوہر عبید نے بھی زارا کی طرف دیکھا۔ ان کا بیٹا، عبیل، جو اپنے فون میں مصروف تھا، اس کی آمد سے بے خبر تھا۔ زوبیہ نے اسے کہنی ماری، اور وہ زارا کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔

زارا کے چہرے پر پریشانی تھی، وہ کسی کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔ زوبیہ نے کہا، "ماشاءاللہ، یہ تو تصویروں سے بھی زیادہ خوبصورت ہے!" زارا نے ہلکا سا مسکرایا، مگر وہ مسکراہٹ مدھم ہو گئی۔

عبیل کی آنکھیں زارا کی خوبصورتی میں گم تھیں۔ زوبیہ نے کہا "میں تو اسی کو اپنی بہو بناؤں گی!" یہ سن کر زارا کے دل میں زہر سا گھول دیا گیا۔

فراز سلطان نے اپنی بیٹی پر نظر ڈالی، جو اداس لگ رہی تھی زارا نے ماں کو دیکھا جو مسکرا رہی تھیں۔ "یہ تو آپ کی ہی ہے!" فراز وہاں سے چلے گئے،

ان کے چہرے پر غصے کے آثار تھے۔اپنی بیٹی کی حالت کو دیکھ کر وہ بے چینی محسوس کر رہے تھے۔

زارا کی آنکھوں میں آنسو تھے، وہ شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔اس کے دل میں زاویار کی دی ہوئی ہمت تھی، مگر اسے پتا تھا کہ یہ ملاقات صرف ملنے کی تھی، بات پکی نہیں ہو گی

اور اگر زبردستی کی، تو زاویار بھائی ایسا ہونے نہیں دیں گے اسے اپنے بھائی پر یقین تھا وہ اس کے ساتھ زبردستی کبھی نہیں ہونے دیں گے۔

اس کے دل کی دھڑکنیں اب بھی تیز تھیں، جیسے کسی نامعلوم خوف نے اس پر چڑھائی کر رکھی ہو۔

☆☆☆✦☆☆☆

حالہ غصے سے گھر آئی، جیسے آنکھوں میں آگ بھڑک رہی ہو۔ چہرہ غصے سے بھرا ہوا تھا، ہر قدم جسے طوفان اٹھا رہا تھا۔ وہ سیدھی سیڑھیاں چڑھنے لگی، مگر پیچھے سے اس کی ماں زبیدہ خادم نے آواز دی۔ حالہ گہری سانس لے کر رکی۔ "جی؟" اس نے اپنی آواز قابو میں رکھتے ہوئے پوچھا، مگر آنکھوں کی چمک اس کے جذبات کی شدت بیان کر رہی تھی۔

"ہمیں تم سے بات کرنی ہے" زبیدہ نے کہا، مگر حالہ کا غصہ کم نہیں ہوا۔

"ابھی موڈ آف ہے..." حالہ نے جواب دیا، مگر زبیدہ نے کہا "جلدی نیچے آؤ، بات اہم ہے۔"

حالہ نے ایک اور گہری سانس لی اور ان کے پیچھے آگئی۔ ٹی وی لاؤنج میں زبیدہ، ریاض خادم، اور مریم بیٹھی تھیں۔ حالہ کا دل دھڑک رہا تھا، دماغ میں سوالات کا طوفان اٹھ رہا تھا۔

"جی، بولیں؟" حالہ نے بے زاری سے پوچھا۔

"بیٹھو، حالہ" ریاض خادم نے نرم لہجے میں کہا۔ حالہ نے بیٹھتے ہوئے بے چینی محسوس کی۔ مریم نے ایک نظر حالہ کو دیکھا، حالہ نے نظروں سے پوچھا، "کیا ہوا؟" مگر مریم نے نظروں سے ہی جواب دیا "ابھی دھچکا لگے گا تمہیں" حالہ آکر سامنے بیٹھ گئی۔

"بولیں؟" حالہ نے سخت لہجے میں کہا "جلدی بولیں، میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

"وہ تمہارے لیے ایک بہت اچھا---" ریاض خادم نے جملہ شروع کیا، مگر حالہ نے ان کی بات کاٹ دی۔

"جی، جانتی ہوں! بہت اچھا رشتہ آیا ہے" حالہ نے بات کاٹ کر زور سے کہا اور کھڑی ہو گئی۔ "یہی کہنا تھا نا آپ لوگوں نے؟"

"حالہ، ہماری بات ابھی پوری---"زبیدہ کہہ ہی رہی تھیں کہ حالہ نے دوبارہ بات کاٹ دی۔

"خدا کا واسطہ ہے آپ لوگوں کو، پلیز میرا رشتہ دیکھنا بند کر دیں، امی، ابو!" حالہ نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔اس کی آنکھوں میں پانی بھر آیا، مگر وہ اپنی عزت نفس کو برقرار رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"میں شادی نہیں کرنا چاہتی، مجھے اپنے خواب پورے کرنے ہیں سمجھ کیوں نہیں آ رہی؟ میرے پیچھے کیوں پڑے ہیں؟ اتنا شوق ہے تو مریم کی کر دیں نا!" حالہ کی آواز میں غصہ اور ناامیدی کا امتزاج تھا۔

مریم کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔ وہ پیاز کاٹ رہی تھی، ہاتھ رک گئے۔ حالہ کو حیرت سے دیکھتے ہوئے جیسے کہہ رہی ہو، "مجھے کیوں پھنسا رہی ہو، بہن؟"

"مگر میرے سے پہلے تو عدیل ہے نا؟ وہ بڑا ہے، اس کا رشتہ ڈھونڈیں۔ وہ تو اس کا شوق بھی رکھتا ہے، پڑھائی نہیں کرتا، کام بھی نہیں۔ سو کر دیں اس کی، مگر میری جان بخش دیں!" حالہ نے غصے سے کہا، اس کا دل چاہ رہا تھا کہ اس وقت سب کو اپنی جگہ پر لگا دے۔

"حالہ، بات پوری سنو! لڑکے کا نام تو---" ریاض خادم کہنے لگے، مگر حالہ کی برداشت کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

"اُف! اپنے پاس رکھیں نام، مجھے نہیں سننا! اور پلیز، اب میرے آگے اس کا ذکر نہ کیجیے گا!" حالہ نے چلاتے ہوئے کہا، اور اس کی آواز میں شدت آ گئی کہہ کر وہ غصے سے سیڑھیوں کی طرف چل دی۔ اس کے قدموں کی آوازیں جیسے اس کے غصے کی گونج بن گئی تھیں۔ جب وہ اپنے کمرے میں داخل ہوئی، تو اس نے دروازہ بند کر کے اپنی آنکھوں سے

آنسوؤں کا پانی بہنے دیا۔اس کا دل دھڑک رہا تھا اور اس کی سوچیں الجھ رہی تھیں۔

☆☆☆✦☆☆☆

"مجھے لگتا ہے کہ تھوڑا وقت ہمیں ان دونوں کو اکیلے میں دینا چاہیے ؟" زوبیہ نے کہا، جیسے وہ اس معاملے میں کچھ خاص اہمیت رکھتی ہوں۔

حیرت زدہ زارا نے فوراً دل میں کہا اُف ! نہیں، بالکل نہیں ! اس کی آنکھوں میں بے چینی تھی، جو اس کے دل کی دھڑکن کی شدت کو بیان کر رہی تھی۔

"جی جی، کیوں نہیں؟" مہرین نے مسکراتے ہوئے کہا" جاؤ زارا، عبیل کو گھر دکھا کر آؤ۔"

عبیل فوراً کھڑا ہو گیا، اس کی آنکھوں میں دلچسپی تھی۔ "جی، چلیں۔" اس نے مسکراہٹ کے ساتھ زارا کو دیکھتے ہوئے کہا، مگر زارا کے دل میں غصہ بھر گیا، کہاں پھنس گئی ہوں؟ یہ سوچتے ہوئے وہ اٹھ گئی۔

"آیئے۔" زارا نے طنزیہ لہجے میں کہا اور آگے بڑھ گئی۔ عبیل بھی پیچھے پیچھے چل دیا، مگر زارا تیز قدموں سے چل رہی تھی۔

"رکیں نا، مجھے کیوں چھوڑ رہی ہیں؟" عبیل نے پکارا، اس کی آواز میں کچھ بے بسی تھی۔ زارا ایک دم رک کر پلٹی اور غصے سے اسے دیکھا۔

"آپ اس شادی پر راضی ہیں؟" وہ دوٹوک انداز میں بولی، جیسے وہ اس کے ارادوں کو بھانپ رہی ہو۔

"جی، جو میرے امی ابو کہیں گے، میں راضی ہوں۔" عبیل نے تھوڑا ہچکچاتے ہوئے جواب دیا۔ اس کی آنکھوں میں کوئی خاص جوش نہیں تھا، لیکن زارا کا دل دھڑک اٹھا۔

"اپنا بتائیں، آپ عبیل؟ کیا آپ رشتے سے راضی ہیں؟" اس نے پھر پوچھا، جیسے وہ اس کے جواب سے کچھ زیادہ ہی جاننا چاہتی ہو۔

"جی، میں راضی ہوں، زارا۔" عبیل نے اپنی بات دوہرائی، مگر زارا نے گہری سانس لی۔ اس کے دل میں ایک عجیب سا احساس تھا۔ وہ یہ نہیں کہہ سکی کہ وہ راضی نہیں ہے۔ اس نے اپنے جذبات کو دبائے رکھا، بس زاویار کا انتظار کر رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ اس کا بھائی آئے گا اور سب سنبھال لے گا۔ زاویار یہ شادی نہیں ہونے دے گا، مجھے اپنے بھائی پر یقین ہے۔

"ویسے، آپ... آپ پیاری ہیں۔" عبیل نے ایک چھوٹی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا،

"جانتی ہوں۔" مگر زارا نے ٹھنڈے لہجے میں جواب دیا، وہ ایک لمحے کے لیے رک گئی، مگر پھر آگے بڑھ گئی، جیسے وہ اس کی باتوں میں دلچسپی نہیں رکھتی ہو۔

عبیل اسی کے پیچھے خاموشی سے چلتا رہا، جیسے وہ اس کا سایہ ہو۔ اب وہ دونوں لان میں پہنچ چکے تھے۔ لان تک کا راستہ خاموشی میں طے ہوا، اور زارا کے دل میں ایک عجیب سا درد محسوس ہو رہا تھا۔ وہ یہ سوچ رہی تھی کہ اس کا بھائی زاویار کب آئے گا۔

چند لمحے بعد، زارا نے آب عبیل کی طرف دیکھا، اور اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ وہ اس لمحے میں اپنی موجودہ حالت سے بیزار تھی۔ وہ سوچ

رہی تھی کہ کیسے سب کچھ اس کی مرضی کے خلاف ہو رہا ہے۔ عبیل کی موجودگی اس کے لیے ایک چبھتا ہوا کانٹا بن گئی تھی، جو اس کی خواہشوں کو چوٹ پہنچا رہا تھا۔ عبیل کے ساتھ اس کی گفتگو کے دوران، اس کا دل یہ ماننے کو تیار نہیں تھا کہ وہ اس کے ساتھ کسی بھی قسم کی خوشی محسوس کر سکے گی۔

"تم ٹھیک ہو؟" عبیل نے اچانک پوچھا، جیسے وہ اس کی کیفیت محسوس کر رہا ہو۔

"میں ٹھیک ہوں" زارا نے فوراً جواب دیا، مگر اس کی آواز میں بے یقینی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ عبیل کا اس سے رشتہ اس کی خوشی کی راہ میں ایک رکاوٹ ہے۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

کمرے میں اندھیرا چھایا ہوا تھا، صرف روشنی کھڑکی سے آرہی تھی، حالہ صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی، اس کے پاؤں اوپر کیے ہوئے تھے، اور وہ بے چینی سے اسرا کو بار بار کال کر رہی تھی۔ ہر بار اس کا دل دھڑک اٹھتا جب کال نہیں اٹھائی جاتی، لیکن پھر اچانک ایک لمحے کے بعد اسرا کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو؟"

"اسرا---" حالہ نے پکارا، اور اس کی آواز بھرائی۔

"کیا ہوا حالہ؟" اسرا نے فوری طور پر پوچھا، اس کی آواز میں تشویش تھی۔

"امی ابو دوبارہ شادی کروانے کی ضد کر رہے ہیں۔" حالہ نے کہا، اس کی آواز میں اداسی اور بے بسی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ یہ بات اسرا کے لیے بھی تشویش کا باعث بنے گی، لیکن وہ اس کی سب سے قریب دوست تھی اور اس کے ساتھ اپنی کیفیت کو بانٹنے کے لیے وہ بے چین تھی۔

اسرا کی خاموشی میں حالہ نے اپنی بے چینی محسوس کی، جیسے وہ بھی اس معاملے کی سنگینی کو سمجھ رہی ہو۔ حالہ کا دل دھڑک رہا تھا، وہ جانتی تھی کہ اس کی زندگی کا ایک بڑا فیصلہ اس وقت اس کے سامنے تھا۔

"حالہ، تمہیں کیا کرنا چاہیے؟" اسرا نے بالآخر کہا، اس کی آواز میں ایک خاص نرمی تھی، جیسے وہ اپنے دوست کی مدد کرنا چاہتی ہو۔

"نہیں جانتی، اسرا مجھے صرف پڑھنا ہے، مجھے آگے جانا ہے۔" حالہ نے جواب دیا، اور اس کے دل میں ایک امید چھپی ہوئی تھی کہ شاید اس کی دوست اس کے فیصلے کی حمایت کرے گی۔

☆☆☆✦☆☆☆

وہ دونوں لان میں کھڑے تھے۔ شام کا وقت تھا اور سورج ڈوبنے کے قریب تھا۔ آسمان پر نارنجی اور سرخ رنگوں کی چھاپ چھائی ہوئی تھی، جیسے کسی ماہر مصور نے اپنی کینوس پر حسین نقشہ کھینچ دیا ہو۔ ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی، زارا نے اپنے بازو سینے پر باندھے ہوئے تھے اور نظریں آسمان پر مرکوز تھیں، جیسے کسی سوال کا جواب تلاش کر رہی ہو۔

عبیل اس کے ساتھ کھڑا خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔اس کی نظریں زارا کے چہرے پر تھیں، جہاں بے شمار جذبات کے سائے تھے، لیکن زبان خاموش تھی۔ وہ دل میں یہی سوچ رہا تھا کہ کاش وہ کچھ بول دے، کچھ ایسا کہ جس سے وہ سمجھ سکے کہ اس کے دل میں کیا چل رہا ہے۔ لیکن زارا کی خاموشی گہری تھی،اوراس کی نظریں آسمان پر جمی ہوئی تھیں۔

زارا کے دل میں خیالات کا ہجوم تھا۔ کیا یہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا؟ کیا میں اس شادی سے بچ پاؤں گی؟اس کا دل دھڑک رہا تھا،اور آنکھیں بار بار نم ہو رہی تھیں۔ ممی شاید یہ شادی کروا ہی دیں گی... شاید میرا انکار بھی انہیں نہ روک سکے۔اس کے دل میں ایک خوف سا تھا،ایک بے یقینی۔

وہ جانتی تھی کہ عبیل مسلسل اسے دیکھ رہا تھا، مگر وہ اس کی نظروں کو نظرانداز کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔اسے ڈر تھا کہ کہیں وہ اس کی نم

آنکھوں کو نہ دیکھ لے۔ یہ لڑکا آخر کیوں اتنی توجہ دے رہا ہے؟ زارا دل ہی دل میں سوچ رہی تھی۔ آخر میرے میں ایسا کیا ہے جو اسے اتنا پسند آیا؟

زارا کے دل میں بار بار بس ایک ہی خوف پل رہا تھا کہ کہیں وہ خود سے ہاں نہ کر دے۔ وہ اپنے آپ کو اچھی طرح جانتی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اس کا دل نرم ہے، اور دوسروں کی باتوں میں آنا اس کی کمزوری ہے۔ کوئی بھی اگر اس سے ضد کرتا، تو وہ آخر کار مان ہی جاتی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنی ماں کی ضد سے خوفزدہ تھی۔ کیا وہ اپنی ماں کے آگے ہار مان لے گی؟ کیا وہ ان کی خواہش کے آگے اپنی زندگی کا سب سے بڑا فیصلہ بدل دے گی؟

زارا خود کو سمجھانے کی کوشش کرتی تھی مگر دل کی گہرائی میں اسے معلوم تھا کہ وہ اپنے کہے الفاظ کو بھول جانے والوں میں سے ہے۔ جب کوئی اس سے بات کرتا، دلائل دیتا، اسے قائل کرتا، تو وہ اکثر اپنا فیصلہ بدل دیتی

تھی۔اور یہی خوف اس کے دل کو جکڑے ہوئے تھا کہ کہیں وہ اپنی ماں کی ضد پوری نہ کر بیٹھے۔

وہ ابھی شادی کے لیے تیار نہیں تھی۔اس کے خواب تھے، خواہشات تھیں۔وہ پڑھائی مکمل کرنا چاہتی تھی، اپنی زندگی کو بہتر بنانا چاہتی تھی۔ مگر ان سب کے باوجود، ایک امید تھی، ایک روشنی کا جھماکہ جو اسے حوصلہ دیتا تھا۔ وہ امید اس کا بھائی، زاویار تھا۔ زاویار ہمیشہ سے زارا کا سہارا رہا تھا۔ وہ ہر مشکل وقت میں اس کے ساتھ کھڑا رہتا، ہر مسئلے کو حل کر لیتا، اور اسے یقین دلاتا کہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔

زارا کے دل میں یہی یقین تھا کہ زاویار بھائی اس بار بھی کچھ نہ کچھ کر ہی لیں گے۔ وہ یہ شادی نہیں ہونے دیں گے۔

پھر زارا کی سوچیں کہیں اور بھٹکنے لگیں۔ ممی زاویار بھائی کی شادی اس حالہ سے کروانا چاہتی ہیں، مگر وہ کریں گے بھی؟ زارا نے اپنے آپ کو تسلی دی۔ پہلے میرا مسئلہ حل ہو جائے، پھر میں خود ان کی مدد کروں گی۔

"کیا سوچ رہی ہیں آپ، زارا؟"

عبیل کی آواز میں نرمی تھی زارا، جو اپنے خیالات میں ڈوبی ہوئی تھی، جیسے اچانک کسی خواب سے جاگ گئی۔ وہ پلٹی، مگر اس کی نظریں عبیل کی طرف نہیں اٹھ سکیں۔ وہ سپاٹ لہجے میں بولی، "کچھ نہیں۔"

وہ نظریں چرا کر پھر سامنے دیکھنے لگی۔ اس کی خاموشی اور خفگی میں ایک ایسا دکھ چھپا تھا جو الفاظ سے بیان نہیں ہو سکتا تھا۔

عبیل نے اسے کچھ لمحے کے لیے غور سے دیکھا اور پھر آہستگی سے کہا،

"زارا، مجھے لگتا ہے... آپ اس شادی سے خوش نہیں ہیں۔ آپ یہ نہیں کرنا چاہتیں، ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟"

زارا کے قدم جیسے زمین میں گڑ گئے۔ اس نے آہستگی سے اس کی طرف دیکھا، مگر جواب میں کچھ کہہ نہ پائی۔ یہ ایک ایسا سوال تھا جس کا جواب اس کے دل میں تھا، مگر زبان پر لانا آسان نہیں تھا۔

آخر کار اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور ایک جھجکتے ہوئے لہجے میں کہا،

"ہاں... میں... میں خوش نہیں ہوں۔"

اس کی آنکھوں میں نمی جھلکنے لگی تھی، اور اس کی آواز میں ایک لرزش تھی جو اس کے دل کی کیفیت کو ظاہر کر رہی تھی۔ "میں یہ شادی اس لیے نہیں کرنا چاہتی کیونکہ... کیونکہ میری پڑھائی مکمل نہیں ہوئی۔"

عبیل نے گہری سانس لی۔اس کے چہرے پر نرمی برقرار رہی، مگر آنکھوں میں ایک سنجیدگی تھی۔"آپ کی پڑھائی مکمل ہونے میں تو کچھ مہینے ہی باقی ہیں، زارا۔ ہم آپ کو آگے بھی پڑھنے دیں گے۔میں خود بھی تو باہر جارہا ہوں۔یہ منگنی کر کے ہی جا سکتا ہوں۔امی ابو اگر کچھ سوچ رہے ہیں، تو وہ غلط نہیں سوچ رہے۔"

زارا کے چہرے پر مایوسی کے تاثرات نمایاں ہو گئے۔وہ تھوڑا آگے بڑھی اور مضبوط لہجے میں بولی"آپ کو سمجھ کیوں نہیں آرہا؟ میں اپنی مرضی سے اپنی زندگی جینا چاہتی ہوں۔میں شادی یا منگنی کسی چیز کے لیے ابھی تیار نہیں ہوں۔مجھے پڑھنا ہے۔اور... اور پڑھائی مکمل کرنے کے بعد بھی، کم از کم دو سال تک میرا شادی کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

عبیل نے نرمی سے اس کی آنکھوں میں جھانکا، جیسے وہ اس کے اندر کے جذبات کو سمجھنا چاہتا ہو۔ "زارا، آپ کی آنکھیں... وہ کچھ اور کہہ رہی ہیں۔ آپ کے دل میں شاید کوئی اور خوف ہے؟"

زارا نے فوراً اپنی نظریں جھکا لیں۔ اس کے لب ہلکے سے کانپے۔ "آپ سمجھ کیوں نہیں رہے؟ یہ میرا فیصلہ ہے، اور مجھے اس پر کوئی سمجھوتہ نہیں کرنا۔"

عبیل خاموشی سے اس کی بات سنتا رہا۔ اس کی نظریں زارا کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں، اور وہ اس کے اندر کے دکھ کو پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"آپ کی آنکھوں میں آنسو ہیں؟"

عبیل کے نرم لہجے میں پوچھے گئے سوال پر زارا فوراً چونکی۔ وہ نظریں چرا کر جلدی سے سیدھی ہو گئی اور آنکھیں جھکا لیں۔

"نہیں۔"

"ہاں—— آپ جھوٹ نہ بولیں، میں دیکھ سکتا ہوں۔ آپ کی آنکھوں کی نمی سب بتا رہی ہے۔"

وہ زارا کی خاموشی کو پرکھ رہا تھا، جیسے ہر لفظ کے پیچھے چھپی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

زارا نے ہلکی سی سانس لی، اس کا دل جیسے ایک بوجھ کے نیچے دب رہا تھا۔

آخر کار اس نے نظریں اٹھائیں اور سیدھے عبیل کی طرف دیکھا۔

"عبیل، اگر میں اس شادی سے راضی نہیں ہوں تو کیا آپ بھی شادی سے منع کر دیں گے؟ یا آپ کی یہی ضد ہو گی کہ آپ نے کرنی ہے؟"

اس کے چہرے پر اب غصے کی جگہ سنجیدگی اور گہرے سوالات تھے۔

عبیل کچھ لمحے خاموش رہا، جیسے اپنے الفاظ کو تول رہا ہو۔ پھر اس نے ہلکے

سے کہا، "میں آپ کا انتظار کروں گا، زارا۔"

زارا حیرت سے چونکی۔ اس کے چہرے پر حیرانی کے آثار نمایاں تھے۔

"چار، پانچ سال تک آپ میرا انتظار کریں گے؟"

عبیل کی نظریں زارا کے چہرے پر جمی تھیں۔ وہ کچھ لمحے یوں ہی اسے دیکھتا

رہا، جیسے اپنے جذبات کو اس کے سامنے کھول رہا ہو۔ پھر ہلکی سی مسکراہٹ

کے ساتھ بولا، "ہاں، میں انتظار کروں گا۔ اگر آپ اس رشتے سے راضی

نہیں ہیں، تو جو آپ کی خواہش ہے، وہی ہو گا۔ آپ اپنی پڑھائی مکمل

کریں، اور اگر منگنی بھی نہیں کرنی، تو نہ کریں۔ میں آپ کے فیصلے کا احترام

کروں گا۔"

"لیکن ان چار، پانچ سالوں میں آپ کسی اور سے شادی کر سکتے ہیں۔ آخر کون کسی لڑکی کے لیے اتنا طویل انتظار کرے گا؟ وہ بھی ایک ایسی لڑکی کے لیے جس سے آپ آج پہلی بار ملے ہیں؟"

اس کے لہجے میں تلخی اور بے یقینی نمایاں تھی۔

عبیل نے مسکرا کر کندھے اچکائے اور پُر اعتماد لہجے میں کہا "زارا، میں اپنی بات سے کبھی پیچھے نہیں ہٹتا۔ اگر میں نے کہا ہے کہ میں آپ کے لیے انتظار کروں گا، تو چاہے جو ہو، میں اپنا وعدہ نبھاؤں گا۔ کوئی بھی راستے میں آئے، وہ میری راہ نہیں بدل سکتا۔"

زارا کے چہرے کے تاثرات آہستہ آہستہ نرم پڑنے لگے۔ وہ اس کی باتوں کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی، مگر اس کے دل میں خوف تھا۔ یہی خوف کہ وہ ایک لمحے میں اپنا فیصلہ بدل سکتی تھی۔ زارا جانتی تھی کہ وہ خود پر کبھی

بھی قابو نہیں رکھ پاتی۔ وہ ہمیشہ دوسروں کی باتوں میں آجاتی تھی اور اپنے

ارادوں کو بھول جاتی تھی۔

عبیل کی باتوں نے اس کے دل میں ہلکی سی بے چینی پیدا کر دی تھی۔ وہ

اب اس سے

نظریں چرا رہی تھی، مگر اس کا دل تیز دھڑک رہا تھا۔

"صرف میں ہی کیوں؟ آپ صرف میرے سے ہی کیوں شادی کرنا چاہتے

ہیں؟"

"زارا، آپ کو پتہ ہے؟ میں خود اس رشتے پر راضی نہیں تھا۔ میری سوچ

تھی کہ ابھی شادی کا وقت نہیں، میں نے باہر جا کر سیٹل ہونا تھا، اپنے

خواب پورے کرنے تھے۔ میرے ذہن میں تھا کہ سیٹل ہو کر ہی کچھ

سوچوں گا۔ لیکن پھر میرے امی ابو کے اصرار پر، میں نے فیصلہ کیا کہ

صرف آپ کو دیکھنے چلا جاؤں۔ انہوں نے کہا کہ بس دیکھ لو، اور پھر ہم پر چھوڑ دو۔ اور جب میں نے آپ کو دیکھا، تو مجھے اپنا فیصلہ بدلنے میں ایک لمحہ نہیں لگا۔ یہ ایک لمحہ... ہاں، بس ایک لمحہ کافی ہوتا ہے، سب کچھ بدلنے کے لیے، فیصلہ کرنے کے لیے، یا شاید فیصلہ بدلنے کے لیے۔"

زارا نے حیرانی سے اسے دیکھا، جیسے اس کی باتوں کو سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"اور آپ نے اس ایک لمحے میں اپنا فیصلہ مجھے دیکھ کر بدل دیا؟ آپ شادی نہیں کرنا چاہتے تھے، اور آپ نے ہاں کر دیا؟"

عبیل نے سر ہلایا اور اپنی بات جاری رکھی، "ہاں، میں یہاں صرف آپ کو دیکھنے آیا تھا۔ لیکن جب آپ کو دیکھا، تو مجھے لگا کہ اگر قسمت نے مجھے کسی

کے ساتھ باندھنا ہے، تو وہ صرف آپ ہوں گی۔ ورنہ کسی اور کے ساتھ نہیں۔"

زارا اس کی بات پر خاموش ہو گئی۔ وہ اسے دیکھ رہی تھی، مگر اندر کہیں الجھن اور بے یقینی موجود تھی۔ "میں اتنی بھی پیاری نہیں ہوں، عبیل آپ شاید... شاید مجھ سے متاثر ہو گئے ہیں، لیکن---"

عبیل نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا "آپ نے خود کو اپنی نظروں سے دیکھا ہے، زارا۔ دوسروں کی نظروں سے دیکھیں، تو آپ کو پتہ چلے گا کہ آپ کتنی خوبصورت ہیں۔"

زارا نے سر جھٹکا اور ایک تلخ مسکراہٹ کے ساتھ کہا "نہیں، اتنی بھی اچھی نہیں ہوں۔ میرے اندر بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو اچھی نہیں ہیں۔ میں

پڑھائی میں کچھ خاص نہیں، میں بولتی بھی ٹھیک سے نہیں، میری ڈریسنگ اچھی نہیں، اور... اور شاید میں پیاری بھی نہیں ہوں۔"

عبیل کی ہنسی نے زارا کو چونکا دیا۔ وہ حیرانی سے اسے دیکھنے لگی، جیسے سمجھ نہ پائی ہو کہ وہ کیوں ہنس رہا ہے۔

"زارا، آپ کو اپنے بارے میں اتنی انسیکیورٹیز کیوں ہیں؟" عبیل نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

زارا نے ایک لمحے کو گہری سانس لی اور دھیمی آواز میں کہا" پتہ نہیں... شاید اس لیے کہ ہمیشہ لگتا ہے جیسے میں کافی نہیں ہوں۔ جیسے لوگ مجھے دیکھ کر صرف وہی چیزیں نوٹس کرتے ہیں جو غلط ہیں، جو کمزور ہیں۔"

عبیل نے اس کی آنکھوں میں جھانکا، اس کی باتوں میں چھپی اداسی کو سمجھتے ہوئے۔ "زارا، آپ جیسی ہیں، ویسی ہی بہترین ہیں۔ آپ کو خود پر یقین کرنا چاہیے، دوسروں کے کہنے کی فکر مت کریں۔"

زارا نے ایک لمحے کے لیے اس کی بات پر غور کیا۔

"کیا آپ ان کے لیے جئیں گی؟" عبیل نے سوال کیا، اور زارا نے ایک لمحے کے لیے سوچا۔

"مجھے آج تک کبھی کسی شخص نے اچھا نہیں کہا، عبیل..." اس کی آواز میں ہلکی سی لرزش تھی، اور آنکھیں چمکنے لگیں۔

"مجھے لگتا ہے کہ میں جس شخص سے شادی کروں گی، وہ بھی پوری زندگی مجھے یہی طعنے دے گا کہ تم اچھی نہیں ہو، تم پیاری نہیں ہو۔"

"زارا، آپ صرف پڑھائی کی وجہ سے شادی سے انکار نہیں کر رہیں، بلکہ آپ اس بات کا بھی ڈر رکھتی ہیں کہ اگر آپ شادی کر لیں گی تو آپ کا شوہر آپ کی خوبیوں پر باتیں نہ کرے اور ان سیکیورٹی پر باتیں نہ کرے۔ یانی اپ شادی کرنے سے ڈر رہی ہیں اپ شادی صرف اس وجہ سے نہیں کرنا چاہتی ورنہ پڑھائی تو ایک بہانا ہے شادی سے انکار کرنے کا، رائٹ؟"

"ہاں"

عبیل نے اس کی بات سن کر ہمدردی سے اس کی طرف دیکھا۔"یہ صرف وہ باتیں ہیں جو دنیا نے اپنے دماغ میں بٹھا رکھی ہیں، زارا۔ اور سچ کہوں تو، میں کبھی آپ کو ایسا نہیں کہوں گا۔ آپ کی عزت، آپ کی ریسپیکٹ میرے لیے بہت اہم ہے۔ یہ سب باتیں فضول ہیں کہ آپ کے اندر یہ نہیں، وہ نہیں---"

زارا کے دل میں اب ایک نرمی سی آگئی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ عبیل کی باتوں میں سچائی ہے، مگر اندر کا خوف ابھی بھی اس کا پیچھا کر رہا تھا۔ وہ جو کچھ دیر پہلے یہاں کھڑی ہو کر کہہ رہی تھی کہ وہ کبھی شادی نہیں کرے گی، اب ایسا لگتا تھا کہ وہ شاید انکار نہ کر پائے گی۔ آخر وہ شخص، جو اس سے اس طرح بات کر رہا تھا، اس کی آنکھوں میں ایک امید جگا رہا تھا۔

"عبیل، کیا واقعی آپ میرے بارے میں اتنی اچھی باتیں سوچتے ہیں؟" اس نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا، جیسے اس کی باتوں پر یقین نہ آتا ہو۔

"ہاں، زارا۔ میں جانتا ہوں کہ آپ میں خوبیاں ہیں، اور وہی آپ کو خاص بناتی ہیں۔" عبیل نے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

اس لمحے زارا کو لگا کہ شاید وہ واقعی اپنا فیصلہ بدل دے گی۔ وہ ایک امید کی کرن محسوس کر رہی تھی، اور یہی امید اسے دلیر کر رہی تھی کہ شاید، صرف شاید، وہ اپنی زندگی میں ایک نئی شروعات کر سکتی ہے۔

"لیکن، کیا آپ واقعی اس بات پر قائم رہیں گے؟" اس نے ایک نئے حوصلے سے پوچھا۔

عبیل نے مسکراتے ہوئے کہا "جی ہاں، میں آپ کا انتظار کروں گا۔"

زارا کے دل میں ایک عجیب سی تسکین محسوس ہونے لگی۔ وہ جانتی تھی کہ ابھی کچھ بھی طے نہیں ہوا، مگر عبیل کی باتوں نے اس کے دل میں ایک نئی امید پیدا کر دی تھی۔ یہ امید، جو اسے خوف کے سائے سے باہر نکال سکتی تھی، اور شاید ایک نئے راستے کی طرف لے جا سکتی تھی۔

☆☆☆✦☆☆☆

افس کی خاموشی میں زاویار اپنے لیپ ٹاپ پر نظریں جمائے کام کر رہا تھا۔ اُس کی انگلیاں تیزی سے کی بورڈ پر چل رہی تھیں، اس کے چہرے پر ہلکی سی شیو اور تراشے ہوئے بال اُسے مزید دلکش بناتے تھے۔اس کی گہری بھوری آنکھوں میں سنجیدگی اور ذہانت کی جھلک نمایاں تھی۔وہ کام کرتے وقت کافی ہینڈسم لگتا تھا۔

افس کے دروازے پر دستک ہوئی۔اُس نے بنا نظریں اٹھائے کہا"آجاؤ۔"

دروازہ کھلا، اور ماہا اندر داخل ہوئی۔ہیلز کی ٹک ٹک کی آواز کمرے میں گونجی، اور وہ آہستگی سے چلتی ہوئی اُس کے ڈیسک کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔اس نے گلابی رنگ کی گھٹنوں سے نیچے تک کرتی زیب تن کی ہوئی

تھی، جس کے اوپر سلیقے سے جڑی ہوئی مختصر سی کوٹی مزید دلکشی بخش رہی تھی۔اس کے کانوں میں چھوٹے موتیوں کی بالیاں تھیں،اور اس کا جوڑا پیچھے سے نفاست سے بندھا ہوا تھااور دو لیٹے اگے کی طرف ارہی تھیں اس کی بلیک آئی لائنر سے نمایاں بڑی بڑی سر مئی آنکھیں مزید چمک رہی تھیں۔

"السلام علیکم۔" اس کی نرم آواز پہ زاویار نے اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا ماہا نے کچھ دیر پہلے اسے کال کر کے کہا تھا کہ وہ اس کے افس آسکتی ہے، توزاویار نے بے فکر ہو کر کہا تھا، "آجاؤ۔" مگر اب وہ خود بھی گھر جانے والا تھا۔

زاویار نے سر اُٹھایا "وعلیکم السلام۔" اس نے کہااور نظریں دوبارہ اسکرین پر مرکوز کرلیں۔

"کیسے ہیں آپ؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں،" زاویار نے مختصر جواب دیا اور دوبارہ کام میں مشغول ہو گیا۔

ماہا اس کی خاموشی سے بے پرواہ، اس کے وجیہہ چہرے کو دیکھتی رہی۔ زاویار کی شخصیت نے ہمیشہ اسے متاثر کیا تھا۔ وہ صرف ظاہری خوبصورتی کا مالک نہیں تھا بلکہ اس کی آواز کی گہرائی اور اس کے الفاظ کی سنجیدگی بھی ایک عجیب سا جادو رکھتی
تھی۔

"آپ سنائیں؟ کیسی ہیں؟" زاویار نے کچھ دیر بعد پوچھا، بغیر اس کی طرف دیکھے۔

"جیسے آپ ہیں" ماہا نے جواب دیا، اور ہلکے سے مسکرائی۔

زاویار نے اس بار نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ "مطلب بُری؟"

ماہا ہنس پڑی۔ "یعنی آپ خود کو بُرا کہہ رہے ہیں؟"

"اتنا اچھا بھی نہیں ہوں میں" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا اور دوبارہ کی بورڈ پر انگلیاں چلانے لگا۔

ماہا نے اس کی بات پر حیرانی سے سر جھٹکا۔ "اور ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟"

"کیونکہ آپ مجھے پسند کرنے لگی ہیں۔" زاویار نے اپنی کرسی سے پیچھے ٹیک لگا کر اسے دیکھا۔

ماہا ایک دم سانس روک کے اسے دیکھتی رہی۔ زاویار اپنی کرسی پر آرام سے بیٹھا تھا، سفید شرٹ کی آستینیں کہنیوں تک چڑھائی ہوئی تھیں، ٹائی ڈھیلی ہو چکی تھی، اور بازوؤں کی رگیں واضح نظر آ رہی تھیں۔ اس کی گھڑی کی دھات مدھم روشنی میں چمک رہی تھی۔

ماہا نے گہری سانس لی، اس کی نظریں زاویار کے چہرے پر تھیں، جہاں ہلکی سی تھکن کے ساتھ سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔

"یعنی آپ کو سمجھ آ ہی گئی ہے کہ میں آپ کو پسند کرنے لگی ہوں؟"

"آخر آپ نے خود ہی اپنے منہ سے کہا تھا۔" زاویار نے اپنی نظریں ہٹائے بغیر جواب دیا

ماہا کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی، مگر فوراً مٹ گئی۔

"آپ کیوں کہہ رہے ہیں کہ آپ اچھے نہیں؟"

زاویار نے لیپ ٹاپ بند کیا اور کرسی پر تھوڑا آگے جھکتے ہوئے بولا، اس کی آنکھوں میں سنجیدگی مزید گہری ہو گئی تھی۔

"تم مجھے بتاؤ ماہا، تمہیں لگتا ہے کہ میں ایک اچھا انسان ہوں؟"

ماہانے کچھ لمحے توقف کیا، اس کی نظریں زاویار کی آنکھوں کی گہرائی میں کچھ تلاش کررہی تھیں۔

"ہاں۔۔۔ہاں، آپ۔۔۔آپ بہت اچھے انسان ہیں۔"

"نہیں ماہا۔۔۔ تم میرے بارے میں نہیں جانتی، سو تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ میں تمہارے لیے اچھا ہوں یا بُرا؟"

ماہانے اپنی گلابی کرتی کے کنارے کو نرمی سے پکڑا اور اسے مروڑنے لگی۔

"آپ زارا کے بھائی ہیں، وہ۔۔۔وہ مجھے آپ کے بارے میں بتاتی ہے۔اور پھر میں آپ سے اتنا ملی ہوئی ہوں، تو ظاہر ہے آپ ایک اچھے انسان ہیں، میں سمجھتی ہوں۔"

زاویار نے اس کی بات پر ہلکی سی تلخ مسکراہٹ دی۔

"زارا تو میری بہن ہے۔ وہ تو ظاہر ہے میرے بارے میں تعریف ہی کرے گی، چاہے میں بُرا بھی کیوں نہ ہوں۔ مگر آپ؟ آپ میرے سے دو تین دن میں مل کر مجھے کیسے اچھا سمجھ سکتی ہیں خود کے لیے؟"

ماہا کے چہرے پر الجھن کا سایہ چھا گیا تھا۔ وہ ہلکا سا مسکرائی، مگر پھر اس کی مسکراہٹ دھیمی پڑ گئی۔

"آپ۔۔۔ آپ کیا کہہ رہے ہیں، مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا؟"

زاویار نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے سیدھا ہو کر کہا

"میں صرف یہ کہہ رہا ہوں ماہا کہ آپ مجھے ابھی جانتی نہیں ہیں اور نہ ہی میری آپ سے اتنی کوئی پرانی ملاقات ہے جو آپ مجھ پر ٹرسٹ کر رہی ہیں۔ اگر میں آپ کے لیے ایک اچھا شخص نہ نکلا تو؟"

ماہا کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی آ گئی، مگر وہ اپنے لہجے کو مضبوط رکھتے ہوئے بولی،

"یعنی آپ مجھے ٹیسٹ کر رہے ہیں؟ میرے پیار کو ٹیسٹ کر رہے ہیں؟ کہ آپ مجھے اس طرح کہیں گے کہ میں بُرا ہوں اور میں ڈر کر آپ سے پیار کرنا چھوڑ دوں گی؟ آپ کو چھوڑ دوں گی؟"

وہ ہلکا سا مسکرائی، مگر اس کی مسکراہٹ میں تلخی تھی۔

"نہیں زاویار، میں نے آپ سے پیار کیا ہے، مجھے آپ سے محبت ہونے لگی ہے۔ جب جب زارا آپ کا ذکر کرتی تھی، میرے دل میں تب تب آپ کے لیے فیلنگز پیدا ہوتی تھیں۔ اور آپ ایک اچھے انسان ہیں، میں جانتی ہوں۔ آپ میرے پیار کو ٹیسٹ کرنے کے لیے ایسا کہہ رہے ہیں۔"

زاویار کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی، مگر فوراً ختم ہو گئی۔

"ریئلی؟آپ کو یہ لگتا ہے؟"اس نے سیدھے لہجے میں کہا۔

"مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے آپ کا پیار ٹیسٹ کرنے کی۔آپ مجھ سے پیار کرتی ہیں، مجھے اس سے بھی فرق نہیں پڑتا۔میرے پر سو لڑکیاں مرتی ہیں، پر مجھے نہ ہی تو فرق پڑتا ہے اور نہ ہی پرواہ ہے۔سو میں آپ کے پیار کو ٹیسٹ نہیں کر رہا۔میں حقیقتاً بات کر رہا ہوں کہ کیا پتا میں ایک بُرا انسان نکلوں، جس پر آپ اتنا ٹرسٹ کرتی ہیں۔اول تو میں بُرا نہیں ہوں یا ہوں، مجھے نہیں پتا۔میں صرف آپ کو بتا رہا ہوں کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے صرف دو تین بار ہی ملے ہوں گے یا فون پر باتیں کی ہوں گی۔اس کے بعد اتنی جلدی آپ کو مجھ سے محبت ہونا، یہ صرف ایک اٹریکشن ہے۔ ورنہ آپ کو نہیں پتا کہ میں اندر سے اچھا ہوں یا بُرا۔"

ماہا نے گہری سانس لی، پھر دھیمے لہجے میں بولی، "آپ جو بھی ہیں، جیسے بھی ہیں، مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مجھے آپ اچھے لگتے ہیں۔"

"تم کہہ رہی ہو کہ تمہیں فرق نہیں پڑتا؟ لیکن ماہا، تمہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ میرے ساتھ زندگی گزارنا کیسا ہوگا۔ میں ایک مشکل انسان ہوں، میرے نظریات مختلف ہیں، میری زندگی الگ ہے۔"

ماہا نے زاویار کی بات کو بغور سنا، پھر نرمی سے بولی، "آپ مشکل ہیں، زاویار۔ لیکن شاید اسی لیے مجھے آپ پسند ہیں۔ میں آسان چیزوں کی عادی نہیں ہوں۔"

ماہا کی مسکراہٹ ختم ہوگئی تھی۔ وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ اُسے دیکھ رہی تھی۔ زاویار کی باتوں نے جیسے اُس کے دل میں ہلچل مچادی تھی۔

"یہ اٹریکشن نہیں ہے زاویار، مجھے آپ واقعی اچھے لگتے ہیں اور مجھے آپ پر ٹرسٹ ہے۔ مجھے آپ بُرے نہیں لگتے۔ چاہے دنیا بھی کہے گی کہ آپ بُرے ہیں، تو میری نظر میں آپ اچھے ہی ہوں گے۔"

وہ اس کی بات سن تو رہا تھا، مگر اس کے چہرے پر کوئی واضح ردعمل نہیں تھا۔

"اور آپ اس طرح میری محبت کو اٹریکشن کا نام نہیں دے سکتے۔ مجھے آپ سے پیار ہے اور تب سے ہے جب سے زارا آپ کا ذکر کرتی تھی، زاویار۔ اور آپ میری فیلنگز کو نہیں سمجھ رہے؟"

ماہا کی آواز بھرا گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں نمی جھلکنے لگی تھی، جو اُس کے جذبات کی شدت کو ظاہر کر رہی تھی۔

زاویار نے گہری سانس لی اور آہستہ سے بولا "آپ ہرٹ کیوں ہو رہی ہیں؟"

ماہا نے اپنی نظریں نیچی کرتے ہوئے کہا "کیونکہ آپ نے بات ہی ایسی کی ہے، ہرٹ تو ہوں گی نا؟"

زاویار نے اس کے سوال کو نظرانداز کرتے ہوئے ایک تلخ مسکراہٹ دی،

"میں نے آپ کو پہلے ہی بولا ہے کہ میں ایک اچھا انسان نہیں ہوں۔ دیکھیں، آپ ہرٹ ہو گئیں؟ ہوئیں نا؟"

ماہا نے اُسے گھورا، اس کی آنکھوں میں نمی اب صاف نظر آ رہی تھی۔

"آپ نے مجھے جان کر ہرٹ کیا ہے؟"

زاویار نے کرسی سے آگے ہو کر اپنے دونوں ہاتھ میز پر رکھ دیے، جیسے اپنی بات کو اور زیادہ وزن دینے کے لیے خود کو تیار کر رہا ہو۔ اس کی آواز میں

وہی سپاٹ انداز تھا، جیسے اُس کے دل پر نہ تو کوئی بوجھ تھا اور نہ ہی کوئی ہچکچاہٹ۔

"ماہا، میں حقیقتاً سیدھی بات کرنے والا انسان ہوں۔ میرے پاس کسی کی دلجوئی کے لیے جھوٹ بولنے کا نہ وقت ہے اور نہ ہنر۔ جب بات کرتا ہوں تو وہ سیدھی، کٹھی اور حقیقت پر مبنی ہوتی ہے، چاہے وہ کسی کو بُری کیوں نہ لگے۔ اور یہی میرا مسئلہ ہے۔ لوگ میری ان باتوں کو سہہ نہیں پاتے، اور پھر، وہ میری نظر میں نہیں بلکہ اپنی نظر میں مجھے ایک 'بُرا انسان' بنا دیتے ہیں۔"

وہ ایک لمحے کے لیے رکا، جیسے ماہا کے چہرے پر تاثرات کو پڑھنے کی کوشش کر رہا ہو،

"تو ہاں، میں بُرا انسان ہوں، کم از کم دنیا کی نظر میں۔ اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ مجھے کسی کی خوشامد کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ میری بات لوگوں کو چبھتی ہے، شاید اس لیے کہ وہ حقیقت ہوتی ہے۔ اور میں نے ہمیشہ یہ اصول رکھا ہے کہ مجھے فرق نہیں پڑتا کہ کون میری باتوں سے ہرٹ ہوتا ہے اور کون خوش۔"

اس نے اپنی نظریں ماہا پر ٹکائیں، جیسے اُس کی سمجھداری کا امتحان لے رہا ہو۔

"آپ کہہ رہی ہیں کہ آپ مجھ سے محبت کرنے لگی ہیں؟ تو اس سے پہلے کہ آپ مزید آگے بڑھیں، میں آپ کو یہ صاف بتا دوں کہ میں ایسا ہی ہوں۔ سیدھی باتیں کرنے والا، کسی کے جذبات کو خاطر میں نہ لانے والا۔ اور آپ، ابھی ایک معمولی بات پر ہرٹ ہو گئی ہیں؟ اور آپ یہ سوچ رہی ہیں کہ آپ میرے ساتھ پوری زندگی گزار سکتی ہیں؟"

اس کی آواز میں گہری سنجیدگی تھی، جیسے وہ اپنی بات کی اہمیت کو ماہا کے دل میں اتارنا چاہتا ہو۔

"سوچ لیجیے، ماہا۔ میں ویسا ہی رہوں گا جیسا آپ ابھی دیکھ رہی ہیں۔ میں بدلنے والا نہیں ہوں۔ جہاں آپ آج ہرٹ ہوئی ہیں، وہیں کل اور پرسوں بھی ہوں گی۔ میں کسی کے لیے اپنی حقیقت تبدیل نہیں کرتا۔ اس لیے، یہ سب کہنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ آپ کو وقت پر بتادوں کہ میرے ساتھ زندگی گزارنے کا مطلب کیا ہے۔" زاویار کی نظریں اُس پر جمی تھیں، اور اس کا انداز بتا رہا تھا کہ یہ سب کہنے میں اسے کوئی جھجک یا خوف نہیں تھا۔ وہ اپنی باتوں کے اثرات سے بالکل بے نیاز تھا، جیسا کہ وہ ہمیشہ رہا تھا۔

"یعنی آپ اس لیے کہہ رہے ہیں کہ آپ بُرے انسان ہیں؟" ماہا نے دھیرے سے پوچھا، اُس کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی تھی، جو اُس کے دل کی حالت کو صاف ظاہر کر رہی تھی۔

زاویار نے ایک لمحے کے لیے نظریں جھکائیں، پھر دوبارہ اُسے دیکھا۔

"دنیا کے لیے۔۔۔ خود کے لیے تو ہمیشہ سے ایک اچھا انسان ہوں اور رہوں گا۔۔۔ صرف دنیا کے لیے بُرا ہوں۔"

ماہا نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا، "مگر میرے لیے ہمیشہ اچھے رہیں گے۔"

"کیا آپ مجھے پسند نہیں کرتے؟" ماہا کی آواز کانپ رہی تھی۔

زاویار نے ایک لمحے کے لیے اُس کی طرف دیکھا، جیسے اُس کے سوال کا جواب ڈھونڈ رہا ہو۔ اس کے لبوں پر خاموشی چھائی رہی، لیکن پھر اس نے دھیرے سے کہا

"ماہا۔۔۔مجھے آج تک کوئی شخص پسند نہیں آیا۔ محبت جیسی چیزوں سے میں ہمیشہ دُور رہا ہوں۔ مجھے تو یہ بھی نہیں پتا کہ میری بیوی میرے ساتھ کیسے رہے گی؟"

وہ ہلکا سا ہنسا۔

"کیونکہ میرے ساتھ رہنا مشکل ہے۔ میں بہت الگ خیال کا لڑکا ہوں۔ شاید کسی کا رہنا میرے ساتھ مشکل ہے۔ میری سوچیں، میرے نظریات اور میری زندگی کا انداز، سب کچھ مختلف ہے۔ میں ہر چیز کو اپنی طرح سے دیکھتا ہوں، چاہے وہ محبت ہو، دوستی، یا زندگی کا کوئی بھی معاملہ۔ بہت سے

لوگ اس کو سمجھ نہیں پاتے، اور یہی وجہ ہے کہ میرے لیے کسی کے ساتھ ایک مکمل رشتہ بنانا مشکل ہوتا ہے۔" اُس نے ایک لمحے کے لیے رک کر ماہا کی آنکھوں میں جھانکا۔ "مجھے لگتا ہے، اگر کوئی مجھ سے جڑے گا، تو اسے بہت سی چیزوں کو برداشت کرنا ہوگا جو دنیا کے دوسرے لوگوں کے لیے ناقابلِ برداشت ہو سکتی ہیں۔ میری زندگی میں صرف ایک اہم لڑکی ہے۔ صرف ایک، اور وہی میرے لیے سب کچھ ہے۔ اُس کے آنسو میں دیکھ نہیں سکتا۔ اُس کے لیے میں سب سے زیادہ مختلف ہوں، جو دنیا کے آگے ہوں اُس کے آگے سب سے زیادہ الگ۔ وہ میرا سب کچھ ہے، سب کچھ۔"

ماہا نے اپنی سانس روکے ہوئے اُس کی بات سنی۔ اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔

"ک۔۔۔کون؟" اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا، جیسے جواب سے اس کا دل ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہو۔

"زارا۔"

ماہا کی سانس میں سانس آئی۔ اس کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے سکون کا سایہ آیا۔

"زارا میری بہن ہے اور مجھے پوری دنیا سے زیادہ عزیز ہے۔ میں اس کے سارے نخرے برداشت کر سکتا ہوں۔ میں سب کچھ کر سکتا ہوں اس کے لیے۔"

ماہا نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا "وہ بہن ہے آپ کی۔۔۔ تبھی اُس کے ساتھ آپ ایسے ہیں۔ لیکن دوسری لڑکی جو آپ کا نصیب بنے گی؟ آپ کی بیوی؟"

زاویار نے ایک گہری سانس لی اور کرسی سے ٹیک لگا لی۔

"مجھے فلحال شادی میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے، اس لیے میں اس ٹاپک پر بات نہیں کرتا۔۔۔ میرا دل کسی کے عشق کے لیے پگھلنے والا نہیں ہے، ماہا۔"

ماہا کے دل پر جیسے کوئی بوجھ آ گرا۔ اُس نے دھیرے سے کہا، "مجھے پھر اتنے دن ایسا کیوں لگا کہ آپ مجھے پسند کرنے لگے ہیں؟"

زاویار نے اُس کی آنکھوں میں دیکھا اور صاف گوئی سے کہا،

"کیونکہ مجھے میچور لڑکیاں پسند ہیں۔۔۔ جو بات اچھی کریں، بات سمجھیں۔ اور تم تھیں۔۔۔ میچور لگیں، اچھی لگیں، تبھی مجھے۔۔۔ تم اچھی لگیں۔ مگر محبت؟ تمہیں ایسی امید دل میں نہیں رکھنی چاہیے کہ مجھے تم سے محبت ہو سکتی ہے، ماہا۔"

اس کی باتوں میں ایک ایسا فیصلہ تھا جو اٹل تھا، جیسے اس نے پہلے ہی اپنے دل کو قائل کر لیا ہو کہ محبت اس کی زندگی میں کبھی جگہ نہیں بنا سکتی۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

حالہ کا دل جیسے کسی گہرے کنویں میں ڈوب رہا تھا، اس کی آنکھیں بہہ رہی تھیں اور گال آنسوؤں سے تر تھے۔ وہ کمرے کے کونے میں سکڑی بیٹھی تھی، موبائل ہاتھ میں تھا، اسکرین پر اسرہ کی کال تھی۔ حالہ نے دو گھنٹے تک اسرہ کے سامنے اپنے دل کا بوجھ رکھا، اپنی تمام تکلیفیں بیان کیں۔

اسرا، جو ہمیشہ اس کی مدد کرتی رہی، نے صبر سے اس کی باتیں سنیں۔ حالہ پھوٹ پڑی، "اسرا، مجھے نہیں سمجھ آرہا کہ میں گھر والوں کو کیسے مناؤں کہ میں شادی نہیں کرنا چاہتی۔"

اسرا، نے نرمی سے کہا، "حالہ، تم کافی دیر سے رو رہی ہو، پہلے رونا بند کرو۔"

"آنکھیں نہیں رک رہیں۔"

اسرا، نے گہری سانس لی "تم ہر چیز کو سر پہ سوار کر لیتی ہو، رونے کے بجائے مسئلے کا حل تلاش کرو۔" حالہ جانتی تھی کہ یہ بات صحیح ہے، لیکن دل اور دماغ کے درمیان کشمکش نے فیصلہ کرنے نہیں دیا۔

"اور تم جانتی ہو؟ تم صرف اس لیے نہیں رو رہی کہ تمہیں پڑھنا ہے اور گھر والے شادی کروا رہے ہیں، بلکہ اس لیے بھی کہ تم عفان کو پسند کرتی ہو اور اپنی شادی کسی اور سے نہیں چاہتی"

"تم نے ٹھیک کہا۔۔۔ میں ویسے بھی عفان کو پسند کرتی ہوں، میرے دل میں اس کے لیے محبت ہے، میرا دل نہیں مانے گا کہ میں اس کے سوا کسی اور سے شادی کروں۔ اور فی الحال تو مجھے صرف پڑھنا ہے۔ پڑھائی ختم کر کے مجھے کچھ اور کرنا ہے، دو تین سال تک شادی کا سوچ بھی نہیں سکتی۔ لیکن میرے امی ابو نے فوراً پڑھائی کے بعد کروا دینی ہے۔ مگر میں عفان سے کرنا چاہتی ہوں، کسی اور سے نہیں۔"

اسرا، نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا "اب حالہ، عفان کو کوئی فرشتہ اتار کے تو نہیں بتائے گا نا کہ تم اس سے محبت کرتی ہو؟ یہ تو تمہیں خود کرنا ہو گا، اسے خود بتانا ہو گا۔"

"نہیں اسرا، میں نہیں بتا سکتی، مجھے ڈر لگتا ہے۔"

"پھر تو حالہ تمہاری شادی کسی اور کے ساتھ ہی ہو جائے گی۔ پھر دیکھتی رہنا عفان کو کسی اور کا دولہا بنتے ہوئے۔"

یہ سن کر حالہ کی آنکھوں میں مزید آنسو بھر آئے۔ "میں کیا کروں، اسرا؟ میری زندگی میں ہی اتنے مسئلے کیوں آرہے ہیں؟"

وہ شکایتوں کے سمندر میں ڈوب رہی تھی۔

"تو میری جان، اسے بتا دو نا!"

"نہیں بتا سکتی۔"

"پھر کیا کرو گی، حالہ؟"

"بیٹھ کے روؤں گی۔"

"روتی ہی رہتی ہو ٹینشن سر پہ سوار کرنے سے اچھا ہے کہ کچھ۔۔۔۔" وہ بولتے بولتے ایک دم رک جاتی ہے۔

"کچھ؟"

کچھ دیر کی خاموشی کے بعد، اسرا نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا "سوری حالہ، میری بیٹری ختم ہونے لگی ہے، بس تھوڑی دیر بعد چارج کر کے کال کرتی ہوں۔"

اور فون کٹ گیا۔

حالہ نے موبائل نیچے رکھ دیا۔ کمرے میں خاموشی چھا گئی، لیکن اس کے دل میں طوفان برپا تھا۔ آنسو بہہ رہے تھے، اور وہ دیوار کو خالی نظروں سے دیکھ رہی تھی، جیسے جواب ڈھونڈ رہی ہو۔

"چارج بھی ابھی ختم ہونی تھی؟" اس نے خود سے کہا، جیسے اس پر غصہ نکال رہی ہو۔

"پتہ نہیں سب کچھ اتنا مشکل کیوں ہے؟" اس نے سرگوشی کی اور آنکھیں بند کر کے گہری سانس لی۔ عفان کی شبیہ اور امی ابو کی زبردستی کی باتیں اس کے دماغ میں گھومنے لگیں۔

اچانک، فون کی اسکرین پر انسٹاگرام کی نوٹیفکیشن نے اس کی توجہ کھینچ لی۔ اس کا دل دھڑکنے لگا۔ وہ فوراً جھکی اور نوٹیفکیشن کھولا

"کیسی ہیں آپ؟"

عفان کا میسج تھا۔

یہ پڑھتے ہی حالہ کے چہرے پر ایک ایسی مسکراہٹ آگئی جیسے کمرے کی ساری اداسی کسی نے جادو سے ختم کر دی ہو۔ وہ اتنی خوش ہوئی کہ جیسے اس کا دل ہوا میں اڑ رہا ہو۔ اس نے جلدی سے جواب لکھا۔

"میں ٹھیک ہوں، آپ کیسے ہیں؟"

میسج سینڈ کرنے کے بعد وہ بے چینی سے جواب کا انتظار کرنے لگی۔ صرف چند سیکنڈز بعد عفان کا جواب آیا۔

"بس طبیعت کچھ سیٹ نہیں ہے۔"

یہ پڑھتے ہی حالہ کے چہرے کی مسکراہٹ فوراً ماند پڑ گئی۔ اس کے دل میں گھبراہٹ سی ہونے لگی۔ وہ جلدی سے ٹائپ کرنے لگی۔

"کیوں؟ کیا ہوا؟ سب ٹھیک ہے نا؟ خیریت؟"

اس کے ذہن میں کئی خیالات آ رہے تھے — کیا عفان کو کچھ ہو گیا؟ کیا کوئی بڑی بات ہے؟ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے جب وہ فون کو پکڑے ہوئے تھی۔

چند لمحوں کے بعد عفان کا جواب آیا۔

"آپ کو کیوں میری اتنی پرواہ ہو رہی ہے؟"

یہ پڑھتے ہی حالہ نے ماتھا پکڑ لیا۔ دل ہی دل میں خود کو کوسنے لگی۔ "اُف حالہ کیا ضرورت تھی اتنا پوچھنے کی؟ اب وہ کیا سوچے گا؟"

پھر کچھ دیر بعد دوسرا میسج آیا۔

"کچھ نہیں، بس زکام اور بخار ہے، زیادہ کچھ نہیں ہے، آپ فکر نہ کریں۔"

ساتھ میں ایک مسکراتی ہوئی ایموجی بھی تھی۔

حالہ کے چہرے پر دوبارہ ہلکی سی مسکراہٹ آگئی، جیسے اسے کچھ سکون ملا ہو۔ مگر دل میں کہیں وہ اب بھی الجھی ہوئی تھی۔ اس نے فون رکھ دیا اور کچھ دیر کمرے کی چھت کو دیکھتی رہی، دل ہی دل میں عفان کی باتوں کو دہراتے ہوئے۔

"کیوں اس کی ہر بات مجھے اتنا اثر کرتی ہے؟" وہ خود سے سوال کرتی رہی، لیکن دل ہی دل میں جواب جانتی تھی۔

یہ محبت کا پہلا جھونکا تھا، اور حالہ اسے سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی، مگر ہر بار گہرائی میں کھو جاتی تھی۔ وہ مسلسل بلش کر رہی تھی۔ اس نے فون کے کیمرے کو کھولا اور جھانکا، گال ہلکے سرخ تھے، جیسے گلاب کی پتیاں رکھی ہوں۔ وہ مسکرائی اور خود سے کہا، "کیا ہو گیا ہے مجھے؟" فون اس کے ہاتھ

میں تھا، مگر دل ہوا میں اڑ رہا تھا۔ یہ کیسا احساس تھا؟ وہ جاننے کی کوشش کر رہی تھی، لیکن دل کے کسی گوشے میں جانتی تھی کہ یہ محبت کی پہلی سیڑھی تھی۔

حالہ کی نظر اچانک موبائل کی اسکرین پر چمکتی ہوئی نوٹیفکیشن پر پڑی۔ انسٹاگرام کے نوٹیفکیشنز میں کچھ خاص دلچسپی نہ تھی، کیونکہ وہ کل سے انسٹا کھول بھی نہیں پائی تھی۔ شاید یہی وجہ تھی کہ بے شمار نوٹیفکیشنز جمع ہو چکی تھیں۔

لیکن جیسے ہی اس کی نظر ایک خاص نوٹیفکیشن پر پڑی، چہرے پر ہلکی سی حیرانی اور ناگواری کا امتزاج ابھرا۔ "شاہمیر سلطان نے آپ کو فالو کرنے کی درخواست بھیجی ہے۔"

وہ کچھ دیر اس نام کو دیکھتی رہی۔ "یہ کیا مسئلہ ہے اس لڑکے کے ساتھ؟" وہ خود سے بڑبڑائی۔ "اتنا فری کیوں ہو رہا ہے؟ ایک بار مدد مانگ لی تھی، اس کے کہنے پر گھر چلی گئی، اور اب یہ ریکویسٹ؟"

دل ہی دل میں الجھتے ہوئے وہ موبائل اسکرین پر نظریں جمائے رہی۔

"کل ہی جا کے زاویار کو بتاؤں گی، ایسے نہیں سدھرے گا یہ۔" زاویار کا ذکر ذہن میں آتے ہی اس کے لہجے میں ایک خاص سختی آ گئی تھی۔

مگر پھر اس کی سوچ بدلی۔ وہ کچھ لمحے اور اس ریکویسٹ کو گھورتی رہی، دل ہی دل میں کچھ حساب کتاب کرتی ہوئی۔ "قبول کر لوں؟ خیر، کر ہی لیتی ہوں۔ ویسے بھی فالورز اتنے کم ہیں، کچھ تو بڑھ جائیں گے۔" یہ سوچتے ہی اس نے ہلکی سی بے نیازی سے "قبول" کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔

ریکویسٹ ہٹتے ہی اس نے نوٹیفکیشنز بند کیں اور عفان کی چیٹ کھولی۔ اس کا چہرہ فوراً نرم پڑ گیا اور مسکراہٹ آہستہ سے واپس آ گئی، جیسے کسی ادھورے سکون کو دوبارہ پا لیا ہو۔

عفان کے ساتھ بات کرتے ہوئے وقت کا اندازہ ہی نہ ہوا۔ شاید گھنٹوں وہ چیٹ کرتی رہی، اپنے دکھ، اپنی خوشیوں کو شیئر کرتے ہوئے۔ وہ پل، عفان کی توجہ اور اس کا جواب، حالہ کے دل کی دھڑکنوں کے لیے کسی دوا سے کم نہ تھے۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

زاویار جب گھر میں داخل ہوا تو ڈرائنگ روم کی طرف سے آوازیں آرہی تھیں۔ وہ لوگ شاید روانگی کے لیے کھڑے ہو چکے تھے۔ مہرین سلطان مہمانوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے بات کر رہیں تھیں زاویار کی نظر ہلکی سی الجھن کے ساتھ اس منظر پر ٹک گئی۔

اس نے ایک نظر مہمانوں کو دیکھا۔ سفید شلوار قمیض میں ملبوس عبیل نمایاں تھا، جو خوش اخلاقی سے سب کو الوداع کہہ رہا تھا۔ "زارا نے صاف منع کیا ہے، اور یہ رشتہ میں ہونے نہیں دوں گا، چاہے کوئی کچھ بھی کہے۔ زارا کے لیے یہ سب کتنی بڑی زبردستی ہے۔ وہ خود کہہ چکی ہے کہ وہ شادی کے لیے راضی نہیں، اور میں اسے اس صورت حال میں نہیں دھکیلنے دوں گا۔

مہرین سلطان نے زاویار کو دیکھتے ہی آواز دی "زاویار، اِدھر آؤ۔" ان کے لہجے میں ہلکی سی خوشی اور اعتماد تھا، جیسے وہ چاہتی ہوں کہ زاویار بھی ان مہمانوں سے مخلصی کا مظاہرہ کرے۔

زاویار نے چند لمحے سوچا، پھر آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے ہوئے ان کی طرف آیا۔ وہ خاموش رہا، لیکن اس کی آنکھوں میں صاف رہا تھا کہ وہ مہمانوں کی موجودگی کو محض برداشت کر رہا ہے، پسند نہیں۔

"یہ میرا بڑا بیٹا ہے، زوبیہ... زاویار نام ہے اِس کا۔"

مہرین سلطان نے زاویار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، جو آہستہ قدموں سے ان کے قریب آ رہا تھا۔

زوبیہ اور عبید کی نظریں فوراً زاویار پر جم گئیں۔ وہ ایک لمحے کے لیے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھتے رہ گئے، جیسے انہیں یقین نہ آ رہا ہو کہ وہ واقعی مہرین

کا بیٹا ہے۔ زاویار کا قد، مضبوط شخصیت، اور بے تاثر چہرہ سب کچھ غیر معمولی لگ رہا تھا۔

"السلام علیکم۔" زاویار نے خشک لہجے میں کہا۔

"وعلیکم السلام۔" زوبیہ نے مسکرا کر جواب دیا، مگر زاویار کی بے نیازی برقرار رہی۔

عبیل نے خوش اخلاقی سے آگے بڑھ کر گلے ملنے کی کوشش کی۔

"السلام علیکم، زاویار بھائی!"

مگر زاویار نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر سپاٹ لہجے میں کہا، "میں گلے نہیں ملتا۔"

لمحہ بھر کو کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ عبیل شرمندہ سا پیچھے ہٹ گیا، جبکہ زاویار کی بے نیازی میں کوئی فرق نہ آیا۔

"اُہ، سوری... السلام علیکم۔" اس نے جھجکتے ہوئے کہا۔

زاویار نے رسمی انداز میں سر ہلا دیا، جیسے بس ایک لازمی کام نمٹا رہا ہو۔ اس کی بے نیازی سب پر واضح تھی۔

وہ جانتا تھا کہ زارا اس شادی سے خوش نہیں، پھر وہ کیسے خوش اخلاقی دکھاتا؟ جب اس کی بہن ناخوش ہے، تو وہ بھی ان لوگوں سے خوش نہیں ہو سکتا تھا۔

زارا نے عبیل کی شرمندگی اور زاویار کے سپاٹ چہرے کو دیکھا۔ اس کی مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی۔ زاویار کا رویہ عبیل اور زوبیہ کو الجھا گیا، مگر زارا کے لیے یہ نیا نہیں تھا۔

مہرین سلطان نے فوراً بات سنبھالی، "زاویار بس ایسے ہی ہے، اسے زیادہ گھلنا ملنا پسند نہیں۔" زاویار نے ایک نظر عبیل کو دیکھا، پھر مہرین سلطان

کی طرف۔ اس کے چہرے پر وہی سرد تاثرات تھے، مگر وہ جان چکا تھا—— زارا کی شادی کے لیے ہاں ہو چکی ہے، اور اس کی بات سنی ہی نہیں گئی۔

زارا نے عبیل کی طرف دیکھا اور ہلکی سی مسکراہٹ دی، جس کا عبیل نے فوراً جواب دیا۔ مگر زارا کے دل میں الجھن تھی، کہیں وہ اپنا فیصلہ بدل نہ دے۔ نجانے کیوں، مگر اب اس کا دل شادی کے لیے مائل ہونے لگا تھا۔

"ماشاءاللہ، مہرین، تمہارا بیٹا تو بہت پیارا ہے، کاش میری ایک بیٹی ہوتی تو---" زوبیہ کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی زاویار خاموشی سے پلٹا اور ڈرائنگ روم سے نکل گیا۔ زوبیہ کی زبان رک گئی، اور سب نے حیرت سے اسے جاتے دیکھا۔

"ہم نے اِس کے لیے بھی ایک لڑکی دیکھی ہے، بہت پیاری ہے---" زاویار کے نکلتے ہی مہرین نے بات جاری رکھی۔

"ماشاءاللہ! پھر کب کرو گی اِس کی شادی؟" زوبیہ نے دلچسپی سے پوچھا۔

"بس اِس سے بات کریں گے، زارا کے ساتھ ہی اِس کی بھی دُلہن لے آئیں گے۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔۔۔ایک بیٹی جائے گی، دوسری آئے گی۔۔۔" زوبیہ مسکراتے ہوئے بولی، "کاش میری بیٹی ہوتی، میں سب سے پہلے زاویار کی اس سے شادی کرتی!"

زارا خاموشی سے سب دیکھ رہی تھی۔ چہرے پر اُلجھن، دل میں بے بسی۔ عبیل کی نظروں میں چمک تھی، جیسے وہ زارا کے بدلتے رویے کو محسوس کر چکا ہو۔ وہ بار بار زارا کو دیکھتا، اور زارا مجبوراً مسکرا دیتی۔ مگر وہ جانتی تھی، یہ مسکراہٹ اسے کہیں کا نہیں چھوڑے گی۔ وہ اپنے فیصلے پر شک میں پڑ چکی تھی، اور یہی بات اسے سب سے زیادہ خوفزدہ کر رہی تھی۔

"اوکے، بس ہم چلتے ہیں۔ زارا سے پوچھ لینا، پھر شادی کی تیاریاں کر لیں گے۔" زوبیہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی، ضرور۔" مہرین سلطان نے جواب دیا۔

مہمان دروازے کی طرف بڑھے، تبھی شاہمیر گاڑی سے اترا، گود میں اپنا کتا اٹھائے۔ اس نے مہمانوں پر ایک سرسری نظر ڈالی اور تیز قدموں سے اندر چلا گیا۔

"یہ لوگ کون تھے؟" اس نے سیڑھیاں چڑھتی زارا سے پوچھا۔

"میرے رشتے کے لیے آئے تھے۔" زارا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ہیں؟ واقعی؟ مجھے تو کسی نے کچھ بتایا ہی نہیں!" شاہمیر نے حیرت سے کہا۔

"ہاں، تو تمھیں بتانا کوئی ضروری سمجھتا ہی نہیں ہے۔ تم اپنا کتا سنبھالو۔"

زارا نے ہنستے ہوئے کہا۔

اسی لمحے مہرین سلطان اندر آئیں "ارے، شاہمیر، کتنی بار کہا ہے کہ اپنے اِس گندے کتے کو گھر کے اندر نہ لایا کرو۔"

"ارے اللہ، یہ گندا کہا ہے؟ اتنا اچھا صاف ستھرا کتا ہے میرا۔"

زارا نے اس کی بات پر ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ مہرین کی نظر زارا پر گئی، اس کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھ کر وہ کچھ نرم ہو گئیں۔

"پھر بھی، تم اسے باہر ہی رکھو، کچھ تو خیال رکھو۔"

"تم بہت ہنس رہی ہو؟ لگتا ہے اب تمھیں رشتے سے کوئی اعتراض نہیں؟"

مہرین مسکراتے ہوئے پوچھتی ہیں۔ زارا کی مسکراہٹ ایک لمحے کے لیے ماند پڑ جاتی ہے، وہ کچھ بولنے ہی والی تھی کہ اچانک سیڑھیوں سے کسی کے

انے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ یہ زاویار تھا، جو آفس کے حلیے سے کافی مختلف لگ رہا تھا۔ اب وہ شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس تھا، اور اس کے بال ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے، جو اسے الگ ہی انداز میں پیش کر رہے تھے۔ اس کا چہرہ ویسا ہی سنجیدہ تھا، جیسے وہ ہمیشہ ہوتا تھا۔

زارا ایک لمحے کے لیے زاویار کو دیکھتی ہے اور پھر مسکراتی ہے۔ زاویار بھی اس کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگتا ہے۔ پھر اس کی نظر شاہمیر پر جاتی ہے، جو اپنی مسکراہٹ کے ساتھ زاویار کو دیکھتا ہے، اور زاویار کی مسکراہٹ اسے دیکھ کر ختم ہو جاتی ہے۔

"ارے اللہ، مجھے بھی کبھی ہنس کر دیکھ لیا کرو، اتنا بھی بدصورت نہیں ہوں دیکھنے میں۔" شاہمیر نے کہا۔

"کیا کروں، تمہیں دیکھ کر ہنسی آتی، آتی بھی رہ جاتی ہے۔" زاویار نے چھیڑتے ہوئے کہا، اور پھر پورا نیچے اُتر گیا۔ ساتھ کھڑی زارا مسکراتی رہی۔

زاویار نے اپنی سنجیدگی برقرار رکھتے ہوئے پوچھا، "اور آپ نے زارا کی بات پکی کر دی؟" یہ کہتے ہوئے اس کا چہرہ پھر سے سنجیدہ ہو گیا، اور مہرین نے ایک نظر اسے دیکھا۔

"ہاں..." مہرین نے جواب دیا۔

"اور زارا؟ اس سے تو نہیں پوچھا ہو گا نا آپ نے؟ وہ کیا چاہتی ہے؟" زاویار نے سوال اٹھایا، جس کے جواب میں زارا ایک نظر زاویار کی طرف دیکھتی ہے۔

"آپ نے اس سے کہا تھا کہ تم نے آج صرف اِن سے ملنا ہے، اور آپ نے بات ہی پکی کر دی؟" مہرین نے ایک بار پھر زارا کی جھکی ہوئی نظریں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"زارا... تم کیا چاہتی ہو؟" میرین نے دبے لہجے میں پوچھا۔

"زارا آپ کو پہلے ہی بتا چکی ہے، ممی، کہ وہ یہ شادی نہیں کرنا چاہتی، تو آپ اُنہیں منع کر دیں اور وہ دوبارہ نظر نہ آئیں۔" زاویار نے دوٹوک لہجے میں کہا، اور شاہمیر صرف خاموشی سے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

"زارا... تم یہ شادی نہیں کرنا چاہتی نا؟ بولو ممی کو ابھی کہ تمہیں نہیں کرنی... مت گھبراؤ، میں ہوں نا؟ تمہیں نہیں کرنے دوں گا یہ شادی، کوئی تم پر زبردستی نہیں کر سکتا۔" زاویار نے زارا کو دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔

زارا نے اپنی نظریں اٹھا کر زاویار کو دیکھا۔ "زاویار بھائی... وہ..."

"ہاں زارا... بولو، ابھی بولو کہ تم نہیں کرنا چاہتی۔" زاویار نے اس پر زور دیا۔

"بھائی... میں کرنا چاہتی ہوں۔" زارا نے ہلکے سے کہا۔ زاویار ایک دم اُسے دیکھتا ہے، حیرت سے اس کی آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں۔

"کیا؟" اس کے منہ سے یہ بات خود بخود نکلتی ہے۔

مہرین کے چہرے پر مسکراہٹ آجاتی ہے۔ شاہمیر تو بس حیرانی سے سب کو دیکھ رہا تھا، جیسے کوئی بھی اس کی موجودگی کو اہمیت نہیں دے رہا۔

"جی بھائی... میں نے عبیل سے بات کی ہے، وہ ویسا نہیں ہے جیسے سب ہوتے ہیں۔" زارا نے وضاحت کی۔

"سب کیسے ہوتے ہیں، زارا؟" زاویار نے بے یقینی، بے بسی کے ساتھ پوچھا۔

"وہ میری عزت کرتا ہے، بھائی...اُس کی نظروں نے مجھے بتایا کہ میں اُس کے لیے کافی اہم ہوں۔مجھے اپنے اندر کافی انسیکیورٹیز ہیں،اور مرد اکثر عورت کی انسیکیورٹیز پر بات کرتے ہیں، بھائی۔اور میں اِسی چیز سے ڈرتی تھی کہ شادی کے بعد میری زندگی جہنم نہ بن جائے، مگر عبیل...وہ مختلف ہے، وہ اچھا ہے...اس جیسا شاید مجھے دوبارہ نہ ملے"

"یعنی تم اپنا فیصلہ بدل رہی ہو؟ہاں؟"زاویار نے دوبارہ پوچھا۔

"جی بھائی...میں شادی کرنا چاہتی ہوں، مگر...شرط یہ ہے کہ میں پڑھائی کے بعد ہی کروں گی۔"

"ہاں...ہاں زارا، تم جیسا چاہو ویسا ہو گا۔میں اُنہیں وقت دے دوں گی۔ہم پڑھائی ختم ہونے کے بعد تمہاری شادی کر دیں گے۔"

"مگر زارا، تم تو کہہ رہی تھیں کہ پڑھنے کے بعد تم نے بہت کچھ کرنا ہے، دو تین سال شادی کا سوچنا بھی نہیں ہے؟ پھر؟"

"بھائی، سوچا تو یہی تھا میں نے کہ پڑھنے کے فوراً بعد شادی کا نہیں سوچوں گی، مگر مسئلہ یہ ہے کہ اگر فوراً شادی نہ کی تو عبیل کی کہیں اور ہو جائے گی، اور اب مجھے اُسی سے کرنی ہے، کیونکہ وہ اچھے ہیں اور اچھے لوگ بار بار نہیں ملتے۔"

زاویار نے کچھ نہیں کہا۔ وہ اب بھی کچھ سوچ رہا تھا۔ اب تک زارا کچھ اور کہہ رہی تھی اور اب اتنی جلدی اس کا فیصلہ کیسے بدل گیا؟ کیا ممی نے اس کے ساتھ زبردستی کی ہے؟ مگر نہیں زارا کے چہرے سے لگتا ہے کے وہ خود راضی ہے۔ شاہمیر نے ایک بار پھر سب کے بیچ کی خاموشی کو توڑتے

ہوئے کہا "بس یوں ہی باتیں کرتے رہیں گے، جلدی کر کے شادی کی تیاریاں کریں اب"

☆☆☆✦☆☆☆

مہرین سلطان کافی کی چسکیاں لیتے ہوئے بیڈ پر نیم دراز فراز سلطان سے بولیں "دیکھا، زارا مان گئی نا؟"

"ہاں، مگر اس کے اپنے خواب تھے، تم نے شادی کا دباؤ ڈال کر راستہ بدل دیا۔" فراز نے بیزاری سے کہا۔

مہرین نے کپ سائیڈ پر رکھتے ہوئے کہا "وہ شادی کے بعد بھی خواب پورے کر سکتی ہے، ایسے اچھے رشتے بار بار نہیں آتے۔"

فراز نے گہری سانس لی "اگر وہ راضی نہ ہوتی، تو میں کبھی یہ شادی نہ ہونے دیتا۔"

مہرین مسکرائیں "اب زاویار کی بھی بات پکی ہو جائے تو بہتر ہے۔"

"تمہیں لگتا ہے کہ ہمیں زاویار کی شادی ایسے لوگوں میں کرنی چاہیے جو ہمارے برابر کے نہیں؟"

مہرین نے سوچتے ہوئے کہا "حالہ جیسی لڑکی روز نہیں ملتی، وہ خاص ہے... اور میری نظر میں وہی لڑکی زاویار کے لیے بہتر ہے"

فراز نے کندھے اچکائے "میں نہ اس لڑکی سے ملا ہوں، نہ اسے جانتا ہوں۔ تم اور شاہمیر نے دیکھا ہے، اور تم دونوں کو وہ پسند آئی ہے، تو ٹھیک ہے۔ ویسے بھی زاویار نے یہ فیصلہ ہم پر چھوڑ دیا ہے۔ لیکن وہ لوگ ہمارے معیار کے نہیں ہیں۔ جیسے زارا کا رشتہ آیا، وہ لوگ ہر لحاظ سے بہترین ہیں، امیر ہیں، سلیقہ مند ہیں۔ مگر یہ لوگ... یہ تو شاید گھر بھی چھوڑ کر کسی چھوٹے مکان میں جا بسیں۔ خاندان والے باتیں کریں گے۔"

مہرین مسکرا کر بولیں "اس کا حل میں پہلے ہی سوچ چکی ہوں۔" ان کی نظروں میں ایک چالا کی جھلک رہی تھی۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

ہلکی دھوپ اور خوشگوار موسم میں حالہ نے فل بلیک گیٹ اپ کیا ہوا تھا۔ پورے اعتماد سے باہر نکلی، مگر وقت ہمیشہ کی طرح اُس کے خلاف تھا۔ ڈرائیور کب سے انتظار کر رہا تھا۔

جیسے ہی باہر قدم رکھا، ساتھ والے گھر کی بالکنی میں کھڑے شاہمیر پر نظر پڑی، جو مسکرا رہا تھا۔ حالہ نے سرد مہری سے نظریں پھیر لیں اور تیز قدموں سے گاڑی میں بیٹھ گئی۔ شاہمیر کی مسکراہٹ وہیں رک گئی۔

دروازہ بند کرتے ہی اُس نے غصے سے کہا" کل سے 8 بجے سے پہلے نہیں آنا!"

"میم، میں اُسی وقت آسکتا ہوں جب زاویار سر کہیں گے۔" ڈرائیور نے نرمی سے جواب دیا۔

حالہ جھنجھلا گئی "تو پھر ہارن بجاتے رہنا، میں 8 سے پہلے نہیں نکلوں گی!"

"تو میں واپس چلا جاؤں گا، میم۔"

"6 بجے اُٹھ کر میں تیار ہوتی ہوں؟ یہ زاویار بس مجھے تنگ کر رہا ہے!"

حالہ غصے سے بولی۔

ڈرائیور نے نرمی سے کہا" میم، وہ جب کہیں گے، میں آؤں گا۔"

حالہ نے بے دلی سے ہاتھ ہلایا" اچھا، آجانا!" گاڑی آگے بڑھ گئی، مگر اس کے چہرے پر خفگی اور جھنجھلاہٹ نمایاں تھی۔

آفس پہنچتے ہی حالہ تیزی سے زاویار کے کمرے کی طرف بڑھی۔ تھکن اُس کے چہرے پر نمایاں تھی، مگر دروازے کے قریب پہنچتے ہی سیکریٹری نے روک دیا۔

"سر نے کسی سے ملنے سے منع کیا ہے، وہ مصروف ہیں۔"

حالہ کے قدم رکے، اس نے جھنجھلا کر سانس لی، "وہ فارغ کب رہتے ہیں؟" اور پلٹ کر اپنے ڈیسک کی طرف چلی گئی۔

کرسی پر بیٹھتے ہی فون ٹیبل پر رکھا، ایک نظر آفس میں مصروف لوگوں پر ڈالی، پھر اسکرین پر چمکتے انسٹاگرام نوٹیفکیشن پر نظر پڑی۔

"السلام علیکم"

شاہمیر کا نام دیکھ کر ماتھے پر بل پڑ گئے۔ کچھ لمحے اسکرین گھورنے کے بعد اس نے چیٹ کھولی۔

"جی؟"

بغیر سلام کا جواب دیے، سرد مہری سے لکھا۔ چند سیکنڈ بعد شاہمیر کا میسج آیا۔

"آپ کیسی ہیں؟"

حالہ نے فوراً سخت لہجے میں ٹائپ کیا "آپ نے یہ پوچھنے کے لیے میسج کیا تھا؟"

کچھ لمحوں بعد شاہمیر نے جواب دیا، "نہیں، بات کچھ اور تھی۔"

حالہ نے انگلیاں اسکرین پر جمائیں، ٹائپ کیا... "آپ نے مجھے ریکویسٹ کیوں دی؟"

"اس لیے کیونکہ ایک بات کرنی تھی۔"

حالہ نے غصے سے جواب دیا

"فرمائیے؟"

"آپ کو برا لگا؟ میں نے صرف اتنا کہا تھا کہ آپ سفید جوڑے میں پیاری لگتی ہیں۔ مگر شاید آپ کو یہ بات ناگوار گزری؟"

حالہ کے چہرے پر سختی آ گئی۔ اس نے تیزی سے جواب ٹائپ کیا، "جی، برا لگا۔ اور ابھی آپ کا میسج کرنا بھی اچھا نہیں لگ رہا۔ براہ کرم، دوبارہ میسج نہ کریں، شکریہ!"

یہ لکھ کر اس نے فون جھٹکے سے ٹیبل پر رکھا اور کرسی سے ٹیک لگا کر گہری سانس لی۔

دوسری طرف، شاہمیر فون کی اسکرین پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔ چہرے پر ہلکی الجھن اور اداسی تھی، جیسے خود سے پوچھ رہا ہو کہ آخر غلطی کہاں ہوئی؟

زاویار اپنے کیبن میں بیٹھا لیپ ٹاپ پر مصروف تھا۔ بڑی کھڑکی سے آتی نرم دھوپ کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ گرے کوٹ کرسی پر لٹکا تھا، سفید شرٹ کی آستینیں کہنیوں تک موڑی ہوئی تھیں، اور ہمیشہ ترتیب سے سجے بال آج بھی اسی نفاست کے ساتھ پیچھے کی طرف جمے ہوئے تھے۔ چہرے پر وہی گہری سنجیدگی، جو اس کی پہچان تھی۔

کمپیوٹر اسکرین پر نظریں جمائے زاویار کی انگلیاں تیزی سے کی بورڈ پر چل رہی تھیں۔ کمرے میں صرف کی بورڈ کی ہلکی آواز گونج رہی تھی۔

دروازے پر دستک ہوئی۔

"آئیں۔"

سیکریٹری فائلز لیے اندر آئی۔

"سر، یہ فائلز۔"

زاویار نے سرسری نظر ڈالی، پھر کہا، "یہیں رکھ دیں اور میرے لیے کافی لے آئیں۔"

سیکریٹری پلٹی ہی تھی کہ زاویار کی آواز رکی۔

"مس حالہ کو کہیں، جو کام دیا تھا وہ لے کر آئیں۔"

"وہ ویسے بھی آ رہی تھیں، مگر میں نے روک دیا، بتایا کہ آپ مصروف ہیں۔"

زاویار نے ہلکا سا سر ہلا دیا۔

"بالکل ٹھیک کیا۔"

یہ کہہ کر وہ دوبارہ اپنے کام میں مشغول ہو گیا، جیسے کوئی بات اُس کی توجہ نہیں ہٹا سکتی۔ سیکریٹری نے ایک نظر اُس کے سنجیدہ چہرے پر ڈالی اور پھر آہستہ سے باہر نکل گئی۔ کچھ دیر بعد زاویار نے گہری سانس لی، کرسی پیچھے

سرکائی، اور کھڑکی کے قریب جا کھڑا ہوا۔ جیبوں میں ہاتھ ڈالے، شہر کی روشنیاں تکتے ہوئے کچھ سوچنے لگا۔

دستک ہوئی۔

"اجائیں"

حالہ اندر آئی، فائل ٹیبل پر رکھ دی۔

"السلام علیکم، سر۔"

زاویار کی پشت کھڑکی کی طرف تھی، آواز ابھری، "وعلیکم السلام... کام مکمل ہو گیا؟"

"جی سر، ہو گیا۔" حالہ نے مختصر جواب دیا، اور اپنا کام میز پر رکھ دیا مگر زاویار اب بھی نہیں پلٹا۔

"میرے سے کیوں ملنا تھا آپ کو؟"

اچانک زاویار نے پلٹ کر حالہ کی طرف دیکھا۔اس کے چہرے پر سنجیدگی کی وہی لہر تھی، جو اکثر حالہ کو الجھا دیتی تھی۔

"جی، وہ... ایک بات کرنی تھی، مگر آپ مصروف تھے، تو میں واپس چلی گئی۔"

حالہ نے جھجھکتے ہوئے کہا۔

"کیا بات کرنی تھی؟"

زاویار نے اپنی میز کے پاس آکر کام کو اٹھایا اور اُس کا جائزہ لینے لگا۔اُس کی نظریں کاغذات پر تھیں، مگر اس کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے، جیسے کچھ ٹھیک نہ لگا ہو۔

اُس نے فائل کو دوبارہ میز پر رکھا اور ایک لمحے کے لیے حالہ کی طرف دیکھا۔

"دوبارہ کریں گی آپ یہ کام"

اُس کی آواز میں سنجیدگی تھی، مگر غصے کا شائبہ تک نہ تھا۔

حالہ کے ہاتھ فوراً مٹھیاں بن گئے۔اُس کا دل چاہا کہ کوئی چیز اٹھا کر زاویار کے سر پر دے مارے۔اُس نے خود پر قابو پاتے ہوئے گہری سانس لی، لیکن اندر ہی اندر اُس کا غصہ بڑھ رہا تھا۔

"آپ بولیں، کیا بات کرنی تھی؟"

زاویار نے کہا، اپنی کرسی کے قریب کھڑا رہا، مگر بیٹھا نہیں۔حالہ میز کے دوسری طرف کھڑی تھی، اُس کی آنکھوں میں غصے کی جھلک تھی، جو

صاف ظاہر تھی۔ زاویار نے ایک پل کو اس کی آنکھوں کو دیکھا، مگر اس کے تاثرات نہیں بدلے۔

"بولیں، مس حالہ؟ I have no time"

زاویار نے گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا۔

حالہ نے ایک گہری سانس لی، جیسے خود کو قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہی ہو، پھر اپنا فون نکالا اور جلدی سے وہ نوٹیفکیشن کھولی جس پر شاہمیر سلطان کی انسٹاگرام ریکویسٹ دکھائی دے رہی تھی۔ حالہ نے غصے سے فون زاویار کی طرف بڑھایا۔

"یہ دیکھیں، آپ کے بھائی کی حرکتیں!"

زاویار نے سرسری نظر فون پر ڈالی، پھر بے تاثر لہجے میں بولا

"کیا؟"

حالہ نے جھنجھلا کر فون اور قریب کیا۔

"اوپر والی نوٹیفکیشن دیکھیں!"

زاویار نے اب کی بار غور سے اسکرین دیکھی۔ شاہمیر سلطان کی ریکویسٹ واضح تھی۔ایک لمحے کو اس کی آنکھوں میں ہلکی سی حیرت آئی، مگر فوراً تاثرات سنبھال لیے۔

"تو؟اس کا میں کیا کروں؟"

اس نے بے تاثر لہجے میں کہا اور حالہ کو دیکھنے لگا۔

حالہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"یہ دیکھیں--- یہ آپ کے بھائی نے مجھے ریکویسٹ دی ہے!"

وہ زور دے کر بولی، جیسے اسے یقین تھا کہ زاویار کو یہ بات سمجھنی چاہیے۔

اس نے دوبارہ کہا، ہاتھ اسی طرح فون پکڑے ہوئے، زاویار کے چہرے پہ آگے تھا۔

"بات ریکویسٹ کی نہیں ہے، سر---وہ کافی دنوں سے مجھ سے فری ہو رہا ہے، کبھی میری تعریف کرتا ہے تو کبھی مسکراتا ہے، اسے ذرا تمیز نہیں ہے؟ اور آج تو یہ ریکویسٹ مطلب حد ہے---دیکھیں آپ اسے!"

فون اسی طرح آگے تھا، زاویار کے چہرے پہ کسی طرح کے تاثرات نہیں تھے۔

"اور آپ نے ایکسپٹ کیوں کی؟"

اس نے حالہ کے چہرے پہ دیکھتے ہوئے کہا۔ حالہ نے ایک نظر فون پہ ڈالی، پھر فون نیچے کر دیا، جیسے اس کی ہمت جواب دے گئی ہو۔

"اگر اتنا آپ کو مسئلہ ہے اس کے آپ کو ریکویسٹ دینے سے اور آپ کی غیرت جاگ گئی تو آپ نے ایک مرد کو کیوں اپنی پرائیویٹ پروفائل میں ایڈ کیا، مس حالہ؟ آپ نے بھی تو ایکسپٹ کی ہے؟"

اس نے سنجیدگی سے کہا، جیسے وہ حالہ کی ہر بات کو وزن دے رہا ہو۔ حالہ کے کان سے دھوئیں نکلنے لگے، چہرہ ایک دم لال سا ہونے لگا۔

"آپ اپنے بھائی کی حرکات میرے پہ نہ ڈالیں، او کے؟ آپ کے سامنے ہے جو وہ کر رہا ہے!"

"میں اس کی حرکات آپ پہ نہیں ڈال رہا، بلکہ آپ کی ہی حرکت آپ کو بتا رہا ہوں جو آپ کو اب چُبھ رہی ہے، مس حالہ... آپ نے ریکویسٹ کیوں ایکسپٹ کی؟"

اس کی آواز میں اب سنجیدگی بڑھ گئی، وہ حالہ کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

"کیونکہ... کیونکہ مجھے فالوئرز بھرانے تھے!"

حالہ نے اپنا دفاع پیش کیا، مگر اس کی آواز میں تھوڑی ہچکچاہٹ تھی۔

"تو اسے بھی بھرانے ہوں گے!"

وہ ایسے ہی کہہ رہا تھا، پھر سیٹ پہ بیٹھ گیا، جیسے وہ تمام گفتگو کے بعد تھکا ہوا محسوس کر رہا ہو۔ حالہ کا غصہ بہت تیز ہو گیا، یہ تو اس کی کسی غلطی کو ماننے کے لیے ہی تیار نہیں ہے؟ وہ اپنی جگہ پر کھڑی ہو گئی، آنکھوں میں چنگاریاں لیے۔

"آپ کو ذرا سا فرق نہیں پڑ رہا؟ آپ کا بھائی میرے ساتھ کس قدر فری ہوتا ہے؟ وہ میرے راستے میں آتا ہے، تعریفیں کرتا ہے، مسکراتا ہے، ہاتھ

پکڑتا ہے، سوٹ کی تعریف کرتا ہے، اور تو اور، ہرس بھی کرتا ہے!" حالہ نے یہ سب الفاظ ایک سانس میں کہے، اس کی آواز میں غصے کا ایک واضح تاثر تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس نے جھوٹ بولا ہے، لیکن اس لمحے اس کی آنکھوں میں جوش و خروش اور خود اعتمادی تھی، جیسے وہ اپنی باتوں کو سچ ماننے پر مجبور کر رہی ہو۔

"بات صرف ریکویسٹ کی نہیں ہے، سر، بات یہ ہے کہ وہ روزانہ مجھ سے فری ہوتا ہے اور یہ مجھے برداشت نہیں ہو رہا---" بولتے بولتے وہ ایک دم رک گئی، جیسے اسے احساس ہوا ہو کہ وہ ایک خطرناک حد تک جا رہی ہے۔

بس حالہ، بس! اور نہ بولو، اب تو اس کو غصہ آئے گا ہی آئے گا۔ پہلے نہیں آ رہا تھا، نہ پہلے اسے فرق نہیں پڑ رہا تھا، اب دو چار باتیں اپنی طرف سے لگا دی ہیں تو ضرور فرق پڑے گا اب۔

"اور بتائیں، مس حالہ؟اور کیا کیا کرتا ہے؟مجھے سننے میں مزہ آرہا ہے!"

اس کی آنکھوں میں چمک تھی، جو حالہ کو مزید غصہ دلانے کا کام کر رہی تھی۔

حالہ نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا، "آپ کو اب بھی فرق نہیں پڑ رہا، سر؟ کہ آپ کا بھائی میرے ساتھ کس طرح فری ہوتا ہے؟وہ مجھے ہرس کرتا ہے، میرے آگے پیچھے گھومتا ہے، یونیورسٹی میں لینے زارا کو آتا ہے، مگر مجھے کہتا ہے کہ 'کیا تمہیں لفٹ دے دوں؟'مجھے اس کی حرکات برداشت نہیں ہو رہی ہیں، اور آپ ادھر آرام سے سن رہے ہیں؟"اس کے الفاظ میں ایک اضطراب تھا، جیسے وہ چاہتی ہو کہ زاویار کو غصہ ائے۔

زاویار نے ایک گہری سانس لی، پھر حالہ کو دیکھا، "میرے بھائی کو تو چھوڑیں، مس حالہ... آپ نے کبھی اپنے بھائی پر بھی نظر رکھی ہے کہ وہ کیا

کرتا ہے؟"اس کے سوال نے حالہ کو چونکا دیا، اس نے ہکا بکا ہو کر جواب دیا، "جی؟"

"میرے بھائی کی حرکات پر تو فوراً نظر ڈال لی، کبھی اپنے بھائی کو بھی دیکھا؟"زاویار کی آنکھوں میں چمک تھی۔

"اچھا، تو اپنے بھائی کی غلطی چھپانے کے لیے الزام میرے بھائی پر؟" حالہ تیزی سے بولی۔

زاویار ہلکا سا مسکرایا، "نہیں، میں تو بس سچ بتا رہا ہوں۔ آدھی رات کو آپ کے بھائی کو ایک لڑکی کے ساتھ دیکھا، ذرا اس سے پوچھیں!"

حالہ کے چہرے پر شرمندگی کی پرچھائیں لہرائی۔ "یہ جھوٹ ہے!"

"مجھے جھوٹ بولنے کا شوق نہیں، مگر آپ کے بھائی کے معاملے میں پڑنے کا بھی نہیں، لیکن آپ نے میرے بھائی پر جو الزام لگایا، اس کے بعد تو میرا بولنا بنتا ہے، ہے نا؟"

"یہ ریکویسٹ؟ یہ جھوٹ نہیں، یہ آپ کے سامنے ہے!" حالہ نے فون آگے بڑھایا۔

"جو میں نے دیکھا، اس کا میں اپنے بھائی سے پوچھ لوں گا، لیکن آپ کے الفاظ پر یقین نہیں، کیونکہ میں اپنے بھائی کو جانتا ہوں۔ وہ جیسا بھی ہو، اتنا گھٹیا نہیں کہ کسی کو ہراساں کرے۔"

"آپ کہہ رہے ہیں میں جھوٹ بول رہی ہوں؟" حالہ کی آنکھوں میں آگ تھی۔

"جی، آپ جھوٹ کہہ رہی ہیں... اگر سچی ہوتی تو آپ کی آنکھوں میں دیکھ کر میں بتادیتا کہ آپ سچ کہہ رہی ہیں، لیکن آپ کی آنکھوں میں اس وقت صرف غصہ ہے، صرف غصہ، اور غصے میں انسان بہت جھوٹ اور بہت الزام لگاتا ہے... اور جیسے کہ میں نے کہا، مس حالہ ---"

وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور چلتا ہوا حالہ کے نزدیک آیا، اس کا چہرہ حالہ کے چہرے کے قریب آگیا، "میں جھوٹ کو بہت آسانی سے پکڑ لیتا ہوں۔" ہلکی سی مسکراہٹ اس کے چہرے پر آئی اور وہ پیچھے ہٹا، حالہ نے اسے ایسے ہی سفید ہوتے چہرے کے ساتھ دیکھا۔

اس نے ایک نظر حالہ کو اور دیکھا، پھر تیز قدموں سے باہر نکل گیا، حالہ وہیں جمی کی جمی رہی، جیسے اس کی باتوں نے اس کے دل کی دھڑکن کو روک دیا ہو۔

☆☆☆✦☆☆☆

حالہ گھر میں داخل ہوتے ہی تیزی سے سیڑھیاں چڑھ گئی۔زبیدہ خادم نے حیرت سے اسے دیکھا، مگر وہ بغیر رکے عادل کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔دروازہ دھڑام سے کھولتے ہی وہ اندر داخل ہوئی۔عادل ہیڈ فون لگائے فون میں مگن تھا۔حالہ کو دیکھ کر اس نے چونک کر نظریں اٹھائیں۔

"کیا ہوا؟ دہشت گردوں کی طرح کیوں آئی ہو؟" عادل نے حیرانی سے پوچھا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ وہ لڑکی کون ہے؟" حالہ کا غصہ عروج پر تھا۔

"کون سی لڑکی؟" عادل نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"بکواس مت کرو، جو پوچھ رہی ہوں، اس کا سیدھا جواب دو!" حالہ نے تیز لہجے میں کہا۔

حالہ غصے سے آگے بڑھی، عادل کے ہاتھ سے فون چھین کر ہیڈ فون بیڈ پر پھینک دیا۔

"کیا مسئلہ ہے تمہیں؟ جن چڑھ جاتے ہیں کیا؟" عادل الجھ کر اٹھا۔

"میں پوچھ رہی ہوں، وہ لڑکی کون تھی؟" حالہ نے غصے سے الفاظ چبا کر کہا۔

زبیدہ خادم اوپر آئیں۔ "کیا ہو رہا ہے؟ کیوں لڑ رہے ہو؟"

"امی، سمجھائیں اسے! کسی لڑکی کی باتیں کر رہی ہے اور اب مجھ پر حملہ کر رہی ہے!" عادل نے شکایت کی۔

"حالہ، کیا ہوا؟" زبیدہ خادم نے پوچھا۔

"امی، دو منٹ رکیں، پہلے اس کی کلاس لینے دیں!" حالہ نے عادل کو گھورا۔ پھر سخت لہجے میں بولی، "وہ لڑکی کون ہے جس سے تم آدھی راتوں کو ملنے جاتے ہو؟"

زبیدہ خادم نے یہ سن کر ایک دم اپنے منہ پر ہاتھ رکھ دیا، "عادل، کیا یہ سچ ہے؟" انہوں نے پوچھا، ان کی آواز میں ماں کی فکر مندی تھی۔

عادل نے گہری سانس لی، اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے۔ "امی، میں آپ کو سب کچھ بتا دوں گا، لیکن یہ کہانی اتنی سادہ نہیں ہے جتنی حالہ سمجھ رہی ہے۔"

"کیسی کہانی؟ بس مجھے بتاؤ، وہ لڑکی کون ہے؟ کیوں تم اس کے ساتھ راتوں کو ملنے جا رہے ہو؟" اس کی آواز میں بے چینی اور غصہ نمایاں تھا۔

عادل نے اپنی آنکھیں بند کیں اور پھر کھولیں، جیسے وہ اپنی بات کو ترتیب دینے کی کوشش کر رہا ہو۔ "وہ صرف ایک دوست ہے، حالہ۔ ہم یونیورسٹی کے پروجیکٹس پر کام کر رہے ہیں، کچھ بھی نہیں۔"

"دوست؟" حالہ نے شک سے پوچھا۔ "اور دوستوں کے ساتھ راتوں کو ملنے جانا؟ کیا یہ سب دوستی کے دائرے میں آتا ہے؟"

زبیدہ نے غصے سے پوچھا، "عادل، سچ بتاؤ!"

"زاویار سر نے اسے آدھی رات کسی لڑکی کے ساتھ دیکھا اور شکایت کی!" حالہ بھڑک اٹھی۔ "مجھے فوراً بتاؤ، ورنہ آج تمہارا جنازہ نکلے گا!"

عادل نے ہار مان کر کہا "اچھا، ٹھیک ہے، میں بتاتا ہوں۔۔۔" مگر اس کی آواز لرز رہی تھی۔

"جلدی!" حالہ کی بے صبری انتہا پر تھی۔

"میں محبت کرتا ہوں اس سے۔۔۔۔اور وہ بھی..." عادل نے کہا،اور حالہ کی آنکھوں میں حیرت کی ایک چمک اُبھر آئی۔

"اور کب سے ؟" حالہ نے حیرت سے پوچھا۔

"دو سال سے..." عادل نے سر جھکالیا۔

"اور گھر میں کسی کو نہیں بتایا؟ دو سال سے چھپ کر مل رہے ہو ؟" حالہ نے زبیدہ خادم کی طرف دیکھتے ہوئے ناپسندیدگی سے کہا۔

زبیدہ نے افسوس سے کہا" اگر محبت تھی تو ہمیں بتاتے، ہم رشتہ بھیجتے،
اس طرح چھپ کر ملنا ٹھیک ہے ؟"

عادل جھنجھلا گیا۔" پلیز یہاں سے جائیں !اور حالہ، تم میری ماں بننے کی کوشش مت کرو!... یہ میری پرائیویٹ لائف ہے"

"مجھے تمہاری پرائیویٹ لائف سے کوئی سروکار نہیں، لیکن میرے باس نے تمہیں دیکھا، میری ریپوٹیشن خراب ہوگئ! میں ادھر ان کے بھائی کی شکایت لگارہی تھی اور ادھر ڈائریکٹ انہوں نے ہی میرے بھائی کی بات کردی۔۔۔" وہ غصے سے بولی اور باہر نکل گئ۔ زبیدہ خادم نے غصے سے عادل کو دیکھا، اور عادل جانتا تھا کہ اب اسے ایک لمبا لیکچر ملنے والا ہے۔

☆☆☆✦☆☆☆

زاویار تھکا ہارا گھر آیا تو ہمیشہ کی طرح خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ مگر ٹی وی لاؤنج سے آتی آواز نے سکوت توڑا۔

وہ آگے بڑھا تو شاہمیر اپنے بیمار کتے کو گود میں لیے بیٹھا تھا، زارا قریب ہی انتظار کر رہی تھی۔ جیسے ہی زاویار اندر آیا، زارا مسکرا کر بولی، "السلام علیکم بھائی!" مگر زاویار کی نظر سیدھا شاہمیر پر تھی۔

شاہمیر نے آنکھیں اٹھا کر زاویار کو دیکھا، "کیا ہوا، ایسے کیوں دیکھ رہے ہو؟"

"حالہ کو ریکویسٹ کیوں سینڈ کی تھی تم نے؟" زاویار نے کہا تو ایک لمحے کے لیے پورے ٹی وی لاؤنج میں خاموشی پھیل گئی، یہاں تک کہ چلتے ٹی وی کی آواز بھی اب شاہمیر تک نہیں آ رہی تھی۔ اس کے سوال کی شدت نے ماحول کو یکسر بدل دیا، جیسے کسی نے ایک چھپی ہوئی حقیقت کو اچانک بے نقاب کر دیا ہو۔

وہ کچھ نہیں بولا، بس ٹی وی بند کر کے سیدھا بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سا خوف اور شرمندگی کا ملا جلا احساس تھا۔ اس کے الفاظ جیسے اس کی زبان سے نکلنے کو تیار نہیں تھے۔ زاویار نے اُس پر گہرائی سے نظر ڈالی، جیسے وہ اُس کی خاموشی میں چھپی کہانی کو پڑھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں، شاہمیر۔" زاویار نے اپنی آواز میں اتنی شدت پیدا کی کہ وہ کمرے کی خاموشی کو چیرتی ہوئی محسوس ہوئی۔ وہ ایسے ہی کھڑا اسے دیکھتا جا رہا تھا، اس کی آنکھوں میں سوالات بھرے ہوئے تھے۔

زارا نے ایک نظر شاہمیر پر ڈالی، پھر زاویار پر۔ اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی، جیسے اسے کسی طوفان کی پیشگی خبر مل گئی ہو۔

"ہاں، میں نے بھیجی تھی،" شاہمیر نے بالآخر کہا۔

"میں یہ پوچھ رہاہوں کہ کیوں بھیجی تھی؟"زاویار کی آواز سخت ہوئی تو ساتھ بیٹھی زارانے فوراً دیکھا، جیسے وہ اُس کے ہر لفظ کے اثرات کو محسوس کر رہی ہو۔

شاہمیر صرف زاویار کی آنکھوں میں دیکھ رہاتھا،اس کی آنکھوں میں ایک عجب سی مایوسی چھائی ہوئی تھی۔

"اس نے آپ کو بتایا؟"

"اس نے تو مجھے اور بھی بہت کچھ بتایا ہے، شاہمیر۔۔۔"زاویار اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بول رہاتھا۔

"کیا بتایا اس نے اپ کو؟"

"شاہمیر، تم نے اسے ریکویسٹ کیوں دی تھی؟" اس کی آواز میں زہر کی سی تلخی تھی، "بات ریکویسٹ بھیجنے کی نہیں ہے، تم جس کو بھی بھیجنا چاہو، بھیجو، لیکن بات یہ ہے کہ تم نے *اس* کو کیوں بھیجی؟"

شاہمیر کی آنکھوں میں ایک چمک آئی، مگر وہ کچھ بول نہیں سکا۔ زاویار نے اسے گھورا، اس کی آنکھوں میں مایوسی اور غصے کا ملا جلا احساس تھا۔

"شاہمیر، تمہیں پتہ بھی ہے اس کا؟ کہ وہ کیسی لڑکی ہے؟ تم جانتے ہو اس نے ریکویسٹ بھیجنے پر تمہارے بارے میں کیا کہا؟"

شاہمیر کے چہرے پر پریشانی تھی۔ "کیا کہا زاویار؟" وہ بے بسی سے بولا۔

زاویار نے گہری سانس لی۔ "تمہیں ریکویسٹ نہیں بھیجنی چاہیے تھی۔ وہ لڑکی تم پر جھوٹے الزامات لگا رہی ہے——ہراساں کرنے، راستہ روکنے،

تنگ کرنے کے! تمہیں اندازہ بھی ہے کہ اس کا اثر تمہاری عزت پر کیا پڑے گا؟"

"زاویار۔۔۔زاویار، کیا اس نے میرے بارے میں واقعی ایسا کہا؟" شاہمیر کی آنکھوں میں حیرت اور پریشانی کی جھلک تھی، جیسے اس نے کچھ بہت ہی غیر متوقع سنا ہو۔

"اس نے تو اور بھی بہت کچھ کہا ہے۔۔۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ میرا بھائی کیسا ہے، اس لیے تمہیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ تم نے ایسا کچھ نہیں کیا، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم ایسا کچھ کر ہی نہیں سکتے۔ تم میرے بھائی ہو، زاویار سلطان کے بھائی۔ اور زاویار سلطان کو اپنے دونوں بہن بھائیوں کا اچھی طرح پتہ ہے۔۔۔" زاویار کی آواز میں اعتماد تھا، جیسے وہ اپنے بھائی کی سچائی کے دفاع میں کھڑا ہو۔ "میں جانتا ہوں کہ تمہاری نیت

کبھی بھی ایسی نہیں رہی، اور میں تم پر یقین رکھتا ہوں۔ مگر یہ سن کر مجھے اس کی باتوں کا اثر محسوس ہوتا ہے۔ تمہاری عزت میرے لیے اہم ہیں، اور میں چاہتا ہوں کہ تم اس معاملے کو سنجیدگی سے لو۔"

زاویار شاہمیر کے چہرے پر دیکھتے ہوئے اپنے جذبات کو واضح کر رہا تھا۔ جبکہ زارا سائیڈ پر ہکا بکا کھڑی تھی، ایسا لگ رہا تھا کہ وہ ابھی جا کر حالہ کی گردن مروڑ دے گی، جس نے اس کے بھائی پر اس قدر الزامات لگائے ہیں۔

شاہمیر کو اب بھی یقین نہیں آ رہا تھا، دل جیسے دو حصوں میں ٹوٹ سا گیا تھا۔ کیا محبت کرنا اس قدر جرم ہے؟ اس کا ذہن کئی سوالات سے بھرا ہوا تھا، لیکن اس کی آواز میں تھوڑی ہچکچاہٹ تھی۔

"میں بس یہ کہہ رہا ہوں کہ شاہمیر، تمہیں۔۔۔ تمہیں اس جیسی گھٹیا لڑکی کو ریکویسٹ نہیں بھیجنی چاہیے تھی۔ مجھے پتہ ہے اس لڑکی کا، کہ وہ کس طرح کی ہے۔ انسان کے اندر جو چیز نہیں بھی ہو، اسے بڑھا چڑھا کر بتائے گی۔۔۔ اس نے پورے آفس میں مجھے بدنام کر کے رکھا ہے، میری برائیاں کرتی ہے، مگر مجھے اس چیز سے فرق نہیں پڑتا۔ جو اس کی باتوں میں آ کر جیسا سوچتا ہے میرے بارے میں، سوچے، مجھے فرق نہیں پڑتا، وہ جو کہتی ہے کہے۔۔۔"

شاہمیر کی آنکھوں میں نمی کا اثر تھا، اور وہ ہمیشہ مذاق کرنے والا آج سنجیدہ لگ رہا تھا۔ "مجھے نہیں یقین کہ اس نے یہ سب کہا ہے۔"

زاویار نے ایک لمحہ اس کی آنکھوں میں دیکھا، پھر جیب سے فون نکالا۔

"فوراً گھر آؤ،" کہہ کر اس نے فون واپس جیب میں رکھ دیا۔

زارا نے ایک دم حیرت سے دیکھا۔ "کس کو بلایا بھائی؟"

"حالہ کو۔۔۔اور وہ اپنے منہ سے بتائے گی کہ اس نے شاہمیر کو کیا کہا ہے، تاکہ شاہمیر صاحب کو یقین آئے کہ اس نے واقعی یہ سب کہا ہے، اور اپنے منہ سے وہ ابھی اسی وقت شاہمیر سے معافی مانگے گی۔" زاویار کے لہجے میں سختی تھی، جیسے وہ اس معاملے کو سنجیدگی سے لینے کے لیے تیار ہو۔

دوسری طرف حالہ بے چینی سے ادھر ادھر ٹہل رہی تھی۔ اس کے ذہن میں مختلف خیالات گزر رہے تھے۔ "اب اس نے مجھے اپنے گھر کیوں بلایا ہے؟ مسئلہ کیا ہے؟--- کہیں شاہمیر کے بارے میں جو اتنا کہہ دیا تھا، اس وجہ سے تو نہیں بلایا؟ میں نے تو اپنے آپ سے بھی بہت باتیں بنائی تھیں۔ لگتا ہے زاویار نے سب شاہمیر کو بتا دیا۔ اب کیا ہو گا؟ اس نے تو اتنا کچھ کیا بھی نہیں تھا۔" وہ اس طرح خود کلامی کرتی گئی، جیسے اپنے اندر کی بے چینی

کو کم کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔اس نے سوچتے سوچتے اپنا دوپٹہ اوڑھا اور فوراً کمرے سے باہر نکل گئی۔ گھر میں اس وقت کوئی نہیں تھا، سب باہر گئے ہوئے تھے۔امی، ابو، اور مریم کسی کے گھر دعوت پر گئے تھے، اور عادل تو ویسے بھی اکثر گھر نہیں ہوتا تھا۔ وہ اکیلی ہی تھی، جو اس کے لیے ایک طرح کی راحت کی بات تھی۔

"اچھا ہے، اب کوئی یہ نہیں پوچھے گا کہ کہاں جا رہی ہو، ورنہ کیا بتاتی؟ کہ شاہمیر کے بارے میں الزامات لگائے ہیں اور اس کے لیے زاویار سر نے بلایا ہے؟" اس نے اپنی بے چینی کو چھپانے کی کوشش کی، مگر اس کے دل میں ایک عجیب سا خوف تھا کہ شاید اس کی باتوں کے نتیجے میں کچھ بڑا ہو رہا ہو۔

کچھ دیر میں حالہ زاویار کے گھر پہنچ چکی تھی۔ جیسے ہی وہ ٹی وی لاؤنج میں داخل ہوئی، زارا طنزیہ لہجے میں بولی، "آؤ، تمہارا ہی انتظار تھا۔"

گھر میں مہرین اور فراز نہیں تھے۔ حالہ کا چہرہ سپاٹ تھا، مگر دل میں بے چینی تھی جسے وہ چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔

ریلیکس حالہ، جو کہا تھا وہی دہرانا ہے، جھوٹ کو سچ بنا کر پیش کرنا ہے۔ اس نے خود کو سمجھایا اور سنبھلتے ہوئے آگے بڑھی، مگر دل کی دھڑکن تیز ہوتی جا رہی تھی۔

"کیوں بلایا ہے یہاں؟" حالہ نے ان تینوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا، مگر اس کی نظریں صرف شاہمیر پر مرکوز تھیں۔ اس کا دل دھڑک رہا تھا، جیسے کسی گہرے گڑھے میں گرنے کو تیار ہو۔ شاہمیر کا چہرہ اُس کے سامنے تھا، مگر

اس کے اندر کچھ ٹوٹنے کا احساس تھا، جیسے اس کی محبت کی بنیادوں میں دراڑیں آ گئی ہوں۔ آنکھوں میں ایک ہلکی سی نمی کی چمک تھی، جو اس کی اندرونی کشمکش کو عیاں کر رہی تھی۔

"جو باتیں آفس میں کی تھیں، وہ سب اب شاہمیر کے سامنے کرو،" زاویار نے اپنا لہجہ سخت کرتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟ بس بتا دیا نا جو بتانا تھا، اب اور---"

"جو بول رہا ہوں، وہ کرو۔ اسی وقت شاہمیر کے سامنے وہ سارے الفاظ دوبارہ بولو۔" زاویار نے اپنے لہجے میں سختی برقرار رکھی۔

"میں نہیں بولوں گی۔" اس نے اپنی ہمت جمع کرتے ہوئے جواب دیا۔

"کیوں؟ اس لیے نا کیونکہ تم جانتی ہو کہ تم نے جو بولا وہ جھوٹ ہے؟ الزام ہے؟"

"وہ جھوٹ نہیں ہے--- کوئی الزام نہیں ہے۔ اس نے بولا ہے۔ اس سے پوچھیں کہ یہ کس قدر فری ہوتا تھا میرے ساتھ؟ کس طرح سے ہنس کر دیکھتا تھا؟ کس طرح ہراساں کرتا تھا؟"

شاہمیر نے زور سے ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ لیں، جیسے وہ اپنے جذبات کو کنٹرول کرنے کی ناکام کوشش کر رہا ہو۔ دل کی گہرائی میں ایک ٹوٹنے کا احساس تھا، اور بے یقینی کے سائے نے اس کے حوصلے کو کمزور کر دیا تھا۔ وہ اندر سے ہلچل محسوس کر رہا تھا، جیسے محبت کی ایک دنیا آہستہ آہستہ بکھر رہی ہو۔

"بولو نا، شاہمیر؟ چپ کیوں ہو؟ ریکویسٹ دی تھی نا تم نے مجھے؟ میسجز پہ میسجز کر رہے ہو کب سے؟ کہ حالہ، تمہیں برا تو نہیں لگا، یہ وہ---

حرکات کر کے اب معافی کس بات کی؟ بتاؤنا اپنے بہن بھائی کو کہ کس طرح تم میرے ساتھ فری ہوتے تھے؟"

"اپنی بکواس بند کرو، حالہ! میرا بھائی شاہمیر ایسا نہیں ہے!" زارا نے غصے سے بول کر حالہ کی زبان بند کی۔

زاویار سنجیدگی سے حالہ کو دیکھ رہا تھا۔

اور شاہمیر، جس کی آنکھوں میں نمی تھی، وہ پلک تک نہ جھپکا پایا۔ اس کے دل کی گہرائیوں میں ایک گونج تھی، جیسے وہ اس وقت کی سختی کا سامنا کر رہا ہو۔ وہ حالہ کے الزامات کو سن رہا تھا۔

"اس سے پوچھیں، سر، کہ اس نے مجھے ریکویسٹ کیوں دی تھی؟" حالہ نے زاویار کو دیکھ کر کہا۔

زاویار نے ایک نظر شاہمیر کو دیکھا، مگر پھر دوبارہ حالہ کو دیکھا اور منہ سے کچھ نہیں بولا۔ اس کی خاموشی جیسے ایک بوجھل ہوا میں گزر رہی تھی، جہاں الفاظ کی گونج نہیں تھی۔

"کیوں دی تھی ریکویسٹ؟ اجازت کس نے دی؟ کتنا فری ہوتے تھے تم مجھ سے، اور اب چپ کیوں ہو؟" حالہ نے چڑچڑے لہجے میں شاہمیر کو گھورا۔

"ایک بار مدد کیا لے لی، تم تو حد ہی کراس کر گئے! روز دیکھنا، تعریفیں کرنا، پھر ریکویسٹ؟ کیوں؟" اس کے سوال تیز ہوتے جا رہے تھے۔

شاہمیر نے گہری سانس لی۔ "پسند کرنے لگا تھا تمہیں۔"

زاویار چونک گیا، زارا کو پہلے سے علم تھا، مگر حالہ کو لگا شاید غلط سنا ہو۔

"کیا؟" وہ سخت لہجے میں بولی۔

"اچھی لگی تھی تم مجھے، حالہ۔۔۔۔اس لیے تمہیں میں نے ریکویسٹ بھیجی تھی۔اس لیے تمہیں مسکرا کر دیکھتا تھااور ایک بار تعریف کرلی تھی کیونکہ میرے جذبات میرے قابو میں نہیں تھے اس وقت۔"اس کے الفاظ میں ایک سچائی تھی جو اس کے دل کی گہرائیوں سے نکل رہی تھی۔

"شاہمیر---"زاویار نے بولا، مگر وہ اس لمحے کی شدت کو سمجھتے ہوئے کچھ اور کہنا چاہتا تھا۔

"رکو، زاویار... میری بات ابھی پوری نہیں ہوئی۔"شاہمیر نے اس کی بات کو روک کر کہا

حالہ شرمندہ سی اسے دیکھ رہی تھی، مگر پھر بھی اس کے چہرے پر ایک ایسی بے پرواہی تھی جیسے اس سے کوئی فرق نہیں پڑ رہا۔

"اور یہ جو آپ میرے اوپر الزام در الزام لگا رہی ہیں، مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، آپ لگاتی رہیں۔ میرے بھائی اور بہن جانتے ہیں کہ میں کیسا انسان ہوں، لیکن۔۔۔ لیکن دل کی بات ہے کہ بس میرا دل ٹوٹ گیا ہے۔ کاش آپ یہ سمجھ جاتیں کہ میں آپ کو کتنا پسند کرنے لگا تھا۔ مگر آپ نے میری نیت کو نہیں سمجھا، بلکہ بغیر کسی سوچ بچار کے میرے اوپر الزامات عائد کر دیے۔"

اس نے ایک لمحے کے لیے توقف کیا، جیسے الفاظ کو ترتیب دینے کی کوشش کر رہا ہو۔

"مگر ان سب باتوں کے باوجود مجھے آپ سے نفرت نہیں ہوئی، نہ ہی آپ مجھے کبھی بُری لگیں۔ اصل میں، میری ہی غلطی تھی کہ میں نے آپ کے ساتھ اپنی دل کی باتیں کیں، اور آپ نے انہیں غلط سمجھ لیا۔ میں نے محبت

کی ہے، تو اس کی سزا بھی مجھے ہی بھگتنا چاہیے، کیونکہ محبت کی اپنی ایک کہانی ہوتی ہے، اور مجھے اس کہانی کے سب گہرے رازوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

حالہ کے چہرے کے غصے والے تاثرات دھیمے پڑ گئے تھے، جیسے اس کی سختی آہستہ آہستہ پگھل رہی ہو۔

"اسی وقت معافی مانگو، حالہ" زاویار نے سخت لہجے میں کہا، اس کے چہرے پر غصے کی چمک تھی۔

حالہ نے ایک نظر شاہمیر پر ڈالی، پھر کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے بھرپور لہجے میں کہا۔

"معافی؟ کبھی زندگی میں نہیں مانگوں گی میں معافی، کیونکہ چاہے میں کتنی بھی غلط ہوں، مجھے اپنی ذات پر یقین ہے اور میں معافی نہیں مانگتی۔"

کہہ کر وہ فوراً وہاں سے چلی گئی، اپنے قدموں میں خوداعتمادی کے باوجود بے بسی کی جھلک چھپائے ہوئے۔ زاویار صرف غصے سے اسے دیکھتا رہا جبکہ شاہمیر کا دل جیسے ایک بار پھر ٹوٹ گیا تھا، اس کی محبت کے خواب چکنا چور ہو گئے تھے۔

"شاہمیر،" زارا نے آہستگی سے کہا، جب وہ اس کے قریب آئی، مگر شاہمیر کسی سنسان ویرانے کی طرف چلا گیا، جہاں درد کے سوا کچھ نہیں تھا۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

شاہمیر لان کے ایک کونے میں زمین پر بیٹھا ہوا تھا۔ رات کے سناٹے میں صرف اس کی آہٹ گونج رہی تھی۔ دل جیسے ریزہ ریزہ ہو چکا تھا، اس کی دنیا پلٹ گئی تھی۔ چند لمحے ہی کافی ہوتے ہیں زندگی کو بدلنے کے لیے، مگر دل کو توڑنے کے لیے ایک پل بھی بہت ہے۔

اس کی آنکھوں میں نمی تھی۔ ایک آنسو گرا اور گال پر پھسل گیا۔ اس نے فوراً ہاتھ سے صاف کر لیا۔ وہ رونا نہیں چاہتا تھا۔ ہمیشہ کی طرح اس نے خود کو مضبوط رکھنے کی کوشش کی، مگر آج دل واقعی بکھر گیا تھا۔ وہ اپنے جذبات کو روکنے کی لاکھ کوشش کر رہا تھا، لیکن یہ شکست اس کے وجود کو ہلا گئی تھی۔

زارا آہستہ قدموں سے اس کی طرف بڑھی۔ اس کا دل بھی بھائی کو یوں دیکھ کر دکھ سے بھر گیا تھا۔ وہ اس کے قریب جا کر رک گئی اور کچھ لمحے خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔

"شامی..."

زارا نے دھیمی آواز میں کہا۔

"مجھے اکیلا چھوڑ دو، زارا۔"

شاہمیر کی آواز بھیگی ہوئی تھی، جیسے وہ اپنے آنسو ضبط کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

زارا نے اس کے قریب زمین پر بیٹھتے ہوئے اس کے کندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھا۔

"ایسے کیسے چھوڑ دوں؟ شاہمیر، میں جانتی ہوں کہ تمہارے دل پر کیا گزر رہی ہے۔ میں جانتی ہوں کہ تمہیں اس سے محبت تھی، اور اس نے تم پر جھوٹے الزام لگا کر تمہیں بے حد تکلیف دی۔"

زارا کی باتوں پر شاہمیر کے آنسو بہنے لگے۔ وہ مسلسل اپنے گال پر بہنے والے آنسو صاف کر رہا تھا، مگر وہ تھمتے نہیں تھے۔

زارا نے دل گرفتہ نظروں سے اسے دیکھا اور بولی۔

"شاہمیر، وہ لڑکی تمہارے لیے کبھی بھی درست نہیں تھی۔ تمہیں شکر کرنا چاہیے کہ تمہیں اس کی حقیقت کا وقت پر پتہ چل گیا۔ میں اسے جانتی ہوں، اس کی فطرت ہمیشہ بے ادبی اور بدتمیزی سے بھری رہی ہے۔ اس کا دل کبھی کسی کی قدر کرنا جانتا ہی نہیں۔"

شاہمیر نے نم آنکھوں سے زارا کی طرف دیکھا، جیسے وہ دل کا درد اس سے بانٹنا چاہتا ہو۔

"زارا، میں نے اس سے محبت کی تھی۔ وہ میرا خواب تھی، میری دعا تھی۔ لیکن شاید میں غلط تھا۔ محبت کرنے میں بھی میں غلط تھا۔"

زارا نے شاہمیر کے آنسو دیکھ کر اپنی آواز میں نرمی اور گہرائی پیدا کی۔

"شاہمیر، محبت میں غلطی نہیں ہوتی، لیکن کسی غلط انسان سے محبت کرنا ایک سبق ہوتا ہے۔ وہ تمہارے جذبات کی قدر نہیں کر سکی، اور یہی اس کی کمی تھی، تمہاری نہیں۔ تم میرے بھائی ہو، اور میں چاہتی ہوں کہ تم کسی ایسی لڑکی سے محبت کرو جو تمہارے دل کا درد سمجھ سکے، جو تمہاری محبت کی عزت کرے۔ وہ لڑکی، جو پل میں تمہارے دل کو توڑ دے، تمہارے قابل نہیں ہو سکتی۔"

شاہمیر نے سر جھکا لیا۔ زارا کی باتوں میں وہ سکون تھا جو شاید اس کی زخمی روح کو تھوڑی دیر کے لیے راحت دے سکتا تھا۔ لیکن دل کا زخم اتنی جلدی کہاں بھرنے والا تھا؟

زارا اس کے قریب بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی، اس کی تکلیف کو محسوس کر رہی تھی، مگر بے بس تھی۔

"زارا، اسے ایسا مت کہو۔"

شاہمیر نے دھیرے سے کہا، اس کی آواز لرز رہی تھی۔

"مجھے تکلیف ہوتی ہے جب کوئی اس کے بارے میں کچھ غلط کہتا ہے۔۔۔ وہ جیسی بھی ہے، وہ غلط ہی کیوں نہ ہو، مگر وہ میرے دل میں جگہ بنا چکی ہے۔"

اس نے بھیگی آنکھیں اٹھا کر زارا کو دیکھا، جیسے وہ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

زاویار لان کے کنارے سے گزرتے ہوئے رکا۔اس کی نظر بھائی پر پڑی جو اپنی بکھری ہوئی حالت میں زمین پر بیٹھا تھا۔وہ آہستہ قدموں سے ان کے قریب آیا،ان کے پیچھے کھڑا ہو کر دونوں کو دیکھنے لگا۔

"مجھے اس سے محبت ہے،زارا۔۔۔"

شاہمیر کی آواز میں گہرائی اور درد تھا۔

"اس نے جو کہا،جو الزامات لگائے،وہ صحیح نہیں تھے۔مگر میرا دل۔۔۔ میں اپنے دل کو کیسے مناؤں؟میں اسے کیسے نکالوں اپنے اندر سے؟چاہے اس کی نفرت میرے وجود میں بھر جائے،مگر میری محبت۔۔۔میری محبت کہیں نہ کہیں چھپی رہے گی۔"

زارا نے افسوس سے اسے دیکھا، مگر اس سے پہلے کہ کچھ بولتی، زاویار کی سخت آواز سنائی دی۔

"تو پھر تم خود کو بیوقوف بنا رہے ہو، شاہمیر۔"

زارا اور شاہمیر نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ زاویار ان کے قریب آیا اور شاہمیر کے برابر بیٹھ گیا۔ اس کے دائیں طرف زارا اور بائیں طرف زاویار تھا، جیسے دونوں اس کا سہارا بننے آئے ہوں۔

"شاہمیر، وہ لڑکی تم پر الزامات لگا کر گئی ہے۔ اس نے تمہیں خود دکھا دیا ہے کہ وہ کیسی ہے، اور پھر بھی تم؟ تم اپنے دل کے ہاتھوں یوں ہار مان رہے ہو؟"

شاہمیر نے بے بسی سے سر جھکایا۔

"زاویار، میرا دل ٹوٹ رہا ہے۔۔۔ میں کیا کروں؟ میں کہاں جاؤں اس تکلیف کے ساتھ؟"

زاویار نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور سنجیدگی سے کہا

"شاہمیر، اپنے دل کو سنبھالنا سیکھو۔ یہ دنیا ہے، یہاں دل بار بار ٹوٹتا ہے، مگر زندگی آگے بڑھتی ہے۔ جو لوگ ہمیں چھوڑ کر جاتے ہیں یا ہمیں تکلیف دیتے ہیں، وہ اپنے حقیقی رنگ دکھا کر چلے جاتے ہیں۔ تمہیں خود کو اتنا مضبوط بنانا ہے کہ ان کی باتوں کا تم پر اثر نہ ہو۔"

شاہمیر نے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے فرق پڑا ہے، زاویار۔ بہت فرق پڑا ہے۔ میں اسے چاہتا تھا، اس سے شادی کا خواب دیکھا تھا۔ اس کے ساتھ اپنی پوری زندگی کا نقشہ بنایا تھا۔ مگر اس کے چند الفاظ۔۔۔ وہ الفاظ مجھے اندر تک توڑ گئے۔"

"شاہمیر، وہ چند الفاظ نہیں تھے۔ وہ الزامات تھے، جھوٹے الزامات۔ اگر وہ واقعی اچھی لڑکی ہوتی تو ایسا کبھی نہ کرتی۔" زارا نے دھیرے سے کہا۔

زاویار نے گہری سانس لی "شاہمیر، اگر تمہارے دل میں اب بھی یہی ضد ہے کہ تمہیں وہ چاہیے، تو یہ تمہاری غلطی ہے۔ تم اپنی زندگی اور وقت ضائع کر رہے ہو ایک ایسی لڑکی کی محبت میں، جو تمہاری عزت اور جذبات کو روند کر چلی گئی۔"

شاہمیر نے خالی نظروں سے سامنے دیکھا اور دھیرے سے کہا

"دل کا ٹوٹنا تو چند لمحوں کی بات ہے، مگر اس کی گونج زندگی بھر رہتی ہے۔۔۔ اور میں شاید اس گونج کے ساتھ ہی جینے پر مجبور ہوں۔"

زاویار نے اسے دیکھا "شاہمیر، محبت ایک خوبصورت چیز ہے، لیکن اس کی بنیاد عزت اور بھروسے پر ہوتی ہے۔ جس شخص کو تم اپنے دل میں جگہ

دیتے ہو، وہ اگر تمہاری عزت کا خیال نہ کرے، تو وہ محبت نہیں ہوتی، وہ زخم بن جاتی ہے۔ اور زخم کا علاج وقت کرتا ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم زخم کو سینے سے لگائے رکھو۔"

شاہمیر نے نم آنکھوں سے زاویار کو دیکھا، اس کی آنکھوں میں ایک گہری تکلیف تھی۔

"زاویار، تم نہیں سمجھتے۔۔۔ میں اسے بھول نہیں سکتا۔ میں نے اسے چاہا ہے، اور یہ دل۔۔۔ یہ مانتا ہی نہیں۔"

زارا جو دونوں کی بات غور سے سن رہی تھی، بولی۔ "شاہمیر، محبت کرنا غلط نہیں، لیکن اپنی محبت کو ایسے لوگوں کے لیے ضائع کرنا غلط ہے جو اس کی قدر نہیں کرتے۔ وہ لڑکی تمہاری عزت کو کچل کر گئی ہے، اور تم اس کے لیے اپنا دل جلا رہے ہو؟ کیا یہ انصاف ہے خود کے ساتھ؟"

شاہمیر نے نظریں جھکا لیں اور آہستہ سے کہا "زارا، دل کے فیصلے دماغ کے قابو میں نہیں ہوتے۔۔۔ اگر ہوتے، تو شاید میں یہ سب محسوس نہ کر رہا ہوتا۔"

زاویار نے سنجیدگی سے کہا "شاہمیر، دل اور دماغ دونوں کا توازن ضروری ہے۔ محبت اندھی ہو سکتی ہے، لیکن زندگی اندھی نہیں ہوتی۔ جو لڑکی تمہارے جذبات کو سمجھنے کی بجائے تم پر الزام لگا کر چلی گئی، وہ تمہارے قابل نہیں تھی۔ تم نے اسے دل دیا، یہ تمہاری غلطی نہیں تھی۔ لیکن اب اپنی غلطی کو دہرانا تمہاری کمزوری ہوگی۔"

زارا نے اس کی بات آگے بڑھائی "تمہیں خود کو مضبوط بنانا ہوگا۔ میں جانتی ہوں کہ تمہارے دل پر کیا گزری ہے، لیکن یہ دنیا ایسے لوگوں کے

لیے نہیں ہے جو ہر بار خود کو توڑنے دیتے ہیں۔ تمہیں اٹھنا ہو گا، تمہیں آگے بڑھنا ہو گا۔"

شاہمیر نے بے بسی سے سر ہلایا "مگر کیسے؟ جب ہر لمحہ، ہر بات، ہر یاد مجھے اسے یاد دلاتی ہے؟ میں کہاں جاؤں؟ کس سے کہوں کہ میں اس درد سے کیسے نکلوں؟"

سبزہ زار میں ہلکی ہلکی خنک ہوا چل رہی تھی، اور آسمان پر بادلوں کی اوٹ میں چاند چھپتا جا رہا تھا۔ شاہمیر بیچ میں بیٹھا تھا، نگاہیں زمین پر گڑھی ہوئی تھیں، اور اس کے ارد گرد زارا اور زاویار خاموشی سے بیٹھے اسے دلاسہ دینے کی کوشش کر رہے تھے۔ ہوا کے جھونکے شاہمیر کے الجھے بالوں کو بکھیر رہے تھے، اور زارا کا دوپٹہ ہلکی سی سرسراہٹ کے ساتھ ہوا میں اڑ رہا تھا۔ زاویار کی نظریں بھی کہیں دور خلا میں تھیں، جیسے وہ شہمیر کے دل کی

گہرائیوں کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ اس لمحے میں سب کچھ رک سا گیا تھا، سوائے دل کے بوجھل دھڑکنوں کے۔

پھر خاموشی کے بعد زاویار نے نرمی سے کہا۔

"اپنے آپ کو وقت دو، شاہمیر۔ یہ وقت کا کام ہے۔ زخم بھر جائیں گے، یادیں مدھم پڑ جائیں گی۔ لیکن تمہارا وقت قیمتی ہے۔ اسے ایسے لوگوں پر ضائع نہ کرو جو تمہارے آنسوؤں کے بھی قابل نہیں۔"

زارا نے دھیرے سے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا اور کہا "اور ہم تمہارے ساتھ ہیں، تمہیں اکیلا نہیں چھوڑیں گے، لیکن تمہیں خود بھی یہ فیصلہ کرنا ہو گا کہ تم اپنی زندگی کو اس غم کے سائے سے نکالنا چاہتے ہو۔"

شاہمیر نے ایک گہری سانس لی، جیسے وہ اپنے اندر کی جنگ سے تھک چکا ہو۔ اس نے زاویار اور زارا کو دیکھا اور دھیرے سے کہا۔

"شاید تم لوگ ٹھیک کہہ رہے ہو۔۔۔ لیکن یہ آسان نہیں ہے۔"

زاویار نے مسکراتے ہوئے اس کے کندھے پر تھپکی دی "آسان کبھی کچھ نہیں ہوتا، شاہمیر۔ بس تمہیں اپنے دل کو یہ سمجھانا ہے کہ جو چلا گیا، وہ تمہارے قابل ہی نہیں تھا۔"

زارا نے بھی مسکراتے ہوئے کہا "اور یہ مت بھولو کہ تمہاری بہن تمہارے لیے ہمیشہ یہاں ہے، تمہیں سنبھالنے کے لیے، تمہیں آگے بڑھانے کے لیے۔"

شاہمیر نے ان دونوں کی طرف دیکھا، اور اس کی آنکھوں میں ایک ہلکی سی امید کی جھلک دکھائی دی۔

شاہمیر نے ایک گہری سانس لی اور اپنی بھیگی آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے دھیرے سے بولا۔

"تم دونوں جو کہہ رہے ہو، وہ ٹھیک ہو سکتا ہے۔ لیکن میں ایسا نہیں کر سکتا۔ ہاں، وہ لڑکی میری عزت کی قدر نہیں کرتی، اس نے مجھ پر جھوٹے الزامات لگائے، لیکن میرا دل۔۔۔ میرا دل اسے چھوڑنے کو تیار نہیں۔ میں اس سے محبت کرتا ہوں، اور یہ محبت میری کمزوری نہیں، میری طاقت ہے۔"

زارا نے بے یقینی سے اسے دیکھا، جیسے وہ اس کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"شاہمیر، محبت طاقت تب بنتی ہے جب اس کی قدر کی جائے۔ جو تمہیں اس طرح توڑ کر چلی گئی، وہ تمہاری محبت کی حقدار ہی نہیں تھی!"

زاویار نے شاہمیر کی طرف جھک کر سنجیدگی سے کہا

"شاہمیر، ضد اور محبت میں فرق ہوتا ہے۔ محبت وہ ہے جو تمہیں بلند کرے، جو تمہیں مضبوط بنائے۔ لیکن یہ جو تم کر رہے ہو، یہ ضد ہے۔ تم ایک ایسے انسان کے پیچھے اپنا دل لگا رہے ہو جو تمہارے احساسات کی پرواہ نہیں کرتا۔ یہ محبت نہیں، یہ خود کو اذیت دینے کے برابر ہے۔"

شاہمیر نے ایک لمحے کے لیے نظریں جھکا لیں، لیکن پھر سر اٹھا کر کہا

"شاید تم دونوں ٹھیک کہہ رہے ہو، لیکن میں اپنے جذبات کو جھٹلا نہیں سکتا۔ میں اسے چاہتا تھا، اور شاید ہمیشہ چاہوں گا۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ میں اس محبت کو اپنی کمزوری نہیں بننے دوں گا۔ میں اسے یاد ضرور کروں گا، لیکن اسے اپنی زندگی پر حاوی نہیں ہونے دوں گا۔"

زارا نے جھنجھلا کر کہا

"شاہمیر، تم خود کو کیوں اس زنجیر میں باندھ رہے ہو جو تمہیں کھینچ کر نیچے لے جا رہی ہے؟"

شاہمیر نے دھیرے سے کہا

"کیونکہ زارا، محبت چھوڑ دینا آسان نہیں ہوتا۔"

وہ آہستہ سے اٹھا اور لان کے سبزہ زار پر نظریں دوڑاتے ہوئے بولا

"میں آگے بڑھنے کی کوشش کروں گا،"

زارا نے ہلکی سی آہ بھری،

پھر شاہمیر نے دونوں کو ایک نظر دیکھا اپنی پھیکی انکھوں کو صاف کیا اور اہستہ سے وہاں سے چلا گیا زارا اور زاویار اسے اسی طرح دیکھتے رہے دونوں جانتے تھے کہ ان کا بھائی کس قدر نازک دل ہے۔

☆☆☆✦☆☆☆

رات کا وقت تھا، اور حالہ آرام سے بستر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر ایک ایسی سنجیدگی تھی جو اس کی کیفیت کو ظاہر کر رہی تھی۔ سامنے کھڑکی تھی، جو کھلی ہوئی تھی جس سے ٹھنڈی ہوائیں اندر کی طرف آ رہی تھیں، جیسے آسمان کی سرگوشیاں اُس کے دل کی دھڑکنوں کو نرم کر رہی

ہوں مگر وہ ان ہواؤں کی سرگوشی میں بھی سکون تلاش نہیں کر پا رہی تھی۔

وہ باہر دیکھ رہی تھی، تاریکی میں بکھرے ہوئے ستاروں کی چمک اُس کی آنکھوں میں ایک چمک بھر دیتی تھی، مگر دل جیسے سکون میں نہیں تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے اس نے بہت کچھ غلط کر لیا ہے، جیسے کوئی بڑی بھول ہو گئی ہو۔ مگر وہ تو حالہ تھی، جسے اس بات کی کوئی فکر نہیں تھی کہ وہ کسی کے ساتھ کیا اچھا کر رہی ہے یا کیا برا۔ اس کے لیے یہ سب کچھ محض ایک کھیل تھا، ایک ایسا کھیل جس میں وہ ہمیشہ خود کو جیتنے والی سمجھتی تھی۔ اس کی نظر میں زندگی کے تمام معاملات ایسے تھے جیسے کوئی جنگ ہو، اور وہ ہر جنگ کی فاتح ہو۔ اسے یہ سوچنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی تھی کہ اس کے فیصلے دوسروں پر کیا اثر ڈال رہے ہیں۔ اسے احساس ہوتا کہ شاید یہ

سب اس کے لیے کچھ لمحوں کے لیے ہی اہم تھا، اور پھر وہ اپنے دل کو دوبارہ سخت بنا لیتی۔ مگر اس کا دل ابھی صرف اس وجہ سے تنگ تھا کہ شاہمیر اس سے پیار کرتا تھا، اور اس نے اس پر الزامات لگا دیے تھے اسے بس اس چیز کا احساس ہوا کہ اس نے شاید بہت غلط کر دیا ہے اس نے اپنی انا کے تحت شاہمیر پر جو الزام لگایا، وہ سب اسے اب اپنی ہی غلطی لگ رہی تھی مگر پھر بھی، وہ سوچ رہی تھی کہ اتنا کیوں اس کے بارے میں فکر کر رہی ہے؟

"کون سا میں نے وعدے کیے ہوئے تھے شاہمیر سے؟" اس نے اپنے آپ سے کہا "یہ کون سا اس نے مجھ سے پوچھ کر محبت کی تھی؟ اگر دل ٹوٹ بھی گیا میرے الزام لگانے سے تو میرے ساتھ جو اس کا بھائی کرتا ہے اس کا کیا؟" یہ ایک سوال تھا جو اس کی سوچوں میں گھوم رہا تھا۔

حالہ نے اپنی آنکھیں بند کر لیں، اپنے دل کی دھڑکنوں کو محسوس کرنے کی کوشش کی، جیسے اپنے آپ کو دوبارہ سمیٹنے کی کوشش کر رہی ہو۔ وہ جانتی تھی کہ وہ کبھی کمزور نہیں ہو سکتی، نہ ہی کسی کی محبت اسے روکے گی۔

☆☆☆✦☆☆☆

باہر موسم سرد اور گہری دھند میں لپٹا ہوا تھا، یوں لگتا جیسے قدرت نے ہر شے کو سفید چادر میں لپیٹ رکھا ہو۔ مگر اندر آفس کی فضا اس کے برعکس تھی، گرم اور سکون بخش۔ ایک نرم، خوشبودار مہک ہر کونے میں پھیلی

ہوئی تھی، جو جیسے اس کمرے کی پہچان بن چکی ہو۔ یہ مہک شاید قریبی گلابوں کے گلدستے یا کسی مہنگے خوشبو والے موم بتی سے اٹھ رہی تھی۔

وہ کرسی پر بے پرواہ انداز میں بیٹھی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک سینڈوچ تھا، جسے وہ آہستہ آہستہ چبا رہی تھی، اور اس کی نظریں کھڑکی کے پار دھندلے منظر میں گم تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اس دنیا سے کٹ کر اپنی کسی اور ہی دنیا میں جا بسی ہو۔ اس نے کرسی پر دونوں پیر سکون سے اوپر رکھے ہوئے تھے، ایک ایسا انداز جو زاویار کو ہرگز پسند نہ آتا۔

ڈیسک پر فائلوں کا انبار لگا ہوا تھا، بے ترتیبی کی حد کو چھوتے ہوئے، اور ایک طرف لیپ ٹاپ کھلا تھا مگر غیر فعال۔ کام کا کہیں کوئی شائبہ نہیں تھا، جیسے وہ سب کچھ بھول کر اپنی کسی سوچ میں گم ہو۔

سامنے بیٹھی ایک ورکر، جو آج مدیحہ کی غیر موجودگی میں حالہ کے سامنے کام کر رہی تھی، تھوڑا جھجکتے ہوئے بولی

"کام بھی کر لو، حالہ۔"

حالہ نے نرمی سے ایک نظر اس کی طرف ڈالی، مگر اس کی نظروں میں وہی بے نیازی جھلک رہی تھی۔

"تم اپنے کام سے کام رکھو، مجھے نصیحت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

ورکر نے گہری سانس لی، جیسے خود کو قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"زاویار سر نے اگر دیکھ لیا نا، تو قسم سے وہ تمہیں اسی وقت آفس سے نکال دیں گے۔"

یہ سنتے ہی حالہ قہقہہ مار کر ہنس پڑی، جیسے کوئی بہت مزاحیہ بات سن لی ہو۔

"ایک تو یہ زاویار کی دھمکی مجھے نہ دیا کرو پلیز۔ تم لوگوں کو کیا لگتا ہے؟ اُس کا نام لوگے اور میں ڈر جاؤں گی؟ تم لوگ ہی ڈرتے ہو اس سے میں نہیں"

حالہ نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور پھر سینڈوچ کا ایک اور نوالہ لیا۔

"مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا، اور وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ آخر اتنا کام مجھے دیتا ہے، میں سارا کام کرتی ہوں، اُس کے بعد اُسے کوئی مسئلہ نہیں ہونا چاہیے۔ اُس کے باپ سے بھی نہیں ڈرتی میں، صرف وہ۔۔۔"

"مس حالہ!" زاویار کی گرجتی ہوئی آواز نے پورے ماحول کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

حالہ، یکدم ساکت ہو گئی۔ اس کی مسکراہٹ، جو ابھی چند لمحے پہلے تک اس کے لبوں پر تھی، وہ غائب ہو چکی تھی۔

زاویار تیز قدموں کے ساتھ اس کی طرف بڑھا، اس کے ہر قدم کے ساتھ حالہ کا دل جیسے کسی نامعلوم خوف سے لرزنے لگا۔ زاویار کے چہرے کی سختی اور آنکھوں میں بھڑکتا ہوا غصہ اسے واضح طور پر بتا رہا تھا کہ یہ وقت کسی بحث یا ضد کا نہیں۔

"اٹھیں!" زاویار نے کرسی کے قریب پہنچ کر اپنی آواز کو مزید بلند کیا۔ حکم دینے کا انداز اس کے لہجے میں نمایاں تھا۔

حالہ نے بے ساختہ سینڈوچ والا ہاتھ نیچے کر لیا، لیکن اس کے چہرے پر ایک ضد سی جمی ہوئی تھی۔ وہ ہلکی سی جھجک کے باوجود اپنی جگہ سے نہیں ہلی۔

"میں کہہ رہا ہوں، اٹھیں!" زاویار نے ایک قدم اور آگے بڑھایا، اس کا قد اور غصہ دونوں حالہ کے لیے ناقابل برداشت محسوس ہونے لگے۔ اس

کے الفاظ یوں گونجے کہ پورے آفس کے ملازمین نے سانس روک کر اس منظر کو دیکھنا شروع کر دیا۔

حالہ کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے حیرت اور خوف جھلکا۔ اس کے ہاتھ بے چین ہو کر کپکپائے، اور سینڈوچ کا ٹکڑا نیچے گر گیا۔ زاویار کی آنکھیں حالہ پر جمی ہوئی تھیں، جیسے وہ اپنے غصے سے اسے زمین میں گڑھا دینا چاہتا ہو۔

وہ بمشکل خود کو سنبھالتے ہوئے اٹھی، مگر اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔ حالہ تھوڑا سا پیچھے ہٹنے لگی، لیکن کرسی کے ساتھ ٹکرا کر پھر وہی کھڑی ہو گئی۔ زاویار اس کے بالکل سامنے کھڑا تھا، اور اس کے وجود کا دباؤ حالہ کو اپنی جگہ بے بس کر رہا تھا۔

آفس کے ملازمین اپنی اپنی جگہ جیسے جم گئے تھے۔ کوئی کچھ کہنے کی ہمت نہیں کر رہا تھا۔ زاویار کی موجودگی ہی کافی تھی کہ ہر طرف سکوت چھا جائے، اور حالہ؟ وہ زاویار کے غصے اور اپنی بے بسی کے درمیان جکڑی ہوئی تھی۔

"کیا بکواس کر رہی تھیں آپ میرے آفس میں بیٹھ کر؟ ہاں؟" زاویار کی آواز جیسے دیواروں سے ٹکرا کر واپس آ رہی تھی۔

حالہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی، جہاں غصے کی تپش کسی سرکش طوفان کی طرح بڑھتی جا رہی تھی۔ "میں نے آپ کو اتنی اجازت تو نہیں دی کہ آپ میرے ہی آفس میں بیٹھ کر میری برائیاں سب کے سامنے کریں اور بدتمیزی کریں! آپ کے رویے کو کب سے دیکھ رہا ہوں، لیکن برداشت کی بھی حد ہوتی ہے!"

زاویار کے ہر لفظ کے ساتھ حالہ کا دل جیسے چھوٹا ہو رہا تھا۔

"جب سے آپ آئی ہیں، آپ کی یہی حرکتیں ہیں۔ آپ کبھی سیریس نہیں ہوتیں، نہ خود کام کرتی ہیں، نہ دوسروں کو کرنے دیتی ہیں۔ آپ کو معذرت کرنے کا سلیقہ تک نہیں، اور بدتمیزی میں تو آپ کا کوئی مقابلہ نہیں!" زاویار نے سختی سے کہا، اس کے لہجے میں جیسے جلتی ہوئی نفرت تھی۔

"کیا آپ کے ماں باپ نے آپ کو ذرا سی تمیز نہیں سکھائی؟" یہ الفاظ حالہ کے لیے کسی گہرے زخم کی طرح تھے۔

حالہ نے ایک گہری سانس لی، اور اس کی آنکھوں میں غصے کی چمک آ گئی۔ وہ فوراً زاویار کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

"سر! آپ میرے ماں باپ کی توہین نہیں کر سکتے۔ میں نے آپ کو اس چیز کی اجازت نہیں دی!"

اس کا لہجہ سخت تھا، جیسے وہ زاویار کو چیلنج دے رہی ہو۔

"جسٹ شٹ اپ!" زاویار نے زوردار اواز میں کہا "میرے سامنے اب آپ زبان نہیں چلائیں گی۔۔۔ بہت ہو گیا! میں نے آپ کی یہ حرکتیں بہت برداشت کر لی ہیں۔ بہت زیادہ!۔۔۔ بس جب سے آئی ہیں، میرے پورے آفس کا نظام برباد کر کے رکھا ہوا ہے۔ میں نے آپ کو پہلے دن کہا تھا کہ مجھے ڈسپلن کا خیال چاہیے، اور آپ نے اُلٹا ڈسپلن خراب کر کے رکھا ہوا ہے!"

زاویار نے کرسی کی پشت پر ہاتھ رکھا اور جھک کر سخت نظروں سے اسے دیکھا۔ "اب آپ اس آفس میں نہیں رہیں گی۔ میں آج ہی آپ کو آفس

سے نکال رہا ہوں۔۔۔ایک سیکنڈ میں یہاں سے نکل جائیں---میں آپ کو یہاں اور برداشت نہیں کر سکتا!"

حالہ کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے بے یقینی چھا گئی، جیسے وہ زاویار کے الفاظ پر یقین نہیں کر پا رہی ہو۔اس کے دل میں جیسے خوف اور غصے کی ملی جلی لہریں دوڑنے لگیں۔وہ حیرت اور بے بسی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"آپ مجھے آفس سے نکال رہے ہیں؟"

اس کی سانسیں رکنے لگی تھیں،اور آنکھوں میں آنسو جھلکنے کو تیار تھے، لیکن اس نے اپنی ہمت کو قابو میں رکھا۔

"ابھی کے ابھی دفع ہو جاو یہاں سے!"زاویار کی آواز میں آخری فیصلہ سنایا جا چکا تھا۔" یہاں تمہاری اور کوئی جگہ نہیں ہے!"

"آپ ایسا میرے ساتھ---"

"میں کہہ رہا ہوں کے ابھی اور اسی وقت نکل جاؤ!"

وہ اتنی زور سے بولا کہ حالہ کی آنکھ سے ایک آنسو نیچے گرا۔ اُس کے دل میں ایک شدید دُکھ محسوس ہوا، مگر وہ اب کچھ نہ بولی وہ جانتی تھی کہ اس لمحے میں زاویار کے سامنے کچھ بھی نہیں کر سکتی۔ اس کی نظریں ایک لمحے کے لیے جھکیں، لیکن پھر اس نے سر اٹھایا اور ایک آخری نظر زاویار پر ڈالی۔ اس نظر میں بہت کچھ تھا—مایوسی، غصہ، اور ایک عجیب سی بے بسی۔ وہ کچھ کہے بغیر پلٹ گئی، لیکن اس کے دل کی کیفیت کو زاویار سمجھنے سے قاصر رہا۔

اس کے جاتے ہی زاویار نے ایک نظر ہر ورکر پر غصے سے ڈالی۔ سب ڈر کے مارے اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے اور کام میں توجہ دینے لگے۔ زاویار کی موجودگی کا اثر تھا، اور سب جانتے تھے کہ زاویار کے سامنے چُپ رہنا ہی بہتر ہے۔

☆☆☆✦☆☆☆

مہرین سلطان ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی اطمینان سے بالیاں پہن رہی تھیں، جیسے ہر چیز ان کی مرضی کے مطابق ہو۔ مگر دوسری طرف، فراز سلطان صوفے پر بے چینی سے بیٹھے گہری سوچ میں تھے۔

"تمہیں لگتا ہے ہم ٹھیک کر رہے ہیں؟" فراز نے اچانک پوچھا۔

مہرین نے پر سکون مسکراہٹ کے ساتھ شیشے میں اپنا عکس دیکھا۔ "بالکل، آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔"

فراز اٹھ کر اس کے قریب آئے۔ "مگر وہ آسانی سے نہیں مانیں گے۔"

مہرین نے ہلکی سی ہنسی دبائی۔ "اگر نہ مانے تو بد قسمتی، مگر جتنے لالچی لگ رہے ہیں، انکار نہیں کریں گے۔"

وہ اب لپ اسٹک اپنے ہونٹوں پر لگا رہی تھیں۔

فراز سلطان نے ہچکچاتے ہوئے سوال کیا، "اور تم نے زاویار سے بات تو کر لی ہے نا؟ وہ کیا کہہ رہا تھا؟"

یہ سن کر مہرین کے ہاتھ لمحے بھر کو رک گئے۔ وہ شیشے میں خود کو دیکھتی رہیں، جیسے کسی گہری سوچ میں ہوں۔ لپ اسٹک والا ہاتھ اب نیچے ہو گیا تھا۔

"جی۔۔۔ جی فراز، میں نے بات کر لی تھی۔ آپ بے فکر رہیں، وہ۔۔۔ وہ راضی ہے۔"

مہرین سلطان نے آہستگی سے کہا، مگر ان کے لہجے میں ایک ہلکی سی لرزش تھی۔

مہرین نے جھوٹ بولا تھا کیونکہ وہ زاویار کو بہت اچھی طرح جانتی تھیں۔ انہیں معلوم تھا کہ اگر وہ زاویار سے بات کریں گی، تو اس کا جواب ایک واضح اور دوٹوک انکار ہو گا۔ زاویار اس وقت شادی کے موڈ میں بالکل نہیں تھا، اور اس کا مزاج ایسا تھا کہ وہ کسی دباؤ یا زبردستی کو قبول نہیں کرتا تھا۔

پچھلے دو دن سے فراز سلطان مسلسل مہرین کے پیچھے لگے ہوئے تھے، بار بار یہی پوچھتے کہ کیا زاویار سے بات ہوئی؟ کیا وہ راضی ہے؟ ان کا اصرار بڑھتا جا رہا تھا، اور مہرین یہ بات اچھی طرح سمجھتی تھیں کہ اگر انہوں نے

زاویار سے بات کرنے کا ذکر نہ کیا، تو فراز سلطان یہ سوال چھوڑنے والے نہیں تھے۔

مہرین جانتی تھیں کہ اگر وہ ابھی جھوٹ بول کر معاملہ ٹال دیں، تو بعد میں زاویار کو منانا آسان ہو گا۔ وہ اس وقت اس کی ناراضی مول لینے کے موڈ میں نہیں تھیں۔

انہوں نے فراز سلطان کو یقین دلا دیا کہ زاویار راضی ہے تاکہ وہ سوالات نہ کریں اور سب کچھ جلدی طے ہو جائے۔ انہیں یقین تھا کہ جب بات پکی ہو جائے گی، تو وہ زاویار کو کسی نہ کسی طرح منا لیں گی۔

فراز نے گہرا سانس لیا، "چلو، اچھا ہوا وہ مان گیا، ورنہ مجھے لگا تھا وہ انکار کر دے گا۔"

مہرین نے اطمینان سے کہا، "آخر ماں ہوں، میری بات تو ماننے گا ہی۔۔۔
خیر، اب چلیں، دیر ہو رہی ہے۔"

فراز کے دل میں اب بھی شکوک تھے، مگر مہرین کے چہرے پر مکمل سکون تھا، جیسے انہیں یقین ہو کہ یہ بازی ہمیشہ انہی کے حق میں رہے گی۔

☆☆☆✦☆☆☆

شاہمیر اب تک سویا ہوا تھا، دن کے تین بج رہے تھے، مگر وہ پوری رات نہیں سویا تھا۔

ایک غم سا تھا جو اسے سونے نہیں دیتا تھا، وہ غم جس نے رات کی نیند چھین لی تھی، وہ غم جو اکثر محبت میں ملا کرتے ہیں۔

شاہمیر کی آنکھ آہستہ آہستہ کھلی۔ نیند اب بھی آنکھوں میں تھی، اور ذہن بوجھل۔ سامنے لیپ ٹاپ مدھم روشنی دے رہا تھا، ساتھ ہی کتابیں بکھری پڑی تھیں، جیسے وہ رات بھر مصروف رہا ہو، مگر دل سے نہیں۔

کمرے کی بے ترتیبی اس کے اندر کی الجھن کی عکاسی کر رہی تھی۔ فرش پر کپڑے، کتابوں کا ڈھیر، اور ہوا میں ایک عجیب سی گھٹن تھی۔

وہ آہستہ سے اٹھا، بال بکھرے، چہرے پر تھکن نمایاں۔ اس نے آنکھیں ملیں، بیڈ سے ٹیک لگائی اور کھڑکی کی طرف دیکھا، جہاں سے دھوپ اندر آ رہی تھی۔ باہر کا سکون شاید اس کے دل تک پہنچ ہی نہیں سکتا تھا۔

پھر بھی، اس کی سوچیں حالہ کے گرد گھوم رہی تھیں۔ وہ غم، جو رات بھر جاگنے کی وجہ بنا، اب بھی اس کے دل میں چبھ رہا تھا۔ لمحہ بھر کے لیے وہ

خاموشی میں گم ہو گیا، اپنی بے سکونی کے ساتھ، جو اس کے ارد گرد پھیلی ہوئی تھی۔

وہ خود سے سوال کر رہا تھا — کیوں؟ آخر کیوں وہ ایک لڑکی کے پیچھے اتنا بے چین ہو رہا تھا؟ کیوں اس کے لیے رات بھر نیند قربان کی؟ یہ وہی شاہمیر تھا جو کبھی کسی کے لیے اپنی راتیں برباد نہیں کرتا تھا، جو ہر بات کو مذاق میں اڑا دیتا تھا۔ مگر آج، وہی لڑکی، جس نے سب کے سامنے اسے نیچا دکھایا، اس کی سوچوں پر قابض تھی۔

اس نے خود کو سمجھانے کی کوشش کی، خود کو یقین دلانے کی جدوجہد کی۔ اسے حالہ کو بھول جانا چاہیے، جیسے زاویار اور زارا نے کہا تھا کہ وہ اچھی لڑکی نہیں ہے۔ اسے اب اس کی طرف دیکھنا بھی نہیں چاہیے، نہ اس کی فکر

کرنی چاہیے۔ مگر کیا واقعی یہ ممکن تھا؟ دل نے سرگوشی کی—— نہیں، شاید وہی واحد تھی، شاید ہر کسی کی زندگی میں کوئی ایک ایسا ہوتا ہے جو دل پر ایسی دستک دیتا ہے کہ پھر کسی اور کے لیے جگہ نہیں بچتی۔

ایسی لڑکی مجھے دوبارہ کہاں ملے گی؟ وہ آنکھیں، وہ مسکراتا چہرہ، وہ گھرے بال۔۔۔ نہیں، اس جیسا کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔ ہر انسان اپنی جگہ مکمل ہوتا ہے، کسی کی جگہ کوئی اور نہیں لے سکتا۔ کوئی ویسی گہری نظریں نہیں لا سکتا، نہ ہی وہ مسکراہٹ جو دل کے بند دروازے کھول دے۔ زندگی لاکھ کوشش کرے، مگر جو ایک بار کھو جائے، اس کی جگہ صرف خالی پن رہ جاتا ہے۔ کیوں وہ اتنی خاص لگ رہی ہے، جب کہ اسے خاص ہونا ہی نہیں چاہیے؟

وہ کھڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے سرد آہ بھر کر رہ گیا، جیسے کہیں نہ کہیں خود کو شکست دے چکا ہو۔ دل فیصلہ کر چکا تھا، مگر دماغ اب بھی جنگ میں تھا۔

اس نے چہرہ ہاتھوں میں چھپایا، گہری سانس لی، پھر آہستہ آہستہ ہاتھ ہٹائے تو آنکھیں نم تھیں۔ بے بسی کی وہ جھلک، جو کسی اپنے کو کھونے کے خوف سے ہوتی ہے۔

"میں شاید اس سے موو آن نہ ہو سکوں۔۔۔ مجھے وہی چاہیے، حالہ۔"

وہ خود سے اعتراف کر چکا تھا، مگر پھر بھی کسی جواز کی تلاش میں تھا۔

"اگر اس نے الزام لگایا تو۔۔۔ شاید میری بھی غلطی تھی؟ میں نے کیوں اسے یوں دیکھا، کیوں اس کے سامنے جا کر تعریف کی؟ شاید اسے برا لگا ہو، غصہ آیا ہو۔۔۔"

پھر ایک اور خیال ذہن میں ابھرا۔ رشتہ؟

ماما اور ڈیڈ حالہ کے رشتے کی بات کرنے گئے تھے۔اس کے چہرے پر دھیرے سے مسکراہٹ آئی۔

"مطلب، میری اس سے شادی ہو سکتی ہے؟ وہ مان جائے گی نا؟"

لیکن اگلے ہی لمحے وہ رکا، جیسے کسی خدشے نے گھیر لیا ہو۔

"مگر میں نے ممی سے پوچھا کیوں نہیں؟ اگر اس نے انکار کر دیا تو؟"

خود کو تسلی دی "نہیں، شاید وہ ہاں کر دے، میں نے اپنی فیلنگز جو بتادی تھیں۔۔۔"

اس کے دل میں امید کی ایک نئی کرن جاگ اٹھی، جیسے بے چینی کے اندھیرے چھٹنے لگے ہوں۔چہرے پر سکون بکھر گیا، جیسے خوابوں کی دنیا میں کھو گیا ہو۔

وہ خود کو بے وقوف سمجھ رہا تھا، ایک ایسی لڑکی کے لیے جو اس پر الزام لگا چکی تھی، مگر پھر بھی، دل اسے ہی چاہ رہا تھا۔ شاید یہ بے وقوفی تھی، یا پھر پہلی محبت کی سچائی کو سمجھنے کی کوشش۔

☆☆☆✦☆☆☆

زبیدہ اور ریاض خادم کے چہروں پر خوشی نمایاں تھی، جبکہ ان کے سامنے مہرین اور فراز سلطان سنجیدگی سے بیٹھے تھے۔ زبیدہ دل ہی دل میں شکر ادا کر رہی تھیں کہ وہ خود جواب دینے آئے تھے۔

"امید ہے، آپ خیریت سے ہیں؟" مہرین نے نرمی سے بات کا آغاز کیا۔

"جی، بس آپ کے جواب کے منتظر تھے۔" ریاض خادم کی بے چینی واضح تھی۔

"اور ہم اسی لیے یہاں آئے ہیں۔" مہرین کی مسکراہٹ میں ایک عجیب اطمینان تھا، جبکہ فراز سلطان خاموش، کسی گہری سوچ میں گم تھے۔

زبیدہ کی بے تابی بڑھ گئی۔ "تو پھر، آپ کا کیا جواب ہے؟"

مہرین نے سکون سے کہا، "جی، زاویار راضی ہے۔"

یہ سنتے ہی ریاض خادم خوشی سے نہال ہو گئے۔ "یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے!" زبیدہ کی مسکراہٹ بھی گہری ہو گئی، جیسے ان کی سب پریشانیاں ختم ہو گئی ہوں۔

مگر فراز سلطان کے چہرے پر سنجیدگی برقرار رہی۔ انہیں یہ سب کچھ اتنا سیدھا نہیں لگ رہا تھا۔ وہ تہیہ کر چکے تھے کہ زاویار سے خود بات کریں

گے، کیونکہ جب تک اس کی تصدیق نہ ہو جاتی، انہیں سکون نہیں ملنے والا

تھا۔

کچن میں کھڑی مریم نے منہ پر ہاتھ رکھا۔

"ہائے اللہ، زاویار نے ہاں کر دی؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ان دونوں کی تو

ہمیشہ لڑائی ہی ہوتی تھی پھر کیسے ہاں کر سکتے؟"

اس نے اپنی حیرانی میں کھڑکی سے باہر جھانکا، جیسے کوئی جواب ڈھونڈ رہی

ہو۔

اسی وقت اس کا فون بجنے لگا، اور وہ جھنجلا کر سر پکڑتی ہے۔

"اف، ایک تو یہ صفا بار بار پیچھے لگی ہے کہ کام بھیج دو۔ ابھی سب سے

انٹرسٹنگ ٹاپک شروع ہوا تھا"

مریم نے یہ پہلے سے سوچا ہوا تھا کے جسے ہی حالہ اے گی اسے سب بتاے گی جو جو اس نے سنا، وہ کچن سے نکل کر جلدی سے اپنے کمرے میں چلی گئی، فون کے ساتھ ساتھ دماغ میں طرح طرح کے منصوبے بھی لیے ہوئے۔

مہرین سلطان کی مسکراہٹ میں ہلکی سی سنجید گی در آئی۔

"دراصل، ہم ایک اور بات بھی کرنا چاہتے ہیں۔"

زبیدہ اور ریاض خادم ایک پل کو ٹھٹھک گئے۔ان کی نظریں مہرین پر جم گئیں، جیسے اگلے الفاظ کے منتظر ہوں۔

"جی، کہیں؟" ریاض خادم نے بے چینی چھپاتے ہوئے کہا۔

مہرین نے لمحہ بھر کو توقف کیا، جیسے الفاظ کو تول رہی ہوں۔ "ہم نے سوچا ہے کہ۔۔۔"

اگلے ہی لمحے، زبیدہ اور ریاض کے چہروں پر حیرت کی ایک لہر دوڑ گئی۔

مہرین پراعتماد لہجے میں بول رہی تھیں، مگر ان کے الفاظ نے زبیدہ کو چائے کا کپ آہستہ سے میز پر رکھنے پر مجبور کر دیا۔

ریاض خادم کے چہرے پر سنجیدگی چھا گئی، اور زبیدہ کی بھنویں سوچ میں سکڑنے لگیں۔ وہ جو پل بھر پہلے مسکرا رہی تھیں، اب ان کا چہرہ کسی غیر متوقع صورتحال کی عکاسی کر رہا تھا۔

مہرین کی بات ختم ہوئی، اور لمحے بھر میں کمرے کی فضا بدل گئی۔ زبیدہ اور ریاض کے چہرے جیسے بے رنگ ہو گئے، آنکھوں میں حیرت اور بے یقینی واضح تھی۔

زبیدہ خادم نے مہرین کی طرف گہری نظروں سے دیکھا۔

"آپ... آپ کا مطلب ہے؟"

ان کی آواز ہلکی سی لرز گئی، جیسے وہ جواب جاننے کے لیے بے چین ہوں مگر اسے سننے سے بھی خوفزدہ۔

مہرین مسکراتے ہوئے خاموش ہو گئیں۔ بات انہوں نے کہہ دی تھی، اور زبیدہ خادم اور ریاض خادم کو سمجھ آچکی تھی۔ وہ یک ٹک انہیں دیکھ رہے تھے، جیسے کوئی ناپسندیدہ حقیقت ان پر آشکار ہو چکی ہو۔

کمرے کی ہوا بوجھل ہو گئی تھی۔ زبیدہ اور ریاض خادم کے چہروں پر مسکراہٹ کے آثار باقی نہ رہے تھے، اور وہ دونوں جیسے کوئی سوال پوچھے بغیر ہی جواب سمجھ چکے تھے۔

"ٹھیک ہے، ہم راضی ہیں آپ کی بات سے..." ریاض خادم نے کہا، ان کے لہجے میں کوئی جھجک یا ہچکچاہٹ نہیں تھی۔

زبیدہ خادم نے فوراً حیرت سے ان کی طرف دیکھا، جیسے انہیں یقین نہ آیا ہو کہ یہ الفاظ ریاض کے منہ سے نکلے ہیں۔ ان کی آنکھوں میں ایک سوال تھا، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ انہوں نے ہاں کر دی؟ ان کی نظروں میں الجھن اور بے یقینی صاف جھلک رہی تھی۔

دوسری طرف، مہرین سلطان کے چہرے پر ایک گہری مسکراہٹ آگئی۔ انہوں نے پاس بیٹھے فراز سلطان کی طرف دیکھا، اور آنکھوں ہی آنکھوں میں جیسے کہہ رہی ہوں، دیکھا؟ میں نے کہا تھا نا کہ یہ مان جائیں گے۔

فراز سلطان نے ہلکی سی گردن ہلائی، لیکن ان کے چہرے پر کوئی خاص خوشی نہیں تھی۔ وہ اس فیصلے کو ابھی بھی شک کی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

زبیدہ نے ایک لمحے کے لیے ریاض کو گھورا، جیسے ان سے کچھ کہنا چاہتی ہوں، لیکن پھر خاموش ہو گئیں۔

☆☆☆✦☆☆☆

حالہ گھر میں داخل ہوئی تو اس کی حالت دیکھ کر ہی اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ شدید غصے اور تکلیف میں ہے۔ آنکھیں لال تھیں، چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا، اور مسکارا گالوں پر سیاہ لکیر کی صورت بہہ چکا تھا۔ اس کے قدم بے ترتیب تھے، اور اس کی سانسیں بے قابو۔ نیچے لاؤنج میں بیٹھے امی، ابو، مریم اور عادل سب حیرت اور تشویش سے اسے دیکھ رہے تھے، مگر وہ کسی کو خاطر میں لائے بغیر سیدھا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

دروازہ کھولتے ہی اُس نے پوری طاقت سے بند کیا، جس کی گونج پورے گھر میں پھیل گئی۔ حالہ نے دروازے پر کنڈی لگائی اور زمین پر بیٹھتے ہی بے قابو ہو کر رونے لگی۔ اس کے آنسو تیزی سے بہہ رہے تھے، جیسے دل کا ہر درد ان آنسوؤں کے ذریعے باہر نکلنا چاہتا ہو۔ اس کے لب کانپ رہے تھے، اور دل میں زاویار کے الفاظ ہتھوڑے کی طرح بج رہے تھے۔

"سب کے سامنے! اُس نے مجھے سب کے سامنے ذلیل کیا!" وہ خود سے بڑبڑائی اور ہچکیوں کے درمیان چیخ نکلی۔ "میں نے کیا بگاڑا تھا اُس کا؟ اُس نے یہ سب کیوں کیا؟"

نیچے مریم بے چین ہو کر اس کے دروازے تک آئی۔ "حالہ؟ دروازہ کھولو، کیا ہوا ہے؟" مریم نے دھیرے سے کہا، مگر حالہ نے کوئی جواب

نہیں دیا۔ مریم نے مزید کچھ دیر دروازہ بجایا، مگر اندر سے ہچکیوں کے علاوہ کچھ سنائی نہیں دیا۔ وہ مایوس ہو کر نیچے چلی گئی۔

حالہ کی آنکھوں سے آنسو رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ اُس کا دل چاہ رہا تھا کہ پوری دنیا سے چیخ چیخ کر اپنے غصے اور بے بسی کا اظہار کرے

وہ آہستہ سے اٹھی، شیشے کے سامنے جا کر کھڑی ہوئی۔ اپنی حالت دیکھی تو ایک لمحے کو اپنی ہی شکل سے نفرت محسوس ہوئی۔ "یہ میں ہوں؟" اُس نے خود سے سوال کیا۔ گالوں پر بہتے مسکارا کو صاف کرنے کے لیے اُس نے ٹشو اٹھایا، مگر آنکھوں میں بھرا ہوا غصہ اور بے بسی اب بھی واضح تھی۔

"زاویار! تم نے مجھے سب کے سامنے نیچا دکھایا۔ تم نے سوچا ہو گا میں ٹوٹ جاؤں گی، لیکن تم غلط ہو۔ میں حالہ خادم ہوں! تم نے مجھے ذلیل کیا، اب میں تمہیں دکھاؤں گی کہ بدلے کی آگ کیسے جلتی ہے۔"

یہ عزم کرتے ہی اُس نے ایک گہری سانس لی، آنسو پونچھے، اور آئینے میں اپنی آنکھوں کو دوبارہ دیکھا، جن میں اب صرف غصہ اور انتقام کی چمک باقی تھی۔

وہ حالہ خادم تھی، ایک ایسی لڑکی جس کے حوصلے کو نہ کوئی توڑ سکا تھا اور نہ کبھی توڑ سکتا تھا۔ اس کے دل میں جلتی ہوئی آگ اسے کمزور کرنے کے بجائے مزید مضبوط کرتی تھی۔ وہ اُن لوگوں میں سے نہیں تھی جو تکلیف برداشت کر کے خاموش رہتے ہیں۔ اس کی شخصیت میں ایک ایسی شدت تھی جو اسے بدلہ لینے پر مجبور کرتی تھی۔ جب تک اس کے دل کی آگ ٹھنڈی نہ ہو جائے، سکون اس کے قریب بھی نہیں آسکتا تھا۔ حالہ خادم معاف کرنے والوں میں سے نہیں تھی؛ وہ اپنی راہ خود چنتی تھی، چاہے وہ کتنی ہی کٹھن کیوں نہ ہو۔

حالہ غصے سے بھری تیز قدموں سے باہر نکلی، دل میں زاویار کی بے حسی کا طوفان اٹھ رہا تھا۔ ماں کی آواز سنی مگر نظرانداز کر دیا۔ سیدھا ساتھ والے گھر کی طرف بڑھ گئی، اس کے قدموں کی تیزی اس کے اندر کے طوفان کا پتا دے رہی تھی۔

زاویار گاڑی سے اتر کر دروازہ بند کر رہا تھا کہ اچانک حالہ کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ وہ رک گیا، نظریں اس کے چہرے پر جم گئیں، جہاں صرف غصہ اور بے بسی تھی۔

حالہ اس کے قریب آئی، جیسے ایک طوفان کی طرح، اور زور سے اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کے سینے پر مار کر اسے پیچھے دھکیل دیا۔ زاویار ہلکا سا پیچھے ہوا، اس کے چہرے پر حیرت کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اس نے یہ توقع نہیں کی تھی کہ حالہ اتنی بے باک ہو جائے گی۔ اس کی آنکھوں میں ایک

شعلہ تھا، جو زاویار کی ہر بات کا جواب دینے کے لیے تیار تھا، اور زاویار بس اسے یک ٹک دیکھتا جا رہا تھا۔

اس نے زاویار کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے کہا، "تم۔۔۔ تم۔۔۔ نے مجھے میری وجہ سے آفس سے نہیں نکالا بلکہ اپنے بھائی کی وجہ سے نکالا ہے۔ کیونکہ اس کی گھٹیا حرکتیں جو میں نے تمہارے آگے پیش کیں، تو تم نے مجھے اس وجہ سے آفس سے نکالا ہے کیوں کے تمہیں لگا کے میں نے اس پر الزام لگاے۔۔۔ نہ کہ میری وجہ سے۔۔۔ تم سمجھتے کیا ہو اپنے آپ کو؟"

وہ اپنی بات کے ساتھ زاویار کے سینے پر دوبارہ ہاتھ مارنے لگی۔ اس کے غصے سے بھرے الفاظ جیسے ایک طوفان کی طرح تھے، مگر زاویار نے فوری طور پر اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔

"بس، حالہ۔۔۔اپنے یہ دونوں ہاتھ پیچھے رکھو، میں اب برداشت نہیں کروں گا!" وہ زور سے بولا، اور حالہ تھوڑا پیچھے ہٹ گئی۔

"اور ہاں، بالکل صحیح سوچا تم نے۔ میرے بھائی پر الزام لگائے، میں نے اسی وجہ سے تمہیں نکالا۔ کیونکہ تم اس قابل ہو ہی نہیں کہ تمہیں میں اپنے آفس میں رکھتا۔ تم جیسی لڑکی کا میرے آفس میں کوئی کام نہیں ہے!"

زاویار کے یہ الفاظ جیسے تلوار کی طرح تھے، جو حالہ کے دل میں پیوست ہو گئے۔ اس کا منہ کھلا رہ گیا، کچھ بولنے کی کوشش میں، وہ اسے اتنے غصے سے دیکھ رہی تھی کہ جیسے وہ اس لمحے اسے قتل کر دے گی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، اور وہ اس کیفیت میں تھی کہ کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

"اور آئندہ مجھے اس طرح ہاتھ مت لگانا!" زاویار نے اپنا کوٹ ٹھیک کرتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

"کیوں؟ کیا کرلو گے؟ تم کچھ نہیں کر سکتے! میرا تو کچھ بھی نہیں!"

زاویار کے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ ابھری، مگر اس کی آنکھوں میں غصے کی ایک لہر تھی جو کسی طوفان کی طرح اٹھ رہی تھی۔

"میں بہت کچھ کر سکتا ہوں، حالہ۔ مجھے کرنے پر مجبور مت کرو۔۔۔"

"میں تم سے ڈرتی نہیں ہوں۔۔۔ اور نہ ہی تم مجھے ڈرا سکتے ہو۔۔۔"

زاویار نے اس کی طرف قدم بڑھایا "ڈرتی نہیں ہو؟" وہ ہنسا، ایک ایسی ہنسی جو مزید زخم دینے کے لیے کافی تھی۔ "ڈرتی تو تم بہت ہو، حالہ۔ اس لیے یہ جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں کہ تم ڈرتی نہیں ہو۔"

حالہ کی آنکھوں میں کچھ پل کے لیے حیرانی چھا گئی، وہ اسے دیکھ رہی تھی جسے کھا جائے گی۔

"اور تم مجھے ابھی نہیں جانتی کہ میں کون ہوں اور کیسا ہوں۔ تم جس طرح میرے سامنے بدتمیزی کرتی ہو، میں صرف برداشت کر رہا ہوں۔۔۔ اور تمہیں نہیں معلوم کہ اگر میری برداشت ختم ہو گئی تو کیا ہو گا۔"

حالہ خاموشی سے اس کی بات سنتی رہی، اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا، مگر اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

"تمہارے لیے اچھا ہو گا کہ دوبارہ میرے سامنے آ کر اس طرح چلانا مت۔ ان لوگوں سے جا کر مقابلہ کرو جو تمہارے برابر کے ہوں۔ میرے جیسا شخص تمہارے مقابلے کا نہیں ہے۔۔۔ اس بات کو سمجھنا تمہارے لیے بہتر ہو گا۔"

حالہ نے ایک لمحے کے لیے اسے دیکھا، جیسے اس کے الفاظ کا جواب ڈھونڈ رہی ہو

"بھاڑ میں جاؤ تم۔۔۔"

وہ تلخی سے بولی اور پلٹ کر وہاں سے چلی گئی، مگر زاویار کی نظریں اس کے پیچھے لگی رہیں، جیسے وہ اس کی ہر ہار کو اپنی جیت سمجھ رہا ہو۔

☆☆☆✦☆☆☆

حالہ غصے سے بھری اندر داخل ہوئی، قدم بے ترتیب تھے جیسے ضبط ساتھ چھوڑ رہا ہو۔ بغیر کسی طرف دیکھے سیدھا کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

نیچے کھڑی مریم نے حیرت سے اسے دیکھا، کچھ کہنا چاہا مگر اس کے تیور دیکھ کر خاموش ہو گئی۔ وہ ایک بڑی خبر سنانا چاہتی تھی، مگر جانتی تھی کہ یہ وقت نہیں۔ اگر کچھ کہا تو گھر میں ہنگامہ مچ جائے گا۔

حالہ کمرے میں داخل ہوتے ہی دروازہ بند کر کے کنڈا چڑھا دیا۔ تھکن اس کے قدموں میں تھی، مگر دماغ میں ہلچل مچی تھی۔ جوتے اتار کر بستر پر بیٹھ گئی۔ ارد گرد پھیلی خاموشی جیسے اس کے اندر کے طوفان کو اور بڑھا رہی تھی۔

وہ کھڑکی کی طرف دیکھنے لگی۔ باہر چاند کی ہلکی روشنی دکھائی دے رہی تھی، مگر کھڑکی بند تھی۔ آہستہ سے اٹھ کر اس نے کھول دی۔

ٹھنڈی ہوا کا جھونکا اندر آیا، مگر یہ اس کے دل کا بوجھ ہلکا نہ کر سکا۔ اس نے اندھیرے میں جھانکا، لیکن سکون کہیں نہیں تھا۔ کچھ لمحے یونہی کھڑی رہی، پھر پلٹ کر بستر پر آ گئی۔

آنکھیں بند کیں، مگر نیند دور تھی۔ زاویار کے الفاظ دماغ میں گونج رہے تھے، آج کے تمام لمحے یادوں میں گردش کر رہے تھے۔ کافی دیر لیٹی رہی، بار بار کروٹیں بدلیں، تکیہ کبھی سر کے نیچے رکھا، کبھی ہٹا دیا۔ گہری سانس لی، مگر دل کی بے چینی کم نہ ہوئی۔

پھر کچھ دیر بعد آخر کار، اس نے موبائل اٹھا کر وقت دیکھا——رات کے دو بج رہے تھے۔ اسے لگا پوری دنیا سو رہی ہے، بس وہ جاگ رہی ہے۔

کھڑکی سے آتی ہوا نے اس کے چہرے پر ہلکی سی کپکپاہٹ چھوڑ دی۔ وہ بستر سے اٹھ کر دوبارہ کھڑکی کے پاس گئی اور کچھ دیر باہر کے منظر کو دیکھتی رہی۔ مگر اس اندھیرے نے اس کے دل کی حالت مزید بوجھل کر دی۔

سورج کی کرنیں کھڑکی سے چھن کر اس کے چہرے پر پڑیں تو حالہ نے آنکھیں کھولیں۔ رات کی تھکن اور غصہ اب بھی باقی تھا۔

وہ بے ترتیب بالوں اور وہی کپڑے پہنے اٹھ بیٹھی، آئینے کے سامنے جا کر خود کو دیکھا۔ غصے کی جگہ اب تھکن اور بے بسی تھی، مگر زاویار کا خیال آتے ہی دل میں سرد لہر دوڑ گئی۔

دروازہ آہستہ سے کھولا اور خاموش نظروں کے ساتھ سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔

مریم صوفے پر بیٹھی کسی خاص لمحے کی منتظر تھی۔ حالہ کو دیکھتے ہی اٹھنے لگی، مگر اس کے سنجیدہ چہرے نے اسے روک دیا۔

حالہ کے قریب آتے ہی مریم تیزی سے اس کی طرف بڑھی، مگر حالہ کے غصے بھرے تاثرات دیکھ کر رک گئی۔ اسے اندازہ ہو گیا کہ یہ خبر سنانے کا صحیح وقت نہیں۔

"کیا ہے؟" حالہ نے غصے سے گھورتے ہوئے کہا۔

مریم، جو ایک دم دو قدم پیچھے ہو گئی تھی، پھر اپنی ہمت جمع کرتے ہوئے آگے آئی۔

"حالہ... مسئلہ ہو گیا ہے!"

"مجھے نہیں سننا کوئی مسئلہ --- پاگل ہو رہی ہوں میں، قسم سے مریم! میں اس انسان کا قتل کر دوں گی!" حالہ کی آنکھوں میں غصے کی چنگاریاں تھیں۔ وہ اکر صوفے پر بیٹھ جاتی ہے۔

مریم ایک دم آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھتی ہے۔ پھر فوراً اس کے ساتھ بیٹھ جاتی ہے۔

"کس کا قتل؟" وہ حالہ کے چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھتی ہے۔

"زاویار سلطان کا! کسی دن میں اسے واقعی اپنے ہاتھ سے ختم کر دوں گی۔ بس بہت ہو گیا ہے!"

مریم ہنسی کو روک نہ پائی اور ایک دم ہنس پڑی۔

حالہ غصے سے اسے دیکھتی ہے، یہ کیوں ہنس رہی ہے؟

"بیوہ ہو جاؤ گی یار!" مریم ہنستے ہوئے کہتی ہے۔

حالہ ایک دم عجیب سا منہ بنا کر اسے کہتی ہے۔

"کیا؟ کیا بولی تم؟"

"میری بہن--- بہت جلدی شادی ہونے والی ہے اس سے تمہاری جس کا قتل کرنے کا تم سوچ رہی ہو"

پہلے تو حالہ کو لگا کہ شاید اس نے غلط سنا ہے۔اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، دنیا جیسے رک گئی تھی۔

"کیا بکواس کر رہی ہو؟ایسے مذاق نہ کیا کرو میرے سے۔۔۔ میں ایسا مذاق میں بھی نہیں سن سکتی" وہ سمجھتی تھی کہ مریم واقعی مذاق کر رہی ہے۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں---زاویار سر کی ماں کو تم بہت پسند آئی ہو۔وہ آ کر تمہارا ہاتھ مانگنے آئی تھیں!"

حالہ کی آنکھوں میں حیرت اور غصہ ملا جلا ہو گیا۔ دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ یہ بات تو اس کے گلے سے نیچے اترنے والی نہیں تھی۔

"کیا؟ یہ کیسے ممکن ہے؟" حالہ نے سوالیہ لہجے میں پوچھا۔

مریم نے نرمی سے کہا، "میں نے کہا نا، سچ ہے!"

"یہ کیا بکواس کر رہی ہو تم؟"

حالہ جیسے کسی صدمے سے باہر نکلی ہو، وہ جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں حیرت اور غصے کی شدت واضح تھی۔ مریم، جو پہلے ہنسی مذاق کے موڈ میں تھی، حالہ کی یہ حالت دیکھ کر پیچھے ہٹ گئی۔ اس کے چہرے پر خوف اور پچھتاوا جھلکنے لگا۔ شاید اس نے یہ بات بتا کر واقعی غلطی کی تھی۔

"حالہ... میں سچ کہہ رہی ہوں۔امی اور ابو باہر گئے ہیں، وہ خود آئیں گے تو تمھیں سب بتائیں گے۔"

مریم کی آواز کانپ رہی تھی۔

حالہ نے ایک تیز نظر اس پر ڈالی اور جیسے کوئی اندرونی طوفان پھٹ پڑا ہو، غصے سے چیخ کر بولی "تم نے... تم نے ایسا کہہ بھی کیسے دیا؟ میں ایسا خواب میں بھی نہیں سوچ سکتی، مریم! تم کہہ دو کہ یہ مذاق ہے۔"

مریم نے بے بسی سے کہا "حالہ، یہ مذاق نہیں ہے۔اس کے ماں اور باپ آئے تھے تمہارا رشتہ لینے۔وہ تمھیں پسند کر گئے تھے... تبھی۔"

یہ سن کر حالہ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔اس کی سانسیں تیز ہو گئیں۔وہ حیرت اور بے یقینی کے عالم میں قدم رکھتی، پیچھے ہٹنے لگی۔

"یہ ہو کیا رہا ہے؟ پہلے اس کے بھائی کو میں پسند آتی ہوں، اور اب اس کی ماں اُس زاویار کا رشتہ لے کر آ گئی؟ اگر یہ سب سچ ہے تو میں ایسا کبھی نہیں ہونے دوں گی! میں مر جاؤں گی، مگر اس انسان سے شادی نہیں کروں گی!"

مریم بے چینی سے آگے بڑھی اور کہا، "اور... اور امی ابو نے ہاں بھی کر دی ہے۔"

حالہ کے قدم رک گئے۔ یہ دوسرا جھٹکا تھا جو اسے لگا۔ اس کے کان جیسے سن ہو گئے۔

"تم ایک کے بعد ایک جھٹکا کیوں دے رہی ہو؟" وہ چلائی۔

مریم نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا" حالہ، غصہ مت کرو۔ اگر تم راضی نہیں ہو تو منع کر دینا۔ یہ شادی نہیں ہو گی۔ زاویار سر بھی نہیں مانیں گے۔ تم دونوں ایک دوسرے کو پسند بھی تو نہیں کرتے۔"

مگر حالہ کے دل میں یہ بات بیٹھ ہی نہیں رہی تھی۔ وہ جیسے غصے اور بے بسی کی گرفت میں تھی۔

"میں --- میں ایسا ہونے نہیں دوں گی۔ میں اس انسان سے شادی نہیں کروں گی، چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ آندھی آئے، طوفان آئے، قیامت آ جائے، میں نہیں کروں گی!"

وہ چپ ہو گئی، مگر اس کی آنکھوں میں شدید جذبات کی شدت واضح تھی۔

اور پھر... اس کی آنکھ سے ایک آنسو چپکے سے گرا۔

وہ پلٹی اور بے آواز قدموں سے کمرے کی طرف جانے لگی۔ مریم نے بے بس نظروں سے اسے دیکھا، مگر کچھ کہنے کی ہمت نہ کی۔ حالہ کے دل میں جو طوفان اٹھا تھا، وہ کسی کے الفاظ سے تھمنے والا نہیں تھا۔

☆☆☆✦☆☆☆

ٹی وی لاؤنج میں ہلکی سی خاموشی تھی، مگر فراز سلطان کے چہرے پر گہری سنجیدگی نمایاں تھی۔ مہرین نے بے یقینی سے انہیں دیکھا اور دھیرے سے بولی،

"آپ زاویار سے پوچھیں گے؟ میں نے کہا تو ہے کہ وہ راضی ہے، پھر کیوں؟"

فراز نے گہری سانس لی، جیسے کسی فیصلے کے لیے خود کو تیار کر رہے ہوں۔

"نہیں، مہرین۔ جب تک میں زاویار کے منہ سے خود یہ بات نہیں سن لیتا، مجھے تسلی نہیں ہو گی۔ یہ رشتہ اتنا اہم ہے کہ کسی شک کی گنجائش نہیں ہونی چاہیے۔"

مہرین بے چینی سے بولی، "فراز، میں نے خود اس سے بات کی تھی، اور اس نے ہاں کر دی تھی۔ پھر آپ کیوں یہ سوال کرنے جا رہے ہیں؟"

فراز نے نظریں اس پر جمائیں، لہجے میں مضبوطی تھی، "یہ میرے بیٹے کی زندگی کا فیصلہ ہے۔ چاہے اس نے تم سے ہاں کہہ دی ہو، لیکن یہ بات مجھے خود اس کے منہ سے سننی ہے۔"

اتنے میں زاویار کمرے میں داخل ہوا، فون ہاتھ میں تھا، اور وہ مصروف لگ رہا تھا۔

"جی، ڈیڈ؟ آپ نے بلایا؟"

مہرین نے فوراً نظریں جھکالیں اور بے چینی سے انگلیاں مروڑنے لگیں۔

فراز سلطان نے زاویار کو سنجیدگی سے دیکھا اور ٹھہرے ہوئے انداز میں بولے،

"زاویار... تم سے ایک بات کرنی ہے۔"

زاویار نے حیرت سے انہیں دیکھا اور قریب آکر بیٹھ گیا۔

"جی، ڈیڈ؟ کون سی بات؟"

فراز نے کرسی سے ٹیک ہٹا کر آگے جھکتے ہوئے کہا،

"تمہاری ماں نے تم سے اس بارے میں بات کی ہوگی، اور شاید تم نے ہاں بھی کردی ہوگی، لیکن میں خود تمہاری زبان سے سننا چاہتا ہوں۔"

زاویار کی حیرانی بڑھ گئی۔ اس نے فوراً مہرین کی طرف دیکھا، جو نظریں جھکائے بے چینی سے انگلیاں مروڑ رہی تھیں۔ ماتھے پر شکنیں ابھرتے ہی اس نے سوالیہ انداز میں کہا،

"ڈیڈ... کون سی بات؟ ممی نے تو مجھ سے کچھ نہیں کہا!"

اس کی نظر پھر مہرین پر گئی، جو خاموش تھیں۔

فراز نے لمحے بھر کی خاموشی کے بعد سیدھے الفاظ میں کہا

"کیا تمہیں حالہ سے رشتہ منظور ہے؟"

زاویار کے چہرے پر حیرت گہری ہو گئی اس کی آنکھیں تھوڑی زیادہ کھل گئیں، جیسے کسی نے اچانک کوئی ناقابلِ یقین بات کہہ دی ہو۔ ماتھے پر

شکنیں پڑ گئیں اور ابرو اکٹھے ہو گئے، جیسے دماغ تیزی سے بات کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو لیکن ناکام ہو رہا ہو۔

"جی؟"

یہ لفظ دھیرے سے نکلا، جیسے ایک غیر یقینی سوال ہو، یا شاید تصدیق کی کوشش کہ اس نے واقعی وہی سنا ہے جو بولا گیا تھا۔اس کی نظریں اپنے والد پر جمی تھیں، مگر ان میں پریشانی صاف جھلک رہی تھی۔

فراز نے اپنی بات دہراتے ہوئے کہا۔

"یہی، زاویار۔ تمہیں حالہ سے شادی منظور ہے نا؟ تمہاری ماں نے تم سے اس بارے میں بات کی تھی، لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم یہ بات میرے سامنے خود کہو"

اب زاویار کے ذہن میں جیسے سوالات کی آندھی چلنے لگی۔ وہ اپنی ماں کی طرف دیکھنے لگا، جو چپ چاپ بیٹھی تھیں۔

"ممی نے؟" زاویار نے حیرت سے پوچھا۔ "انھوں نے مجھ سے اس بارے میں بات کی ہے؟"

فراز نے سر ہلایا۔

زاویار نے الجھن میں کہا

"نہیں، ڈیڈ۔ میرے سے اس بارے میں کوئی بات نہیں ہوئی۔۔۔۔ یہ کیا چل رہا ہے؟ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔ یہ حالہ... حالہ بیچ میں کہاں سے آگئی؟"

اب اس کا لہجہ تھوڑا سخت ہو چکا تھا۔

فراز نے زاویار کو تحمل سے دیکھا، مگر زاویار کا صبر ختم ہو رہا تھا۔

"میرے سے ممی نے اس بارے میں، بلکہ کسی بھی رشتے کے بارے میں، کوئی بات نہیں کی۔"

مہرین نے آخرکار نظر اٹھائی، مگر ان کے چہرے پر ہلکی سی جھجک تھی۔ وہ کچھ کہنے کو لب کھولتی ہیں، لیکن پھر خاموش ہو جاتی ہیں۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ مجھے صاف صاف بتائیں، ڈیڈ!"

فراز سلطان کی نظریں مہرین پر جمیں تھیں، غصے اور حیرانی سے بھری ہوئی۔ ان کی آنکھوں میں جیسے شعلے دہک رہے تھے۔

"تم نے جھوٹ بولا تھا؟"

فراز کی آواز گرج دار تھی۔

"یعنی تم نے زاویار سے اس بارے میں کوئی بات کی ہی نہیں تھی!"

مہرین نے ایک لمحے کے لیے نظریں اوپر اٹھائیں۔

"جی... کیونکہ آپ بار بار سوال کر کے پوچھ رہے تھے کہ زاویار سے پوچھا کہ نہیں۔اور میں جانتی تھی کہ زاویار انکار کر دے گا، تبھی میں نے اس سے نہیں پوچھا۔"

ان کی آواز دھیمی تھی، مگر ان کا انداز اپنی غلطی تسلیم کرنے والا تھا۔

"آپ کو جھوٹ کہا کہ وہ راضی ہے اور سوچا تھا کہ بات ہو جائے پکی، تبھی بات کروں زاویار سے۔"

زاویار فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

چہرے پر غصہ اور بے یقینی نمایاں تھی۔

"مجھے کیا سمجھائیں گے کہ یہ ہو کیا رہا ہے؟"

اس کی آواز بلند ہوئی، جیسے اس کا ضبط ختم ہو رہا ہو۔

"مجھے بتائے بغیر آپ لوگ کیا کر رہے ہیں میرے ساتھ؟"

فراز سلطان بھی کھڑے ہو گئے، ان کے ساتھ مہرین بھی۔

"زاویار بیٹا..."

مہرین نے نرمی سے کچھ کہنے کی کوشش کی، مگر فراز سلطان نے غصے سے ان کی بات کاٹ دی۔

"چپ رہو تم!"

مہرین کے چہرے پر ندامت مزید گہری ہو گئی۔

"زاویار، تم بیٹھو۔ ہم آرام سے بات..."

"مجھے آرام سے بات نہیں کرنی، مجھے بتائیے یہ ہو کیا رہا ہے؟"

زاویار کی آواز گونجی۔اس نے فراز سلطان کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

فراز سلطان نے مہرین کو ایک بار پھر غصے سے دیکھا۔

"تم نے ایسے سوچ بھی کیسے لیا؟ کہ تم زاویار کو کچھ نہیں بتاؤ گی اور شادی طے کر دو گی؟"

ان کی آواز میں غصے کی شدت تھی۔

"تم نے اسے بتایا تک نہیں مہرین؟ تم ہر چیز میں اپنی من مانی کیوں کرتی ہو؟"

پھر انہوں نے زاویار کی طرف رخ کیا۔

"زاویار... بات کچھ یوں ہے کہ تمہاری ماں کو حالہ پسند آ گئی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ تمہارا رشتہ لے کر اس کے گھر جائے۔"

فراز نے گہری سانس لی، جیسے الفاظ کو مناسب ترتیب دینے کی کوشش کر رہے ہوں۔

"مجھ سے بات کی، میں نے کہا چلو دیکھ لیتے ہیں کہ وہ لڑکی کیسی ہے۔ میں بھی چلا گیا۔ میں لڑکی سے نہیں ملا، مگر تمہاری ماں کو پسند تھی۔ اور تم نے ویسے بھی اپنی شادی کا فیصلہ ہمارے ہاتھ چھوڑا ہوا تھا۔ تو میں نے بھی ہاں کر دی۔"

زاویار کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"پھر میں نے تمہاری ماں سے کہا کہ تم سے بات کر لے۔ مگر اس عورت نے۔"

انہوں نے غصے سے مہرین کی طرف اشارہ کیا۔

"تم سے بات نہیں کی اور مجھے جھوٹ کہا کہ تم سے بات کرلی ہے۔اور ہم تمہارا رشتہ وہاں طے کر آئے۔"

زاویار کو لگا جیسے زمین اس کے قدموں کے نیچے سے کھسک گئی ہو۔

یہ سب سن کر اس کے دماغ میں جیسے شور مچ گیا۔

"آپ---آپ لوگ ٹھیک تو ہیں؟"

اس کی آواز دھیمی مگر تلخی بھری تھی۔

"میرے سے پوچھا تک نہیں؟ آپ لوگ ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟ آپ لوگوں نے پوچھا تک نہیں کہ وہ لڑکی کیسی ہے، مجھے کیسی لگتی ہے؟ میں راضی ہوں یا نہیں؟"

اس کا چہرہ غصے، مایوسی اور بے بسی کا امتزاج تھا۔آنکھوں میں جیسے ایک سوال تھا کہ آخر یہ سب کیوں ہوا؟

وہ اپنی جگہ سے ہلکا سا آگے ہوا، نظریں اپنی ماں پر مرکوز کر دیں۔

"ممی... آپ نے... آپ نے مجھ سے پوچھا تک نہیں؟"

اس کی آواز میں بے یقینی اور خفگی واضح تھی۔

مہرین نے نادم سی نظروں سے اسے دیکھا۔

"تو اب بتا دیا نا زاویار..."

انہوں نے دھیمی آواز میں جواب دیا۔

"بیٹا، وہ لڑکی بہت اچھی ہے۔ میری نظر کو بھی پسند آئی ہے۔۔۔ تم اب شادی کر لو پلیز، زارا اسے پہلے تمہاری ہو جائے، اچھا ہے نا؟ وہ اچھی لڑکی ہے۔"

زاویار نے ناگواری سے سر جھٹکا، چہرے پر تلخی چھلک رہی تھی۔

"میں جانتا ہوں وہ کیسی ہے، اور... اور آج کے بعد اس کا ذکر تک میرے آگے مت کیجیے گا۔"

اس کی آواز اب بلند ہو چکی تھی۔

"میری طرف سے انکار ہے... آپ لوگوں نے سوچ بھی کیسے لیا کہ اس جیسی بدمزاج لڑکی سے میں شادی کروں گا؟ میرا کوئی جوڑ تک اس کے ساتھ نہیں بنتا۔ مجھے اپنے لیے کوئی میچور، سمجھدار لڑکی چاہیے، نہ کہ حالہ جیسی لڑکی جو ٹھیک سے بات کرنے کا طریقہ تک نہیں جانتی۔"

مہرین نے گہری سانس لی، جیسے خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی ہوں۔

"تم غلط سوچ رہے ہو زاویار، وہ لڑکی بہت اچھی ہے..."

فراز نے آگے بڑھ کر بات سنبھالنی چاہی۔

"ہاں زاویار، تمہاری ماں کہہ رہی ہے تو اچھی ہو گی۔ خیر، تمہاری ماں پر تو مجھے زیادہ یقین نہیں ہے، مگر شاہمیر پر ہے۔ کیونکہ وہ بھی کہہ رہا تھا کہ حالہ بہت اچھی لڑکی ہے۔ تبھی میں نے یقین کیا۔اور میں چاہتا ہوں کہ کینیڈا جانے سے پہلے تمہاری شادی کر دیں۔"

انہوں نے بات کا اختتام سنجیدگی سے کیا"حالہ کا رشتہ پکا ہو گیا ہے تمہارے لیے اور کینیڈا جانے پہلے تمہاری شادی ہونی ضروری ہے۔ایک دو مہینے میں تم چلے جاؤ گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ تمہاری شادی ہو جائے، تبھی تم جاؤ۔"

زاویار نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔

"فار گاڈ سیک، ڈیڈ... وہ لڑکی؟ وہ حالہ؟ اف اف..."

چند لمحوں کے لیے وہ اپنے غصے پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہا، مگر ناکام رہا۔

"آپ لوگوں نے کیسے سوچ لیا کہ میں اس سے شادی کر لوں گا؟اس حالہ سے؟ کبھی نہیں، کبھی زندگی میں بھی نہیں!"

اس کی آواز مزید بلند ہو گئی۔

"مجھے... مجھے زہر لگتی ہے وہ لڑکی... نفرت ہے مجھے اس سے۔ اتنی کہ میں خواب میں بھی اس کو اپنے ساتھ نہیں دیکھ سکتا۔اور آپ لوگ؟آپ لوگ شادی کا کہہ رہے ہیں؟"

وہ غصے میں تقریباً چیخ پڑا۔

"بس آئندہ... آئندہ اس بارے میں میرے سامنے کوئی بات نہیں ہو گی۔ حالہ کا نام تک میرے سامنے مت لینا۔ نفرت ہے مجھے اُس سے، اُس کے وجود سے،اُس کی ہر سانس سے"

یہ کہتے ہوئے وہ تیزی سے پلٹا اور سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

اس کے قدموں کی آواز اوپر جانے تک گونجتی رہی۔

مہرین وہیں کھڑی رہ گئیں، چہرے پر ندامت اور بے بسی نمایاں تھی۔

چند لمحے بعد وہ دھیرے سے صوفے پر بیٹھ گئیں، نظریں نیچی کیے۔

فراز سلطان نے ایک نظر مہرین کی طرف دیکھا۔

چہرے پر غصے کی جھلک نمایاں تھی۔

"اب جو ادھر انہیں جواب دے آئے ہیں، اس کا کیا کریں گے؟"

ان کی آواز میں سختی اور ملامت تھی۔

"ہو کیا رہا ہے؟ کیوں اتنا شور ہے؟"

شاہمیر جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا، اس نے ماں اور باپ کے درمیان تیز آوازوں میں چلتی بحث کو محسوس کیا۔ کمرے کی فضا میں بے چینی کا احساس

تھا، جیسے کوئی طوفان آنے والا ہو۔اس نے سوالیہ نظروں سے دونوں کو دیکھااور صوفے پر بیٹھ گیا، مگر کوئی بھی اس کی موجودگی کااحساس کرنے کو تیار نہیں تھا۔

"خیر... میں نے آپ لوگوں سے پوچھنا تھا کہ وہ... وہ حالہ کے رشتے کے لیے گئے تھے نا آپ دونوں؟"

اس کی بات پر کمرے میں ایک لمحے کی خاموشی چھا گئی۔ مہرین اور فراز کی نظریں ایک دوسرے سے ہٹی نہیں تھیں، جیسے دونوں کے درمیان ایک خفیہ جنگ چل رہی ہو۔

"کیا ہوا؟ لڑکی کے ماں باپ نے ہاں کر دی؟"

شاہمیر کے چہرے پر امید کی چمک تھی، وہ بے چینی سے ان کی جانب دیکھ رہا تھا، مگر جواب دینے کی بجائے فراز نے خاموشی کا دامن تھامے رکھا۔

"ہاں، انہوں نے تو ہاں کر دی ہے، اب ہم کیا کریں؟"

مہرین سلطان کے الفاظ سن کر شاہمیر کے دل میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، جیسے کسی نے اس کی تمام آرزوؤں پر مہر لگا دی ہو۔

"کیا؟۔۔۔ کیا انہوں نے ہاں کر دی؟"

شاہمیر کی خوشی چہرے سے جھلکنے لگی

"ہاں... اور اب ہم سوچ رہے ہیں کہ ہم کیا کریں؟"

فراز نے سر جھکائے ہوئے کہا، جبکہ شاہمیر کی آنکھیں چمک اُٹھیں۔

"کیا مطلب، ہم کیا کریں؟ ہم بھی راضی ہیں ڈیڈ!"

اس کی مسکراہٹ بھرپور تھی، جیسے اسے یہ یقین تھا کہ اس کی زندگی کا خواب حقیقت

بن رہا ہے۔

"ہم کہاں راضی ہیں؟ زاویار رشتے کے لیے راضی نہیں ہے، شاہمیر..."

فراز کی یہ بات سن کر شاہمیر کے چہرے کی مسکراہٹ جیسے پل بھر میں مٹ گئی۔

"زاویار؟"

اس کا دل جیسے ایک لمحے کے لیے رک گیا، تمام خوشیاں اس کے چہرے سے غائب ہو گئیں۔

"ہاں تو ہم زاویار کا رشتہ لینے گئے تھے، اور تمہاری ماں کو میں نے کہا کہ زاویار سے پوچھا کہ نہیں، اور اس نے مجھے جھوٹ کہا کہ پوچھ لیا اور وہ راضی ہے، جب کہ اس نے نہیں پوچھا تھا... اور ابھی زاویار سے پوچھا تو اس نے انکار کر دیا۔"

شاہمیر کے دماغ میں یہ سب کچھ ایک بھونچال کی طرح گزر گیا۔

"آپ لوگ زاویار کے رشتے کے لیے گئے تھے؟"

اس کی آواز دھیمی پڑ گئی، جیسے اس کی جان چلی گئی ہو۔

"ہاں شاہمیر... ہم اس کے رشتے کے لیے گئے تھے مگر زاویار راضی نہیں ہے، اب منع کر دیں گے۔"

فراز نے صاف گوئی سے کہا۔

"ہرگز نہیں!"

مہرین کی ضد میں شدت تھی، جیسے کوئی مضبوط قلعہ جو ٹوٹنے کو تیار نہ ہو۔

"میں زاویار کو مناؤں گی، اسے یہ شادی کرنی ہو گی!"

فراز کی آنکھوں میں غصے کے شعلے بھڑک اٹھے۔

"تم میرے بیٹے پر زبردستی نہیں کروگی!"

"یہ شادی ہوگی، حالہ میری نظر میں زاویار کے لیے بہترین ہے!" مہرین کا لہجہ اٹل تھا۔

فراز نے سختی سے انکار کیا، مگر بحث شدت اختیار کر گئی۔

صوفے پر بیٹھے شاہمیر کی دنیا جیسے رک گئی۔ "حالہ... زاویار کے لیے؟"

اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں، دل میں دکھ کی ایک لہر دوڑ گئی۔

"یہ کیسے ممکن ہے؟"

تمام امیدیں پل بھر میں بکھر چکی تھیں، اور اس کے دل کی دھڑکن جیسے کسی اور سمت چلنے لگی تھی

☆☆☆✦☆☆☆

حالہ بے چینی سے کمرے میں ٹہل رہی تھی، دماغ میں خیالات کی ہلچل مچی تھی۔ دل کی دھڑکن تیز، آنکھوں میں الجھن کی پرچھائیاں تھیں۔ اچانک نیچے والدین کے گھر آنے کی آواز سنائی دی، تو وہ بھاگتی ہوئی نیچے اتری۔

زبیدہ اور ریاض صوفے پر بیٹھے ہی تھے کہ حالہ غصے سے ان کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

"یہ کیا کیا آپ لوگوں نے؟ میرا رشتہ طے کر دیا؟" اس کی آواز لرز رہی تھی، آنکھیں ضبط کی کوشش میں سختی سے میچ لیں۔

ریاض نرمی سے بولے، "کبھی نہ کبھی تو شادی کرنی تھی، تم نہیں مان رہی تھیں، تو ہمیں فیصلہ لینا پڑا۔"

حالہ کی مٹھی بھنچ گئی۔ "مجھ سے پوچھے بغیر، اور وہ بھی زاویار سلطان سے؟ جس نے کل ہی مجھے آفس سے نکالا!"

زبیدہ حیرت سے بولیں، "کیا؟ اس نے تمہیں نکال دیا؟"

حالہ تلخی سے ہنسی، "جی، اور میں اس کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی! یہ رشتہ ابھی ختم کریں!"

ریاض نے سختی سے کہا، "نہیں، اب ایسا نہیں ہو گا۔ وہ لوگ اور زاویار، سب راضی ہیں۔ تمہاری شادی وہیں ہو گی!"

حالہ ساکت رہ گئی، مریم خاموشی سے سب دیکھ رہی تھی۔ حالہ نے دانت بھینچ کر پوچھا، "زاویار راضی ہے؟"

ریاض نے اثبات میں سر ہلایا۔

حالہ کے ماتھے پر گہری شکنیں پڑ گئیں۔ "وہ راضی نہیں ہو سکتا... کیسے؟"

ریاض خادم نے سختی سے جواب دیا "ہاں، وہ راضی ہے!"

حالہ کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے خاموشی چھا گئی، جیسے وہ اپنے غصے کو سمیٹنے کی کوشش کر رہی ہو۔ پھر وہ چیختے ہوئے بولی، "وہ راضی نہیں ہو سکتا! میں یہ شادی نہیں کروں گی، آپ لوگ جو کر لیں!"

یہ کہتے ہی وہ پلٹ کر سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔ اس کے قدم تیز تھے، مگر دل میں ایک طوفان برپا تھا۔ وہ سب سے دور، خود کو تنہا محسوس کر رہی تھی، جیسے اس کی دنیا اس کے ہاتھوں سے نکل رہی ہو۔ نیچے زبیدہ اور ریاض حیرت اور غصے کے ملے جلے جذبات کے ساتھ اسے جاتے دیکھتے رہے۔

☆☆☆✦☆☆☆

حالہ کمرے میں داخل ہوتے ہی دروازہ بند کر کے کنڈی لگا دیتی ہے۔ اس کے قدم لرز رہے تھے، دل بے قابو تھا، اور آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

کانپتے ہاتھوں سے فون اٹھایا، لرزتی انگلیوں سے اسرا کا نمبر ڈھونڈا۔ یہ کال تسلی کے لیے نہیں تھی، بلکہ ایک فیصلہ تھا۔ فون کان سے لگایا، مگر آواز ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ آنکھوں سے آنسو بہتے رہے، گھنٹی بجتی رہی۔

"اسرا..." اس کی آواز رندھ گئی۔

"حالہ؟ تم رو رہی ہو؟ کیا ہوا؟" اسرا نے فوراً پوچھا۔

حالہ کی سانسیں بے ترتیب ہو گئیں۔ کچھ لمحے خاموشی کے بعد وہ لرزتی آواز میں بولی، "اسرا... وہ کیسے راضی ہو سکتا ہے؟ زاویار نے... ہاں کیسے کر دی؟"

اسرا نے گہری سانس لی "حالہ، آرام سے بتاؤ... کیا زاویار نے کچھ کہا

ہے؟"

حالہ کی آواز تیز ہو گئی، غصہ اور دکھ ہر لفظ میں نمایاں تھا۔ "اسرا! تمہیں نہیں پتہ، انہوں نے میرا رشتہ اس شخص سے طے کر دیا جو کل ہی مجھے آفس سے بے عزت کر کے نکال چکا ہے! اور وہ... وہ کیسے راضی ہو سکتا ہے؟ میں نے تو اس کی شکل تک نہیں دیکھنی تھی، اور اب میری

شادی؟!"

آنسو پھر بہنے لگے۔ وہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر زمین پر بیٹھ گئی، فون کان سے لگا رہا۔ اسرا تسلی دینے کی کوشش کرتی رہی، مگر حالہ کا دل کسی دلاسے کو قبول کرنے کو تیار نہ تھا۔

اس کی آواز کانپ رہی تھی، مگر الفاظ واضح تھے۔ "اسرا میں یہ شادی نہیں کر سکتی، کبھی نہیں! وہ میرے لیے ٹھیک کیسے ہو سکتا ہے؟ میں مر جاؤں گی، مگر اس سے شادی نہیں کروں گی!"

حالہ نے جھٹکے سے فون بند کر دیا، پھر غصے سے زمین پر پھینک دیا۔ ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ کر سسکیاں لینے لگی، جیسے دنیا اس کے قابو سے نکل چکی ہو۔ چند لمحوں بعد آنسو صاف کیے، آنکھوں میں ایک نیا عزم ابھرا۔

لرزتے ہاتھوں سے دوبارہ فون اٹھایا، آنسو ٹھوڑی پر گر رہے تھے، مگر وہ خود کو سنبھالنے کی آخری کوشش کر رہی تھی۔ اسرہ کا نمبر ڈھونڈتے ہوئے اس کی سانسیں مزید بے ترتیب ہو گئیں۔

فون کان سے لگایا اور کانپتی آواز میں بولی، "اسرا... مجھے تم سے ایک کام ہے، فوراً میرے گھر آؤ!"

اس کی آواز میں ایسی شدت اور بے چینی تھی کہ اسرا کچھ بھی پوچھنے کی ہمت نہ کر سکی۔ "حالہ کیا ہوا؟ سب ٹھیک ہے؟"

"بس، تم آجاؤ پھر بتاتی ہوں۔" حالہ نے جواب میں صرف اتنا کہا اور فون بند کر دیا۔ اس نے کوئی وضاحت نہیں دی، کوئی سوال نہیں سنا، اور کوئی وضاحت دینے کی گنجائش بھی نہیں تھی۔

فون کو بیڈ پر پھینکتے ہوئے وہ خود بھی بیڈ پر بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں، اور چہرے پر بے یقینی کی ایک گہری چھاپ تھی۔ وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو سختی سے آپس میں مسل رہی تھی، جیسے کوئی بہت بڑا فیصلہ اس کے اندر پک رہا ہو۔

دماغ میں ایک طوفان مچا ہوا تھا۔ ہر طرف بے ترتیب خیالات گھوم رہے تھے۔ لیکن ان سب کے بیچ، ایک منصوبہ، ایک بڑی ترکیب، کسی دھماکے کی طرح اس کے دماغ میں گردش کر رہی تھی۔

☆☆☆✦☆☆☆

کمرے میں خاموشی تھی۔ میز پر رکھے چائے کے کپ سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ زبیدہ خادم کی نظریں فرش پر جمی تھیں، ہاتھ کپ کے گرد سختی سے لپٹے، مگر دل کسی انجانے بوجھ تلے دبا ہوا تھا۔ ریاض خادم مطمئن دکھائی دے رہے تھے، جیسے وہ جانتے ہوں کہ یہ فیصلہ ناگزیر ہے۔ زبیدہ کی بے چینی چہرے پر عیاں تھی۔ "ریاض، آپ کو یہ سب نہیں کرنا چاہیے

تھا، "ان کی آواز لرز رہی تھی۔ "حالہ میری بیٹی ہے، میں اس کے ساتھ ایسا نہیں کر سکتی۔ "

ریاض نے ٹھنڈی سانس لی، "زبیدہ، جو ہو رہا ہے، اسے ہونے دو۔ یہ سب ہماری مجبوری ہے، اس فیصلے سے ہمارے حالات بدل جائیں گے۔ "

زبیدہ نے بے یقینی سے ریاض کی طرف دیکھا، آنکھوں میں دکھ کی گہری جھلک تھی۔ "ہمارے حالات سنوریں گے، مگر اس کی قیمت ہماری بیٹی چکائے گی۔ حالہ کبھی ہمیں معاف نہیں کرے گی۔ "

ریاض نے نظریں چرائیں۔ "اسے کسی بھی طرح زاویار سے شادی کے لیے راضی کرنا ہوگا۔ مہرین ٹھیک کہہ رہی ہے، ہم وہی کریں گے جو وہ چاہتی ہے۔ "

زبیدہ کی آواز کانپ گئی۔ "نہیں، ریاض! پلیز ایسا مت کریں! میں اپنی بیٹی کے ساتھ یہ ظلم نہیں کر سکتی۔ آپ نے ہاں کہہ دی، مگر ابھی بھی وقت ہے، انکار کر دیں!"

ریاض نے ماتھے پر بل ڈال کر سخت لہجے میں کہا، "یہ شادی ہو کر رہے گی، چاہے کوئی بھی انکار کرے۔ حالہ کو بھی ماننا ہوگا۔ مزید بحث مت کرو۔"

زبیدہ کی آنکھوں میں آنسو اتر آئے، مگر وہ جانتی تھیں کہ ریاض فیصلہ کر چکے ہیں۔ وہ خاموشی سے انہیں دروازے سے باہر جاتا دیکھتی رہیں، بے بس اور شکستہ۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

زاویار بیڈ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی نظریں سامنے کھڑکی پر ٹکی تھیں، مگر دماغ کہیں اور بھٹک رہا تھا۔ دونوں ہاتھوں کو سختی سے بند کیے، اس کے چہرے پر غصے کی ایک واضح پرت جمی ہوئی تھی۔ دل و دماغ میں الجھن کا طوفان برپا تھا، مگر وہ خود کو پرسکون دکھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

یہ سب کیا ہو رہا تھا؟ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ اس کے ماں باپ کو آخر کیا ہو گیا تھا؟ وہ کیسے سوچ سکتے تھے کہ وہ حالہ سے شادی کر لے گا؟ یہ فیصلہ اس کی سوچ اور مرضی کے خلاف تھا، اور وہ کبھی بھی اسے قبول نہیں کرے گا۔ زاویار کی انا اور ضد اس بات کی اجازت ہی نہیں دیتی تھی کہ کوئی اس پر زبردستی کرے۔

وہ اچانک اٹھا اور کھڑکی کے پاس جا کھڑا ہوا۔ وہاں سے باہر کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا۔ سڑک کے اس پار حالہ کا گھر بھی نظر آ رہا تھا، مگر زاویار

کی نظریں اس پر نہیں تھیں۔ وہ سڑک پر گزرنے والی گاڑیوں کو دیکھ رہا تھا، جیسے ان کے شور میں اپنے دل کی بے چینی کو دبانے کی کوشش کر رہا ہو۔

لیکن زاویار کے چہرے پر حیرانی کے ساتھ اب ایک عجیب سا سکون بھی تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ پریشان ہونے والوں میں سے نہیں ہے۔ ہر مسئلے کا حل نکالنے کا ہنر اسے بخوبی آتا تھا۔ یہ مسئلہ بھی، چاہے جتنا بڑا لگے، اس کی زندگی کا ایک چھوٹا سا واقعہ بن کر رہ جائے گا۔

اس نے گہری سانس لی اور اپنے دل و دماغ کو مضبوطی سے قابو میں کر لیا۔

زاویار وہ شخص تھا جو کبھی بھی کسی چیز کو اپنے اوپر حاوی نہیں ہونے دیتا تھا۔ زبردستی کا لفظ اس کی زندگی میں کبھی داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ ہر مسئلے کو اپنی سمجھداری اور ہوشیاری سے قابو پانے کا ماہر تھا، اور یہی سوچ اس کی طاقت تھی۔

اس نے اپنے دونوں ہاتھ جیبوں میں ڈالے اور دوبارہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔اس کے چہرے پر اب نہ صرف غصے کی جھلک تھی بلکہ ایک فیصلہ کن ارادہ بھی صاف جھلک رہا تھا۔"یہ رشتہ؟ کبھی نہیں۔۔۔۔کبھی بھی نہیں" اس نے اپنے آپ سے سرگوشی کی۔اس کی آنکھوں میں وہی ضد اور انا کا عکس تھا جو ہمیشہ اسے اپنے راستے پر چلنے پر مجبور کرتا تھا۔

☆☆☆✦☆☆☆

شاہمیر کمرے کے اندھیرے میں بیٹھا ہوا تھا، جہاں صرف ایک چمکتی ہوئی بتی کی مدھم روشنی نے اس کے ارد گرد کا ماحول ہلکا سا روشن کر رکھا تھا۔ کمرے کی دیواروں پر ٹنگے ہوئے پوسٹر اور کتابیں، جو اس کے شوق اور خوابوں کی عکاسی کرتی تھیں، آج ایک عجیب سی خاموشی میں ڈھل گئی

تھیں۔ ہوا کے جھونکے کھڑکی کے پردے کو ہلکے سے ہلا رہے تھے، اور ان کی سرگوشیاں اس کی منتشر سوچوں میں شامل ہو رہی تھیں۔ لیکن وہ ان سب سے بے خبر تھا، جیسے دنیا کی ہر شے اس کی آنکھوں کے سامنے دھندلا چکی ہو۔

وہ اپنے نرم پیڈ پر بیٹھا، ہاتھ میں ڈائری تھامے، اپنے خیالات میں گم تھا۔ اس کی ڈائری کے ہر صفحے پر ایسے اشعار لکھے تھے جو خوشی، امید اور محبت کی بات کرتے تھے۔ مگر آج وہ ایک نئے شعر کے ساتھ کمرے کی خاموشی میں گم تھا۔ یہ وہ پہلا شعر تھا جو اس کی مایوسی اور دل کے بوجھ کو بیان کر رہا تھا۔

اس نے آہستگی سے قلم اٹھایا، اور کاغذ پر پہلی بار دکھ کا رنگ بکھیرا

یہ دل جو تیری چاہ میں ہر لمحہ تڑپتا رہا

تُو تھا قریب، پر پھر بھی میرا کبھی نہ ہوا

شاہمیر نے پلکیں بند کیں، دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو رہی تھیں، جیسے اس کے اندر ایک طوفان برپا ہو۔ ماضی کی یادیں، محبت کی وہ جھلکیاں جنہیں وہ کبھی اپنا مان بیٹھا تھا، اب اس کے وجود کو کچل رہی تھیں۔

اس کے ہاتھ نے قلم کو دوبارہ حرکت دی، اور الفاظ کاغذ پر اترتے گئے۔

تیری ہنسی کی گونج میرے دل میں بسی ہوئی ہے

پر تُو نے کبھی نہ جانا، میری دنیا ادھوری ہوئی ہے

ایک آنسو اس کی آنکھوں کے کنارے سے نکل کر ڈائری کے صفحے پر ٹپک پڑا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ الفاظ صرف کاغذ پر لکھی تحریریں نہیں، بلکہ اس کے دل کی سچائیاں ہیں۔

تُجھے پانے کی خواہش میں، خود کو کھو دیا میں نے

پر تُو نے پلٹ کر دیکھا بھی نہیں، یہ سوچ لیا میں نے

شاہمیر نے قلم کو چند لمحوں کے لیے روک دیا۔ وہ اپنی کرسی سے اٹھا اور کمرے کے اندر ٹہلنے لگا۔ اندھیری کھڑکی کے پاس جا کر وہ باہر دیکھنے لگا۔ ہوا کے جھونکے اس کے چہرے کو چھو رہے تھے، لیکن اس کا دل کسی اور ہی

کشمکش میں تھا۔ کچھ دیر بعد وہ واپس اپنی نشست پر آ بیٹھا اور ڈائری کا اگلا صفحہ کھولا۔ اس کے قلم نے پھر سے الفاظ بُنے۔

محبت کا یہ سودا میں نے اکیلے ہی کر لیا

تُو تھا انجان، اور میں نے خوابوں سے دل بھر لیا

الفاظ جیسے اس کے دل کی حالت کو مزید واضح کر رہے تھے۔

میرے سوال، میری دعائیں سبھی بے صدا رہ گئیں

تُو نے سنا نہیں، اور کہانیاں ادھوری رہ گئیں

اب اس کی آنکھوں کی چمک مدھم پڑنے لگی تھی، جیسے کسی امید کا دیا بجھ رہا ہو۔

یہ دل اب بھی تیری راہ تکے، تجھے اپنا مانے
پر تُو، میرے خوابوں کا مسافر کبھی نہ ٹھہرا

شاہمیر دھیرے دھیرے کمرے سے باہر نکلا اور بالکنی میں جا کھڑا ہوا۔ سرد ہوا نے اس کے چہرے کو چھوا، مگر وہ اس سرد مہری کو محسوس کرنے کے قابل نہیں تھا۔ اس کی نظریں سامنے حالہ کے گھر پر جمی ہوئی تھیں۔

تیری خوشبو میرے چاروں طرف، ایک کہانی بُن رہی ہے

یہ دھیما سا درد دل کا، صرف تیرا نام سن رہی ہے

حالہ نظر نہیں آ رہی تھی، اور یہ حقیقت شاہمیر کے دل کو مزید بے چین کر رہی تھی۔ اس کے دل کی دھڑکنیں جیسے تیز ہو رہی تھیں، اور اس کی بے بسی اس کے چہرے پر نمایاں تھی۔

تُو دور ہے تو کیا ہوا، یہ دل تجھ سے جُڑا ہوا ہے

ہر دھڑکن کے ساتھ تیرا ذکر، جیسے کوئی وعدہ ہوا ہے

اس نے نظریں حالہ کے گھر سے ہٹا کر آسمان کی طرف کر لیں۔ چمکتے ہوئے ستارے بھی آج اسے سکون دینے میں ناکام ہو رہے تھے۔

تیری یادوں کے قافلے، دل کے دروازے پر رُکے ہیں

یہ آنکھیں بند کر لوں تو بھی، خواب تیرے ہی دکھے ہیں

اس کے گالوں پر آنسوؤں کی دھار بہنے لگی، مگر اس نے فوراً نہیں اپنی انگلیوں سے پونچھ ڈالا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا دکھ اس پر حاوی ہو جائے، لیکن دل کا بوجھ اتنا بڑھ چکا تھا کہ اس کے سنبھالے نہیں سنبھل رہا تھا۔

تُو جو چھو لے تو لمحے تھم جائیں، وقت کا پہیہ رک جائے

تُو جو نہ ہو، تو یہ دنیا بے رنگ اور بے معنی لگ جائے

وہ آہستہ آہستہ واپس اندر آیا اور اپنی جگہ پر جا بیٹھا۔ ڈائری اس کے سامنے تھی، اور قلم اس کے ہاتھ میں۔ اس نے اپنی کیفیت کو لفظوں میں ڈھالنا شروع کر دیا۔ ہر لفظ، ہر جملہ، جیسے اس کے دل کی حقیقتوں کو عیاں کر رہا تھا۔

یہ اشعار اب اس کی زندگی کا ایک ایسا حصہ بن چکے تھے، جو اس کے درد اور محبت کی کہانی کو ہمیشہ کے لیے زندہ رکھیں گے۔

☆☆☆✦☆☆☆

اسرا حالہ کے سامنے بیٹھی تھی، مگر حالہ کا سر جھکا ہوا تھا۔ کمرے میں خاموشی تھی، مگر اس کے چہرے کا اضطراب سب کچھ بیان کر رہا تھا۔

"حالہ، کچھ تو بولو! کیا ہوا ہے؟" اسرا نے بے چینی سے پوچھا۔

حالہ نے سرخ آنکھوں سے سر اٹھایا۔ "جو کہوں گی، مانو گی؟"

"پہلے بتاؤ تو سہی!"

حالہ نے گہری سانس لی، ہاتھ جوڑ کر اسرا کے سامنے رکھ دیے۔ "یہ میری زندگی کا سب سے بڑا فیصلہ ہے۔ تم میری سب سے اچھی دوست ہو، پلیز سمجھنے کی کوشش کرنا!"

"بولو، حالہ!"

"میرے ماں باپ نے زبردستی زاویار سے میری شادی طے کر دی ہے... اور میں عفان سے شادی کرنا چاہتی ہوں! میں اس شخص کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتی جس سے میں نفرت کرتی ہوں!" حالہ کی آواز لرز گئی۔

اسرا نے حیرت سے اسے دیکھا۔ "تو تم کیا چاہتی ہو، حالہ؟"

"میں چاہتی ہوں کہ تم عفان کے گھر جاؤ۔" حالہ نے دھیرے سے کہا۔

اسرا چونک گئی۔ "کیا؟ میں؟"

"ہاں، اسرا! پلیز، تمہیں میرے لیے یہ کرنا ہوگا۔ تم عفان کے گھر جاؤ اور اسے بتاؤ کہ میں اسے پسند کرتی ہوں۔ اسے بتاؤ کہ میرے ماں باپ نے میری شادی زبردستی کسی اور سے طے کر دی ہے، لیکن میں صرف اور صرف اسے چاہتی ہوں۔ اسے بولو کہ وہ میرے سے کیا دو دن کے اندر شادی کر سکتا ہے؟ اسے بتانا کہ میں اسے کتنے عرصے سے چاہتی تھی۔۔۔

پلیز، اسرا بس یہ کر دو!" حالہ کی آواز میں التجا تھی، اور اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے

اسرا نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔ "حالہ، دماغ ٹھیک ہے تمہارا؟ یہ ناممکن ہے!"

"نہیں، یہ ناممکن نہیں ہے!" حالہ نے ضد کی۔

"حالہ، شادی کوئی مذاق نہیں! تم جانتی ہو یہ کتنا بڑا مسئلہ بن سکتا ہے؟ اور تمہارے ماں باپ؟ وہ خوشی خوشی تمہاری شادی کی تیاری کر رہے ہیں، اور تم یہاں کسی اور سے نکاح کا سوچ رہی ہو؟" اسرا غصے سے بولی۔

"ماں باپ؟" حالہ کی آواز تلخ تھی۔ "ان ماں باپ کا سوچوں جنہوں نے میری مرضی کے بغیر میری شادی طے کر دی؟ وہ بھی زاویار کے ساتھ، جسے میں ایک پل بھی برداشت نہیں کر سکتی؟"

"حالہ، عفان شاید اس طرح شادی کے لیے تیار نہ ہو۔" اسرا نے دوٹوک کہا۔

"پلیز، اسرا! کم از کم ایک بار کوشش تو کرو۔ اگر وہ انکار کر دے، تو میں مان جاؤں گی!" حالہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"یہ غلط ہے، حالہ! میں یہ نہیں کر سکتی۔" اسرا سختی سے بولی۔

"تم میری سب سے اچھی دوست ہو، کیا میرے لیے یہ چھوٹا سا کام نہیں کر سکتی؟" حالہ نے اس کا بازو تھام لیا۔

اسرا خاموش رہی، پھر گہری سانس لے کر بولی "میں سوچوں گی، لیکن وعدہ نہیں کر سکتی۔"

☆☆☆✦☆☆☆

زاویار کافی وقت بعد اپنے کمرے سے باہر آیا۔ بلیک ٹی شرٹ میں ملبوس، اس کی چال میں وہی بے نیازی اور وقار تھا جو ہمیشہ سے اس کی شخصیت کا حصہ تھا۔ اس کے چہرے پر سکون اور بے پرواہی کی ایک عجیب سی جھلک تھی، جیسے دنیا کے مسائل اس تک پہنچ ہی نہیں سکتے۔

وہ آرام دہ قدموں کے ساتھ چلتا ہوا ہال تک پہنچا اور بے دھیانی میں اپنی نظریں اِدھر اُدھر دوڑائیں۔ اچانک اس کی نگاہ شاہمیر کے کمرے کے بند دروازے پر جا ٹھہری۔ وہ لمحہ بھر کے لیے رک گیا، دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے جیسے کچھ سوچنے کی کوشش کر رہا ہو۔ شاہمیر کا کمرہ بند تھا۔ وہ کافی دیر سے باہر نہیں آیا تھا، یا شاید آیا ہو مگر زاویار نے اسے دیکھا نہیں تھا۔

زاویار اور شاہمیر کا آمنا سامنا کم ہی ہوتا تھا۔ کبھی ایک دیر سے آتا، تو دوسرا پہلے ہی کمرے میں ہوتا۔ اکثر دونوں گھر میں موجود ہوتے، مگر اپنے کمروں تک محدود رہتے، جیسے ایک خاموش معاہدہ ہو کہ ایک دوسرے کے معاملات میں مداخلت نہ کی جائے۔

مگر آج کچھ مختلف تھا۔ زاویار نے غیر ارادی طور پر شاہمیر کے بارے میں سوچا، کیونکہ جب سے وہ گھر آیا تھا، اس نے شاہمیر کو نہیں دیکھا تھا۔ زاویار کے قدم لمحے بھر کو رک گئے۔ اسے ایک انجانا سا احساس ہوا کہ کچھ ٹھیک نہیں۔ وہ جانتا تھا کہ شاہمیر کس اذیت سے گزر رہا ہے۔ عام طور پر وہ دوسروں کے جذبات پر غور نہیں کرتا تھا، مگر آج وہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کا بھائی اندر سے بکھر چکا ہے۔

شاہمیر کا یوں خود میں گم ہو جانا، ہر کسی سے کٹ جانا، زاویار کو بے چین کر رہا تھا۔ پتہ نہیں کس فضول لڑکی کے پیچھے وہ اپنی زندگی برباد کر رہا تھا؟ وہ ہچکچاتے ہوئے شاہمیر کے کمرے کے دروازے تک آیا اور دستک دی۔

کوئی جواب نہیں۔ دوبارہ کوشش کی، مگر خاموشی برقرار رہی۔

زاویار نے آہستہ سے دروازہ کھولا۔ اندر مدھم روشنی پھیلی تھی۔ شاہمیر صوفے پر خاموش بیٹھا تھا، ہاتھ میں وہی پرانی ڈائری تھی، جو ہمیشہ اس کے جذبات کا واحد ذریعہ بنتی تھی۔

زاویار دروازے پر کھڑا شاہمیر کو دیکھتا رہا، جو نظریں جھکائے ڈائری میں کچھ لکھ رہا تھا۔ قلم کی ہلکی آواز خاموشی توڑ رہی تھی، مگر شاہمیر نے زاویار کی موجودگی کو نظرانداز کیے رکھا۔ زاویار آہستہ سے قریب آیا اور صوفے

پر بیٹھ گیا۔ صوفہ ہلکا سا جھکا، مگر شاہمیر نے پھر بھی نظریں نہیں اٹھائیں۔

زاویار چند لمحے خاموش رہا، جیسے سوچ رہا ہو کہ بات کرے یا نہیں۔

کمرے کی خاموشی اور مدھم روشنی میں دونوں کی موجودگی ایک عجیب منظر پیش کر رہی تھی۔ زاویار کو محسوس ہو رہا تھا کہ شاہمیر کے اندر ایک طوفان برپا ہے، لیکن وہ اسے لفظوں میں ڈھال رہا تھا، اپنے جذبات کو کاغذ پر اتار رہا تھا، اور زاویار نے خود کو ایک بار پھر بے بس محسوس کیا۔ وہ اُسے کیسے سمجھائے؟

"شاہمیر..."

زاویار نے آہستہ سے کہا، لیکن شاہمیر نے نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ وہ اپنی ڈائری پر نظریں جمائے، قلم چلاتا جا رہا تھا، جیسے زاویار کی آواز اس تک پہنچی ہی نہ ہو۔

"کیا لکھ رہے ہو؟"

زاویار نے دوبارہ پوچھا، مگر ایک بار پھر خاموشی۔ یہ خاموشی عجیب نہیں تھی، زاویار جانتا تھا کہ شاہمیر جواب نہیں دے گا۔

"شاہمیر---?are you okay"

اُس نے ہلکی آواز میں سوال کیا، مگر جواب ندارد۔ شاہمیر بدستور لکھتا جا رہا تھا، جیسے کاغذ پر اپنا دل انڈیل رہا ہو۔ زاویار اُسے دیکھ کر خاموش ہو گیا، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس وقت الفاظ بے اثر تھے۔

شاہمیر، جو ہمیشہ ہنستا مسکراتا رہتا تھا، درحقیقت نازک دل انسان تھا۔ اُس کی مسکراہٹ کے پیچھے ایک ایسا شخص چھپا تھا جو چھوٹے سے چھوٹے دکھ کو بھی شدت سے محسوس کرتا تھا۔ بظاہر مضبوط، مگر اندر سے بے حد کمزور۔

وہ اپنے جذبات دبانے کی کوشش کرتا، مگر حقیقت میں انہی کے بوجھ تلے دب جاتا تھا۔

کچھ لمحے خاموشی میں گزرے، پھر زاویار نے مدھم آواز میں کہا، "تمہیں ایسا نہیں ہونا چاہیے، شاہمیر۔"

شاہمیر نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد قلم کو روکا اور گہری سانس لے کر کہا "اس رشتے سے ہاں مت کرنا، زاویار۔"

زاویار نے حیرت سے اُسے دیکھا۔ "رشتہ؟"

شاہمیر نے نظریں اپنی ڈائری پر ہی رکھیں اور دھیمی آواز میں بولا "میں بس چاہتا ہوں کہ تم اُس لڑکی سے دور رہو۔ اُس سے شادی مت کرنا۔"

زاویار نے اپنے بھائی کو بغور دیکھا، پھر سنجیدہ لہجے میں کہا "شاہمیر، میں ایسا کبھی نہیں کروں گا اس لیے نہیں کے تم نے منع کیا ہے بلکہ اس لیے کے

مجھے وہ پسند نہیں ہے... مگر اگر میں کر بھی دوں، تو کیا تم واقعی ایک لڑکی کے لیے اپنی زندگی یوں تباہ کر لو گے؟"

شاہمیر نے ایک لمحے کے لیے نظریں اٹھائیں، زاویار کی طرف دیکھا، اور کہا، "مجھے کچھ نہیں سننا، زاویار۔ جو کہنا تھا، میں کہہ چکا۔ تم اُس لڑکی کے قریب مت جانا۔ میں اُسے تمہارے ساتھ نہیں دیکھ سکتا، بلکہ کسی کے ساتھ بھی نہیں دیکھ سکتا۔ مگر میں جانتا ہوں، وہ میری قسمت میں نہیں ہے۔ اگر وہ کسی اور کی ہو بھی جائے، تو ٹھیک ہے، لیکن اگر وہ تمہاری ہو کر اس گھر میں آئے گی... میرے سامنے تمہارے ساتھ خوش ہو گی... میں یہ برداشت نہیں کر پاؤں گا۔ میرا دل ٹوٹتا رہے گا، میں خود کو ختم کرتا جاؤں گا۔"

زاویار نے مایوسی سے سر ہلایا۔ "شاہمیر، تم کیوں اتنے کمزور بن رہے ہو؟ تمہیں خود کو سنبھالنا ہوگا، موو آن کرنے کی کوشش کرو۔"

شاہمیر نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہا، "تم جانتے ہو، زاویار، میں غم نہیں سہہ سکتا۔"

زاویار نے شاہمیر کی آنکھوں میں دیکھا، جہاں درد اور بے بسی صاف نظر آ رہی تھی۔ "شاہمیر، تم میرے بھائی ہو، زاویار سلطان کے بھائی ہو۔ تمہیں اتنا کمزور نہیں ہونا چاہیے۔"

شاہمیر نے دھیمی آواز میں کہا، "زاویار، میں کمزور ہوں... ہمیشہ سے۔"

زاویار کے پاس جواب نہیں تھا۔ وہ جانتا تھا کہ شاہمیر کا دل واقعی بہت نازک ہے، اور وہ اس وقت اپنی زندگی کے سب سے نازک موڑ پر کھڑا تھا۔

زاویار نے ایک لمحے کے لیے خاموشی اختیار کی۔ وہ اپنے بھائی کے اندر چھپے دکھ اور تکلیف کو سمجھتا تھا، لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ شاہمیر کو کیسے تسلی دے۔ اُس نے شاہمیر کے قریب ہو کر اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھا، جیسے اُس کی خاموش حمایت کا یقین دلانا چاہتا ہو۔

"شاہمیر، زندگی میں غم آتے ہیں، لیکن ہم اُن کے آگے ہار نہیں مان سکتے۔"

شاہمیر نے نظریں جھکائے سر ہلایا۔ "مجھے نصیحتیں مت دو، زاویار۔ تمہارے لیے یہ سب آسان ہو گا، میرے لیے نہیں۔"

زاویار نے گہری سانس لی۔ "میں جانتا ہوں، مگر زندگی کسی کے ہونے یا نہ ہونے پر نہیں رکتی۔ اگر وہ تمہاری قسمت میں نہیں تھی، تو خود کو برباد مت کرو۔ آگے بڑھو، چاہے ابتدا میں یہ کتنا ہی مشکل کیوں نہ لگے۔"

شاہمیر نے ایک تلخ مسکراہٹ کے ساتھ کہا، "آگے بڑھنا؟ تم سمجھتے ہو کہ یہ اتنا آسان ہے؟ زاویار، میں ہر روز اُس کے بارے میں سوچتا ہوں، اُس کی آواز، اُس کی مسکراہٹ... ہر چیز میرے دل میں ہے۔ میں چاہ کر بھی اُسے بھول نہیں سکتا۔"

زاویار جھک کر بولا، "اگر وہ تمہارے نصیب میں نہیں ہے تو کیا پوری زندگی یہی سوچتے گزارو گے؟ وہ لڑکی تمہیں برباد کر دے گی، چاہے جان بوجھ کر نہ کرے۔"

شاہمیر نے جھنجھلا کر ڈائری بند کی اور تیزی سے زاویار کی طرف دیکھا۔ "تمہیں لگتا ہے، مجھے یہ سب نہیں معلوم؟ مگر دل کی باتیں عقل سے

نہیں سمجھی جاتیں۔ میں روز بھولنے کی کوشش کرتا ہوں، مگر جتنا بھولنا چاہتا ہوں، وہ اتنی ہی یاد آتی ہے۔ میں **heal** نہیں ہو پا رہا۔"

زاویار نے اس کا درد محسوس کیا، مگر وہ اپنے بھائی کو یوں ٹوٹتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"**Healing** کوئی جادو نہیں کہ ایک لمحے میں درد ختم ہو جائے۔ یہ ایک سفر ہے، جو وقت لیتا ہے، لیکن اگر تم خود کو سنبھالنا چاہو تو ممکن ہے۔ سب سے پہلے تو یہ مان لو کہ جو ہونا تھا، وہ ہو چکا۔ جو تمہارا نہیں تھا، وہ چاہنے سے بھی تمہارا نہیں ہو گا۔ اس حقیقت کو قبول کرو، جتنا جلدی کر سکو، اتنا بہتر۔ شاہمیر۔۔۔ یادیں آئیں گی، بے بسی محسوس ہو گی، مگر ان لمحوں کو اپنی طاقت بناؤ، اپنی کمزوری نہیں۔ ہر بار جب دل کہے کہ وہی سب کچھ تھی خود کو یاد دلاؤ کہ تمہاری اپنی بھی کوئی اہمیت ہے۔ تمہاری زندگی کسی ایک

انسان کے فیصلے کی محتاج نہیں۔ وقت کے ساتھ درد کم ہوگا، زخم بھرنے لگیں گے، اور ایک دن تمہیں احساس ہوگا کہ تم نے خود کو کھویا نہیں، بلکہ خود کو پایا ہے۔ اور یہی اصل healing ہے—خود کو دوبارہ زندہ کرنا، اپنی ذات کو مکمل کرنا۔"

پھر وہ تھوڑا خاموش ہوتا ہے اور شاہمیر کو دیکھتا ہے جو نیچے دیکھتے ہوئے زاویار کے ہر لفظ کو سمجھ رہا تھا۔

"شاہمیر، میں تمہارے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں، لیکن تمہیں اپنے دل کو مضبوط کرنا ہوگا۔"

شاہمیر نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا، "زاویار، اگر تم واقعی میرے لیے کچھ کرنا چاہتے ہو، تو اُس لڑکی سے دور رہو۔ یہ میرا واحد مطالبہ ہے۔"

زاویار نے اُس کے چہرے کی طرف دیکھا، جہاں دکھ اور عاجزی صاف جھلک رہی تھی۔

شاہمیر نے سر ہلایا، مگر اُس کی آنکھوں میں وہی گہری اداسی موجود رہی۔

زاویار نے ایک گہری سانس لے کر اُسے تنہا چھوڑنے کا فیصلہ کیا اور کمرے سے باہر نکل گیا وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا جب تک شاہمیر خود کو نہیں سمجھ لیتا۔

☆☆☆✦☆☆☆

مہرین سلطان، سبز ساڑھی میں ملبوس، غصے کے آثار لیے ایک سرے پر بیٹھی تھیں، جبکہ فراز سلطان کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی۔ کل رات

سے زاویار کی شادی پر بحث جاری تھی—فراز زبردستی کے خلاف تھے، جبکہ مہرین حالہ کو بہو بنانے کا فیصلہ کر چکی تھیں۔

"زاویار آئے گا تو اس سے رشتے کے بارے میں کوئی بات نہیں کرنا" فراز سلطان نے چائے کا کپ اُٹھاتے ہوئے کہا۔

مہرین نے اپنی کافی کا کپ اٹھایا اور ایک گہری سانس لی۔ "فراز، اپ کل رات سے یہی بات کر رہے ہیں۔اپ کو سمجھ نہیں آرہا کہ میں یہ فیصلہ کر چکی ہوں؟" ان کی آواز میں غصے اور بے چینی کا امتزاج تھا۔

فراز سلطان نے نرمی سے جواب دیا "مہرین، میں تمہیں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ زاویار کے دل میں اگر اُس لڑکی کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے تو ہم اُس پر زبردستی کیسے کر سکتے ہیں؟"

مہرین نے کپ کو میز پر رکھتے ہوئے تناؤ سے کہا، "زاویار میرا بیٹا ہے، اور میں اسے سمجھا سکتی ہوں۔ وہ میری بات مانے گا۔"

باہر صبح کے پرسکون موسم کے باوجود ڈائننگ روم کے اندر کی فضا کشیدہ تھی۔ دونوں کی بحث میں شاہمیر خاموشی سے ناشتہ کر رہا تھا، جیسے وہ خود کو اس گفتگو سے دور رکھنا چاہتا ہو۔

زاویار کے آتے ہی ڈائننگ روم پر سکوت چھا گیا۔ اس کے قدموں کی آواز خاموشی توڑ رہی تھی۔ گہرے نیلے سوٹ میں، آستینیں فولڈ کیے، پرفیکٹ سیٹ بالوں اور سنجیدہ چہرے کے ساتھ، اس کی موجودگی دبنگ تھی۔ بے تاثر چہرہ اور سرد نگاہیں، جیسے ہر چیز کو پسپا کر رہی ہوں۔ آہستہ آہستہ وہ سیڑھیوں سے نیچے اترا اور قدم بڑھاتے ہوئے ڈائننگ ٹیبل کی طرف

آیا۔ قریب آکر اس نے ایک خالی کرسی کھینچی، اور پر سکون انداز میں بیٹھ گیا۔

کرسی پر بیٹھتے ہی اس نے ایک نظر سب کو دیکھا۔ مہرین، فراز اور شاہمیر، زارا سب کو ایک ساتھ دیکھتے ہوئے وہ چہرے پر کوئی تاثر لائے بغیر خاموش رہا۔ پھر اس کی نظر میز پر رکھے کھانے پر پڑی۔ وہ ہمیشہ کی طرح نفاست سے پلیٹ میں رکھے اپنے مخصوص ڈائٹنگ والے کھانے کو دیکھ رہا تھا۔ بغیر کچھ کہے اس نے کانٹا اور چاقو اٹھایا اور سکون سے کھانے لگا۔

کمرے میں مہرین اور فراز کی بحث کی بازگشت باقی تھی، مگر زاویار بے نیاز انداز میں کھانے میں مصروف رہا، جیسے اسے کسی بات سے فرق نہ پڑتا ہو۔ زارا اور شاہمیر بھی خاموش تھے۔ شاہمیر کے چہرے پر کوئی تاثرات نہیں تھے، اور اس کا تو کھانے کا بھی دل نہیں تھا، مگر نیچے آنا ضروری تھا۔ ورنہ

ماں باپ سوال کرتے اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ ان کو پتہ چلے کہ اس کے اندر کی دنیا کتنی بے چین ہے مہرین اور فراز اپنی جگہ سنجیدہ تھے، مگر ان کی آنکھوں میں تشویش نمایاں تھی۔زاویار نے کسی سے بات کرنا ضروری نہ سمجھا، خاص طور پر ماں سے۔وہ سکون سے کھاتا رہا، پھر نظر اٹھا کر شاہمیر کو دیکھا، جو بے حد خاموش تھا۔زاویار جانتا تھا، یہ خاموشی کچھ دن تو رہے گی ہی۔

"زاویار!"

مہرین سلطان نے زاویار کو دیکھتے ہوئے کہا تو سب نے ان کی طرف دیکھا، سوائے زاویار کے۔وہ اپنی ماں کی طرف متوجہ نہیں ہوا، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ کیا کہنے والی ہیں۔

"میری طرف دیکھو، زاویار!"

مہرین کی آواز میں ایک نرم لیکن پختہ لہجہ تھا، مگر زاویار نے کھانے میں متوجہ رہنے کو ترجیح دی۔

"زاویار! میں جانتی ہوں کہ تم میری اس حرکت سے ناراض ہو لیکن..."

وہ کچھ لمحے خاموش رہیں، اور زاویار نے ان کی طرف دیکھا۔ ان کی آنکھوں میں ایک ماں کی فکر مندی اور امید دونوں کا ملا جلا احساس تھا۔

"مگر زاویار... وہ لڑکی اچھی ہے، مجھے پسند ہے اور تم نے ویسے بھی اپنی شادی کا معاملہ ہمارے ہاتھ میں چھوڑا ہے۔ تمہیں تو کوئی پسند نہیں، پھر میں نے پسند کی تو پھر مسئلہ کیا ہے؟"

زاویار کے دل میں غصے کی ایک لہر اٹھی۔ "میں نے کہا تھا کہ میری جس سے شادی کرانی ہے، کروادیں، مگر یہ نہیں کہا تھا کہ کوئی بھی لڑکی اٹھا کر جوڑ دیں... جس کے بارے میں آپ لوگ جانتے بھی نہیں۔ میں اچھی

طرح جانتا ہوں اسے، اور میں اس سے شادی نہیں کروں گا۔ یہ بات میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ دوبارہ کھانے میں مصروف ہو گیا۔

مہرین کا منہ جیسے بند ہو گیا، آنکھوں میں آنسو جھلملائے، مگر وہ اپنے جذبات چھپانے کی کوشش کر رہی تھیں۔

زارا نے زاویار کی طرف دیکھا، حمایت کی خواہش تھی۔ "زاویار بھائی... ماہا تو بری نہیں لگتی؟ آپ اسی سے کر لیں نا شادی۔"

" بالکل نہیں، زارا! اپنی دوست کا نام بھی نہ لو، وہ زاویار کے ساتھ نہیں جچے گی۔ عجیب لڑکی ہے، مجھے پسند نہیں۔ حالہ اس سے بہت زیادہ پیاری ہے۔" مہرین نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

شاہمیر نے ایک لمحے کے لیے نظریں اٹھائیں، مگر پھر فوراً ہی پلیٹ کی طرف دیکھنے لگا، جیسے وہ ایک گہری سوچ میں گم ہو، مگر حقیقت میں اس کے چہرے پر کسی قسم کا احساس نہیں تھا۔

زارا کی آنکھوں میں چمک آئی، مگر وہ جانتی تھی کہ زاویار کا دل نہیں مانے گا۔ "ممی، وہ صرف پیاری ہی ہے، لیکن انسان کو دل اور زبان سے پیارا ہونا چاہیے، جو وہ نہیں ہے۔" اس نے بے بسی سے کہا اور پھر زاویار کو دیکھتی ہے۔

"بھائی... آپ پلیز اس سے ہی کریں گے۔ وہ میری دوست ہے اور میں چاہتی ہوں کہ آپ کی اس کے ساتھ شادی ہو۔" زارا کی بات میں ایک عاجزانہ خواہش تھی، مگر زاویار کی آنکھوں میں کچھ اور تھا۔

"پلیز یار، تم سب بس کر دو۔ ایک تو لڑکی کا فیصلہ تم لوگوں کے ہاتھ دے کر غلطی کر دی ہے۔ ہر کوئی میرے لیے کوئی نہ کوئی لڑکی ہر دن اٹھا کر لے آتا ہے... اور جہاں بات آتی ہے ماہا کی، ایٹ لیسٹ حالہ سے تو وہ بہتر ہی ہے۔" زاویار کے الفاظ میں ایک زہر آلود تلخی تھی، جو اس کی بے بسی کا احساس دلانے کے لیے کافی تھی۔

وہ اٹھ جاتا ہے، جیسے اس کے دل کا بوجھ بہت بھاری ہو۔ کھانے کا ذائقہ اب بیکار ہو گیا تھا، اور اس کی جان میں کوئی خوشی نہیں رہی۔ بیگ اٹھاتا ہے، کوٹ ٹھیک کرتا ہے اور آگے چلنے لگتا ہے

شاہمیر بس خاموشی سے سب دیکھ رہا تھا، اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا، مگر اس کی آنکھوں میں ایک گہری سوچ کی چمک تھی۔ زارا نے ایک نظر شاہمیر کو دیکھا۔ جیسے اس کے دل میں ایک چوٹ پہنچی ہو۔ شاہمیر ایسا

نہیں تھا! اس کا دل دھڑک اٹھا۔ وہ بہت ہنس مکھ تھا، خوشی سے بھرا ہوا۔

کیا محبت انسان کو مار دیتی ہے؟

ایک حالہ نے اس کے بھائی کا کیا حال کر دیا تھا؟ زارا کی آنکھوں میں نمی آ گئی، جیسے وہ اس کے درد کو محسوس کر رہی ہو۔ محبت کی اس پیچیدگی نے سب کچھ بدل دیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس کا بھائی اب خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا ہے، مگر اندر ہی اندر وہ کتنا ٹوٹ چکا تھا۔ زارا کی سوچوں میں یہ سوال گھوم رہا تھا، کیا وہ کبھی واپس اپنے پرانے شاہمیر کو پا سکے گی؟

☆☆☆✦☆☆☆

آفس کا ماحول ہمیشہ کی طرح سنجیدہ اور خاموش تھا۔ دوپہر کا وقت تھا آفس کی عمارت کے باہر ہوائیں ہلکی چل رہی تھی۔ ہر کوئی اپنے کام میں مصروف تھا، جیسے زاویار کی موجودگی میں بات چیت کرنے کی ہمت کسی کو نہ ہو۔ یہ ایک غیر اعلانیہ اصول تھا کہ زاویار سلطان کے آفس میں صرف کام کی بات ہوتی تھی، باقی سب غیر ضروری تھا۔

زاویار نے ابھی ابھی ایک طویل میٹنگ ختم کی تھی۔ میٹنگ روم سے نکلتے ہوئے اس کے چہرے پر تھکن کے آثار نمایاں تھے، مگر اس کی چال میں وہی وقار اور اعتماد تھا جو ہمیشہ رہتا تھا۔ جب وہ اپنے آفس کے دروازے تک پہنچا اور اسے کھولا، تو ایک لمحے کے لیے ٹھہر گیا۔

سامنے کھڑی لڑکی نے اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کرلی۔ ہلکے مہرون رنگ کے جوڑے میں ملبوس وہ کھڑکی کے قریب کھڑی تھی۔ روشنی کی

ہلکی کرنیں اس کے گرد ہالہ بنا رہی تھیں، اور اس کے کندھے تک آتے بال بے حد سلیقے سے کٹے ہوئے تھے۔ وہ کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی، جیسے کسی گہری سوچ میں گم ہو۔

مگر زاویار کا انداز ہمیشہ کی طرح بے حد پرسکون اور غیر جذباتی تھا۔ اس نے زیادہ کچھ کہے بغیر قدم آگے بڑھائے اور اپنی کرسی کے قریب جا کر رک گیا۔ مگر لڑکی نے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا۔

زاویار نے کرسی کے پاس کھڑے ہو کر آہستگی سے کہا۔

"میرے آفس روم میں اس طرح میرے پوچھے بغیر آنا، الاؤ نہیں ہے، ماہا۔"

ماہا نے پلٹ کر دیکھا۔اس کی آنکھیں سوجھی ہوئی تھیں، جیسے پوری رات سوئی نہیں تھی یا پھر روتی رہی ہو۔وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی زاویار کے قریب آئی، مگر کچھ نہیں بولی۔

زاویار نے اسے غور سے دیکھا، وہ اس کے سامنے ہی کھڑی تھی۔

"خیر، بولو؟ کیا بات ہے؟ کیوں آئی ہو؟"

وہ لاپروائی سے بولتا ہوا اپنی چیئر پر بیٹھ گیا۔

ماہا خاموشی سے کھڑی رہی،اس کے چہرے پر ایک عجیب سی بے بسی تھی۔ زاویار نے اسے ایک نظر دیکھا، جو بدستور خاموش کھڑی تھی۔

"بیٹھو۔"

سامنے والی سیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

ماہا دھیرے سے آ کر بیٹھ گئی۔ زاویار کی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں۔ کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔ اس کا یوں اچانک آنا، بغیر اطلاع دیے۔ وہ کیوں آئی تھی؟

"بولو، کیا بات ہے؟"

زاویار نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا، اس کے لہجے میں کوئی نرمی یا ہمدردی نہیں تھی۔

ماہا نے ہچکچاتے ہوئے نظریں اٹھائیں اور آہستہ سے بولی،

"مجھے کل زارا نے بتایا... کہ آپ کی شادی ہونے والی ہے؟ پتہ نہیں کسی حالہ نام کی لڑکی سے؟"

اس کی آواز لڑکھڑا رہی تھی، اور آنکھیں بھر آئیں۔ زاویار نے ایک لمحے کے لیے اسے خاموشی سے دیکھا، جیسے اس کے الفاظ کو جانچ رہا ہو۔ پھر اس نے چہرے پر سنجیدگی برقرار رکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں، ہاں... شادی کی شاپنگ بھی کر لی ہے، کپڑے بھی لے لیے ہیں، دو چار دن بعد میری شادی ہے... تم آؤ گی نا؟"

اس کے الفاظ میں ایک عجیب سی طنزیہ سنجیدگی تھی۔ ماہا اسے بے یقینی سے دیکھتی رہی، مگر کچھ بول نہ سکی۔

"میری شادی ہونے والی ہے؟ واقعی؟" زاویار ہلکا سا ہنسا، مگر اس ہنسی میں ایک تلخی چھپی ہوئی تھی "میری کسی سے شادی نہیں ہونے والی... اور اس لڑکی سے تو بالکل بھی نہیں ہو سکتی۔"

ماہانے حیرانی سے زاویار کی طرف دیکھا۔ "توزارا نے مجھے کیوں بتایا کہ آپ کی شادی ہونے والی ہے؟"

"شادی تب ہوگی، جب میں ہاں کروں گا..." زاویار نے سرد مہری سے کہا۔

"کیا آپ ہاں نہیں کریں گے؟"

زاویار نے خاموشی اختیار کی، پھر نظر جھکاتے ہوئے کہا "اور اگر کر دوں؟"

یہ سن کر ماہا لرز گئی "تو میں مر جاؤں گی!" اس کی آواز کانپ رہی تھی، آنکھیں اشکبار تھیں۔

"یہ صرف باتیں ہیں... کوئی کسی کے لیے نہیں مر سکتا۔"

ماہانے گہری سانس لی "انسان دل سے مر جاتا ہے..."

"موو آن کر لیتا ہے" وہ بے دردی سے بولا۔

ماہا نے سر جھکا لیا" کبھی کبھی نہیں ہو پاتا... آپ کو کبھی کسی سے محبت نہیں ہوئی نا، آپ کو کیا پتا محبت کیسی ہوتی ہے؟"ایک آنسو اس کے گال پر گر گیا۔

زاویار یہ سب دیکھ رہا تھا۔اس کے چہرے کی سختی میں ہلکی سی نرمی آئی

"ہاں، مجھے کبھی محبت نہیں ہوئی، اور شاید کبھی ہو گی بھی نہیں۔"

زاویار نے گہری سانس لی، اور ایک لمحے کو خاموش ہوا، جیسے الفاظ چن رہا ہو۔"محبت میں میرا کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔اور جہاں تک بات شادی کی ہے، تو یہ بات تم اچھی طرح سمجھ لو..."وہ رک کر ماہا کی طرف دیکھا، پھر آہستہ مگر مضبوط لہجے میں کہا،"میری اس لڑکی سے شادی نہیں ہو رہی اور

نہ ہی ہو سکتی ہے۔ میری مرضی کے بغیر کوئی فیصلہ کبھی نہیں ہوا، اور نہ ہو گا۔"

اُس نے کرسی کی پشت سے ٹیک ہٹائی اور سیدھا بیٹھتے ہوئے کہا، "وہ لڑکی... وہ میری کچھ بھی نہیں لگتی۔" اس کے چہرے پر واضح نفرت ابھر آئی تھی۔ "بدتمیز، بدلحاظ، اور ناسمجھ لڑکی ہے۔ میرے آفس میں کام کرتی تھی، لیکن چند دن پہلے ہی میں نے اُسے نکال دیا۔ اور جس طرح کی میں لڑکی چاہتا ہوں اپنے لیے، جس طرح کی لڑکی مجھے پسند ہے وہ ویسی بالکل بھی نہیں ہے۔ شاید میں نے اپنی زندگی میں کسی انسان سے اتنی نفرت کبھی نہیں کی ہو گی جتنی اُس سے ہے۔"

زاویار ایک لمحے کے لیے خاموش ہوا، پھر نرم مگر سنجیدہ لہجے میں بولا، "مجھے ہمیشہ سے ایک ایسی لڑکی پسند ہے جو بالکل میرے جیسی ہو۔ جو

میچیور ہو، سمجھدار ہو، شعور رکھتی ہو، عزت کرنا جانتی ہو۔ جو میری عزت کرے، میرے گھر والوں کی عزت کرے، میرے بہن بھائی کی عزت کرے۔" وہ چند لمحے کے لیے ٹھہرا، "حالہ جیسی لڑکی؟" اُس نے ذرا سا تلخی سے ہنستے ہوئے کہا" نہ کبھی تصور کیا ہے، نہ کروں گا۔ تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ میں اُس لڑکی سے شادی کر سکتا ہوں؟ وہ تو میرے معیار کے قریب بھی نہیں آتی، ماہا۔"

زاویار نے اپنی بات کو مزید مؤثر بنانے کے لیے ایک توقف لیا، اور پھر مضبوط لہجے میں بولا، "یہ میرا آخری بار ہے کہ میں تمہیں تفصیل سے سب کچھ بتا رہا ہوں۔" اُس کی نظریں ماہا پر جمی ہوئی تھیں "اس کے بعد اس موضوع پر مجھ سے بات مت کرنا۔ حالہ سے متعلق کوئی بھی بات، کوئی بھی ٹاپک میرے سامنے مت لانا۔ اگر لاؤ گی، تو میں جواب نہیں دوں

گا۔ کیونکہ میں بات ایک بار کرتا ہوں، اور وہی میری آخری بات ہوتی ہے۔"

زاویار نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی، جیسے اپنی بات ختم کر چکا ہو۔ مگر پھر اس نے ہلکی سی تلخی سے کہا "اور ہاں، جو کچھ زارا نے تمہیں بتایا ہے، وہ سب فضول ہے۔ میری شادی تب تک نہیں ہو گی جب تک میں خود نہ چاہوں، جب تک میں اپنی مرضی سے ہاں نہ کہوں۔" اس نے ماہا کو گہری نظروں سے دیکھا اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا، "یہ میرا فیصلہ ہے، اور میرا فیصلہ آخری ہوتا ہے۔"

ماہا کے دل میں سکون کی لہر دوڑ گئی، اور اس کی آنکھوں میں اطمینان کی جھلک تھی۔ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے کہا، "ٹھیک ہے، میں سمجھ گئی... لیکن اگر آپ اُس لڑکی سے شادی نہیں کرنا چاہتے تو میرے

ساتھ کر لیں، میں آپ کو پسند کرتی ہوں۔ کیا میں ویسی لڑکی نہیں ہوں، جیسی آپ چاہتے ہیں؟"

زاویار نے ایک لمحے کے لیے خاموشی اختیار کی۔ اس کی نظریں ماہا کے چہرے پر ٹکی تھیں، جیسے وہ اس کے الفاظ کو تول رہا ہو۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر جواب دیا، "تم ویسی ہو... شاید کچھ حد تک، لیکن ہو، جیسی مجھے پسند ہے، اس طرح کی ہو۔ اگر مجھے کبھی شادی کرنی پڑی، تو شاید میں تمہیں ہی اپنا ہمسفر بنالوں۔"

ماہا کی آنکھوں میں خوشی کی چمک اور گہری ہو گئی۔ وہ پوری توجہ سے زاویار کی بات سن رہی تھی

"لیکن ابھی نہیں... میں ابھی کسی سے بھی شادی کے موڈ میں نہیں ہوں۔ باہر جا کر سیٹل ہونا ہے۔ اُس کے بعد ہی کوئی فیصلہ لے سکوں گا۔

لیکن... "زاویار نے کچھ توقف کیا، اور پھر نرمی سے کہا، "میں تم سے کوئی

وعدہ نہیں کر رہا۔"

ماہا کے چہرے پر پل بھر کے لیے حیرت ابھری۔ اس نے آہستگی سے پوچھا،

"کیوں؟"

زاویار نے گہری نظروں سے اُسے دیکھا اور صاف انداز میں بولا "کیونکہ

مجھے تم سے محبت نہیں ہے"

ماہا کی مسکراہٹ دھیمی پڑ گئی "تم مجھے پسند کرتی ہو، اور میں تمہاری فیلنگز کا

احترام کرتا ہوں۔ اسی لیے میں نے کہا کہ شاید تمہیں اپنے لیے لائف

پارٹنر کے طور پر چن سکتا ہوں۔ لیکن یہ فیصلہ بھی ابھی کا نہیں ہے۔"

ماہا نے زاویار کو دیکھتے ہوئے آہستگی سے مسکرا کر کہا، "آپ کو مجھ سے محبت

کیوں نہیں ہوئی؟"

زاویار نے ایک پل کے لیے نظریں جھکائیں، جیسے اُس سوال کا جواب دینے کے لیے الفاظ ڈھونڈ رہا ہو۔ پھر اُس نے سر اٹھایا اور گہری آواز میں بولا، "یہ بات میں نے تمہیں پہلے بھی کہی تھی، ماہا... کہ مجھے محبت اتنی آسانی سے نہیں ہوتی۔ کوئی میرا دل اتنی آسانی سے نہیں جیت سکتا۔"

اُس کی آواز میں سنجیدگی اور سچائی تھی۔ "تم مجھے اچھی لگی ہو، کیونکہ تمہارے اندر تھوڑی بہت وہ چیزیں ہیں، جو مجھے پسند ہیں اور جس طرح کی میں لڑکی چاہتا ہوں۔ لیکن محبت؟ عشق؟ یہ سب میرے بس کی بات نہیں ہیں۔ نہ ہی یہ کبھی ہوا ہے، اور نہ ہی ہو گا۔"

ماہا نے ایک نظر اُس کے چہرے پر ڈالی۔ زاویار کا لہجہ مضبوط تھا، مگر اس کے الفاظ نے ماہا کو مزید سوالات میں ڈال دیا۔ اس کی مسکراہٹ تھوڑی سی دھندلی ہو گئی، مگر دل میں اب بھی ایک چھوٹی سی امید باقی تھی۔

زاویار کی نظریں اپنے لیپ ٹاپ پر تھیں جب ماہا کی آواز دوبارہ سنائی دی، دھیمی اور الجھی ہوئی، لیکن دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی۔

"اور اگر میرا آپ سے نکاح ہو گیا تو اس کے بعد؟ اس کے بعد بھی آپ کو مجھ سے محبت نہیں ہو گی کبھی؟"

زاویار نے لیپ ٹاپ سے نظریں اٹھائیں، اس کی آنکھوں میں ٹھہراؤ تھا، مگر لہجے میں ہلکی سی نرمی جھلک رہی تھی۔

"اس کا میں نہیں جانتا... شاید ہو بھی سکتی ہے۔ نکاح ایک ایسا رشتہ ہوتا ہے جو خود محبت پیدا کر دیتا ہے۔ جب آپ کو کسی کے ساتھ اپنی زندگی گزارنی پڑے، اُس کے ساتھ ہر وقت رہنا پڑے، اُس کے ساتھ اچھے اور برے وقت دیکھنے پڑیں... تو محبت ہو ہی جاتی ہے۔"

ماہانے آنکھوں میں چمک کے ساتھ پوچھا، "پھر آپ میرے ساتھ شادی کریں گے؟"

"میں تم سے کوئی وعدہ نہیں کروں گا، ماہا۔ میں نے یہ پہلے بھی کہا ہے اور اب بھی کہہ رہا ہوں۔ اگر کبھی تمہارے اور میرے والدین اس بارے میں بات کرتے ہیں، اور میرے والدین تمہارا نام میرے سامنے لائیں، تو میں انکار نہیں کروں گا۔ یعنی یہ کہ، شاید تمہیں چن لوں۔ لیکن ابھی میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ یہ سب نصیب کی بات ہے، ماہا۔ یہ کب، کہاں، اور کس کے ساتھ جڑتا ہے، اس کا علم ہمیں نہیں ہوتا۔ اگر میرا نصیب تمہارے ساتھ ہوا تو تم مجھے ملو گی، اور اگر نہیں ہوا، تو ہم ایک دوسرے کے نصیب میں نہیں ہوں گے۔"

زاویار کی باتیں سن کر ماہا نے ایک گہری سانس لی۔ اس کی آنکھوں میں ہلکی نمی تھی، لیکن دل میں جیسے سکون سا اتر آیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی محبت یکطرفہ تھی، لیکن زاویار کی باتوں نے اس کے دل میں ایک امید کا دیا روشن کر دیا تھا۔

زاویار نے واپس لیپ ٹاپ کی جانب دیکھا اور بولا، "اب مجھے تھوڑا کام کرنا ہے، تم جا سکتی ہو۔"

ماہا نے زاویار کو ایک لمحے کے لیے دیکھا، پھر آہستہ سے کھڑی ہوئی۔ اس کے ہونٹوں پر ہلکی مسکراہٹ تھی، جیسے اس نے اپنے دل کو سمجھا لیا ہو۔ دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے، اس نے پیچھے مڑ کر زاویار کو دیکھا، جو دوبارہ اپنے کام میں مصروف تھا۔

ماہانے دروازہ کھولا، چند لمحے رکی، پھر دروازہ بند کر کے باہر نکل گئی۔ زاویار کے کمرے میں پھر خاموشی چھا گئی۔

☆☆☆✦☆☆☆

حالہ تب ہی زاویار کے آفس پہنچی تھی، جیسے وہ اپنی زندگی کا ایک اہم فیصلہ کرنے جا رہی ہو۔ تیز قدموں سے چلتی وہ قریب آئی، شیشوں کا دروازہ خود بخود کھلا، اور وہ اندر داخل ہوئی۔ اس کی تیز رفتار میں ایک عزم تھا، جیسے وہ ہر چیز کو پیچھے چھوڑ دینا چاہتی ہو۔

اس نے سیاہ شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی، جو اس کے غصے کی شدت کو اور بڑھا رہی تھی۔ لال دوپٹہ اس کی گردن کے گرد مضبوطی سے لپٹا ہوا تھا،

جبکہ اس کے بال جوڑے میں بندھے ہوئے تھے، چہرے پر میک اپ نہیں تھا، وہ اپنی سادگی میں بھی دلکش نظر آرہی تھی

وہ بس تیزی سے چل رہی تھی کہ سامنے سے ماہا بھی ارہی تھی ماہا کے لبوں پر مسکراہٹ تھی، لیکن حالہ کے چہرے پر بے حد غصہ تھا۔ وہ اتنی تیزی سے چل رہی تھی کہ ماہا کو دیکھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ اسی لمحے، دونوں کی ایک دوسرے سے زور سے ٹکر ہوئی۔

حالہ نے ماہا کو غصے سے دیکھا، جیسے اس کی دنیا ہی الٹ گئی ہو۔ "دیکھ کر نہیں چل سکتی؟ آنکھیں کھول کر چلو!" وہ غصے سے بولی، اپنی راہ لیتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔

ماہا کچھ بول بھی نہ سکی، اس کی آنکھوں میں حیرت اور غصے کی جھلک تھی۔

"کیا عجیب لڑکی تھی؟ خود ہی صحیح سے چل نہیں رہی تھی اور مجھے کہہ رہی ہے۔"

وہ دونوں ہی ایک دوسرے کو نہیں جانتے تھے۔

☆☆☆✦☆☆☆

حالہ کے قدموں میں بے چینی اور غصے کی شدت تھی۔ اس کی نظریں دروازے پر تھیں، جو زاویار کے کیبن کا تھا۔ وہ تیزی سے چلتے ہوئے اپنے دوپٹے کو سنبھال رہی تھی۔ زاویار کی سیکریٹری نے اسے دیکھ کر کچھ کہنے کی کوشش کی، مگر حالہ نے ایک لمحے کے لیے بھی اس کی طرف نہ دیکھا۔

حالہ نے دروازہ زور سے کھولا، جیسے اپنے غصے کو باہر نکالنے کا ذریعہ بنایا ہو۔ دروازہ دیوار سے ٹکرایا، اور ایک گونج پورے کمرے میں پھیل گئی۔ زاویار نے لیپ ٹاپ پر کام کرتے ہوئے سر اٹھایا، اس کے چہرے پر نہ حیرت تھی نہ پریشانی۔ وہ آرام سے بیٹھا رہا، جیسے جانتا ہو کہ حالہ آئے گی۔

حالہ نے قدم بڑھاتے ہوئے ڈیسک کے سامنے آکر دونوں ہاتھ میز پر رکھ کر جھک گئی، جیسے اپنے غصے کو قابو کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ زاویار نے لیپ ٹاپ کی اسکرین بند کی اور سکون سے حالہ کو دیکھا، پھر ہلکی سی طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ بولا، "آؤ، حالہ... مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔"

زاویار کے الفاظ میں سکون اور طنز نے حالہ کے چہرے پر غصے کی شدت کو مزید واضح کر دیا۔ وہ بے فکری سے بیٹھا، حالہ کے اگلے الفاظ کا انتظار کر رہا تھا۔

"مجھے تم سے یہاں فضول باتیں نہیں کرنی... صاف بات کرنے آئی ہوں اور کر کے چلی جاؤں گی۔ تمہاری ماں نے میرے گھر تمہارا رشتہ کیوں بھیجا؟" حالہ نے میز پر جھک کر کہا، اس کی آنکھوں میں چمکتی آگ یہ بتا رہی تھی کہ وہ کوئی وضاحت یا بہانے سننے کے موڈ میں نہیں تھی۔

زاویار کا چہرہ مکمل سکون سے بھرا ہوا تھا، جیسے یہ سوال اس کے لیے کوئی حیرت کی بات نہ ہو۔ اپنے مخصوص طنزیہ انداز میں بولا، "بدقسمتی سے میری ماں کو تم پسند آگئی تھی... اصل میں ابھی تمہارا اصلی روپ کوئی جانتا نہیں ہے نا۔"

حالہ نے یہ سن کر زور سے مٹھیاں بند کیں، اس کی انگلیاں کانپ رہی تھیں، لیکن وہ اپنے غصے کو قابو میں رکھنے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔ وہ

جانتی تھی کہ زاویار کے ساتھ بحث کرنا بے کار ہے، کیونکہ اس آدمی کے ہر لفظ میں ایسا وار ہوتا تھا جو سیدھا دل پر لگتا تھا۔

"تم نے منع کیوں نہیں کیا انہیں؟ کیوں آنے دیا؟ آخر تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے گھر رشتہ بھیجنے کی؟" حالہ نے غصے سے سوال کیا۔

زاویار نے لمحہ بھر اس کی آنکھوں میں دیکھا، اس کا چہرہ پتھر کی طرح سپاٹ تھا۔ وہ بڑے اطمینان سے بولا، "حالہ، نہ ہی تم اتنی اچھی ہو کہ میں تمہارے گھر رشتہ بھیجوں وہ بھی اپنے لیے، اور نہ ہی تم میرے معیار کی ہو کہ میں تمہارے گھر رشتہ بھیجوں... سو تمہیں خود سوچ لینا چاہیے کہ تمہارے گھر رشتہ مجھ سے پوچھ کر نہیں بھیجا گیا۔"

"تو تم کہاں سوئے ہوئے تھے جب یہ سب ہوا؟" حالہ کی آواز کمرے میں گونج رہی تھی، غصے سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا

زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی، مگر کوئی جواب نہ دیا۔ اس کا رویہ ایسا تھا جیسے یہ سوال بے معنی ہو، یا شاید وہ جان بوجھ کر خاموشی اختیار کیے ہوئے تھا۔

"مجھے نہیں پتہ... یہ جو بھی کیچڑ گھولا ہے، اسے ابھی اور اسی وقت ختم کرو۔ اپنے ماں باپ کو کہو کہ یہ رشتے کی بات ختم کریں!"

"تو جاؤ اپنے ماں باپ کو کہو، انہیں مناؤ۔ ادھر میرے آفس آ کر مجھے کیا سنا رہی ہو؟"

زاویار کے لہجے میں سکون تھا، جو حالہ کے غصے کو اور بھڑکا رہا تھا۔ حالہ کو ایسا لگا کہ وہ دیوار سے بات کر رہی ہو۔ غصے میں اس نے زاویار کے ڈیسک پر پڑی فائلز کو اٹھایا اور پوری قوت سے ہوا میں اچھال دیا۔ کاغذات کمرے میں اڑنے لگے، جیسے اس کے اندر کا طوفان ظاہر کر رہے ہوں۔ مگر زاویار

پھر بھی پر سکون رہا، نہ کوئی غصہ، نہ حیرت۔ اس کا رویہ حالہ کے لیے مزید اشتعال انگیز بن گیا۔ "دیکھو زاویار، میری بات کان کھول کر سنو" حالہ نے میز پر دونوں ہاتھ رکھے اور جھک کر چیختے ہوئے کہا، "کچھ بھی کرو، اس رشتے سے انکار کرو! میں تم جیسے فضول انسان سے شادی نہیں کر سکتی۔ تم جیسے گھٹیا انسان کے ساتھ زندگی گزارنے کا سوچ بھی نہیں سکتی!"

زاویار کی ہلکی مسکراہٹ نے حالہ کے غصے کو مزید بھڑکا دیا، جیسے اس کا سکون حالہ کے اضطراب کا مذاق اڑا رہا ہو۔ وہ اپنی کرسی سے اٹھا، ایک خاص ٹھہراؤ کے ساتھ، جیسے ہر حرکت سوچ سمجھ کر کی گئی ہو۔ آہستہ آہستہ میز کے قریب آیا اور دونوں ہاتھ مضبوطی سے ٹیبل پر رکھ دیے۔

اس کے ہاتھوں کی رگیں واضح تھیں، جیسے کسی دباؤ میں ہوں، مگر چہرے پر سکون برقرار تھا۔ سفید شرٹ کی آستینیں کہنیوں تک فولڈ کی ہوئی تھیں،

جس سے اس کی کلائیوں کی مضبوطی اور اعتماد نمایاں ہو رہا تھا۔ وہ میز پر جھک کر حالہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے لگا۔ حالہ اس کے سامنے کھڑی تھی، لیکن اس کے اندر ایک طوفان برپا تھا۔ وہ غصے سے لبریز آنکھوں کے ساتھ زاویار کو گھور رہی تھی، مگر زاویار کی پرسکون نظریں اس کے غصے کو نظرانداز کر رہی تھیں۔ دونوں کے درمیان صرف چند قدموں کا فاصلہ تھا، مگر دنیا بالکل الگ دکھائی دے رہی تھی—ایک اضطراب میں، دوسرا سکون میں۔ "اب تو میں انکار نہیں کروں گا، جاؤ جو کرتی ہو کرلو۔" زاویار نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا، حالہ کا غصہ بے یقینی میں بدل گیا۔

"کیا مطلب؟ تم بھی خوش نہیں ہو اس رشتے سے، تم بھی نہیں کرنا چاہتے تو یہ کیوں کہہ رہے ہو؟" حالہ کی آواز اونچی ہو گئی، اس کی آنکھوں میں الجھن تھی۔

زاویار نے گہری سانس لی، "تم یہی چاہتی ہو نا کہ میں انکار کر دوں؟ انکار تو میں نے کر دیا تھا، مگر میری ایک بار انکار کرنے سے کون سنے گا؟" اس نے رکے بغیر کہا، "ضد تو سب کریں گے کہ کرو شادی، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ..."

زاویار نے ہلکا سا توقف کیا، "اب تم نے میرے آفس آکر کہا ہے کہ رشتے سے انکار کرو، اور تمہاری میں کیوں سنوں؟ اس لیے میں تو انکار نہیں کر رہا... جاؤ خود کرو انکار، خود لڑو، مگر اب میں انکار نہیں کرنے والا۔"

حالہ کا دل رک گیا، زاویار کے الفاظ سیدھے اس کے وجود پر وار کر رہے تھے۔ وہ اتنا بے نیاز کیسے ہو سکتا تھا؟ زاویار کا لہجہ سرد تھا، لیکن اس کی باتوں میں شدت تھی۔ وہ جانتا تھا کہ یہ حالہ کو مزید پریشان کرے گا، اور یہی وہ چاہتا تھا۔ شادی تو وہ حالہ سے مر کر بھی نہیں کرے گا، چاہے کچھ بھی ہو جائے۔

حالہ بے یقینی کے عالم میں کھڑی رہی، زاویار کا سکون اور کڑواہٹ بھرا انداز اسے مفلوج کر رہا تھا۔ وہ تیز قدموں سے زاویار کے قریب گئی اور ڈیسک کے دوسری طرف جا کر رکی۔

"میرا... میرا بوائے فرینڈ ہے، اوکے؟ اور بہت جلد وہ مجھ سے شادی کرنے والا ہے! میں شادی کر لوں گی، سمجھے؟ سو... اوکے زاویار سلطان تم نہ کرو انکار، ویسے بھی میرا بوائے فرینڈ سب سنبھال لے گا! میں نے اسے

سب بتادیا ہے، اور وہ آکر مجھ سے شادی کرلے گا" اس کے لہجے میں غصہ اور انا کی شدت تھی۔

زاویار نے یہ سب سن کر اپنی جگہ پر سکون کھڑا رہا، چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ تھی۔ "تو مجھے کیوں بتا رہی ہو؟" اس نے سرد لہجے میں کہا، "جاؤ، شادی کرو جس سے کرنی ہے۔ تمہارا ابوائے فرینڈ ہو یا جو بھی ہو، مجھے اس سے کیا؟ آخر تم جیسی لڑکیاں یہی تو کرتی ہیں... بھاگ کر شادی۔"

حالہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا، لیکن زاویار نے اپنی بات جاری رکھی، "اور آخر میں تم نے یہی کرنا تھا، نہیں؟" اس کے الفاظ میں زہر بھری تلخی تھی۔ حالہ کی سانسیں تیز ہو گئیں، مگر وہ کچھ بول نہ سکی، جیسے زاویار کی باتوں نے اس کے دل کو کاٹ ڈالا ہو۔

"اپنی بکواس بند رکھو! یہ میں اپنی مجبوری کے تحت کر رہی ہوں۔ مجھے تم سے شادی نہیں کرنی، کبھی بھی نہیں! تم جیسے شخص کے بارے میں سوچنا بھی گوارا نہیں۔ تم نہ مجھے پسند ہو، نہ میں تمہیں برداشت کر سکتی، بلکہ مجھے تم سے سخت نفرت ہے! اور اب تم یہاں کھڑے ہو کر یہ ڈرامہ کر رہے ہو کہ انکار نہیں کرو گے؟ کیا تمہیں لگتا ہے کہ تمہاری یہ باتیں میرے لیے کوئی معنی رکھتی ہیں؟ میرے پاس اور کوئی آپشن نہیں بچا!"

"ہاں، میں تو نہیں کر رہا انکار۔ جاؤ، جو کرنا ہے کر لو۔" زاویار نے سرد لہجے میں کہا، "تم جیسی لڑکیاں، جنہیں نہ خود کی عزت کا خیال ہوتا ہے، نہ اپنے ماں باپ کی، مجھ جیسے آدمی کو ڈیزرو کرتی بھی نہیں ہیں۔ تم جیسے بدکردار لڑکیاں آخر میں جا کر بھاگ کر شادی کرتی ہیں، اور پھر ان کے نصیب میں پچھتاوا ہی رہتا ہے۔ تمہیں لگتا ہے کہ تم زاویار سلطان کے لیے بنی ہو؟

نہیں، حالہ! ایسی لڑکیاں میرے لیے نہیں بنیں، تم میری دنیا کا حصہ بننے کے قابل ہی نہیں ہو۔"

"اپنی بکواس بند رکھو!" حالہ کا لہجہ غصے اور لرزتے ہوئے جذبات سے بھرا ہوا تھا۔ "میں بدکردار نہیں ہوں، سمجھے؟ تمہاری بہن ہوگی بدکردار!" اس کی آواز میں ایسا کرب تھا جیسے زاویار کے الفاظ نے اس کی روح کو زخمی کر دیا ہو۔

وہ ایک قدم آگے بڑھی، آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے مگر اس کی نظر میں ہار کا شائبہ تک نہ تھا۔ "اور اللہ کرے کہ جس طرح کے الفاظ تم یہاں کھڑے ہو کر میرے سامنے میرے بارے میں کہہ رہے ہو نا، اللہ کرے کہ تمہاری بہن کو کوئی ایسے ہی الفاظ کہے۔"

حالہ کا لہجہ اب تلخی اور دکھ سے بھر چکا تھا۔ "اللہ کرے کہ وہ بھی بدکردار بنے، تاکہ تمہیں پتا چلے کہ دوسرے کے کردار پر انگلی اٹھانا کیا ہوتا ہے! جس طرح تم نے میرے کردار پر بات کی ہے، جب تمہارے اپنے گھر کی عورتوں پر کوئی کہے گا، تب سمجھ آجائے گی۔"

وہ گہرے سانس لینے لگی، جیسے اپنی تکلیف کو دبانے کی کوشش کر رہی ہو۔ "دوسروں کی بیٹیوں کو برا کہو گے تو یاد رکھو، زاویار سلطان، اپنی بہنوں پر بھی وہی بات ضرور لوٹ کر آئے گی۔"

اور بات زاویار سلطان کی بہن کی تھی! وہ کیسے برداشت کر سکتا تھا؟

حالہ کے الفاظ جیسے زاویار کے کانوں میں نہیں، دل میں زہر بن کر اترے تھے۔ اس کے چہرے کے تاثرات پل بھر میں بدل گئے۔ اس کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئیں، جیسے وہ ابھی پھٹ پڑے گا۔ وہ خاموش کھڑا تھا،

لیکن اس کے ہاتھ کی مٹھیاں سختی سے بند تھیں، جیسے اپنے غصے کو بمشکل قابو کر رہا ہو۔

اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ حالہ کو زمین میں گاڑ دے!

وہ ایک قدم حالہ کی طرف بڑھا، آنکھوں میں غصے کی چمک اور جبڑے سخت۔ "میری بہن کے بارے میں زبان کھولنے کی ہمت کیسے ہوئی تمہاری؟" اس کی آواز میں ایسی تلخی تھی جیسے ہر لفظ کسی زخم پر نمک چھڑک رہا ہو۔

حالہ بے خوف کھڑی تھی، اس کے الفاظ جیسے زاویار کے غصے کو ہوا دے رہے تھے، لیکن وہ پیچھے ہٹنے والی نہیں تھی۔

"تم جو کہہ لو میری بہن کے بارے میں... لیکن تم جیسی بے غیرت وہ نہیں ہے۔ اسے اپنے ماں باپ، بہن بھائی کی عزت کا بہت خیال ہے۔ تم

جیسی بد چلن نہیں ہے جو آج نہیں تو کل ماں باپ کا منہ کالا کر کے بھاگ جائے گی، اور..."

زاویار کی آواز میں اتنی شدت تھی کہ ہر لفظ ایک تلوار کی طرح تیز محسوس ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک قسم کی آگ لہرائی تھی، جو حالہ کے دل میں خوف پیدا کر رہی تھی۔

وہ رکا، اپنی جگہ پر جیسے کسی طوفان کے انتظار میں کھڑا ہو، اور پھر حالہ کے بالکل قریب آگیا، بالکل اس کے سامنے۔ اس کی سانسیں تیز ہو گئیں، جیسے وہ ایک لمحے کے لیے اس کے غصے کی شدت کو محسوس کر رہی ہو۔ زاویار کا چہرہ غصے سے بھرپور تھا، اور حالہ نے خوف کے مارے ایک دفعہ پھر تھوک نگل لیا۔

"اور اگر... اگر اب میری بہن کے بارے میں بکواس کی... خدا کی قسم، مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا!" زاویار کی باتوں میں ایک واضح دھمکی تھی

"میں تو کروں گی اس کے بارے میں بکواس... وہ بیکار، فضول لڑکی ہے جسے کوئی پسند نہیں کرتا، جو کمزور ہے۔ اور اللہ اس کے نصیب بھی خراب کرے، اللہ کرے کہ وہ روئے، پوری زندگی روئے! اسے جس سے محبت ہو، اسے وہ نہ ملے..."

وہ واقعی بہت ہرٹ ہوئی تھی۔ اس نے خود کو ہمیشہ صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن زاویار کی باتیں اس کے دل کو چیر رہی تھیں۔ وہ جانتی تھی کہ وہ بدکردار لڑکی نہیں ہے، لیکن آج جب زاویار اسے ایسے الزامات لگا رہا تھا، تو اس کی خوداعتمادی کو چوٹ پہنچی تھی۔

وہ کیسے برداشت کر سکتی تھی کہ کوئی اس کی شخصیت کو اس طرح سے توڑ دے؟ اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کی چمک تھی۔

"تمہاری بہن پوری زندگی روئے گی، زاویار سلطان... تم نے آج یہ سب باتیں کہہ کر میرا دل دکھایا ہے۔ تم کیا جانو میرے پہ کیا گزر رہی ہے؟" حالہ کی آواز میں بے بسی اور درد کی جھلک تھی، جیسے وہ اپنی ساری کہانی ایک ہی سانس میں بیان کرنا چاہتی ہو۔ "جو لڑکی کسی اور شخص سے محبت کرتی ہے، وہ کیسے ایسے مرد سے شادی کرے جس سے وہ نفرت کرتی ہے؟ تمہیں تو کبھی کسی سے محبت نہیں ہوئی نا؟ تم کیا جانو محبت کیا ہوتی ہے؟"

اس کی باتوں میں ایک تلخی تھی، جو اس کے دل کی گہرائیوں سے نکل رہی تھی۔ "تم تو ایک بار اپنے ماں باپ کو منع کرو گے، وہ مان جائیں گے، نہیں کریں گے تمہاری شادی۔ مگر میں؟ میرے ماں باپ نہیں مانیں گے، وہ

میری زبردستی کریں گے۔ میرے پہ کیا گزر رہی ہے، میں جانتی ہوں۔ اور میں کس طرح یہ فیصلہ لے رہی ہوں بھاگ کر شادی کا، وہ بھی میں جانتی ہوں۔"

اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں، آنسوؤں سے بھری ہوئی، جو اس کے دل کی کیفیت کو بیان کر رہی تھیں۔ "اور تم میرے مسئلے نہیں جانتے، اور یہاں کھڑے ہو کر مجھے بدچلن، بے غیرت لڑکی کہہ رہے ہو؟ جو اپنے ماں باپ کا منہ کالا کر کے بھاگ جائے گی؟ میرے ماں باپ نے میرے لیے کیا ہی کیا ہے؟ پوری زندگی تو مجھے ایسے رکھا ہے جیسے میں ان کی کچھ لگتی ہی نہیں!۔۔۔"

"تم نے یہاں کھڑے ہو کر جو آج میری بہن کو بد دعائیں دی ہیں نا، حالہ... میں معاف نہیں کروں گا۔" زاویار کی آواز میں شدت اور غصے کا احساس تھا.

"تم میری طرف سے بھاڑ میں جاؤ!!" حالہ نے زور سے کہا، اس کی آواز میں بے حد غصہ اور احتجاج تھا۔ اس لمحے میں اس نے اپنی تمام تکلیف کو ایک ہی جھٹکے میں باہر نکال دیا، جیسے وہ اپنی نفرت کے ہر احساس کو زاویار کے منہ پر مارنا چاہتی ہو۔

زاویار کا غصہ آتش فشاں کی طرح بھڑک اٹھا، اور اس نے جان لیا کہ اب اسے کیا کرنا ہے۔ اس کی آنکھوں میں شعلے بھڑک رہے تھے۔

"میں آج بھی تمہاری بہن کو بددعادوں گی اور کل بھی... کیونکہ آج اس کے بھائی نے میرے کردار کے بارے میں بکواس کی ہے، بغیر میرے حالات جانے!"

زاویار کی آنکھیں غصے سے لال تھیں، مگر وہ خاموش رہا۔ اس نے سوچا کہ اگر کچھ کہا تو یہ اس کے آفس کی بدنامی کا سبب بنے گا۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ زاویار سلطان معاف کرنے والوں میں سے نہیں تھا۔ حالہ کو اس کی ہر بات کا بدلہ چکانا پڑے گا۔

حالہ اسی وقت غصے سے باہر نکل گئی، اس کے قدموں میں اتنی تیزی تھی جیسے وہ اپنی ہر تکلیف، ہر ناانصافی کو پیچھے چھوڑ رہی ہو۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہتے جا رہے تھے، جیسے اس کے دل کا تمام درد باہر آ رہا ہو۔

اس نے پاس پڑا گملا تیزی سے اٹھایا اور اپنی طاقت سے پھینک دیا۔ گملا ہوا میں قوس کی مانند بلند ہوا اور زمین پر گرا، ٹوٹنے کی آواز نے پورے آفس میں سناٹا پیدا کر دیا۔ جیسے ہی گملا گرا، مٹی اور گند ہر طرف بکھر گیا، جیسے اس کی زندگی کا بکھرا ہوا حال۔

سب نے حیرانی سے اسے دیکھا، ان کی آنکھوں میں سوالات اور تشویش کی جھلک تھی۔ اس کی یہ حالت کسی کو بھی حیرت میں ڈال سکتی تھی، اور کوئی بھی اس کی شدت کو نہیں سمجھ پا رہا تھا۔ وہ اب بھی چلتی جا رہی تھی، اس کی تیز رفتار نے اس کے غصے کی شدت کو مزید بڑھا دیا.

☆☆☆✦☆☆☆

باہر شام کا وقت تھا۔ سورج افق پر آخری سنہری کرنیں بکھیر رہا تھا، ہوا میں ہلکی خنکی تھی۔ پرندے اپنے گھونسلوں کو لوٹ رہے تھے، اور دور اذان کی آواز گونج رہی تھی۔

حالہ گھر آئی اور بغیر کسی سے بات کیے کمرے میں چلی گئی۔ دروازہ بند کرتے ہی اسے ایک عجیب خاموشی کا احساس ہوا۔ نیچے زبیدہ خادم کی آنکھیں محبت اور ہمدردی سے بھر آئیں، وہ حالہ کی حالت دیکھ کر مجبور تھیں، جیسے ان کے ہاتھ باندھ دیے گئے ہوں۔

حالہ اوپر کمرے میں گئی اور فوراً اسرا کو کال کی۔ اس کی دل کی دھڑکنیں تیز تھیں، اسے یقین تھا کہ اسرا ہی اس کی مدد کر سکتی ہے۔ تھوڑی دیر بعد اسرا نے کال اٹھائی۔

"بولو حالہ؟" اسرا کی آواز میں فکر تھی۔

"اسرا... مجھے نہیں پتا، تم ابھی اور اسی وقت جاؤ اس کے گھر۔" حالہ نے بے چینی سے کہا۔

"حالہ، سوری، میں نہیں جا سکتی۔"

حالہ کا دل جیسے مٹھی میں آگیا، "اسرا میرے لیے پلیز، میرے لیے کر دو۔"

اسرا نے گہری سانس لی "حالہ، تم عفان کو خود کہہ دو نا۔"

"میں نہیں کہہ سکتی اسرا... اگر کہنا ہوتا تو پہلے ہی کہہ دیتی۔ مجھے ڈر لگتا ہے، اگر وہ میرے منہ پر انکار کرے گا تو اس کے الفاظ پوری زندگی میرے دل میں رہیں گے۔ مگر اگر وہ تمہیں انکار کرے گا تو کچھ وقت کا زخم ہو گا، پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔ پلیز میری کیفیت سمجھو، پلیز بول دو۔" حالہ کی آواز میں امید کی ملی جلی کیفیت تھی۔

"حالہ، تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ زاویار سلطان تمہارے ساتھ شادی نہیں کرے گا۔" اسرا نے تسلی دینے کی کوشش کی۔ "مجھے اس پر یقین نہیں ہے۔" حالہ نے کہا، "میں ابھی اس کے آفس سے آئی ہوں، وہ کہہ رہا تھا کہ انکار نہیں کروں گا... مجھے بس عفان یوسف چاہیے۔ تم پلیز اسے کہو میرے سے شادی کر لے۔"

"حالہ، میں کیسے..." اسرا نے نرمی سے کہا، مگر حالہ کی حالت کو دیکھ کر اس کی ہمت ٹوٹ گئی۔

"پلیز اسرا... میں تمہارے آگے منت کر رہی ہوں، بس جا کر عفان کو کہہ دو کہ میرے سے نکاح کر لے۔ اسے بتاؤ کہ میں کتنی محبت کرتی ہوں اس سے۔"

اسرا نے گہری سانس لی۔ "اچھا ٹھیک ہے، میں کل شام کو جاؤں گی۔"

"پلیز کل چلی جانا، پلیز۔" حالہ نے کہا۔

"حالہ، میں کچھ کرتی ہوں۔ میں سوچ کر بتاؤں گی، وعدہ نہیں کر رہی۔" اسرا نے کہا، مگر حالہ کے چہرے پر اُمید کی چمک آ گئی۔

"اسرا تم میری سب سے اچھی دوست ہو۔ میں تم پر ٹرسٹ کرتی ہوں، اور آج حالہ مسئلے میں ہے۔" حالہ کی آواز میں بے بسی تھی۔

"حالہ، تم میری جان ہو، میں کچھ کرتی ہوں، فکر نہ کرو۔" اسرا نے دل سے کہا، "میں تمہارے لیے جان بھی دے سکتی ہوں، بس خوف تھا کہ کہیں کچھ ہو نہ جائے۔"

"نہیں ہو گی گڑبڑ۔ میں سنبھال لوں گی۔ بس تم بول دو، پلیز۔"

"آخری بار سوچ لو، حالہ... ماں باپ کی عزت؟" اسرا نے تشویش سے کہا۔

حالہ نے ایک گہری سانس لی اور اپنے ارادے کو مضبوط کیا۔ "ہاں، مجھے ماں باپ کی عزت کا خیال ہے، لیکن میں اپنی زندگی کی خوشیوں کو بھی بھول نہیں سکتی۔ خوابوں کو حقیقت میں بدلنے کے لیے کچھ بھی کر سکتی ہوں۔ "

"انہیں میرا خیال ہے؟ تمہیں پتا ہے اسرا؟ جب میں پیدا ہوئی تھی، میرے ددھیال میں سے مجھے کوئی دیکھنے بھی نہیں آیا تھا۔" اس کی آنکھ سے آنسو بہہ نکلا، جیسے درد کی ایک گہری لہر اس کے دل کو چیر رہی ہو۔ "ابو کو اور ان کے خاندان کو بیٹیاں ویسے بھی پسند نہیں تھیں۔ جب میں ہوئی تو ابو نے تب سے ہی پیار نہیں دیا، اور مریم کو بھی نہیں دیا... امی پھر بھی پیار کرتی تھیں، مگر امی کی نظر میں میں کبھی اچھی بیٹی نہیں بنی۔ اس لیے انہوں نے مجھے ہمیشہ ڈانٹا۔ "

اس کی آواز میں ایک ٹوٹے ہوئے خواب کی گونج تھی، جیسے بچپن کی بے بسی نے اس کے دل پر گہرے زخم چھوڑ دیے ہوں۔ "بچپن سے میں ڈراما سا گزار رہی ہوں۔ باپ کا پیار نہیں ملا، ماں کی محبت بھی صحیح نہیں ملی۔ مجھے صرف تم تھیں، صحیح محبت دینے والی، اور مجھے صرف محبت چاہیے۔ مجھے محبت پسند ہے۔ میں اس کی بھوکی ہوں، اسرا... تم میری زندگی کی واحد دوست ہو جو مجھے دنیا سے زیادہ عزیز ہے، اور تمہیں میں نے کھو دیا تو میں مر جاؤں گی۔"

وہ کچھ لمحے خاموش رہی، جیسے اپنے جذبات کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی ہو۔ پھر بولی، "میں صرف ایک بار کسی سے محبت کرنا چاہتی تھی، جس کی محبت میں مجھے اپنا اصل مقام مل سکے۔ اور تم جانتی ہو، عفان میرے لیے

کیا ہے۔ وہ مجھے وہ سب دے سکتا ہے جو میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا۔"

حالہ کی آنکھیں چمک اُٹھیں، "اس کے بغیر میرا جینا مشکل ہے، اسرا۔ اگر تم مجھے اس کی محبت دلانے میں مدد کر دو، تو شاید میں اپنے لیے ایک نئی شروعات کر سکوں گی۔ بس، مجھے یہ ایک موقع دو۔ میں اس محبت کے ذریعے اپنی زندگی کو سنوارنے کی کوشش کروں گی۔ اور اگر کچھ بھی نہ ہوا، تو میں خود کو سنبھالنے کی طاقت رکھتی ہوں۔ لیکن مجھے بس ایک موقع چاہیے۔"

"مجھے تم پر یقین ہے، حالہ۔ میں تمہارے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار ہوں، لیکن کیا تم واقعی اس کے لیے تیار ہو؟"

"میں اس کے لیے ہر حال میں تیار ہوں، اسرا۔ مجھے بس محبت کی ضرورت ہے۔"

"حالہ، میری جان، اتنا ایموشنل کیوں ہو رہی ہو؟ میں تمہارے لیے جان بھی دے سکتی ہوں۔ بولا نا کہ ٹھیک کر دوں گی، تمہارا کام ہو جائے گا۔"

حالہ کی آنکھ سے ایک اور آنسو بہا، جو اس کے دل کی گہرائیوں کی گواہی دے رہا تھا۔ "تھینک یو سو مچ، اسرا۔ تم جیسا کبھی کوئی نہیں ہو سکتا۔ تم میرے لیے سب کچھ ہو، میری واحد دوست، جو میرے دکھ کو سمجھتی ہے۔"

"میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہاری خوشی میری خوشی ہے۔"

حالہ نے گہری سانس لی، جیسے اس کے دل کا بوجھ تھوڑا سا ہلکا ہوا ہو۔

"اب تمہیں مزید رونے کی ضرورت نہیں، میں سب ٹھیک کر دوں گی۔ عفان کو سمجھانا مشکل نہیں ہوگا، بس تم یہ یقین رکھو کہ تمہیں محبت ملے گی۔"

"بس یہی میرا خواب ہے، اسرا۔ میں چاہتی ہوں کہ عفان میری زندگی کا حصہ بن جائے۔ تمہارے بغیر یہ ممکن نہیں تھا۔"

☆☆☆✦☆☆☆

رات ہلکی ہلکی باہر پھیل رہی تھی۔ آسمان پر شام کی مدھم سرخی اب گہری سیاہی میں بدل رہی تھی، اور چاند بادلوں کے پیچھے سے جھانکنے لگا تھا۔ مہرین سلطان صوفے پر بیٹھی تھیں، سامنے ہی فراز سلطان بیٹھے تھے

"مہرین، یہ ضد مت کرو... میرا بیٹا راضی نہیں ہے اور یہ شادی نہیں ہو گی۔"

"میں اُسے مناؤں گی، وہ مان جائے گا۔" نمہرین نے اُمید بھری نگاہوں سے دیکھا۔

فراز نے سخت لہجے میں جواب دیا "وہ اُس لڑکی کو پسند نہیں کرتا اور میں اپنے بیٹے پر زبردستی نہیں کروں گا۔"

"فراز، میرے سے بحث مت کرو! وہ کرے گا شادی، میں اُس سے ایک بار اور بات کروں گی..." مہرین کی آواز میں اصرار تھا۔

"وہ نہیں کرے گا شادی، ماما! وہ حالہ کو پسند نہیں کرتا۔"

شاہمیر نے دور سے آتے ہوئے بولا، اس کے چہرے پر مسکراہٹ نہیں تھی۔ وہ چہرے پر صرف اداسی کی چمک لیے ہوئے تھا۔ "ماما، وہ حالہ کو پسند

نہیں کرتا اور وہ شادی نہیں کرے گا۔ کیا آپ زاویار کو نہیں جانتی؟ وہ آسانی سے ماننے والا نہیں ہے۔ وہ صرف حکم دیتا ہے اور اگر اُس کو کوئی چیز پسند نہ ہو تو اُس پر کوئی زبردستی نہیں کر سکتا۔"

"بس مہرین؟ سن لیا؟ زاویار شادی نہیں کرے گا اور جیسے ہی آئے گا، میں اُس سے کہہ دوں گا کہ زاویار، یہ شادی نہیں ہو گی۔" فراز سلطان نے کہا۔

"اور جو ہم حالہ کے گھر والوں کو جواب دے چکے ہیں، اُس کا کیا؟" مہرین نے پوچھا۔

"اُن سے میں بات کر لوں گا، ساری بات بتا دوں گا... مگر یہ شادی نہیں ہو گی، تم صرف زور زبردستی کر کے ہمارے بیٹے کی زندگی خراب کرو گی۔"

"ٹھیک ہے، صحیح ہے، میں ضد نہیں کر رہی۔" جیسے مہرین نے ہر حال میں یہ بات مان لی ہو۔ ان کی آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی، مگر دل میں بے چینی بھی۔

فراز نے گہری سانس لی "یہی بات ہے، مہرین... ہمیں اپنی حدود میں رہنا ہوگا۔"

☆☆☆✦☆☆☆

وہ تینوں خاموشی سے اپنے اپنے خیالوں میں گم بیٹھے تھے۔ مہرین کے چہرے پر افسردگی کی گہری چھاپ تھی، جیسے دل کے ارمان بکھر گئے ہوں۔ ان کی آنکھوں کی چمک، جو کبھی خوابوں سے روشن تھی، اب مدھم

پڑ چکی تھی۔ وہ دل ہی دل میں سوچ رہی تھیں کہ حالہ اور زاویار کی شادی ان کا سب سے بڑا خواب تھا، لیکن یہ خواب اب دور آسمان پر کسی ستارے کی طرح لگ رہا تھا—چمکدار مگر ناقابلِ حصول۔

ان کے دل میں ایک کھٹک تھی، جیسے انہیں یقین ہو کہ سب کچھ ان کی مرضی کے خلاف ہو رہا ہے۔ وہ جانتی تھیں کہ زاویار کو منانا آسان نہیں تھا، بلکہ ناممکن۔ وہ زارا پر اپنی پسند مسلط کر سکتی تھیں، مگر زاویار... وہ تو جیسے ایک آزاد پرندہ تھا، جسے قید کرنا ناممکن تھا۔ ان کے چہرے کی مایوسی اس بات کی گواہی دے رہی تھی کہ ان کا دل ہزاروں الجھنوں میں الجھا ہوا ہے۔

مہرین نے بے بسی سے فراز کی طرف دیکھا۔ فراز سلطان خاموش بیٹھے تھے، ان کے چہرے پر سنجیدگی اور بے نیازی کا امتزاج تھا۔ وہ جانتے تھے

کہ زبردستی کرنا مسئلے کا حل نہیں ہوگا، خاص طور پر زاویار کے معاملے میں۔ فراز کو اپنے بیٹے کی طبیعت اور مزاج کا بخوبی علم تھا۔ وہ سوچ رہے تھے کہ اگر زبردستی کی تو شاید زاویار کے دل میں ان کے لیے عزت ختم ہو جائے۔ وہ ماں کی طرح جذباتی نہیں تھے، لیکن حالات کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔

سامنے شاہمیر بیٹھا تھا، گہری سوچ میں ڈوبا ہوا۔ اس کے دل میں بار بار یہ خیال آ رہا تھا: کیا وہ اپنے ماں باپ سے کہہ سکتا ہے کہ میری شادی حالہ سے کروا دیں؟ یہ سوال اسے الجھا رہا تھا، مگر ساتھ ہی ایک امید کی کرن بھی جگا رہا تھا۔

شاہمیر کا دل دھڑک رہا تھا، جیسے اس کی دل کی آواز اسے مجبور کر رہی ہو کہ وہ اپنے جذبات کا اظہار کرے۔ وہ حالہ کو پسند کرتا تھا اور جانتا تھا کہ وہ اس

کی خوشیوں کا محور بن سکتی ہے۔ مگر کیا وہ اپنی پسند کو ماں باپ کے سامنے رکھ سکتا ہے؟ کیا وہ زاویار کے انکار کے بعد حالہ کے ساتھ اپنی خواہش ظاہر کرنے کی ہمت کرے گا؟

یہ خیال اسے امید سے بھر دیتا تھا، جیسے اندھیرے میں روشنی کی ایک کرن نظر آ گئی ہو۔ مگر اس کے ساتھ خوف بھی تھا کہ اگر اس نے بات کی اور ماں باپ نہ مانے؟ اس کی سوچیں الجھی ہوئی تھیں، اور وہ خاموش تھا۔

پورا ماحول بوجھل تھا۔ مہرین، فراز اور شاہمیر کی خاموشی نے کمرے کو اداسی سے بھر دیا تھا۔ ہر کسی کے دل میں سوال تھے، مگر جواب کوئی نہ دے پا رہا تھا۔

کیا شاہمیر بولے؟ کیا اسے ماں باپ سے بات کرنی چاہیے؟ وہ دونوں ابھی سامنے ہی بیٹھے ہیں، کیا وہ کہہ دے؟ کیا وہ حالہ کا ذکر کرے؟ یہ سوالات اس کے ذہن میں گونج رہے تھے، جیسے کوئی شوریدہ سر خیال ہو۔

"ڈیڈ..."

اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، پھر ایک دھڑکن کے ساتھ تھوک نگلتے ہوئے سوچا، ہاں، اسے یہ بات کہہ دینا چاہیے!

"بولو شاہمیر"

فراز سلطان نے اس کی جانب متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔ مہرین بھی اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"ڈیڈ، وہ مجھے...."

اس نے دل میں عزم باندھا کہ اپنے احساسات کا اظہار کرے گا، مگر اچانک اسے قدموں کی آواز سنائی دی جو ان کی طرف آ رہی تھی۔ اس کی زبان خاموش ہو گئی، جیسے کسی نے اس کے الفاظ کو گلے میں روک دیا ہو۔

مہرین اور فراز بھی اسی طرف دیکھنے لگے۔ اسی لمحے زاویار سیاہ کوٹ میں خود اعتمادی کے ساتھ ان کے پاس آیا۔ اس کا انداز تھا جیسے وہ ایک نئی کہانی کا آغاز کرنے جا رہا ہو۔ وہ آ کر سامنے کھڑا ہو گیا اور تینوں کو باری باری دیکھتے ہوئے ایسا لگا جیسے کچھ اعلان کرنے آیا ہو۔

"آؤ زاویار... ہمیں تمہارا ہی انتظار تھا..."

فراز سلطان نے کہا، مہرین کا دل کیا کہ انہیں منع کر دیں مگر وہ مجبور تھی، آخر حالہ ان کے بیٹے کی پسند نہیں تھی، وہ زبردستی کیسے کرتی؟

زاویار آکر سامنے بیٹھ گیا۔

"میرا انتظار؟"

"ہاں، اصل میں...."

فراز سلطان کہہ رہے تھے کہ زاویار نے بات کاٹی۔

"خیر، مجھے بھی آپ سے ایک بات کرنی ہے.... آپ لوگ پہلے اپنی بات کہہ لیں۔"

وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا، شاہمیر بھی سامنے بیٹھا، اسے دیکھ رہا تھا، چلو پہلے یہ دونوں اپنی بات کرلیں پھر وہ اپنی اور حالہ کی بات کرے گا!

"اصل میں زاویار.... تم جیسا چاہتے ہو ویسا ہی ہو گا، ہم تم پہ زبردستی نہیں کریں گے.... تم چاہتے ہو حالہ سے تمہاری شادی نہ ہو، ہم اس فیصلے سے راضی ہیں، ہم انہیں کل ہی جاکر منع کردیں گے اور..."

زاویار کے چہرے پہ کوئی تاثر نہیں تھے، وہ سکون سے پیچھے ٹیک لگائے دیکھ رہا تھا۔

"اور معافی چاہتے ہیں کہ ہم نے تم سے نہیں پوچھا اور تمہارا رشتہ حالہ کے گھر بھیج دیا... ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، ہمیں تم سے ایک بار پوچھنا چاہیے تھا، مگر یہ تمہاری ماں کی غلطی تھی، مجھے لگا کہ اس نے تم سے پوچھ لیا ہو گا مگر مجھے بھی اس نے دھوکے میں رکھا، مگر ہم کل حالہ کے گھر جا کر....."

"دو ہفتے کے اندر نکاح کی تیاریاں کریں۔"

زاویار نے جسے سپاٹ لہجے میں کہا۔

وہ بستر پر کروٹیں بدلتی لیٹی تھی، جیسے نینداس سے روٹھ چکی ہو۔ کمرے میں مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی،اور دیوار پر سایے لرز رہے تھے۔ مگراس کے دماغ میں ہلچل کسی طوفان سے کم نہ تھی۔

دل کی دھڑکن بے ترتیب تھی، سانسیں کسی انجانے بوجھ تلے دبی محسوس ہو رہی تھیں۔ سوچیں بے قابو گھوڑوں کی طرح دوڑ رہی تھیں، پل بھر کو بھی تھمنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔

کل کیا ہوگا؟ جب اسرا عفان سے بات کرے گی... کیا وہ مان جائے گا؟ اگر انکار کر دیا تو؟ یا کوئی ایسا فیصلہ کر لیا جو میرے حق میں نہ ہو؟ دل کسی خوف سے دہل گیا۔

اگر سب کچھ بگڑ گیا تو؟ کیا میں غلط قدم اٹھانے جا رہی ہوں؟ ہر سوال کے جواب میں ایک نیا سوال جنم لے رہا تھا۔ آنکھیں بند کرنے پر بھی وہی

خیالات اور خدشات تھے۔ بے چینی بڑھ گئی تھی، جیسے دل اور دماغ کسی خوف کے شکنجے میں جکڑے جا چکے ہوں۔

رات گہری ہو رہی تھی، وقت اپنی رفتار سے آگے بڑھ رہا تھا، مگر اس کی بے چین روح کسی اضطراب میں قید تھی۔ نیند کہاں سے آتی؟

☆☆☆✦☆☆☆

وہ پر سکون لہجے میں کہتا ہے، اور کمرے میں ایک پل کے لیے جیسے وقت رک جاتا ہے۔ سب کی آنکھیں حیرت سے پھیل جاتی ہیں، ایک سناٹا چھا جاتا ہے۔ فراز سلطان، جو ابھی کچھ کہہ رہے تھے، ان کے لب اسی وقت بند ہو جاتے ہیں، جیسے الفاظ دم توڑ گئے ہوں۔ مہرین کے چہرے پر حیرت اور

خوشی کا امتزاج تھا، جبکہ شاہمیر کی آنکھوں میں درد کی ایک گہری پرچھائیں اتر آئی، جیسے کوئی امید بنتے بنتے ٹوٹ گئی ہو۔

"کیا؟" فراز سلطان کی آواز بھاری ہو گئی، جیسے وہ سن کر بھی یقین نہ کر پا رہے ہوں۔

"مجھے حالہ سے رشتہ منظور ہے... آپ لوگوں کو اسے منع کرنے کی ضرورت نہیں... لیکن دو ہفتے... میں اس سے زیادہ انتظار نہیں کروں گا۔"

یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا، جیسے کوئی بڑا فیصلہ سنا کر جا رہا ہو۔ کمرے میں گہرا سکوت طاری ہو گیا۔ فراز سلطان کی نظریں کسی ان دیکھی سوال میں الجھی ہوئی تھیں، مہرین صرف زاویار کو دیکھ رہی تھیں، جیسے کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ مگر شاہمیر خاموش بیٹھا تھا، نگاہیں جھکی ہوئی تھیں،

جیسے کوئی آخری امید بھی مٹی میں دفن ہو چکی ہو، جیسے وہ ایک بار پھر ٹوٹ چکا ہو!

☆☆☆✦☆☆☆

وہ کمرے کا دروازہ کھولتا ہے۔ کمرہ ہمیشہ کی طرح صاف ستھرا تھا، جیسے ہر چیز اپنی جگہ پر ترتیب سے بکھری ہو۔ وہ ایک لمبے قدم سے اندر داخل ہوتا ہے، بازو پر لٹکا اپنا کوٹ بے دلی سے صوفے پر پھینک دیتا ہے، جیسے دل میں تھکاوٹ اور بیزاری کی شدت بھر چکی ہو۔ پھر وہ خاموشی سے سیدھا واش روم کی طرف چلتا ہے۔ نل کھولتا ہے، اور ٹھنڈا پانی بہہ کر آتا ہے۔

وہ دونوں ہاتھ بیسن میں رکھ کر اپنی بے چینی کو قابو کرنے کی کوشش کرتا ہے، پھر پانی کو زور زور سے منہ پر مارتا ہے، جیسے اپنی تمام پریشانیوں کو دھو دینا چاہتا ہو۔

وہ حالہ خادم سے شادی کرنے جا رہا تھا۔ یہ کوئی عام بات نہیں تھی۔ کیسے وہ ایک ایسی لڑکی کو برداشت کر سکتا تھا جس سے اس کے دل میں نفرت کی لہر دوڑتی تھی؟ مگر حقیقت کچھ اور ہی کہتی تھی۔

حالہ نے آج اس کی بہن کے بارے میں بہت کچھ کہہ دیا تھا، اور زاویار سلطان اسے معاف نہیں کر پائے گا۔ وہ بدلہ لینے کے لیے بے قراری سے تیار تھا۔ کیا ایک دو ٹکے کی لڑکی واقعی زاویار سلطان جیسے آدمی سے مقابلہ کر سکتی تھی؟

پانی کو دوبارہ ہاتھ میں بھر کر زور سے منہ پر مارنے لگا، جیسے ہر قطرہ اس کے غصے اور بے چینی کو کم کر سکے۔ یہ عمل اسے وقتی سکون دینے کی کوشش تھی، مگر اس کے اندر کا طوفان پر سکون نہیں ہو سکا۔

زاویار سلطان جانتا تھا کہ جو کچھ وہ کرنے جا رہا ہے، وہ اس کی اصلی شخصیت نہیں ہے۔ دل کہتا تھا کہ وہ کسی لڑکی کے ساتھ اس طرح کا سلوک نہیں کر سکتا، مگر غصے کی شدت نے اس کی سوچ پر حاوی ہو کر اسے بے راہ روی کی طرف دھکیل دیا تھا۔ کیا وہ واقعی اپنے غصے میں آکر بدلہ لینے کے لیے شادی کا فیصلہ کر سکتا تھا؟ اس وقت، اس کے اندر صرف غصہ تھا، جیسے وہ شعلے میں جھلس رہا ہو——غصے کی آگ اس کی عقل کو جلا رہی تھی، اور وہ اپنی شناخت اور مقصد کو بھول چکا تھا۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

وہ آج سارا دن کمرے سے باہر نہیں آئی تھی۔اس کے دل پر بے قراری کا بوجھ تھااور ذہن میں بے شمار سوال گونج رہے تھے۔اس نے بار بار اسرا کو کالز کیں، مگر اسرا کا فون خاموش رہا۔آخر کار، امید کی کرن نمودار ہوئی جب اسرا نے کال اٹھائی۔

"ہاں حالہ، بولو؟" اسرا کی نرم آواز آئی۔

حالہ نے جھجھک کے ساتھ کہا، "اسرا... تم جا رہی ہو؟ کب جاؤ گی؟ پلیز مجھے بتاؤ۔" اس کی آواز میں بے چینی تھی۔

اسرا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا، "ہاں ہاں حالہ، بے فکر ہو جاؤ، میں جانے کے لیے تیار ہو رہی ہوں۔"

"تمہیں جو باتیں میں نے کہی ہیں، وہ کہنا، اور اسے راضی کرنے کی کوشش کرنا۔"

"اوکے، میری جان، ٹینشن مت لو... میں سب سنبھال لوں گی۔" اسرہ کی آواز میں امید تھی، مگر دل کے تار تھوڑے بے چین بھی تھے۔

"بس، اس سے کہنا کہ مجھے دو تین دن میں ہی کرنا ہے۔"

"اوکے، میں کہہ دوں گی..." اسرا نے جواب دیا، مگر اس کے لبوں پر ہچکچاہٹ تھی۔

کچھ دیر خاموشی چھا گئی، جیسے دونوں کے دل میں سوالات پھوٹ رہے ہوں۔

"اسرا مجھے لگتا ہے کہ وہ شاید نہ مانے..." حالہ نے کہا۔

"حالہ، وہ مان جائے گا... مجھے تو لگتا ہے کہ وہ بھی تم سے محبت کرتا ہے۔"

"اور اگر نہ مانا؟" حالہ نے پوچھا۔

"میں تمہیں یقین دلا رہی ہوں... تم میرے اوپر ٹرسٹ رکھو۔" اسرا نے پُراعتماد انداز میں کہا۔

حالہ کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی، جیسے وہ شکر ادا کر رہی ہو کہ اسے اسرا جیسی دوست ملی ہے۔

"تھینک یو، اسرا..." حالہ نے کہا۔

"تم میری سب سے خاص دوست ہو، اور میں تمہارے لیے کچھ بھی کر سکتی ہوں۔"

"تم نے مجھے بہت امید دی ہے، اسرا..." حالہ نے کہا۔

"فکر نہ کرو، میں تمہیں امید دیتی رہوں گی... اب میں جاتی ہوں، دعا کرو اور دیکھنا، ان شاء اللہ خوشخبری کے ساتھ آؤں گی۔"

"ان شاءاللہ... مجھے اسی چیز کی امید ہے... اوکے، جاؤ۔" حالہ نے جواب دیا۔

"اوکے، اللہ حافظ۔" اسرا نے کہا اور کال کاٹ دی۔

کمرے کی خاموشی پھر سے چھا گئی۔

☆☆☆✦☆☆☆

وہ بستر پر سوئی ہوئی تھی، شاید رات کو دیر سے سوئی تھی، اس لیے ابھی تک وہ گہری نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔ بیڈ پہ بکھرے ہوئے گھنگریالے بال، بے ترتیبی سے بستر پر پھیلے ہوئے تھے اور چہرے پر آدھا کمبل تھا، جیسے اسے پوری طرح آرام کرنے کا موقع ملا ہو۔

اچانک ایک فون کی مسلسل گھن گھن بجتی ہوئی دھن نے اس کی نیند کو ٹھیس پہنچائی۔ پہلے تو فون بجتا رہا، پھر اچانک وہ نیند سے جیسے جاگی۔ آنکھیں آدھی بند تھیں اور اس نے بے یقینی سے ہاتھ سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر فون ڈھونڈنا شروع کیا، یہاں تک کہ آخر وہ فون اٹھالیا اور کان سے لگا دیا۔

"السلام علیکم، کیسی ہیں آپ؟"

فون کے پیچھے سے ایک نرم مگر پرسکون آواز آئی۔

"کون؟"

زارا نے نیند بھری، مدھم آواز میں پوچھا، جیسے ابھی تک خوابوں کی دنیا سے نکلنے کی کوشش کر رہی ہو۔

ایک لمحے کے لیے فون کے پیچھے سے ہلکی سی ہنسی کی آواز گونج اٹھی۔اس کی آنکھیں دھیمی سی کھلیں،اور پھر زارا کو فوراً یاد آگیا کہ یہ کال عبیل کی ہے۔

"آپ نے مجھے نہیں پہچانا؟میری آواز بھی نہیں؟"

عبیل نے پوچھا، جیسے وہ ہمیشہ کی طرح دوستانہ انداز میں ہنسی بکھیر رہا ہو۔

زبردست حیرانی کے عالم میں زارا نے فوراً محسوس کیا کہ یہ کون ہے۔وہ فوراً نیند سے جاگ اٹھی اور دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا،"آپ... آپ نے کیوں کال کی؟"

"پہلے تو میرے سلام کا جواب دیں۔"

عبیل نے نرم لہجے میں کہا۔

زارا نے لمحے بھر کے لیے سوچا اور پھر دھیمی سی آواز میں کہا، "وعلیکم السلام۔" اس کے الفاظ میں دل کی بے چینی جھلک رہی تھی۔

"اور سنائیں، کیسی ہیں؟"

"آپ کو میرا نمبر کہاں سے ملا؟"

"پہلے آپ میرے سوال کا جواب دیں۔"

عبیل نے نرم مگر پُرعزم انداز میں کہا۔

زارا نے گہری سانس لی اور دھیمی سی بولی، "جی، میں ٹھیک ہوں۔"

"مجھے آپ کا نمبر میری مما نے دیا ہے... میں نے ان سے مانگا تھا۔"

"تو آپ نے مجھے کال کیوں کی؟"

زارا نے مزید پوچھا، اس کی آواز میں اب بھی ہچکچاہٹ تھی۔

"یہ پوچھنے کے لیے کہ کیا آپ مجھ سے مل سکتی ہیں؟"

عبیل نے نرمی سے کہا زارا ایک دم ہچکچائی۔ دل جیسے فوراً دھڑکنے لگا—— ملنا؟ یہ سوچ کر اس کا دل بے یقینی سے دھڑک رہا تھا۔

"کیوں؟" اس نے جھنجھلاتے ہوئے پوچھا۔

"ویسے ہی... مجھے آپ سے ملنا ہے، کہیں باہر۔"

زارا نے ہچکچاتے ہوئے کہا "لیکن شاید میری ممی اجازت نہ دیں۔"

اس نے دل ہی دل میں بہانے بنا لیے، آخر وہ ملنا تو نہیں چاہتی تھیں—— ایسی بات نہیں کہ اب اسے عبیل پسند نہیں تھا، بس اسے شرم آ رہی تھی، اور کچھ اندرونی الجھن تھی جس کا وہ اظہار نہیں کر سکتیں۔

"ان کی فکر نہ کریں، میں نے ان سے بات کر لی ہے اور پوچھ لیا ہے کہ آپ کو لینے آ رہا ہوں، پھر ہم باہر چلیں گے۔"

"جی؟ مما سے پوچھ لیا آپ نے؟"

زارا نے تھوڑی حیرانی سے پوچھا۔

"جی ہاں، زارا... اب بتائیں، کب تک لینے آؤں؟"

عبیل نے معصومانہ انداز میں دریافت کیا۔

زارا نے ایک ہاتھ سر پر مارا، اور دل کی دھڑکن تیز ہونے لگی۔ اب وہ کیا کرے؟ اف کچھ نہیں کر سکتی تھی!

"اوکے... آپ ایک گھنٹے تک آجائیں، لیکن میں زیادہ دیر آپ کے ساتھ باہر نہیں رہوں گی، عبیل"

"مجھے مسئلہ نہیں ہے، زارا... آپ اپنے پانچ منٹ بھی مجھے دے دیں، وہ میرے لیے کافی ہیں۔"

عبیل نے ایسے مسکراتے ہوئے کہا۔

زارا کے چہرے پر ایک ہلکی مسکراہٹ خود بخود ابھری۔

☆☆☆✦☆☆☆

حالہ اپنے کمرے سے نکل کر نیچے آئی۔ اس کے لمبے بال بے لگام تھے، اور چہرے پر دو دن پہلے کا غصہ اب مٹ چکا تھا، مگر آنکھیں اداس تھیں، جیسے ہر قطرہ آنکھ سے روتے ہوئے سوج گیا ہو۔ وہ آہستہ آہستہ نیچے چلتی ہوئی آ گئی، گھر کی خاموشی میں اس کے قدموں کی مدھم گڑ گڑاہٹ سنائی دے رہی تھی۔ جب وہ لان کی طرف جا رہی تھی تو سامنے مریم نمودار ہوئی جو چائے کی ٹرے تھامے آ رہی تھی۔

مریم نے حالہ کو دیکھا اور ایک لمحے کے لیے رک گئی، مگر حالہ نے توجہ نہیں دی اور سیدھے ٹیبل کی طرف چل پڑی۔ اس نے ٹوکری سے ایک سیب اٹھایا اور کھانے لگی۔

مریم نے اس کی بے چینی اور دکھ کو محسوس کرتے ہوئے آہستہ سے پوچھا، "میرے سے تو بات کرو... میں نے کیا کیا ہے؟"

حالہ نے مریم کی طرف دیکھا، مگر آنکھوں میں سردی اور بے سکی تھی۔ پھر وہ ٹیبل کے اوپر بیٹھ گئی۔

"میرا کسی سے بات کرنے کا دل نہیں ہے... سب ہی ایک جیسے ہیں۔" حالہ نے کہا۔

"میں نے کیا کیا ہے، حالہ؟ میں تو تمہاری خوشی چاہتی ہوں۔"

حالہ نے سرد لہجے میں جواب دیا، "کوئی بھی میری خوشی نہیں چاہتا... اور تم بھی جھوٹی ہمدردیاں مت کرو۔"

یہ کہہ کر حالہ اٹھ گئی اور باہر لان کی طرف جانے لگی۔ مریم افسوس بھری نظروں سے اسے دیکھتی رہی، دل میں درد اور تشویش لیے ہوئے۔

☆☆☆✦☆☆☆

وہ افس نہیں گیا۔ کوئی ضروری کام نہ ہونے کی وجہ سے سارا دن گھر میں رہا۔ صبح ناشتہ کرنے کے بعد وہ واپس اپنے کمرے میں چلا گیا اور تب سے باہر نہیں نکلا۔ کل رات کی باتیں اس کے ذہن پر بوجھ بن گئی تھیں، جیسے اس نے حالہ سے شادی کے لیے ہامی بھر دی ہو۔

وہ اس شادی کو دل سے نہیں چاہتا تھا؛ آخر حالہ اس کی پسندیدہ لڑکی نہیں تھی۔ پھر بھی، زاویار سلطان کو خود بھی یہ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کسی بدلے کی خاطر اپنی شناخت کو بھول رہا ہے۔ وہ یہ جانتا تھا کہ وہ اپنی ذات کے اصولوں سے دور ہو چکا ہے، مگر پھر بھی اُس کے دل میں ایک غیر معمولی غصہ تھا، جو ہر چیز پر غالب تھا

دل کی دھڑکنیں بے ترتیبی سے تیز ہو رہی تھیں، اور وہ اپنے آپ سے سوال کرتا رہتا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔

اس کے ذہن میں صرف غصہ رہ گیا تھا، جو ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے کر اسے بے حس کر رہا تھا۔

وہ بستر سے اٹھ کر کمرے کا دروازہ کھولتا ہے اور باہر نکل آتا ہے۔ اس نے ٹراؤزر اور سفید پولو شرٹ پہنی ہوئی تھی۔

نیچے آتا ہے تو شاہمیر جیسے ابھی ابھی باہر سے اندر آیا تھا۔ زاویار کو ایک نظر دیکھتا ہے، پھر نظر انداز کر کے اوپر جانے لگتا ہے کہ زاویار اس کے آگے ہاتھ کر کے اسے روکتا ہے۔

"شاہمیر..."

وہ سپاٹ لہجے میں کہتا ہے۔

شاہمیر ایک نظر اسے نہیں دیکھتا۔ وہ بنا اس سے نظریں ملائے اوپر جا رہا تھا۔

"میری بات سنو!"

اس کے الفاظ پر شاہمیر فوراً زاویار کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا، چہرے پر شدید غصہ اور بے چینی نمایاں تھی۔

"میں نے تم سے کہا تھا نا، زاویار، کہ تم اس لڑکی سے شادی نہیں کرو گے... تم نے کیوں ہامی بھر لی؟ تمہیں تو وہ زہر لگتی ہے، نہ کہ محبت ہے! پھر کیوں اس سے شادی کر رہے ہو؟"

زاویار نے گہری آنکھوں سے جواب دیا، "شاہمیر، میں جو کر رہا ہوں، سوچ سمجھ کر کر رہا ہوں... اس لیے جو کر رہا ہوں، کرنے دو۔"

شاہمیر نے اپنی آواز میں تلخی اور سختی بھر دیتے ہوئے مزید کہا، "تم صرف مجھے تڑپا رہے ہو، زاویار، اور کچھ نہیں۔ تم جانتے ہو کہ میری اس وقت کیا حالت ہے؟ میں کس طرح اُس لڑکی کے لیے پاگل ہو رہا ہوں؟ مگر نہیں، تمہیں یہ بات کہاں سمجھ آئے گی؟ تمہیں تو کبھی کسی سے سچی محبت تک نہیں ہوئی۔ میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ اُس لڑکی کو ہاں مت کرنا!"

زاویار نے تھوڑی دیر خاموشی اختیار کرتے ہوئے پھر سرگوشی میں کہا،

"تم کہہ رہے ہو کہ میں صرف تمہیں تڑپانے کے لیے یہ سب کر رہا ہوں؟ ریلی؟ شاہمیر، کیا تم اپنے بھائی پر شک کر رہے ہو؟"

شاہمیر نے غصے میں چیخ اٹھتے ہوئے جواب دیا "ہاں، میں کر رہا ہوں!!! میں نے تمہیں بار بار کہا تھا کہ اُس لڑکی سے شادی مت کرنا!"

"اور میں تمہاری سنوں گا؟ میں نے پہلے کبھی تمہاری سنی ہے؟ تم خود کو اُس لڑکی کے پیچھے خود ہی خراب کر رہے ہو، شاہمیر... وہ آج نہیں تو کل کسی اور کی یا میری۔۔۔ ہو جائے گی۔ آخر جب تمہارے نصیب میں ہی نہیں ہے، تو پھر تمہاری کیوں ہو گی؟"

"وہ بے شک میری نہ ہو، کسی اور کی ہو جائے، لیکن تمہاری کیوں ہو؟"

اس لمحے ماحول میں ایک گہرا سکوت چھا گیا، جیسے دونوں کے دلوں میں چھپی تلخی ایک دوسرے سے ٹکرا گئی ہو۔ باہر کی ہوا بھی اُس شدید بحث کی شدت سے ہم آہنگ ہو گئی تھی، اور ہر شے ایک لمحے کے لیے ٹھہر سی گئی تھی۔

اسی لمحے شاہمیر نے اپنی گرفت میں آ کر زور سے بولا "ہم ایک ہی گھر میں رہتے ہیں، زاویار، اور میں اسے کسی دوسرے کے ساتھ کبھی نہیں دیکھ سکتا میں نے تم سے کہا تھا... وہ میرے سامنے تمہارے ساتھ پھرے گی، اور میرا دل ٹوٹتا جائے گا۔ اگر وہ کسی اور سے شادی کرے گی تو کم از کم میرے سامنے تو نہیں ہو گی—— تمہارے ساتھ شادی کر کے، میرے سامنے ہو گی!"

شاہمیر کی آواز میں تلخی اور شدت ایک ساتھ جھلک رہی تھی۔

"شاہمیر، یوڈیزرو بیٹر..."

"اگر میں اس سے بہتر ڈیزرو کرتا ہوں، تو پھر تم کیوں اس سے شادی کر رہے ہو؟"

زاویار نے اپنے لب ہلکے سا ہلا کر جواب دیا، "میں اس سے اس لیے شادی کر رہا ہوں کیونکہ وہ میرے سے نہیں کرنا چاہتی... بس!"

"مطلب؟۔۔۔ وہ تم سے نفرت کرتی ہے، اور تم بھی اسے پسند نہیں کرتے —— پھر تم کیسے اس سے شادی کر سکتے ہو؟"

زاویار نے گہری سانس لی، پھر سخت لہجے میں کہا "شاہمیر، یہ میرا ذاتی معاملہ ہے، اور میں ہر چیز سوچ سمجھ کر کرتا ہوں۔ اور رہی بات تمہاری، کہ وہ میرے ساتھ، تمہارے آگے ہو گی اور تمہارا دل ٹوٹ جائے گا۔ تو

میں ویسے بھی باہر چلا جاؤں گا——کینیڈا، شاید——اور پھر تمہیں کوئی جِیلسی نہیں ہو گی، نہ ہی تم ہمیں دیکھ سکو گے۔"

یہ کہتے ہی زاویار نے پوری سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے روانہ ہو گیا۔

شاہمیر کو ابھی بھی سمجھ نہیں آرہا تھا کہ زاویار کیا کہہ رہا ہے۔ اس کے دل میں صرف ایک ہی احساس تھا——ایک گہرا دکھ اور بے قراری جس نے اس کے جذبات کو تہہ در تہہ جھنجھوڑ دیا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ ہر لفظ، ہر فقرہ اس کے دل کے ٹوٹتے حصوں کو اور بھی بگاڑ رہا ہے، اور وہ اپنی آنکھوں میں گم غم کے سائے لیے کھڑا رہ گیا تھا۔

☆☆☆✦☆☆☆

زارا ڈریسنگ ٹیبل کے پاس کھڑی تھی۔ اُس نے ہلکے نیلے رنگ کی لانگ قمیض پہنی تھی جس پر سفید ڈیزائن کندہ تھے، اور گلے میں سفید دوپٹہ لپٹا ہوا تھا۔ بلیک ہیلز میں وہ سادہ مگر دلکش لگ رہی تھی، اور آئی لائنر اس کی آنکھوں کو خوبصورتی عطا کر رہا تھا۔

اُس کے گنگریالے بال قدرتی طور پر بکھرے ہوئے تھے، مگر چہرے کے گرد دو چھوٹے دانے اُسے پریشان کر رہے تھے۔ زارا بے چینی سے انہیں چھو رہی تھی، جیسے یہ دانے اُس کی خوبصورتی میں رکاوٹ بن گئے ہوں۔ وہ سوچتی رہی کہ اگر عبیل نے ان دانوں کے بارے میں کچھ کہا تو کیا ہوگا۔

وہ اپنے دل کی دھڑکن کو سنبھالتے ہوئے بار بار یہی سوال کرتی رہی، "اگر عبیل نے کہا کہ تم خوبصورت نہیں لگتی؟" اس نے خود کو تسلی دینے کی کوشش کی، "نہیں نہیں زارا... عبیل ایسا نہیں ہے۔"

اس کے دل کی بے چینی میں یہ بھی شامل تھا کہ ممی ضرور نصیحت کرے گی، "زارا! تمہاری شادی ہونے والی ہے، سکن کا خیال کرو..." یہ سوچ زارا کو مزید گھبراہٹ میں مبتلا کر رہی تھی۔ زارا نے اپنا سر جھٹکا، بیگ اٹھایا اور نیچے جانے لگی۔ جیسے ہی وہ کمرے سے باہر نکلنے لگی، سامنے مہرین سلطان نمودار ہوئیں جو زارا کو دیکھ کر رک گئیں۔

"تم جا رہی ہو؟"

زارا نے آہستہ سے قدم بڑھاتے ہوئے اپنی ماں کے قریب آنے کی کوشش کی اور خاموشی سے کہا، "ممی، آپ نے عبیل کو میرے سے پوچھے بغیر ہاں کیوں کی؟ مجھ سے پوچھ تو لیتیں کہ میں جانا چاہتی ہوں یا نہیں۔"

"کیوں زارا؟ کیا ہو گیا؟ جاؤ، تھوڑا اس کے ساتھ وقت گزارو۔"

زارا نے منہ جھٹکاتے ہوئے کہا "پھر بھی، ممی، مجھ سے تو پوچھ لیتیں!"

"تم سے پوچھتی تو تم نے انکار ہی کرنا تھا۔" وہ زارا کو اوپر سے نیچے تک ناپتی رہیں، جیسے ہر چھوٹی بات کی جانچ کر رہی ہوں۔

"ہاں، مگر ممی مجھے نہیں..."

"زارا، یہ ہیلز تم نے بلیک کیوں پہنی؟ وائٹ پہننی چاہیے تھی، ناں؟ سچ کہوں تو، تمہیں اسٹائل بنانا آتا ہی نہیں۔" ان کے الفاظ میں سختی اور ملامت کی جھلک تھی۔

"اور یہ دانے؟ اف! اسکن کیئر کرو، شادی ہونے والی ہے۔" زارا کے دل میں پہلے سے ہی سوال گونج رہے تھے کہ ان دانوں کی وجہ سے اس کی خوبصورتی پر کیا اثر پڑے گا۔ وہ جانتی تھی کہ ماں نصیحت کرے گی کہ جلد علاج کرواؤ، ورنہ شادی کے بعد کیا ہوگا اسی دوران، سبیرا اندر سے اندر قدم رکھتے ہوئے داخل ہوئی۔

"زارا باجی، آپ کو عبیل صاحب باہر لینے آ گئے ہیں۔" سبیرا نے نرم لہجے میں اطلاع دی۔

زارا نے سر جھٹک کر جواب دیا "آ رہی ہوں۔"

سبیرا کو دیکھ کر وہ پھر اپنی ماں کی طرف نظریں دوڑاتی ہے؛ دل میں الجھن اور پریشانی چھا گئی تھی۔ ممی کی سخت نصیحتیں اور اندازِ گفتگو نے اس کا حوصلہ پست

کر دیا تھا، مگر اب وہ کچھ کر نہ سکتی تھی۔ وہ مڑ جاتی ہے اور آہستہ سے چل پڑتی ہے۔

باہر پہنچتے ہی سامنے ایک گاڑی کھڑی تھی گاڑی کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا وہ شخص —— جس کے ہلکے بھورے بال پیچھے سیٹ ہوئے تھے، اور جس کی آنکھیں ہلکی سی بھوری اور گہری تھیں —— نیوی بلیو پولو شرٹ اور ڈارک

بلیو پینٹ میں ملبوس تھا، ہاتھ میں واچ لیے ـــــ زارا کو مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

زارا قدم قدم چلتی ہوئی اس کی گاڑی کے قریب گئی۔ وہ گاڑی کی فرنٹ سیٹ کے پاس جا کر دروازہ کھولتا ہے اور ہاتھ کے اشارے سے اسے اندر بیٹھنے کو کہتا ہے۔ زارا ہلکی سی مسکراہٹ بکھیرتی ہے اور اندر بیٹھ جاتی ہے، مگر دل میں اب بھی ان کہی بے یقینی اور شکوں کی لہر دوڑ رہی ہے۔

اس کے چہرے پر بے یقینی کے آثار تھے، جیسے اس کے دل اور دماغ میں شکوں کا طوفان چل رہا ہو۔ وہ اپنے بارے میں بہت فکرمند تھی۔ اس کے دل میں خدشات تھے کہ کیا وہ واقعی اس شخص کی آنکھوں کا سامنا کر سکے گی؟ کیا اس کے چہرے پر موجود معمولی نقص ـــــ جیسے ہیلز کا غلط رنگ اور

دانے—اس پر منفی اثر ڈالیں گے؟ یہ سوالات ہر لمحہ اس کے ذہن میں گھومتے رہے، اور ہر سوال اس کی بے چینی کو بڑھاتا رہا۔

☆☆☆✦☆☆☆

حالہ بے چینی سے لان میں چکر کاٹ رہی تھی۔ دل میں بے شمار سوالات تھے کہ کیا اسرا نے بات کر لی ہو گی؟ دماغ میں یہ خیالات الجھ گئے تھے۔

اس نے اپنے فون کی طرف دیکھا کہ شاید کال کر کے پوچھ لوں، مگر پھر فیصلہ کیا کہ رات کو فون کرے گی، کیونکہ شاید اسرا اب تک پہنچ چکی ہو گی۔

اسی لمحے باہر کے دروازے کی کھڑکنے کی آواز نے اس کا دھیان بٹایا۔ حالہ نے دیکھا کہ ایک خوبصورت عورت اندر آرہی تھی — مہرین سلطان، جو اپنے زیورات اور کالا جوڑا پہنے ہوئے تھیں۔

حالہ انہیں حیرت سے دیکھتی رہی اور دل میں سوچا، "اف! یہ کہاں سے آ گئیں؟" پھر اس کی نظر ان کے پیچھے پڑی جہاں فراز سلطان بھی داخل ہو رہے تھے۔

مریم مسکراتی ہوئی انہیں اندر آنے کا اشارہ دے رہی تھی۔ حالہ نے خاموشی سے انہیں دیکھا اور ڈر کے مارے پیچھے ہٹ گئی۔

کچھ دیر بعد، فراز اور مہرین سلطان اندر آ کر بیٹھ گئے۔ پھر ریاض اور زبیدہ بھی آئے اور سب ایک میز کے گرد اکٹھے ہو گئے۔

زبیدہ نے نرم لہجے میں پوچھا، "آپ لوگوں کا اس طرح اچانک آنا؟ خیریت ہے؟"

مہرین سلطان نے تسلی سے جواب دیا، "جی، بات کچھ اہم ہے۔"

فراز سلطان پیچھے ٹیک لگائے بیٹھے تھے، چہرے پر کوئی بے چینی نہیں تھی۔ زاویار رشتے سے مطمئن تھا—انہیں اور کیا چاہیے تھا؟

حالہ چھوٹے قدموں سے ڈرائنگ روم کے دروازے کے باہر کھڑی ہو گئی، صرف باتیں سننے کے لیے۔

"کون سی بات؟" ریاض خادم نے حیرانی سے پوچھا۔

مہرین نے کہا "زاویار کہہ رہا ہے کہ اسے دو ہفتے کے اندر نکاح کرنا ہے۔ وہ جلدی چاہتا ہے کیونکہ اس کے بعد وہ کینیڈا جائے گا۔"

یہ سنتے ہی حالہ کو لگا جیسے سانس رک گئی ہو؛ وہ خاموشی سے سن رہی تھی۔

دل میں سوال گونج اٹھے "یعنی زاویار نے واقعی ہاں کر دی؟ مطلب کہ وہ سچ کہہ رہا تھا؟"

"نہیں، دو ہفتے تو بہت جلدی ہیں۔ ہم نے شادی کی تیاری بھی شروع نہیں کی، اور حالہ کی پڑھائی ابھی مکمل نہیں ہوئی۔ بس دو مہینے رہ جائیں گے، پڑھائی ایک ہی بار ختم ہو جائے گی، تو پھر دو مہینے میں سب کچھ نمٹ جائے گا نا۔" ریاض خادم نے کہا۔

مہرین نے کہا "یہ سب باتیں ہم زاویار سے پوچھ کر ہی بتائیں گے... کیوں کے جو وہ چاہتا ہے وہی ہو گا"

فراز سلطان نے سنجیدگی سے سر ہلایا۔ "اگر زاویار نے ہاں کر دی تو ٹھیک ہے۔ ہم بھی شادی دو مہینے بعد ہی کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ زارا کی پڑھائی

بھی اسی وقت ختم ہو گی اور ہم چاہتے ہیں کہ دونوں کی شادی ایک ساتھ ہو جائے"

زبیدہ خادم نے اطمینان سے سر ہلایا، "جی، آپ نے ٹھیک فرمایا۔ حالہ کی شادی دو مہینے سے پہلے ممکن نہیں، اور وہ خود بھی راضی نہیں ہو گی... پھر ہم نے ابھی تیاریاں بھی کرنی ہیں"

مہرین سلطان نے کہا" چلیں، ہم زاویار سے بات کریں گے۔"

کچھ دیر خاموشی چھا گئی۔ پھر مہرین نے پوچھا، "جو بات میں نے آپ لوگوں سے کہی تھی، کیا آپ واقعی اس کے لیے راضی ہیں؟ ایک بار پھر سوچ لیں۔"

زبیدہ کا دل دھڑک اٹھا، مگر وہ جانتی تھیں کہ ہر فیصلہ پہلے سے طے شدہ راستے پر ہی چلتا ہے۔

"جی، ہم راضی ہیں..." ریاض خادم مسکراتے ہوئے بولے۔

زبیدہ نے ایک لمحے کے لیے ان کی طرف دیکھا۔ وہ یہ سب نہیں کرنا چاہتی تھی۔ باہر کھڑی حالہ کب کی جاچکی تھی... اس کے لیے بس ایک لفظ کافی تھا — "زاویار راضی ہے"۔

اور اُس کا دل لمحے بھر کے لیے بوجھل ہو گیا تھا۔

اب وہ اپنے کمرے میں تھی، اور مسلسل اسرا کو کالز پر کالز کر رہی تھی، مگر اسرا اُٹھا نہیں رہی تھی۔

اف! اسرا اس وقت کیوں نہیں اُٹھا رہی؟ شاید وہ ابھی مصروف ہو گی، یا شاید وہ ابھی عفان سے بات کر رہی ہو؟

اف! کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا اسے۔

وہ بیزار سی ہوتی بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"زاویار سلطان، تمہیں مسئلہ کیا ہے؟ کیوں میری زندگی کو اتنا پیچیدہ بنا رہے ہو؟"

☆☆☆✦☆☆☆

وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ ریسٹورنٹ کا ماحول نہایت شاندار تھا؛ مدھم بتیاں نرم روشنی بکھیر رہی تھیں اور اوپن ایریا میں دلکش فضا تھی۔

سامنے ایک لڑکی بیٹھی تھی جس نے بلیک شرٹ، بلیک پینٹ، اور چھوٹا لیدر کا بلیک کوٹ پہنا ہوا تھا۔

وہ مسلسل مسکراتے ہوئے اپنی سرمئی آنکھوں سے زاویار کو دیکھ رہی تھی۔ ماہا کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ زاویار نے اُسے کیوں بلایا تھا۔

"آپ نے کوئی خاص بات کرنے کے لیے بلایا ہے یا ویسے ہی؟" کچھ دیر بعد ماہا نے نرمی سے پوچھا۔

زاویار خاموش تھا، تو ماہا نے خود ہی بات شروع کر دی۔

"Obviously خاص بات ہے تو بلایا ہے نا... ورنہ میں کسی کو وقت نہیں دیتا۔"

"پھر آپ اتنی دیر سے کچھ کہہ کیوں نہیں رہے؟"

زاویار نے گہری خاموشی کے بعد کہا "جو کہنے جا رہا ہوں وہ ایک دم نہیں کہہ سکتا؛ تمہارا دل ٹوٹ جائے گا... سوچ سمجھ کر تمہیں یہ بات بتاؤں گا۔"

اس لمحے زاویار کا لہجہ سپاٹ تھا۔ اسی دوران ایک ویٹر کافی کے کپ رکھتا ہے۔

ماہا ہچکچاتے ہوئے پوچھتی ہے "کیا... کیا کون سی بات؟"

زاویار نے سکون سے ماہا کو دیکھا؛ اس کے چہرے کے تاثرات معمول کے تھے۔ "ماہا، سنبھل کر بات سننا پڑے گی۔"

ماہا کا دل ہل رہا تھا؛ اُسے یہ سوال ستانے لگا کہ ایسی کون سی بات ہو سکتی ہے جو اس کا دل توڑ دے گی، جس کے لیے زاویار نے اُسے یہاں بلایا ہے؟

"تمہارے دل میں اس چیز کی امید ہے کہ میں تم سے شادی کروں گا، جو کہ میں نے تمہارے دل میں کبھی نہیں ڈالی، لیکن تمہیں مجھ سے محبت ہے، سو تمہیں لگتا ہے کہ شاید میں تم سے شادی بھی کروں گا۔ ہاں، میں جانتا ہوں کہ میں نے کہا تھا کہ اگر میں شادی کرنے کا ارادہ کروں گا تو شاید تمہیں ہی اپنا لائف پارٹنر چنوں، مگر جیسے کہ میں نے کہا تھا کہ میں تم سے کوئی وعدہ نہیں کر رہا سو..."

اس لمحے فضا میں ایک گہرا سکوت چھا گیا، جیسے ہر لفظ میں چھپی تلخی اور پوشیدہ جذبات ایک دوسرے سے ٹکرا گئے ہوں۔

"زاویار آپ جو بات کہنا چاہتے ہیں، صاف وہ کہیں... میرا دل خراب ہوتا جا رہا ہے۔"

وہ اب پریشان ہو رہی تھی، دل جیسے باہر آنے کو تیار تھا، جیسے وہ جانتی ہو کہ زاویار کے منہ سے نکلنے والے اگلے الفاظ کون سے ہوں گے۔

زاویار نے ٹھہر کر ایک لمحے بعد کہا "میں کہہ رہا ہوں کہ میں شادی کر رہا ہوں۔"

اور یہ وہ الفاظ تھے جن کا اسے پہلے ہی اندیشہ تھا، جنہوں نے اس کا صرف دل ہی نہیں بلکہ اس کی روح کو بھی زخم پہنچا دیا۔

وہ یک ٹک زاویار کو دیکھتی رہی۔ آنکھیں بھرنے لگیں۔

"کس... کس سے کر رہے ہیں آپ؟"

زاویار نے پُر سکون ہوتے ہوئے جواب دیا" حالہ سے... جس کا پہلے بتایا تھا۔"

"آپ نے تو کہا تھا کہ آپ اسے پسند نہیں کرتے، زاویار... پھر کیسے... کیسے آپ؟"

ایک آنسو چپکے سے اس کی آنکھ سے نیچے گرا۔

زاویار نے نرم مگر پُر عزم لہجے میں کہا" مگر اب کر رہا ہوں... ماہا دیکھو... میں جانتا ہوں کہ تم مجھے پسند کرتی ہو، لیکن یہ سوچ کر بھول جاؤ کہ میں تمہارے نصیب میں نہیں ہوں... کوئی کسی کے نصیب میں نہیں ہوتا، یہ سب پہلے ہی لکھا جا چکا ہوتا ہے۔ اگر میں تمہارے نصیب میں ہوتا تو تمہیں

مل جاتا، مگر میں نہیں ہوں... جس کے نصیب میں ہوں، صرف اُسی کو ملوں گا۔"

ماہا کی آنکھ سے ایک اور آنسو گرا۔

"آپ... آپ میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے، زاویار؟"

"میں نے تمہارے ساتھ کیا کیا ماہا؟ غلط تمہارے ساتھ تب ہوتا جب میں نے تم سے کوئی وعدہ کیا ہوتا۔" زاویار نے سپاٹ لہجے میں کہا

ماہا کے آنسو ایسے گرتے رہے جیسے کوئی نازک شیشہ ٹوٹ چکا ہو، ایک دل میں جیسے کوئی امید، سب کچھ ٹوٹ گیا ہو۔

وہ ہلکا سا اٹھی، اپنا بیگ اٹھایا، اور کیا بولتی؟

سامنے رکھی کافی کو تو جیسے چھوا تک نہ تھا؛ بس ایک نظر زاویار کو دیکھ کر وہ باہر چلی گئی، اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ ہو کیا رہا ہے۔

وہ ٹوٹ گئی تھی۔

بہت گندا ٹوٹ گئی تھی۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ اپنے آپ کو کیسے سنبھالے۔

زاویار اسے باہر جانے تک دیکھتا رہا، پھر ایک نظر اُس بھرے ہوئے کافی کے کپ پر ڈالتا ہے جو ماہا نے چھوا تک نہ تھا، اور پھر اپنے کپ کو دیکھتا ہے، پھر ہاتھ سے کپ اٹھا کر لبوں سے لگا کر آرام سے کافی پیتا ہے۔

وہ جانتا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔

اور وہ پر سکون تھا۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

بنگلے کے دونوں دروازے کھلتے ہی اس کی کالے رنگ کی گاڑی اندر داخل ہو گئی۔اس نے دروازہ کھولا اور باہر قدم رکھتے ہوئے اندر چلی گئی۔اس کی خوبصورت سرمئی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں، جیسے اسے کوئی بڑا صدمہ ہوا ہو۔

آہستہ آہستہ وہ اپنے کمرے کی طرف چل پڑی، بغیر کسی کی موجودگی کا اندازہ کیے۔ کمرے کا دروازہ کھولتے ہی وہ سمٹا ہوا دکھائی دیا،اور باہر ایک شاندار سوئمنگ پول تھا۔اس کا کمرہ نہایت خوبصورت تھا؛ ہر طرف اس کی اپنی بنائی ہوئی پینٹنگز لگی تھیں، جو اس کی تخلیقیت اور شوق کی عکاسی کر رہی تھیں۔

وہ کمرے سے نکل کر سوئمنگ پول کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ شام ہلکی ہلکی ڈھل رہی تھی، اور وہ کرسی پر ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیتی ہے۔ جب آہستہ آہستہ آنکھیں کھولی تو وہ اور بھی زیادہ بھیگی ہوئی تھیں۔

وہ ایسا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے پہلی بار کسی سے سچا پیار کیا اور اپنی خواہش دل میں بسالی تھی۔ مگر اب سوال تھا — اُس کے ساتھ ایسا کیوں ہوا؟ وہ زاویار سے محبت کرتی تھی اور شادی کی امید وابستہ کر چکی تھی، مگر دل میں بے چینی تھی۔

زارا نے کہا تھا کہ وہ زاویار سے ماہا کی شادی کروائے گی۔ زارا ہی تو تھی جو اس کے بھائی کے ساتھ ماہا کی شادی چاہتی تھی اور بار بار زاویار کا ذکر کر کے ماہا کے دل میں محبت ڈال چکی تھی۔ اب ماہا جانتی تھی کہ زارا ہی وہ واحد ہے

جو کچھ کر سکتی ہے، مگر کیا وہ زارا سے امید رکھ سکتی ہے؟ نہیں، ہونا تو وہی ہے جو نصیب میں لکھا گیا ہو۔

مگر پھر اُس کی جیکٹ کی جیب میں موجود فون نے توجہ کھینچی۔ وہ آہستہ سے فون نکال کر زارا کے نمبر پر کال کرتی ہے۔

☆☆☆✦☆☆☆

وہ دونوں ایک خوبصورت ریسٹورنٹ میں بیٹھے تھے۔ چھت سے جھلملاتی بتیاں نرم روشنی بکھیر رہی تھیں اور اوپن ایریا میں مدھم روشنی پھیل رہی تھی۔ پھولوں کی مہک اور ہلکی موسیقی ایک دلکش فضا بنا رہی تھی۔

زارا کے بال نرم ہوا سے ہل رہے تھے، جس پر وہ انہیں ایک ہاتھ سے پیچھے کرتی رہتی۔ عبیل اس کے سامنے تھا، مسکراہٹ کے ساتھ، جیسے زارا کی خوبصورتی کو دیکھ کر خوش ہو رہا ہو۔ مگر زارا کے دل میں پریشانی تھی——وہ سوچ رہی تھی کہ عبیل اسے اس طرح کیوں دیکھ رہا ہے؟ کیا دانوں کی وجہ سے وہ کچھ غلط سوچ رہا ہے؟

کچھ دیر بعد، عبیل نے نرمی سے پوچھا "کچھ بول کیوں نہیں رہیں؟"

"میں زیادہ بولتی نہیں ہوں۔" زارا نے ہچکچاتے ہوئے کہا

عبیل مسکراتے ہوئے بولا "زیادہ بولتی نہیں یا پھر میرے ساتھ......"

رک کر آہستہ سے اپنا ایک ہاتھ زارا کے چہرے کی طرف بڑھایا اور اس کے بال، جو ہوا کی ملائم جھونکے سے آزاد ہو کر اس کے منہ کے سامنے گر

آئے تھے، انہیں ارام سے اس کے کان کے پیچھے کر دیا۔اس لمحے زارا کا دل جیسے دھڑکنا بند ہو گیا۔

"یا مجھ سے بات کرتے ہوئے آپ کو شرم آرہی ہے؟"

"شرم؟ نہیں... مجھے شرم نہیں آرہی۔" زارا ہچکچاتے ہوئے بولی، مگر دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

"اچھا؟ چلیں، اوکے، مان لیا۔"

وہ آرام سے مسکراتے ہوئے کہتا ہے۔

زارا نظریں نیچے کر لیتی ہے، مگر عبیل اسے دیکھتا ہی رہتا ہے۔

زارا کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا، پتہ نہیں کیوں —— ہر لمحہ دل کی دھڑکن تیز ہو رہی تھی۔

وہ ابھی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اچانک ماہا کی کال آجاتی ہے۔ زارا فوراً بیگ کے اندر سے فون نکالتی ہے اور اٹینڈ کرتی ہے۔ عبیل پیچھے سے ٹیک لگالیتا ہے، دونوں بازو سینے پر بندھے ہوئے، اور وہ اب بھی زارا کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

"ہاں... ہاں، بولو... ماہا؟" زارا نے فون پر ہچکچاتے ہوئے بات شروع کی۔

پھر ایک نظر عبیل پر پڑتی ہے۔

ماہا کی آواز فون کے پار سے سنائی دیتی ہے، "زارا... مجھے کچھ... کچھ ہو رہا ہے... میں... میں یہ سب برداشت نہیں کر پا رہی، زارا... میں مر جاؤں گی!"

زارا کی دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ وہ حیرت سے پوچھتی ہے، "کیا ہوا ماہا؟

ایسے کیوں کہہ رہی ہو؟"

"زارا، تمہارے بھائی نے آج مجھے بلا کر کہا کہ وہ شادی کر رہا ہے، پتا نہیں

کسی حالہ سے..."

ماہا کی آواز میں آنسو چھپے ہوئے تھے، اور اس کا لہجہ اداس تھا۔

زارا کو ایسا محسوس ہوا جیسے کسی پہاڑ کے ٹوٹنے کی آواز سنائی دے گئی ہو۔

"کیا؟ آر یو سیریس؟ ایسا... ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟"

زارا ایک دم حیرت سے بول پڑی، اور عبیل فوراً اُس کی طرف دیکھنے لگا۔

زارا نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی—اب وہ نہیں چاہتی تھیں کہ

عبیل کو کچھ پتا چلے۔

"زارا... تم نے مجھے بہت امید دلائی تھی، زارا!"

ماہانے آنکھوں میں آنسو لیے یہ بات کہی۔

زارانے آہستہ سے کہا" ماہا... دیکھو، ریلیکس، میں گھر جا کر کچھ کرتی ہوں، ممی سے پوچھتی ہوں کہ کیا بات ہے۔ایسا نہیں ہو سکتا، یار! وہ ایسا نہیں کر سکتے! وہ نفرت کرتے ہیں اُس سے — وہ ایسا کیوں کریں گے؟"

ماہانے کمزور سی آواز میں جواب دیا" میں نہیں جانتی، زارا... مجھے بس وہ چاہیے!"

"میں کچھ کرتی ہوں، تم ریلیکس رہو۔"

زارانے فون بند کر دیا۔

ادھر بیٹھ کر عبیل کے سامنے زارا اور زیادہ کچھ کہہ نہ سکی۔

"کیا ہوا؟ سب ٹھیک ہے؟"

عبیل نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں، سب ٹھیک ہے، بس... بس دوست کا مسئلہ ہو گیا تھا، باقی سب ٹھیک ہے۔"

اس نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے جواب دیا، مگر اس کے دل میں مایوسی اور خوف کی لہر دوڑ رہی تھی۔

دل کے گہرے گوشوں میں ایک خیال اُبھرا "حالہ سے شادی؟"

نہیں، نہیں، نہیں!

بالکل نہیں!

☆☆☆✦☆☆☆

رات کی چمکدار روشنی میں ہر چیز پر سکون تھی، مگر اس کے اندر ایک طوفان تھا۔ تارے آسمان پر چمک رہے تھے اور وہ چھت پر چادر اوڑھے مسلسل واک کر رہی تھی۔ اس کے بال ڈھیلے جوڑے میں بندھے تھے، اور وہ سینے پر ہاتھ لپیٹے ہوئے تھی۔ دماغ میں ایک ہی سوال گونج رہا تھا—— اسرا کیوں کال نہیں اٹھا رہی تھی؟ اور زاویار نے ہاں کر دی تھی... یہ تو بڑی مصیبت تھی۔

اچانک اس کی نظر ساتھ والے گھر پر پڑی، جہاں ایک سایہ آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ وہ آدمی گرِل کے ساتھ کھڑا تھا، سر جھکائے نیچے کچھ دیکھ رہا تھا، اور اس کے ہلکے گھنگریالے بال تھے۔

حالہ فوراً سمجھ گئی کہ یہ کون ہے۔ دل میں چبھن محسوس ہوئی، جیسے پرانی یادیں تازہ ہو گئی ہوں۔ وہ الزامات اور سچ اور جھوٹ کی کہانیاں، جب حالہ

نے شاہمیر پر الزام لگا کر اسے سب کی نظروں میں گرا دیا تھا، سب کچھ ایک لمحے میں واپس آ گیا۔

وہ افسوس سے اسے دیکھ رہی تھی، دل کے کسی کونے میں پچھتاوا موجود تھا۔

شاہمیر کو دیکھتے ہی جیسے وقت تھم سا گیا۔ وہ وہیں کھڑا تھا، مگر جب اس کی نظر حالہ پر پڑی تو وہ سیدھا ہو گیا، جیسے اس کی موجودگی نے اسے چونکا دیا ہو۔ حالہ فوراً نظریں پھیر لیتی ہے، جیسے وہ وہاں موجود ہی نہ ہو۔

مگر شاہمیر کی نظریں بس اسی پر جمی رہتی ہیں۔ حالہ نے آہستہ سے دوبارہ اس کی طرف دیکھا۔ وہ اب بھی ویسے ہی کھڑا اسے دیکھ رہا تھا، چہرے پر نہ کوئی حیرت، نہ غصہ، نہ مسکراہٹ — بس ایک ساکت، گہری نظر۔

"یہ کیوں دیکھ رہا ہے؟ کیا اسے مجھ سے نفرت نہیں ہوئی؟" مگر وہ اب بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

حالہ کی بے چینی بڑھنے لگی۔ اس نے قدم تیز کر لیے، جیسے خود کو مصروف کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ وہ تیزی سے چلنے لگی، مگر جب بھی نظر شاہمیر پر پڑتی، وہ اب بھی اسے ہی دیکھ رہا ہوتا۔

وہ جھنجھلاہٹ میں اپنے چہرے پر آئے بال پیچھے کرتی، جیسے وہ نہیں چاہتی تھی کہ شاہمیر اسے دیکھے۔ مگر شاہمیر کی نظریں ہٹنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔

آخرکار، حالہ نے غصے سے ایک نظر شاہمیر کو دیکھا، جیسے کہہ رہی ہو کہ وہ اسے دیکھنا بند کرے۔ پھر ایک جھٹکے سے پلٹی اور تیزی سے سیڑھیوں کی

طرف بڑھ گئی۔ وہ ایسے گھورتا رہے اور وہ آرام سے واک کرے؟ یہ ممکن نہیں تھا۔

☆☆☆✦☆☆☆

زارا گھر میں داخل ہوتے ہی تیزی سے مہرین سلطان کے کمرے کی طرف بھاگی، مگر زاویار جو ٹی وی لاؤنج میں بیٹھا تھا، نے نرمی سے پکارا، "زارا..."

زارا رک گئی، پھر آہستہ سے اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ چہرے پر واضح پریشانی تھی، جیسے دل کسی خوف سے کانپ رہا ہو۔

"زاویار بھائی..."

زاویار نے اس کے چہرے کا جائزہ لیا، جو بے چینی اور الجھن سے بھرا ہوا تھا۔

"کیا ہوا؟ پریشان کیوں لگ رہی ہو؟"

"بھائی، مجھے ماہا کی کال آئی تھی اور وہ رو رہی تھی..."

زاویار کو کسی وضاحت کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ سب سمجھ گیا۔ ہلکے سے سر ہلایا اور ہاتھ میں رکھی کتاب سائیڈ پر رکھ کر تھوڑا آگے جھکا۔

"اور؟"

"اس نے کہا کہ آپ... آپ حالہ سے شادی کر رہے... کیا یہ سچ ہے بھائی؟"

زاویار نے سکون سے زارا کی طرف دیکھا، "بالکل سچ ہے۔"

زارا کو لگا جیسے زمین اس کے پیروں تلے سے نکل گئی ہو۔

"کیوں؟"

زاویار نے اس کے سوال کے جواب میں خاموشی اختیار کی، مگر زارا کی آنکھوں میں بے یقینی اور دکھ صاف نظر آ رہا تھا۔ وہ ہمیشہ ماہا اور زاویار کو ایک ساتھ دیکھنے کی خواہش مند رہی تھی۔ چلو، اگر زاویار ماہا سے شادی نہ بھی کرے، مگر حالہ؟ وہ بدتمیز، بے پرواہ لڑکی؟ نہیں!

"زارا، یہ میری زندگی ہے، میری مرضی میں جس سے چاہوں شادی کروں... تم اپنی دوست کو زبردستی مجھ پر مسلط تو نہیں کر سکتیں نا؟"

"وہ سب ٹھیک ہے، آپ نہ کریں ماہا سے شادی، مگر حالہ؟ حالہ سے شادی کیسے کر سکتے ہیں؟ آپ تو اسے پسند بھی نہیں کرتے، وہ تو آپ کے ٹائپ کی

بھی نہیں ہے، جس طرح کی لڑکی آپ چاہتے تھے وہ تو ویسی بھی نہیں ہے۔"

زاویار نے نظریں ہٹائیں اور پر سکون انداز میں بولا، "ممی کی خوشی اسی میں ہے زارا... وہ چاہتی ہیں کہ میں حالہ سے شادی کروں، سو... میں اپنی ماں کی خواہش پوری کر رہا ہوں، اور کچھ نہیں۔"

زارا نے گہری نظر سے زاویار کو دیکھا۔

یہ کیسے ہو سکتا تھا؟ وہ زاویار کو جانتی تھی، وہ ایسا نہیں تھا۔ وہ ہمیشہ اپنی ضد پر قائم رہنے والا شخص تھا۔ جس چیز کو پسند نہ کرے، وہ کسی کی منت سماجت پر بھی قبول نہیں کرتا تھا۔ پھر آج؟ آج وہ اپنی زندگی کا سب سے بڑا فیصلہ محض ممی کی خوشی کے لیے کر رہا تھا؟

"اور مجھے اب اس ٹاپک پر کسی سے کوئی بات نہیں کرنی زارا... سب نے سن لیا ہے کہ میں حالہ سے شادی کر رہا ہوں، بس اب سب ایکسپٹ کر لو۔ اب کوئی آکر مجھ سے یہ نہیں کہے گا کہ میں کیوں کر رہا ہوں؟..."

یہ کہہ کر زاویار آہستہ سے اٹھا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ زارا وہیں بیٹھی رہ گئی، اس کے ذہن میں صرف ایک سوال گونج رہا تھا——یہ سب اچانک کیسے ہو گیا؟

☆☆☆✦☆☆☆

شاہمیر چھت سے نیچے آتا ہے تو سامنے بیٹھی زارا پر نظر پڑتی ہے۔ وہ ایک پل کے لیے رکتا ہے، پھر آہستہ قدموں سے اس کی طرف بڑھتا ہے۔ زارا نے بھی شاہمیر کو دیکھ لیا تھا۔

"ادھر کیوں بیٹھی ہوئی ہو؟"

وہ آرام سے پوچھتا ہے، جیسے اس کی حالت کا اندازہ لگا چکا ہو۔

زارا نے گہرا سانس لیا، پھر نظریں زاویار کے کمرے کی طرف موڑ کر بولی،

"زاویار بھائی کو کیا ہو گیا ہے، شاہمیر؟"

شاہمیر اس کے سوال پر ہلکا سا مسکراتا ہے، مگر وہ مسکراہٹ زیادہ دیر قائم نہیں رہتی۔ پھر آکر سامنے بیٹھ جاتا ہے۔

"پاگل ہو گیا ہے وہ، اور کچھ نہیں۔"

"ایسے مت کہو... بس مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ وہ ایسا کیوں کر رہے ہے؟ وہ ایسے نہیں ہیں، میں انہیں جانتی ہوں۔ جو چیز انہیں ناپسند ہو، وہ اپنی زندگی میں اسے نہیں لاتے، پھر کہہ رہے ہیں کہ ممی کی خوشی کی خاطر وہ حالہ سے شادی کر رہے، جبکہ وہ اسے ایک نظر نہیں پسند کرتے۔"

شاہمیر نے سر جھکا لیا، جیسے کوئی بوجھ تھا جو وہ زارا کے سوالات کے جواب میں اٹھا نہیں پا رہا تھا۔

"مجھے نہیں پتا، زارا... اس سوال کا جواب میں خود بھی نہیں جانتا۔"

زارا نے غور سے اسے دیکھا۔

کچھ دنوں سے اس نے شاہمیر کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا تھا، وہ شاہمیر جو ہمیشہ مذاق کرتا، ہر بات پر ہنستا تھا۔ مگر آج؟ آج اس کے چہرے پر کوئی مسکراہٹ نہیں تھی، جیسے کوئی روشنی تھی جو بجھ گئی ہو۔

زارا نے ہلکی آواز میں اسے پکارا، "شاہمیر..."

شاہمیر نے سر جھکائے ہی مدھم آواز میں جواب دیا، "ہمم؟"

"تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم پہلے تو ایسے نہیں تھے۔"

وہ خاموش رہا، بس زمین کو گھورتا رہا، جیسے کوئی جواب تلاش کر رہا ہو۔

"تم ایسے نہیں تھے، شاہمیر... تم ہمیشہ سے ایک مسکراتے ہوئے انسان تھے... اپنے اوپر اس سب کو اتنا حاوی کیوں کر رہے ہو؟ اس لڑکی کو اپنے دماغ سے کیوں نہیں نکال رہے؟"

شاہمیر نے ہلکا سا سر اٹھایا، پھر آہستہ سے بولا، "زارا... جس سے آپ کو محبت ہو جائے، وہ آپ کے دل و دماغ کے اندر قید ہو جاتا ہے، اور پھر اسے نکالنا مشکل ہوتا ہے۔"

زارا نے نفی میں سر ہلایا، جیسے وہ اس کی بات سے متفق نہیں تھی۔ "نہیں، شاہمیر... کوشش کرنی پڑتی ہے، ہر چیز میں کوشش چاہیے ہوتی ہے، اور تم کوشش نہیں کر رہے۔"

شاہمیر کی آنکھیں نم ہونے لگیں، اس نے دھیرے سے سر جھکا لیا، جیسے کوئی جنگ تھی جو وہ خود سے ہار رہا تھا۔

"میں کر رہا ہوں کوشش، زارا... میں بہت کر رہا ہوں، مگر وہ نہیں نکل رہی میرے دماغ سے۔"

زارا نے گہری نظر اس پر ڈالی۔ "تم نہیں کر رہے کوشش... اگر کر رہے ہوتے تو وہ اب تک دماغ سے نکل چکی ہوتی، مگر تم نہیں کر رہے۔ تم روز اس کے گھر کو دیکھتے ہو، اس کے بارے میں سوچتے ہو... تم اسے سوچنا بند کر دو، جب سوچنا بند کرو گے تو تم اسے دماغ سے نکال سکو گے۔ تمہیں اپنی آنکھوں کو سنبھالنا ہو گا۔ جب تک آنکھوں کو نہیں سنبھالو گے، اسے دیکھو گے اور اسے دیکھنے کی تمنا کرو گے، تم کبھی اس کے پیار سے نہیں نکل پاؤ گے۔ تمہیں اسے اپنے دماغ سے نکالنے کے لیے خود کے دماغ کو قابو میں

لینا ہو گا، شاہمیر، خود کو شش کرنی ہو گی کہ تم اس کے بارے میں نہ

سوچو۔"

شاہمیر نے پلکیں اٹھائیں، اور زارا کی باتوں میں شاید سچائی نظر آئی، مگر کیا

سچائی ہمیشہ ماننا آسان ہوتی ہے؟

یہ لمحہ جیسے کسی گہری کھائی میں گرنے جیسا تھا، جہاں روشنی کا ایک ہلکا سا

امکان تو تھا، مگر راستہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ شاہمیر نے سر جھکایا،

نظریں زمین پر جم گئیں۔

"یہ اتنا آسان نہیں ہے، زارا۔" آواز مدھم تھی، جیسے تھکن میں لپٹی ہوئی

ہو۔

زارا نے گہری سانس لی، آنکھوں میں ایک عجیب سی بے بسی تھی، مگر لہجہ

سخت تھا۔

"شاہمیر، دنیا میں کچھ بھی آسان نہیں ہوتا۔ مگر ہم کیا ایک شخص کی خاطر خود کو مٹا دیں؟ تمہیں دکھ نہیں ہوتا کہ تم پہلے کیسے تھے اور اب کیسے بن گئے ہو؟ جو شخص تمہارا نہیں ہے اور ہو بھی نہیں سکتا، کیا اس کے لیے تم خود کو ہمیشہ کے لیے برباد کر دو گے؟"

شاہمیر نے نظریں نہیں اٹھائیں۔ وہ ان باتوں کو سمجھتا تھا، مگر قبول نہیں کر پا رہا تھا۔

"میں کیسے خود کو سمجھاؤں، زارا؟ سب سمجھاتے ہیں، سب کو لگتا ہے کہ یہ بس کہنے سے ہو جائے گا، مگر یہ اتنا آسان نہیں ہے۔"

زارا نے ایک تلخ مسکراہٹ سے سر جھٹکا۔

"میں جانتی ہوں، یہ مشکل ہے، مگر کوئی بھی زندگی آسان نہیں ہوتی، شاہمیر۔ سب کی زندگی میں کچھ نہ کچھ ایسا ہوتا ہے جو انہیں توڑ کر رکھ دیتا

ہے، مگر ہم ان زخموں کے ساتھ جینا سیکھتے ہیں۔ ہم نہیں رک سکتے، ورنہ دنیا ہمیں پیچھے چھوڑ دے گی۔"

وہ لمحہ بھر کو رکی، جیسے کچھ سوچ رہی ہو، پھر آگے بڑھی۔

"اگر تم اپنی زندگی کا قیمتی وقت ایک ایسے شخص کے پیچھے ضائع کرتے رہو گے جو تمہارا ہو ہی نہیں سکتا، تو کیا تمہاری اپنی زندگی کا کوئی حق نہیں؟"

شاہمیر نے سر اٹھایا، اس کی آنکھوں میں ایک گہری تھکن تھی۔

"زارا... میں کوشش کر رہا ہوں۔"

زارا نے سر ہلایا، مگر اس کی آنکھوں میں یقین نہیں تھا۔

"نہیں، تم کوشش نہیں کر رہے۔ تم صرف وقت گزار رہے ہو، خود کو دھوکہ دے رہے ہو۔ تمہیں اس کی یاد سے نکلنے کے لیے خود پر قابو پانا ہو گا۔ آنکھوں کو روکنا ہو گا، دل کو سمجھانا ہو گا۔ جب تک تم یہ نہیں کرو

گے، تم کبھی آزاد نہیں ہو سکو گے۔۔۔ ہمیں خود کو سمجھنا ضروری ہوتا ہے، شاہمیر..."

شاہمیر نے گہری سانس لی اور نظریں جھکائیں۔ زارا نے اسے دیکھا، جیسے کچھ کہنا چاہتی ہو، مگر پھر خاموش رہی اور جھٹکے سے کھڑی ہو گئی۔

"جب تم واقعی کوشش کرو گے، تب ہی خود کو بچا پاؤ گے، شاہمیر۔" یہ کہتے ہوئے وہ مڑی اور باہر نکل گئی۔

شاہمیر نے اسے کمرے سے نکلتے دیکھا، پھر دھیرے سے سر صوفے کی پشت سے ٹکا دیا اور چہرہ دونوں ہاتھوں سے ڈھک لیا۔

وہ کوشش کرے گا... مگر کیسے؟ کیا وہ واقعی خود کو اس سب سے نکال پائے گا؟

یہ لمحہ شاہمیر کے لیے اندھیری گلی میں کھو جانے جیسا تھا۔ زارا کے الفاظ اس کے دماغ میں گونج رہے تھے، مگر دوسروں کے لیے آسان لگنے والی باتیں خود پر آکر الجھ جاتی ہیں۔ زارا جا چکی تھی، مگر وہ وہیں بیٹھا رہا۔ خاموشی کمرے پر چھا گئی۔

اس نے دونوں ہاتھ چہرے پر رکھے اور گہری سانس لی۔

"میں کر رہا ہوں کوشش..." مگر حقیقت میں وہ جانتا تھا کہ وہ صرف وقت گزار رہا ہے۔

زارا کی باتیں مسلسل اسے جھنجھوڑ رہی تھیں۔ مگر وہ حالہ کو سوچنا کیسے بند کرے؟ وہ اس جذباتی بھنور سے کیسے نکلے؟

ایک اور مسئلہ تھا——زاویار اس سے شادی کر رہا تھا۔ یہ خبر اسے تکلیف کی طرح لگی۔ وہ گہری سانس لیتا ہے اور آنکھیں بند کر کے سر صوفے کی پشت سے ٹکا دیتا ہے۔

وہ کوشش کرے گا... مگر کیا وہ واقعی کامیاب ہو پائے گا؟

☆☆☆✦☆☆☆

وہ بے چینی سے کروٹیں بدل رہی تھی، مگر نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ موبائل ہاتھ میں تھا، بار بار اسکرین کو دیکھتی، مگر کوئی نوٹیفکیشن نہیں، کوئی مسیج نہیں۔

دل جیسے کسی انجانے خوف سے جکڑا جا رہا تھا۔

"اسرا کہاں ہے؟ وہ کال کیوں نہیں اٹھا رہی؟"

حالہ نے دوبارہ نمبر ملایا، فون بجا مگر کوئی جواب نہیں آیا۔ دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔

بے بسی کی ایک لہر نے اسے گھیر لیا۔

کمرے کی خاموشی اور اندھیرا جیسے اس کی بے چینی کو اور بڑھا رہا تھا۔ وہ اٹھی، کھڑکی کے پاس جا کر باہر دیکھنے لگی۔ رات کا سناٹا تھا، مگر اس کے اندر طوفان مچا ہوا تھا۔

یہ رات کیسے گزرے گی؟

مگر ایک بات طے تھی۔

کل سب سے پہلے تو وہ زاویار کے آفس جائے گی۔

اور اسے خوب سنائے گی۔

☆☆☆✦☆☆☆

صبح کی روشنی آہستہ آہستہ پورے شہر پر پھیل رہی تھی۔ دھند میں لپٹی عمارتیں، سڑکوں پر روشنی بکھیرتے لیمپ پوسٹ، اور کہیں کہیں بے خبر سوئے لوگ —— سب ایک نئے دن کے آغاز کی گواہی دے رہے تھے۔

یہ دسمبر کا آخری دن تھا۔ ایک اور سال اپنی تمام کہانیاں، تمام لمحے، تمام خوشیاں اور دکھ سمیٹ کر رخصت ہونے کو تھا۔ یہ سال کیسے بیتا؟ کہیں ٹوٹے خوابوں کے سائے تھے، کہیں بکھری خوشیوں کی کرنیں۔ کسی کے

لیے یہ سال خزاں کی مانند تھا، کسی کے لیے بہار کی طرح۔ وقت نے کچھ لوگوں کو سب کچھ دے دیا، اور کچھ کے ہاتھوں سے سب کچھ چھین لیا۔

کل ایک نیا سال طلوع ہو گا، مگر آج... آج دسمبر کا آخری دن تھا—— یادوں، لمحوں اور جذبات کا سنگم۔

وہ گیٹ سے اندر داخل ہوا تو ہلکی خنکی نے اس کے گرم ہوتے وجود کو چھوا۔ بال پسینے سے بھیگے ماتھے پر چپکے ہوئے تھے، سانسیں ذرا تیز چل رہی تھیں، اور چہرہ ہلکا سا لال ہو رہا تھا۔ سفید شرٹ کے اوپر نیلی جیکٹ، نیچے نیلی ٹراؤزر اور جوگرز پہنے وہ کسی کھلاڑی کی طرح لگ رہا تھا جو ابھی ابھی کسی سخت دوڑ سے واپس آیا ہو۔ وہ اپنے آفس کے روایتی حلیے سے بالکل مختلف لگ رہا تھا، شاید زیادہ عام، مگر زیادہ دلکش۔

سامنے مہرین سلطان آرام دہ کرسی پر بیٹھی تھیں، ہاتھ میں چائے کا کپ تھامے، آج وہ غیر معمولی طور پر جلدی جاگ گئی تھیں۔ صبح کی روشنی ان کے چہرے پر ایک نرم چمک بکھیر رہی تھی۔

زاویار کچھ لمحے دروازے پر کھڑا انہیں دیکھتا رہا، پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے ان کے قریب آ گیا۔

"السلام علیکم" وہ دھیرے سے کہتا ہوا سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"وعلیکم السلام..." مہریں سلطان نے ہلکی سی مسکراہٹ سے جواب دیا "واک کر کے آ رہے ہو؟"

"جی..." وہ نیچے نظریں جھکائے بولا۔

مہرین سلطان نے اسے بغور دیکھا۔ مگر ساتھ ہی وہ کچھ کہنے کے لیے موقع ڈھونڈ رہی تھیں۔ زاویار زمین کو گھور رہا تھا۔

"اچھا، تم سے ایک بات کرنی ہے..." انہوں نے نرم مگر محتاط انداز میں بات شروع کی۔

زاویار نے سر اٹھائے بغیر مختصر جواب دیا "جی، کریں؟"

"زاویار... تم نے نکاح کے لیے دو ہفتے کا کہا تھا، تو..."

زاویار نے ایک گہری سانس لی، جیسے وہ پہلے سے جانتا ہو کہ یہ گفتگو کس طرف جانے والی ہے۔

"جی، دو ہفتے میں ہی ہو گا، اور میں اس پر مزید کچھ نہیں سنوں گا" اس کی آواز میں وہی سختی تھی جو ہمیشہ سے رہی تھی، فیصلہ کن اور حتمی۔

"لیکن، زاویار... حالہ کی پڑھائی ابھی مکمل نہیں ہوئی" مہرین سلطان نے اسے نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی۔

"میرا مسئلہ نہیں ہے" زاویار نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا، جیسے یہ کوئی اہم بات ہی نہ ہو۔

"مگر ہمارا ہے!" ان کی آواز میں اب ماں کی سختی آگئی تھی۔ "کیونکہ میں چاہتی ہوں کہ زارا اور تمہاری شادی ایک ساتھ ہو۔ زارا کی پڑھائی دو مہینے میں ختم ہو رہی ہے، اور میں چاہتی ہوں کہ تم بھی نکاح دو مہینے بعد کرو، حالہ کے ساتھ۔"

زاویار خاموش رہا، اس کی نظریں زمین پر جمی ہوئی تھیں، جیسے وہ اندر ہی اندر کچھ تول رہا ہو۔ چند لمحوں کے سکوت کے بعد اس نے ہلکی سانس بھری، جیسے خود کو قائل کر رہا ہو۔

"اچھا..." اس نے بمشکل کہا "لیکن میں اس سے زیادہ انتظار نہیں کروں گا... دو مہینے تو مطلب دو مہینے۔"

یہ کہتے ہی وہ کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور بغیر کوئی اور بات کیے اندر کی طرف بڑھ گیا۔

مہرین سلطان نے سکون کا سانس لیا، جیسے ایک بڑی جنگ جیت لی ہو۔ مگر ان کے چہرے پر اب بھی کچھ خدشات باقی تھے...

☆☆☆✦☆☆☆

زاویار چلتا ہوا کمرے میں داخل ہوتا ہے، آفس کے کپڑے نکال کر انہیں صوفے پر ترتیب سے رکھ دیتا ہے۔ اب اسے آفس کے لیے خود کو تیار کرنا تھا۔ پھر واش روم جاتا ہے جب وہ واپس آیا تو اس کے بال گیلے تھے اور وہ آفس کی شرٹ اور پینٹ میں ملبوس تھا۔

اس نے اپنی سفید شرٹ کی آستین ہلکا سا اوپر کر لی، پھر گھڑی پہنی، شرٹ کے اوپر کے دو بٹن کھول دیے۔ بالوں پر کنگھی پھیر کر انہیں ترتیب دیا اور

پھر پرفیوم کی بوتل اٹھا کر خود پر چھڑک لیا۔ پورے کمرے میں خوشبو پھیل گئی، جیسے وہ خود کو مکمل تیار کر چکا ہو۔ وہ اب پہلے کی نسبت بہت مختلف لگ رہا تھا

کوٹ آرام سے صوفے پر رکھا ہوا تھا، مگر اس نے کوٹ نہیں پہنا۔ اس نے بس اسے بازو پر لٹکا لیا، پھر فائلز والا بیگ اٹھایا اور دوسرے ہاتھ میں موبائل پکڑ کر کمرے سے باہر آ گیا۔

نیچے آ کر اس نے سب پر نظر ڈالی۔ ڈائننگ ٹیبل پر مہرین سلطان، فراز سلطان، اور زارا ناشتہ کر رہے تھے، مگر شاہمیر وہاں نہیں تھا۔ زارا نے اسے دیکھتے ہی ایک مسکراہٹ دی، جس پر زاویار بھی ہلکا سا مسکرایا۔

ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ زارا اسے مسکرا کر دیکھے اور وہ سنجیدہ رہے۔

ہاں، اگر کوئی اور ہوتا تو شاید وہ نہ مسکراتا۔

اس کے بعد وہ چلتا ہوا گاڑی کے قریب گیا، دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا اور ایک گہری سانس لی۔ کوٹ کو سیٹ کے پیچھے لٹکاتے ہوئے اور بیگ کو ساتھ والی سیٹ پر رکھتے ہوئے، اس نے گاڑی سٹارٹ کی۔ زیادہ تر وہ خود ہی ڈرائیو کرتا تھا، کبھی کبھار ہی ڈرائیور کے ساتھ جاتا تھا۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

افس میں ہلکی ہلچل تھی، چہ مگوئیاں ہو رہی تھیں، لیکن جیسے ہی زاویار سلطان اندر داخل ہوا، سب خاموش ہو گئے۔ وہ دروازے سے اندر آیا اور ایک نظر پورے ہال پر ڈالی۔ اس کی موجودگی کا رعب اتنا تھا کہ کوئی بھی سر اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہ کر سکا۔ کچھ لمحے کے لیے صرف کرسیوں کی چرچراہٹ سنائی دی، پھر ہر کوئی اپنے کام میں مصروف ہونے کی اداکاری

کرنے لگا۔ دبے دبے لفظوں میں سرگوشیاں ہونے لگیں، جن میں سب سے نمایاں آواز ایک ورکر کی تھی، جو قدرے جوش میں کہہ رہا تھا، "میں نے سنا ہے کہ زاویار سر شادی کر رہے ہیں!"

یہ جملہ سنتے ہی کئی لوگوں کے کان کھڑے ہو گئے۔ مادیحہ جو اپنے کام میں مصروف تھی، چونک کر سیدھی ہوئی اور سوالیہ نظروں سے اس ورکر کی طرف دیکھا۔ "کیا؟ واقعی؟ کس سے؟"

"یہ تو نہیں پتہ..." ورکر نے کندھے اچکائے۔

مادیحہ نے فوراً اگلا سوال داغا، "مگر تمہیں کس نے بتایا؟"

یہ سنتے ہی اسے حالہ یاد آ گئی۔ اگر وہ یہاں ہوتی تو اس وقت یقینی طور پر کوئی نہ کوئی مزاحیہ جملہ بول کر سب کو ہنسا دیتی۔ حالہ کے بغیر افس کچھ ویران سا لگ رہا تھا۔

"مجھے آمنہ نے بتایا تھا..." ورکر نے رازدارانہ انداز میں کہا، "اب پتہ نہیں اسے کس نے بتایا، لیکن بات تو پکی ہے کہ زاویار سر شادی کر رہے ہیں۔اور ایسی خبریں زیادہ دیر چھپتی نہیں!"

"مگر کس سے کر رہے ہیں؟" ایک اور آواز ابھری۔

"یہ شاید آمنہ کو پتہ ہو، کیونکہ وہ زاویار سر کی سیکرٹری سے کافی گھل مل گئی ہے۔"

"یار، دل توڑ دیا تم نے!" ایک ورکر نے افسوس سے کہا، جیسے وہ خود کو زاویار کے رشتے کے لیے امیدوار سمجھتی ہو۔

مادیحہ کی حیرت ابھی تک کم نہیں ہوئی تھی۔وہ کرسی سے ٹیک لگا کر گہری سوچ میں ڈوب گئی تھی۔سب ورکرز چہ مگوئیاں کر رہے تھے، مگر مادیحہ

کے ذہن میں صرف ایک ہی بات چل رہی تھی—یہ خبر حالہ کو سنانی ہے!

بس اب وہ حالہ کا ردِ عمل دیکھنے کے لیے بے چین تھی۔ یقیناً حالہ اسے سن کر ہنسے بغیر نہیں رہ سکے گی۔ وہ اس لمحے کا انتظار کرنے لگی جب وہ اسے یہ دھماکہ خیز خبر دے گی۔

☆☆☆✦☆☆☆

وہ اپنے کمرے کے شیشے کے آگے کھڑی تھی، جیسے کسی الجھن میں گم ہو۔ بال آدھی پونی میں بندھے ہوئے تھے، چہرے پر کوئی میک اپ نہیں تھا، مگر اس کی قدرتی خوبصورتی اپنی جگہ قائم تھی۔ سفید جوڑے میں ملبوس وہ

تیار کھڑی تھی، مگر اس کی آنکھوں میں ایک بے چینی تھی، ایک خلش جو سکون کو نوچ رہی تھی۔ اسرا کی کال اب تک نہیں آئی تھی۔ وہ بار بار فون دیکھتی، انگلیاں بے چینی سے اسکرین پر پھسلتی جاتیں، مگر کوئی اطلاع نہیں۔ آخر اس نے جھنجھلا کر ایک اور میسج کیا، مگر جواب ندارد۔

کیا اسرا اس لیے نہیں بتا رہی کہ عفان نے کچھ غلط کہہ دیا ہو گا؟ یا شاید وہ چاہتی ہو گی کہ حالہ ابھی کچھ نہ سنے، کہیں اس کا دل مزید نہ دکھنے لگے، کہیں وہ ٹوٹ نہ جائے؟

"ضرور عفان نے انکار کر دیا ہو گا..." وہ خود سے بڑبڑائی، پھر جیسے اپنی ہی سوچ سے لرز گئی۔

"مگر بتا دے نا، کیوں اتنا پریشان کر رہی ہے؟ بہت ٹینس ہو رہی ہوں میں۔"

تبھی فون کی اسکرین روشن ہوئی۔ کال آئی تھی۔

دل زور سے دھڑکا، جیسے پسلیوں میں قید کوئی پرندہ بے تاب ہوا اٹھا ہو۔

"اسرا!" اس کے دل نے سرگوشی کی۔

لیکن نہیں... یہ اسرا نہیں تھی۔ اس کی مسکراہٹ لمحے بھر میں مدھم پڑ گئی۔

"مادیحہ؟"

مادیحہ کیوں کال کر رہی تھی؟

وہ کچھ پل فون کی طرف دیکھتی رہی، پھر گہری سانس لے کر کال ریسیو کر لی۔

"ہیلو؟" اس کی آواز میں ایک مدھم سی امید تھی، جو ٹوٹ چکی تھی۔

"کیسی ہو حالہ؟" مادیحہ کی شوخ مگر دوستانہ آواز دوسری طرف سے آئی۔

"میں ٹھیک ہوں..." اس نے نظریں جھکا کر جواب دیا، پھر بے چینی سے

پوچھا "تم نے کال کیوں کی؟ کوئی خاص بات ہے؟"

"لو، میں تمہاری دوست ہوں، کیا کال نہیں کر سکتی؟"

"ہاں ہاں، کر سکتی ہو... خیر کیا ہوا؟"

حالہ نے ایک نظر شیشے میں خود پر ڈالی۔

کھڑکی سے آتی سنہری دھوپ اس کی سبز آنکھوں میں جھلمل کر رہی تھی۔

وہ آج واقعی خوبصورت لگ رہی تھی، مگر اندر ہی اندر کچھ تھا جو بکھر رہا تھا۔

"میں نے تمہیں ایک نیوز سنانی ہے!"

مادیحہ کی آواز جوش سے بھری ہوئی تھی، جیسے کوئی بہت بڑی خبر ہو۔

حالہ کی انگلیاں بے دھیانی میں شیشے کے ساتھ کھڑکی کے کنارے پر رگڑنے لگیں۔ "کون سی نیوز؟" اس نے لاپرواہی سے پوچھا

"زاویار سر ہیں نا؟ ان کی شادی ہونے والی ہے!"

مادیحہ کی آواز میں جوش تھا، جیسے وہ یہ خبر دے کر حالہ کے کسی شوخ تبصرے کا انتظار کر رہی ہو۔ اس نے سوچا تھا کہ حالہ کچھ طنزیہ کہے گی، یا شاید مذاق میں ہنس دے گی۔

لیکن حالہ نے صرف ایک گہری سانس لی۔

"پتا ہے..."

ایک پل کے لیے جیسے وقت تھم گیا۔

مادیحہ کے ہونٹوں پر کھیلتی مسکراہٹ مدھم پڑ گئی۔ "ہیں؟ تمہیں کیسے پتہ؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

حالہ کی نظریں شیشے میں اپنی ہی عکاسی پر جمی رہیں، دھوپ اس کی سبز آنکھوں میں چمک رہی تھی، مگر وہ خود اندر سے بالکل خالی محسوس کر رہی تھی۔

"میرے سے ہی ہونے والی ہے۔"

ایک پل کے لیے دوسری طرف سناٹا چھا گیا۔

"ہیں؟ کیا مطلب؟ تم سے؟ What؟"

مادیحہ کی سانس جیسے اٹک گئی، وہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ حالہ کیا کہہ رہی ہے۔

حالہ نے ایک اور گہری سانس لی، جیسے اپنے اندر کے تمام جذبات کو زبردستی دبا رہی ہو۔

"نہیں ہو گی... "وہ جیسے خود سے کہہ رہی ہو "اُس سے شادی کروں گی میں؟ پاگل ہوں؟اُس جیسے آدمی کے ساتھ شادی کر کے اپنی زندگی خراب نہیں کرنی مجھے!"

اس کی آواز میں ایک عجیب ٹھہراؤ تھا،ایک تلخی، جیسے وہ خود کو کسی زبردستی سے بچانے کی کوشش کر رہی ہو۔

مادیحہ کو اب بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔

حالہ؟

زاویار سر کی شادی حالہ سے ہونے والی ہے؟

☆☆☆✦☆☆☆

زارا ناشتہ کر چکی تھی مگر دوبارہ بیڈ پر لیٹ گئی۔ یونیورسٹی کا ارادہ دوستوں کے نہ جانے پر ترک کر دیا۔ ابھی سستی طاری تھی کہ فون بجا۔

نیند اڑ گئی۔ اُکتا کر فون اٹھایا—ماہا۔

دل دھڑکا، فوراً کال اٹینڈ کی۔

"ماہا کیسی ہو؟" بے چینی چھپاتے ہوئے بولی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے؟" آواز خالی تھی، آنکھیں سوجی ہوئی لگ رہی تھیں۔

زارا خاموش رہی، دل میں انجانی بے چینی۔

"میں نے یہ بتانے کے لیے کال کی کہ..." ماہا رکی، الفاظ اٹک گئے۔

زارا چونک گئی، دل کی دھڑکن تیز ہوئی۔

"کیا ہوا، ماہا؟"

"دو تین دن میں اٹلی جا رہی ہوں۔"

خاموشی۔

زارا کا دل ایک پل کو رکا۔

"اٹلی؟ کیوں؟"

"ادھر رہ کر کیا کروں گی؟ اپنے بھائی کے پاس جا رہی ہوں، وہ بلا رہے ہیں... کافی ٹائم سے بلا رہے تھے، مگر میں نہیں جا رہی تھی۔"

ماہا کی سانس لرزی، جیسے خود کو سنبھال رہی ہو۔

"صرف زاویار کے لیے رکی ہوئی تھی، مگر اب جب وہ میرا نہیں رہا تو کیا کروں گی یہاں رہ کر؟"

ایک آنسو خاموشی سے اس کی آنکھ سے گرا۔

زارا کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔ زاویار نے فیصلہ کر لیا تھا، وہ کیا امید دلاتی؟

"ماہا... تم واقعی جا رہی ہو؟ اور میری شادی؟ تم نہیں ہو گی؟"

زارا کی آواز کمزور پڑ گئی، جیسے کوئی قیمتی چیز چھن رہی ہو۔

"جب ہو گی، آ جاؤں گی..." ماہا نے لاپروائی سے کہا، مگر آواز بھاری تھی۔

"لیکن مجھے یہاں سے نکلنا ہے، زارا، ورنہ میں ختم ہو جاؤں گی۔"

"ایسا مت کہو... خود کو سنبھالو، ماہا۔"

"تم نے مجھے امید دلائی تھی، زارا۔"

زارا کے دل میں کچھ چٹخا۔

"میں نے غلطی کی تھی، ماہا۔"

خاموشی چھاگئی۔

"تمہیں سوچنا چاہیے تھا، زارا، کہ کسی کو ایسے امیدیں دلا کر توڑنا نہیں چاہیے... تم نے کہا تھا کہ زاویار میرا ہوگا، اور اب دیکھو؟"

ماہا کی آواز میں کڑواہٹ تھی۔

"I am sorry". زارا کی آنکھیں بھر آئیں، وہ خود کو بے بس محسوس کر رہی تھی۔

"میں اٹلی جا رہی ہوں کیونکہ زاویار یہاں ہے، اور میں مووآن کرنا چاہتی ہوں۔ اگر وہ میری زندگی میں نہیں، تو میں اس شہر میں کیوں رہوں؟"

ماہا کی آواز لرز رہی تھی۔ زارا کچھ نہیں کہہ سکی۔

"ماہا، میں تمہارے لیے کچھ بھی کر سکتی ہوں، بس یوں مت جاؤ۔"

"میرے پاس کوئی اور راستہ نہیں، زارا۔ مجھے آگے بڑھنا ہے، اور اس کے لیے یہاں سے نکلنا ہو گا۔"

زارا خاموش ہو گئی، دل میں ایک خالی پن لیے۔

"میں تمہیں یاد کروں گی، ماہا... مگر یہ فیصلہ تمہارا ہے۔"

ماہا نے سر ہلایا، مگر آنکھوں میں نمی تھی۔ "مجھے بھی تمہاری بہت یاد آئے گی، مگر مجھے اپنی خوشی کا بھی خیال رکھنا ہے۔"

دونوں نے ایک دوسرے کو خاموشی سے سمجھا، جیسے کہ لفظوں کی ضرورت ہی نہ رہی ہو۔

☆☆☆✦☆☆☆

وہ آفس کی عمارت میں داخل ہوئی، دل میں ایک عجیب سا اضطراب محسوس کرتے ہوئے۔اس نے لفٹ کا بٹن دبایااور جب دروازے کھل گئے تو چوتھے فلور پر قدم رکھا۔وہاں پہنچنے کے بعد وہ زاویار کے آفس کی طرف بڑھنے لگی، مگراچانک سیکرٹری نے اسے روک لیا۔

"جی؟"سیکرٹری نے حالہ کی طرف دیکھا،اس کی آنکھوں میں ایک سوالی چمک تھی۔اس دن تو حالہ کو جانے دے دیا تھااس نے، مگر آج زاویار کی اجازت کے بغیراس کا جانا ممکن نہیں تھا۔

"مجھے زاویار سے ملنا ہے۔"

"وہ مصروف ہیں... کسی سے نہیں مل سکتے ابھی۔"سیکرٹری نے جواب دیا،اپنی جگہ پر کھڑی رہی۔

"مصروف ہیں تو ابھی اسے کہو کہ حالہ آئی ہے، اسی وقت مجھ سے ملے... وقت نہیں ہے میرے پاس۔" حالہ کی آواز میں غصہ تھا۔

"وہ نہیں مانیں گے... وہ بیزی ہیں۔" سیکرٹری نے اپنا موقف برقرار رکھا۔

"بیزی ہیں تو میں کیا کروں؟ میں نے تم سے کہا ہے نا کہ جاؤ اور جا کر کہو کہ حالہ آئی ہے... اس کا باپ بھی مجھ سے ملے گا... جاؤ۔" وہ اپنی بات پر اصرار کرتی رہی۔

سیکرٹری نے اسے جانتے ہوئے، افس میں شور نہ ہونے کی خاطر حالہ کی بات ماننے کا فیصلہ کیا۔ وہ آفس کے کونے میں موجود دروازے کی طرف چل پڑی، زاویار کے کیبن کا دروازہ بجاتی ہے، پھر اندر داخل ہوتی ہے۔

"جی؟" زاویار نے اپنے لیپ ٹاپ سے نظر ہٹا کر ایک نظر اسے دیکھا، اس کے چہرے پر غیر دلچسپی کی ایک چھاپ تھی۔

"سر، وہ حالہ آئی ہیں آپ سے ملنے۔"

"تو؟ واپس بھیج دو، مجھے نہیں ملنا۔" زاویار نے بلاتردد جواب دیا۔

"سر، وہ نہیں مان رہی... وہ کہہ رہی ہے کہ وہ ملے گی اور ابھی اسی وقت..." سیکرٹری نے مزید وضاحت کی، مگر زاویار کی آنکھوں میں ایک تنگی سی محسوس ہوئی۔

"میں کہہ رہا ہوں نا کے میں بزی ہوں اس وقت... تو اسے کہہ دو کہ واپس چلی جائے، بس اب اور کچھ مت کہنا جاو یہاں سے تم اور دوبارہ مت آنا۔" زاویار سختی اور بےزاری سے کہتا ہے لیپ ٹاپ پر نظریں مرکوز کیے ہوئے۔

سیکرٹری نے ایک لمحے کے لیے اسے دیکھا، پھر "اوکے" کہہ کر مڑ گئی۔ مگر جب وہ باہر جانے والی تھی، تو زاویار نے کچھ دیر خاموشی کے بعد کہا "بلکہ بھیج دو اسے اندر۔"

سیکرٹری حیران ہو کر دوبارہ "اوکے" کہہ کر باہر نکل گئی۔ زاویار جانتا تھا کہ حالہ اس کے پاس کیا بات کرنے آئی ہے، اور اس کے پاس بھی ہر سوال کا جواب موجود تھا! تھوڑی دیر گزری اور حالہ اس کے کیبن کے اندر آئی۔ اس کے چہرے پر سخت تاثرات تھے، جیسے کوئی طوفان آنے کو ہے۔ وہ زاویار کے ٹیبل کے سامنے کھڑی ہو گئی، اس کی آنکھوں میں بے حد بے چینی اور غصہ تھا۔ زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی، پھر لیپ ٹاپ بند کر کے کرسی پر پیچھے کو ٹھیک لگا لی اس کے چہرے پر ایک سنجیدگی تھی جو اس کی

بے پروائی کو ظاہر کر رہی تھی۔ وہ حالہ کے کچھ کہنے کا انتظار کر رہا تھا، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ لڑکی کبھی خاموش نہیں رہتی۔

"تم کیوں کر رہے ہو یہ سب؟ ہاں؟ مسئلہ کیا ہے تمہارا؟ شادی سے انکار کیوں نہیں کر رہے؟" حالہ نے تھوڑا اونچا بولتے ہوئے کہا، اس کی آواز میں غصہ واضح تھا۔

"میں نے کہا تو تھا... کہ میں انکار نہیں کروں گا۔" زاویار نے اطمینان سے جواب دیا، مگر حالہ کی آنکھوں میں غصے کی چنگاری مزید بھڑک اٹھی۔

"مجھے لگا تھا کہ تم مجھے تنگ کرنے کے لیے کہہ رہے ہو... مگر یہ نہیں پتہ تھا کہ واقعی ہاں کر دو گے..."

زاویار خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"زاویار، تم کیا چاہتے ہو؟" وہ اکتاہٹ سے غصے سے کہتی ہے، اس کے لہجے میں بے چینی تھی۔

"تم سے شادی کرنا۔" زاویار نے سکون سے کہا۔

حالہ کی آنکھیں غصے سے چمک اُٹھیں۔ اس نے اپنی دونوں مٹھیاں بند کر لیں، جیسے وہ اپنے غصے کو کسی طرح قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"کیوں؟ تم مجھ سے نفرت کرتے ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ میں بھی تم سے نفرت کرتی ہوں... ہم دونوں ایک دوسرے کو پسند نہیں کرتے، زاویار، پھر کیا مسئلہ ہے؟ پھر کیوں تم مجھ سے شادی کرنا چاہ رہے ہو؟ کوئی ہم ایک دوسرے سے محبت تو نہیں کرتے نا، نہ ہی ہم ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں، جو تم اتنے آرام سے میرے سے شادی کرنا چاہ رہے ہو؟"

"ہاں... ہم ایک دوسرے کو پسند نہیں کرتے، محبت بھی نہیں کرتے، تب ہی تو شادی کر رہا ہوں..." زاویار اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہوا، مگر حالہ کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔

"آخر لوگ محبت کی شادی کرتے ہیں، کیوں نہ ہم نفرت کی شادی کریں؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا، اس کے لہجے میں ایک عجیب سا سکون تھا، مگر حالہ کا غصہ بھڑکتا جا رہا تھا۔

"تمہارا شاید دماغ خراب ہے، کیسی باتیں کر رہے ہو؟ مجھے خود بھی سمجھ نہیں آ رہی.... نفرت میں کون ساتھ رہتا ہے؟ پوری زندگی ہے، تم ایک ایسی لڑکی کے ساتھ پوری زندگی گزار لو گے جس سے تم نفرت کرتے ہو؟ شادی تو وہ کرتے ہیں جن کو محبت ہوتی ہے، مگر ہم محبت نہیں کرتے، ہم

کیسے ایک دوسرے کے ساتھ شادی کر سکتے ہیں؟ ہم کیسے ایک دوسرے کے ساتھ رہ سکتے ہیں؟"

"کس نے کہا کہ محبت کی شادی کرنے کے بعد لوگ خوش رہتے ہیں، حالہ؟ رشتہ تو لو میرج کے بعد بھی ٹوٹ جاتا ہے..." وہ کندھے اچکا کر کہتا ہے۔

"میں تم سے نفرت کرتی ہوں، تم مجھے زہر لگتے ہو، میں تم سے شادی نہیں کر سکتی، سنا تم نے؟" وہ اپنا غصہ چھپاتے ہوئے بلند آواز میں کہتی ہے۔

"اسی لیے تو تم سے شادی کر رہا ہوں کہ تم میرے سے نفرت کرتی ہو۔"

زاویار کا جواب سن کر حالہ کا غصہ حد سے بڑھ گیا۔

وہ جانتی تھی کہ یہ لڑکا اسے کبھی بھی آسانی سے نہیں چھوڑے گا، اور اس کی ہر بات میں ایک چالاکی چھپی ہوئی تھی۔ مگر حالہ نے اپنے جذبات پر قابو

پانے کی کوشش کی، کیونکہ وہ اس لمحے میں زاویار کے ساتھ ایک نئی کہانی لکھنے پر تیار نہیں تھی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے حالہ؟ کہ میں تم جیسی فضول لڑکی سے کیوں شادی کرنا چاہتا ہوں؟ آخر تم مجھے نہیں پسند... پھر بھی؟ کیا میں پاگل ہوں؟ کہ جو لڑکی نہیں پسند، اس سے شادی کر رہا ہوں؟" زاویار کی آواز میں ایک طنز تھا، جو حالہ کو تڑپاتا جا رہا تھا۔

"اصل میں بات یہ ہے کہ میں تم سے شادی اس لیے کر رہا ہوں کہ تم میرے سے نفرت کرتی ہو، حالہ اور میں تمہیں تڑپانا چاہتا ہوں... تم نے اس دن جو مجھے باتیں کہیں؟ یاد ہے نا؟ میری بہن کے بارے میں کیا بولا تھا؟ اس کے بعد بھی تمہیں لگتا ہے کہ میں تم جیسی لڑکی سے اتنی آسانی سے شادی کر لوں گا؟ نہیں، نہیں... میں اس لیے کر رہا ہوں کیونکہ تم

مجھے پسند نہیں کرتی اور میرے سے شادی کرنے کے بعد تم خوش نہیں رہو گی،اور میں تمہیں خوش نہیں دیکھنا چاہتا۔"

"یعنی کہ تم میرے سے بدلہ لے رہے ہو؟ ہے نا؟"

"یہی سمجھ لو..."زاویار نے آرام سے جواب دیا،اس کے لہجے میں ایک عجیب سی مطمئن کیفیت تھی۔

"زاویار، تم واقعی میرے ساتھ ایسا کرو گے؟" حالہ کی آواز میں ایک عجیب ساخوف اور حیرانی تھی۔

"تم اسی قابل ہو، حالہ خادم"

"چلو،اوکے مان لیا... تم مجھے تڑپانے کے لیے میرے سے شادی کرو گے مگر خود کا کیا؟خود کیسے اس لڑکی کے ساتھ رہو گے؟ جس سے تم نفرت

کرتے ہو؟" اس نے احتجاج کیا، لیکن زاویار کی آنکھوں میں وہی چمک تھی۔

"وہ میرا مسئلہ ہے... "وہ اب آرام سے کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تم غلط کر رہے ہو، تم ہماری دونوں کی زندگی خراب کرو گے... ہم ایک دوسرے کو پسند نہیں کرتے، ہم ایک دوسرے کے ساتھ نہیں رہ سکتے... ساتھ محبت میں رہا جاتا ہے، زاویار، نفرت میں نہیں۔" اس کی باتوں میں سچائی تھی، مگر زاویار پر اس کا اثر نہیں ہو رہا تھا۔

"جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے کہ لوگ محبت کی شادی کرتے ہیں اور ہم نفرت کی کریں گے۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہتا ہے، جیسے وہ اس کی بے بسی کو محسوس کر رہا ہو۔

وہ جانتا تھا کہ حالہ اس وقت کتنا اندر سے جل رہی تھی اور وہ یہی تو چاہتا تھا۔

"اور وہ؟ جس سے تم محبت کرتے ہو؟ ماہا۔۔۔میں نہیں جانتی وہ کون لڑکی ہے مگر یہ پتہ ہے کہ تم اسے پسند کرتے ہو... تو تم میرے سے بدلہ لینے کی خاطر اس لڑکی کو کیسے چھوڑ سکتے ہو جسے تم پسند کرتے ہو؟"

"تمہیں کس نے کہا کہ میں نے اسے چھوڑ دیا؟" زاویار کی یہ بات سن کر حالہ حیران رہ گئی۔ اس کا دل دھڑکنے لگا، جیسے ایک لمحے کے لیے سب کچھ رک گیا ہو۔

"میرے سے شادی کرو گے تو ظاہر ہے اسے چھوڑ دو گے... اپنے دل کے ساتھ برا کرو گے۔" اس نے اپنی بات کو جاری رکھا۔

"نہیں تو... اس سے تو میں شادی کروں گا۔"

اور اس دوران حالہ کا دل جیسے بند ہو گیا تھا۔ اس کے الفاظ جیسے ایک تاریک حقیقت کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔

ٹھیک ہے، وہ حالہ سے شادی کر رہا تھا اس لیے کہ حالہ اس سے نفرت کرتی تھی، اور ایک ایسے شخص کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتی جس سے آپ نفرت کرتے ہو... اور وہ تڑپانے کے لیے شادی کر رہا تھا مگر جب شادی کر رہا تھا تو کیا اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ کسی اور لڑکی سے بھی کرے گا؟ یعنی وہ حالہ کی زندگی پوری خراب کرنا چاہتا تھا؟ یہ خیال ہی اس کے دل میں ایک گہرے کرب کا باعث بن رہا تھا۔

"اور میں اس سے محبت نہیں کرتا اور نہ ہی کسی ریلیشن میں ہوں... لیکن وہ تم سے تو بہتر ہے۔" زاویار کی باتوں میں ایک عجیب سا سکون تھا۔

"یعنی زاویار.... تم.... تم میرے سے شادی کر کے... ماہا سے بھی کرو گے؟ یعنی تم میرے سے اس طرح بدلہ لو گے؟" حالہ کی آواز لرز رہی تھی، اس کے دل میں ایک خوفناک احساس نے جگہ بنائی۔

"ظاہر ہے اب تمہارے ساتھ تھوڑی زندگی گزاروں گا...."

"اور تمہیں لگا کہ تم مجھے سب بتادو گے اور میں تم سے واقعی شادی کرلوں گی؟ بالکل نہیں... شکر تم نے بتادیا کہ تمہاری کیا نیت ہے....اور ویسے بھی اگر یہ نیت نہ بھی ہوتی، میں نے تب بھی کونسا تم سے شادی کرنی تھی؟ میں عفان سے شادی کر رہی ہوں... میری دوست اس سے بات کر آئی ہے اور ہم دونوں کچھ دنوں میں شادی کر رہے ہیں، تو رہو تم اپنے پلان کے ساتھ..." حالہ کی باتوں میں پختہ ارادہ تھا۔ لیکن اس کے دل کی دھڑکنیں بے قابو ہو چکی تھیں۔

زاویار ہلکا سا ہنستا ہے، اس کے چہرے پر ایک چالاکی کی مسکراہٹ اتی ہے۔

"تمہیں کیا لگتا ہے کہ وہ لڑکا تم سے شادی کرے گا؟"

"ہاں کرے گا، تمہارے جیسا نہیں ہے، اسے پرواہ ہے میری مجبوری کی، وہ بہت اچھا ہے، وہ کرے گا شادی..." حالہ نے اپنی بات کی پختگی سے کہا، مگر اس کی آنکھوں میں ایک سایہ تھا، جو اس کی بے چینی کا اظہار کر رہا تھا۔

"اوکے...lets see... دیکھتے ہیں کہ کب تم سے شادی کرتا ہے..."

زاویار کی آنکھوں میں ایک چمک تھی، جیسے وہ اس لمحے کا انتظار کر رہا ہو۔

"وہ کرے گا میرے سے شادی... تمہیں زیادہ بولنے کی ضرورت نہیں ہے... اسرا اس سے بات کر آئی ہے اور ہم دونوں شادی کر رہے ہیں... تمہارا پلان فیل ہو گیا ہے۔" اس کے الفاظ میں ایک خوداعتمادی کا جھونکا تھا، مگر اندر سے ایک خاموش خوف تھا۔

"زاویار سلطان کا پلان کبھی فیل نہیں ہوتا۔" وہ آرام سے کہتا ہے، جیسے اسے یقین ہو کہ اس کی بات سچ ہے۔

"لیکن اس بار ہو گیا ہے..." حالہ نے کہا، اور پھر پلٹ کر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ زاویار اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا، اس کی آنکھوں میں ایک چمک تھی، ایک مسکراہٹ اس کے چہرے پر بکھر گئی۔

"وہ شادی کرے گا؟" زاویار نے اپنی بات جاری رکھی، اور پھر خود ہی ہنسا۔

"اف! کتنی بھولی ہو تم... تمہیں کتنا یقین ہے کہ ایک لڑکا تم سے شادی کرے گا؟ ابھی تم کسی کو صحیح سے جانتی ہی نہیں ہو۔۔۔"

"آخر تم زاویار سلطان کے پاس ہی آؤ گی...so lets see..." کہہ کر وہ لیپ ٹاپ کھولتا ہے، اس کے چہرے پر ایک اطمینان تھا، جیسے وہ اس کھیل کا فاتح ہو۔ حالہ کی چالاکی کا اس نے جوڑ توڑ کر لیا تھا، اور اب وہ اس کے جواب کا انتظار کر رہا تھا، جو یقینی طور پر آنا تھا۔

☆☆☆✦☆☆☆

وہ گھر آئی تو دل بوجھل تھا۔امی اور مریم شادی کی خریداری میں مصروف تھیں، مگر اسے پرواہ نہیں تھی ——جب شادی ہی نہیں کرنی تو خریداری کیسی؟ مگر زاویار کی باتوں نے اسے توڑ دیا تھا۔

اگر عفان نے شادی سے انکار کر دیا اور اس نے زاویار سے شادی کر لی تو؟ وہ اس کی زندگی برباد کرنا چاہتا تھا۔اس نے کہہ تو دیا تھا کہ وہ جلد عفان سے شادی کرے گی، مگر عفان کا کیا پتہ؟ اسرا ابھی کوئی جواب نہیں دے رہی، نہ کال، نہ میسج۔وہ کس مصیبت میں پھنسنے جا رہی تھی؟

پھر نیچے سے امی اور مریم کے آنے کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ واپس آچکی تھیں۔ حالہ کا دل نہیں تھا نیچے جانے کا، مگر گھٹن محسوس ہو رہی تھی، اس لیے دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔

نیچے آئی تو زبیدہ خادم کے ہاتھوں میں شاپنگ بیگز بھرے تھے، چہرے پر خوشی جھلک رہی تھی۔ مریم کے ہاتھ میں بھی بیگز تھے، مگر چہرے پر زبردستی کی سنجیدگی تھی، جیسے وہ صرف مجبوری میں ان کے ساتھ گئی ہو۔ جب حالہ خوش نہیں تھی، تو وہ بھی نہیں تھی۔

حالہ نے ایک نظر امی کے ہاتھ میں پکڑے بیگز پر ڈالی، پھر آنکھیں گھما کر صوفے پر بیٹھ گئی۔ مریم بھی اس کے پاس بیٹھنے لگی تھی کہ حالہ نے بے پرواہی سے کہا،

"جاؤ، چائے بنا کر لاؤ میرے لیے۔"

مریم کا منہ بن گیا، وہ ابھی بیٹھنے ہی والی تھی کہ یہ حکم مل گیا۔

"ہاں جاؤ مریم، حالہ کو چائے دے آؤ، ویسے بھی اب بس کچھ وقت کی ہی مہمان ہے۔"

زبیدہ خادم نے طنزیہ انداز میں کہا۔

حالہ نے ایک نظر انہیں دیکھا، دل میں غصہ بھڑک اٹھا۔

"بہت خوش ہیں یہ لوگ مجھے گھر سے نکالنے میں؟"

"اچھا جا رہی ہوں بنانے!"

بور سے انداز میں کہتے ہوئے مریم وہاں سے چلی گئی۔

زبیدہ خادم آ کر حالہ کے سامنے بیٹھ گئیں۔

"یہ دیکھو حالہ.. ہم تمہارے لیے کتنے پیارے کپڑے..."

"پلیز! مجھے نہیں دیکھنے، ہٹادیں انہیں یہاں سے۔"

ایک نظر ماں کو دیکھ کر نظریں پھر دوسری طرف کر لیتی ہے۔

"خالہ ایک بار دیکھو تو صحیح، بہت دل سے لئے ہیں میں نے..."

"آج سے پہلے تو کبھی اپنے میرے لیے کچھ دل سے نہیں لیا؟ اب شادی آپ لوگوں کی مرضی سے ہو رہی ہے تو دل سے اتنے کپڑے لے آئیں؟... آپ لوگ جو میرے ساتھ کر رہے ہیں نا، میں اس کے لیے آپ لوگوں کو کبھی بھی معاف نہیں کروں گی۔"

کہہ کر وہ وہاں سے اٹھ جاتی ہے۔

انہیں کیا لگا تھا کہ وہ واقعی شادی کر لے گی؟ اف، ہر گز نہیں...

بس اسرا کی جلدی سے کال آجائے اور وہ اسے بتادے کہ عفان نے کیا کہا ہے ؟ بس پھر وہ جلدی سے عفان سے شادی کر لے گی، مگر اگر اس نے انکار کر دیا؟ مگر پھر بھی وہ زاویار سے تو کبھی نہیں کرے گی۔

☆☆☆✦☆☆☆

دو دن گزر چکے تھے۔

دو دن، دو لمبے دن... ہر گزرتا لمحہ اس کے دل پر کسی بھاری پتھر کی مانند لگ رہا تھا۔ اسرا کو بار بار کال کرنا، اس کے نمبر کی طرف دیکھنا، ہر گزرتے سیکنڈ کے ساتھ ایک نئی امید باندھنا اور پھر اس امید کا چکنا چور ہونا، یہ سب اب ناقابل برداشت ہوتا جا رہا تھا۔

مگر اسرا نے ایک بھی کال نہیں اٹھائی تھی۔

کیوں؟

حالہ کے ذہن میں ایک کے بعد ایک سوال اٹھ رہا تھا۔ اسرا ہمیشہ کال اٹھاتی تھی، چاہے کتنی بھی مصروف کیوں نہ ہو۔ اس دن بھی تو اس نے کتنے اعتماد سے کہا تھا کہ وہ عفان سے بات کرے گی، تو پھر...؟

تو پھر یہ خاموشی کیوں؟ اس کے سینے میں گھٹن سی محسوس ہونے لگی۔ اگر اسرا نے بات کی ہوتی تو وہ اب تک اسے بتا چکی ہوتی۔ مگر وہ نہ تو کوئی کال اٹھا رہی تھی، نہ میسجز کا جواب دے رہی تھی۔

یہ خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ تھی؟ حالہ کے دماغ میں وسوسے سر سرانے لگے۔ کیا عفان نے کچھ ایسا کہہ دیا جو اسرا کو اسے بتاتے ہوئے خوف آ رہا تھا؟

یا شاید... شاید اسرا عفان کے پاس گئی ہی نہ ہو؟

کہیں اس نے محض تسلی دینے کے لیے کہا ہو کہ وہ جا رہی ہے، مگر پھر ہمت ہار کر آدھے راستے سے واپس آ گئی ہو؟

اور اب شرمندگی کے مارے بات کرنے سے کترا رہی ہو؟

"نہیں... نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا!"

وہ بے اختیار خود سے بولی۔ اسرا ایسا کر ہی نہیں سکتی۔

وہ جانتی تھی، اسرا نے وعدہ کیا تھا کہ وہ جائے گی، وہ ضرور گئی ہو گی۔ مگر پھر بھی... یہ خاموشی...

کہیں اس کے ساتھ کچھ ہوا تو نہیں؟

یہ خیال آتے ہی اس کے اندر خوف کی ایک تیز لہر دوڑ گئی۔ کہیں اس کا فون چوری نہ ہو گیا ہو؟

کہیں کوئی مسئلہ تو نہیں بن گیا؟

یا... کہیں عفان نے کچھ...؟

اففف!

حالہ نے ایک جھٹکے سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ "نہیں! تمہیں وہم ہو رہا ہے، حالہ! ایسا کچھ نہیں ہو گا۔"

مگر دل کہاں ماننے والا تھا؟ اس کا ہاتھ بے اختیار فون کی طرف گیا، اس نے ایک بار پھر اسرہ کو کال ملائی۔ دل کی دھڑکنیں تیز تھیں، انگلیاں لرز رہی تھیں۔

بیپ... بیپ... بیپ...

کوئی جواب نہیں۔ اس کا دل کسی گہرے اندھیرے میں ڈوبنے لگا۔ کیا اسے اسرا کے گھر جا کر خود دیکھنا چاہیے؟

نہیں... ابھی نہیں۔

ابھی دو دن ہوئے ہیں... دو دن اور انتظار کر لیتی ہوں۔

اگر اسرا پھر بھی خاموش رہی، تو وہ خود اس کے گھر جا کر پوچھے گی کہ آخر معاملہ کیا ہے!

مگر کہیں دیر نہ ہو جائے... یہ خیال ایک کانٹے کی طرح دل میں چبھ گیا۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

وہ سیاہ جینز اور نیلی شرٹ پہنے، ہاتھ میں فون پکڑے باہر گیراج میں جا رہا تھا، جہاں گاڑی کھڑی تھی۔ ہوا میں ہلکی سی خنکی تھی، مگر وہ بے پروائی سے آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ گاڑی کے قریب پہنچ کر جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا۔۔۔

"زاویار بھائی!"

پیچھے سے زارا کی آواز نے اسے وہیں روک دیا۔ وہ پلٹا تو زارا کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ وہ تیار تھی، جامنی رنگ کی شلوار قمیض پہنے، گلے میں دوپٹہ اوڑھے، اور بال جوڑے میں بندھے ہوئے۔ شاید وہ کہیں جا رہی تھی۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی پریشانی تھی، جیسے کسی بے چینی میں مبتلا ہو۔ جلدی سے چلتی ہوئی زاویار کے قریب آئی۔

"آپ کہیں جارہے ہیں؟"

زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی، پھر نارمل انداز میں بولا، "ہاں، ایک کام سے باہر... کیوں؟"

"مجھے ماہا کے گھر ڈراپ کر سکتے ہیں؟... ذرا جلدی ہے..."

زاویار کے ماتھے پر ہلکی سی شکن آئی "کیوں؟"

وہ تھوڑا حیرانی سے پوچھتا ہے، البتہ ماہا کے نام کو نظر انداز کر دیتا ہے۔

"وہ... وہ... گاڑی میں بتاتی ہوں، ابھی آپ مجھے جلدی لے کے چلیں!"

زارا کہہ کر جلدی سے فرنٹ سیٹ کی طرف آگئی۔ زاویار نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسے حیرانی سے دیکھا۔ کیا جلدی تھی اتنی؟

وہ گاڑی میں جیسے ہی بیٹھی، زاویار بھی خاموشی سے بیٹھ گیااور گاڑی اسٹارٹ کردی۔

گاڑی اب آرام سے آدھے راستے پر پہنچ چکی تھی۔اندر ایک گہری خاموشی تھی،اوراب خاموشی توڑتے ہوئے زاویار نے پوچھا، "اب بتاؤ، کیاہوا؟"

زارا نے سامنے شیشے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا" بھائی، وہ نا... اٹلی جارہی ہے... آج رات اس کی فلائٹ ہے۔اس نے مجھے ابھی بتایا ہے کے اج فلائٹ ہے اور مجھے اس کے اٹلی جانے سے پہلے اس سے ملنا ہے۔بس اس لیے جب پتہ چلا کہ کچھ گھنٹوں بعد ہی فلائٹ ہے، تو میں پریشان ہو گئی کہ کہیں ایسانہ ہو کہ وہ چلی جائے اور میں مل نہ سکوں!"

زاویار نے بہت حیرانی سے اسے دیکھا۔

"اٹلی؟"

ساری بات سنے بغیر اس نے زارا کے منہ سے صرف ایک ہی لفظ پر غور کیا،
"اٹلی"۔

"جی... وہ جا رہی ہے۔"

"مگر کیوں؟ اٹلی کیوں جا رہی ہے وہ؟"

زارا نے زاویار کی طرف دیکھا، اس کے انداز میں عجیب سا تاثر تھا۔

"آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟ آپ نے تو چھوڑ دیا نا اسے؟"

زارا کے لہجے میں ہلکا سا شکوہ تھا، مگر زاویار کے تاثرات ایک دم سرد ہو گئے۔

"میں نے اسے چھوڑا؟ واقعی؟... چھوڑتا تب جب میں نے اس سے کوئی وعدے کیے ہوتے ساتھ نبھانے کے... جب کوئی وعدہ نہیں تھا، محبت نہیں تھی، تو پھر میں کیوں اسے چھوڑوں گا؟"

"آپ کو نہیں تھی مگر اسے تو تھی نا؟ آپ کو پتہ ہے اس کا دل کتنا ٹوٹا ہے؟ وہ کتنی ہرٹ ہوئی ہے؟"

زارا کے الفاظ جیسے گاڑی میں گونج گئے۔زاویار نے ایک لمحے کو گہری سانس لی، پھر مضبوط لہجے میں بولا "زارا، میری زندگی ہے اور میری مرضی میں جو کروں... لیکن ایک بات سچ ہے کہ میں نے اس کے ساتھ کوئی وعدہ نہیں کیا تھا...اور آئندہ یہ مت کہنا کہ میں نے اسے چھوڑا ہے...اگر میں اس کے ساتھ زندگی گزارنے کا کوئی وعدہ کرتا تو کبھی اسے نہ چھوڑتا کیونکہ میں اپنی بات سے ہٹنے والا انسان نہیں ہوں، ہر چیز، ہر رشتہ نبھانے والا انسان ہوں... تو آئندہ ایسا ہر گز نہ کہنا کہ میں نے اسے چھوڑا ہے۔۔۔ چھوڑنے والی تو کوئی بات ہے ہی نہیں۔۔۔کیوں کے ہمارے بیچ کوئی رشتہ نہیں تھا۔۔۔"

زارا خاموش ہو گئی۔ اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ جانتی تھی کہ زاویار اپنی بات پر قائم رہنے والا شخص ہے، مگر اس کے لہجے کی سختی نے اسے عجیب سا احساس دلایا۔

کچھ دیر کے لیے گاڑی میں صرف انجن کی آواز گونجتی رہی۔ پھر زارا دھیرے سے بولی،

"وہ اٹلی بھی اس لیے جا رہی ہے کہ اس شہر میں آپ ہیں، وہ آپ کے ساتھ ایک شہر میں نہیں رہنا چاہتی، اس لیے اٹلی اپنے بھائی کے پاس جا رہی ہے۔"

زاویار کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں آیا۔ ایک پل کے لیے اس نے گہری سانس لی اور پھر سپاٹ لہجے میں بولا

"اوکے..."

زارا نے ایک نظر زاویار کی طرف دیکھا۔ دل میں ایک چبھن ہوئی۔

اسے زاویار کو نہیں کہنا چاہیے تھا کہ "آپ نے اسے چھوڑا ہے"۔ یقیناً زاویار بھائی کو یہ بات بری لگی تھی... وہ ایسے نہیں تھے، پھر اس نے کیسے کہہ دیا؟

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

وہ زارا کو ڈراپ کر کے اور اپنا ضروری کام نمٹا کر ابھی گھر پہنچا تھا۔ اندر قدم رکھتے ہی ایک مدھم سی خاموشی نے اس کا استقبال کیا۔ جیسے ہی سامنے کھڑی سبیر اپر نظر پڑی، اس نے مختصر مگر ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کھانا لگادو۔"

یہ کہہ کر وہ سیدھا ڈائننگ ٹیبل کی جانب بڑھا اور ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

سامنے فراز سلطان پہلے سے ہی براجمان تھے، ایک ہاتھ میں چائے کا کپ تھا جبکہ دوسرے ہاتھ میں موبائل، جس پر وہ کسی گہری توجہ کے ساتھ کچھ دیکھ رہے تھے۔ زاویار کے بیٹھنے پر انہوں نے ایک سرسری نظر اس پر ڈالی، پھر دوبارہ چائے کا ایک گھونٹ لے کر موبائل کی اسکرین میں محو ہو گئے۔

زاویار خاموشی سے کرسی پر بیٹھا رہا، نظریں سامنے جمائے، جیسے کسی بے نام خیال میں کھویا ہو۔

اچانک، مہرین سلطان اپنے کمرے سے باہر آتی دکھائی دیں۔ وہ تیز قدموں سے چلتی ہوئی آ رہی تھیں، اور ان کی موجودگی نے کمرے کے ماحول میں

ایک خاص قسم کی ہلچل پیدا کر دی انہوں نے سیاہ رنگ کی ساڑھی زیب تن کر رکھی تھی، بال نہایت نفاست سے سیدھے کیے گئے تھے، جو کندھوں پر گر رہے تھے۔ چہرے پر میک اپ نہایت سلیقے سے کیا گیا تھا، جس سے ان کی بڑی بڑی، گہری آنکھوں کا حسن مزید نمایاں ہو رہا تھا۔ ساڑھی کے نیچے سیاہ ہیلز ان کے اعتماد میں مزید اضافہ کر رہی تھیں۔

وہ کہیں جا رہی تھیں، یہ زاویار نے ایک ہی نظر میں بھانپ لیا۔

اس نے اپنی ماں کو سر سے پاؤں تک دیکھا، اور فوراً سمجھ گیا کہ وہ اپنی دوستوں کی کسی پارٹی پر جا رہی ہوں گی۔ یہ کوئی حیرانی کی بات نہیں تھی۔ ممی ہر دو دن بعد کسی پارٹی میں نہ جائیں؟ یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ وہ گھر رہیں۔

مہرین سلطان نے آکر زاویار کے سامنے والی کرسی سنبھالی۔ زاویار نے ایک نظر ان پر ڈالی، مگر فوراً ہی نظریں ہٹا لیں۔ اسے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی اپنی ماں کو دیکھنے میں۔

"تم کہاں جا رہی ہو؟"

فراز سلطان نے، ایک گہری نگاہ ان پر ڈالتے ہوئے، استفسار کیا۔

"دوستوں کے ساتھ پارٹی ہے، وہیں جا رہی ہوں۔"

یہ کہتے ہی انہوں نے فون پر کسی کو ٹیکسٹ کرنا شروع کر دیا۔

فراز سلطان کی آنکھوں میں ہلکی سی ناپسندیدگی ابھری، مگر وہ کچھ بولے نہیں۔ یہ سب ان کے لیے نیا نہیں تھا۔

مہرین گھر پر کب رہتی تھیں؟

ان کا زیادہ تر وقت باہر گزرتا تھا، اور یہی چیز فراز کو سب سے زیادہ ناگوار گزرتی تھی۔ انہیں ایسی عورت کبھی پسند نہیں تھی جو گھر کی ذمہ داریوں سے لاپرواہ ہو اور زیادہ وقت باہر گزارے۔ وہ چپ چاپ مہرین کو نظرانداز کر گئے اور زاویار کی طرف متوجہ ہوئے۔

"تمہارا کب کا ارادہ ہے کینیڈا جانے کا؟"

زاویار، جو نیچے دیکھ رہا تھا، سر اٹھا کر باپ کو دیکھنے لگا۔

"کینیڈا نہیں... اٹلی۔"

مہرین سلطان کے ہاتھ میں پکڑا فون جیسے وہیں رک گیا۔ ان کی انگلیاں اسکرین پر رکیں اور آنکھیں حیرانی سے زاویار کی طرف اٹھ گئیں۔

"اٹلی؟ تم اٹلی جا رہے ہو؟"

ان کا لہجہ حیرت زدہ تھا۔

"جی۔"

زاویار نے سرسری انداز میں جواب دیا، جیسے یہ کوئی خاص بات نہ ہو۔ فراز سلطان کی آنکھوں میں بھی حیرانی ابھری۔ "تم نے اچانک اٹلی کا فیصلہ کیسے کر لیا؟ تم تو کینیڈا سیٹل ہونے کا سوچ رہے تھے؟"

زاویار نے گہری سانس لی، پھر دھیمے مگر مضبوط لہجے میں کہا

"اب اٹلی کا سوچ لیا... آپ لوگ اتنا حیران کیوں ہو رہے ہیں؟ ملک ہی تو ہے۔ جہاں پہلے کینیڈا کا سوچا تھا، وہاں اب اٹلی کا سوچ لیا۔"

مہرین سلطان نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"مگر بیٹا، ہم تو ابھی دو تین سال پہلے ہی اٹلی سے آئے ہیں... پھر تم دوبارہ کیوں جا رہے ہو؟"

زاویار نے چند لمحوں کے لیے اپنی ماں کی طرف دیکھا، پھر نظریں ہٹا کر دھیرے سے بولا۔

"کیونکہ میں وہاں دوبارہ جانا چاہتا ہوں... اٹلی اچھی جگہ ہے... آرکیٹیکچر فیلڈ کے لحاظ سے بھی کافی بہتر ہے۔ پہلے میرا کینیڈا کا ارادہ تھا، مگر اب میں اٹلی جاؤں گا۔"

مہرین سلطان خاموش ہو گئیں۔ فراز سلطان نے کچھ سوچتے ہوئے سر ہلایا۔

کمرے میں ایک پل کے لیے خاموشی چھا گئی، لیکن یہ خاموشی جیسے کئی سوالوں سے بھری ہوئی تھی۔

"اچھا، تو تم کب جاؤ گے پھر؟" فراز سلطان نے سوال کیا۔

"شادی کے بعد... یعنی فوراً بعد... دو دن بعد۔" زاویار نے مختصر جواب دیا۔

"اتنی جلدی؟ یعنی ابھی میری بہو آئے گی اور تم فوراً ہی اسے لے کے..."

"فوراً مطلب فوراً... میں اسے شادی کے دوسرے دن ہی اٹلی لے جاؤں گا۔" زاویار نے مہرین کی بات کاٹ کر قطعیت سے کہا۔ اس کا لہجہ سپاٹ تھا، جیسے سب کچھ طے شدہ ہو۔

یہ فیصلہ اٹل تھا۔ نہ ہی زاویار کا ارادہ بدلنے والا تھا، اور نہ ہی اب کوئی اسے بدل سکتا تھا۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

وہ بیڈ کے کونے پر خاموش بیٹھی تھی، نگاہیں سامنے مصروف ماہا پر جمی تھیں، جو پیکنگ میں مگن تھی۔اس کی آنکھیں سرخ اور سوجی ہوئی تھیں، پتا نہیں وہ کتنی دیر تک روئی تھی۔زارا کی نظریں افسوس میں جھک گئیں۔

"مجھے معاف کر دینا ماہا... میری ہی غلطی تھی، کاش میں تمہارے دل میں بھائی کی امید نہ جگاتی... پتا نہیں میں نے ایسا کیوں کیا۔" اس کی آواز بوجھل تھی۔

ماہا نے ہاتھ روک کر اسے دیکھا، آنکھوں میں خفگی جھلک رہی تھی۔"ہاں، تمہاری غلطی تھی زارا... تم جانتی تھیں کہ تمہارا بھائی کیسا ہے، تم سب کچھ جانتی تھیں... پھر بھی تم نے میرے دل میں امید کیوں ڈالی؟" اس کے لہجے میں شکوہ تھا، جیسے وہ زارا سے ناراض ہو۔زارا نے لب بھینچے، پھر ہولے سے کہا، "ماہا... میں جانتی ہوں، میں نے غلطی کی۔میں نے ہی ان

کا ذکر کر کر کے تمہارے دل میں ان کے لیے محبت ڈال دی... لیکن وہ تمہارے نصیب میں نہیں تھے، تمہیں یہ مان لینا چاہیے..."

وہ اٹھ کر آہستہ قدموں سے ماہا کے قریب آئی اور اس کے دونوں کندھے تھام کر اسے اپنے سامنے کر لیا۔ ماہا جو اپنے کپڑے بیگ میں رکھ رہی تھی، رک گئی اور زارا کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

زارا نے گہری سانس لی، "ماہا... تم میری بہت اچھی دوست ہو، اور میرے لیے بہت خاص بھی۔ تم سالوں سے میرے ساتھ ہو، میں نہیں چاہتی کہ میرے خلاف کوئی بات تم اپنے دل میں رکھو۔ دیکھو، میں جانتی ہوں جو ہوا وہ ٹھیک نہیں ہوا، اور ایسا ہونا بھی نہیں چاہیے تھا۔ مگر میں تو چاہتی تھی نا کہ بھائی سے تمہاری شادی ہو؟ میں نے ہمیشہ سے ایسا سوچا تھا، مگر ایسا نہیں ہوا... میں تم سے ہر اس بات کے لیے معافی مانگتی ہوں جو تمہیں بری لگی۔

مگر تم یہاں سے جا رہی ہو، اور مجھے لگتا ہے تم صحیح کر رہی ہو۔ بس ایک بات... پلیز میرے خلاف کچھ مت رکھنا، میں یہ برداشت نہیں کر پاؤں گی۔" اس کی آنکھوں میں نمی چمکنے لگی۔

ماہا نے خاموشی سے اسے دیکھا، پھر دھیرے سے کہا، "زارا... تمہاری غلطی یہ نہیں کہ زاویار مجھے نہیں ملا، تمہاری غلطی صرف اتنی تھی کہ تم نے مجھے یقین دلایا تھا کہ تم اسے میرا بنا دو گی... مگر یہ اختیار تمہارے پاس نہیں تھا۔ یہ سب نصیب کی بات ہوتی ہے، تم کچھ نہیں کر سکتی تھیں، ہمارا نصیب ہی ساتھ نہیں تھا۔"

یہ کہہ کر وہ دوبارہ بیگ کی طرف متوجہ ہو گئی۔ زارا بس افسوس سے اسے دیکھتی رہی۔

چند لمحوں بعد وہ پھر بولی، "ماہا... میں تمہارا انتظار کروں گی اپنی شادی پر...

اور تم وعدہ کرو کہ تم آؤ گی۔"

ماہا سیدھی ہو کر ایک پل کے لیے اسے دیکھتی رہی، پھر دھیرے سے

مسکرائی، "مجھے ہمیشہ سے تمہاری شادی کا انتظار تھا زارا... میں کیوں نہیں

آؤں گی؟"

زارا کی آنکھیں چمک اٹھیں، ہلکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر بھی آگئی،

جبکہ ماہا کی بھیگی آنکھیں جیسے بہت کچھ کہہ رہی تھیں۔

☆☆☆✦☆☆☆

پانچ دن بیت چکے تھے۔

اسرا کی ایک بھی کال موصول نہ ہوئی اور یہ پانچ دن حالہ نے کیسے گزارے، یہ وہی جانتی تھی۔ گھر میں جاری شادی کی تیاریوں اور خریداری کی گہما گہمی اس کے دل میں ایک ناقابلِ بیان اذیت گھول دیتی۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ زاویار کو مٹا ڈالے، نیست و نابود کر دے۔

وہ اس وقت ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی تھی، اپنے بکھرے بالوں کو سمیٹ رہی تھی۔

آج اسے ہر حال میں اسرا کے گھر جانا تھا، اسے دوٹوک سوال کرنا تھا کہ وہ کہاں غائب ہے؟ پانچ دن سے نہ کوئی پیغام، نہ کوئی کال!

حالہ کی برداشت کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ وہ تیزی سے کمرے کا دروازہ کھولتی ہے اور باہر قدم رکھتی ہے۔ اس کے ہاتھ میں فقط موبائل تھا، اور

بدن پر ہلکے سرمئی رنگ کی شلوار قمیض پہنی تھی۔ بال جوڑے میں بندھے ہوئے، مگر ایک ضدی لٹ اس کے چہرے پر بار بار گرتی، جیسے حالہ کے بے چین خیالات کو ظاہر کر رہی ہو۔

چہرے پر کوئی تاثرات نہیں، جیسے جذبات کی کوئی رمق باقی نہ رہی ہو۔ نیچے عادل صوفے پر نیم دراز بیٹھا تھا، فون کی اسکرین میں مگن۔ حالہ نے ایک نظر اسے دیکھا اور بے لچک لہجے میں کہا، "مجھے اسرا کے گھر چھوڑ کر آؤ۔" یہ کہہ کر وہ بنا کسی توقف کے باہر نکل گئی۔ عادل نے گہری سانس لی، جیسے اپنی بیزاری پر قابو پانے کی کوشش کر رہا ہو۔

"کیا مصیبت ہے! ایک گیم بھی سکون سے نہیں کھیلنے دیتی۔" وہ زیرِ لب بڑبڑایا، فون بند کیا اور اٹھ کر باہر کی طرف بڑھ گیا۔

چند لمحوں بعد، وہ اسرا کے گھر کے سامنے کھڑے تھے۔

حالہ موٹر بائیک سے اتری، دوپٹہ درست کیا اور ایک سرسری نگاہ عادل پر ڈالی۔

"اوکے، تم جا سکتے ہو... میں کچھ دیر یہیں رکوں گی۔" عادل خاموشی سے موٹر بائیک آگے بڑھا دیتا ہے۔ حالہ چند ثانیے گھر کی طرف خاموشی سے دیکھتی رہی، جیسے وہاں چھپی کسی حقیقت کو جانچ رہی ہو، پھر سنبھل کر آگے بڑھی اور دروازے کی گھنٹی بجادی۔

ایک بار۔

دوسری بار۔

دروازہ نہ کھلا۔

تیسری بار۔

آخر کار دروازہ آہستہ سے کھلا۔ سامنے شمیم کھڑی تھی، اسرا کی ملازمہ۔ حالہ نے ایک تیز نظر اس پر ڈالی۔ "السلام علیکم... جی حالہ باجی؟"

"وعلیکم السلام... اسرا کہاں ہے، شمیم؟" حالہ کی آواز میں بے صبری نمایاں تھی۔

شمیم کی نظریں اس کے چہرے پر جم گئیں، جیسے وہ کسی موزوں الفاظ کی تلاش میں ہو۔ "شمیم، میں نے کچھ پوچھا ہے، اسرا کو بلاؤ۔"

شمیم کی خاموشی غیر معمولی تھی، اور یہی خاموشی حالہ کے اعصاب پر ہتھوڑے برسا رہی تھی۔ "شمیم! میں تم سے بات کر رہی ہوں، جلدی اسرا کو بلاؤ... یا مجھے اندر جانے دو، میں خود اس سے مل لیتی ہوں۔" حالہ دروازے کی دہلیز پار کرنے کو تھی جب شمیم نے ہاتھ آگے بڑھا کر اسے روک دیا۔ حالہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔ "آپ اندر نہیں جا سکتیں۔"

یہ جملہ اس کے لیے غیر متوقع تھا۔

یہ پہلی بار تھا کہ اسرا کے گھر کی ملازمہ نے اسے اندر آنے سے منع کیا تھا۔

"کیوں؟... اگر میں اندر نہیں جا سکتی تو اسرا کو بلا دو، مجھے اس سے بات کرنی ہے۔"

شمیم نے ایک پل کے لیے ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا، پھر آہستہ آواز میں بولی،

"وہ یہاں نہیں ہیں۔"

حالہ کی آنکھوں میں بے یقینی اتر آئی۔

"کیا مطلب؟ کہاں ہے وہ؟"

شمیم نے ایک لمحے کو لب بھینچے، پھر جیسے کسی انجانے بوجھ کے نیچے دب کر کہا، "اسرا بی بی کی شادی ہو چکی ہے۔"

حالہ کو لگا، جیسے اس کے کانوں نے کوئی دھوکہ کھایا ہو۔

"کیا؟" حالہ نے سوالیہ نظروں سے شمیم کو دیکھا۔

"ہاں، ان کا نکاح ہو چکا ہے... کل رات مسجد میں... سب کچھ بہت جلدی میں ہوا۔۔۔ انہوں نے اپ کو بتانے سے منا کرا تھا مگر میں نے بتا دیا مجھے بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا کے اپ اتنی اچھی دوست ہیں اور وہ اپ کو نہیں بتا۔۔۔"

حالہ کے لیے یہ الفاظ کسی زلزلے سے کم نہ تھے۔

"کس کے ساتھ؟" اس کی آواز کسی سرگوشی کی مانند تھی، مگر دل جانتا تھا کہ جواب کون سا نام لیے بغیر مکمل نہیں ہو گا۔

"پتا نہیں باجی... شاید عفان تھا... جی، ہاں، یہی نام تھا۔"

حالہ کا پورا جسم جیسے سن ہو گیا۔

قدم غیر ارادی طور پر پیچھے ہٹے، اور دنیا جیسے لمحہ بھر کو رک گئی۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

پانچ دن پہلے...

جب اسرا عفان کے گھر گئی تھی۔ وہ ٹیکسی سے اتری، نظریں اٹھائیں تو سامنے کا منظر دم ساکت کر دینے والا تھا۔ یہ وہی گھر تھا جس کا نام عفان سے جڑا تھا؟ وہ گھر جس کی وسعت اور جمال اسرا کی توقعات سے کہیں بڑھ کر تھا۔ مکمل طور پر مہارت سے تراشا گیا، بلند و بالا، نفاست سے آراستہ۔ وہ چند لمحے خاموش کھڑی رہی، جیسے یقین نہ آرہا ہو کہ وہ درست مقام پر ہے۔ دھڑکتے دل کے ساتھ قدم آگے بڑھائے، کانپتے ہاتھوں سے بیل

بجائی۔ دروازہ آہستہ سے کھلا، ایک ملازم جھکا جھکا سا باہر آیا۔ اسرا نے
سرسری نگاہ ڈالی، پھر اعتماد سے قدم اندر رکھ دیے۔ وسیع گیراج، چمچماتی
گاڑیاں، بائیں جانب نگاہ دوڑائی تو ایک وسیع و عریض سبزہ زار، گھاس پر
ہلکی دھوپ کے سائے پڑے ہوئے۔ اتنا بڑا کہ شاید چلتے چلتے وہ تھک
جاتی۔ گہرے سانس لیتی، آگے بڑھتی گئی۔ ہر قدم کے ساتھ دل کی
دھڑکن تیز ہو رہی تھی۔ پھر سامنے، وہ عظیم الشان دروازہ جس کے پیچھے
اس کی دنیا کا ایک نیا باب منتظر تھا۔ اندر قدم رکھا، اور آنکھیں حیرت سے
پھیل گئیں۔ شان و شوکت، جمالیات اور کشادگی کا ایک امتزاج۔ عفان
امیر تھا، یہ جانتی تھی۔

مگر ایسا امیر؟

اس سے قبل اس نے ایسا گھر خوابوں میں بھی نہ سوچا تھا۔ ایک ملازمہ قریب آئی، شائستہ لہجے میں بولی، "السلام علیکم... جی، آپ کون؟"

اسرا کے ہونٹ کپکپائے، الفاظ جیسے لبوں سے باہر آنے میں تذبذب کا شکار تھے۔ "میں... میں اسرا ہوں، عفان کی یونیورسٹی فرینڈ... آپ انہیں بلا دیں۔" ملازمہ نے نرم مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا اور اسے ڈرائنگ روم میں چلنے کا اشارہ دیا۔ وہ اندر داخل ہوئی، اور نگاہیں بے اختیار ارد گرد کے شاہکاروں پر جم گئیں۔ کھڑکیاں، بارعب صوفے، اور ایک ایسا سکون جو کسی پرانے قلعے کی پُراسرار خاموشی جیسا تھا۔

"آپ تشریف رکھیں، میں عفان صاحب کو اطلاع دیتی ہوں۔" ملازمہ مودبانہ انداز میں بول کر باہر چلی گئی۔ اسرا کے دل کی دھڑکن ابھی تک

نارمل نہ ہوئی تھی۔اس کی نظریں پورے ڈرائنگ روم کا بغور جائزہ لینے لگیں۔دل جیسے گھر کی خوبصورتی میں الجھ کر رہ گیا تھا۔

حالہ کو تو فوراً کال کرنی پڑے گی!

نہیں، کال کیوں؟

تصاویر ہی بھیج دیتی ہوں!

اس نے جلدی سے فون نکالا، کیمرہ کھولا،اور پوری توجہ کے ساتھ ویڈیو بنانی شروع کر دی۔وہ ابھی ریکارڈنگ میں مگن تھی جب دروازہ کھلا اور عفان اندر آیا۔وہ رک گیا، ہلکی مسکراہٹ اس کے لبوں پر ابھری۔عفان ہلکے نیلے ٹراؤزر اور ٹی شرٹ میں تھا،اس کے بال ہلکے بکھرے، گندمی رنگت، گہری کالی آنکھیں۔وہ مسکراتے ہوئے اسرا کی طرف دیکھ رہا تھا، جیسے اس کے تجسس پر محظوظ ہو رہا ہو۔پھر وہ ہلکا سا کھانستا ہے تو اسرا چونک

کر پیچھے مڑتی ہے، اور ایک لمحے کے لیے خاموشی چھا جاتی ہے۔ فوراً ہی شرمندگی اس کے چہرے پر جھلکنے لگتی ہے، وہ اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا فون نیچے کر لیتی ہے، جیسے کسی نے اسے بھید میں پکڑ لیا ہو۔ "خیر ہے... بنا لیں ویڈیو... بلکہ باہر جا کر گھر کی بھی بنا سکتی ہیں، اجازت ہے۔" وہ مسکراتا ہے، اور پھر آرام سے صوفے پر آ کر بیٹھ جاتا ہے۔ اسرا ایک دم شرمندگی میں ڈوب جاتی ہے۔

"نہیں نہیں، وہ میں ویسے ہی..."

"کوئی بات نہیں۔"

اس کی آنکھوں میں ایک نرم سی چمک تھی وہ اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتا ہے، اور وہ فوراً آ کر اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ جاتی ہے۔ "جی کہیں... آپ کو کوئی بات کرنی تھی مجھ سے؟" اسرا کے ذہن میں سوالات کی ایک

کثیر تعداد گردش کر رہی تھی، وہ سمجھ نہیں پا رہی کہ کہاں سے بات شروع کرے۔ عفان کا چہرہ تو مسکراہٹ سے بھرا ہوا تھا جیسے وہ کسی راز کو جانتا ہو اور اسے بتانے کا انتظار کر رہا ہو۔

"وہ... مجھے آپ سے ایک... ایک اہم بات کرنی ہے مگر آپ کو... آپ کو میری بات سمجھنی ہو گی..."

"کون سی بات؟"

"وہ... وہ حالہ مشکل میں ہے۔"

وہ صرف اتنا ہی کہہ پاتی ہے۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیسے بولے۔

"حالہ؟ کون حالہ؟"

عفان ایک دم چونک کر پوچھتا ہے، اسرا کی آنکھیں چمک اُٹھتی ہیں۔

"جی؟؟آپ حالہ کو نہیں جانتے؟"

"جی... شاید جانتا ہوں گا... مگر کون ہے؟آپ تھوڑا بتا دیں۔"

"حالہ... جس کے ساتھ روز تو آپ چیٹ پر بات کر رہے ہوتے ہیں..."

"اوہ اچھا اچھا وہ حالہ... اصل میں میں بہت لڑکیوں سے باتیں کرتا ہوں، اس لیے مجھے یاد نہیں تھا کہ حالہ کون ہے۔"

اسرا عفان کی آنکھوں میں جھانکتی ہے، حیرت کی ایک لہریں اس کے وجود میں سرسراتی ہیں۔ کیا وہ واقعی حالہ کے بارے میں اتنا بے خبر ہے؟ کیا وہ شادی کی بات کرنے کے لائق ہے؟

"خیر... بتائیں کیا ہوا اسے؟"

"وہ... اصل میں نا... آپ میری بات سمجھیں گے؟"

"میں سمجھ رہا ہوں، آپ بولیں۔"

"حالہ... حالہ آپ کو کافی سال سے... کافی سال سے پسند کرتی ہے۔"

اسرا کی زبان ہچکچا رہی تھی، عفان کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں آتا، وہ بس مسکراتے ہوئے اسرا کو دیکھ رہا تھا، جیسے اسے اس بات کی کوئی پرواہ ہی نہیں۔

"جی میں جانتا ہوں۔"

بس وہ اتنا ہی کہتا ہے، جیسے یہ کوئی عام سی بات ہو۔

"جی؟ آپ جانتے ہیں؟"

اسرا کی حیرت بڑھ جاتی ہے، اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے۔

"جی... اب اتنا پاگل تو نہیں ہوں کہ مجھے سمجھ نہ آئے کہ وہ مجھے پسند کرتی ہے؟ مجھے اس کے بات کرنے اور ٹیکسٹ کے انداز سے سمجھ آجاتی تھی کہ اس کے دل میں میرے لیے کوئی نہ کوئی فیلنگز ہیں۔"

اسرا کو جیسے دل میں سکون کی ایک لہر محسوس ہوتی ہے۔

اُف شکر ہے، اب آگے بات کرنا آسان ہو گا!

"خیر... بس یہ بتانے آئی تھیں آپ؟"

"نہیں... میں آپ کو کوئی اور بات بتانے آئی ہوں... دراصل، وہ آپ کو پسند کرتی ہے، اور اس کے گھر والوں نے اس کی کہیں اور شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ رشتہ بھی پکا کر دیا ہے، اور وہ اُدھر شادی نہیں کرنا چاہتی۔ اسے آپ اچھے لگتے ہیں، اس لیے اس نے مجھے آپ کے پاس بھیجا کہ کیا آپ اس سے شادی کر سکتے ہیں؟" اسرا کی یہ باتیں جیسے ایک طوفان کی

طرح عفان کے دل میں گونجتی ہیں۔ عفان کچھ دیر خاموشی سے اسرا کو دیکھتا ہے، جیسے اس کی باتوں کا وزن اس کے دل پر چپک گیا ہو۔ اسرا کا دل تیز دھڑک رہا تھا، وہ بے صبری سے عفان کے اگلے لفظوں کا انتظار کر رہی تھی۔

"کیا آپ کر لیں گے اس سے شادی؟ پلیز، آپ اس بات کو سمجھیں... آپ اس سے شادی کر لیں، وہ آپ سے بہت پیار کرتی ہے، اس سے اچھی لڑکی آپ کو کہیں نہیں ملے گی۔" اسرا کی آواز میں ایک عجیب سی گھبراہٹ تھی، جیسے وہ اپنی دوستی کی خاطر یہ سب کر رہی تھی۔ عفان اب بھی خاموشی سے اسرا کو دیکھتا ہے، اس کی آنکھوں میں ایک گہری سوچ کی لکیریں تھی۔

"بتائیں نا... کریں گے آپ اس سے شادی؟"

"میں اس سے شادی کیسے کروں جب میں پسند ہی آپ کو کرتا ہوں؟" وہ آرام سے مسکراتے ہوئے اسرا کی آنکھوں میں جھانکتا ہے۔ اسرا کا دل رک جاتا ہے، جیسے وہ لمحہ بھر کے لیے زمانے سے کٹ گئی ہو۔ "جی؟" وہ بے اختیار بول پڑتی ہے، حیرت کے جذبات میں ڈوبی ہوئی۔

"جی... میں آپ کو پسند کرتا ہوں، اسرا... یونیورسٹی میں روز آپ کو دیکھتا تھا... مجھ کو آپ سے محبت ہو گئی تھی۔ آپ حالہ کے ساتھ گھومتی تھیں، میں سمجھ گیا تھا کہ آپ اس کی دوست ہیں، اس لیے میں نے حالہ سے بات کرنا شروع کی تھی تاکہ وہ مجھے آپ کے بارے میں تھوڑی معلومات دے سکے، مگر وہ لڑکی؟ اس سے آپ کا پوچھتا تو وہ بات پلٹ دیتی تھی، اپنے بارے میں ہی بتاتی رہتی تھی اور کوئی بات کرتی ہی نہیں تھی..."

اسرا کو جیسے یقین نہیں آرہا تھا کے عفان بول کیا رہا ہے

"اسرا... کیا آپ... کیا آپ مجھ سے شادی کر سکتی ہیں؟" وہ صرف اتنا پوچھتا ہے، جیسے اس کی زندگی کا سب سے بڑا سوال ہو۔ اسرا کی آنکھیں حیرت سے پھٹ جاتی ہیں، وہ بس اسے یک ٹک دیکھتی رہتی ہے۔

"جی؟" وہ حیرانی سے کہتی ہے، جیسے یہ سب ایک خواب ہو۔

"جی، اسرا... میں جانتا ہوں کہ آپ حالہ کے لیے یہاں آئی ہیں، مگر میں اس سے شادی کیوں کروں؟ جب میں پسند ہی آپ کو کرتا ہوں؟..."

اسرا کچھ دیر خاموشی سے اسے دیکھتی رہتی ہے، پھر پورے گھر کو دیکھتی ہے۔

اُف، اتنا امیر بندہ ہے اسرا

کیا تم اسے ہاتھ سے جانے دے سکتی ہو؟ تمہاری زندگی پلٹ جائے گی۔ تم پل میں امیر ہو جاؤ گی، ہر خوشی مل جائے گی جو تم ہمیشہ سے چاہتی تھیں۔

بھول جاؤ حالہ کو۔

بھول جاؤ جو اس نے تمہیں بولنے کے لیے یہاں بھیجا۔

عفان کو ہاں کر دو، اسرا

یہ موقع دوبارہ نہیں ملے گا!!!

اسرا کی نیت بدل رہی تھی!!!

یہ وہ وقت تھا جب وہ اپنی اور حالہ کی دوستی میں بے وفائی کرنے جا رہی تھی۔

"اوکے..." وہ بس اتنا کہتی ہے۔ عفان کی مسکراہٹ گہری ہوتی ہے۔

"مگر حالہ؟" اسرا کے دل میں ایک لمحہ بھر کے لیے جھجک آتی ہے۔

"حالہ؟ چھوڑو اسے... اسے کون بتائے گا؟"

"وہ مجھ سے پوچھے گی... میں کیا کروں گی؟"اسرا کی آنکھوں میں ایک چمک آتی ہے، مگر اندر کی بے چینی برقرار تھی۔"تم اس کی کال مت اٹھانا... تم اس سے کوئی بات نہیں کرنا... اس لیے ہم جلدی شادی کر لیں گے، فوراً ہی کر لیں گے۔"عفان کا لہجہ مستقل اور پختہ تھا۔

"فوراً؟ کب تک؟"اسرا کی دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے۔

"میں کل ہی تمہارے گھر رشتہ لے کر آؤں گا... ہم ایک دو دن کے اندر نکاح کر لیں گے..."

"نہیں... اتنی جلدی نہیں..."اسرا کے لہجے میں ایک ہلکی سی بے چینی تھی۔

"نہیں اسرا... حالہ کی وجہ سے جلدی کرنی پڑے گی..."

"ٹھیک ہے... پھر آپ کل ہی آجائیے گا... اور میرے گھر والوں سے اس بارے میں بات کر لیجیے گا۔" وہ ہلکا سا مسکرا کر کہتی ہے، جیسے ایک نئی امید نے اس کے دل میں جڑ پکڑ لی ہو۔

☆☆☆✦☆☆☆

وہ سڑک پر چلتی جا رہی تھی، جہاں گاڑیوں کی تیز رفتاری ایک عجیب شور مچاتی تھی، مگر اس کے دماغ میں کسی بھی چیز کی گونج سنائی نہیں دے رہی تھی۔ جیسے دنیا اس کے ارد گرد تیزی سے گھوم رہی ہو، اور وہ اس کے درمیان ایک بے مقصد پتھر کی طرح چلتی جا رہی ہو۔ اس کا بیگ آدھا کندھے سے نیچے لٹک چکا تھا، اور آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے، مگر

کوئی ایک قطرہ بھی نیچے گرنے کو تیار نہیں تھا۔اس نے عادل کو بھی نہیں بلایا تھا، نہ ہی وہ چاہتی تھی کہ کوئی اس کے پیچھے آئے۔بس وہ خود اپنی راہ پر چلتی جارہی تھی

کیا ہوا اس کی دنیا کو؟

اسرا؟

نہیں... وہ ایسا کیسے کر سکتی ہے؟

حالہ تو اس پر بے حد یقین کرتی تھی، وہ اس کی سب سے خاص دوست تھی، جو ہمیشہ اس کے ساتھ کھڑی رہتی تھی۔حالہ کا تو کوئی اور سہارا نہیں تھا، جس کے ساتھ وہ اپنی خوشیاں بانٹتی اور غم کی باتیں کرتی۔کیا وہ واقعی حالہ کے ساتھ ایسا کر سکتی تھی؟

حالہ کی زندگی آج بکھر گئی تھی۔

ایک طرف عفان نے اس کا دل توڑا،

دوسری طرف اسرا نے اس کی دوستی کی بنیاد ہلا کر رکھ دی۔

اسرا نے تو اسے امید دی تھی نا؟ وہ تو اسے امید دے کر عفان کے گھر گئی تھی پھر وہ خود ہی اس کی امید کیسے توڑ سکتی تھی؟

آج حالہ ختم ہو گئی تھی!!!

وہ چلتی جا رہی تھی، اور آسمان میں بادل گرجنے لگے۔ جیسے اس کی اندر کی طوفانی کیفیات کو بھی باہر کے موسم نے سمجھ لیا ہو۔ چند لمحوں میں بارش شروع ہو گئی، لیکن حالہ کو بارش کی ایک بوند کا بھی احساس نہیں ہوا۔ وہ خود کو بھیگتا محسوس کر رہی تھی، مگر اس کا دل اتنے بڑے صدمے میں ڈوبا ہوا تھا کہ اسے کچھ سمجھ بھی نہیں آ رہا تھا آج اس کی زندگی میں بہت کچھ ہو گیا تھا، اور وہ بے خبری کی حالت میں اپنے قدم بڑھاتی جا رہی تھی۔

کیا یہ سب واقعی ہو رہا تھا؟ کیا وہ واقعی اس قدر ٹوٹ چکی تھی؟

بارش کی بوندیں جیسے اس کے آنسوؤں کا متبادل بن گئی تھیں، مگر پھر بھی اس کی آنکھوں میں وہی گہرائی اور ویرانی تھی، جو صرف دل کے زخموں کی داستان سناتی ہے۔

☆☆☆✦☆☆☆

وہ جب گھر پہنچی تو ہر جانب بارش کی بوندیں اس کے جسم کو بھگو چکی تھیں، مریم جو سامنے سے آرہی تھی، اس کی بھیگی حالت کو دیکھ کر حیرت میں پڑ گئی۔ وہ چند لمحے کے لیے رک گئی، پھر آہستہ آہستہ حالہ کی طرف بڑھتی ہے، جس کے قدموں میں کمزوری اور دل میں ایک گہرا زخم تھا۔

"حالہ؟"

مریم نے بے چینی سے پکارا، جب حالہ آہستہ آہستہ اندر آتی گئی۔ حالہ کی آنکھوں میں نمی، چہرے پر ایک عجیب سا کرب تھا، جیسے کوئی شدید طوفان اس کی زندگی کو ہلا کر رکھ گیا ہو۔ وہ سردی سے چُور تو تھی، مگر اس کی روح کی تاریکی نے اسے اس کے احساسات سے دور کر دیا تھا۔ مریم نے اس کی آنکھوں میں جھانکا، جہاں سرخ و بھیگے آنسو دل کے زخموں کی کہانی سنا رہے تھے۔

"کیا ہوا حالہ؟ مجھے... مجھے بتاؤ حالہ..."

مریم کی آواز میں تشویش اور محبت کا گہرا احساس تھا۔ وہ جان گئی تھی کہ کچھ بہت برا ہوا ہے۔ وہ پریشان ہو گئی تھی۔ حالہ نے آہستہ سے سر اٹھایا، آنکھ سے ایک آنسو گرتا ہے۔

"مریم... آج... آج سب ختم ہو گیا ہے۔"

اس کی آواز میں ایک بے بسی تھی، جیسے وہ کسی اندھیری گلی میں گم ہو گئی ہو۔

"مجھے جس پر دنیا سے زیادہ یقین تھا، آج اس نے بھی میرے سے بے وفائی کر دی، مریم..."

مریم کی آنکھوں میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔

"کیا ہوا؟ ہاں؟ مجھے بتاؤ؟"

لیکن حالہ کا دل اتنا ٹوٹ چکا تھا کہ وہ زیادہ کچھ کہنے کی ہمت نہیں کر سکی۔ وہ مریم کے پاس سے گزرتی ہوئی اوپر کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ مریم نے بے چینی سے اس کے پیچھے پیچھے دوڑنا شروع کیا۔ حالہ کمرے میں جا کر خاموشی سے بستر پر بیٹھ گئی۔ مریم اندر آ کر دروازہ بند کرتی ہے اور حالہ کے قریب جا کر بیٹھ جاتی ہے۔

"مجھے بتاؤ، حالہ کیا ہوا؟"

حالہ نظریں نیچے کیے بیٹھی رہی، آنکھوں سے آنسو بہتے جا رہے تھے، جیسے دل کے زخم ایک ایک کر کے باہر آ رہے ہوں۔

"حالہ... کچھ تو بتاؤ مجھے؟"

مریم کی آواز میں درد تھا، ایک بہن کی محبت اور بے چینی جھلک رہی تھی۔

"اسرا..."

حالہ کے منہ سے یہ لفظ بمشکل نکل پایا، جیسے یہ صرف ایک نام نہیں، بلکہ ایک دنیا کا درد ہو۔

"ہاں؟ کیا ہوا اسرا کو؟"

حالہ نے ایک لمحے کے لیے نظریں اٹھائیں، پھر گہرے سانس کے ساتھ ساری کہانی شروع کی، جہاں محبت کے خواب ٹوٹنے کی داستان، دوستی کی بربادی اور بے وفائی کے درد نے اس کی زبان پر الفاظ کی شکل اختیار کر لی۔ وہ ہر ایک لفظ کے ساتھ اپنے دل کی گہرائیوں کو باہر نکال رہی تھی، اور مریم بس اسے خاموشی سے سن رہی تھی، جیسے ہر ایک لفظ کا وزن اس کی روح پر پڑ رہا ہو۔

کافی وقت دونوں کو ساتھ بیٹھے گزرا، حالہ نے ساری بات مریم کو بتا دی تھی اور اب وہ خاموشی سے بستر پر دونوں پیر فولڈ کر کے اوپر کیے بیٹھی ہوئی تھی، بس نظریں نیچے جھکائے۔ مریم اس کے سامنے ہی تھی، اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا بولے، اسے کوئی الفاظ نہیں مل رہے تھے بولنے کے لیے۔

"حالہ..."

وہ بس اتنا کہہ سکی۔

"خود کو سنبھالو"

مریم ہلکا سا اسے کہتی ہے۔ حالہ اب بھی بھیگی ہوئی تھی، وہ سردی سے منجمد ہو چکی تھی، وہ مسلسل کپکپا رہی تھی۔

"حالہ... پلیز جاؤ اور کپڑے چینج کرو، بیمار ہو جاؤ گی۔"

حالہ کو جیسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ مریم کیا کہہ رہی تھی، بس وہ نظریں نیچے کیے دیکھ رہی تھی۔ "حالہ... تم مجھے سن رہی ہو؟"

مریم اس کے تھوڑا قریب آ کر کہتی ہے۔

"حالہ... پلیز جاؤ کپڑے بدل لو..."

وہ دوبارہ کہتی ہے مگر حالہ نہیں سن رہی تھی۔

"دیکھو، اچھا ہوا نا کہ اللہ نے تمہیں اس کی اصل حقیقت بتادی؟ اللہ تعالیٰ کچھ اچھا ہی کرتے ہیں، حالہ..."

حالہ نظریں اٹھا کر اسے دیکھتی ہے۔

"اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں کے چہرے جلدی دکھا دیتے ہیں، حالہ جو آگے ہمارے لیے بہت برا خطرہ ثابت ہوتے ہیں۔ خدا ہم سے بہتر جانتا ہے، اس بات میں رونے کے بجائے کہ اس نے بے وفائی کی؟ تمہیں خوش ہونا چاہیے کہ تمہیں اس کا اصلی چہرہ پتہ چلا۔"

"وہ ایسی نہیں تھی، مریم!"

حالہ ہلکا سا کہتی ہے۔

"وہ ایسی ہی تھی، حالہ... بس تمہیں سمجھ نہیں آئی۔"

"وہ ایسی نہیں تھی!"

وہ دوبارہ ایک ہی بات کہتی ہے، اس کے گیلے بال آہستہ سے جوڑے سے کھلتے ہیں۔

"اگر وہ ایسی نہ ہوتی تو تمہارے ساتھ آج ایسا نہ کرتی..."

حالہ کچھ نہیں کہتی۔

"حالہ خود کو سنبھالو... سب ٹھیک ہو جائے گا، آگے اللہ تعالیٰ نے ضرور تمہارے لیے کچھ اچھا لکھا ہو گا... اور تمہارے ساتھ کچھ برا نہیں ہوا، بس خدا نے تمہیں اس کا اصلی چہرہ دکھایا ہے۔"

مریم جیسے اسے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی، مگر اسے جیسے سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ وہ آہستہ سے بستر سے اٹھتی ہے اور بھاگتے ہوئے واش روم کی طرف بھاگتی ہے۔ مریم اسے جاتے دیکھتی رہتی ہے، وہ واش روم میں جا کر

فوراً کنڈی لگا لیتی ہے اور اسی وقت منہ پر ہاتھ رکھتی ہے اور زور زور سے روتی ہے، آواز جیسے دبی ہوئی تھی، وہ زور زور سے ہچکیوں کے ساتھ روتی ہے۔ پھر جیسے آہستہ آہستہ دروازے کے پاس ہی نیچے زمین پر بیٹھ جاتی ہے اور روتی جاتی ہے۔ اس کے رونے کی آواز باہر مریم تک آ رہی تھی، مگر وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

وہ بس روتی جا رہی تھی۔

☆☆☆✦☆☆☆

ہلکی صبح کی روشنی کمرے کے اندھیرے میں گھل رہی تھی۔ حالہ گھٹنوں میں سر دیے بیٹھی تھی، رات سے بھیگے کپڑے اب سوکھ چکے تھے۔ دروازہ

کھلا، مگر اس نے نظریں نہیں اٹھائیں۔ زبیدہ خادم ہاتھ میں ٹرے لیے اندر آئیں۔

"حالہ... بیٹا، طبیعت ٹھیک نہیں ہے؟" ان کی نرم آواز سنائی دی۔

حالہ نے سر اٹھایا، ایک نظر ماں پر ڈالی، پھر رخ موڑ لیا۔ اچانک یہ نرمی کیوں؟ اب جب اپنی مرضی کی شادی کروا رہی ہیں، تو مہربان بن گئی ہیں؟ یہ سوچ اسے اندر تک چبھ گئی، مگر وہ خاموش رہی۔

ماں آ کر سامنے ٹرے رکھ دیتی ہیں۔ "ناشتا تو کر لو..."

مگر حالہ نے کچھ نہیں کہا۔ زبیدہ خادم کے دل میں عجیب سی چبن ہوئی اب تو وہ بھی نہیں چاہتی تھیں کہ حالہ کی اس جگہ شادی کروائیں... آخر مہرین کی اس دن کی بات کے بعد سے وہ اپنی ہی بیٹی کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتی

تھیں؟ مگر ریاض خادم کے حکم کے سامنے وہ بھی بے بس تھیں، جیسے کسی جال میں پھنس گئی ہوں۔

"حالہ؟ طبیعت زیادہ خراب ہے تو ڈاکٹر کے لے جاؤں؟" زبیدہ خادم نے پوچھا، لیکن انہیں اصل بات کا علم نہ تھا۔ انہیں واقعی لگا تھا کہ حالہ کی طبیعت خراب ہے، جیسے مریم نے ان سے کہا تھا۔

حالہ ان سے کوئی بات نہیں کر رہی تھی، بس خاموشی سے اپنے اندر کی جنگ لڑ رہی تھی۔ "میں جانتی ہوں تم اس رشتے سے خوش نہیں ہو، حالہ... مگر... تمہارے ابو تمہاری وہیں شادی کروانا چاہتے ہیں..." زبیدہ خادم نے دھیرے سے کہا، لیکن حالہ کی خاموشی نے ان کی بات کا جواب دیا۔ حالہ نیچے دیکھ رہی تھی، کچھ نہیں کہہ رہی تھی۔ زبیدہ خادم کی آواز میں بے بسی تھی، جیسے وہ اپنی بیٹی کی تکلیف کو محسوس کر رہی ہوں۔

"دیکھو، میں بھی مجبور ہوں... پہلے تو چاہتی تھی کہ یہاں شادی ہو، مگر اب... اب جیسے چاہتی ہوں کہ نہ ہو... مگر تمہارے ابو؟ وہ تمہاری شادی یہاں کروائیں گے... بیٹا بس اب تم راضی ہو جاؤ۔" زبیدہ خادم کی آواز میں ایک گہرا دکھ چھپا ہوا تھا۔

حالہ نے بھیگی آنکھیں اٹھا کر ماں کو دیکھا

زبیدہ خادم اسے ہی بول رہی تھیں "اب اس رشتے سے راضی ہونے کے علاوہ کوئی حل نہیں ہے حالہ..."

"میں راضی ہوں... جہاں شادی کروانی ہے کر دیں۔" یہ الفاظ اس کی زبان سے جیسے خود بخود نکل گئے، جیسے وہ اپنی زندگی کے ہر فیصلے سے دستبردار ہو چکی ہو۔ اندر سے وہ ٹوٹی ہوئی تھی، اب اسے واقعی فرق نہیں پڑ

رہا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے، اور کیا نہیں۔ اس کی آنکھوں میں ایک ہار کا احساس تھا، جیسے وہ ہر چیز سے تھک چکی ہو۔۔۔

زبیدہ خادم نے اس کے منہ سے یہ لفظ سنے تو جیسے یقین نہ کر پائیں۔ "کیا؟ تم راضی ہو؟" ان کی آنکھوں میں حیرت اور محبت کی ایک جھلک تھی، مگر حالہ کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔

حالہ نے ایک نظر دوبارہ ماں کو دیکھا، پھر کہا، "آپ پلیز مجھے اکیلا چھوڑ دیں..."

زبیدہ خادم افسوس سے اسے دیکھ کر وہاں سے اٹھ کر چلی جاتی ہیں۔ حالہ ایسے ہی بیٹھی رہتی ہے، سامنے پڑے ناشتے کو ایک نظر بھی نہ دیکھا، جیسے اس کی زندگی کی کہانی کا ایک اور دردناک باب ختم ہو گیا ہو، اور اب وہ

صرف وقت کے گزرنے کا انتظار کر رہی ہو۔۔۔ جس سے محبت تھی وہ نہیں ملا تو پھر جو مل جائے فرق نہیں پڑتا۔

☆☆☆✦☆☆☆

یہ منظر گھر میں روز کا تھا، مگر آج کچھ زیادہ ہی شدت اختیار کر گیا تھا۔

زاویار ابھی گھر آیا تھا، ہاتھ میں گاڑی کی چابی تھی، کپڑے آفس کے تھے، وہ آج آفس سے جلدی آ گیا تھا۔ اپنے کمرے کی طرف جا ہی رہا تھا کہ فراز سلطان اور مہرین سلطان کے کمرے سے چیخنے چلانے کی آوازیں آنے لگیں۔ وہ دونوں مسلسل لڑ رہے تھے۔ زاویار ایک نظر ان کے کمرے کی طرف دیکھتا ہے، جہاں سے لڑائی کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔

"تم پوری رات گھر سے باہر کیوں رہیں؟" فراز سلطان کی بلند آواز گھر میں گونج رہی تھی۔

یہ روز کا معمول تھا، مگر آج کی لڑائی زیادہ تلخ تھی۔ زاویار گہری سانس لے کر دروازے کے باہر جا کھڑا ہوا۔ اسی وقت شاہمیر سیب لیے آیا، آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔

"یہ لوگ کیوں لڑ رہے ہیں؟"

"ممی رات بھر باہر تھیں، ڈیڈ کو پسند نہیں آیا،" زاویار بولا۔ "مگر آج کچھ زیادہ ہی لڑائی ہو رہی ہے... مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا، شاہمیر۔"

"کیوں؟"

"لگتا ہے، یہ ساتھ نہیں چل پائیں گے۔"

شاہمیر لاپرواہی سے کندھے اچکا کر بولا، "میں تو چاہتا ہی یہ ہوں کہ یہ الگ ہو جائیں... ہمیشہ سے ان کی لڑائیاں دیکھ رہا ہوں، تنگ آ گیا ہوں۔"

کہہ کر وہ چلا گیا۔ زاویار نے ایک نظر کمرے کی طرف دیکھا، پھر نظرانداز کر کے اوپر چلا گیا۔ اس شور نے اس کے ذہن میں گونج پیدا کر دی تھی، مگر وہ خود کو بے حس کرنے کی کوشش کرتا رہا۔

کمرے کی دیواروں کے اندر بکھری ہوئی خاموشی میں، زاویار نے اپنی جگہ پر بیٹھ کر آنکھیں بند کر لیں، یہ سوچتے ہوئے کہ شاید کسی دن یہ لڑائیاں ختم ہو جائیں، مگر کیا واقعی یہ ممکن تھا؟ یہ ایک ایسا سوال تھا، جس کا جواب اسے کبھی نہیں ملا۔

☆☆☆✦☆☆☆

دو مہینے منٹوں میں گزر گئے... کس پر کیسی راتیں گزریں، کیسی صبحیں، بس گزر گئیں...

اور اب، آج وہ دن آگیا تھا

اس دن کے آنے کا انتظار نہ زاویار کو تھا، نہ حالہ کو۔

اگر زاویار کے گھر کی طرف نظر ڈالو تو پورا گھر اندر سے باہر تک سجا ہوا تھا۔ باہر روشنیاں جگمگا رہی تھیں اور اندر ہر کونا پھولوں سے مہک رہا تھا۔ تیاریوں کا زور و شور تھا۔ ہر ملازم تیزی سے کام میں لگا ہوا تھا۔ زارا، جو پارلر میں تھی، فیشل وغیرہ کروا رہی تھی۔ آج رات اس کی بھی زندگی بدلنے والی تھی۔ اس کی بھی شادی تھی، عبیل سے۔

وہ پارلر میں کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی، ایک ہاتھ پر ایک لڑکی نیل پالش لگا رہی تھی، دوسری اس کے بالوں میں کلر کر رہی تھی، اور دوسرے ہاتھ میں فون پکڑا ہوا تھا جس پر وہ کسی سے بات کر رہی تھی—عبیل سے۔

اب ان دونوں کی تھوڑی بہت انڈرسٹینڈنگ ہونے لگی تھی، تو اب بات کرتے ہوئے زیادہ شرم بھی نہیں آتی تھی۔

دوسری طرف حالہ تھی... جس کے چہرے پر نہ کوئی مسکراہٹ تھی، نہ کوئی جذبات۔

بس خاموشی سے کمرے میں بیٹھی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ آج رات اس کا نکاح ہے اور اس کے بعد زاویار اس کے ساتھ کیا کرنے والا ہے۔ یہ سوچ کر دل پل بھر کے لیے دھڑکنا بھول جاتا، مگر پھر جیسے اسے کوئی فرق ہی نہ پڑتا۔

وہ چاہ کر بھی اس شادی سے انکار نہیں کر سکتی تھی، کیونکہ اس کا باپ کبھی اس کی "نا" نہیں مانتا۔ اس لیے اب جو ہو رہا تھا، اسے فرق نہیں پڑتا تھا۔ جہاں اتنا سب کچھ برداشت کیا، جہاں اسرا جیسی دوست کی بے وفائی دیکھ لی، وہاں ایک اور سہی۔

تبھی مریم کمرے میں آئی۔

"چلو حالہ جلدی... دیر ہو رہی ہے، پارلر ویسے بھی دور ہے۔"

وہ اسے پارلر لے جانے کے لیے آئی تھی۔ حالہ جانے کے لیے تیار تھی... دل بالکل نہیں تھا جانے کا۔ مگر جب شادی ہو ہی رہی تھی، جب سب کی بات مان کر اپنی مرضی کے خلاف یہ فیصلہ کر رہی تھی، تو وہاں سب کے کہنے پر پارلر جانے میں کیا مسئلہ تھا؟

وہ بستر سے اٹھ کر خاموشی سے کھڑی ہوئی، کچھ کہے بغیر باہر نکل گئی۔ مریم اس کی حالت سمجھ رہی تھی۔ جب سے حالہ کے ساتھ اسرا نے یہ سب کیا تھا، تب سے جیسے حالہ کسی سے بات ہی نہیں کر رہی تھی۔ جیسے دل پر کسی نے کوئی بہت بھاری پہاڑ مار دیا ہو۔

جیسے وہ مجبور تھی... ہر چیز سے۔ وہ دو مہینے سے ایسے ہی خاموش تھی۔

☆☆☆✦☆☆☆

شام آہستہ آہستہ دونوں گھروں پہ اتر رہی تھی اور دونوں گھروں میں رونق بھرپور تھی۔

زاویار پہلے ہی واضح کر چکا تھا کہ صرف ایک ہی ایونٹ ہو گا،اس کے علاوہ کوئی اور تقریب نہیں ہو گی۔اسی لیے آج کا دن طے تھا،اور اسی ایک دن میں صرف نکاح ہو گا۔

مریم اور حالہ تیار ہونے پارلر گئے تھے،وہ تو سیدھا اب ہال ہی آئیں گے۔

زبیدہ خادم نے اپنے لیے پارلر والی کو گھر بلایا تھا جوان کا میک اپ کر رہی تھی اور زبیدہ خادم کو میک اپ انتہائی برا لگ رہا تھا۔کب سے وہ اس عورت کو ڈانٹ ہی رہی تھیں کہ "بیس زیادہ لگا دی،اسے کم کرو۔آئی لائنر بہت موٹا ہے،پتلا کرو۔لپ اسٹک اتنی ڈارک کر دی،چڑیل بنانا ہے کیا؟"

اور عادل جو اپنے کمرے میں کب سے تیار ہو کر بیٹھا ہوا تھا،سفید شلوار قمیض کے اوپر واسکٹ پہنے۔ریاض خادم بھی تیار ہی تھے۔

دوسری طرف زاویار آئینے کے سامنے کھڑا تھا، نگاہیں اپنے عکس پر جمی ہوئی تھیں۔ پانی کے قطرے ابھی تک اس کے سیاہ بالوں سے ٹپک رہے تھے، وہ آہستگی سے کنگھی چلانے لگا، جیسے ہر بال کو ترتیب دینا چاہتا ہو، مگر شاید دل کی الجھنیں سلجھانے سے قاصر تھا۔

اس نے سفید شلوار قمیض زیب تن کر رکھی تھی، اور صوفے پر اس کا پرنس کوٹ بے ترتیبی سے رکھا ہوا تھا۔ وہ قمیض کے اوپر والے بٹن بند کرتا ہے، ایک لمحے کو رکتا ہے، پھر بے دلی سے گھڑی اٹھا کر کلائی پر باندھ لیتا ہے۔ اس کے بعد پرفیوم کی بوتل اٹھاتا ہے، چند چھینٹے خود پر گراتا ہے۔ خوشبو آہستہ آہستہ پورے کمرے میں پھیلنے لگتی ہے۔ مگر دل، جو جیسے کسی قید میں جکڑا ہوا تھا، وہ خوشبو سے آزاد نہیں ہو سکتا تھا۔

نیچے، مہرین سلطان گولڈن ساڑھی میں ملبوس کھڑی تھیں۔ میک اپ انہوں نے خود ہی کر لیا تھا، انہیں پارلر جانے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہ حسین لگ رہی تھیں، ان کے بال جوڑے میں بندھے ہوئے تھے، جس میں سفید گلاب سجا ہوا تھا۔ سونے کی جیولری ان کے شایان شان تھی۔ فراز سلطان نے سیاہ شلوار قمیض پہن رکھی تھی اور اب وہ جوتے پہن رہے تھے۔ وہ آہستہ سے سر اٹھا کر مہرین کو دیکھتے ہیں، مگر کوئی لفظ ادا نہیں کرتے۔

اوپر شاہمیر کے کمرے میں بے ترتیبی کا راج تھا۔ سیاہ بٹن والی شرٹ اور پینٹ اس کے وجود پر ڈھیلی ڈھالی لگ رہی تھی۔ کوٹ بے فکری سے بستر پر پڑا تھا، جیسے کسی نے اسے پہننے کا ارادہ ترک کر دیا ہو۔ وہ جوتے پہنے بیڈ پر لیٹا ہوا تھا، انسٹاگرام اسکرول کر رہا تھا۔

"عجیب بات ہے، جب بندہ پہلے ہی دکھی ہوتا ہے تو سوشل میڈیا اور بھی دکھی بنا دیتا ہے۔" وہ زہر لب بڑبڑاتا ہے۔

پھر فون بند کر کے ایک طرف پھینک دیتا ہے۔ دونوں ہاتھ چہرے پر رکھ کر ایک گہری سانس لیتا ہے۔ جب ہاتھ ہٹاتا ہے تو آنکھوں میں نمی چمک رہی ہوتی ہے۔

وہ اٹھتا ہے، اس کے بال ابھی تک بکھرے ہوئے ہیں، جیسے اس نے انہیں سنوارنے کی زحمت ہی نہ کی ہو۔ وہ کوٹ اٹھاتا ہے اور بے دلی سے پہن لیتا ہے۔ آئینے کے قریب جا کر خود کو دیکھتا ہے۔ وہ پیارا لگ رہا تھا، مگر اسے خود میں کوئی کشش محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ خاص طور پر آج کے دن اسے پیارا لگنا بھی نہیں تھا

دوسری طرف، پارلر میں حالہ سکون سے بیٹھی ہوئی تھی۔اس کا میک اپ مکمل ہو چکا تھا۔ گہرے سرخ رنگ کا لہنگا، اسی رنگ کا بلاؤز۔اس کے لمبے بالوں کا جوڑا بنا تھا، جس میں چمکتے ہوئے سرخ پھول سجے ہوئے تھے۔اس کے چہرے کے گرد دو ہلکی گھنگریالی لٹیں جھول رہی تھیں،اور دوپٹہ کندھے سے پھسل کر نیچے تک بہہ رہا تھا۔

سبز آنکھیں، جو آج کچھ زیادہ ہی بڑی لگ رہی تھیں۔ مگر ان میں ایک انجانی خاموشی تھی۔ وہ اج بہت حسین لگ رہی تھی۔

اس کے ساتھ بیٹھی مریم کا ابھی میک اپ ہو رہا تھا۔ حالہ ایک نظر اس کی طرف دیکھتی ہے، پھر ایک گہری سانس لیتی ہے۔ وہ تھک چکی تھی یہاں بیٹھے بیٹھے۔اسے گھٹن محسوس ہونے لگی تھی۔

اور دوسرے پارلر میں زارا تھی، وہ بھی تیار ہو چکی تھی اور اب شاہمیر کو کالز کر رہی تھی کہ اسے جلدی لینے آئے۔

اس کے گھنگریالے بال آج اسٹریٹ ہوئے تھے اور آج وہ بہت الگ لگ رہی تھی، پہلے سے تو بہت ہی الگ۔ شاید اپنے بالوں کی وجہ سے، جو آج سیدھے ہو کر ایک سائیڈ سے آگے کی طرف آئے ہوئے تھے۔

اس نے بھی لال کپڑے پہنے تھے مگر میکسی، جو بہت لمبی تھی، نیچے تک جاتی تھی، اور پیچھے دوپٹہ، جو بالوں میں ترتیب سے رکھا تھا وہ بھی پورا زمین تک جاتا تھا۔

آج وہ بھی بہت پیاری لگ رہی تھی۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

مریم بھی تیار ہو چکی تھی۔ تیار ہو کر اس نے آئینے میں خود کو دیکھا، پہلے تو بے تحاشا برائیاں نکالیں کہ آئی لائنر خراب ہے، بیس زیادہ ہو گئی ہے... مگر آخرکار خود کو خاموش کر کے میک اپ قبول کر لیا۔ اس نے بلیک لہنگا پہنا ہوا تھا اور بال ہلکے کرلز میں تھے۔

ادھر حالہ جو پہلے ہی ذہنی دباؤ میں تھی، بیٹھے بیٹھے پاگل ہو رہی تھی۔

ایک تو زاویار سے شادی کا خیال ہی اسے عجیب لگتا تھا، اوپر سے مریم کے ڈرامے ختم ہونے کے نام نہیں لے رہے تھے۔

"چلو حالہ عادل لینے آنے والا ہے۔"

مریم نے اٹھتے ہوئے کہا۔

حالہ نے کچھ کہے بغیر اپنا لہنگا سنبھالا اور اٹھ کر آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ آئینہ اتنا بڑا تھا کہ پورا عکس صاف نظر آ رہا تھا۔

وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔ دوپٹہ پیچھے خوبصورتی سے لٹک رہا تھا اور آج وہ اتنی دلکش لگ رہی تھی کہ دیکھنے والا بس دیکھتا ہی رہ جاتا۔ پیچھے سے مریم آئی، اپنے دونوں ہاتھ اس کے کندھوں پر رکھے اور مسکرا کر بولی،

"بہت پیاری لگ رہی ہو۔"

حالہ نے ایک گہری سانس لی، پھر آنکھیں گھمائیں اور وہاں سے پلٹ کر چلی گئی۔

کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس کے دل پر کیا گزر رہی تھی...

کچھ دیر بعد عادل آچکا تھا، اور وہ دونوں ہال پہنچ گئی تھیں۔

ہال کے برائیڈل روم میں، مریم حالہ کو لے کر اندر آئی۔ اندر زارا پہلے سے بیٹھی ہوئی تھی۔

جیسے ہی زارا کی نظر حالہ پر پڑی، اس نے دونوں مٹھیاں سختی سے بند کر لیں۔

یہ لڑکی...؟

جس سے وہ اتنی نفرت کرتی تھی، وہ اس کے بھائی کی بیوی بنے؟

یہ اسے گوارا نہیں تھا۔

اس نے ایک نظر حالہ کو دیکھا، پھر رخ موڑ لیا، جیسے اس کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔ حالہ نے ایک لمحے کے لیے زارا کی طرف دیکھا، پھر خاموشی سے جا کر سامنے بیٹھ گئی۔ مریم نے حالہ سے کچھ کہا اور پھر باہر نکل گئی۔

اب کمرے میں صرف حالہ اور زارا تھیں۔ حالہ ٹھیک زارا کے سامنے بیٹھی تھی، لیکن زارا اسے نظر انداز کر رہی تھی۔

حالہ نے ایک پل اسے دیکھا، پھر وہ بھی رخ موڑ گئی۔

اسے بھی زارا میں کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔

تبھی زبیدہ خادم اندر آئیں۔ ان کے چہرے پر ممتا کی گہری چھاپ تھی، مگر آنکھوں میں ایک انجانی سی ویرانی تھی۔ انہوں نے فیروزی رنگ کی شلوار قمیض پہن رکھی تھی، جو شاید آنسوؤں کی نمی سے بوجھل ہو چکی تھی۔

"حالہ چلو... نکاح کا وقت ہے۔"

حالہ کو لگا جیسے اس کا دل رک گیا ہو۔

اس کی سماعتوں میں جیسے کوئی سنسناتی ہوا گونجنے لگی۔ وہ بس اپنی ماں کی آنکھوں میں دیکھنے لگی، جو اس کے قریب آ رہی تھیں۔ انہوں نے نرمی سے اس کا لہنگا ٹھیک کیا، پھر آہستہ سے اس کا ہاتھ تھاما اور اٹھنے میں مدد دی۔ ان کے ہاتھ ٹھنڈے تھے، جیسے ان کے دل پر بھی بوجھ تھا۔

"نکاح...؟" حالہ نے کسی ٹوٹے ہوئے پرندے کی طرح مدھم آواز میں کہا۔ اس کے الفاظ جیسے اس کے لبوں سے نہیں، اس کے بکھرتے وجود سے نکلے تھے۔

"ہاں حالہ... چلو بیٹا، مولوی صاحب بھی آ گئے ہیں، سب آ چکے ہیں، بس تمہارا آنا باقی ہے۔" زبیدہ خادم نے کہا، مگران کی آواز بھی بھیگ چکی تھی۔ حالہ کا ہر قدم جیسے زمین میں دھنس رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے سب دھندلا گیا تھا۔ دل جیسے پسلیوں میں ٹوٹ کر بکھر رہا تھا، لیکن اس کے آنسو نہیں نکل رہے تھے۔ شاید وہ برداشت کی آخری حد پر تھی۔

زارا وہیں بیٹھی انہیں جاتا دیکھتی رہی۔ اس کے بعد اس کی باری تھی...

اور اس کا دل بھی اسی طرح زور سے دھڑک رہا تھا، جیسے قفس میں بند پرندہ آزادی سے پہلے آخری ہچکی لے رہا ہو۔

ایک لڑکی کے لیے یہ لمحہ صرف خوشی کا نہیں، ایک جدائی کا طوفان بھی ہوتا ہے۔ اپنے ماں باپ، اپنے بھائیوں، اپنے خاندان کو چھوڑ کر کسی اور کے نام ہو جانا... کسی اور کے گھر چلے جانا...

اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔ دل جیسے کوئی نوچ رہا تھا۔ مگر اسے رونا نہیں تھا ورنہ میک اپ خراب ہو جاتا۔ تبھی دروازہ ہلکا سا کھلا۔ زارا نے دروازے کی طرف دیکھا۔

شاہمیر اندر آچکا تھا، دروازے کے ہینڈل کو تھامے کھڑا تھا۔

بس شاہمیر کو دیکھنے کی دیر تھی کہ زارا کی آنکھوں سے آنسو تیزی سے بہنے لگے۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی، جیسے کسی نے اس کے ضبط کے بندھن توڑ دیے ہوں شاہمیر فوراً آگے بڑھا اور زارا کو اپنے بازوؤں میں لے لیا، اور

سینے سے لگایا۔ وہ رو رہی تھی... ہچکیوں کے ساتھ، کسی بے سہارا بچے کی طرح، جیسے اس کے اندر صدیوں کی ویرانی بھر گئی ہو۔

شاہمیر کو احساس ہوا کہ زارا کی گرفت کس قدر مضبوط تھی، جیسے وہ اسے چھوڑنا ہی نہیں چاہتی۔ جیسے وہ جانتی ہو کہ ایک بار جدا ہونے کے بعد شاید پھر وہ پہلے جیسے نہ رہیں۔ اس لمحے شاہمیر کو اپنی بہن کا بچپن یاد آیا، جب وہ معمولی سی چوٹ پر بھی چیخ چیخ کر روتی تھی اور وہ اسے چاکلیٹ دے کر بہلا دیتا تھا۔ مگر آج وہ جانتا تھا کہ کوئی چاکلیٹ، کوئی کھلونا، کوئی لفظ اس کا درد کم نہیں کر سکتا۔

شاہمیر کی آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے، مگر وہ چپ رہا۔

تبھی زاویار، جو دروازے پر کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا، آگے بڑھا۔ زارا نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا اور تڑپ کر اس کی طرف لپکی۔

"زاویار بھائی...." اس کی آواز سسکیوں میں دب گئی۔ وہ اس کے سینے سے لگی، اور یوں روئی جیسے دل کے اندر برسوں کا طوفان تھا۔ زاویار کی سانس جیسے رکنے لگی۔ آج پہلی بار اس نے اپنی بہن کو یوں ٹوٹ کر روتے دیکھا تھا۔ زاویار کی آنکھیں اج پہلی بار بھیگی ہوئی تھیں۔ زارا کی سسکیاں پورے کمرے میں گونج رہی تھیں۔ وہ لفظوں میں کچھ کہنا چاہ رہی تھی، مگر آواز مسلسل رونے میں دب رہی تھی۔

"زارا... پلیز ایسے مت رو... تم جانتی ہو نا میں تمہیں روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا" زاویار نے آہستہ سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا، مگر اس کی اپنی آواز بھی لرز رہی تھی۔

زارا نے کانپتے لبوں سے کہا "بھائی میں... میں آپ دونوں کے بغیر کیسے رہوں گی؟ بھائی مجھ سے آپ دونوں کے بغیر رہا نہیں جائے گا۔"

یہ جملہ زاویار اور شاہمیر کے دل پر جیسے خنجر کی طرح لگا۔

تبھی شاہمیر قریب آیا، اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ بولا، "زارا پلیز رومت... میک اپ ڈھل گیا تو عبیل تمہیں دیکھ کر اُلٹے پاؤں بھاگ جائے گا۔" کمرے میں جو افسردگی چھائی ہوئی تھی، وہ لمحہ بھر کو بکھر گئی۔ زاویار ہلکا سا مسکرایا۔ زارا بھی مسکرا دی، مگر آنکھوں میں پھر بھی آنسو تھے۔ "اچھا میں جا رہا ہوں، نکاح کا وقت ہو گیا ہے۔" زاویار نے سنجیدگی سے کہا۔ شاہمیر کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا ہو۔

"زارا... اس کے بعد تمہاری باری ہے۔ ہمت کرنا، گھبرانا مت۔" یہ کہہ کر زاویار نے زارا کا ماتھا آرام سے چوما، اور پھر باہر نکل گیا۔

☆☆☆✦☆☆☆

آؤٹ ڈور ویڈنگ تھی، گارڈن روشنیوں سے جگمگا رہا تھا، اور ہر طرف گلاب بکھرے تھے۔

اسٹیج پر نفاست سے سجا صوفہ اور ایک کرسی رکھی تھی، سامنے گھاس پر دو کرسیاں اور ان کے درمیان پھولوں سے سجا پردہ تھا، جس کے آمنے سامنے حالہ اور زاویار بیٹھے تھے۔

حالہ کا دل قید میں آئے پرندے کی طرح بے قرار تھا، جبکہ زاویار کی بے تاثر سنجیدگی کسی طوفان کی نشانی تھی۔ زبیدہ خادم حالہ کے ساتھ، اور مریم اور مہرین سلطان سامنے کھڑی تھیں۔ مولوی صاحب نکاح نامہ لیے سنجیدگی سے کاغذات دیکھ رہے تھے، اور حالہ کی دھڑکن جیسے بند ہونے کو

تھی۔اس نے سنہری دھاگوں سے سجے جالی والے دوپٹے کا گھونگھٹ اوڑھا تھا، جس پر لکھا تھا: "زاویار کی دلہن۔"

مولوی صاحب نے سنجیدگی سے کاغذات کو دیکھتے ہوئے کہا

"حالہ ریاض خادم بنت محمد ریاض خادم، آپ کو زاویار سلطان بن فراز سلطان کے نکاح میں دیا جاتا ہے، حق مہر دس لاکھ روپے مقرر کیا گیا ہے۔ کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"

حالہ نے کانپتے لبوں کو بھینچا، آنکھیں سختی سے بند کر لیں۔اسے لگا جیسے ہر طرف اندھیرا چھا گیا ہو، جیسے وقت رک گیا ہو۔

"حالہ بیٹا، بولو..." زبیدہ خادم نے نرمی سے اس کا ہاتھ دبایا، لیکن حالہ کی زبان بند تھی۔

"چلیں، میں دوبارہ پوچھ لیتا ہوں۔" مولوی صاحب نے نظر اٹھائی، اور زاویار کی سمت دیکھا، جو خاموشی سے حالہ کو دیکھ رہا تھا۔

"حالہ ریاض خادم، کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"

حالہ کا جسم مسلسل لرز رہا تھا، ہر لفظ کسی بجلی کی طرح اس کے دل پر گرتا تھا۔ آنکھیں دھندلا رہی تھیں، کانوں میں دھڑکنوں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔

"قبول ہے..." اس کے لبوں سے بمشکل نکلا، جیسے کسی نے بہت مشکل سے اسے توڑ کر آزاد کیا ہو۔

"قبول ہے۔"

"قبول ہے۔"

سات بج کر چالیس منٹ اور یہ وہ لمحہ تھا جب حالہ ریاض خادم، زاویار سلطان کی ہوگئی تھی!

مولوی صاحب نے پیپرز آگے بڑھائے، اور ایک قلم حالہ کی کانپتی انگلیوں میں تھما دیا۔ اس نے لرزتے ہاتھوں سے دستخط کیے، جیسے وہ کسی معاہدے پر نہیں، بلکہ اپنی قسمت کے فیصلے پر مہر ثبت کر رہی ہو۔

پھر مولوی صاحب نے وہی سوال زاویار سلطان سے کیا۔

"زاویار سلطان، کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"

زاویار نے ایک لمحے کے لیے حالہ کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں سمندر کی گہرائی تھی، مگر لہروں میں سکون نہیں تھا، ایک طوفان پنپ رہا تھا۔

"قبول ہے۔"

"قبول ہے۔"

"قبول ہے۔"

بغیر کسی توقف، بغیر کسی جھجک کے۔

اور یوں، دو زندگیوں کا نصیب ہمیشہ کے لیے جُڑ گیا، مگر دلوں کے درمیان جو فاصلہ تھا، وہ شاید کبھی نہ مٹ پاتا۔

☆☆☆✦☆☆☆

باہر ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی، آسمان پر ہلکے بادل تھے جن میں چاند اپنی روشنی بکھیر رہا تھا۔ پورے باغ میں رنگ برنگے قمقمے جل رہے تھے۔

دونوں طرف کرسی رکھی تھی۔ ایک پر حالہ بیٹھی تھی، دوسری پر زاویار۔

دونوں کے درمیان بس ایک پردے کا فاصلہ تھا، اور شاید ایک عمر کی دوری بھی۔

"زاویار، اٹھو... حالہ کا گھونگٹ اٹھاؤ۔"

مہرین سلطان نے آہستگی سے کہا۔ زاویار نے فوراً ماں کی طرف دیکھا، جیسے انہوں نے کوئی ناممکن بات کہہ دی ہو۔

"ممی... یہ ضروری ہے؟"

اس کا دل اس بات کو قبول نہیں کر رہا تھا، مگر وہ جانتا تھا کہ سب دیکھ رہے ہیں۔ وہ بوجھل قدموں سے آگے بڑھا، پردے کے قریب پہنچ کر اسے دونوں ہاتھوں سے آہستہ آہستہ الگ کیا، جیسے کوئی نازک شے ہو۔

حالہ کی سانسیں الجھ رہی تھیں، دل بے قابو دھڑک رہا تھا۔ زاویار اس کے قریب آیا، جو نیچے کرسی پر بیٹھی تھی، وہ خود کو سمیٹنے کی کوشش کر رہی تھی، مگر لرزتے ہاتھ اس کے اضطراب کو ظاہر کر رہے تھے۔

وہ آہستہ سے جھکا، ایک پل کے لیے رُکا، پھر گھونگٹ کے کنارے کو تھاما اور دھیرے دھیرے اسے اٹھا دیا۔ حالہ کا چہرہ چاند کی روشنی کی طرح چمک رہا تھا، مگر آنکھوں میں انجانی سی وحشت تھی، جیسے یہ سب کچھ ایک خواب ہو، ایک بھیانک خواب۔

اس کی نظر حالہ کے چہرے پر پڑی اور اگلے ہی لمحے اس کی آنکھوں میں بیزاری چھا گئی۔ وہ ایک لمحے کے لیے بھی اسے دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ سب کی نظروں میں ایک خوبصورت دلہن تھی، مگر زاویار کے لیے... زبردستی کا بندھن، ایک جبر، ایک ایسا رشتہ جسے وہ قبول ہی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

وہ اج خوبصورت لگ کر بھی اسے زہر لگ رہی تھی۔

مہرین سلطان آگے بڑھیں، سرگوشی میں بولیں، "حالہ کا ماتھا چومو۔"

زاویار کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

"ممی؟"

"بیوی ہے تمہاری۔ لوگ دیکھ رہے ہیں، رسم ہے۔"

وہ سخت ناپسندیدگی سے حالہ کی طرف دیکھتا ہے، وہ سر جھکائے بیٹھی تھی، آنکھیں زمین میں گاڑے۔

زاویار نے گہری سانس لی، پھر آہستہ سے آگے بڑھا۔ لوگ دیکھ رہے تھے اور اسے یہ کرنا تھا اب کسے کیا پتا تھا کے وہ دونوں ایک دوسرے کو ناپسند کرتے ہیں؟ اس کے ہاتھ خود بخود حالہ کے چہرے کے قریب گئے، جیسے کوئی ان دیکھے دھاگے اسے کھینچ رہے ہوں۔

حالہ نے حیرت سے سر اٹھایا، اس کی سانسیں بے ترتیب ہو گئیں۔

یہ کیا کر رہا تھا؟ یہ کیسے...؟

زاویار نے حالہ کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھاما، اس کی جلد پر اس کی انگلیوں کی گرمی محسوس ہو رہی تھی۔ پھر وہ آہستہ سے جھکا، مگر... اس نے صرف اپنے لب حالہ کے ماتھے کے قریب کیے، چومنے کے بجائے محض ہلکا سا لمس دیا، اور فوراً پیچھے ہٹ گیا۔

تالیاں بجنے لگیں، حالہ کا چہرہ پل بھر میں گلابی پڑ گیا، جیسے اس کی روح نے بھی یہ لمس محسوس کر لیا ہو۔ پھر زبیدہ خادم آگے بڑھیں، حالہ کا ہاتھ پکڑ کر آہستہ سے کھڑا کیا، زاویار کے بالکل سامنے۔ مہرین سلطان نے ایک انگوٹھی زاویار کی طرف بڑھائی۔

"پہناؤ اسے۔"

زاویار نے بے زاری سے انگوٹھی لی، جلدی سے حالہ کا ہاتھ پکڑا اور ایک پل ضائع کیے بغیر اس کی انگلی میں پہنا دی۔ حالہ نے پلکیں جھپکیں، یہ سب کیا ہو رہا تھا؟

زبیدہ نے دوسری انگوٹھی حالہ کو دی، اس کے ہاتھ لرز رہے تھے۔ اس نے بھی ایک لمحہ ضائع کیے بغیر زاویار کی انگلی میں انگوٹھی ڈال دی، اس کی طرف دیکھے بغیر۔

لوگ خوشی سے تالیاں بجارہے تھے، خوشبوؤں اور روشنیوں میں جشن برپا تھا، مگر زاویار کے قدم بے اختیار پیچھے ہوئے، جیسے وہ اس منظر سے فرار چاہتا ہو۔

حالہ نے ایک نظر اسے جاتے دیکھا، دل میں ایک عجیب سا احساس جاگا۔

اس کا چہرہ اب بھی گلابی ہو رہا تھا۔

ہر طرف روشنیوں کا سیلاب تھا، ہنسی مذاق، موسیقی کی ہلکی دھنیں، رنگ برنگے لباس، خوشبوؤں کی لپٹیں، خوشی اور مسکراہٹوں سے بھرا ماحول۔ مگر حالہ کو ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اس ساری چہل پہل کے درمیان ایک بنجر زمین پر کھڑی ہو، جہاں کوئی رنگ نہیں، کوئی خوشبو نہیں، کوئی خوشی نہیں۔

اور وہ اسٹیج پر بیٹھی تھی، گویا ایک شمع جو اندھیرے میں روشن کر دی گئی ہو۔ لہنگا اس قدر نفیس تھا کہ زمین پر پھیلتے ہی کسی خوابیدہ آبشار کا منظر پیش کرنے لگا۔ اسٹیج پر دو صوفے تھے، ایک پر عبیل اور زارا براجمان تھے، مگر حالہ کے ساتھ میں زاویار کی جگہ خالی تھی۔ جانے وہ کہاں تھا؟ حالہ کے قریب مریم بیٹھی تھی، نہ جانے کتنی دیر سے باتیں کر رہی تھی، مگر حالہ کی زبان بس مختصر "ہاں، ہوں" تک محدود تھی۔

"حالہ... میں جانتی ہوں، میں محسوس کر سکتی ہوں کہ تم کس کرب سے گزر رہی ہو... تمہارے ساتھ جو ہوا، وہ ایک آزمائش تھی۔ تم نے ایک شخص کو دل سے چاہا، اور اسرا جس پر تم نے اندھا اعتماد کیا، وہی تمہاری محبت کا قاتل بنی۔ میں تمہاری بہن ہوں، تمہارا دکھ میرے دل پر وار کرتا ہے..."

حالہ نے دھیرے سے اس کی جانب نگاہ اٹھائی، جیسے کسی پرانی زخم خوردہ کتاب کے زرد صفحات پلٹ رہی ہو۔

یہ بات ابھی؟ کیوں؟ حالہ نے اپنے دل کو مضبوط کرنے کی ہزار بار کوشش کی تھی، مگر یہ الفاظ جیسے اس کے ضبط کے بندھنوں کو توڑ کر زخموں کو تازہ کر رہے تھے۔

"میں آج، ان مہینوں کی خاموشی کے بعد، یہ گفتگو اسی لیے کر رہی ہوں کیونکہ آج تم دور ہو جاؤ گی، شاید ہمیشہ کے لیے..."

مریم کی آنکھوں میں آنسو لرزنے لگے، ایک اضطراب جو کہے بغیر بھی واضح تھا۔

"شاید تم کسی اور ملک چلی جاؤ، اور میں تمہیں سہارا نہ دے سکوں۔ میں تمہارا درد تمہاری دہلیز پر بیٹھ کر محسوس کرتی آئی ہوں، مگر اب، شاید میں یہ سب دور سے ہی محسوس کر پاؤں۔ میں بس یہ نہیں سمجھ پاتی کہ تمہارے ساتھ یہ سب کیوں ہوا؟ کیوں وہ شخص جسے تم نے چاہا، تمہیں بے یار و مددگار چھوڑ گیا؟ مگر حالہ، میں تمہیں صرف اتنا کہنا چاہتی ہوں... صبر۔ صبر کہ وہی تمہاری نجات ہے۔ تمہیں وہ چہرہ دکھایا گیا جسے دیکھنے میں تم نے دیر کر دی تھی۔ یہ سب تمہیں واپس رب کی طرف بلانے کا

ایک بہانہ تھا... حالہ، ہم بھٹک جاتے ہیں، انسانوں کی محبت میں اتنے مگن ہو جاتے ہیں کہ خدا کو کہیں دور چھوڑ دیتے ہیں..."

حالہ کی آنکھیں ساکت ہو گئیں۔

"اور پھر، خدا ہمیں اسی کے ہاتھوں توڑتا ہے جس پر ہم سب سے زیادہ یقین کرتے ہیں، تاکہ ہم پلٹ کر اسی کے آستانے پر گریں، گڑگڑائیں، اسے پکاریں، اور جب ہم واپس لوٹتے ہیں تو وہ ہمیں وہ نوازتا ہے جس کی ہم نے کبھی خواہش بھی نہیں کی ہوتی۔ حالہ، وہ تمہیں نوازے گا، بس ایک بار خود کو اس کے سپرد کر کے تو دیکھو۔ وہ تمہیں سکون دے گا، وہ تمہیں وہ ساری خوشیاں دے گا جو تمہارے تصور میں بھی نہیں۔"

حالہ ایک تلخ مسکراہٹ کے ساتھ ہنستی ہے۔

"اس سے اگر مجھے کچھ نواز نہ ہوتا وہ مجھے بہت پہلے نواز دیتا۔۔۔۔اس نے مجھے کچھ نہیں نوازہ مریم۔۔۔۔نہ ہی تو ماں باپ کی محبت ملی کبھی اور نہ ہی وہ محبت ملی جس سے میں حاصل کرنا چاہتی ہوں صرف دھوکے ملے۔۔۔"

مریم نے بے بسی سے حالہ کی طرف دیکھا، اس کی زخمی روح کے زخموں پر مرہم رکھنا چاہتی تھی، مگر حالہ کی آنکھوں میں جو ویرانی تھی، وہ کسی بھی دلاسے کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھی۔

"حالہ، یہ جو تم کہہ رہی ہو، یہ تمہارا دل کہہ رہا ہے یا تمہارا درد؟"

مریم کی آواز ہلکی مگر پرسوز تھی، جیسے وہ جانتی ہو کہ حالہ کے اندر کچھ مر چکا ہے، مگر پھر بھی وہ اسے زندہ رکھنے کی آخری کوشش کر رہی ہو۔

"دونوں۔"

حالہ نے خشک لہجے میں کہا۔

"میرے اندر جو درد ہے، وہ میری ذات کا حصہ بن چکا ہے۔ میں نے سیکھ لیا ہے کہ امید رکھنا بیکار ہے۔ جس محبت کے خواب میں نے دیکھے، وہ خواب میری آنکھوں میں ہی دفن ہو گئے۔"

"محبت اگر خواب ہوتی، تو خدا ہمیں اس کے احساس سے نہ نوازتا، حالہ۔ محبت کوئی فریب نہیں، محبت وہ چیز ہے جو اگر سچی ہو، تو انسان کو سنوار دیتی ہے، برباد نہیں کرتی۔ اگر تمہیں محبت میں صرف دھوکہ ملا، تو یہ محبت کا قصور نہیں، یہ اس شخص کا قصور ہے جو تمہاری محبت کے قابل نہیں تھا۔"

"اگر ایسا ہی ہے، تو پھر خدا نے ایسے لوگوں کو میری زندگی میں کیوں آنے دیا؟ کیوں مجھے ایسی آزمائش میں ڈالا جس نے میرا سب کچھ چھین لیا؟"

"حالہ، ہم بعض اوقات نہیں سمجھتے، مگر خدا ہمیں ان راستوں پر لے جاتا ہے جہاں سے ہم وہ سیکھیں جو ہمارے لیے ضروری ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ سب تمہارے لیے ایک سبق ہو، ہو سکتا ہے کہ جو تمہاری قسمت میں لکھا ہو، وہ اس سے کہیں بہتر ہو جس کے لیے تم نے آنسو بہائے۔ لیکن اس کا فیصلہ تمہیں کرنا ہے کہ تم اس درد کو اپنی کمزوری بناؤ گی یا اپنی طاقت۔"

حالہ کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے شکوک و شبہات ابھرے، جیسے کہیں اس کے دل کے کسی گوشے میں مریم کی باتوں نے کوئی اثر چھوڑا ہو، مگر پھر وہی تلخ حقیقت اس کے ذہن میں لوٹ آئی۔

"میں نہیں جانتی کہ میری قسمت میں کیا ہے، مریم۔ میں بس اتنا جانتی ہوں کہ اب میرا دل کسی چیز پر یقین نہیں کرتا۔ اب مجھ میں ہمت نہیں رہی۔"

"ہمت نہیں رہی؟ تو اسے واپس لانا سیکھو، حالہ۔ زندگی ایک بار ملی ہے، اسے کسی اور کے دیے گئے زخموں کی نظر مت کرو۔ اگر تمہارے نصیب میں آزمائش لکھی تھی، تو تمہارے نصیب میں خوشیاں بھی ہوں گی۔ بس، وقت کا انتظار کرو، اور خود کو مزید نہ توڑو۔ کیونکہ تم جتنی خود کو توڑو گی، اتنا ہی وہ لوگ جیتیں گے جو تمہیں توڑنا چاہتے تھے۔"

حالہ نے پلکیں جھپکیں، مگر کچھ نہیں کہا۔

شاید اس کا دل کچھ دیر کے لیے ہی سہی، مریم کی باتوں پر غور کرنے لگا تھا۔

حالہ نے اپنی آنکھیں بند کر لیں، جیسے خود کو دنیا سے کاٹ رہی ہو، جیسے وہ سب کچھ سننے کے بعد بھی کچھ بھی سننے کے لیے تیار نہ ہو۔ مریم کی باتیں شاید کسی اور کے لیے امید کا باعث بنتیں، مگر حالہ کے لیے؟ یہ سب صرف کھوکھلے الفاظ تھے۔

تم کہتی ہو کہ وقت بدلے گا؟ کہ میری قسمت میں بھی خوشیاں لکھی ہیں؟"

وہ دھیرے سے بولی، جیسے اپنی ہی بات پر یقین نہ ہو۔

"کیا خوشی کا بھی کوئی وعدہ ہوتا ہے؟ کیا زندگی واقعی کسی کا درد دیکھ کر اسے نوازتی ہے؟"

مریم خاموش رہی، کیونکہ وہ جانتی تھی کہ حالہ کو اس وقت کسی دلیل کی نہیں، بس ایک خلا میں چلتے رہنے کی عادت پڑ چکی تھی۔

"تمہیں لگتا ہے کہ میں زندگی کے ان سبقوں کو نہیں جانتی جو تم مجھے سکھانے کی کوشش کر رہی ہو؟"

حالہ کی آواز میں تلخی تھی، آنکھیں اب سرخ ہونے لگیں۔

"میں نے ہر امید، ہر خواب، ہر یقین کو مرتے دیکھا ہے۔ اور جب کوئی چیز بار بار مرے، تو انسان آخر میں اس کی تدفین کرنا سیکھ لیتا ہے۔ میں بھی سیکھ گئی ہوں، مریم۔"

وہ خاموش ہوئی، مگر یہ خاموشی بے جان نہیں تھی، بلکہ اس میں ایک زہریلی مایوسی تھی جو ہر چیز کو کھا جانے والی تھی۔

"کیا تم جانتی ہو، جب ہم کسی سے بے پناہ محبت کرتے ہیں، تو وہ شخص ہمارے اندر ایک ایسی جگہ بنا لیتا ہے، جہاں سے ہم کبھی اسے نکال نہیں سکتے؟ جیسے وہ ہمارے اندر ہی کہیں رہنے لگتا ہے، ہماری سانسوں میں، ہمارے وجود میں۔ اور جب وہ ہمیں چھوڑ کر چلا جاتا ہے، تو وہ جگہ خالی نہیں ہوتی... وہ ایک ویران کھنڈر بن جاتی ہے، جہاں صرف سائے ہوتے ہیں، صرف اذیت ہوتی ہے۔"

مریم نے حالہ کے چہرے کو بغور دیکھا۔ وہ صرف بول نہیں رہی تھی، وہ اپنی ہر کہی گئی بات کو جیتے جا رہی تھی، جیسے ہر لفظ اس کی رگوں میں بہتے زہر کی طرح تھا۔

"میں نے خواب دیکھے تھے، مریم۔"

وہ آہستہ سے بولی، نظریں کہیں خلا میں۔

"میں نے ایک ایسے شخص کے خواب دیکھے، جو میری آنکھوں میں بستے تھے۔ میں نے چاہا کہ میری دنیا میں صرف وہی ہو، مگر میری دنیا نے مجھے وہ دیا جو کبھی کسی نے خواب میں بھی نہ مانگا ہو... بس، مایوسی، تنہائی، اور دھوکہ۔"

مریم نے ایک سانس لی، مگر کچھ نہیں کہا۔

"اور سب سے زیادہ تکلیف دہ بات جانتی ہو کیا ہے؟"

حالہ نے پلکیں جھپکائیں، آنکھوں سے ایک آنسو ٹوٹ کر گود میں گرا۔

"یہ کہ میں نے اس سے محبت نہیں کی تھی، میں نے اس کی عبادت کی تھی۔ میں نے اسے اپنے رب کی جگہ دے دی تھی، اور اسی کا عذاب ملا مجھے۔"

یہ کہہ کر وہ جیسے ختم ہو گئی۔ وہ اب مزید کچھ کہنے کے قابل نہ تھی۔

مریم نے دھیرے سے اس کے مہندی والے ہاتھ پر ہاتھ رکھا، مگر حالہ نے کوئی ردِ عمل نہ دیا۔ وہ جیسے دنیا کی ہر چیز سے، ہر احساس سے بے حس ہو چکی تھی۔

"میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں، حالہ... کسی بھی لمحے، کسی بھی اذیت میں، تم مجھے پکارنا، میں آجاؤں گی، تمہیں تھام لوں گی... میں تمہیں کبھی بے سہارا نہیں چھوڑوں گی۔"

حالہ نے ایک بار پھر مریم کے چہرے کو دیکھا اور پھر نیچے، اپنے ہاتھوں کو گھورنے لگی۔

"مجھے اب ہر ہمدردی زہر لگنے لگی ہے... میری دنیا اجاڑ دی گئی ہے، جھوٹے دلاسے دے کر... مریم..."

"بلکہ میری دنیا اجڑی نہیں ہے، یہ ختم ہوئی ہے، کیونکہ جس شخص نے اسے آباد کرنا تھا، وہ اسے روند کر جا چکا ہے۔ میری زندگی میں خوشیاں اب ایک سراب ہیں، میرا یقین لوگوں سے ختم ہو چکا ہے۔ اسرا آخری تھی جس پر میرا اعتبار تھا، اور اس نے بھی اسے توڑ کر رکھ دیا۔ تمہیں لگتا ہے کہ اب میں کسی اور پر یقین کر سکتی ہوں؟ حتیٰ کہ اپنے ماں باپ پر بھی نہیں؟ مریم... انہوں نے بھی میری خوشی کو نہیں سمجھا... میں کسی کو معاف نہیں کروں گی..."

"تمہاری دنیا ابھی اُجڑی نہیں ہے، بلکہ شروع ہوئی ہے حالہ، کیونکہ تمہاری زندگی سے وہ شخص نکل گیا ہے جو تمہارے لیے صرف خطرہ تھا۔ اب وہ نکل چکا ہے اور تم اپنی زندگی میں آزاد ہو۔ اُس لڑکی سے آزاد ہو، جو تمہارے لیے ایک اچھی لڑکی نہیں تھی۔ تمہیں خوش ہونا چاہیے کہ اللہ نے تمہیں اُس سے دُور کر دیا ہے، حالہ... تمہاری زندگی ابھی شروع ہوئی ہے، تم زاویار کے ساتھ پوری زندگی خوشی سے رہو اب۔"

"خوشی سے؟ تمہیں لگتا ہے اِس شخص کے ساتھ میں خوش رہ سکوں گی؟ سچ بتاؤں تو آج کے دن میری جتنی خوشیاں باقی تھیں، وہ بھی اب ختم ہو گئی ہیں... میں بکھر رہی ہوں اور کسی کو سمجھ نہیں آ رہی... اس دنیا میں کوئی اچھا نہیں ہے، اِس دنیا نے ہمیشہ مجھے اذیت دی ہے، جس پر اعتبار کیا، اُس نے بھی... میرا یقین اب ہر ایک شخص سے اُٹھ چکا ہے۔ اور اب اِس کے

بعد تمہیں لگتا ہے کہ دنیا کا کوئی شخص بھی مجھے اچھا لگے گا؟ حتیٰ کہ میرے ماں باپ بھی نہیں"

ایک آنسو اس کی آنکھوں سے گر کر اس کے ہاتھوں پر چمکنے لگا۔

"میں کبھی کسی کو معاف نہیں کروں گی جس نے میرے ساتھ یہ سب کیا ہے... بدلہ ضرور لیا جائے گا... میں کسی کو معاف نہیں کروں گی، مریم..."

اس کی آنکھوں میں ایک بھیانک طوفان تھا، اور دل میں انتقام کی ایک جلتی ہوئی چنگاری، جو بجھنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

ایک غصے کا لاوا تھا جو اُس کے اندر پھوٹ رہا تھا۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

رونق، شور، قہقہے، روشنیوں کا سیلاب... مگر وہ سب سے الگ، سب سے کٹا، اندھیرے کی پناہ میں خاموش کھڑا تھا۔ جیسے اُس کا اس تقریب سے، ان خوشیوں سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ زاویار نے گہری سانس لی، نگاہیں آسمان کی وسعتوں میں اُلجھ گئیں۔

تبھی کچھ فاصلے پر ایک سایا محسوس ہوا۔ وہی خاموشی... شاہمیر۔

وہ کب سے یہاں کھڑا تھا؟ زاویار کی آنکھوں میں ایک لمحے کو حیرت ابھری، پھر ایک تلخ حقیقت یاد آئی——شاہمیر نکاح میں نہیں تھا۔

زاویار آہستہ آہستہ چلتا ہوا اُس کے قریب آیا۔ شاہمیر نے بس ایک سرسری نگاہ اُس پر ڈالی، پھر نظریں آسمان کی وسعتوں میں گاڑ دیں، جیسے وہاں کوئی سوال چھپا ہو، کوئی جواب لکھا ہو۔

"شاہمیر، تم یہاں کیوں ہو؟ چلو، وہاں جاؤ..."

شاہمیر نے ایک ہلکی سی ہنسی کے ساتھ سر جھٹکا۔ "اور اگر میں تم سے یہی سوال کروں تو؟ تم یہاں کیوں ہو، زاویار؟"

زاویار کے پاس جواب تھا، مگر کہنے کے لیے الفاظ نہیں تھے۔

"تم بھی تو وہاں جا سکتے ہو... سب وہاں ہیں، مگر تم نہیں جا رہے۔ کیوں؟ کیونکہ آج تمہاری زندگی کا 'خوشی' کا دن ہے، مگر تم خوش نہیں ہو، زاویار..." شاہمیر کی آواز میں ایک سفاک سچائی تھی

زاویار خاموش رہا، کچھ کہنے کے قابل ہی نہ تھا، کیونکہ جو کچھ کہا گیا تھا، وہ سچ تھا۔

"اسی لیے میں بھی یہاں کھڑا ہوں، سب سے کٹ کر... کیونکہ میں بھی خوش نہیں ہوں۔ فرق بس اتنا ہے کہ تمہاری شادی اُس لڑکی سے ہو گئ

جس سے تم نفرت کرتے ہو، اور میری اُس لڑکی سے نہیں ہوئی جس سے میں محبت کرتا ہوں۔"

زاویار نے ایک گہری نظر شاہمیر پر ڈالی۔ جیسے پہلی بار اُسے سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"لیکن اگر تم اُس سے شادی نہ کرتے، تو شاید آج ہم دونوں خوش ہوتے۔ شاہداج حالت مختلف ہوتے، تمہیں افسوس نہ ہوتا کہ تم نے ایک ایسی لڑکی کو قبول کر لیا جسے تم پسند نہیں کرتے، اور میں... میں ممی ڈیڈ سے بات کر کے اُس کے گھر رشتہ بھجوادیتا۔ شاید آج ہم ساتھ ہوتے۔۔۔"

زاویار کی نظروں میں کچھ چمکا، ایک تاثر، ایک اضطراب۔

"تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو کہ اگر میں حالہ سے شادی نہ کرتا تو تم اُسے پا لیتے؟"

شاہمیر ہلکا سا مسکرایا، ایک تھکی ہوئی، تلخ مسکراہٹ۔ "یقین سے نہیں کہہ رہا... مگر امکان تھا، زاویار، امکان تھا..."

زاویار نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بس خاموشی سے شاہمیر کے ساتھ کھڑا ہو گیا، دونوں ایک سیدھ میں، جیسے ایک ہی کہانی کے دو مختلف کردار۔

کچھ لمحے خاموشی میں گزرے، پھر زاویار نے بمشکل لفظوں کو چُنا۔

"شاہمیر... جو ہونا تھا، وہ ہو چکا ہے... تم اُسے حاصل نہیں کر سکتے۔"

شاہمیر نے لمحہ بھر کے لیے آنکھیں بند کیں، جیسے کوئی تلخ حقیقت دل میں اتار رہا ہو، پھر آہستہ سے بولا، "جانتا ہوں... تم خوش رہو اُس کے ساتھ۔"

زاویار نے ایک زخمی ہنسی ہونٹوں میں دبالی۔ "تمہیں لگتا ہے میں اُس کے ساتھ خوش رہ سکتا ہوں؟"

شاہمیر نے اُسے چونک کر دیکھا، پھر آنکھوں میں وہی بے بسی در آئی۔

"جب خوش نہیں رہ سکتے تھے تو شادی کیوں کی؟ زاویار، تم کیا کر رہے ہو؟ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔"

زاویار نے کوئی جواب نہ دیا۔

شاہمیر نے ایک گہری سانس لی، جیسے دل پر پڑا بوجھ اتارنے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر وہ پلٹا، قدم آگے بڑھائے، اور زاویار کو وہیں تنہا چھوڑ کر اندھیرے میں گُم ہو گیا۔

زاویار خاموشی سے اُسے جاتا دیکھتا رہا۔

وہ جیسے ہی آگے بڑھا، آنکھیں بے اختیار اُس شفاف چمکتی ہوئی شخصیت پر جا ٹکیں——حالہ۔

سرخ جوڑے میں سجی، ہاتھوں میں مہندی کی خوشبو، مگر وہ ہاتھ...اب کسی اور کے نام سے جُڑ چکے تھے۔

زاویار کے۔

شاہمیر کے دل میں کانٹے چبھ گئے۔ایک حقیقت جسے وہ قبول نہیں کر پا رہا تھا—حالہ اب کسی اور کی تھی۔

وہ چاہ کر بھی نظر نہیں چرا سکا۔حالہ کی نظریں کسی کو تلاش کر رہی تھیں، اور پھر...سیدھا شاہمیر پر آ ٹھہریں۔

پل بھر کو وقت رک گیا۔حالہ کے دل میں وہی چبھن جاگی، جو ہر بار اُسے دیکھ کر تازہ ہو جاتی تھی، جیسے کوئی زخم جو بھرنے کے بجائے گہرا ہوتا جا رہا ہو۔

شاہمیر ــــ وہی شخص جس پر اُس نے الزامات لگائے، جسے جھوٹا ثابت کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

حالہ کو کبھی بھی کسی کے ساتھ زیادتی کرنے پر افسوس نہیں ہوا تھا۔ وہ ہمیشہ اپنی بات کو صحیح مان کر آگے بڑھ جاتی تھی۔ مگر پتہ نہیں کیوں... شاہمیر کے معاملے میں ایسا نہیں تھا۔

شاید اِس لیے کہ وہ اُسے چاہتا تھا؟

یا شاید اِس لیے کہ حالہ جانتی تھی کہ جب آپ کسی سے محبت کرتے ہیں، تو وہ محبت آپ کو اندر سے کھا جاتی ہے، آپ کو توڑ دیتی ہے، آپ کو بے بس کر دیتی ہے؟

شاید وہ اُس اذیت کو سمجھ سکتی تھی جو محبت میں ہوتی ہے...

اور شاید اِسی لیے اُسے شاہمیر کے لیے افسوس ہوتا تھا۔

اپنے کیے پر افسوس ہوتا تھا۔

اُسے یاد آیا، شاہمیر کو دی گئی تکلیف، وہ الفاظ، وہ الزامات —— اور آج، جب وہ نئی زندگی میں قدم رکھ رہی تھی، تو یہ سب زنجیر بن کر دل پر باندھ رہا تھا۔

وہ زیادہ دیر اُسے دیکھ نہ پائی، ایک عجیب سی شرمندگی تھی، جو کبھی کسی کے آگے محسوس نہ ہوئی، مگر شاہمیر کے سامنے... جیسے کوئی بے نام قرض باقی ہو۔

اُس نے نظریں چرا لیں، جیسے وہ وہاں تھا ہی نہیں۔

مگر شاہمیر... وہ اُسے دیکھتا رہا۔

وہ آج بھی حسین تھی، آج بھی اُس کی دنیا کا سب سے خوبصورت منظر۔

کاش وہ میری دلہن ہوتی...

دل میں ایک درد سا اٹھا، جو آنکھوں میں بس ایک چمک بن کر رہ گیا۔

مگر خواب حقیقت سے مختلف ہوتے ہیں۔

شاہمیر خاموش تھا، حالہ نظریں چرا چکی تھی، اور حقیقت کی زنجیریں مزید سخت ہو چکی تھیں۔

☆☆☆✦☆☆☆

ہر طرف خوشیاں تھیں، مگر حالہ کے دل میں سناٹا بکھرا تھا۔

نظر بے اختیار زارا اور عبیل پر جا ٹکی — خوش، مکمل، ایک دوسرے کے لیے بنے ہوئے۔

حالہ کا دل عجیب سا ہوا۔

یہ لوگ کتنے خوش ہیں... جیسے سچی محبت کرتے ہوں۔

پھر اس کی نظر اپنی ساتھ والی خالی جگہ پر پڑی۔

جہاں اُس کا شوہر ہونا چاہیے تھا۔

مگر وہ جگہ خالی تھی۔

دل ایک پل کو ڈوب گیا۔

یہ کیسی شادی ہے؟

اس نے ہمیشہ ایک محبت کرنے والے شوہر کا خواب دیکھا تھا، جو صرف اُس کا ہو... مگر حقیقت کچھ اور تھی۔

جو حقیقت اُس کے سامنے تھی، وہ اُس کی تمام خواہشات سے بالکل برعکس تھی۔

زاویار؟

یہ شخص؟

میں کیسے اپنی پوری زندگی اِس شخص کے ساتھ گزار سکتی ہوں؟

وہ تو اُسے ایک لمحہ برداشت نہیں کر پاتی تھی، وہ تو اُس سے ایک نظر بھی بات کرنا پسند نہیں کرتی تھی، پھر ساری زندگی؟ زاویار... جسے اُس کے کاموں سے ہی فرصت نہیں ملتی، جو ہمیشہ مصروف رہتا ہے، جو کبھی اُس کے لیے وقت نہیں نکالے گا، جو کبھی اُس سے محبت نہیں کرے گا...

اور وہ خود؟

کیا میں کبھی زاویار سے محبت کر سکوں گی؟

نہیں، ہرگز نہیں۔ یہ شادی زیادہ دیر نہیں چلے گی، یہ ختم ہو جائے گی۔

اسے ختم ہونا ہی ہے! لیکن... پھر میں کہاں جاؤں گی؟! اگر یہ رشتہ ختم ہو گیا، اگر یہ ٹوٹ گیا، تو اُس کا کیا ہو گا؟

کیا دوسری شادی؟

مگر کس سے؟

زیادہ تر طلاق یافتہ عورتوں کی شادیاں اُن مردوں سے ہوتی ہیں جو پہلے ہی شادی شدہ ہوتے ہیں، یا وہ جو اپنی بیوی کھو چکے ہوتے ہیں، یا وہ جو خود کسی ناکام شادی کا شکار ہوتے ہیں۔

کیا وہ ایک ایسے شخص سے شادی کرے گی جو پہلے سے ہی کسی اور کا شوہر رہ چکا ہو؟

نہیں... میں نے ایسا کبھی نہیں سوچا تھا...

اُس نے تو اپنی زندگی میں کبھی طلاق کا تصور بھی نہیں کیا تھا، اور دوسری شادی؟ وہ تو کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا!

پھر اچانک اُس کے دماغ میں وہ جملہ گونجا——

"میں ماہا سے بھی شادی کروں گا۔" زاویار کے الفاظ اُس کے ذہن میں گونجنے لگے۔

چلو، ٹھیک ہے، میں زاویار کو پسند نہیں کرتی، میں اُس کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی، میں اُس سے نفرت کرتی ہوں...

مگر... وہ میرا شوہر ہے۔

اور میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ میرا شوہر کسی اور کے ساتھ ہو گا!

چاہے میں زاویار کو ناپسند کرتی ہوں، مگر... اُس کا دل جیسے کسی انجانی اذیت میں جکڑ گیا۔ میں اُسے کسی اور کے ساتھ کیسے بانٹ سکتی ہوں؟ کیسے

برداشت کر سکتی ہوں کہ وہ کسی اور کو اپنی بیوی کہے؟ مگر... یہ کیسا احساس تھا؟

مجھے تو اُس سے نفرت ہے نا؟

تو پھر...

یہ جلن کیسی؟

یہ بے چینی کیوں؟

یہ تکلیف کیوں؟

کیا مجھے واقعی فرق پڑتا ہے؟

نفرت میں تو یہ سب نہیں ہوتا، نفرت میں تو جلن نہیں ہوتی، نفرت میں تو کوئی احساس باقی نہیں رہتا، پھر یہ سب کیوں محسوس ہو رہا تھا؟

اُس نے اپنی سانس کو قابو کرنے کی کوشش کی، اپنے دل کی بے ترتیب دھڑکنوں کو سنبھالنے کی کوشش کی، مگر سب بے سود۔ حالہ تم یہ سب کیوں سوچ رہی ہو؟

اُس نے خود کو جھنجھوڑا، خود کو سمجھانے کی کوشش کی۔

یہ سب کیا معنی رکھتا ہے؟

جو ہونا تھا، وہ ہو چکا تھا۔

اب جو ہو گا، دیکھا جائے گا...

مگر اُس کے دل کو تسلی نہ ہوئی۔ کیونکہ کچھ سچائیاں انسان جتنا بھی نظر انداز کرنے کی کوشش کرے، وہ کہیں نہ کہیں اندر ہی اندر زخم دے رہی ہوتی ہیں۔

پھر اچانک...

اُس کی نظر سامنے آتی ایک لڑکی پر پڑی۔ وہ مہرون رنگ کی میکسی میں ملبوس تھی، اُس کے کندھے تک آتے بال نرم لٹوں کی طرح ہل رہے تھے، سرمئی آنکھوں میں چمک تھی، مگر وہ چمک محض دکھاوا تھی——ان آنکھوں کے پیچھے ایک گہرا دکھ، ایک خاموش درد تھا۔

حالہ کا دل ایک لمحے کو رُکا۔

یہ چہرہ... کہیں دیکھا ہوا لگا۔

کون تھی یہ؟

پھر جیسے ایک منظر اُس کی یادوں کی اسکرین پر ابھرا—وہی لڑکی... وہی جس سے ایک بار اس کا آفس میں سامنا ہوا تھا، ایک مختصر، تلخ سامنا، جسے وہ تقریباً بھول چکی تھی۔ مگر اب یہ یہاں کیا کر رہی تھی؟

وہ لڑکی دھیرے دھیرے اِسی طرف بڑھ رہی تھی۔

پہلے کچھ فاصلے پر... پھر قریب... اور قریب...

حالہ کی آنکھیں بے اختیار اُس کی ہر حرکت کو دیکھ رہی تھیں۔ پھر اچانک زارا اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔

"ماہا!" زارا کی آواز خوشی سے لبریز تھی، وہ آگے بڑھی اور اُس لڑکی کو بے ساختہ گلے لگا لیا۔

وہ لڑکی—ماہا—مسکرا دی۔

"کیسا لگا میرا سرپرائز؟"

حالہ کی سانس جیسے حلق میں اٹک گئی۔

ماہا؟

یہ... یہ وہی ماہا ہے؟

وہ ماہا... جس کا نام وہ بار بار سن چکی تھی، وہ ماہا جس سے زاویار آگے جا کر شادی کرنے والا تھا؟ اُس کے جسم میں ایک جھرجھری دوڑ گئی، جیسے کسی نے برفیلے پانی میں دھکیل دیا ہو۔ زاویار... اس لڑکی سے شادی کرے گا؟ حالہ کا دل کانپنے لگا۔ پھر اچانک اُس کی نظر دُور ایک آتی ہوئی شبیہ پر پڑی۔

زاویار۔

وہ پتہ نہیں کہاں سے آ رہا تھا، اُس کی چال میں وہی مضبوطی تھی، وہی بے نیازی، جیسے دنیا کی کوئی بھی چیز اُس کے جذبات پر اثر انداز نہیں ہو سکتی تھی۔ سفید شلوار قمیض اس کے اوپر پرنس کوٹ، وہ سیدھا اسٹیج کی طرف

بڑھ رہا تھا، مگر جیسے ہی اُس کی نظر ماہا پر پڑی، وہ ایک لمحے کے لیے وہیں رُک گیا۔

حالہ کی آنکھوں نے وہ لمحہ قید کر لیا——

وہ ایک پل کو رُکا، پھر وہ سیدھا اسی طرف بڑھا۔

ماہا وہیں کھڑی رہی، زارا کے سامنے، جیسے اُس کی نظر بھی اچانک زاویار پر جم گئی ہو۔

پھر ایک نظر اُس کی حالہ پر پڑی۔

یہ وہی لڑکی تھی!

وہی بد تمیز، سخت لہجے میں بات کرنے والی، وہی جو اُس دن افس میں اُس سے ٹکرا گئی تھی۔

یہی لڑکی؟

یہی حالہ؟

اور زاویار نے اس سے شادی کی؟

ماہا کے لبوں پر ایک تلخ مسکراہٹ ابھری۔

یہ لڑکی؟اس جیسی لڑکی سے زاویار نے شادی کیوں کی؟ میں تو اس سے زیادہ خاص تھی... مجھ میں کیا کمی تھی؟

زاویار جب اسٹیج پر پہنچا،اُس کی نظر ایک پل کے لیے ماہا پر پڑی، ماہا مسکرا دی،ایک خاموش مسکراہٹ، جیسے کوئی ان کہی بات زبان کے بغیر کہہ دی ہو۔

اور زاویار نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔

حالہ کے جسم میں جیسے کوئی چنگاری بھڑک اٹھی۔ یہ دونوں... ایک دوسرے کو یوں کیوں دیکھ رہے تھے؟ یہ مسکراہٹ... کیوں؟

کیوں اتنی آسانی سے زاویار نے اُس کی مسکراہٹ کا جواب دے دیا؟

کیوں اُس کی آنکھوں میں وہ نرمی تھی جو حالہ نے کبھی اپنے لیے محسوس نہیں کی؟

دل جیسے کسی نے زور سے مٹھی میں دبا دیا ہو۔

اُس نے فوراً نظریں پھیر لیں، جیسے کچھ دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں، جیسے اُس کے دیکھنے یا نہ دیکھنے سے کوئی فرق نہیں پڑنے والا۔

چند لمحوں بعد زاویار اُس کے برابر آ کر بیٹھ گیا۔

ماہا سٹیج سے اتر کر اب کہیں اور چلی گئی تھی۔

حالہ نے ایک پل کو زاویار کی طرف دیکھا—— وہ بالکل اس کے قریب تھا، مگر اس کی توجہ کہیں اور تھی، اس کی آنکھیں سامنے کہیں الجھی ہوئی تھیں، جیسے وہ کسی گہرے خیال میں ہو۔

"تم کہاں تھے؟"

حالہ نے ہلکی سی سرگوشی میں کہا، زاویار نے ایک لمحے کو کوئی جواب نہ دیا، پھر دوٹوک انداز میں بولا، "تمہارے سوالوں کا جواب دینے نہیں بیٹھا یہاں۔"

حالہ جیسے پتھر کی ہوگئی۔ اس کے ہاتھ خود بخود مٹھیوں میں بند ہوگئے، ناخن ہتھیلیوں میں پیوست ہونے لگے۔ ہر طرف روشنی تھی، رونق تھی، ہنسی مذاق تھا، مگر حالہ کے دل میں اندھیرا تھا، خاموشی تھی۔ اور دوسری طرف زارا اور عبیل خوشی خوشی باتیں کر رہے تھے۔

ایک طرف دو دل قریب آ رہے تھے۔

اور دوسری طرف...

دو دل ایک دوسرے سے جدا ہو رہے تھے۔

☆☆☆✦☆☆☆

رات کے سائے گہرے ہو چکے تھے۔ روشنیوں سے جگمگاتا یہ دن اپنے انجام کو پہنچ چکا تھا، ہر چہرے پر تھکن کی لکیر تھی مگر جذبات کی ہلچل ابھی بھی کچھ دلوں میں برپا تھی۔

زارا کی رخصتی ہو چکی تھی، وہ عبیل کے ساتھ اپنے نئے گھر چلی گئی تھی۔

اور حالہ...

حالہ کی بھی رخصتی ہو چکی تھی۔ گاڑی گیراج کے اندر آ کر رکی۔

حالہ نے نظریں اٹھائیں، سامنے اندھیرے میں ڈوبا ہوا وہ گھر کھڑا تھا جس کے در و دیوار اب اس کی زندگی کا حصہ تھے۔

گاڑی کا دروازہ کھلا، مہرین سلطان نے نرمی سے اس کا لہنگا سنبھالا اور اسے باہر نکالا۔

سامنے زاویار خاموشی سے آگے بڑھ رہا تھا، اس کی چال میں وہی بے نیازی تھی، جیسے اس کے لیے کچھ بھی بدلا نہ ہو۔

مہرین سلطان حالہ کا ہاتھ تھام کر آہستہ آہستہ اندر لا رہی تھیں، ساتھ ہی فراز سلطان بھی چل رہے تھے، پیچھے شاہمیر خاموشی سے ان کے پیچھے آ رہا تھا۔

دروازہ پار کرتے ہی زاویار نے کسی کی طرف دیکھے بغیر سیدھا قدم آگے بڑھا دیا۔

حالہ نے اُسے جاتے ہوئے دیکھا——وہ شاید کچن کی طرف جا رہا تھا، شاید پانی پینے...

"آؤ، تمہیں تمہارے کمرے میں لے جاؤں۔"

مہرین سلطان نے محبت بھری مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ حالہ نے بے اختیار سر ہلا دیا، وہ بہت تھک چکی تھی۔ شاہمیر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا، اُس کی آنکھوں میں کچھ عجیب سا خالی پن تھا۔ مہرین سلطان نے کمرے کا دروازہ کھولا۔

حالہ کے قدم اندر جاتے ہی ایک لمحے کو ٹھٹھک گئے——

کمرہ بے حد صاف ستھرا اور سجا ہوا تھا۔ ہر چیز ترتیب میں رکھی گئی تھی، ایک بڑا سا صوفہ سائیڈ پر موجود تھا، اُس کے پیچھے سفید دیوار پر بڑی کھڑکی تھی جہاں سے پورا شہر دکھائی دے رہا تھا بیڈ پر بکھرے سرخ اور سفید پھولوں کی خوشبو فضا میں تھی، مگر حالہ کے اندر کوئی احساس نہیں جاگا۔

وہ خاموشی سے بیٹھ گئی۔

"کپڑے بدل کر آرام کر لو، کل ناشتے میں ملیں گے۔" مہرین سلطان نے محبت سے سر پر ہاتھ رکھا اور مسکرا کر چلی گئیں۔

حالہ نے ہلکی سی مسکراہٹ دی، مگر دروازہ بند ہوتے ہی وہ ماند پڑ گئی۔

کمرے میں گہری خاموشی چھا گئی۔ سامنے اس کا سوٹ کیس رکھا تھا، مگر کپڑے نکالنے کی ہمت نہیں تھی۔ اس کا بدن بے حد تھک چکا تھا۔ اس لیے وہ تھوڑی دیر تک کپڑے بدلے گی۔ اسے عجیب سی گھٹن ہو رہی

تھی۔ کمرہ تو سانس لینے کے لیے کھلا تھا، مگر اس کے اندر ایک عجیب بوجھ سا بیٹھ گیا تھا۔ وہ زاویار کا انتظار نہیں کر رہی تھی، نہ ہی اسے اُس کے آنے کی کوئی پرواہ تھی۔ وہ بس تھک چکی تھی۔

وقت گزرتا گیا۔

آدھا گھنٹہ... پھر ایک گھنٹہ...

وہ بیڈ کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی تھی، جانے کب آنکھیں بوجھل ہوئیں اور وہ نیند کی وادی میں چلی گئی۔ دروازہ ہلکی سی چرچراہٹ کے ساتھ کھلا۔

زاویار اندر آیا۔

حالہ بے خبر گہری نیند میں تھی۔ وہ کچھ لمحے ساکت کھڑا اُسے دیکھتا رہا۔

اس کے چہرے پر گہری سکون بھری نیند تھی، جیسے وہ کسی اور ہی دنیا میں چلی گئی ہو، جہاں نہ کوئی الجھن ہو، نہ کوئی پریشانی۔

مگر زاویار کے اندر ایک تلخی ابھری۔

جتنا وہ اُسے دیکھتا، اُتنی ہی نفرت بڑھتی جاتی۔اس کی نظریں کچھ پل کے لیے سوتی ہوئی حالہ پر ٹکیں، پھر ایک سخت تاثرات کے ساتھ وہ قدم آگے بڑھا۔

زور سے الماری کا دروازہ کھولا، اپنے کپڑے نکالے، اور اُتنی ہی بے رحمی سے دروازہ بند کر دیا۔ جیسے وہ اس کی نیند ڈسٹرب کرنا چاہ رہا تھا۔

مگر حالہ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ اُسی طرح پر سکون نیند میں ڈوبی رہی۔ زاویار کے ماتھے پر شکن ابھر آئے۔

کیا وہ اتنی گہری نیند میں ہے کہ اُسے اندازہ ہی نہیں ہوا؟

اس نے ایک نظر اُسے دیکھا، پھر واش روم کی طرف بڑھا۔

دروازہ دھڑام سے کھولا، جیسے جان بوجھ کر آواز پیدا کرنا چاہتا ہو، مگر کوئی اثر نہ ہوا۔

حالہ ہلکی سانس لیتے ہوئے یونہی سوئی رہی۔

زاویار کے چہرے پر ناگواری کا تاثر ابھرا، وہ جھنجھلا کر واش روم میں چلا گیا۔

چند منٹ بعد وہ باہر آیا، اُس نے کپڑے بدل لیے تھے، سادہ شرٹ اور ٹراؤزر میں وہ عام لگ رہا تھا، مگر اس کی چال میں وہی سختی برقرار تھی۔ اس نے ایک جھٹکے سے دروازہ بند کیا۔

اچانک حالہ چونک کر اُٹھی۔

وہ گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی، جیسے کچھ لمحوں کے لیے بھول گئی ہو کہ وہ کہاں ہے۔

پھر جب زاویار پر نظر پڑی، تو سب یاد آگیا۔

خاموشی ایک بار پھر پورے کمرے میں پھیل گئی۔

زاویار نے دوبارہ الماری کھولی، ایک ہینگر نکالا اور اپنے شادی کے لباس کو نہایت ترتیب سے ہینگر پہ لٹکا رہا تھا اس کے ہر ایک عمل کو حالہ خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔ دل کی دھڑکن بے قابو ہو رہی تھی۔ کبھی یہ آدمی اس کا باس ہوا کرتا تھا، اور آج وہ اس کے ساتھ ایک ہی کمرے میں تھا۔

وہ دھیرے دھیرے بیڈ سے نیچے اتری، اپنے نازک پیر زمین پر رکھے، اور اپنے سوٹ کیس کے قریب جا کھڑی ہوئی۔ کپڑے نکالنے کے لیے اُس نے جھک کر زِپ کھولی ہی تھی کہ زاویار کی سرد آواز گونجی۔ "کہاں گیا وہ تمہارا ابوائے فرینڈ جس نے تم سے شادی کرنی تھی؟" حالہ کے ہاتھ یکدم رک گئے۔ سانس لمحے بھر کے لیے رُک سی گئی۔ اُس نے ساکت ہو کر

زاویار کو دیکھا، وہ اب بھی لاپرواہی سے اپنے کپڑے ہینگر پر ڈال رہا تھا، جیسے اُس کے الفاظ بے معنی نہ ہوں، بلکہ سوچ سمجھ کر زہر میں ڈبوئے گئے ہوں۔ "بہت اچھا وعدہ نبھایا تم سے اپنا..." وہ زہر خند مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ "کتنے یقین سے تم کہہ رہی تھی نا کہ وہ آئے گا اور تم سے شادی کرے گا؟"

حالہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اُس نے اپنے سر کو معمولی سا جھٹکا دیا اور بیگ سے کپڑے نکالنے لگی، جیسے اُس کی باتیں اُس کے لیے بے معنی ہوں، جیسے وہ کچھ سن ہی نہ رہی ہو۔

مگر اُس کے ہاتھ تیزی سے چل رہے تھے۔

دل کی دھڑکن تیز ہو رہی تھی۔ "اور تمہاری وہ دوست؟ تمہارے رشتے کی بات کرنے گئی تھی نا وہ؟ کیا ہوا، نہیں کی اُس نے بات؟" زاویار نے

اپنی توجہ پھر سے الماری کی طرف موڑلی، جیسے یہ سب محض ایک عام سی گفتگو ہو۔

حالہ کے اندر غصے کی لہر اٹھی۔

اُس نے تیزی سے اپنے قدم اٹھائے اور چلتی ہوئی زاویار کے قریب آگئ۔

زاویار نے الماری کے دونوں دروازے آرام سے بند کیے اور پھر بے نیازی سے اُس کی طرف پلٹا۔

"دو مہینے پہلے کوئی کہہ رہا تھا کہ اُس کا بوائے فرینڈ ہے اور وہ آکر اُس سے شادی کرے گا..." اُس کے لہجے میں طنز تھا، مسکراہٹ میں تمسخر۔ پھر وہ زور سے ہنسا۔

"کرلی اُس نے شادی؟ ہوگئ تمہاری شادی اُس کے ساتھ؟" حالہ کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی، مگر اُس نے ضبط کیا۔ وہ غصے سے اُسے دیکھ رہی

تھی، نظریں جمی ہوئی تھیں اُس پر، مگر ہونٹ خاموش تھے۔"بولا تھا میں نے؟ کہ نہیں کرے گا وہ تم سے شادی؟ اب بولو، جھوٹ بولا تھا میں نے؟ کہا تھا میں نے کہ... تم میرے سے ہی شادی کرو گی، اور زاویار سلطان کا پلان کبھی فیل نہیں ہوتا..."

وہ پھر ہنسا، جیسے یہ سب ایک کھیل تھا، جیسے اُس نے کوئی بڑی بازی جیت لی ہو۔

حالہ کا دل کر رہا تھا کہ وہ اُسے زور سے تھپڑ مارے۔

"اپنی... اپنی فضول بکواس بند رکھو، سمجھے؟ اور وہ میرا بوائے فرینڈ نہیں تھا! نہیں تھا وہ میرا بوائے فرینڈ!" اُس نے شدید غصے میں چیخ کر کہا۔

زاویار کی ہنسی ایک لمحے کو رُکی، مگر چہرے پر مسکراہٹ اب بھی تھی، ایک جیت کی مسکراہٹ۔ "جھوٹ بولا تھا میں نے تم سے... کہ وہ میرا بوائے فرینڈ ہے"

حالہ کے لب کانپے، الفاظ تھوڑی دیر کے لیے کہیں کھو گئے، مگر پھر اُس نے گہری سانس لی اور کہا "وہ تو جانتا بھی نہیں تھا کہ میں اُسے پسند کرتی ہوں۔ میرا اُس کے ساتھ نہ کوئی رشتہ تھا، نہ کوئی تعلق۔ میں صرف اور صرف اُسے دل میں چاہتی تھی، اُس سے شادی کرنا چاہتی تھی۔" زاویار خاموشی سے اُس کی طرف دیکھتا رہا۔ "اور ہاں، گئی تھی میری دوست اُس سے بات کرنے... "اُس کا لہجہ ٹوٹنے لگا تھا۔

"مگر... مگر وہ مجھے تسلیاں دے کر خود شادی کر آئی..."

زاویار کے چہرے سے مسکراہٹ مٹ گئی۔ حالہ کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے، مگر اُس نے نظر نہیں چرائی، اُسے دیکھتی رہی۔ "مجھے تمہاری کہانیاں نہیں سننی، اور نہ ہی کوئی دلچسپی ہے۔"

زاویار نے بے رحمی سے کہا۔ "میں تو صرف یہ بتا رہا ہوں کہ تم کہہ رہی تھی نا کہ میرا پلان فیل ہو گیا ہے؟ دیکھو، آج تم میرے نکاح میں بیٹھی ہوئی ہو۔" وہ دوبارہ مسکرایا، ایک کاٹ دار مسکراہٹ۔ حالہ کو اُس کی مسکراہٹ سے چڑ ہو رہی تھی۔

"میں تمہیں اپنی کہانیاں نہیں سنا رہی، نہ ہی کوئی شوق ہے، لیکن تمہیں سچائی بتا رہی ہوں تاکہ تم پوری زندگی مجھے غلط سمجھ کر تنگ نہ کرو!" اُس نے سخت لہجے میں کہا۔ "اور آج آخری بار کہہ رہی ہوں کہ اُسے میرا

بوائے فرینڈ مت کہنا! وہ نہیں تھا میرا بوائے فرینڈ! صرف ایک شخص تھا جسے میں دل میں پسند کرتی تھی، لیکن وہ میرا نہیں ہوا..."

اُس نے کہہ کر رخ موڑ لیا، نظریں زاویار کے چہرے پر ڈالنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

پھر اس نے جھک کر اپنے سوٹ کیس سے کپڑے نکالے، اور ایک پل بھی رُکے بغیر تیزی سے واش روم کی طرف بڑھی۔ واش روم کا دروازہ زور سے کھولا، اور اُتنی ہی زور سے بند کر دیا۔ کمرے میں ایک گہری خاموشی چھا گئی۔ زاویار خاموش کھڑا رہا۔ وہ جو ابھی کچھ لمحے پہلے جیت کی خوشی میں مسکرا رہا تھا، اب اُس کے چہرے پر سنجیدگی اور تلخی آگئی تھی۔ اُس کی مٹھیاں سختی سے بھینچ گئیں۔ پھر ایک دم وہ مڑا، اور لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ زور سے دروازہ کھولا، اور بنا پلٹ کر دیکھے

کمرے سے باہر نکل گیا۔ کچھ دیر باد واش روم کا دروازہ کھولتے ہی وہ ایک لمحے کو رکی۔ کمرے میں خاموشی تھی۔ وہ یہاں نہیں تھا۔

حالہ کی نظریں ایک پل کے لیے کمرے میں بھٹکیں، مگر سچ یہی تھا کہ زاویار جا چکا تھا۔

اُس نے ہلکی گلابی رنگ کی سادہ سی شلوار قمیص پہنی تھی۔ لمبے، گھنے بال کھلے تھے، جیسے ابھی ابھی تولیے کی نرمی سے گزرے ہوں۔ چہرے پر میک اپ کی آخری جھلکیاں اب مدھم ہو چکی تھیں، مگر آنکھوں کی ہلکی سی سُرخی باقی تھی، جیسے کسی خواب سے زبردستی نکال دیا گیا ہو۔

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ڈریسنگ ٹیبل کے قریب آئی، جہاں روشنی مدھم تھی۔

سب سے پہلے اس نے اپنے ایئر رنگ اُتارے، پھر نیکلس... پھر کلائیوں میں پڑے کڑے۔

ہر زیور کے ساتھ جیسے کوئی بوجھ کم ہو رہا تھا، مگر دل کی الجھن وہیں کی وہیں تھی۔

پھر اچانک اس کی نظر نیچے پڑے پرفیومز کی لائن پر گئی۔ مختلف اقسام، الگ الگ خوشبوئیں، نفاست سے سجے ہوئے جیسے کسی خاص ذوق کی پہچان ہوں۔ زاویار سلطان شوقین تھا، شاید ہر چیز میں، ہر انداز میں۔

حالہ نے ایک پرفیوم اُٹھایا۔

بوتل کھولی اور ہلکا سا سونگھا۔

حالہ کا دل اچانک ہلکا سا دھڑکا، یہ وہی خوشبو تھی، جو ہمیشہ زاویار سے آتی تھی، جو اُس کی موجودگی کا احساس دلاتی تھی۔

جانے کیوں، اُس نے بے اختیار خود پر وہی پرفیوم چھڑک لیا۔

ہوا میں خوشبو پھیل گئی، وہی مخصوص، وہی گہری، وہی بے حد جانی پہچانی خوشبو۔

اب وہ خود بھی اُسی خوشبو میں بسی ہوئی تھی، جو ہمیشہ زاویار کے قریب ہونے کا احساس دلاتی تھی۔ ایک لمحے کو، بس ایک لمحے کو، اس کے ذہن میں ایک یاد ابھری۔

وہی خوشبو تب بھی آئی تھی، جب زاویار نے اُس کے ماتھے پر لب رکھے تھے۔

جسم میں جیسے ایک سنسناہٹ دوڑ گئی۔

اس کے ہونٹوں پر بے ساختہ ہلکی سی مسکراہٹ آگئی۔ جانے کیوں؟

چہرہ دھیرے دھیرے سرخی میں ڈھلنے لگا۔

وہ شیشے میں خود کو دیکھ رہی تھی —— وہ بلش کر رہی تھی۔

"اُف، حالہ! فضول مت سوچو!"

اس نے خود کو سرزنش کی اور تیزی سے بیڈ پر آ کر لیٹ گئی۔ آنکھیں بند کیں۔

مگر نیند؟ کہاں تھی نیند؟ سینے میں ایک عجیب سی بے چینی تھی، جیسے کچھ غلط تھا، یا شاید کچھ ٹھیک تھا، مگر قبول کرنا مشکل تھا۔

دوسری طرف...

زاویار لان میں چکر کاٹ رہا تھا۔ ہاتھ میں کافی کا کپ تھا، مگر اُس کا دھیان کہیں اور تھا۔ وہ جانتا تھا، آج وہ کمرے میں نہیں جائے گا۔ اور جانا بھی کیوں تھا؟ وہ اُسے ایک نظر دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ حالہ نے بے چینی سے کروٹ بدلی، پھر جھنجھلا کر اُٹھ بیٹھی۔ نظر باہر بالکونی کی طرف گئی۔

دروازہ کھولا، اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکے نے اس کے چہرے کو چھوا۔

سامنے آسمان ستاروں سے بھرا تھا، ہلکی ہلکی ٹھنڈک جو مارچ کی آخری شاموں میں باقی رہ جاتی ہے۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی گرل کے قریب آئی، ہاتھوں کو اُس پر رکھا، اور نیچے نظر دوڑائی۔ وہ وہیں تھا۔ زاویار سلطان۔

ایک ہاتھ میں کافی کا کپ، دوسرا ہاتھ جیب میں۔ اس کی نظریں کہیں اور تھیں، پھر جیسے ہی اس نے اوپر آسمان کو دیکھا نظر اوپر کی بالکونی پے پری وہ وہاں کھڑی تھی بالکونی میں۔

اور پھر...

نظر سے نظر ملی۔

حالہ کی سبز آنکھیں اُس پر جمی تھیں۔ زاویار نے ایک لمحے کو اُسے دیکھا، لمبے بال، گلابی چادر میں لپٹا ہوا وجود، مہندی سے سجی کلائیاں... پھر اُس نے رخ موڑ لیا، جیسے یہ لمحہ کوئی معنی نہ رکھتا ہو۔ حالہ نے بھی اپنی نظریں ہٹانے کی کوشش کی، مگر نہیں ہٹا پائی۔ نفرت تھی اُس سے، ہے بھی شاید... مگر یہ نفرت اب پہلے جیسی نہیں رہی۔ جیسے کوئی انجان احساس دل کے دروازے پر دستک دے رہا ہو، جیسے نکاح کے بعد جذبات کی شدت بدل جاتی ہو، جیسے دل رفتہ رفتہ کسی ان دیکھے جذبے کے آگے بے بس ہوتا جا رہا ہو۔

☆☆☆✦☆☆☆

صبح کے چھ بج چکے تھے۔

کمرے کی کھڑکی سے ہلکی سنہری روشنی اندر آرہی تھی، جو دھیرے دھیرے کمرے کے اندھیرے کو پیچھے دھکیل رہی تھی۔ وہ بیڈ پر بالکل سیدھی لیٹی تھی، چہرے پر نیند کی خاموشی مگر بدن پر رات کی بے چینی کی چھاپ تھی۔ نجانے کب آنکھ لگی تھی؟ وہ ہلکے قدموں سے دروازہ کھول کر اندر آیا۔ بھیگی ہوئی سیاہ لٹیں پیشانی سے چپکی ہوئی تھیں، سانسیں بے ترتیب تھیں، شاید وہ جاگنگ سے آیا تھا، وہ پوری رات سو نہیں سکا تھا۔

سچ تو یہ تھا کہ وہ دوسرے کمرے میں سو نہیں سکتا تھا، اپنے کمرے کے علاوہ اسے کہیں نیند نہیں آتی تھی۔ بے چینی کا عجیب احساس رگوں میں دوڑتا تھا۔ اسے بس اپنے کمرے میں ہی نیند آتی تھی... مگر یہ کمرہ اب صرف اُس کا نہیں تھا۔ وہ خاموشی سے اندر آیا تو نظر بیڈ پر گئی۔ حالہ منہ پر کمبل ڈالے سو رہی تھی، جیسے کسی بے فکری کے حصار میں ہو۔ مگر وہ جانتا

تھا، یہ نیند ویسی نہیں تھی، جیسی نیند بے فکری کے لوگوں کو آیا کرتی ہے۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا اُس کے قریب آیا۔

مگر اُسی لمحے...

وہ کروٹ بدلتی ہے، اور کمبل اُس کے چہرے سے سرک جاتا ہے۔

زاویار نے سانس روکی۔ اُسی وقت، اُسے اپنے پرفیوم کی مخصوص خوشبو محسوس ہوئی تھی۔ وہی خوشبو، جو ہمیشہ اُس کے ساتھ جڑی ہوتی تھی، جو اُس کی شناخت تھی۔ یہ خوشبو... حالہ سے کیوں آ رہی تھی؟

اس کی نظریں بے ساختہ ڈریسنگ ٹیبل پر پڑے پرفیوم پر جا ٹھہریں۔

پھر دوبارہ اُس نے حالہ کی طرف دیکھا، جو بے خبر نیند میں تھی، لمبی پلکیں بند، چہرے پر گہری خاموشی۔ اس کے چہرے پر ایک لمحے کو ایک عجیب سا رنگ ابھرا—مایوسی یا ناپسندیدگی؟ شاید دونوں۔ پھر وہ ایک پل بھی

رُکے بغیر آگے بڑھا اور واش روم کا دروازہ بند کر لیا۔ کمرے میں دروازے کی آواز سے حالہ کی آنکھ کھلی۔

اس نے آنکھیں جھپکیں، ارد گرد دیکھا۔ وہ نہیں تھا، مگر شاید... واش روم میں تھا؟ وہ آہستہ سے بیڈ پر اُٹھ کر بیٹھ گئی، بدن میں ابھی تک رات کی بے خوابی کی تھکن باقی تھی، مگر یہاں وہ زیادہ نہیں سو سکتی تھی۔ یہ اُس کا گھر نہیں تھا، جہاں وہ چاہے جتنی دیر سوئے، جہاں کوئی اُسے جگانے نہ آتا، جہاں نیند اُس کی اپنی مرضی کی غلام تھی۔

وہ اپنے سوٹ کیس کے پاس گئی، جھک کر آج کے کپڑے نکالے۔

پھر جیسے خیال آیا کہ پہلے کپڑے استری کروا لے، وہ دروازہ کھول کر باہر نکلی۔ سامنے سے سبیرا آتی دکھائی دی، جو ہمیشہ کی طرح نرمی سے مسکرا رہی تھی۔ "السلام علیکم حالہ باجی، آپ کو کوئی کام ہے؟" حالہ نے سر ہلایا،

اور اپنے ہاتھ میں پکڑے کپڑے اُس کے آگے کیے۔ "ہاں، یہ استری کرنے ہیں۔"

سبیرا نے جلدی سے آگے بڑھ کر کپڑے تھام لیے، نرمی سے کہا، "لائیں، میں کر دوں؟" حالہ نے ایک لمحے کو اُسے دیکھا، پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔ سبیرا کپڑے لے کر چلی گئی، اور حالہ کی نظر ایک پل کو پورے اوپر والے پورشن پر گھوم گئی۔ صاف ستھرا، منظم، پُر سکون گھر۔ یہ سب کچھ اُس کے اپنے گھر جیسا کیوں نہیں تھا؟ ایک پل کو ایک گہری اداسی نے اُسے گھیر لیا، مگر اُس نے خود کو سنبھالا اور واپس پلٹی۔ جیسے ہی دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوئی، قدم وہیں رک گئے۔ وہ سامنے کھڑا تھا۔

ڈریسنگ ٹیبل کے پاس۔

آئینے میں اُس کی نظریں حالہ سے ملیں، ایک پل کے لیے دونوں کا عکس ایک ساتھ دکھائی دیا — ایک الجھی ہوئی، دوسرا سرد اور لاتعلق۔ زاویار اب آفس کے کپڑوں میں تھا۔

اُف... حالہ کو ایک پل کے لیے آفس کے وہ دن یاد آ گئے، جب یہ اُس پر بلاوجہ کے احکامات نازل کرتا تھا، جب یہ اُس سے کام لینے میں کسی قسم کی رعایت نہیں کرتا تھا، جب اُس کی سخت گیر شخصیت حالہ کے اعصاب پر سوار رہتی تھی۔

مگر... اُسے ماننا پڑا، وہ آفس کے کپڑوں میں بے حد ہینڈسم لگتا تھا۔

حالہ کے ہونٹوں پر بے اختیار ایک دھیمی مسکراہٹ آ گئی، جیسے کسی بھولی بسری یاد نے ہلکے سے چھوا ہو۔ مگر زاویار؟

وہ شیشے میں اُسے دیکھ رہا تھا، مگر اُس کی آنکھوں میں وہی پرانی سرد مہری تھی، وہی لاتعلقی۔ "آئندہ مجھ سے پوچھے بغیر میری چیزیں استعمال مت کرنا۔"

آواز میں کوئی غصہ نہیں تھا، مگر وہ برف کی مانند تھی۔ اُس ایک جملے نے، جیسے کسی نے برف کی سل حالہ کے دل پر رکھ دی ہو۔ حالہ کی مسکراہٹ پل بھر میں ختم ہو گئی۔

زاویار پلٹا، اور ایک لمحے کے لیے بھی رُکے بغیر کمرے سے باہر چلا گیا۔ پیچھے صرف ایک عجیب سی خاموشی رہ گئی۔ بہت سا غصہ، دکھ، اور وہ مایوسی، جو حالہ کے دل پر اُترتی جا رہی تھی، جیسے کسی نے اندر ہی اندر بے رحمی سے کچھ توڑ دیا ہو۔

☆☆☆✦☆☆☆

وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی تھی، مگر آئینے میں جو عکس تھا، وہ خود کو اجنبی لگ رہا تھا۔ اسکن رنگ کی ہلکی مگر نفیس شلوار قمیض میں اُس کی نازک سی شخصیت اور بھی نرم دکھ رہی تھی۔ قمیض گھٹنوں سے نیچے تک تھی، جالی دار دوپٹہ کندھوں پر سلیقے سے ٹکا ہوا تھا۔ بال سٹریٹ ہو کر پشت پر گر رہے تھے، چند لٹیں چہرے پر بکھری ہوئی تھیں، ہلکا ہلکا میک اپ اُس کے نقوش کو مزید نکھار رہا تھا، مگر آنکھوں میں وہی پرانی ویرانی تھی، جو کسی خوشی سے وابستہ نہیں تھی۔ ہاتھوں میں بندھے کنگن مدھم سی آواز میں بج رہے تھے، جیسے وہ خود بھی اپنی خاموشی کا شور سُن رہی ہو۔ تیار ہونے کا دل تو بالکل نہیں تھا، مگر شادی کا اگلا دن تھا، اور کچھ رسومات فرض

کی طرح نبھانی پڑتی ہیں۔ اس نے گہری سانس لی، اپنا موبائل اُٹھایا، اور بے دلی سے کمرے کا دروازہ کھولا۔ سیڑھیوں کی طرف قدم بڑھائے تو جیسے ہر قدم کے ساتھ اُس کے اندر بوجھ بڑھتا جا رہا تھا۔ جیسے ہی وہ نیچے اتری، سامنے زارا نظر آئی۔ زارا نے مہرون رنگ کا لمبا سا فراک پہنا تھا، جالی دار دوپٹہ اُس کے انداز میں ایک خاص غرور پیدا کر رہا تھا۔ بال بلکل سٹریٹ، چہرے پر گہرا مگر بے عیب میک اپ، جیسے وہ اپنی بہترین شکل میں سامنے آئی ہو۔ وہ حالہ سے زیادہ سجی ہوئی تھی، جیسے ایک واضح برتری دکھانا چاہتی ہو۔ زارا ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی تھی، حالہ کو دیکھتے ہی اُس کی آنکھوں میں ناپسندیدگی کا سایہ لہرایا، جیسے وہ اُس کی موجودگی سے ہی چِڑ گئی ہو۔ حالہ خاموشی سے اُس کے نزدیک آئی، اور اسی لمحے مہرین سلطان نے اُسے

دیکھا۔ چہرے پر شفقت ابھری، وہ فوراً کھڑی ہو گئیں، جیسے کسی عزیز کا استقبال کر رہی ہوں۔ "اؤ حالہ... بیٹھو بیٹا!"

اُن کی آواز میں سچائی اور محبت تھی، جو شاید زارا کو مزید ناگوار گزری۔

انہوں نے اپنے ساتھ والی کرسی ٹیبل سے کھینچ کر اُس کے لیے نکالی۔

حالہ ہلکے قدموں سے چلتی ہوئی کرسی پر بیٹھی، مگر زارا نے ایک بار بھی اُس کی طرف دیکھنا گوارا نہ کیا۔ ڈائننگ ٹیبل کے دوسرے سرے پر فراز سلطان بیٹھے تھے، وہ مسکراتے ہوئے اُسے دیکھ رہے تھے، جیسے اُس کی نرمی اور معصومیت نے انہیں متاثر کیا ہو۔

"رات کو نیند اچھی آئی؟"

مہرین سلطان نے نرمی سے پوچھا۔ حالہ نے ایک لمحے کو سوچا، پھر دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا "جی۔"

یہ "جی" سادہ سا تھا، مگر اس میں نہ جانے کتنے جذبے چھپے ہوئے تھے— ادھورے، بوجھل، بے نام۔

مہرین سلطان نے محبت سے اُس کا چہرہ دیکھا، پھر مسکرا کر بولیں "ماشاءاللہ، تم بہت زیادہ پیاری لگ رہی ہو... تھوڑا سا بھی تیار ہو تو اتنی خوبصورت لگتی ہو، تمہیں تو واقعی تیار ہونے کی ضرورت ہی نہیں!" حالہ نے سر جھکا کر ہلکا سا مسکرا دیا، جیسے شکر گزار ہو، مگر زارا کی انگلیاں مٹھی میں جکڑ گئیں۔ اُسے اس وقت حالہ سے شدید نفرت محسوس ہو رہی تھی، جیسے یہ الفاظ اُس کے خلاف کوئی وار تھے۔

مہرین سلطان نے نرمی سے کھانے کی پلیٹ اُس کی طرف بڑھائی، اور حالہ نے بنا کوئی اور بات کیے پلیٹ تھام لی۔ مگر زارا کے چہرے پر وہی سرد

تاثرات تھے، جیسے وہ کسی تیز دھار خنجر کو خاموشی سے اپنی روح میں اُترتا محسوس کر رہی ہو۔

ناشتے کی میز خالی ہو چکی تھی۔ پلیٹیں اور برتن سمیٹے جا چکے تھے، مگر حالہ کے دل میں ابھی بھی بہت کچھ بکھرا ہوا تھا۔

پورے گھر میں خاموشی تھی، مگر یہ خاموشی اُس کے اندر کی گونج سے کہیں زیادہ کمزور محسوس ہو رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی مختلف کمروں میں جھانک رہی تھی، جیسے یہ دیکھنے کی کوشش کر رہی ہو کہ یہاں ہر چیز کتنی اپنی اور کتنی اجنبی لگتی ہے۔ پھر اُس کے قدم خود بخود لان کی طرف بڑھ گئے۔ لان میں ہلکی دھوپ بکھری ہوئی تھی، سبزے پر پڑتی سورج کی کرنیں اُس کی آنکھوں میں ٹھہر گئیں۔ اور وہیں، سبزہ زار میں، وہ دونوں ساتھ چل رہے تھے —— زارا اور عبیل۔ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے، ایک

خوبصورت خواب کی طرح۔ حالہ کی نظریں ان پر ٹک گئیں۔ دل جیسے کسی انجانی اداسی میں ڈوب گیا۔ کتنے خوش لگ رہے تھے وہ دونوں، جیسے کسی مکمل کہانی کے مرکزی کردار ہوں، جیسے ہر منظر صرف ان کے لیے لکھا گیا ہو۔ کل رات بھی وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ تھے —— ہنستے، باتیں کرتے، ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کرتے۔ اور اس دوران، زاویار؟ وہ تو اُس کے ساتھ تھا ہی نہیں۔ نہ اُس کے قریب، نہ اُس کی زندگی میں۔

حالہ نے ہمیشہ اپنے لیے ایک خوشگوار، محبت بھری شادی کا خواب دیکھا تھا۔ جہاں ایک ایسا شریکِ حیات ہو جو اُس کی چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھے، جو اُس کے ساتھ بیٹھ کر ہنسے، جو اُس کے احساسات کو سمجھے۔ مگر یہ خواب بس خواب ہی رہ گیا تھا۔ حقیقت میں تو وہ اور زاویار جیسے دو راستے تھے، جو کبھی بھی ایک منزل پر نہیں مل سکتے تھے۔ اُس کی نظریں پھر زارا

اور عبیل پر جم گئیں۔ عبیل زمین کی طرف جھکا اور ایک نرم سا، کھلا ہوا گلاب توڑ لیا۔ وہ آہستہ سے اٹھا اور زارا کے پاس جا کر وہ گلاب اُس کے کان کے پیچھے لگا دیا۔ زارا نے نظریں جھکا کر مسکراتے ہوئے اُس کی طرف دیکھا۔ پھر عبیل نے آرام سے اُس کا نازک ہاتھ تھاما اور کچھ کہا—— الفاظ یہاں تک نہیں پہنچے، مگر زارا کی کھلکھلاتی ہنسی کی بازگشت حالہ کے دل میں جیسے تیر کی طرح پیوست ہو گئی۔

یہ منظر تکلیف دہ تھا، مگر اُس میں ایک انجانی کشش بھی تھی۔

کاش... کاش زاویار بھی اُس کے ساتھ ایسے ہوتا۔ کاش وہ بھی حالہ کے لیے اتنا ہی نرم، اتنا ہی شفیق ہوتا۔ کاش وہ دونوں بھی ایسے خوبصورت لمحے جی سکتے۔

مگر شاید... کبھی نہیں۔ حالہ کی آنکھوں میں ایک دھند سی اتری، جیسے اس سبزے زار میں کسی نے شام کی اداسی بکھیر دی ہو۔ لان کی ہریالی سے نظر ہٹا کر وہ پلٹی، مگر دل کہیں وہیں رک سا گیا تھا۔ جیسے اُس کے قدم تو چل رہے تھے، لیکن اُس کی روح وہیں، اُس منظر میں جکڑی ہوئی تھی —— زارا اور عبیل کی مسکراہٹوں میں، ان کے جُڑے ہوئے ہاتھوں میں، ان کے ساتھ میں۔ وہ اندر چلی آئی، جیسے وہاں کھڑا ہونا بے معنی لگ رہا تھا۔ ہال میں سناٹا تھا۔ اور اس سناٹے کے بیچ، ایک سوال سر اٹھا رہا تھا۔ اس کا ناشتہ کہاں تھا؟ یہ بھی تو رسم تھی، نا؟ کہ اگلے دن لڑکی کے گھر والے ناشتہ بھیجتے ہیں، اپنی بیٹی کو احساس دلاتے ہیں کہ وہ کہیں بھی چلی جائے، ان کی محبت کا سایہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہے گا۔ مگر اُس کے لیے کچھ نہیں آیا تھا۔ کیوں؟ کیا انہیں یاد نہیں تھا؟ یا وہ اُسے بھول گئے تھے؟

یہ سوچ جیسے سینے میں نوکیلے کانٹے بن کر اُتر گئی۔ کیا وہ اس دن کے انتظار میں تھے؟ کیا وہ اتنے خوش تھے کہ اُس کے جانے کے بعد ایک پل کو بھی اُسے یاد نہ کیا؟ دل عجیب وہموں میں الجھنے لگا۔ پھر نظر ڈرائنگ روم میں بیٹھی مہرین سلطان پر پڑی، جو ایک کاغذ پر کچھ لکھ رہی تھیں، شاید گھر کا راشن لسٹ بنا رہی تھیں، جیسے کچھ خاص نہیں ہوا، جیسے سب معمول کے مطابق ہو۔ حالہ کے قدم بے اختیار ان کی طرف بڑھنے لگے۔ وہ جیسے ہی قریب پہنچی، مہرین سلطان نے نظر اٹھا کر اُسے دیکھا، ہلکی مسکراہٹ اُن کے لبوں پر آئی۔ "آؤ بیٹا، بیٹھو۔" حالہ دھیرے سے بیٹھ گئی۔

"انٹی، وہ... "ہچکچاہٹ نے اُس کے الفاظ کو دبا دیا، مگر سوال زبان پر آ ہی گیا، "میرے گھر والے کیوں نہیں آئے؟"

ایک پل کے لیے مہرین کی مسکراہٹ تھمی، جیسے کوئی ناپسندیدہ سوال سن لیا ہو۔ "کیا مطلب؟ تمہارے ماں باپ نے تمہیں نہیں بتایا؟" حالہ کا دل ایک دم کسی ان دیکھے خطرے کے احساس سے لرز گیا۔ "جی؟ کیا نہیں بتایا؟"

"انہوں نے نہیں بتایا؟ انہیں بتانا چاہیے تھا۔ بلکہ تبھی تمہاری شادی کرنی چاہیے تھی۔ یہ تو

بہت غلط بات ہے۔۔۔" مہرین کی آواز میں ایک عجیب ٹھہراؤ تھا، جیسے کوئی تلخ حقیقت زبان پر رک کر مزید زہر گھول رہی ہو۔ "کیا بات؟ انہوں نے کیا نہیں بتایا مجھے؟" حالہ کی سانسیں تیز ہو رہی تھیں۔ "یہی کہ وہ اب تم سے نہیں مل سکتے..."

خاموشی۔

سناٹا۔

حالہ کو لگا جیسے کسی نے اُسے زمین میں گاڑ دیا ہو، جیسے اُس کے ارد گرد کی دنیا کسی اندھیرے غار میں بدل گئی ہو۔

"جی؟ کیا مطلب؟"

مہرین سلطان نے گہری سانس لی، جیسے یہ حقیقت ان کے لیے عام ہو، مگر حالہ کے لیے بجلی کی ایک شدید کڑک۔

"مطلب یہ کہ میں نے تمہارے ماں باپ کو یہ کہہ کر یہ شادی کی ہے کہ ہم ایک غریب، چھوٹے خاندان کی لڑکی کو اپنے گھر کی بہو نہیں بنا سکتے۔ یہ ہمارے خاندان کے اصولوں کے خلاف ہے۔" حالہ کا بدن سن ہونے لگا، مگر مہرین آگے بڑھتی گئیں۔

"لیکن دراصل، میں نے تمہیں اپنے بیٹے کے لیے پسند کر لیا تھا۔ زاویار کے لیے۔ اس لیے میں نے تمہارے لالچی ماں باپ سے بات کی اور۔۔۔" وہ کچھ لمحے کو رُکیں، پھر ایک تلخ مسکراہٹ کے ساتھ بولیں،

"معاف کرنا، لیکن وہ واقعی لالچی تھے۔ کیونکہ کوئی بھی ماں باپ اپنی بیٹی کے ساتھ ایسا نہیں کرتے۔ جو انہوں نے کیا۔" حالہ پلک تک نہیں جھپک پا رہی تھی۔

"پہلی ملاقات میں ہی میں سمجھ گئی تھی کہ وہ کس قسم کے لوگ ہیں، اس لیے میں نے ان سے بس ایک شرط رکھی —— کہ اگر وہ تم سے ہمیشہ کے لیے قطع تعلق کر لیں، تو ہم انہیں جو چاہیں گے، دے دیں گے۔" حالہ کو لگا جیسے سانس لینا مشکل ہو رہا ہو۔

"پہلے مجھے لگا تھا کہ شاید وہ مانیں گے نہیں۔ مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ تمہارے والد نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے ہاں کر دی"۔ دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے کر پوری طاقت سے دبا دیا ہو۔ "وہ فوراً راضی ہو گئے، حالہ۔ تمہاری قیمت لگا دی گئی۔ تم بیچ دی گئیں۔ اور بدلے میں... وہ اب تمہاری زندگی میں کبھی واپس نہیں آئیں گے۔"

حالہ نے ہلکی سانس لی، یا شاید سانس لینا بھول گئی تھی۔

"اور ہاں، ایک دو دن میں وہ لوگ اس گھر سے بھی شفٹ ہو رہے ہیں۔ بڑے بنگلے میں جا رہے ہیں۔ جو تمہارے وجود کی قیمت میں خرید اگیا ہے۔"

ختم۔

سب کچھ ختم۔

کوئی آواز نہ تھی، کوئی لمحہ نہ تھا، کچھ بھی نہیں۔ حالہ کی آنکھیں خلا میں دیکھ رہی تھیں۔

ایک دھوکہ۔

ایک نیا دھوکہ۔

کسی اپنے کا دیا گیا زخم سب سے گہرا ہوتا ہے۔ اور یہ زخم... شاید کبھی نہیں بھرے گا۔

کمرے میں سناٹا گہرا ہو گیا تھا، جیسے دیواریں بھی سانس روک کر اس لمحے کو سن رہی ہوں۔ مہرین سلطان کی آواز میں ایک عجیب سکون تھا، مگر الفاظ میں زہر گھلا ہوا تھا۔

"اور ہاں، پلیز زاویار کو مت بتانا۔۔"

حالہ کے کانوں میں جیسے کوئی گھنٹی بجی ہو۔اس نے آنکھیں جھپکائیں، کچھ سمجھنے کی کوشش کی، مگر دماغ سن ہوتا جارہا تھا۔

"فرازاور میرے علاوہ اس بارے میں کسی کو بھی نہیں پتہ۔۔۔" حالہ کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ہاتھ کی انگلیاں برف کی مانند ٹھنڈی ہو چکی تھیں۔ "زاویار کو تو تم نے بالکل بھی نہیں بتانا کیونکہ اگر اسے پتہ چل گیا تو میں جانتی ہوں اپنے بیٹے کو کہ وہ کیسا ہے۔"

مہرین سلطان کی آواز ایک زہریلے سرگوشی کی مانند قریب آتی جارہی تھی۔حالہ نے لبوں کو جنبش دینی چاہی، مگر الفاظ کہیں کھو گئے تھے۔

"اسے یہ چیز بالکل پسند نہیں آئے گی، وہ اُسی وقت تمہیں تمہارے ماں باپ کے گھر چھوڑ آئے گا۔۔۔"

یہ سن کر حالہ کو لگا جیسے کسی نے اس کی پسلیوں میں کوئی برچھی گھونپ دی ہو۔ماں باپ؟ وہ ماں باپ جو اسے بیچ چکے تھے؟ وہ گھر جو اب اس کے لیے دروازے بند کر چکا تھا؟ وہ کہاں جائے گی؟

"اور تمہارے ماں باپ کو بھی ٹھیک کر دے گا کہ انہوں نے تمہارے ساتھ ایسا کیوں کیا۔۔۔ کیونکہ اسے زیادتیاں پسند نہیں ہیں۔"

حالہ کی سانسیں رکنے لگیں۔اس کے ماں باپ... جنہیں اس کی پرواہ بھی نہیں تھی، جنہوں نے اس کی قیمت لگائی تھی، انہیں کیا فرق پڑے گا اگر زاویار ان سے حساب لے بھی لے؟ وہ تو پہلے ہی ہاتھ جھاڑ چکے تھے۔

حالہ نے آہستہ سے پلکیں جھپکائیں۔آنکھیں دھندلا گئیں۔

"اسی لیے میں نے اسے نہیں بتایا تھا، کہ کوئی بھی پلان خراب نہ ہو۔۔۔تو میں امید کرتی ہوں کہ تم بھی اسے نہیں بتاؤ گی۔۔۔"

یہ کوئی گزارش نہیں تھی، یہ حکم تھا۔ایک سخت دھمکی، جوایک نرم لہجے میں دی جارہی تھی۔

مہرین سلطان کے چہرے پر وہی نرمی تھی، مگر آنکھوں میں کچھ اور تھا، کچھ ایسا جو حالہ کے جسم میں سرد لہر دوڑا گیا۔

"اور اگر۔۔۔اگر تم نے میرے بیٹے کو بتایا کچھ۔۔۔"

ہوا جیسے رُک گئی ہو۔"تو حالہ، میں تمہارا وہ حل کروں گی کہ تم یادرکھو گی۔۔۔"

حالہ کو لگا جیسے زمین اس کے پیروں تلے سے کھسک رہی ہو۔

"میں اچھی تو بہت ہوں، لیکن شاید اتنی نہیں جتنی تم سمجھتی ہو۔"

یہ لمحہ ٹھہر گیا۔حالہ کا دل کسی برف کی سل کی مانند سرد ہوتا جارہا تھا۔

"اس لیے اب تمہیں یہ بات پتہ تو چل گئی، لیکن تم میرے بیٹے کو کچھ بھی نہیں بتاؤ گی۔"

آواز اب سرگوشی میں بدل چکی تھی، مگر اس میں ایسا خوف تھا جو دل کے اندر کسی سانپ کی طرح سرسراتا جا رہا تھا۔ "اگر میرے بیٹے کو پتہ چلا، تو وہ میرے بارے میں غلط سوچے گا۔" حالہ کا جسم کانپنے لگا۔

"وہ ویسے ہی میرے بارے میں ہمیشہ سے غلط سوچتا ہے، اور میں نہیں چاہتی کہ وہ اب اور سوچے۔۔۔" مہرین سلطان اب آگے جھکیں۔

"اس لیے تم اسے کبھی کچھ نہیں بتاؤ گی۔۔۔ ورنہ۔۔۔"

حالہ کی پلکیں لرز گئیں۔

"میرے سے برا کوئی بھی نہیں ہو گا۔"

یہ آخری دھچکا تھا۔ "اور اب تو تمہارے ماں باپ کا سایہ بھی تم پر نہیں ہے۔۔۔"

حالہ نے سر اٹھایا، اس کی آنکھوں میں بے یقینی تھی، خوف تھا، اور وہ تکلیف تھی جو کسی اپنے کے چھوڑ جانے پر محسوس ہوتی ہے۔ "میں نے اگر کچھ کر دیا، تو بہت برا ہو جائے گا۔۔۔" دل دیوار سے ٹکرا کر نیچے گر گیا تھا۔

"کوئی تمہیں نہیں بچا سکتا۔۔۔"

کمرہ حالہ پر گھومنے لگا۔ دیواریں قریب آتی جا رہی تھیں۔ آکسیجن کم ہو رہی تھی۔ ہر چیز جیسے ایک دھند میں ڈوب رہی تھی۔

"کوئی تمہیں نہیں بچا سکتا۔۔۔"

یہ الفاظ حالہ کے دماغ میں کسی پتھر کی مانند گرتے جا رہے تھے۔

اس کے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ زبان تالو سے چپک گئی۔ وہ کچھ بولنا چاہتی تھی، مگر حلق سے کوئی آواز نہ نکلی۔ مہرین سلطان اسے دیکھ رہی تھیں، ان کی آنکھوں میں ایک تسلی تھی، جیسے انہیں معلوم تھا کہ حالہ ابھی کچھ نہیں کہے گی۔ حالہ وہاں بیٹھی رہی، ٹوٹے وجود کے ساتھ، بے بسی کے ساتھ، اپنے اندر کسی آخری امید کے ختم ہونے کے ساتھ۔ یہ سب کیا تھا؟ یہ حقیقت تھی؟ یا یہ حقیقت سے بھی زیادہ بھیانک کچھ تھا؟

☆☆☆✦☆☆☆

ڈائننگ ٹیبل پر خاموشی کا سایہ تھا، مگر یہ خاموشی ایک طوفان سے پہلے کی تھی۔ چمچ کی کھنک تک سنائی نہیں دے رہی تھی۔ ریاض خادم ناشتہ کر

رہے تھے، مگر زبیدہ خادم کے لیے ہر نوالہ زہر بن چکا تھا۔ وہ بس روتی جا رہی تھی، آنسوؤں کے دھارے کسی ٹوٹے ہوئے بند کی طرح بہہ رہے تھے۔

ریاض نے چمچ رکھتے ہوئے زبیدہ کو غصے سے دیکھا، جیسے ان کے رونے سے انہیں سخت الجھن ہو رہی ہو۔ "بس کردو زبیدہ... جو ہونا تھا، ہوگیا!"

زبیدہ نے آنسوؤں کے پیچھے سے انہیں دیکھا، آنکھوں میں بے بسی تھی، ٹوٹ پھوٹ تھی، وہ درد تھا جو شاید کوئی مرد کبھی محسوس نہ کر سکتا تھا۔

"آپ کو میری بیٹی کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا... ایک پیسے کی خاطر آپ نے ایسا کیوں کر دیا؟" ریاض نے ایک تلخ ہنسی ہنسی۔

"بس کردو! تم بھی بہت زیادہ خوش ہو سب سے... آخر تمہیں بھی دولت مل رہی ہے!"

زبیدہ نے بے یقینی سے انہیں دیکھا، جیسے وہ شخص اجنبی ہو، جیسے وہ کبھی ان کے ساتھ رہا ہی نہ ہو۔ "میں خوش ہوں؟ خوش تو آپ ہیں! میری تو نیند ہی ختم ہو گئی ہے! چاہے وہ جیسی بھی تھی، میری بیٹی تھی!" ریاض نے نرمی سے ناشتہ جاری رکھا، جیسے یہ سب ان کے لیے معمولی سی بات ہو۔

"مریم سے زیادہ تمہیں وہ نہیں پسند تھی... تو اتنا افسوس کرنے کی ضرورت نہیں۔" زبیدہ کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے کر مسل دیا۔

"چاہے وہ بدتمیز تھی، جو بھی تھی... لیکن تھی تو میری اولاد! میں اس کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتی ہوں؟ وہ مجھے کبھی معاف نہیں کرے گی..."

"ہمیں اس کی معافی چاہیے بھی نہیں! کیا ہی کیا ہے اس نے ہمارے لیے؟ ایک نمبر کی بدتمیز لڑکی تھی!"

زبیدہ کا سانس رکنے لگا، ان کے اندر ایک طوفان سا اٹھنے لگا۔

"آپ کو بیٹیاں ہمیشہ سے پسند نہیں تھیں! آپ تو اس کی پیدائش پر بھی نہیں آئے تھے!"

ریاض نے سر اٹھا کر زبیدہ کو دیکھا، آنکھوں میں سختی تھی، جیسے کسی تلخ حقیقت کو تسلیم کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہ ہو۔ "ہاں، نہیں پسند مجھے بیٹیاں! اور ہاں، نہیں آیا تھا میں اس کی پیدائش پر! اور بہت خوش ہوں میں اس کے یہاں سے جانے پر!"

زبیدہ نے صدمے سے سر جھکا لیا، مگر ریاض ابھی خاموش نہیں ہوا تھا۔ "مجھے مریم میں بھی کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ کل پرسوں جیسے ہی اس کا رشتہ آئے گا، اسے بھی دے دوں گا!" زبیدہ ایک جھٹکے سے کھڑی ہو گئی، آنکھوں میں آنسو نہیں، آگ تھی۔

"مریم کا نام بھی اپنے منہ سے نہ لیجیے گا! حالہ کے ساتھ جو کیا، سو کیا، لیکن میں اپنی دوسری بیٹی کے ساتھ آپ کو کچھ بھی نہیں کرنے دوں گی!"

تبھی کمرے کے دروازے پر قدموں کی آہٹ گونجی۔

مریم، جو اپنے کمرے سے نکلی تھی، یہ سب سن چکی تھی۔

اس کا دل جیسے دھک سے رہ گیا۔

یہ کیا سن رہی تھی وہ؟

یہ سب... سچ تھا؟

اس کے قدم جیسے خود بخود اس کی ماں اور باپ کے درمیان آ کھڑے ہوئے۔

"یہ آپ لوگ کیا بات کر رہے ہیں؟" اس کی آواز اونچی تھی، کانپتی ہوئی، جذبات میں ڈوبی ہوئی۔ "کیا یہ سچ ہے؟ آپ لوگوں نے حالہ کو ایک پیسے کی خاطر ہمیشہ کے لیے ان کے حوالے کر دیا ہے؟" اس کی آنکھوں میں بے یقینی تھی، درد تھا، اور پھر... ایک آنسو، جو آہستہ سے اس کے گال پر بہہ گیا۔ "آپ لوگ کیسے ماں باپ ہیں؟ آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں اپنی ہی بیٹی کے ساتھ؟" اس نے رو کر ایک نظر ماں کو دیکھا، جو خود بھی ٹوٹ چکی تھی۔ پھر اس کا چہرہ باپ کی طرف مڑا، جس کے چہرے پر کوئی پشیمانی نہیں تھی، کوئی افسوس نہیں تھا۔

"ابو..."

اس کی آواز لرزی، مگر الفاظ میں زہر آ چکا تھا۔

"آپ سے تو یہی گھٹیا حرکت کی امید تھی!"

ریاض خادم کی آنکھوں میں سختی آگئی۔

"آپ نے آج تک ہمارے لیے کیا ہی کیا ہے؟ کبھی ہمیں پیار سے دیکھا بھی نہیں! یہی کر سکتے تھے آپ! یہی گھٹیا حرکت!" یہ آخری لفظ مریم نے چیخ کر کہا۔

اور تبھی... ایک زوردار تھپڑ اس کے گال پر پڑا۔ گھر میں گونجتی آواز ایک لمحے میں سناٹے میں بدل گئی۔ مریم کو لگا جیسے زمین ہل گئی ہو۔ اس کا سر جھٹکے سے ایک طرف جھک گیا، گال جلنے لگا، آنکھوں کے آگے دھند چھانے لگی۔ زبیدہ خادم فوراً کھڑی ہو گئیں اور ریاض کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟ جوان بیٹی پر ہاتھ اٹھا رہے ہیں؟" ریاض غصے سے بولا۔

"زبان سن رہی ہو اس کی؟ یہ تم نے سکھایا ہے اسے؟ یہ تربیت دی ہے؟ بڑی والی تو بد تمیز تھی، اس کو تو دیکھو!"

مریم نے تیزی سے آنکھوں سے آنسو صاف کیے اور سر اٹھایا۔

"ہاں، میں ہوں بد تمیز!"

اس کی آواز میں ایک عجیب شدت تھی، آنکھوں میں سرخی، اور دل میں ایک چبھن جو کبھی ختم نہیں ہو سکتی تھی۔

"ایسے باپ کے ساتھ یہی الفاظ استعمال ہونے چاہیے! جو اپنی بیٹیوں کو بیچ دے!"

"زبان سنبھال مریم!" ریاض نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"ورنہ ابھی جان لے لوں گا تیری!"

مریم ایک قدم پیچھے ہوئی، مگر اس کے چہرے پر خوف نہیں تھا، بس ٹوٹ پھوٹ تھی۔

"مار دیں مجھے!"

وہ چلائی، جیسے برسوں کا زہر باہر آرہا ہو۔

"اس سے بہتر ہے کہ آپ ابھی مار دیں، کیونکہ جو آپ نے حالہ کے ساتھ کیا، وہی میرے ساتھ بھی کریں گے!"

ریاض کا ہاتھ اٹھا، مگر اس بار زبیدہ نے مضبوطی سے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"میں آپ کو ایسا نہیں کرنے دوں گی!"

مریم نے ایک آخری نظر اپنے والد پر ڈالی، جس میں نفرت تھی، اور ماں پر ڈالی، جس میں شکستگی تھی، اور پھر تیز قدموں سے بھاگتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

دروازہ دھڑام سے بند ہو گیا، مگر اس کی دھڑکن ابھی تک اس طوفان کی مانند چل رہی تھی جو اس کے اندر برپا تھا۔

اس کی بہن... اس کی سب سے عزیز بہن...

وہ اسے یوں برباد نہیں ہونے دے سکتی تھی۔

☆☆☆✦☆☆☆

حالہ کو کچھ سمجھ نہیں آیا کہ وہ کب اپنے کمرے میں آئی، کب دروازہ بند کیا، کب زمین پر بیٹھ گئی۔ سب کچھ ایک دھند کی طرح تھا۔ آنکھوں سے آنسو بہتے جا رہے تھے، جیسے کسی نے کوئی بند توڑ دیا ہو۔ وہ ان آنسوؤں کو روکنا نہیں چاہتی تھی، کیونکہ انہیں روکنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اس کے وجود پر جیسے کوئی بھاری بوجھ آن گرا تھا۔ دل میں ٹھنڈک نہیں، آگ بھڑک رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اس کا باپ اسے پسند نہیں کرتا، کبھی محبت نہیں دی، کبھی بیٹی کا درجہ نہیں دیا۔ لیکن یہ سلوک؟ یہ تو اس نے

کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ کہتے ہیں کہ دکھ تب زیادہ ہوتا ہے جب زخم اپنوں کے ہاتھوں لگیں۔ اور حالہ کے زخم تو جیسے رُوح میں پیوست ہو چکے تھے۔ اس نے ہتھیلیاں چہرے پر رکھیں، اپنے آنسو پونچھنے کی ناکام کوشش کی، مگر وہ مسلسل بہے جا رہے تھے۔ "کیوں؟"

وہ بے آواز چیخی۔ "میں نے کیا کیا تھا؟ کیا میں اتنی بری تھی کہ مجھے یوں قربان کر دیا گیا؟" دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر اس نے آنکھیں موند لیں۔ یادوں کی جھلکیاں ذہن میں تیزی سے گونجنے لگیں۔ وہ دن جب وہ بچپن میں باپ کی گود میں بیٹھنا چاہتی تھی، مگر اس نے سختی سے ہٹا دیا تھا۔ وہ وقت جب وہ بیمار تھی اور ماں نے اسے سینے سے لگا لیا تھا، مگر باپ نے بس ایک نظر دیکھا اور چلا گیا تھا۔ وہ لمحے جب وہ اپنے دل کی بات کہنے گئی، مگر ہر بار دھتکاری گئی۔ اور آج؟

آج تو اس کی شناخت ہی چھین لی گئی تھی۔ اس کی اپنی فیملی نے، جنہیں اس کا محافظ ہونا چاہیے تھا، اسے ایسے چھوڑ دیا جیسے وہ کوئی چیز ہو، جیسے اس کے جذبات، اس کی خواہشات، اس کے خواب، کچھ بھی معنی نہیں رکھتے۔

"میں نے کیا کیا تھا؟"

اس نے خود سے سوال کیا، مگر کوئی جواب نہیں تھا۔

ہر طرف صرف خاموشی تھی۔

اور یہ خاموشی اس کے اندر شور مچا رہی تھی۔

ہر کوئی اسے دھوکہ دے رہا تھا، ہر کوئی...

اور آج تو خون کے رشتے نے بھی اسے دھوکہ دے دیا تھا۔

اب وہ کہاں جائے؟

کس سے فریاد کرے؟

کون اسے سمجھے گا؟

اس نے زانوؤں میں منہ چھپا لیا اور رونے لگی۔ یہ آنسو نہیں تھے، یہ اس کی بے بسی، اس کا ٹوٹا ہوا وجود، اس کی بکھرتی ہوئی امیدیں تھیں۔ وہ جانتی تھی کہ اب کچھ بھی پہلے جیسا نہیں ہوگا۔ کچھ بھی۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

وہ آفس میں بیٹھا تھا، لیکن یوں لگ رہا تھا جیسے کسی بے معنی خلا میں گھرا ہو۔ کوٹ سیٹ کے پیچھے لٹکا ہوا تھا، جیسے کسی بوجھ تلے دبا ہو، اور وہ خود بھی بے وزن سا محسوس کر رہا تھا۔

سامنے میز پر کھلی فائلیں پڑی تھیں، کمپیوٹر اسکرین کی روشنی آنکھوں پر پڑ رہی تھی، مگر نظر کہیں اٹک نہیں رہی تھی۔ انگلیاں بے دھیانی میں میز پر پڑے قلم سے کھیل رہی تھیں، جیسے ذہن کسی الجھن میں قید ہو۔

کام کرنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا، جیسے کوئی اندر سے سب کچھ کھینچ کر لے گیا ہو۔ ہر چیز ایک عجیب سی بیزاری میں لپٹی ہوئی تھی، اور گھر جانے کا خیال... وہ تو جیسے کسی ویران گلی میں بھٹکنے جیسا تھا۔ پرسوں فلائٹ تھی، اٹلی کی، اس کی اور حالہ کی۔

سوچا تھا کہ سب آسان ہو جائے گا، سب معمول کے مطابق ہو گا، مگر نہیں — یہ سب آسان نہیں تھا۔ گھر جا کر پیکنگ بھی کرنی تھی۔ دو مہینے پہلے ہی اس نے حالہ کے ویزا، پاسپورٹ سب کا انتظام کر لیا تھا۔ ہر چیز اپنی جگہ پر تھی، ہر چیز طے شدہ تھی، جیسے سب کچھ کسی مشینی انداز میں چل رہا ہو۔ بس حالہ بے خبر تھی۔ لیپ ٹاپ بند کرتے ہی ایک گہری سانس لی۔ کرسی سے اٹھا، کوٹ کو کندھے پر ڈالا، اور تھکے ہوئے قدموں سے دروازہ کھولا۔ باہر نکلتے وقت اسے لگا جیسے وہ کوئی وزن اپنے ساتھ گھسیٹ رہا ہو، ایک ایسا دکھ جو وجود کا حصہ بن چکا تھا۔ وہ گھر جا رہا تھا، مگر وہاں جا کر کیا کرنا تھا؟ وہ خود نہیں جانتا تھا۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

گھر پہنچتے ہی زارا بھاگتی ہوئی اس کی طرف آئی، جیسے وہ کسی اندھیرے میں روشنی کی ایک کرن ہو۔ وہ تیزی سے اس کے سینے سے لگی، اور زاویار کے لبوں پر ایک مدھم مسکراہٹ پھیل گئی—آج کے دن کا پہلا سکون، پہلی روشنی۔

یہی کمی تھی شاید، یہی وجہ تھی کہ دل کہیں نہیں لگ رہا تھا—زارا گھر پر نہیں تھی، اور وہ خالی دیواروں میں کھویا ہوا تھا۔ وہ اسے لے کر ٹی وی لاؤنج میں آئی، جہاں عبیل بھی موجود تھا۔ کافی دیر ہوگئی تھی ان تینوں کو ساتھ بیٹھے۔ زارا بولتی جارہی تھی، ہنستی جارہی تھی، مگر زاویار صرف سنتا رہا، بس ہلکی سی ہاں میں ہاں ملاتا رہا۔

زارا خوش تھی، بہت زیادہ، اور زاویار کے لیے یہی کافی تھا۔ ہاں، وہ خود خوش نہیں تھا، مگر زارا کی خوشی اسے سکون دے رہی تھی۔ جب زارا اور

عبیل رخصت ہوئے، تو زاویار نے ایک خالی سانس لی۔ شاہمیر صبح سے اپنے کمرے میں تھا، کیونکہ وہ حالہ کو دیکھنا نہیں چاہتا تھا—اور شاید وہ بھی اس سے نظریں چرانا چاہتی تھی۔

زاویار سیڑھیاں چڑھنے لگا، مگر عین دروازے کے سامنے رک گیا۔ جیسے کسی نے قدموں میں زنجیریں ڈال دی ہوں۔ اندر حالہ تھی۔ یہ بھول کیسے گیا تھا وہ؟ مگر اسے جانا تھا، کیونکہ یہ اس کا کمرہ تھا، اس کے وجود کی چھوٹی سی پناہ گاہ، جہاں ہر چیز اس سے جڑی تھی—ہر سامان، ہر چیز۔ گہری سانس لے کر اس نے دروازہ کھولا۔ ایک قدم اندر رکھا، مگر اندر کا منظر دیکھ کر وہ وہیں ٹھہر گیا۔ آنکھیں ایک لمحے کو ساکت ہوئیں، سانس جیسے حلق میں ہی اٹک گئی، اور پورا بدن جیسے برف بن گیا ہو۔ حالہ زمین پر بے ہوش پڑی تھی۔ ہاتھ کی کلائی کٹی ہوئی تھی، اور خون قالین میں سرخ پھول کی طرح

پھیل چکا تھا۔ پاس ہی چاقو گرا تھا، جیسے اپنی وحشت پر شرمندہ ہو، بے جان، مگر گواہ۔ زاویار کی آنکھیں پھیل گئیں۔ قدم خودبخود تیزی سے آگے بڑھے، وہ اس کے قریب بیٹھا، کانپتے ہاتھوں سے اس کے چہرے پر ہاتھ رکھا۔ جلد ٹھنڈی ہو رہی تھی۔

"حالہ!" اس کی آواز کپکپا گئی، سانس بے ترتیب ہونے لگی۔

اس نے تیزی سے اس کے گال تھپتھپائے، جھک کر اس کی سانس چیک کی۔

"حالہ! آنکھیں کھولو!"

مگر وہ بے حس و حرکت پڑی رہی۔ زاویار نے لرزتے ہاتھوں سے اس کے ہاتھ کی کلائی دیکھی، زخم گہرا تھا، خون رکنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ ایک پل ضائع کیے بغیر، اس نے جھٹکے سے اسے بازوؤں میں بھرا۔ حالہ کا سر اس

کے سینے سے لگا، بال بکھر کر اس کے ہاتھوں میں الجھ گئے، ایک ہاتھ نیچے جھول رہا تھا، اور خون ابھی بھی بہہ رہا تھا۔

وہ تیزی سے مڑا، دروازے کی طرف لپکا، لمبے قدم بھرتا ہوا باہر نکلا۔

جیسے ہی وہ سیڑھیاں اترنے لگا، سامنے سے سبیرا آتی دکھائی دی۔ زاویار کو دیکھتے ہی اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

"یااللہ!"

اس نے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ لیا، قدم وہیں رک گئے۔ زاویار کی نظریں ایک پل کو اس پر پڑیں، مگر وہ رکا نہیں، بس تیزی سے چلتے ہوئے بس اتنا کہا۔

"کسی کو مت بتانا!"

پھر دروازہ دھکیل کر باہر نکلا، سیدھا گاڑی کی طرف بڑھا۔ گاڑی کا دروازہ کھولا، پچھلی سیٹ پر ہالا کو احتیاط سے لٹایا، ایک لمحے کو جھک کر اس کا چہرہ

دیکھا، پھر خود جھٹکے سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا، اور پوری قوت سے گاڑی اسپتال کی طرف دوڑا دی۔

اس کے ہاتھ اسٹیرنگ پر مضبوطی سے جمے ہوئے تھے، مگر اندر کہیں کچھ لرز رہا تھا۔

سانس تیز ہو چکی تھی، دل کسی جنونی کی طرح سینے میں دھڑک رہا تھا، اور دماغ سن تھا—

یہ سب کیسے ہوا؟

کیوں ہوا؟

اور اگر وہ دیر سے پہنچا تو...؟

یہ سوچ ہی جیسے اس کی روح تک ہلا گئی تھی۔

☆☆☆✦☆☆☆

وہ اسپتال کی راہداری میں بیٹھا تھا، سر دیوار سے ٹکائے، آنکھیں بند کیے۔

خاموشی کی دبیز چادر میں وہ اپنی بے چینی کے شور کو دبانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

حالہ اندر تھی۔

زندگی اور موت کی کشمکش میں جانے کتنی دیر سے قید۔

وہ بے حس سا بیٹھا تھا، مگر اندر کہیں ایک ہلچل تھی، ایک اضطراب جو ہر گزرتے لمحے کے ساتھ بڑھ رہا تھا۔ یہ سب اس نے کیوں کیا؟ دروازہ کھلنے

کی آواز پر اس نے فوراً آنکھیں کھولیں۔ سفید کوٹ میں ملبوس ڈاکٹر باہر آئی، اس کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔ زاویار فوراً کھڑا ہو گیا۔ "پریشانی کی بات نہیں ہے، زیادہ مسئلہ نہیں ہوا، سب ٹھیک ہے... مگر زیادہ دیر ہوتی تو مشکل ہو سکتی تھی۔" زاویار نے ایک لمبی، بوجھل سانس لی۔

"آپ اندر جا کر ان سے مل سکتے ہیں، ہم انہیں ہوش میں لے آئے ہیں۔"

ڈاکٹر یہ کہہ کر آگے بڑھ گئی، مگر وہ وہیں کھڑا رہا۔

کچھ پل، کچھ ثانیے... پھر جیسے قدم خود بہ خود آگے بڑھنے لگے۔ وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ حالہ وہاں سفید چادر میں لپٹی لیٹی تھی، اس کا زرد چہرہ، تھکن سے بوجھل آنکھیں اور ہاتھ پر لگی ڈرپ... وہ چھت کو دیکھ رہی تھی، جیسے کسی ایسی دنیا میں گم ہو جہاں نہ کوئی سوال ہو، نہ کوئی جواب۔ زاویار آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب آیا، خاموشی میں اس کی

آہٹ گونجنے لگی۔ حالہ نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا، بس ایک نظر... پھر نگاہیں پھیر لیں۔ وہ خاموش تھی۔

"کیوں کیا ایسا؟"

اس کے لفظ جیسے پتھر کی سل پر گرے ہوں۔

"کیوں کیا؟ کیوں کیا تم نے اپنے ساتھ ایسا؟"

اس کا لہجہ سخت تھا۔

حالہ چپ تھی۔ آنکھوں میں ایک ویران خاموشی تھی جو اندر کے ٹوٹنے کی گواہی دے رہی تھی۔ وہ کچھ دیر یونہی ساکت لیٹی رہی۔ زاویار نے دوبارہ نہیں پوچھا۔ شاید وہ جانتا تھا کہ کچھ سوالوں کے جواب الفاظ میں نہیں ہوتے، آنکھوں کی ویرانی اور ہونٹوں کی لرزش میں چھپے ہوتے ہیں۔

حالہ اس کو کیا بتاتی؟

کہ اس نے خودکشی کیوں کی؟

کہ اس کے ماں باپ نے اسے ایک سودا بنادیا تھا؟ کہ پیسوں کی چمک نے اس کی حیثیت ایک انسان سے کم اور ایک معاہدے کی مہر سے زیادہ کردی تھی؟

کہ اس نے یہ قدم اس لیے اٹھایا کیونکہ وہ سہہ نہیں پائی تھی؟

کہ مہرین سلطان نے اسے منع کیا تھا کہ زاویار کو کچھ نہ بتائے؟

حالہ خاموش رہی۔ مگر زاویار کو اس کی خاموشی کھا رہی تھی۔

"تم نے اس لیے کیا نا؟ کیونکہ تمہیں وہ شخص نہیں ملا جس سے تم محبت کرتی تھی؟"

زاویار کی آواز زخموں پر نمک کی طرح پڑی تھی۔

"کیونکہ اکثر لڑکیاں یہی کرتی ہیں... جب محبت نہ ملے تو زندگی چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیتی ہیں..." حالہ کی سانس رک گئی۔

اس نے آہستہ سے نظریں چھت پر جما لیں، جیسے کسی انجانے سوال کا جواب تلاش رہی ہو۔ ایسا کچھ نہیں تھا... وہ غلط سمجھ رہا تھا... مگر... مگر حالہ کو سچ بولنے کی اجازت نہیں تھی۔

"ہاں!"

بس ایک لفظ، مگر اس کے اندر کتنے طوفان چھپے تھے، یہ شاید زاویار بھی نہیں جان سکتا تھا۔ یہ جھوٹ تھا۔ زہر جیسا جھوٹ، جسے وہ خود بھی نگل نہیں پا رہی تھی۔ اس نے خودکشی اس وجہ سے نہیں کی تھی۔ اس نے یہ قدم اس لیے اٹھایا تھا کیونکہ اس کے ماں باپ نے اسے تباہ کر دیا تھا۔

اس کے ساتھ دھوکہ کیا تھا۔ اسے بیچ دیا تھا۔ اسے جیتے جی مار دیا تھا۔

زاویار کی آنکھیں لمحہ بھر کے لیے اس پر جمی رہیں، مگر پھر وہ اپنی سختی کو دوبارہ اوڑھ لیتا ہے۔

"اب آئندہ یہ حرکت مت کرنا۔"

حالہ ہنس پڑتی ہے، مگر یہ ہنسی تلخ تھی، زخموں سے بھری ہوئی۔

"تمہیں کیا پرواہ؟ میں جیوں یا مروں؟ تم تو پہلے ہی مجھ سے نفرت کرتے ہو... میرے مرنے پر سب سے زیادہ خوش تم ہی ہو گے!" زاویار اسے ایسے ہی دیکھ رہا تھا بنا کسی تاثرات کے۔

"میں کسی کے مرنے پر خوش نہیں ہوتا... اور دوسری بات... ہاں، مجھے فرق نہیں پڑتا کہ تم مرو یا جیو... مگر خود کے لیے تمہیں جینا ہوگا، کسی اور کے لیے نہیں۔"

"کیا کروں؟" حالہ کی آواز بکھر گئی۔

"سب کچھ ہاتھ سے نکل گیا ہے... ہر طرف سے دھوکے ملے ہیں... مجھے ایک ایسے شخص سے باندھ دیا گیا ہے جس کے ساتھ زندگی گزارنا سزا لگتی ہے..."

"خودکشی حرام ہے..." زاویار کا لہجہ سخت تھا، مگر آنکھوں میں کہیں ہلکا سا درد تھا۔ "حرام موت مار کر اپنی آخرت بھی برباد کرنا چاہتی ہو؟" حالہ کی آنکھوں میں عجیب سی روشنی چمکی، پھر وہ آہستہ سے ہنسی، وہی تلخ، دکھ بھری ہنسی۔ "معافی چاہتی ہوں اس حرکت سے... میں مجبور ہو گئی تھی زندگی سے..."

پھر ایک آنسو گرا۔

زاویار نے پہلی بار اس آنسو کو گرتے دیکھا۔

وہ نظریں چرا سکتا تھا، مگر کیوں؟

شاید اس آنسو نے اسے کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"معافی مجھ سے نہیں، خدا سے مانگو۔"

یہ الفاظ جیسے کسی دھاگے کو کھینچ گئے۔ حالہ نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا، پھر جیسے کسی گہرے کنویں میں جا گری۔

"خدا سے معافی؟"

وہ ہنسی، مگر اب کی بار اس ہنسی میں لرزش تھی۔

"وہ مجھے معاف کر دے گا؟"

زاویار نے ایک لمحہ اسے خاموشی سے دیکھا۔

"مانگو گی تو کر دے گا۔"

"کس کس گناہ کی معافی مانگوں؟" حالہ کے اندر کوئی چیز ٹوٹ گئی۔ ایک اور آنسو گرا، مگر اس بار زاویار نے وہ آنکھیں نہیں چرائیں۔ وہ جانتا تھا کہ حالہ کے اندر کچھ ایسا تھا جو چیخ چیخ کر کسی کو سنانے کی کوشش کر رہا تھا، مگر اس کی آواز اندر ہی دب گئی تھی۔ "سو گناہ بھی ہوں تو معافی مانگ لو، وہ معاف کر دے گا۔"

"اور اگر نہ کیا معاف؟" زاویار نے ایک گہری سانس لی۔

"یہی تو تمہاری غلطی ہے کہ تمہیں اس پر یقین نہیں ہے۔"

"یقین ہے..."

حالہ کی آواز سرگوشی جیسی تھی۔ "مگر میری زندگی... اس نے میری زندگی ایسی کیوں بنائی؟"

"اور تم اس سے شکوہ کر رہی ہو؟"

"نہیں... بس..."

"اگر شکوہ کیے بغیر تم اس کے پاس جا کر معافی مانگو گی تو وہ تمہیں معاف بھی کر دے گا اور تمہاری زندگی آسان بھی کر دے گا۔" حالہ کے اندر کی گونج زاویار کی آواز کے ساتھ ٹکرا گئی۔ وہ روتی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی۔

"میں بری ہوں ناز اویار؟" زاویار لمحہ بھر کے لیے خاموش ہو گیا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لی۔

"بہت۔"

یہ ایک لفظ چبھنے جیسا تھا۔ حالہ ایک پل کو ساکت رہی، پھر اس کے لب ہلکے سے کانپے۔

"جانتی ہوں۔"

"پھر کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"دیکھنا چاہتی تھی کہ دوسروں کی نظر میں کیسی ہوں؟ کیا میں واقعی ویسی ہی ہوں جیسی خود کو سمجھتی ہوں؟ یعنی ایک بری لڑکی؟"

وہ آج اپنے اپ کو بہت زیادہ گناہ گار سمجھ رہی تھی۔ زاویار نے کچھ نہیں کہا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ آج حالہ اتنی بدلی ہوئی کیوں لگ رہی تھی؟ ایسی باتیں کیوں کر رہی تھی؟ کیا اسے اپنی کچھ غلطیوں کا احساس ہو رہا تھا؟ یا یہ اس کی ٹوٹنے کی آخری حد تھی؟

"بس..."

زاویار نے آہستہ سے کہا، جیسے خود سے کہہ رہا ہو۔

"آئندہ یہ حرکت کر کے خود کو نقصان نہ پہنچانا... کسی کے لیے خود کو برباد کرنا بے وقوفی ہے۔"

کہہ کر وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ حالہ اسے جاتے دیکھتی رہی۔ پھر اس کی نظریں اوپر چھت پر جا ٹھہریں۔ اور ایک لمحے میں وہ جیسے بکھر گئی۔

وہ زار و قطار رونے لگی، جیسے اپنے اندر کا سارا درد بہا دینا چاہتی ہو۔

دیواروں نے اس کے رونے کی آوازیں سنی، مگر انہیں کوئی فرق نہیں پڑا۔

وقت نے اس کے آنسو دیکھے، مگر وہ نہیں رکا۔

بس وہ روتی رہی، اس کمرے میں، اس گھٹن میں، اپنے اندر کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑوں کے ساتھ۔

☆☆☆✦☆☆☆

گاڑی گیراج میں رکی تو حالہ نے ایک لمحے کو آنکھیں بند کر لیں۔ اس کا سر بھاری ہو رہا تھا، کمزوری کی شدت سے سانس لینا بھی دشوار محسوس ہو رہا

تھا۔ زاویار نے دروازہ کھولا اور ایک نظر اس پر ڈالی، مگر بنا کچھ کہے آگے بڑھ گیا۔ حالہ نے بمشکل دروازہ کھولا، ایک ہاتھ سے گاڑی کا سہارا لیا اور خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ اس کے قدم جیسے زمین پر جم نہیں رہے تھے، ایک ہلکی سی لڑکھڑاہٹ آئی، مگر وہ دیوار کے قریب ہو گئی۔ زاویار اب سیڑھیوں تک پہنچ چکا تھا، مگر جیسے ہی پیچھے مڑا، اس کی نظریں حالہ کی حالت پر رک گئیں۔ وہ ایک قدم اٹھانے ہی والی تھی کہ چکر کی شدت نے اسے مزید کمزور کر دیا۔ زاویار نے لب بھینچتے ہوئے گہری سانس لی، پھر آہستہ آہستہ نیچے آیا۔

"ہاتھ پکڑو۔" اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا، لہجہ سخت مگر سنجیدہ تھا۔

حالہ نے حیرانی سے اس کا چہرہ دیکھا۔ زاویار کا چہرہ سپاٹ تھا۔

"اب تم کہیں دوبارہ گر گئی تو میں دوبارہ نہیں اٹھا سکتا بہت بھاری ہو" وہ کچھ لمحے خاموش رہی، پھر ہلکے ہاتھوں سے زاویار کا ہاتھ تھام لیا۔ زاویار کا ہاتھ گرم تھا، جبکہ اس کی انگلیاں برف کی مانند سرد۔ جیسے ہی اس کا لمس محسوس ہوا، حالہ کے اندر ایک عجیب سا سکون پھیل گیا۔ یہ پہلی بار تھا کے حالہ نے زاویار کا ہاتھ پکڑا تھا۔

زاویار نے بغیر کچھ کہے آہستہ آہستہ اسے اوپر لے جانا شروع کیا۔ وہ اتنی کمزور تھی کہ ایک قدم بھی بمشکل اٹھا رہی تھی، مگر زاویار نے اس کی رفتار کے مطابق چلنا شروع کر دیا۔ ہر چند قدم پر وہ اس کی طرف دیکھتا، یہ جانچنے کے لیے کہ کہیں وہ گر نہ جائے۔

کمرے کے دروازے پر پہنچ کر زاویار نے دروازہ کھولا اور ایک طرف ہو گیا تاکہ وہ اندر جا سکے۔ حالہ نے آہستہ آہستہ اپنا ہاتھ کھینچ لیا، مگر اس کے ہاتھ کی گرمی ابھی بھی اس کی انگلیوں میں رچی ہوئی تھی۔ وہ بیڈ پر جا کر بیٹھ گئی، جبکہ زاویار خاموشی سے صوفے کی طرف بڑھا۔ حالہ نے اس کی حرکات کو غور سے دیکھا، وہ تکیے اٹھا کر صوفے پر رکھ رہا تھا۔

"تم صوفے پر سو گے؟" اس نے بے ساختہ پوچھا۔ زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی۔

"میں نہیں، تم۔"

حالہ نے چونک کر اسے دیکھا۔ "میں؟"

"ہاں، کیونکہ میں اپنے بیڈ کے علاوہ کہیں نہیں سو سکتا۔"

"تو میں صوفے پر سو جاؤں گی؟" اس کے لہجے میں ناپسندیدگی تھی۔

"یہ تمہارا مسئلہ ہے، میرا نہیں۔" زاویار کی آواز بے پروائی سے بھری تھی۔

"مگر... مگر ابھی میں ہاسپٹل سے آئی ہوں... بیمار ہوں۔" حالہ نے بے بسی سے کہا۔

زاویار نے سرد مہری سے اسے دیکھا۔ "میری وجہ سے بیمار نہیں ہوئی ہو، خود ہی اپنے اپ کو کیا ہے۔ مرنے کا بہت شوق ہے نا تمہیں؟"

حالہ نے نظریں جھکا لیں، دل میں کچھ ٹوٹتا محسوس ہوا۔ "نہیں... مجھے کوئی شوق نہیں ہے مرنے کا... بس اس وقت سمجھ نہیں آئی اور کیا کر دیا..." اس کی آواز مدھم ہو گئی۔

زاویار نے گہری سانس لی، جیسے تھک گیا ہو۔ "اٹھو اور صوفے پر آ جاؤ، مجھے سونا ہے۔"

"میں صوفے پر نہیں سوؤں گی، بیڈ پر ہی سوؤں گی۔" حالہ ضدی لہجے میں بولی۔

زاویار نے اسے گھورا۔ "یہ میرا بیڈ ہے، میں اپنے بیڈ پر ہی سوؤں گا۔"

"پلیز، مجھے سونے دو، میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے..." اس کی آنکھوں میں تھکن تھی، آواز کمزور۔ زاویار نے اس کے چہرے کو گہری نظروں سے دیکھا، پھر بے نیازی سے بولا۔

"تو؟۔۔۔اب میں تمہاری وجہ سے اپنی نیند تو ڈسٹرب نہیں کروں گا"

حالہ غصے سے اسے دیکھتی رہی، پھر چڑ کر جھٹکے سے اٹھی اور صوفے کی طرف بڑھنے لگی۔ مگر جیسے ہی دو قدم چلی، اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا۔

زاویار نے تیزی سے آگے بڑھ کر اس کا بازو تھام لیا۔ "تم ٹھیک ہو؟" اس کے لہجے میں ناگواری کم، تشویش زیادہ تھی۔ حالہ بول نہ سکی، اس کی سانسیں اکھڑ رہی تھیں۔ وہ کمزوری کے باعث خود کو سنبھال نہیں پا رہی تھی، آنکھیں دھندلا رہی تھیں۔ زاویار نے اس کے کندھے کو سہارا دیا اور آہستہ سے صوفے پر بٹھایا۔

چند لمحے وہ یونہی خاموشی سے اسے دیکھتا رہا، پھر ایک گہری سانس لے کر بولا، "اوکے... تم بیڈ پر سو جاؤ، میں صوفے پر سو جاؤں گا"

حالہ کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ وہ فوراً اٹھ کر بیڈ پر جا بیٹھی۔ جسے کمزوری فوراً ختم ہو گئی ہو۔ زاویار نے حیرت سے اسے دیکھا، پھر اس کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔

"یعنی تم بہانہ کر رہی تھی؟" اس نے سختی سے پوچھا۔

حالہ کی مسکراہٹ ماند پڑ گئی۔ "نہیں... واقعی طبیعت خراب ہے یار... بس آج سونے دو، کل سے صوفے پر سو جاؤں گی۔" زاویار نے گہری نظروں سے اسے دیکھا، جیسے اس کے الفاظ کا تجزیہ کر رہا ہو، پھر خاموشی سے صوفے پر بیٹھ گیا۔ چند لمحے بعد اس نے جیسے سرسری انداز میں کہا، "پرسو ہم اٹلی جا رہے ہیں۔"

حالہ کا دل زور سے دھڑکا۔ "ہیں؟"

زاویار نے بے تاثر انداز میں سر ہلایا۔ "ہاں... سو ریڈی رہنا۔"

حالہ کی آنکھوں میں حیرت تھی، دل میں اضطراب۔ اسے معلوم تھا کہ انہیں اٹلی جانا ہے، مگر اتنی جلدی؟ زاویار نے بتی بند کی اور صوفے پر لیٹ گیا۔ حالہ ابھی تک سنبھل نہیں پائی تھی۔ اس نے بیڈ پر لیٹتے ہوئے چھت کو دیکھا۔

اف، آج پھر نیند نہیں آئے گی۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

ہلکی ہلکی صبح پورے کمرے پر اتری تھی۔ وہ مدھم سی روشنی جو کھڑکی کی درزوں سے اندر آرہی تھی۔ حالہ کی آنکھیں آہستہ آہستہ کھلیں، بوجھل، مدھم... جیسے نیند سے زیادہ تھکن نے انہیں جکڑ رکھا ہو۔ سب سے پہلا منظر وہ صوفہ تھا۔ وہیں وہ پڑا تھا، سیدھا لیٹا ہوا، بالکل بے حس و حرکت، جیسے اس کے اندر کچھ بھی نہ ہو، نہ کوئی احساس، نہ کوئی پریشانی، نہ کوئی فکر۔

حالہ کی انگلیاں کانپتی ہوئی موبائل کی طرف بڑھیں۔

وقت: 5:30

بس! پھر جیسے وقت رک گیا۔ کل رات کی ہر چیز، ایک ایک منظر، ایک ایک جملہ، ایک ایک زخم، سب تیزی سے دماغ پر وار کرنے لگے۔

ماں باپ کا دھوکہ...

سودا...

نہ ختم ہونے والا دکھ...

خودکشی...

زاویار کے تلخ الفاظ...

اُف...

سانس لینے میں بھی جیسے بوجھل پن تھا۔ حالہ کی آنکھیں ساکت تھیں، جیسے وہ کسی گہرے خیال میں ڈوبی ہو۔ وہ بے اختیار سامنے لیٹے زاویار کو دیکھتی رہی، اس کی بند آنکھوں، تھکن زدہ چہرے، اور بکھرے بالوں کو۔ خاموشی تھی... مگر اس خاموشی کے اندر ایک طوفان چھپا تھا، ایک ایسا طوفان جو حالہ کے دل میں بپا تھا۔ اسے یاد آیا، اس دنیا میں اس کا کوئی نہیں تھا۔ ماں باپ نے پہلے ہی چھوڑ دیا تھا، ان کی بے حسی نے اسے تنہا کر دیا تھا۔ زندگی کے بے شمار دھوکے سہنے کے بعد، وہ بس ایک مسافر کی طرح تھی، جس کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔

مگر اب... وہ جو سامنے لیٹا تھا... وہی ایک شخص تھا جو اب اس کی زندگی میں رہ گیا تھا۔ زاویار سلطان حالہ کے دل میں کچھ کھنچا۔ وہ جانتی تھی کہ اگر آج کے بعد کسی نے اس کے لیے کھڑا ہونا تھا، اگر کسی نے اس کی حفاظت کرنی

تھی، اگر کسی نے اسے اس کی کمزوریوں سمیت اپنانا تھا... تو وہ یہی شخص تھا جو اس وقت اس کے سامنے سویا ہوا تھا۔ زاویار... اس کے دل میں ایک عجیب سا احساس جاگا۔ یہ کیسا احساس تھا؟ کیوں اس کی آنکھیں ایک پل کے لیے بھی زاویار سے نہیں ہٹ رہی تھیں؟ کیوں ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ جو برسوں سے خالی تھی، وہ خلا اب بھرنے لگا ہو؟

یہ نکاح...

چاہے جس حالت میں بھی ہوا،

چاہے جبر تھا،

چاہے مجبوری تھی...

مگر وہ جانتی تھی کہ ماں باپ کے بعد **شوہر ہی سب کچھ ہوتا ہے۔ اور وہی شخص جو کبھی اس کے لیے اجنبی تھا، اب اس کا سب کچھ تھا۔ یہ سوچتے

ہی اس کا دل عجیب انداز میں دھڑکا۔ کیا وہ اب زاویار کو اپنا سب کچھ مان چکی تھی؟ یا یہ صرف ایک کمزور لمحہ تھا؟ مگر جو بھی تھا... یہ احساس... یہی لمحہ... یہی حقیقت تھی... وہ اب تنہا نہیں تھی۔ وہ تکیے میں منہ دے کر آنکھیں موند لیتی ہے، نیند میں واپس جانے کی کوشش کرتی ہے، مگر ذہن کے شور کو کیسے سُلائے؟ دس، پندرہ منٹ... شاید زیادہ... آنکھ بوجھل ہو رہی تھی، نیند دوبارہ پلکوں کو چھونے والی تھی کہ... سرسراہٹ... حالہ نے محسوس کیا، جیسے صوفے پر کوئی حرکت ہوئی ہو۔ آنکھوں کی پتلیاں مدھم روشنی میں حرکت کرتی ہیں۔ زاویار... وہ صوفے سے اٹھ رہا تھا۔

حالہ نے کھلی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے، آنکھوں میں نیند کا ہلکا سا خمار، مگر چہرے پر وہی سرد لاتعلقی۔ وہ جیسے کسی روبوٹ کی طرح اٹھا اور بغیر ایک نظر حالہ پر ڈالے، واشروم کی طرف بڑھ

گیا۔ حالہ کا دل عجیب سا ہونے لگا۔ وہ رات بھر صوفے پر ہی سویا رہا؟ یا وہ سویا بھی تھا کے نہیں؟ وہ دروازہ بند کر چکا تھا۔ حالہ نے تکیے میں منہ دبا لیا، جیسے کچھ سوچنے سے خود کو روک رہی ہو۔ کچھ دیر بعد...

دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ زاویار نکلا تو اس کے چہرے، بال، اور ہاتھ پیر گیلے تھے۔ وہ وضو کر کے آیا تھا۔ حالہ نے پلکیں جھپکیں۔ زاویار نے اسے پھر بھی نہیں دیکھا۔ وہ کمرے کی مدھم روشنی میں کسی شفاف عکس کی طرح لگ رہا تھا، مگر اس عکس میں کوئی نرمی نہیں تھی، کوئی زندگی نہیں تھی، صرف ایک خاموش، بے حس رویہ تھا۔ پھر اچانک... وہ جائے نماز نکالنے لگا۔ حالہ کی سانس جیسے رک گئی۔ یہ نماز بھی پڑھتا ہے؟

وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ زاویار نے سکون سے جائے نماز بچھائی اور بغیر کوئی ہچکچاہٹ، بغیر کوئی گھڑی دیکھے، نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا۔ حالہ

کی نظریں جیسے جم گئیں۔ یہ کوئی معمولی چیز نہیں تھی، کم از کم حالہ کے لیے نہیں۔ یہ تو بغیر الارم کے نماز کے لیے جاگ گیا...؟ اذان کی آواز سے؟ حالہ کو اپنے اندر ایک اضطراب محسوس ہونے لگا۔

زاویار سکون اور یکسوئی سے نماز پڑھ رہا تھا۔ ہر رکعت، ہر سجدہ، ہر دعا... وہ جیسے خدا کے سامنے جھک رہا تھا، مگر اس کے اندر غرور یاد کھاوا نہیں تھا... وہ واقعی جھک رہا

تھا۔ حالہ کے دل میں عجب بے چینی دوڑنے لگی۔ یہ خدا کے قریب ہے...

اور میں؟

وہ پہلی بار خود پر غور کر رہی تھی۔ وہ زاویار کو جتنا بھی برا کہتی تھی، وہ جتنا بھی سخت تھا، مگر... کیا سب سے برا وہ ہوتا ہے جو خدا سے دور ہوتا ہے؟

یہ سوال اسے اندر سے ہلا گیا۔

زاویار نماز مکمل کر چکا تھا، دعا مانگ رہا تھا۔ حالہ کے دل میں جیسے ایک کانٹا چبھا۔

کیا حالہ دعا مانگنے کے قابل بھی ہے؟ کیا وہ... معافی کے قابل بھی ہے؟

اس کی آنکھوں میں نمی آگئی۔ زاویار خاموشی سے جائے نماز تہہ کر چکا تھا۔

اب وہ الماری کی طرف بڑھا۔ دو سوٹ نکالے —— ایک جاگنگ کا، دوسرا آفس کا۔

اور پھر دوبارہ واشروم میں چلا گیا۔ حالہ اپنی جگہ پر ساکت تھی۔ اس کے اندر ہلچل مچ رہی تھی۔ سب سے بڑا گِلٹ تو حالہ کو یہ دیکھ کر ہوا کہ زاویار نماز پڑھتا تھا اور وہ نہیں پڑھتی تھی۔

وہ خدا کے بہت قریب تھا...

اور وہ... وہ تو جیسے بھٹک چکی تھی، گم ہو چکی تھی...

اس کا یقین خدا پر بہت مضبوط تھا...اور وہ؟ وہ تو جیسے یقین اور بے یقینی کے بیچ کہیں لٹکی ہوئی تھی۔

وہ بُری تھی، مگر زاویار؟ زاویار بھی بُرا تھا، اس کے لیے بہت بُرا تھا، مگر جتنا بھی بُرا کر لے، اتنا بُرا نہیں لگتا تھا جتنی وہ خود لگتی تھی... شاید اسی لیے کہ سب سے بُرا وہ شخص ہوتا ہے جو خدا سے دور ہوتا ہے، جو سجدے سے بھاگتا ہے، جو اپنے گناہوں کو برائی سمجھ کر بھی ان میں پھنسا رہتا ہے۔ اور جو خدا سے دور ہو، وہ اچھا ہو کر بھی اچھا کیسے ہو سکتا ہے؟ حالہ نے خود کو زاویار سے زیادہ گناہ گار محسوس کیا...

زاویار بُرا ہو کر بھی خدا کے قریب تھا، وہ ظالم ہو کر بھی سجدے میں گرنے والا تھا...

مگر وہ؟

وہ جو اپنی زندگی سے مایوس ہو چکی تھی، جو شکوے اور سوالوں میں الجھی ہوئی تھی، جو نہ سجدے میں تھی، نہ دعا میں... وہ کس حق سے خود کو اچھا سمجھتی؟

یعنی زاویار بُرا ہو کر بھی حالہ سے بہتر تھا... اور حالہ۔۔۔ بُری ہو کر بھی، اپنی نظروں میں سب سے زیادہ بُری تھی...

پہلا خیال ہی دل میں آیا تو جیسے پورا وجود کانپ گیا۔ وہ شاید اس لیے خود کو سب سے زیادہ برا سمجھتی تھی کیونکہ وہ خدا سے دور تھی...

سب سے بڑا گلِٹ... سب سے بڑا احساسِ شرمندگی... یہ نہیں کہ اس نے خودکشی کی کوشش کی... یہ نہیں کہ وہ زاویار کے لیے کچھ محسوس کرتی تھی یا نہیں... یہ نہیں کہ زاویار سخت تھا یا نرم...

بلکہ یہ کہ وہ خدا سے اتنی دور تھی۔

زاویار کے نزدیک خدا تھا، مگر اس کے نزدیک...؟

یہ سوچ جیسے ایک طمانچے کی طرح لگی تھی۔ اور جو خدا کے قریب ہو، وہ چاہے کتنا بھی سخت کیوں نہ ہو، وہ مکمل برا نہیں ہو سکتا۔

مگر جو خدا سے دور ہو؟ وہ اچھا ہو کر بھی اچھا کیسے لگ سکتا ہے؟ یہ پہلا خیال تھا جو حالہ کے دل میں آیا۔ اور یہ پہلا خیال ہی... سب سے زیادہ اذیت ناک تھا۔ تھوڑی دیر بعد واش روم کا دروازہ ہلکی آواز کے ساتھ کھلا، اور وہ باہر آیا۔ بلیک ٹریک سوٹ میں، سنجیدگی کی ایک عجیب سی دبیز تہہ اس کے چہرے پر تھی۔ وہ جیسے روز کے معمول میں تھا۔ سامنے حالہ تھی، بیڈ پر بیٹھی، بکھرے بالوں میں الجھی، نگاہیں سیدھا اسی پر جمی تھیں۔ ایک پل کے لیے زاویار کا قدم رکا، مگر پھر جیسے کچھ بھی محسوس نہ ہو، وہ سیدھا

ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھا۔ ہاتھ بڑھا کر وہی پرفیوم اٹھایا جو وہ روز لگایا کرتا تھا۔ بوتل کھولی، اپنی گردن پر چھڑکا، اور جیسے ہی بوتل بند کی——

"آہ!"

ایک تیز، بے بس چیخ گونجی۔

زاویار کی حرکت تھمی، اس نے پلٹ کر دیکھا۔ حالہ نے اپنی زخمی کلائی جکڑ رکھی تھی، جہاں رات کی چھری کی زہر آلود لکیر ابھی بھی تازہ تھی۔

"آئی!! آہ!! اف!!"

وہ شدتِ درد سے کراہ رہی تھی، آنکھوں میں نمی، چہرے پر بے بسی۔

زاویار نے سرد آنکھوں سے اسے دیکھا، پلکیں جھپکائے بغیر۔ جیسے یہ سب اس کے لیے غیر اہم ہو۔

"دیکھ نہیں رہے، تکلیف میں ہوں میں! کچھ کرو۔۔۔" حالہ نے اپنی زخمی کلائی اور زور سے پکڑ لی، جیسے درد کم ہو جائے گا۔ زاویار نے کندھے اچکائے، جیسے کہہ رہا ہو کہ اب وہ کیا کر سکتا ہے۔ پھر شیشے میں اپنا عکس دیکھا اور پرسکون انداز میں بولا،

"بہت شوق تھا نا مرنے کا؟ اب بھگتو!"

اور گھڑی باندھنے لگا۔ حالہ کا چہرہ ایک دم غصے اور بے بسی کے درمیان جھول گیا۔

"کتنی بار کہوں، مرنے کا شوق نہیں تھا! مجھے۔۔۔ مجھے بس سمجھ نہیں آئی تھی۔۔۔" وہ تھکن سے بولی، جیسے یہ جملہ خود کو بھی سمجھا رہی ہو۔ زاویار نے کوئی جواب نہیں دیا۔ "مجھے درد ہو رہی ہے یار، میں کیا کروں؟" حالہ نے کمزوری سے کہا، جیسے وہی واحد شخص تھا جو اس وقت اس کے درد کو کم

کر سکتا تھا۔ وہ خاموشی سے دراز کھولنے لگا، جیسے کچھ ڈھونڈ رہا ہو۔ "یار! اس وقت میں درد میں ہوں، مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟ اس وقت اگنور مت کرو!!" حالہ کی آواز میں بے بسی تھی، مگر زاویار نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"مجھے درد ہو رہی ہے اور تم۔۔۔۔۔"

اس نے ایک ٹیوب نکالی اور حالہ کی طرف اچھال دی۔

"یہ لگاؤ۔"

ٹیوب بیڈ پر گری۔ حالہ کے پیروں کے پاس

حالہ نے جلدی سے اٹھالی، کانپتے ہاتھوں سے ڈھکن کھولا اور جیسے ہی دوا

نکالی——

"اوہ!!"

ٹیوب سے پوری کریم ہاتھ پر گر گئی۔ سفید دوا زخمی جلد پر بکھر گئی۔

زاویار نے شیشے میں نظر اٹھائی اور حالہ کو دیکھا، جو الجھن اور درد میں ہاتھ کو گھور رہی تھی۔

"اف!"

وہ بے بسی سے اپنا ہاتھ ملنے لگی۔

"اب اسے کیسے صاف کروں!!"

وہ بڑبڑائی اور دوسرے ہاتھ سے دوا کو پھیلانے لگی، مگر جیسے ہی اس نے دباؤ ڈالا——

"آہہ!!"

اس بار اس کی چیخ تیز تھی۔ زاویار کے چہرے کی سنجیدگی میں کوئی تبدیلی نہ آئی، مگر اس کے قدم خود بخود تیزی سے اٹھے۔ اگلے ہی پل، وہ بیڈ کے پاس بیٹھا تھا۔ حالہ نے آنکھیں حیرت سے پھیلائیں۔ زاویار نے بنا کچھ کہے اس کا زخمی ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اس کی گرفت سخت مگر سنبھالنے والی تھی۔

"دوائی بھی صحیح سے لگانی نہیں آتی!"

اس کا لہجہ خفگی بھرا تھا، مگر ہاتھ کا لمس نرم۔ زاویار نے آہستہ آہستہ دوا کو زخم پر ملنا شروع کیا، انگلیاں ہلکے دباؤ سے دوا کو جذب کر رہی تھیں۔ حالہ نے سانس روکی۔

ایک پل کے لیے، درد پسِ پردہ چلا گیا۔ وہ بس زاویار کو دیکھ رہی تھی۔

وہی چہرہ جس پر ہمیشہ ایک عجیب سختی رہتی تھی، مگر اس وقت، وہ احتیاط سے اس کے زخم پر دوا لگا رہا تھا۔ حالہ کی آنکھوں میں ایک نمی سی آئی، مگر اس بار یہ آنسو نہیں تھے۔ یہ کچھ اور تھا۔

ایک مسکراہٹ۔۔۔

بے ساختہ، دھیرے سے۔

زاویار نے اس پر نظر تک نہ ڈالی، جیسے اس کا یہ لمس محض ایک کام تھا، مگر حالہ کے لیے—

یہ لمحہ۔۔۔ کچھ الگ تھا۔

زاویار نے سائیڈ ٹیبل سے ٹشو اٹھایا اور اضافی دوا کو صاف کیا

"آئی۔۔۔"

حالہ نے آہستہ سے کہا، جیسے درد کی ہلکی لہر پھر سے ابھری ہو۔ زاویار نے ایک نظر اٹھا کر اسے دیکھا،

مگر جیسے ہی زاویار نے دوا تھوڑا زور سے ملنی شروع کی، وہ درد سے تڑپ گئی۔

"آہہ !!"

زاویار نے سرد نظروں سے اسے دیکھا، جیسے کہہ رہا ہو کہ برداشت کرو۔

"اف اف اف !"

وہ زور سے بولی، مگر زاویار نے نظریں جھکائیں اور اپنا کام جاری رکھا۔

"آئی!! ہاتھ سے خون آرہا ہے میرے، اتنے زور سے کیوں مل رہے ہو دوا!" زاویار کی آنکھوں میں وہی بے نیازی تھی، مگر حرکت میں ٹھہراؤ تھا۔

"اتنی اوور ایکٹنگ مت کرو، کچھ بھی نہیں ہے!! اور اگر اب کوئی آواز نکالی، میں پٹی بھی نہیں باندھوں گا ہاتھ پر، پھر باندھتی رہنا ایک ہاتھ سے۔"

حالہ فوراً چپ ہو گئی۔

زاویار نے احتیاط سے پٹی کھولی اور آہستہ آہستہ اس کے ہاتھ پر باندھنی شروع کی۔ اس نے آخری گرہ لگائی اور اس کا ہاتھ چھوڑ دیا، جیسے اب اس سے کوئی تعلق نہیں۔ پھر وہ ٹشو سے اپنے ہاتھ صاف کرنے لگا، جیسے جو ہوا، اس کا اس سے کوئی تعلق نہ تھا۔ حالہ کی نظریں اس کی ہر حرکت کو دیکھ رہی

تھیں۔ کچھ تھا اس کے انداز میں، جو ہمیشہ اس کے اندر ایک طوفان برپا کر دیتا تھا۔ زاویار نے ایک بار بھی اسے نہ دیکھا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا، مگر اس کی خوشبو—وہ اب بھی کمرے میں تھی۔ وہی خوشبو، جو حالہ کو ہمیشہ اپنے حصار میں لے لیتی تھی۔ حالہ نے آہستہ سے ہاتھ دیکھا، جو ابھی بھی زاویار کے لمس کو محسوس کر رہا تھا۔ ایک اور مسکراہٹ۔۔۔ گہری، خاموش مگر بے قابو۔ اس کی نظر سامنے صوفے پر پڑی، جہاں زاویار کے آفس کے کپڑے رکھے تھے۔

آفس۔۔۔

اف۔۔۔

آفس کے کپڑے دیکھ کر ہمیشہ وہ والا زاویار یاد آجاتا تھا...

جو اس کا باس تھا...

جو کبھی بھی اس پر رحم نہیں کھاتا تھا...

وہ دن۔۔۔اور یہ لمحہ۔۔۔

سب کچھ بدل چکا تھا۔۔۔ مگر شاید کچھ بھی نہیں بدلا تھا۔

☆☆☆✦☆☆☆

کمرے کا دروازہ دھیرے سے کھلا۔ حالہ نے قدم باہر رکھا۔ صبح کی نرم روشنی پورے گھر میں پھیلی ہوئی تھی، مگر وہ روشنی جیسے اس کے اندر کے اندھیرے کو چھو بھی نہیں پا رہی تھی۔ اس کے بال سیدھے، خاموشی سے پشت پر گرے ہوئے تھے، آنکھیں سوجی ہوئی، جیسے رات کا ہر لمحہ آنسوؤں میں بھیگا ہو۔ سیاہ شلوار قمیص میں، ہاتھوں میں کنگن، ہلکا سا میک

اپ، وہ دیکھنے میں مکمل تیار تھی —— مگر اندر سے، شاید ٹوٹ کر بکھر چکی تھی۔

سیڑھیوں پر قدم رکھتے ہوئے، اس کا دل جیسے دھڑکنے سے انکار کر رہا تھا۔

نیچے سب ناشتے کی میز پر بیٹھے تھے، ہنسی مذاق چل رہا تھا، مگر وہ جب ناشتہ کرنے بیٹھتی تھی، سب آوازیں مدھم پڑ گئی تھیں۔ جیسے یہ سب ایک الگ دنیا کے لوگ تھے، اور وہ کہیں اور، کسی ویران کونے میں اکیلی تھی۔

"السلام علیکم!"

اس کی آواز ہلکی، مگر مہذب تھی۔ سب نے جواب دیا۔

مہرین سلطان نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا، پھر مسکرا کر سر ہلایا۔

"ماشاءاللہ، آج بھی کتنی پیاری لگ رہی ہو۔"

حالہ نے زبردستی مسکرا کر سر جھکا لیا۔ وہ جانتی تھی، مہرین اسے پسند کرتی تھیں، بلکہ شاید محبت بھی کرتی تھیں، مگر پھر بھی... ان کی باتوں میں کچھ ایسا تھا، جو ہمیشہ اسے بے چین کر دیتا تھا۔ فراز سلطان خاموشی سے اخبار کے صفحات پلٹ رہے تھے۔ وہ بھی اسے دیکھ رہے تھے، مگر بنا کوئی تاثر دیے۔

"آج ہم نے ایک دعوت پہ جانا ہے... تمہاری دعوت!" مہرین سلطان کی آواز میں خوشی تھی، مگر حالہ نے فوراً نظر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"کہاں پہ؟" یہ سوال کرتے ہی اس کا دل ایک انجانے خوف میں مبتلا ہو گیا۔

"میری بہن کے گھر، اس نے تمہاری دعوت رکھی ہے۔ کل تو تم نے اٹلی چلے جانا ہے، تو میں نے سوچا آج ہی ہو جائے۔"

"اوہ، اچھا..."

حالہ نے مسکرا کر سر جھکایا اور دوبارہ کھانے پر نظریں مرکوز کر لیں۔

اٹلی...

یہ نام اب بھی عجیب لگ رہا تھا۔ کیا وہ واقعی جا رہی تھی؟ اس کا دل کیوں ڈوبنے لگا تھا؟ مگر اصل دھچکا تب لگا جب مہرین سلطان نے اگلا جملہ کہا۔

"اور تم نے ساڑھی پہننی ہے!"

حالہ کے ہاتھ میں پکڑا چمچ رک گیا۔ اس نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

"ساڑھی؟"

"ہاں، ہمارے خاندان میں دلہنیں پہلی دعوت پر ساڑھی پہنتی ہیں۔ یا پھر کوئی بہت سجا ہوا جوڑا۔"

ساڑھی؟

اس نے زندگی میں کبھی ساڑھی نہیں پہنی تھی۔

"میرے پاس ساڑھی نہیں ہے۔"

"مجھے معلوم تھا،اس لیے میں نے پہلے ہی تمہارے لیے ایک سلوالی تھی۔"

مہرین سلطان نے مسکرا کر چائے کا گھونٹ لیا۔

حالہ نے ایک پل کے لیے گہری سانس لی۔وہ جانتی تھی،انکار کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

"ناشتے کے بعد میرے کمرے میں آنا،میں دے دوں گی۔"

حالہ نے زبردستی سر ہلایا اور خاموشی سے ناشتہ مکمل کیا۔ ناشتے کے بعد، وہ مہرین کے کمرے میں گئی۔ الماری کھلی، اور چند سیکنڈ بعد، مہرین نے ایک پیکٹ نکالا۔

"یہ پہننی ہے تم نے!" انہوں نے مسکرا کر کہا، اور حالہ کے ہاتھ میں پیکٹ تھما دیا۔

حالہ نے جیسے ہی پیکٹ کھولا، اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ ایک سرخ، چمکتی ہوئی ساڑھی... گہرے رنگ کی، بیش قیمت، جیسے کسی شہزادی کے لیے بنی ہو۔ وہ ایک لمحے کے لیے سانس لینا بھول گئی۔

"یہ بہت... لال ہے!" اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

مہرین سلطان ہنس پڑیں۔ "ہاں تو؟ نئی نویلی دلہن ہو، اور دلہنوں پر لال رنگ ہی جچتا ہے۔"

حالہ نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی، مگر کچھ تھا، جو اس کے دل میں کھٹک رہا تھا۔

"زاویار کو بھی اچھی لگے گی تم پر... کیونکہ اسے ڈارک رنگ پسند ہیں۔"

حالہ کی سانس جیسے رُک گئی۔

زاویار...

مگر مجھے تو ہلکے رنگ پسند ہیں نا!

زاویار کی پسند کا کیوں پہنوں؟

یہ خیال، اس کے اندر جیسے بغاوت بن کر اٹھا۔

وہ ایک پل کو کچھ بولنا چاہتی تھی، مگر مہرین کے سامنے زبان کانپ گئی۔

حالہ کمرے میں آگئی۔ ساڑھی کا پیکٹ اب بھی ہاتھ میں تھا۔ اس نے بیڈ پر بیٹھ کر پیکٹ کھولا، اور ساڑھی کو نکال کر اپنی گود میں پھیلا لیا۔

خالص سرخ رنگ... جیسے کسی تیز شعلے کا عکس۔

وہ ساڑھی کو دیکھتی رہی، اور عجیب سا احساس اس کے اندر پھیلنے لگا۔ اس کا دل نہیں مان رہا تھا۔

وہ نہیں پہننا چاہتی تھی یہ!

نہیں!

یہ ساڑھی، یہ سرخ رنگ، یہ سب کچھ——

یہ سب اس کی مرضی کے بغیر کیوں ہو رہا تھا؟ زاویار کے لیے؟ مگر زاویار کے لیے ہی کیوں؟

وہ بے ساختہ دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ کیا زاویار کو واقعی پرواہ تھی کہ وہ کیا پہنتی ہے؟ یا بس... یہ سب مہرین سلطان کی خوشی کے لیے تھا؟

وہ نہیں جانتی تھی۔ مگر اس کے اندر ایک عجیب سا اضطراب تھا۔ ایک ایسی بے چینی، جو وہ خود بھی نہیں سمجھ پا رہی تھی۔ اس نے ایک نظر ساڑھی پر ڈالی، اور ایک نظر اپنے ہاتھ پر۔ جہاں ابھی بھی زاویار کی لگائی ہوئی پٹی بندھی تھی۔ اس کے لبوں پر بے ساختہ ایک گہری، تلخ مسکراہٹ آئی۔ کیا وہ زاویار کے پسندیدہ رنگ میں، خود کو ڈھالنے جا رہی تھی؟ یا وہ واقعی... خود کہیں کھو رہی تھی؟ وہ کچھ دیر ساڑھی کو دیکھتی رہی۔

اف!

اسے یہ نہیں پہننی تھی۔

حالہ نے گہری سانس لی اور بے چینی سے نظریں کمرے کے اطراف دوڑائیں۔ جیسے کوئی راستہ تلاش رہی ہو... کوئی ایسی جگہ جہاں یہ دم گھونٹتی ہوئی کشمکش کچھ کم ہو سکے۔

بالکونی!

اس کی نظر دروازے پر پڑی، جہاں پردے ہوا میں لہرا رہے تھے۔ باہر ہوا تیز ہو چکی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بالکونی کی طرف بڑھی۔ دروازہ کھولا اور باہر قدم رکھ دیا۔

ہوا نے اس کے بالوں کو بکھیر دیا، اس کے گالوں کو چھوا، جیسے کوئی انجان احساس اسے تسلی دینے کی کوشش کر رہا ہو۔ حالہ نے ایک لمحے کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔ یہ خاموشی، یہ تنہائی، یہ ٹھنڈی ہوا...

یہ سب شاید اس کی روح کو تھوڑا سکون دے سکتا تھا۔ مگر جیسے ہی اس نے نظریں اٹھا کر سامنے دیکھا... اس کے وجود میں ایک بجلی سی کوند گئی۔

کچھ تھا...

کچھ نظر آیا تھا...

ایک گھر...

اور یہ گھر...

اف...

یہ تو... اس کے ماں باپ کا گھر تھا!

حالہ کا سانس اٹک گیا۔

اس کے قدم زمین پر جم سے گئے۔

وہ پلکیں جھپکنا بھول چکی تھی۔ سامنے وہی دروازہ تھا۔ وہی کھڑکیاں، جہاں اس کی ماں کھڑی ہو کر اسے دیکھتی تھیں۔ وہی دیواریں، وہی سب کچھ۔

اور آج؟

آج وہ دروازہ بند تھا۔

وہ کھڑکیاں خاموش تھیں۔

وہ دیواریں اجنبی لگ رہی تھیں۔

اس کے ماں باپ کا گھر!

مگر... کیا وہ اب بھی اس کا تھا؟

یا وہ اسے کھو چکی تھی؟

حالہ کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

اس کی سانس بھاری ہونے لگی۔

وہ زیادہ دیر وہاں نہیں رک سکی۔ وہ نظریں جھکاتے ہوئے پیچھے ہٹی اور اندر آ گئی۔ جیسے ہی اس نے دروازہ بند کیا، آنسو بے قابو ہو گئے۔ پہلا آنسو گرا، پھر دوسرا، پھر وہ ایک طوفان بن گیا۔ اس نے اپنے ہاتھ منہ پر رکھے اور گھٹنوں کے بل صوفے کے قریب بیٹھ گئی۔ وہ رونے لگی۔ بچوں کی طرح، ٹوٹ کر، بکھر کر۔ ایسے جیسے کوئی چھوٹا سا بچہ اپنی ماں کو ڈھونڈ رہا ہو، مگر وہ کہیں نہیں مل رہی ہو۔ اس کا جسم ہلکے ہلکے کانپ رہا تھا۔ اس کے ماں باپ نے تو اسے پرایا کر دیا تھا... تو وہ کہاں جاتی؟ کدھر جاتی وہ؟ اس کی سہیلیاں شادی کے بعد جب میکے جاتیں، ہنسی خوشی سب سے ملتیں، وہ ان کے قصے

سنتی تھی۔ مگر اس کے حصے میں کیا آیا؟ صرف تنہائی؟ محبت کی بھیک مانگنا؟

اپنا ہی گھر پرایا ہو جانا؟

وہ صوفے کے پیچھے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی، آنکھیں بند کر لیں، مگر آنسو پھر بھی

رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

ایک آنسو پلکوں سے پھسلا، اور اس کے گال پر ٹھنڈک چھوڑ گیا۔

مگر اندر... اندر سب کچھ جل رہا تھا۔

دل تڑپ رہا تھا۔ اس نے اپنی ہتھیلی دیکھی، جہاں زاویار کی لگائی ہوئی پٹی

بندھی تھی۔

کیا واقعی وہ اس کے زخموں پر مرہم رکھ سکتا تھا؟

یا...

یا وہ بھی بس اسے اپنی پسند کے رنگ میں رنگنے آیا تھا؟

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

شاہمیر نے دروازہ کھولا تو کمرے کے اندر ایک دم روشنی در آئی۔ باہر دن کا اجالا تھا، مگر اس کے اندر کوئی اندھیرا تھا جو کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

وہ کل سے خود کو بند کیے بیٹھا تھا، جیسے دنیا سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ فون خاموش، کھڑکی کے پردے بند، اور وہ خود... بس کسی سوچ میں گم۔

اب وہ باہر آیا تھا، مگر اس کے قدموں میں کوئی جوش نہیں تھا، جیسے وہ زبردستی چل رہا ہو۔ اس کے گھنگریالے بال بکھرے ہوئے تھے، آنکھوں کے نیچے ہلکے نمایاں تھے، جیسے نیند کا تصور بھی اس سے کوسوں دور تھا۔ ہلکی نیوی بلیو شرٹ بے ترتیب سی تھی اور بلیک پینٹ کچھ شکن آلود۔ وہ

آہستہ آہستہ سیڑھیاں اترنے لگا۔ نیچے پہنچا تو نظریں سامنے پڑیں۔ مہرین سلطان سبیرا سے کچھ کہہ رہی تھیں، لہجے میں معمول کی سختی تھی، مگر الفاظ واضح نہیں تھے۔ جیسے ہی سبیرا بات ختم کر کے پلٹی، مہرین بھی مڑی، اور سامنے شاہمیر کو دیکھ کر ٹھٹک گئیں۔

"تم اب نکلے ہو کمرے سے؟" ان کی نظریں حیرت اور خفگی لیے اس پر جمی تھیں۔

"جی..." شاہمیر نے سرسری انداز میں کہا، جیسے اس سوال کی کوئی اہمیت نہ ہو۔

"کیوں شاہمیر؟ اور یہ کیا حال بنایا ہوا ہے تم نے؟"

"کیا حال؟ ٹھیک تو ہوں۔"

اس نے کندھے اچکا دیے اور سامنے ٹیبل پر پڑا امرود اٹھا کر کھانے لگا، جیسے وہ عام بات کر رہے ہوں، جیسے کچھ بھی اہم نہ ہو۔

"آنے کا اب بھی ارادہ نہیں تھا نیچے، خیر..."

شاہمیر نے ایک لمحے کے لیے نظر اٹھائی، پھر جیسے کچھ یاد آیا ہو، وہ ماں کی طرف مڑا۔

"میں آپ سے ہی بات کرنے آیا تھا۔"

مہرین کی پیشانی پر شکنیں ابھریں، ان کے اندر کوئی اضطراب سا جاگا۔

"کیا بات؟"

"پرسوں شام کو میری لندن کی فلائٹ ہے۔" یہ جملہ گویا ہوا میں معلق رہ گیا۔ مہرین کی سانس جیسے تھم گئی۔ وہ یک ٹک شاہمیر کو دیکھتی رہیں، جیسے

الفاظ کا مطلب سمجھنے میں وقت لگ رہا ہو۔ "ہیں؟ کیا مطلب؟ تم لندن جا رہے ہو؟"

شاہمیر نے سر ہلایا، چہرے پر بے حسی طاری تھی۔

"جی..."

"کیوں؟ شاہمیر، تم کیوں جا رہے ہو؟ زاویر کل حالہ کو لے کے چلا جائے گا، زارا بھی اب نہیں رہی، اور تم؟... تم اور زاویار ماں باپ کو اکیلا چھوڑ کر کیوں جا رہے ہو؟"

ان کے لہجے میں خفگی تھی، دکھ تھا، وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

شاہمیر کی نظریں ایک لمحے کے لیے جھکی، مگر پھر وہ امرود کی بائٹ لیتے ہوئے بولا،

"زاویار بھی جا رہا ہے، زارا کی بھی رخصتی ہو گئی، تو میں یہاں رہ کر کیا کروں؟ آپ لوگوں کی لڑائیاں سنتا رہوں؟ تنگ آ گیا ہوں آپ لوگوں کی لڑائیوں سے، اس لیے اکیلا آپ لوگوں کے بیچ نہیں رہنا چاہتا۔"

یہ کہتے ہوئے اس کے لہجے میں ایک تلخی تھی، ایک چبھن، جیسے کوئی زخم پھر سے ہرا ہو گیا ہو۔ مہرین کو جیسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

"مگر تم..."

"بس، میں نے کہہ دیا نا، ماما... میں جا رہا ہوں، مجھے آگے اسٹڈی کرنی ہے... آتا رہوں گا یہاں۔"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا۔ مہرین وہیں کھڑی رہ گئیں۔

دل جیسے کسی مٹھی میں آ کر دب گیا ہو۔ انہوں نے دروازے کی طرف دیکھا، جہاں سے شاہمیر جا چکا تھا، مگر ان کے دل میں جو خلا پیدا ہو چکا تھا، وہ

شاید کبھی پُر نہ ہو سکتا تھا۔ سب بچے گھر سے چلے جائیں گے تو وہ اکیلی رہیں گی؟

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

ہوا میں ہلکی سی خنکی تھی، مگر حالہ کے اندر جیسے کوئی آگ جل رہی تھی۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی خود کو دیکھ رہی تھی، مگر نظر جیسے دھندلا رہی ہو۔

لمبے، گھنے سیاہ بال جو کمر سے نیچے تک آرہے تھے، سیدھے کیے ہوئے تھے، مگر ایک ہلکی سی لہران میں اب بھی باقی تھی۔ آنکھوں کے گرد آئی

لائنر کی باریک تہہ تھی، مگر آج اس کے ساتھ گہرا اسموکی شیڈ بھی تھا، جیسے اس کی آنکھوں کی گہرائی کو اور زیادہ

نمایاں کر رہا ہو۔

سرخ لپ اسٹک... گہری، شدید... جیسے کسی زخم کی لالی ہو، جو ہونٹوں پر نقش ہو چکی ہو۔ وہ ہاتھ بڑھا کر اپنی ساڑھی کی تہہ درست کرتی ہے۔ ریشمی کپڑا انگلیوں میں یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کسی خواب کی کوئی

کرچیاں ہوں، نازک مگر چبھتی ہوئی۔

کانوں میں لمبے سرخ جھمکے، جو روشنی میں جھلملاتے تھے، جیسے کوئی آگ کے شعلے ہوں۔ کلائی میں باریک کنگن جو ہاتھ کی ذرا سی حرکت پر بج اٹھتے تھے، جیسے اس کی بے چینی کو آواز دے رہے ہوں۔ نیچے سرخ ہیلز... جو اس کی ہر ایک قدم کی گونج کو اور زیادہ واضح کر رہی تھیں۔

وہ مکمل طور پر تیار تھی۔

مگر دل؟

وہ کہیں بھٹک رہا تھا...

تبھی گیراج میں گاڑی کے رکنے کی آواز سنائی دی۔اس کا دل زور سے دھڑکا۔زاویار آگیا تھا۔وہ پہلی بار اسی کے توانے کا انتظار کر رہی تھی۔گاڑی کا دروازہ کھلتا ہے۔وہ اترتا ہے۔کالی شرٹ، کالی پینٹ اور اوپر کوٹ، جیسے ہمیشہ کی طرح مکمل وقار اور گہرے رعب میں لپٹا ہوا۔بال ہلکے سے بکھرے ہوئے، تھکن کے آثار چہرے پر واضح، مگر پھر بھی اس کی شخصیت میں وہی سختی، وہی بے تاثر انداز۔وہ جیسے ہی گھر میں داخل ہوتا ہے، مہرین سلطان آگے بڑھتی ہیں۔

"زاویار تم آ گئے؟" زاویار کی نظریں ان پر ٹھہرتی ہیں، ماتھے پر ہلکی سی شکن۔

"آپ کیوں اتنی تیار ہیں؟"

مہرین سلطان مسکراتی ہیں، مگر وہ مسکراہٹ زاویار کے رویے کے سامنے ذرا سی ماند پڑ جاتی ہے۔ "کیونکہ... ہم دعوت پر جا رہے ہیں۔"

زاویار کی نظر مزید گہری ہو جاتی ہے۔ "دعوت؟ کس کی دعوت؟"

مہرین سلطان نے جیسے نظر چرائی، جیسے پہلے سے اندازہ ہو کہ وہ کیا جواب دیں گی اور زاویار کا کیا ردِ عمل ہو گا۔ "تمہاری خالہ نے دعوت رکھی ہے، خالہ اور تمہاری دعوت..."

زاویار ایک گہری سانس لیتا ہے، جیسے ضبط کر رہا ہو۔ ممی کے خاندان والے! وہ لمحہ بھر کو خاموش رہا، پھر سر جھٹک کر بولا "میں نہیں جا رہا۔"

مہرین سلطان کی مسکراہٹ ختم ہو گئی، وہ ایک لمحے کو اسے دیکھتی رہیں، پھر تحمل سے بولیں،

"زاویار حالہ تیار ہے!"

"ہاں تو اسے لے جائیں، میں نہیں جا رہا اور دوبارہ کہنے کی ضرورت نہیں۔" اب کے باران کے چہرے پر خفگی ابھری، وہ سخت لہجے میں بولیں،

"زاویار اچھا نہیں لگتا، ابھی ابھی شادی ہوئی ہے اور انہوں نے تمہیں بلایا ہے، جانا ضروری ہے۔" زاویار کی آنکھوں میں ایک لمحے کو غصہ چمکا، وہ سیدھا ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا "ممی، میں پہلے کبھی ان کے گھر گیا ہوں؟"

"نہیں گئے، مگر اب جانا ضروری ہے۔انہیں باتیں کرنے کا موقع کیوں دے رہے ہو؟"

"میں نہیں جانا چاہتا۔"

"زاویار خالہ نے بہت دل سے دعوت رکھی ہے...اگر میں خالہ کو اکیلے لے کر گئی تو وہ باتیں کریں گے..."زاویار نے جیسے بے بسی سے سر جھٹکا، ایک لمحے کو لب بھینچے۔پھر جسے کچھ سوچنے لگا۔

وہ خالہ کو ان کے گھر اکیلے نہیں چھوڑ سکتا تھا۔۔وہ وہاں سب کو جانتا تھا، ان کے بیٹوں کو تو اور بھی اچھی طرح! پھر دھیرے سے بولا۔

"اچھا... کب تک جانا ہے؟"

مہرین سلطان کے چہرے پر جیسے ہلکی سی نرمی آئی"بس ایک گھنٹے میں نکلنا ہے۔"

زاویار نے ایک تھکی ہوئی سانس لی، پھر ایک وارننگ دیتے ہوئے بولا، "میں پہلے ہی بتا رہا ہوں، زیادہ دیر وہاں نہیں رکوں گا۔" یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا، سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

مہرین سلطان وہیں کھڑی رہ گئیں۔ ان کے چہرے پر بے چینی تھی۔

زاویار جا تو رہا تھا، مگر اس کا دل... وہ جانے کے لیے تیار نہیں تھا۔ وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔ قدم تھوڑے بھاری تھے، جیسے زبردستی بڑھائے جا رہے ہوں۔ کمرے کے دروازے کے قریب آ کر لمحہ بھر کو رکا، پھر آہستہ سے ہاتھ بڑھایا،

مگر پھر ٹھہر گیا۔

اُفف...

جب سے وہ آئی تھی، تب سے کمرے میں آنے کو بھی دل نہیں چاہتا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے سب کچھ بدل گیا ہو، جیسے یہ کمرہ اب اس کا نہیں رہا۔ وہ ایک لمحے کو گہری سانس لے کر خود کو نارمل کرنے کی کوشش کرتا ہے، پھر دروازہ دھیرے سے کھولتا ہے۔ اور پہلی نظر ہی اس پر پڑتی ہے۔ وہ سرخ رنگ کی ساڑھی میں، ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی تھی، روشنی میں اس کی چمکدار ساڑھی کے کنارے جھلملاتے ہوئے، اور اس کے لمبے، کھلے بال اس کی پشت پر بکھرے ہوئے۔ جیسے ہی دروازہ کھلنے کی آہٹ آئی، وہ آہستہ سے پلٹی۔

نگاہیں ملیں۔ زاویار دو سیکنڈ کے لیے وہیں رک گیا۔ جیسے کچھ لمحے ٹھہر سے گئے ہوں۔

اوپر سے نیچے تک، مکمل طور پر... اسے دیکھتا رہا۔ پھر، بالکل سپاٹ لہجے میں، صرف ایک لفظ نکلا،

"ساڑھی؟"

ایسے جیسے کوئی خاص دلچسپی نہ ہو، جیسے بس ایک عام سی بات ہو۔ حالہ کی نظریں لمحہ بھر کو جھپکیں، وہ اس کی آنکھوں میں کچھ تلاشنے لگی، مگر وہاں کوئی تاثر نہیں تھا۔ "ہاں... مہرین آنٹی نے کہا تھا پہننے کو، تو پہن لی۔" اس نے نظریں چرائیں، جیسے کوئی امید تھی، جو ٹوٹ گئی ہو۔ زاویار نے کوئی خاص ردعمل نہیں دیا۔ بس ایک اور نظر ڈالی اور آگے بڑھ گیا، الماری کھولی، اور اندر سے اپنے کپڑے نکالنے لگا۔ حالہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ کوئی تعریف ہی کردے بندہ! وہ منہ چڑاتے ہوئے ایک نظر زاویار پر ڈالتی ہے، پھر دوبارہ شیشے میں خود کو دیکھتی ہے، جیسے خود ہی خود کو

سراہنے پر مجبور ہو۔ کچھ لمحے یوں ہی گزر گئے۔ زاویار واش روم میں گیا اور کچھ دیر بعد باہر آیا۔ حالہ نے جیسے ہی نظر اٹھائی،

تو اگلے ہی لمحے ٹھہر گئی۔ کالی شلوار قمیض۔ زاویار نے کالی شلوار قمیض پہن رکھی تھی۔ اس نے پہلے کبھی اسے اس حلیے میں نہیں دیکھا تھا۔ اب کی بار وہ کچھ اور ہی لگ رہا تھا...

بہت الگ،

بہت مختلف،

اور زیادہ پر کشش۔

حالہ بس دیکھتی رہ گئی۔ اس کی نظریں جیسے زاویار پر جمی رہیں۔ زاویار نے اپنی قمیض کی آستینیں تھوڑی اوپر کیں، پھر چلتا ہوا ڈریسنگ ٹیبل کے

قریب آیا، اور آئینے میں خود کو دیکھنے لگا۔ زاویار نے اسے اب بھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ ویسے ہی گھم سم کھڑی تھی۔

اس کی نظریں جیسے زاویار پر جمی ہوئی تھی وہ بس اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

زاویار نے ایک لمحے کے لیے آئینے میں اس کی طرف دیکھا۔

"کیا ہے؟" جیسے کہہ رہا ہو کہ مجھے یوں کیوں گھور رہی ہو؟ حالہ چونک گئی، نفی میں سر ہلا دی، مگر لبوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کہ وہ کیوں مسکرا رہی ہے۔ بس اس کی نظریں زاویار سے ہٹ ہی نہیں رہی تھیں۔ زاویار نے آئینے میں اپنا عکس دیکھا، پھر اپنی قمیض کا کالر درست کرنے لگا۔ تبھی، اچانک، ایک مخصوص خوشبو اس کے ناک سے ٹکرائی۔

وہی خوشبو...

جو وہ خود استعمال کرتا تھا۔

زاویار نے پلک جھپکی، اور فوراً حالہ کی طرف دیکھا۔ "کتنی بار کہا ہے میری چیزیں مت استعمال کیا کرو تم!"

آواز میں ناگواری تھی، جیسے ناراض ہو۔ حالہ نے پلکیں جھپکیں، پھر کچھ نہ سمجھتے ہوئے بس دیکھتی رہی، پھر دھیرے سے بولی "ایک پرفیوم ہی لگایا ہے، کیا ہو گیا؟"

"ہاں تو اپنا لگاؤ نا!" زاویار غصے سے بولا۔

حالہ نے کندھے اچکا کر جیسے لاپروائی دکھائی "میں کیا کروں، مجھے تمہارا والا ہی اچھا لگتا ہے۔" زاویار نے ناراض نظروں سے اسے دیکھا، پھر خاموشی سے پرفیوم کی بوتل اٹھا کر خود پر لگایا۔ اور تب...

حالہ نے فوراً آنکھیں بند کر لیں۔

افففف...

یہی خوشبو،

یہی مہک،

مگر زاویار سے آتی ہوئی،

تو کچھ الگ ہی لگتی تھی... بہت زیادہ دلکش، بہت زیادہ خاص۔ زاویار ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے سے ہٹ کر بیڈ کے سائیڈ ٹیبل کی طرف بڑھا، اس کی چال میں وہی بے نیازی تھی، جو ہمیشہ سے حالہ کو کھلتی تھی۔ حالہ خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ دراز کھول رہا تھا، اس کے لمبے، مضبوط ہاتھ دراز کے اندر کچھ تلاش کر رہے تھے۔ حالہ کی نظریں وہیں جمی رہیں، کیا نکال رہا تھا؟ چند لمحوں بعد، زاویار نے ایک چھوٹا سا باکس نکالا، مخملی سطح والا، جیسے کسی زیور کا ہو۔ حالہ کی نگاہیں باکس پر ٹھہر گئیں۔ زاویار دراز

بند کر کے سیدھا کھڑا ہوا، پھر چند قدم اس کی طرف بڑھایا، اور وہ باکس اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ حالہ کے چہرے پر الجھن تھی، اس نے یکدم کہا، "یہ کیا ہے؟" زاویار کی نظریں کسی بھی تاثر سے خالی تھیں، "مجھے نہیں پتا..." سرد لہجے میں کہا۔ "ممی نے تمہیں دینے کو کہا تھا، منہ دکھائی شاید... میں نے کھول کر نہیں دیکھا تھا، تم خود ہی دیکھ لو۔"

حالہ نے ایک لمحہ اس کی آنکھوں میں دیکھا، پھر دھیرے سے باکس کھولا۔ اندر چمکتا ہوا بریسلٹ تھا، نفیس ڈیزائن، چھوٹے اور بڑے ہیرے، ایک دلکش کشش لیے ہوئے۔ حالہ کی آنکھیں ایک لمحے کو چمکیں، بے اختیار وہ اسے اٹھا کر دیکھنے لگی۔ یہ واقعی بہت خوبصورت تھا۔ اُفف، بہت زیادہ۔ زاویار نے بس ایک سرسری نظر ڈالی، پھر نظریں ہٹا لیں، اپنے ہاتھ پر گھڑی پہننے لگا، بالکل جیسے اسے کوئی دلچسپی نہ ہو۔ حالہ نے بریسلٹ کو دو

انگلیوں میں پکڑا، پھر زاویار کو دیکھا۔ وہ جانتی تھی، ایسے مواقع پر شوہر اپنی بیوی کو تحفہ اپنے ہاتھوں سے پہناتا ہے۔ یہی رواج تھا۔ یہی ہونا چاہیے تھا۔

ایک پل کے لیے، بغیر سوچے سمجھے، الفاظ خود ہی لبوں سے نکلے،

"خود نہیں پہناؤ گے؟"

زاویار کے ہاتھ ایک لمحے کو رکے، وہ دھیرے سے نظر اٹھا کر اسے دیکھنے لگا، آنکھوں میں وہی سردی، وہی بے مروتی۔ "اتنی خاص ہو تم میرے لیے؟ جو تمہیں خود اپنے ہاتھوں سے پہناؤں؟"

الفاظ تھے، مگر جیسے تیر کی طرح دل میں پیوست ہو گئے۔ حالہ کی سانس جیسے رک گئی، چہرہ لمحوں میں سرخ ہونے لگا،

غصہ...

شدید غصہ...

افف،

یہ شخص!

وہ ایسا شوہر نہیں چاہتی تھی!

زاویار نے ایک اور زہر آلود جملہ اس کے دل پر چپکا دیا،

"اور..."

ایک اور نظر ڈال کر، سیدھا آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا،

"مجھ سے باتیں کم کیا کرو... میں تم سے زیادہ باتیں کرنا پسند نہیں کرتا... میں نے تم سے کوئی محبت کی شادی نہیں کی۔"

آخری جملے نے جیسے کچھ توڑ دیا تھا اندر۔ دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے کر بری طرح کچل دیا ہو۔ وہ چند لمحے وہیں کھڑی رہ گئی، سن، ساکت، بے

حس۔ پھر، اچانک، اندر کا لاوا پھٹ پڑا۔ غصے سے اس نے ہاتھ میں پکڑا بریسلٹ اٹھایا، اور پورے زور سے فرش پر دے مارا۔ چمکتے ہوئے ہیرے بکھر گئے، آواز گونجی، خاموشی ٹوٹ گئی۔ زاویار نے حیرانی سے نیچے دیکھا، پھر حالہ کی طرف، جو تپتی آنکھوں سے اسے گھور رہی تھی۔ حالہ کا دماغ جیسے سلگ رہا تھا، دانت پیس کر کہا، "اپنے پاس رکھو اپنا گھٹیا تحفہ!"

اس کے الفاظ شعلے کی طرح نکلے، جلانے والے، جھلسانے والے۔ اور اگلے ہی لمحے،

وہ پیر رکھ کر بریسلٹ کے اوپر سے گزرتی، دروازے کی طرف بڑھی، زور سے دروازہ کھولا،

اور اتنی ہی شدت سے بند کر کے باہر نکل گئی۔ کمرے میں ایک پل کے لیے صرف خاموشی رہ گئی۔ زاویار نے نیچے پڑے بریسلٹ کو دیکھا، جو ٹوٹا

تھا، مگر جڑ سکتا تھا۔ مگر اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا، کوئی افسوس، کوئی نرمی نہیں۔ اس نے بس فون اٹھایا، جیب میں ڈالا، اور وہاں سے نکل گیا۔ بریسلٹ وہیں پڑا رہا، تنہا، بے وقعت، جیسے حالہ کے جذبات فرش پر بکھرے تھے حالہ کے قدموں کی رفتار تیز تھی، غصے سے بھری ہوئی، جیسے ہر قدم کے ساتھ زمین کو روند رہی ہو۔ ایک ہاتھ سے ساڑی کو تھوڑا اوپر اٹھائے نیچے اتر رہی تھی، چہرہ سرخ ہو رہا تھا، آنکھوں میں تپش تھی۔ دل میں ایک ہی بات تھی، وہ زاویار سے کوئی بات نہیں کرے گی! نفرت سی محسوس ہو رہی تھی، جیسے اس کے دل میں کوئی زہر انڈیل دیا گیا ہو۔ شاہمیر کے قدم ٹھہر گئے۔ سامنے سے آتی حالہ کو دیکھ کر جیسے لمحہ رک گیا ہو، جیسے وقت نے اپنی رفتار کھو دی ہو۔ وہ غصے میں تھی، شاید بہت زیادہ غصے میں۔ آنکھیں شعلوں کی مانند جل رہی تھیں، چہرے پر سختی تھی، مگر وہ شدت...

وہ شدت اسے اور زیادہ حسین بنا رہی تھی۔ شاہمیر کی آنکھیں پل بھر کے لیے جھپکنا بھول گئیں۔ وہ اسے دیکھتا رہا... بس دیکھتا رہا۔ حالہ نے خود کو زاویار کے لیے سنوارا تھا، یہ سب اس کے لیے تھا، یہ لباس، یہ زیور، یہ سجی سنوری صورت...

یہ سب زاویار کے لیے تھا۔ مگر شاہمیر... وہ چاہتا تھا کہ کبھی وہ اس کے لیے یوں تیار ہوتی، کبھی وہ اس کے لیے یوں سجتی،
کبھی وہ اس کے لیے یوں حسین لگتی۔

مگر وہ خواہش...

بس خواہش ہی رہ گئی تھی۔

وہ جانتا تھا، حالہ اس کی نہیں تھی، مگر دل... دل نے شاید اب بھی یہ حقیقت قبول نہیں کی تھی۔ وہ حالہ کے قریب سے گزرا، مگر نظریں ہٹانہ

سکا۔ اور حالہ؟ وہ بے خبر تھی، یا شاید جان بوجھ کر بے خبر بنی ہوئی تھی۔

گاڑی میں مکمل خاموشی تھی۔ زاویار ڈرائیو کر رہا تھا، اور حالہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی، ہاتھ سختی سے مٹھی میں بند، چہرہ رخ موڑے ہوئے۔ پیچھے سے فراز سلطان اور مہرین کی گاڑی بھی ساتھ تھی۔ مگر حالہ کو کسی کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ کیا زاویار کو واقعی احساس نہیں تھا؟ یا وہ جان بوجھ کر حالہ کو تکلیف دے رہا تھا؟ سڑک پر گاڑیوں کا ہجوم تھا، اور اچانک گاڑی رش میں پھنس گئی۔ زاویار نے چِڑ کر سر سیٹ سے ٹکایا، آنکھیں بند کر لیں، جیسے وقت کو کوس رہا ہو۔ حالہ نے ایک نظر اسے دیکھا، پھر فوراً رخ موڑ لیا۔

اب اسے دیکھنے کا بھی دل نہیں چاہ رہا تھا۔

لیکن اگلے ہی لمحے، ایک چھوٹے بچے کی آواز نے اس کی توجہ کھینچ لی۔

"صاحب، یہ گجرے لے لو... آپ کی بیوی کے ہاتھ میں اچھے لگیں

گے۔" حالہ کی نظریں فوراً گجروں پر جا رکیں۔ آنکھوں میں چمک آگئی۔ وہ گجروں کی ہمیشہ سے دیوانی تھی! اور اس کی ساڑی کے ساتھ تو یہ اور بھی خوبصورت لگتے۔ دل کیا کہ فوراً لے لے، مگر... زاویار کا ردعمل؟

زاویار نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں، باہر کھڑے بچے کو دیکھا، پھر گجروں پر نظر ڈالی۔

"نہیں چاہیے... لے جاؤ۔" بس اتنا کہا، سرد لہجے میں، جیسے کوئی قیمت ہی نہ ہو ان گجروں کی۔ حالہ کے اندر غصہ اور بھڑکا۔ یہ انسان آخر اتنا بے حس کیوں تھا؟ بچہ مایوسی سے دیکھنے لگا، پھر ہمت نہ ہارتے ہوئے بولا "صاحب! پلیز لے لو... اللہ خوش رکھے آپ دونوں کو، ہمیشہ جوڑی سلامت رہے..."

"اللہ نہ کرے۔" زاویار نے جلدی سے کہا وہی روکھا انداز اپنایا۔

حالہ کا پارہ اور چڑھا۔ "ہاں! اللہ نہ ہی کرے!!"

اونچی آواز میں بولی اور سامنے دیکھنے لگی، جیسے یہ سب زاویار کی توہین ہو، مگر اصل میں وہ اس وقت اپنی توہین محسوس کر رہی تھی۔ایک گجرا نہیں دلا سکتا؟ زاویار نے ایک نظر اس کے غصے سے بھرے چہرے کو دیکھا، پھر دوبارہ باہر بیٹھے بچے کو۔

"نہیں چاہیے۔" بچہ جانے ہی والا تھا کہ حالہ نے غصے سے آواز دی، "ادھر سنو... ادھر آؤ!"

بچہ فوراً پلٹا، زاویار نے حیرانی سے حالہ کو دیکھا۔ یہ اب کیا کرنے والی تھی؟ بچہ حالہ کے سائیڈ پر آ کر کھڑا ہو گیا "کتنے کے ہیں؟"

"باجی، ویسے تو 600 کے ہیں، 300 کا ایک ہے، مگر آپ اتنی پیاری لگ رہی ہیں، ماشاءاللہ... اس لیے 500 کے دوں گا۔" حالہ مسکرا دی۔

زاویار نے چہرہ عجیب سے انداز میں بنایا، یہ چڑیل اچھی لگ رہی ہے اس بچے کو؟ لال ساڑی میں تو اور بھی زیادہ ڈراؤنی لگ رہی ہے!

"اچھا دے دو، دو گجرے۔"

بچہ خوش ہو کر گجرے نکالنے لگا، مگر جانے کیوں زاویار کے تاثرات مزید بگڑ گئے۔ "ویسے باجی... آپ کا شوہر بہت ہی زیادہ کھڑوس انسان ہے!" زاویار کی نظروں میں سختی آگئی، بچہ بے پرواہی سے کہہ رہا تھا، اور حالہ ہلکا سا ہنس رہی تھی۔ "مطلب ایک تو اللہ نے اتنی خوبصورت بیوی دی ہے... اور گجرے بھی نہیں دلا سکتا؟" حالہ کے ہونٹوں پر دوبارہ مسکراہٹ آگئی، مگر زاویار کو یہ بالکل پسند نہیں آیا۔ "زیادہ باتیں مت کرو... اور گجرے دے کر جاؤ یہاں سے"۔ سخت لہجے میں کہہ کر زاویار

نے بچے کو خاموش کروادیا۔ بچہ فوراً چپ ہو گیا، گجرے نکال کر حالہ کو دیے، اور حالہ نے فوراً اپنا پرس کھولا...

مگر اندر صرف 300 روپے تھے۔

اُف، حالہ! اتنی غریب کب سے ہو گئی؟

300؟ صرف 300؟ توبہ ہے!

حالہ نے ایک پل کے لیے زاویار کو دیکھا، پھر نظریں جھکا لیں۔ زاویار نے کچھ کہے بغیر والٹ نکالا اور 500 نہیں، پورے 600 نکال کر بچے کو دے دیے۔ حالہ حیران رہ گئی۔ اس نے تو کہا بھی نہیں تھا اسے پیسے دینے کا؟ بچہ بھی حیرانی سے بولا، "صاحب، 500 دے دیتے، میں نے 600 نہیں مانگے تھے..." مگر زاویار کچھ نہیں بولا۔ بچہ جلدی سے پیسے لے کر وہاں سے بھاگ گیا۔ رش ختم ہو گئی، گاڑی آگے بڑھ گئی، مگر حالہ کی سوچ وہیں

اٹک گئی تھی۔ حالہ نے آہستہ سے دونوں گجرے اپنے کلائیوں میں ڈالے۔ نرم نرم گلابی اور سفید موتیے کے پھول جیسے اس کی جلد کے لمس کو محسوس کر رہے تھے۔ ایک عجیب سی خوشبو گاڑی کے اندر پھیلنے لگی، مدھم مگر دلکش۔ اس کے بالوں پر بھی چند پھول جا گرے، اور جیسے ہی اس نے ہاتھ ہلایا، کچھ پھول گاڑی میں بکھر گئے۔ سیٹ پر، کارپٹ پر، اس کے گود میں —— ہر جگہ نازک کلیاں پھیل گئیں، جیسے موسم بہار کی بارش ہو رہی ہو۔

اور تبھی... زاویار کو اچانک چھینک آگئی۔ وہ زور سے ایک کے بعد ایک چھینکنے لگا، جیسے کسی نے اسے جھنجھوڑ کر جگا دیا ہو۔ پہلے ایک، پھر دوسری، اور پھر مسلسل کئی چھینکیں۔ حالہ چونک کر اس کی طرف دیکھتی ہے۔

یہ کیا؟ اسے... پھولوں سے الرجی ہے؟ یعنی... حالہ کا دل ایک لمحے کے لیے جیسے رک سا گیا۔ یعنی اسی وجہ سے اس نے گجرے نہیں لیے تھے؟ اسی لیے وہ جھنجھلا رہا تھا؟

حالہ کی آنکھیں آہستہ آہستہ نم ہونے لگیں۔ ایک گہرا سانس لیا، اور پھر نیچے نظر دوڑائی، اپنی کلائیوں پر سجے گجروں کو دیکھا، پھر زاویار کو، جو اپنی چھینکیں سنبھالنے کی

کوشش کر رہا تھا۔ وہ سب بھول گئی تھی۔ وہ غصہ، وہ تیز لفظ، وہ تلخیاں جو کچھ دیر پہلے ان دونوں کے درمیان تھیں۔ سب جیسے ایک لمحے میں مٹ گئے۔

اس کا مطلب یہ اس وجہ سے گجرے نہیں لے رہا تھا؟ اور میری ضد کی وجہ سے پھر بھی لے دیے۔

زاویار نے کچھ نہیں کہا، نہ کوئی شکایت کی، نہ ہی ناراضی ظاہر کی۔ وہ بس خاموشی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ چھینکیں رک چکی تھیں، مگر وہ تھوڑا بے چین لگ رہا تھا۔ حالہ کی نظریں اس کے ہاتھوں پر جار کیں، جو اسٹیئرنگ پر مضبوطی سے جمے ہوئے تھے۔ آستین کے کف آدھے اوپر چڑھے ہوئے تھے، جیسے ہمیشہ۔ اُف۔ یہ اسٹائل تو اسے بہت پسند تھا۔ جب وہ اس انداز میں آستین اوپر کرتا تھا، تب وہ زیادہ ہینڈسم لگتا تھا۔

وہ بے اختیار مسکرادی۔

بے وقت، بے سبب، بس یوں ہی۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

گاڑی ایک شاندار، پر شکوہ بنگلے کے سامنے رکی۔ یہ جگہ بس ایک گھر نہیں تھی، بلکہ کسی محل کا منظر پیش کر رہی تھی —— ہر چیز بے حد نفاست سے ترتیب دی گئی تھی، جیسے یہاں کے رہائشی ہر وقت اپنی امارت کا ثبوت دینے کے لیے تیار بیٹھے ہوں۔ بلند و بالا دیواروں کے بیچ یہ گھر رات میں کسی سنہری قلعے کی طرح چمک رہا تھا، جس کی روشنیوں میں بھی ایک سرد مہری تھی، ایک اجنبیت جو حالہ کو محسوس ہو رہی تھی، مگر ساتھ ہی یہ سب اسے دلکش بھی لگا۔ حالہ نے آہستہ سے گاڑی کا دروازہ کھولا۔ باہر قدم رکھتے ہی وہ ساکت کھڑی ہو گئی۔ اس کی نظریں اس وسیع و عریض بنگلے پر جم گئیں۔ چند لمحے وہ بالکل خاموش رہی، جیسے یہ سب خواب ہو، کوئی غیر حقیقی دنیا جہاں وہ غلطی سے آ گئی ہو۔ اس کی آنکھوں میں تحیر کی چمک تھی، لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ جو خود بخود آ گئی تھی۔ مگر زاویار —— وہ بے زاری

سے گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ ایک نظر گھر پر ڈالی، اور فوراً ہی نظریں پھیر لیں۔ اس جگہ سے اس کے دل میں کوئی نرمی، کوئی اپنائیت نہیں جاگی۔ اس کے لیے یہ گھر ہمیشہ سے ایک سرد، اجنبی جگہ تھی جہاں سب صرف ایک دوسرے کو نیچا دکھانے میں لگے رہتے تھے، جہاں رشتے محض دکھاوے کے تھے، جہاں محبت ایک خوبصورت لبادے میں چھپا مفاد تھا۔ اس کی آنکھوں میں ناگواری تھی۔ وہ کتنا عرصہ بعد آیا تھا یہاں؟ شاید چھ سال؟ یا اس سے بھی زیادہ؟ وہ جان بوجھ کر یہاں نہیں آتا تھا، مگر آج مجبوری میں آیا تھا، اور وہ بھی بیزاری کے ساتھ۔ حالہ نے اپنی ساڑھی کا پلو ٹھیک کیا جو مسلسل اس کے کندھے سے پھسل رہا تھا۔ ہوا میں ہلکی سی خنکی تھی، جو اس کی جلد کو چھو رہی تھی۔ اس کے گجرے سے چنبیلی کے

پھول جھڑنے لگے، ایک ایک کر کے نیچے گر رہے تھے، جیسے کوئی علامت ہوں —— کسی ایسے لمحے کی، جو یا تو خوبصورت تھا، یا پھر ناپائیدار۔

زاویار نے ایک نظر حالہ پر ڈالی، لاشعوری طور پر۔

لال ساڑھی میں وہ واقعی الگ لگ رہی تھی، جیسے کسی خواب کی تصویر ہو، مگر زاویار کو فرق نہیں پڑا۔ حالہ نے جب اپنی ساڑھی کا پلو دوبارہ ٹھیک کیا اور نظریں اٹھائیں، تو زاویار کی نگاہوں کو اپنے اوپر محسوس کر کے اس کی آنکھوں میں چمک سی آئی، مگر جیسے ہی زاویار نے نظریں پھیر کر لاپرواہی دکھائی، وہ آئی رول کر کے آگے بڑھ گئی، جیسے اسے کوئی پرواہ نہ ہو۔ زاویار خاموشی سے اس کے پیچھے چل دیا۔ راستے میں گجرے سے ٹوٹتے پھول زمین پر بکھرتے جا رہے تھے۔ مہرین سلطان اور فراز سلطان پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔ زاویار نے جان بوجھ کر گاڑی آہستہ چلائی تھی تاکہ وہ دیر سے

پہنچیں، تاکہ بس رسمی ملاقات ہو اور جلد واپسی ہو سکے۔ جیسے ہی وہ دونوں اندر داخل ہوئے، گھر کی خوبصورتی اور نفاست دیکھ کر حالہ کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ ہر چیز شاندار اور قیمتی تھی۔ دیواروں پر نایاب آرٹ پیسز، کرسٹل فانوس، بیش قیمت قالین اور خوشبو بکھیرتے پھولوں کے گلدستے۔ ہر گوشے سے امارت جھلک رہی تھی، جیسے یہاں کی ہر چیز خاموشی سے اعلان کر رہی ہو کہ یہ جگہ عام نہیں، یہاں صرف چنے ہوئے لوگ ہی آ سکتے ہیں۔

حالہ بے اختیار اس سب میں کھو گئی، جبکہ زاویار کے چہرے پر وہی مستقل بیزاری جمی رہی۔

ایک ملازم انہیں ڈرائنگ روم کی طرف لے گیا۔ جیسے ہی وہ اندر داخل ہوئے، وہاں پہلے سے کئی لوگ موجود تھے۔ مہرین سلطان، فراز سلطان،

اور ان کے سامنے مہرین سلطان کی بہن اسماء پرویز اور ان کے شوہر پرویز رحمان۔ جیسے ہی انہوں نے حالہ کو دیکھا، مسکراتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ حالہ نے ایک رسمی مسکراہٹ کے ساتھ ان کی طرف دیکھا، مگر اگلے ہی لمحے اسماء پرویز خوشی سے آگے بڑھیں اور حالہ کو زور سے گلے لگا لیا۔

"کتنی پیاری لگ رہی ہو، حالہ!" ان کی آواز میں محبت تھی، یا شاید صرف رسم و رواج کا تکلف۔

حالہ نے مسکرا کر شکریہ ادا کیا، مگر زاویار کے چہرے پر وہی سرد تاثرات تھے، جیسے اسے کوئی دلچسپی نہ ہو۔ زاویار نے بےزاری سے ایک نظر اپنی ماں پر ڈالی، جو مکمل طور پر تیار ہو کر بیٹھی تھیں، گہرے میک اپ کے ساتھ، جیسے یہ کوئی عام دعوت نہیں، بلکہ کوئی خاص سماجی تقریب ہو۔

اسماء پرویز... وہ بالکل مہرین سلطان جیسی تھیں، بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوتا کہ وہ مہرین سلطان کی ہی جھلک تھیں، وہی ٹھہراؤ، وہی نرمی مگر وہی ظاہری رکھ رکھاؤ۔ گہرے رنگ کا میک اپ، چہرے پر ایک بناوٹی چمک، اور ساڑھی جو ایک مخصوص انداز سے لپیٹی گئی تھی، جیسے یہ بھی ان کی شخصیت کا ایک حصہ ہو۔ انہوں نے زاویار کو دیکھا، ایک خوشگوار مسکراہٹ چہرے پر لائیں اور آگے بڑھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا، جیسے برسوں کی محبت ایک ہی لمحے میں نچوڑ کر اس میں بھر دی ہو۔ "کیسے ہو، زاویار؟ بہت دنوں بعد دیکھ رہی ہوں تمہیں۔"

زاویار کے چہرے پر وہی روایتی بے زاری۔ اس کا دل چاہا کہ بس نظر چُرا کر کسی اور طرف دیکھ لے، مگر مجبوراً ایک مختصر سا جواب دینا پڑا، جیسے کوئی غیر ضروری ذمہ داری ادا کر رہا ہو۔ "ٹھیک ہوں۔" اتنا کہہ کر وہ خاموش

ہو گیا، جیسے مزید گفتگو اس کے لیے بے معنی ہو۔ پرویز رحمان بھی آ گئے، رسمی جملے کہے، زاویار نے رسمی جواب دیے۔ سب کچھ ایک ترتیب سے چل رہا تھا، جیسے ایک ایسا ڈرامہ جو سب کو ازبر ہو، جہاں سب کو معلوم ہو کہ انہیں کس وقت کیا کہنا ہے۔

مگر حالہ—

وہ مسلسل مل رہی تھی، ہر کوئی باری باری آ کر اس سے بات کر رہا تھا، جیسے وہ کوئی خاص شخصیت ہو، کوئی شہزادی جس کا دیدار سب کے لیے ضروری ہو۔ کچھ تعریفیں کر رہے تھے، کچھ خوش اخلاقی کے تکلفات نبھا رہے تھے، کچھ سوال پوچھ رہے تھے۔ زاویار ایک لمحے کے لیے اس کی طرف دیکھتا ہے۔ مجبوراً۔

کیونکہ اسے اسی صوفے پر بیٹھنا پڑ رہا تھا، اس کے ساتھ۔ حالہ نے بھی ایک پل کے لیے اس کی طرف دیکھا، مگر زاویار کی سرد نگاہیں دیکھ کر فوراً نظریں ہٹا لیں، جیسے اسے بھی پرواہ نہ ہو کہ وہ وہاں ہے یا نہیں۔ کمرے میں اور بھی لوگ تھے، مگر کچھ لوگ خاص طور پر نمایاں تھے۔ دو لڑکیاں۔ سامنے بیٹھی تھیں، اور ان میں سے ایک کے چہرے پر تو مکمل سپاٹ تاثرات تھے، جیسے یہ سب محض ایک رسم ہو، جیسے اس کے لیے یہاں ہونا ضروری تو ہے مگر خوشی کا باعث نہیں۔ مگر دوسری لڑکی —— وہ تو خوشی سے کھلکھلا رہی تھی، حالہ کو دیکھ کر بار بار مسکرا رہی تھی، شاید کچھ کہہ بھی رہی تھی، مگر کمرے میں اتنا شور تھا کہ حالہ کو اس کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ اور وہ دو لڑکے۔

سائیڈ پر موجود صوفے پر بیٹھے تھے۔ ان کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ تھی، ایک ایسی مسکراہٹ جو حالہ کو ہی دیکھ رہی تھی، جیسے وہ کوئی دل چسپی کا مرکز ہو، جیسے وہ کچھ سوچ رہے ہوں۔ زاویار نے ان دونوں کو ایک سرسری نظر سے دیکھا، مگر فوراً نظریں ہٹالیں۔ اسے پرواہ نہیں تھی، نہ کسی کی، نہ کسی کے رویے کی۔

تبھی ایک ملازمہ آئی ہاتھ میں ایک خوبصورت ٹرے، جس میں جوس کے گلاس رکھے تھے۔ ہر چیز اتنی نفاست سے ترتیب دی گئی تھی کہ جیسے یہاں کی ہر چیز کو کسی شاہی تقریب کا حصہ بنایا گیا ہو۔ پہلا گلاس حالہ کی طرف بڑھایا گیا۔ حالہ نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ گلاس لے لیا، جیسے یہی رسم ہو، جیسے یہی اصول ہو۔ پھر دوسرا گلاس زاویار کی طرف بڑھایا گیا۔

"میں نہیں پیتا۔"

بس یہی کہا۔ آواز میں ایک ٹھہرا ہوا سرد لہجہ، ایک لاتعلقی، جیسے اس کے انکار سے کوئی فرق نہیں پڑتا، جیسے وہ یہاں کے کسی اصول کا پابند نہیں۔

ملازمہ ایک لمحے کے لیے رکی، مگر پھر بنا کچھ کہے گلاس واپس لے کر چل دی۔ کمرے میں سب کچھ معمول کے مطابق تھا—— مگر زاویار کے اندر ایک اجنبیت، ایک لاتعلقی تھی، جو وہاں موجود ہر چیز سے زیادہ نمایاں تھی۔ زاویار کی نظر سامنے بیٹھے ان دو لڑکوں پر گئی—— وہی جن کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی، جو مسلسل اب بھی حالہ کو ہی دیکھ رہے تھے، جیسے وہ کوئی چیز ہو، جیسے انہیں اس کی ہر حرکت کو محفوظ کر لینا ہو۔ ان کی نظریں کبھی حالہ کے ہاتھوں پر ٹھہرتیں، کبھی اس کے لمبے کھلے بالوں پر، جو ساڑھی کے ساتھ اور بھی زیادہ دلکش لگ رہے تھے۔ حالہ کو اندازہ نہیں تھا کہ وہ کس نظر سے دیکھی جا رہی ہے، وہ تو بس اسماء پرویز کے ساتھ مسکرا

کر بات کر رہی تھی، اپنی معصومیت میں اس ماحول کی حقیقت سے بے خبر۔ مگر زاویار بے خبر نہیں تھا۔ یہ نظروں کی زبان، ان آنکھوں کی بے شرمی، یہ سب وہ پہلے سے جانتا تھا۔ وہ اپنے کزنز کو اچھی طرح پہچانتا تھا، اسی لیے وہ یہاں آنا پسند نہیں کرتا تھا، نہ ہی زارا کو کبھی یہاں آنے دیا۔ یہ دونوں زارا کو بھی اسی طرح گھورتے تھے۔ اس کے اندر جیسے ایک چنگاری بھڑک اٹھی، زہر گھلنے لگا اس کی رگوں میں۔ حالہ ان دونوں کے بالکل سامنے تھی، محض ایک صوفے کا فاصلہ تھا، مگر ان کے لیے وہ جیسے کھلی کتاب بنی بیٹھی تھی، جسے وہ بے دھڑک پڑھ رہے تھے۔ زاویار کے لب بھینچ گئے۔

بس!

وہ آہستہ سے اپنی جگہ سے اٹھا، جیسے بس عام طور پر اپنی نشست بدل رہا ہو، مگر در حقیقت وہ ایک دیوار بننے جا رہا تھا۔ وہ حالہ کے دوسری طرف آ کر بیٹھا، اس طرح کہ اب ان لڑکوں کے سامنے حالہ کی بجائے زاویار تھا۔ اب اگر وہ دیکھنا بھی چاہتے، تو زاویار کے چہرے کی سختی کے سوا کچھ نہ دیکھ پاتے۔

اس نے ایک نظر ان دونوں پر ڈالی، سخت، چبھتی ہوئی، ایسی نظر جو سامنے والے کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑا دے۔ دونوں اب زاویار کو چڑ کر دیکھ رہے تھے، جیسے ان کی نظروں کے درمیان آنے کی سزا کے مستحق ہوں۔ مگر زاویار کو کوئی پرواہ نہیں تھی، وہ مزید دو سیکنڈ انہیں اسی طرح دیکھتا رہا، پھر نظریں موڑ کر آگے دیکھنے لگا، جیسے وہ ان کی موجودگی کو سرے سے نظرانداز کر رہا ہو۔ پھر وہ آہستہ سے حالہ کے قریب جھکا۔ ایک

مدھم، مگر گہری آواز میں کہا، "یہاں سے اٹھ کر اکیلے باہر مت جانا۔"

حالہ چونک گئی، فوراً نظریں زاویار کی طرف کیں۔

"کیوں؟"

آواز میں حیرت کے ساتھ تھوڑا سا افسوس بھی تھا۔ وہ باہر کا حصہ دیکھنا چاہتی تھی، یہ بڑا سا گھر، اس کی ہر راہداری، ہر کونا... اور زاویار اسے جانے سے روک رہا تھا؟ عجیب!

زاویار نے سرد لہجے میں جواب دیا، نظریں سیدھا رکھتے ہوئے، جیسے اس کی کہی بات آخری ہو، "بس مت جانا۔"

حالہ کے ماتھے پر شکن آئی۔

"مجھے جانا ہے... اتنا بڑا گھر ہے، میں نے دیکھنا ہے۔"

اس نے ناپسندیدگی سے کہا، جیسے زاویار غیر ضروری طور پر روک رہا ہو۔

مگر جیسے ہی زاویار نے غصے بھری، سخت نظر اس پر ڈالی، اس کا جملہ ختم ہوا۔

"سمجھ نہیں آرہی تمہیں؟ کہہ رہا ہوں نا کہ نہیں جانا تو بس مت جانا!"

آواز دبی ہوئی، مگر خطرناک حد تک سخت تھی۔ زاویار نے کہہ کر دوبارہ سامنے دیکھا، جیسے بحث کا کوئی جواز ہی نہ ہو۔ حالہ کی سانس بھاری ہوئی، چہرہ تن گیا، اسے یہ بالکل پسند نہیں آیا کہ زاویار یوں روک ٹوک کرے، مگر وہ بھی کچھ نہیں بولی۔ چہرے پر ناپسندیدگی اور غصہ لیے وہ بھی خاموشی سے سامنے دیکھنے لگی۔ مگر زاویار کے اندر... وہ اب بھی کھول رہا تھا۔ زاویار نے ایک بیزار سی سانس لی اور پیچھے صوفے سے ٹیک لگالی، دونوں بازو سینے پر باندھ لیے۔ یہاں بیٹھنا اس کے لیے کسی سزا سے کم نہیں تھا۔ وہ سب رسمی باتیں، زبردستی کی خوش اخلاقی، اور وہ مصنوعی ہنسی ـــــ سب اسے

وحشت میں مبتلا کر رہے تھے۔ اس کے برابر بیٹھی حالہ البتہ باتوں میں مصروف تھی، ماہ نور سے جو اسماء پرویز کی بڑی بیٹی تھی۔ وہ ایک خوش اخلاق لڑکی لگ رہی تھی، نرم مزاج، مگر اس کی چھوٹی بہن... زاویار کی نظر خودبخود اس پر گئی۔ وہ چھوٹی والی تو جیسے اندر ہی اندر کھول رہی تھی، اس کے چہرے پر ایک عجیب سی سختی تھی، خاص کر جب اس کی نظریں حالہ پر پڑتیں۔ حالہ نے بے خیالی میں ایک بار اس کی طرف دیکھا تو وہ ایسے گھوری ڈالنے لگی جیسے حالہ نے اس کی کوئی چیز چھین لی ہو۔ یہ چہرہ، یہ نظروں کی سختی... شاید اسے حالہ کا یہاں آنا پسند نہیں آیا؟ شاید وہ اسے برداشت ہی نہیں کر پا رہی تھی؟ حالہ نے الجھن سے نظریں پھیر لیں۔ زاویار نے اس پوری صورتحال کو خاموشی سے دیکھا، مگر تبھی اس کے فون کی وائبریشن نے اس کا دھیان بٹایا۔ اسکرین پر نظر ڈالی، آفس سے کال تھی۔ "دو سیکنڈ

میں آیا۔" مختصر سا کہہ کر وہ اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ حالہ نے بھی سر ہلا دیا، وہ ویسے بھی مصروف تھی۔ لیکن... جیسے ہی زاویار حالہ کے پاس سے ہٹا، حالہ کو عجیب سا احساس ہونے لگا۔

گھٹن۔ عجیب سا بوجھل ماحول۔

حالانکہ یہ ایک بڑا سا ڈرائنگ روم تھا، لوگ باتیں کر رہے تھے، مگر حالہ کو پہلی بار اس جگہ کسی خالی پن کا احساس ہوا۔

وہ یہاں کسی کو نہیں جانتی تھی۔ یہ سب لوگ... سب کے چہرے اس کے لیے اجنبی تھے۔

سب کی نظروں میں عجیب سی پرکھ تھی، جیسے وہ اسے جانچ رہے ہوں، تول رہے ہوں۔

مگر سب سے زیادہ بے چین کر دینے والی نظریں وہ تھیں جو کمرے کے کونے سے اس پر جمی تھیں۔ حالہ کی نظریں بے ساختہ ان دونوں لڑکوں پر گئیں جو اب بھی اسے دیکھ رہے تھے، اسی عجیب مسکراہٹ کے ساتھ، جیسے انہیں کوئی خاص دلچسپی ہو۔

وہ نظریں ہٹا کر دوبارہ ماہ نور سے باتوں میں مصروف ہونے کی کوشش کرنے لگی، مگر اندر کہیں کچھ ٹھیک محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ جیسے کچھ ہونے والا ہو۔ حالہ نے بے چینی سے ایک بار پھر نظریں اٹھا کر دروازے کی طرف دیکھا۔ زاویار کہاں رہ گیا تھا؟ وہ کچھ ہی دیر پہلے باہر گیا تھا، مگر اسے ایسا لگنے لگا جیسے ایک لمبی مدت گزر چکی ہو۔ کمرے میں ہلکی ہلکی سرگوشیاں تھیں، لوگ آپس میں باتیں کر رہے تھے، مگر حالہ کو اب وہ سب شور ایک عجیب سی بے ہنگم گونج کی طرح لگنے لگا تھا، جس میں کوئی لفظ واضح نہیں

تھا، بس بے ترتیبی تھی، انتشار تھا۔ اس نے نرمی سے اپنی ساڑھی کا پلو درست کیا، جیسے کسی غیر مرئی گھٹن سے بچنے کی کوشش کر رہی ہو۔ مگر وہ نظروں کا بوجھ اب بھی اس پر محسوس ہو رہا تھا۔ کونے میں بیٹھے دونوں لڑکے اب بھی اسے دیکھ رہے تھے، ویسی ہی مسکراہٹ کے ساتھ، جیسے وہ کسی خاص لمحے کے انتظار میں ہوں۔ حالہ نے لب سختی سے بھینچ لیے اور ایک بار پھر دروازے کی طرف دیکھا۔ زاویار کب آئے گا؟ حالہ نے بے اختیار اپنی جگہ پر پہلو بدلا۔ گھٹن جیسے بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ دونوں لڑکے اب بھی اسی طرح اسے دیکھ رہے تھے، جیسے کوئی شکار تاک رہا ہو۔ حالہ نے ایک لمحے کو نظریں جھکا لیں، دل میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ سامنے اسماء پرویز کی چھوٹی بیٹی کی نظریں زہر میں بجھی ہوئی تھیں، جیسے وہ کسی بھی لمحے حالہ پر برس پڑے گی۔ حالہ کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ اتنی نفرت سے

کیوں گھور رہی تھی، جیسے اس کی موجودگی ہی اسے ناقابلِ برداشت لگ رہی ہو۔ ماہ نور... وہ ایک الگ ہی دنیا میں تھی، مسلسل بولے جا رہی تھی، جیسے اسے احساس ہی نہ ہو کہ حالہ کی توجہ اس کی کسی بھی بات پر نہیں۔

حالہ کے لیے یہ سب برداشت کرنا مشکل ہو رہا تھا، وہ اپنے ارد گرد کے ماحول سے الجھن محسوس کر رہی تھی۔ زاویار کہاں تھا؟ اسے یہاں بیٹھے ہوئے عجیب لگ رہا تھا۔ جیسے سب کے درمیان ہوتے ہوئے بھی وہ اکیلی ہو، جیسے کوئی غیر محفوظ سی کیفیت ہو۔ وہ زاویار کو پسند نہیں کرتی تھی، مگر ایک عجیب سا احساس ہمیشہ سے تھا کہ جب بھی وہ قریب ہوتا تھا، تو یہ گھٹن، یہ بے چینی، یہ خوف کہیں دب سا جاتا تھا۔ جب وہ اس کے لیے اجنبی تھا، تب بھی اس کی موجودگی میں جیسے دل کو کوئی تسلی مل جاتی تھی، ایک انجانی سی پناہ۔

اور ابھی... ابھی جیسے ہی زاویار آئے گا، تو شاید یہ بوجھل لمحے کچھ ہلکے ہو جائیں، یہ گھٹن کچھ کم ہو جائے۔

اسماء پرویز نے ایک معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ حالہ کو دیکھا، پھر ماہ نور کی طرف متوجہ ہو کر نرمی سے مگر حکم دیتے ہوئے بولیں، "جاؤ ماہ نور، حالہ کو باہر لے جاؤ، گھر دکھاؤ۔" حالہ نے بے اختیار دل ہی دل میں شکر ادا کیا۔ کے انہوں نے ماہ نور کو کہہ دیا کہ حالہ کو گھر دکھانے لے جائے، ورنہ زاویار نے اسے اکیلے جانے سے منع کر دیا تھا اور اس کا دل تھا کہ گھر دیکھنے جائے، مگر زاویار کے منع کرنے پر وہ نہیں جا سکتی تھی۔ ہاں، ویسے تو اسے کوئی ضرورت نہیں تھی کہ وہ زاویار کی بات مانے، ڈرتی تھوڑی ہے وہ اس سے؟ مگر وہ جانتی تھی کہ زاویار ڈانٹے گا اور اس کی ڈانٹ سے اسے ڈر لگتا تھا۔

ماہ نور نے مسکراتے ہوئے حالہ کی طرف دیکھا اور اس کے اشارے پر وہ دونوں آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھنے لگیں۔ جیسے ہی وہ ڈرائنگ روم کے دروازے سے باہر نکلیں، حالہ کے اندر ایک عجیب سی بے چینی نے جنم لیا۔ پیچھے بیٹھی وہ دو عجیب سے لڑکے، جو پہلے بھی مسلسل اسے دیکھ رہے تھے، اچانک ہی اپنی جگہ سے اٹھے اور وہ بھی ڈرائنگ روم سے باہر آ گئے۔ حالہ کے قدم ایک پل کو رکے، جیسے اس کی چھٹی حس خطرے کی گھنٹی بجا رہی ہو۔ اس نے بے اختیار گردن گھما کر پیچھے دیکھا۔ ان دونوں لڑکوں کی نظریں اب بھی اسی پر جمی ہوئی تھیں۔ ان کی بدنظری اور کرخت چہروں پر پھیلی ہلکی سی طنزیہ مسکراہٹ نے حالہ کو مزید بے چین کر دیا۔ ہوا میں خنکی تھی۔ جیسے ہی وہ لان میں آئیں، ایک تیز جھونکا حالہ کے چہرے سے ٹکرایا۔ اس نے بے اختیار اپنے بازوؤں کو خود میں لپیٹ

لیا، بلاؤز کی چھوٹی سلیوز میں ہوا کی ٹھنڈک سیدھی اس کی جلد پر محسوس ہو رہی تھی۔ ایک سرسری نظر پورے لان پر ڈالی۔ واقعی، یہ گھر جتنا عالی شان تھا، اس کا لان بھی اتنا ہی وسیع اور دلکش تھا۔ ہلکی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی، جس نے حالہ کے بازوؤں میں ہلکی سی سردی دوڑا دی۔ وہ بے اختیار اپنے بازو سہلانے لگی

"آپ کو گھر کیسا لگا؟" ماہ نور نے دلچسپی سے پوچھا۔

حالہ نے نظریں گھما کر پورے لان کا جائزہ لیا۔ ہر طرف مہنگے پودے، نفاست سے تراشی ہوئی گھاس، بیچ میں سفید پتھروں سے بنی روشیں، اور دور ایک خوبصورت فوارہ۔ وہ بے اختیار کہہ اٹھی، "بہت زیادہ خوبصورت..."

ماہ نور نے مسکرا کر سر ہلایا، پھر کچھ توقف کے بعد نرمی سے بولی، "ویسے... آپ بہت خوش نصیب ہیں۔" حالہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کیوں؟" ماہ نور نے ایک سانس بھری، پھر معنی خیز انداز میں بولی،

"کیونکہ آپ کو زاویار جیسا ہینڈسم شوہر ملا۔"

حالہ کے ہونٹوں پر ایک ہلکی مسکراہٹ آگئی، مگر اس مسکراہٹ میں ایک عجیب سی بے زاری تھی۔

"اتنا بھی ہینڈسم نہیں ہے، خروص ہے بہت۔"

ماہ نور نے بے اختیار ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا، پھر بولی، "ہائے! آپ میرے دل سے پوچھیں تو آپ کو بتاؤں کہ وہ کیا ہے... میں نے تو ہمیشہ اس کے خواب دیکھے ہیں، مگر خیر، اب تو وہ آپ کا ہو گیا۔" حالہ کا دل ایک دم جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔ اس نے ماہ نور کو بے یقینی سے دیکھا۔ اس کے

چہرے پر وہی دبی دبی مسکراہٹ تھی، مگر حالہ کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے الفاظ میں کوئی زہر چھپا ہو۔

حالہ بڑے عجیب انداز سے اسے گھورتی ہے۔۔۔ یہ کیا؟ کون ایسے کسی کے شوہر کے بارے میں اس کی بیوی کے آگے تعریفیں کرتا ہے؟ تبھی اندر سے ایک ملازمہ باہر آئی۔

"ماہ نور بی بی، آپ کو اسماء بی بی بلا رہی ہیں۔" ماہ نور نے ایک بیزار سی گہری سانس لی، پھر حالہ کی طرف دیکھ کر کہا، "دو منٹ میں آتی ہوں، آپ یہاں رکیں۔" یہ کہہ کر وہ اندر چلی گئی۔ حالہ وہیں کھڑی رہی، مگر اندر ایک طوفان سا اٹھ چکا تھا۔ وہ نجانے کیوں، ماہ نور کے الفاظ اور انداز پر بے حد الجھ چکی تھی۔ پہلی بار اسے ماہ نور سے عجیب سی نفرت محسوس ہوئی تھی... بے وجہ، مگر شدت سے۔ حالہ دھیرے دھیرے سبزہ زار پر قدم

بڑھاتی رہی، اس کے نازک پیروں تلے نرم گھاس بچھتی جا رہی تھی، مگر اس کے دل میں ایک عجیب سی بے چینی سرایت کر رہی تھی۔ وہ بنگلہ واقعی بے حد شاندار تھا، اس کا لان تو جیسے کسی خواب کی تعبیر تھا۔ ہر طرف پھیلے اونچے درخت، ہلکی ہوا کے ساتھ سرسراتے پتے، زمین پر بکھرے شبنم کے قطرے ——سب ایک طلسماتی منظر بنا رہے تھے۔ مگر اس خاموشی میں ایک عجیب سا سکوت تھا، جیسے کوئی چھپا ہوا راز ہو، جیسے کوئی دیکھ رہا ہو، مگر سامنے نہ ہو۔ حالہ نے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا۔ دور کہیں بنگلے کی روشنی مدھم سی دکھائی دے رہی تھی، مگر یہاں، جہاں وہ کھڑی تھی، ہر طرف ایک سنسان سا سایہ تھا۔ دل نے زور سے دھڑکنا شروع کر دیا۔

"یہاں کون آئے گا؟"

اس نے خود کو تسلی دی، مگر عجیب بات یہ تھی کہ اس کے قدم اب بھی وہیں رکے رہے۔

تبھی اسے یاد آیا—زاویار نے منع کیا تھا کہ وہ اکیلی باہر نہ نکلے۔ اس نے تو سختی سے کہا تھا، جیسے پہلے سے جانتا ہو کہ کچھ ہونے والا ہے۔ مگر حالہ نے دھیان نہیں دیا تھا، بس اپنی ضد میں آگئی تھی کہ کیوں نہ دیکھے یہ خوبصورت جگہ؟ اور اب وہ اکیلی تھی، ویران لان میں، جہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ ایک دم تیز قدموں سے واپس جانے کے لیے مڑی، مگر اسی لمحے اسے احساس ہوا کہ وہ بنگلے سے کافی دور آچکی ہے۔ روشنی مدھم ہو گئی تھی، لان کا یہ حصہ زیادہ گھنا اور سنسان تھا۔ ہوا کا جھونکا درختوں کی پتوں کو مزید سرسرانے پر مجبور کر رہا تھا، جیسے کسی کی سرگوشی ہو۔ دور سرونٹ

کاٹیج تھا، بالکل اندھیرے میں ڈوبا ہوا۔ بس ایک ہلکی سی روشنی اندر سے جھلمل کر رہی تھی۔

حالہ کے دل میں انجانی وحشت نے جگہ لے لی۔ وہ پلٹ کر جانے لگی کہ اچانک...

کسی نے اس کی ساڑی کا پہلو پکڑ لیا۔ حالہ کے قدم وہیں جم گئے۔ خون جیسے رگوں میں منجمد ہو گیا۔ دل زور سے دھڑکا۔ سانس حلق میں اٹک گئی۔ اس نے جھٹکے سے پیچھے مڑ کر دیکھا—— دو لڑکے۔ وہی جو ڈرائنگ روم میں بیٹھے اسے گھور رہے تھے۔ ایک کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ تھی، دوسرے نے سگریٹ لبوں میں دبایا ہوا تھا، اس کی آنکھوں میں شیطانی چمک تھی۔

"اف! اتنی حسین!" پہلا لڑکا سرگوشی جیسے لہجے میں بولا، اس کی انگلیاں اب بھی حالہ کی ساڑی کو تھامے ہوئے تھیں۔ حالہ کو جیسے کسی نے برف میں دبا دیا ہو۔ وہ فوراً پیچھے ہٹی اور ساڑی جھٹکے سے کھینچ لی۔ دل زور زور سے دھڑک رہا تھا، خوف جیسے جسم میں سرایت کر چکا تھا۔ حالہ کا دل چاہا وہ فوراً اندر بھاگ جائے، مگر اس کے قدم جیسے زمین سے چپک گئے تھے۔ "ارے، بھابھی صاحبہ، آپ تو بہت جلدی اکیلی رہ گئیں۔" ان میں سے ایک نے ہلکی ہنسی کے ساتھ کہا۔ دوسرے نے سگریٹ کو انگلیوں میں گھماتے ہوئے ایک گہری نظر اس پر ڈالی۔ "زاویار بھائی تو بہت لاپرواہ نکلے، اتنی حسین بیوی کو یوں اکیلا چھوڑ دیا؟"

حالہ کے دل میں ایک دم جیسے بجلی سی گری۔اس نے سختی سے خود کو سنبھالا اور جلدی سے پیچھے ہونے لگی، مگر وہ دونوں جیسے راستہ روکنے کے انداز میں تھوڑا اور قریب آئے۔

"دور رہو، ورنہ۔۔۔"

حالہ کی آواز تھوڑی کانپ گئی، مگر اس نے خود کو سخت لہجے میں بولنے پر مجبور کیا۔

"ورنہ کیا؟ تم تو ہمیں جانتی بھی نہیں، ہم تو بس تم سے دوستی کرنا چاہتے ہیں۔"

ایک نے مکروہ ہنسی ہنستے ہوئے کہا، جبکہ دوسرے نے آہستہ آہستہ اپنا قدم اور قریب کر لیا۔

حالہ کا دم گھٹنے لگا تھا۔اس لڑکے نے حالہ کا ہاتھ پکڑنا چاہا مگر حالہ پیچھے ہو گئی۔

"چھو... چھوڑو مجھے!"

وہ زور سے بولی، مگر آواز جیسے کسی گہرے کنویں میں دب گئی۔

وہ پہلا لڑکا آگے بڑھا،اس کی آنکھوں میں درندگی تھی، جیسے کوئی شکاری اپنے شکار پر جھپٹنے والا ہو۔

"کہاں جا رہی ہو؟ایسے چھوڑ کر مت جاؤ...اتنی حسین چیز کوئی ہاتھ سے جانے دیتا ہے کیا؟"اس کا ہاتھ بجلی کی تیزی سے بڑھا اور اس نے حالہ کا نازک کلائی تھام لی۔ گرفت اتنی سخت تھی کہ حالہ کا دل دہل گیا۔"چھوڑو مجھے!میں شور مچاؤں گی!"

حالہ نے پوری طاقت سے چیخنا چاہا، مگر جیسے حلق خشک ہو گیا ہو۔

دوسرا لڑکا جواب تک خاموش کھڑا تھا، آگے بڑھا، اس کے ہونٹوں کے کنارے پر ایک زہریلی مسکراہٹ تھی۔ "کر لو شور... یہاں کون سنے گا؟"

پہلا لڑکا قہقہہ لگا کر بولا، جبکہ دوسرا اپنی سگریٹ کے دھویں کا چھلا بنا کر حالہ کے چہرے پر پھینکنے لگا۔ دھویں نے حالہ کو اندھا کر دیا، آنکھوں میں جلن، سانس رُکنے لگا۔ وہ بری طرح کھانسنے لگی۔ حالہ نے پوری طاقت سے ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کی، مگر وہ دونوں مضبوط تھے۔

"چھوڑ دو مجھے، پلیز!"

"چھوڑ دیں گے... لیکن تھوڑا سا وقت دے دو نا ہمیں۔" دوسرے نے سگریٹ کے دھوئیں کو منہ سے نکالتے ہوئے کہا اور پھر ایک قدم قریب آیا۔

اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، وہ پوری طاقت سے مزاحمت کر رہی تھی، مگر وہ جیسے بھیڑیے تھے، جو اپنے شکار کو آسانی سے چھوڑنے والے نہیں تھے۔

حالہ کا دل بند ہونے لگا۔ آج سب ختم ہو جائے گا؟

اگر زاویار یہاں ہوتا...

اس نے کیوں نہیں مانی زاویار کی بات؟

وہ کیوں اکیلی یہاں گھومتی رہی؟

وہ کیوں نہیں رکی؟

ہوا کے جھونکے میں اس کے خوف کی لرزش تھی، اور رات کے سائے میں ایک قیامت ٹوٹنے والی تھی۔

حالہ نے پوری طاقت سے اسے دھکا دینے کی کوشش کی، مگر تبھی پہلے والے نے اس کے بال مٹھی میں جکڑ لیے اور جھٹکے سے اسے اپنی طرف کھینچ لیا

"آہ... چھوڑو مجھے!"

ایک درد بھری چیخ اس کے حلق سے نکلی، ایسی چیخ جو شاید کسی گہرے کنویں میں جاکر دب جاتی، مگر سننے والا کوئی نہ تھا۔

"زاویار!"

وہ جو ابھی ابھی فون جیب میں ڈال چکا تھا، جو کہیں آس پاس ہی تھا، وہ جو شاید اس وقت کسی اور سوچ میں گم تھا، مگر جیسے ہی وہ چیخ گونجی، جیسے ہی اس کے کانوں میں وہ لرزتی ہوئی نسوانی آواز پڑی، جسے ہی اس نے اپنا نام سنا——اس کے قدم خود بخود رُک گئے۔ سانس جیسے ایک پل کے لیے تھم

گئی۔ دل کی دھڑکن بے ترتیب ہو گئی۔ آنکھیں بے اختیار اِدھر اُدھر بھٹکنے لگیں۔ اور لبوں سے ایک نام بے ساختہ نکلا

"حالہ!!"

اور پھر اگلے ہی پل، وہ تیزی سے بھاگنے لگا۔ ادھر حالہ کو لگا جیسے اس کے بال جڑ سے اکھڑ جائیں گے، وہ لڑکا اتنی بے رحمی سے ان کو مٹھی میں جکڑے ہوئے تھا کہ ہر جھٹکے پر اس کی گردن درد سے ٹوٹتی محسوس ہو رہی تھی۔ آنکھیں بند تھیں، سانسیں بوجھل تھیں، اور دل—— جیسے کسی وحشی طوفان میں قید تھا۔ اس نے اپنی پوری زندگی میں خود کو کبھی اتنا بے بس محسوس نہیں کیا تھا۔ یہی وقت تھا؟ یہی لمحہ تھا جس کے بعد اس کی دنیا مکمل اندھیرے میں ڈوبنے والی تھی؟

"چل، اِسے ایسے ہی پکڑ کے کمرے کی طرف لے کر جا!"

دوسرا لڑکا مکروہ مسکراہٹ کے ساتھ آگے بڑھا، اس کی نظروں میں ایک گندی ہوس کی چمک تھی، جسے دیکھ کر حالہ کا کلیجہ کانپ گیا۔

نہیں... نہیں!

اس کی آنکھوں میں آنسو اتر آئے، جسم نڈھال ہونے لگا، مگر اس نے اپنی آخری طاقت جمع کر کے چیخنا چاہا، چلانا چاہا، بھاگنا چاہا — مگر وہ بے بس تھی! وہ بالکل بے بس تھی!

حالہ کی آنکھیں بند تھیں، مگر آنسو پلکوں سے نکل کر اس کے رخساروں کو بھیگا رہے تھے۔ بالوں میں جکڑن اتنی شدید تھی کہ سر جیسے چکرانے لگا تھا، تکلیف کی شدت نے اس کے وجود کو بے جان کر دیا تھا۔ وہ غیروں کے بیچ تھی۔ بالکل تنہا۔ وہ بے بسی کی انتہا پر تھی، جہاں چیخیں بے آواز ہو جاتی ہیں، جہاں آنسو چیختے ہیں اور روح تڑپتی ہے۔ اس کے ذہن میں ایک کے

بعد ایک چہرہ ابھرا۔ ماں؟ وہ ماں جو اسے ہمیشہ اپنی آغوش میں چھپا لیتی تھی، جو اس کے ہر درد کا مرہم تھی، مگر اب وہ کہاں تھی؟ بہن، بھائی؟ وہ جن کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے وقت کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ایک دن ایسا آئے گا جب وہ سب صرف یادیں بن جائیں گے، ایک ایسا خلا چھوڑ جائیں گے جو کبھی پُر نہیں ہو گا۔

وہ کس کو پکارے؟

کس سے فریاد کرے؟

کون تھا جو اسے بچانے آتا؟

زندگی پہلے ہی اسے کتنے زخم دے چکی تھی، اور اب... اب یہ کیا ہونے جا رہا تھا؟ اس کی روح پر جیسے کسی نے ایک بار پھر وار کیا تھا، جیسے اس کا دل آخری بار ٹوٹنے کو تھا، جیسے سب کچھ ختم ہونے والا تھا۔ کیا واقعی سب ختم

ہونے والا تھا؟ پھر وہ جھٹکے سے حالہ کے بال چھوڑتا ہے، جیسے ہی گرفت ختم ہوتی ہے، حالہ کا سر جھٹکے سے پیچھے جاتا ہے، آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جاتا ہے، زمین جیسے ہلنے لگتی ہے، اور پورا منظر دھندلا جاتا ہے۔ وہ تکلیف... وہ جان لیوا اذیت جیسے اس کے پورے وجود کو مفلوج کر گئی ہو۔

سانسیں بے ترتیب، دل زور سے دھڑکنے لگا۔ اگر ایک لمحہ اور اس نے پکڑے رکھا ہوتا، شاید وہ بے ہوش ہو جاتی، شاید وہ مر جاتی۔ ابھی وہ اس کا ہاتھ پکڑنے ہی والا تھا، انگلیاں اس کے بازو کی طرف بڑھ ہی رہی تھیں کہ جیسے ہی حالہ کو بالوں کی گرفت سے رہائی ملی، اس نے بنا کچھ سوچے قدم تیزی سے آگے بڑھائے۔ ہر چیز دھندلی تھی، آنکھوں میں دھند چھائی ہوئی تھی، مگر ایک شبیہ...

سامنے ایک شخص تھا،

جو تیزی سے اس کی طرف آرہا تھا،

وہی شبیہ، وہی شخص،

اور حالہ کے قدم بے اختیار اسی کی طرف بڑھ رہے تھے، جیسے اسی کی طرف کھنچتے جا رہے ہوں۔ پیچھے وہ دونوں، جو ابھی تک شکار سمجھ کر ہنستے تھے، اب وحشیانہ انداز میں اس کے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ مگر حالہ کی نظر بس ایک شخص پر تھی، وہی جو بجلی کی سی تیزی سے اس کی طرف لپک رہا تھا،

وہ اسے بچا لے گا!!

زاویار!

جیسے ہی وہ اس کے قریب پہنچا، حالہ کانپتے وجود کے ساتھ تیزی سے آگے بڑھی اور پوری شدت سے اس کے سینے سے جا لگی۔ زاویار ایک لمحے کے

لیے ساکت رہ گیا، مگر فوراً ہی اس نے مضبوطی سے اسے تھام لیا۔اس کے بازوؤں نے ایک دیوار کی طرح اسے اپنی حفاظت میں لے لیا۔

"زاویار... زاویار..."

وہ سسکیاں بھرتی، ٹوٹتی، بکھرتی آواز میں بولی،

"مجھے... مجھے بچاؤ... وہ... وہ مجھے مار دیں گے!"

وہ اتنی شدت سے رو رہی تھی کہ اس کی آواز پورے لان میں گونج رہی تھی،اس کے ہاتھ زاویار کی قمیض کو اتنی سختی سے پکڑے ہوئے تھے، جیسے اگر چھوڑ دیا تو پھر بچ نہیں پائے گی۔اس کے آنسو زاویار کے سینے میں جذب ہو رہے تھے،اور زاویار نے ایک لمحے کے لیے بھی اسے خود سے الگ نہ کیا، بلکہ اپنے ہاتھوں کی گرفت اور سخت کرلی۔ پھر اس نے سر اٹھایا،

آگے نظر ڈالی۔ سامنے وہی دو لڑکے کھڑے تھے۔ اب ان کی آنکھوں میں وہ درندگی نہیں تھی جو کچھ لمحے پہلے تھی۔

اب وہاں کچھ اور تھا——

خوف!

کیونکہ وہ جانتے تھے، وہ جس کے بازوؤں میں تھی، وہ شخص کون تھا، اور اب کیا ہونے والا تھا۔ زاویار نے ایک پل کے لیے بھی حالہ کو دیکھنے کی زحمت نہ کی۔ اس کی سانسیں بھاری ہو رہی تھیں، غصہ اس کی رگوں میں خون کی طرح دوڑ رہا تھا۔ وہ حالہ کو ہلکے سے کندھے سے پکڑ کر پیچھے کرتا ہے اور بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھتا ہے۔ سامنے وہ لڑکا تھا، جو ابھی چند لمحے پہلے وحشی بن کر حالہ پر جھپٹ رہا تھا، اب خوفزدہ سا پیچھے ہونے کی

کوشش کررہا تھا، مگر زاویار کو قریب آتے دیکھ کر اس کے قدم زمین میں جیسے جم گئے۔

زاویار نے ایک لمحے کی مہلت دیے بغیر اس کا گریبان پکڑا، اور ایک زوردار مکا اس کے چہرے پر مارا——

اتنا شدید، اتنا وحشیانہ کہ لڑکے کا سر جھٹکے سے پیچھے ہوا، ہونٹ فوراً پھٹ گئے، خون کا قطرہ نیچے گرا۔

پھر دوسرا مکا،

پھر تیسرا،

پھر چوتھا——

ہر وار پہلے سے زیادہ طاقتور، پہلے سے زیادہ وحشی۔ لڑکے کی ناک سے خون بہنے لگا، وہ چیخنے کی کوشش کررہا تھا، مگر زاویار کو کوئی آواز سنائی نہیں دے

رہی تھی۔ "ہمت کیسے ہوئی تمہاری اسے ہاتھ لگانے کی؟" زاویار کی گرجتی آواز کے ساتھ ایک اور مکا، اتنا سخت کہ لڑکے کے سر میں جیسے سنسناہٹ دوڑ گئی۔ پھر ایک لات —— زوردار، بے رحم، سیدھی پیٹ پر۔ لڑکا دھڑام سے نیچے گرا، زمین پر ہاتھ ٹیک کر اٹھنے کی کوشش کی، مگر زاویار کا قہر ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔ دوسرا لڑکا خوف سے پیچھے ہٹا، جیسے ہی زاویار اس کی طرف بڑھا، وہ فوراً پلٹا اور اندھادھند بھاگ نکلا۔ مگر جو زمین پر گرا تھا، وہ کہیں نہیں جا سکتا تھا۔ زاویار ایک بار پھر اس کے قریب آیا، گھٹنوں کے بل بیٹھا، اور وحشت میں اس کے بال پکڑ کر اسے اوپر اٹھایا۔ یہ وہی لڑکا تھا جس نے چند لمحے پہلے حالہ کے بال کھینچے تھے۔ "تمہیں لگتا ہے تم جو چاہو کرو گے اور بچ جاؤ گے؟"

زاویار کا سانس تیز ہو رہا تھا، آنکھوں میں ایک وحشت تھی، وہ پوری قوت سے اس کا سر زمین پر مارنے لگا۔

پہلا وار——

لڑکے نے چیخنے کی کوشش کی، مگر درد نے اس کی آواز دبا دی۔

دوسرا وار——

اس کا چہرہ سرخ ہو گیا، آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا۔

تیسرا وار——

اس بار زمین پر خون کے چھینٹے پڑے۔

چوتھا وار——

لڑکا بے جان سا ہو گیا، سر ایک طرف ڈھلک گیا، ہونٹوں کے کنارے سے خون بہتا زمین میں جذب ہونے لگا۔ زاویار کی سانس دھونکنی کی طرح چل رہی تھی، مٹھی اب بھی سختی سے بند تھی، مگر لڑکا اب شاید خود کو سنبھالنے کے قابل بھی نہیں رہا تھا۔ اندھیرے میں بس زاویار کی بھاری سانسیں اور حالہ کے تیزی سے دھڑکتے دل کی آواز تھی۔ زمین پر پڑا وہ لڑکا، جو چند لمحے پہلے درندہ بنا کھڑا تھا، اب خون میں لت پت، نیم بے ہوش پڑا تھا۔ مگر زاویار کے غضب کی آگ ابھی بجھی نہیں تھی۔ وہ جھک کر اس کا خون آلود چہرہ بالوں سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچتا ہے، اتنی سختی سے کہ لڑکا درد سے کراہ اٹھتا ہے۔ زاویار کی انگلیاں اس کے سر میں دھنس گئی تھیں، گرفت اتنی سخت تھی کہ جیسے وہ اس کی کھوپڑی چکنا چور کر دے گا۔

"جانتے ہو نا مجھے اچھی طرح؟" آواز میں ایسی وحشت تھی کہ لڑکے کی

آنکھوں میں دہشت مزید بڑھ گئی۔ وہ کانپنے لگا، زبان منہ میں اٹک رہی تھی، وہ شاید کچھ کہنا چاہ رہا تھا، مگر زاویار کی آنکھوں میں جلتے طوفان نے اس کی زبان کاٹ دی تھی۔

"پھر ہمت کیسے ہوئی تمہاری کہ تم زاویار کی بیوی کے ساتھ یہ بدتمیزی کرو؟"

لفظوں کو چبا چبا کر ادا کرتے ہوئے زاویار نے ایک جھٹکے سے اس کا چہرہ اور قریب کیا، اتنا قریب کہ اس کی اپنی سانسیں لڑکے کے چہرے پر جلتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ وہ اس وقت شدید غصے میں تھا۔ بے شک حالہ اسے زہر لگتی تھی، لیکن وہ اس وقت اس کی بیوی تھی۔ بے شک نکاح جیسے بھی حالات میں ہوا، مگر وہ اب اس کی عزت تھی۔ اور زاویار سلطان... اپنی بہن اور اپنی بیوی کی عزت پر کوئی آنچ نہیں آنے دیتا تھا۔ اور بیوی سے پہلے، وہ

ایک لڑکی تھی، ایک عورت، اور عورت کی عزت زاویار کے لیے سب سے بڑھ کر تھی۔ "اگر تم نے اسے ذرا سا بھی نقصان پہنچایا ہوتا نا..." زاویار کی آواز میں ایسی وحشت تھی جیسے زمین و آسمان ہل جائیں گے۔ "تو خدا کی قسم... تمہاری ایک ایک ہڈی چبا چبا کر توڑتا..." لڑکے کی آنکھیں وحشت سے پھیل گئیں۔ اسے لگا وہ اسی وقت مر جائے گا۔ "ابھی تم مجھے جانتے کہاں ہو؟" لڑکے کے پورے جسم میں جھرجھری دوڑ گئی۔

زاویار نے ایک جھٹکے سے اس کا سر چھوڑا، لڑکا دھڑام سے زمین پر گرا، جیسے اس کا جسم بے جان ہو چکا ہو۔ مگر زاویار کا غصہ ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ وہ ایک زوردار لات اس کے سینے پر مارتا ہے، اتنی طاقت سے کہ لڑکا تکلیف کے مارے جھٹکے سے پیچھے لڑھک گیا، اس کے منہ سے ایک گھٹی گھٹی چیخ نکلی۔ پھر زاویار آہستہ سے کھڑا ہوتا ہے۔ ایک لمحے کے لیے

سانسیں بحال کرنے کی کوشش کرتا ہے۔اور جیسے ہی اس کی نظریں سامنے کھڑی حالہ پر پڑتی ہیں، جو خوف اور حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی، اس کی روح تک کانپ رہی تھی، تو وہ ٹھہر جاتا ہے۔حالہ کی آنکھوں میں خوف تھازاویار کے چہرے پر اتنا سخت غصہ تھا کہ حالہ کو اپنا وجود لرزتا محسوس ہوا۔اس کا دل چاہا کہ وہ فوراً پیچھے ہٹ جائے، مگر قدم زمین میں جیسے جم گئے تھے۔یہ زاویار کی وہ شکل تھی جو شاید پہلے کبھی کسی نے نہ دیکھی تھی۔حالہ جو یہ سب دیکھ رہی تھی، خوف سے کانپ رہی تھی۔

زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی، اس کی آنکھوں میں ابھی بھی وحشت تھی، غصہ تھا، ایک طوفان تھا جو قابو سے باہر ہو چکا تھا۔اس نے حالہ کا نازک ہاتھ اپنی فولادی گرفت میں جکڑا اور تیزی سے اسے وہاں سے کھینچ کر لے جانے لگا۔

اتنی شدت تھی اس کی گرفت میں کہ حالہ کی کلائی میں پہنے گجروں کے پھول ایک ایک کر کے جھڑنے لگے۔ حالہ نے ایک بار مڑ کر پیچھے دیکھا، وہ لڑکا زمین پر خون میں لت پت بے حس پڑا تھا، اس کی سانسیں دھیمی ہو رہی تھیں۔ تبھی دوسرا لڑکا تیزی سے اس کی طرف بھاگا، زمین پر جھک کر اس کا چہرہ ہلانے لگا، اسے بے ہوشی میں جانے سے روکنے لگا۔

"میں نے کہا تھا نا... منع کیا تھا تجھے؟! حالہ سے پنگا مت لے! وہ زاویار سلطان کی بیوی ہے!" اس کا لہجہ خوفزدہ تھا، اس کے چہرے پر وحشت تھی۔

"وہ تجھے زندہ زمین میں گاڑ دے گا... میں نے کہا تھا تجھے!! مگر تجھے کہاں سمجھ آتی ہے؟" وہ جیسے پاگلوں کی طرح چلا رہا تھا، مگر اب سب ختم ہو چکا تھا۔

دوسری طرف——زاویار کا ہاتھ حالہ کی کلائی پر سختی سے بندھا تھا۔ وہ اسے تقریباً گھسیٹتے ہوئے باہر لے کر جا رہا تھا، تیز قدموں کے ساتھ، جیسے ایک لمحہ بھی وہاں رکنا اس کے لیے ناقابل برداشت ہو۔ حالہ کی سانسیں بے ترتیب تھیں، وہ درد سے کراہ رہی تھی، مگر زاویار کے غصے کے آگے اس کی آواز کہیں دب گئی تھی۔ "زاویار... زاویار میرا بازو چھوڑو... مجھے... درد ہو رہا ہے..." حالہ نے جیسے تھرتھراتی آواز میں کہا، مگر زاویار کی گرفت میں نرمی نہیں آئی۔ پھول توڑ دیے گئے تھے۔ گاڑی کے قریب پہنچتے ہی زاویار نے ایک جھٹکے سے حالہ کو چھوڑا، اتنی زور سے کہ وہ تیزی سے جا کر گاڑی سے ٹکرا گئی۔

"کیا بکواس کی تھی میں نے؟!!" اس کی آواز بجلی کی طرح گرجی۔

حالہ کانپ گئی، اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھرنے لگیں، مگر زاویار کا غصہ... وہ تو جیسے آسمان کو چیر دینے والا تھا۔

"کیا کہا تھا میں نے؟ کہ مت جانا باہر!! مت جانا!!"

زاویار کی چیخ نے حالہ کے دل کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ "مگر تم!! تم کہاں سننے والی ہو؟ ایک نمبر کی ضدی لڑکی ہو تم!" اس کے الفاظ حالہ کے اندر نشتر کی طرح گرتے جا رہے تھے۔

"زاویار، میں... میں اکیلی نہیں گئی تھی... میں ماہ نور کے ساتھ تھی..."

"جسٹ شٹ اپ!!"

اس بار زاویار کی آواز میں ایک ایسی گھن گرج تھی کہ حالہ کے اندر کچھ ٹوٹ گیا۔

وہی حالہ جو ہمیشہ زاویار کو سخت لہجے میں جواب دے دیتی تھی، آج اس کی زبان بند ہوگئی تھی۔ "اگر کچھ ہو جاتا نا تمہیں آج، تو تم پوری زندگی روتی رہتی!! تمہیں اندازہ بھی ہے وہ دونوں تمہارے ساتھ کیا کرنے والے تھے؟!" حالہ کا سانس اٹکنے لگا، آنکھوں سے آنسو تیزی سے بہنے لگے۔

"میں نے بولا تھا کہ باہر مت جانا... مگر نہیں... تمہیں تو بس ہر وقت ضد کرنی ہے... ہر وقت مجھ سے بحث کرنی ہے، میری بات کو نظرانداز کرنا ہے!"

زاویار کے اندر کا طوفان رکنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

حالہ نے کانپتے ہوئے دوبارہ کہا، "میں... اکیلی نہیں گئی تھی..."

"میں کہہ رہا ہوں جسٹ شٹ اپ!!"

زاویار کی دہاڑ سن کر حالہ ایک لمحے کے لیے ساکت ہوگئی۔

"گاڑی میں بیٹھو!! فوراً!!" زاویار نے سختی سے گاڑی کا دروازہ کھولا، حالہ جھٹکے سے ایک قدم پیچھے ہوئی، جیسے اسے لگا کہ وہ دوبارہ اسے جھٹک کر گاڑی میں پھینک دے گا۔

"زاویار... میں سچ کہہ رہی ہوں، میں اکیلی نہیں تھی، میں نے تمہاری بات مانی تھی، میں نہیں گئی تھی باہر، میں ماہ نور کے ساتھ تھی...!"

"میں نے کہا گاڑی میں بیٹھو فوراً!"

زاویار کی دھاڑ کے ساتھ ہی حالہ تیزی سے گاڑی کی دوسری طرف بھاگی اور دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔ دل تیزی سے دھڑک رہا تھا... ہاتھ میں درد کی شدت تھی... حالہ نے کلائی پر نظر ڈالی—

پھول بکھر چکے تھے... اور اس کا ہاتھ لال ہو چکا تھا...

رات گہری ہو چکی تھی، تاریکی سڑک کے کنارے سرسراتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی، اور گاڑی تیزی سے اندھیرے کو چیرتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ راستہ لمبا تھا، مگر اس سے زیادہ لمبی وہ خاموشی تھی جو گاڑی کے اندر چھائی ہوئی تھی۔ بس دو آوازیں تھیں—— حالہ کی روتی سسکیاں، اور زاویار کے اندر سلگتے غصے کی تپش، جو بنا کہے بھی پوری فضا کو جھلسا رہی تھی۔ گاڑی جیسے ہی پورچ میں رکی، زاویار نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر دروازہ کھولا، ایک پل کے لیے بھی حالہ کی طرف دیکھے بغیر زور سے

دروازہ بند کر دیا۔ آواز اتنی تیز تھی کہ حالہ کا دل زور سے دھڑکا، جیسے کوئی دھماکہ ہوا ہو۔

حالہ آہستہ آہستہ گاڑی سے اتری، قدموں میں بے جان سی لڑکھڑاہٹ تھی، آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئیں، اور ساڑھی کا پہلو زمین پر گھسٹتا جا رہا تھا، جیسے اس کے اندر ہمت ہی نہ رہی ہو کہ اسے سنبھالے۔ زاویار کے قدم طوفان کی طرح چل رہے تھے، وہ غصے میں سیدھا اپنے کمرے کی طرف بڑھا، دروازہ دھکیل کر اتنی زور سے بند کیا کہ دیواروں نے بھی لرز کر احتجاج کیا۔ حالہ بھی چپ چاپ اوپر گئی، ایک لمحے کو دروازے پر ٹھہری، پھر دھیرے سے دستک دی۔ اندر کوئی جواب نہیں تھا۔ دروازہ آہستگی سے کھولا، کمرہ خالی تھا۔ شاید وہ واش روم میں تھا۔ وہ تھکی ہاری صوفے پر بیٹھ گئی۔ جسم کانپ رہا تھا—— سردی سے، خوف سے، یا شاید اس

بے بسی سے جو دل میں پل رہی تھی۔ آنسو مسلسل گر رہے تھے، مگر اب وہ انہیں پونچھنے کا یارا بھی نہیں رکھتی تھی۔ تبھی دروازہ کھلا، زاویار باہر آیا۔ پہلی ہی نظر حالہ پر پڑی — بکھری ہوئی، سسکتی ہوئی، کانپتی ہوئی حالہ۔ مگر اس کے چہرے پر ترس نہیں آیا، صرف غصہ بھڑکا۔

"اُٹھو یہاں سے!"

آواز برف سے زیادہ سرد تھی، مگر اندر جلتے لاوے کی تپش بھی لیے ہوئے تھی۔ حالہ نے فوراً سر اٹھایا، آنکھوں میں بے چینی تھی۔

"مجھے تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنی، فوراً نکلو میرے کمرے سے!" وہ چیخا، حالہ کے آنسو مزید بہنے لگے۔ وہ وہیں کھڑی رہی، جیسے کسی نے زمین سے باندھ دیا ہو۔

"تمہیں پتہ ہے تمہاری وجہ سے آج کیا ہوا؟ اگر میری بات مان لیتی، باہر اکیلی نہ جاتی تو یہ سب نہ ہوتا!" وہ ایک قدم اس کی طرف بڑھا، آنکھوں میں وہی وحشت تھی جس نے حالہ کو ساکت کر دیا۔ وہ مسلسل روئی جا رہی تھی۔

"بند کرو یہ رونا!" زاویار کی آواز گرجی، جیسے آسمان سے بجلی گری ہو۔

"اب ایک لفظ نہیں سنوں گا تمہاری زبان سے! ایک بھی نہیں!" حالہ نے آنکھیں سختی سے بند کر لیں، جیسے خود کو کسی طوفان کے آگے بے بس چھوڑ دیا ہو۔

"تمہاری وجہ سے آج میرا ہاتھ اٹھا، تمہاری وجہ سے میں... میں کسی کو مارنے والا تھا!!" اس کی سانس تیز ہو رہی تھی، مٹھیاں بھینچ چکی تھیں۔

"اگر تم میری سنتی، تو یہ سب نہ ہوتا!" حالہ نے کپکپاتے ہونٹ کھولے،
آواز ٹوٹتی ہوئی نکلی۔

"میں کہہ رہی ہوں نا کہ میں ماہ نور کے ساتھ تھی..."

"نہیں سننا تمہارا جھوٹ!"

وہ آگے بڑھا، آنکھوں میں دہکتا غصہ لیے۔

"چپ! ایک لفظ اور نہیں!"

"میری بات تو سنو... تم بس اپنی ہی سنائے جا رہے ہو!"

"مجھے نہیں سننی تمہاری!"

زاویار نے جھٹکے سے رخ پھیرا، جیسے اس کی شکل بھی اب ناقابلِ برداشت
ہو۔ "نکل جاؤ میرے کمرے سے!"

حالہ کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے کر زور سے دبایا ہو۔ "زہر لگ رہی ہو مجھے اس وقت! جو لڑکی میری ایک نہ سنے، ضدی ہو، اپنی مرضی کرتی رہے، مجھے زہر لگتی ہیں ایسی لڑکیاں!" حالہ کے قدم پیچھے ہٹے، آنکھوں میں سناٹا پھیلتا گیا۔ یہی تو وہ الفاظ تھے جنہوں نے اس کا وجود کئی بار توڑا تھا۔

اور آج؟

آج ایک بار پھر اس کی دنیا لرز رہی تھی۔ حالہ کا سانس جیسے رکنے لگا، اس کی آنکھوں میں بہتے آنسو اب رکنے کے بجائے تیزی سے گرنے لگے تھے۔ زاویار کے الفاظ کانچ کی کرچیوں کی طرح سیدھا اس کے دل میں پیوست ہو رہے تھے۔ وہ پیچھے ہٹی، قدموں میں لرزش تھی، مگر وہ خود کو گرتے گرتے سنبھال رہی تھی۔ زہر لگتی ہیں ایسی لڑکیاں...

یہ الفاظ گونج کی صورت اس کے ذہن میں بجنے لگے۔ اس کا دل کسی نے زور سے مٹھی میں جکڑ لیا تھا۔ وہ اس آدمی کے لیے پہنچی تھی، اس کے لیے سنوری تھی، اس کے لیے اپنے جذبات قربان کر چکی تھی، مگر بدلے میں؟ یہ زخم؟ یہ زہر جیسے الفاظ؟ زاویار رخ موڑ کر کھڑا ہو گیا، جیسے اس کی موجودگی اسے ناقابلِ برداشت لگ رہی ہو۔

"اب بھی کھڑی ہو یہاں؟" اس کی آواز سخت تھی، جیسے صبر کا آخری کنارہ بھی ٹوٹ چکا ہو۔ حالہ کے قدم پیچھے ہٹنے لگے، آنکھیں ویران ہو چکی تھیں، وہ بولنا چاہتی تھی، مگر لفظوں نے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ کمرے کی دہلیز پر پہنچ کر اس نے ایک آخری بار زاویار کی پشت کو دیکھا۔ وہ اس کے قریب جانا چاہتی تھی، مگر وہی شخص تھا جو اسے خود سے دھکیل رہا تھا۔ دل کسی گہرے سمندر میں ڈوبنے لگا، سانس لینا مشکل ہو گیا۔ مگر اب مزید رکنے کا

کوئی فائدہ نہیں تھا۔اس نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا،ایک آخری بار پیچھے مڑ کر دیکھا، شاید اس امید میں کہ زاویار پلٹ کر اسے روک لے گا، اسے اپنی طرف کھینچ لے گا۔ مگر نہیں۔ وہ اپنی جگہ کھڑا رہا، بالکل خاموش، بالکل بے حس۔ حالہ کی آنکھوں میں کچھ بجھا، جیسے کوئی آخری امید بھی دم توڑ گئی ہو۔اس نے دروازہ کھولا،ایک لرزتا ہوا قدم باہر رکھا،اور پھر دروازہ آہستہ سے بند کر دیا۔ مگر اس بند دروازے کے پیچھے...دو زندگیاں بکھرتی جا رہی تھیں۔ایک حالہ کی، جو ٹوٹ کر رہ گئی تھی۔اور ایک زاویار کی، جو اپنی ضد میں خود کو بھی راکھ بنا رہا تھا۔رات کی سیاہی گہری ہو چکی تھی۔ حالہ کے قدم تھکے ہوئے، بدن بوجھل،اور دل زخموں سے چُور تھا۔ وہ خاموشی سے سیڑھیوں پر آ کر بیٹھ گئی، دونوں ہاتھ گھٹنوں کے گرد لپیٹے، سر جھکائے،اور آنکھوں سے آنسو بے آواز بہتے رہے۔ ہر سانس بوجھل

تھی، ہر لمحہ اذیت سے بھرا ہوا تھا۔ کچھ دیر پہلے زاویار کے الفاظ ابھی بھی اس کے کانوں میں گونج رہے تھے——"زہر لگ رہی ہو تم!" اس کا دل جیسے کسی نے چاقو سے چیر کر رکھ دیا تھا۔ اسے لگا تھا کہ زاویار کم از کم اسے سمجھے گا، مگر نہیں... وہ بھی اسے ٹھکرا چکا تھا۔ نیچے پورچ میں گاڑی کے ٹائر زور سے چرچرا کر رُکے۔ سیاہ رنگ کی چمچماتی گاڑی میں سے مہرین سلطان اور فراز سلطان غصے میں باہر نکلے۔ مہرین کا چہرہ طیش میں تھا، سانسیں تیز ہو رہی تھیں، جبکہ فراز خاموش مگر سخت تاثرات لیے اس کے ساتھ چل رہے تھے۔ مہرین تیز قدموں سے چلتی ہوئی گھر کے اندر داخل ہوئیں، ان کے جوتے کی آواز سن کر سبیرہ نے چونک کر دیکھا۔ "حالہ کو بلاؤ!" مہرین کی سخت، غصیلی آواز نے پورے ماحول کو جیسے لرزا دیا۔ سبیرا نے ایک لمحے کے لیے ان کے چہرے کی سختی دیکھی، ان کی آنکھوں میں بھڑکتے شعلے

دیکھے، اور دل خوف سے کانپ گیا۔ "م—میں... ابھی بلاتی ہوں!" وہ فوراً اوپر کی طرف دوڑی، سیڑھیاں چڑھتے ہوئے دل میں ایک بے چینی تھی۔ جیسے ہی اوپر پہنچی، تو دیکھا—حالہ سیڑھیوں پر بیٹھی تھی، سر جھکائے، روتی ہوئی، خود میں سمٹی ہوئی۔ "بی—بی بی! نیچے چلیے، مہرین بی بی بلا رہی ہیں!" سبیرا نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ حالہ نے چونک کر اوپر دیکھا، اس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں، چہرہ آنسوؤں سے تر تھا، اور لب کانپ رہے تھے۔ اس کے اندر مزید سننے، سہنے، جھیلنے کی ہمت نہیں تھی۔

"بی بی... جلدی چلیے!" سبیرا نے نرمی سے ہاتھ پکڑنا چاہا، مگر حالہ کا بدن جیسے سن ہو چکا تھا۔ وہ کانپتی ہوئی آہستہ آہستہ سیڑھیوں سے نیچے اتری۔ کچھ دیر بعد وہ مہرین سلطان کے سامنے کھڑی ہوئی۔ خاموش، لرزتی، ٹوٹتی

ہوئی۔ مہرین نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر، پوری قوت سے ایک زوردار تھپڑ اس کے گال پر مارا۔

"تھپ!"

حالہ کا جسم ایک جھٹکے سے پیچھے ہلا، وہ لڑکھڑا گئی، آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھا گیا۔ اس کے چہرے پر جلن پھیل گئی، مگر وہ کچھ بول نہ سکی۔

"تمہاری وجہ سے میری بہن کے بیٹے پر زاویار نے ہاتھ اٹھایا! تم اس کے آگے خود گئی تھیں نا؟ تم نے ہی کوئی چال چلی ہو گی! تم بے شرم ہو! تم نے میرا خاندان برباد کر دیا!" مہرین کی آواز غصے اور نفرت سے لرز رہی تھی۔

حالہ کی سانس جیسے رُک گئی۔ وہ چپ چاپ کھڑی رہی، مگر آنسو مسلسل اس کے چہرے کو بھگو رہے تھے۔

"بولو! کیا چاہتی ہو؟ ہمارے عزت دار خاندان میں آکر اپنی گندگی پھیلانے آئی ہو؟" ہر لفظ، ہر الزام، ہر طعنہ، حالہ کی روح کو چیر کر رکھ رہا تھا۔

حالہ کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا، ایک طرف سے جلتا ہوا، دوسری طرف آنسوؤں میں بھیگا ہوا۔ مہرین نے ابھی تک ہاتھ نیچے نہیں کیا تھا، ان کی نظریں اب بھی شعلے برسا رہی تھیں۔ وہ ایک قدم آگے بڑھیں اور انگلی اٹھا کر حالہ کی طرف اشارہ کیا۔ "کیا سوچا تھا تم نے؟ کہ تم چالاکی سے زاویار کو قابو میں کر لو گی؟ کہ وہ تمہاری گھٹیا چالوں میں آجائے گا؟" ان کی آواز گرج رہی تھی، جیسے آسمان سے کوئی بجلی گرنے والی ہو۔ "تم جیسی لڑکیاں محبت کے نام پر مردوں کو قابو میں کرنا چاہتی ہیں! پہلے خود ہی ان کے پیچھے بھاگتی ہو، اور جب وہ انکار کر دیں، تو مظلوم بن جاتی ہو!"

حالہ کے لب لرزے، اس کی سانسیں اکھڑنے لگیں، مگر وہ اب بھی کچھ نہ بولی۔ "تمہاری ہمت کیسے ہوئی باہر جا کر اس طرح تماشہ بنانے کی؟" مہرین نے ایک اور قدم بڑھایا، اور کندھے سے حالہ کو جھنجھوڑ دیا۔ حالہ کا جسم پہلے ہی کانپ رہا تھا، وہ مزید پیچھے ہٹ گئی، جیسے کسی دیوار میں سما جانا چاہتی ہو، جیسے زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائے۔ "یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے! تمہاری وجہ سے میرا خاندان سر جھکانے پر مجبور ہو گیا! تم نے ہمیں ذلیل کر دیا، تم نے ہماری عزت کا جنازہ نکال دیا!" مہرین کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ پھر سے حالہ کے چہرے پر ہاتھ اٹھائیں، مگر فراز سلطان نے آگے بڑھ کر انہیں روکا۔ "بس کرو مہرین!" ان کا لہجہ سخت تھا، مگر مہرین کا غصہ کم نہ ہوا۔

"کیوں؟ کیوں بس کروں؟ یہ لڑکی ہماری نظروں کے سامنے کیوں کھڑی ہے؟اس سے کہو کہ چلی جائے یہاں سے! دفعہ ہو جائے ہمارے گھر سے!" حالہ کا دل کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا۔ "میں... میں کہاں جاؤں؟" اس کی آواز لرز رہی تھی، آنکھیں خالی ہو چکی تھیں، جیسے وہ سب کچھ ہار چکی ہو، جیسے زندگی میں اب کچھ باقی نہ رہا ہو۔ "جہاں سے آئی تھی، وہیں چلی جاؤ!" مہرین غرائیں۔ حالہ کا پورا بدن جھنجھنا اٹھا۔ اس کی نظریں زمین پر جم گئیں، ہاتھ بے اختیار ساڑھی کے پلو کو مٹھی میں جکڑنے لگے۔

"زاویار... زاویار نے بھی کمرے سے نکال دیا"

یہ خیال آتے ہی اس کا وجود مزید لرزنے لگا۔ وہ کہاں جائے؟ کس کے پاس جائے؟ اگر یہ گھر بھی اس کے لیے نہیں، تو پھر...؟

مہرین نے ایک زہر بھری ہنسی ہنسی، "دیکھا؟ تمہاری حیثیت یہی ہے! نہ اپنا گھر تمہیں قبول کرتا ہے، نہ شوہر، نہ یہ خاندان! تم تو بس ایک بوجھ ہو، ایک مصیبت ہو!"

یہ کہتے ہی وہ پلٹیں اور غصے سے چلتی ہوئی اندر چلی گئیں، جبکہ حالہ وہیں کھڑی رہ گئی۔ بے جان، بے بس، اور لاوارث۔ حالہ کا دل چور چور ہو چکا تھا۔ مہرین تو غصے میں بھری ہوئی چلی گئی تھیں، مگر ان کی گرجتی ہوئی آوازیں اب بھی گھر کے ماحول میں گونج رہی تھیں، دیواروں میں سرایت کر گئی تھیں، جیسے وہ الفاظ ہوا میں تحلیل ہو کر بھی اس کے گرد لپٹے ہوئے تھے۔

"حالہ بیٹا... تم جاؤ شاباش، کمرے میں..." فراز سلطان کی آواز نرم تھی، مگر اس میں وہ سختی بھی تھی جو اسے اندر ہی اندر توڑ رہی تھی۔ وہ کہہ تو رہے

تھے کہ وہ کمرے میں چلی جائے، مگر اس کا دل کہہ رہا تھا کہ شاید... شاید یہ الفاظ صرف زخم پر مرہم رکھنے کے لیے تھے۔ وہ بھی اسے نہیں چاہتے تھے، مگر اظہار نہیں کر رہے تھے۔ وہ ساکت کھڑی رہی۔ نظریں زمین پر جم گئیں۔ دل میں صرف ایک ڈر تھا، ایک خوف... یہاں سے نکال دیا گیا تو کہاں جائے گی؟ یہی تو آخری ٹھکانہ تھا۔ یہی تو واحد در تھا جو اس پر کھلا تھا۔ اور اگر یہ بھی بند ہو گیا؟ اس کا جسم لرزنے لگا، ہونٹ خشک ہونے لگے۔

زاویار کا یوں کمرے سے نکل جانا،

مہرین کی دھمکی—— یہ صرف غصے میں کہے گئے الفاظ تھے، مگر یہ حقیقت کی پیش گوئی تھی، ایک ایسی حقیقت جس کا بوجھ وہ اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتی تھی۔ وہ گھر تو کب کا چھوٹ گیا تھا... ماں باپ نے کب کا چھوڑ دیا تھا... اب اگر یہاں سے بھی نکال دیا گیا تو؟ کیا وہ سڑکوں پر رہے گی؟ کہاں

جائے گی؟ کس سے کہے گی کہ اسے سہارا چاہیے؟ اس کا سر گھومنے لگا۔ دل کی دھڑکن بے ترتیب ہو گئی۔ ہوا جیسے بھاری ہو گئی ہو، گلے میں کوئی چیز اٹک رہی تھی۔ سانس لینا مشکل ہو رہا تھا۔ پھر بھی اس نے خود کو تسلی دی—— یہ سب غصے میں کہا ہو گا... وہ ایسے نہیں کریں گے... وہ نکال نہیں سکتے... نکالیں گے تو کہاں جاؤں گی؟ مگر تسلی کسی کام کی نہیں تھی۔ وہ لرزتے قدموں سے پیچھے ہٹی، اور جیسے ہی گھٹن زیادہ ہونے لگی، وہ زمین پر بیٹھ گئی۔ زمین برف کی طرح ٹھنڈی تھی۔ مگر اس کا جسم اس سے بھی زیادہ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ اس کے ہاتھ کپکپانے لگے، سانس بے ترتیب ہونے لگی، اور آنکھیں... آنسو اب بھی بہہ رہے تھے۔ سبیرا آہستہ سے آگے بڑھی۔ بی بی... اُٹھیں، صوفے پر بیٹھ جائیں، آپ زمین پر کیوں بیٹھ گئی ہیں؟"

حالہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خالی نظروں سے زمین کو دیکھتی رہی، اس کی سانسیں گھٹی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں، مگر اس میں یہ طاقت نہیں تھی کہ وہ کچھ کہہ سکے۔ "حالہ بی بی؟" سبیرا نے ایک بار پھر نرمی سے کہا، مگر کوئی جواب نہیں آیا۔ چہرے پر تھپڑ کی تپش اب بھی باقی تھی، اور دل پر لگے زخموں کا درد بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ بے حس و حرکت زمین پر بیٹھی رہی۔ آج پہلی بار وہ خود کو اتنا تنہا محسوس کر رہی تھی... اتنا بے بس، اتنا لاوارث، جیسے وہ اس دنیا میں تھی ہی نہیں۔ بادل گرجے، کھڑکی کے شیشے ہلکے سے لرزے، مگر زاویار کو کوئی فرق نہیں پڑا۔ وہ بیڈ پر بے حس بیٹھا رہا، نظریں فرش پر مرکوز، جیسے کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہو۔ حالہ کہاں تھی؟ اُس پر کیا گزری؟ اُسے کوئی پرواہ نہیں تھی۔ اسی لمحے آسمان ایک بار پھر دہاڑا۔

زاویار نے چونک کر کھڑکی کی طرف دیکھا۔ بادلوں کی دھاڑ، بارش کی مست بوندیں، تیز ہوائیں... یہ سب ہمیشہ سے اسے پرسکون کرتے تھے۔

مگر آج، آج کچھ بھی سکون بخش نہیں تھا۔ نیچے، کمرے کے فرش پر حالہ اب بھی بیٹھی تھی۔ سر جھکائے، خاموش، اپنے گرد پھیلی سسکیوں کی گونج میں مقید۔

بارش نے کھڑکی کے شیشوں پر دھڑ دھڑ بجنا شروع کر دیا، ہوا تیز ہونے لگی، اور بادل مسلسل گرجتے جا رہے تھے۔ حالہ نے دھیرے سے سر اُٹھایا، آنکھوں میں ایک خالی پن۔ آنسو اس کے رخساروں سے ٹپک رہے تھے، مگر وہ انہیں صاف کرنے کی زحمت بھی نہیں کر رہی تھی۔ جیسے سب جذبات ختم ہو چکے ہوں، جیسے اب کوئی احساس باقی نہ رہا ہو۔ اُس نے لرزتے ہاتھوں سے ساڑھی کی چنری کو تھوڑا سا درست کیا، اور آہستہ

آہستہ کھڑی ہو گئی۔ قدم ڈگمگائے، جسم تھرتھری میں تھا، مگر وہ چلنے لگی...

آہستہ آہستہ، بے جان قدموں کے ساتھ۔

دروازہ کھولا، باہر نکلی، اور لان کی طرف بڑھنے لگی۔ ہر قدم کے ساتھ جیسے بوجھ بڑھتا جا رہا تھا، مگر وہ رُکی نہیں۔ تیز بارش میں نکل کر وہ لان کے بیچ کھڑی ہو گئی۔ پانی کے قطرے اس کے چہرے سے ٹکراتے، مگر وہ بے حس کھڑی رہی، جیسے اسے کچھ محسوس ہی نہ ہو رہا ہو۔ ساڑھی کی سرخی پانی میں مدھم ہو گئی، بالوں کی لٹیں چہرے سے چپک گئیں، ہونٹ کپکپائے، مگر وہ اپنی جگہ ساکت کھڑی رہی۔ اس نے سر اُٹھایا، آسمان کی طرف دیکھا، آنکھوں میں سوال تھے، مگر ہونٹ خاموش۔ بارش تیز ہوئی۔ اور تیز... اتنی کہ اس کے کانوں میں پانی کی مسلسل سرگوشیاں گونجنے لگیں۔ مگر وہ اپنی جگہ سے ہلی تک نہیں، بس... بس کھڑی رہی،

اپنے اندر مرنے کا انتظار کرتی ہوئی۔ پھر بارش نے شدت پکڑی۔ تیز، اور تیز... ہوا بے رحمی سے درختوں کو جھنجھوڑ رہی تھی، پر حالہ کے اندر جیسے کوئی حرکت ہی باقی نہ رہی ہو۔ پانی اس کی پیشانی سے ہوتا ہوا آنکھوں میں جذب ہو رہا تھا، مگر آنکھیں پھر بھی ویران تھیں۔ اس نے سر جھکایا، مسکرائی... ہاں، ایک ویران، شکست خوردہ مسکراہٹ! جیسے سب ختم ہو چکا تھا، جیسے کچھ بھی باقی نہ رہا تھا۔ لڑکھڑاتے قدم... سرد موسم... بے رحم بارش... اور وہ، لان کے بیچوں بیچ

وہ ساکت کھڑی رہی، جیسے اب خود کو محسوس ہی نہیں کر پا رہی ہو۔

"یہ میں کہاں ہوں؟"

"یہ میں کون ہوں؟"

"میرے ساتھ ایسا کیوں ہوا؟"

زمین پر پڑی مٹی کی خوشبو، بھیگی ہوئی ساڑھی، اور بارش کے وحشی قطرے... مگر اسے جیسے کچھ بھی محسوس نہ ہو رہا تھا۔ اب بس ایک کام باقی تھا... ختم ہو جانا۔ بے یاد ہو جانا۔

ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مٹ جانا۔ وہ آنکھیں بند کر کے، چہرہ آسمان کی طرف کیے کھڑی رہی۔

بارش اس کے ہونٹوں سے ٹکرا کر نیچے گر رہی تھی، مگر وہ بالکل جامد تھی۔

اوپر، بالکنی میں، زاویار نے بالآخر کھڑکی سے نظریں ہٹائیں، اور سست روی سے دروازہ کھول کر باہر آیا۔

اس نے ہاتھ جیب میں ڈال کر بارش کو دیکھا۔

پھر...

پھر اس کی نظر نیچے پڑی۔

اور اس کے قدم وہیں جم گئے!

"کیا...؟"

وہ نیچے جھکا، غور سے دیکھا، "یہ نیچے کھڑی کیا کر رہی ہے؟"

بارش میں... اس حالت میں...؟ ایک پل کی تاخیر کیے بغیر وہ مڑا، اور تیزی سے دروازہ کھول کر باہر بھاگا۔ قدم اتنے تیز، جیسے زمین بھی ساتھ کانپ رہی ہو۔ سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے اس کے اندر جیسے کوئی اضطراب بھر چکا تھا۔ دروازہ کھولا، لان میں قدم رکھا، اور اس کی دھڑکن ایک پل کو رک گئی۔ حالہ وہیں کھڑی تھی، بے حس و حرکت، بالکل بے جان!

"حالہ!" اس نے پوری شدت سے پکارا۔

کوئی ردعمل نہیں! وہ مزید قریب آیا، "تم سن رہی ہو؟ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" مگر حالہ نے نہ پلک جھپکی، نہ سر موڑا، نہ ہی ہلکی سی سانس لی۔ وہ

بھیگ چکا تھا، مگر پرواہ نہیں کی۔ بس ایک قدم آگے بڑھایا، "اندر چلو۔۔۔ پگل ہو گی ہو؟ادھر کیوں کھڑی ہو؟"

اور حالہ کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔اُسی لمحہ حالہ کے گھٹنے لرزے، آنکھیں بند ہونے لگیں، اور وہ بے جان ہوتی ہوئی نیچے گرنے لگی۔ زاویار نے فوراً بازو بڑھائے اور اُسے تھام لیا۔ "حالہ!" اس کی آواز میں ایک بے چینی تھی، مگر حالہ کے ہونٹوں پر اب بھی وہی خالی مسکراہٹ تھی۔ بارش تیزی سے برستی رہی، حالہ کی ساڑھی کی گیلی شکنیں زمین سے لپٹی جا رہی تھیں، اور زاویار کے ہاتھوں میں وہ ٹوٹا ہوا وجود... خاموش، بے حس، اور... زندگی کی آخری حدوں پر۔ حالہ کا جسم برف کی طرح ٹھنڈا تھا۔ سانسیں دھیمی، بے جان۔

وہ اس کے چہرے کو دیکھتا رہا، بارش کی بوندیں اس کی پلکوں سے بہہ رہی تھیں، مگر اب وہ کچھ محسوس نہیں کر رہی تھی۔ حالہ کا بے جان جسم اُس کے بازوؤں میں تھا، جیسے کوئی ٹوٹی ہوئی گڑیا "حالہ!" اُس نے پھر جھنجھوڑا، مگر حالہ کی پلکیں بند رہیں، سانسیں ہلکی تھیں، مگر تھیں۔ بارش تیز ہو رہی تھی، ہوا کا ہر جھونکا جیسے چیخ رہا تھا، مگر وہ... وہ مکمل خاموش تھی۔ زاویار نے ایک لمحے کو اُسے دیکھا، حالہ کا چہرہ بے حس تھا، آنسو شاید آنکھوں سے ختم ہو چکے تھے، یا شاید اب آنکھوں میں بچا ہی کچھ نہیں تھا۔

"تمہیں ہو کیا گیا ہے؟" زاویار نے دھیرے سے کہا، مگر اُس کی آواز میں وہ سختی نہیں تھی جو ہمیشہ رہتی تھی، آج وہ پہلی بار... حقیقی خوف محسوس کر رہا تھا۔ ہوا نے درختوں کو جھنجھوڑا، بارش کی بوندیں زمین سے ٹکرا کر اچھلنے لگیں، مگر حالہ کے اندر جیسے ہر چیز ختم ہو چکی تھی۔ زاویار نے ایک پل کو

نظریں جھکائیں، پھر جھک کر اُسے اپنے بازوؤں میں اُٹھالیا۔ حالہ ہلکی تھی، بہت ہلکی، جیسے اُس کے جسم میں زندگی کا وزن بھی باقی نہ رہا ہو۔ بارش کی بوندیں اُس کے چہرے پر گریں، مگر اُس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ زاویار نے تیزی سے قدم بڑھائے، گیلی گھاس، بھیگتی زمین، ہر چیز راستے میں تھی، مگر اُسے بس حالہ کو لے کر اندر جانا تھا۔ وہ دروازہ دھکیل کر اندر آیا، سیڑھیاں چڑھی، اور اپنے کمرے میں لے جا کر اُسے بیڈ پر لٹایا۔ حالہ کا جسم ٹھنڈا ہو رہا تھا۔ زاویار نے سر جھٹکا، اور حالہ کا چہرہ تھام کر اُس کی پلکوں پر نظریں گاڑ دیں۔

"حالہ اُٹھو۔۔" اس نے زور سے اس کا جہرا تھپتھپایا

"شٹ!" زاویار نے دانت بھینچے۔ اسے جلدی ڈاکٹر کو بلانا ہوگا۔

اُس کی پیشانی چھوئی، برف کی طرح ٹھنڈی۔

"یانی کے تم نے اپنے آپ کو دوبارہ مارنے کی کوشش کی ہے؟۔۔۔اف حالہ!"اُس نے دھیرے سے کہا۔حالہ کا جسم سکڑ رہا تھا، بارش کی نمی اُس کے وجود میں اُتر چکی تھی۔زاویار نے جلدی سے کمفرٹر اُٹھایا، اور اُسے ڈھانپ دیا، مگر اُس کی پلکوں میں کوئی جنبش نہیں آئی۔"تم ایسی کیوں ہو رہی ہو؟۔۔۔بار بار تم خود کو مارنے کی کوشش کر رہی ہو اور میں تمہیں بچا رہا ہوں۔۔۔کسی دن میں نا آیا بچانے تو پھر کیا کرو گی، ہاں؟"

مگر وہ ہلکی سانسوں کے ساتھ، بس ایک بے جان وجود کی طرح پڑی رہی۔زاویار نے لب بھینچ لیے، چہرے پر سختی اُتر آئی، مگر آنکھوں میں بے چینی تھی۔

"تم واقعی ایک پاگل لڑکی ہو!" اُس نے جھنجھلا کر سر جھٹکا، اور بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گیا۔ "کیا چاہتی ہو؟ کہ سب تم پر ترس کھائیں؟ کہ میں تمہیں بچانے آؤں؟"

اُس کا لہجہ سخت تھا، مگر اُس کے اندر کچھ مڑوڑ کھا رہا تھا۔ حالہ کے ہونٹ ہلکے سے کپکپائے، سانسیں دھیمی تھیں، مگر وہ ابھی بھی بے ہوش تھی۔

زاویار نے اُس کے چہرے کی طرف دیکھا، گیلی پلکیں، زرد ہوتا رنگ، لبوں کی نیلاہٹ... اُس نے بے اختیار ہاتھ بڑھایا، مگر پھر مٹھیاں کس لیں۔

"نہیں، میں تمہیں توجہ نہیں دوں گا۔" اُس نے خود سے کہا، مگر پھر بھی اُٹھا، الماری سے ایک خشک کمبل نکالا، اور اُسے مزید ڈھانپ دیا۔ "یہ سب تمہارا ڈرامہ ہے، ہمیشہ کی طرح!" اُس نے خود کو قائل کرنا چاہا، مگر اُس کا دل ماننے کو تیار نہیں تھا۔ اُس نے ایک لمحے کو کھڑکی کی طرف دیکھا،

بارش اب بھی جاری تھی، ہوا تیز ہو رہی تھی، مگر اُس کے کمرے میں... بس حالہ کے مدھم سانسوں کی آواز تھی، جو اُسے مسلسل اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ زاویار نے مٹھی بھینچی، پھر ایک نظر حالہ پر ڈالی، "اگر تم واقعی بیمار ہو تو... بس اس بار!" اُس نے جیسے خود کو مجبور کر کے کہا، پھر آگے بڑھا، جلدی سے فون اُٹھایا، ڈاکٹر کا نمبر ملایا۔ فون رکھتے ہی اُس نے ایک گہری سانس لی، اور ہاتھ کی پشت سے اپنے بھیگے بال جھاڑے۔ حالہ کے ہونٹوں سے ایک مدھم کراہ نکلی، وہ ہلی، مگر آنکھیں نہ کھول سکی۔ زاویار نے سخت نظروں سے اُسے دیکھا، "کمزور ہو تم، ہمیشہ سے!" مگر پھر بھی، اُس نے جھک کر اُس کی گیلی پیشانی سے چند بال ہٹائے، اور رخ موڑ لیا، جیسے خود کو مزید قریب جانے سے روک رہا ہو۔ "بہت ہمدردی ہو رہی ہے، زاویار؟" اُس نے خود کو ہی طنز کیا، وہ اب بھی بیڈ کے پاس بیٹھا حالہ کو

دیکھ رہا تھا۔ اُس کی سانسیں بوجھل تھیں، مگر چہرہ سختی کی چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ وہ ایک پل کو بھی اپنے تاثرات نرم نہیں پڑنے دینا چاہتا تھا۔

"نہیں... تم سے مجھے کبھی ہمدردی نہیں ہو سکتی!" اُس نے آہستہ مگر مضبوط لہجے میں کہا، جیسے خود کو یقین دلا رہا ہو۔ "تم تو مجھے ایک نظر بھی پسند نہیں!"

یہ کہہ کر وہ فوراً کھڑا ہوا، جیسے اس کی موجودگی کا بوجھ اب مزید برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ تیز قدموں سے چلتا ہوا کھڑکی کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ باہر بارش تیز ہو رہی تھی، ہوائیں درختوں کو جھنجھوڑ رہی تھیں، مگر زاویار کی نظریں بس کسی خالی پن میں الجھی ہوئی تھیں۔

"زاویار۔۔۔" مدھم، لرزتی ہوئی آواز سن کر وہ اچانک چونکا۔ حیرانی سے پیچھے مڑ کر دیکھا تو حالہ آہستہ آہستہ بیڈ پر اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اُس

کا جسم کانپ رہا تھا، جیسے اب بھی اُس سردی کی گرفت میں ہو جو بارش کے ساتھ اُس کے اندر اُتر چکی تھی۔ "میں... میں کیسے اوپر آئی؟ مجھے کیا ہوا تھا؟" وہ الجھن میں مبتلا لگ رہی تھی، جیسے ذہن دھند میں لپٹا ہوا ہو۔

زاویار کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ ابھری۔ وہ سیدھا کھڑا ہوا اور ایک سنجیدہ نظر حالہ پر ڈال کر بولا، "ایک جن نے تمہیں دیکھ لیا تھا، جو تم ایک بار پھر مرنے کی کوشش کر رہی تھی... پھر وہی تمہیں کمرے تک لایا ہے۔" حالہ نے حیرانی سے اُس کی طرف دیکھا، جیسے یقین نہ آرہا ہو کہ وہ ایسا کہہ رہا ہے۔ "ظاہر ہے میں لے کر آیا ہوں!" زاویار نے جیسے اُسے مزید وضاحت دی، مگر لہجے میں اب بھی سختی قائم رکھی۔ حالہ بس اُسے دیکھتی رہی، نظریں پڑھنے کی کوشش کرتی رہی، مگر زاویار کے چہرے پر کوئی جذبہ واضح نہیں تھا۔

"اور پلیز، حالہ! اب بس کر دو!!" زاویار اچانک جیسے ضبط کھو بیٹھا۔ "یہ مرنے کا ڈرامہ بند کرو!!۔۔۔ کسی دن میں بچانے نہ آیا تو کیا کرو گی؟" اُس کی آواز میں غصہ تھا، بے بسی تھی، شاید تھکن بھی تھی۔ "یہ دوسری بار ہو چکا ہے! خود پر رحم نہیں تو کم از کم مجھ پر کر لو!" حالہ پلکیں جھپکائے بنا اُسے دیکھتی رہی۔ زاویار نے ہاتھ بھینچ لیے، جیسے خود کو مزید ضبط میں رکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ "ہلکی نہیں ہو تم! بازو پوری رات درد کرتے رہتے ہیں میرے، تمہیں اُٹھانے کے بعد!!" یہ کہہ کر وہ پلٹا اور دوبارہ کھڑکی کی طرف دیکھنے لگا، جیسے اپنا غصہ بارش میں بہا دینا چاہتا ہو۔ کمرے میں ہلکی سی روشنی باقی تھی۔ باہر بارش اب بھی رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی، کھڑکی کے شیشے پر پانی کی بوندیں کسی خاموش موسیقی کی طرح گر رہی تھیں۔ "اب اٹھو بیڈ سے، مجھے سونا ہے... عجیب! سارا بیڈ گیلا کر دیا ہے۔"

حالہ نے چونک کر اسے دیکھا، جیسے وہ یہ سننے کے لیے تیار نہ ہو۔ آنکھیں لمحے بھر کے لیے یخ ہوئیں، پھر آہستہ سے بولی، "تو میں کہاں سوں؟"

"صوفے پہ، اور کہاں؟" زاویار نے بے نیازی سے جواب دیا۔

حالہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا، جیسے یقین نہ آرہا ہو کہ وہ اس سے یہ کہہ رہا ہے۔ "صوفے پہ؟"

زاویار نے جھنجھلا کر اس کی طرف دیکھا، "اتنا حیران کیوں ہو رہی ہو؟ تم نے کہا تھا کہ کل میں صوفے پر سو جاؤں، آج تم سو جاؤ گی... تو چلو، آؤ"

"میں بیمار ہوں..." حالہ نے ایک آخری کوشش کی، اس کی آنکھوں میں بے بسی واضح تھی۔

"یہ صحیح ہے تمہارا... بیمار خود کو خود کرتی ہو اور صوفے پہ میں سوں؟ تمہاری وجہ سے دو راتیں نہیں سویا، اب اٹھو اور صوفے پہ آؤ۔"

"جہاں دوراتیں نہیں سوسکے، وہاں تیسری رات بھی قربان کردو نا،

پلیز..."

یہ جملہ شاید نرم تھا، شاید منت بھرا تھا، مگر زاویار کی آنکھوں میں اس کا اثر بالکل نہ تھا۔اس نے ایک زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ سر جھٹکا۔

"تمہارا دماغ خراب ہے؟ مجھے نیند نہیں آتی وہاں"

"مجھے ٹھنڈ لگ رہی ہے اور... صوفے پہ صحیح نہیں سوسکتی..." حالہ نے بے بس لہجے میں کہا۔

"میں نے کہا تھا کہ بارش میں کھڑی ہو کر ہیروئن بنو؟" زاویار نے تیکھے انداز میں چبا چبا کر کہا اور آکر بیڈ کے دوسری طرف بیٹھ گیا، جیسے اسے کوئی فرق نہیں پڑ رہا۔

حالہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ دل چاہا کچھ بولے، کچھ کہے، مگر زبان جیسے بند ہو چکی تھی۔ اس نے آہستہ سے نظریں جھکا لیں، پھر خاموشی سے بیڈ سے اٹھی۔

"تمہارے لیے ڈاکٹر کو بلایا تھا، اب تم ٹھیک ہو تو انہیں منع کر دیتا ہوں۔"

زاویار نے فون نکالتے ہوئے کہا۔

حالہ نے ایک نظر اس پر ڈالی، کچھ سوچا، مگر کچھ کہے بغیر الماری سے کپڑے نکال کر واش روم چلی گئی۔

کچھ دیر بعد جب وہ باہر نکلی تو پہلی نظر صوفے پر لیٹے زاویار پر پڑی۔ وہ خاموشی سے لیٹا تھا، ٹانگیں لمبی کیے، ایک بازو آنکھوں پر رکھے، جیسے تھکن سے چُور ہو... یا جیسے اس دنیا سے بے زار ہو چکا ہو۔ حالہ کا دل ایک لمحے کے لیے جیسے رک گیا۔

"یہی وہ شخص تھا جو کہتا تھا کہ اسے کوئی پرواہ نہیں؟"

مگر دو دن سے وہ جاگ رہا تھا... اور آج بھی، تیسری رات، اسے بیڈ دے کر خود صوفے پر سو رہا تھا۔ حالہ نے بے اختیار ہلکی سی مسکراہٹ دبالی۔ کچھ لمحے وہ بس خاموشی سے کھڑی رہی، پھر دھیرے سے بیڈ پر آکر لیٹ گئی۔ دونوں ہاتھ چہرے کے نیچے رکھے زاویار کو دیکھتی رہی... جیسے آج پہلی بار اس شخص کو سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"لائٹ آف کرو۔" زاویار نے آنکھوں پر بازو رکھے رکھے ہی کہا۔

حالہ نے پلکیں جھپکیں "میں بند کروں؟"

زاویار نے بازو آنکھوں سے ہٹا کر اسے گھورا "کیوں؟ اب لائٹ بھی بند نہیں کر سکتی؟"

حالہ فوراً گھبرا کر اٹھی "اچھا اچھا، کر رہی ہوں"

مگر جیسے ہی وہ بیڈ سے اٹھنے لگی، زاویار نے ایک گہری سانس لی، صوفے سے اٹھا اور خود جا کر لائٹ آف کر دی۔ پھر بنا کچھ کہے واپس آ کر صوفے پر لیٹ گیا۔

حالہ بس اسے دیکھتی رہ گئی...

کمرے میں مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی، مگر جیسے ہی زاویار نے لائٹ آف کی، پورا ماحول تاریکی میں ڈوب گیا۔ بارش کی ہلکی بوندیں کھڑکی سے ٹکرا رہی تھیں، جیسے اندر کے سکوت کو اور گہرا کر رہی ہوں۔

حالہ بیڈ پر لیٹی، چپ چاپ زاویار کو دیکھ رہی تھی۔ وہ صوفے پر لیٹا تھا، مگر اس کے انداز میں وہ سختی باقی تھی جو ہمیشہ رہی تھی۔

"یہ وہی زاویار تھا؟"

وہی زاویار، جو اسے برداشت نہیں کرتا تھا... جو ہر بات پر طنز کرتا تھا، جو کہتا تھا کہ اسے حالہ کی پرواہ نہیں... مگر آج وہ دو راتوں سے اس کے لیے اپنی نیند قربان کر چکا تھا؟

"زاویار...؟"

"اب کیا ہے؟" وہ بے زاری سے بولا، آنکھیں بند رکھتے ہوئے۔

"بس... شکریہ۔"

ایک پل کے لیے خاموشی چھا گئی۔ زاویار نے آنکھیں نہیں کھولیں، بس ہلکی سی سانس لی، جیسے وہ اس بات کو نظرانداز کرنا چاہتا ہو۔

"مجھ سے شکریہ مت بولو، میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر رہا۔ بس مجھے کسی کی موت کا الزام اپنے سر نہیں لینا!"

حالہ کے چہرے کی مسکراہٹ مدھم پڑ گئی۔ "پھر بھی... دو دن سے تم جاگ رہے ہو، آج بھی مجھے بیڈ دے دیا۔"

"تو کیا کرتا؟ تمہیں اپنے ساتھ سلا لیتا؟" وہ چڑ کر بولا۔ "بہتر ہے کہ تم آرام سے سو جاؤ اور مجھے بھی سونے دو"

حالہ نے دھیرے سے آنکھیں بند کر لیں، مگر نیند نہیں آ رہی تھی۔

"اگر نفرت ہی ہے، تو پھر کیوں ہر بار بچا لیتے ہو؟ کیوں پرواہ کرتے ہو؟"

وہ یہ سوال کرنا چاہتی تھی، مگر ہمت نہیں ہوئی۔

صبح کب ہو گئی، پتا ہی نہیں چلا۔ پوری رات بارش موسلا دھار برستی رہی تھی اور اب بھی مدھم بوندیں کھڑکی کے شیشے پر ہلکی ہلکی تھاپ دے رہی تھیں۔ کمرے میں خاموشی تھی، مگر اس خاموشی میں بارش کی سرگوشیاں شامل تھیں۔ حالہ کی آنکھ دھیرے دھیرے کھلی، پلکوں پر بوجھ تھا، جیسے

نیند کے ساتھ ساتھ کوئی گہری تھکن بھی ان میں رچ بس گئی ہو۔اس نے کروٹ لی،اور تبھی چونک گئی۔وہ صوفے پر نہیں تھا۔دل میں ایک عجیب سی بے چینی اتری۔ایک خوف ایا۔۔کل رات جو مہرین نے اس کے ساتھ کیا تھا اس کے بعد حالہ ایک سیکنڈ بھی اکیلے نہیں رہنا چاہتی تھی۔۔۔

آنکھیں بے اختیار کمرے میں اسے تلاش کرنے لگیں۔اور پھر نظر اس پر جا ٹکی۔حالہ کی سانس میں سانس آئی۔وہ الماری کے پاس کھڑا اپنے کپڑے نکال رہا تھا،چہرہ سپاٹ،آنکھوں میں وہی سرد مہری جو حالہ کے دل میں کہیں نہ کہیں ایک چبھتی ہوئی کسک چھوڑ دیتی تھی۔حالہ کی نظر آہستہ آہستہ بیڈ کے دوسرے کنارے کی طرف گئی،جہاں دو سوٹ کیس رکھے تھے۔

دل دھک سے رہ گیا۔

دونوں اسی کے تھے۔ زاویار ایک میں اپنے کپڑے ڈال چکا تھا اور دوسرے میں ڈال رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے ایسا لگا جیسے زمین کھسک گئی ہو۔

حالہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی، اس کا گلا خشک ہونے لگا۔

"تم... کہاں جا رہے ہو؟" اس کی آواز میں ایک انجانی گھبراہٹ تھی، جسے وہ خود بھی سمجھ نہ پائی۔

زاویار نے کوئی جواب نہ دیا، بس کپڑے نکال کر انہیں بے حد ترتیب سے دوسرے سوٹ کیس میں رکھنے لگا، جیسے اس کی بات سنی ہی نہ ہو۔

چند لمحوں بعد اس کی آواز ابھری۔

"اٹھو اور اپنی پیکنگ کرو... آج شام ہماری فلائٹ ہے، اٹلی کی۔ بارش کی وجہ سے لیٹ ہو گئی ہے۔"

حالہ نے سر جھٹکا، جیسے حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔

اٹلی... وہ واقعی یہاں سے جا رہی تھی۔

شکر... یہاں سے دور چلی جائے گی۔

لیکن...

وہ آہستہ سے بستر سے اتری، اور بے اختیار زاویار کے قریب جا کھڑی ہوئی۔ اس کا دل کسی نامعلوم کشش میں اسے کھینچ لایا تھا، جیسے اسے یقین ہی نہ آ رہا ہو کہ یہ سب حقیقت ہے۔ زاویار اپنی دھن میں مگن تھا، کپڑے ایک ایک کر کے سوٹ کیس میں رکھ رہا تھا۔

حالہ نے آہستہ سے بیڈ پر پڑے اس کے کپڑے اٹھا کر تہہ کرنے لگی۔ ہاتھ کپکپا رہے تھے، شاید سردی کی وجہ سے، یا شاید کسی اور احساس کے باعث، جسے وہ خود بھی نام نہ دے سکی۔

زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی، اور سنجیدگی سے پوچھا، "یہ کیا کر رہی ہو؟"

حالہ نے نظریں نہیں اٹھائیں، بس مدھم لہجے میں بولی، "تم چھوڑو... میں کپڑے ڈال دیتی ہوں سوٹ کیس میں..."

زاویار کی نظریں چند لمحے اس پر جمی رہیں، پھر وہ ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھ سے کپڑے لے لیتا ہے۔

"مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں ہے۔"

حالہ نے گہری سانس لی اور سر جھکا کر سرگوشی کی، "مگر مجھے تمہاری مدد کرنے کی ضرورت ہے۔"

زاویار کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے کوئی جذبہ لپکا، مگر فوراً ہی اس نے خود کو سنبھال لیا۔ چہرہ ایک بار پھر سرد پڑ گیا۔

لیکن...

پھر اس کی نظریں حالہ کے چہرے پر گئیں۔ خاص کر اس کے گال پر، جہاں سرخی اب بھی نمایاں تھی۔

وہ سخت نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ "یہ تمہارے گال پر کیا ہوا ہے؟"

حالہ نے ایک تلخ مسکراہٹ سجالی۔

"کون کر سکتا ہے ایسا؟" اس کا لہجہ ہلکا سا بگڑ گیا تھا، جیسے اندر کوئی زخم ہلکا سا ہل چکا ہو۔

"کس نے کیا؟" زاویار کا لہجہ پر سکون مگر اندر چھپی ہوئی کشید گی واضح تھی۔

"مہرین آنٹی نے..." وہ مسکراتی رہی، جیسے کوئی گہرا زخم ہنس کر چھپانے کی کوشش کر رہی ہو۔

زاویار کے ماتھے پر تیوریاں ابھریں۔ "مطلب؟"

حالہ نے کندھے اچکائے، جیسے سب کچھ بے معنی ہو۔ "مارا تم نے تھا اس لڑکے کو... مگر سارا الزام مجھ پر آیا کہ میں خود اس کے قریب گئی تھی... کہ میں نے تمہیں مجبور کیا کہ تم اس پر ہاتھ اٹھاؤ..."

زاویار کی آنکھوں میں کچھ چمکا، شاید غصہ، شاید کچھ اور، مگر وہ خاموش رہا۔

"اور اس وجہ سے انہوں نے تم پر ہاتھ اٹھایا؟"

حالہ نے سر جھکا لیا، جیسے اس حقیقت کو قبول کر چکی ہو۔

"ہاں تو اور کیا... وہ پتا نہیں کیسے کیسے الزام لگا رہی تھیں... کہ تمہاری وجہ سے میرا خاندان مجھ سے دور ہو گیا..." زاویار نے گہری سانس لی۔ وہ اسے دیکھ رہا تھا، مگر نظریں کہیں اور تھیں... شاید اس کے گال پر، یا شاید ان تمام زخموں پر جو نظر نہیں آ رہے تھے۔

چند لمحے خاموشی میں گزرے، صرف بارش کی آواز باقی رہی۔

پھر زاویار نے نظریں چرائیں۔ "خیر، یہ چھوڑو... میرا کام ہے اور میں اپنا کام خود کرتا ہوں"۔ یہ کہہ کر اس نے اس کے ہاتھوں سے کپڑے لے لیے۔

حالہ نے ایک نظر اس پر ڈالی، پھر کندھے اچکائے۔

"اوکے... اتنے نخرے نہیں برداشت کرتی میں۔"

اور وہ پلٹ گئی۔ زاویار نے اس کے جاتے قدموں کو دیکھا، پھر ایک بار پھر گہری سانس لی، جیسے دل میں بہت کچھ دبا لیا ہو۔ اور پھر دوبارہ اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

سُوٹ کیس میں کپڑے ڈالنے کے بعد، وہ ایک پل کے لیے رکا۔ کمرے میں خاموشی تھی، بارش کی مدھم آواز کھڑکی کے اُس پار سنائی دے رہی تھی۔ حالہ نے کوئی سوال نہیں کیا، نہ کوئی اعتراض، نہ کوئی التجا۔ شاید وہ بھی تھک چکی تھی — یا شاید اُسے یقین آ چکا تھا کہ کچھ بھی بدلنے والا نہیں۔

زاویار نے ایک نظر اُس پر ڈالی، پھر خاموشی سے دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا۔ قدموں کی چاپ میں ایک عجیب بوجھل پن تھا۔ آج آفس نہیں جانا تھا، شام کو فلائٹ تھی، اور اس سے پہلے وہ سب کچھ سمیٹ رہا تھا جو یہاں چھوٹنے والا تھا۔ اُس نے اٹلی جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس شہر میں جو کچھ بھی اُس کا تھا، اب اُسے کسی اور کے حوالے کرنا تھا۔ اپنے آفس کو بند کرنے کے بجائے، اُس نے فیصلہ کیا کہ وہ اسے اپنے سب سے قریبی دوست کو دے دے۔ یہ جگہ صرف ایک عمارت نہیں تھی، بلکہ اُس کی ساری محنت، اُس کے خواب اور اُس کے گزرے ہوئے وقت کا ایک حصہ تھی۔ مگر اب نئے سفر کا وقت تھا۔

زاویار نے کمرے سے باہر قدم رکھا تو سیڑھیوں سے نیچے اترتے ہی ڈرائنگ روم کی ہلکی سی روشنی نظر آئی۔ نیچے لاؤنج میں خاموشی تھی،

صرف ڈائننگ ٹیبل پر ہلکی چمچوں کی کھنک اور چائے کے کپ رکھنے کی مدھم آوازیں آرہی تھیں۔ بارش کی نمی اب بھی فضا میں تھی، کھڑکی کے شیشے پر بوندیں ٹکی ہوئی تھیں، اور باہر کا منظر دھندلا سا لگ رہا تھا۔ زاویار آہستہ قدموں سے چلتا ہوا ڈائننگ ٹیبل کے قریب آیا، جہاں مہرین سلطان اور فراز سلطان چائے کے گھونٹ لے رہے تھے۔ مہرین سلطان کی نظریں چائے کے کپ پر مرکوز تھیں، اور فراز سلطان کے چہرے پر گہری سوچ کے آثار نمایاں تھے۔ زاویار نے کرسی کھینچی اور ان کے درمیان بیٹھ گیا۔

چند لمحے خاموشی رہی، پھر فراز سلطان نے چائے کا کپ رکھتے ہوئے زاویار کی طرف دیکھا۔

"تو پھر؟" ان کی آواز میں ایک غیر محسوس سختی تھی۔ "اٹلی جا کر کیا کرو گے؟ کیا کوئی ٹھوس پلان بنایا ہے یا بس یوں ہی جا رہے ہو؟"

زاویار نے سکون سے چائے کا کپ اٹھایا، ایک گھونٹ لیا اور پھر نظر اپنے باپ پر جمائی۔

"ہاں، پلان بنایا ہے۔ وہاں ایک بڑی آرکیٹیکچرل فرم میں مجھے آفر ہوئی ہے، اور میں اسے سنبھالنے جا رہا ہوں۔" اس کا لہجہ پُرسکون تھا

مہرین سلطان نے نظر اٹھا کر پہلی بار زاویار کو دیکھا، جیسے تصدیق چاہتی ہوں۔ "کون سی فرم؟"

"روم میں 'Giovanni & Partners' ہے، یورپ کی بہترین آرکیٹیکچرل فرمز میں سے ایک۔ وہاں ایلن میرا پرانا دوست ہے، جس نے مجھ سے کچھ سال پہلے شراکت داری کی پیشکش کی تھی، مگر تب میں پاکستان

میں اپنی فرم میں مصروف تھا۔ اب وہ اٹلی چھوڑ کر جا رہا ہے، اور وہ چاہتا ہے کہ میں اس کی جگہ یہ بزنس سنبھال لوں۔"

فراز سلطان نے سنجیدگی سے سر ہلایا، جیسے زاویار کی بات کو جانچ رہے ہوں۔ "تو وہ کمپنی اب تمہاری ہو گی؟"

"ہاں، پہلے مجھے بطور پارٹنر شامل کیا گیا، مگر اب، لیگل ڈاکیومنٹس مکمل ہوتے ہی، فرم کا کنٹرول میرے پاس ہو گا۔ ایلن کو کوئی ایسا شخص چاہیے تھا جس پر وہ بھروسہ کر سکے، اور میں اس کے لیے بہترین چوائس تھا۔"

مہرین سلطان نے چائے کا گھونٹ لیا اور ایک لمحے کے لیے خاموش رہیں، پھر جیسے ان کی آنکھوں میں ہلکی سی تسلیمیت در آئی۔ "تمہاری مرضی، مگر یہ یاد رکھنا، جو راستہ چنتے ہو، اس پر مضبوطی سے کھڑے رہنا پڑتا ہے۔ پیچھے ہٹنے کی گنجائش نہیں ہوتی۔"

زاویار نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔ "پیچھے ہٹنے کا کبھی سوچا بھی نہیں۔"

بارش کی بوندیں کھڑکی پر مزید تیز ہو گئیں۔ روم کی گلیاں، وہاں کی پرانی عمارتیں، سنگِ مرمر سے بنے ہوئے راستے، دریائے ٹیور کے کنارے چمکتی روشنیوں کا عکس، سب زاویار کے دماغ میں گھومنے لگا۔ وہ جانتا تھا کہ روم، جہاں ماضی اور حال ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہیں، اس کے لیے ایک نیا باب ثابت ہو گا۔

زاویار نے چائے کا کپ میز پر رکھا اور پھر اپنی ماں کی طرف دیکھا۔

"آپ نے کل رات حالہ پر ہاتھ اٹھایا تھا؟"

مہرین سلطان، جو سکون سے چائے پی رہی تھی، ایک دم رک گئی۔ زاویار کی نظریں ان پر جمی ہوئی تھیں، مگر چہرے پر کوئی سختی یا غصے کے آثار نمایاں نہیں تھے، بس ایک ٹھہراؤ تھا، جیسے وہ بس حقیقت جاننا چاہتا ہو۔

"ہاں، کیونکہ وہ اسی قابل ہے!" مہرین نے بے نیازی سے کہا، "اس نے میرا خاندان مجھ سے چھین لیا، میری بہن کو مجھ سے دور کر دیا!"

زاویار نے نظریں نہیں ہٹائیں، بس آرام سے پوچھا، "غلطی آپ کے بہن کے بیٹے کی تھی، اور

الزام خالہ پر ڈال رہی ہیں؟"

مہرین نے طنزیہ ہنسی ہنسی، "وہ باہر کیوں گئی تھی؟ خود بلایا تھا اس لڑکے کو! اپنی طرف متوجہ کیا تھا اس نے!"

زاویار نے ہلکی سی سانس لی، جیسے خود کو سمجھانے کی کوشش کر رہا ہو۔ "ایسا کچھ نہیں تھا، وہ صرف باہر گئی تھی، ماہ نور کے ساتھ۔ اور آپ کے بھانجے نے اسے چھیڑنا شروع کر دیا۔"

مہرین نے برا سا منہ بنایا۔ "اور تم نے اس لڑکی کے لیے اپنے ہی کزن پر ہاتھ اٹھایا؟ اس دو ٹکے کی فضول لڑکی کے لیے؟"

زاویار نے میز پر دھیرے سے انگلیاں بجائیں، جیسے خود کو پرسکون رکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ اس کے چہرے پر کوئی خاص تاثر نہیں تھا، مگر لہجے میں ایک عجیب سی مضبوطی تھی۔

"جو کچھ ہوا، اس میں اس کی کوئی غلطی نہیں تھی۔ اور اگر وہ لڑکا اس سے بدتمیزی کر رہا تھا تو میں چپ رہنے والا نہیں تھا، چاہے وہ میرا اپنا ہی کزن کیوں نہ ہو۔"

مہرین نے بے یقینی سے اسے دیکھا، "تم اتنی اہمیت دے رہے ہو اسے ؟"

زاویار نے نظریں اٹھائیں، "نہیں، اہمیت کی بات نہیں ہے۔ بس زیادتی برداشت نہیں کر سکتا، خاص طور پر تب، جب وہ لڑکی میرے نکاح میں ہو۔"

اس کا لہجہ اب بھی نرم تھا، مگر حتمی تھا۔ جیسے وہ بس بات ختم کرنا چاہتا ہو۔ وہ مزید کچھ کہے بغیر اپنی چائے کی طرف متوجہ ہو گیا، اور مہرین خاموشی سے اسے دیکھتی رہی، جیسے پہلی بار اسے سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"اور وہ لڑکی، جسے آپ 'دو ٹکے کی گھٹیا لڑکی' کہہ رہی ہیں، وہ میری عزت ہے، میری بیوی ہے! اگر آپ کا وہ لاڈلا بھانجا اسے ذرا سا بھی نقصان پہنچاتا، تو میں صرف ہاتھ نہ اٹھاتا، بلکہ اس کی ہڈیاں توڑ دیتا! آپ کو کیا لگتا ہے، وہ ایک لڑکی کے ساتھ ایسا کرے گا اور میں خاموش رہوں گا؟ اور وہ

لڑکی... جواب میرے نکاح میں ہے... آپ کو لگا کہ میں زیادتی برداشت کروں گا؟"

کچھ دیر بعد اس نے دوبارہ بولا۔ کمرے میں گہری خاموشی چھا گئی۔ باہر بارش کی بوندیں کھڑکیوں سے ٹکرا رہی تھیں، جیسے اندر کے طوفان کا حصہ بننا چاہتی ہوں۔ مہرین سلطان کی آنکھیں حیرت اور غصے سے پھیل گئیں۔

"زاویار، تم حد سے بڑھ رہے ہو!"

مگر زاویار نے سننے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کے اندر جو طوفان تھا، وہ کسی سرزنش سے تھمنے والا نہیں تھا۔ وہ ایک فیصلہ کر چکا تھا، اور اب کسی کا بھی غصہ، نفرت یا طنز اسے اپنے راستے سے ہٹا نہیں سکتا تھا۔

پھر وہ اہستہ سے اپنی جگہ سے اٹھا اور اہستہ اہستہ چلتا باہر کی طرف چلا گیا۔ فراز سلطان افسوس سے مہرین کو دیکھتے رہے انہیں خود یہ حرکت پسند نہیں ائی تھی کہ انہوں نے ایک لڑکی پر ہاتھ اٹھایا۔

☆☆☆✦☆☆☆

رات کی سیاہی ابھی مدھم تھی، بادلوں کے درمیان چاند کی روشنی دھیمی سی جھلک دے رہی تھی۔ بارش کے قطرے کھڑکی کے شیشے پر آہستہ آہستہ گرتے جارہے تھے۔ حالہ نے ایک گہری سانس لی اور اپنے سوٹ کیس کی زپ بند کی۔ سب کچھ تیار تھا، بس اب خود کو تیار کرنا باقی تھا۔ اس نے کمرے کے درمیان کھڑی الماری کا دروازہ کھولا۔ نظریں کپڑوں پر دوڑائیں اور آخر کار ایک نفیس، برگنڈی رنگ کی ویلوٹ میکسی پر آکر

رکیں۔ حالہ نے وہ لباس نکالا، ایک پل کے لیے آئینے میں خود کو دیکھا، اور دھیرے سے لب بھینچ کر لباس پہننے لگی۔ میک اپ سادہ مگر دلکش تھا۔ لبوں پر گہرا برگنڈی لپ اسٹک جیسے اس کے لباس کے ساتھ ہم آہنگ ہو گئی ہو۔ اس نے بالوں کو کھولا چھوڑا چند آوارہ لٹیں چہرے کے کنارے پر گریں، جو اسے مزید دلکش بنا رہی تھیں۔ سونے کی باریک چین اور چھوٹے ایرنگز نے اس کے حسن میں ایک خاص وقار شامل کر دیا۔

پھر اپنے سوٹ کیس کے برابر رکھے سیاہ ہیلز اٹھا لیے۔ وہ ہلکے قدموں سے چلتی ہوئی انہیں پہننے لگی۔ ایک آخری نظر آئینے میں خود پر ڈالی، گہری سانس لی اور پھر دھیرے سے ایک بیج کلر کا کوٹ اٹھایا، جسے وہ ائیر پورٹ پر پہن سکتی تھی۔

اب وہ مکمل تیار تھی۔ بس کچھ قدم، اور یہ شہر ہمیشہ کے لیے اس کے ماضی کا حصہ بن جائے گا۔ زاویار واش روم کا دروازہ کھول کر باہر نکلا تو حالہ وہیں آئینے کے سامنے اپنے بالوں کو سیٹ کر رہی تھی۔ وہ خاموشی سے چلتا ہوا ڈریسنگ ٹیبل کے قریب آیا، وہاں رکھی اپنی گھڑی اٹھائی اور آرام سے کلائی پر باندھنے لگا۔

اس کا لباس مکمل طور پر بلیک تھا، ایک ایسا رنگ جو اس کی شخصیت کی سنجیدگی اور گہری سوچوں کو اور زیادہ واضح کر رہا تھا۔ اس نے اندر سے ایک سیاہ ہائی نیک سویٹر پہنا تھا، جو اس کی فزیک پر خوب جچ رہا تھا۔ اس کے اوپر ایک فٹنگ میں رہنے والا بلیک کوٹ تھا، جو زیادہ لمبا نہیں تھا مگر اس کی وضع داری میں اضافہ کر رہا تھا۔ نیچے اس نے بلیک جینز پہن رکھی تھی اس کے جوتے بھی سیاہ لیدر کے تھے، جن کی چمک ہلکی روشنی میں نمایاں ہو

رہی تھی۔ بال ابھی بھی ہلکی نمی میں تھے، مگر وہ انہیں لاپروائی سے انگلیوں سے سیٹ کرتا چلا گیا۔ خوشبو وہی مخصوص، دھیمی مگر گہری، جو ہمیشہ ماحول میں اپنا نشان چھوڑ دیتی تھی۔

"تم ریڈی ہو؟"

زاویار نے ایک سرسری نظر حالہ پر ڈالی، جیسے وہ بس رسمی طور پر پوچھ رہا ہو، روکھے لہجے میں۔

"ہاں، میں ریڈی ہوں... کب تک نکلنا ہے؟"

حالہ نے پرسکون آواز میں جواب دیا، مگر اس کی نظریں زاویار کے چہرے کے تاثرات پڑھنے کی کوشش کر رہی تھیں، جو ہمیشہ کی طرح سپاٹ تھے۔

"بس ڈرائیور جیسے ہی آتا ہے، نکل جائیں گے۔"

یہ کہہ کر وہ ڈریسنگ ٹیبل سے ہٹ گیا اور سائیڈ ٹیبل کی طرف بڑھا، جہاں اس کا فون چارج پر لگا ہوا تھا۔ وہ آرام سے فون اٹھانے لگا، جیسے اس کے لیے یہ محض ایک عام سی عادت ہو، مگر حالہ کی نظریں شیشے میں اس کی حرکتوں کو بغور دیکھ رہی تھیں۔

اس کی نگاہیں زاویار کے ہاتھ میں پکڑے فون پر رک گئیں——بالکل نیا، آئی فون کا تازہ ترین ماڈل، چمکتا ہوا، مہنگا، ہر لحاظ سے پرفیکٹ۔ حالہ نے بے اختیار اپنے ہاتھ میں پکڑے فون پر نظریں دوڑائیں——پرانا، کناروں سے ٹوٹا ہوا، ایک طرف ہلکی دراڑ بھی تھی، جیسے برسوں کی بے قدری کا نشان ہو۔ ایک لمحے کے لیے دل عجیب سا ہوا، جیسے ایک انجانی کسک نے روح کو چھو لیا ہو۔ فرق صاف تھا۔ زاویار کا ہر شے میں مکمل ہونا، اور حالہ کا... بس کسی طرح جینا۔ حالہ نے ایک لمحے کو اپنے فون کو گھور کر دیکھا، پھر ہلکی سی

سانس لے کر نظریں پھیر لیں۔ یہ فرق نیا نہیں تھا، نہ ہی انجان۔ وہ جانتی تھی کہ زاویار کی دنیا اور اس کی دنیا میں زمین آسمان کا فاصلہ تھا، مگر پھر بھی، جانے کیوں آج وہ فاصلہ کچھ زیادہ ہی محسوس ہو رہا تھا۔

زاویار فون دیکھ کر سائیڈ پر رکھ چکا تھا، سیاہ لباس میں ملبوس، اس کی ہر حرکت میں ایک بے ساختہ ٹھہراؤ تھا، ایک بے نیازی، جیسے کچھ بھی ہو، اس کے لیے سب معمول کی بات ہو۔ حالہ نے شیشے میں اس کی عکاسی دیکھی——سیاہ شرٹ کی آستینیں کہنیوں تک موڑی ہوئی تھیں، کلائی پر مہنگی گھڑی بندھی تھی، سیاہ جینز اور میچنگ جوتے۔ وہ کسی بھی طرح کسی عام مسافر کی طرح نہیں لگ رہا تھا، بلکہ ایک مکمل، پر اعتماد، اور اپنی ذات میں مکمل مرد کی طرح، جو ہر چیز کو سرسری اہمیت دیتا تھا، جیسے کچھ بھی اس کے لیے زیادہ معنی نہیں رکھتا۔

حالہ نے اپنی نظریں جھکا لیں۔ وہ بھی تیار تھی، مگر زاویار کے سامنے خود کو پھر بھی ادھورا محسوس کر رہی تھی، جیسے کہیں نہ کہیں، وہ ہمیشہ ہی کم رہ جائے گی۔

"ڈرائیور آ چکا ہے، چلیں؟" زاویار نے سپاٹ لہجے میں کہا، جیسے بس ایک رسمی جملہ ہو۔

حالہ نے آخری بار خود کو شیشے میں دیکھا، ایک گہری سانس لی، اور اپنا بیگ اٹھا لیا۔

"چلو۔"

یہ کہہ کر وہ دروازے کی طرف بڑھ گئی، اور زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی—— مگر کوئی تاثر دیے بغیر، وہ بھی اس کے پیچھے قدم بڑھا گیا۔

حالہ نے اپنا بیگ کندھے پر ڈالا اور زاویار کے ساتھ قدم ملاتے ہوئے سیڑھیاں اترنے لگی۔ نچلی منزل پر قدم رکھتے ہی سامنے زارا کھڑی نظر آئی، جیسے وہ ان دونوں کا ہی انتظار کر رہی ہو۔ زارا کی نظریں حالہ پر جم گئیں، جیسے اس کا وہاں ہونا اسے کھل رہا ہو۔ وہ چند لمحے تک بغور اسے دیکھتی رہی، پھر اپنی توجہ زاویار کی طرف مرکوز کی اور ایک گہری سانس لیتے ہوئے اس کے قریب آ گئی۔ زارا کی آنکھوں میں ایک عجیب سی نمی تھی، جیسے وہ خود کو مضبوط دکھانے کی کوشش کر رہی ہو، مگر اندر کہیں کوئی دیوار گر رہی ہو۔

"اپ جا رہے ہیں" زارا نے مدھم آواز میں کہا، جیسے یقین نہ آ رہا ہو کہ وہ واقعی رخصت ہو رہا ہے۔

زاویار نے اس کی طرف دیکھا۔ "ہاں۔"

ایک پل کی خاموشی، پھر زارا آگے بڑھ کر اس کے سینے سے لگ گئی اور زاویار نے ہچکچاہٹ کے بغیر اسے گلے لگا لیا۔ زارا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ "میں اپ کو یاد کروں گی، زاویار بھائی۔" زاویار نے نرمی سے اس کا سر چوما، جیسے اپنی بہن کو یقین دلا رہا ہو کہ وہ ہمیشہ اس کے لیے موجود رہے گا۔ "میں بھی تمہیں یاد کروں گا، زارا۔ اپنا خیال رکھنا۔"

زارا پیچھے ہٹی، اس کی پلکیں بھیگی ہوئی تھیں، مگر چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ

اس کی نظریں اب بھی حالہ پر جمی ہوئی تھیں، جیسے اس کے وجود سے اسے چڑ ہو۔ حالہ نے نظریں چرائیں، وہ پہلے ہی خود کو کمزور محسوس کر رہی تھی اور زارا کی تیز نظروں نے اس کے اندر مزید بے چینی بھر دی تھی۔ اسی

لمحے مہرین آگے بڑھی۔ وہ سیدھا حالہ کی طرف آئی اور بغیر کچھ کہے اسے گلے لگالیا۔ حالہ کا سانس رک سا گیا۔

کل رات کا منظر ایک جھٹکے میں اس کے ذہن میں تازہ ہو گیا——وہی ہاتھ، وہی زہر بھرے الفاظ، وہی درد جو اس کی روح میں پیوست ہو گیا تھا۔ جیسے ہی مہرین کی بانہیں اس کے گرد سخت ہوئیں، حالہ کے جسم میں ایک جھرجھری دوڑ گئی۔ اس کے ہاتھ لرزنے لگے، دل خوف سے تیز دھڑکنے لگا، جیسے ابھی کوئی دوبارہ اسے دھکا دے گا، جیسے ابھی کوئی ہاتھ پھر سے اس کے گال پر نشان چھوڑ جائے گا۔ اس نے ایک جھٹکے سے خود کو پیچھے کیا اور بے یقینی سے مہرین کو دیکھا۔

"خیریت سے رہنا۔" مہرین نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا، مگر حالہ کے لیے وہ مسکراہٹ کچھ بھی معنی نہیں رکھتی تھی۔ وہ جانتی تھی کے یہ صرف اب زاویار کے آگے اچھا بننے کی کوشش کر رہی ہیں۔

وہ صرف سر ہلا سکی۔ اس کی نظریں خود بخود زاویار کی طرف اٹھیں، مگر وہ پہلے ہی نگاہیں پھیر چکا تھا۔

حالہ نے اپنے لرزتے ہاتھوں کو سختی سے بند کر لیا، ایک گہری سانس لی اور خود کو نارمل ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔ مگر اس کے اندر ایک طوفان تھا، ایک بے یقینی، ایک خوف جو شاید اب کبھی بھی ختم نہ ہو سکے۔

حالہ آہستہ قدموں سے آگے بڑھ چکی تھی، مگر اس کے ذہن میں ابھی تک وہی خوف چکرا رہا تھا۔ اس نے اپنی سانس بحال کرنے کی کوشش کی، مگر

دل کی دھڑکن اب بھی بے ترتیب تھی۔ وہ دروازے کے قریب جا کر رک گئی، جیسے مزید وہاں رکنا اس کے لیے مشکل ہو۔ ادھر زاویار اپنے والدین کے ساتھ کھڑا تھا، جب اچانک ڈرائنگ روم کے دروازے پر دستک ہوئی۔ تو سامنے ابیل کھڑا تھا۔ عبیل ایک اعتماد بھرے انداز میں اندر داخل ہوا، اس کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔ زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی، پھر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ مہرین اور فراز نے بھی عبیل کو خوش آمدید کہا۔

"کیسے ہو، زاویار؟" عبیل نے آگے بڑھ کر اس سے ہاتھ ملایا۔

"ٹھیک ہوں۔ تم سناؤ؟" زاویار کا لہجہ رسمی تھا، مگر اس کے چہرے پر کوئی خاص تاثر نہیں تھا۔

"زارا نے بتایا کہ تم آج جا رہے ہو؟" عبیل نے سیدھا بات کی۔

"ہاں، آج شام فلائٹ ہے۔" زاویار نے مختصر جواب دیا۔ مہرین اور فراز بھی عبیل کے ساتھ رسمی بات چیت کرنے لگے، مگر زاویار کی نظریں کچھ دیر کے لیے دروازے کی طرف اٹھیں، جہاں سے حالہ جا چکی تھی۔ اس کا ذہن جانے کیوں ایک پل کے لیے بٹ گیا، مگر اس نے خود کو فوراً نارمل کر لیا۔

"شاہمیر کہاں ہے؟" اس نے مہرین سے پوچھا۔

"وہ میرے سے نہیں ملے گا؟" اس کے لہجے میں سختی نہیں تھی، بس ایک خالی پن تھا، ایک ادھورا پن۔

"پتا نہیں زاویار..." مہرین نے نرمی سے کہا، "میں ابھی کال کر کے بلا لیتی ہوں۔"

زاویار نے نفی میں سر ہلایا، آنکھیں کسی دور خلا میں مرکوز کر دیں۔

"نہیں، کوئی ضرورت نہیں۔ اسے ملنا ہوتا تو مل کر جاتا..." اس نے آہستہ سے کہا، مگر ہر لفظ جیسے اپنے اندر کوئی گہرا زخم لیے ہوئے تھا۔

اس کے دل میں کچھ ٹوٹا تھا، کوئی نازک سا رشتہ، کوئی ناتواں سی امید۔ وہ شاہمیر کے رویے پر حیران بھی تھا اور دکھ بھی محسوس کر رہا تھا۔

وہ صوفے کے کنارے پر بیٹھ گیا، نظریں جھکا لیں۔ یہ وہی بھائی تھا جس کے ساتھ اس نے بچپن گزارا تھا، جس کے ساتھ کھیلتے ہوئے کئی شامیں بیت گئی تھیں، جس کے بغیر ایک وقت میں وہ کھانے کی میز پر بھی نہیں بیٹھتا تھا۔

اور آج؟ آج وہ اتنی آسانی سے چلا گیا تھا؟ صرف حالہ کی وجہ سے؟ اس نے ایک تلخ سانس لی۔ کیا رشتے واقعی اتنے کمزور ہوتے ہیں؟ کیا ایک اختلاف، ایک ناراضی سالوں کا ساتھ ختم کر سکتی ہے؟ کیا حالہ اتنی بڑی دیوار بن چکی تھی کہ اس کا اپنا بھائی بھی اس سے دور ہو گیا تھا؟

مہرین نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا، جیسے وہ اس کے اندر کے درد کو محسوس کر رہی ہو۔ عبیل نے دوبارہ زاویار سے کچھ کہا اور زاویار نے اس کی بات کا جواب دیا پھر عبیل اور زاویار کے درمیان رسمی گفتگو جاری رہی، مگر زاویار کے لیے اب وہاں رکنا محض ایک ضرورت تھی، دلچسپی نہیں۔

بارش کی بوندیں اس کے چہرے سے ٹکرا رہی تھیں جب وہ باہر نکلا۔ گاڑی کھڑی تھی، دروازہ کھول کر اندر جھانکا تو حالہ پہلے ہی پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھی۔ اس کا چہرہ پر سکون مگر آنکھیں کسی گہرے خیال میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

زاویار خاموشی سے آکر اس کے برابر بیٹھ گیا۔ دروازہ بند ہوا، اور ڈرائیور نے گاڑی آہستہ سے آگے بڑھا دی۔ باہر بادل گہرے ہوتے جا رہے تھے، سڑک پر روشنیوں کی جھلملاہٹ تھی، اور گاڑی کے شیشے پر بارش کی

بوندیں رقص کر رہی تھیں۔ زاویار نے ایک نظر حالہ پر ڈالی، جو کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی، جیسے وہ بھی اپنے پیچھے سب کچھ چھوڑ رہی ہو۔

یہ سفر صرف ایک شہر سے دوسرے شہر جانے کا نہیں تھا، یہ ماضی سے مستقبل کی طرف بڑھنے کا سفر تھا۔ گاڑی جیسے ہی اسلام آباد ایئرپورٹ کے مرکزی دروازے پر رکی، باہر بارش کی بوندیں گاڑی کی ونڈشیلڈ پر رقص کر رہی تھیں۔ ہوا میں نمی اور مٹی کی مہک گھلی ہوئی تھی۔

ایئرپورٹ کی روشنیاں گھرے بادلوں میں اور زیادہ نمایاں ہو رہی تھیں، جیسے رات کے اندھیرے میں ستارے چمک رہے ہوں۔

ڈرائیور نے آہستہ سے گاڑی روکی۔ زاویار نے دروازہ کھولا، ہلکی سی ٹھنڈی ہوا اندر آئی۔ پھر وہ باہر نکلا جینز اور بلیک شرٹ کے ساتھ، اس نے جیکٹ کے کالر کو تھوڑا سا اوپر کیا، حالہ نے ایک لمحے کو کھڑکی سے باہر دیکھا، پھر

آہستہ سے اپنا بیگ سنبھالا اور باہر نکلی۔ بارش کی بوندیں اس کے بالوں پر گریں، اور وہ تیزی سے زاویار کے ساتھ اندر کی طرف بڑھ گئی۔

ایئرپورٹ کے داخلی دروازے پر لوگوں کی آمد و رفت جاری تھی۔ کوئی اپنوں کو خدا حافظ کہہ رہا تھا، کوئی مسافروں کے استقبال میں کھڑا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی ہال کی ٹھنڈی روشنی اور اے سی کی خنکی نے بارش کی نمی کو جیسے دھیرے سے چھو لیا۔ سیکورٹی گیٹ پر معمول کی جانچ پڑتال ہو رہی تھی۔ حالہ نے پاسپورٹ اور ٹکٹ نکالا، زاویار نے بھی اپنی جیب سے ٹکٹ نکال کر دکھایا، اور پھر دونوں آگے بڑھ گئے۔

ایئرپورٹ کے اندر بڑی بڑی اسکرینز پر پروازوں کا شیڈول چل رہا تھا۔ حالہ نے ایک نظر اٹھا کر اپنی فلائٹ کی طرف دیکھا، "روم، اٹلی" کی فلائٹ کا

وقت پہلے ہی تاخیر کا شکار تھا، اور اب بارش کی وجہ سے مزید کچھ گھنٹے لیٹ ہو چکی تھی۔ اس نے ایک لمبی سانس لی اور زاویار کی طرف دیکھا۔

"فلائٹ اور لیٹ ہو گئی؟" حالہ نے آہستہ سے پوچھا۔

"ہاں، شاید کچھ دیر اور رکنا پڑے گا۔" زاویار نے سرسری انداز میں کہا اور آگے بڑھ گیا۔

وہ دونوں ایئرپورٹ کے اندر چلنے لگے۔ فرش پر پڑی روشنی کی جھلملاہٹ ان کے قدموں کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ ہر طرف لوگ ہی لوگ تھے، کچھ مسافر جلدی میں تھے، کچھ بیٹھے چائے یا کافی پی رہے تھے، اور کچھ دیوار سے لگے سکرین پر نظریں جمائے اپنے سفر کے شروع ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔

حالہ نے ایک طرف موجود کیفے کی طرف دیکھا۔ "کچھ کھانا چاہیے؟" زاویار نے پوچھا، مگر اس کی آواز میں زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔

"نہیں، بھوک نہیں ہے۔" حالہ نے آہستہ سے کہا۔

"کافی؟"

حالہ نے کچھ لمحے سوچا، پھر سر ہلا دیا۔ دونوں کیفے کی طرف بڑھ گئے۔ کیفے میں ہلکی ہلکی موسیقی چل رہی تھی، بارش کے قطروں کی آواز اور دور کسی کے ہنسنے کی گونج سب ماحول میں مدغم ہو رہی تھی۔ زاویار نے دو بلیک کافی کا آرڈر دیا، حالہ ایک طرف خاموشی سے کھڑی تھی۔ جب کافی ہاتھ میں آئی تو وہ دونوں قریب ہی ایک شیشے کی دیوار کے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔ باہر ایئرپورٹ کی رن وے پر روشنیوں کی ایک لمبی قطار تھی، کہیں کہیں

جہاز اپنی تیاری میں مصروف تھے، اور کہیں ہلکی ہلکی دھند کے ساتھ روشنی مدھم ہو رہی تھی۔

حالہ نے ایک چمچ کافی میں گھمایا اور پھر نظر انداز سے باہر دیکھنے لگی۔ "کتنی عجیب بات ہے نا، جب ایک جگہ سے نکلنا ہوتا ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے سب کچھ وہیں رک گیا ہو، مگر حقیقت میں سب کچھ ویسا ہی چلتا رہتا ہے۔"

زاویار نے اس کی بات پر کوئی ردعمل نہیں دیا، وہ خود بھی اپنے خیالات میں الجھا ہوا تھا۔

وقت گزرتا گیا، انتظار طویل ہوتا جا رہا تھا۔ لوگ آ جا رہے تھے، ایئرپورٹ کا ماحول ہمیشہ کی طرح مصروف تھا، مگر حالہ اور زاویار کے بیچ خاموشی تھی، جیسے دونوں کسی ایسی سرحد پر کھڑے ہوں جہاں الفاظ کی ضرورت نہ ہو۔

فلائٹ کی روانگی میں ابھی وقت تھا، مگر حالہ کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ اپنی جگہ پر کھڑی بار بار اپنا بیگ کھول رہی تھی، کچھ ڈھونڈ رہی تھی، مگر نظر نہیں آ رہا تھا۔ زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی، پھر اپنی کافی ختم کر کے خالی کپ کو ایک طرف رکھ دیا۔

"کیا مسئلہ ہے؟" وہ الجھے ہوئے لہجے میں بولا۔

حالہ نے پریشانی سے اس کی طرف دیکھا۔ "میرا پاسپورٹ... وہ کہیں نہیں مل رہا۔"

زاویار کے چہرے پر ناگواری چھا گئی۔ "کیا مطلب نہیں مل رہا؟ ابھی تو نکالا تھا تم نے"

حالہ نے گھبراہٹ میں دوبارہ اپنا بیگ کھول کر چیک کیا۔ ہر چیز اپنی جگہ تھی — فون، ٹکٹ، والٹ — مگر پاسپورٹ کہیں نہیں تھا۔ اس کی سانسیں تیز ہو گئیں، پیشانی پر ہلکی سی نمی نمودار ہوئی۔

"میں نے... میں نے شاید کیفے میں رکھا تھا، یا شاید جب میں نے پانی خریدا تھا... پتہ نہیں، کہاں گیا!"

زاویار کا غصہ بڑھنے لگا۔ "کیا تمہیں عقل نہیں ہے؟ اتنی اہم چیز اور تم نے خیال نہیں رکھا؟ تمہیں پتہ بھی ہے کہ اگر پاسپورٹ نہ ملا تو کیا ہوگا؟"

حالہ نے بمشکل اپنے آنسو روکے۔ "میں نے جان بوجھ کر نہیں کھویا!" اس کی آواز لرز گئی۔ "میں نے احتیاط برتی تھی!"

زاویار نے غصے میں ایک گہری سانس لی، پھر ارد گرد دیکھا۔ "یہ سب تمہاری لاپرواہی کی وجہ سے ہوا ہے، حالہ!"

حالہ نے اپنی نظریں جھکا لیں، آنکھیں سرخ ہونے لگیں۔ زاویار کی سرد آواز اور سخت لہجہ اسے مزید کمزور کر رہا تھا۔

"اب یہاں کھڑے رہنے سے کچھ نہیں ہوگا، چلو! جہاں جہاں گئے تھے وہاں دیکھتے ہیں۔" زاویار نے سختی سے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ حالہ نے جلدی سے اپنے آنسو پونچھے اور اس کے پیچھے چل دی۔ وہ کیفے گئے، مگر وہاں کچھ نہیں ملا۔ پھر سیکیورٹی چیک کے قریب گئے، جہاں حالہ نے پانی خریدا تھا، مگر وہاں بھی کوئی سراغ نہ ملا۔ حالہ کی گھبراہٹ مزید بڑھنے لگی، دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ "نہیں ملا..." وہ دھیرے سے بولی، جیسے اندر ہی اندر ٹوٹ رہی ہو۔

زاویار نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے ایک نظر اس کے بھیگتے چہرے پر ڈالی، پھر اپنی پیشانی مسلی۔ "بہت بڑی مصیبت کھڑی کر دی تم نے۔ اگر پاسپورٹ نہ ملا تو فلائٹ نہیں پکڑ سکو گی!"

حالہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ "تمہیں لگتا ہے کہ میں جان بوجھ کر یہ سب کر رہی ہوں؟ میں پہلے ہی پریشان ہوں، اور تم مزید پریشان کر رہے ہو!"

زاویار نے اس کے آنسو دیکھے تو لمحہ بھر کو خاموش ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں بے بسی تھی، خوف تھا۔ وہ چاہتا تو تھا کہ مزید کچھ کہے، مگر حالہ کی حالت دیکھ کر اس کے غصے کی شدت تھوڑی کم ہو گئی۔

"رونا بند کرو، اور چل کر دوبارہ دیکھو۔" زاویار کا لہجہ پہلے جتنا سخت نہیں تھا۔

حالہ نے سر ہلایا اور دوبارہ اپنے بیگ کی ہر جیب کھنگالنے لگی۔ زاویار نے بھی ارد گرد دیکھنا شروع کیا۔ کچھ ہی لمحوں بعد، جب وہ ایک قریبی بینچ کے قریب پہنچے، زاویار کی نظر ایک چیز پر پڑی۔

"یہ کیا ہے؟" اس نے جھک کر وہ چیز اٹھائی اور دیکھا——حالہ کا پاسپورٹ تھا۔

اس نے ایک نظر حالہ پر ڈالی، جو بے چینی سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ پھر پاسپورٹ اس کے سامنے کر دیا۔

"یہ رہا تمہارا پاسپورٹ۔" اس کے لہجے میں اب طنز نہیں تھا، بس ایک ہلکی سی ناراضگی باقی تھی۔ حالہ نے حیرت اور خوشی کے ملے جلے جذبات کے

ساتھ پاسپورٹ لیا، پھر زاویار کی طرف دیکھا۔ وہ اس کی آنکھوں میں شکر گزاری تھی، مگر وہ کچھ کہہ نہیں پائی۔

زاویار نے گہری سانس لی اور آہستہ سے بولا، "اگلی بار اتنی لاپرواہی مت کرنا، ورنہ واقعی مشکل میں پڑ جاؤ گی۔"

حالہ نے سر جھکا لیا، مگر اس بار زاویار کے چہرے پر وہ سختی نہیں تھی جو کچھ دیر پہلے تھی۔ اس کی نظریں حالہ کے بھیگے چہرے پر ٹک گئیں، اور نہ جانے کیوں، اس کے دل میں ایک لمحے کے لیے نرمی سی در آئی۔۔

حالہ اور زاویار تھکے قدموں کے ساتھ آکر بینچ پر بیٹھ گئے۔ خاموشی کی ایک لہر دونوں کے درمیان حائل تھی، مگر ماحول کی ہلچل اس خاموشی کو مکمل طور پر نگلنے سے قاصر تھی۔ لوگ بھاگ دوڑ میں مصروف تھے، کہیں

بورڈنگ کی لائن لگی تھی، کہیں سامان کھینچتے مسافر، اور کہیں جہازوں کے بلند ہوتے شور میں دبے مدھم مکالمے۔

زاویار نے ایک نظر حالہ پر ڈالی، جواب بھی اپنے ہاتھ میں پاسپورٹ تھامے بیٹھی تھی، جیسے ابھی بھی اس کے کھو جانے کا خوف باقی ہو۔ وہ پل بھر کے لیے اس کے چہرے پر ٹھہر گیا، پھر نظریں پھیر کر باہر دیکھنے لگا، جہاں رن وے پر جہاز اتر رہے تھے، روشنیوں میں لپٹے ہوئے، رات کی خاموشی کو چیرتے ہوئے۔

تبھی، ایک عورت ان کے قریب آکر بیٹھ گئی۔ اس کے ساتھ دو چھوٹے بچے تھے—شاید جڑواں—ایک لڑکا اور ایک لڑکی، جو کہیں بھی سکون سے بیٹھنے والے نہیں لگ رہے تھے۔ کبھی ادھر بھاگتے، کبھی ادھر، کبھی ماں کی گود میں چڑھنے کی کوشش کرتے تو کبھی دوبارہ زمین پر اچھلتے۔ ماں

بار بار انہیں قابو کرنے کی کوشش کر رہی تھی، مگر ان کی توانائی ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

حالہ ان کی حرکتوں میں کھو گئی۔ بچوں کے معصوم قہقہے، بے ساختہ مسکراہٹیں، اور شرارتوں سے بھری آنکھیں... وہ انہیں دلچسپی سے دیکھ رہی تھی، جیسے کسی اور ہی دنیا میں جا پہنچی ہو۔ زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی، اس کی نرم مسکراہٹ کو محسوس کیا، پھر دوبارہ باہر دیکھنے لگا، مگر اس کے کان حالہ کی طرف ہی لگے رہے۔

"ان کا نام کیا ہے؟" حالہ نے نرمی سے بچے کی ماں سے پوچھا۔

ماں نے حالہ کی طرف دیکھا، پھر مسکرا کر بولی "مصطفی اور آئرہ۔"

"بہت پیارے نام ہیں۔" حالہ کی آنکھوں میں ایک چمک ابھری۔ تبھی چھوٹی بچی، آئرہ، جو شاید چار سال کی تھی، نازک قدموں سے بھاگتی ہوئی حالہ کے پاس آئی۔ حالہ کے ہاتھ میں اب بھی پاسپورٹ تھا، آئرہ نے چھوٹے چھوٹے ہاتھ بڑھا کر وہ پاسپورٹ اٹھا لیا۔

"نہیں، اسے نہیں اٹھاتے" حالہ نے پیار سے اس کی نرمی سے انگلیاں کھول کر پاسپورٹ واپس لے لیا۔ آئرہ نے ننھی مسکراہٹ کے ساتھ حالہ کو دیکھا، جیسے اس سے اور کھیلنا چاہتی ہو۔ زاویار نے ایک بار پھر حالہ کو دیکھا۔ وہ بہت مختلف لگ رہی تھی۔ وہ جو ہر وقت خاموش اور محتاط رہتی تھی، جو عام طور پر زیادہ کسی سے گھلتی ملتی نہیں تھی، اب ایک ننھی سی بچی کے ساتھ ہنسی خوشی کھیل رہی تھی، جیسے وہ خود بھی ایک لمحے کے لیے بچی

بن گئی ہو۔ وہ کبھی آئرہ کے ننھے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دیتی، کبھی اس کا چہرہ نرمی سے چھوتی، کبھی اس کے گالوں پر ہاتھ رکھ کر مسکراتی۔

مصطفی بھی اس منظر کو دیکھ کر اپنی بہن کے پاس آگیا۔ اس کے چھوٹے قدم حالہ کے پاس جا کر رکے، اور پھر وہ حالہ کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

حالہ نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ بھی اس کے ساتھ کھیلنے لگا۔

"ارے، شکر ہے! اب کم از کم یہ دونوں مجھے تنگ نہیں کر رہے۔" ان کی ماں نے گہری سانس لی۔

حالہ ہنستے ہوئے بچوں کو دیکھنے لگی، جو اب مکمل طور پر اس کے ساتھ گھل مل گئے تھے۔ کبھی وہ دونوں حالہ کی گود میں چڑھنے کی کوشش کرتے، تو کبھی بھاگ کر کہیں سے کھلونا اٹھا لاتے اور حالہ کے سامنے رکھ دیتے، جیسے کوئی انمول تحفہ دے رہے ہوں۔ مصطفی نے اپنی چھوٹی گاڑی اس کے ہاتھ

میں تھمائی، اور حالہ نے مزاحیہ انداز میں حیرت سے اسے دیکھا، "یہ میرے لیے؟"

مصطفی نے سر ہلایا، حالہ نے اس کے ماتھے پر نرمی سے بوسہ دیا، "کتنے پیارے ہو تم دونوں۔"

زاویار خاموشی سے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اسے بچوں میں کبھی زیادہ دلچسپی نہیں رہی تھی، وہ ان کے شور شرابے کو ہمیشہ بے معنی سمجھتا تھا، مگر آج... آج وہ ان سب کا حصہ نہ ہوتے ہوئے بھی، ان لمحوں میں کہیں شامل تھا۔ وہ ایک بار پھر حالہ کو دیکھنے لگا—— ایک ایسی حالہ، جو شاید اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

ایئرپورٹ کا انتظار گاہ مختلف قوموں، رنگوں، اور کہانیوں سے بھرا ہوا تھا۔ کوئی کسی کے آنے کی راہ دیکھ رہا تھا، کوئی جانے کے لمحے گن رہا تھا، تو کوئی

اپنی دنیا کو پیچھے چھوڑنے کے احساس سے دوچار تھا۔ ہر طرف لوگوں کا ہجوم تھا، مختلف زبانوں میں سرگوشیاں، اناؤنسمینٹس، اور سوٹ کیسز کے گھسٹنے کی آوازیں آپس میں گڈمڈ ہو رہی تھیں۔

حالہ اور زاویار بینچ پر بیٹھے ان سب مناظر کا حصہ ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے بے خبر تھے۔ حالہ کی نظریں بار بار سامنے بھاگتے بچوں پر جا رکتی تھیں۔ وہ دونوں — مصطفیٰ اور آئرہ — اپنی دھن میں مست، کبھی ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے، کبھی اپنی ماں کے قریب آ کر ضد کرتے، اور کبھی کسی نئے چہرے کو دیکھ کر مسکرا دیتے۔

زاویار نے ایک نظر حالہ پر ڈالی، جو اب بھی ان بچوں کو بہت دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔ وہ بچوں کی طرف جھکی، مسکرا کر آئرہ کی طرف ہاتھ بڑھایا، جو اپنی چھوٹی انگلیاں چوس رہی تھی۔ ننھی بچی نے تجسس بھری آنکھوں

سے اسے دیکھا، پھر حالہ کی گود میں بیٹھ گئی جیسے اسے پہلے ہی اندازہ ہو کہ یہ جگہ اس کے لیے سب سے آرام دہ ہے۔ حالہ نے نرمی سے اس کی پشت تھپتھپائی، اور پھر بچے کی ماں سے سوال کیا،

"آپ بھی اٹلی جا رہی ہیں؟"

عورت، جو اپنے بچوں کی ضد اور شرارتوں سے پہلے ہی تھکی ہوئی لگ رہی تھی، نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا، "ہاں، ان کے فادر کے پاس۔"

"اچھا، وہ وہاں رہتے ہیں؟" حالہ کی دلچسپی اور بڑھ گئی۔

"ہاں، ہماری شادی کو پانچ سال ہو گئے ہیں، اور وہ تب سے ہی وہاں ہیں۔ آج میں بھی جا رہی ہوں... ہمیشہ کے لیے۔" اس کی آواز میں ایک عجیب سی خوشی اور امید کی چمک تھی، جیسے وہ اپنی زندگی کے سب سے خوبصورت موڑ پر کھڑی ہو۔

حالہ نے سر ہلایا اور نرمی سے آئرہ کے گالوں پر ہاتھ رکھا، جواب بھی اس کی گود میں سکون سے بیٹھی تھی۔ وہ بچی معصومیت سے کبھی حالہ کی طرف دیکھتی، کبھی زاویار کی طرف، جیسے وہ بھی ان دونوں کے بیچ کی خاموشی کو محسوس کر رہی ہو۔ مصطفی پاس کھڑا ہوا اپنی چھوٹی سی کار کے پہیے گھما رہا تھا، جو شاید اس کے لیے دنیا کی سب سے قیمتی چیز تھی۔

زاویار نے ان دونوں کو بغور دیکھا، مگر کچھ بولا نہیں۔ وہ کسی گہرے خیال میں تھا، جیسے کچھ سوچ رہا ہو، یا شاید کسی حقیقت کو پہلی بار قبول کر رہا ہو۔

حالہ بچوں میں

مگن تھی، مصطفی کبھی اپنی کار حالہ کی گود میں رکھ دیتا تو کبھی واپس لے لیتا، اور آئرہ حالہ کے دوپٹے سے کھیل رہی تھی۔

"تمہیں بچے بہت پسند ہیں، ہے نا؟" زاویار نے اچانک پوچھا۔

حالہ نے حیرت سے اسے دیکھا، جیسے یہ سوال سن کر خود بھی پہلی بار اس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ "ہاں... مجھے ہمیشہ سے پسند تھے۔"

"کیوں؟" زاویار کی آواز میں کوئی دلچسپی نہیں تھی مگر پھر بھی وہ سوال کر رہا تھا۔

"پتہ نہیں..." حالہ نے ایک لمحے کے لیے سوچا، پھر دھیرے سے مسکرائی، "شاید اس لیے کہ وہ بنا کسی غرض کے ہنستے ہیں، محبت کرتے ہیں... ان کے دل میں کوئی میل نہیں ہوتا۔"

زاویار نے کوئی جواب نہیں دیا، بس ایک نظر مصطفی پر ڈالی، جو اب حالہ کے بازو پر اپنا سر رکھ چکا تھا۔ اچانک مصطفی نے اپنی چھوٹی سی کار زاویار کے گھٹنوں پر رکھ دی۔ زاویار نے چونک کر نیچے دیکھا، پھر کار کو ہاتھ میں لے

کر بغور دیکھنے لگا۔ مصطفی نے امید بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھا، جیسے چاہ رہا ہو کہ زاویار اس سے کھیلنے لگے۔

حالہ نے ہلکا سا قہقہہ لگایا، "یہ تمہیں اپنی سب سے قیمتی چیز دے رہا ہے۔"

زاویار نے ایک لمحے کو مصطفی کی آنکھوں میں دیکھا، جو کسی بھی معصوم خواہش سے بھرپور تھیں، پھر آہستہ سے مسکرا کر گاڑی اسے واپس دے دی۔ مصطفی خوشی سے اچھلا اور دوبارہ کھیلنے لگا۔ ایئرپورٹ کی اناؤنسمینٹس کی آواز پھر سے گونجی۔ حالہ نے آئرہ کے ننھے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں تھاما، جواب آہستہ آہستہ نیند کی وادی میں جا رہی تھی، وہ ارام سے حالہ کے سینے پہ سر رکھے سو رہی تھی۔ زاویار نے باہر جھانکا، بارش اب بھی ہلکی ہلکی برس رہی تھی۔ کبھی کبھی، کچھ لمحے زندگی میں ایسے آتے ہیں جو نہ تو بہت بڑے ہوتے ہیں، نہ ہی بہت خاص، مگر وہ کسی خاموش تبدیلی کا پیش خیمہ

بن جاتے ہیں۔ زاویار نے ایک نظر حالہ پر ڈالی، جو آئرہ کو دیکھتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔ شاید آج، کسی نہ کسی سطح پر، کوئی نہ کوئی چیز بدل رہی تھی۔

بالآخر، اناؤنسمنٹ ہوئی—— روم جانے والی فلائٹ کچھ دیر میں بورڈنگ کے لیے تیار تھی۔ حالہ نے ایک آخری گھونٹ کافی کا لیا اور زاویار کی طرف دیکھا، جیسے اس لمحے کو ذہن میں محفوظ کر رہی ہو۔

"چلیں؟" زاویار نے مختصر سا کہا۔

حالہ نے سر ہلایا، اور دونوں ایئرپورٹ کے اس حصے کی طرف بڑھنے لگے جہاں ان کے سفر کا نیا باب شروع ہونے والا تھا۔

ایئرپورٹ کی روشنیاں مدھم ہو رہی تھیں، یا شاید یہ حالہ کا دل تھا جو اندر ہی اندر کسی دھند میں لپٹ رہا تھا۔ اس کے قدم آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے، مگر دماغ جیسے ماضی میں کہیں ٹھہر گیا تھا۔

چند لمحے پہلے مصطفی اور آئرہ کی ہنسی، ان کی چھوٹی چھوٹی باتیں، ان کے معصوم ہاتھوں کا لمس —— یہ سب اب اس کی یادوں میں نقش ہو چکا تھا۔ وہ ان بچوں کی ماں کو دور جاتے دیکھ رہی تھی، جو اپنے بیگ سنبھالتی، اپنے بچوں کو ہاتھ تھامے کسی اور سمت بڑھ رہی تھی۔ جانے وہ کس طرح کے خواب لے کر اٹلی جا رہی تھی، کیسی زندگی منتظر تھی اس کے لیے؟

کیا واقعی وہ خوش تھی، یا بس اپنے حالات سے سمجھوتہ کر چکی تھی؟ حالہ نے گہری سانس لی، اس عورت کے چہرے پر چھائی مسکراہٹ اور آنکھوں میں چھپی کہانی کو سمجھنے کی کوشش کی۔

پھر اچانک، اس کا ذہن اپنی زندگی کی طرف مڑ گیا۔ وہ خود کس زندگی کی طرف جا رہی تھی؟ اٹلی میں اس کے لیے کیا تھا؟ وہ جانتی تھی کہ وہاں جا کر

بھی شاید سب کچھ آسان نہ ہو، مگر کم از کم وہ اپنی زندگی کو کسی سمت دے سکے گی۔ لیکن کیا واقعی؟

زاویار کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجے، "میں ماہا سے شادی کروں گا۔" اس کا دل جیسے ایک لمحے کے لیے رک سا گیا۔ وہ جانتی تھی کہ یہ ہونے والا تھا، مگر دل تھا کہ ماننے کو تیار نہیں تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ زاویار کسی اور کا ہو، مگر حقیقت یہی تھی کہ وہ خود اس کے قریب ہوتے ہوئے بھی اس سے بہت دور تھی۔ وہ جانتی تھی کہ زاویار کی زندگی میں اس کے لیے جگہ نہیں، مگر پھر بھی اس کی روح کہیں نہ کہیں اس کی طلبگار تھی۔

حالہ کا دل بے اختیار بھر آیا۔ زاویار اس کا شوہر تھا، وہ اس کے ساتھ ایک خوبصورت زندگی گزارنا چاہتی تھی، وہ اس کے ساتھ جینے کے خواب دیکھ

چکی تھی۔ مگر ایک ضد، ایک نفرت کی دیوار ان دونوں کے درمیان کھڑی تھی، جسے نہ زاویار گرنے دے رہا تھا، نہ وہ خود گرا پا رہی تھی۔ وہ کیا چاہتی تھی؟ محبت یا بس سکون؟

وہ جانتی تھی کہ زاویار کا دل اس کے لیے نرم نہیں تھا، مگر پھر بھی وہ خود کو دھوکہ دینا بند نہیں کر پا رہی تھی۔ شاید وہ امید رکھے بیٹھی تھی کہ کبھی نہ کبھی زاویار کی نفرت ختم ہو جائے گی، کہ کبھی نہ کبھی وہ بھی اسے اسی شدت سے چاہے گا جیسے وہ چاہنے لگی تھی، شاید۔

مگر کیا ایسا ممکن تھا؟

حالہ نے ایک آخری بار ان دونوں بچوں کو دیکھا، جو اب بھی اپنی دھن میں مست بھاگ رہے تھے، اور پھر زاویار کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنے لگی۔ اس کا دماغ کہیں کھویا ہوا تھا۔

زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی۔ "کیا سوچ رہی ہو؟"

حالہ نے ایک لمحے کے لیے رک کر اسے دیکھا، جیسے کچھ کہنے والی ہو، مگر پھر دھیرے سے مسکرا کر سر جھٹک دیا۔ "کچھ نہیں، بس یوں ہی۔"

سامنے گیٹ کے قریب لوگ قطار میں کھڑے تھے، کچھ بے صبری سے، کچھ اداس، اور کچھ بے چینی میں ٹکٹیں اور پاسپورٹ سنبھال رہے تھے۔ اناؤنسمنٹ بار بار ہو رہی تھی، مسافروں کو یاد دلایا جا رہا تھا کہ وقت قریب ہے، کہ سفر شروع ہونے والا ہے۔

حالہ نے اپنے ہاتھ میں دبے پاسپورٹ کو مضبوطی سے تھاما اور اپنی جگہ پر کھڑی ہو گئی۔ زاویار خاموشی سے اس کے ساتھ کھڑا رہا، اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے، جیسے کسی الجھن کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"بس اب اٹلی جانا ہے۔" حالہ نے خود سے کہا، جیسے خود کو یقین دلا رہی ہو۔

زاویار نے کوئی جواب نہیں دیا، بس اپنے گرد و نواح کو دیکھنے لگا۔ وہ سفر اس کے لیے نیا نہیں تھا، مگر اس بار کچھ مختلف تھا۔

چیکنگ کے بعد وہ دونوں گیٹ کی طرف بڑھے۔ ارد گرد مسافروں کا ہجوم تھا، کچھ جوش و خروش میں تھے، کچھ تھکے ہارے بیٹھے تھے، تو کچھ اپنے پیاروں کو الوداع کہہ رہے تھے۔ ہر کوئی اپنی منزل کے سفر پر تھا، مگر حالہ کی منزل؟ وہ جانتی تھی کہ وہ کہاں جا رہی ہے، مگر اندر کہیں ایک خلا سا تھا، ایک ان کہی سی بے چینی جو اس کے دل میں سرایت کر چکی تھی۔

"پاسپورٹ اور بورڈنگ پاس، پلیز!" عملے کی مؤدب آواز نے حالہ کو خیالات سے نکالا۔

حالہ نے جلدی سے اپنا پاسپورٹ اور ٹکٹ نکال کر دیا، زاویار نے بھی وہی عمل دہرایا اور پھر دونوں اندر کی طرف بڑھے۔ اب ان کے سامنے وہ پل تھا جہاں سے گزر کر وہ جہاز میں داخل ہونے والے تھے۔ باہر بارش کی بوندیں کانچ کی دیوار سے ٹکرا رہی تھیں، کہیں دور کسی اور فلائٹ کی روانگی کا اعلان ہو رہا تھا، اور یہاں، وہ دونوں خاموشی سے آگے بڑھ رہے تھے۔

جیسے ہی وہ جہاز کے اندر داخل ہوئے، ایک مخصوص سی خوشبو نے ان کا استقبال کیا—— جہاز کے اندر کی مخصوص مہک، جو ہمیشہ ایک سفر کی شروعات کا احساس دلاتی تھی۔ اندر نیم روشنی، مسافروں کی

سرگوشیاں، اور ایئر ہوسٹس کی خوش اخلاق مسکراہٹ کے ساتھ "ویلکم" کہنے کا انداز۔

حالہ نے اپنی سیٹ نمبر کو دیکھا، وہ کھڑکی کے ساتھ بیٹھی تھی اور زاویار اس کے برابر والی سیٹ پر۔ زاویار نے خاموشی سے اپنا ہاتھ میں پکڑا ابلیک کوٹ سیٹ کی پشت پر لٹکایا اور بیٹھ گیا، موبائل نکال کر اسکرین پر نظریں جما لیں۔ حالہ نے ایک نظر اسے دیکھا پھر کھڑکی کے باہر اندھیرے میں بھیگی ہوئی رن وے کی روشنیوں کو دیکھا اور لمبی سانس لے کر سیٹ بیلٹ باندھنے لگی۔

کچھ ہی دیر میں ایئر ہوسٹس آئی اور مسافروں کو حفاظتی تدابیر کے بارے میں آگاہ کرنے لگی۔ حالہ کی نظریں اس پر تھیں، مگر ذہن کہیں اور تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ یہ سفر اس کے لیے کیا لے کر آیا تھا؟ کیا وہ واقعی خود کو

ایک نئی زندگی کے لیے تیار کر چکی تھی؟ یا پھر اس کا دل اب بھی کسی امید کے سہارے جی رہا تھا؟

کچھ ہی لمحوں میں پائلٹ کی آواز سنائی دی، جس میں موسم، پرواز کی مدت اور منزل کی تفصیل دی گئی۔ حالہ نے کھڑکی کے باہر دیکھا، بارش کی بوندیں شیشے پر پھیلی ہوئی تھیں، جیسے اس کے دل میں بسی اداسی کو ظاہر کر رہی ہوں۔ پھر اچانک، جہاز نے آہستہ آہستہ حرکت شروع کی، رن وے پر تیزی سے دوڑنے لگا، اور چند ہی لمحوں بعد زمین کو چھوڑ کر ہوا میں بلند ہونے لگا۔

حالہ نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس لمحے، اس کا دل جیسے سینے میں دھڑکنا بھول گیا تھا۔ ہر چیز نیچے چھوٹ رہی تھی ——وہ زمین، وہ شہر، وہ یادیں، اور شاید وہ تعلق بھی جسے وہ کبھی پوری طرح اپنا نہیں کر سکی تھی۔ زاویار نے

ایک نظر اس پر ڈالی، حالہ کی بند آنکھیں، اس کے ہاتھ جو سیٹ کے کنارے کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے، سب کچھ اس کی اندرونی کشمکش کی گواہی دے رہے تھے۔

"سب ٹھیک ہے؟" زاویار کی آواز سنائی دی، وہ شاید پوچھنا نہیں چاہتا تھا، مگر جانے کیوں اس کے منہ سے نکل گیا۔

حالہ نے آنکھیں کھولیں، انکھوں میں نمی تھی۔ نظر جھکائے سر ہلایا، اور کھڑکی کے باہر دیکھا—— شہر کی روشنیاں دور ہوتی جا رہی تھیں، اور وہ دونوں ایک ایسی منزل کی طرف جا رہے تھے جہاں کچھ بھی یقینی نہیں تھا۔

حالہ کی پچھلی سیٹ پر وہی عورت اپنے دو بچوں کے ساتھ بیٹھی تھی۔

دونوں بچے بے حد متحرک تھے—— کبھی کھڑکی سے باہر دیکھ کر چیخنے لگتے، کبھی اپنی ماں سے ضد کرتے، اور کبھی بے معنی الفاظ میں کوئی ناقابلِ فہم

بات کرتے۔ ان کی چھوٹی چھوٹی آوازیں حالہ کے کانوں میں رس گھول رہی تھیں۔ ان کی معصوم حرکتوں کو دیکھ کر حالہ کے چہرے پر نرمی بھری مسکراہٹ آگئی۔ وہ ہمیشہ سے بچوں کو پسند کرتی تھی، اور خاص طور پر جڑواں بچے تو اسے بے حد پیارے لگتے تھے۔

لیکن ساتھ ہی، اس کا دل ایک عجیب سی گھبراہٹ کا شکار تھا۔ یہ اس کی زندگی کا پہلا ہوائی سفر تھا، اور جہاز کے زمین سے اوپر اٹھنے کا تصور ہی اسے ہلکا سا خوفزدہ کر رہا تھا۔ نیچے دیکھنے کی ہمت تو وہ کر ہی نہیں سکتی تھی، اس لیے بس سیدھا سامنے دیکھتی رہی۔

آٹھ گھنٹے کا سفر۔۔۔ نہ جانے کیسا گزرے گا؟

اس نے آہستہ سے سیٹ کی پشت پر سر ٹکا دیا، لمبی سانس لی، اور آنکھیں بند کر لیں۔ مگر سکون صرف چند لمحوں کا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور پاس بیٹھے زاویار کو دیکھا، جو بے حد آرام دہ انداز میں بیٹھا تھا، آنکھیں بند کیے جیسے کسی گہری سوچ میں گم ہو۔

"زاویار۔۔۔"

حالہ نے دھیرے سے اسے پکارا۔ زاویار نے سست روی سے آنکھیں کھولیں اور بنا کچھ کہے اسے دیکھا، جیسے جاننا چاہ رہا ہو کہ اب کیا نیا سوال آنے والا ہے۔

"اگر۔۔۔اگر یہ جہاز گر گیا تو؟"

زاویار کے ماتھے پر ایک پل کے لیے شکنیں ابھریں، پھر وہ بے یقینی سے حالہ کو دیکھنے لگا۔ "اف اللہ! یہ کیسی باتیں کر رہی ہو تم؟ جہاز میں بیٹھ کر ایسی باتیں نہیں کرتے!"

"ہاں تو میں نے کیا کیا ہے؟ بس ویسے ہی پوچھ رہی تھی۔"

"توبہ ہے۔۔۔ ایسے فضول سوال بھی تم ہی کر سکتی ہو!" زاویار نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا اور دوبارہ سیٹ سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔

حالہ نے ناسمجھی سے کندھے اُچکائے۔ "یہ کیا فضول سوال ہوا؟ ویسے ہی سوچا کہ اگر کہیں جہاز۔۔۔"

"اچھا، بس! خاموش رہو!" زاویار نے فوراً آنکھیں کھول کر سختی سے کہا۔

حالہ کے ہونٹوں پر ہلکی سی شرارتی مسکراہٹ آئی۔ "کیوں؟ تمہیں ڈر لگ رہا ہے؟"

زاویار نے گہری سانس لی اور بےزاری سے بولا، "ڈر نہیں لگ رہا، تمہاری باتوں سے خوف آرہا ہے بس!"

"لو، میں نے ایسا کیا کہہ دیا؟"

زاویار نے کوئی جواب نہ دیا اور دوبارہ آنکھیں بند کر لیں، جیسے وہ ہر حال میں کچھ دیر سکون پانے کا ارادہ کر چکا ہو۔

حالہ نے کچھ دیر خاموش رہنے کی کوشش کی، مگر زیادہ دیر تک خود کو روک نہ سکی۔

"ویسے۔۔۔ پورے آٹھ گھنٹے کا سفر ہی ہے نا؟"

زاویار نے بمشکل اپنی تھکی ہوئی آنکھیں کھولیں اور گہری سانس لے کر بولا، "ہاں۔"

"اچھا۔" حالہ نے سر ہلا کر معصومیت سے کہا۔

زاویار نے دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ حالہ کا سوال ختم ہوا، لیکن پھر۔۔۔

"ویسے جہاز کے پائلٹ نے کبھی غلطی سے غلط بٹن دبا دیا تو؟"

زاویار نے اپنا سر سیٹ سے ہٹایا اور حالہ کی طرف ایک جانچتی ہوئی نظر ڈالی، جیسے دیکھ رہا ہو کہ وہ مذاق کر رہی ہے یا واقعی سنجیدہ ہے۔ "تمھیں جہاز میں سفر کرنا تھا یا پائلٹس کی ٹریننگ لینا تھی؟"

حالہ نے شرارت سے ہنسی دبائی۔

"سچ میں پوچھ رہی تھی۔"

"سچ میں کہہ رہا ہوں، بس کرو!" زاویار نے سنجیدگی سے کہا اور دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔

مگر حالہ کے سوالات کا سلسلہ کہاں ختم ہونے والا تھا؟اس کے چہرے پر ایک نئی شرارت نمودار ہو رہی تھی،اور زاویار کے چہرے پر آنے والی بے بسی بھی۔۔۔!

حالہ نے تھوڑا سا منہ بنایا، پھر کھڑکی سے باہر جھانکنے کی کوشش کی مگر جیسے ہی نیچے کا منظر نظر آیا، فوراً سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ جہاز اب بادلوں میں تھا، اور نیچے زمین نظر آنا تقریباً ناممکن ہو چکا تھا، مگر حالہ کو اب بھی لگ رہا تھا کہ اگر زیادہ نیچے دیکھ لیا تو چکر آ جائے گا۔

پیچھے بیٹھے بچے ابھی بھی اپنی ماں سے عجیب و غریب سوالات کر رہے تھے—— کبھی پوچھتے "ماما، جہاز میں بریک کہاں ہوتے ہیں؟" کبھی کہتے، "اگر ہم نیچے کود یں تو کیا سپر مین کی طرح اُڑ سکتے ہیں؟"ان کی معصوم باتوں پر حالہ مسکرا دی۔

مگر اگلے ہی لمحے، اس کا ذہن پھر ایک خوفناک خیال میں چلا گیا۔ اس نے زاویار کی طرف دیکھا، جو آنکھیں بند کیے سکون سے بیٹھا تھا۔

"زاویار؟" اس نے آہستہ سے کہا۔

زاویار نے آنکھیں کھولیں، جیسے وہ پہلے ہی جانتا ہو کہ اب کچھ الٹا سیدھا سننے کو ملنے والا ہے۔ "اب کیا ہوا؟"

"یہ جہاز کہیں کسی پرندے سے نہ ٹکرا جائے؟"

زاویار نے بے اختیار اپنی پیشانی مسلی۔ "پرندہ؟ بادلوں میں؟ حالہ، خدا کا واسطہ، کوئی اور ٹاپک ڈھونڈ لو!"

حالہ نے معصومیت سے کندھے اُچکائے، پھر دوبارہ کھڑکی کی طرف دیکھنے لگی، مگر اس بار اس نے نیچے دیکھنے کی کوشش نہیں کی۔

"زاویار؟"

"اب کیا؟" زاویار نے زچ ہو کر آنکھیں کھولیں۔

"یہ جہاز میں کھانے میں کیا ملے گا؟ مجھے بھوک لگ رہی ہے!"

زاویار نے گہری سانس لی، پھر آنکھیں بند کرتے ہوئے بولا، "خدا کرے تمہیں نیند آجائے، اور یہ سفر آرام سے گزر جائے۔"

حالہ نے شرارت سے مسکراتے ہوئے ایک اور سوال سوچ لیا تھا، مگر زاویار کا تھکن زدہ چہرہ دیکھ کر اس نے فیصلہ کیا کہ اسے تھوڑا آرام کرنے دینا چاہیے۔ مگر کب تک؟ یہ تو حالہ ہی بہتر جانتی تھی!

زاویار کے صبر کا پیمانہ لبریز ہونے کو تھا۔ چار گھنٹے، پورے چار گھنٹے حالہ نے اس کے دماغ کی دہی بنادی تھی۔ کبھی جہاز کے گرنے کا سوال، کبھی پائلٹ کی نیند کے بارے میں سوچ، کبھی کھانے پر تبصرہ، اور کبھی صرف بے مقصد باتیں۔ زاویار کو لگ رہا تھا کہ وہ جہاز میں نہیں، کسی ریڈیو اسٹیشن

میں بیٹھا ہے، جہاں صرف حالہ کی بکواس نشر ہو رہی ہے، بغیر کسی وقفے کے۔

آخر کار، جب زاویار نے تھوڑی دیر کے لیے آرام کا سوچا اور آنکھیں بند کیں، تو نیند کے جھونکے نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔ جانے کب کتنی دیر گزری، جب اچانک اس نے کچھ نرمی اپنے کندھے پر محسوس کی۔ وہ آہستہ سے آنکھیں کھولتا ہے تو حیرت سے دیکھتا ہے——حالہ اس کے کندھے پر سر رکھے گہری نیند میں تھی، جیسے یہ جگہ اس کے لیے سب سے آرام دہ ہو۔

زاویار نے ایک لمحے کے لیے اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش کی، لیکن پھر رک گیا۔ اس کا دل عجیب سی کشمکش میں تھا۔ وہ اسے جگانا نہیں چاہتا تھا، مگر اپنے کندھے کو بھی مزید بوجھل محسوس کر رہا تھا۔ آہستہ سے، بہت نرمی

کے ساتھ، اس نے حالہ کا سر ہٹانے کی کوشش کی اور سیٹ کی پشت پر ٹکا دیا۔ مگر——

دو سیکنڈ۔ صرف دو سیکنڈ، اور حالہ کا سر دوبارہ اسی کے کندھے پر ڈھلک گیا۔

"یہ میرے کندھے کو تکیہ سمجھ رہی ہے؟" اس نے خود سے بیزاری سے سوچا۔

زاویار نے گہری سانس لی، جیسے خود کو صبر کی تلقین کر رہا ہو۔ اس نے ذرا سختی سے حالہ کا سر پکڑ کر سیٹ کی پشت سے لگا دیا، مگر——

جیسے ہی اس نے حالہ کو سہارا دیا، وہ مزید قریب آ گئی۔ اس کا سر اب اس کے سینے پر تھا، زاویار کے دل کے عین قریب۔

وہ لمحہ، جیسے ایک پوری صدی پر محیط ہو گیا ہو۔ زاویار نے اپنی جگہ پر بے چینی سے جنبش کی، مگر حالہ نیند میں تھی، مکمل طور پر بے خبر کہ وہ کیا کر رہی تھی۔ اس کا نرم وجود، زاویار کے سینے سے لگا ہوا تھا، جیسے وہ واقعی اسی جگہ کے لیے بنی ہو، جیسے وہ ہمیشہ سے یوں ہی زاویار کے قریب رہنے کے لیے تھی۔

زاویار ایک گہری سانس لیتا ہے۔ "اس سے تو اچھا تھا کہ کندھے میں ہی سوئے رہنے دیتا۔"

اس نے حالہ کو دوبارہ ہٹانے کے لیے ہاتھ بڑھایا، مگر پھر ایک خیال آیا— اگر وہ جاگ گئی تو؟

پھر وہی سوالات، پھر وہی بحث، پھر وہی نہ ختم ہونے والی باتیں...

زاویار نے بے بسی سے سر جھٹکا اور خاموشی سے بیٹھ گیا۔ "چلو، کم از کم ابھی خاموش تو ہے!"

اور یوں، وہ بے بس ہو کر اسے اپنے قریب رہنے دیتا ہے۔ حالہ کے نرم سانسوں کی گرمی اس کے سینے پر ہلکی ہلکی محسوس ہو رہی تھی، اور زاویار نے پلکیں بند کر لیں۔

یہ چند لمحے، جیسے دنیا سے چرا لیے گئے ہوں۔ شاید پہلی بار، وہ واقعی اس کی قربت کو محسوس کر رہا تھا——بے اختیار، بے قابو، اور بے حد قریب۔

اس نے سیٹ سے ٹیک لگا لی، اور ایک نظر حالہ پر ڈالی۔ وہ مکمل سکون میں تھی، جیسے کوئی فکر ہی نہ ہو۔ زاویار نے ایک نظر آسمان کی طرف (یا اس معاملے میں، جہاز کی چھت کی طرف) اٹھائی اور گہری سانس لی۔

حالہ کے بالوں کی خوشبو مسلسل اس کی سانسوں میں گھل رہی تھی۔

"یااللہ، بس یہ فلائٹ جلدی ختم ہو جائے!"

7 گھنٹے کا سفر گزر چکا تھا، حالہ اب بھی زاویار کے سینے پر سر رکھے سو رہی تھی۔ زاویار نے ایک دو بار ہلکا سا حرکت کی، مگر وہ مزید گہری نیند میں چلی گئی تھی۔ جہاز کے اسپیکرز پر اچانک کیپٹن کی آواز گونجی۔

"خواتین و حضرات، السلام علیکم! ہم اس وقت استنبول کے قریب پہنچ رہے ہیں اور تقریباً سات منٹ میں لینڈ کریں گے۔ باہر کا درجہ حرارت اٹھارہ ڈگری سینٹی گریڈ ہے اور موسم خوشگوار ہے۔ برائے مہربانی اپنی سیٹ بیلٹس باندھ لیں اور نشستیں سیدھی کر لیں۔ اگر آپ کی اگلی پرواز اٹلی کے لیے ہے تو کنیکٹنگ گیٹ کی تفصیلات ایئرپورٹ سکرینز پر دیکھی جا سکتی ہیں۔ ہمارے ساتھ سفر کرنے کا شکریہ، اور استنبول میں خوش آمدید!"

زاویار نے آنکھیں کھولیں اور ایک نظر حالہ پر ڈالی، جواب بھی سکون سے سو رہی تھی۔ اس نے گہری سانس لی اور آہستہ سے اسے سینے سے ہٹا کر سیدھا کیا۔

"حالہ... حالہ اٹھو!" اس نے نرمی سے اسے جگایا۔ حالہ نے بے چینی سے آنکھیں کھولیں اور نیم غنودگی میں زاویار کی طرف دیکھا۔ ایک لمحے کے لیے اس کا ذہن پوری طرح بیدار نہیں ہوا تھا، پھر اچانک وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی اور جوش سے بولی، "اٹلی آ گیا؟"

زاویار نے ایک لمحے کے لیے بے یقینی سے اسے دیکھا، پھر تھوڑا جھنجھلا کر بولا، "نہیں! ابھی نہیں آیا، ہم ترکی کے ایئرپورٹ پر رکے ہیں، استنبول میں۔ یہاں ایک گھنٹے کے لیے رکیں گے، پھر آگے روانہ ہوں گے۔"

حالہ نے الجھن سے پلکیں جھپکائیں، پھر کھڑکی سے باہر دیکھنے کی کوشش کی۔ مگر رات کے وقت رن وے کی روشنیاں اور کچھ طیارے ہی نظر آ رہے تھے۔

"اوہ..." وہ مایوسی سے بولی، پھر دوبارہ زاویار کے کندھے سے سر لگا کر آنکھیں بند کرنے لگی۔

"اچھا اب دوبارہ مت سو جانا، جاگ جاؤ۔ باہر چل کر دیکھ لو ایرپورٹ!" زاویار نے اسے تنبیہ کی۔

حالہ نے منہ بنایا، مگر کھڑکی کے قریب ہو کر باہر دیکھنے لگی۔

جہاز جیسے ہی مکمل رکا، کچھ مسافر اپنی سیٹوں سے اٹھنے لگے۔ حالہ بھی جوش سے زاویار کے ساتھ باہر نکلنے کو تیار ہوئی۔ جیسے ہی وہ ایئرپورٹ کے اندر

داخل ہوئے، ایک عالیشان، جگمگاتا ہوا منظر ان کے سامنے تھا۔ استنبول ایئرپورٹ دنیا کے سب سے بڑے اور مصروف ایئرپورٹس میں سے ایک تھا۔ اندر قدم رکھتے ہی جدید طرز کی دلکش دیواریں، شفاف شیشے کے پار نظر آتے وسیع کوریڈورز، اور ہر جگہ روشنیوں کا حسین امتزاج نظر آرہا تھا۔

چاروں طرف مختلف زبانوں میں اعلانات ہو رہے تھے، لوگ جلدی میں چلتے جا رہے تھے، کچھ انتظار میں بیٹھے تھے، اور کئی افراد اپنے لگج کے ساتھ کاؤنٹرز پر کھڑے تھے۔ دکانیں، کیفے، اور ریستورانز جگمگا رہے تھے، جہاں ترکی کی خوشبودار کافی اور تازہ بیکڈ سمیت مختلف کھانے دستیاب تھے۔

حالہ نے ارد گرد دیکھا، وہ آنکھیں جھپکنا بھول گئی تھی۔ "یہ ایئرپورٹ تو کسی بادشاہ کے محل جیسا لگ رہا ہے!" وہ حیرت سے بولی۔ زاویار نے کچھ نہیں کہا بس آرام سے اس کے ساتھ چلتا رہا حالہ نے ایک طرف ہاتھ سے اشارہ کیا، "وہ دیکھو! وہاں کافی کی خوشبو کتنی اچھی آرہی ہے، ہم کچھ پی سکتے ہیں نا؟"

زاویار نے گہری سانس لی، "ہم یہاں گھومنے نہیں آئے، بس تین گھنٹے کا اسٹاپ ہے۔"

حالہ نے اس کی طرف معصومیت سے دیکھا، "تو کیا پورے استنبول کا ایک چکر بھی نہیں لگوا سکتے؟"

زاویار نے سخت نظروں سے اسے دیکھا، "ہاں، بالکل نہیں!"

حالہ نے منہ بنایا، مگر اردگرد کی رونق دیکھنے میں مگن ہو گئی۔ لوگ ترکی کے روایتی لباس میں بھی نظر آرہے تھے، کچھ حجاب میں ملبوس خواتین، کچھ سیاح، اور کئی ترک مرد اپنے مخصوص انداز میں گفتگو کرتے ہوئے گزر رہے تھے۔

"یہاں سب کچھ کتنا الگ ہے، میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ استنبول ایئرپورٹ اتنا شاندار ہو گا!" حالہ پرجوش انداز میں بولی۔

"اب بس کرو، کافی لینا ہے تو چلو" زاویار نے اسے یاد دلایا۔

دونوں ایک کیفے کی طرف بڑھے جہاں ترکی کی مخصوص کافی "ترکش کافی" دستیاب تھی۔ حالہ نے خوشی سے ایک کپ لیا اور جیسے ہی پہلا گھونٹ لیا، اس کا منہ بن گیا۔

"یہ کیا ہے؟ یہ تو اتنی کڑوی ہے!" وہ حیرت سے بولی۔

زاویار نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے کندھے اچکائے، "یہ اصل ترکی کافی ہے، جتنا کم پانی اتنی زیادہ کڑواہٹ۔"

حالہ نے مایوسی سے کپ کو دیکھا، "میں تو سمجھی تھی کچھ اور ہوگا!"

زاویار نے اپنی کافی کا ایک گھونٹ لیا، پھر ہلکا سا مسکرایا۔ "یہی اصلی ذائقہ ہے، تمہیں عادت نہیں ہے بس۔"

یہ تین گھنٹے کا قیام، حالہ کے لیے ایک نئی دنیا کی جھلک تھی۔ استنبول ایئرپورٹ کی چمک دمک، ترکی کی مخصوص خوشبوئیں، اور زاویار کی روایتی روڈنس——سب کچھ ایک ناقابلِ فراموش لمحہ بن چکا تھا۔

حالہ کی آنکھیں ہر طرف بھاگ رہی تھیں—ایئرپورٹ کے شفاف شیشوں سے بنی دیواریں، چمکتے فرش، اور وسیع ہال جہاں دنیا کے ہر کونے سے آئے مسافر نظر آ رہے تھے۔

جہاں تک نظر جا رہی تھی، برانڈڈ اسٹورز اور ڈیوٹی فری شاپس قطار میں موجود تھیں—Louis Vuitton،Gucci، Chanel، Rolexاور جانے کتنی لگژری برانڈز۔ ہر اسٹور کی چمک الگ ہی تھی، جیسے ایئرپورٹ نہیں، بلکہ کوئی جدید ترین شاپنگ مال ہو۔

"واہ، یہ تو واقعی کسی شاپنگ سینٹر جیسا لگ رہا ہے!" حالہ نے جوش سے کہا۔

زاویار نے ہنکارا ابھرا، "یہ دنیا کے چند سب سے بڑے ایئرپورٹس میں سے ایک ہے، ظاہر ہے ہر سہولت یہاں موجود ہو گی۔"

"یہ دیکھو! وہ شو پیس کتنا خوبصورت ہے!" حالہ ایک شیشے کے اسٹور کے سامنے جا رکی، جہاں نیلے اور سنہری رنگ کے ترکی کے مشہور "ایول آئی" (نظرِ بد سے بچاؤ والا تعویذ) کی اشکال سجی ہوئی تھیں۔

زاویار نے سرسری نظر ڈالی، "یہ ترکی کی خاص علامت ہے، ہر جگہ مل جائے گی۔"

حالہ نے ایک چھوٹا سا ایول آئی بریسلیٹ اٹھایا، "یہ میں لے لوں؟"

زاویار نے کندھے اچکا دیے، "جو مرضی کرو، لیکن جلدی کرو!"

حالہ نے فوراً وہ بریسلیٹ خرید لیا اور آگے بڑھ گئی۔

تھوڑا آگے چلنے پر ایک ترک ڈیلی نظر آئی جہاں ترکی کی روایتی مٹھائیاں اور مشہور باقلوہ (Baklava) رکھی ہوئی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی ایک

بیکری سے سمتِ (Simit) کی خوشبو آرہی تھی — ترکی کا مشہور بیگل جس پر تل چھڑکے جاتے ہیں۔

حالہ نے خوشبو میں سانس لیا، "یہ کیا چیز ہے؟"

"یہ سمتِ ہے، ترکی میں بہت مشہور ناشتہ۔" زاویار نے بتایا۔

حالہ نے جھٹ سے ایک سمتِ اور باقلوہ خریدی۔ جیسے ہی اس نے پہلا نوالہ لیا، اس کا منہ بن گیا۔ "یہ تو بہت میٹھا ہے!"

زاویار نے مسکرا کر ایک باقلوہ اٹھایا، "یہ ہنی سیرپ میں ڈوبا ہوتا ہے، ترکی کی خاص مٹھائی ہے، اسی لیے زیادہ میٹھا ہے۔"

حالہ نے بمشکل دوسرا نوالہ لیا، "کتنی میٹھی چیزیں کھاتے ہیں یہ لوگ!"

وہ آگے بڑھے تو ایک کافی شاپ نظر آئی جہاں **ترکش کافی** کے ساتھ ساتھ مختلف چائے بھی دستیاب تھیں۔ حالہ نے ایک کپ ترک چائے لی، جو بغیر دودھ کے پیش کی جاتی تھی۔

"یہ کافی تو بہت کڑوی تھی، دیکھتی ہوں چائے کیسی ہے۔" حالہ نے چائے کا گھونٹ لیا اور حیران ہوئی، "یہ تو اچھی ہے!"

"یہی پینا چاہیے تھا تمہیں، ترک چائے مشہور ہے یہاں۔" زاویار نے کہا اور ساتھ ہی اپنی گھڑی پر نظر ڈالی۔ "بیس منٹ باقی ہیں، اب چلیں؟"

"ویسے... اگر ہم تھوڑا اور گھوم لیں تو کیا ہوگا؟" اس نے زاویار کی طرف دیکھا، آنکھوں میں چمک تھی۔

زاویار نے ناپسندیدگی سے اسے گھورا، "ہوگا یہ کہ ہم جہاز چھوڑ دیں گے اور استنبول میں پھنس جائیں گے!"

حالہ نے ہلکی سی مسکراہٹ دبائی، "لیکن ہمارے پاس ایک گھنٹہ ہے نا؟ کیوں نہ اس خوبصورت ایئرپورٹ کو پورا ایکسپلور کریں؟ آخر کو اتنے بڑے ایئرپورٹ پر آئے ہیں، یہ موقع بار بار تو نہیں ملے گا!"

زاویار نے گہری سانس لی، جیسے خود کو صبر کی تلقین کر رہا ہو۔ "پھر جب جہاز ہمیں چھوڑ کر چلا جائے گا تو تمہیں کندھے پر اٹھا کر اٹلی لے جاؤں گا؟"

حالہ نے کندھے اچکا دیے، "جہاز نہیں چھوڑے گا، بس تھوڑا سا اور دیکھ لیتے ہیں!"

حالہ ایئرپورٹ پر اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی، ہر چیز اس کے لیے نئی اور دلچسپ تھی۔ وہ کبھی کسی شاپ پر رکتی، کبھی کسی بورڈ کو غور سے پڑھنے

لگتی۔ زاویار اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا، مگر اس کے چہرے پر وہی سنجیدگی تھی، جیسے اسے حالہ کی بے حد معصومانہ حیرت پر کوئی دلچسپی نہ ہو۔

"ویسے، تم یہاں، استنبول، کتنے سال رہے ہو؟" حالہ نے اچانک پوچھا، آنکھیں چمک رہی تھیں، جیسے وہ بہت بڑی معلومات حاصل کرنے والی ہو۔

زاویار نے ایک پل کے لیے اسے دیکھا اور روکھے انداز میں جواب دیا، "تین سال۔"

حالہ نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں، "سچ میں؟ تین سال؟ مطلب تمہیں یہاں سب کچھ آتا ہوگا، زبان بھی، راستے بھی، کھانے بھی؟"

زاویار نے بے زاری سے سر جھٹکا، "ظاہر ہے، تین سال گزارے ہیں، پکنک منانے نہیں آیا تھا۔"

حالہ نے ہنسی دبائی، "اچھا اچھا، غصہ مت کرو۔ میں تو بس ویسے ہی پوچھ رہی تھی۔"

زاویار نے گہری سانس لی، "حالہ، بس گیٹ کی طرف چلو۔ مزید سوال نہیں۔"

حالہ ہنسی، "اچھا بابا، چلو"

واپس جاتے ہوئے حالہ نے ایئرپورٹ کے دلکش فنِ تعمیر پر غور کیا— چھتوں پر لٹکتے جدید لائٹس، دیواروں پر ترکی کے روایتی نقش و نگار، اور جگہ جگہ بیٹھنے کے لیے کشادہ لاؤنج۔

حالہ نے آخری بار ارد گرد نظر ڈالی، پھر سر ہلایا، "چلو ٹھیک ہے، اب جہاز میں چلیں۔ ورنہ تم سچ میں کندھے پر اٹھا کر لے جانے کی دھمکی سچ کر دو گے!"

زاویار نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا، بس آگے بڑھ گیا، اور حالہ نے جلدی سے اس کا ساتھ دیا۔ یہ مختصر قیام، حالہ کے لیے کسی خواب سے کم نہیں تھا——ایک ایسی دنیا جہاں ہر طرف جدیدیت اور ثقافت کا حسین امتزاج تھا۔ اب، اٹلی ان کا انتظار کر رہا تھا۔

☆☆☆✦☆☆☆

جہاز نے جیسے ہی لینڈنگ کا اعلان کیا، حالہ نے آنکھیں کھولیں۔ وہ نیند سے بوجھل نظروں سے زاویار کی طرف دیکھتی ہے جو اپنی سیٹ بیلٹ ٹھیک کر رہا تھا۔

"ہم پہنچ گئے؟" حالہ نے آہستہ سے پوچھا۔

"ہاں۔" زاویار نے مختصر جواب دیا، نگاہیں ونڈو سے باہر جمائے رکھیں۔

جہاز نے رن وے پر پہیہ رکھا، ایک ہلکا سا جھٹکا محسوس ہوا، اور پھر اسپیکر پر پائلٹ کی آواز گونجی، "benvenuti a roma!

welcome to rome!"

حالہ نے جوش سے کھڑکی سے باہر جھانکا۔ یہ اٹلی تھا۔ روم۔

زاویار کے لیے یہ زمین اجنبی نہیں تھی۔ وہ یہاں پیدا ہوا تھا، یہی پلا بڑھا تھا، ہر گلی، ہر سڑک، ہر زبان اس کے لیے مانوس تھی۔ اٹلی کے باسیوں کی زبان، ان کے لہجے، ان کی روایات—سب کچھ وہ بچپن سے جانتا تھا۔

تین سال پہلے جب وہ پاکستان آیا تھا، تو سب کچھ چھوڑ کر آیا تھا، مگر آج، تین سال بعد، یہاں کی خوشبو، یہ ماحول، وہی زبانیں، وہی انداز—سب کچھ واپس اس کی رگوں میں بہنے لگا۔

وہ بچپن میں اطالوی، انگریزی، اور لاطینی روانی سے بولتا تھا۔ یہاں کے لوگوں کی بول چال، ان کے الفاظ کا اتار چڑھاؤ، ان کے تاثرات —— سب کچھ ہمیشہ کی طرح شناسا لگا۔

دونوں جہاز سے اترے تو ایئرپورٹ کی وسیع دنیا ان کے سامنے تھی۔ لیئونارڈو دا ونچی — فیومیچینو ایئرپورٹ، روم کا سب سے بڑا ایئرپورٹ۔ بلند شیشے کی دیواریں، سفید اور نیلے رنگ کے امتزاج سے بنا وسیع ہال، جدید ترین اسکرینیں جہاں مختلف فلائٹس کی تفصیلات نظر آرہی تھیں۔ چاروں طرف لوگ تھے، مگر یہاں کا ماحول پاکستانی یا ترکی کے ایئرپورٹس سے بالکل مختلف تھا۔

لمبے قد، گورے چمکدار چہرے، نوکیلی ناک، گہری آنکھیں —— اٹلی کے مرد اور عورتیں خاص اطالوی انداز میں ملبوس تھے۔

خواتین میں سے اکثر لمبے اوور کوٹ، جینز، اور اسکارف یا ہیٹ پہنے نظر آ رہی تھیں، جبکہ کچھ نے روایتی اطالوی اسٹائل کے ڈریسز پہن رکھے تھے۔

مرد زیادہ تر سلیقے سے فٹنگ والے سوٹ یا کیژول جینز اور ٹی شرٹ میں ملبوس تھے، چمکدار جوتے، ہاتھ میں چمڑے کے بیگ، اور آنکھوں پر دھوپ کا چشمہ۔

ان کے انداز میں ایک خاص یورپی بے نیازی اور اعتماد تھا، ایک ایسا اعتماد جو صدیوں کی ثقافت سے جنم لیتا ہے۔

اطراف میں گفتگو ہو رہی تھی، اور ان کے جملے حالہ کے کانوں میں پڑنے لگے۔

"scusi, dove si trova l'uscita?" (معاف کیجیے، باہر جانے کا راستہ کہاں ہے؟)

"benvenuto a roma!" (روم میں خوش آمدید!)

"signora, il suo bagaglio è pronto." (محترمہ، آپ کا سامان تیار ہے۔)

یہ زبان حالہ کے لیے اجنبی تھی، مگر زاویار کے لیے—یہ اس کا اپنا لہجہ تھا، اس کی اپنی زبان۔ زاویار اسے لے کر آگے بڑھا، وہ دونوں امیگریشن ڈیسک کی طرف گئے، جہاں چند افسران مسافروں کے پاسپورٹ چیک کر رہے تھے۔

زاویار نے بغیر کسی دقت کے روانی سے اطالوی میں بات کی، حالہ حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ جس اعتماد سے بات کر رہا تھا، وہ بالکل الگ زاویار تھا—ایک ایسا زاویار جو پاکستان میں کبھی نظر نہیں آیا تھا۔

امیگریشن کے بعد، دونوں سامان کی طرف بڑھے، ایئرپورٹ کے جدید اسکیلیٹرز اور لمبی راہداریوں سے گزرتے ہوئے، حالہ حیرانی سے ارد گرد دیکھتی رہی۔

یہاں کا ماحول بالکل الگ تھا — صاف ستھری، خوشبو بکھیرتی ہوا، اور ہر طرف مصروف لوگ، جو اپنی ہی دنیا میں مگن تھے۔ یہ اٹلی تھا۔ ایک نئی دنیا، ایک نیا آغاز۔

جیسے ہی وہ دونوں ایئرپورٹ کے خودکار دروازوں سے باہر نکلے، ایک تازہ، خوشگوار ہوا کا جھونکا ان کے چہروں سے ٹکرایا۔ مارچ کا مہینہ تھا، اور روم کی فضا میں ہلکی خنکی گھلی ہوئی تھی، مگر دھوپ بھی ساتھ موجود تھی، جو شہر کے قدیم اور جدید رنگوں کو ایک سنہری چمک دے رہی تھی۔ فیومیچینو ایئرپورٹ کے باہر وسیع سڑکیں، جدید طرز کی روشنیوں سے مزین فٹ

پاتھ، اور ایک ترتیب سے کھڑی ٹیکسیوں کی قطار۔ لوگ آجا رہے تھے، کچھ بڑی سی سوٹ کیسز گھسیٹ رہے تھے، کچھ اپنے موبائل پر راستہ دیکھ رہے تھے، اور کچھ تھکے ہارے مسافروں کی طرح بیٹھے ہوئے تھے۔ سامنے ہی ایک بڑی شیشے کی عمارت تھی، جس پر "Aeroporto di Roma-Fiumicin" لکھا تھا۔ وہاں سے کچھ دوری پر ایک فوارہ تھا، جہاں پانی کی شفاف بوندیں سورج کی روشنی میں چمک رہی تھیں۔

مارچ میں روم کا موسم سردی اور گرمی کے بیچ کا ہوتا ہے، ہلکی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں، مگر ساتھ ہی دھوپ بھی تھی جو زیادہ سخت نہیں لگ رہی تھی۔ درختوں پر ہلکی ہریالی تھی، کہیں کہیں برگد جیسے بڑے درخت اپنی چھاؤں بکھیر رہے تھے، اور لوگ زیادہ تر ہلکے جیکٹ یا سویٹر پہنے ہوئے تھے۔

زاویار نے ایک نظر ادھر ادھر ڈالی، پھر سیدھا ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف بڑھا۔ وہاں کئی گاڑیاں قطار میں کھڑی تھیں، زیادہ تر پیلی اور سفید رنگ کی جدید گاڑیاں۔

ایک لمبے قد، ہلکے سنہرے بالوں والے آدمی نے ان کی طرف دیکھا اور ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا، **"Dove vuoi andare?"** (آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟)

زاویار نے رواں اطالوی میں جواب دیا، **"Ci porti al centro di Roma."** (ہمیں روم کے مرکز لے چلو۔)

ڈرائیور درمیانی عمر کا تھا، تقریباً 40 کے پیٹے میں، چہرے پر ہلکی جھریاں، آنکھوں پر سیاہ چشمہ، اور اس نے ایک سلیقے سے استری شدہ ہلکی نیلی قمیص اور سیاہ جینز پہن رکھی تھی۔ جیسے ہی وہ دونوں ٹیکسی میں بیٹھے، حالہ نے

گاڑی کے اندرونی حصے کا جائزہ لیا۔ ٹیکسی اندر سے جدید اور آرام دہ تھی، گہرے سرمئی لیدر کی سیٹیں، سامنے ایک ڈیجیٹل اسکرین جس پر راستے کا نقشہ چل رہا تھا، اور ایک چھوٹا سا ایئر فریشنر جو ہلکی خوشبو پھیلا رہا تھا۔ ٹیکسی جیسے ہی ایئرپورٹ سے نکلی، ایک وسیع سڑک پر آ گئی۔ دونوں طرف درختوں کی قطاریں تھیں، اور درمیان میں ایک لمبی شاہراہ، جہاں دوسری گاڑیاں تیزی سے گزر رہی تھیں۔

کچھ ہی دیر میں، شہر کے اولین آثار نظر آنے لگے۔ سب سے پہلے "Ponte Milvio" کا پرانا پل دکھائی دیا، جو قدیم رومی سلطنت کے وقت کا ایک مشہور تاریخی پل تھا۔ اس کے قریب ہی دریا Tiber River بہہ رہا تھا، جس کا نیلا پانی سورج کی روشنی میں چمک رہا تھا۔

پھر گاڑی آگے بڑھی تو "Piazza Venezia" آیا، جہاں سفید سنگ مرمر سے بنا عظیم الشان "Altare della Patria" نظر آ رہا تھا، جو اٹلی کے ایک تاریخی بادشاہ کے لیے بنایا گیا جو ایک شاندار یادگار تھی۔

گاڑی جیسے جیسے شہر کے بیچوں بیچ جا رہی تھی، حالہ حیرانی سے ارد گرد دیکھ رہی تھی۔ تنگ اور قدیم گلیاں، جہاں ہر عمارت تاریخ کا ایک زندہ ثبوت لگ رہی تھی۔ بعض عمارتیں مٹیالی اینٹوں کی بنی ہوئی تھیں، ان کی بالکونیوں پر سبز بیلیں لٹک رہی تھیں، اور کھڑکیاں لکڑی کے پرانے طرز کی تھیں، جیسے وہ صدیوں سے ویسی ہی کھڑی ہوں۔

بازاروں میں لوگ کافی کیفے کے باہر بیٹھے ہوئے تھے، کچھ ہاتھ میں جیلٹو (اٹالیئن آئس کریم) پکڑے گھوم رہے تھے، اور کچھ نوجوان موٹر

سائیکلوں پر مزے سے گپ شپ کرتے جا رہے تھے۔ یہاں کے لوگ خود میں مصروف مگر خوش مزاج لگ رہے تھے۔ عورتیں جدید مگر سادہ لباس میں، کچھ نے لمبے کوٹ اور ہیٹ پہنے ہوئے تھے، جبکہ کچھ رنگین لباس میں ملبوس تھیں۔

مرد زیادہ تر یا تو سوٹ میں تھے، یا پھر سادہ مگر سٹائلش جینز اور شرٹ میں، ان کے انداز میں ایک خاص اعتماد تھا۔ کچھ اطالوی زبان میں بلند آواز میں ہنستے ہوئے باتیں کر رہے تھے، جیسے یہ زبان خود بھی ایک موسیقی ہو۔

حالہ نے کھڑکی سے باہر جھانکا، اور مدھم آواز میں بولی، "یہ جگہ تو بالکل فلموں جیسی لگ رہی ہے..."

زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی، اور دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ بولا، "یہ جگہ فلموں جیسی نہیں، فلمیں اس جیسی بنائی جاتی ہیں۔"

ٹیکسی آہستہ آہستہ روم کے دل میں داخل ہو رہی تھی۔ جیسے ہی ٹیکسی روم کی قدیم گلیوں میں داخل ہوئی، حالہ کی آنکھوں میں ایک چمک آگئی۔ وہ کھڑکی سے باہر جھانک رہی تھی، ہر منظر، ہر عمارت، ہر گلی کو جیسے ذہن میں محفوظ کر رہی ہو۔ اس کے لبوں پر ایک بے ساختہ مسکراہٹ تھی، اور اس کے دل میں ایک انجانی سی خوشی۔

"زاویار، یہ جو عمارتیں ہیں، یہ سب اتنی پرانی کیوں لگ رہی ہیں؟" اس نے پرجوش لہجے میں پوچھا۔

زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی، پھر کھڑکی سے باہر دیکھ کر بیزاری سے بولا، "کیونکہ پرانی ہیں۔"

حالہ نے اس کے سرد لہجے کو نظرانداز کیا، جیسے ہمیشہ کرتی تھی۔ "مطلب، کتنی پرانی؟ سو سال؟ دو سو سال؟"

زاویار نے ایک تھکی ہوئی سانس لی، "کچھ عمارتیں ہزار سال سے بھی زیادہ پرانی ہیں۔"

حالہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، "ہزار سال؟ واقعی؟ اتنا سب کچھ پرانا ہونے کے باوجود یہ سب اتنا خوبصورت کیسے لگتا ہے؟ پاکستان میں تو پرانی عمارتیں بوسیدہ ہو جاتی ہیں، یہاں تو لگتا ہے جیسے سب کچھ جان بوجھ کر سنبھالا گیا ہو۔"

"کیونکہ یہاں سنبھالتے ہیں،" زاویار نے سپاٹ لہجے میں کہا، جیسے وہ اس گفتگو کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتا تھا۔ حالہ نے اپنے ہاتھوں کو جوش سے آپس میں رگڑا، "زاویار، یہاں کی سڑکیں کتنی صاف ہیں نا؟ اور وہ سامنے جو کیفے ہے، دیکھو، لوگ کس طرح باہر بیٹھ کر کافی پی رہے ہیں! ویسے، روم کی کافی واقعی مشہور ہے، تم نے کبھی چکھی؟"

زاویار نے سر جھٹکا، "نہیں، میں یہاں پیدا ہو کر بھی کافی نہیں پی سکا، بہت عجیب بات ہے نا؟" اس کا لہجہ ہلکی سی طنزیہ تھا۔

حالہ نے ہنسی روکنے کی کوشش کی، "اچھا اچھا، برا نہ مناؤ! ویسے، یہاں کی سب سے مشہور چیز کیا ہے؟"

"تاریخ، "زاویار نے مختصر جواب دیا۔

"اور کھانے میں؟"

"پاستا، پیزا، جیلٹو..." زاویار نے گنتے ہوئے ایک نظر اس پر ڈالی، "اور تمہارے جیسے سیاح۔"

حالہ نے گھور کر اسے دیکھا، "میں سیاح نہیں ہوں، میں..."

"ہاں، ہاں، تم یہاں رہنے آئی ہو، جانتا ہوں، "زاویار نے ہاتھ ہلا کر بات کاٹ دی۔ "لیکن کم از کم سیاحوں کی طرح سوالات کرنا بند کرو۔"

حالہ نے لب بھینچ لیے، مگر پھر اس کا جوش دوبارہ جاگ اٹھا، "اچھا، ایک اور سوال، وہ سامنے جو گول سا بنا ہوا ہے نا، وہ کون سی جگہ ہے؟"

زاویار نے جھنجھلاہٹ سے آنکھیں بند کیں، "وہ کولوزیم ہے، ایک قدیم رومی ایمفی تھیٹر، جہاں پہلے گلیڈی ایٹرز کی فائٹس ہوا کرتی تھیں۔"

حالہ نے پرجوش انداز میں سر ہلایا، "اوہ واہ! مطلب وہی جو ہالی وڈ کی فلموں میں دکھاتے ہیں؟"

زاویار نے گہری سانس لی اور سر سیٹ سے ٹکا دیا، "ہاں، بالکل وہی۔"

حالہ نے اپنی جگہ پر اچھل کر کھڑکی سے باہر جھانکا، "زاویار، مجھے وہاں جانا ہے! بالکل قریب سے دیکھنا ہے!"

زاویار نے سر اٹھایا اور اسے گھور کر دیکھا، "نہیں ابھی ہم نے اپارٹمنٹ جانا ہے"

حالہ نے معصومیت سے کندھے اچکائے، "پر ہم تھوڑی دیر کے لیے جا سکتے ہیں نا؟"

زاویار نے ایک لمحے کے لیے اسے دیکھا، پھر چہرہ موڑ لیا، "جو کرنا ہے کرو، مگر مجھے سکون سے رہنے دو، پلیز۔"

حالہ نے پرجوش انداز میں اگلی سیٹ کی طرف جھک کر کہا، "ڈرائیور صاحب، کیا ہم کولوزیم کے قریب جا سکتے ہیں؟"

ڈرائیور نے آئینے میں حیرانی سے اسے دیکھا، جیسے وہ اس کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر اس نے ایک نظر زاویار کی طرف ڈالی، جیسے مدد کی امید کر رہا ہو۔

زاویار نے بے اختیار ایک ہاتھ اپنی پیشانی پر مارا اور خفگی سے بولا، "حالہ، اسے اردو نہیں آتی۔"

"اوہ!" حالہ نے شرمندگی سے آنکھیں جھپکیں، "تو تم اس سے کہہ دو

نا..."

زاویار نے تھوڑا جھک کر روانی سے اٹالین میں کہا، "Possiamo andare vicino al Colosseo?" (کیا ہم کولوزیم کے

قریب جا سکتے ہیں؟)

ڈرائیور نے فوراً اثبات میں سر ہلایا، "Sì, certo!" (ہاں، بالکل!)

حالہ نے حیرانی سے زاویار کو دیکھا، "واہ! تمہیں اٹالین بھی آتی ہے؟"

زاویار نے بیزاری سے سر جھٹکا، "نہیں میں اٹلی میں پیدا ہوا تھا مجھے کسے

ائے گی؟"

حالہ نے ہلکی سی شرمندہ ہنسی ہنسی، "اچھا اچھا، بس ویسے ہی پوچھ رہی تھی"

زاویار نے گہری سانس لی اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا، جبکہ حالہ خوشی خوشی ارد گرد کے نظاروں میں کھو گئی۔ کلوزیم کے قریب پہنچ کر حالہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ گاڑی سے باہر جھانک کر اس عظیم الشان تاریخی عمارت کو دیکھنے لگی، جس کی دیواروں پر وقت کے نشانات ثبت تھے۔ بلند و بالا، شان دار اور تاریخ کے اسرار سے بھری ہوئی یہ جگہ کسی خواب سے کم نہیں لگ رہی تھی۔

"واہ۔۔۔ زاویار یہ کتنا شاندار ہے"

زاویار نے ایک نظر کلوزیم پر ڈالی اور بے تاثر انداز میں بولا، "ہاں، ہے تو۔"

حالہ نے فوراً اس کی طرف مڑ کر اسے گھورا، "بس 'ہاں، ہے تو'؟ زاویار، یہ وہ جگہ ہے جہاں کبھی گلیڈی ایٹرز کی لڑائیاں ہوتی تھیں، جہاں ہزاروں

لوگ ان جنگوں کو دیکھنے آتے تھے! یہ کتنی تاریخی جگہ ہے، اور تمہارا انداز ایسا ہے جیسے میں نے تمہیں ایک عام سی عمارت دکھادی ہو!"

زاویار نے ایک گہری سانس لی، "حالہ، میں یہاں پہلے بھی آچکا ہوں، مجھے سب معلوم ہے۔ تمہارے لیے یہ نیا ہو سکتا ہے، مگر میرے لیے نہیں۔"

حالہ نے جھٹ اسے نظرانداز کر کے دوبارہ کلوزیم کی طرف دیکھا، "چلو اندر چلتے ہیں! میں ہر چیز دیکھنا چاہتی ہوں!" حالہ نے بے تابی سے کہا، جیسے اسے ابھی اسی لمحے اندر جانا ہو۔

زاویار جو پورے دن کے سفر اور حالہ کے سوالات سے پہلے ہی بیزار ہو چکا تھا، سیدھا آگے دیکھتا رہا اور سپاٹ لہجے میں بولا، "نہیں، سیدھا اپارٹمنٹ جا رہے ہیں۔"

حالہ کا منہ حیرت سے کھل گیا، "کیا؟ مگر یہ کلوزیم ہے! ہم یہاں آئے اور اندر بھی نہ جائیں؟ یہ تو ایسے ہوا جیسے پیرس جا کر ایفل ٹاور نہ دیکھو!"

زاویار نے تھکے ہوئے انداز میں گردن سیٹ کے ساتھ ٹکا دی، "ہاں، تو؟ میں یہاں پہلے بھی آ چکا ہوں، کچھ نیا نہیں ہے میرے لیے۔"

"مگر میرے لیے تو نیا ہے نا!" حالہ نے ضدی لہجے میں کہا۔

زاویار نے ایک نظر اس کے پر جوش چہرے پر ڈالی اور سرد مہری سے بولا، "تم کل بھی دیکھ سکتی ہو۔ ابھی میں تھک چکا ہوں، اور مجھے کوئی دلچسپی نہیں کہ تمہیں گلیڈی ایٹرز کی کہانیاں سناؤں۔"

حالہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا، "تم واقعی مجھے کلوزیم کے باہر سے ہی دکھا کر نکل جاؤ گے؟ یہ سراسر ظلم ہے!"

زاویار نے اکتائے ہوئے انداز میں لمبی سانس لی، "حالہ، میں مزید کوئی بحث نہیں کرنا چاہتا۔ سیدھا اپارٹمنٹ جا رہے ہیں، بس۔"

حالہ نے دوبارہ کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا، مگر زاویار کی آنکھوں میں اتنی تھکن اور بے زاری تھی کہ وہ سمجھ گئی — آج کے دن کے لیے بس بہت ہو چکا تھا۔ وہ خفگی سے کھڑکی کی طرف دیکھنے لگی، اور زاویار نے ڈرائیور کو اپارٹمنٹ کی طرف جانے کا کہا۔

گاڑی آگے بڑھ گئی، مگر حالہ کا دل ابھی بھی کلوزیم کے اندر جھانکنے کے لیے بے تاب تھا۔

☆☆☆✦☆☆☆

جیسے ہی گاڑی جدید اور شاندار عمارت کے سامنے رکی، حالہ نے گردن اٹھا کر بلڈنگ کو حیرت سے دیکھا۔ یہ کوئی عام رہائشی عمارت نہیں لگ رہی تھی بلکہ ایک جدید، نفیس اور پرکشش اپارٹمنٹ کمپلیکس تھا۔ عمارت کا بیرونی ڈیزائن منفرد تھا، ہلکی کریم اور گرے کلر کی چمکدار دیواریں، شیشے کی بڑی بڑی کھڑکیاں جو صبح کی روشنی میں دمک رہی تھیں، اور ہر فلور پر شفاف بالکونیاں، جہاں سے پورا شہر نظروں کے سامنے بکھرا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

"یہ ہمارا اپارٹمنٹ ہے؟" حالہ نے گاڑی سے اترتے ہی خوشگوار حیرت سے پوچھا۔

زاویار نے دروازہ کھولا اور مختصر جواب دیا، "ہاں، چوتھی منزل پر ہے۔"

وہ دونوں لفٹ کی طرف بڑھے۔ لفٹ بھی اتنی جدید تھی کہ اندر داخل

ہوتے ہی ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کسی لگژری ہوٹل میں ہوں۔ نرم روشنیوں سے مزین دیواریں، ڈیجیٹل بٹن، اور لفٹ میں ہلکی موسیقی جو ماحول کو مزید خوشگوار بنا رہی تھی۔ جیسے ہی چوتھی منزل پر پہنچے، زاویار نے اپارٹمنٹ کا دروازہ کھولا اور حالہ اندر داخل ہوئی۔

اپارٹمنٹ مکمل طور پر جدید اور سلیقے سے سجا ہوا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی جو چیز سب سے پہلے دل موہ لیتی تھی، وہ تھی کھڑکیوں سے آتی قدرتی روشنی، جو پورے اپارٹمنٹ کو ایک پرسکون مگر دلکش احساس دے رہی تھی۔ دیواریں سفید اور ہلکی بلیو شیڈ میں تھیں، جو اسے مزید کھلا اور آرام دہ بنا رہی تھیں۔ فرش پر جدید لکڑی کا فنش تھا، اور ہر چیز ترتیب سے رکھی گئی تھی، جیسے کسی آرکیٹیکٹ نے خاص طور پر اس کی ڈیزائننگ کی ہو۔

"یہ تو... واہ!" حالہ کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

لونگ روم میں ایک نرم مگر اسٹائلش گرے کلر کا صوفہ رکھا تھا، جس کے سامنے ایک شفاف گلاس ٹیبل تھا۔ ایک سائیڈ پر بڑی سی اسمارٹ اسکرین لگی ہوئی تھی، اور دیوار پر خوبصورت پینٹنگز، جو اندرونی سجاوٹ کو مکمل کر رہی تھیں۔

بیڈ روم بھی کسی فائیو اسٹار ہوٹل کے کمرے جیسا لگ رہا تھا۔ ایک بڑی، آرام دہ بیڈ جس پر نیوی بلیو اور وائٹ بیڈ شیٹ بچھی ہوئی تھی۔ دیوار پر لگی سافٹ لائٹس بیڈ روم کو مزید دلکش بنا رہی تھیں۔ سب سے زیادہ شاندار چیز وہ کھڑکی تھی، جو پورے شہر کا نظارہ پیش کر رہی تھی۔ جیسے ہی کھڑکی کے قریب جا کر حالہ نے باہر دیکھا، تو وہ ایک لمحے کے لیے مسحور ہو گئی۔

پورا روم، اپنی روشنیوں میں جگمگا رہا تھا۔ شاندار عمارتیں، جدید طرز کے کیفے، تنگ مگر نفیس گلیاں، اور سڑکوں پر چلتی گاڑیاں، سب کچھ بالکل ویسا

تھا جیسے فلموں میں دکھایا جاتا ہے۔ دور کہیں، قدیم چرچز کی جھلک بھی دکھائی دے رہی تھی، مگر مجموعی طور پر، منظر بالکل جدید اور حسین تھا۔

زاویار نے سوٹ کیس کھولا اور تھکے ہوئے انداز میں بولا، "میں چینج کر کے سوتا ہوں، تم بھی آرام کر لو، رات کو کہیں باہر کھانے کے لیے چلے جائیں گے"

وہ بے تکلفی سے دوسرے بیڈ روم میں چلا گیا اور دروازہ بند کر دیا، جبکہ حالہ وہیں کھڑی رہی۔ پھر چلتی ہوئی کمرے سے باہر لونگ روم کی طرف آ گئی۔ ایک عجیب احساس نے اس کے دل میں جگہ بنا لی۔

یہاں سب کچھ نیا تھا، سب کچھ خوبصورت تھا، سب کچھ ایسا تھا جس کا اس نے کبھی خواب دیکھا تھا۔ مگر پھر بھی، اس کے اندر ایک بے چینی تھی،

ایک خلا، جو اس جدید زندگی کے حسین رنگوں سے بھی نہیں بھرا جا سکتا تھا۔

وہ کھڑکی کے قریب گئی، باہر جھانکا، مگر نظارہ بھی اس کی بے چینی کو کم نہ کر سکا۔ کچھ تھا جو اسے بے سکون کر رہا تھا، جیسے کوئی احساس جو وہ دبانا چاہ رہی تھی مگر وہ سر اٹھا رہا تھا۔

زاویار آرام سے اپنے کمرے میں چلا گیا، مگر حالہ؟ وہ بے چینی سے صوفے پر بیٹھ گئی۔ کبھی اپنے ارد گرد دیکھتی، کبھی کھڑکی سے باہر، کبھی میز پر رکھی پانی کی بوتل اٹھاتی، مگر اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس کا دل کیوں بے قرار ہو رہا ہے۔

"کیا میں واقعی اپنی زندگی کے اس نئے سفر کو قبول کر چکی ہوں؟" اس نے خود سے سوال کیا، مگر جواب ندارد تھا۔

حالہ نے کھڑکی کے شیشے پر اپنا ماتھا ٹکا دیا۔ باہر شہر کی روشنیاں جھلملا رہی تھیں، مگر اس کے اندر ایک عجیب سا اندھیرا پھیل رہا تھا۔ وہ ہر چیز دیکھ رہی تھی، مگر کچھ بھی محسوس نہیں کر پا رہی تھی، جیسے سب کچھ ایک خواب ہو، ایک ایسا خواب جو جتنا حسین تھا، اتنا ہی خالی بھی۔ اس نے آہستہ سے سانس لی، مگر وہ سانس اس کے سینے میں کسی بوجھ کی طرح اٹک گئی۔ آج وہ یہاں تھی، روم میں، ایک خوبصورت اپارٹمنٹ میں، مگر جو چیز اسے سب سے زیادہ تکلیف دے رہی تھی، وہ یہ تھی کہ وہ یہاں کیوں تھی۔

کیا اس کے والدین نے اسے واقعی کبھی چاہا بھی تھا؟ اگر چاہتے تو کیا یوں آسانی سے چھوڑ دیتے؟ یوں تنہا؟ اس کا دل ایک لمحے کے لیے مٹھی میں جکڑا گیا۔ انہیں اس کی پرواہ کیوں نہیں تھی؟ وہ کیسے اتنی بے حسی سے اپنی بیٹی کو اکیلا چھوڑ کر چلے گئے؟

آنکھوں میں ہلکی سی جلن محسوس ہوئی، مگراس نے آنسو نہیں بہنے دیے۔ وہ رونا نہیں چاہتی تھی، وہ کمزور نہیں بننا چاہتی تھی، مگر حقیقت تو یہی تھی کہ وہ پہلے ہی ٹوٹ چکی تھی۔اور زاویار؟ کیا وہ بھی اسے چھوڑ دے گا؟ یہ خیال اس کے اندر ایک خوف کی طرح اترا۔اگر زاویار نے بھی کسی دن اسے چھوڑ دیا تو؟اگر وہ بھی کسی دن تھک گیااور کہہ دیا کہ بس،اب اور نہیں؟ حالہ نے خود کو سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ صرف اسے یہاں لایا ہے، وہ کوئی ذمہ داری نہیں نبھارہا، وہ مجبور نہیں ہے کہ اسے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے، مگر...

مگر کیا وہ واقعی اکیلی رہ سکتی تھی؟ کیا وہ واقعی اتنی بہادر تھی کہ سب کو کھو کر بھی خود کو سنبھال سکے؟اس کا وجود جیسے لرزنے لگا۔اس نے اپنے ہاتھ اپنی گود میں رکھے اور نظریں نیچی کرلیں۔

"میں کتنی بے وقوف ہوں نا؟" وہ خود سے سرگوشی میں بولی۔ "یہ سب تو پہلے بھی میرے ساتھ ہو چکا ہے، لوگ مجھے تنہا چھوڑ جاتے ہیں بیچ راستے میں تنہا۔۔۔اب جب زاویار بھی تنہا چھوڑ دے گا تو مجھے تو عادت ہو جانی چاہیے"

مگر حقیقت یہ تھی کہ کوئی بھی تنہائی کی عادت نہیں ڈال سکتا۔

باہر کی روشنیوں میں زندگی دوڑ رہی تھی، مگر اس کے اندر، سب کچھ جیسے رک سا گیا تھا۔ صبح کے آٹھ بج رہے تھے۔ سورج کی کرنیں آسمان پر مدھم سنہری رنگ بکھیر رہی تھیں، مگر اپارٹمنٹ کے اندر ہلکی سی تاریکی ابھی بھی قائم تھی۔ زاویار گہری نیند میں تھا، جیسے تھکن نے اسے مکمل طور پر اپنی گرفت میں لے رکھا ہو۔ حالہ... وہ بھی بے خبر تھی، مگر کسی نرم بستر پر

نہیں، بلکہ ٹی وی لاؤنج کے صوفے پر، جہاں جانے کب اس کی آنکھ لگ گئی تھی۔

وقت گزرتا رہا۔ سورج اپنی روشنی بڑھاتا رہا، پھر آہستہ آہستہ مدھم ہونے لگا۔ جب ہلکی شام چھا رہی تھی، تب زاویار کی آنکھ کھلی۔ نیند سے بوجھل پلکیں جھپکائیں، بدن کو تھوڑا کھینچا اور سر اٹھایا۔ باہر نگاہ دوڑائی تو روشنی کم ہوتی محسوس ہوئی۔ دن کب کا جا چکا تھا، شام اپنے گھرے سائے بکھیر چکی تھی۔ زاویار نے لمبی سانس لی اور بستر سے اٹھا۔ اس نے پولو شرٹ اور ٹراؤزر پہنا ہوا تھا، بال تھوڑے بکھرے ہوئے مگر پھر بھی وہ ویسا ہی سنجیدہ اور پُرکشش دکھ رہا تھا جیسے ہمیشہ۔

چلتے ہوئے وہ لاؤنج میں آیا، اور پہلی ہی نظر صوفے پر بے خبر سوئی حالہ پر جا پڑی۔

وہ نیند میں تھی۔ سکون میں، اور پھر بھی بے قرار۔ اس کا چہرہ تھکن سے بوجھل لگ رہا تھا، جیسے وہ صدیوں سے کسی نہ ختم ہونے والی تھکن میں مبتلا ہو۔ جیسے وہ بس چلتے چلتے کہیں تھم جانا چاہتی ہو، کہیں رک کر سانس لینا چاہتی ہو، مگر زندگی نے اسے یہ موقع کبھی دیا ہی نہ ہو۔ زاویار کی نظریں اس کے چہرے پر ٹک گئیں۔ وہ وہی حالہ تھی، مگر پھر بھی نہیں تھی۔ وہ بدتمیز حالہ، ہر بات میں لڑنے والی حالہ سے بہت الگ لگ رہی تھی۔ اب جو حالہ اس کے سامنے تھی، وہ خاموش تھی۔ تھکی ہوئی۔ اور جانے کیوں، یہ منظر زاویار کو عجیب سا لگا۔ پر اسے کیا؟ وہ دو منٹ تک کھڑا اسے دیکھتا رہا، پھر ایک پل میں خود کو سنبھالا۔ اسے اس لڑکی سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ وہ اس کی ذمہ داری نہیں تھی، اور نہ ہی وہ اس کی زندگی کے بارے میں کچھ جاننے کا خواہشمند تھا۔ اس نے تو جس مقصد کے لیے اس سے

شادی کی تھی، وہ مقصد ابھی باقی تھا۔ ابھی نہیں، مگر جلد ہی پورا ہونا تھا۔

زاویار نے گہری سانس لے کر نظریں ہٹائیں اور سنجیدہ لہجے میں بولا،

"اٹھو۔"

حالہ کی پلکیں تھوڑا سا لرزیں، جیسے وہ کسی خواب سے جاگ رہی ہو۔ اس نے نیند بھری آنکھوں سے زاویار کو دیکھا، پھر فوراً اٹھ کر سیدھی ہو بیٹھی۔

ابھی بھی آنکھوں میں نیند باقی تھی، دماغ مکمل طور پر جاگ نہیں پایا تھا۔

"ریڈی رہو، باہر کھانے جا رہے ہیں۔" زاویار نے سپاٹ لہجے میں کہا اور پلٹ کر دوبارہ کمرے میں چلا گیا۔

حالہ نے اسے جاتے دیکھا، پھر لمبی سانس لی۔

شکر ہے!

وہ واقعی شکر گزار تھی کہ باہر کھانے جا رہے تھے۔ اگر گھر میں کھانا بنانا پڑتا تو کیا کرتی؟ اسے تو کچھ آتا بھی نہیں تھا۔ چائے تک ڈھنگ سے نہیں بنا سکتی تھی، کھانے کی تو بات ہی چھوڑ دو۔ وہ اٹھ کر آہستہ قدموں سے اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔ یہ اپارٹمنٹ، جو نیا اور خوبصورت تھا، بہت صاف ستھرا اور منظم لگ رہا تھا۔ مگر اس کی آنکھیں جیسے ہر چیز کا جائزہ لینے لگی تھیں۔ پھر اس کی نظریں دوسرے کمرے کے دروازے پر پڑیں۔ ایک پل کے لیے رکی، پھر آہستہ سے دروازہ کھولا۔ اندر جھانک کر دیکھا، تو وہ کمرہ بھی صاف ستھرا تھا۔ ہر چیز اپنی جگہ پر، ایک مکمل بیڈ، کم سے کم فرنیچر، مگر ایک خاص سادگی اور خوبصورتی کے ساتھ۔

اچانک زاویار کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

"وہ جو سامنے والا کمرہ ہے، وہ تمہارا ہے۔ تم وہاں سوؤ گی، اور میں یہاں۔"

حالہ نے دوبارہ کمرے پر نظر ڈالی، پھر مدھم لہجے میں کہا، "ٹھیک ہے، سو جاؤں گی۔"

مگر اس کے دل میں کچھ چُبھا۔

یہ سب ایسا کیوں تھا؟ اس نے کبھی اپنی زندگی ایسے نہیں سوچی تھی۔ شادی کے بعد ایسے وقت کا تصور تک نہیں کیا تھا۔ مگر وہ مجبور تھی، ہر چیز سے مجبور۔

جہاں اس کے ساتھ اتنا کچھ ہو چکا تھا، وہاں یہ سب بھی صحیح۔

اسے کچھ اور نہیں سوچنا چاہیے۔ زاویار نے اس کی طرف دیکھا، پھر سیدھے لہجے میں کہا، "چلو۔"

اور وہ دونوں باہر نکل گئے۔

☆☆☆✦☆☆☆

ریسٹورنٹ کھلا ہوا تھا، ایک خوبصورت اوپن ایریا جہاں ہر طرف ہلکی پیلی روشنی بکھری ہوئی تھی۔ لکڑی کی نفیس میزیں، ہر ایک پر سفید کپڑا اور درمیان میں ایک چھوٹا سا موم بتی والا لیمپ، جو مدھم روشنی دے رہا تھا۔ قریب ہی ایک فوارہ تھا، جس کی ہلکی گنگناہٹ خاموشی میں ایک عجیب سا سکون دے رہی تھی۔ ریسٹورنٹ کی فضاء میں ہلکی سی موسیقی تیر رہی تھی، جو وہاں کے ماحول کو مزید دلکش بنا رہی تھی۔

حالہ نے وہی صبح والے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ ایک سادہ، مگر آرام دہ لباس، جو اب ہلکی سردی میں کافی نہیں تھا، مگر وہ اس وقت ان چیزوں پر زیادہ دھیان نہیں دے رہی تھی۔ زاویار نے بھی کوئی خاص تبدیلی نہیں

کی تھی، بس اوپر ایک گہرے رنگ کا کوٹ پہن لیا تھا، جو اس کی مضبوط شخصیت کو اور نمایاں کر رہا تھا۔

رات کو موسم ٹھنڈا ہو چکا تھا، ہوا میں ہلکی خنکی تھی جو ہڈیوں میں اترنے لگتی، مگر ساتھ ہی تازگی کا احساس بھی دیتی۔ وہ دونوں ایک کونے کی ٹیبل پر بیٹھے تھے۔ حالہ نے نظریں دوڑائیں، وہاں موجود لوگ آرام سے اپنی گفتگو میں مگن تھے، کچھ دوستانہ ہنسی مذاق کر رہے تھے، کچھ سنجیدہ باتیں کر رہے تھے۔

زاویار خاموشی سے مینو دیکھنے لگا، جبکہ حالہ نے ارد گرد کے ماحول کو مزید محسوس کرنے کے لیے ایک گہری سانس لی۔

"یہ جگہ بہت خوبصورت ہے،" اس نے آہستہ سے کہا۔

زاویار نے سرسری انداز میں اسے دیکھا، مگر کوئی جواب نہیں دیا۔ حالہ کو اس کی خاموشی سے کوئی فرق نہیں پڑا، وہ جانتی تھی کہ وہ زیادہ باتیں کرنے والا شخص نہیں تھا۔ کھانے کا آرڈر دینے کے بعد دونوں خاموش تھے۔ حالہ کو یہ خاموشی عجیب لگ رہی تھی، شاید اس لیے کہ وہ خود کبھی خاموش نہیں رہتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد اس نے بے ساختہ پوچھا، "تم روم میں ہی پیدا ہوئے تھے؟"

زاویار نے ایک پل کے لیے نظریں اٹھائیں، پھر جیسے بیزاری سے جواب دیا، "فلورنس میں۔"

"اوہ، واقعی؟ فلورنس؟ وہ تو بہت خوبصورت جگہ ہے، وہاں تو بڑی بڑی آرٹ گیلریز بھی ہیں نا؟" حالہ نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ہوں۔" زاویار نے بس ایک مختصر جواب دیا اور اپنے موبائل کی طرف متوجہ ہو گیا۔

حالہ نے نظریں تیکھی کیں۔ "اور تم روم میں کتنے سال رہے؟"

زاویار نے اب کی بار ہلکی سی سانس لی، جیسے وہ یہ سب باتیں کرنے میں دلچسپی نہیں رکھتا۔ "تین، چار سال۔"

"پھر پاکستان کیوں چلے گئے؟"

زاویار نے نظر اٹھا کر حالہ کو دیکھا، جیسے اس کی سوالات کی بوچھاڑ سے تنگ آ چکا ہو۔

"تم سوال بہت کرتی ہو،" وہ خشک لہجے میں بولا۔

حالہ نے کندھے اچکائے، "ہاں، کیونکہ مجھے جاننا ہے۔"

زاویار نے گہری سانس لی، جیسے مزید کچھ کہنے کے موڈ میں نہ ہو۔ حالہ نے اسے بغور دیکھا، پھر آہستہ سے بولی، "تمہیں یہ سب بات کرنا اچھا نہیں لگتا، ہے نا؟"

"بالکل ٹھیک سمجھی،" زاویار نے سنجیدگی سے کہا، پھر اپنے فون پر نظریں جما دیں۔

حالہ نے ہلکی سی مسکراہٹ دبائی۔ "پھر بھی میں سوال کرتی رہوں گی۔"

زاویار نے کوئی جواب نہیں دیا، بس سر جھکا کر اپنی کافی ختم کرنے لگا۔ حالہ کو یہ عجیب لگا، مگر وہ جانتی تھی کہ زاویار ایسا ہی تھا۔ خاموش، سنجیدہ، اور ہمیشہ ایک دیوار کھڑی کرنے والا۔

مگر حالہ کو وہ دیوار گرانے میں دلچسپی ہونے لگی تھی۔

ویٹر کھانے کے برتنوں کے ساتھ آیا، ہاتھ میں ایک ٹرے تھی جس میں گرم، بھاپ اڑاتی ہوئی اطالوی ڈشز رکھی تھیں۔ ٹیبل پر کھانے کی خوشبو پھیل گئی—تازہ پاستا، کریمی فیٹچینی الفریڈو، اور سائڈ میں بریڈ اسٹکس۔

حالہ نے حیرانی سے کھانے کی طرف دیکھا۔ "یہ تو عجیب سا لگ رہا ہے" اس نے معصومیت سے کہا۔

زاویار نے بےزاری سے اس کی طرف دیکھا، "یہ اطالوی کھانا ہے، حالہ۔ تم روم میں ہو، یہاں بریانی نہیں ملے گی۔"

حالہ نے ناگواری سے ناک چڑھائی، "میں نے بریانی کی بات تو نہیں کی، بس یہ پاستا اتنا کریمی کیوں ہے؟"

زاویار نے ایک گہری سانس لی، "کیونکہ یہ *الفریڈو* ہے۔"

حالہ نے چمچ اٹھایا اور ہلکے سے پاستا کو ہلایا، پھر ہچکچاتے ہوئے ایک نوالہ لیا۔

"اچھا ہے

لیکن... پتہ نہیں، تھوڑا الگ ذائقہ ہے۔"

زاویار نے کندھے اچکائے، "عادت پڑ جائے گی۔"

حالہ نے بریڈ اسٹک اٹھائی اور چبانے لگی، پھر اچانک بولی، "ویسے یہ روم

کے سب سے مشہور کھانے میں سے ہے؟"

"نہیں، یہ بس عام سا کھانا ہے، "زاویار نے سرد لہجے میں جواب دیا اور

اپنے کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

حالہ نے آنکھیں گھما کر کہا، "اچھا، تو مشہور کھانے کون سے ہیں؟"

زاویار نے ناگواری سے چمچ رکھا اور اسے گھورا، "تمہیں ہر چیز جاننے کی

ضرورت نہیں ہے، حالہ۔ بس کھاؤ۔"

حالہ نے برا سا منہ بنایا، "ارے، میں صرف سیکھنے کے لیے پوچھ رہی ہوں تاکہ وہ کھانے میں بھی بناوں۔ کیا یہ غلط بات ہے؟"

زاویار نے کوئی جواب نہیں دیا، بس خاموشی سے کھانے میں مصروف ہو گیا۔

حالہ نے اسے بغور دیکھا، پھر آہستہ سے بولی، "تم ہمیشہ اتنے چڑچڑے ہوتے ہو یا صرف میرے ساتھ؟"

زاویار نے اس بار براہ راست اس کی طرف دیکھا، آنکھوں میں وہی روایتی سرد مہری تھی۔ "تمہیں لگتا ہے کہ میں سب کے ساتھ ہنسی مذاق کرتا ہوں؟"

حالہ نے بے ساختہ ہنسی دبائی، "نہیں، لیکن کم از کم لوگوں سے سیدھے منہ بات تو کرتے ہوں گے؟۔۔ میرے سے تو وہ بھی نہیں کرتے"

زاویار نے ایک لمحے کے لیے کچھ کہنے کو لب کھولے، پھر جیسے کوئی فائدہ نہ سمجھتے ہوئے دوبارہ اپنے کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ حالہ نے چمچ رکھ دیا، اس کا دل چاہا کہ وہ زاویار کو مزید تنگ کرے، لیکن وہ جانتی تھی کہ وہ زیادہ دیر اس کا ساتھ نہیں دے گا۔

"اچھا، تو تم یہاں بڑے ہوئے، اطالوی کھانے کھائے، تمہیں تو اردو بھی نہیں آنی چاہیے تھی؟" حالہ نے چالاکی سے سوال داغا۔

زاویار نے اس پر ایک سخت نظر ڈالی، "مجھے سب زبانیں آتی ہیں۔"

"کتنے قابل ہو تم!" حالہ نے مزے سے سر ہلایا۔

زاویار نے گہری سانس لی اور اپنی پلیٹ سائیڈ پر کر دی، جیسے مزید بحث نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"جلدی کھاؤ، ہمیں واپس بھی جانا ہے،" وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔

حالہ نے ایک نظر کھانے پر ڈالی، پھر زاویار کی طرف، جواب موبائل میں مصروف ہو چکا تھا۔

"تم بہت بور ہو،" حالہ نے آہستہ سے کہا، مگر زاویار نے اس کی بات کو نظر انداز کر دیا۔

ریسٹورنٹ میں موسیقی چل رہی تھی، ارد گرد کی دنیا ہنستی، بولتی، خوش نظر آ رہی تھی، لیکن اس میز پر بیٹھے دو لوگ ایک الگ ہی دنیاؤں میں قید تھے۔

حالہ نے چپکے سے زاویار کو دیکھا۔ وہ اپنے فون میں مصروف تھا، جیسے اس کے وجود کی کوئی اہمیت ہی نہ ہو۔ اس کی آنکھوں میں سرد مہری تھی، لب سختی سے بند، جیسے کسی بھی قسم کی نرمی اس کے قریب نہیں آ سکتی۔

دل میں ایک کسک سی اٹھی۔ یہ وہ زندگی نہیں تھی جو اس نے اپنے لیے سوچی تھی۔ وہ تو چاہتی تھی کہ اس کا شوہر اسے چاہے، اس کی پرواہ کرے، اس کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر مسکرائے، نہ کہ یوں ہر وقت بیزاری سے جواب دے اور نظرانداز کرے۔

آنکھوں میں ہلکی سی نمی ابھری، مگر اس نے جھک کر چھپالی۔ "کیا واقعی میں اتنی بدقسمت ہوں کہ جسے شوہر کی محبت تک نہ ملے؟" اس نے دل میں سوچا۔

سامنے بیٹھے زاویار کو خبر تک نہ تھی کہ حالہ کے دل پر کیا گزر رہی ہے۔ وہ ابھی بھی فون کی اسکرین پر نظریں جمائے بیٹھا تھا، جیسے یہاں اس کے ساتھ کوئی موجود ہی نہ ہو۔

حالہ نے گہری سانس لی اور چپکے سے نظریں جھکا لیں۔ اس کا دل چاہا کہ کچھ کہے، کوئی بات کرے، شاید زاویار کی توجہ حاصل کر سکے، مگر وہ جانتی تھی کہ اس کی ہر کوشش بیکار جائے گی۔ زاویار نے کبھی اس کی باتوں میں دلچسپی نہیں لی تھی، اور نہ ہی آج لینے والا تھا۔ چند لمحے خاموشی میں گزر گئے۔ حالہ نے سامنے رکھے کھانے کی طرف دیکھا—اطالوی کھانے کی مہک بھری ہوئی تھی، مگر اس کا دل جیسے کسی اور ہی بوجھ تلے دبا ہوا تھا۔ وہ چپ چاپ کھانے کے ساتھ چمچ چلانے لگی، مگر زاویار کے انداز میں کوئی فرق نہ آیا۔

"تم ہمیشہ ایسے ہی رہتے ہو؟" حالہ نے ہمت کر کے آہستہ سے پوچھا، اس کی نظریں اب بھی پلیٹ پر تھیں۔

زاویار نے بےزاری سے فون ایک طرف رکھا اور آبرو چڑھاتے ہوئے اسے دیکھا۔ "مطلب؟"

"ایسے... جیسے تمہیں کسی چیز سے فرق ہی نہیں پڑتا، جیسے تمہارے ارد گرد جو ہو رہا ہے، وہ بے معنی ہو؟" حالہ نے دبے دبے لہجے میں کہا، مگر اس کے سوال میں چھپی بے بسی کو زاویار نے محسوس کر لیا تھا۔ وہ ہلکے سے ہنسا، مگر اس ہنسی میں کوئی نرمی نہیں تھی۔ "اور اگر واقعی ایسا ہو، تو تمہیں کیا فرق پڑتا ہے؟" اس نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

حالہ نے ایک لمحے کے لیے کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے، مگر پھر چپ ہو گئی۔ اس کی پلکیں جھک گئیں، جیسے اس کی اپنی ذات ہی کسی بوجھ میں دب گئی ہو۔

وہ کھانے کے ساتھ چمچ چلانے لگی، مگر دل کہیں اور تھا۔ اسے یاد آیا کہ وہ کیسے سوچتی تھی کہ اس کا شوہر اسے ہمیشہ خوش رکھے گا، اسے عزت دے گا، اس کی ہر بات سمجھے گا، مگر یہاں سب الٹ ہو چکا تھا۔

زاویار کے لیے شاید یہ شادی صرف ایک زبردستی کا بندھن تھی، مگر حالہ کے لیے یہ رشتہ اس کی زندگی کا سب سے بڑا فیصلہ تھا، اور اب وہ اسی فیصلے پر پچھتا رہی تھی۔

حالہ نے خاموشی سے نوالہ توڑ کر منہ میں ڈالا، مگر کھانے کا ذائقہ اس کے حلق میں جیسے زہر گھول رہا تھا۔ زاویار کی بے زاری، اس کا لاتعلقی بھرا انداز، سب کچھ اسے اندر سے توڑ رہا تھا۔

وہ چند لمحے سوچتی رہی، پھر ہمت کر کے بولی، "تمہیں کیسی لڑکیاں پسند ہیں؟"

زاویار نے کھانے کے پلیٹ میں واپس اپنے سامنے کی اور بے دلی سے کانٹے سے پلیٹ میں رکھے پاستا کو ہلایا، جیسے یہ سوال بالکل فضول ہو۔ "تمہاری جیسی تو بالکل نہیں۔"

حالہ کے ہاتھ کی حرکت وہیں رک گئی۔ اس نے سر اٹھا کر زاویار کو دیکھا، جو اپنے چہرے پر کوئی خاص تاثر نہیں لایا تھا، بس سپاٹ انداز میں کہہ گیا تھا، جیسے کوئی معمولی سی بات ہو۔

"مطلب؟" حالہ کی آواز دھیمی تھی، مگر اس میں چھپی ٹوٹ پھوٹ صاف محسوس ہو رہی تھی۔

زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی، پھر کندھے اچکائے۔ "ہمیشہ سے ایک اچھی، سمجھدار، عزت دار لڑکی پسند تھی۔ جو اپنی حد میں رہے، ہر وقت بچگانہ حرکتیں نہ کرے، فضول باتیں نہ کرے۔ جو جانتی ہو کہ کب خاموش رہنا ہے اور کب بات کرنی ہے۔"

حالہ کی سانس جیسے کہیں اٹک گئی ہو۔ اس کی آنکھوں میں نمی ابھر آئی، مگر اس نے بمشکل خود کو سنبھالا۔ "اور میں؟ میں کون ہوں تمہارے لیے؟" اس نے اپنی شکست چھپانے کے لیے ہلکی سی مسکراہٹ سجالی، مگر اس کی آنکھیں اس کا درد چھپا نہ سکیں۔

زاویار نے چند لمحے اسے دیکھا، پھر نگاہیں ہٹا لیں۔ "تم... تم وہ ہو جس سے میں نے شادی کی، مگر جسے میں نے کبھی اپنی زندگی میں چاہا نہیں تھا۔"

حالہ نے پلکیں جھکا لیں، اس کی آنکھوں میں چمکنے والا خواب جیسے لمحوں میں بکھر گیا ہو۔

"تمہیں کبھی لگا کہ میں بھی ایک عام انسان ہوں؟ مجھے بھی تکلیف ہوتی ہے، مجھے بھی رشتوں کی چاہت ہوتی ہے؟" اس کا لہجہ ٹوٹا ہوا تھا، جیسے وہ اپنی ساری ہمت اکٹھا کر کے بول رہی ہو۔

"تم مجھ سے یہ سوال کیوں کر رہی ہو، حالہ؟" زاویار نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"کیونکہ میں جاننا چاہتی ہوں کہ میرے وجود کی تمہاری زندگی میں کوئی قیمت ہے یا نہیں۔" حالہ نے نم آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔

زاویار نے گہری سانس لی، جیسے وہ کچھ کہنا چاہتا ہو، مگر پھر خاموش ہو گیا۔

کچھ لمحوں بعد وہ سیدھا ہو کر بیٹھا اور سنجیدہ لہجے میں بولا، "حالہ، ہم دونوں

ایک دوسرے کے لیے نہیں بنے۔ تم جذباتی ہو، اور میں حقیقت پسند۔ تم خواب دیکھتی ہو، اور میں حقیقت میں جیتا ہوں۔ تمہیں کسی ایسے شخص کی ضرورت ہے جو تمہاری باتوں کو سنے، تمہیں سمجھے، تمہیں پیار دے... اور میں وہ شخص نہیں ہوں۔"

حالہ کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے کر زور سے دبا دیا ہو۔ اس کا گلا خشک ہو گیا، اور وہ کچھ بول نہ سکی۔

اس نے کھانے کی طرف دیکھا، مگر اب اس کا نوالہ لینا ممکن نہ تھا۔ وہ خاموشی سے سر جھکا کر بیٹھ گئی، جبکہ زاویار نے نظریں دوسری طرف موڑ لیں، جیسے وہ اس کی خاموشی میں چھپا درد دیکھنا ہی نہیں چاہتا تھا۔

ریسٹورنٹ کی مدھم روشنی میں دو سائے بیٹھے تھے۔ ایک بے زار، دوسرا ٹوٹا ہوا۔

حالہ نے اپنی انگلیاں ٹیبل پر رکھی کانٹے سے کھیلنے لگیں، جیسے اپنے اندر کی بے قراری کو چھپانے کی کوشش کر رہی ہو۔ زاویار اپنے کھانے کی طرف متوجہ تھا، مگر اس کی آنکھوں میں وہی روایتی لاتعلقی تھی۔ حالہ نے گہری سانس لی، اپنی ہمت جمع کی اور نگاہیں زاویار پر جما دیں۔

"میں جانتی تھی اور جانتی ہوں" اس نے آہستہ مگر مضبوط لہجے میں کہا۔

زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی، پھر بے دلی سے پوچھا، "کیا جانتی ہو؟"

حالہ کی آنکھوں میں ایک عجیب سی نمی تھی، جسے چھپانے کی اس نے کوئی خاص کوشش نہیں کی۔ "یہی کہ تم نے مجھ سے شادی کسی محبت میں نہیں، بلکہ بدلہ لینے کے لیے کی ہے۔۔۔"

زاویار کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ آئی، ایک تلخ اور سرد مسکراہٹ۔

"Of course" "اس نے کندھے اچکائے، جیسے یہ کوئی بڑی بات نہ ہو۔" تمہیں یہ جاننے میں اتنا وقت کیوں لگا؟"

حالہ کا دل جیسے کسی نے ایک بار پھر مٹھی میں جکڑ لیا ہو، مگر اس نے آنکھیں جھپکیں نہیں، اس کا چہرہ ایک لمحے کے لیے بھی نہیں کانپا۔ وہ آج سب کچھ جان کر بھی کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی۔

" تمہیں جو کرنا ہے، کرو۔" اس کی آواز میں اب لرزش تھی، مگر وہ پھر بھی اپنی جگہ مضبوط بیٹھی رہی۔ " مردوں جیسے بدلے لینا چاہتے ہو تو لو، جو سزا دینی ہے دے دو، مجھے رُلا سکتے ہو تو رُلا لو، مجھے توڑ سکتے ہو تو توڑ لو۔ مگر..."

وہ رک گئی، جیسے اگلے الفاظ اس کے گلے میں اٹک رہے ہوں، پھر اس نے گہری سانس لی اور اپنے آنسو ضبط کر کے بولی، "مگر پلیز، مجھے چھوڑ کر مت جانا۔"

زاویار نے اس کی طرف دیکھا، پہلی بار واقعی غور سے۔

"کیا؟"

"تم جو بھی کر رہے ہو، میں سہ لوں گی، مگر مجھے چھوڑ مت دینا۔" حالہ کی آنکھوں میں عاجزی نہیں تھی، بلکہ ایک عجیب سی سچائی تھی۔ "تمہیں شاید فرق نہیں پڑتا، مگر میں نہیں سہہ سکتی کہ ایک دن تم بھی مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ، جیسے باقی سب چھوڑ گئے۔"

زاویار کا چہرہ سخت ہو گیا۔ اس نے نظریں حالہ سے ہٹا کر دوسری طرف کر لیں، جیسے وہ ان آنکھوں میں چھپے درد کو دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔

"حالہ، تمہیں نہیں معلوم کہ تم کیا مانگ رہی ہو۔"

"معلوم ہے۔" اس نے زور دے کر کہا۔ "میں وہی مانگ رہی ہوں جو میری آخری امید ہے۔"

زاویار نے لب بھینچ لیے۔ وہ اسے جانچتی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا، جیسے یہ طے کر رہا ہو کہ وہ سنجیدہ ہے یا محض کوئی جذباتی ڈرامہ رچا رہی ہے۔ مگر حالہ کے چہرے پر کچھ بھی مصنوعی نہیں تھا، بس ایک کھلی کتاب کی طرح وہ وہاں بیٹھی تھی، اپنی ٹوٹی ہوئی خواہشوں کے ساتھ۔

"تمہیں مجھ سے کوئی امید نہیں رکھنی چاہیے، حالہ۔" اس نے سرد لہجے میں کہا۔ "میں وہ شخص نہیں ہوں جو تمہیں خوشیاں دے سکے۔"

"میں خوشیوں کی امید کب کر رہی ہوں، زاویار؟" حالہ نے ایک تھکی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "بس ایک ساتھ چلنے کی کر رہی ہوں۔"

زاویار نے اس کی طرف دیکھا، مگر کچھ نہیں بولا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ سفر جتنا حالہ کے لیے مشکل ہونے والا تھا، اتنا ہی اس کے لیے بھی۔

ریسٹورنٹ کی روشنی میں ان دونوں کے سائے ٹیبل پر پڑ رہے تھے—— ایک بے زار، دوسرا ٹوٹا ہوا۔ اور دونوں خاموشی سے اپنے اپنے زخموں کو سنبھال رہے تھے۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

رات کی خنکی میں وہ دونوں خاموشی سے چل رہے تھے، روم کی پُر رونق سڑکوں پر جہاں روشنیوں کا ایک الگ ہی جادو بکھرا ہوا تھا۔

زاویار کے چہرے پر وہی روایتی لاتعلقی تھی، جیسے وہ یہاں موجود ہو کر بھی نہیں تھا۔ حالہ کے دل میں کئی سوال تھے، کئی باتیں تھیں جو وہ کہنا چاہتی تھی، مگر اس نے خود سے کیا گیا وعدہ یاد رکھا۔ اب سے وہ کوئی بچگانہ بات نہیں کرے گی، کیونکہ زاویار کو پسند نہیں تھا۔

"خاموشی بہتر ہے..." اس نے خود سے کہا اور اپنے ہاتھ کی کلائی پر نگاہ ڈالی، جہاں وہی بریسلٹ بندھا تھا جو اس نے استنبول کے ایئرپورٹ سے لیا تھا۔ نرم روشنی میں اس کی چمک نمایاں تھی۔

روم کی سڑکوں پر لوگوں کا رش تھا، ہنستے مسکراتے چہرے، کہیں جوڑے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے چل رہے تھے، کہیں دوست ہنسی مذاق میں گم

تھے، اور کہیں سیاح حیرانی سے تاریخی عمارتوں کو دیکھ رہے تھے۔ ہر طرف زندگی رواں دواں تھی۔

حالہ نے اپنی رفتار تھوڑی آہستہ کرلی، زاویار اب بھی اپنی مخصوص رفتار میں آگے بڑھ رہا تھا۔ وہ خود کو کچھ چھوٹا محسوس کرنے لگی، جیسے وہ اس کے برابر نہیں چل رہی بلکہ پیچھے رہ گئی ہو۔

"زاویار..." اس نے مدھم آواز میں پکارا۔ زاویار نے سرسری سا رخ اس کی طرف کیا، جیسے زبردستی سن رہا ہو۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں؟" حالہ نے عام سے انداز میں پوچھا، اس کا لہجہ مکمل سنجیدہ تھا، کسی شوخ پن کے بغیر۔

"بس چل رہے ہیں۔" زاویار نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ حالہ نے اثبات میں سر ہلایا اور دوبارہ خاموش ہو گئی۔

یہی تو وہ چاہتا تھا نا؟ کہ وہ فضول باتیں نہ کرے، سوالات نہ کرے، بچگانہ انداز میں اس سے کچھ نہ پوچھے۔ تو اب وہ ویسا ہی کر رہی تھی۔ چلتے چلتے حالہ کی نظریں ایک گلی میں بنے چھوٹے سے کیفے پر پڑیں، جہاں کچھ نوجوان گٹار بجا رہے تھے اور لوگ ان کے گرد بیٹھے خوشی خوشی تالیاں بجا رہے تھے۔ حالہ کا دل چاہا کہ وہ رک جائے، وہ لمحہ جینے کے قابل تھا، مگر اس نے خود پر قابو رکھا۔

"اب کوئی خواہش نہیں کرنی، کوئی فرمائش نہیں کرنی..." وہ دل ہی دل میں خود کو سمجھانے لگی۔

مگر اس کے باوجود، اسے لگا جیسے وہ کچھ کھو رہی ہو۔ جیسے اس کے اندر کوئی معصوم سی خواہش دفن ہو رہی ہو، جو شاید کبھی باہر نہیں آ سکے گی۔

"اگر تھک گئی ہو تو ٹیکسی لے لیتے ہیں۔"

حالہ نے ایک پل کے لیے اسے دیکھا، پھر سر نفی میں ہلایا۔ "نہیں، چلنا اچھا لگ رہا ہے۔" زاویار نے بھنویں سکیڑیں اور تھوڑا حیران سا ہوا، مگر کچھ نہیں کہا۔ وہ دوبارہ سڑک کی طرف دیکھنے لگا، قدموں کی رفتار وہی رکھی۔

کچھ لمحے یونہی خاموشی میں گزرے، پھر زاویار بولا "کیوں؟ تمہیں کیوں چلنا اچھا لگ رہا ہے؟ میں تو تھک گیا ہوں۔"

حالہ کے لبوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ آئی، مگر آنکھوں میں ایک الگ سی چمک تھی، کوئی ایسا جذبہ جو وہ خود بھی مکمل طور پر سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

"مجھے چلنا اچھا نہیں لگ رہا... مجھے تمہارے ساتھ چلنا اچھا لگ رہا ہے۔"

زاویار کے قدم ایک لمحے کے لیے ٹھٹھک گئے۔ وہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا، جیسے اس کی بات کا مطلب سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ حالہ

نے نظریں چرا لیں، مگر اس کے دل کی دھڑکن معمول سے کہیں زیادہ تیز ہو چکی تھی۔

یہ وہ لمحہ تھا جہاں کچھ بدلا نہیں تھا، مگر شاید اندر ہی اندر سب کچھ بدل رہا تھا۔ حالہ نے اپنے بریسلٹ کو تھوڑا مضبوطی سے پکڑ لیا، جیسے کوئی یادگار چیز جو اسے اس کے اصل وجود سے جوڑتی ہو۔ اب وہ کچھ نہیں کہے گی، کچھ نہیں مانگے گی، کچھ نہیں پوچھے گی۔ کیونکہ وہ جان چکی تھی، کچھ لوگوں کی دنیا میں خواہشوں کی کوئی جگہ نہیں ہوتی۔

حالہ نے اپنی انگلیوں کو نرمی سے بریسلٹ پر پھیرتے ہوئے گہری سانس لی۔

رات کی ہوا خنک تھی، مگر اس کے اندر جو خالی پن تھا، وہ اس ٹھنڈ سے بھی زیادہ سرد محسوس ہو رہا تھا۔ زاویار اب بھی اسی طرح خاموش تھا، جیسے اس کے پاس کہنے کو کچھ نہ ہو، یا شاید کچھ کہنا ہی نہ چاہتا ہو۔

حالہ نے ایک لمحے کے لیے اپنی نظریں بریسلٹ پر جمائیں، پھر ہلکی آواز میں بولی، "یہ آخری چیز تھی جو میں نے تم سے مانگی تھی، استنبول ایئرپورٹ پر..."

زاویار نے ایک نظر اس کی کلائی پر ڈالی، مگر کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا۔ اس کے چہرے پر وہی روایتی سپاٹ تاثرات تھے، جیسے یہ بات اس کے لیے کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی ہو۔

حالہ نے زبردستی ہلکی سی مسکراہٹ لانے کی کوشش کی، مگر اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سا درد چمکنے لگا۔ "اس کے بعد میں تم سے کچھ نہیں مانگوں گی۔"

زاویار نے کچھ پل اس کی طرف دیکھا، جیسے اس کے الفاظ کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو، مگر پھر وہ نظریں پھیر کر آگے دیکھنے لگا۔

"اچھی بات ہے۔" وہ مختصر سا بولا، جیسے اس کو کوئی فرق ہی نہ پڑا ہو۔

حالہ کا دل عجیب طرح سے دھڑکنے لگا۔ وہ جانتی تھی کہ اسے اس کی کوئی پرواہ نہیں، مگر وہ اتنی لاتعلقی کی امید بھی نہیں کر رہی تھی۔

اس نے دوبارہ اپنی کلائی پر بندھے بریسلٹ کو چھوا اور خود سے وعدہ کر لیا۔ اب وہ واقعی کچھ نہیں مانگے گی۔ نہ کسی چیز کی، نہ کسی احساس کی، نہ محبت کی۔

اپارٹمنٹ میں خاموشی تھی، صرف کافی مشین کی ہلکی ہلکی آواز سنائی دے رہی تھی۔

زاویار کچن میں کھڑا کافی بنا رہا تھا،اس کے ہاتھ مہارت سے کپ سنبھال رہے تھے۔حالہ نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا،دل میں خواہش جاگی کہ وہ بھی کہہ دے، "میرے لیے بھی بنا دو"، مگر وہ خاموش رہی۔وہ جانتی تھی کہ زاویار اسے بنا کر نہیں دے گا، یا اگر دے بھی دے تو کسی احسان کے انداز میں،اور یہ چیز اسے مزید ٹھیس پہنچاتی۔

وہ آہستہ سے چل کر ٹی وی لاؤنج کے صوفے پر بیٹھ گئی اور خاموشی سے اپنی انگلیاں آپس میں پھنسانے لگی۔زاویار نے کافی کا کپ ہاتھ میں پکڑا اور

لاونج کی طرف آیا، پھر اسے ایک نظر دیکھ کر سپاٹ لہجے میں بولا، "سونے چلی جاؤ۔"

حالہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور کندھے اچکا دیے، "میں یہیں ٹھیک ہوں۔"

زاویار نے کوئی بحث نہیں کی، بس ایک نظر اس پر ڈال کر ٹی وی لاؤنج کی لائٹ بند کر دی۔ اچانک چھا جانے والے اندھیرے میں حالہ کا دل زور سے دھڑکا۔

"اوہو، یہ کیا کر دیا!" وہ فوراً سیدھی ہو کر بولی، "یار، ایسا نہ کرو! مجھے ڈر لگتا ہے!"

زاویار نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے، "نہیں، نہیں، تم یہیں بیٹھو، کیونکہ میں سونے جارہا ہوں اور باہر روشنی بند ہی رہے گی۔ مجھے کمرے میں روشنی بالکل پسند نہیں۔"

"پاگل ہو گیا؟" حالہ نے بے یقینی سے اسے گھورا۔

مگر زاویار نے کوئی جواب دیے بغیر اپنے کمرے میں جاکر دروازہ بند کر دیا اور لائٹ آف کر کے سیدھا بستر پر لیٹ گیا۔ حالہ نے گھور کر دروازے کی طرف دیکھا اور پھر پیچھے اندھیرے کو۔

"حد ہے،" وہ بڑبڑائی، مگر اندر سے خوف نے اس کے جسم میں سنسناہٹ پیدا کر دی۔

چند لمحے اس نے ہمت جتانے کی کوشش کی، مگر جب کھڑکی کے پردے ہوا سے ہلنے لگے تو اس کے دل کی دھڑکن اور تیز ہو گئی۔ وہ ایک پل کے لیے

اور بیٹھی رہی، پھر جلدی سے اٹھی اور تقریباً بھاگتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

دروازہ بند کر کے اس نے گہری سانس لی اور فوراً کمرے کی لائٹ آن کر دی۔اب وہ نسبتاً محفوظ محسوس کر رہی تھی۔

مگر پھر اچانک بجلی چلی گئی۔

کمرہ گھپ اندھیرے میں ڈوب گیا۔

حالہ کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔"یہ میرے ساتھ ہی کیوں ہوتا ہے!"وہ تقریباً سرگوشی میں بولی اور جلدی سے کمبل اپنے گرد لپیٹ لیا۔ مگر اندھیرے نے اسے مزید بے چین کر دیا، دل کر رہا تھا کہ بھاگ کر باہر نکلے، مگر کہاں جاتی؟زاویار کے پاس؟نہیں، وہ تو اسے مزید تنگ کرے گا۔

"یااللہ، روشنی واپس بھیج دو!" وہ دھیرے سے بڑبڑائی، مگر اندھیرا اپنی جگہ قائم رہا۔

اندھیرے نے کمرے کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا، جیسے وہ اس کی آزمائش کر رہا ہو۔

حالہ نے بے چینی سے گردن موڑی، مگر ہر طرف سیاہ خلا سا محسوس ہوا۔ وہ کبھی اندھیرے میں نہیں سوتی تھی۔ اپنے گھر میں بھی نہیں، جہاں وہ سب سے زیادہ محفوظ تھی، وہاں بھی ہمیشہ کم از کم ایک چھوٹا بلب ضرور جلتا تھا۔ یا پھر زیادہ ڈر لگتا تو مریم کو بلا لیتی۔

"مریم..."

لبوں سے بے اختیار سرگوشی نکلی، جیسے کوئی بہت قیمتی چیز یاد آگئی ہو۔اس کا دل زور سے دھڑکا۔

"مریم؟"

وہ یک دم سیدھی ہو بیٹھی، آنکھوں میں حیرانی، تکلیف اور بے بسی کا ایک سمندر تھا۔آنسو پلکوں کے کنارے پر لرزے،اور پھر ایک ایک کر کے گرنے لگے۔

"مریم کہاں ہے؟میری مریم..."

سانس تیز ہو گئی، جیسے ہوا میں کوئی بوجھل پن تھا جو اس کے سینے پر آن بیٹھا تھا۔

وہ ہمیشہ اندھیرے سے ڈرتی تھی، اور جب بھی گھر میں روشنی چلی جاتی، وہ دوڑ کر مریم کو آواز دیتی تھی۔ مریم، جو ہر بار ہنستے ہوئے اس کا ہاتھ تھام کر کہتی تھی،_ "ڈرو مت حالہ، میں ہوں نا۔"_

لیکن اب؟

اب کون تھا جو اس کا ہاتھ تھامتا؟ کون تھا جو کہتا کہ "ڈرو مت حالہ، میں ہوں نا؟"

کوئی نہیں۔ گلے میں ایک بھیانک گھٹن سی محسوس ہونے لگی، جیسے کوئی سخت گرفت میں لے رہا ہو۔ مریم کی یاد نے اس کے دل کو چھلنی کر دیا تھا۔

"مریم... میری چھوٹی بہن..."

وہ دونوں ہمیشہ ایک ساتھ ہوتی تھیں۔ ایک دوسرے کے بغیر ایک پل بھی گزارنا مشکل تھا۔ حالہ کے آنسو تیزی سے بہنے لگے، جیسے برسوں سے قید درد آج آزاد ہو گیا ہو۔

"مجھے مریم سے بات کرنی ہے..." وہ لرزتی آواز میں بولی۔ لیکن مریم کہیں نہیں تھی۔

"مجھے گھر جانا ہے... مجھے گھر جانا ہے!" وہ گھٹنوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ دنیا کی ہر چیز جیسے مدھم پڑ گئی تھی۔ وہ اپارٹمنٹ، وہ روم، وہ روشنیوں کا شہر... سب بیکار لگ رہا تھا، کیونکہ وہاں مریم نہیں تھی۔ حالہ کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا ہو۔

آنکھوں میں بہتے آنسو اور ذہن میں ماضی کی ہر ایک یاد، ہر ایک لمحہ، ہر ایک تلخ حقیقت...

"میں نے مریم کے ساتھ کیا کیا؟"

وہ ایک جھٹکے سے سیدھی ہوئی، سانس پھولی ہوئی تھی، ہاتھ کانپ رہے تھے۔

وہ ہمیشہ میرے ساتھ تھی، ہمیشہ میرے لیے تھی، لیکن میں؟

کتنی بار اس نے مریم کو ڈانٹا تھا؟ کتنی بار غصے میں اسے نظرانداز کر دیا تھا؟ اور وہ بیچاری پھر بھی اس کے پیچھے پیچھے رہتی تھی، جیسے ایک معصوم بچہ جو کسی بھی حال میں اپنی بڑی بہن کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا۔

جب حالہ ماں باپ کے فیصلے پر غصہ کرتی، جب وہ اپنی قسمت کو کوستی، تو مریم ہی تھی جو اس کے پاس آتی، اس کے ہاتھ تھام کر کہتی،

"حالہ، سب ٹھیک ہو جائے گا... تم اکیلی نہیں ہو۔"

لیکن وہ غلط تھی۔

اب وہ اکیلی تھی۔

مریم اب نہیں تھی۔ماں باپ نے حالہ کو ایک انجان ملک بھیج کر ہمیشہ کے لیے اس سے جدا کر دیا تھا،اور مریم؟ وہ تو ہمیشہ اس کے ساتھ رہنا چاہتی تھی۔

اس کے ماں باپ نے اس کے ساتھ بہت غلط کیا تھا۔۔وہ انہیں کبھی معاف نہیں کرے گی کبھی نہیں!!

"میں مریم سے کیسے ملوں؟"

یہ سوال اس کے اندر زہر کی طرح گھلنے لگا۔

کیا وہ واپس جا سکتی تھی؟ کیا وہ اپنی بہن کو دیکھ سکتی تھی؟ کیا وہ ایک بار اس کے گلے لگ کر اس سے معافی مانگ سکتی تھی؟

"مریم..." وہ بے بسی سے سرگوشی میں بولی، جیسے کوئی سنے گا اور جواب دے گا۔ لیکن کوئی جواب نہیں آیا۔ صرف سناٹا تھا۔ صرف اندھیرا۔

وہ سانس روک کر بیٹھی رہی، مگر دل کی دھڑکن تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ اسے ہمیشہ سے روشنی میں سونے کی عادت تھی، اور اس اجنبی اپارٹمنٹ میں، جہاں کوئی اپنا نہ تھا، اندھیرے نے جیسے اس کے خوف کو کئی گنا بڑھا دیا تھا۔

وہ بے چین ہو گئی۔ ہاتھ پاؤں برف کی طرح سرد ہو رہے تھے، آنکھوں کے آگے دھند سی چھانے لگی تھی۔ خوف، مریم کی یاد، اور تنہائی نے اس کے ضبط کو ختم کر دیا۔ وہ اٹھی اور گھبراہٹ میں زاویار کے کمرے کی طرف چل دی۔

دروازہ آہستہ سے کھولا، اندر نظر دوڑائی۔ زاویار بستر پر نیم دراز فون استعمال کر رہا تھا، کمرے میں صرف فون کی مدھم روشنی تھی۔

"مجھے یہاں سونا ہے" اس نے لڑکھڑاتی آواز میں کہا۔ زاویار نے چونک کر فون سے نظریں ہٹائیں، پھر الجھن بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

"کیا؟" اس کی آواز میں حیرانی اور بے زاری دونوں تھے۔

"یہاں... بے شک صوفے پر، لیکن میں اپنے کمرے میں نہیں سو سکتی" حالہ نے جلدی سے کہا، جیسے اگر وہ دیر کرتی تو اس کا حوصلہ جواب دے دیتا۔

زاویار نے گہرا سانس لیا، فون سائیڈ پر رکھا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"حالہ، تم کوئی چھوٹی بچی نہیں ہو۔ اندھیرے سے ڈرنے کی عمر گزر چکی ہے۔ جاؤ، جا کر سو جاؤ اپنے کمرے میں۔" اس کی آواز میں واضح روکھا پن تھا۔

"یہ بہانہ نہیں ہے!" حالہ کی آواز کانپ رہی تھی، "مجھے واقعی ڈر لگ رہا ہے، روشنی چلی گئی ہے، یہ اپارٹمنٹ نیا ہے... اور مجھے ہمیشہ سے روشنی میں سونے کی عادت ہے"

زاویار نے ایک طنزیہ نظر اس پر ڈالی، پھر تھکے ہوئے انداز میں آنکھیں بند کیں۔

"تو روشنی کی عادت تھی، کیا مطلب ہے؟ کیا ہمیشہ سے ایسے ہی کرتی تھیں؟"

"ہاں! مجھے ہمیشہ سے ڈر لگتا تھا! اور...اور جب میں ڈرتی تھی تو مریم میرے پاس سوتی تھی" وہ بولتے بولتے رک گئی، حلق میں ایک سخت گولا سا اٹکنے لگا۔

زاویار نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ وہ جیسے کچھ اور کہنے ہی والی تھی، مگر اچانک اس کی آنکھیں بھر آئیں، ہونٹ کانپنے لگے۔

"مجھے پلیز ادھر سونے دو۔"

وہ لرزتی آواز میں بولی۔

"حالہ، ڈرامہ مت کرو!" زاویار نے روکھے لہجے میں کہا، مگر حالہ جیسے کچھ سن ہی نہیں رہی تھی۔

"میں ڈرامہ نہیں کر رہی، پلیز!" اس کی آواز بھرا گئی، آنکھوں میں بے بسی اتر آئی۔

"نہیں کر رہی میں ڈرامہ، مجھے سمجھو زاویار، میں نہیں کر رہی ڈرامہ!"

اور اگلے ہی لمحے وہ بے اختیار فرش پر بیٹھ گئی، چہرہ ہاتھوں میں چھپالیا اور زور سے رونے لگی۔ زاویار کی آنکھوں میں حیرت ابھری۔ یہ کیا ہو رہا تھا؟

"مجھے ڈر لگ رہا ہے، مجھے مت کہو کہ جا کر سو جاؤ! میں تھک چکی ہوں، زاویار!"

اس نے سر اٹھایا، اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں،

"میں اندر سے ٹوٹ چکی ہوں! میں نہیں چاہتی کہ تم مجھ پر ترس کھاؤ، لیکن... بس مجھے اکیلا مت چھوڑو!" زاویار نے گہری سانس لی، ایک پل کے لیے اسے خاموشی سے دیکھتا رہا۔ پھر وہ آہستہ سے اٹھا، اس کے قریب آیا اور گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"حالہ..." اس کی آواز میں اب تھوڑی نرمی تھی۔

"کیا ہوا ہے؟ کیوں رو رہی ہو؟"

حالہ نے آنسو صاف کرنے کی کوشش کی، مگر وہ مسلسل بہہ رہے تھے۔ وہ کچھ کہہ نہیں پا رہی تھی، بس سر جھکا لیا۔

"حالہ، ایسے مت رو۔"

زاویار نے نرمی سے کہا، "اچھا، ٹھیک ہے۔ اٹھو، صوفے پر جا کر آرام سے سو جاؤ۔"

حالہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ وہ واقعی مان گیا تھا؟

"مت رو... میں کہہ رہا ہوں، مت رو!"

زاویار نے تھوڑی سختی سے کہا، جیسے وہ اس کی کمزوری دیکھ کر مزید پریشان ہو رہا ہو۔

حالہ نے بمشکل خود کو سنبھالا، آہستہ سے اٹھی، بچوں کی طرح آنکھیں رگڑیں اور صوفے کی طرف چل دی۔ زاویار نے لائٹ بند کر دی اور خود بستر پر لیٹ گیا۔ حالہ نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا۔ وہ کچھ لمحے یونہی دیکھتی رہی، پھر تھکے ہوئے انداز میں آنکھیں بند کر لیں۔ کمرے میں اندھیرا تھا، مگر اس کے اندر ایک نئی روشنی جاگ رہی تھی۔ ایک امید کہ شاید زاویار ہمیشہ کے لیے اسے اکیلا نہ چھوڑے...

☆☆☆✦☆☆☆

سکون کی ایک لہر تھی جو رات کے گہرے سناٹے میں پھیلی ہوئی تھی۔

زاویار بستر پر تھا، آنکھیں موندے، جیسے سب کچھ بھلا چکا ہو۔ حالہ صوفے

پر سمٹی ہوئی تھی، اس کے سانسوں کی ہلکی سی لرزش اس کی تھکن اور تکلیف کی گواہ تھی۔

کمرے میں ہلکی مدھم روشنی تھی، جو رات کی خاموشی میں ایک دھیمے خواب کی طرح محسوس ہو رہی تھی۔

وقت گزرتا گیا، اور پھر آہستہ آہستہ رات کی تاریکی میں روشنی کی ہلکی سی جھلک ابھرنے لگی۔ زاویار نے آنکھیں کھولیں، پلکیں جھپکائیں، اور ایک پل کے لیے خاموشی سے چھت کی طرف دیکھا۔

وہ اٹھا، بیڈ کی سائیڈ پر رکھا فون دیکھا، اور پھر آہستہ سے اپنے پیر زمین پر رکھے۔ کمرے میں اب بھی ہلکا سا اندھیرا تھا، مگر کھڑکی سے آتی مدھم روشنی ہر چیز کو پر سکون بنا رہی تھی۔ زاویار نے ایک گہری سانس لی، اور پھر

وہ باتھ روم کی طرف بڑھا۔ پانی گرنے کی آواز سناٹے میں گونجی، وہ وضو کر رہا تھا۔

حالہ نے آنکھیں کھولیں، نیند سے بوجھل آنکھیں لمحہ بھر کے لیے حیرانی سے دروازے کی طرف اٹھیں۔ جہاں سے اندر پانی گرنے کی اوازیں آ رہی تھیں۔ وہ تھوڑا سا سیدھی ہوئی، اپنی آنکھیں مسلیں، اور پھر سامنے دیکھا——زاویار باتھ روم سے باہر آیا تھا، اس کے چہرے اور بالوں سے پانی کے قطرے گر رہے تھے، وہ تولیے سے چہرہ خشک کر رہا تھا۔

حالہ نے خاموشی سے اسے دیکھا۔ وہ سیدھا سامنے چل رہا تھا وارڈروب کھولی، اور پھر ایک سوٹ کیس نکالا۔ حالہ نے پیشانی پر شکنیں ڈالیں۔ یہ کیا کر رہا تھا؟

زاویار نے سوٹ کیس کی زپ کھولی، اور اندر سے ایک جائے نماز نکالی۔

حالہ کا دل ایک لمحے کے لیے ساکت ہوا۔ وہ پلٹا اور وہاں زمین پر جائے نماز بچھادی۔ باہر سے آتی روشنی میں اس کا چہرہ نرم پڑا ہوا الگ رہا تھا۔ وہ خاموشی سے کھڑا ہوا، اور نیت باندھ لی۔ حالہ نے گہری سانس لی، سینہ بوجھل ہو رہا تھا۔ دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔ اس کا دماغ، اس کے خیالات، سب بکھرے ہوئے تھے۔

"میرے پاس ہے ہی کیا؟" یہ سوال اس کے دل میں گونجا، اور ایک لمحے کے لیے آنکھیں بند کر کے وہ خود کو محسوس کرنے لگی——

کوئی تھا؟

نہیں...

کسی کو فرق پڑا؟

نہیں...

وہ دنیا کے بیچوں بیچ تنہا کھڑی تھی، مگر کوئی بھی اس کے ساتھ نہیں تھا۔ آنکھوں میں آنسو اترنے لگے۔

"اللہ کے سوا کوئی نہیں... کوئی بھی نہیں۔"

یہ جملہ جیسے اس کے اندر کہیں گونج اٹھا۔ اس کا گلا خشک ہو گیا، دل عجیب اذیت میں گھر گیا۔ وہ بے جان قدموں سے اٹھی، اور باتھ روم میں چلی گئی۔ وضو کے لیے جیسے ہی پانی کا چھینٹا چہرے پر پڑا، آنکھوں میں بے بسی، نمی اور گہری ہو گئی۔

"اللہ... بس تو ہی رہ گیا ہے۔"

یہ خیال آیا تو دل میں ایک سکون سا اترا، جیسے کسی نے تھپکی دی ہو، جیسے کوئی کہہ رہا ہو کہ "میں ہوں نا... میں نے کبھی نہیں چھوڑا تمہیں، میں ہمیشہ تھا، میں ہمیشہ ہوں۔"

حالہ نے آنکھیں بند کیں، ہونٹ بھینچ لیے، مگر دل اب بھی درد سے لبریز تھا۔

وہ باہر نکلی، دبے قدموں دوسرے کمرے میں گئی۔ الماری کھولی، نیچے سے اپنی جائے نماز نکالی۔ واپس اپنے کمرے میں آئی زاویار نماز پڑھ رہا تھا۔ وہ اسے دیکھتی رہی — یہ وہی شخص تھا جو ہمیشہ اس سے سختی سے پیش آتا تھا، جس کی باتوں میں بے زاری اور رویے میں سختی تھی۔ مگر آج وہ ایک اور زاویار دیکھ رہی تھی، جو دنیا سے نہیں، اپنے رب سے بات کر رہا تھا۔ کمرے میں ایک گہری خاموشی تھی، جیسے وقت تھم گیا ہو۔ ہلکی روشنی

کھڑکی سے اندر آرہی تھی، مگر وہ روشنی صرف ماحول کو روشن کر رہی تھی، ان کے اندر کے اندھیرے اب بھی اپنی جگہ موجود تھے۔

حالہ کی پلکیں لرز رہی تھیں، دل جیسے کسی انجانے خوف اور سکون کے بیچ معلق تھا۔ اس نے زاویار کی طرف دیکھا——وہ مکمل انہماک میں تھا، دنیاو مافیہا سے بے نیاز۔ اس کے چہرے پر ایک عجب سکون تھا، جو حالہ نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ دل میں ایک خلش سی اٹھی، ایک سوال——

"یہی وہ شخص ہے جس سے میں نے امیدیں وابستہ کر لیں؟ جس سے محبت کی طلب کی؟ جو کبھی نہیں بدلے گا؟"

اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ "مجھے کسی کی محبت کی ضرورت نہیں... مجھے صرف اپنے رب کی محبت چاہیے۔" وہ آہستہ سے آگے بڑھی، اس کے بالکل برابر میں جائے نماز بچھائی، اور گہری سانس لی۔ کپکپاتے ہاتھوں سے

دوپٹہ سر پر درست کیا، سر جھکایا، اور نیت باندھ لی۔ یہ لمحہ کچھ اور تھا... یہ کوئی عام صبح نہیں تھی، یہ کوئی عام عبادت نہیں تھی—یہ ایک ٹوٹے ہوئے دل کا اپنے رب سے پہلا سچا مکالمہ تھا۔

"میری زندگی میں سب کچھ بکھر گیا، سب ختم ہو گیا، مگر تو... تو ہمیشہ یہیں تھا۔"

آج شاید پہلی بار، اسے لگا کہ وہ کسی کے ساتھ ہے۔

وہ دونوں ایک ساتھ کھڑے تھے، ایک ہی لمحے میں رکوع میں جھکے، ایک ہی وقت میں سجدے میں گئے۔ مگر حالہ کے لیے یہ سجدہ عام نہیں تھا۔ اس نے آنکھیں بند کیں، اور جیسے برسوں سے روکے گئے آنسو سجدے میں بہنے لگے۔ دل میں ایک اذیت تھی، ایک سوال تھا، جو شاید صرف وہی ذات سمجھ سکتی تھی جو ہر درد کا راز جانتی ہے۔

"میں نے ہر در پر دستک دی، ہر محبت کے پیچھے بھاگی... مگر سب راستے بند ہو گئے۔"

"اور اب... اب صرف تیرا در باقی رہ گیا ہے۔"

اس کی ہچکیاں نکلنے لگیں، مگر اس نے خود کو سنبھالا۔

"میرے پاس کچھ نہیں بچا... سب ختم ہو گیا۔"

"سوائے تیرے، اے اللہ، سوائے تیرے..."

کمرے میں اب بھی خاموشی تھی، مگر حالہ کے اندر ایک طوفان آ چکا تھا۔

باہر روشنی مزید پھیل چکی تھی، سورج نکلنے کے قریب تھا۔ مگر اس لمحے، حالہ کے لیے سب سے بڑی روشنی وہ تھی جو اس کے اندر جل رہی تھی——اللہ کی محبت کی روشنی، جو کبھی بجھنے والی نہیں تھی۔ کمرے میں ایک سحر طاری تھا، جیسے وقت تھم گیا ہو، جیسے ہر شے دم سادھ کر انہیں

دیکھ رہی ہو۔ باہر کی روشنی آہستہ آہستہ اندر پھیل رہی تھی، نرم، ملائم روشنی جو کھڑکی کے شیشے سے چھن کر حالہ اور زاویار کے چہروں پر گر رہی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے قریب تھے، مگر پھر بھی بہت دور۔

زاویار آگے کھڑا تھا، حالہ چند قدم پیچھے۔ مگر آج پہلی بار، حالہ کو اس دوری کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔ وہ اس کے برابر نہیں، مگر اس کے ساتھ ضرور کھڑی تھی۔ جب زاویار نے ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہی، تو حالہ کے دل میں عجب سی لہر اٹھی۔ "یہی شخص ہے جس نے میرے ساتھ سب سے زیادہ سختی کی، اور یہی شخص آج مجھے سب سے زیادہ سکون کا احساس دلا رہا ہے۔" وہ دونوں رکوع میں جھکے، پھر سجدے میں گئے—

ایک ساتھ، ایک ہی وقت میں۔ حالہ نے آنکھیں بند کر کے ماتھا زمین پر ٹکا دیا۔

"یا اللہ، میں ٹوٹ چکی ہوں۔ میں کہاں جاؤں؟ میں کس سے مانگوں؟"

"یہی دروازہ باقی ہے، یہی راستہ بچا ہے۔"

آنکھوں سے آنسو بہتے رہے، مگر لبوں پر دعا تھی۔ جب انہوں نے سلام پھیرا، تو حالہ نے سر جھکائے رکھا۔ زاویار نے جائے نماز تہہ کی، اور ایک پل کو حالہ کی طرف دیکھا۔

وہ ابھی تک سر جھکائے بیٹھی تھی، ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہی تھی، آنکھیں بند، ہونٹ ہلکے ہل رہے تھے، آنسو رخساروں پر بہہ رہے تھے۔ زاویار نے نظریں ہٹا لیں، مگر دل میں ایک عجیب سا احساس چھوڑ دیا۔ یہ اتنا کیوں رہ رہی تھی؟ کیا اس کی زندگی میں کچھ بہت برا ہوا ہے؟ خیر مجھے کیا؟

وہ اٹھ کر کھڑکی کے قریب جا کھڑا ہوا، باہر آسمان روشنی سے بھر چکا تھا، رات ختم ہو چکی تھی۔ پیچھے حالہ ابھی تک دعا میں ہاتھ اٹھائے بیٹھی تھی۔

زاویار نے ایک پل کے لیے حالہ کی طرف دیکھا۔ وہ ابھی تک وہیں بیٹھی تھی، ہاتھ دعا کے لیے اٹھے ہوئے، آنکھیں بند، چہرہ نڈھال۔ ایک لمحے کو اس کا دل کیا کہ رک جائے، کچھ کہہ دے، کچھ پوچھ لے——

مگر پھر اس نے خود کو جھٹکا، رخ موڑا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

قدموں کی آہٹ سن کر حالہ نے سر اٹھایا۔ زاویار دروازہ کھول کر باہر جا چکا تھا۔ کمرے میں اب مکمل خاموشی تھی۔ حالہ نے ایک لمحے کو خالی دروازے کو گھورا، پھر جیسے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا۔ آنسو اس کی آنکھوں سے بے اختیار بہنے لگے۔ "کیوں، یا اللہ؟ کیوں میری زندگی ایسی بنائی؟ میں نے کیا غلط کیا تھا؟" اس کے لب کپکپانے لگے، سانسیں بے ترتیب ہو گئیں۔

میں نے تو بس محبت مانگی تھی... میں نے تو بس اپنا گھر مانگا تھا... تو نے میرے نصیب میں یہ کیوں لکھا؟" اس نے چہرہ ہاتھوں میں چھپالیا، گھٹنوں میں سر دے کر بے آواز رونے لگی۔ "میری ہنسی کہاں چلی گئی، یااللہ؟ میرا سکون کہاں کھو گیا؟ میں تو تھک گئی ہوں... میں تو ہار گئی ہوں۔"

وہ بے بس لگ رہی تھی، جیسے دنیا میں اس کا کوئی نہیں بچا، جیسے کوئی اسے سننے والا نہیں تھا، جیسے وہ ایک سنسان راستے پر کھڑی تھی جہاں روشنی کی ایک کرن بھی نہیں تھی۔ کمرے کی دیواریں اس کے رونے کی گواہ بن چکی تھیں۔ وہ ٹوٹ چکی تھی، بکھر چکی تھی —— اور اب صرف خدا کے سامنے رو سکتی تھی۔ حالہ کی ہچکیاں تیز ہو گئیں، وہ اپنے ہی وجود سے شرمندہ ہو رہی تھی۔ اس کا سر اب بھی سجدے میں تھا، آنکھوں سے بہتے آنسو جائے

نماز کو بھگو رہے تھے۔ دل کی گہرائیوں سے ایک صدا نکلی، جو شاید برسوں سے قید تھی، جو شاید اس کے اندر کہیں دفن تھی، مگر آج باہر آ گئی تھی۔

"یا اللہ... میں تجھ سے دور ہو گئی تھی... میں نے تجھے بھلا دیا تھا!"

وہ خود سے نفرت محسوس کر رہی تھی، اس کی سانسیں بوجھل ہو چکی تھیں، الفاظ جیسے ٹوٹ رہے تھے۔

"میں نے نماز چھوڑ دی، قرآن چھوڑ دیا، تجھ سے بات کرنا چھوڑ دیا... میں اذان کے وقت گانے سنتی رہی، میں دنیا میں کھو گئی، میں تیری یاد سے غافل ہو گئی۔ مجھے لگا، مجھے تیری ضرورت نہیں ہے، مجھے لگا، میں خود سب کچھ کر لوں گی!"

وہ زخموں کی طرح اپنے الفاظ دہرا رہی تھی، جیسے اپنے ہی گناہوں کو گن رہی ہو، جیسے خود کو آئینہ دکھا رہی ہو۔

"مگر دیکھ، یااللہ، آج جب سب نے چھوڑ دیا، آج جب کوئی نہیں ہے، تو میں پھر تیرے پاس آگئی ہوں! میں کتنی خود غرض ہوں نا؟ میں نے تجھے صرف اس وقت یاد کیا جب مجھے کوئی اور راستہ نظر نہیں آیا... میں کتنی بے وفا ہوں!"

اس کے کندھے لرز رہے تھے، ہاتھ کانپ رہے تھے، دل جیسے مٹھی میں جکڑا جا چکا تھا۔

"پھر بھی... پھر بھی مجھے پتا ہے کہ تُو دروازہ نہیں بند کرے گا... تُو ناراض ہو سکتا ہے، لیکن مجھے دھتکارے گا نہیں! تُو میرے سب گناہ دیکھ کر بھی مجھے قبول کر لے گا، نا؟"

اس کے اندر امید اور شرمندگی کی ایک عجیب جنگ چل رہی تھی۔

"یااللہ، میں واپس آنا چاہتی ہوں... میں تیری بننا چاہتی ہوں... میں نہیں جانتی کہ میں بدل سکوں گی یا نہیں، لیکن تُو تو سب کچھ کر سکتا ہے، نا؟ تُو مجھے تھام لے، یااللہ... مجھے معاف کر دے، مجھے قبول کر لے!"

یہ کہتے ہوئے اس نے آنکھیں بند کر لیں، خود کو اللہ کے حوالے کر دیا۔

"بس ایک موقع دے دے، ایک بار مجھے پھر سے اپنی رحمت میں لے لے، یااللہ، میں اور کہیں نہیں جاؤں گی!"

وہ اب بھی سجدے میں تھی، زمین سے لگی ہوئی، جیسے اپنے رب کی پناہ میں سکون تلاش کر رہی ہو، جیسے برسوں کی دوری کے بعد اپنے اصل مقام پر واپس آگئی ہو—اپنے رب کے قدموں میں، اس کی رحمت کے سائے میں۔

حالہ نے سجدے سے سر اٹھایا، آنکھوں میں نمی تھی، دل میں ایک عجیب سا بوجھ۔ وہ جائے نماز تہہ کرتے ہوئے گہری سانس لیتی رہی، جیسے کچھ ٹوٹا ہو، جیسے کوئی بوجھ ہلکا ہوا ہو، مگر پھر بھی کوئی خالی پن باقی ہو۔ وہ خاموشی سے کمرے سے باہر نکلی۔ ہال میں مدھم سی روشنی تھی، اور ایک ہلکی سی خوشبو فضا میں پھیلی ہوئی تھی—کافی کی خوشبو۔ قدموں کی آہٹ پر اس کی نظریں خود بخود باورچی خانے کی طرف اٹھ گئیں۔ زاویار وہاں کھڑا تھا، کاؤنٹر کے قریب، کافی بنانے میں مصروف۔ وہ خاموشی سے کپ میں کافی انڈیل رہا تھا، مگر جیسے ہی اس نے حالہ کو دروازے پر کھڑے دیکھا، اس کی

انگلیاں لمحہ بھر کے لیے رُک گئیں۔ حالہ نے کوئی لفظ نہیں کہا، بس خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ زاویار نے بھی نظر اٹھائی، اور جو دیکھا، وہ شاید توقع سے زیادہ تھا۔

حالہ کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا، آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں، اور اس کے ہونٹ لرز رہے تھے۔ وہ بے آواز رو رہی تھی، جیسے کسی شدید جنگ کے بعد مکمل ہار مان لی ہو۔

زاویار کی آنکھوں میں ایک پل کے لیے نرمی ابھری۔ وہ کچھ پوچھنا چاہتا تھا، شاید کچھ کہنا چاہتا تھا، مگر الفاظ گلے میں ہی کہیں اٹک گئے۔ کیا اسے کچھ کہنا چاہیے تھا؟ کیا وہ اس کی تکلیف کا حصہ تھا؟ یا وہ بس ایک راہگیر تھا، جو محض دیکھ سکتا تھا مگر محسوس نہیں کر سکتا تھا؟

مگر پھر، جیسے کسی خیال نے اس کے اندر سختی بھر دی ہو۔ اس کے چہرے کی نرمی پل بھر میں غائب ہو گئی، آنکھوں میں وہی روایتی سختی لوٹ آئی۔

"کافی پینی ہے تو بنا دو؟" اس نے سرد لہجے میں کہا، جیسے کچھ دیکھا ہی نہ ہو، جیسے اس کی آنکھوں میں بہتے آنسو نظر ہی نہ آئے ہوں۔ حالہ کی پلکیں لرزیں، وہ ایک لمحے کے لیے ساکت رہی۔ وہ کوئی جواب دے سکتی تھی، مگر نہیں دیا۔ وہ ایک لمحہ تھا جہاں ہر چیز واضح ہو چکی تھی——شاید وہ رشتہ جو تھا ہی نہیں، شاید وہ احساسات جو ایک طرفہ تھے، یا شاید وہ دیوار جو اب بھی ان دونوں کے درمیان کھڑی تھی۔ زاویار نے نظر پھیر لی، کافی کا کپ اٹھایا، اور جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو، باہر کی طرف چل دیا۔

حالہ وہیں کھڑی رہی، خاموشی سے، اس لمحے کو خود میں جذب کرتی ہوئی۔ شاید آج بھی کچھ نہیں بدلا تھا... یا شاید سب کچھ بدل چکا تھا۔

اس کی آنکھوں میں ایک پل کے لیے درد ابھرا، مگر وہ کچھ نہیں بولی۔

زاویار کے قدموں کی آواز دور ہوتی گئی،اور پھر خاموشی چھا گئی۔اس نے آہستہ سے گہری سانس لی، آنکھیں بند کیں، جیسے خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی ہو۔ مگر جذبات اتنے آسانی سے قابو میں نہیں آتے۔ کچن کی مدھم روشنی میں کھڑی وہ بس ایک لمحے کے لیے خود کو ٹوٹتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔

کیا یہ ہمیشہ ایسا ہی رہے گا؟

کیا زاویار کبھی اس کا درد سمجھے گا؟ یا وہ ہمیشہ ایک دیوار کی طرح بے حس کھڑا رہے گا؟اس نے بے اختیار نظریں دروازے کی طرف دوڑائیں جہاں سے زاویار ابھی نکلا تھا۔ وہ جا چکا تھا۔اس کی موجودگی کمرے میں نہیں تھی، مگر اس کی کہی گئی باتیں،اس کی سرد نظریں،اس کی لاتعلقی، سب

حالہ کے ارد گرد موجود تھیں، جیسے دیواروں میں جذب ہو گئی ہوں۔ حالہ نے چپ چاپ اپنا ہاتھ میز پر رکھا، انگلیاں سختی سے مٹھی میں بند کر لیں، جیسے خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی ہو۔

مگر ضبط کب تک رہتا؟

آنسو پھر سے اس کی آنکھوں میں اتر آئے۔ اس نے آہستہ سے رخ موڑا، اپنے ہی آنسو صاف کیے اور تھکے تھکے قدموں سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

لیکن ایک بات طے تھی —— آج جو ہوا تھا، وہ صرف ایک عام لمحہ نہیں تھا۔

یہ وہ خاموش جنگ تھی جو اس کے دل میں لڑی جا رہی تھی۔

اور یہ جنگ... ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔

☆☆☆✦☆☆☆

بالکونی کی ٹھنڈی ہوا ہڈیوں میں اتر رہی تھی۔ صبح کے وقت سردی اور زیادہ محسوس ہو رہی تھی۔ مگر زاویار کو پروا نہیں تھی۔ اس کے ہاتھ میں کافی کا کپ تھا، جس سے ہلکی

بھاپ اٹھ رہی تھی۔ وہ بس خاموشی سے نیچے سڑک کی طرف دیکھ رہا تھا، جیسے کسی گہری سوچ میں گم ہو۔

حالہ ابھی اس کے دماغ میں کہیں موجود تھی، مگر وہ خود کو یہ ماننے کی اجازت نہیں دے رہا تھا۔ وہ خود کو سمجھا چکا تھا کہ اس لڑکی سے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ اندر رہے یا باہر آئے، روئے یا خاموش بیٹھے —— یہ سب

غیر ضروری باتیں تھیں۔ فون کی گھنٹی بجی، اس نے ایک نظر سکرین پر ڈالی ——شاہمیر۔ زاویار نے گہری سانس لی اور فون کان سے لگایا۔

"تم مجھ سے ملے بغیر ہی جانے والے تھے؟" فون کے پیچھے سے شاہمیر کی اواز ائی۔

"تمہیں ملنا ہوتا تو خود آ جاتے۔" زاویار کا جواب سخت تھا۔ شاہمیر کی پیشانی پر ہلکی سی شکن ابھری۔ "تمہارے ساتھ حالہ تھی، اسی لیے نہیں ملا۔ میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ میں اسے نہیں دیکھ سکتا، اور آج بھی وہی کہہ رہا ہوں۔"

زاویار خاموش ہو گیا۔ اس نے کافی کا ایک گھونٹ لیا، نظریں سامنے کہیں دور لگا دیں، اور پھر دھیرے سے بولا، "صرف حالہ کی وجہ سے تم مجھ سے دور ہو رہے ہو؟"

"نہیں زاویار، حالہ کی وجہ سے نہیں۔ "شاہمیر کا لہجہ تلخ تھا۔ "میں خود کو اس مقام پر دوبارہ نہیں لا سکتا۔ میں نے جو کچھ جھیلا ہے، اسے تم نہیں سمجھ سکتے۔ اور اب میں اپنی زندگی میں کسی ایسی چیز کو دوبارہ داخل نہیں کرنا چاہتا جو میرے زخموں کو ہرا کر دے۔"

زاویار نے سر جھٹکا، جیسے اس بحث سے مزید الجھنا نہیں چاہتا تھا۔ "اچھا، جو تمہاری مرضی۔ میں نے تمہیں مجبور نہیں کرنا۔ مگر یاد رکھو، میں تمہارا بھائی ہوں، اور تم میری زندگی کے کسی بھی حصے کو کاٹ کر الگ نہیں کر سکتے، چاہے وہ حالہ ہو یا کوئی اور۔"

دوسری طرف چند لمحوں کی خاموشی رہی، پھر شاہمیر نے آہستہ سے کہا، "خیر۔۔۔ خیال رکھو اپنا"

"تم بھی۔" زاویار نے مختصر جواب دیا اور کال کاٹ دی۔ اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی کافی کو ایک نظر دیکھا۔ آج اس کا ذائقہ ویسا نہیں تھا جیسا ہونا چاہیے تھا۔ ایک لمحے کو رکا، پھر اندر جانے کے لیے مڑ گیا۔ مگر جیسے ہی قدم بڑھایا، اسے یوں لگا جیسے اس کے اور شاہمیر کے درمیان کوئی ان دیکھے فاصلے مزید گہرے ہو گئے ہوں، کوئی ایسی خلیج جو وقت کے ساتھ بڑھتی جا رہی تھی۔

اس نے ہاتھ میں پکڑی کافی پر ایک آخری نظر ڈالی، پھر خاموشی سے اسے میز پر رکھ دیا۔ باہر جا کر پی لے گا، مگر یہ کافی... یہ اب نہیں پی سکتا تھا۔

زاویار کمرے میں داخل ہوا تو حالہ اپنے دونوں پیروں کو اوپر کیے، بازوؤں میں سمیٹے بیٹھی تھی۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا، اور نظریں کسی غیر مرئی نقطے پر جمی ہوئی تھیں، جیسے وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہو۔ زاویار نے سرسری

نظر اس پر ڈالی، مگر اس کے چہرے کی بے جان کیفیت دیکھ کر قدم ٹھہر گئے۔ حالہ نے ایک گہری سانس لی، مگر سر نہیں اٹھایا۔ وہ جانتی تھی کہ زاویار اسے دیکھ رہا ہے —— جیسے وہ اس کے اندر جھانک کر ہر جذبے کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ مگر وہ خود کو اس کے سامنے ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

زاویار نے ایک پل اسے دیکھا، پھر رخ موڑ کر الماری کی طرف بڑھا۔ دونوں ہاتھوں سے دروازے کھولے اور خاموشی سے کپڑے نکالنے لگا۔ حالہ کی نظریں آہستہ سے اوپر اٹھیں۔ وہ اس کی پشت دیکھ رہی تھی، جو سامنے الماری کے قریب کھڑا تھا، مصروف مگر پھر بھی بے خبر نہیں۔

"ریڈی ہو جاؤ، باہر ناشتہ کرنے جا رہے ہیں" زاویار نے بغیر مڑے کہا، جیسے بس اطلاع دے رہا ہو، نہ کوئی درخواست، نہ کوئی حکم۔

"مجھے بھوک نہیں ہے... تم جاؤ،" حالہ نے نظریں پھیرتے ہوئے مدھم آواز میں کہا۔

زاویار ایک دم رکا، پھر تیزی سے اپنا چہرہ اس کی طرف موڑا۔ وہ اسے دیکھنے لگا، جیسے کچھ پرکھنا چاہ رہا ہو۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی شکنیں ابھریں۔ وہ اتنی بدلی ہوئی کیوں لگ رہی تھی؟

"تم کب سے بھوکی ہو؟ تم نے تو کل رات کو کھانا بھی صحیح سے نہیں کھایا؟" زاویار کی آواز میں سختی تھی، مگر اس کے اندر کہیں تشویش بھی چھپی تھی۔

حالہ نے ہلکے سے سر نفی میں ہلایا، مگر پھر بھی اس کی آنکھیں نیچے ہی رہیں۔

"تو پھر کھانے سے انکار کیوں؟" زاویار نے ایک ہاتھ جیب میں ڈالا اور دوسرے سے ماتھے پر ہاتھ پھیرا، جیسے اپنی جھنجھلاہٹ پر قابو پا رہا ہو۔

حالہ کے ہونٹ تھوڑے لرزے، جیسے وہ کچھ کہنا چاہتی ہو مگر الفاظ اس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ آخر کار، اس نے آہستہ سے سر اٹھایا۔ زاویار کی نظریں اس کی آنکھوں میں اٹک گئیں — وہ سرخ ہو چکی تھیں، جیسے کئی راتوں کی نیند اور بے شمار سوچوں نے ان پر اپنا نشان چھوڑ دیا ہو۔

"مجھے بھوک نہیں ہے، زاویار۔" اس کی آواز مدھم تھی، مگر اندر کہیں شکست خوردہ بھی۔

زاویار نے ایک لمحے کو کچھ نہیں کہا، بس اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ صرف بھوک کا مسئلہ نہیں تھا۔ یہ اس کے اندر کی بے سکونی تھی، وہ انتشار تھا جو اسے اندر سے کھا رہا تھا۔

پھر وہ تھوڑا جھک کر اس کے قریب آیا، نظریں اس پر جمائے ہوئے بولا،

"حالہ، تم خود کو سزا دے رہی ہو؟"

حالہ، نے نظریں جھکا لیں۔ مگر اس بار وہ زاویار کی نظروں کا بوجھ محسوس کر رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ اس کی اندرونی جنگ کو سمجھ رہا تھا، مگر شاید وہ اسے لفظوں میں بیان نہیں کر سکتی تھی۔ زاویار نے دھیمے مگر سخت لہجے میں کہا "یہ مت کرو، حالہ، خود کو اس حد تک تکلیف مت دو کہ تمہیں بھی یہ محسوس نہ ہو کہ تم کیا کھو رہی ہو۔" وہ ایک پل کو رکا، پھر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ "مجھے نہیں پتا کہ تم کیوں رو رہی ہو، اور جاننے میں کوئی دلچسپی بھی نہیں ہے... مگر —"

"مجھے کچھ نہیں ہوا۔" حالہ، کے آنسو پلکوں کی دہلیز پر لرزنے لگے۔ وہ کچھ کہہ نہیں سکی، بس اپنے ہاتھوں کو مٹھی میں بھینچ لیا، جیسے خود کو مضبوط کرنے کی ناکام کوشش کر رہی ہو۔

زاویار نے ایک لمحے کے لیے اسے دیکھا، پھر گہری سانس لے کر دروازے کی طرف بڑھا۔ "میں نیچے جا رہا ہوں۔ جب تمہیں لگے کہ تمہیں واقعی بھوک لگی ہے، تو آ جانا۔" وہ کہہ کر رک گیا، جیسے کچھ اور کہنا چاہتا ہو، مگر پھر خاموشی اختیار کرتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ حالہ، نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں۔

صبح کی دھیمی روشنی، کیفے کی کھڑکیوں سے چھن کر اندر آ رہی تھی۔ باہر سڑک پر ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی، درختوں کے پتے مدھم آواز میں سرسرا رہے تھے۔ کیفے کے اندر بھی ایک سکون بھری خاموشی تھی، صرف

برتنوں کی ہلکی کھنکھناہٹ اور دھیمی آواز میں بجتا اطالوی میوزک اس فضا کو توڑ رہا تھا۔

زاویار کرسی پر ٹیک لگائے مینو کارڈ دیکھ رہا تھا۔اس نے جلدی میں کوئی چیز چن کر ویٹر کو بلا کر آرڈر دے دیا اور آرام سے بیٹھ کر کافی کا کپ اٹھا لیا۔ کافی کا بھاپ اڑاتا مگ اس کے ہاتھ میں تھا، اور وہ کسی خیال میں گم تھا کہ اچانک اس کی نظر داخلی دروازے پر پڑی۔ حالہ۔ وہ آہستہ قدموں سے اندر آرہی تھی۔اس کی چال میں وہی ٹھہراؤ تھا جو ہمیشہ رہتا تھا، مگر آج اس کی آنکھوں میں وہ چمک نہیں تھی جو عام دنوں میں ہوتی تھی۔اس نے آہستہ آہستہ ارد گرد دیکھا، پھر جیسے سیدھا زاویار کی طرف قدم بڑھانے لگی۔زاویار نے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ دبائی اور جیسے مذاق میں کہا

"تمہیں تو بھوک نہیں تھی؟"

حالہ نے کوئی جواب نہیں دیا، بس خاموشی سے آکر اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ وہ ویسی حالہ نہیں لگ رہی تھی جو کل رات بحث کر رہی تھی، تیز لہجے میں جواب دے رہی تھی، اور دنیا کو اپنے الفاظ سے ہلانے والی تھی۔ یہ بدلی ہوئی حالہ تھی۔ زاویار نے بغور اس کا جائزہ لیا۔ اس کے چہرے پر ہلکی تھکن کے آثار تھے، آنکھیں قدرے سرخ لگ رہی تھیں، جیسے رات بھر جاگی ہو۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا، مگر لفظ جیسے زبان پر آکر رک گئے۔

اتنے میں ویٹر قریب آیا اور مؤدب لہجے میں اطالوی میں کچھ پوچھا حالہ نے سر اٹھا کر ویٹر کو دیکھا، جیسے اس کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو، مگر پھر ہلکا سا الجھ کر زاویار کی طرف دیکھا، "اسے کہو چائے لے آئے، مجھے تو کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہی۔"

زاویار نے ایک نظر اس کے بے بس چہرے کو دیکھا، پھر ویٹر کی طرف متوجہ ہو کر روانی میں کہا۔ ویٹر نے سر ہلایا اور چلا گیا۔ حالہ نے ہلکی سی سانس لی اور سر جھکا دیں۔ وہ خاموشی سے اپنی انگلیاں میز کے کنارے پر پھیر رہی تھی، جیسے کوئی سوچ اسے اندر ہی اندر پریشان کر رہی ہو۔

زاویار نے ایک گھونٹ کافی کا لیا اور جیسے کچھ لمحے اسے دیکھتا رہا۔ آج تو وہ خود بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ یہ خاموشی، یہ گم سم نظروں کا مطلب کیا تھا۔

"حالہ؟"

وہ چونک کر سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔ "کیا ہوا ہے؟" زاویار نے سنجیدگی سے پوچھا۔

حالہ نے کچھ لمحے اسے دیکھا، جیسے کچھ کہنے کا ارادہ کر رہی ہو، مگر پھر نظر جھکا کر آہستہ سے بولی، "کچھ نہیں۔" زاویار نے گہری سانس لی اور چائے

کے انتظار میں ویٹر کی طرف دیکھا۔ باہر سڑک پر سورج کی کرنیں اب تیز ہو رہی تھیں، کیفے کے شیشے کی کھڑکیوں پر روشنی کا عکس جھلملا رہا تھا۔ یہ صبح، یہ کیفے، یہ خاموشی۔۔۔ سب کچھ عام تھا، مگر حالہ کی آنکھوں میں وہ بے نام سی کیفیت عام نہیں تھی۔

زاویار نے کافی کا آخری گھونٹ لیا اور کپ میز پر رکھ دیا۔ حالہ کے چہرے کی خاموشی اب بھی ویسی ہی تھی، جیسے وہ کچھ سوچ رہی ہو، مگر الفاظ میں ڈھالنے کے قابل نہ ہو۔ کیفے کے باہر سڑک پر لوگ آجا رہے تھے، کسی کو کسی کی پرواہ نہیں تھی، سب اپنی اپنی دنیا میں مصروف تھے۔ مگر یہاں، اس میز پر، ایک عجیب سی کشمکش جاری تھی۔

چند لمحے یونہی خاموشی میں گزرے، پھر کیفے کا دروازہ کھلا اور ویٹر اندر آیا۔

اس نے حالہ کے سامنے ایک سفید کپ میں چائے رکھی، ساتھ میں ایک چھوٹا چمچ اور شکر کا پیکٹ بھی رکھا، پھر مؤدب انداز میں سر ہلا کر چلا گیا۔

حالہ نے آہستہ سے کپ کو دیکھا، جیسے واقعی اسے اندازہ نہیں تھا کہ اسے چائے کی ضرورت بھی ہے یا نہیں۔ زاویار نے اس کے اس مردہ سے انداز کو نوٹ کیا، مگر کچھ کہا نہیں۔ "تم چاہو تو چینی ڈال لو، یہاں کی چائے تمہیں تلخ لگے گی۔" وہ عام لہجے میں بولا۔

حالہ نے ایک لمحے کے لیے نظریں اٹھائیں، پھر خاموشی سے شکر کا پیکٹ کھولا اور چائے میں ڈال دیا۔ چمچ ہلانے لگی، مگر اس کی آنکھیں کہیں اور تھیں، جیسے وہ اس حرکت سے بھی بے خبر ہو۔

زاویار نے نظریں ہلکی سی تنگ کیں۔ یہ حالہ وہ نہیں تھی جو ہمیشہ باتوں میں مست رہتی، طنزیہ جملے اچھالتی، اور ہر بات پر بحث کرنے کے لیے تیار رہتی تھی۔ وہ اکثر اس کی باتوں سے تنگ آجاتا تھا، اسے سننے کا کوئی شوق نہیں تھا، مگر کل رات... کل رات کا اس کا رونا الگ تھا۔ وہ خوف کا رونا نہیں تھا، نہ ہی کسی ضد یا ہٹ دھرمی کا۔ وہ کسی ایسے درد کی عکاسی کر رہا تھا جسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا تھا۔ زاویار نے حالہ کو دیکھا، جو خاموشی سے بیٹھی تھی، جیسے وہ خود میں کہیں کھو گئی ہو۔ اس کی وہ شوخ چنچل شخصیت کہیں دب گئی تھی، اس کی آنکھوں میں وہ چمک نہیں رہی تھی جو ہمیشہ مقابلے پر آمادہ رہتی تھی۔ یہ خاموشی غیر معمولی تھی۔ یہ حالہ وہ نہیں تھی جو وہ جانتا تھا... یا شاید وہ جانتا ہی نہیں تھا کہ حالہ اصل میں کیا ہے؟

"کیا واقعی کچھ نہیں ہوا؟" اس نے نرمی سے پوچھا، مگر انداز میں ایک خاص سنجیدگی تھی۔ حالہ نے چمچ کپ میں رکھتے ہوئے سر اٹھایا۔ "تمہیں کیا لگتا ہے؟"

زاویار نے ایک لمحے کے لیے اس کی آنکھوں میں جھانکا، پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر جھٹک دیا۔ "مجھے لگتا ہے کہ تم کل رات کی حالہ سے بہت مختلف ہو۔"

حالہ نے ایک گہری سانس لی، جیسے کوئی بھاری بوجھ اندر دبا رکھا ہو۔ "لوگ راتوں رات بدل جاتے ہیں، زاویار۔ کبھی کبھی ایک رات ہی کافی ہوتی ہے۔"

زاویار نے کچھ لمحے اس کے الفاظ کو سوچا، پھر آہستہ سے بولا، "ہاں، مگر کبھی کبھی ایک رات بھی کافی نہیں ہوتی کسی کو مکمل طور پر بدلنے کے لیے۔ تم کچھ چھپا رہی ہو، حالہ۔"

حالہ نے نظریں چرا لیں۔ "جو چھپانا چاہتی ہوں، وہ تمہارے لیے جاننا ضروری نہیں ہے۔"

زاویار نے اسے کچھ لمحے دیکھا، پھر کندھے اچکا کر کافی کا کپ اٹھایا۔ "ٹھیک ہے، مگر یہ مت سوچنا کہ میں نے نوٹ نہیں کیا۔"

حالہ نے چائے کا کپ ہاتھ میں لیا، مگر اس کا دل کہیں اور تھا۔ زاویار نے بھی محسوس کیا کہ وہ خود سے ہی کسی جنگ میں مصروف ہے۔

"تمہیں واپس جانا ہے یا ابھی کچھ دیر اور بیٹھنا ہے؟" اس نے آخر کار موضوع بدلا۔

حالہ نے کھڑکی سے باہر دیکھا، جہاں سورج کی روشنی اب کافی پھیل چکی تھی۔ وہ کچھ لمحے سوچتی رہی، پھر آہستہ سے بولی، "پتا نہیں۔"

زاویار نے سر جھٹک کر ہلکی سی ہنسی دی۔ "پہلی بار سن رہا ہوں کہ تمہیں کسی چیز کا پتا نہ ہو۔"

حالہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے بس چائے کا ایک گھونٹ لیا اور باہر سڑک کی طرف دیکھنے لگی۔

ناشتہ ختم کرنے کے بعد زاویار نے بل ادا کیا اور خاموشی سے اپنی کافی کا آخری گھونٹ لیا۔ حالہ نے بھی چائے ختم کر دی تھی، مگر وہ اب بھی میز کے کنارے انگلی پھیرتی جا رہی تھی، جیسے کوئی سوچ اس کے ذہن میں گھر کر چکی ہو۔

زاویار نے اپنی جیکٹ اٹھائی اور کرسی پیچھے سرکاتے ہوئے بولا، "چلیں؟"

حالہ نے بس سر ہلایا اور دونوں کیفے سے باہر نکل آئے۔ باہر ہلکی دھوپ تھی، مگر ہوا میں سردی کی ہلکی سی نمی اب بھی باقی تھی۔

زاویار نے سامنے نظر دوڑائی اور بائیں طرف اشارہ کیا، جہاں ایک چھوٹا مگر خوبصورت پارک تھا۔ درختوں کی قطار، لکڑی کے بینچ، اور درمیان میں فوارہ، جس کے ارد گرد کچھ بچے کھیل رہے تھے۔ "یہاں سے زیادہ دور نہیں، اپارٹمنٹ کے قریب ہی ہے۔ تم جب دل چاہے یہاں آسکتی ہو۔"

حالہ نے اس کے اشارے کا تعاقب کیا اور پارک کو بغور دیکھا۔ وہ ہلکی سانس لے کر بولی، "مجھے کہیں نہیں جانا"

زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی، مگر کچھ کہا نہیں۔ وہ مزید کچھ کہنے والا بھی نہیں تھا۔ بس ایک لمحے کے لیے رک کر حالہ کو دیکھتا رہا، پھر جیب میں ہاتھ ڈال

کر آگے بڑھ گیا۔

اپارٹمنٹ میں داخل ہوتے ہی حالہ بے جان سی قدموں سے بیڈ تک آئی اور خود کو اس پر ڈال دیا۔اس کے پیر اوپر تھے، ہاتھوں کی گرفت گٹنوں کے گرد سخت ہوتی جا رہی تھی۔آنکھیں تھکی ہوئی تھیں، مگر دماغ بوجھل۔ جیسے کوئی چیز اندر ہی اندر گھل رہی ہو۔

دوسری طرف زاویار ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر سیدھا الماری کی طرف بڑھا۔اس کی حرکات تیز اور بے ربط تھیں، جیسے اسے کچھ وقت میں بہت کچھ سمیٹنا ہو۔ایک ایک کر کے اس نے اپنے کپڑے نکالے، ہینگر پر ٹانگے، بازو سیدھے کیے، اور ترتیب سے رکھتے چلا گیا۔

حالہ نے آہستہ سے سر اٹھایا، نظر اس پر پڑی۔ وہ کتنے سکون سے سب کچھ کر رہا تھا، جیسے کچھ بھی نہیں بدلا۔ جیسے کچھ بھی نہیں ہوا۔ وہ اس کا یوں لاتعلق ہونا دیکھ رہی تھی، اور خود کو مزید کھوکھلا محسوس کر رہی تھی۔

پھر زاویار نے آخری لباس اٹھایا—سیاہ رنگ کا سوٹ۔ وہی سوٹ جو وہ آفس میں پہنا کرتا تھا۔ حالہ کی نظریں اس پر جم گئیں۔ زاویار کے ہاتھ ایک پل کو ساکت ہوئے، پھر اس نے سوٹ کو دیکھتے ہوئے گہرا سانس لیا۔ اس کے چہرے پر کوئی واضح تاثر نہیں تھا، بس ایک سپاٹ سی کیفیت۔

کچھ دیر وہیں کھڑا رہا، جیسے کسی خیال میں گم ہو، پھر ایک دم حالہ کی طرف مڑا۔

"کل سے میں آفس جا رہا ہوں۔" اس کا لہجہ بالکل نارمل تھا، جیسے کوئی عام سی بات کہہ رہا ہو۔

حالہ نے پلکیں جھپکائیں، جیسے یہ سن کر حیران ہوئی ہو، مگر اس نے کچھ نہیں کہا۔ بس خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ "یہاں ایک پرانی شراکت داری تھی، وہ اب میرے حوالے کر دی گئی ہے۔ آج ملاقات ہے، اسی لیے جا رہا ہوں۔" زاویار نے سوٹ کو آرام سے بیڈ پر رکھا اور اپنی گھڑی سیدھی کی۔ حالہ نے نظریں جھکا لیں، مگر اس کے چہرے پر کچھ ایسا تھا جو صاف بتا رہا تھا کہ وہ سب سمجھ رہی ہے۔

زاویار نے ایک پل کے لیے اسے دیکھا، "تمہیں کچھ چاہیے تو بتا دینا، میں آتے ہوئے لے آؤں گا۔" وہ واش روم کی طرف بڑھتے ہوئے بولا، مگر اس کا انداز روکھا تھا، جیسے اس نے بس رسمی طور پر یہ جملہ کہا ہو۔ حالہ نے سر جھکا لیا، نظریں ہاتھوں پر مرکوز کر لیں۔

"مجھے کچھ نہیں چاہیے۔" اس کی آواز اتنی دھیمی تھی کہ شاید کوئی اور ہوتا تو سن بھی نہ پاتا، مگر زاویار نے سن لیا تھا۔ ایک پل کو وہ ٹھہرا، جیسے کچھ سوچ رہا ہو، مگر پھر بنا کچھ کہے دروازے کے پار نکل گیا۔ دروازہ کھلنے کی آواز حالہ کے کانوں میں بوجھ بن کر اتری۔ وہ ساکت بیٹھی رہی۔

پھر دروازہ بند ہونے کی آواز—ایک خشک، سفاک گونج جو دیر تک کمرے میں سنائی دیتی رہی۔ حالہ خاموشی سے بیڈ پر بیٹھی رہی، نظریں نیچی، سوچوں میں گم۔ دروازے کی طرف ہلکی سی آہٹ ہوئی، اور زاویار باہر آیا۔ وہی بلیک شرٹ، بلیک پینٹ، اور بلیک کوٹ—وہی وقار، وہی سنجیدگی۔ بال سلیقے سے سیٹ، چہرے پر وہی سرد لاتعلقی۔ وہ اپنی پرانی شخصیت میں واپس جا چکا تھا، وہی زاویار جو کسی جذبے کو ظاہر نہیں کرتا تھا، جو سب کچھ اپنے کنڑول میں رکھتا تھا۔ "اور تم بھی..." زاویار نے ایک لمحے

کو رکا، پھر اپنی روکھے انداز میں جملہ مکمل کیا۔ "کل نہیں، مگر پرسوں یا جب دل چاہے، میرے ساتھ آفس جوائن کر لینا۔" حالہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا، آنکھوں میں حیرانی ابھری، جیسے کسی ناممکن چیز کا ذکر ہوا ہو۔

"میں؟" اس کی آواز مدھم تھی، بے یقینی سے بھری ہوئی۔

"ہاں، تم۔" زاویار نے سنجیدگی سے کہا۔ "گھر میں بیٹھ کر اکیلی کیا کرو گی؟ میں تو گھر میں ہوں گا نہیں" حالہ نے لب کھولنے چاہے مگر کوئی لفظ نہ نکل سکا۔ اس کی نظریں زاویار کے چہرے پر تھیں، جو سپاٹ تھا، جیسے وہ بس ایک عام سی بات کر رہا ہو، جیسے یہ کوئی احسان نہیں بلکہ محض ایک حقیقت ہو۔ "مگر میں کیا کروں گی؟" حالہ نے بالآخر ہمت کی۔ "مجھے تو ان کی زبان بھی نہیں آتی، میں کسی سے بات کیسے کروں گی؟"

"کسی سے بات کرنے کے لیے نہیں جارہی، کام کرنے جارہی ہو۔ اور کام میں سکھادوں گا تمہیں، ویسے بھی میرے آفس میں تم پہلے بھی کام کرچکی ہو، اتنی سمجھ تو ہے نا تمہیں؟" حالہ نے نظریں جھکالیں، الجھن اس کے چہرے پر واضح تھی۔

"اور اگر میں نہ جاؤں؟" اس نے آہستہ سے کہا، جیسے آزمارہی ہو کہ زاویار کا ردِ عمل کیا ہوگا۔ زاویار نے ایک پل کو اسے دیکھا، پھر کندھے اچکائے

"مگر تم جاؤ گی۔" اس کا لہجہ قطعی تھا، جیسے یہ بحث کی گنجائش ہی نہ ہو۔ "تم اس طرح گھر میں اکیلی نہیں رہ سکتی۔ میں تمہیں اکیلے نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ اجنبی ملک ہے، اجنبی شہر، اور تمہیں یہاں کچھ بھی نہیں معلوم۔ اس لیے تمہیں آفس جانا ہوگا۔ اور ویسے بھی، کیا تم پورے دن بس دیواروں کو دیکھتی رہو گی؟"

حالہ نے اس کی بات سنی، مگر کچھ نہ کہا۔ وہ جانتی تھی کہ زاویار جو کہہ رہا ہے، وہ اپنی بات سے نہیں پلٹے گا۔ مگر کیا وہ اس آفس میں قدم رکھنا چاہتی تھی؟ کیا وہ واقعی وہاں جاسکتی تھی؟ مگر سوال یہ تھا کہ اگر وہ نہ جاتی، تو یہاں کرتی کیا؟

☆☆☆✦☆☆☆

اپارٹمنٹ اب خالی تھا۔ صرف وہ اکیلی تھی، بیڈ پر بیٹھی ہوئی۔ زاویار کب کا جاچکا تھا، اور اب وہ تنہا تھی۔ کمرے میں روشنی صرف کھڑکی سے آتی سورج کی تھی، باقی ہر چیز سائے میں ڈوبی ہوئی لگ رہی تھی۔ کسی بھی بتی کا جلنا ضروری نہیں تھا، باہر کی روشنی کافی تھی۔ بیٹھے بیٹھے اچانک اسے بھوک

محسوس ہوئی۔ صبح سے صرف چائے پی تھی، اور اب کچھ کھانے کا دل کر رہا تھا۔ مگر کہاں جائے؟ کون سا ریسٹورنٹ؟ اسے یہاں کے راستوں کا نہیں پتا تھا۔ پھر اچانک صبح والا کیفے یاد آیا جو اپارٹمنٹ کے قریب تھا۔

اس نے آہستہ سے اٹھ کر جوتے پہنے۔ پھر دروازہ کھول کر باہر نکلی۔

سیڑھیاں اترتے ہی سامنے وہی کیفے نظر آیا۔ وہ آہستہ قدموں سے چلتی ہوئی اندر داخل ہوئی اور ایک خالی ٹیبل پر جا کر بیٹھ گئی۔ کیفے میں مدھم سی موسیقی چل رہی تھی، لوگ اپنی گفتگو میں مصروف تھے، اور ہلکی سی کافی کی خوشبو فضا میں پھیلی ہوئی تھی۔ کچھ دیر بعد ایک اطالوی ویٹر اس کے پاس آیا اور میز پر مینو رکھ دیا۔ حالہ نے ایک نظر مینو پر ڈالی، مگر سر چکرا گیا——سب کچھ اطالوی زبان میں لکھا تھا۔

اس نے ارد گرد نظر دوڑائی کہ شاید کوئی ایسا شخص نظر آجائے جو اردو یا انگریزی بول سکتا ہو، مگر آس پاس سب اطالوی لوگ تھے۔ وہ کچھ پریشان ہوئی، جبکہ ویٹر خاموشی سے اس کے سامنے کھڑا اس کے آرڈر کا انتظار کر رہا تھا۔

اس نے ایک نظر ویٹر کو دیکھا، پھر بے اختیار اپنا فون نکالا اور زاویار کا نمبر ڈائل کر دیا۔

بیل بجی... دوسری بیل... تیسری بیل... اور پھر آخر کار، زاویار نے کال اٹھا لی۔ "ہاں بولو؟"

فون کان سے لگائے وہ کچھ لمحے خاموش رہی، جیسے الفاظ ترتیب دینے کی کوشش کر رہی ہو۔ دوسری طرف سے زاویار کی آواز دوبارہ آئی، اس بار کچھ زیادہ سنجیدگی لیے ہوئے۔

"حالہ؟ بولو کیا ہوا؟" وہ گہرا سانس لے کر بولی، آواز مدھم مگر الجھی ہوئی تھی۔

"مجھے بھوک لگی ہے۔۔۔ میں کیفے میں ہوں۔۔۔ مگر۔۔۔"

زاویار نے کچھ لمحے خاموش رہ کر اس کی بات مکمل ہونے کا انتظار کیا، جب وہ کچھ نہ بولی تو اس نے خود ہی پوچھ لیا،

"مگر کیا؟"

"یہاں سب کچھ اٹالین میں لکھا ہوا ہے۔۔۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا، میں کیا آرڈر کروں؟" زاویار نے ایک پل کے لیے آنکھیں موند لیں، جیسے تھکن محسوس ہوئی ہو۔ وہ اس وقت آفس میں بیٹھا تھا، سامنے وہی شخص جو اسے یہ کمپنی سونپنے والا تھا، مگر حالہ کی الجھن سنتے ہی اس کی توجہ لمحہ بھر کے لیے بٹ گئی۔ "تم کسی ویٹر کو بلاؤ، فون اسے دو میں بتا دیتا ہوں۔" حالہ

نے ایک نظر اپنے قریب کھڑے ویٹر کو دیکھا، جو منتظر نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے ہچکچاتے ہوئے فون کان سے ہٹایا اور آہستہ سے بولی،

"Can you talk to him?"

ویٹر نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا، حالہ نے جھجکتے ہوئے فون اس کی طرف بڑھا دیا۔

زاویار نے دوسری طرف سے روانی سے اٹالین میں آرڈر دینا شروع کیا، لہجے میں مکمل اعتماد اور روانی تھی۔ ویٹر سر ہلاتا گیا، کچھ پوچھا، زاویار نے جواب دیا، پھر آخر میں ویٹر نے مسکرا کر فون واپس حالہ کی طرف بڑھا دیا۔

"تمہارا آرڈر ہو گیا، بیٹھ کر انتظار کرو۔" زاویار کی آواز جیسے ہی سنائی دی، حالہ نے فون کان سے لگا لیا۔

"اچھا، اور تم کہاں ہو؟" اس نے پوچھا، گفتگو بدلنے کے لیے۔

"آفس میں۔۔۔ بتایا تو تھا؟"

"ہاں۔۔۔ تم نے بتایا تھا"

"ہاں، وزٹ کرنے آیا ہوں، کل سے یہاں کام شروع کروں گا۔" زاویار نے مختصر جواب دیا، پھر جیسے کچھ سوچتے ہوئے بولا، "تم کل یہاں آسکتی ہو، میں تمہیں سب کچھ سمجھادوں گا۔۔۔ جانے سے پہلے یہ بات میں نے تم سے کہی بھی تھی پتہ نہیں تم کہاں کھوئی ہوئی تھی؟"

"مجھے نہیں جانا۔۔۔ میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں" حالہ نے فوراً انکار کر دیا۔

"تمہیں جانا ہوگا، گھر میں اکیلی نہیں رہ سکتی، اور تمہیں سیکھنا بھی ہے۔"

"مجھے کچھ نہیں سیکھنا، میں بس گھر میں رہوں گی۔" زاویار نے جیسے زبردستی خود کو تحمل میں رکھا، پھر بولا، "حالہ، یہ جگہ نئی ہے، تمہیں

لوگوں کے بیچ رہنے کی عادت ڈالنی ہوگی، ورنہ ایک دن بھی نہیں گزار پاؤ گی۔" حالہ نے کچھ نہیں کہا، بس گہرا سانس لیا۔

فون کی لائن میں چند لمحے کے لیے خاموشی چھا گئی۔ حالہ نے نظریں نیچے جھکا لیں، انگلیاں میز کے کنارے پر بے مقصد رگڑنے لگی۔ زاویار کی باتوں میں جو سختی تھی، وہ نئی نہیں تھی مگر آج کچھ زیادہ شدت لیے ہوئے محسوس ہو رہی تھی۔ وہ اس کا فیصلہ تھا، اسے حکم دے رہا تھا، جیسے اسے پتا ہی نہ ہو کہ حالہ کیا چاہتی ہے۔

"حالہ، میں کچھ کہہ رہا ہوں۔۔۔" زاویار کی آواز میں سختی تھی۔

"سن نہیں رہی کیا؟" حالہ نے لب بھینچ لیے، آنکھوں میں الجھن کے سائے گھنے ہونے لگے۔ وہ بولی تو سہی مگر مدھم، بے جان آواز میں۔ "میں نے سن لیا۔۔۔ مگر میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ میں نہیں جاؤں گی۔"

زاویار نے گہرا سانس لیا، جیسے خود کو ضبط میں رکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"تمہیں جانا ہو گا۔"

"کیوں؟" وہ بے ساختہ بولی، "تمہیں کیا لگتا ہے؟ میں یہاں نہیں رہ سکتی؟ اکیلی نہیں رہ سکتی؟"

"نہیں، نہیں رہ سکتی۔" زاویار کا جواب کاٹ دار تھا، دو ٹوک، ایسا کہ لمحہ بھر کو حالہ کا دل زور سے دھڑکا۔

"تمہیں اندازہ بھی ہے کہ تم کس ملک میں ہو؟ ایک انجان جگہ، ایک انجان ماحول۔۔۔ یہ سب تمہیں ابھی تو ٹھیک لگ رہا ہے مگر جیسے جیسے دن گزریں گے، تم گھٹنے لگو گی حالہ۔۔۔ میں جانتا ہوں تمہیں، تم اکیلے نہیں رہ سکتیں، تم سارا دن خاموش نہیں بیٹھ سکتیں۔"

حالہ نے سر جھکا لیا۔ وہ جانتی تھی کہ زاویار ٹھیک کہہ رہا ہے، وہ خود بھی جانتی تھی کہ خاموشی اسے مار ڈالے گی، مگر وہ اس وقت کسی بھی چیز کے لیے تیار نہیں تھی۔

"تمہیں سیکھنا ہو گا، تمہیں اس جگہ کا حصہ بننا ہو گا۔" زاویار کی آواز میں جیسے اٹل پن تھا، کوئی لچک نہیں، کوئی نرمی نہیں۔ وہ اب تھوڑا جھک کر میز کے کنارے کو دیکھ رہی تھی، جہاں اس کی انگلیاں بار بار بے مقصد رگڑ رہی تھیں۔

"مجھے کچھ نہیں سیکھنا۔۔۔ میں بس گھر میں رہوں گی۔"

اس بار زاویار نے گہری سانس لی، جیسے اپنی تمام تر جھنجھلاہٹ اندر اتار رہا ہو۔

"تم اس وقت جذبات میں آ کر ضد کر رہی ہو، مگر حقیقت یہی ہے کہ تم زیادہ دن اس طرح نہیں رہ سکو گی۔۔۔گھر میں اکیلے رہ کر کیا کرو گی؟ تمہیں چل کر میرے ساتھ کام کرنا ہو گا۔۔۔"

"کیوں؟" حالہ کی آنکھیں بھیگنے لگیں، مگر آواز میں کوئی لرزش نہیں آئی، "اگر میں رہنا چاہوں تو کیوں نہیں رہ سکتی؟ اگر میں خاموش رہنا چاہوں تو کیوں نہیں رہ سکتی؟"

"کیونکہ تم حالہ ہو۔۔۔" زاویار کا لہجہ پہلی بار نرم ہوا، مگر اس کے الفاظ میں وزن تھا، ایسا وزن جو حالہ کو اندر تک چبھ گیا۔

"تم وہ حالہ نہیں ہو جو خاموش رہ سکے۔۔۔"

حالہ نے گہری سانس لے کر سر جھٹکا۔

"تمہیں افس جوائن کرنا ہو گا۔۔۔" زاویار نے حتمی لہجے میں کہا، "تمہیں چاہے اچھا لگے یا برا، تمہیں جانا ہو گا۔"

فون کی لائن پر اب مکمل خاموشی تھی۔ حالہ کے آنسو گالوں پر لڑھکنے لگے تھے مگر وہ بے آواز رو رہی تھی۔ زاویار نے بھی مزید کچھ نہیں کہا، جیسے وہ جانتا تھا کہ حالہ کے پاس اب کوئی جواب نہیں۔ حالہ نے فون ہاتھ میں لیے ایک پل کو آنکھیں بند کیں۔ زاویار کہہ رہا تھا کہ وہ خاموش نہیں رہ سکتی، مگر حقیقت تو یہ تھی کہ وہ اب پہلے سے بھی زیادہ خاموش ہو چکی تھی۔ وہ جو کبھی ہر بات پر سوال کرتی تھی، ہر چیز پر اپنی رائے دیتی تھی، اب تو جیسے سب کچھ کہیں کھو چکا تھا۔ اس نے خود کو ایک خول میں بند کر لیا تھا، جہاں الفاظ کی کوئی جگہ نہیں تھی، جہاں آوازیں دب گئی تھیں، جہاں سب کچھ بے معنی لگتا تھا۔ مگر زاویار کو اس سے کیا فرق پڑتا تھا؟ وہ تو ویسے بھی نہیں

چاہتا تھا کہ وہ اس سے بات کرے۔ وہ خود بھی زیادہ تر خاموش ہی رہتا تھا، سنجیدہ، سخت، جیسے کچھ بھی محسوس نہ کرتا ہو۔ تو پھر اب کیوں کہہ رہا تھا کہ وہ خاموش نہیں رہ سکتی؟ کیوں اسے مجبور کر رہا تھا کہ وہ افس جائے، لوگوں میں گھلے ملے؟ کیا واقعی یہ اس کی فکر تھی، یا بس اس کا حکم؟ حالہ نے گہری سانس لی اور اپنی انگلیوں کی پوروں کو سختی سے میز پر رکھ دیا۔ میں خاموش نہیں رہ سکتی؟ وہ خود سے بولی، ایک ہلکی سی تلخی اس کی آواز میں در آئی۔ اور تم؟ تم خود تو کبھی مجھ سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتے، تو تمہیں کیا فرق پڑتا ہے اگر میں خاموش ہوں؟ اس کے دل میں ایک پل کے لیے کوئی جذباتی لہر اٹھی، مگر اس نے فوراً اسے دبا دیا۔ وہ مزید کچھ سوچنا نہیں چاہتی تھی۔ زاویار جو بھی تھا، جیسا بھی تھا، وہ اب اس کی زندگی کا ایسا حصہ بن چکا تھا جس سے فرار ممکن نہیں تھا۔ مگر اسے خود کو کمزور نہیں پڑنے دینا تھا۔

اس نے فون کو ہاتھ میں گھمایا، جیسے کچھ سوچ رہی ہو۔ پھر ایک پل کو نظریں جھکائیں اور دھیرے سے بولی، "مجھے گھر میں رہنا ہے۔ بس۔" اس کے لہجے میں حتمی پن تھا، جیسے کوئی دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا ہو۔ پھر فون بند کر دیا۔

حالہ نے چمچ پلیٹ میں رکھا، کھانے کا ذائقہ کیسا تھا، اسے کوئی احساس نہیں ہوا۔ بس جیسے مشینی انداز میں نوالے لیتی رہی اور اب خاموشی سے اپنی جگہ سے اٹھی۔ کیفے کے دروازے سے باہر نکلی تو ہلکی سی ٹھنڈی ہوا چہرے سے ٹکرائی۔

قدم اپارٹمنٹ کی طرف بڑھا دیے، لیکن جیسے ہی اس کی نظر سامنے پارک پر گئی، وہ ایک لمحے کے لیے رک گئی۔ وہی پارک جس کے بارے میں زاویار نے ذکر کیا تھا، کہا تھا کہ اگر جانا چاہے تو جا سکتی ہے۔ ایک پل کے

لیے اس کا دل چاہا کہ چلی جائے، شاید کچھ وقت گزار لے، شاید تھوڑا دماغ ہلکا ہو جائے۔ مگر اگلے ہی لمحے اس نے نظریں پھیر لیں اور دوبارہ اپارٹمنٹ کی طرف قدم بڑھا دیے۔ لیکن پھر... پھر جیسے کوئی نادیدہ کشش تھی، جو اسے دوبارہ پلٹنے پر مجبور کر رہی تھی۔ پھر نظر پارک کی طرف گئی۔ وہاں بچے کھیل رہے تھے، خوش گپیوں میں مصروف لوگ جاگنگ ٹریک پر چل رہے تھے، کچھ ہنستے مسکراتے چہرے، کچھ تنہا لوگ، جیسے ہر کوئی اپنی اپنی دنیا میں مگن تھا۔ اور وہ؟

وہ کس دنیا میں تھی؟ وہ جو اتنا پر سکون سا منظر تھا، مگر اس کا اندر شور سے بھرا ہوا تھا۔ غصہ، اداسی، مایوسی —— سب کچھ اندر بھرا پڑا تھا۔ "زاویار کیوں زبردستی کر رہا ہے؟"

"مجھے نہیں جانا آفس!"

"مجھے نہیں کرنی محنت!"

دل میں غصے کی آگ پھر بھڑکی، مگر وہ اندر ہی اندر اس غصے کو دبا گئی۔

کیونکہ اب تو عادت ہو گئی تھی ہر چیز برداشت کرنے کی۔ بغیر زیادہ سوچے، قدم خود بخود پارک کی طرف اٹھنے لگے۔ ویسے بھی، اپارٹمنٹ میں جا کر کرتی بھی کیا؟ وہاں اور بھی زیادہ خالی پن محسوس ہوتا۔ پارک میں داخل ہوتے ہی ہلکی ہوا نے چہرے کو چھوا۔ سبزہ زار پھیلا ہوا تھا، بہت بڑا پارک، صاف ستھرا، دل کو لبھانے والا منظر۔ درمیان میں ایک بڑا سا فوارہ، جس کا پانی دھوپ میں چمک رہا تھا۔ بچوں کی ہنسی کی آوازیں ارد گرد بکھری ہوئی تھیں۔ ایک طرف ایک ماں اپنے بچے کو چپ کروا رہی تھی جو شاید گر گیا تھا، دوسری طرف ایک بوڑھا جوڑا آہستہ آہستہ چل رہا تھا، شاید

پرانی یادیں تازہ کر رہے تھے۔ حالہ نے ارد گرد نظر دوڑائی۔ سب کچھ معمول کے مطابق تھا، سب کچھ خوش کن تھا...

مگر دل؟ دل جیسے بے جان تھا۔ ہر خوشی بیکار لگ رہی تھی، ہر منظر بے معنی۔

دنیا سے، خود سے، سب سے بیزاری تھی۔ پہلے اسرا چھوڑ گئی، پھر ماں باپ نے بھی چھوڑ دیا۔ اور اب زاویار... ہر بار کوئی نہ کوئی پیچھے چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ ہر بار وہ تنہا رہ جاتی ہے۔ لیکن زاویار... اسے کھونا نہیں چاہتی تھی۔ وہ اس کی آخری امید تھی، مگر وہ جانتی تھی، ایک نہ ایک دن وہ بھی چھوڑ دے گا۔ یہی سوچتی ہوئی وہ ایک بینچ پر جا کر بیٹھ گئی۔ سامنے کچھ بچے کھیل رہے تھے، کچھ لوگ مسکرا رہے تھے، دو جوڑے ایک دوسرے میں کھوئے

ہوئے بیٹھے تھے، جیسے دنیا میں اور کچھ اہم ہی نہیں۔ حالہ کے دل میں ایک کسک سی اٹھی۔ کیا اس کا اور زاویار کا رشتہ بھی کبھی ایسا ہو گا؟

کیا وہ بھی کبھی اتنی خوش ہو گی؟ ہوا کے جھونکے نے بالوں کی لٹوں کو چہرے پر بکھیر دیا، مگر وہ بے حس بیٹھی رہی۔ تبھی... بینچ پر ایک ہلکی سی حرکت ہوئی۔ کوئی اس کے قریب آ کر بیٹھا تھا۔ حالہ نے نہیں دیکھا، بس نیچے نظریں گاڑھے بیٹھی رہی۔

"کہاں سے آئی ہو؟" مدھم مگر واضح آواز نے خاموشی توڑی۔ حالہ نے سر اٹھایا اور پاس بیٹھی خاتون کو دیکھا۔ بھورے رنگ کی، عمر ساٹھ کے قریب، بالوں میں چمکتی سفیدی، آنکھوں میں نرمی اور چہرے پر سکون تھا۔ یہاں کسی پاکستانی کو دیکھ کر حیرانی ہوئی۔

"پاکستان سے۔" حالہ نے مختصر سا جواب دیا، نظریں دوبارہ جھکا لیں۔

عورت نے مسکرا کر سر ہلایا۔ "کب سے یہاں ہو؟"

"کل آئی ہوں۔" کچھ لمحے خاموشی چھائی رہی۔ پھر عورت نے ایک اور سوال کیا،

"کیوں اتنی کھوئی ہوئی ہو؟" یہ لفظ... یہ سوال... حالہ کے دل میں کچھ ٹوٹا۔ جیسے کوئی اندر جا کر زخمی حصے کو چھو آیا ہو۔ کسی نے تو پوچھا۔ کسی نے تو جاننا چاہا کہ وہ کیوں اتنی ٹوٹی ہوئی ہے؟ اس کی آنکھوں میں نمی آ گئی۔ مگر وہ نظریں جھکائے بیٹھی رہی۔ جذبات کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرتی رہی۔ پر شاید...اب ضبط کمزور پڑ رہا تھا۔

"پتہ نہیں..." وہ مدھم آواز میں بولی، جیسے خود کو یقین دلانے کی کوشش کر رہی ہو کہ وہ واقعی نہیں جانتی۔ مگر وہ جانتی تھی، بہت اچھے سے جانتی

تھی کہ وہ کیوں کھوئی ہوئی تھی، کیوں ہر چیز سے بےزار ہو چکی تھی، کیوں ہر خوشی اب اس کے لیے بے معنی ہو گئی تھی۔ عورت نے حالہ کو غور سے دیکھا، اس کے چہرے پر وہ گہری اداسی نمایاں تھی جو صرف وہی محسوس کر سکتا تھا جس نے کبھی کچھ کھویا ہو۔ عورت کے چہرے پر نرمی تھی، جیسے وہ سمجھ سکتی ہو کہ یہ لڑکی کس حال میں ہے۔ "یہاں آنا پسند نہیں آیا؟" عورت نے نرمی سے پوچھا۔ حالہ نے گہری سانس لی، ہوا میں نمی تھی، شاید جھیل کے پانی کی مہک۔ "پسند کا سوال نہیں ہے، بس آنا پڑا۔" اس نے ہلکی آواز میں جواب دیا، جیسے خود سے بات کر رہی ہو۔ عورت نے مسکرا کر سر ہلایا۔ "کبھی کبھی ہمیں وہ کرنا پڑتا ہے جو ہم نہیں چاہتے... مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم ہار جائیں۔" حالہ نے نظر اٹھا کر انہیں دیکھا، ایک پل کے لیے دل کیا کہ اس اجنبی عورت کو سب کچھ بتا دے۔ کہہ دے کہ

وہ کس تکلیف سے گزر رہی ہے، کہہ دے کہ وہ کیسے ہر چیز کھو چکی ہے، کیسے ہر رشتہ ہاتھوں سے ریت کی طرح پھسل چکا ہے، کیسے وہ ہر گزرتے دن کے ساتھ خود کو اور زیادہ کھو رہی ہے۔ مگر الفاظ کہیں گم ہو گئے تھے، شاید ہمیشہ کے لیے۔ "تم خوش رہنے کی کوشش کرو گی تو خوشی خود تمہارے پاس آجائے گی۔" عورت کی آواز میں عجب سی شفقت تھی، جیسے وہ اسے سمجھا رہی ہو، جیسے وہ اس کی ماں ہو۔ حالہ نے ایک ہلکی سی تلخ مسکراہٹ دی۔ "کوشش کی تھی، مگر شاید قسمت میں نہیں تھا۔"

"قسمت ہمیشہ ہمارے ساتھ وہی کرتی ہے جو ہمارے لیے بہتر ہوتا ہے، بس ہمیں سمجھنے میں وقت لگتا ہے۔" حالہ نے نظریں جھکا لیں۔ "کبھی کبھی ایسا لگتا ہے کہ بہتر کچھ بھی نہیں ہوتا، سب کچھ صرف خراب ہی ہوتا جاتا ہے۔" عورت نے ایک گہری سانس لی اور آسمان کی طرف دیکھا، جیسے

وہاں کوئی جواب تلاش کر رہی ہو۔" وقت سب ٹھیک کر دیتا ہے، بس ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔" حالہ نے کوئی جواب نہیں دیا، وہ بس دور جھیل کی طرف دیکھتی رہی۔ پانی کی سطح پر ہلکی ہلکی لہریں تھیں، مگر حالہ کے دل میں تو جیسے طوفان اٹھ رہا تھا، ایک ایسا طوفان جو ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ عورت کی گہری نظریں جیسے حالہ کے چہرے کے تاثرات پڑھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ حالہ نے خود کو سنبھالتے ہوئے مدھم آواز میں پوچھا، "آپ کا نام کیا ہے؟" عورت کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔ "میرا نام گلِ رانا ہے، مگر سب مجھے گل اماں کہتے ہیں۔ تم بھی مجھے یہی کہہ سکتی ہو۔" حالہ نے کچھ نہیں کہا، بس سر ہلایا، جیسے تسلیم کر رہی ہو، مگر لب خاموش رہے۔ چند لمحے سکون سے گزرے، پارک میں بچوں

کی ہنسی اب بھی گونج رہی تھی۔ گل اماں نے نرمی سے پوچھا، "کہاں رہتی ہو؟" حالہ نے بینچ کے سامنے نظر گھمائی اور اپارٹمنٹ کی طرف اشارہ کیا، "سامنے والے اپارٹمنٹ میں۔" گل اماں نے سر ہلایا، ایک گہری سانس لی، جیسے وہ کچھ سوچ رہی ہو، پھر سوال کیا، "اکیلی رہتی ہو یا کسی کے ساتھ؟ ماں باپ، یا شوہر؟" ماں باپ کا ذکر آتے ہی حالہ کا دل جیسے کسی نے سختی سے جکڑ لیا۔

"ہزبینڈ کے ساتھ۔"

گل اماں نے ہلکا سا تعجب ظاہر کرتے ہوئے کہا، "اچھا... مجھے لگا کہ تمہاری شادی نہیں ہوئی۔ حالہ نے تھوڑا توقف کیا، پھر مدھم آواز میں جواب دیا، "ہوئی ہے۔"

گل اماں نے اسے تھوڑا غور سے دیکھا، جیسے حالہ کی نظروں کے پیچھے چھپی اداسی کو پڑھنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ پھر آہستہ سے پوچھا "خوش نہیں ہو کیا شادی سے؟"

حالہ نے چند لمحے خاموشی میں گزارے، جیسے کوئی بھاری بوجھ دل سے اتارنے کی کوشش کر رہی ہو۔ پھر وہ مدھم مسکرائی، ایک ایسی مسکراہٹ جو زیادہ تر دکھ چھپانے کے لیے ہوا کرتی ہے۔

"میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ خوش رہوں گی، اس کے ساتھ..."

ایک لمحے کو اس نے خود کو روکنے کی کوشش کی، لیکن زبان اور دل کے درمیان ضبط کا رشتہ کمزور ہو چکا تھا۔ وہ آہستگی سے بولی "مگر وہ ہی اب خوش نہیں ہے... بہت جلد چھوڑ دے گا مجھے۔"

یہ کہتے ہی جیسے کوئی دروازہ ٹوٹا ہو، جیسے کوئی زخم دوبارہ ہرا ہوا ہو۔

"محبت میں سب سے زیادہ تکلیف انتظار کی ہوتی ہے...اس انتظار کی، جو شاید کبھی ختم نہ ہو۔" حالہ نے سر جھکا لیا۔ شاید یہی سچ تھا...وہ جس چیز کا انتظار کر رہی تھی، وہ شاید کبھی نہیں آئے گی۔ حالہ نے سر جھکائے جھکائے ہی مدھم آواز میں پوچھا،

"کس چیز کے انتظار کی؟"

"اس لمحے کے انتظار کی...جب کوئی پلٹ کر دیکھے، جب کوئی تمہیں سمجھے، جب تمہارے صبر، تمہاری محبت کی قیمت ادا کرے۔"

حالہ کے دل میں جیسے کچھ چبھ گیا۔

"یہی انتظار سب سے زیادہ تھکا دیتا ہے بیٹا، تمہیں ایسے خلا میں لے جاتا ہے جہاں تمہاری اپنی آواز بھی گم ہو جاتی ہے۔ تم چیخنا چاہتی ہو، مگر تمہیں لگتا

ہے کہ کوئی نہیں سنے گا... تم سوال کرنا چاہتی ہو، مگر ڈر لگتا ہے کہ جواب میں مزید تنہائی نہ مل جائے۔"

حالہ نے اپنی انگلیاں آپس میں الجھالیں، جیسے اندر کچھ ہلچل ہو رہی ہو۔

گل اماں نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف دیکھا، مگر ان کی آنکھوں میں وہ اداسی تھی جو صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو اس درد سے گزر چکے ہوں۔

"محبت، بیٹا، کبھی کبھی تمہیں ایسے راستے پر لے جاتی ہے جہاں آگے کچھ نظر نہیں آتا... بس ایک دھند ہوتی ہے۔ تم چلتی جاتی ہو، امید کے سہارے، کہ شاید راستہ صاف ہو جائے، مگر بعض دفعہ وہ دھند کبھی ختم نہیں ہوتی۔ اور تم... تم خود اس دھند میں کھو جاتی ہو۔" حالہ کی پلکیں بھیگنے

لگیں، وہ جلدی سے نظر جھکا گئی، مگر گل اماں کی نرم آواز ابھی بھی اس کے زخموں پر مرہم رکھ رہی تھی۔

"کچھ محبتیں بس اتنی ہی ہوتی ہیں، تم جتنی بھی قربانی دے دو، جتنی بھی کوشش کر لو، سامنے والے کو اگر تمہاری قدر نہیں، تو وہ کبھی تمہیں نہیں دیکھے گا...اور تم بس ایک بے مقصد انتظار میں اپنی زندگی گزار دو گی۔"

حالہ نے لب سختی سے بھینچ لیے، دل کی دھڑکن بے ترتیب ہو رہی تھی۔

یہ ایسا کیوں لگ رہا تھا جیسے گل اماں اس کا دل پڑھ رہی تھیں؟

"تم جو سہہ رہی ہو، میں نے بھی سہا ہے بیٹا..."

گل اماں کی آواز ایک لمحے کو تھمی، جیسے کوئی پرانا زخم پھر سے ہرا ہو گیا ہو۔

"میں بھی ایک دن ایسے ہی کسی کے انتظار میں تھی... امید کے سہارے، کہ وہ پلٹے گا، کہ وہ ایک دن سمجھے گا کہ میں نے اس کے لیے کتنا چھوڑا، کتنا کھویا... مگر وہ نہیں آیا، اور میں... میں خود کو کھو بیٹھی۔"

حالہ نے سانس اندر کھینچی، جیسے کسی نے اس کی تکلیف کو اس کے نام کے ساتھ جوڑ دیا ہو۔ "بیٹا، اگر کوئی تمہیں بار بار چھوڑنے کی دھمکی دے، تو ایک دن وہ واقعی چھوڑ جائے گا... اور تم اگر پہلے سے تیار نہ ہو، تو تمہارا سب کچھ ختم ہو سکتا ہے۔"

حالہ کے دل میں جیسے کوئی خالی پن پھیلنے لگا، ایک ایسی حقیقت جو وہ خود کو بار بار جھٹلا رہی تھی، آج کسی نے اس کے سامنے کھول کر رکھ دی تھی۔

"محبت میں صرف دینے سے کام نہیں چلتا، لینے کا حق بھی رکھو... اگر وہ تمہیں نہیں چاہتا، تو تم بھی اپنی ذات کی قدر کرنا سیکھو، ورنہ ایک دن تمہارے اندر کچھ بھی باقی

نہیں بچے گا۔" گل اماں نے اس کا ہاتھ تھپتھپایا، جیسے اسے حوصلہ دے رہی

ہوں۔

"جو محبت تمہیں بار بار رلا دے، وہ محبت نہیں، وہ زنجیر ہے... اور زنجیر توڑنی پڑتی ہے، سہنی نہیں۔" حالہ نے آنکھیں بند کر لیں، جیسے ان لفظوں کا وزن اس کی روح پر بیٹھ رہا ہو۔ آج کسی نے وہ بات کہہ دی تھی جو شاید وہ خود سے بھی نہیں کہہ پا رہی تھی۔

حالہ نے ایک جھرجھری لی، جیسے کسی نے اس کے اندرونی زخموں پر ہاتھ رکھ دیا ہو۔

اس نے اپنا سر نفی میں ہلایا، آنکھوں میں نمی تھی، مگر لہجہ مضبوط تھا۔

"میں اسے نہیں چھوڑ سکتی..." گل اماں نے اس کی طرف دیکھا، آنکھوں میں ایک ادراک تھا، جیسے وہ یہ جواب پہلے سے جانتی ہوں۔ مگر وہ خاموش رہیں، انتظار کرنے لگیں کہ حالہ مزید کچھ کہے، مزید اپنے اندر کا بوجھ ہلکا کرے۔ حالہ نے ہلکی سی ہنسی ہنسنے کی کوشش کی، مگر وہ ہنسی ایک شکستہ سی آہ بن کر نکل گئی۔

"آپ سمجھ نہیں رہی... میں نہیں چھوڑ سکتی... کیونکہ میں اب کسی کو کھونے کے قابل ہی نہیں رہی..."

وہ اپنی انگلیاں سختی سے مٹھی میں بند کرنے لگی، جیسے کوئی درد اپنے اندر سمیٹ رہی ہو۔ "شادی کے اگلے دن مجھے پتہ چلا کہ.. مجھے میرے ماں باپ نے چھوڑ دیا ہے"

گل اماں کی آنکھوں میں ایک سایہ سا لہرایا، مگر وہ خاموشی سے سنتی رہیں۔

"میرے والدین غریب تھے، بہت زیادہ... اور زاویار کے ماں باپ امیر۔ وہ میرے ماں باپ کے پاس آئے تھے، زاویار کے لیے میرا رشتہ مانگنے اور کہا تھا کہ 'لڑکی ہمیں دے دو، ہم پیسے دے دیں گے، مگر تمہیں اس سے کوئی تعلق نہیں رکھنا ہوگا۔۔۔' کیونکہ ان کے خاندان کی بات تھی۔۔۔ سب لوگ بات کرتے کہ اتنے غریب خاندان سے لڑکی کیوں لائے؟ تو وہ سارے تعلقات میرے ماں باپ سے میرے تروانا جاتے تھے۔۔۔" حالہ کے ہونٹ ہلکے ہلکے کانپنے لگے، اس کے اندر جیسے کوئی طوفان دوبارہ جاگنے لگا ہو۔ "میرے ماں باپ نے... انھوں نے مجھے دے دیا۔"

وہ آخری الفاظ بہت آہستہ کہے گئے، مگر ان کی گونج اتنی شدید تھی کہ حالہ کا دل تکلیف سے دہل گیا۔ "انہوں نے مجھے پیسوں کے بدلے ہمیشہ کے لیے خود سے دور کر دیا۔۔۔"

اب کے آنسو ضبط سے باہر آ گئے، مگر حالہ نے جلدی سے اپنا چہرہ دوسری طرف کر لیا، جیسے خود کو کمزور دکھانے سے بھی ڈر رہی ہو۔

"مجھے ایک طرح سے بھیج دیا گیا...اور ان کا ایک بھی فون نہیں آیا، ایک بار بھی نہیں پوچھا کہ میں زندہ بھی ہوں یا نہیں۔" گل اماں نے اپنے ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھے، نرمی سے، محبت سے۔

"بیٹا..."

حالہ نے اپنا ہاتھ نہیں کھینچا، مگر اس نے نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔ "میں نے ساری زندگی کسی کو کھویا ہے...پہلے میری دوست پھر ماں باپ، اور اب

زاویار... اگر وہ بھی چلا گیا، تو میں کیا کروں گی؟ میں اکیلی رہ جاؤں گی،
میرے پاس کچھ بھی نہیں بچے گا"

گل اماں نے گہرا سانس لیا، جیسے وہ اپنی سانسوں میں حالہ کا درد جذب کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ کچھ دیر خاموشی چھائی رہی، پھر وہ دھیرے سے بولیں،

"ٹھیک ہے... پھر تم اس کے ساتھ رہو۔"

حالہ نے حیرانی سے ان کی طرف دیکھا، جیسے توقع نہیں کر رہی تھی کہ گل اماں اتنی جلدی ہار مان لیں گی۔ مگر گل اماں کی آنکھوں میں وہی ادراک تھا، وہی سمجھ جو ایک عمر کے بعد آتی ہے۔ "مگر ایک بات سنو..." وہ تھوڑا آگے ہو کر بولیں، "تم اپنی زندگی کا دارومدار کسی ایک شخص پر مت رکھو۔ یہ جو تمہاری سانسیں ہیں نا، یہ کسی انسان کی مرہونِ منت نہیں، یہ

تمہارے اپنے حق میں ہیں۔ تم نے جینا ہے، اپنی ذات کے لیے، نہ کہ کسی کے رہنے یا چھوڑنے کے خوف میں۔"

حالہ نے نظریں پھیر لیں، مگر گل اماں کی باتیں اس کے دل میں اتر رہی تھیں۔

"اگر تمہیں اس کے ساتھ رہنا ہے، تو اپنی جگہ اس کے برابر رکھو۔ یہ مت سوچو کہ تم اس کی محتاج ہو... یہ سوچو کہ اگر ایک دن وہ نہ بھی رہے، تو تم اپنی زندگی کو کیسے سنبھالو گی؟ خود کو مضبوط کرو، خود کو کسی ایک انسان کی ملکیت مت بناؤ۔"

حالہ نے کوئی جواب نہیں دیا، بس دھیرے سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

آج کوئی تھا، جو اسے سمجھا رہا تھا۔ آج کوئی تھا، جو کہہ رہا تھا کہ وہ بھی اہم ہے۔ حالہ نے اپنی بھیگی آنکھوں کے ساتھ گل اماں کی طرف دیکھا، لب

کھولنے کی کوشش کی، مگر لفظ جیسے اندر ہی کہیں الجھ گئے تھے۔ وہ گہری سانس لے کر کچھ دیر خاموش رہی، جیسے خود کو یقین دلا رہی ہو کہ وہ جو بولنے جا رہی ہے، وہ سچ میں حقیقت ہے۔ "مجھے لگتا ہے کہ... میں اس سے محبت کرنے لگی ہوں۔" وہ جملہ بہت دھیرے سے کہا گیا، جیسے حالہ کو خود بھی اس کا یقین نہ ہو، مگر وہ سچ تھا۔ گل اماں نے نرمی سے مسکرایا، جیسے وہ سب کچھ پہلے ہی جانتی ہوں۔ "کوئی چیز ہے جو مجھے اس کی طرف کھینچ رہی ہے،" حالہ نے سر جھکا لیا،

"پتہ نہیں کیا... مگر بس، وہ مجھے اچھا لگنے لگا ہے۔"

گل اماں نے اس کے چہرے پر نگاہ ڈالی، پھر بڑی شفقت سے بولیں، "یہ نکاح کی طاقت ہے، بیٹا۔" حالہ نے آنکھیں اٹھا کر انہیں دیکھا، الجھن واضح تھی۔ "جب آپ کسی سے نکاح کر لیتے ہیں نا، تو وہ دل میں کہیں جگہ بنا ہی

لیتا ہے۔ یہ وہ رشتہ ہے جو اللہ نے خود باندھا ہے، اور جب کوئی رشتہ اللہ کے حکم سے بنتا ہے، تو محبت ہو ہی جاتی ہے، چاہے جتنی بھی دیر لگے۔"

حالہ خاموشی سے سنتی رہی۔ "یہ جو کھچاؤ تمہیں محسوس ہو رہا ہے نا، یہ فطری ہے۔ تم اس کے ساتھ رہنے لگی ہو، تمہاری زندگی اب اس کے ساتھ جڑی ہوئی ہے، تو دل بھی اسی کی طرف کھنچے گا۔" حالہ نے ایک لمحے کو سوچا، پھر جیسے خود سے سرگوشی کی،

"مگر اسے تو مجھ سے محبت نہیں ہے..."

گل اماں نے ایک گہرا سانس لیا اور مسکرا کر بولیں،

"ابھی نہیں، مگر ہو جائے گی۔" حالہ نے چونک کر انہیں دیکھا۔ "محبت وقت مانگتی ہے، جیسے ایک پودا وقت لیتا ہے بڑا ہونے میں۔ تم اسے وقت

دو، تمہیں وقت دو... جو رشتہ تمہیں آج بوجھ لگ رہا ہے، کل کو یہی سب سے بڑی محبت بن جائے گا"۔ حالہ نے ہلکے سے نفی میں سر ہلایا،

"نہیں... وہ بہت مختلف ہے... وہ تو..."

"وہ تو ابھی تمہیں نہیں جانتا،" گل اماں نے اس کی بات کاٹ دی،

"اور شاید تم بھی ابھی خود کو نہیں جانتیں۔ مگر ایک دن آئے گا، جب تمہیں اس کی محبت کا یقین بھی ہو جائے گا اور اپنی محبت کا مقصد بھی۔"

کیا واقعی ایسا ہو سکتا تھا؟ کیا واقعی زاویار ایک دن اسے اپنائے گا؟

مگر گل اماں کی باتوں میں ایسا سکون تھا،

جیسے وہ کسی بڑی حقیقت کو جانتی ہوں۔

"کل سے افس جا رہا ہے... اور مجھے بھی کہہ رہا ہے ساتھ چلنے کو۔" وہ تھوڑا رکی، پھر جیسے خود کو یقین دلاتے ہوئے بولی، "میں نہیں جانا چاہتی، مجھے اس کی نہیں سننی۔ ہمیشہ میں نے دوسروں کی سنی ہے، مگر اب نہیں... مجھے اپنی سننی چاہیے، پر مجھے سننا آتا ہی نہیں۔ میں کیا کروں؟" گل اماں نے اسے غور سے دیکھا، پھر نرمی سے بولیں، "تمہیں اس کی سننی چاہیے، حالہ" حالہ نے فوراً نظریں اٹھائیں، "کیوں؟" گل اماں مسکرائیں، مگر ان کی مسکراہٹ میں ایک گہری سمجھ تھی "کیونکہ وہ تمہارا شوہر ہے، اور ایک شوہر کی بات سننا کمزوری نہیں ہوتی، یہ محبت اور عقل مندی کی نشانی ہوتی ہے۔" حالہ خاموش رہی، مگر گل اماں نے اپنی بات جاری رکھی، "دیکھو بیٹا، تمہاری ساری زندگی دوسروں کی مرضی پر چلتے گزری ہے، کبھی ماں باپ کی، کبھی قسمت کی، اور اب تم چاہتی ہو کہ سب کچھ اپنی مرضی سے

کرو۔ مگر کیا تمہاری مرضی واقعی الگ ہے؟ یا بس ضد ہے کہ اب جو بھی ہو، وہ تمہارے فیصلے سے ہو؟" حالہ نے کچھ بولنے کے لیے لب کھولے، مگر پھر خاموش ہو گئی۔ گل اماں نے ایک لمحے کو اسے دیکھتے ہوئے کہا "کبھی کبھی ہم اپنی ہی ضد میں اپنے لیے غلط فیصلے کر بیٹھتے ہیں، اور پھر زندگی گزرنے کے بعد پچھتاتے ہیں کہ کاش ہم نے کسی کی سنی ہوتی، جو ہماری بھلائی چاہتا تھا۔" حالہ نے بے یقینی سے سر ہلایا،

"مگر وہ میری بھلائی کیوں چاہے گا؟ وہ تو خود مجھے اپنے ساتھ نہیں رکھنا چاہتا۔"

گل اماں نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا، "نفرت اور بھلائی ہمیشہ ایک دوسرے کے مخالف نہیں ہوتے، حالہ۔ بعض اوقات لوگ دل سے نہیں

بلکہ زخموں سے نفرت کرتے ہیں، اور جب زخم بھرنے لگیں تو وہی نفرت کسی ان دیکھے خیال کی طرح پیچھے رہ جاتی ہے۔"

حالہ نے نظریں پھیر لیں،

"مگر مجھے اپنی بھی تو سننی ہے نا..."

گل اماں نے ہلکا سا سر جھکایا، "تو اپنی بھی سنو، مگر یہ سوچ کر سنو کہ تمہاری اپنی باتیں تمہیں کہاں لے کر جا رہی ہیں۔ تنہائی کی طرف؟ ضد کی طرف؟ یا پھر کسی ایسی راہ پر جہاں کل تمہیں پچھتاوا ہو؟ کبھی کبھی دوسروں کی بات سن لینا ہمیں اس راستے پر ڈال دیتا ہے جہاں ہماری بھلائی ہوتی ہے، چاہے وہ راستہ ہمیں ابھی اچھا نہ لگے۔"

حالہ نے جیسے بے یقینی سے سر اٹھایا "مطلب، میں اس کی سنوں؟"

گل اماں نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا" ہاں، بیٹا۔ تمہیں اس کی سننی چاہیے۔"

حالہ نے بے بسی سے سر جھٹکا، جیسے کوئی ان دیکھی زنجیریں اس کے وجود کو جکڑ رہی ہوں" مگر کیسے؟ میں نہیں چاہتی کہ وہ میرے فیصلے کرے... میں بس... میں بس خود کو کھونا نہیں چاہتی۔"

گل اماں نے اس کی طرف نرمی سے دیکھا، ان کی آنکھوں میں برسوں کا تجربہ اور شفقت تھی" بیٹا، کھو جانا وہ ہوتا ہے جب تم خود کو اپنی ہی خاموشی میں دفن کر دو۔ جب تم اپنی ہی تکلیف کو پال کر بیٹھ جاؤ، جب تم زندگی کو صرف ایک درد سمجھ کر گزارنے لگو۔ خاموشی سے دل کو خراب مت کرو، یہ تمہاری سب سے بڑی دشمن ہے۔"

حالہ نے ایک جھرجھری لی، جیسے ان کی باتوں نے اس کے اندر کسی سوئے ہوئے خوف کو جگا دیا ہو۔ اس نے مدھم آواز میں کہا، "زندگی جیوں؟"

گل اماں نے سر ہلایا، "ہاں، زندگی جیوں۔"

حالہ کے چہرے پر ایک ہلکی سی طنزیہ مسکراہٹ ابھری "میں نہیں جی سکتی۔ کوئی جینے ہی نہیں دے رہا۔" گل اماں نے گہری سانس لی، پھر بڑی شفقت سے بولیں، "بیٹا، جینے کی اجازت دنیا سے مت مانگو۔ دنیا کبھی کسی کو جینے نہیں دیتی۔ تمہیں خود اپنی زندگی کو اپنے لیے جینا ہو گا۔ ہر دکھ کے بعد خوشی آتی ہے، مگر ہم اکثر اپنی آنکھیں ہی بند کر لیتے ہیں کہ وہ خوشی ہمیں نظر نہ آئے۔ تم بھی یہی کر رہی ہو، اپنی خوشیوں کو خود ہی رد کر رہی ہو۔"

حالہ نے نظریں جھکا لیں "مگر میرے پاس خوشی ہے ہی کہاں؟ سب کچھ تو ختم ہو چکا ہے۔" گل اماں نے نرمی سے اس کا ہاتھ دبایا "ختم وہ ہوتا ہے

جسے ہم ختم مان لیں۔ زندگی میں سب کچھ بدل سکتا ہے، حتیٰ کہ وہ لوگ بھی جنہیں تم سمجھتی ہو کہ وہ بدل نہیں سکتے۔ مگر تمہیں خود کو بھی بدلنے دینا ہوگا۔ جینے کے لیے صرف سانس لینا کافی نہیں، دل کو بھی سانس لینے دو، امید کو بھی زندہ رکھو۔" حالہ خاموش رہی۔ مگر اس کے اندر جیسے کوئی گہری جنگ چھڑ چکی تھی۔ حالہ نے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں کس لیں، جیسے کسی ان دیکھے خوف کو گرفت میں لے رہی ہو۔ اس کی آنکھیں خلا میں دیکھ رہی تھیں، مگر ذہن میں طوفان اٹھ رہا تھا۔ "مگر اگر میں امید رکھوں اور پھر بھی سب ختم ہو جائے تو؟ اگر وہ مجھے ویسے ہی چھوڑ دے جیسے باقی سب نے چھوڑ دیا؟"

"بیٹا، امید کوئی بازار میں بکنے والی چیز نہیں جو ختم ہو جائے تو دوبارہ نہ ملے۔ یہ تو دل کے اندر کی روشنی ہے، جو کبھی مدھم ہو سکتی ہے، مگر بجھتی نہیں۔

اگر کوئی تمہاری امید توڑ کر چلا گیا، تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا میں کوئی روشنی باقی نہیں رہی۔"

حالہ نے آنسوؤں میں بھیگے چہرے کے ساتھ گل اماں کو دیکھا، جیسے ان کی باتوں میں کوئی تسلی ڈھونڈ رہی ہو۔ "اور اگر ایک امید ٹوٹ جائے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم دوبارہ امید نہ رکھو۔ زندگی ہر روز ایک نیا موقع دیتی ہے، ہر زخم بھرنے کا وقت آتا ہے۔ بس اپنے دل کو مضبوط رکھو، اپنی ذات کو پہچانو، اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔ وہ جو کرتا ہے، بہتر کرتا ہے۔ کبھی تمہیں لگے گا کہ سب ختم ہو گیا، مگر جو لوگ سچے دل سے محبت کرتے ہیں، ان کا راستہ ہمیشہ اللہ خود بناتا ہے۔"

گل اماں نے اس کا ہاتھ تھاما اور نرمی سے دبایا، "اور اگر تمہیں لگے کہ امید رکھنے سے بھی کچھ نہیں بدلا، تو یاد رکھو، بیٹا، کچھ چیزیں ہماری نظر میں ختم

ہو جاتی ہیں، مگر اللہ کی نظر میں نہیں۔ وہ ہر دعا سنتا ہے، بس کبھی وہ ہمیں وہی دیتا ہے جو ہم مانگتے ہیں، اور کبھی وہ جو ہمارے حق میں بہتر ہوتا ہے۔ بس خود کو یوں نہ توڑو۔ امید رکھو، کیونکہ امید والے کبھی ہارتے نہیں۔"

گل اماں نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کے سر پر ہاتھ رکھا، جیسے ماں اپنے ڈرے ہوئے بچے کو تسلی دے رہی ہو۔

"بیٹا، کیا تم نے کبھی سمندر کو غور سے دیکھا ہے؟ جب طوفان آتا ہے، تو وہ ہر چیز تہس نہس کر دیتا ہے، مگر کچھ وقت بعد وہی سمندر پھر سے پُرسکون ہو جاتا ہے، وہی پانی جو بے قابو تھا، دوبارہ اپنی روانی میں آ جاتا ہے۔ زندگی بھی ایسی ہی ہوتی ہے۔ اگر تم ایک بار ٹوٹ جاؤ تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم کبھی دوبارہ مکمل نہیں ہو سکتی۔"

حالہ نے پلکیں جھپکیں، آنکھوں میں نمی سی بھرنے لگی۔

"اور اگر وہ میری زندگی کا سب سے بڑا طوفان ہوا تو؟ اگر وہی میری بربادی کی سب سے بڑی وجہ بنا؟" گل اماں نے ہلکے سے سر ہلایا،

"پھر بھی تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ ہر طوفان کے بعد سکون آتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ تم خود کو طوفان میں بہنے نہ دو، خود کو مضبوط رکھو۔ زاویار تمہاری آزمائش ہو سکتا ہے، مگر یہ بھی ممکن ہے کہ وہی تمہاری سب سے بڑی طاقت بن جائے۔ مگر یہ تب ہوگا جب تم اسے ایک موقع دو گی، جب تم خود کو ایک موقع دو گی۔"

حالہ نے گہری سانس لی، "میں نے تو پہلے ہی اسے موقع دے دیا... میں نے خود کو اس کے ساتھ جوڑ لیا، مگر وہ؟"

گل اماں نے اس کے ہاتھ تھام لیے، ان کی گرفت میں ماں جیسی محبت تھی،

"بیٹا، نکاح کا بندھن کمزور نہیں ہوتا۔ اگر تمہیں اس کی طرف کوئی کھینچ رہا ہے، اگر تمہیں اس کے بغیر اپنی ذات ادھوری لگتی ہے، تو یقیناً یہ کوئی معمولی احساس نہیں ہے۔ بعض اوقات محبت وقت مانگتی ہے۔ شاید اسے ابھی اس کا احساس نہیں ہوا، مگر ہو سکتا ہے کچھ دیر بعد ہو۔" حالہ نے نظر چرائی، "اور اگر نہ ہوا تو؟ اگر وہ کبھی نہیں سمجھا تو؟" گل اماں نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا، "پھر بھی تمہارے پاس اختیار ہوگا، اپنی زندگی کو سنوارنے کا، اسے بہتر بنانے کا۔ مگر ابھی، ابھی تمہیں ہار ماننے کی ضرورت نہیں۔ ابھی وقت ہے، ابھی امید ہے۔ اور جب امید ہوتی ہے، تب معجزے بھی ہوتے ہیں۔"

حالہ کے اندر جیسے کوئی چھوٹا سا چراغ جل اٹھا۔ وہ ابھی بھی خوفزدہ تھی، مگر گل اماں کی باتوں نے اس کے دل کے کسی ویران گوشے میں روشنی کر دی تھی۔

کیا واقعی معجزے ہو سکتے ہیں؟ کیا واقعی کوئی اسے بھی اپنانے والا تھا؟

گل اماں نے نرمی سے حالہ کے شانے پر ہاتھ رکھا، ان کے چہرے پر ماں جیسی شفقت تھی، الفاظ میں وہ مٹھاس جو دل کو سکون دے دے۔ "بیٹا، زندگی میں کبھی 'نہیں' کو حتمی نہ سمجھو۔ دنیا میں ہر چیز کا وقت مقرر ہے، ہر تکلیف، ہر خوشی، ہر آزمائش... سب کا ایک وقت ہوتا ہے۔ مگر یہ سب کچھ تبھی آسان ہو سکتا ہے جب تم اللہ پر بھروسہ رکھو۔ وہی سب سے بڑا مسبب الاسباب ہے، وہی آزمائش دیتا ہے، وہی اس کا حل نکالتا ہے۔ کبھی کبھی ہم سمجھتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول نہیں ہو رہیں، مگر اصل میں وہ

ہمیں کسی بہتر وقت کے لیے محفوظ کر رہا ہوتا ہے۔" حالہ نے گہری سانس لی، نظریں نیچے جھک گئیں "میں نے... میں نے اللہ کو چھوڑ دیا تھا، میں اس کے پاس نہیں جاتی تھی۔ میں نے خود کو اس سے اتنا دور کر لیا تھا کہ لگتا تھا میں کبھی واپس نہیں جا سکتی۔"

اس کی آواز کانپ رہی تھی، جیسے کوئی برسوں سے دبے زخموں کو لفظوں میں سمو رہا ہو۔ "مگر کل... کل میں نے اپنے دل کی ساری کیفیت اس کے سامنے رکھی۔ میں روئی، میں نے اسے سب کچھ کہہ دیا، جو بھی دل میں تھا۔اور حیرت کی بات یہ ہے کہ میں تھوڑی بہتر ہو گئی۔ایسا لگا جیسے کسی نے میرے بوجھ کو تھوڑا سا ہلکا کر دیا ہو۔"

گل اماں مسکرا دیں، ان کی آنکھوں میں روشنی تھی،

"یہی تو بات ہے، بیٹا۔ ہم جتنا بھی بھاگیں، جتنا بھی دور چلے جائیں، وہ ہمیں چھوڑتا نہیں ہے۔ ہم بھول سکتے ہیں، مگر وہ ہمیں نہیں بھولتا۔ تم نے دل کھول کر اس سے بات کی، اسی لیے تمہیں سکون محسوس ہوا۔ اور جانتی ہو؟ جو دل اللہ کے سامنے جھک جائے، وہ خالی نہیں رہتا۔" حالہ کی آنکھوں میں نمی ابھر آئی۔ "مگر میں بہت دور چلی گئی تھی..."

گل اماں نے ہلکے سے سر ہلایا "یہ مت دیکھو کہ تم کہاں تھیں، یہ دیکھو کہ تم اب کہاں ہو۔ اللہ کے پاس واپسی کا راستہ ہمیشہ کھلا ہوتا ہے، بس نیت سچی ہو۔ تم نے ایک بار اسے پکارا، وہ تمہیں سن چکا ہے، اور اب تمہیں مضبوط رہنا ہے۔ نماز، دعا، ذکر... یہ سب تمہیں ٹوٹنے سے بچائے گا۔ انسان چاہے جتنی بھی کوشش کر لے، سچا سکون صرف اللہ کی طرف رجوع کرنے میں ہی ہے۔" حالہ کی سانسوں میں ہلکی سی روانی آنے لگی، جیسے کوئی بوجھ دل

سے اتر رہا ہو۔ کیا واقعی وہ خود کو بہتر بنا سکتی ہے؟ کیا واقعی اسے خود کو توڑنے کے بجائے سنوارنے کی کوشش کرنی چاہیے؟ گل اماں نے نرمی سے کہا "بیٹا، اللہ پر یقین رکھو۔ تمہیں مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ تمہیں سنبھالے گا، بس تمہیں اس پر یقین رکھنا ہوگا۔" حالہ نے دھیرے سے سر ہلایا۔ گل اماں نے حالہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے نرمی سے کہا، "چلو، چھوڑو ان سب باتوں کو، آؤ کچھ اور بات کرتے ہیں۔" حالہ نے پہلی باران کی طرف غور سے دیکھا۔ ان کے چہرے پر سکون تھا، جیسے دنیا کے ہر دکھ کو سمجھنے کے بعد بھی وہ مطمئن رہنے کا فن جانتی ہوں۔ "کیا بات کریں؟" حالہ نے دھیمے لہجے میں کہا۔

گل اماں مسکرائیں، "تمہیں یہاں آئے ایک دن ہوا ہے، کیسا لگا روم؟"

حالہ نے گہری سانس لی، نظریں سامنے پھیلے ہوئے پارک پر جم گئیں۔

"یہاں سب کچھ خوبصورت ہے، پر کچھ بھی اپنائیت والا نہیں لگ رہا۔ ہر چیز اجنبی سی ہے، جیسے میں کسی ایسی دنیا میں آگئی ہوں جہاں میرا کچھ نہیں ہے۔" گل اماں نے نرمی سے سر ہلایا، "یہ بالکل عام سی بات ہے۔ جب بھی ہم کسی نئی جگہ جاتے ہیں، دل وہاں جم نہیں پاتا۔ مگر وقت سب کچھ بدل دیتا ہے۔ پہلے پہل روم بھی میرے لیے اجنبی تھا، مگر اب یہی جگہ میرا گھر ہے۔"

"آپ کب آئیں تھیں یہاں؟" حالہ نے بے ساختہ پوچھا۔

"بہت سال ہو گئے... شاید بیس سال، شاید زیادہ۔ وقت کا پتہ ہی نہیں چلتا، بس زندگی چلتی رہتی ہے۔" گل اماں نے ماضی میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"کیوں آئیں تھیں؟"

گل اماں نے تھوڑی دیر کے لیے چپ سادھ لی، پھر دھیرے سے بولیں،

"زندگی کے کچھ فیصلے ہمارے ہاتھ میں نہیں ہوتے، بیٹا۔ میں بھی ان لوگوں میں سے تھی جنہیں اپنوں نے دور بھیج دیا۔ شروع میں سب برا لگا، مگر پھر میں نے جینا سیکھ لیا۔ یہی زندگی کا اصول ہے۔"

حالہ نے کچھ سوچتے ہوئے آہستہ سے کہا، "مگر کچھ زخم نہیں بھرتے، وہ ہمیشہ درد دیتے ہیں۔"

"درد کبھی مکمل ختم نہیں ہوتا، مگر ہم اسے جینے کے طریقے بدل سکتے ہیں۔ اگر تم ہر وقت اپنے زخموں کو دیکھتی رہو گی، تو وہ کبھی بھر نہیں پائیں گے۔ لیکن اگر تم آگے بڑھنے کا حوصلہ کرو، تو زندگی تمہیں نئے راستے دکھا سکتی ہے۔"

حالہ نے آہستہ سے سر جھکا لیا۔ شاید پہلی بار کسی نے اس سے اتنی سیدھی اور سچی بات کی تھی۔

"تمہیں اپنے لیے جینا سیکھنا ہو گا، حالہ" گل اماں کی آواز میں گہری سنجیدگی تھی۔ "زندگی ہر کسی کو ایک ہی بار ملتی ہے، اسے بوجھ سمجھ کر نہیں، رحمت سمجھ کر گزارنا چاہیے۔"

حالہ خاموش رہی، مگر اندر کہیں کوئی الجھن سلجھنے لگی تھی۔

حالہ نے گل اماں کو غور سے دیکھا، ان کے چہرے پر ایک نرم سی مسکراہٹ تھی مگر آنکھوں میں کچھ ایسا تھا جو حالہ کو بے چین کر گیا۔ جیسے کوئی خاموشی سے اپنے زخموں کو چھپا رہا ہو۔

حالہ نے ہلکی آواز میں پوچھا، "آپ کہاں رہتی ہیں، گل اماں؟"

گل اماں چند لمحے خاموش رہیں، پھر آہستہ سے بولیں، "اولڈ ہوم میں۔"

حالہ کو لگا جیسے کسی نے اس کے دل پر چوٹ ماری ہو۔ "اولڈ ہوم؟" اس نے بے یقینی سے دہرایا۔ گل اماں دھیرے سے مسکرا دیں، مگر ان کی آنکھوں میں چھپی کہانی حالہ کو بے چین کر رہی تھی۔

"ہاں بیٹا، میں وہاں رہتی ہوں۔ میرے بچے مجھے وہاں چھوڑ گئے۔"

حالہ نے بے ساختہ دل میں کلمہ پڑھا، "استغفر اللہ!"

"آپ کے بچے؟" اس نے جیسے تصدیق چاہی۔

گل اماں نے ایک گہری سانس لی، جیسے ماضی کے دریچے کھل رہے ہوں، جیسے دل کے زخم دوبارہ تازہ ہو رہے ہوں۔

"میرے دو بیٹے ہیں اور ایک بیٹی تھی۔ میں نے اپنی ساری زندگی انہیں سنوارنے میں لگا دی۔ جب ان کے والد کا انتقال ہوا تو میں نے انہیں ماں بھی بن کر پالا اور باپ بھی۔ راتوں کو جاگ جاگ کر ان کے لیے دعائیں

مانگتی تھی۔ان کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ جو محنت مزدوری کر کے پیسے آتے، وہ ان کی تعلیم پر لگا دیتی۔ خود پر کچھ خرچ نہیں کیا، بس چاہتی تھی کہ میرے بچے کامیاب ہو جائیں۔اور وہ ہوئے بھی، بہت کامیاب!"

حالہ دم سادھے ان کی باتیں سن رہی تھی۔

"بڑے بیٹے کو امریکہ میں نوکری ملی، وہ چلا گیا۔ چھوٹا بھی پڑھنے کے بعد وہیں کا ہو کر رہ گیا۔ میں نے کبھی انہیں نہیں روکا، ماں ہوں، ان کی خوشیوں میں رکاوٹ کیسے بن سکتی تھی؟"

گل اماں کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی، جیسے وہ وقت لوٹ کر انہیں دے دیا جائے تو وہ پھر سے یہی کریں گی، اپنے بچوں کی محبت میں خود کو مٹا دیں گی۔

"شروع میں فون کرتے تھے، ویڈیوز کالز بھی ہوتی تھیں۔ کہتے تھے کہ اماں بس کچھ وقت اور، پھر آپ کو بھی امریکہ لے آئیں گے۔ میں ان کے ہر وعدے پر یقین کر لیتی تھی، دل خوش ہو جاتا تھا۔ مگر پھر... آہستہ آہستہ سب بدل گیا۔ فون کم ہونے لگے، مصروفیات بڑھنے لگیں۔ اور پھر... ایک دن بس مجھے کہہ دیا گیا، 'اماں، ہم آپ کو اپنے پاس نہیں بلا سکتے، آپ ہمارے لیے دعا کریں، بس!'" گل اماں نے گہری سانس لی "میں خاموش ہو گئی۔ نہ شکایت کی، نہ روئی۔ ماں ہوں، بچوں کی خوشیوں کے آگے خود کو قربان کرنا سیکھا تھا۔ مگر پھر... میری صحت گرنے لگی، تنہائی کا احساس بڑھتا گیا۔ جو لوگ ایک ماں کے بغیر ایک رات نہیں گزار سکتے تھے، انہوں نے مجھے ہمیشہ کے لیے تنہا چھوڑ دیا۔" حالہ کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

"پھر؟"

"پھر... میری بیٹی..." گل اماں کی آواز میں ہلکی سی لرزش آئی۔ "میری وہ بیٹی جسے میں نے سب سے زیادہ چاہا، جو کہتی تھی کہ ماں، میں آپ کو کبھی نہیں چھوڑوں گی... وہ... وہ بھی اپنے شوہر کے ساتھ کینیڈا چلی گئی۔ اور جاتے وقت اس نے آخری بار بس اتنا کہا، 'اماں، اولڈ ہوم اچھا ہوتا ہے، آپ کو وہاں سب سہولتیں ملیں گی... آپ وہاں خوش رہیں گی!'" یہ کہہ کر گل اماں خاموش ہو گئیں۔ حالہ کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا ہو۔ وہ اتنی شدت سے تکلیف کو محسوس کر رہی تھی کہ آنسو ضبط کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

"پھر؟" اس نے کانپتی آواز میں پوچھا۔

گل اماں نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا، "پھر میں نے خود کو سمجھا لیا کہ ہر رشتہ دنیا میں آزمائش کے لیے ہوتا ہے۔ بیٹا، ہم دنیا کے رشتوں پر

بھروسہ کرتے ہیں، مگر اصل سہارا صرف اللہ ہے۔ میں نے اپنے بچوں کے بغیر جینا سیکھ لیا۔ ان سے کوئی گلہ نہیں کرتی۔ شاید، یہی میری قسمت میں لکھا تھا۔"

حالہ نے بے اختیار ان کے ہاتھوں کو تھام لیا، جیسے ان کے درد کو بانٹنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"آپ نے کبھی ان سے کہا نہیں کہ آپ ان کے بغیر خوش نہیں ہیں؟"

گل اماں نے نرمی سے حالہ کے سر پر ہاتھ رکھا، "بیٹا، ماں ہمیشہ بچوں کے لیے دعا کرتی ہے، شکایت نہیں۔"

حالہ کی آنکھوں سے ایک آنسو ٹوٹ کر اس کی گود میں گرا۔

"یہ دنیا کتنی بے وفا ہے، گل اماں۔"

گل اماں نے مسکرا کر کہا، "یہ دنیا نہیں، دنیا کے لوگ بے وفا ہوتے ہیں۔ مگر جو اللہ سے جڑ جائے، وہ کبھی تنہا نہیں ہوتا۔ میں نے خود کو اللہ کے حوالے کر دیا، وہی میرا سہارا ہے۔ اور تمہیں بھی یہی کرنا چاہیے۔"

حالہ نے نرمی سے سر جھکا لیا۔

شاید، وہ ٹھیک کہہ رہی تھیں۔

گل اماں نے حالہ کے چہرے پر نظر جمائی، ان کی بوڑھی آنکھوں میں ایک ایسا درد تھا جو برسوں کے تجربے کا گواہ تھا۔ وہ حالہ کی لرزتی ہوئی پلکوں کو دیکھ رہی تھیں، جیسے ہر درد پڑھ رہی ہوں جو اس کے دل میں تھا۔

"بیٹا، کسی کے نصیب میں سارے رشتے ہوتے ہیں، اور کسی کے نصیب میں ایک بھی نہیں ہوتا۔ یہ سب نصیب کی باتیں ہیں، اور نصیب کو کوئی نہیں بدل سکتا، سوائے اللہ کے۔"

حالہ کی آنکھیں ایک دم بھیگ گئیں۔ یہ الفاظ دل پر ایک گہری چوٹ کی طرح لگے تھے۔ وہ خود کو ہمیشہ اس خوش فہمی میں رکھتی آئی تھی کہ شاید کوئی رشتہ اس کا ہوگا، شاید کوئی تو اس کا ساتھ دے گا، مگر وقت نے ہر بار اس کی امیدوں کو توڑ دیا تھا۔

"مگر گل اماں... رشتے اگر نصیب میں نہیں ہوتے، تو پھر انسان کا کیا قصور؟ پھر کیوں ہر بار تکلیف سہنی پڑتی ہے؟" اس کی آواز بوجھل تھی، جیسے ہر لفظ کے ساتھ اس کی ہمت کم ہو رہی ہو۔

"قصور کچھ نہیں ہوتا، بیٹا۔ کچھ لوگ دنیا میں آزمائش کے لیے آتے ہیں، ان کے نصیب میں سکون نہیں لکھا ہوتا، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اکیلے ہیں۔ اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے، کیونکہ وہ ان لوگوں کو چنتا ہے جنہیں وہ اپنے قریب کرنا چاہتا ہے۔"

حالہ نے سر جھکا لیا، "میں نے تو اللہ کو بھی چھوڑ دیا تھا، اماں۔ میں اس سے دور ہو گئی تھی... میں نے اس کے سامنے کبھی گڑگڑایا نہیں، کبھی اس سے شکوہ بھی نہیں کیا۔"

"تم نے چھوڑا نہیں، بس بھٹک گئی تھی۔ اور اللہ کے دروازے کبھی بند نہیں ہوتے، بیٹا۔ اگر کل تم نے اس کے سامنے اپنا حال بیان کیا، تو سمجھو تم نے لوٹا ہے اس کی طرف۔"

حالہ کی آنکھیں ایک بار پھر چھلک گئیں۔ اس کا دل بکھرا ہوا تھا، مگر گل اماں کی باتوں میں ایک ایسی روشنی تھی جو اندھیرے کو تھوڑا تھوڑا کر کے کم کر رہی تھی۔

"مگر اماں، جب دل ہی ٹوٹ جائے، تو انسان جینے کی ہمت کہاں سے لائے؟"

گل اماں ہلکے سے مسکرائیں، جیسے ایک راز بتانے لگی ہوں، "جب دل ٹوٹے، تو اللہ سے کہو کہ وہ اسے جوڑ دے۔ وہ سب سے بہترین جوڑنے والا ہے، بیٹا۔ بس تمہیں اس سے مانگنا آنا چاہیے۔" حالہ نے اپنی مٹھی بھینچ لی، آنکھیں بند کر لیں۔ شاید، واقعی وہ جوڑنے والا تھا۔

شاید، واقعی اسے ہی مانگنے کی دیر تھی۔ گل اماں نے حالہ کے ہاتھ پر نرمی سے تھپکی دی، جیسے اسے حوصلہ دے رہی ہوں۔ پھر وہ آہستہ سے اٹھیں،

ان کے چہرے پر وہی مہربان مسکراہٹ تھی جو کسی ماں جیسی محسوس ہو رہی تھی۔ "ٹھیک ہے، بیٹا، میں جا رہی ہوں۔" انہوں نے شفقت سے کہا، "مگر کل شام میں پھر یہیں آؤں گی۔ اگر تمہیں مجھ سے کوئی اور بات کرنی ہو، کوئی بھی بات، تو تم آ جانا۔ میں یہیں ہوں تمہارے لیے۔"

حالہ نے چونک کر انہیں دیکھا، جیسے ان کی بات پر یقین نہ آ رہا ہو۔ کوئی اس کے لیے رکنے کا کہہ رہا تھا؟ کوئی اس کے لیے وقت نکال رہا تھا؟

گل اماں نے مسکراتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور پھر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی پارک کے دروازے کی طرف بڑھ گئیں۔ حالہ انہیں جاتے دیکھتی رہی، دل میں ایک عجیب سی گرمی اتر رہی تھی، جیسے کوئی بند دروازہ تھوڑا سا کھلا ہو، جیسے کسی نے واقعی اسے سنا ہو، سمجھا ہو۔ وہ بینچ پر بیٹھی رہی، دیر تک، اس جگہ کو دیکھتی جہاں ابھی کچھ دیر پہلے گل اماں بیٹھی

تھیں۔ ہوا ہلکی سی تیز ہو چکی تھی، اور شام کا سورج آہستہ آہستہ نیچے جھک رہا تھا۔

کل...

شاید وہ واقعی آجائے۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

زاویار اپارٹمنٹ میں داخل ہوا تو لاونج میں نظر دوڑائی، مگر حالہ وہاں نہیں تھی۔ اس کی نظریں کچن کی طرف گئیں، شاید وہ وہاں ہو، مگر نہیں۔ تبھی بیڈروم کے دروازے کی طرف بڑھا اور اندر جھانکا۔ حالہ وہیں موجود تھی، بیڈ کے کنارے پر بیٹھی، جیسے کچھ سوچ رہی ہو۔ زاویار کی آمد پر اس

نے سر اٹھایا، مگر چہرے پر وہ پہلے جیسی خفگی نہیں تھی، کچھ بدلا بدلا سا لگ رہا تھا، جیسے وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کہ اب اسے کیسا محسوس ہو رہا ہے۔

"تم کہیں باہر تھی؟" زاویار نے نرمی سے پوچھا، حیرت اور سوال دونوں لہجے میں شامل تھے۔

حالہ نے سیدھا جواب دیا "میں نے کھانا کھالیا تھا، پھر پارک چلی گئی تھی۔"

زاویار نے چونک کر اسے دیکھا۔ "تم تو کہہ رہی تھی کہ تم نے باہر نہیں جانا؟"

حالہ نے کندھے اچکائے، جیسے یہ کوئی بڑی بات نہ ہو۔ "ہاں، پر جانا تھا، اس لیے چلی گئی۔"

زاویار نے بغور اسے دیکھا، جیسے کچھ پرکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ وہ حالہ کی بدلتی ہوئی کیفیت کو محسوس کر رہا تھا، وہ جو سختی سے انکار کر رہی تھی، آج باہر چلی گئی؟

حالہ کے چہرے پر اب کوئی سختی نہیں تھی، وہ پہلے جیسی تھی، شاید تھوڑی بہتر، شاید تھوڑی مطمئن۔ زاویار کو یہ تبدیلی عجیب سی لگی، مگر وہ کچھ کہے بغیر آگے بڑھا اور بیڈ کے قریب کھڑا ہو گیا۔

"تو پھر، کل میرے ساتھ آفس جانے کے لیے تیار ہو؟"

حالہ نے اسے دیکھا۔

"تمہیں کیسے پتا کہ میں کل تمہارے ساتھ افس جانے کے لیے مان گئی ہوں؟" اس نے بے ساختہ پوچھا۔

"کیونکہ تم نے پارک جانے کا بھی نہیں سوچا تھا، مگر چلی گئی، تو شاید آفس بھی چلی جاؤ۔" زاویار نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

حالہ نے اس کی بات پر کوئی جواب نہیں دیا، مگر اس کی آنکھوں میں اب وہی پرانی چمک واپس آ رہی تھی۔

☆☆☆✦☆☆☆

رات کی مدھم روشنی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ سناٹے میں بس کبھی کبھار ہلکی ہوا کی سرسراہٹ سنائی دیتی۔ کمرے کے دروازے سے آہستہ سے آواز آئی، اور زاویار باہر نکلا۔ اس کے گیلے بالوں سے پانی کی بوندیں نیچے گر رہی تھیں، وہ ابھی نہا کر آیا تھا۔ سادہ مگر آرام دہ کپڑے پہنے، چہرے پر خاص سنجیدگی لیے، وہ خاموشی سے کچن کی طرف بڑھا۔

اس کی نظر جیسے ہی ڈائننگ ٹیبل پر پڑی، قدم خود بخود تھوڑے مدھم ہو گئے۔ حالہ کرسی پر بیٹھی موبائل میں کھوئی ہوئی تھی، جیسے ارد گرد کی دنیا سے بے نیاز ہو۔ سر جھکا کر اسکرین کو گھور رہی تھی، انگلیاں کبھی کبھار ہلکی حرکت کرتیں، جیسے کوئی چیز سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ کچن کی روشنیاں ہلکی تھیں، مگر اس کے چہرے پر پڑتی روشنی نے اس کے نرم نقوش کو واضح کر دیا تھا۔

زاویار چند لمحے اسے دیکھتا رہا، پھر فریج سے پانی کی بوتل نکالی، ایک گلاس میں انڈیلا اور چپ چاپ پینے لگا۔ نظریں بار بار حالہ کی طرف جا رہی تھیں۔ وہ اس قدر گم تھی کہ اسے ذرا بھی احساس نہ ہوا کہ وہ کب اس کے اتنے قریب آ چکا ہے۔

آہستہ قدم اٹھاتا وہ اس کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔ نظریں موبائل اسکرین پر ڈالیں، جہاں یوٹیوب پر ایک لڑکی اٹالین سکھا رہی تھی۔ حالہ پوری سنجیدگی سے ویڈیو دیکھ رہی تھی، اس کے چہرے پر گہری توجہ کے آثار نمایاں تھے۔

زاویار کے ہونٹوں پر دھیمی سی مسکراہٹ ابھری۔ "میں سکھا دوں گا تمہیں اٹالین، اتنی مشکل سے سیکھنے کی ضرورت نہیں۔"

حالہ نے جھٹکے سے گردن موڑی، غصے سے اسے دیکھا اور فوراً موبائل سائیڈ پر رکھ دیا۔ "ایسے کوئی کسی کے فون میں جھانکتا ہے؟"

زاویار آرام سے سامنے والی کرسی کھینچ کر بیٹھا، کہنی میز پر رکھی، اور گہری نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ "ہاں، میں جھانکتا ہوں۔"

حالہ نے تیز نظروں سے گھورا، مگر زاویار پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ سکون سے بیٹھا، حالہ کے تاثرات کو پڑھ رہا تھا۔ اس کے بالوں کا جوڑا ہلکا سا بکھرا ہوا

تھا، چہرے پر دن بھر کی تھکن واضح تھی۔ باہر رات کی تاریکی گہری ہو رہی تھی، سڑک پر کہیں دور ایک بلی کے بولنے کی ہلکی سی آواز آئی۔

"جاؤ، کچھ کھانے کے لیے بناو۔" زاویار نے فون نکالتے ہوئے لاپرواہی سے کہا۔

"مجھے نہیں آتا۔" حالہ نے چڑ کر کہا۔

زاویار نے ایک نظر اسے دیکھا، پھر واپس فون کی طرف متوجہ ہو گیا۔"خیر ہے، آجائے گا... کوشش تو کرو، جاؤ بناو۔"

"نہیں آتا، کیسے بناؤں؟"

"ہاتھوں سے۔"

حالہ نے اسے گھور کر دیکھا، مگر وہ فون میں مگن رہا۔"زاویار، مجھے کچھ بھی نہیں آتا بنانے، سمجھے؟"

زاویار نے گہری سانس لی، فون رکھ دیا اور سیدھا اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"حالہ مجھے بھوک لگ رہی ہے یار، جاؤ کچھ بناؤ۔"

"تمہیں شوق ہے تو خود بنالو۔"

"جاؤ، جو ابھی یوٹیوب پر اٹالین سیکھ رہی تھی نا، اسی یوٹیوب پر جا کر کھانے کی ترکیب بھی دیکھو۔"

"میں ہمیشہ کھانے میں گڑبڑ کر دیتی ہوں۔"

"ایک بار بناؤ گی تو نہیں ہو گی۔"

"مجھے واقعی کچھ نہیں آتا بنانے... سیکھنے کے بعد بھی نہیں بنا پاتی۔"

"آملیٹ بنانا تو آتا ہے نا؟"

"صحیح سے نہیں۔"

"اف، حالہ! پھر آتا کیا ہے؟"

"بولا تو ہے، کچھ نہیں۔"

"اچھا جاؤ، آملیٹ ہی بنا دو، کچھ بھی بنا دو، بس کھلا دو مجھے کچھ بھی۔"

"اچھا، کوشش کرتی ہوں۔"

وہ بیزاری سے اٹھ کر کچن میں گئی۔ زاویار نے ایک نظر فون رکھ کر اس کے انڈے بنانے والے ہاتھوں کو دیکھا۔ اس کی انگلیاں ہلکی لرزش کے ساتھ انڈہ توڑ رہی تھیں۔ وہ انڈہ ایک باؤل میں توڑ کر اس میں نمک چھڑکنے لگی۔

"حالہ..." زاویار نے گہری آواز میں کہا۔

حالہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا، ہاتھ میں نمک کا برتن پکڑا ہوا تھا۔

زاویار اٹھا، آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب آیا، ہاتھ آگے بڑھایا اور نرمی سے اس کے ہاتھ سے نمک کی بوتل لے لی۔

"یہ نمک ہے؟" اس کا لہجہ دھیما مگر سنجیدہ تھا، آنکھیں سیدھا حالہ کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"ہاں، تو؟" حالہ نے ناگواری سے کہا۔

"مجھے لگتا ہے، تمہیں نہیں دیکھ رہا۔" زاویار نے آہستہ سے بوتل کا ڈھکن کھولا، اور انگلی کی پوروں سے ہلکا سا سفوف نکال کر حالہ کے سامنے کیا۔

"یہ تو چینی ہے!" حالہ نے فوراً کہا، آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"جی ہاں، پسی ہوئی چینی۔" زاویار نے سر ہلایا، اور ایک پل کے لیے خاموشی چھا گئی۔

حالہ نے نچلا لب دانتوں میں دبایا، جیسے سمجھ نہ پا رہی ہو کہ اب کیا کرے۔

"اب کیا کروں؟" اس نے ہلکی آواز میں پوچھا۔

"اب کھاؤ یہ انڈہ۔"

حالہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا، پھر چینی کی بوتل کو گھورا۔

"یہ تم نے جان بوجھ کر کیا، ہے نا؟ تمہیں پتا تھا، پھر بھی کچھ نہیں کہا اس وقت جب میں آنڈے میں نمک کی جگہ چینی ڈال رہی تھی؟"

زاویار نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے۔ "ہاں، میں دیکھنا چاہتا تھا کہ تمہیں کتنا شعور ہے کچن کا۔ اور رزلٹ، زیرو!"

حالہ نے غصے سے چینی کی بوتل میز پر رکھی۔ "اب تم کھاؤ۔"

زاویار نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ فریج سے سیب نکالا اور ایک ٹکڑا کاٹ کر آرام سے کھانے لگا۔ جبکہ حالہ غصے میں بڑبڑاتی رہی، اور زاویار بس اسے دیکھتا رہا جو اب بھی برتن کو گھور رہی تھی، جیسے کوئی معجزہ ہو جائے اور وہ خود بخود درست ہو جائے۔

"اب کھاؤ یہ انڈہ۔"

زاویار نے دھیمے مگر سخت لہجے میں کہا۔ حالہ نے حیرت اور بے یقینی سے اسے دیکھا۔ "میں کیوں کھاؤں؟ تمہیں بھوک لگی تھی، تم کھاؤ۔"

زاویار نے نرمی سے سر جھٹکا، پھر ایک قدم آگے بڑھایا، دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیے۔ "غلطی تمہاری ہے، سزا بھی تمہیں ہی ملنی چاہیے۔"

حالہ نے برا سا منہ بنایا، نظریں اس میٹھے انڈے پر ڈالیں، پھر زاویار کو گھور کر دیکھا۔ "یہ کوئی قانون ہے؟ غلطی ہو گئی، میں مانتی ہوں، مگر سزا کیوں بھگتوں؟"

زاویار نے ایک نظر پلیٹ پر ڈالی، پھر بے پروائی سے کندھے اچکائے۔ "کیونکہ مجھے بھوک لگی ہے، اور میں خود کو اذیت میں نہیں ڈال سکتا۔ تم کھاؤ، تاکہ تمہیں بھی احساس ہو کہ کھانا بنانا کتنا اہم ہے۔"

حالہ نے ہاتھ باندھ لیے، تیوری چڑھا کر بولی "تو مجھے کیوں کھلانے پر تلے ہو؟ تمہیں سیکھانے کا اتنا ہی شوق ہے تو جا کر کسی اور کو سکھاؤ"

"تم جتنا بول رہی ہو، اتنے میں دو آملیٹ بن جاتے"

زاویار نے سیب کا آخری نوالہ لیا اور لاپرواہی سے کہا" چلو، اب باہر چلیں کچھ کھانے۔"

حالہ نے ایک لمحے کے لیے اسے گھورا، پھر گہری سانس لے کر مختصر سا بولی "اوکے۔"

☆☆☆✦☆☆☆

ریسٹورنٹ کی مدھم روشنی، لکڑی کی دیواریں، اور خاموش فضا میں صرف چمچوں اور کانٹوں کی ہلکی ہلکی آواز گونج رہی تھی۔ یہ کوئی کھلی جگہ نہیں

تھی، ایک پر سکون مگر سنجیدہ ماحول والا ریسٹورنٹ تھا، جہاں سب اپنی پلیٹوں میں مگن تھے۔

زاویار بے پرواانداز میں کرسی گھسیٹ کر بیٹھا، جیسے دنیا کا کوئی اصول اس پر لاگو نہیں ہوتا۔ حالہ خاموشی سے اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھی تھی

زاویار نے مینو اٹھایا، ایک نظر ڈالی، اور خود ہی آرڈر دے دیا۔

"Tagliolini al Tartufo"۔

ویٹر نے سر ہلایا اور چلا گیا۔ حالہ نے چونک کر زاویار کو دیکھا، "یہ کیا تھا؟"

زاویار نے پانی کا گلاس لبوں سے لگایا، پھر بے نیازی سے بولا، "پاستا ہے۔"

"مگر کیسا؟" حالہ نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

"ٹریفل آئل اور مشروم کے ساتھ۔ بہترین ہوتا ہے، میری فیورٹ ڈش ہے۔"

حالہ نے ناپسندیدگی سے لب بھینچ لیے۔ "تم نے مجھ سے پوچھے بغیر کیوں آرڈر کر دیا؟"

زاویار ہلکا سا طنزیہ مسکرایا، "کیونکہ تمہیں کھانے کی سمجھ نہیں، ویسے بھی جو تم بناتی ہو، اس سے تو یہ بہتر ہی ہو گا۔"

حالہ نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا، مگر پھر خاموش ہو گئی۔ زاویار کی روڈنس سے الجھنا بے کار تھا۔ چند منٹ بعد پلیٹ ان کے سامنے آ چکی تھی۔ حالہ نے تردد سے چمچ اٹھایا اور ایک نوالہ لیا۔ جیسے ہی پہلا نوالہ زبان کو لگا، اس کا چہرہ عجیب سا بن گیا۔

"یہ کیا ہے؟" اس نے آہستہ سے کہا۔

"جو کھا رہی ہو، وہی ہے۔" زاویار نے چمچ گھما کر کہا۔

"اس کا ذائقہ... بہت... الگ ہے۔" حالہ نے پلیٹ کو الجھن سے دیکھا۔

زاویار نے بے پروائی سے کندھے اچکائے، "تمہارے چپاتی اور سالن کے عادی ذائقے کو شاید برداشت نہیں ہو رہا۔ مگر یہ ایک شاہکار ہے۔"

حالہ نے بمشکل ایک اور نوالہ لیا، پھر پلیٹ کو پرے سرکا دیا۔

"نہیں کھا سکتی؟" زاویار نے آبرو چڑھائی۔

"یہ... میرے بس کا نہیں ہے۔"

زاویار نے گہری سانس لی، اپنی پلیٹ کا نوالہ لیا، اور مزے سے کھاتے ہوئے کہا، "مسئلہ کھانے میں نہیں، تم میں ہے۔ زندگی میں ہر چیز چمچ سے کھلائی نہیں جاتی، کچھ چیزیں خود سیکھنی پڑتی ہیں۔ جیسے کھانا بنانا، اور جیسے... مجھے برداشت کرنا۔"

حالہ نے نظریں جھکا لیں، وہ کچھ بھی کہتی، زاویار کا رویہ ویسا ہی رہنا تھا—— سرد، کڑوا اور ناقابلِ برداشت۔ حالہ نے پلیٹ کی طرف دیکھا، پھر زاویار

کو۔ وہ مزے سے کھا رہا تھا، جیسے دنیا میں سب کچھ بالکل ٹھیک ہو، جیسے اس کا رویہ بالکل درست ہو، جیسے وہ کسی کو بھی پریشان کر سکتا تھا اور پھر بھی سکون سے رہ سکتا تھا۔

حالہ نے لب بھینچ لیے۔ بحث بے کار تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اس کا ہر جواب، ہر جملہ، زاویار کی روڈنس کے سامنے بے اثر تھا۔ وہ کچھ بھی کہے، نتیجہ وہی رہنا تھا——زاویار کی جیت، اس کی ہار۔ "تم کھا لو، میں کچھ اور منگوا لیتی ہوں۔" وہ دھیرے سے بولی۔

زاویار ایک نظر اسے دیکھتا ہے پھر کچھ نہیں کہتا۔ ریسٹورنٹ میں مدھم روشنی تھی، ہلکی موسیقی پس منظر میں چل رہی تھی، مگر میز پر بیٹھے دونوں افراد کے درمیان ایک خاموش جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ زاویار کا چہرہ سخت تھا، آنکھوں میں وہی بے نیازی، جیسے کسی کی موجودگی یا غیر موجودگی اس

کے لیے برابر ہو۔ حالہ نے بمشکل اپنی خفگی دبائی، اس کے اندر کچھ ٹوٹ رہا تھا، مگر وہ بولنے سے گریز کر رہی تھی۔

حالہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا، مگر وہ ایک لمحے کو بھی اس کی طرف متوجہ نہ ہوا، جیسے وہ محض ایک پس منظر کا حصہ ہو، کچھ ایسا جس کا ہونا نہ ہونا برابر ہو۔

حالہ کی سانسیں بھاری ہوئیں، دل میں کوئی تیز چبھن ہوئی، مگر وہ خاموش رہی۔ ایک پل کو اسے لگا کہ یہاں بیٹھے رہنا مزید بیکار ہے، کہ اب ہر چیز بے معنی لگ رہی تھی۔

"میں... میں واش روم جا رہی ہوں۔" آواز معمول سے دھیمی تھی زاویار نے سرسری سا سر ہلایا، کوئی خاص ردِ عمل ظاہر کیے بغیر، جیسے اسے فرق ہی نہ پڑا ہو۔

حالہ نے کرسی دھکیلی اور تیز قدموں سے ریسٹورنٹ کے اندرونی حصے کی طرف بڑھ گئی۔ دل میں عجب گھٹن سی تھی، سانس بھی جیسے بھاری لگ رہی تھی۔ وہ واش روم کے دروازے تک پہنچی ہی تھی کہ اچانک قریب ہی کھڑے تین اطالوی لڑکوں کی ہنسی اس کے کانوں میں پڑی۔

"Guarda, che carina..." (دیکھو، کتنی پیاری ہے...)

حالہ کے قدم سست ہو گئے۔ ایک لمحے کو وہ رکی، مگر آگے بڑھنے میں ہچکچاہٹ ہوئی۔ تینوں لڑکے اسے ہی دیکھ رہے تھے، آنکھوں میں ایک عجیب تجسس، ایک غیر مہذب ہنسی جو اس کی روح کو چبھنے لگی۔

"Sembra persa..." (یہ کھوئی لگ رہی ہے...)

ان کے الفاظ کی سمجھ نہ ہونے کے باوجود، لہجے کا اندازہ لگانا مشکل نہ تھا۔ حالہ نے بے چینی سے اپنے ہاتھ میں پکڑا موبائل مضبوطی سے تھام لیا، نگاہیں نیچی کیے تیزی سے اندر داخل ہو گئی۔

دل کی دھڑکنیں بے ترتیب تھیں۔ اندر آکر اس نے جلدی سے نل کھولا، پانی کے چھینٹے چہرے پر مارے اور گہری سانس لینے کی کوشش کی۔ مگر وہ گھبراہٹ اب بھی تھی، ایک عجیب سی بے بسی، جیسے وہ اس اجنبی ملک میں، اس اجنبی شہر میں کہیں کھو چکی ہو۔ باہر جانے کا خیال ہی جیسے کسی بھاری بوجھ کی طرح لگا۔ زاویار کا وہ بے نیاز چہرہ یاد آیا، اور دل میں مزید الجھن بڑھی۔ کیا وہ باہر گیا تو بھی اسے کوئی فرق نہیں پڑے گا؟ کیا وہ پھر بھی اسی طرح بے پروائی سے بیٹھا ہو گا، جیسے اسے معلوم بھی نہ ہو کہ وہ کن نظروں سے گزر کر آئی ہے؟ ریسٹورنٹ کی خاموش فضاء میں مدھم روشنی

پھیلی ہوئی تھی، مگر حالہ کے لیے جیسے سب مدھم ہوتے جا رہے تھے۔ وہ تیز قدموں سے باہر نکلی، دل کی دھڑکن بے ترتیب تھی، مگر جیسے ہی وہ دروازے سے باہر آئی، وہی تین اطالوی لڑکے سامنے کھڑے تھے۔ ان کی آنکھوں میں پہلے جیسا ہی تجسس تھا، وہی شرارت، وہی غیر مہذب ہنسی۔

"Sei tornata? Hai bisogno di aiuto?" (واپس آ گئی؟ کوئی مدد چاہیے؟)

ایک نے دانت نکال کر کہا، دوسرا ہنسا، اور تیسرے نے حالہ کو سر سے پاؤں تک دیکھنے کے بعد سیٹی بجائی۔

حالہ کا حلق خشک ہو گیا۔ اس نے ایک پل کو نظر اٹھائی، پھر فوراً قدم تیز کیے اور سیڑھیاں اترنے لگی۔ دل تیزی سے دھڑک رہا تھا، جیسے کوئی خطرہ قریب ہو۔

نیچے پہنچ کر اس کی نظریں سیدھا زاویار پر پڑیں، جو اپنی کرسی پر سکون سے بیٹھا تھا، موبائل ایک طرف رکھے، جیسے کسی کی پرواہ ہی نہ ہو۔ وہ ہمیشہ کی طرح بے نیاز نظر آرہا تھا، مگر حالہ کی دھڑکنیں تیز ہو چکی تھیں۔ جیسے ہی وہ اس کے قریب پہنچی، قدم خود بخود رک گئے۔ سانسیں بے ترتیب ہونے لگیں، دل کی دھڑکن جیسے کانوں میں سنائی دینے لگی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ یہ کیا تھا، خوف یا کوئی اور احساس جو اس کے اندر جنم لے رہا تھا۔ زاویار نے اس کی حالت دیکھی، پھر بھنویں ہلکی سی چڑھائیں۔ "کیا ہوا؟" حالہ نے کوئی جواب نہیں دیا، بس ایک پل کے لیے اس کی طرف دیکھا، آنکھوں میں ایک انجانی بے بسی تھی۔ پھر آکر آرام سے بیٹھ گئی اور پھر اچانک، جیسے کسی انجانے جذبے کے زیر اثر، وہ تیزی سے آگے ہوئی اور اس کا ہاتھ تھام لیا۔ جیسے وہ کوئی سہارا ڈھونڈ رہی ہو، کوئی تحفظ۔ زاویار کا جسم ایک لمحے کے

لیے ساکت ہو گیا۔ اس کی کلائی کے گرد حالہ کی انگلیاں مضبوطی سے جمی تھیں، جیسے وہ اس گرفت کو چھوڑنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ زاویار نے نیچے دیکھا — حالہ کی لرزتی انگلیاں، اس کی نازک گرفت جو بے حد مضبوط محسوس ہو رہی تھی۔ وہ الجھن میں پڑ گیا۔

"حالہ..." اس نے آہستہ سے اس کا نام لیا، مگر وہ خاموش رہی۔ زاویار نے اپنی انگلیاں آہستہ آہستہ حرکت دیں، مگر وہ پھر بھی نہیں ہٹی۔ اس کی گرفت میں کچھ ایسا تھا جو زاویار کو سوچنے پر مجبور کر رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ محض سہارا نہیں تھا، یہ کچھ اور تھا — کوئی ان کہی التجا، کوئی بے آواز درخواست۔ زاویار نے نرم مگر سنجیدہ لہجے میں کہا، "تم ٹھیک ہو؟"

حالہ نے دھیرے سے سر ہلایا، مگر اس کی گرفت ڈھیلی نہیں ہوئی۔ زاویار نے ایک لمحے کو اس کی آنکھوں میں جھانکا، جہاں کچھ ایسا چھپا تھا جو شاید وہ خود بھی سمجھنے سے قاصر تھی۔ وہ شاید ڈر رہی تھی۔

وہ ریسٹورنٹ کے ہلکے شور میں بھی سب کچھ سننا بند کر چکا تھا۔ نظریں صرف حالہ پر تھیں، جو کچھ بول نہیں رہی تھی، مگر اس کی گرفت، اس کی آنکھوں میں خوف سب کچھ کہہ رہا تھا۔

"حالہ؟" اس کی آواز غیر ارادی طور پر نرم ہو گئی۔ حالہ نے سر ہلایا، مگر زبان سے کچھ نہ نکلا۔ زاویار نے اپنی کلائی ہلکی سی چھڑانے کی کوشش کی، مگر حالہ نے ایک دم زور سے ہاتھ پکڑ لیا۔

"نہیں، زاویار... میرا ہاتھ مت چھوڑو۔"

آواز دھیمی تھی، مگر اس کے اندر چھپا خوف واضح تھا۔

زاویار کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔اس کی آنکھوں میں ایک لمحے کو سنجیدگی اتری، جیسے وہ سب کچھ سمجھ گیا ہو۔

مگر وہ خاموش رہا۔

اس نے اپنا ہاتھ حالہ کے ہاتھ میں ہی رہنے دیا، بنا کچھ کہے، بنا کوئی سوال کیے۔

☆☆☆✦☆☆☆

گھر کافی بڑا اور جدید طرز پر بنا ہوا تھا، کشادہ صحن کے بیچ فوارہ اور ارد گرد ہریالی تھی۔اندر لکڑی کے فرش، اونچی چھتوں اور مہنگی پینٹنگز سے سجا وسیع لاؤنج تھا۔دائیں طرف کمروں کی قطار، بائیں جانب ڈرائنگ روم اور اوپر

جانے کے لیے چمکدار سنگ مرمر کی سیڑھیاں تھیں، جو بالکونی تک جاتی تھیں جہاں سے پورا باغ نظر آتا تھا۔

ہلکی ہلکی صبح پورے گھر میں چھائی ہوئی تھی۔ مگر اس لمحے وہ وسعت بھی جیسے اس کے اندر اٹھنے والے طوفان کو سمیٹنے سے قاصر تھی۔ وہ لونگ روم میں جائے نماز پر بیٹھی تھی۔ پیشانی سجدے سے ہٹائی، آنکھیں بند تھیں، مگر پلکوں کے کنارے نمی سے بھیگے ہوئے تھے۔ سورج کی ہلکی روشنی شیشے سے اندر آرہی تھی، سنہری کرنیں اس کے چہرے کو چھو رہی تھیں، مگر وہ روشنی اس کے دل کے اندھیرے کو مٹا نہیں سکتی تھی۔

ہاتھ دعا کے لیے اٹھے ہوئے تھے، مگر لب خاموش تھے۔ آنسو خاموشی سے اس کی آنکھوں سے بہتے جا رہے تھے، جیسے اس کی زبان سے پہلے ہی دعا بن کر بہہ رہے ہوں۔

"مریم۔۔۔" ماں کی آواز سن کر وہ چونکی، گردن موڑ کر دیکھا۔ زبیدہ خادم پیچھے کھڑی تھیں، وہ بھی ابھی نماز پڑھ کر آئی تھیں۔ دوپٹہ سر سے ڈھلک رہا تھا، آنکھوں میں ایک عجیب سی تھکن تھی، جیسے رات بھر جاگی ہوں۔ مریم نے کوئی جواب نہیں دیا، بس آنکھوں میں ایک گہری اداسی لیے ماں کو دیکھتی رہی۔

"تم کیوں رو رہی ہو؟"

زبیدہ خادم نے نرمی سے پوچھا، مگر مریم کی نظریں جیسے برف تھیں، بے حد سرد، بے حد سخت۔ وہ دھیرے سے ہاتھوں کو چہرے پر پھیرتی، جائے نماز کو سمیٹتی، اسے ایک طرف رکھتی ہے اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر ماں کے سامنے جا کھڑی ہوتی ہے۔

"آپ لوگوں نے اتنا سب کر دیا حالہ کے ساتھ..." مریم کی آواز بھاری ہو گئی، ضبط کی آخری حد پر۔ "میری سگی بہن کے ساتھ... اور اس کے بعد بھی میں نہ روؤں؟"

زبیدہ خادم نے ایک گہری سانس لی، جیسے دل پر کوئی بوجھ ہو جو ہلکا نہ ہو رہا ہو۔ "میری تو خود کی راتوں کی نیند اڑ گئی ہے..."

مریم ایک دم کڑوا سا ہنسی، جیسے کسی نے زخم پر نمک چھڑک دیا ہو۔

"آپ کی نیند اُڑ گئی؟ واقعی؟"

زبیدہ خادم نے بے بسی سے اس کی طرف دیکھا، مگر مریم کا ضبط اب جواب دے چکا تھا۔

"یہ بولیں کہ آپ اس گھر میں آکر بہت خوش ہیں۔۔۔" اس کے لہجے میں طنز تھا، بے بسی تھی، اور سب سے بڑھ کر بے انتہا درد۔ "یہ وہی گھر ہے نا

جس کے بدلے میں آپ لوگوں نے حالہ کو ہمیشہ کے لیے ان کے حوالے کر دیا؟ اسی دولت کے بدلے میں؟ اسی پیسے کی لالچ میں آپ نے یہ سب کیا؟ اب تو آپ کو خوش ہونا چاہیے۔۔۔اب تو سب ٹھیک ہونا چاہیے نا؟ پھر آپ کیوں رو رہی ہیں؟"

زبیدہ خادم نے نظریں جھکا لیں، جیسے ان کے پاس کوئی جواب نہ ہو۔ "میں خوش نہیں تھی اس سب سے..." وہ دھیرے سے بولیں۔ مریم کی آنکھیں غصے سے دہکنے لگیں۔ "اگر خوش نہیں تھیں تو لڑتیں! چلاتیں! آپ نے بھی ابو کی ہاں میں ہاں ملائی، آپ نے بھی اس سب کو ہونے دیا! آپ خاموش رہیں، کچھ نہیں کیا! اور اب آپ کہہ رہی ہیں کہ آپ رو رہی ہیں؟"

"میں بھی بے بس تھی..." زبیدہ خادم نے مدھم لہجے میں کہا۔

"مائیں بھی اپنے بچوں کے معاملے میں کبھی بے بس ہوتی ہیں؟"

یہ سوال نہیں تھا، ایک چیخ تھی، ایک درد بھری پکار، جو مریم کے دل کے اندر سے نکلی تھی۔ اس کی آنکھوں سے ایک آنسو ٹپکا، مگر اس نے فوراً آنکھیں جھپک کر اسے روکنے کی کوشش کی۔

"میں کچھ نہیں کر سکتی تھی، مریم۔۔۔" زبیدہ خادم کی آواز لرز گئی۔

مریم نے ایک گہری سانس لی، جیسے اپنے اندر اٹھتے ہوئے جذبات کو قابو میں کرنے کی کوشش کر رہی ہو، مگر ناکام رہی۔ "آپ سب کر سکتی تھیں!" وہ تلخی سے بولی۔ "وہ آپ کی بیٹی تھی! سوتیلی نہیں، سگی بیٹی! وہی بیٹی جسے آپ نے پیدا کیا، پال پوس کر بڑا کیا، پھر کیسے کر سکیں آپ یہ سب؟ اب تو خوش ہیں نا آپ؟ کل اس گھر میں آئی ہیں، اتنے بڑے گھر میں، اتنی دولت میں... سکون مل گیا ہو گا نا؟"

"میں مجبور تھی..." زبیدہ خادم کی آواز جیسے کہیں دور سے آرہی تھی۔

مریم نے حقارت سے سر جھٹکا۔ "آپ چاہتیں تو ابو کو روک سکتی تھیں! مگر آپ نے نہیں روکا، کیونکہ آپ خود بھی یہی چاہتی تھیں، یہی دولت، یہی عزت! آپ کو اپنی بیٹی سے زیادہ اس گھر کی فکر تھی!" زبیدہ خادم نے نظریں جھکا لیں، ان کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔

"مگر میں چپ نہیں رہوں گی!" مریم نے ایک قدم پیچھے ہٹایا، جیسے فیصلہ کر چکی ہو۔ "اپنی بہن کے معاملے میں میں خاموش نہیں رہوں گی! جتنا رونا تھا، رو لیا! جتنے دن خاموش رہنا تھا، گزار لیے! مگر اب نہیں! اب میں جاؤں گی، مہرین سے ملوں گی، اور اس سے کہوں گی کہ میری بہن مجھے واپس دے!"

زبیدہ خادم نے بے بسی سے سر ہلایا۔ "تم کچھ نہیں کر سکتی ہو، وہ اٹلی میں..."

"وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں ہو، میں اسے واپس لاؤں گی! وہ میری بہن ہے، سوتیلی بھی ہوتی تو بھی میں اس کے لیے پوری دنیا سے لڑ جاتی! جب اس کے اپنے ماں باپ اس کے نہیں ہوئے، تو کیا ہوا؟ میں تو ہوں نا! میں اس کی بہن ہوں، اور میں اسے اس جہنم میں نہیں چھوڑوں گی!"

یہ کہہ کر وہ تیزی سے وہاں سے نکلی، کمرے میں داخل ہوئی اور دروازہ دھڑام سے بند کر دیا۔ زبیدہ خادم نے خالی نظروں سے دروازے کو دیکھا۔ آنسو ان کی آنکھوں سے بہہ نکلے، مگر اب وہ آنسو کسی کام کے نہیں تھے... بہت دیر ہو چکی تھی۔

☆☆☆✦☆☆☆

رات گہری ہو چکی تھی، مگر روم کی گلیاں ابھی بھی زندہ محسوس ہو رہی تھیں۔ پرانی عمارتوں کے درمیان سے گزرتی روشنی کی کرنیں سڑکوں پر بکھری ہوئی تھیں، ہوا میں ہلکی سی خنکی تھی، جو شہر کی دیر رات کی خاموشی کے ساتھ مل کر ایک خاص ماحول بنا رہی تھی۔ حالہ دونوں بازو سینے پر لپیٹے چل رہی تھی، جیسے خود کو اس رات کی سردی سے بچانے کی کوشش کر رہی ہو، یا شاید خود میں سمٹنے کی۔ زاویار اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا، جیبوں میں ہاتھ ڈالے، چہرے پر وہی بے نیازی جیسے دنیا میں کچھ بھی اسے متاثر نہیں کر سکتا۔ حالہ کی نظریں کبھی زاویار پر جاتیں، کبھی زمین پر۔ وہ کچھ کہنا

چاہتی تھی، مگر الفاظ لبوں تک آ کر رک جاتے۔ وہ جانتی تھی کہ وہ بات نہیں کرنا چاہتا، مگر پھر بھی دل چاہتا تھا کہ وہ کچھ بولے۔

مگر کیا بولتی؟ جب بھی وہ کچھ کہنا چاہتی، زاویار کی سرد مہری اس کی زبان کو باندھ دیتی۔ وہ ایسا نہیں تھا جو کسی کی بات غور سے سننے والا ہو، اور اگر سنتا بھی، تو طنز میں لپیٹ کر جواب دیتا۔ پھر بھی، آج وہ اس خاموشی کو توڑنا چاہتی تھی، مگر کس طرح؟

ریسٹورنٹ میں جو ہوا، وہ اب تک اس کے ذہن میں گونج رہا تھا۔ وہ چاہ کر بھی اس واقعے کو نظرانداز نہیں کر پا رہی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ زاویار کچھ پوچھے، مگر وہ تو جیسے مکمل طور پر لاپرواہ تھا۔ ہمیشہ کی طرح، جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

اور شاید یہی چیز سب سے زیادہ تکلیف دہ تھی۔

"تم ٹھیک کہہ رہے تھے۔۔۔"

کافی دیر کی خاموشی کے بعد، حالہ نے آہستہ مگر واضح لہجے میں کہا۔ زاویار، جو بے دھیانی سے چل رہا تھا، اس کی طرف دیکھنے پر مجبور ہو گیا۔

"کیا؟"

حالہ نے ہلکی سی سانس لی، نظریں سامنے جمائے بولی۔ "یہی کہ میں اکیلے تمہارے بغیر اپارٹمنٹ میں نہیں رہ سکتی، ملک اچھا ہے، لوگ اچھے ہیں، مگر میں کسی کو نہیں جانتی۔ اور اپارٹمنٹ میں اکیلے رہنا بھی ٹھیک نہیں لگتا۔"

ریسٹورنٹ کا واقعہ ابھی بھی اس کے دل و دماغ میں تازہ تھا۔ وہ تسلیم کرنا نہ چاہتی تھی، مگر حقیقت یہی تھی کہ زاویار ٹھیک کہہ رہا تھا۔ اس کی بات میں وزن تھا، جو پہلے وہ سمجھنا ہی نہیں چاہتی تھی۔

زاویار کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی، مگر لہجے میں ہمیشہ کی سی بے نیازی تھی۔ "شکر ہے، آخر تمہیں سمجھ آ ہی گئی۔ ورنہ تم تو مجھے ہمیشہ غلط ہی سمجھتی ہو۔"

حالہ خاموش ہو گئی۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی، مگر الفاظ نہیں مل رہے تھے۔ اس کا دل بھرا ہوا تھا، مگر جذبات کو قابو میں رکھنا سیکھ لیا تھا۔ وہ جانتی تھی، جب بھی وہ زاویار کے سامنے زیادہ بولتی، نتیجہ ہمیشہ اس کے خلاف ہی جاتا تھا۔ اس لیے اب خاموشی اس کا واحد سہارا تھی۔

سب نے اسے چھوڑ دیا تھا، اور اب جانے کیوں وہ زاویار سے کسی امید میں تھی۔ مگر کیوں؟ وہ خود نہیں جانتی تھی۔ شاید اسے لگتا تھا کہ زاویار، چاہے کتنا بھی سخت ہو، مگر کم از کم جھوٹ نہیں بولتا۔ وہ جو کہتا تھا، سچ کہتا تھا۔

حالہ نے سر جھٹک کر قدموں کی رفتار تیز کر لی۔ زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی، مگر کچھ کہا نہیں۔ وہ دونوں اپارٹمنٹ میں آ چکے تھے۔ حالہ نے اندر آتے ہی اپنا بیگ ایک طرف رکھا اور سیدھا لاؤنج میں صوفے پر جا بیٹھی۔

اس کا موڈ خراب تھا، تھکن سے بدن بوجھل ہو رہا تھا، اور سب سے بڑھ کر اس اجنبی شہر میں اجنبی محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے بے دلی سے ٹی وی کا ریموٹ اٹھایا اور ٹی وی آن کر دیا۔

اسکرین پر ایک چینل نمودار ہوا، جہاں کوئی اٹالین میں تیز تیز بول رہا تھا۔ وہ کچھ سمجھنے کی کوشش کرنے لگی، مگر ایک لفظ بھی اس کی سمجھ میں نہیں آیا۔ اس نے ناگواری سے چینل بدلا، مگر اگلے چینل پر بھی وہی اٹالین زبان تھی۔ ایک اور بدلا، مگر نتیجہ وہی۔ وہ خفگی سے بڑبڑائی، "یہ لوگ اتنی تیزی سے کیوں بولتے ہیں؟"

اس نے چڑ کر ریموٹ صوفے پر پٹخ دیا اور لمبی سانس لی۔ یہاں سب کچھ کتنا اجنبی تھا۔ اسے اپنی بے بسی پر مزید غصہ آنے لگا۔ نہ اسے زبان سمجھ آ رہی تھی، نہ ہی ارد گرد کے لوگ مانوس لگ رہے تھے۔ ٹی وی بھی جیسے اس کی جھنجھلاہٹ میں اضافہ کر رہا تھا۔

اچانک، کچن سے کافی کی خوشبو آئی۔ وہ ایک لمحے کو رکی، پھر تجسس کے مارے کچن کی طرف بڑھ گئی۔ جیسے ہی اندر جھانکا، زاویار کافی بنا رہا تھا۔ وہ بڑے آرام سے کھڑا تھا، مشین کے بٹن دبا رہا تھا، جیسے سب کچھ بالکل نارمل ہو، جیسے وہ کسی اور ہی دنیا میں ہو جہاں کوئی مسئلہ نہیں۔ "تم کتنی کافی پیتے ہو؟" حالہ نے حیرانی سے پوچھا۔

زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی، پھر بے پرواہی سے کندھے اچکائے۔

"جتنی ضرورت ہو۔"

حالہ نے سر جھٹکا، فریج کا دروازہ کھولا اور اندر سے پانی کی بوتل نکالی۔ اس کا موڈ ویسے ہی خراب تھا، اور زاویار کی لاپرواہی مزید کوفت میں اضافہ کر رہی تھی۔ جیسے ہی اس نے بوتل کا ڈھکن کھولا، زاویار کی آواز دوبارہ آئی۔

"تمہیں مسئلہ کیا ہے؟"

حالہ نے بھنویں چڑھائیں۔ "مسئلہ؟"

زاویار نے کافی کا کپ اٹھایا اور میز پر رکھا نظریں اس پر ہی تھیں۔ "ہاں، جس چیز کو دیکھتی ہو، اس پر کوئی نہ کوئی تبصرہ ضرور کرنا ہوتا ہے؟"

حالہ نے تپ کر بوتل میز پر رکھی۔ "کیونکہ ہر چیز عجیب ہے۔ یہاں کی زبان، یہاں کے لوگ، یہاں کا ماحول۔۔۔ سب کچھ۔"

زاویار نے سرد نظروں سے اسے دیکھا۔ "تو؟ تمہیں کسی نے زبردستی یہاں بھیجا تھا؟ کہہ دیتی نہ لاتا تمہیں یہاں"

"ہاں، وہاں رہتی تاکہ ہر دن تمہاری ماں مجھے مارتی رہتی؟" وہ تلخی سے بولی، جیسے کسی نے زخم پر نمک چھڑک دیا ہو۔

زاویار کے ہاتھ لمحے بھر کے لیے رکے، پھر اس نے ایک گہری سانس لی اور سرد لہجے میں کہا، "بھول جاؤ اس بات کو۔۔۔"

حالہ نے ہلکی سی ہنسی ہنس کر اس کی طرف دیکھا، مگر اس ہنسی میں دکھ چھپا تھا۔ "بھول جاؤں؟ ایسے کیسے بھول جاؤں؟ اب تک وہ تھپڑ یاد ہے، اب تک میرے کان میں اس کی گونج سنائی دیتی ہے۔۔۔"

زاویار نے نظریں نیچی کر لیں، جیسے وہ اس گفتگو کو مزید آگے نہیں بڑھانا چاہتا ہو۔

"میں نے تمہیں کہا تھا کہ اس رات باہر مت جانا، مگر تم خود نکلی اور دیکھو اس کا انجام۔۔۔" اس کی آواز تھکی ہوئی تھی، جیسے وہ بار بار یہی الفاظ دہرا کر خود کو بھی تھکا چکا ہو۔

"تم سب مجھے ہی کیوں الزام دے رہے ہو؟" حالہ کی آواز میں بے بسی تھی، آنکھوں میں ضبط کے باوجود آنسو چمک رہے تھے۔

زاویار نے غصے سے رخ موڑا اور سختی سے بولا، "میں نے تمہیں منع کیا تھا! میں نے کہا تھا مت جانا، پھر بھی تم گئیں! کیوں؟"

"میں اکیلی نہیں گئی تھی، ماہ نور مجھے لے کر گئی تھی!"

"تو؟ اگر وہ لے کر گئی تھی تو کیا تمہیں اپنا دماغ استعمال نہیں کرنا چاہیے تھا؟ میں نے تمہیں منع کیا تھا تو تمہیں سمجھ جانا چاہیے تھا کہ کوئی مسئلہ ہے!"

حالہ نے تیزی سے کہا، "اگر تم واضح طور پر کہتے کہ وہ لوگ کیسے ہیں، تو شاید میں نہ جاتی! مگر تم ہمیشہ ادھوری بات کرتے ہو، اور پھر الزام مجھ پر ڈال دیتے ہو!"

زاویار نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ سر جھٹکا۔ "کیا واقعی؟ تمہیں سب کچھ چبایا کر دیا جائے، تب ہی تم سمجھو گی؟"

حالہ نے غصے سے مٹھی بھینچی، "ہاں، غلطی ہو گئی مجھ سے! لیکن تمہیں کس نے کہا تھا کہ اس پر ہاتھ اٹھاؤ؟"

زاویار نے چونک کر اسے دیکھا، جیسے وہ اس کے الفاظ پر یقین نہ کر سکا ہو۔ "یہ تم کہہ رہی ہو؟ تمہیں برا لگا کہ میں نے اسے مارا؟"

حالہ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ "تمہاری ماں نے مجھے تھپڑ اس لیے مارا کیونکہ تم نے اپنے کزن کو مارا! تم نے اس دن میرے لیے جو کیا، اس کے بعد میں نے جو سہا، تم جانتے ہو؟"

زاویار خاموشی سے اسے دیکھتا رہا، اس کی آنکھوں میں کچھ تھا، شاید افسوس، شاید غصہ، شاید بے بسی، یا شاید سب کچھ اکٹھا۔

حالہ کا غصہ بڑھنے لگا۔ "تم نے کیوں مارا اسے؟ تمہیں اندازہ بھی ہے کہ میں نے اس کے بعد کیسے وقت گزارا؟ تم سب کچھ بگاڑ کر خاموش ہو جاتے ہو، اور بھگتنا مجھے پڑتا ہے!"

زاویار نے گہری سانس لی اور بے تاثر لہجے میں کہا، "ہاں، میں نے مارا تھا، کیونکہ اس نے تمہیں ہاتھ لگایا تھا! اگر میں کچھ نہ کرتا، تو آج تم یہی شکوہ کر رہی ہوتیں کہ میں تمہارے لیے لڑا کیوں نہیں! تم کہتیں، زاویار تم

کھڑے دیکھتے رہے اور کچھ نہیں کیا؟ تمہیں فرق نہیں پڑا؟ تم نے انہیں کچھ نہیں کہا؟"

حالہ کا سانس اٹکنے لگا، جیسے وہ کچھ بولنا چاہتی ہو، مگر الفاظ نہ مل رہے ہوں۔ زاویار نے آگے بڑھ کر اس کے قریب آتے ہوئے مزید کہا، "مگر نہیں! تم ناشکری ہو! میں نے تمہارے لیے سب کچھ کیا، اور بدلے میں تم مجھے ہی غلط کہہ رہی ہو؟"

حالہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ "لیکن تمہیں اندازہ نہیں کہ اس کے بعد میرے ساتھ کیا ہوا۔۔۔ تمہیں اندازہ ہے کہ میری زندگی کیسے بدل گئی؟ میں کیا تھی، اور کیا بن گئی؟"

زاویار نے اس کے نم ہوتے چہرے کی طرف دیکھا، مگر کوئی جواب نہیں دیا۔

حالہ نے اپنی مٹھی سختی سے بھینچ لی۔ "میں کسی کو معاف نہیں کروں گی! میں ان لڑکوں سے بدلہ لوں گی، میں تمہاری ماں سے بھی بدلہ لوں گی۔۔۔ وہ تھپڑ، میں کبھی نہیں بھولوں گی!"

زاویار خاموشی سے اسے دیکھتا رہا، اس کی آنکھوں میں جانے کیا تھا، مگر وہ کچھ بولا نہیں۔

"تمہیں جو کرنا ہے، کرو۔" وہ سرد لہجے میں بولا اور کافی کا کپ اٹھا لیا۔

پھر جیسے کچھ دیر خاموشی چھا گئی، حالہ نے ایک لمحے کے لیے اسے دیکھا، پھر جیسے ایک احساس نے اسے جکڑ لیا۔ اس کا دل بھاری ہو گیا، جیسے وہ کچھ غلط کہہ بیٹھی ہو۔

"آئی ایم سوری۔۔۔"

زاویار نے کوئی ردِ عمل نہ دیا، بس اپنی کافی میں چمچ ہلاتا رہا۔

"کس لیے؟"اس نے بغیر پلٹے پوچھا۔

حالہ نے ایک پل کو خود کو سنبھالا، پھر نرمی سے بولی، "تم میرے لیے لڑے تھے۔۔۔اور میں نے۔۔۔میں نے ابھی جو کچھ کہا، وہ نہیں کہنا چاہیے تھا۔۔۔"

زاویار نے گہری سانس لی اور پہلی بار پلٹ کر اسے دیکھا۔"مگر میں نے تم سے نہیں کہا کہ مجھے برا لگا ہے"

حالہ نے سر جھکا لیا۔" مگر مجھے لگا ہے۔۔۔"وہ آہستہ سے بولی،"اگر تم اس دن نہ لڑتے، تو شاید آج میں تمہیں یہی کہہ رہی ہوتی کہ تم نے میرے لیے کچھ کیوں نہیں کیا۔۔۔"

زاویار خاموش رہا، مگر اس کے تاثرات نرم ہونے لگے۔

حالہ نے آنکھوں کے آنسو صاف کیے اور آہستہ قدموں سے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ زاویار اسے جاتا دیکھتا رہا، کافی کا کپ ہاتھ میں لیے، جیسے وہ بھی کسی انجانی کشمکش میں گھرا ہوا ہو۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

صبح کی نرم روشنی کمرے میں آچکی تھی، ہلکی ہلکی دھوپ کھڑکی سے اندر جھانک رہی تھی، مگر وہ اب بھی بے خبر سو رہی تھی۔ صوفے پر اس کا جسم عجیب سے انداز میں ڈھلکا ہوا تھا، پیروں کو موڑ کر خود میں سمٹنے کی کوشش کی تھی، جیسے نیند میں بھی کوئی سکون ڈھونڈ رہی ہو۔ چادر نیچے گر چکی تھی، اس کے شانے ٹھنڈی ہوا کے لمس سے عاری تھے، اور نیند کی بے ترتیبی سے اس کا چہرہ کسی معصوم بچے کی طرح لگ رہا تھا۔

زاویار ہاتھ منہ دھو کر واش روم سے باہر آیا تو سب سے پہلے نظر اسی پر پڑی۔اس کے قدم ٹھہر گئے۔ایک لمحے کو بس خاموشی سے دیکھتا رہا، جیسے کچھ سوچ رہا ہو۔وہ واقعی بے آرام لگ رہی تھی، جیسے پوری رات ٹھیک سے سو نہ سکی ہو۔"حالہ!"اس نے ہلکی آواز میں پکارا، مگر کوئی جواب نہیں آیا۔"حالہ!"اس بار آواز تھوڑی بلند تھی۔حالہ نے نیند میں بس تھوڑا سا کروٹ بدلی، آنکھیں نہیں کھولیں، بس مدھم سی آواز نکلی،

"کیا؟۔۔۔سونے دو۔۔۔"

زاویار نے ایک نظر اس کی حالت پر ڈالی، پھر ہاتھ باندھ کر سنجیدگی سے بولا،"سو جاؤ، لیکن بیڈ پر جا کر سو۔۔۔"

حالہ نے بمشکل آنکھیں کھولیں، نیند سے بوجھل نظروں سے اسے دیکھا، جیسے سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ "کیا؟" وہ بمشکل بولی، سر کو تھوڑا سا اوپر اٹھا کر، مگر آنکھیں ابھی بھی آدھی بند تھیں۔

"یہاں اس طرح بے آرام ہو کر نہ سو، جا کر بیڈ پر لیٹ جاؤ۔ کچھ دیر بعد تمہیں میرے ساتھ آفس جانا ہے، تو بہتر ہے اپنی نیند پوری کر لو۔"

حالہ نے کچھ دیر یونہی اسے دیکھا، جیسے نیند اور جاگنے کی کشمکش میں ہو، پھر آہستہ آہستہ صوفے سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ایک جماہی لی، آنکھوں کو مسلا، پھر بوجھل قدموں سے بیڈ کی طرف بڑھی۔ زاویار نے اسے دیکھ کر سر جھٹک دیا، مگر کچھ کہا نہیں۔

حالہ بیڈ کے پاس پہنچتے ہی سیدھا بیڈ پر گر گئی، جیسے نیند نے پھر سے اپنی آغوش میں لے لیا ہو۔

زاویار کچھ لمحے یونہی کھڑا اسے دیکھتا رہا، پھر گہری سانس لے کر رخ موڑ لیا اور کچن کی طرف بڑھ گیا۔ کچن میں جا کر اس نے فریج کھولا، مگر کچھ خاص نظر نہیں آیا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا، پھر چولہے کی طرف بڑھا، مگر رک گیا۔ "کیا بناؤں؟" اس نے خود سے کہا، مگر کوئی جواب نہ سوجھا۔ نہ ہی اسے کچھ بنانے آتا تھا، اور نہ ہی اس وقت کچھ سوچنے کا دل کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر تک کچن میں کھڑا رہا، پھر کچھ سمجھ نہ آنے پر واپس جا کر لونگ روم کے صوفے پر بیٹھ گیا۔ ہاتھ میں فون اٹھایا، مگر اس پر بھی نظر زیادہ دیر نہ ٹکی۔ ایک لمحے کو نظر سامنے کمرے پہ گئی حالہ کی طرف، جو بیڈ پر گہری نیند میں سو رہی تھی۔

اس نے گہری سانس لی، ایک پل کو اپنی آنکھیں موندیں، اور سر صوفے کی پشت سے ٹکا دیا۔ باہر صبح کی روشنی مزید تیز ہو رہی تھی، مگر کمرے کے

اندر اب بھی ایک عجیب سی خاموشی چھائی تھی۔ زاویار صوفے پر بیٹھا، فون کے اسکرین پر انگلیاں چلاتا رہا، مگر اس کا دھیان کہیں اور تھا۔ کبھی وہ کچن کی طرف دیکھتا، کبھی کھڑکی سے باہر جھانکتا، اور کبھی حالہ کی طرف، جواب بھی بے خبر سو رہی تھی۔

چند لمحے یونہی گزرے، پھر اچانک اس نے فون رکھ دیا اور دوبارہ کچن کی طرف بڑھ گیا۔ فریج کھول کر کچھ ڈھونڈنے لگا، مگر اسے اندازہ نہیں تھا کہ کیا چاہیے۔ دودھ، بریڈ، کچھ پھل، اور ایک دو بند ڈبے پڑے تھے، مگر کچھ بھی ایسا نہیں تھا جو وہ بنا سکتا۔

"کیا مصیبت ہے۔۔۔" اس نے خود سے سرگوشی کی، پھر ایک نظر چائے کے ڈبے پر ڈالی۔ "چائے تو بنا سکتا ہوں۔"

چند منٹ بعد چائے کا پانی چولہے پر چڑھ چکا تھا۔ وہ چمچ سے ہلکی ہلکی چائے کے پتی گھمارہا تھا۔

کچھ دیر بعد چائے تیار ہو چکی تھی۔ اس نے ایک کپ نکالا، چائے ڈالی، چائے کا کپ ہاتھ میں لیے وہ دوبارہ صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔ باہر سے ہلکی ہلکی ہوا آرہی تھی۔

اچانک، حالہ نے کروٹ لی۔ وہ کچھ بڑبڑائی، جیسے کوئی خواب دیکھ رہی ہو۔ زاویار کی نظر بے ساختہ اس پر گئی۔ مگر وہ بس تھوڑا سا کروٹ لے کر پھر خاموش ہوگئی۔

زاویار نے چائے کا ایک گھونٹ لیا، مگر ذائقہ ویسا نہیں تھا جیسے وہ چاہتا تھا۔ اس نے کپ میز پر رکھا اور پیچھے ہو کر آنکھیں موند لیں۔

ابھی صبح کی شروعات ہوئی تھی، مگر اسے لگا جیسے دن کافی لمبا ہونے والا تھا۔

وہ چائے کا کپ میز پر رکھ کر چند لمحے وہیں بیٹھا رہا، مگر اس کا دھیان مسلسل حالہ کی طرف جا رہا تھا۔ آخر کار اس نے گہری سانس لی اور اٹھ کر سیدھا اس کے کمرے میں پہنچ گیا۔ دروازے میں کھڑا ہو کر ایک نظر اسے دیکھا، جو بے فکری سے گہری نیند میں سو رہی تھی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے، سانسوں کی روانی ہموار تھی، جیسے وہ کسی پریشانی سے آزاد ہو۔ زاویار کی آنکھوں میں ناگواری ابھری۔ "اتنی نیند آتی کہاں سے ہے اسے؟" وہ خود سے بڑبڑایا۔

پھر آہستہ سے اس کے قریب آیا اور جھک کر اسے دیکھتے ہوئے سخت لہجے میں بولا، "حالہ!"

کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ وہ جوں کی توں پڑی رہی۔ زاویار نے ہلکی ناگواری سے گردن جھٹکی اور دوبارہ بولا، "حالہ! اٹھو، آفس جانا ہے۔"

اس بار وہ ذرا سی ہلی، بمشکل آنکھیں کھولیں اور نیند سے بھری آواز میں بولی، "پانچ... پانچ منٹ اور..." پھر دوبارہ تکیے میں منہ چھپا کر سو گئی۔

زاویار نے دانت پیسے اور اسے سخت نظروں سے دیکھا۔

"حالہ، جلدی اٹھو! تھوڑی سی بھی دیر میں برداشت نہیں کروں گا، اور میں دوبارہ اٹھانے بھی نہیں آؤں گا۔" اس کے لہجے میں واضح جھنجھلاہٹ تھی۔

حالہ نے بمشکل آنکھ کھول کر ادھ کھلی نیند میں کہا، "بس... بس دو منٹ اور..." اور پھر دوبارہ سو گئی۔

زاویار نے ایک گہری سانس لی، غصے سے ایک نظر اسے دیکھا، پھر بے زاری سے کندھے جھٹک کر بولا، "سوتی رہو!" اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

حالہ نے کچھ لمحوں بعد ہاتھوں سے آنکھیں مسلیں اور بمشکل اٹھ بیٹھی۔

"اف! کچھ دیر اور سونے دیتا تو کیا ہو جاتا؟" وہ بڑبڑائی، بالوں کو ہاتھ سے جھٹکا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

اسی لمحے زاویار دوبارہ کمرے میں داخل ہوا۔

"اٹھ گئی؟" وہ دروازے سے ٹیک لگائے طنزیہ لہجے میں بولا۔

"ہاں، اٹھ گئی!" وہ چڑ کر بولی اور جھٹکے سے بیڈ سے اٹھی، پھر فوراً واش روم کی طرف بڑھ گئی۔

زاویار ایک نظر دروازے کی طرف دیکھ کر بیزاری سے سر جھٹک کر باہر نکل گیا۔ اس کے فون پر کال آئی تھی، جسے اس نے بغیر کسی خاص دلچسپی کے سننا شروع کر دیا۔

کچھ دیر بعد حالہ نیند بھری آنکھوں کے ساتھ واش روم سے نکلی۔ اس کا چہرہ پانی سے تر تھا، مگر نیند کی خمار ابھی بھی موجود تھی۔ وہ آہستہ سے وارڈروب کھول کر کپڑے دیکھنے لگی۔

"کیا پہنوں؟" وہ خود سے بولی، مختلف کپڑوں پر نظر دوڑاتے ہوئے۔

زاویار دوبارہ کمرے میں آیا اور بے صبری سے بولا، "جلدی کرو! پہلے ہی دیر ہو رہی ہے۔"

حالہ نے اس کی طرف دیکھا اور ناگواری سے بولی، "ایسے ہی چلی جاؤں؟ سیدھے کپڑے نہ پہنوں؟"

"ویسے جو بھی پہنو، فرق تو پھر بھی نہیں پڑتا۔"

حالہ نے غصے سے اسے گھورا۔ "خود جیسے کچھ بھی پہن کر بہت ہینڈسم لگتے ہو نا؟"

زاویار نے معنی خیز نظروں سے اسے دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولا،

"مطلب تم مجھے ہینڈسم کہہ رہی ہو؟"

حالہ فوراً سنبھل گئی، آنکھیں پھیل گئیں۔ "میں نے کب ہینڈسم کہا؟"

زاویار نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ جواب دیا، "ابھی تمہارے منہ سے 'ہینڈسم' کا لفظ نکلا ہے، ورنہ کچھ اور بھی کہہ سکتی تھیں۔"

"نہیں تو... میں... میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔ تم مجھے ہینڈسم نہیں لگتے!"

حالہ جلدی سے بولی، جیسے خود کو صفائی دینے کی کوشش کر رہی ہو۔

زاویار نے کندھے اچکائے اور بے نیازی سے بولا، "تمہیں لگنے کی ضرورت بھی نہیں ہے، میں ویسے ہی ہوں۔"

حالہ نے بھنویں چڑھائیں۔ "گھمنڈ ہے خود پر؟"

زاویار پرسکون انداز میں بولا، "ہاں، بہت زیادہ!" پھر وہ لاپرواہی سے مڑ کر باہر نکل گیا۔

حالہ نے اسے جاتے دیکھا، پھر جیسے اچانک احساس ہوا کہ وہ ہلکی سی مسکرا رہی تھی۔ اس نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی، مگر لبوں پر مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔

"کہہ تو ٹھیک رہا تھا ویسے..." وہ خود سے بولی اور کپڑوں میں ہاتھ چلاتے ہوئے تھم گئی، جیسے کسی گہری سوچ میں کھو گئی ہو۔ اس کے چہرے پر اب بھی وہی مسکراہٹ موجود تھی، جو خود اسے بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

حالہ نے الماری سے اپنے کپڑے نکالے اور انہیں زاویار کے کپڑوں کے ساتھ ہی صوفے پر رکھ دیا۔ وہ ہلکے قدموں سے باہر نکلی، اور جیسے ہی کمرے سے نکلی، نظر صوفے پر بیٹھے زاویار پر پڑی، جو خاموشی سے لیپ ٹاپ پر نظریں جمائے بیٹھا تھا، شاید کوئی کام دیکھ رہا تھا۔

حالہ بنا کوئی توجہ لیے کچن کی طرف بڑھ گئی۔ چائے کا پانی چولہے پر رکھا اور خود سنک کی طرف مڑ کر ہاتھ دھونے لگی۔ زاویار نے ایک لمحے کو نگاہ اٹھائی اور کچن میں موجود حالہ کو دیکھا، جو اب پتی ڈال رہی تھی۔

"میرے لیے بھی چائے بنا دو..." اس نے نظریں دوبارہ لیپ ٹاپ کی طرف جھکاتے ہوئے کہا۔

حالہ کی آنکھوں میں ہلکی سی چمک ابھری، مگر وہ جلدی سے خود کو سنبھال کر بولی، "ابھی تو پی تھی تم نے؟" اس نے اس کے بھرے ہوئے چائے کے کپ کو ایک نظر دیکھا۔

"نہیں پی... اچھی نہیں بنی تھی۔" زاویار نے بے نیازی سے کہا اور دوبارہ لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

حالہ کے لبوں پر بے اختیار ایک مسکراہٹ آئی۔ جانے کیوں، مگر زاویار کے لیے چائے بنانا اسے اچھا لگ رہا تھا۔ شاید اس کا یہ بے ساختہ مطالبہ، یا پھر وہ بے نیازی جس میں بھیگی ہوئی یہ خواہش تھی... وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ دو چائے کے کپ لے کر آئی اور خاموشی سے ایک کپ زاویار کے سامنے رکھ دیا، جبکہ دوسرا ہاتھ میں لیے صوفے کے سامنے بیٹھ

گئی۔ زاویار نے ایک سرسری نظر کپ پر ڈالی، پھر حالہ کی طرف، اور پھر دوبارہ کپ پر۔

"پی لو... اتنا کیا دیکھ رہے ہو؟" حالہ نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

زاویار نے ہونٹ بھینچ کر گہری نظروں سے چائے کو دیکھا اور طنزیہ لہجے میں بولا، "دیکھ رہا ہوں کہ کہیں تم نے انڈے کی طرح اس میں چینی کی جگہ کوئی مسالہ تو نہیں ڈال دیا؟"

حالہ اس کے تبصرے پر ہنس پڑی، کھلکھلاتی ہنسی، جو جیسے ارد گرد کی فضا میں گونج گئی۔ "اتنی پاگل نہیں ہوں میں!" وہ ہنسی روک کر بولی۔ زاویار نے ایک سنجیدہ نظر اس پر ڈالی، "مگر میں سنجیدہ ہوں... تمہارا کوئی بھروسہ نہیں۔"

حالہ نے بس مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔ وہ ابھی اتنا اچھا لگ رہا تھا... اس کی باتیں، اس کے انداز، سب کچھ۔ اگر وہ حالہ سے محبت کرتا تو؟ کیسا محسوس ہوتا؟ مگر یہ تو صرف وہی سوچ رہی تھی... وہ نہیں۔ زاویار نے چائے کا کپ اٹھایا اور لبوں سے لگایا۔ مگر جیسے ہی چائے کا پہلا گھونٹ لیا، اس کا چہرہ سخت ہو گیا۔ ایک لمحے کے لیے آنکھیں بند کیں اور فوراً کپ نیچے رکھ دیا۔

"آئے ہائے... حالہ، یہ کیا بنایا ہے؟" اس نے جھنجھلا کر کہا۔ حالہ چونک گئی، پریشان ہو کر اسے دیکھنے لگی، "کیا ہوا؟ اچھی نہیں بنی؟"

"اچھی؟ حالہ، یہ چائے ہے؟" زاویار کے لہجے میں چڑچڑاپن تھا۔

"چائے اچھی نہیں بنی کیا؟" حالہ واقعی حیران تھی۔

"رہنے دو تم... اس سے اچھی چائے تو میں نے خود کے لیے بنالی تھی!" وہ بے زاری سے بولا۔

حالہ نے ایک نظر اس کے کپ کو دیکھا، پھر زاویار کو۔

"ویسے تمہیں کچھ بنانے کا کہنا ہی نہیں چاہیے... کل آملیٹ بنانے کو کہا تھا، وہ بھی بیکار، اور اب چائے؟ چائے تو بنانا سیکھ لیتی!"

حالہ کی آنکھوں میں ایک لمحے کو بے یقینی ابھری، مگر فوراً ضبط کر گئی۔

"دیکھو، اگر پسند نہیں آئی تو مت پیو، مگر برائی تو مت کرو!" وہ تھوڑا تیز لہجے میں بولی، اور اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔

"ہاں تو برائی نہ کروں تو تعریف کروں؟" زاویار سخت لہجے میں بولا۔

"ہاں تو کچھ مت کہو... اتنے دل سے بنائی تھی میں نے!" وہ جیسے اس کی آنکھوں میں کچھ ڈھونڈ رہی تھی، مگر زاویار کی نظریں بے تاثر تھیں۔

"میں نے کہا تھا کہ دل سے بناؤ؟ اور میرے لیے دل سے بنانے کی ضرورت بھی نہیں۔" وہ سختی سے بولا۔ حالہ کے دل میں جیسے کچھ چٹخا۔ سچ تو یہی تھا... وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ حالہ ہی تو امیدیں باندھ رہی تھی۔ وہ تو پسند نہیں کرتا تھا، حالہ ہی کرتی تھی۔

تو پھر حالہ اس سے کیسی امیدیں لگا سکتی تھی؟ اس نے ایک آخری نظر زاویار پر ڈالی، جو لیپ ٹاپ میں مصروف تھا۔ ایک پل کو لگا جیسے وہ جان بوجھ کر نظرانداز کر رہا ہو۔

آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے، مگر وہ ضبط کر گئی۔ اس نے گردن موڑی، اور بنا کچھ کہے کمرے کی طرف چلنے لگی زاویار نے سر تک نہ اٹھایا۔ حالہ کے قدم جیسے ہی کمرے کے دروازے کے قریب پہنچے، زاویار کی آواز نے اسے روک لیا۔

"اچھا ٹھیک ہے، بیکار بنی تھی، مگر اتنا برا ماننے کی کیا ضرورت ہے؟" اس کا لہجہ سنجیدہ تھا، جیسے سچ میں وضاحت دے رہا ہو۔ حالہ رک تو گئی، مگر پلٹی نہیں۔ "تم ہمیشہ ایسی ہی ہو، ذرا سی بات پر برا مان جاتی ہو۔ میں نے کہا چائے اچھی نہیں بنی، بس، اس میں اتنا جذباتی ہونے کی کیا ضرورت ہے؟" زاویار نے صوفے پر ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔

حالہ نے گہری سانس لی، جیسے خود کو قابو میں رکھ رہی ہو، پھر پلٹی اور سیدھا زاویار کو گھورنے لگی۔ "تمہیں مسئلہ کیا ہے؟" اس کا لہجہ زہر خند بھرا تھا۔

"مسئلہ؟" زاویار نے آبرو اٹھا کر اسے دیکھا، "مسئلہ تو مجھے نہیں ہے، تمہیں ہے، جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض ہو جاتی ہو۔"

"ہاں، کیونکہ تم حد سے زیادہ بدتمیز ہو!" حالہ کی آنکھوں میں چمک تھی، مگر وہ غصے کی تھی۔

زاویار نے اسے دیکھا، پھر بے نیازی سے کندھے اچکائے، "بدتمیز؟ میں نے تو صرف سچ کہا تھا۔"

"یہ سچ نہیں تھا، تمہاری عادت ہے ہر چیز میں نقص نکالنے کی!" حالہ نے تیزی سے جواب دیا۔

"ہاں، کیونکہ نقص ہوتا ہے!" زاویار نے اطمینان سے جواب دیا، جیسے حالہ کی بات سے کوئی فرق ہی نہ پڑا ہو۔

"تمہیں کسی کی محنت کی قدر کرنا آتی بھی ہے؟ یا بس ہر چیز میں کیڑے نکالنا ہی پسند ہے؟" حالہ کے لہجے میں چبھن تھی۔

"محنت؟" زاویار نے ایک طنزیہ ہنسی چھوڑی، "یہ چائے محنت کا نتیجہ تھی؟ حالہ، اگر تم کسی کام میں محنت کروگی تو شاید وہ بہتر ہوگا، مگر یہ جو تم نے بنایا تھا، اسے محنت تو نہ کہو۔"

حالہ کی مٹھیاں سخت ہو گئیں، وہ ضبط سے لب بھینچ کر رہ گئی۔

"جانتی ہو کیا مسئلہ ہے؟" زاویار نے بے نیازی سے لیپ ٹاپ بند کرتے ہوئے کہا، "تم ہر بات کو دل پر لے لیتی ہو۔ میں نے اگر کہہ دیا کہ چائے اچھی نہیں تھی، تو اس کا مطلب صرف اتنا ہی تھا، نہ کہ میں نے تمہاری پوری ذات کو مسترد کر دیا ہے۔"

حالہ کا چہرہ ایک دم سرخ ہو گیا۔ وہ قریب آئی اور میز پر رکھے زاویار کے چائے کے کپ کو دیکھا، پھر اس کی طرف جھک کر بولی، "تم ہمیشہ اتنے سنجیدہ کیوں ہوتے ہو؟ ہر چیز کو ایک مسئلہ بنا دیتے ہو! کچھ بھی ہلکے پھلکے انداز میں نہیں کہہ سکتے؟"

زاویار نے ایک گہری سانس لی اور سیدھا اس کی آنکھوں میں دیکھا، "میں ہر چیز کو مسئلہ نہیں بناتا، تم حد سے زیادہ حساس ہو، اور تمہیں ہر بات میں کچھ نہ کچھ مل ہی جاتا ہے جس پر ناراض ہو سکو۔"

حالہ نے اسے بے یقینی سے دیکھا، پھر دھیرے سے سر ہلایا، "تم واقعی بہت عجیب ہو، زاویار۔"

"اور تم واقعی بہت چڑچڑی ہو، حالہ۔" اس کے لہجے میں پھر وہی لاپروائی تھی۔

"مجھے تم سے کوئی بات کرنی ہی نہیں ہے" حالہ نے منہ موڑ لیا اور غصے سے اپنے چائے کے کپ کی طرف بڑھی، مگر جیسے ہی اس نے کپ اٹھایا، زاویار کی آواز پھر سنائی دی۔

"ہاں، یہی بہتر ہو گا۔ کیونکہ تم بات کم، لڑائی زیادہ کرتی ہو۔"

حالہ نے غصے سے اس کی طرف دیکھا، پھر ایک جھٹکے سے چائے کا کپ واپس میز پر رکھا، "بھاڑ میں جاؤ تم!!"

حالہ نے تیز نظروں سے اسے گھورا، پھر بنا کچھ کہے وہاں سے چلی گئی۔

زاویار نے اسے جاتے دیکھا، پھر ایک گہری سانس لی اور سر جھٹک کر دوبارہ لیپ ٹاپ کھول لیا، جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

☆☆☆✦☆☆☆

کمرے میں ہلکی سی خاموشی تھی، مگر ماحول میں ایک عجیب سی بے چینی گھل چکی تھی۔ زاویار جیسے ہی اندر آیا، حالہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی تھی۔ مکمل سفید لباس میں ملبوس، سفید شرٹ، نیچے سفید پینٹ، اوپر لانگ کوٹ، حتیٰ کہ جوتے بھی سفید۔ کھلے بالوں میں وہ ویسی ہی بے نیاز

لگ رہی تھی جیسے ہمیشہ، مگر آج آنکھوں میں گہرا سیاہ لائنر تھا، اور وہ ابھی لبوں پر لپ اسٹک لگانے میں مصروف تھی۔

زاویار نے ایک سرسری نظر بھی نہیں ڈالی، جیسے وہ وہاں موجود ہی نہ ہو۔

سیدھا صوفے کے قریب آیا، کپڑے اٹھائے اور بنا کچھ کہے واش روم میں چلا گیا۔ حالہ کی نظریں اس کے پیچھے جمی رہیں۔

"بندہ دل رکھنے کے لیے تعریف کر دیتا ہے..." حالہ کے دل میں ایک خیال آیا، مگر فوراً اس خیال کو جھٹک دیا۔

"مگر نہیں... زاویار سلطان سے کون ایسی امید لگائے؟ وہ تو لوگوں کے منہ پر سچ ہی بولتا تھا، چاہے کسی کا دل ٹوٹے یا نہیں... اسے کیا فرق پڑتا تھا؟"

چند لمحے گزرے، پھر واش روم کا دروازہ کھلا اور زاویار باہر آیا، ہمیشہ کی طرح مکمل آفس گیٹ اپ میں، سنجیدہ، سخت اور لاپروا۔ حالہ نے ایک نظر اسے دیکھا، وہ اب بیڈ پر بیٹھ چکی تھی۔

"میں پہلے ہی بتا رہی ہوں، مجھے زیادہ کام دینے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی سب کے سامنے غصے سے ڈانٹنے کی، ورنہ میں اسی وقت آفس سے بھاگ جاؤں گی!" وہ تیور چڑھا کر بولی۔

زاویار نے کندھے اچکائے، "بھاگ کر کہاں جاؤ گی؟ یہاں تم کوئی راستہ نہیں جانتی... اور میں ویسا ہی رہوں گا جیسے پہلے تھا، تو مجھ سے امید نہ رکھنا کہ میں بدلوں گا۔"

حالہ نے تیوری چڑھا کر سخت لہجے میں کہا، "بس میں کہہ رہی ہوں کہ... میرے پر غصہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، ورنہ میں آفس سے چلی جاؤں گی، تو بس!"

اور یہ کہہ کر غصے میں باہر نکل گئی۔

زاویار پر اس کی باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہ صرف مسکرا کر رہ گیا، جیسے اسے اس کی ناراضگی کی پرواہ ہی نہ ہو۔ پھر فون بجا، زاویار نے ایک نظر فون کی اسکرین پر ڈالی۔

"ماہا..."

زاویار کچھ لمحے یوں ہی اسکرین کو دیکھتا رہا، پھر جیسے کسی گہری سوچ میں پڑ گیا۔ بالآخر اس نے کال اٹینڈ کر لی۔ "زاویار!" دوسری طرف سے ماہا کی پرجوش آواز آئی۔

"ہاں؟" زاویار نے مختصر سا جواب دیا۔

"میں کل ہی اٹلی پہنچی ہوں پاکستان سے... تم نے کہا تھا کہ جب اٹلی آؤں تو تم سے ملوں؟" وہ جیسے بے تابی سے بول رہی تھی۔

"ہاں..." زاویار نے سرد لہجے میں کہا، "لیکن ابھی نہیں، جب کہوں گا تب..."

اسی لمحے حالہ دوبارہ کمرے میں داخل ہوئی۔

"اف، میرا بیگ کہاں چلا گیا ہے؟" وہ الجھن میں تھی، کمرے میں ہر طرف دیکھ رہی تھی۔

زاویار نے پلٹ کر اسے دیکھا، جو لاپروائی سے اپنا بیگ تلاش کر رہی تھی۔

"تم نے میرا بیگ دیکھا ہے؟" وہ ایک نظر زاویار کو دیکھ کر بولی۔

زاویار نے ایک لمحے کے لیے اسے دیکھا، پھر سر نفی میں ہلا دیا۔

"اف! کہاں چلا گیا؟" حالہ نے کمبل ہٹایا، بیڈ کے ارد گرد نظریں دوڑائیں، مگر بیگ کہیں نظر نہیں آیا۔

زاویار کی نظر اچانک بیڈ کے دوسری طرف زمین پر پڑی، جہاں بیگ گرا ہوا تھا۔

"وہاں..." اس نے سرسری سا اشارہ کیا۔

حالہ نے آنکھوں سے اشارہ کیا، جیسے کہے رہی ہو "کہاں؟"

زاویار نے بے نیازی سے آنکھوں کے اشارے سے بیڈ کی دوسری طرف اشارہ کر دیا۔

حالہ فوراً بھاگ کر گئی اور بیگ اٹھایا۔

"اچھا، ماہا..." زاویار نے نام لیا ہی تھا کہ حالہ کے ہاتھ بیگ کے ساتھ وہیں رک گئے۔ جیسے وقت تھم گیا ہو۔ زاویار کی نظریں بھی حالہ پر تھیں، جیسے وہ جان بوجھ کر اس کا ردعمل دیکھنا چاہتا تھا۔ کمرے میں ایک پل کے لیے وقت رک سا گیا تھا۔ زاویار کی آواز جیسے ہی گونجی، حالہ کے ہاتھ میں پکڑا بیگ جھولتا رہ گیا۔ انگلیاں گرفت برقرار رکھنے میں ناکام ہو گئیں۔ وہ جھک کر بیگ اٹھا تو رہی تھی، مگر ایسا لگ رہا تھا جیسے جسم حرکت کر رہا ہو اور روح کہیں درمیان میں تھم گئی ہو۔

زاویار نے "ماہا" کا نام لیا تھا۔ اور یہ نام حالہ کے کانوں میں کسی تیز دھار خنجر کی طرح اترا تھا۔ اس نے پلٹ کر زاویار کو نہیں دیکھا، مگر محسوس کر سکتی تھی کہ وہ اسے ہی دیکھ رہا ہے۔ وہ کوئی عام نظروں سے نہیں دیکھ رہا تھا، وہ

جان بوجھ کر دیکھ رہا تھا، جیسے اس کا ردِ عمل جانچنا چاہتا ہو، جیسے اس کے اندر جھانک کر یہ دیکھنا چاہتا ہو کہ کہیں کوئی چوٹ لگی یا نہیں۔

"میں تم سے بعد میں بات کرتا ہوں۔۔۔ بلکہ ملتا ہوں۔۔" وہ ہلکا سا مسکراتے ہوئے کہتا ہے۔

حالہ نے آہستہ آہستہ بیگ اٹھایا، مگر اس کی نظریں دیوار پر جم چکی تھیں۔ جیسے اس کے آگے کچھ ہو ہی نہ، جیسے دنیا دھندلا گئی ہو۔ دل کی دھڑکنیں اچانک تیز ہو گئی تھیں، سانس سینے میں اٹک رہی تھی۔

"ماہا..."

یہ نام اس کے اندر کسی چنگاری کی طرح جاگ اٹھا تھا۔ "تو کیا... وہ واقعی اس کے لیے اہم تھی؟" یہ سوچ جیسے ہی ذہن میں آئی، اس کے اندر کسی چیز نے چیخ کر کہا "نہیں!" مگر حقیقت یہ تھی کہ زاویار کے ہونٹوں سے نکلنے

والا وہ ایک لفظ اس کے اندر کہرام مچا گیا تھا۔ زاویار نے فون بند کر کے بے نیازی سے جیب میں ڈال لیا۔ اس کی نظروں میں نہ کوئی تاثر تھا، نہ کسی جذبات کی جھلک، جیسے کچھ کہا ہی نہ ہو، جیسے کسی کو کچھ محسوس ہو یا نہ ہو، اسے کوئی فرق نہ پڑتا ہو۔

وہ اپنی مخصوص سردی سے بھری آواز میں بولا، "چلو..."

حالہ نے گہرا سانس لیا۔ کچھ لمحے گزرے، مگر اس کے پیروں میں جیسے جان ہی نہ رہی ہو۔ اس کے دل میں کچھ زور سے چٹخا تھا۔ ایک بار، پھر دوسری بار، اور پھر جیسے پورا وجود اندر سے ریزہ ریزہ ہونے لگا۔ "چلو جلدی۔۔۔" زاویار کا دوبارہ کہنا تھا، اور وہ مڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ حالہ کی سانسیں بے ترتیب ہو رہی تھیں۔ اس نے ایک بار پھر آنکھیں بند کیں، مگر وہ ایک لفظ "ماہا" اس کے کانوں میں گونجتا رہا۔

"ماہا... جو اس کے مقابلے میں شاید زیادہ قریب تھی، زیادہ عزیز، زیادہ اہم..."

اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ چیخے، غصہ کرے، کچھ تو کہے، مگر وہ خاموش رہی۔ آنکھوں میں ایک چبھن تھی، مگر وہ آنسو بہنے نہیں دینا چاہتی تھی۔

زاویار نے دروازہ کھولا اور باہر نکلنے لگا۔

حالہ نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی، مگر دل جیسے کسی شدید درد کے بوجھ تلے دبتا جا رہا تھا۔

"وہ ہمیشہ خود کو لاتعلق ظاہر کرتا ہے، جیسے اسے فرق ہی نہیں پڑتا... مگر کیا واقعی فرق نہیں پڑتا؟ یا وہ بس دیکھنا چاہتا ہے کہ مجھے فرق پڑتا ہے یا نہیں؟"

اور اسی احساس کے ساتھ، وہ بھی جلدی سے اس کے پیچھے بھاگتی ہوئی باہر نکل آئی۔

حالہ تیز قدم اٹھاتی اس کے برابر آکر رک گئی۔ "کیا تمہیں کوئی پرواہ نہیں ہے؟" اس کے لب کپکپا گئے تھے، مگر آواز میں لرزش دبانے کی پوری کوشش کی۔

زاویار نے ایک لمحے کے لیے گردن موڑ کر اسے دیکھا، پھر بنا کسی تاثر کے آگے بڑھنے لگا۔

"کس چیز کی؟"

حالہ کا دل جیسے کسی نے زور سے مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔

"یہ سب ایسے کہہ دینا، ایسے کرنا... تمہیں اندازہ بھی ہے کہ اس کا مطلب کیا ہے؟"

زاویار نے قدم روکے، ایک گہری سانس لی، جیسے یہ گفتگو اسے فضول لگ رہی ہو، پھر آخرکار بے نیازی سے بولا، "ماہا آئی ہے، اس سے ملنا ہے۔ بس۔ اس میں اتنا سوچنے والی کیا بات ہے؟"

حالہ کی آنکھوں میں چبھن سی ہوئی۔

"تم نے یہ جان بوجھ کر کہا، نا؟" اس نے دانت بھینچتے ہوئے کہا۔

زاویار نے ہلکا سا سر جھٹکا۔

"کیا کہا؟"

"ماہا کا نام۔" حالہ کی آواز میں واضح تلخی تھی، "تمہیں پتا تھا، یہ سن کر میں رک جاؤں گی، میرے قدم جم جائیں گے، میرا دل تڑپے گا۔ تم نے یہ جان بوجھ کر کہا، بس میرا ردِ عمل دیکھنے کے لیے، ہے نا؟"

زاویار کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی، مگر وہ زیادہ دیر نہ ٹھہری۔

"تمہیں لگتا ہے میں اتنا فارغ ہوں کہ تمہارا ردِ عمل جاننے کے لیے بلاوجہ کسی کا نام لوں گا؟"

"تمہارے لیے شاید یہ سب بلاوجہ ہو، مگر میرے لیے نہیں، زاویار!"

حالہ کا ضبط جواب دینے لگا تھا، مگر وہ خود کو کمزور ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

زاویار نے ایک لمحے کو اس کے چہرے کو غور سے دیکھا، جیسے کچھ جاننے کی کوشش کر رہا ہو، مگر پھر کندھے اچکا دیے۔

"اگر کوئی مسئلہ ہے تو صاف کہو، حالہ۔" وہ بے نیازی سے بولا، "صاف کہو کہ میں نہ جاؤں، کہ میں ماہا سے نہ ملوں۔"

حالہ کی پلکیں لرز گئیں۔

"کیا تم یہ سننا چاہتے ہو؟" وہ زخمی آواز میں بولی، "کہ میں تمہیں روک لوں؟ تم سے کہوں کہ نہ جاؤ؟۔۔۔"

زاویار نے نظریں اس پر گاڑ دیں، جیسے کسی جواب کا انتظار کر رہا ہو۔

مگر حالہ جانتی تھی، اگر اس نے آج ایک لفظ بھی کہا، اگر اس نے خود کو کمزور کر دیا، تو وہ ہمیشہ کے لیے ہار جائے گی۔ "مت جاؤ" وہ بمشکل اتنا کہہ پائی۔

زاویار نے ایک نظر اس کی آنکھوں میں دیکھا، جو بے حد خالی لگ رہی تھیں، پھر وہ سر جھٹک کر آگے بڑھ گیا حالہ وہیں کھڑی رہی، اس کی پشت کو دیکھتی رہی، دل کے اندر کچھ بری طرح ٹوٹ کر بکھرتا رہا۔ فرق نہیں پڑنا چاہیے؟ مگر فرق تو پڑتا ہے، زاویار... بہت زیادہ... حالہ ابھی بھی وہیں کھڑی تھی، زاویار کی پشت پر نظریں جمائے، جیسے اس کے قدموں کو روکنا چاہتی ہو، مگر لفظ اس کے لبوں تک آ کر بھی رک گئے تھے۔

زاویار نے کچھ قدم چلنے کے بعد رک کر ایک گہری سانس لی اور سر جھٹک کر پیچھے مڑا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے، حالہ؟" وہ ہلکا سا ہنسا، مگر اس ہنسی میں وہی زہر تھا جو ہمیشہ اس کے لہجے میں ہوتا تھا۔ "تم اگر مجھے روکنے کو کہو گی، تو میں رک جاؤں گا؟"

حالہ کی آنکھوں میں ایک پل کے لیے ایک شدید چبھن اتر آئی۔

زاویار نے دونوں ہاتھ جیب میں ڈالے، پھر ایک قدم اس کی طرف بڑھایا، جیسے وہ محض ایک کھیل کھیل رہا ہو، جیسے یہ سب محض ایک مذاق ہو۔

"واقعی... تمہیں لگتا ہے کہ تمہارے کہنے سے میں رک جاؤں گا؟" اس نے سر کو ذرا سا جھکا کر کہا، اس کی آنکھوں میں وہی طنزیہ چمک تھی، جو حالہ

کو ہمیشہ اندر تک توڑ دیتی تھی۔ حالہ نے بمشکل اپنی سانس قابو میں رکھی، مگر اس کے اندر جیسے ایک طوفان اٹھنے لگا تھا۔

"تم..." اس کے لب کپکپائے "تم جان بوجھ کر ایسا کرتے ہو، نا؟"

زاویار کے لبوں پر مسکراہٹ گہری ہوئی، وہ ایک بار پھر ہنسا، جیسے حالہ کی یہ بات مضحکہ خیز ہو۔

"میں جان بوجھ کر کرتا ہوں؟ واقعی؟" وہ سر جھٹکتے ہوئے سیدھا کھڑا ہو گیا۔ "حالہ، تم خود ہی سوچو، تمہارے روکنے یا نہ روکنے سے میرے فیصلے کب بدلے ہیں؟ کب میں نے کسی کے کہنے پر کچھ کیا ہے؟"

حالہ کی آنکھوں میں چبھن مزید بڑھ گئی، اس کا دل جیسے اور زیادہ ٹوٹنے لگا۔

"مجھے پتا تھا تم یہی کہو گے،" اس نے آہستہ مگر شدید لہجے میں کہا، "کیونکہ تمہارے لیے کسی کار کنے کے لیے کہنا معنی نہیں رکھتا... کسی کا احساس، کسی کا درد، تمہارے لیے کچھ نہیں ہے، زاویار۔"

زاویار نے ایک لمحے کو اسے دیکھا، پھر وہی بے نیازی سے ہنسا اور آگے بڑھنے لگا۔

"شکر ہے، تمہیں کم از کم یہ تو سمجھ آیا۔" حالہ کی آنکھیں بے یقینی سے پھیل گئیں۔

"تم واقعی اتنے بے حس ہو...؟" وہ خود سے سوال کر رہی تھی، یا زاویار سے، اسے خود بھی سمجھ نہیں آیا۔ مگر زاویار نے کوئی جواب دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی، وہ اپنی مخصوص لاپروائی سے چلتا رہا، جیسے اس نے جو کچھ کہا، اس کے بعد مزید کچھ بھی کہنا غیر ضروری ہو۔ حالہ نے اپنی

آنکھیں سختی سے بند کیں، اپنے اندر کی اس شدید ٹوٹ پھوٹ کو چھپانے کی آخری کوشش کی، مگر وہ جانتی تھی... زاویار کو کبھی فرق نہیں پڑا تھا... اور نہ کبھی پڑے گا۔ زاویار کے لبوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ ابھری۔ وہ چند قدم چلنے کے بعد رکا، جیسے کچھ یاد آگیا ہو۔ پھر آہستہ سے گردن موڑ کر حالہ کو دیکھا، جو ابھی بھی اپنی جگہ جمی ہوئی تھی، آنکھوں میں بے یقینی لیے۔ "حالہ..." وہ طنزیہ لہجے میں بولا، "تمہیں کیا ہو رہا ہے؟" حالہ نے کوئی جواب نہیں دیا، مگر اس کی انگلیاں بیگ کے اسٹریپ کو سختی سے جکڑنے لگیں۔ زاویار نے قدم اس کی طرف بڑھایا، اس کے چہرے پر وہی چبھتی ہوئی مسکراہٹ تھی، جو ہمیشہ حالہ کو اندر سے زخمی کر دیتی تھی۔

"یہ جو تمہاری آنکھوں میں اتنی بے چینی ہے... یہ کیا ہے؟" وہ سر جھکائے، دھیرے سے بولا، جیسے وہ کسی راز کو جاننا چاہتا ہو۔ "کہیں... ماہا کے نام سے جیلسی تو نہیں ہو رہی؟"

حالہ نے فوراً اپنی نظریں اٹھا کر اسے گھورا، جیسے وہ اس کا مذاق اڑا رہا ہو۔

"کیا بکواس کر رہے ہو تم؟" وہ فوراً بولی، مگر زاویار کو اس کی گھبراہٹ مزید مزہ دے رہی تھی۔

"بکواس؟" وہ ہنسا، ایک قدم مزید قریب آیا۔ "ارے... حالہ، تم تو مجھ سے شدید نفرت کرتی تھی، ہے نا؟ تو پھر یہ سب کیا ہے؟ تمہیں کیا فرق پڑتا ہے کہ میں کس سے بات کر رہا ہوں؟ کس سے ملنے جا رہا ہوں؟"

حالہ کی آنکھیں جیسے ایک پل کے لیے خالی ہو گئیں۔ اس کے لب کانپے، مگر کوئی لفظ نہ نکلا۔

فرق...؟

یہ سوال جیسے اس کے دل پر تیز دھار چھری کی طرح لگا تھا۔

"تمہیں فرق نہیں پڑنا چاہیے نا، حالہ؟" زاویار نے مزید زہر اگلا "یا پھر تمہاری نفرت صرف زبانی تھی؟ اندر کہیں تمہیں واقعی... فرق پڑتا ہے؟"

حالہ نے زور سے آنکھیں بند کیں، جیسے وہ خود کو قابو میں رکھنا چاہتی ہو۔ مگر اس کے اندر کچھ ٹوٹ رہا تھا، بکھر رہا تھا۔

"مجھے فرق نہیں پڑتا!" وہ سختی سے بولی، جیسے خود کو یقین دلانے کی کوشش کر رہی ہو۔

زاویار نے ایک خشک ہنسی میں سر جھٹکا، اس کے چہرے پر واضح جیت کے آثار تھے۔

"اچھا؟ واقعی؟" وہ مزے سے بولا، "تو پھر تم اب بھی یہاں کیوں کھڑی ہو؟ کیوں میرا راستہ دیکھ رہی ہو؟"

حالہ کا سانس جیسے رک گیا۔ وہ چند لمحے ساکت کھڑی رہی، پھر ایک جھٹکے سے آگے چلی گئی، جیسے وہ مزید ایک لمحہ بھی اس کے سامنے کھڑی نہیں رہ سکتی تھی۔

زاویار نے بس ایک پل کو اس کی پشت دیکھی، پھر کندھے اچکا کر آگے بڑھ گیا۔ اس کے لبوں پر ابھی بھی وہی طنزیہ مسکراہٹ تھی، جیسے وہ ایک اور بازی جیت چکا ہو۔

☆☆☆✦☆☆☆

شاہمیر گھر کے دروازے سے باہر نکلا تو سامنے اس کی گاڑی کھڑی تھی۔ وہ دھیرے دھیرے قدم بڑھاتا ہوا گاڑی کے قریب آیا۔ دو دن بعد اسے لندن جانا تھا، مگر حقیقت میں، اسے کچھ دن پہلے ہی روانہ ہونا تھا۔ بس کسی ضروری کام کی وجہ سے اس نے اپنی روانگی میں تاخیر کر دی تھی۔ وہ گہری سوچ میں تھا، پھر جیسے ہی قدم آگے بڑھا اور گاڑی کا دروازہ کھولنے لگا، اسے محسوس ہوا کہ کوئی اس کے قریب آ رہا ہے۔ اس نے نظریں اٹھائیں۔ ایک لڑکی تیز قدموں سے اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔

شاہمیر نے آنکھیں سکیڑ کر دیکھا، چہرہ اجنبی تھا، مگر کچھ پہچانا ہوا سا لگا۔ شاید کہیں دیکھا تھا... یا شاید کسی کی شباہت تھی... ہاں، آنکھیں... بالکل حالہ جیسی۔

لڑکی قریب آکر رکی۔ سانس جیسے کسی دباؤ میں تھی، آنکھوں میں الجھن تھی، اور ہونٹ سختی سے بھینچے ہوئے تھے۔

"میں مریم ہوں..." وہ دھیرے سے بولی، مگر آواز میں لرزش تھی۔

شاہمیر نے ایک پل کو مزید غور کیا، مگر پھر بھی نام اس کے ذہن میں نہ آیا۔

"حالہ کی بہن..." مریم نے جیسے خود ہی وضاحت دے دی۔

"اوہ..." شاہمیر کے لبوں سے بے اختیار نکلا، جیسے وہ اب سمجھا ہو۔

مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ پوچھتا، مریم نے سیدھے مدعے پر آتے ہوئے کہا، "مجھے تم سے ایک بات کرنی ہے۔"

شاہمیر کی بھنویں سکڑیں، اس نے کچھ حیرت سے مریم کو دیکھا۔

"کرو..." وہ مختصر بولا۔

"یہاں نہیں...اندر بیٹھ کر۔"

شاہمیر نے گہرا سانس لیا۔ وہ مریم کے چہرے پر چھپے اضطراب کو محسوس کر سکتا تھا۔ کچھ تو ایسا تھا جو اسے بے چین کر رہا تھا۔ چند لمحوں تک خاموشی رہی، پھر اس نے سر جھکا کر گھر کی طرف اشارہ کیا۔

"آ جاؤ اندر..."

مریم تیزی سے اس کے پیچھے اندر چلی آئی۔ ڈرائنگ روم کی خاموش فضا میں صرف گھڑی کی ٹک ٹک سنائی دے رہی تھی۔ مریم صوفے پر بیٹھی تھی، اور اس کی آنکھیں مسلسل فرش پر جمی ہوئی تھیں۔ شاہمیر اس کے سامنے بیٹھا، اس کا چہرہ بغور دیکھ رہا تھا۔

"ہاں، مریم، بولو... کیا ہوا؟"

مریم نے سر اٹھایا۔ آنکھیں سرخ تھیں، نمی ان کی چمک کو مدھم کر رہی تھی۔ شاہمیر کی پیشانی پر شکنیں ابھریں۔ "تم رو رہی ہو؟" وہ سنجیدگی سے بولا۔ مریم نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"کیا ہوا؟" وہ آگے جھکا "مریم، صاف بات کرو، میں کچھ سمجھ نہیں پا رہا۔"

مریم کی سانس اٹکنے لگی، پھر جیسے ضبط ختم ہو گیا۔

"تم تو ایسے بول رہے ہو جیسے تمہیں کچھ بھی نہیں پتا... جو تم لوگوں نے میری بہن کے ساتھ کیا ہے!" شاہمیر ایک دم سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"کیا؟" اس کی آواز میں حیرت تھی، "کیا مطلب؟" مریم نے اپنی انگلیاں سختی سے جکڑلیں، جیسے غصہ اور دکھ دونوں اس پر حملہ کر رہے ہوں۔

"تم... تم لوگوں نے میری بہن کے ساتھ ٹھیک نہیں کیا!" اس کے الفاظ

ٹوٹے ٹوٹے نکلے، اور ایک آنسو اس کی آنکھ سے گر گیا۔ شاہمیر الجھن میں پڑ گیا۔

"مریم، کھل کر بات کرو، میں کچھ نہیں سمجھ رہا!" وہ اب واقعی پریشان ہو چکا تھا۔

کچھ دیر بعد، مریم نے سب کچھ کہنا شروع کیا، اور جوں جوں الفاظ نکلتے گئے، شاہمیر کا چہرہ سپاٹ ہوتا گیا۔ وہ بے حس نہیں تھا، بس سن کر اتنا سن ہو چکا تھا کہ کوئی تاثر نہیں دے پایا۔ مریم کی آواز تیز ہوتی جا رہی تھی

"مجھے اپنی بہن واپس چاہیے... مجھے کچھ نہیں پتا، مجھے حالہ واپس چاہیے!" وہ زور سے بولی، آنسو اس کے گالوں پر بہہ رہے تھے۔

شاہمیر نے اپنی جگہ پر جمے جمے اسے دیکھا۔

"مریم، یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ مجھے تو اس سب کے بارے میں کچھ پتا ہی نہیں تھا..."

"مگر تمہارے بھائی کو تو پتا تھا نا؟ وہ تو پہلے سے ہی حالہ سے نفرت کرتا تھا! اور پھر تمہارے ماں باپ آئے، میرے ماں باپ کو پیسوں کا لالچ دیا، اور ہماری حالہ کو ہم سے ہمیشہ کے لیے چھین لیا!۔۔۔یہ سب تمہارے بھائی نے کیا ہے اس نے ضرور حالہ سے بدلہ لیا ہے ہم سے اسے دور کر کے۔۔۔ جبھی کہوں کے وہ جس لڑکی کو پسند نہیں کرتا اس سے شادی کے لیے کیسے راضی ہو سکتا ہے؟" شاہمیر کا دل جیسے دھڑکنا بھول گیا۔

"زاویار؟" اس نے سرگوشی میں دہرایا، "اس نے...بدلے کے لیے؟"

مریم نے زور سے سر ہلایا۔

"ہاں! تمہارے بھائی نے بدلہ لینے کے لیے یہ سب کیا!"

شاہمیر کی آنکھیں ایک لمحے کو بند ہوئیں، جیسے اس کے دماغ میں سب کچھ گھومنے لگا ہو۔

"اسی لیے میں کہہ رہی ہوں، مجھے میری بہن واپس چاہیے! تم اپنے بھائی سے کہو کہ بس کر دے! کہو کہ میری بہن کو آزاد کر دے!" مریم کی آواز کانپ رہی تھی۔

شاہمیر نے ایک پل کو نظریں پھیر لیں۔ اسے اب بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔

"زاویار...؟ وہ کیسے..."

پھر جیسے اس کا دماغ جھٹکا کھا کر حقیقت کی طرف آیا۔

"تبھی کہوں، زاویار نے اتنی جلدی حالہ سے شادی کیسے کر لی؟ یعنی کہ..."

"ہاں!" مریم نے اس کی بات پوری کی، "تمہارے بھائی نے سب کچھ پہلے سے طے کیا ہوا تھا!"

شاہمیر کی انگلیاں آپس میں جڑ گئیں، ماتھے پر بل گہرے ہو گئے۔

"مریم، میں نے واقعی آج پہلی بار یہ سب سنا ہے..."

"جو بھی ہو، مجھے میری بہن واپس چاہیے!" وہ رو دی۔

"اپنے بھائی سے کہو کہ میری بہن مجھے دے دے! اسے کہو کہ بس کر دے بدلے لینا! وہ حالہ کی زندگی برباد نہ کرے!" شاہمیر نے نظریں جھکا لیں، جیسے وہ خود کسی گہری سوچ میں گم ہو چکا ہو۔ اور یہ وہ لمحہ تھا جب دونوں زاویار کو غلط سمجھ رہے تھے...

☆☆☆✦☆☆☆

افس کی فضا خاموش اور سنجیدہ تھی۔ زاویار اپنے کیبن میں بیٹھا کام کر رہا تھا، اس کی انگلیاں لیپ ٹاپ کے کی بورڈ پر چل رہی تھیں، اور نگاہیں اسکرین پر جمی ہوئی تھیں۔ دوسری طرف، حالہ اپنے کیبن میں تھی، مگر اس کا ذہن جیسے بھٹک رہا تھا۔

فائلز، ڈاکیومنٹس، اور اسکرین پر بھری ہوئی اٹالین زبان میں لکھی ہوئی تفصیلات... سب کچھ اسے الجھا رہا تھا۔ وہ پریشانی میں کچھ دیر فائلز کو دیکھتی رہی، مگر کچھ سمجھ

نہ آیا۔ آخرکار، جھنجھلا کر اپنی کرسی سے اٹھی اور تیز قدموں سے زاویار کے کیبن کی طرف بڑھ گئی۔ بغیر اجازت لیے اس نے زور سے دروازہ کھولا۔

زاویار نے چونک کر نظریں اٹھائیں، مگر کچھ کہا نہیں، بس اس پر ایک نظر ڈالی اور دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ "مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا!" حالہ نے غصے سے کہا۔

زاویار نے بے نیازی سے کندھے اچکائے۔ "ہاں تو جب کہا تھا کہ سمجھا دوں، تب تمہیں اداکاری آرہی تھی کہ تمہیں سمجھنا ہی نہیں۔ اب میں کیا کروں؟"

حالہ نے دانت پیسے، "اس وقت میں غصے میں تھی، تو کہہ دیا کہ مجھے نہیں سمجھنا... مگر اب سمجھاؤ!"

"جاؤ، اب میں نہیں سمجھا رہا، خود سمجھو۔" زاویار نے سپاٹ انداز میں کہا اور دوبارہ اپنی اسکرین کی طرف متوجہ ہو گیا۔

حالہ کی جھنجھلاہٹ اور بڑھ گئی۔ "ایک تو ہر چیز اٹالین میں لکھی ہے! مجھے کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا!"

زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی، پھر ہلکا سا طنزیہ مسکرایا۔ "جب کہا تھا کہ سمجھا دوں تو تمہیں نہیں سمجھنا تھا..."

"ہاں تو اُس وقت غصے میں تھی میں! تم نے راستے میں جو باتیں کہی تھیں، اس کی وجہ سے!" حالہ نے بے اختیار جواب دیا۔

زاویار نے کرسی سے ٹیک لگائی اور گہرا سانس لیا۔ "ہاں تو اب بیٹھو، ایسے ہی کام کرو۔"

"کیا کروں؟ زاویار، سمجھاؤ مجھے!" وہ تقریباً بے بسی سے بولی۔

زاویار نے آنکھیں موند کر ہلکی سی سانس اندر کھینچی جیسے اپنے ہی صبر کو آزماتے ہوئے۔ "اُف، اچھا... بیٹھو، سمجھاتا ہوں۔ لیکن ایک بار ہی سمجھاؤں گا، بار بار نہیں۔"

"ہاں، سمجھاؤ!" حالہ نے فوراً کرسی کھینچی اور زاویار کے سامنے بیٹھ گئی، جیسے موقع ہاتھ سے جانے نہ دے۔

زاویار نے لیپ ٹاپ کا رخ حالہ کی طرف موڑا اور سافٹ ویئر پر ایک ماڈل کھول دیا۔ اسکرین پر مختلف بلڈنگ اسٹرکچرز، انٹیریئر ڈیزائنز، اور تکنیکی خاکے نظر آرہے تھے۔

"یہ والا پروجیکٹ دیکھ رہی ہو؟ یہ ہمارا کرنٹ پروجیکٹ ہے، یہاں ہر ایک ڈیٹیل پر کام کرنا ہوگا۔" وہ سکون سے بولا۔

حالہ نے اسکرین پر نظر ڈالی، اسے سمجھ تو آ رہی تھی، مگر یہ اس کے لیے بالکل نیا چیلنج تھا۔ پہلے وہ بس رپورٹس اور پریزنٹیشنز تک محدود تھی، اب اصل تکنیکی کام اس کے ذمے تھا۔ "یہاں فریم ورک کا اسٹرکچر کمپلیٹ ہے، مگر انٹیریئر میں کچھ ایڈجسٹمنٹس کرنی ہیں۔ اس میں یہ کلر کوڈڈ سیکشن دیکھ رہی ہو؟" زاویار نے ایک نیلی لکیر پر اشارہ کیا۔

حالہ نے سر ہلایا، "ہاں، مگر یہ اتنے زاویے کیوں دیے گئے ہیں؟ میں نے اس سے پہلے اس طرح کے اسٹرکچرز پر کام نہیں کیا تھا، صرف رپورٹس بناتی تھی، ان کے پیچھے جو اصل اسٹرکچرل کیلکولیشنز ہوتی ہیں وہ میرے ذمے نہیں تھیں۔"

زاویار نے آہستہ سے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی، "بالکل، اسی لیے تو تمہیں یہاں بیٹھا کر سمجھا رہا ہوں۔ ہر زاویہ، ہر پیمائش اہم ہے۔ ایک چھوٹا

سا فرق بھی پورے ماڈل کو غیر متوازن کر سکتا ہے۔ یہاں، یہ جو 45 ڈگری پر بیم دی گئی ہے، یہ پوری بلڈنگ کی سپورٹ کے لیے ہے۔"

حالہ نے غور سے اسکرین کو دیکھا اور کچھ سوچتے ہوئے بولی، "ٹھیک ہے، تو مجھے پہلے اس ماڈل کو سمجھنا ہوگا، پھر میں ایڈجسٹمنٹس کر سکتی ہوں؟"

"بالکل۔ لیکن اگر کوئی چیز غلط ایڈجسٹ کی تو پورا ڈھانچہ خراب ہو سکتا ہے، اس لیے ہر مومنٹ احتیاط سے کرنی ہے۔" زاویار نے جتایا۔

حالہ نے گہری سانس لی، "اچھا، تو کہاں سے شروع کروں؟"

"سب سے پہلے، جو فائل میں نے کھولی ہے، اسے دیکھو اور سمجھو کہ ہر سیکشن میں کیا کیا تبدیلیاں کرنی ہیں۔ پھر میں بتاؤں گا کہ آگے کیسے کام کرنا ہے۔"

حالہ نے لیپ ٹاپ کی طرف دیکھا اور آہستہ سے سر ہلایا، "ٹھیک ہے، دیکھتی ہوں۔" مگر وہ جانتی تھی، یہ کام اتنا آسان نہیں ہونے والا تھا۔

حالہ نے کچھ دیر اسکرین پر نظریں جما کر سمجھنے کی کوشش کی، مگر جتنی زیادہ دیکھتی، اتنی ہی الجھتی جا رہی تھی۔ آخر کار، جھنجھلا کر زاویار کی طرف دیکھنے لگی۔

"مجھے دوبارہ سمجھاؤ!" وہ روٹھے ہوئے لہجے میں بولی۔

زاویار نے ایک گہری سانس لی، جیسے خود کو صبر کا درس دے رہا ہو، اور آستینیں تھوڑی اور اوپر چڑھالیں۔ "حالہ، میں نے ابھی سمجھایا ہے۔ اب بار بار تو نہیں۔۔۔"

"زاویار!" حالہ نے فوراً بات کاٹی، "اگر تمہیں مجھ سے کام لینا ہے تو تمہیں مجھے صبر سے سمجھانا ہوگا!" زاویار نے کچھ لمحے اسے دیکھا، پھر آہستہ سے سر ہلا دیا۔ "اچھا ٹھیک ہے، پھر سے دیکھو۔"

وہ تھوڑا جھک کر اسکرین کی طرف متوجہ ہوا، اس کے ہاتھ کی انگلیاں کی بورڈ پر حرکت کر رہی تھیں، اور حالہ۔۔۔ وہ اسکرین پر کم، زاویار پر زیادہ نظریں جما رہی تھی۔

وہ جس انداز میں بات کر رہا تھا، جس طرح اس کی آستینوں سے جھلکتے کلائیوں کے پٹھے حرکت کر رہے تھے، وہ سب حالہ کی توجہ کھینچ رہا تھا۔

"یہ دیکھو، یہ جو اسٹرکچرل سپورٹ ہے، اس میں اگر ہم یہ ایڈجسٹ کریں تو۔۔۔" زاویار بول رہا تھا، مگر حالہ کی سوچ کہیں اور تھی۔

وہ اپنے ہاتھ میں پین تھامے نوٹس لینے بیٹھی تھی، مگر اس کی نظریں مسلسل زاویار پر جمی تھیں۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی ہر حرکت کو محفوظ کر رہی تھی، جیسے کوئی حساس لمحہ ہو جو کہیں کھو نہ جائے۔

زاویار کی آنکھوں میں ایک عجیب سنجیدگی تھی، ایسی گہری کہ حالہ کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ دنیا سے بے نیاز ہو کر کسی اور ہی جہان میں موجود ہو۔ اس کی بھوری آنکھیں، جو کبھی کبھی روشنی کے زاویے سے مزید گہری لگنے لگتی تھیں، لمحہ بہ لمحہ لیپ ٹاپ کی اسکرین پر حرکت کر رہی تھیں۔

وہ ایک ہاتھ سے لیپ ٹاپ پر کچھ ٹائپ کر رہا تھا، تو دوسرا ہاتھ میز پر دھرا تھا، جیسے ہر چیز پر اس کی مکمل گرفت ہو۔ اس کی آستینیں کہنیوں تک چڑھی ہوئی تھیں، اور کلائی پر بندھی گھڑی کی دھات روشنی میں ہلکی سی

چمک رہی تھی۔اس کی انگلیاں تیزی سے کی بورڈ پر چل رہی تھیں، جیسے ذہن میں آنے والا ہر خیال فوراً لفظوں میں ڈھل رہا ہو۔

حالہ نے بے اختیار اس کی ٹھوڑی کے نیچے ابھری ہلکی سی داڑھی کو دیکھا، جو اسے مزید پرکشش بنا رہی تھی۔اس کے لبوں پر ایک مدھم سنجیدہ تاثر تھا، جیسے وہ کسی اہم موضوع پر گہری سوچ میں گم ہو۔

"کچھ پوچھنا ہے؟" زاویار کی گہری آواز نے حالہ کو چونکا دیا۔

وہ جلدی سے نظر جھکا کر نوٹس پر واپس آئی، مگر دل کی دھڑکن بے ترتیب ہو چکی تھی۔

"حالہ؟" زاویار نے اچانک سوال کیا، اور وہ چونک گئی۔

"ہاں؟" وہ فوراً سیدھی ہو کر بیٹھی، جیسے واقعی کچھ لکھ رہی ہو۔

زاویار نے ہلکی سی مسکراہٹ دبائی، "تم کچھ لکھ بھی رہی ہو یا بس مجھے گھور رہی ہو؟"

حالہ کا چہرہ سرخ ہو گیا، وہ جلدی سے نوٹ بک میں کچھ لکھنے لگی،

"میں۔۔۔ میں نوٹس لے رہی ہوں!"

زاویار نے ہنکارا بھرا، "اچھا؟ پھر جو میں نے ابھی بولا، وہ دہراؤ۔"

حالہ نے گھبرا کر نوٹ بک دیکھی، جہاں بے ربط لکیریں اور چند بے ترتیب الفاظ درج تھے۔ وہ ایک پل کے لیے خاموش رہی، پھر سر اٹھا کر زاویار کو دیکھا، جواب مکمل طور پر مسکراتے ہوئے اسے گھور رہا تھا۔

"اچھا۔۔۔ ایک بار پھر سے سمجھا دو؟" حالہ نے معصومیت سے کہا۔

"ابھی تو کہہ رہی تھی کہ تم نوٹس لے رہی ہو؟"

"اب لے رہی ہوں نا! جلدی سے سمجھادو، میں لکھ رہی ہوں۔" حالہ نے فوراً پین مضبوطی سے تھاما۔ زاویار نے ایک نظر اس کی جھوٹی سنجیدگی پر ڈالی، پھر سر جھٹک کر دوبارہ اسکرین کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "اچھا، چلو پھر سے شروع کرتے ہیں، اب کی بار دھیان دینا۔" اور حالہ نے واقعی دھیان دیا۔۔۔ مگر کام پر کم، اور زاویار کی ہلکی سی مسکراہٹ پر زیادہ۔

حالہ نے کافی کوشش کی کہ زاویار کی باتوں پر دھیان دے، مگر جیسے ہی وہ سمجھانے کے لیے آگے جھکا، اس کی گہری نظریں اسکرین پر جمی ہوئی، وہ پھر سے الجھ گئی۔

"مجھے پھر سے سمجھاؤ۔" وہ دھیرے سے بولی، جیسے اعتراف کر رہی ہو کہ اب بھی سمجھ نہیں آئی۔ زاویار نے اپنی کرسی سے پشت لگائی، ایک لمحے

کے لیے خاموش رہا، پھر گہری سانس لی۔ "حالہ، اگر تم سنجیدگی سے سیکھنا نہیں چاہتی، تو وقت ضائع مت کرو، میرے پاس اور بھی کام ہیں۔"

وہ جتنا سنجیدہ ہوتا جا رہا تھا، حالہ کو اتنی ہی بے چینی ہونے لگی۔

"میں واقعی سمجھنا چاہتی ہوں،" وہ فوراً بولی، "لیکن تم جس انداز میں بتا رہے ہو، وہ مجھے اتنا جلدی سمجھ نہیں آ رہا۔"

"مسئلہ میرے سمجھانے میں نہیں، تمہاری توجہ میں ہے۔" زاویار نے سخت لہجے میں کہا، "یا تو دھیان دو، یا جا کر خود کوئی اور طریقہ نکالو سیکھنے کا۔"

حالہ نے ہونٹ بھینچ لیے۔ وہ جانتی تھی کہ زاویار ہمیشہ حقیقت ہی بولتا ہے، چاہے سننے والے کو کیسا ہی کیوں نہ لگے۔

"اچھا، دوبارہ سمجھاؤ، اس بار دھیان دوں گی۔" وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی، جیسے واقعی سنجیدہ ہو گئی ہو۔

زاویار نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی، پھر لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"یہ جو اسٹرکچر ہے، اسے اگر اس زاویے پر رکھیں، تو اس کا لوڈ متوازن ہو جائے گا،" وہ دوبارہ تفصیل سے سمجھانے لگا، انگلیاں تیزی سے کی بورڈ پر چل رہی تھیں، "اور یہ جو لائنز ہیں، ان کے ذریعے ہمیں پتہ چلے گا کہ ۔۔۔" حالہ نے ایک بار پھر نوٹ بک کھولی، مگر اس کا دھیان پھر زاویار کی باتوں سے ہٹ کر اس کے انداز پر چلا گیا۔ اس کی آستینیں بدستور اوپر چڑھی ہوئی تھیں، ہاتھ کی رگیں نمایاں ہو رہی تھیں، اور وہ جیسے ایک ماہر

کی طرح ہر چیز تفصیل سے سمجھا رہا تھا۔ لیکن اس بار وہ مسکرا نہیں رہی تھی، بس خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔

"سمجھ آئی؟" زاویار نے اچانک سوال کیا، نظریں اس پر ڈالے بغیر۔

"ہاں،" حالہ نے فوراً جواب دیا، پھر جلدی سے اپنی نوٹ بک دیکھی۔

"دہراؤ،" زاویار نے مختصر سا کہا۔

حالہ کی آنکھیں ذرا سی پھیلیں، جیسے پکڑی گئی ہو۔ اس نے جلدی سے نوٹ بک میں لکھے الفاظ پر نظر دوڑائی، مگر جو کچھ اس نے لکھا تھا، وہ بس چند بے ترتیب جملے تھے جو کہیں سے بھی مکمل نہیں تھے۔

"میں۔۔۔" وہ الجھ گئی۔ زاویار نے اب کی بار نظر اٹھا کر اس پر نگاہ ڈالی، اس کی نظریں سخت اور تجزیاتی تھیں۔

"حالہ، اگر تم سنجیدگی سے نہیں سیکھو گی، تو تمہیں یہاں کام کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔" اس کا لہجہ سخت مگر سپاٹ تھا، جیسے اسے ذرا سا بھی پرواہ نہ ہو کہ حالہ کیا محسوس کر رہی ہے۔ حالہ نے سختی سے ہونٹ بھینچ لیے، ایک پل کے لیے آنکھیں جھپکائیں، پھر سنجیدگی سے بولی، "اچھا، دوبارہ سمجھاؤ۔ اس بار واقعی دھیان دوں گی۔"

زاویار نے ایک پل اسے دیکھا، پھر سر جھٹک کر دوبارہ سمجھانے لگا، جبکہ حالہ نے اس بار واقعی دھیان دینے کی کوشش کی، کیونکہ وہ جانتی تھی کہ زاویار کو بار بار سمجھانے کی عادت نہیں تھی۔ لیکن وہ صرف اسے سمجھا رہا تھا۔۔

☆☆☆✦☆☆☆

حالہ سمجھ کر اپنے کیبن میں جا چکی تھی، مگر زاویار ابھی تک اپنے کام پر پوری توجہ نہیں دے پایا تھا۔ جیسے ہی وہ بیٹھا، اس کے موبائل کی گھنٹی بجی۔ اس نے فون اٹھایا، اسکرین پر "شاہمیر" کا نام جگمگا رہا تھا۔ زاویار نے چند لمحے یونہی فون تھامے رکھا، پھر آہستہ سے کال ریسیو کی۔ "ہاں، شاہمیر، کیسے ہو؟" زاویار نے معمول کے لہجے میں کہا، مگر دوسری طرف خاموشی تھی۔ شاہمیر کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں، اس کے ہاتھ میں سختی تھی، جیسے غصہ قابو سے باہر ہونے والا ہو۔ "کیوں کیا تم نے ایسا؟" شاہمیر کی آواز میں ایک عجیب سی تلخی تھی، ایک ایسا دکھ، جو الفاظ سے زیادہ گہرا تھا۔

زاویار حیران ہوا۔ "کیا؟" وہ الجھن میں بولا۔

"کیوں کیا تم نے حالہ کے ساتھ ایسا؟" شاہمیر کے لہجے میں غصے کی شدت بڑھ گئی تھی۔

زاویار نے الجھن سے آنکھیں سکیڑیں، اس کی انگلیاں غیر محسوس انداز میں ٹیبل پر پڑے کاغذات پر ہلنے لگیں۔ "شاہمیر، کیا ہوا؟ میں نے کیا کیا؟"

"تمہیں ذرا بھی احساس نہیں کہ اس پر کیا بیتے گی؟ تم نے اس سے بدلے کے لیے شادی کی تھی، ہے نا؟ اور اب اس سے بدلہ لے رہے ہو؟"

زاویار چند لمحے کے لیے جیسے پتھر کا ہو گیا۔ تو شاہمیر کو سب کچھ پتا چل چکا تھا؟

"تم نے اسے سب سے دور کر دیا... وہ ایک لڑکی ہے، تم نے اسے اس کے ماں باپ..."

"شاہمیر، بس کر دو، کیا تم نے مجھے یہی سب کہنے کے لیے کال کی ہے؟"

زاویار نے جیسے اس معاملے کو نظرانداز کرنے کی کوشش کی۔

"ہاں، یہی بات ہے، اور میں ضرور کہوں گا! تم نے حالہ کے ساتھ صحیح نہیں کیا!"

"ہاں، تم نے بالکل ٹھیک سوچا۔ میں نے بدلہ لینے کے لیے شادی کی اور اب جب بات کھل چکی ہے، تو کیوں چھپاؤں؟" زاویار کی آواز میں بے حسی تھی، جیسے اس پر کوئی اثر نہ ہوا ہو۔

"تم نے غلط کیا ہے!"

"تم سے نہیں پوچھا میں نے!" زاویار نے سختی سے کہا۔

"زاویار، تم اس کے ساتھ ٹھیک نہیں کر رہے... جو کر رہے ہو، اسے ختم کر دو... اسے چھوڑ دو، اسے اس کے گھر واپس بھیج دو!"

"چھوڑ دوں گا... مگر ایسے نہیں۔"

"ہاں، تڑپا کر، ہے نا؟ مت کرو ایسا، چھوڑ دو اسے، اسے اپنی زندگی جینے دو!"

"میں نے تم سے مشورہ نہیں مانگا۔"

"زاویار... تم ایسے کیسے ہو گئے؟" اور اس لمحے جیسے سب کچھ تھم گیا تھا، زاویار کے ارد گرد ہر چیز رک سی گئی۔

"تم وہ شخص نہیں رہے جو میرا بھائی تھا..." شاہمیر کی آواز دھیمی مگر شدید تھی۔

زاویار حیرت سے سنتا رہا۔

"تم کیسے ایک لڑکی سے بدلہ لے سکتے ہو؟ اسے چھوڑ دو!"

زاویار کچھ دیر خاموش رہا، جیسے دل میں کچھ ہل رہا ہو، مگر وہ بظاہر بے حس ہی رہا۔

"بدلہ مت لو، زاویار... اس کی زندگی برباد مت کرو، اسے چھوڑ دو..."

"میں ایسا نہیں کر سکتا... میں وہی کروں گا جس کے لیے میں نے اس سے شادی کی تھی!" زاویار نے بے رحمی سے کہا۔

"نہیں، زاویار... میں حالہ سے محبت کرتا ہوں اور میں اس کے ساتھ کچھ برا نہیں ہونے دوں گا... تم نفرت میں اس کے ساتھ غلط نہیں کر سکتے!"

"شاہمیر، مجھے کچھ مت بتاؤ۔"

"زاویار، تم ایسا نہیں کر سکتے... مجھے یقین بھی نہیں آ رہا کہ تم اس سے بدلہ لے رہے ہو؟ تم کیسے اس کے ساتھ ایسا کر سکتے ہو؟"

سامنے کھڑی مریم، جو کافی دیر سے شاہمیر کو دیکھ رہی تھی، لب بھینچ کر رہ گئی۔

"اللہ حافظ۔" زاویار نے سرد مہری سے کہا اور فون بند کر دیا۔

"زاویار..." شاہمیر نے بے یقینی سے فون کو دیکھا، مگر کال منقطع ہو چکی تھی۔

"کیا کہا اس نے؟" مریم نے بے چینی سے پوچھا۔

"کہہ رہا ہے کہ میں اس کے معاملے میں نہ بولوں۔"

"اسے کہو کہ میری بہن مجھے واپس دے... اسے کہو کہ خالہ کو یہاں واپس بھیجے، اپنے خاندان سے اسے کیوں دور کر دیا؟" مریم کی آنکھیں پھر نم ہو گئیں۔

شاہمیر نے اپنی پیشانی مسلی، وہ شدید الجھن میں تھا۔ "مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ میں کیا کروں؟ لیکن تم فکر نہ کرو... حالہ تمہیں مل جائے گی۔"

"کیسے ملے گی؟ سب کچھ تمہارے بھائی نے کیا ہے... حالہ کو ہم سے دور کر دیا۔"

"میں کہہ رہا ہوں نا، کینیڈا جانے سے پہلے کچھ کرنے کی کوشش کروں گا!"

"زاویار نہیں مانے گا۔"

"مریم... زاویار غصے میں آ کر ایسا کر رہا ہے، لیکن میں زاویار کو جانتا ہوں، وہ ایسا نہیں ہے... وہ جذباتی ہو رہا ہے... میری باتیں اسے کچھ نہ کچھ احساس دلائیں گی... وہ ایک لڑکی کے ساتھ ایسا نہیں کر سکتا!" مریم بس امید بھری نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔

زاویار سختی سے اپنی کرسی پر بیٹھا تھا، انگلیاں میز پر دھیرے دھیرے تھپتھپا رہا تھا، جیسے کوئی انجانی بے چینی اسے اندر ہی اندر کھا رہی ہو۔ اس کے چہرے پر ایک گہری سنجیدگی تھی، مگر دل کے کسی کونے میں ایک سوال سر اٹھا رہا تھا— کیا وہ واقعی ایسا شخص تھا؟ کیا وہ واقعی ایک لڑکی کے ساتھ ایسا کر سکتا تھا؟ شاہمیر کی آواز اب بھی کانوں میں گونج رہی تھی۔ "تم حالہ کے ساتھ ٹھیک نہیں کر رہے... اسے جانے دو، اس کی زندگی برباد مت کرو!"

زاویار نے آنکھیں سختی سے بند کیں، جیسے وہ ان سب سوالوں سے بچنا چاہ رہا ہو، مگر دماغ میں حالہ کی وہ باتیں گونجنے لگیں جو اس نے اس کے بارے میں اور اس کی بہن کے بارے میں کہیں تھیں۔ حالہ نے جو کچھ کہا تھا، وہ اب زاویار کے دل میں زہر بن کر سرایت کر چکا تھا۔ حالہ کو اس کی سزا ملنی تھی۔ شاہمیر چاہے جتنی بھی سچائی بول لے، وہ اپنی محبت میں سچا ہو سکتا

تھا، مگر زاویار اپنی نفرت میں سچا تھا۔ یہ بدلے کا کھیل جتنا جلدی ختم ہو، اتنا بہتر ہوگا۔ کیونکہ اگر دیر ہوگئی، تو شاید زاویار کا دل بدل جائے... اور یہ وہ نہیں چاہتا تھا۔ اس نے گہری سانس لی اور فون اٹھا کر کسی کا نمبر ملایا۔ حالہ کو اس کی سزا ملے گی۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ زاویار کی نظریں فون کی اسکرین پر جمی تھیں، انگلیاں تیزی سے کی پیڈ پر چل رہی تھیں۔ آخر کار، اس نے آخری پیغام لکھا اور سینڈ کر دیا۔ "مجھ سے ابھی کے ابھی ملو، ماہا۔ لوکیشن بھیج رہا ہوں، آدھے گھنٹے کے اندر وہاں پہنچو۔" یہ کہتے ہی وہ ایک جھٹکے سے اپنی کرسی سے اٹھا، اپنا کوٹ بازو پر ڈالا، فون جیب میں ڈالا اور لمبے قدموں سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

اسی لمحے اس کی نظریں غیر ارادی طور پر حالہ پر پڑیں، جو اپنے کیبن کے باہر لاؤنج میں کسی لڑکی کے ساتھ صوفے پر بیٹھی تھی۔ وہ ہلکے سے جھک کر بات کر رہی تھی، ہنستے ہوئے، جیسے کوئی خوشگوار گفتگو ہو رہی ہو۔

حالہ کی نظریں زاویار پر پڑیں، اور اس نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا، جیسے ہر بار کی طرح اس کا دھیان اپنی طرف کھینچنا چاہتی ہو۔ مگر زاویار نے کوئی ردعمل نہیں دیا۔

نہ کوئی مسکراہٹ، نہ کوئی شائبہ۔ وہ سیدھا آگے بڑھ گیا۔ حالہ کی مسکراہٹ لمحہ بھر میں مدھم پڑ گئی۔ اس کے ماتھے پر ہلکی سی شکن ابھری، پھر اس نے پاس بیٹھی لڑکی کو دیکھا، جو ابھی زاویار کو جاتے ہوئے گھور رہی تھی، آنکھوں میں عجیب سی چمک لیے۔

"He is so handsome" وہ لڑکی مسکراہٹ دبائے بولی، جیسے خود سے کہہ رہی ہو۔

حالہ نے اپنی آنکھیں ذرا تنگ کیں، جیسے اس کی سماعت دھوکہ کھا رہی ہو۔ مگر نہیں، وہ لڑکی واقعی زاویار کی تعریف کر رہی تھی — کھلم کھلا، بلا جھجک، جیسے یہ کوئی معمولی بات ہو۔ اس کے لب بھینچ گئے، انگلیاں نرمی سے مٹھی میں بند ہونے لگیں۔ اس کا دل چاہا کہ فوراً اس لڑکی کو بتا دے کہ وہ جس کی تعریف کر رہی ہے، وہ کسی اور کا ہے — وہ کسی اور کی دنیا کا مرکز ہے، اور وہ "کوئی اور" حالہ خود ہے۔

مگر نہیں، وہ ضبط کر گئی، مگر زیادہ دیر نہیں۔ ایک گہری سانس لیتے ہوئے وہ ذرا سا جھکی، اور ٹھہرے ہوئے مگر واضح لہجے میں بولی،

"He is my husband."

لفظ جیسے ہوا میں معلق ہو گئے۔ وہ لڑکی، جو پہلے مسکرا رہی تھی، یکدم سیدھی ہو گئی، جیسے حالہ کے الفاظ نے کسی دیوار کی طرح اس کے راستے میں آکر اسے روک دیا ہو۔

"اوہ... آئی ایم سوری..." وہ گھبرا کر بولی، جیسے اچانک احساس ہوا ہو کہ وہ حد پار کر چکی ہے۔

حالہ نے بس سرسری سی نظر اس پر ڈالی، مگر دل کے اندر کہیں گرمی سی دوڑ گئی تھی، ایک عجیب سا احساس۔ زاویار کو ایسے دیکھ کر کوئی اور تعریف کرے؟ یہ سوچ بھی عجیب لگ رہی تھی۔

اس نے اپنی کرسی پر پہلو بدلا، مگر بے اختیار اس کی نظریں زاویار پر جا ٹھہریں جو شاید روک کر کسی سے بات کر رہا تھا، جو اپنی ہی دنیا میں

مصروف تھا، بے خبر کہ کوئی اسے "ہینڈسم" کہہ کر حالہ کے اندر آگ لگا چکا تھا۔

وہ لڑکی بھی ایک اطالوی تھی، اور کافی دیر سے حالہ سے انگریزی میں بات کر رہی تھی۔ مگر اب جب اس نے زاویار کی تعریف حالہ کے سامنے کر دی تھی، تو حالہ کا مزید بات کرنے کا دل ہی نہیں چاہا۔

اس نے نرمی سے خود کو سیدھا کیا، پھر ایک رسمی مسکراہٹ کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"Excuse me..."

یہ کہہ کر وہ اپنے کیبن کی طرف چلی گئی۔ مگر جیسے ہی وہ اپنی کرسی پر بیٹھی، اچانک ایک خیال ذہن میں آیا۔ دو منٹ... زاویار؟ وہ کہاں گیا تھا؟ اسے

ایک لمحے کے لیے ایک انجانی پریشانی نے آلیا۔زاویار واپس چلا گیا؟ مجھے اس انجان افس میں اکیلا چھوڑ کر؟

اس کے دل میں بے چینی سی دوڑ گئی۔اس نے فوراً اپنا فون اٹھایا اور زاویار کا نمبر ملایا۔

دوسری طرف، زاویار گاڑی میں بیٹھا تھا۔اس نے فون کی اسکرین پر "حالہ" کا نام چمکتے دیکھا، مگر بنا کسی ہچکچاہٹ کے، فون سائلنٹ پر ڈال دیا۔ حالہ نے فون کو اسکرین پر دیکھتے ہی دانت بھینچ لیے۔

"اس نے میری کال کاٹ دی؟" اب اس کی بے چینی میں مزید اضافہ ہو گیا۔

"یہ اتنی جلدی میں کہاں جا سکتا ہے ؟اور مجھے بتائے بغیر؟"

وہ الجھن میں کرسی پر بیٹھ گئی، انگلیاں میز پر بے اختیار چلنے لگیں۔ پھر اس کی نظریں اپنے کام پر گئیں۔ مگر آج کوئی کام کرنے کا دل نہیں تھا۔

"زاویار بہت ڈانٹے گا..."

یہ سوچ کر اس نے فون دوبارہ ہاتھ میں لیا، مگر پھر رکھ دیا۔ اب کیا کرے؟ یہ پریشانی، یہ بے چینی... اس کا دل کہہ رہا تھا، کچھ ٹھیک نہیں ہے۔

☆☆☆✦☆☆☆

کافی شاپ کی خاموش فضا میں ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ دیواروں پر لگی لکڑی کی شیلفوں پر کافی کے کپ سجے ہوئے تھے، اور میزوں پر رکھے

نیپکن سلیقے سے تہہ کیے گئے تھے۔ خوشبوؤں میں کافی اور بیکری کی ہلکی مہک گھلی ہوئی تھی۔

زاویار ایک کونے میں بیٹھا ہوا تھا، گہری سوچوں میں گم۔ اس کے سامنے ماہا تھی، اس کے بال پہلے سے کچھ لمبے ہو چکے تھے، کندھوں سے تھوڑے نیچے آ رہے تھے۔ ماتھے پر گول فریم والے چشمے رکھے ہوئے تھے، جو کبھی کبھار نیچے سرک جاتے اور وہ انہیں انگلی سے اوپر کر لیتی۔ گلابی رنگ کی شرٹ اور پینٹ میں وہ خاموشی سے زاویار کو دیکھ رہی تھی، اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ زاویار نے اسے یہاں کیوں بلایا ہے۔

"کیوں بلایا تم نے مجھے؟ اور کیوں ملنا چاہتے تھے؟"

"بتاتا ہوں..." زاویار نے سکون سے کہا۔

"بتاؤ؟" ماہا کا لہجہ سخت تھا۔ دل عجیب طرح سے دھڑک رہا تھا۔ وہ ابھی مکمل طور پر آگے نہیں بڑھ پائی تھی، اور زاویار کا یوں اچانک زندگی میں واپس آجانا اسے الجھن میں ڈال رہا تھا۔ "مجھ سے شادی کرو گی؟" زاویار نے دوٹوک انداز میں کہا، ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر۔ ماہا کو لگا شاید اس نے سننے میں غلطی کی ہے۔

"ہیں؟" وہ بے یقینی سے آگے ہو کر بولی۔

"مجھ سے شادی کرو گی؟ ہاں یا نا؟"

"کیا بول رہے ہو یہ تم؟"

"ہاں یا نا؟" زاویار کا لہجہ سپاٹ تھا۔

ماہا کچھ لمحے کے لیے خاموش رہی۔ اسے بات سمجھ نہیں آرہی تھی کہ زاویار کیا کہنا چاہ رہا ہے۔ تھوڑی خاموشی رہی۔

پھر وہ بولی "زاویار... تم خود پاگل ہو یا تمہیں میں پاگل لگتی ہوں؟"

"میں نے تم سے ایک سوال کیا ہے... مجھ سے شادی کرو گی؟"

"زاویار، تمہاری پہلے ہی شادی ہو چکی ہے... اور تم نے خود اس لڑکی سے اپنی مرضی سے شادی کی ہے۔۔۔ پھر تم مجھ سے شادی کا کہہ رہے ہو؟ جب میں کرنا چاہتی تھی تو کیوں نہیں کی؟"

"اس وقت اس لیے نہیں کی کیونکہ اب کرنی تھی۔" ماہا حیرانی سے اسے دیکھتی رہی۔

"تمہاری حالہ سے شادی ہو چکی ہے، زاویار! پھر مجھ سے کیوں؟ مجھے سمجھ نہیں آ رہی تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"تمہیں کیا لگتا ہے، ماہا؟"

اسی وقت ایک ویٹر آیا اور دونوں کے سامنے جوس رکھ کر چلا گیا۔ زاویار نے نظر بھر کر بھی اس کی طرف نہیں دیکھا، شاید ماہا نے آرڈر دیا ہو گا، مگر شاید وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ جوس نہیں پیتا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے؟ کہ میں نے حالہ سے شادی محبت میں کی ہے؟ یا خوشی سے کی ہے؟"

ماہا نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

"جب محبت نہیں تھی تو پھر کیوں کی؟"

"اس لیے... کیونکہ مجھے اس سے بدلہ لینا تھا۔"

"کس چیز کا بدلہ؟"

"اس نے میری بہن کے بارے میں غلط باتیں کہی تھیں، اور تم جانتی ہو ماہا، زارا مجھے کتنی عزیز ہے۔"

ماہا دھیان سے سن رہی تھی۔

"وہ سارے الفاظ، جو اس نے زارا اور میرے بارے میں کہے تھے، آج تک میرے دماغ میں گونج رہے ہیں... میں نے تبھی سوچ لیا تھا کہ میں حالہ سے شادی کروں گا، اسے ترسا کر رکھوں گا، اسے وہ دکھ دوں گا جو اس نے زارا کے لیے چاہے تھے۔"

"اور تم اسے خوش کیسے نہیں رکھ سکتے تھے؟ یعنی کیسا بدلہ لینا چاہتے تھے؟"

"ایک لڑکی سب سے زیادہ تب تڑپتی ہے، ماہا... جب اس کا شوہر کسی اور کا ہو جائے... جب اس کا شوہر کسی اور سے شادی کر لے... یہی شراکت ایک عورت کو سب سے زیادہ تکلیف دیتی ہے۔"

"یعنی تم نے حالہ سے شادی کی تاکہ اس کے بعد مجھ سے شادی کر سکو؟اور مجھے اپنے انتقام میں استعمال کرو؟" ماہا کو جیسے غصہ آیا تھا۔

"نہیں ماہا... تمہیں بدلے کے لیے استعمال نہیں کر رہا، بلکہ تم واقعی مجھے حالہ سے بہتر لگتی ہو... ہمیشہ سے۔اور میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ اگر میں نے اپنے لیے کوئی لڑکی چنی تو وہ تم ہو گی۔ حالہ تو بس ایک سزا تھی، بدلے کی ایک چال۔ تم ہی وہ تھی جس سے میں نے واقعی شادی کرنی تھی۔"

"پھر بھی، زاویار... میں بہت مشکل سے آگے بڑھی تھی، میں نے اپنے اور تمہارے راستے الگ کر دیے تھے، میں دوبارہ اپنے آپ کو تکلیف نہیں دے سکتی۔"

"میں تمہیں کب تکلیف دے رہا ہوں، ماہا؟ تم مجھ سے محبت کرتی ہو نا؟ تو بس، تمہیں تمہاری محبت مل جائے گی، اور مجھے میرا انتقام مکمل ہو جائے گا۔"

"لیکن تم تو مجھ سے محبت نہیں کرتے نا، پھر میں کیسے تمہارے ساتھ زندگی گزار سکتی ہوں؟"

"یہ بات تو تم نے میری حالہ سے شادی سے پہلے بھی نہیں سوچی تھی، ماہا۔ یاد ہے تم میرے لیے کس قدر بے قرار تھی؟ کتنا کہہ رہی تھی کہ زاویار، مجھ سے شادی کر لو؟ تم میرے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی، چاہے میں محبت دینے کے لیے تیار ہوں یا نہیں، مگر تمہیں مجھ سے شادی کرنی تھی۔"

"مگر اب تم کسی اور کے ہو، زاویار... اب کوئی اور تمہاری بیوی ہے۔"

"میں نے اسے کبھی اپنی بیوی قبول نہیں کیا، میں نے اس سے صرف اور صرف انتقام لینے کے لیے شادی کی ہے، اور بس وہی مقصد پورا کرنا ہے۔"

ماہا نے ایک نظر میز پر رکھے جوس پر ڈالی، دونوں نے اب تک اسے ہاتھ تک نہیں لگایا تھا۔

"مجھے ہاں یا ناں میں جواب دو، ماہا۔"

ماہا نے کچھ دیر خاموشی سے زاویار کو دیکھا، پھر گہری سانس لی۔

"نہیں، زاویار... مجھے تم سے شادی نہیں کرنی۔"

زاویار کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں آیا، وہ پرسکون سا ماہا کو دیکھتا رہا۔

"میں نے ایک بار ہی تم سے شادی کا سوچا تھا، اور تب تم نے مجھے ٹھکرا دیا۔ اب تم دوبارہ میری زندگی میں نہیں آ سکتے۔"

"میں نے اس وقت تمہیں ابھی کے لیے ہی ٹھکرایا تھا، کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ مجھے تم سے شادی بعد میں کرنی ہے۔"

"مگر میں نہیں کر سکتی... حالہ ہے نا، بس اب اس کے ساتھ زندگی گزارو۔" زاویار نے لمحے بھر کو اسے دیکھا، پھر سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے... میں تمہارے جواب کا انتظار کروں گا۔"

"میرا جواب یہی ہے۔"

"نہیں، یہ تمہارا جواب نہیں ہے... تم گھر جا کر دو تین دن میں سوچ کر آرام سے جواب دو گی۔"

ماہا نے غصے سے اپنا بیگ اٹھایا اور کرسی سے کھڑی ہو گئی۔ "مجھے تم سے شادی نہیں کرنی، زاویار!"

"صحیح جواب کا میں انتظار کروں گا۔"

وہ بس اتنا کہتا ہے، اور ماہا ایک آخری نظر اس پر ڈال کر تیزی سے وہاں سے چلی جاتی ہے۔

زاویار کافی دیر اسی کیفے میں بیٹھا رہا۔ وقت گزرتا جا رہا تھا، باہر آسمان سرخی مائل ہوتے ہوتے اب گہرے نیلے رنگ میں ڈھل چکا تھا۔ سڑکوں پر روشنیوں کی جھلملاہٹ بڑھ رہی تھی، مگر زاویار کو وقت کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔ وہ بس میز پر کہنی ٹکائے، ہاتھ میں چمچ لیے کافی کے کپ کو آہستہ آہستہ گھماتا رہا، جیسے کوئی الجھن اسے جکڑے بیٹھی ہو۔

کیفے آہستہ آہستہ خالی ہونے لگا تھا۔ کچھ دیر بعد ویٹر نے آکر خاموشی سے اس کی میز پر رکھے خالی کپ ہٹائے، اور زاویار نے ایک گہری سانس لے کر فون جیب میں ڈال لیا۔ اب اسے گھر جانا چاہیے تھا۔ وہ بے دلی سے اٹھا، کوٹ کندھے پر ڈالا اور دروازے کی طرف بڑھا۔

باہر ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ سڑک پر گاڑیوں کی قطاریں تھیں، لوگ گھروں کو لوٹ رہے تھے، اور وہ خود بھی اپنی کار کی طرف بڑھا۔ دروازہ کھول کر بیٹھا ہی تھا کہ اچانک جیسے ذہن میں جھماکا ہوا——حالہ!

وہ تو آفس میں اکیلی رہ گئی تھی۔

اس کا دل ایک دم گھبرا اٹھا۔ سب لوگ جا چکے ہوں گے، آفس کی عمارت سنسان ہو چکی ہو گی۔ حالہ وہاں اکیلی ہو گی؟ وہ جو ابھی اس شہر سے بھی مکمل طور پر واقف نہیں تھی، وہ جو زیادہ تر اکیلے رہنے کی عادی بھی نہیں تھی، اور اب... وہ خاموش اندھیرے آفس میں ہو گی؟ زاویار کو جیسے جھٹکا لگا، اس نے جلدی سے ڈرائیور کو کہا، "فوراً آفس لے چلو!" گاڑی سڑک پر تیز رفتاری سے بھاگنے لگی۔ زاویار کی سانسیں بوجھل ہو رہی تھیں۔ وہ اپنے خیالوں میں ایسا الجھا تھا کہ حالہ کو بالکل بھول چکا تھا۔ اور اب، یہ

احساس جیسے دل پر چوٹ کی طرح لگ رہا تھا۔اسے تو ابھی یہاں کے راستوں کا بھی نہیں پتا تھا وہ اکیلے اپارٹمنٹ کیسے جائے گی؟ زاویار نے اس بارے میں کیوں نہیں سوچا؟

"کتنی دیر میں پہنچیں گے؟" وہ بیچ میں ہی بے چینی سے پوچھ بیٹھا۔

"بس چند منٹ، سر!" گاڑی بڑی عمارت کے سامنے رکی، جہاں اب صرف چند روشنیوں کی جھلک باقی تھی۔ عمارت کا داخلی دروازہ تقریباً سنسان تھا، صرف ایک سیکیورٹی گارڈ بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ زاویار نے ایک پل ضائع کیے بغیر دروازہ دھکیلا اور تیزی سے اندر بھاگا۔ لفٹ کے بٹن پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس کی انگلیاں بے چین تھیں۔ جیسے جیسے لفٹ اوپر جا رہی تھی، دل کی دھڑکن تیز ہوتی جا رہی تھی۔ 'وہ اکیلی ہو گی؟ کہیں ڈر نہ گئی

ہو؟ کہیں کچھ ہو نہ گیا ہو؟' دھم! لفٹ کا دروازہ کھلتے ہی زاویار تقریباً بھاگتا ہوا نکلا۔

اندھیرا۔ پورا فلور تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کا دل ایک لمحے کو دہل گیا۔ تیزی سے اس نے دیوار پر ہاتھ مارا، اور لائٹس آن کر دیں۔ مدھم روشنی پھیلتے ہی وہ حالہ کے کیبن کی طرف لپکا۔ دروازہ بند تھا۔

اس نے ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر حالہ کے کیبن کا دروازہ کھولا، مگر اندر قدم رکھتے ہی اس کا دل جیسے بیٹھ گیا۔ حالہ وہاں نہیں تھی۔ کرسی خالی تھی، میز پر کچھ کاغذات بکھرے ہوئے تھے، اور ساتھ ہی اس کا بیگ رکھا تھا۔ لیکن وہ خود وہاں موجود نہیں تھی۔

زاویار کے دل میں بے چینی کی ایک شدید لہر اٹھی۔ وہ لمحے بھر کے لیے دروازے پر کھڑا رہا، جیسے یہ حقیقت سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر تیزی سے پلٹ کر باہر آیا اور ادھر ادھر نظر دوڑائی۔

"حالہ؟" وہ نسبتاً آہستہ آواز میں بولا، جیسے خود کو یقین دلانا چاہ رہا ہو کہ وہ کہیں قریب ہی ہو گی۔ مگر کوئی جواب نہیں آیا۔

وہ کیبن سے باہر نکلا اور ارد گرد دیکھنے لگا۔ آفس کا فلور تقریباً سنسان تھا، زیادہ تر لوگ جا چکے تھے، اور کچھ ہی کیبنز کی روشنی باقی تھی۔ زاویار نے پہلا شک ریسٹ ایریا پر کیا، وہ تیزی سے وہاں پہنچا—— لیکن وہ جگہ خالی تھی، صوفے پر ایک چادر بے ترتیبی سے رکھی ہوئی تھی، اور سامنے کا وینڈنگ مشین بند ہو چکا تھا۔

"کہاں چلی گئی ہو حالہ؟" اس نے خود سے سرگوشی کی، اور اگلا رخ کانفرنس روم کی طرف کیا۔

دھکا دے کر دروازہ کھولا — مگر وہاں بھی کوئی نہیں تھا۔

کچھ دیر وہ وہیں کھڑا رہا، دونوں ہاتھوں کو کمر پر رکھ کر ایک گہری سانس لی، ماتھے پر تیوریاں واضح ہونے لگیں۔ دل کی بے چینی مزید بڑھنے لگی تھی۔

اب اس نے ورکنگ ہال میں جانے کا سوچا۔ وہ تیزی سے لمبے قدم بڑھاتا ہوا وہاں پہنچا اور روشنی آن کر دی۔ ہر طرف خالی کرسیاں، بند کمپیوٹر، اور میزوں پر ترتیب سے رکھے فائلز... مگر حالہ کہیں نظر نہیں آئی۔

"حالہ؟!" اس بار اس کی آواز نسبتاً اونچی تھی، مگر جواب ندارد۔

اس کا دل ایک لمحے کو ڈوبنے لگا تھا۔ وہ باہر نکلا اور اب سیدھا ٹیرس کی طرف لپکا، کیونکہ اسے یاد آیا کہ کچھ دن پہلے حالہ نے کہا تھا کہ اسے کھلی

ہوا میں بیٹھنا پسند ہے۔ لیکن وہاں بھی کوئی نہیں تھا۔ اب جیسے اس کا اضطراب بے قابو ہو رہا تھا۔ وہ واپس اندر آیا اور تقریباً بھاگتا ہوا حالہ کے کیبن میں دوبارہ پہنچا، شاید کوئی سراغ مل جائے۔ میز پر ایک قلم الٹا پڑا تھا، اور ساتھ ہی کچھ کاغذات جو لگتا تھا کہ ابھی ابھی رکھے گئے تھے۔ یعنی وہ زیادہ دیر پہلے نہیں گئی تھی۔ "کہاں جا سکتی ہے حالہ؟" زاویار نے خود سے سخت لہجے میں سوال کیا، جیسے خود کو ہی ڈانٹ رہا ہو۔ پھر اس کے ذہن میں جھماکا ہوا — "اسٹور روم!" یہی ایک جگہ بچی تھی جہاں وہ ہو سکتی تھی۔

اب وہ تقریباً بھاگتا ہوا فلور کے آخری سرے پر موجود اسٹور روم کی طرف بڑھا۔ دل کی دھڑکن بے ترتیب ہونے لگی تھی، سانس تیز ہو رہی تھی۔

جیسے ہی زاویار نے اسٹور روم کا دروازہ کھولا، ایک باسی سی بند فضا کا احساس ہوا۔ اندر گھپ اندھیرا تھا، بس دروازہ کھلنے سے باہر کی روشنی اندر پڑی

تھی۔ کمرے میں ہر طرف بے ترتیبی پھیلی ہوئی تھی — پرانے فائلوں کے ڈھیر، کچھ گتے کے ڈبے جن پر گرد جمی ہوئی تھی، فرش پر بکھرے ہوئے کاغذات، جیسے کسی نے جلد بازی میں کچھ ڈھونڈنے کی کوشش کی ہو۔

زاویار نے اندر قدم رکھا، دروازے کے ساتھ لگا ہوا ایک ٹوٹا ہوا ریک چرچرا کر اپنی جگہ سے ہلا، جیسے وہ بھی کسی بوجھ سے تھک چکا ہو۔ اس نے نگاہیں چاروں طرف دوڑائیں، ہر کونے میں جھانکا، مگر حالہ کہیں نظر نہیں آئی۔

اس کی پیشانی پر شکنیں ابھر آئیں۔ "حالہ!" اس نے بلند آواز میں پکارا، مگر کوئی جواب نہیں آیا۔ دل میں ہلکی سی بے چینی کی لہر اٹھی۔ کیا وہ یہاں آئی بھی تھی؟ یا وہ بس غلط جگہ دیکھ رہا تھا؟ اس نے ایک بار پھر گرد و غبار میں

لپٹے فائلوں کے ڈھیر کے پیچھے جھانکا، مگر وہاں بھی کوئی نہیں تھا۔ اسٹور روم کی ہوا بوجھل تھی، جیسے مدتوں سے یہاں کوئی نہ آیا ہو، مگر پھر بھی، اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے چند لمحے پہلے یہاں کوئی موجود تھا۔ ایک لمحے کو اس کے دل میں وسوسہ پیدا ہوا — اگر حالہ یہاں نہیں ہے، تو پھر وہ کہاں گئی؟ زاویار کے چہرے پر بے چینی واضح تھی۔ اسٹور روم میں حالہ نہیں تھی، اور اب اسے اندازہ ہونے لگا تھا کہ وہ شاید افس میں نہیں ہے۔

اس نے فوراً قدم باہر نکالے، افس کی ہر ممکن جگہ پر نظر دوڑائی — کانفرنس روم، استقبالیہ، یہاں تک کہ عملے کے لیے مختص چھوٹے سے کیفے ٹیریا میں بھی جھانکا، مگر وہ کہیں نظر نہیں آئی۔

اب رات گہری ہو رہی تھی، عمارت تقریباً سنسان ہو چکی تھی۔ چند سیکورٹی گارڈز گیٹ کے قریب کھڑے تھے، اور عملے کے کچھ لوگ اپنی

گاڑیوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ زاویار نے جلدی سے پارکنگ ایریا میں نظر دوڑائی، مگر وہاں بھی حالہ کا کوئی نشان نہیں تھا۔

اب وہ واقعی پریشان ہو رہا تھا۔ وہ کہاں جا سکتی تھی؟ اسے تو ابھی اس شہر کی گلیوں اور راستوں کا بھی اندازہ نہیں تھا۔ زاویار نے جھنجھلا کر اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا، پھر جلدی سے فون نکالا اور حالہ کو کال ملائی۔ مگر کوئی جواب نہیں آیا۔ "کہاں جا سکتی ہے یہ لڑکی؟" وہ زیرِ لب بڑبڑایا۔ اب صرف ایک جگہ رہ گئی تھی —— اپارٹمنٹ۔ شاید وہ تھک کر واپس چلی گئی ہو۔ یہی سوچ کر وہ فوراً گاڑی کی طرف بڑھا، دروازہ کھول کر اندر بیٹھا اور ڈرائیور کو سخت لہجے میں بولا، "فوراً اپارٹمنٹ چلو!"

گاڑی تیزی سے سڑک پر دوڑنے لگی۔ زاویار کا دل عجیب کشمکش میں تھا۔ اگر حالہ اپارٹمنٹ میں ہوئی تو ٹھیک، ورنہ پھر اسے واقعی فکر ہونے لگے گی کہ وہ کہاں غائب ہو گئی؟

زاویار کی گاڑی اپارٹمنٹ کے سامنے رکی تو اس نے فوراً دروازہ کھولا اور باہر نکلا۔ کوٹ اس کے بازو پر بے ترتیبی سے لٹکا ہوا تھا، اور اس کے قدم تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے۔ وہ ایک لمحے کو بھی مزید انتظار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ سانس بے ترتیب ہو رہی تھی، مگر اس وقت اس کا دھیان صرف ایک ہی چیز پر تھا—حالہ۔

اس نے لفٹ کے بٹن پر بے صبری سے ہاتھ مارا۔ جیسے جیسے ڈیجیٹل نمبرز بدل رہے تھے، اس کی بے چینی مزید بڑھتی جا رہی تھی۔ آخر کار لفٹ کی گھنٹی بجی، دروازے کھلے اور وہ جلدی سے اندر داخل ہوا۔ اس کے اندر

داخل ہوتے ہی دروازے بند ہوئے، اور لفٹ آہستہ آہستہ اوپر چڑھنے لگی۔ وہ مسلسل گہری سانسیں لے رہا تھا، ماتھے پر شکنیں مزید گہری ہو گئی تھیں۔ جیسے ہی لفٹ رکی، وہ ایک جھٹکے سے باہر نکلا اور ارد گرد نظریں دوڑائیں، جیسے شاید وہ وہیں کہیں کھڑی ہو۔ مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ اس نے اپنے اپارٹمنٹ کی طرف قدم بڑھائے، چابی گھمائی، اور تیزی سے دروازہ کھولا۔ دروازہ کھلتے ہی ایک مانوس سی مہک اس کی سانسوں میں اتری — کھانے کی خوشبو۔ جیسے ہی وہ اندر آیا، اسے احساس ہوا کہ گھر کے اندر وہ تھی، وہ یہیں کہیں تھی۔ دل ایک لمحے کے لیے ہلکا ہوا۔ جیسے کسی بھاری بوجھ کو اتار پھینکا ہو۔ وہ ایک لمحے کو وہیں دروازے پر کھڑا رہا، جیسے خود کو یقین دلانا چاہتا ہو کہ وہ سچ میں یہاں ہے۔ پھر اس کے قدم آہستہ

آہستہ اندر کی طرف بڑھے، اور جیسے ہی وہ کچن کے دروازے پر پہنچا، نظر سیدھی اس پر پڑی۔

حالہ کچن میں کھڑی کچھ بنا رہی تھی۔ ہاتھوں میں سینڈوچ کے لیے بریڈ تھی، وہ دھیان سے چیزیں ترتیب دے رہی تھی۔ جیسے ہی زاویار کی نظریں اس پر پڑیں، ایک لمحے کے لیے اس کی سانسیں تھم گئیں۔ وہ بس ایک نظر اس کی طرف دیکھ کر دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی، جیسے اس کی موجودگی بے معنی ہو۔ زاویار نے گہری سانس لی، مگر اگلے ہی لمحے اس کے چہرے پر سختی لوٹ آئی۔

"تم اپارٹمنٹ واپس آ گئی تھی؟ تم نے مجھے بتایا بھی نہیں؟"

اس کا لہجہ سخت تھا، جیسے اب بھی بے چینی باقی ہو۔

حالہ کے ہاتھ سینڈوچ پر رکے، مگر وہ کچھ نہیں بولی، بس دوبارہ معمول کے مطابق کام میں مصروف ہوگئی۔

زاویار نے ایک قدم آگے بڑھ کر سختی سے کہا، "میں کچھ تم سے پوچھ رہا ہوں!"

حالہ نے اب بھی نظر اٹھا کر نہیں دیکھا، نہ ہی کوئی جواب دیا، بس ہاتھ ہلکے انداز میں چلتے رہے، جیسے وہ اس کی بات کو سن ہی نہ رہی ہو۔

"تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا تھا کہ تم اپارٹمنٹ اچکی ہو؟"

"اور تم نے مجھے بتایا تھا کہ تم کہاں جا رہے ہو، مجھے اکیلا چھوڑ کر؟"

زاویار نے بے اختیار بھنویں سکیڑیں، اس کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے نرمی ابھری، مگر پھر اس نے غصے کو قابو میں رکھا۔

"اور تمہیں پتہ ہے میں نے تمہیں کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا؟ تم نے مجھے پریشان کر کے رکھ دیا ہے۔۔۔ پورا آفس دیکھ لیا، مگر تم نہیں تھی، اور پھر میری کال بھی نہیں اٹھائی؟"

حالہ کی نظریں نیچے جھکی ہوئی تھیں، مگر اس بار اس کا جواب سیدھا اور ٹھنڈا تھا، "تم نے اٹھائی تھی میری کال؟"

زاویار نے سختی سے ہونٹ بھینچ لیے۔

"میں اس وقت تم سے جس چیز کا جواب مانگ رہا ہوں، مجھے اسی کا جواب دو!"

"میں بھی تم سے اپنے سوال کا جواب مانگ رہی ہوں، پہلے تم دو، کیونکہ تم پہلے مجھے چھوڑ کر گئے تھے۔"

اب وہ کاؤنٹر کے پیچھے سے سیدھی ہو کر اسے دیکھ رہی تھی، آنکھوں میں نہ کوئی خفگی، نہ شکوہ، بس ایک سادہ سی حقیقت تھی، جو اس کے لفظوں کے ساتھ بہہ رہی تھی۔

"تم آفس میں مجھے اکیلا چھوڑ کر چلے گئے۔۔۔ پھر میں نے کال کی، اس کے بعد ایک کال تک اٹینڈ نہیں کی، بار بار میری کالز کو کاٹ رہے تھے۔۔۔ جانے سے پہلے تم نے یہ بھی نہیں سوچا کہ میں ابھی اس ملک کے بارے میں، اس شہر کے بارے میں کچھ نہیں جانتی، میں ان کی زبانیں بھی نہیں جانتی۔۔۔ تو اس کے بعد تم کیوں پریشان ہوئے؟ تمہارا تو پریشان ہونا نہیں بنتا تھا، جب تم مجھے خود ایک اکیلے آفس میں چھوڑ گئے۔"

زاویار نے ضبط کرتے ہوئے نچلا ہونٹ دبایا، مگر کچھ کہا نہیں۔

"خیر۔۔۔ تم یہاں تک کیسے آئی؟ راستہ تو نہیں آتا تھا تمہیں؟"

یہ سوال شاید لاشعوری طور پر اس کے اندر کی باقی ہلچل کو دبانے کے لیے تھا، مگر حالہ نے محض ایک ہلکی سانس لی اور کاؤنٹر کے کنارے انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا، "پتا تو نہیں تھا، مگر سیکھنا تو تھا نا۔۔۔ کسی نہ کسی دن۔"

زاویار نے ایک پل کو اسے دیکھا، جیسے وہ اس جواب کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو، پھر آہستہ سے نظریں موڑ کر اپنے ہاتھ کی انگلیاں کوٹ کے کنارے پر پھیرنے لگا۔ شاید وہ مزید کچھ کہہ سکتا تھا، مگر حالہ نے پہلے ہی اپنی نظریں واپس سینڈوچ پر کر لی تھیں، جیسے بات مکمل ہو چکی ہو۔

زاویار نے ایک لمحے کے لیے اسے دیکھا، جیسے وہ اس کے سکون سے دیے گئے جواب کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ اس کے ماتھے پر لکیریں گہری ہو چکی تھیں، ضبط واضح تھا، مگر وہ کچھ کہنے کے بجائے خاموش کھڑا رہا۔ حالہ نے بھی دوبارہ اپنی توجہ سینڈوچ پر مرکوز کر لی تھی، جیسے اس کا زاویار کی

گفتگو سے کوئی تعلق نہ ہو۔ کچن میں ہلکی ہلکی روشنی تھی، کھانے کی خوشبو اب بھی فضا میں تیر رہی تھی، مگر زاویار کا دماغ کہیں اور الجھا ہوا تھا۔ اس نے گہری سانس لی اور کوٹ کو بازو پر سے اتار کر ایک طرف رکھا، پھر کاؤنٹر کے قریب آیا۔

"تم نے پھر بھی اکیلے آنے کا فیصلہ کر لیا؟ یہ سوچے بغیر کہ کچھ ہو سکتا تھا؟" اس کی آواز اب پہلے سے کچھ ہلکی تھی، مگر پھر بھی سختی موجود تھی۔

حالہ نے ایک نظر اس پر ڈالی، مگر فوری طور پر کوئی جواب نہ دیا۔ وہ سینڈوچ پلیٹ میں رکھ چکی تھی اور اب جوس نکال رہی تھی۔ زاویار کی نظریں اس کے ہر عمل کا تعاقب کر رہی تھیں۔

"تمہیں ڈر نہیں لگا؟" زاویار نے آخر کار سیدھا سوال کر دیا، جیسے اسے یہ جاننے کی ضرورت ہو کہ وہ واقعی بے خوف تھی یا بس دکھاوا کر رہی تھی۔

حالہ نے جوس کا گلاس بھر کر سائیڈ پر رکھا، پھر نرمی سے کہا، "لگا تھا، مگر میں نے خود کو سنبھال لیا۔"

زاویار نے ایک لمحے کے لیے نظریں جھکائیں، جیسے اس جواب نے اسے لاجواب کر دیا ہو۔

"اگر کچھ ہو جاتا تو؟" وہ اب بھی ضد پر تھا، شاید خود کو تسلی دینے کے لیے۔

حالہ نے ہلکا سا کندھے اُچکائے، "پھر تم کیا کرتے؟"

یہ جملہ اتنا سادہ تھا، مگر زاویار کو اندر تک ہلا گیا۔ وہ چند لمحے خاموش رہا، پھر جیسے ہی وہ بولنے کے لیے لب کھولنے لگا، حالہ نے اس کے سامنے پلیٹ رکھ دی۔

"کھالو، تمہیں غصے میں بھوکا رہنے کی عادت ہے۔"

زاویار نے اسے حیرت سے دیکھا۔ وہ پہلے بھی اس کا رویہ سمجھنے میں ناکام رہا تھا، مگر آج تو وہ بالکل ہی مختلف لگ رہی تھی۔ جیسے وہ کسی اور مرحلے پر پہنچ چکی ہو۔

"حالہ۔۔۔" وہ دھیرے سے بولا، مگر حالہ نے نظر تک نہیں اٹھائی، بس خاموشی سے اپنی پلیٹ اٹھائی اور چلتے ہوئے میز کے قریب ائی پلیٹ رکھی اور کرسی پر بیٹھ گئی۔

زاویار نے کچھ دیر اس کی خاموشی کو دیکھا، پھر آہستہ سے خود بھی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ وہ ایک لمحے کے لیے پلیٹ میں رکھے سینڈوچ کو گھورتا رہا، پھر ہلکی سانس لے کر ایک نوالہ اٹھایا۔ سامنے حالہ خاموشی سے کھانے میں مصروف تھی، جیسے کوئی بات ہوئی ہی نہ ہو۔ جیسے وہ اس کی فکر، اس کا غصہ، اس کا پریشان ہونا، کسی بھی چیز کی اہمیت نہ سمجھتی ہو۔ زاویار کو اس کا

یہ رویہ عجیب لگ رہا تھا۔ وہ ہمیشہ ایسی تو نہیں تھی، تو پھر اب کیا بدل گیا تھا؟

"تم جان بوجھ کر مجھے نظر انداز کر رہی ہو؟" زاویار نے ایک نوالہ منہ میں رکھتے ہوئے کہا۔

حالہ نے نظریں اٹھائیں، مگر اس کے چہرے پر کوئی خاص تاثر نہیں تھا۔

"نہیں، میں بس کھانے پر توجہ دے رہی ہوں۔"

زاویار نے گہری سانس لی، جیسے خود کو قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"یہ سب اتنا آسان کیسے ہو سکتا ہے تمہارے لیے؟"

"کیا آسان؟"

"یہ کہ میں تمہیں اکیلے چھوڑ کر چلا گیا، تم نے مجھے ڈھونڈنے کی کوشش کی، میں نے تمہاری کال نہیں اٹھائی، اور پھر تم خود واپس آگئی جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔"

حالہ نے پلیٹ سے نظریں ہٹا کر اس کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں ایک گہری خاموشی تھی۔ "تمہیں کیا لگتا ہے، کچھ ہوا نہیں؟"

زاویار نے اس کی آنکھوں میں دیکھنے کی کوشش کی۔

"تو پھر کیوں نہیں بتا رہی کہ تم کیسا محسوس کر رہی ہو؟"

حالہ نے ایک لمحے کے لیے نچلا ہونٹ دبایا، پھر نرمی سے کہا، "کیونکہ فرق نہیں پڑتا، زاویار۔"

یہ سن کر زاویار کے ہاتھ کی گرفت سخت ہوئی، مگر وہ کچھ بولا نہیں۔

"جو کچھ میرے ساتھ ہوا، اس کا مجھ پر کوئی اثر نہیں... یا شاید میں اسے خود پر حاوی نہیں ہونے دے رہی۔ میرا رویہ ایسا اس لیے ہے کیونکہ میں ضبط کر رہی ہوں، ہر چیز سہہ رہی ہوں۔ میں لڑنا نہیں چاہتی، تھک چکی ہوں۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ تمہیں آج وہ حالہ نظر نہیں آ رہی جو ہمیشہ ہر بات پر تکرار کرتی تھی۔۔۔ میں بس اب ہمارے بیچ کوئی لڑائی نہیں لانا چاہتی۔۔۔ خاموشی بھی ایک جنگ ہوتی ہے، اور میں وہی لڑ رہی ہوں۔"

"تو تم کہنا چاہتی ہو کہ اب تمہیں واقعی فرق نہیں پڑتا؟"

حالہ نے ایک لمحے کو گہری سانس لی، جیسے وہ خود کو سنبھال رہی ہو، پھر دھیرے سے بولی، "ہاں، شاید اب واقعی نہیں پڑتا۔"

حالہ نے ایک لمحے کو گہری سانس لی، جیسے خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی ہو۔ زاویار کی نظریں اس کے چہرے پر جمی تھیں، مگر اس کے تاثرات بدستور سخت تھے۔

"جب میں آفس میں تھی... تو میں نے سوچا کہ تھوڑا ارد گرد دیکھ لوں۔ میں نے کبھی کسی آفس کا اتنا بڑا ماحول نہیں دیکھا تھا، تو بس ویسے ہی نکل گئی۔" وہ آہستہ سے بولی، جیسے کوئی عام سی بات سنا رہی ہو، مگر زاویار جانتا تھا کہ بات اتنی عام نہیں تھی۔

"پھر؟" زاویار نے سنجیدگی سے پوچھا، جیسے جلدی سے پوری بات جاننا چاہتا ہو۔

حالہ نے ایک لمحے کو رک کر اسے دیکھا، پھر دوبارہ بولی، "میں اسٹور روم تک پہنچ گئی، وہاں اندھیرا تھا، چیزیں بکھری ہوئی تھیں، میں نے سوچا شاید وہاں کوئی ہو، لیکن جیسے ہی اندر قدم رکھا، دروازہ بند ہو گیا۔"

زاویار کے ماتھے پر شکنیں گہری ہوئیں، مگر وہ کچھ نہیں بولا۔

"میں نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی، لیکن وہ باہر سے لاک ہو گیا تھا۔ مجھے سمجھ نہیں آیا کہ یہ ہوا کیسے... میں نے تمہیں کال کی، مگر تمہارا نمبر بزی جا رہا تھا۔ پھر کچھ دیر بعد، میں نے قدموں کی آوازیں سنیں۔ کوئی باہر تھا، مگر وہ وہاں سے چلا گیا۔"

زاویار نے دانت بھینچ لیے۔ "پھر تمہیں کس نے نکالا وہاں سے؟"

حالہ نے آہستہ سے سر جھکایا، "کچھ دیر بعد، صفائی والا آیا تھا، اس نے دروازہ کھولا تو میں باہر نکلی۔ لیکن اس وقت آفس تقریباً خالی ہو چکا تھا۔

میں نے تمہیں کالز کیں، مگر تم نے نہیں اٹھایا، تو میں نے خود ہی اپارٹمنٹ آنے کا سوچا۔"

"تمہیں راستہ بھی نہیں معلوم تھا، حالہ۔" زاویار نے سخت لہجے میں کہا، جیسے خود پر غصہ کر رہا ہو۔

"ہاں، مگر ریسیپشن پر ایک آدمی نے مجھے بتایا کہ تمہارا ڈرائیور نیچے تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ مجھے اپارٹمنٹ چھوڑ دے، اور وہ لے آیا۔"

زاویار نے ایک گہری سانس لی، جیسے خود پر قابو پانے کی کوشش کر رہا ہو۔ اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ حالہ نے جو کچھ کہا، وہ اتنا معمولی نہیں تھا جتنا وہ بنا کر پیش کر رہی تھی۔ کسی نے دروازہ باہر سے لاک کیا تھا، اور یہ کوئی اتفاق نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر وہ خاموش رہا، اپنے خیالات کو قابو میں رکھتا ہوا۔

"حالہ، آئندہ میرے بغیر کہیں مت جانا۔ خاص طور پر آفس میں۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

حالہ نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی، پھر آہستہ سے کہا، "اور تم آئندہ مجھے اکیلا چھوڑ کر مت جانا، زاویار۔"

دونوں کے درمیان خاموشی چھا گئی، مگر اس خاموشی میں بہت کچھ تھا—— نفرت، فکر، اور شاید... کچھ اور بھی۔

زاویار نے گہری نظروں سے حالہ کو دیکھا، جیسے اس کی ہر بات کے پیچھے چھپے سچ کو کھوج رہا ہو۔

"مگر تمہیں لگتا ہے کہ تمہیں کسی نے اسٹور روم میں بند کیا تھا؟ یا پھر وہ خود ہی لاک ہو گیا تھا؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

حالہ نے ایک لمحے کو نظریں جھکا لیں، جیسے کوئی یاد تکلیف دے گئی ہو۔ پھر آہستہ سے بولی، "ہاں، مجھے لگا تھا... کیونکہ خود تو وہ بند نہیں ہو سکتا تھا۔"

زاویار نے ایک گہری سانس لی۔ "تو تمہیں یقین ہے کہ کسی نے جان بوجھ کر دروازہ زور سے بند کر کے لاک کر دیا تھا؟"

حالہ کی آنکھوں میں ایک پل کو خوف سا جھلکا، جیسے وہ دوبارہ اسی لمحے کو یاد کر رہی ہو۔ "ہاں، ایسا ہی لگا۔ جیسے کسی نے جان بوجھ کر بند کیا ہو۔ میں نے بہت کوشش کی، دروازہ بجایا، چیخی، روئی... مگر کوئی نہیں آیا۔ سب لوگ جا چکے تھے۔"

زاویار کے چہرے پر تناؤ بڑھ گیا۔ اس کے اندر جیسے کوئی طوفان اٹھا تھا، مگر وہ ضبط کیے بیٹھا تھا۔ "اور تم نے یہ سب اکیلے جھیلا؟" اس نے مدھم مگر سخت آواز میں کہا۔

حالہ نے ایک تھکی ہوئی سانس لی، "اور کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا، زاویار۔ میں اکیلی تھی وہاں، میں نے تمہیں بھی کال کی لیکن تم نے نہیں اٹھائی۔"

زاویار نے لب بھینچ لیے۔ اس کے چہرے پر ایک پل کو شرمندگی کے آثار آئے مگر اس نے خود پر قابو رکھا۔ "آئندہ مجھے اس طرح اکیلا مت چھوڑنا، زاویار،" حالہ نے نرمی سے مگر واضح الفاظ میں کہا، جیسے وہ اس لمحے کی تکلیف کو دوبارہ سہنے کے لیے تیار نہ ہو۔

زاویار نے اسے دیکھا، اس کی آنکھوں میں ایک پل کو کچھ نرم پڑا، مگر پھر وہی سختی واپس آ گئی۔ اس نے سر جھٹکا، جیسے خود کو کسی خیال سے نکال رہا ہو۔

"میں اس بات کو ایسے نہیں چھوڑنے والا۔" وہ آہستہ مگر مضبوط لہجے میں بولا۔ "مجھے پتہ لگانا ہو گا کہ یہ سب کس نے کیا تھا۔"

حالہ نے بس خاموشی سے اسے دیکھا، مگر اس کی آنکھوں میں ابھی بھی وہی خوف جھلک رہا تھا، جو وہ اسٹور روم میں بند ہونے کے وقت محسوس کر چکی تھی۔ "چھوڑ دو... پتہ لگانے والی کون سی بات؟ ہمارے کون سے دشمن ہیں ادھر؟ جو مجھے تنگ کرنے کے لیے ایسے کمرے میں لاک کر سکتے ہیں؟" حالہ نے بے زاری سے کہا، جیسے وہ اس معاملے کو مزید طول نہیں دینا چاہتی تھی۔

زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی، جیسے وہ اس کے الفاظ کی سچائی جانچ رہا ہو۔ پھر کرسی سے سیدھا ہوا، بازو باندھ کر اسے گھورنے لگا۔

"حالہ، ہر چیز اتنی سادہ نہیں ہوتی جتنی تم سمجھ رہی ہو۔ اگر یہ اتفاق ہوتا، تو تمہیں اتنا واضح محسوس نہ ہوتا کہ دروازہ کسی نے زور سے بند کر کے لاک

کیا تھا۔ "اس کے لہجے میں سختی تھی، جیسے وہ معاملے کو نظرانداز کرنے کے حق میں نہیں تھا۔

حالہ نے اس کی بات پر گہری سانس لی، پھر دھیرے سے کہا، "پر مجھے نہیں لگتا کہ کسی نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہوگا۔ ہو سکتا ہے غلطی سے ہوا ہو؟"

"غلطی سے؟" زاویار کی بھنویں تن گئیں۔ "کسی اسٹور روم کا دروازہ خود بخود باہر سے لاک نہیں ہو سکتا۔ یا تو کوئی تمہارے پیچھے آیا تھا، یا پھر——"

وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا، جیسے وہ خود کسی اور امکان پر غور کر رہا ہو۔

حالہ نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ "اگر یہ اتنا بڑا مسئلہ ہے، تو تم کیوں نہیں دیکھ لیتے کیمروں میں؟ وہاں سب کچھ ریکارڈ ہوتا ہوگا نا؟"

زاویار کے لبوں پر ایک سخت مسکراہٹ ابھری، جیسے وہ اسی بارے میں سوچ رہا ہو۔ "بالکل... اور میں یہ کروں گا بھی۔ کیونکہ یہ معمولی بات نہیں ہے، حالہ۔"

حالہ نے ایک پل کے لیے نظریں جھکائیں، جیسے کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ زاویار نے مزید کچھ نہیں کہا، بس ایک گہری نظر اس پر ڈال کر اٹھا اور خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازہ بند ہونے کی ہلکی سی آواز گونجی، اور وہ اندر چلا گیا۔

حالہ نے ایک لمحے کو رکا، پھر گہری سانس لے کر اپنی پلیٹ کی طرف دیکھا۔ کھانے کی طرف دھیان دیا، مگر دماغ کہیں اور بھٹک رہا تھا۔ وہ جس شخص کو اپنی زندگی میں سب سے سخت اور بے پرواہ سمجھتی تھی، آج وہی

اس کی فکر کر رہا تھا؟ وہی جو اسے نظر انداز کرتا تھا، جس کی نظروں میں ہمیشہ ایک سرد مہری ہوتی تھی، آج اس کے لیے یوں پریشان ہو رہا تھا؟

اس نے بے اختیار سر جھکایا، اور جانے کیوں، اس کے لبوں پر ایک مدھم سی مسکراہٹ آگئی۔

☆☆☆✦☆☆☆

زاویار واش روم سے باہر آیا تو اس کی نظر حالہ پر پڑی، جو فون ہاتھ میں لیے صوفے پر نیم دراز تھی۔ اس کی توجہ فون پر تھی، جیسے کسی میں محو ہو، اور زاویار نے بس ایک سرسری نظر ڈال کر رخ موڑ لیا۔ وہ چلتا ہوا اپنی بیڈ کے قریب آیا، لیپ ٹاپ نکالا اور اسے آن کر دیا۔ "مجھے بھوک لگ رہی ہے۔۔۔" کچھ لمحوں بعد حالہ کی مدھم مگر صاف آواز ابھری۔ زاویار نے

آنکھیں اسکرین سے ہٹا کر اس کی طرف دیکھا۔ "تو بنالو کچھ، مجھے بھی لگ رہی ہے۔"

"مجھے کچھ نہیں آتا بنانے، پہلے بھی تو کہا تھا۔" حالہ نے جیسے ناراضی سے جواب دیا۔

"ہاں صحیح ہے، تم کچھ بنانا بھی مت، ورنہ تمہارے ہاتھ کے بنے کھانے کھا کے تو دل ہی خراب ہو جائے گا۔" زاویار نے طنزیہ کہا

حالہ نے بڑا سامنہ بنایا اور گھور کر اسے دیکھا، جیسے وہ واقعی ناراض ہو گئی ہو۔ "رکو، میں کچھ آرڈر کر دیتا ہوں۔۔۔" زاویار نے سنجیدگی سے کہا اور موبائل نکال لیا۔

"ہاں، پلیز جلدی۔۔۔" وہ کہتے ہی دوبارہ اپنے فون کی طرف متوجہ ہو گئی۔

زاویار جیسے ہی فوڈ آرڈر کرنے کے لیے ایپ کھولتا ہے، تو اچانک اس کی نظر شاہمیر کے میسجز پر پڑتی ہے۔

پانچ۔۔۔ چھ۔۔۔ لمبے لمبے میسجز جگمگا رہے تھے۔ زاویار نے ایک لمحے کے لیے دل میں بے چینی محسوس کی، جیسے کوئی ناپسندیدہ چیز سامنے آگئی ہو۔ اس نے چیٹ کھولنے کی ہمت نہ کی، مگر وہ جانتا تھا کہ ان میسجز میں کیا لکھا ہوگا — وہی پرانی باتیں، وہی زہریلی دھمکیاں، وہی طنز بھرے جملے۔ اس کے اندر جیسے کوئی کشمکش پیدا ہوگئی، مگر اس نے خود کو قابو میں رکھا۔ "یہ سب وقتی ہے۔۔۔" اس نے خود کو سمجھایا، سر جھٹکا اور موبائل میز پر رکھ دیا۔

"کیا ہوا؟" حالہ کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

وہ ابھی بھی فون میں مصروف تھی، شاید کسی سے بات کر رہی تھی یا کوئی میسجز پڑھ رہی تھی، مگر زاویار کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ اس کے تاثرات پڑھنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"کچھ نہیں" اس نے خشک لہجے میں جواب دیا اور دوبارہ لیپ ٹاپ پر جھک گیا، جیسے کوئی بہت ضروری کام کر رہا ہو۔

حالہ نے ایک نظر اس پر ڈالی، پھر کندھے اچکا کر دوبارہ فون کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"ارے! تم نے آرڈر کیا؟" وہ اچانک چونکی۔

زاویار نے ایک لمحے کے لیے اسے دیکھا، پھر سر ہلایا۔ "ہاں، کر دیا، بس تھوڑی دیر میں آجائے گا۔"

حالہ نے سر ہلایا اور واپس اپنی جگہ نیم دراز ہو گئی۔ زاویار نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی—وہ تھکی ہوئی لگ رہی تھی، مگر اس کی آنکھوں میں اب بھی وہی معصومیت تھی جو ہمیشہ سے تھی۔

وہ یہاں کسی جذباتی کمزوری کے لیے نہیں آیا تھا۔ وہ مقصد جس کے لیے وہ یہاں تک پہنچا تھا، وہ اب بھی پورا ہونا باقی تھا۔

شاہمیر کی باتوں کے بعد جسے اسے محسوس ہو رہا تھا کے وہ غلط کر رہا ہے۔

زاویار نے ایک گہری سانس لی اور خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ نہیں، وہ جذباتی نہیں ہو گا۔ وہ کوئی کمزور انسان نہیں تھا جو چند لمحوں کی نرمی سے اپنا مقصد بھول جائے۔

"یہ سب اس نے بدلہ لینے کے لیے کیا تھا۔"

یہ سب پہلے دن سے ایک کھیل تھا، ایک ایسا کھیل جس میں اسے جیتنا تھا۔ حالہ کو یوں آرام سے چھوڑ دینا اس کے اصولوں میں نہیں تھا۔ وہ چاہے جتنی بھی معصوم نظر آئے، چاہے جتنی بھی کمزور لگے، وہ اس کے ساتھ وہی کرے گا جو اس نے سوچا تھا۔

"اسے کوئی رحم نہیں آئے گا!"

رحم؟ ہمدردی؟ یہ جذبات اس کے اندر کب کے مر چکے تھے۔ اس کے دل میں حالہ کے لیے کوئی نرمی نہیں تھی، اور اگر تھی بھی تو وہ اسے خود پر حاوی نہیں ہونے دے گا۔ وہ اس سے نفرت کرتا تھا، اور یہی نفرت اس کی طاقت تھی۔

"وہ اسے معاف نہیں کرے گا!"

وہ شاہمیر کی باتوں میں نہیں آئے گا۔

اس کے اندر جیسے کوئی جنگ چل رہی تھی۔ایک طرف اس کا سخت دل تھا، جو بدلہ لینے کے لیے تڑپ رہا تھا،اور دوسری طرف وہ لمحے تھے جب اس نے حالہ کو بے بس اور خوفزدہ دیکھا تھا۔

"مگر وہ کمزوری کا شکار نہیں ہو گا۔" زاویار نے مٹھیاں بھینچ لیں اور نظریں حالہ پر ڈالیں، جواب بھی بے خبر اپنے فون میں مگن تھی۔اسے اندازہ بھی نہیں تھا کہ زاویار کیا سوچ رہا ہے، کیا ارادے رکھتا ہے۔

"یہ کھیل ابھی ختم نہیں ہوا، حالہ" وہ دل ہی دل میں بولا اور نظریں ہٹا کر اپنے لیپ ٹاپ پر جھک گیا۔

☆☆☆✦☆☆☆

رات کا سناٹا ہر طرف چھایا ہوا تھا، اور اپارٹمنٹ کی خاموشی میں صرف گھڑی کی ہلکی ٹک ٹک سنائی دے رہی تھی۔ کھانے کا آرڈر کچھ ہی دیر میں پہنچ گیا تھا، اور زاویار نے خاموشی سے ڈائننگ ٹیبل پر رکھا تھا۔ "حالہ، کھانا آگیا ہے۔" اس نے مختصر سا کہا۔

حالہ، جو صوفے پر نیم دراز تھی، ایک ہلکی سی 'ہوں' کہہ کر اٹھی اور سست روی سے چلتی ہوئی ٹیبل کے پاس آگئی۔ زاویار نے زیادہ بات نہیں کی، نہ ہی وہ اس وقت کچھ کہنے کے موڈ میں تھا۔ حالہ نے بھی خاموشی سے کھانے کی پلیٹ اپنے سامنے رکھی اور نرمی سے کھانے لگی۔

وقت تیزی سے گزرا، اور دونوں نے بغیر کسی خاص گفتگو کے کھانے سے فارغ ہو کر اپنے اپنے کاموں میں لگ گئے۔ حالہ کو نیند آرہی تھی، وہ ہاتھ

دھو کر سیدھا صوفے پر جا لیٹی اور چند لمحوں میں ہی نیند کی آغوش میں چلی گئی۔ لیکن زاویار؟ وہ سو نہیں پایا۔

وہ اب بھی جاگ رہا تھا۔

بالکونی میں کھڑا، رات کی ٹھنڈی ہوا کو محسوس کرتا، وہ نیچے شہر کی روشنیوں کو گھور رہا تھا۔ دونوں ہاتھ گریل پر رکھے، نظریں بے مقصد نیچے جمائے، جیسے کسی سوچ میں گم ہو۔ دل میں ایک عجیب بے چینی تھی، ایک ایسا بوجھ جسے وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے میرے ساتھ؟" وہ تو اس شادی میں صرف بدلہ لینے کے لیے آیا تھا۔ وہ اس دن کے لیے انتظار کر رہا تھا جب وہ حالہ کو ایسے مقام پر لے جائے گا جہاں وہ خود کو بکھرتا محسوس کرے گی۔ مگر اب؟ اب کیوں لگ رہا تھا کہ وہ جو سوچ رہا تھا، وہ سب حقیقت میں بدلنا ممکن نہیں رہا؟ کیا شاہمیر کی باتوں نے اسے اندر تک

ہلا دیا تھا؟ کیا وہ ٹھیک کہہ رہا تھا؟ کہ زاویار ایسا شخص نہیں ہے جو کسی لڑکی کی زندگی تباہ کر سکے؟

مگر نفرت۔۔۔وہ حالہ سے نفرت کرتا تھا، اور اسی نفرت میں اس نے یہ شادی کی تھی۔ وہ اسے توڑنا چاہتا تھا، اسے تکلیف دینا چاہتا تھا۔ مگر جب وہ اسے خوفزدہ دیکھتا تھا، جب وہ اسے اکیلے چھوڑنے کا سوچتا تھا، تو کیوں اس کے دل میں ایک عجیب سی بے چینی پھیل جاتی تھی؟ وہ ایک کمزور لڑکی ہے۔۔۔وہ ایک کمزور لڑکی کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتا تھا؟" جہاں میں اس کی عزت پر آنچ بھی نہیں آنے دے سکتا، جہاں میں اس کے لیے دوسروں سے لڑ سکتا ہوں، وہاں میں اس کے دل کے ساتھ کیسے کھیل سکتا ہوں؟۔۔۔"

یہ سوال اس کے دماغ میں طوفان کی طرح گونج رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ جب ایک لڑکی کے ساتھ ایسا ہوتا ہے، جب اسے دھوکہ دیا جاتا ہے، تو اس کے دل پر کیا گزرتی ہے۔ اور وہ یہی چاہتا تھا، کہ وہ حالہ کو اسی درد میں مبتلا کرے۔ "مگر۔۔۔ اب؟" اب ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ خود کو ہی اس جنگ میں ہارتا جا رہا ہو۔ اسے حالہ پسند نہیں تھی، وہ اب بھی اس سے نفرت کرتا تھا، وہ اس شادی سے خوش نہیں تھا، مگر بدلہ؟

"وہ بدلہ نہیں لینا چاہتا تھا!" کیونکہ وہ ایسا شخص نہیں تھا۔ وہ کسی لڑکی کی زندگی تباہ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ کسی کے جذبات کے ساتھ کھیلنے والا انسان نہیں تھا۔ وہ حالہ کی زندگی کو برباد نہیں کر سکتا تھا۔۔۔ "میں ایسا شخص نہیں ہوں!۔۔۔ شاہمیر نے ٹھیک کہا تھا۔۔۔ میں ایسا شخص نہیں ہوں۔۔۔" اس نے گہری سانس لی، اور نظریں اوپر اٹھا کر آسمان کی طرف

دیکھا۔ شاید کچھ جواب وہاں چھپا ہو۔ مگر وہاں بھی خاموشی تھی، بالکل اس کے دل کی طرح۔

☆☆☆✦☆☆☆

ہلکی ہلکی صبح کی روشنی کھڑکی کے پردوں سے چھن کر کمرے میں پھیل رہی تھی۔ زاویار کی آنکھیں نیند کی شدت سے بوجھل تھیں، لیکن مکمل بند بھی نہ ہو پا رہی تھیں۔ وہ پوری رات جاگتا رہا تھا، اور جیسے ہی اس کی پلکیں بوجھل ہو کر موندی تھیں، الارم بجنے میں ابھی ایک گھنٹہ باقی تھا۔ شاید کچھ دیر ہی سویا ہو گا کہ ایک دم آنکھ کھلی۔

صوفے پر نظر گئی مگر وہ وہاں نہیں تھی۔ اس نے بمشکل آنکھیں کھول کر ارد گرد نظر دوڑائی، کمرہ خالی تھا۔ اس کے ماتھے پر ہلکی سی شکن ابھری، مگر

زیادہ سوچے بغیر وہ اٹھا اور سیدھا واش روم کی طرف بڑھ گیا۔ واپس آیا تو چہرے پر تازہ پانی کی نمی تھی، بال بکھرے ہوئے، اور آنکھوں میں تھکن کی سرخی اب بھی نمایاں تھی۔ مگر اب جیسے کمرے میں کوئی مانوس سی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔

"یہ خوشبو؟" اس نے نرمی سے سانس کھینچی۔ ناشتے کی خوشبو تھی، مگر یہ کیسے ممکن تھا؟ اسے ناشتہ تو بنانا نہیں آتا تھا ایک لمحے کو اس کے تاثرات میں حیرانی آئی، مگر فوراً ہی چہرہ سپاٹ ہو گیا۔ وہ خاموشی سے کمرے سے نکلا۔ جیسے ہی لاؤنج میں پہنچا، نظر سیدھا کچن کی طرف گئی، جہاں وہ کھڑی تھی۔ حالہ نے ایک ہلکی سی ڈھیلی سی سفید شرٹ پہنی ہوئی تھی، جس کی آستینیں کہنیوں تک موڑی ہوئی تھیں، اور نیچے ہلکے نیلے رنگ کا آرام دہ ٹراؤزر۔ اس کے بال بے ترتیب سے تھے، جنہیں اس نے لاپرواہی سے اوپر جوڑے

میں باندھ رکھا تھا۔ وہ سنجیدگی سے چولہے کے سامنے کھڑی کچھ بنا رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی سنجیدگی تھی، جیسے وہ خود کو پوری توجہ کے ساتھ کام میں مصروف رکھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ زاویار چند لمحے بس اسے دیکھتا رہا، پھر ایک گہری سانس لیتے ہوئے ڈائننگ ٹیبل کے پاس آیا، کرسی کھینچی اور بیٹھ گیا۔

"کیا بنا رہی ہو؟" اس نے مختصر اور سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

حالہ نے ایک نظر پیچھے موڑ کر اسے دیکھا اور پھر لاپرواہی سے جواب دیا۔

"ایسے ہی... آملیٹ وغیرہ۔۔۔" زاویار نے بھنویں چڑھائیں، جیسے سن کر ہی الجھن محسوس ہوئی ہو۔ "مگر تمہیں تو کچھ بنانے نہیں آتا۔۔۔ پلیز یار، مت ہی بناؤ تو اچھا ہے۔ ہم باہر ناشتہ کر لیں گے۔" حالہ نے چمچ رکھ کر پلٹ کر اسے دیکھا، چہرے پر ناراضی تھی، مگر وہ نرمی سے بولی۔ "کوئی

ضرورت نہیں ہے۔ میں نے بنالیا ہے۔ روز باہر ناشتہ کرتے ہیں اور مجھے یہ اطالوی کھانے روز روز پسند نہیں آرہے۔۔۔اس سے اچھا کہ میں خود بنا لوں۔اور میں سیکھ رہی ہوں۔۔۔"

زاویار نے گہری سانس لی، جیسے مزید بحث کی ہمت نہ ہو۔ "ٹھیک ہے، جیسے تمہاری مرضی"

وہ خاموش ہو گیا، چہرے کے تاثرات سپاٹ ہو گئے۔ کچھ دیر بعد حالہ ناشتے کی ٹرے لیے آئی۔ ایک ہاتھ میں پلیٹ تھی، جس میں ایک بے ترتیب سا آملیٹ پڑا تھا، جگہ جگہ سے جلا ہوا، اور کچھ جگھوں پر کچا سا نظر آرہا تھا۔ دوسرے ہاتھ میں چائے کا کپ تھا۔

زاویار نے پلیٹ پر نظر ڈالی، اور چہرے پر ناپسندیدگی کی ایک لہر ابھری، مگر اس نے کچھ کہا نہیں۔ حالہ واپس پلٹی اور بریڈ لے کر آئی، اور وہ بھی اس کے سامنے رکھ دی۔

"یہ آملیٹ ہے؟" وہ جیسے بے یقینی سے بولا، چہرے پر واضح ناگواری تھی۔

حالہ نے فوراً اسے گھورا۔ "ہاں، بہت اچھا ہے۔ کھا کر تو دیکھو، شکل پر مت جاؤ، ٹیسٹ اچھا ہو گا۔"

زاویار نے ایک نظر اسے دیکھا، پھر آملیٹ پر، پھر دوبارہ اسے، اور آخر میں گہری سانس لے کر بریڈ اٹھائی۔ جیسے ہی ایک نوالہ لیا، چہرہ مزید بگڑ گیا۔

"یہ... یہ کیا بنایا ہے؟" اس نے بمشکل نوالہ حلق سے اتارا، چہرے پر صاف تحریر تھا کہ وہ اس وقت کس اذیت سے گزر رہا تھا۔

حالہ نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا۔ "دیکھو، برائی مت کرنا۔ میں نے بہت دل سے بنایا ہے..."

زاویار نے سخت نظر اس پر ڈالی، پھر پلیٹ پر، پھر چائے کو دیکھا، مگر پینے کی ہمت نہ کی۔ وہ بس خاموشی سے کھڑا ہوا، کرسی پیچھے دھکیلی اور بنا کچھ کہے زور سے کمرے کا دروازہ کھولا اور اتنی ہی شدت سے بند کر دیا۔

حالہ نے ایک لمحے کے لیے دروازے کی طرف دیکھا، اور پھر اس کی آنکھوں میں نمی آگئی۔

"اتنی محنت سے بنایا تھا۔۔۔؟"

وہ آہستہ سے کرسی پر بیٹھ گئی اور خود ہی کھانے لگی۔ جیسے ہی پہلا نوالہ منہ میں ڈالا، چہرہ بگڑ گیا۔

"یہ تو واقعی بیکار ہے۔۔۔"

مگراب کیاکر سکتی تھی؟ضائع کرنا بھی توٹھیک نہیں تھا۔اس نے گہری سانس لی،اورزبردستی نوالہ چبانے لگی،مگر دل میں خفگی کی ایک لہر تھی، جسے وہ محسوس کررہی

تھی۔

حالہ آئینے کے سامنے کھڑی اپنے بالوں کاجوڑاباندھ رہی تھی۔آج وہ نیوی بلیورنگ کی خوبصورت لیکن سادہ سی پروفیشنل ڈریس میں ملبوس تھی، جس میں گھٹنوں تک آتی اسکرٹ اورآف وائٹ شرٹ شامل تھی۔اس کے لمبے بال جوعام طورپر کھلے رہتے تھے،آج سلیقے سے بندھے ہوئے تھے،مگرچند شرارتی لٹیں ماتھے پر جھول رہی تھیں۔وہ ہاتھ میں برش تھامے اپنے بالوں کوسیٹ کررہی تھی جب پیچھے سے زاویار کی روکھے لہجے میں آوازابھری۔

"جلدی کرو، ٹائم نہیں ہے... میں زیادہ انتظار نہیں کروں گا تمہارا۔"

وہ جو اپنے بالوں میں پن لگا رہی تھی، لمحہ بھر کو رکی۔ آئینے میں زاویار کی جھلک دیکھی، جو گھڑی باندھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ سپاٹ تھا، جیسے ہمیشہ ہوتا تھا—سخت اور لاتعلق۔ حالہ نے ہلکی سی سانس لی، جیسے اس کی اس رویے کی عادی ہو چکی ہو، اور تیزی سے اپنے بالوں کو مکمل طور پر باندھ کر پرس کندھے پر ڈال لیا۔

دوسری طرف زاویار پہلے ہی تیار ہو چکا تھا۔ اس نے گرے ڈریس پینٹ کے ساتھ وائٹ شرٹ پہنی تھی، جس کے اوپر گرے ویسٹ کوٹ تھا۔ جوتے ہمیشہ کی طرح پالش شدہ، کلائی پر مہنگی گھڑی، اور ہاتھ میں گاڑی کی چابی گھماتا ہوا وہ دروازے کی طرف بڑھا۔ اس کی چال میں وہی بے نیازی اور خود اعتمادی تھی، جو حالہ کو ہمیشہ محسوس ہوتی تھی۔

"تم آرہی ہو یا میں جاؤں؟" وہ دروازے کے پاس رک کر بیزاری سے بولا۔

حالہ جلدی سے پرس تھامے اس کے پیچھے نکلی۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی زاویار نے بلیک شیشے چڑھائے اور ایک ہاتھ سے اسٹیرنگ سنبھال لیا، جبکہ دوسرا ہاتھ موبائل فون پر چلا گیا۔ وہ مسلسل کسی سے میسجز پر بات کر رہا تھا۔ حالہ نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا، مگر کچھ کہنے کی ہمت نہ کی۔ گاڑی اندر خاموشی سے بھری ہوئی تھی۔ "آج میٹنگ لمبی ہو گی، تمہیں انتظار کرنا پڑے گا۔" زاویار نے فون پر نظریں جمائے کہا۔

حالہ نے ایک لمحے کو لب بھینچے، مگر آہستہ سے بولی، "ٹھیک ہے، میں ویٹنگ روم میں انتظار کر لوں گی۔"

"ہمیشہ کی طرح، ہاں؟" زاویار نے ہلکی سی طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور گاڑی آگے بڑھا دی۔

حالہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ جانتی تھی کہ زاویار کا رویہ اب اس کے لیے نیا نہیں تھا، مگر پتہ نہیں کیوں، دل اب بھی ہر بار تھوڑا اسا دکھتا ضرور تھا۔

گاڑی ایک مخصوص کیفے کے سامنے آ کر رکی۔ سورج کی مدھم روشنی شیشے سے اندر آ رہی تھی، اور باہر کیفے کے اندر ہلکی ہلکی چہل پہل تھی۔ زاویار نے خاموشی سے گاڑی کا دروازہ کھولا اور اتر کر کیفے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ ہمیشہ کی طرح اعتماد بھرے انداز میں چل رہا تھا، جیسے اس کی ہر حرکت پہلے سے طے شدہ ہو، جیسے وہ ہر جگہ اپنی مرضی کا مالک ہو۔ حالہ نے کچھ لمحے گاڑی میں بیٹھے اس کی طرف دیکھا، پھر ایک ہلکی سانس لی اور پرس کندھے

پر ڈال کر دروازہ کھولا۔ باہر نکلتے ہی ایک تازہ ہوا کا جھونکا اس کے چہرے سے ٹکرایا، اور وہ نرمی سے پلکیں جھپکنے لگی۔

کیفے کے اندر داخل ہوتے ہی اسے ہلکی کافی اور بیکری کی خوشبو محسوس ہوئی۔ زاویار پہلے ہی کاؤنٹر پر کھڑا تھا، اپنا روایتی بلیک کافی آرڈر کر چکا تھا اور اب فون پر مصروف تھا۔ حالہ خاموشی سے اس کے برابر جا کر کھڑی ہو گئی، اور نظریں مینو بورڈ پر دوڑائیں۔

"آپ کیا لینا پسند کریں گی، میم؟" بارسٹا نے شائستگی سے پوچھا۔

حالہ نے ایک لمحے کو سوچا، پھر آہستہ سے کہا، "ایک کیپوچینو، پلیز۔"

زاویار، جواب تک فون میں مصروف تھا، اچانک نظریں اٹھا کر اسے دیکھنے لگا۔ ایک پل کے لیے اس کے چہرے پر حیرت کے ہلکے سے تاثرات ابھرے، جیسے وہ یقین نہ کر سکا ہو کہ حالہ نے بھی کچھ آرڈر کیا ہے۔

"تمہیں بھی کافی پینے کی عادت ہو گئی؟" اس نے بظاہر عام لہجے میں کہا، مگر اس کی آنکھوں میں وہی روایتی سنجیدگی تھی۔

حالہ نے اپنی انگلیاں نرمی سے اپنے پرس کی زِپ پر پھیریں، پھر مدھم لہجے میں جواب دیا، "بس... تمہارے ساتھ رہ کر عادت ہو گئی" وہ ہالکا سا مسکرائی اور پھر اسے دیکھا۔

زاویار نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی، جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو، مگر پھر کندھے اچکا کر نظریں پھیر لیں۔ وہ دوبارہ فون پر نظریں جمائے اسکرین پر ٹائپ کرنے لگا۔

کچھ ہی لمحوں میں ان کے آرڈرز تیار ہو گئے۔ بارسٹا نے پہلے زاویار کو اس کا بلیک کافی پکڑایا، جسے اس نے خاموشی سے تھام لیا۔ پھر حالہ نے اپنا کیپو چینو پکڑا، کپ کے گرد ہاتھ لپیٹے۔

وہ دونوں خاموشی سے کیفے کے دروازے کی طرف بڑھے۔ زاویار نے فون کان سے لگایا اور کسی سے سنجیدہ انداز میں بات کرنے لگا، جبکہ حالہ چپ چاپ کافی کے گھونٹ بھرتی رہی۔ کتنا بزی ہے یہ انسان۔۔۔ باہر آتے ہی زاویار نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور پہلے خود بیٹھا، پھر حالہ بھی خاموشی سے اس کے برابر آ کر بیٹھ گئی۔ گاڑی کے اندر ایک گہری خاموشی تھی۔ حالہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی، جہاں لوگ اپنی اپنی زندگی میں مصروف نظر آ رہے تھے۔ وہ جانتی تھی کہ یہ خاموشی ہمیشہ کی طرح رہے گی... شاید ہمیشہ کے لیے۔ جیسے ہی گاڑی آفس کے سامنے آ کر رکی، زاویار نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر دروازہ کھولا اور لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا اندر کی طرف بڑھ گیا۔ اس کی چال میں ہمیشہ کی طرح ایک روایتی سنجیدگی اور بے نیازی تھی، جیسے آس پاس کسی چیز کی پرواہی نہ ہو۔

حالہ نے پل بھر کے لیے اس کی طرف دیکھا، پھر اپنی سانس ہلکے سے خارج کرتے ہوئے نیچے نظریں جھکالیں۔اس نے گاڑی سے باہر قدم رکھا اور ایک ہاتھ سے اپنی ہیلز کی پوزیشن درست کی، جو چلنے میں تھوڑی سی ڈھیلی محسوس ہو رہی تھیں۔ سامنے زاویار بنامڑ کر دیکھے، تیز رفتاری سے آفس کے شیشے والے دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جیسے ہی اس نے اندر قدم رکھا، وہاں موجود اسٹاف نے مؤدب انداز میں سر ہلایا، اور وہ بنا کسی کو خاص توجہ دیے سیدھا لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔ حالہ نے ایک گہری سانس لی اور خاموشی سے اس کے پیچھے چل پڑی۔ وہ جانتی تھی کہ اسے اس سب کا عادی ہو جانا چاہیے — اس رویے کا، اس سرد مہری کا، اس کے نظر انداز کرنے کے انداز کا — مگر پتہ نہیں کیوں... ہر بار، کسی نہ کسی کونے میں ایک امید جاگ اٹھتی تھی۔ جیسے شاید آج کچھ بدلے گا، شاید آج زاویار کی

آنکھوں میں وہی نرم روی جھلک جائے جو وہ کبھی دیکھنا چاہتی تھی۔ شاید آج وہ ایک بار رک کر اس کا انتظار کر لے، یا کم از کم مڑ کر دیکھ لے کہ وہ آ رہی ہے یا نہیں۔

مگر ایسا کچھ نہیں ہوا۔ آج بھی نہیں۔ حالہ نے سر جھٹکا، جیسے اپنے بے کار خیالات کو خود سے پرے دھکیل رہی ہو، اور لمبے لمبے سانس لے کر اپنے اندر کی خالی جگہ کو بھرنے کی کوشش کی۔ لفٹ کے دروازے بند ہو رہے تھے، زاویار پہلے ہی اندر جا چکا تھا۔ حالہ نے جلدی سے قدم بڑھائے، اور آخری لمحے میں ہاتھ آگے کر کے لفٹ کے دروازے کھلنے پر مجبور کر دیے۔ زاویار نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا، مگر وہ نظر ویسی ہی سرد تھی جیسی ہمیشہ ہوتی تھی — جیسے کچھ بھی فرق نہیں پڑتا۔

حالہ خاموشی سے اندر آ گئی، اپنی جگہ پر کھڑی ہو گئی، اور نظریں جھکا لیں۔

لفٹ کی نرم گھنٹی بجی، اور دروازے بند ہو گئے۔ لفٹ میں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ بس ہلکی ہلکی بیپ کی آوازیں، جو ہر منزل پر لفٹ کے گزرتے ہی سنائی دیتی تھیں، اور زاویار کی گھڑی کی ٹک ٹک، جو ماحول میں ایک عجیب سی سنجیدگی گھول رہی تھی حالہ نے نظریں جھکائے رکھیں، مگر اپنے دل کی دھڑکنوں کو وہ نظرانداز نہیں کر پا رہی تھی۔ وہ زاویار کے وجود کی موجودگی کو شدت سے محسوس کر سکتی تھی——اس کی خوشبو، اس کا وقار، اس کی سنجیدگی سے بھری موجودگی——سب کچھ اسے بے چین کر رہا تھا۔ زاویار، جو ہمیشہ کی طرح اپنے فون میں مصروف تھا، ایک لمحے کے لیے رک کر اسکرین پر نظریں جما کر کچھ پڑھنے لگا۔ اس کی بھنویں ہلکی سی سکڑیں، جیسے کوئی بات اسے پریشان کر رہی ہو، مگر اس نے کچھ کہا نہیں۔ حالہ نے چور نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ ہمیشہ کی

طرح اسی روکھے انداز میں کھڑا رہے گا، بنا کسی جذباتی ردِ عمل کے، جیسے کچھ بھی اس کے لیے معنی نہیں رکھتا۔ "زاویار...؟" حالہ کے لبوں سے بے اختیار نکلا، اور وہ خود بھی حیران رہ گئی کہ اس نے پکارا کیوں۔ زاویار نے آہستہ سے گردن موڑ کر اسے دیکھا، اس کی نظریں جیسے ایک پل کے لیے رکیں، مگر پھر وہ واپس فون پر متوجہ ہو گیا۔ "کیا بات ہے؟" وہ عام سے انداز میں بولا، جیسے رسمی طور پر پوچھ رہا ہو۔ "کچھ نہیں..." حالہ نے جلدی سے کہا، جیسے اپنے الفاظ واپس لینا چاہ رہی ہو۔ زاویار نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی، پھر کندھے اچکا کر دوبارہ فون پر جھک گیا۔ لفٹ جیسے ہی آخری منزل پر پہنچی، دروازے کھلنے کی آواز گونجی، اور زاویار بنا کچھ کہے باہر نکل گیا۔ حالہ نے ایک پل کے لیے کھڑے کھڑے اس کی پشت کو دیکھا، جو اسی تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہا تھا، جیسے پیچھے مڑ کر دیکھنے کا کوئی

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ حالہ نے ایک گہری سانس لی، اپنے کندھوں کو ہلکا سا سیدھا کیا، اور اس کے پیچھے پیچھے چل دی۔ وہ جانتی تھی کہ اسے اب اس رویے کی عادت ڈالنی تھی... مگر یہ آسان نہیں تھا۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

افس کی ہلکی ہلکی خنکی اور خاموشی میں وہ نظریں جھکائے اپنے لیپ ٹاپ کی اسکرین پر مصروف تھی۔ کل جو زاویار نے اسے کام سمجھایا تھا، وہ اب بھول چکی تھی، مگر کرنا تو تھا... ورنہ زاویار کی ڈانٹ سننی پڑتی۔ اس کی انگلیاں کی بورڈ پر حرکت کر رہی تھیں، دھیان صرف اسکرین پر تھا، اسی لیے اسے احساس بھی نہیں ہوا جب ماہا اس کے پیچھے سے گزری۔ وہ بدستور

کام میں الجھی رہی، اور ماہا زاویار کے کیبن کے دروازے پر جا کر رکی۔ ہلکی سی دستک دی، اور اندر سے آواز آنے پر آرام سے دروازہ کھول کر داخل ہو گئی۔

ماہا کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ اس کے کندھے تک اتے سیاہ بال ایک اونچی پونی میں بندھے تھے، گہرے سیاہ رنگ کی گھٹنوں تک آتی میکسی، باریک اسٹریپس والی ہیلز جو فرش پر ایک مدھم سی ٹک ٹک پیدا کر رہی تھیں، اور کانوں میں بڑے بڑے جھمکے جو اس کے ہر ہلکے سے سر کے جھٹکے کے ساتھ حرکت کر رہے تھے۔

زاویار، جو ابھی کسی ڈاکیومنٹ پر نظر دوڑانے میں مصروف تھا، ایک لمحے کے لیے ٹھہرا۔ نظر اٹھا کر سامنے کھڑی ماہا کو دیکھا، اور ہلکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر در آئی۔

"آؤ ماہا..."

بس اتنا کہا، اور پھر نظریں ہلکی سی جھکا کر اپنی گھڑی سیدھی کرنے لگا۔

ماہا مسکراتی ہوئی سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ دونوں کے درمیان صرف ٹیبل کا فاصلہ تھا، جو ایک عجیب سی سنجیدگی میں ڈوبا محسوس ہو رہا تھا۔

"تمہارے جواب کا ہی انتظار کر رہا تھا میں..." زاویار نے گہری مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ اس کے ہلکے سے مسکرانے پر گال میں پڑنے والا گہرا ڈمپل نمایاں ہو گیا تھا، اور ماہا جیسے اس لمحے میں کھو گئی۔

زاویار جب مسکراتا تھا، تو وہ ہمیشہ زیادہ دلکش لگتا تھا... اور ماہا اسے یوں مسکراتے دیکھ کر چند لمحے خاموش رہی۔ "اور میرا جواب ہاں ہے..." ماہا نے بھی مسکرا کر کہا، مگر اس کی بات سنتے ہی زاویار کی مسکراہٹ آہستہ

آہستہ ماند پڑ گئی۔ وہی سخت سپاٹ چہرہ واپس آگیا تھا، جیسے وہ پہلے سے جانتا ہو کہ ایسا ہی ہونے والا ہے۔

"میں نے کہا تھا نا کہ تمہارا جواب یہی ہو گا..."

"اس وقت میں تھوڑی جذباتی ہو گئی تھی..." ماہا نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"مگر میں تم سے محبت کرتی ہوں، اور اگر تم مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو، تو میں انکار کیسے کر سکتی تھی؟ میں نے بہت سوچا گھر جا کر..."

زاویار نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی، پھر گردن ہلکی سی موڑ کر میز پر رکھے اپنے لیپ ٹاپ کے کی بورڈ پر انگلیاں چلانے لگا۔

"ٹھیک ہے ماہا... مجھے تمہارا یہی جواب چاہیے تھا..."

ماہانے ایک لمحے کے لیے اسے دیکھا۔ وہ خاموشی سے کام میں مصروف ہو گیا تھا، جیسے کچھ لمحے پہلے ہوئی بات کوئی اہمیت ہی نہ رکھتی ہو۔ کچھ دیر بعد اس خاموشی کو ماہانے خود توڑا۔

"مگر..."

زاویار نے نظر اٹھائی، اب کی بار اس کی آنکھوں میں ایک بے تاثر سنجیدگی تھی۔

"حالہ؟"

ماہانے دھیرے سے نام لیا۔

"اسے چھوڑ دوں گا میں..." زاویار نے مختصر مگر پراعتماد جواب دیا۔

ماہانے غور سے اس کا چہرہ دیکھا، جیسے وہ اس کے الفاظ کے پیچھے کی سچائی جاننا چاہتی ہو۔

"کیا؟ تم نے اس سے بدلہ لینا تھا، نا؟"

"اب نہیں لے رہا..." زاویار نے پر سکون انداز میں جواب دیا۔

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ... میں نے اسے معاف کر دیا۔ جو اس نے کیا، بس، جانے دیا۔ وہ ایک کمزور لڑکی ہے، پہلے سے ہی پتا نہیں کس صدمے سے گزر رہی ہے۔ روز روتی رہتی ہے... تو، بس، میں نے چھوڑ دیا اپنا بدلہ۔"

ماہا کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔ وہ بھی یہی چاہتی تھی کہ زاویار حالہ کو چھوڑ دے۔

"اور اس لیے اسے چھوڑ رہا ہوں... کیونکہ وہ بھی مجھے پسند نہیں کرتی۔ تو کیوں وہ ایک ایسے شخص کے ساتھ زندگی گزارے جسے وہ پسند نہیں کرتی؟ اس لیے میں اسے چھوڑ دوں گا... تاکہ وہ اپنی زندگی سکون سے جی سکے۔"

"صحیح کہا تم نے..." ماہا نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا۔

"پھر کب...؟"

"وہ میں بتا دوں گا..." زاویار نے نظریں جھکائے کہا اور دوبارہ لیپ ٹاپ پر ٹائپنگ کرنے لگا۔

ماہا نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا، پھر گہری سانس لی۔

یہ شخص اتنا پرسکون کیسے رہتا ہے؟ چاہے کچھ بھی ہو جائے، چاہے کیسا بھی معاملہ ہو، اسے کبھی ٹینشن کیوں نہیں ہوتی؟

"اچھا ویسے..." ماہا نے بات شروع ہی کی تھی کہ اچانک افس کا دروازہ کھلا۔

زاویار نے گردن اٹھائی اور دروازے کی طرف دیکھا۔

وہاں حالہ کھڑی تھی۔

قدم جیسے زمین میں دھنس گئے تھے۔ آنکھیں بے یقینی سے سامنے کے منظر کو دیکھ رہی تھیں، اور ہاتھ دروازے کے کنارے پر سختی سے جمے ہوئے تھے۔

اندر، زاویار اور ماہا ایک دوسرے کے مقابل بیٹھے تھے۔ زاویار کا انداز ہمیشہ کی طرح پُر سکون تھا، جیسے کچھ بھی نیا نہ ہو، جیسے سب کچھ اسی طرح ہونا تھا۔ اور ماہا... وہ زاویار کو دیکھ رہی تھی، چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی، جیسے کوئی جیت حاصل کرلی ہو۔ حالہ کا دماغ کچھ لمحوں کے لیے سُن ہو گیا۔ اس کی نظریں ماہا پر مرکوز تھیں، جو ابھی بھی اسی اطمینان کے ساتھ زاویار کے سامنے بیٹھی تھی، جیسے وہی اس کی دنیا ہو۔ سانسیں بھاری ہونے لگیں۔ دل جیسے سینے میں کہیں گم ہو گیا ہو۔ روح جیسے لرز گئی ہو۔ یہ سب

کچھ... یہی ہونا تھا؟ دروازے پر کھڑی وہ صرف دیکھ رہی تھی۔ اس کے قدم آگے بڑھنے کی ہمت نہیں کر رہے تھے، اور پیچھے ہٹنا بھی ممکن نہیں تھا۔ کچھ لمحے پہلے وہ یہاں بس ایک معمولی بات کہنے آئی تھی، مگر یہ منظر... یہ تو اس کی حقیقت کے ہزار ٹکڑے کر رہا تھا۔ زاویار۔۔۔ وہ بالکل بے تاثر تھا۔ جیسے کچھ بھی غیر متوقع نہ ہو، جیسے یہ منظر اس کے لیے کوئی نئی بات نہ ہو۔

ماہا نے بھی بالآخر نظریں ہٹائیں، اور گردن موڑ کر حالہ کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں تھی، بلکہ ایک عجیب سی طمانیت تھی، جیسے وہ ہمیشہ سے یہی چاہتی تھی۔ زاویار اپنی جگہ سے اٹھا، مگر چہرے پر وہی سنجیدگی، وہی بے پرواہی تھی۔ جیسے یہ سب حالہ کے لیے کوئی خاص اہمیت نہ رکھتا ہو۔

"کیا ہوا، ہالہ؟"

اس کا لہجہ ہموار تھا، بالکل سپاٹ، جیسے سامنے کھڑی لڑکی کی آنکھوں میں جو بے بسی تھی، جو سوال تھے، وہ اسے دکھائی ہی نہیں دے رہے تھے۔ حالہ کے ہونٹ لرزے، جیسے کچھ کہنا چاہتی ہو، مگر الفاظ گم ہو گئے تھے۔

آنکھوں کے کنارے سرخ ہونے لگے۔ گلا جیسے بند ہونے لگا۔

ہالہ کا پورا جسم جیسے کپکپانے لگا۔ ایک پل کو اسے لگا کہ اگر اس نے اور ایک قدم بھی آگے بڑھایا، تو وہ شاید زمین پر گر جائے گی۔ مگر زاویار کے چہرے پر کچھ بھی نہیں تھا۔ کوئی پچھتاوا نہیں، کوئی ملال نہیں۔ آنکھوں کی نمی اندر ہی اندر جذب ہو رہی تھی، مگر چہرے کے تاثرات اتنے سخت ہو چکے تھے کہ جیسے وہ کچھ بھی محسوس نہ کر رہی ہو۔

زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی، پھر جیسے اسے کوئی خاص دلچسپی نہ ہو، وہ دوبارہ اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ ماہا کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی، مگر وہ حالہ کو دیکھ کر کچھ کہنے کی بجائے خاموشی سے زاویار کی طرف متوجہ رہی۔ یہ وہ لمحہ تھا جس کی اسے توقع نہیں تھی۔ شاید وہ سوچ کر آئی تھی کہ زاویار کی آنکھوں میں کوئی سوال ہوگا، کوئی ہچکچاہٹ، یا شاید... کوئی نرمی؟ مگر یہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ بس ایک رسمی سا سوال تھا، اور ایک بے حسی کا پردہ، جس کے پیچھے زاویار کا اصل رویہ چھپا تھا۔

"کیا ہوا حالہ؟" زاویار کی آواز دوبارہ گونجی، اس بار کچھ زیادہ سخت۔ جیسے اسے حالہ کے یوں دروازے پر ساکت کھڑے رہنے کی کوئی خاص پروانہ ہو، مگر پھر بھی وہ بس بات ختم کرنا چاہتا ہو۔

حالہ نے بمشکل اپنی ہتھیلی دروازے کے کنارے سے ہٹائی، اپنے تاثرات سخت کیے اور پھر دھیرے سے بولی "کچھ نہیں..."

ماہا کے چہرے پر جیسے جیت کی ایک ہلکی سی چمک آئی۔ حالہ نے نظریں زاویار کی طرف کیں، مگر وہ اب دوبارہ اپنے لیپ ٹاپ کی اسکرین پر جھک چکا تھا۔

حالہ کی آنکھوں میں ایک لمحے کو اذیت لہرائی۔"

وہ جو کچھ دیکھ رہی تھی، وہ جو کچھ محسوس کر رہی تھی... کیا واقعی یہ حقیقت تھی؟

کیا وہ حقیقت میں غیر ضروری ہو چکی تھی؟

یہ سوچ جیسے اس کی سانسیں گھوٹنے لگی۔ "اگر کچھ نہیں، تو جا سکتی ہو۔"

زاویار کی آواز اس بار قطعی تھی۔ حالہ نے ایک پل کے لیے کھڑے رہ کر اسے دیکھا، مگر پھر بنا کچھ کہے، خاموشی سے پیچھے مڑی۔ قدم اتنے بھاری ہو چکے تھے کہ جیسے زمین نے اس کے پاؤں جکڑ لیے ہوں، مگر وہ خود کو مضبوط کرتے ہوئے باہر نکل گئی۔

"افس کا دروازہ آہستہ سے بند ہوا۔"

زاویار کی نظریں لیپ ٹاپ کی اسکرین پر جمی رہیں، مگر ماہا نے ایک گہری سانس لے کر زاویار کو دیکھا، جیسے وہ جانتی ہو کہ حالہ کے یوں چلے جانے کے بعد بھی کچھ نہ کچھ ضرور باقی تھا، جو زاویار نے محسوس کیا تھا... مگر شاید وہ خود بھی اس حقیقت کو قبول نہیں کرنا چاہتا تھا۔

افس میں چند لمحوں کے لیے گہری خاموشی چھا گئی۔

زاویار کی نظریں بدستور لیپ ٹاپ پر جمی رہیں، مگر ماہا کی آنکھیں اب بھی دروازے کی طرف تھیں جہاں سے حالہ ابھی ابھی نکلی تھی۔

"تو..." ماہا نے آہستہ سے کہنا شروع کیا، مگر اس سے پہلے ہی زاویار نے بنا نظریں اٹھائے، ایک سپاٹ لہجے میں کہا۔

"تم بھی جا سکتی ہو۔"

ماہا نے حیرانی سے اسے دیکھا، جیسے یقین نہ آرہا ہو کہ وہ یہ کہہ رہا تھا۔

"مطلب؟* اس کی آواز میں ناگواری در آئی۔

"مطلب یہی کہ مجھے کام کرنا ہے، اور مجھے کسی کی موجودگی کی ضرورت نہیں ہے،" زاویار کی آواز بدستور بے تاثر تھی۔

ماہا کا چہرہ ایک دم اتر گیا۔ وہ جو ابھی خود کو اتنا خاص محسوس کر رہی تھی، حالہ کی بے بسی پر ایک خاموش جیت کا احساس تھا اسے، وہ سب ایک لمحے میں ختم ہو گیا۔

"اچھا، ٹھیک ہے" وہ برا سا منہ بنا کر بولی، پھر کرسی دھیرے سے پیچھے کی اور کھڑی ہو گئی۔ ماہا نے ایک نظر اس پر ڈالی، جیسے امید ہو کہ وہ کچھ تو کہے گا... کوئی وضاحت، کوئی روکنے کی کوشش؟ مگر کچھ نہیں۔

"آخر کار، اس نے اپنا بیگ کندھے پر ڈالا اور لمبے قدموں سے باہر نکل گئی۔

افس کا دروازہ بند ہوتے ہی زاویار نے ایک گہری سانس لی، جیسے اندر کوئی بوجھ تھا جو باہر نکلنے کا راستہ ڈھونڈ رہا تھا۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

حالہ کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا تھا۔

وہ بے جان قدموں سے چلتی ہوئی اپنے کیبن کے قریب پہنچی، جلدی سے اپنا بیگ اٹھایا اور تیز قدموں سے وہاں سے نکل گئی۔ اس لمحے اسے کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی، نہ کام کی، نہ لوگوں کی، نہ ہی اس جگہ کی بس ایک چیز اس کے دل میں گونج رہی تھی... ماہا کیوں آئی تھی؟ وہ زاویار سے ملنے آئی تھی؟ کیا کوئی ضروری بات تھی؟ یا پھر وہ بس یوں ہی آئی تھی؟ مگر اصل سوال یہ نہیں تھا... اصل سوال یہ تھا کہ وہ آئی کیوں تھی؟

یہ جاننے سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ وہ کس کام سے آئی تھی... فرق اس بات سے پڑتا تھا کہ وہ یہاں تھی۔ حالہ کے قدم بوجھل ہو رہے تھے، سانس جیسے اندر ہی کہیں اٹک گئی ہو۔ وہ چلتی رہی، مگر راستہ جیسے لمبا ہوتا جا

رہا تھا۔ ہر چیز جیسے بوجھل لگ رہی تھی... ہوا بھی، آسمان بھی، زمین بھی۔ افس سے باہر نکلتے ہی اس کے قدم سست ہو گئے، جیسے آگے بڑھنا مشکل ہو۔ ہر قدم کے ساتھ دل کی دھڑکن مزید سست پڑ رہی تھی، جیسے اندر کچھ ٹوٹ رہا ہو۔ "حالہ!" اچانک، پیچھے سے ایک آواز آئی۔ وہ رک گئی۔ لیکن اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ وہ جانتی تھی کہ یہ کس کی آواز ہے...

ماہا۔

قدموں کی ہلکی چاپ قریب آ رہی تھی۔ کچھ ہی لمحوں میں ماہا بالکل اس کے سامنے آ کر رک گئی۔ چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ تھی... ایک فاتحانہ مسکراہٹ۔

حالہ نے خاموشی سے اسے دیکھا، نظریں اٹھائیں، آنکھوں میں ایک گہری اداسی لیے۔

"کیا ہے ؟ مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سننی۔" حالہ کا لہجہ سخت تھا، مگر آواز میں ایک واضح لرزش تھی۔ وہ جیسے مڑنے ہی لگی تھی کہ ماہا نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"مجھے بھی کوئی شوق نہیں کہ تم سے بات کروں، مگر..." حالہ نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑوایا، آنکھوں میں شدید غصہ تھا۔ "ہاتھ مت لگانا مجھے!" وہ غصے سے بولی، انگلی اٹھا کر ماہا کے چہرے کی طرف کی۔ ماہا ہنس پڑی... ایک دھیمی، مگر زہریلی ہنسی۔

"زاویار تمہیں بہت جلد چھوڑنے والا ہے، حالہ"

یہ الفاظ نہیں تھے... یہ ایک خنجر تھا، جو سیدھا حالہ کے دل میں اترا تھا۔ اس کا سانس رک گیا۔ زمین جیسے اس کے پیروں تلے سے نکل گئی۔

"کیا؟" اس کے لب کپکپائے، آنکھوں میں حیرانی تھی۔

"ہاں...اور تمہیں پتہ ہے کیوں؟" ماہا آگے جھکی، آنکھوں میں ایک چمک تھی، ایک عجیب سی چمک۔

"کیونکہ وہ مجھ سے شادی کرنے والا ہے۔"

حالہ کی آنکھوں سے ایک آنسو خاموشی سے نیچے گرا، مگر وہ ہل بھی نہ سکی۔

"کل بھی وہ مجھ سے ملنے آیا تھا۔" ماہا نے سکون سے کہا، جیسے یہ بات عام ہو۔

"جانتی ہو کیوں؟"

حالہ نے بمشکل اپنے قدموں پر کھڑے رہنے کی کوشش کی۔ مطلب کہ کل وہ حالہ کو چھوڑ کے افس سے گیا تھا۔۔ وہ ماہا سے ملنے گیا تھا؟

"کیونکہ... یہی پوچھنے کے کیا میں اس سے شادی کروں گی؟" ماہا نے ایک اور ضرب لگائی۔

حالہ کو لگا جیسے کسی نے اس کا دل نوچ کر باہر پھینک دیا ہو۔

"اور میں اسی کا جواب دینے آئی تھی آج..." ماہا نے سکون سے پیچھے ہوتے ہوئے کہا۔

"وہ تمہیں چھوڑنے والا ہے، حالہ" حالہ کے قدموں میں لڑکھڑاہٹ آ گئی۔

"وہ...وہ مجھے نہیں چھوڑے گا..." وہ بمشکل بولی، جیسے خود کو یقین دلانے کی کوشش کر رہی ہو۔

ماہا پھر ہنسی، ایک طنزیہ ہنسی۔

"تم کس امید میں بیٹھی ہو، بہن؟ جب میں اس کی دلہن بن کر اس کے گھر جاؤں گی تب تمہیں یقین آئے گا؟" حالہ کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔

"بکواس بند کرو!" وہ چیخی، مگر اس کی آواز میں بے بسی تھی، طاقت نہیں۔

"حالہ، جتنی جلدی ہو سکے، حقیقت کو قبول کر لو۔" ماہا کی آواز میں ایک زہر تھا، جو حالہ کی روح تک اتر رہا تھا۔

"زاویار تمہیں چھوڑ رہا ہے... اور تمہیں خوش ہونا چاہیے، کیونکہ تم تو ویسے بھی اس سے نفرت کرتی ہو، ہے نا؟"

حالہ کی آنکھ سے ایک اور آنسو نیچے گرا۔ نفرت؟ کیا واقعی؟ ماہا نے گہری سانس لی، جیسے کوئی بڑی بات ختم کر کے سکون پا لیا ہو۔ "تمہیں خوش ہونا چاہیے، ہالہ۔ تم تو اس کے ساتھ شادی نہیں کرنا چاہتی تھیں، ہے نا؟ اب وہ خود تمہیں چھوڑ رہا ہے، اب تم آزاد ہو گی۔ اب تم اپنے گھر جا سکتی ہو، اپنی زندگی جی سکتی ہو، زاویار سے آزاد ہو سکتی ہو..."

گھر؟ کون سا گھر؟ میرا تو سب کچھ زاویار تھا... حالہ کی آنکھوں میں ویرانی بڑھ گئی۔ اس کے لب کپکپائے، مگر کوئی لفظ نہ نکلا۔ ماہا نے ایک آخری نظر اس پر ڈالی، پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر جھٹکا اور پلٹ گئی۔ حالہ کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھانے لگا۔ "میرا سب کچھ ختم ہو گیا..." اور اس بار... واقعی۔

☆☆☆✦☆☆☆

گاڑی دھیرے دھیرے سڑک پر آگے بڑھ رہی تھی، مگر اس کی سوچیں بہت پیچھے رہ گئی تھیں... زاویار کے الفاظ میں، ماہا کی زہریلی مسکراہٹ میں، اور اس درد میں جو اس کے سینے میں بکھر چکا تھا۔ ڈرائیور نے جیسے ہی اسے

اپارٹمنٹ کے قریب پہنچایا، اس نے گاڑی رکوانے کے بجائے آگے جانے کا اشارہ کر دیا۔

"پارک لے چلو۔"

آواز مدھم تھی، جیسے اس میں کوئی جان نہ ہو۔ ڈرائیور نے حیرانی سے آئینے میں اسے دیکھا، مگر کچھ کہے بغیر گاڑی موڑ لی۔ وہ جانتی تھی کہ اس وقت وہ کسی سے بھی بات نہیں کرنا چاہتی، مگر ایک شخص تھا جس کے پاس جا کر وہ اپنا دل ہلکا کر سکتی تھی۔

گاڑی پارک کے قریب آ کر رک گئی۔ حالہ نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور نیچے اتری۔

پارک میں ہلکی ہلکی رونق تھی۔ لوگ واک کر رہے تھے، بچے کھیل رہے تھے، کہیں پرندے درختوں کی شاخوں پر بیٹھے اپنی مستیوں میں گم تھے۔

مگر حالہ کی دنیا سنسان ہو چکی تھی۔ وہ ایک بکھری ہوئی سانس کے ساتھ پارک کے اندر آئی، نظریں بے چینی سے دائیں بائیں گھمائیں۔ وہ نظر نہیں آرہی تھیں۔ دل ایک دم ڈوب گیا۔ "نہیں... ایسا نہیں ہو سکتا۔" وہ تو روز آتی تھیں۔ اگر آج نہیں آئیں... تو؟ پھر وہ کیا کرے گی؟ کس کو بتائے گی کہ اس کے اندر کیا طوفان مچا ہے؟ اس نے بے چینی سے گردن گھمائی، نظریں ہر طرف دوڑائیں، مگر وہ کہیں بھی نظر نہ آئیں۔ سانسیں بے ترتیب ہونے لگیں۔ "نہیں... وہ آئی ہوں گی۔" قدم خود بخود تیز ہونے لگے۔ وہ پارک کے ہر اس حصے میں دیکھنے لگی جہاں وہ بیٹھتی تھیں، جہاں وہ نظر آتی تھیں، مگر کہیں بھی وہ نہیں تھیں۔ مایوسی جیسے پورے جسم میں پھیلنے لگی۔

پھر...

دور سے کوئی آتا دکھائی دیا۔ ایک بوڑھی سی شخصیت، آہستہ آہستہ چلتی ہوئی۔

حالہ کی دھڑکن ایک لمحے کو تیز ہوئی، آنکھوں میں امید کی ایک کرن چمکی۔

"گل اماں...!"

دل جیسے کسی نے نرم سا تھام لیا ہو۔ اس نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر دوڑ لگا دی۔ بیک کندھے سے پھسلتا جا رہا تھا، مگر اسے کوئی ہوش نہ تھا۔ وہ تیزی سے ان کے قریب پہنچی، گل اماں نے ہلکا سا ہاتھ ہلایا اور مسکرائی حالہ نے ان کا ہاتھ تھام لیا، وہ گرم اور نرم تھا، جیسے ہمیشہ اسے سکون دیتا تھا۔ "کیسی ہیں آپ؟" آواز میں ایک تھکن تھی، ایک ایسا درد جو اندر کہیں بہت گہرائی میں دفن ہو رہا تھا، مگر پھر بھی باہر آنے کے لیے بے قرار تھا۔

گل اماں نے اسے بغور دیکھا، ان کی آنکھوں میں ایک گہری شفقت تھی۔

"بیٹا... رونا مت چھپاؤ۔" حالہ کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں دبا دیا ہو۔

آنکھیں جلنے لگیں، سانس تیز ہوئی، اور پھر... ایک آنسو چپکے سے گال پر لڑھک آیا۔

" کبھی کبھی رو لینا اچھا ہوتا ہے، دل کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے۔" حالہ نے بمشکل خود کو قابو میں رکھا، مگر آنسو مسلسل بہنے لگے۔ وہ گل اماں کو لے کر ایک بنچ کی طرف آئی اور دونوں وہاں بیٹھ گئیں۔ "میں کیا کروں، گل اماں؟" آواز میں ایک شدید بے بسی تھی۔ "کیا ہوا، بیٹا؟" گل اماں نے نرمی سے پوچھا۔

حالہ نے سانس کھینچ کر خود کو سنبھالنے کی کوشش کی، مگر آواز ٹوٹ رہی تھی۔

"وہ... وہ مجھے چھوڑ رہا ہے، گل اماں... میرا اس کے سوا کوئی نہیں ہے... میں کیا کروں؟"

گل اماں نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما۔

"اس نے تم سے کہا؟" حالہ نے جلدی سے سر ہلایا۔

"نہیں... ماہا نے کہا۔"

گل اماں نے گہری سانس لی، جیسے کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہی ہوں۔

"ماہا...؟"

"ہاں... وہ آج آفس آئی تھی... وہ وہی لڑکی ہے جس سے وہ شادی کرے گا..."

حالہ نے جیسے خود کو یہ جملہ کہتے سنا، اور دل میں ایک اور درد کی لہر اٹھ گئی۔

"اور تم نے اس کی بات پر یقین کر لیا؟"

"وہ جھوٹ نہیں کہہ رہی، گل اماں... کیونکہ ایک نہ ایک دن ایسا ہونا ہی تھا

نا؟"

گل اماں نے بغور اسے دیکھا، ان کی نظریں حالہ کی بکھری ہوئی حالت کا

جائزہ لے رہی تھیں۔

"لیکن بیٹا، اس نے تم سے خود تو نہیں کہا نا؟"

حالہ کے لب کپکپائے، آنکھوں میں ویرانی بڑھ گئی۔

"گل اماں، آپ نہیں سمجھ رہیں... وہ کر دے گا... وہ مجھے چھوڑ دے گا... وہ

مجھ سے محبت نہیں کرتا... وہ ماہا سے شادی کرنے والا ہے..."

الفاظ نکلتے گئے اور ساتھ ہی آنسو بہتے گئے۔

گل اماں نے ایک گہری سانس لی اور حالہ کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیے، جیسے اس کی تکلیف کو اپنے لمس سے کم کرنا چاہتی ہوں۔

"حالہ، بعض اوقات لوگ وہ فیصلے کر لیتے ہیں جو ہمیں غلط لگتے ہیں، جو ہمارے دل کو تکلیف دیتے ہیں، مگر حقیقت میں وہی فیصلے ہمارے لیے بہتر ہوتے ہیں۔"

حالہ نے ہلکی سی تلخ مسکراہٹ کے ساتھ سر جھٹکا۔ "بہتر؟ میرے لیے بہتر یہی ہے کہ میں اکیلی رہ جاؤں؟ کہ میں وہاں جاؤں جہاں نہ کوئی میرا انتظار کر رہا ہے، نہ کسی کو میری پرواہ ہے؟" گل اماں نے نرمی سے اس کا چہرہ اوپر کیا، اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولیں "بیٹا، کبھی کبھی ہمیں لگتا ہے کہ سب ختم ہو گیا ہے، کہ ہمارے پاس کچھ نہیں بچا، مگر اصل میں جو چیز ختم ہوتی ہے، وہی ہمیں ایک نئی شروعات کی طرف لے جاتی ہے۔"

حالہ نے نظریں چرائیں، آواز میں ہلکی سی ٹوٹ پھوٹ تھی۔ "میرے لیے کوئی نئی شروعات نہیں ہے، گل اماں..." گل اماں نے مسکرا کر اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرا۔ "شروعات ہمیشہ ہوتی ہے، حالہ... بس فرق یہ ہے کہ بعض اوقات ہمیں وہ نظر نہیں آتی، کیونکہ ہم بس اپنی تکلیف کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ مگر جب تم اپنے درد کے پردے کو ہٹا کر دیکھو گی، تو شاید تمہیں سمجھ آئے کہ ہر اختتام کے بعد ایک نیا راستہ ضرور ہوتا ہے۔ بس اسے دیکھنے کے لیے ہمت چاہیے۔" حالہ نے ایک گہری سانس لے کر نظریں جھکا لیں، جیسے گل اماں کی باتوں کو سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"کیسا راستہ، گل اماں؟ جب ہر طرف اندھیرا ہو، جب کوئی امید نہ ہو، تب کون سا راستہ باقی رہ جاتا ہے؟"

گل اماں نے اس کے ہاتھ تھوڑا اور مضبوطی سے تھام لیے، ان کی آنکھوں میں ایک گہری شفقت تھی۔ "راستہ وہی ہوتا ہے، حالہ، جو تمہیں تمہارے رب کی طرف لے جائے۔ جو تمہیں یہ احساس دلائے کہ تمہاری زندگی کسی ایک انسان کے ہونے یا نہ ہونے سے ختم نہیں ہو جاتی۔ کبھی کبھی ہمیں لگتا ہے کہ جس دروازے پر ہم نے دستک دی تھی، وہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا ہے، مگر درحقیقت وہ ہمیں کسی اور، کسی بہتر دروازے کی طرف لے جانے کے لیے بند ہوتا ہے۔"

حالہ کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔ "مگر اگر کوئی دروازہ کھلے ہی نہ؟ اگر میں ہمیشہ یونہی بھٹکتی رہوں؟"

گل اماں نے مسکرا کر اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا۔ "دروازے ہمیشہ کھلتے ہیں، حالہ... بس ہمیں ٹھیک وقت پر دیکھنا ہوتا ہے۔ بعض اوقات، دروازہ

بند نہیں ہوتا، ہم خود اپنی تکلیف میں اتنے الجھے ہوتے ہیں کہ ہمیں وہ کھلا دروازہ نظر ہی نہیں آتا۔ تم بس صبر رکھو اور خود کو موقع دو۔ اپنے آپ کو کھونے مت دو۔ کیونکہ جب تم خود کو سنبھالو گی، تبھی تمہیں وہ راستہ دکھائی دے گا جو تمہارے لیے بنایا گیا ہے۔"

حالہ نے نظریں جھکا لیں۔

مگر اس کے دل میں آج بھی وہی سوال تھا... اگر زاویار اسے چھوڑ دے گا، تو وہ کہاں جائے گی؟ حالہ کی آنکھوں میں اندھیرا سا چھانے لگا تھا۔ زاویار کے بغیر...؟ یہ سوچ بھی ناقابلِ برداشت تھی۔ "میرے پاس اور کوئی نہیں ہے، گل اماں..." حالہ کی آواز شکستہ ہو چکی تھی، جیسے ہر امید دم توڑ رہی ہو۔ گل اماں نے اس کا ہاتھ تھپتھپایا، ان کی نظروں میں ایک ماں جیسی نرمی تھی۔ "بیٹا، ہم اکثر سوچتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی نہیں، مگر حقیقت یہ

ہے کہ خود کو کھونے سے بڑا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔" حالہ نے خالی نظروں سے انہیں دیکھا۔

"میں خود کو کھو چکی ہوں، گل اماں..."

ہوا میں ٹھنڈک بڑھ رہی تھی، حالہ کے ہاتھ یخ ہونے لگے تھے، مگر اس کے دل میں جلتا درد ابھی بھی تازہ تھا۔

"اس نے تو کبھی کہا بھی نہیں تھا کہ وہ ہمیشہ میرے ساتھ رہے گا... مگر پھر بھی میں نے خود کو یہ یقین کیوں دلا دیا تھا؟ میں نے کیوں سوچا کہ شاید کبھی... شاید کبھی وہ مجھے اپنا لے گا...؟"

اس کی سانسیں بوجھل ہونے لگیں، الفاظ بکھرنے لگے۔ "اور اب وہ مجھے چھوڑنے والا ہے، گل اماں... ماہا نے کہا کہ وہ اس سے شادی کر رہا ہے، وہ مجھ سے جان چھڑا رہا ہے... میں کہاں جاؤں؟ میں کس کے پاس جاؤں؟"

گل اماں نے ایک لمحے کے لیے کچھ نہ کہا۔ وہ بس اسے دیکھتی رہیں، جیسے اس کے ہر زخم کو سمجھ رہی ہوں۔ پھر آہستہ سے بولیں، "کیا تم نے خود اس سے پوچھا؟" حالہ نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔ "نہیں، مگر——"

"پھر تم اتنا یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو؟" حالہ نے لب بھینچ لیے۔

"ماہا جھوٹ کیوں بولے گی؟" گل اماں نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا۔

"دنیا میں لوگ اپنے فائدے کے لیے بہت کچھ بولتے ہیں، بیٹا۔ مگر اصل بات وہ ہوتی ہے جو تمہارا دل کہتا ہے۔ تم بتاؤ... تمہارے دل کو کیا لگتا ہے؟" حالہ نے پلکیں جھپکیں۔ دل...؟

دل تو آج چور چور تھا۔

"میرا دل..." وہ بولی، مگر الفاظ اس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

"ہاں، تمہارا دل۔ کیا تمہیں لگتا ہے کہ وہ واقعی تمہیں چھوڑ دے گا؟"

حالہ نے لب سختی سے بھینچ لیے، آنکھوں میں ایک اور آنسو اتر آیا۔ "اگر وہ نہ بھی چھوڑے... تو کب تک؟"

گل اماں خاموش ہو گئیں۔ یہ سوال، یہ وہ سوال تھا جس کا جواب شاید خود زاویار کے پاس بھی نہیں تھا۔ حالہ نے ایک گہری سانس لی، انگلیوں کو آپس میں جکڑ لیا۔

"میں نہیں جانتی، گل اماں... مگر میں اتنا ضرور جانتی ہوں کہ میں اب مزید انتظار نہیں کر سکتی۔ میں مزید امید نہیں لگا سکتی... میں تھک چکی ہوں..."

گل اماں نے اس کے ہاتھ تھامے۔

"اگر تم تھک چکی ہو، تو رک جاؤ، حالہ، زندگی کسی کے پیچھے بھاگنے کا نام نہیں ہے۔ اگر وہ تمہارا تھا، تو لوٹ آئے گا... اور اگر نہیں تھا، تو تم چاہے جتنا بھی روکو، وہ کبھی تمہارا نہیں ہوگا۔"

حالہ کے اندر کچھ چٹخا تھا۔

"مگر اگر وہ چلا گیا تو... میں کہاں جاؤں گی؟"

"خود کے پاس، بیٹا۔ ہمیشہ کے لیے خود کے پاس۔"

حالہ نے نظریں جھکا لیں، مگر دل میں آج بھی وہی سوال تھا—— اگر زاویار نے اسے چھوڑ دیا، تو کیا وہ واقعی خود کے پاس لوٹ سکے گی...؟ گل اماں نرمی سے بولیں، "بیٹا، سب سے بڑی محبت اپنی ذات سے ہوتی ہے۔ اگر تم خود سے محبت کرنا سیکھ لو، تو دنیا کا کوئی شخص تمہیں توڑ نہیں سکتا"۔ حالہ نے نم

آنکھوں سے انہیں دیکھا، جیسے وہ یہ بات سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو، مگر اس کے دل میں ابھی بھی خلا تھا۔

"مگر میں خود سے کیسے محبت کروں، گل اماں؟ میں خود کو کیسے سنبھالوں جب میرا سب کچھ مجھ سے چھننے والا ہے؟ جب وہ شخص، جس کے بغیر میں نے خود کو مکمل سمجھا ہی نہیں، مجھے چھوڑنے والا ہے؟"

"حالہ تم نے کبھی سوچا ہے کہ تم نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ کسی اور کے لیے جیا؟ ہر مسکراہٹ، ہر آنسو، ہر خواب... سب زاویار کے گرد گھومتے رہے۔ مگر تم خود کہاں ہو؟"

حالہ خاموش رہی۔

"کبھی خود سے پوچھو، اگر تمہیں زاویار کی محبت کے بغیر جینا پڑے تو کیا تمہیں خود کے ساتھ جینے میں مشکل ہو گی؟ اگر ہاں، تو یہ سب سے بڑا

نقصان ہے۔ کیونکہ کسی اور کا ساتھ چھننا نقصان نہیں، مگر خود کو کھو دینا اصل نقصان ہوتا ہے۔"

حالہ کی آنکھوں میں ایک بے نام سا خوف ابھرا۔

"مگر میں خود کو کیسے واپس لاؤں، گل اماں؟ میں تو بھول چکی ہوں کہ میں کون تھی... زاویار کے بغیر، میں کچھ بھی نہیں ہوں..."

گل اماں نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا۔

"تم ہو، حالہ تم بہت کچھ ہو۔ تمہاری ہنسی، تمہاری آنکھوں کی چمک، تمہاری دنیا کو دیکھنے کا انداز... یہ سب تمہاری اپنی پہچان ہے۔ تمہیں زاویار کی ضرورت نہیں ہے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ تم مکمل ہو۔ تمہاری سانسیں، تمہاری دعائیں، تمہاری خواہشیں... یہ سب تمہارے اپنے ہیں۔ کسی اور کے ہونے یا نہ ہونے سے تمہاری زندگی ختم نہیں ہوتی۔"

حالہ کے لب کپکپائے، جیسے وہ ان الفاظ کو قبول کرنا چاہتی ہو مگر دل ابھی بھی زخم خوردہ تھا۔

"مگر میں خود کو کہاں ڈھونڈوں، گل اماں؟ میں کہاں جاؤں؟"

"خود میں، بیٹا۔ جو خواب تم نے صرف زاویار کے لیے دیکھے، اب وہ خود کے لیے دیکھو۔ جو محبت تم نے صرف زاویار کے لیے محسوس کی، اب وہ خود کے لیے کرو۔ جو امید تم نے کسی اور کے ہونے پر رکھی، وہ اب خود پر رکھو۔ کیونکہ جو خود کے ساتھ مخلص ہو، اسے دنیا میں کوئی نہیں توڑ سکتا"۔

"مگر میں کیسے خود کو دوبارہ جوڑوں، گل اماں؟"

"سب سے پہلے یہ یقین رکھو کہ تم ادھوری نہیں ہو۔ تمہاری ذات مکمل ہے، تمہارا وجود مکمل ہے۔ تمہاری زندگی کا مقصد صرف کسی کی محبت میں کھو جانا نہیں، بلکہ اپنی خوشی، اپنی پہچان بنانا بھی ہے۔ زاویار اگر تمہارا تھا، تو

لوٹ آئے گا، اور اگر نہیں تھا... تو یقین جانو، تمہاری زندگی کا سب سے اچھا فیصلہ یہی ہوگا کہ تم خود کو بچالو۔"

"خود کو بچالوں...؟"

"ہاں، حالہ۔ کسی کی محبت میں خود کو اتنا نہ گم کردو کہ جب وہ چلا جائے، تو تمہارے پاس کچھ باقی ہی نہ رہے۔ جو چیزیں تمہیں خوشی دیتی تھیں، وہ سب دوبارہ کرو۔ اپنی ذات کو اتنا مضبوط بنالو کہ کل اگر کوئی آئے یا نہ آئے، تمہیں فرق نہ پڑے۔ کیونکہ تم جانتی ہوگی کہ تمہارے پاس سب سے قیمتی چیز ہے —— تم خود۔"

زاویار اگر تھا بھی، تو کیا ہوا؟

اگر نہیں تھا، تو کیا ہوا؟

میں اپنے لیے کافی ہوں۔

حالہ کی آنکھوں میں ایک لمحے کو روشنی جاگی، لیکن فوراً ہی وہ بجھ گئی۔ چہرہ ایک بار پھر ویرانی میں ڈوب گیا۔ وہ جانتی تھی کہ گل اماں ٹھیک کہہ رہی ہیں، لیکن...

"یہ سب کہنا آسان ہے، گل اماں، لیکن... میں کیا کروں جب وہ مجھے چھوڑ دے گا؟ میں کہاں جاؤں گی؟ میں کیا کروں گی؟ میرے پاس اب کوئی رشتہ بچہ نہیں۔۔۔"

آواز کمزور پڑ گئی تھی، جیسے اندر کی ہمت جواب دے رہی ہو۔

"میں جا تو سکتی ہوں، مگر کہاں؟ واپس گھر؟ جس گھر میں سب کچھ بدل چکا ہے؟ جس گھر سے مجھے دور کر دیا گیا ہے؟ مجھے نکال دیا گیا ہے؟" حالہ کی سانس بے ترتیب ہونے لگی، جیسے لفظوں کے ساتھ ساتھ درد بھی باہر آ رہا ہو۔

"یہ سب کہہ دینا کہ 'خود کے لیے جیو'، 'خود سے محبت کرو'—— یہ اتنا آسان ہوتا تو کوئی کبھی تکلیف میں نہ رہتا، گل اماں! مگر سچ یہ ہے کہ میں نہیں جانتی کہ میں کیسے جیوں! میں تو بس... بہتی جا رہی ہوں، جیسے دریا میں تنکے، جسے لہریں بہا کر لے جا رہی ہیں، مگر اسے معلوم ہی نہیں کہ وہ جا کہاں رہا ہے"

گل اماں نے اسے غور سے دیکھا۔ وہ حالہ کے درد کو محسوس کر رہی تھیں، لیکن وہ جانتی تھیں کہ حالہ کو اب اندر سے مضبوط ہونے کی ضرورت ہے۔

"حالہ کوئی بھی درد ہمیشہ کے لیے نہیں رہتا۔ جو آج تمہیں لگ رہا ہے کہ تمہیں توڑ دے گا، وہ کل تمہیں بنانے والا بن سکتا ہے۔"

"مگر گل اماں، جب زاویار چلا جائے گا، تو میرے پاس کیا بچے گا؟ میں کیا کروں گی؟ میں کیسے سنبھالوں گی خود کو؟"

گل اماں نے اس کے لرزتے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے اور محبت سے ان پر ہاتھ پھیرا۔

"یہی وقت ہے، بیٹا، جب تمہیں خود کو سنبھالنا ہے۔ جب انسان کسی ایک شے پر اپنی پوری زندگی کی بنیاد رکھ دے، تو جب وہ شے چلی جاتی ہے، سب کچھ بکھر جاتا ہے۔ مگر بیٹا، زندگی کا ہر تعلق ایک مقصد کے ساتھ آتا ہے۔ زاویار کی محبت نے تمہیں یہ سکھایا کہ تم محسوس کر سکتی ہو، تم ٹوٹ سکتی ہو، تم رو سکتی ہو۔ مگر اب تمہیں یہ سیکھنا ہے کہ تم سنبھل بھی سکتی ہو، تم آگے بھی بڑھ سکتی ہو۔"

حالہ کے لب لرزے۔ پلکوں پر ٹھہرے آنسو جیسے اس کی آنکھوں کے ساتھ جنگ لڑ رہے تھے، مگر گرنے کی اجازت نہیں مانگ رہے تھے۔ اس نے گل اماں کے ہاتھ تھامے، جیسے ان کے لمس

میں کوئی ایسا سہارا تلاش کر رہی ہو جو اسے بکھرنے سے بچا لے۔

"مگر گل اماں، میں کیسے مان لوں کہ میں کافی ہوں؟ زاویار کے بغیر میں خود کو سنبھالنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ وہ میری زندگی کا حصہ تھا، میں نے ہر سانس میں اسے محسوس کیا ہے۔ اگر وہ چلا گیا، تو میں کیا کروں گی؟ میں کیسے جیوں گی؟"

گل اماں نے اس کی نم آنکھوں کو دیکھا۔

حالہ تم ہمیشہ سوچتی ہو کہ زاویار تمہاری زندگی کا محور ہے، مگر سچ یہ ہے کہ تم خود اپنی دنیا کا مرکز ہو۔ اگر وہ چلا بھی گیا تو کیا تمہاری سانسیں رک جائیں گی؟ کیا تمہارا دل دھڑکنا بند کر دے گا؟" حالہ نے ہچکیوں میں سر نفی میں ہلایا۔

"تو پھر، بیٹا، اگر تم زندہ ہو، تو تمہیں جینا سیکھنا ہو گا۔ اس کے بغیر نہیں، بلکہ اپنی ذات کے ساتھ۔ کیونکہ محبت کسی ایک شخص کے گرد گھومنے کا نام نہیں، بلکہ خود کو مکمل کرنے کا نام ہے۔ اگر تم خود کو ہی بھول جاؤ گی، تو چاہے ساری دنیا بھی تمہیں چاہے، تم خود کے لیے اجنبی رہو گی۔" حالہ نے بمشکل اپنی آنکھیں کھولیں۔ اس کے اندر ایک عجیب سا طوفان تھا۔ اسے گل اماں کی باتیں سمجھ آ رہی تھیں، مگر اس کا دل اب بھی کسی خوش فہمی کی ڈور تھامے کھڑا تھا، جیسے ماننے کو تیار ہی نہ ہو کہ زاویار کے بغیر بھی اس کی زندگی ہو سکتی ہے۔

"پر گل اماں، وہ میرا سب کچھ تھا..."

"تمہارا سب کچھ تم خود ہو، حالہ کسی انسان کو اپنا سب کچھ مت بناو، کیونکہ جب وہ چلا جائے گا تو تم خالی ہو جاؤ گی۔ مگر اگر تمہارا سب کچھ تمہاری اپنی ذات ہو گی، تو کوئی بھی تمہیں توڑ نہیں سکے گا۔"

حالہ کے لب بھیگے۔ وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی، مگر وہ زخم جو اندر کہیں دبے تھے، اب پھٹنے لگے تھے۔

"تو میں کیا کروں؟ میں کیسے آگے بڑھوں؟"

گل اماں نے ایک گہری سانس لی اور نرمی سے کہا، "سب سے پہلے خود کو معاف کرو۔ اپنے آپ کو کمزور سمجھنا چھوڑو۔ جو خواب صرف زاویار کے لیے دیکھے تھے، انہیں خود کے لیے دیکھو۔ زندگی کسی ایک شخص کے جانے سے ختم نہیں ہوتی، بیٹا۔ تمہیں خود کو ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ تم مضبوط ہو، بس یہ ماننے کی ضرورت ہے کہ تم ہو۔ اور جو موجود ہوتا

ہے، وہ خود کو کھونے نہیں دیتا۔" حالہ نے آنکھیں بند کر کے سر جھکا لیا۔ دل پر رکھی کوئی بھاری چٹان جیسے آہستہ آہستہ پگھل رہی تھی۔ گل اماں کے الفاظ اس کے زخموں پر مرہم رکھ رہے تھے۔

"مگر کیسے؟ میں کیسے سوچوں کہ وہ نہیں ہے، جب وہ میری ہر سوچ میں ہے؟"

گل اماں نے ہلکا سا مسکرا کر اس کے آنسو پونچھے۔ "یہ سوچنا تمہیں ہی سیکھنا پڑے گا، حالہ زاویار تمہاری حقیقت ہے، مگر تمہاری زندگی نہیں۔ اگر وہ ہے، تو ٹھیک، اگر نہیں ہے، تو بھی تمہاری دنیا ختم نہیں ہوتی۔" حالہ خاموش تھی، مگر اس کی خاموشی کے اندر ایک طوفان چھپا تھا۔ دل جیسے کسی اندھیرے غار میں بھٹک رہا تھا، جہاں روشنی کی ایک ہلکی سی کرن بھی دور دکھائی دے رہی تھی۔ گل اماں کی باتیں اس کے دل پر دستک دے

رہی تھیں، مگر وہ دروازہ کھولنے کے لیے تیار نہیں تھی۔ "محبت کی سب سے بڑی آزمائش یہی ہوتی ہے کہ جب وہ چھن جائے، تو تم خود کو اس کے بغیر سنبھال سکو۔ تم نے زاویار کے بغیر خود کو کبھی سوچا ہی نہیں، اسی لیے تمہیں لگ رہا ہے کہ تم خالی ہو۔ مگر سچ یہ ہے کہ تم خالی نہیں ہو، تمہاری ذات میں اتنی گہرائی ہے کہ تم خود کو دوبارہ جوڑ سکتی ہو۔ تمہیں کسی اور کی ضرورت نہیں ہے، حالہ"

حالہ کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے، مگر اس بار وہ آنسو کمزوری کے نہیں تھے، وہ کسی نئے احساس کی پہلی کرن تھے۔

"مگر میں کیسے اس درد سے باہر آؤں؟"

گل اماں مسکرا کر بولیں، "درد سے باہر آنے کے لیے پہلے درد کو قبول کرنا پڑتا ہے، بیٹا۔ تم خود کو کمزور مت سمجھو، تم بس ایک تکلیف دہ مرحلے سے

گزر رہی ہو۔ یہ درد تمہیں توڑے گا نہیں، بلکہ تمہیں مضبوط بنائے گا——

اگر تم اسے صحیح طریقے سے دیکھو۔"

حالہ نے حیرانی سے انہیں دیکھا۔" صحیح طریقہ؟"

"ہاں، میری بچی۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ تم اس درد کو ایک سزا کے طور پر نہ دیکھو، بلکہ ایک سبق کے طور پر دیکھو۔ جو تم نے سیکھا، جو تم نے محسوس کیا، اس سب کو اپنے اندر دفن مت کرو، بلکہ اسے اپنی طاقت بناؤ۔ تمہیں اگر زاویار سے محبت تھی، تو اس محبت کو ختم کرنے کی ضرورت نہیں، مگر اسے اپنے وجود کا مرکز بنانے کی ضرورت بھی نہیں۔" حالہ کے دل میں کوئی نرم سی چیز پگھلنے لگی۔" اور اگر میں یہ نہ کر سکی تو؟"

"تو وقت تمہیں خود سکھا دے گا، بیٹا۔ لیکن میری دعا ہے کہ تمہیں وقت کے سکھانے سے پہلے خود سمجھ آ جائے، کیونکہ وقت کبھی کبھی بہت بے رحم ہوتا ہے۔"

حالہ کی آواز کانپ رہی تھی، آنکھوں میں ندامت کی پرچھائیاں تھیں۔ وہ جیسے پہلی بار خود کو ایک آئینے میں دیکھ رہی تھی، جہاں اس کا اپنا عکس اسے کٹہرے میں کھڑا کر چکا تھا۔

"گل اماں، میری زندگی میں اتنے درد کیوں آئے؟" اس نے بمشکل کہا، جیسے الفاظ زبان پر بوجھ بن کر آ رہے ہوں۔ "آپ کو پتا ہے، میں ایک بہت بری لڑکی ہوں۔ میں نے ہمیشہ لوگوں کا دل توڑا ہے، میں نے انہیں دکھ دیا ہے، اور اب... اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ جو کچھ میں نے کیا، وہ سب غلط تھا۔"

گل اماں نے اسے خاموشی سے سنا۔ ان کی آنکھوں میں وہی ماں جیسی شفقت تھی جو ہمیشہ حالہ کو تسلی دیتی رہی تھی، مگر آج حالہ کے لہجے میں کچھ اور تھا — کوئی ایسا بوجھ جو شاید وہ خود بھی نہیں اٹھا پا رہی تھی۔

حالہ نے ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں جکڑ لیں، جیسے وہ خود سے نظریں نہیں ملا پا رہی ہو۔ "شاید میرے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے، وہ میرے کیے کی سزا ہے۔ شاید میں اس سب کے قابل ہوں۔"

"حالہ زندگی سزا دینے کے لیے نہیں بنی، سکھانے کے لیے بنی ہے۔ تم نے غلطیاں کی ہوں گی، مگر تم نے یہ جان لیا کہ وہ غلط تھیں، یہی سب سے بڑی بات ہے۔"

اس کی آنکھوں میں درد اترا، "مگر اگر میری غلطیوں نے کسی کو تکلیف دی ہو تو؟ اگر میں نے کسی کے دل میں ایسا زخم چھوڑا ہو جو بھر نہ سکے؟"

گل اماں نے ایک گہری سانس لی، پھر دھیمے لہجے میں بولیں، "ہم سب زندگی میں کبھی نہ کبھی کسی کا دل دکھاتے ہیں، کسی کے ساتھ ناانصافی کرتے ہیں۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم ہمیشہ اسی جرم کی سزا جیتے رہیں۔ اگر تمہیں اپنی غلطیوں کا احساس ہو گیا ہے، تو یہ سب سے پہلا قدم ہے خود کو بدلنے کا۔"

اس نے بے یقینی سے سر ہلایا، "اور اگر میری توبہ بھی میرے ماضی کو نہ بدل سکے تو؟"

"بیٹا، توبہ ماضی کو بدلنے کے لیے نہیں ہوتی، حال اور مستقبل کو بہتر بنانے کے لیے ہوتی ہے۔"

حالہ نے سانس روکی، جیسے ان الفاظ نے اس کے اندر کچھ ہلا یا ہو۔

"جو تم کر چکی ہو، وہ ماضی ہے۔ مگر جو تم بن سکتی ہو، وہ تمہارے اختیار میں ہے۔ تم چاہو تو اپنے زخموں میں ہمیشہ رہ سکتی ہو، یا پھر ان غلطیوں سے سیکھ کر خود کو بہتر کر سکتی ہو۔ تم نے دوسروں کو تکلیف دی ہو گی، مگر کیا تم خود کو بھی ہمیشہ سزا دیتی رہو گی؟"

حالہ کی آنکھیں بھر آئیں۔ وہ کچھ کہنے کے لیے لب کھولنے لگی، مگر کوئی لفظ نہ نکل سکا۔ گل اماں نے اس کے آنسو اپنی انگلیوں سے پونچھے۔

"بیٹا، جو خود کو معاف کرنا نہیں سیکھتا، وہ دوسروں کو بھی معاف نہیں کر سکتا۔ خود کو آزاد کرو، اپنی غلطیوں کو اپنا جیلخانہ مت بناؤ۔ ان سے سیکھو، مگر ان میں قید مت ہو جاؤ۔" حالہ نے آہستہ سے سر جھکا لیا۔ اس کے اندر جیسے کوئی جنگ جاری تھی، مگر گل اماں کی باتیں اس جنگ میں ایک روشنی کی مانند تھیں۔

شاید، واقعی، اسے خود کو معاف کرنا تھا۔

شاید، واقعی، اسے اپنی غلطیوں کو سزا کے طور پر نہیں، سبق کے طور پر دیکھنا تھا۔

شاید، واقعی، وہ اپنی زندگی کو ایک اور موقع دے سکتی تھی۔

حالہ کی آنکھوں میں پچھتاوے کی گہرائی تھی۔ وہ خود کو ایک مجرم کی طرح محسوس کر رہی تھی، جیسے اس کے گناہ اسے سانس نہیں لینے دے رہے تھے۔ گل اماں کی نرم آواز نے اس کے دل پر ہلکی سی دستک دی

"حالہ، خود کو معاف کرنا سب سے مشکل، مگر سب سے ضروری عمل ہے۔ جب تک تم خود کو معاف نہیں کرو گی، تمہارا ماضی تمہارا حال اور مستقبل برباد کرتا رہے گا۔"

اس نے بے بسی سے کہا، "مگر گل اماں، میں نے جو کیا، وہ سب حقیقت ہے۔ میں نے غلط فیصلے کیے، میں نے دوسروں کا دل دکھایا، میں نے خود کو بھی دھوکہ دیا۔ میں ان سب چیزوں کو کیسے بھولوں؟"

گل اماں نے نرمی سے کہا، "خود کو معاف کرنے کا پہلا قدم یہ ہے کہ تم اپنی غلطیوں کو تسلیم کرو، جو تم کر چکی ہو، اسے جھٹلانے کی ضرورت نہیں، بلکہ اسے مان کر آگے بڑھنے کی ضرورت ہے۔"

حالہ نے گہری سانس لی۔ "مگر کیا صرف تسلیم کرنا کافی ہے؟"

"نہیں، بیٹا۔ دوسرا قدم یہ ہے کہ تم اپنی غلطیوں کو بدلنے کی نیت کرو۔ اگر تمہیں لگتا ہے کہ تم نے کسی کے ساتھ برا کیا، تو یہ سوچو کہ تم اپنی ذات میں ایسی تبدیلیاں کیسے لا سکتی ہو کہ دوبارہ ویسی غلطی نہ ہو۔"

حالہ کی آنکھیں بھر آئیں، "مگر گل اماں، مجھے لگتا ہے کہ میں اس سب کی سزا ڈیزرو کرتی ہوں۔ میں نے دوسروں کو تکلیف دی، مجھے بھی تکلیف جھیلنی چاہیے۔"

گل اماں نے مسکرا کر اس کا ہاتھ دبایا، "بیٹا، کیا اگر کوئی دوسرا انسان غلطی کرے، تو تم ہمیشہ کے لیے اس سے نفرت کرو گی؟"

"نہیں، اگر وہ سچے دل سے شرمندہ ہو، تو میں اسے معاف کر دوں گی..."

"تو پھر خود کے ساتھ یہ ناانصافی کیوں؟ اگر تم دوسروں کو معاف کر سکتی ہو، تو خود کو کیوں نہیں؟ کیا تم بھی ایک انسان نہیں؟ کیا تم بھی سیکھنے کا حق نہیں رکھتیں؟"

اس نے سر جھکا لیا۔ "مگر میں کیا کروں کہ میں خود کو بہتر محسوس کر سکوں؟"

گل اماں نے شفقت سے کہا، "اپنے ماضی سے سیکھو، مگر اس میں پھنسو مت۔ جو رویے تمہیں لگتا ہے کہ غلط تھے، انہیں بدلنے کی کوشش کرو۔ اگر تم لوگوں کو تکلیف دیتی تھی، تو اب کسی کے لیے آسانی پیدا کرو۔ اگر تم نے لوگوں کے دل توڑے، تو اب انہیں جوڑنے کی کوشش کرو۔ اگر تم نے کسی کو نظرانداز کیا، تو اب کسی کی بات غور سے سنو۔ اپنے گناہ کا بوجھ اٹھانے کے بجائے، اپنے اعمال کو بہتر بناؤ۔ یہی اصل معافی ہے۔"

اس نے بے یقینی سے کہا، "اور اگر میں ان لوگوں سے معافی نہ مانگ سکوں جنہیں میں نے تکلیف دی؟ اگر وہ مجھ سے دور ہو چکے ہوں یا مجھے معاف نہ کرنا چاہیں؟"

"اگر تم کسی سے برا سلوک کر چکی ہو، اور وہ تمہاری پہنچ میں ہو، تو اس سے سچے دل سے معافی مانگو۔ مگر معافی مانگنے کا مطلب یہ نہیں کہ تمہیں ان کی

معافی ملے گی۔ تمہاری ذمہ داری یہ ہے کہ تم اپنی نیت صاف رکھو اور اپنے کیے کا اعتراف کرو۔ اگر وہ تمہیں معاف کر دیں، تو یہ ان کی عظمت ہے۔ اگر نہ کریں، تو یہ ان کا حق ہے، مگر تمہارا فرض پورا ہو جائے گا۔"

"اور اگر وہ مجھ سے بہت دور جا چکے ہوں؟"

"تب تمہیں اپنے اعمال سے تلافی کرنی ہو گی۔ اگر تم کسی کو دُکھ دے چکی ہو، تو اب کسی اور کے لیے آسانی پیدا کرو۔ اگر تم نے کسی کا دل توڑا تھا، تو اب کسی کے دل کو سہارا دو۔ اگر تم نے کبھی کسی کو نیچا دکھایا تھا، تو اب کسی کو اوپر اٹھانے میں مدد کرو۔ نیکی اور محبت کے عمل کے ذریعے اپنی روح کو ہلکا کرو۔"

حالہ نے آنکھیں موند لیں۔ "مگر میں ہمیشہ اپنے ماضی میں جکڑی رہوں گی، نا؟ اگر میرا ضمیر مجھے بار بار یاد دلائے کہ میں کتنی بری تھی؟"

گل اماں نے مسکراتے ہوئے اس کے ماتھے پر شفقت سے ہاتھ رکھا،

"تمہارا ضمیر تمہیں یاد دلاتا ہے تاکہ تم اپنی اصلاح کر سکو، مگر اسے تمہارا قید خانہ مت بننے دو۔ تمہاری غلطیاں تمہیں یہ سکھانے کے لیے تھیں کہ تم کون نہیں ہو، اب یہ تم پر ہے کہ تم یہ طے کرو کہ تم کون بننا چاہتی ہو۔"

"تو میں کیا کروں؟" حالہ نے مدھم آواز میں پوچھا۔

"خود کو ایک نئی شروعات کا موقع دو۔ اپنے آپ سے وعدہ کرو کہ تم اپنی ماضی کی غلطیوں کو دوہرانے کے بجائے، اپنی زندگی کو بہتر بنانے کی کوشش کرو گی۔ جو تکلیف تم نے خود کو دی ہے، اب خود کو اس سے نکالو۔ اپنی خوشی کا حق خود کو دو۔ کیونکہ اگر تم خود کو معاف نہیں کرو گی، تو تم ہمیشہ ایک ایسی زنجیر میں جکڑی رہو گی جو تمہیں آگے نہیں بڑھنے دے گی۔"

حالہ خاموش ہو گئی۔ مگر اس خاموشی میں اب وہ ٹوٹا ہوا احساس نہیں تھا، بلکہ کچھ نیا تھا... کچھ روشن، کچھ امید بھرا۔

شاید، واقعی، اسے خود کو سزا دینے کے بجائے، خود کو نیا موقع دینا تھا۔

شاید، واقعی، اسے اپنے ماضی کی زنجیر توڑنی تھی۔

شاید، واقعی، وہ خود کو معاف کر سکتی تھی...اور زندگی کو ایک بار پھر جینے کا حق دے سکتی تھی۔

حالہ کی آواز لرز رہی تھی، جیسے وہ کسی گہری کشمکش میں مبتلا ہو۔ وہ گل اماں کے سامنے بیٹھی تھی، اس کی نظریں نیچے جھکی ہوئی تھیں، اور ہاتھ بے چینی سے مڑوڑ رہی تھی۔

"اگر میں کسی سے معافی مانگوں اور وہ مجھے معاف نہ کرے، پھر میں کیا کروں؟" اس کی آواز میں بے بسی تھی۔

گل اماں نے اس کے لرزتے ہاتھ تھام لیے اور محبت سے کہا، "بیٹا، معافی مانگنا تمہارا فرض ہے، مگر معاف کرنا دوسرے کا اختیار۔ تم یہ نہیں طے کر سکتی کہ کوئی تمہیں کب اور کیسے معاف کرے گا۔"

حالہ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ "مگر اللہ نے بھی تو یہی کہا ہے نا کہ جب تک بندہ معاف نہ کرے، تب تک اللہ بھی معاف نہیں کرتا؟ اور میں نے تو بہت لوگوں کا دل دکھایا ہے... میں نے جانے انجانے میں تکلیف دی ہے۔ اگر وہ مجھے کبھی معاف نہ کریں، تو کیا میں ہمیشہ اسی بوجھ کے ساتھ زندہ رہوں گی؟"

گل اماں نے گہری سانس لی اور نرمی سے بولیں، "بیٹا، اللہ تمہارے دل کی نیت کو دیکھتا ہے۔ اگر تم سچے دل سے شرمندہ ہو، اور تم نے اپنی اصلاح کر

لی ہے، تو اللہ تمہیں اس وقت بھی معاف کر سکتا ہے جب دوسرے لوگ نہ کریں۔ کیونکہ اللہ کی رحمت انسانوں کی ناراضگی سے بڑی ہے۔"

"مگر..." حالہ نے پلکیں جھپکیں، جیسے وہ سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"مگر یہ ضروری ہے کہ تم اپنی غلطیوں سے سبق لے کر خود کو بہتر بنالو۔ اللہ صرف لفظوں کی معافی نہیں، عمل کی معافی بھی دیکھتا ہے۔ اگر تم نے کسی کا دل توڑا، تو کوشش کرو کہ کسی اور کا دل جوڑ سکو۔ اگر تم نے کسی کو رلایا، تو اب کسی کو ہنسانے کی کوشش کرو۔ یہ تمہاری حقیقی توبہ ہوگی۔"

حالہ نے بے بسی سے کہا، "اور جو لوگ میری معافی قبول نہ کریں؟"

گل اماں نے مسکراتے ہوئے اس کے بالوں کو پیار سے سہلایا۔ "اگر تم نے خلوصِ دل سے معافی مانگ لی، اور وہ پھر بھی نہ مانیں، تو تمہاری ذمہ داری پوری ہوگئی۔ تمہیں اپنے بوجھ سے آزاد ہونے کے لیے صرف اتنا کرنا ہے

کہ آئندہ وہی غلطیاں نہ دہراؤ۔ اللہ دیکھ رہا ہوتا ہے کہ تمہارا دل واقعی بدلا ہے یا نہیں۔ اور اگر تم خود کو بہتر بنانے میں کامیاب ہو گئی، تو جان لو کہ اللہ کی رحمت تمہیں ان سب کے دُکھوں سے آزاد کر دے گی۔"

حالہ کے لب کپکپائے "تو کیا میں خود کو معاف کر سکتی ہوں...؟"

گل اماں نے مسکرا کر سر ہلایا "ہاں، بیٹا۔ خود کو معاف کرو، کیونکہ جب تم خود کو معاف کرو گی، تب ہی تمہیں وہ سکون ملے گا جس کی تم تلاش میں ہو۔ تمہاری اصلاح ہی تمہاری سب سے بڑی معافی ہے۔۔۔ تمہارا دکھ صرف یہ نہیں ہے کہ تمہیں زاویار چھوڑ رہا ہے اور تم اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔۔۔ بلکہ تمہارا زیادہ دکھ اس بات کا ہے کہ تم نے اپنی ساری زندگی دوسروں کا دل دکھایا، ساری زندگی خدا سے دور رہی"

حالہ نے گہری سانس لی۔ اس کے دل کا بوجھ ہلکا تو نہیں ہوا تھا، مگر کہیں نہ کہیں ایک امید جاگ اٹھی تھی — شاید، واقعی، وہ خود کو معاف کر سکتی تھی... شاید، واقعی، اللہ اسے معاف کر سکتا تھا... اور شاید، واقعی، وہ ایک نئ زندگی کی طرف بڑھ سکتی تھی۔

☆☆☆✦☆☆☆

رات کے گہرے سائے اٹلی کی سڑکوں پر خاموشی کی چادر تانے ہوئے تھے۔ سٹریٹ لائٹس کی مدھم روشنی گلیوں کو سنہری جھلملاہٹ بخش رہی تھی، اور ہوا میں ہلکی سی خنکی تھی۔ حالہ پارک کے سنسان راستے پر چل رہی تھی، گل اماں تو کب کی چلی گئ تھی مگر وہ یہیں بیٹھی رہی تھی پتہ نہیں

کتنی دیر ہو گئی تھی اور وہ کتنی دیر سے یہاں بیٹھی ہوئی تھی اسے پتہ ہی نہیں چلا، اس کے قدم دھیمے تھے، جیسے وہ ہر لمحہ سوچ میں ڈوبی ہو۔ دور کہیں ایک وائلن بج رہا تھا، ایک اجنبی دھن، جو اداسی کی لے میں لپٹی ہوئی تھی۔

وہ اپارٹمنٹ کی عمارت کے قریب پہنچی، جہاں اندر خاموشی کا راج تھا۔

لفٹ کے دروازے پر ہاتھ رکھ کر لمحہ بھر کے لیے رکی، جیسے خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی ہو۔ گل اماں کی ہر بات اس کے دل و دماغ میں گونج رہی تھی — کہ خود سے محبت کرو، کہ خود کو تلاش کرو، کہ اپنی خوشی خود میں ڈھونڈو۔ مگر... وہ یہ سب کیسے کرے؟

گل اماں کے اتنے سمجھانے کے بعد بھی اور اس کے اتنے سوالات کرنے کے بعد بھی پتہ نہیں کیوں اس کے اندر بے چینی تھی؟ دروازہ کھولتے ہی اپارٹمنٹ کے اندر اندھیرا تھا۔ حالہ نے ایک گہری سانس لی اور اندر قدم

رکھا۔ ہر چیز اپنی جگہ پر تھی، مگر پھر بھی سب کچھ خالی لگ رہا تھا۔ پردے بند تھے، کمرے کی خاموشی بوجھل سی تھی، جیسے یہ بھی اس کے دل کی ویرانی کا عکس ہو۔

اس نے لائٹ آن کی، مگر روشنی کے باوجود اندر کی تاریکی برقرار رہی۔ صوفے پر زاویار کی جیکٹ پڑی تھی، جو شاید وہ جلدی میں چھوڑ گیا تھا۔ ایک پل کے لیے حالہ کو لگا جیسے وہ یہیں کہیں موجود ہو، جیسے وہ اب دروازے سے اندر آئے گا اور اپنے مخصوص انداز میں کوئی بات کرے گا۔ مگر یہ محض ایک خیال تھا—ایک ایسا خیال جو اسے مزید ادھورا کر رہا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کھڑکی کے پاس آئی، جہاں سے باہر شہر کی روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔ نیچے سڑک پر کچھ جوڑے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے چل رہے تھے، کسی کیفے کے باہر لوگ ہنستے مسکراتے بیٹھے تھے، اور

کہیں دور کسی نے زور سے قہقہہ لگایا تھا۔ وہ سب خوش لگ رہے تھے، جیسے دنیا میں کچھ بھی غلط نہیں۔

"میں کیسے خود میں خوش رہوں؟"

حالہ نے سرگوشی میں خود سے سوال کیا۔

گل اماں کی ہر بات اسے سمجھ آ رہی تھی، وہ جانتی تھی کہ ان میں سچائی ہے، مگر صرف یہی ایک بات — خود میں خوشی ڈھونڈنا — یہ اس کے دل میں نہیں اتر رہی تھی۔ کیسے ممکن تھا کہ وہ خوش رہے جبکہ زاویار اس کے پاس نہ ہو؟ کیسے وہ اپنے اندر روشنی تلاش کرے، جب اس کا دل کسی اور کے وجود کی روشنی کا محتاج ہو چکا تھا؟

اس نے آنکھیں بند کر کے گہری سانس لی، جیسے خود کو سمجھانے کی کوشش کر رہی ہو، مگر اندر ایک خالی پن تھا، جو کسی بھی بات سے نہیں بھر سکتا تھا۔

اٹلی کی رات نے اپنے دامن میں ایک گہری خاموشی سمو رکھی تھی۔

سڑکوں پر ہلکی ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی، اور اپارٹمنٹ کی کھڑکیوں سے کچھ کمروں میں جلتی بجھتی بتیاں باہر کی روشنی میں مدھم ہو رہی تھیں۔ حالہ اپارٹمنٹ میں اکیلی کھڑی تھی، اندھیرے میں ڈوبی ہوئی، جیسے اس کا وجود بھی اس رات کے سکوت میں کہیں کھو چکا ہو۔

کچھ دیر بعد دروازہ کھلا۔ حالہ نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ زاویار اندر آرہا تھا—اپنے مخصوص انداز میں، تھوڑا تھکا ہوا مگر چہرے پر وہی ٹھہرا ہوا سکون جو ہمیشہ ہوتا تھا۔ اس نے کوٹ اٹھایا جو وہ صبح بھول گیا تھا، اور بازو میں ڈال لیا۔ شاید وہ سیدھا کمرے میں جانے والا تھا۔

پھر ایک دم رک کر حالہ کو دیکھا۔ "تم افس سے واپس اگئی تھی؟"

"ماہا تمہارے آفس میں آئی تھی... ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ میں بھی وہاں رہتی؟"

زاویار چند لمحے وہیں کھڑا رہا، پھر آہستہ سے مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ اپارٹمنٹ میں ابھی بھی اندھیرا تھا، مگر کھڑکی سے آتی روشنی میں دونوں ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے۔

"حالہ مجھے تمہاری ایک بات نہیں سمجھ آتی۔ تمہیں تو میں زہر لگتا تھا، تم مجھ سے نفرت کرتی تھی، تو پھر کس بات کی جیلسی؟"

حالہ کی آنکھوں میں ایک چمک ابھری، جو غصے اور تکلیف کے امتزاج سے وجود میں آئی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے قریب آئی۔

"میرا اور تمہارا اب ایک رشتہ ہے..."

زاویار نے تلخی سے ہنسی ہونٹوں پر سجائی۔ "وہ رشتہ بھی میں نے جس مقصد سے کیا تھا..."

"میں جانتی ہوں،" حالہ نے دھیمی مگر کانپتی آواز میں کہا۔ "تم بدلہ لینا چاہتے تھے، نا؟ تم نے مجھ سے شادی اسی لیے کی تھی۔ مگر میں ٹھہری بے وقوف لڑکی، سب کچھ جانتے ہوئے بھی میرا دل تمہارے لیے پگھلنے لگا، وہ نفرت کم ہونے لگی، اور... مجھے تم سے محبت ہونے لگی۔"

زاویار نے ایک گہری سانس لی اور رخ موڑ لیا، جیسے وہ ان جملوں کو اپنے وجود پر اترنے سے روکنا چاہتا ہو۔

"حالہ فور گاڈ سیک، کون سی محبت؟ ہمارے درمیان کوئی محبت نہیں ہو سکتی۔ تم مجھے پہلے دن سے پسند نہیں کرتی تھیں، اور میں بھی نہیں کرتا تھا۔"

حالہ نے تلخی سے مسکرا کر سر جھکایا، پھر دھیرے سے بولی، "نہیں کر سکتی تھی تو کرنے تو لگ گئی نا؟"

زاویار نے نظریں جھکا کر اپنے کوٹ کے بٹن بند کرنا شروع کیے، جیسے اس کا دھیان بٹ رہا ہو۔

"تمہیں صرف مجھ سے ہلکی پھلکی کشش محسوس ہو رہی ہے، ظاہر ہے، نکاح ہوا ہے تو ایسا ہو جاتا ہے۔ لیکن بہت جلدی تم مجھے بھول جاؤ گی، اس لیے بس اس ٹاپک کو بند کرو۔ محبت کی بات دوبارہ مت کرنا، تمہیں میرے سے کوئی محبت نہیں ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔"

حالہ نے حیرت اور دکھ کے ملے جلے جذبات کے ساتھ اسے دیکھا۔

"تم کتنے آرام سے کہہ رہے ہو، نا؟ کتنے آرام سے کسی کے دل کے ساتھ کھیل رہے ہو، جانتے ہوئے بھی کہ ایک لڑکی تمہارے سامنے بے بس ہے؟"

زاویار کی آنکھوں میں ایک عجیب سختی تھی۔ "حالہ مجھے تمہاری بے بسی سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ میں تم سے محبت نہیں کرتا، میں نے تمہیں پہلے دن سے پسند نہیں کیا، تو اب کیسے کر سکتا ہوں؟"

حالہ کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے۔ اس کی آواز بھیگ گئی۔ "تمہیں نہیں تھی، لیکن میں اپنا کیا کروں؟"

زاویار نے کچھ لمحے اسے خاموشی سے دیکھا، جیسے وہ خود بھی کسی اندرونی کشمکش میں ہو۔

"اپنا کیا کرنا ہے، یہ تم خود جانتی ہو، حالہ"

"تم میرے ساتھ ایسا کرو گے؟ مجھے چھوڑ دو گے؟"

زاویار نے اس کی آنکھ میں تیرتے آنسو کو دیکھا، پھر نظریں چرالیں، جیسے وہ ان آنسوؤں کا سامنا نہیں کر سکتا تھا۔

"میں تمہارے ساتھ کیسے رہ سکتا ہوں؟"

"تو تمہارا یہی بدلہ تھا، نا؟ مجھ سے شادی کرو، مجھے اپنے پیار میں پھنسا کر پھر چھوڑ دو؟"

زاویار نے تھوڑا جھجک کر اس کی آنکھوں میں دیکھا، پھر دھیمے لہجے میں بولا، "ایسی کوئی بات نہیں تھی، حالہ میں تمہیں اپنے پیار میں پھنسانا نہیں چاہتا تھا۔۔۔ میرے پیار میں تم خود پھنسی ہو، میں... میں صرف تمہیں تکلیف دینا چاہتا تھا، جیسے تم نے مجھے اپنے لفظوں سے دی تھی۔ مگر..." وہ کچھ لمحے خاموش رہا، پھر آہستہ سے بولا، "مگر میں ایسا نہیں کر سکا، حالہ میں نے

تمہیں تکلیف دینے کا سوچا تھا، تمہیں روتا ہوا دیکھنے کا سوچا تھا، لیکن... میں وہ شخص نہیں ہوں جو کسی لڑکی کے ساتھ ایسا کرے۔ مجھے بہت دیر بعد احساس ہوا کہ میں بدلہ لینے والا شخص نہیں ہوں، اور جو میں نے تمہارے ساتھ کیا... وہ غلط تھا۔" حالہ نے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا۔

"تو اب؟"

"اب... میں تمہیں آزاد کرنا چاہتا ہوں۔" زاویار کی آواز میں عجیب سی تھکن تھی، جیسے وہ کسی طویل جنگ سے نکل رہا ہو۔ حالہ کے ہونٹ کپکپائے، "تو تم مجھے چھوڑ دو گے؟"

زاویار نے کندھے جھٹک دیے۔ "ظاہر ہے، میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔ تم میرے ساتھ کیسے رہ سکتی ہو؟ اس شخص کے ساتھ جسے تم کبھی نفرت کرتی تھی؟ جس سے شادی تم نے کبھی نہیں کرنا چاہی تھی؟ میں نے تمہیں

معاف کر دیا، میں نے بدلہ لینے کا ارادہ چھوڑ دیا، اس لیے اب تم بھی آزاد ہو۔"

حالہ کے دل میں ایک شدید درد اٹھا۔"میں تم سے نفرت کرتی تھی، مگر اب نہیں کرتی۔ تم میری بات سمجھ کیوں نہیں رہے؟"

زاویار نے ایک گہری سانس لی، جیسے وہ خود کو قابو میں رکھ رہا ہو۔"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں، حالہ تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ اب میں تمہیں اچھا لگنے لگا ہوں، ہے نا؟" وہ تھوڑا رکا، پھر نرمی مگر قطعیت سے بولا، "لیکن مجھے اس سب سے فرق نہیں پڑتا۔ تم جانو اور تمہارا دل، لیکن میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ میں تمہیں معاف کر چکا ہوں، اور اب ہمیں اپنے راستے الگ کر لینے چاہییں۔" حالہ کی آنکھوں میں درد کے سائے

لرزے۔ "تم مجھے مت چھوڑو، نا... میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے، میں کہاں جاؤں گی؟"

"کہاں جاؤ گی؟ اپنے گھر واپس جاؤ، اپنی زندگی گزارو، اس شخص سے شادی کرو جو تم سے بھی محبت کرے، اور جس سے تم بھی محبت کرو۔ میرا اور تمہارا ساتھ بس یہیں تک تھا، حالہ"

حالہ خاموش کھڑی رہی۔ ہوا کا ایک جھونکا کھڑکی کے پردے ہلانے لگا، اور اس لمحے، ایسا لگا جیسے اس کی زندگی کے ورق بھی کسی انجانی سمت میں بکھرنے والے ہوں۔

حالہ کی آنکھیں ایک دم سے بھیگنے لگیں۔ نمی اس کی پلکوں سے ہوتی ہوئی گالوں پر اتر آئی، مگر اس نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ دل میں عجیب سا خوف تھا، کوئی ایسا راز تھا جسے وہ زبان پر نہیں لا سکتی تھی۔ وہ مجبور تھی،

وہ زاویار کو نہیں بتا سکتی تھی کہ اس کا کوئی گھر نہیں رہا، کہ مہرین سلطان نے اسے روک دیا تھا کہ وہ زاویار کو کچھ بھی نہ بتائے۔ وہ کچھ نہیں کہہ سکتی تھی...

"پلیز، میرے ساتھ ایسا مت کرو..." اس کی آواز لرز گئی، جیسے کسی نے اس کی سانسیں قید کر دی ہوں۔ "تم پلیز مجھے مت چھوڑو...!"

زاویار نے آنکھیں بند کر کے گہری سانس لی، جیسے وہ خود کو قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر وہ سرد لہجے میں بولا، "حالہ پلیز... مجھے پریشان مت کرو۔ تمہاری اپنی زندگی ہے اور میری اپنی زندگی ہے۔ میں ایک ایسی لڑکی کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتا جس کے ساتھ مجھے کبھی محبت ہوئی ہی نہیں۔"

حالہ کے دل میں ایک شدید درد اٹھا، جیسے کسی نے اس کے سینے میں کچھ پیوست کر دیا ہو۔ وہ بے یقینی سے زاویار کو دیکھنے لگی۔

"میں نے غلطی کرلی، حالہ..." زاویار کی آواز تھکی ہوئی لگ رہی تھی، جیسے وہ خود بھی کسی جنگ میں الجھا ہوا ہو۔ "میں نے تم سے نکاح کر کے ہماری زندگیاں برباد کرنی چاہیں، لیکن آدھے راستے میں میں یہ سب نہیں کر سکا۔ اس لیے میں تمہیں چھوڑ رہا ہوں، اور اس لیے چھوڑ رہا ہوں کیونکہ ہم دونوں کے راستے الگ ہیں۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے محبت نہیں کرتے..." حالہ کی سانسیں تیز ہونے لگیں۔ اس کے ہونٹ کانپے، جیسے وہ کچھ کہنا چاہتی ہو مگر الفاظ کہیں گم ہو گئے ہوں۔ آخر کار، وہ دھیرے سے بولی، "میں کرتی ہوں، زاویار..."

زاویار کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں آیا۔ وہ چند لمحے خاموش کھڑا اسے دیکھتا رہا، پھر اتنی ہی سفاکی سے بولا، "مگر میں نہیں کرتا، حالہ..."

اور اس ایک جملے نے حالہ کی دنیا مکمل طور پر توڑ دی۔ وہ ساکت کھڑی رہ گئی، اس کی آنکھوں میں بکھرتے خواب، اس کے دل میں پلتی امیدیں، سب ایک لمحے میں زمین بوس ہو گئیں۔ وہ جانتی تھی کہ اب کچھ بھی کہنا بے کار تھا، مگر پھر بھی... وہ اسے روکنا چاہتی تھی، وہ اسے کھونا نہیں چاہتی تھی، مگر اس نے خود کو بے بس پایا۔

"اور میں جانتا ہوں کہ تمہیں بھی جسٹ میرے سے ایک اٹریکشن ہے۔۔۔ ظاہر ہے ہم ایک رشتے میں بندے ہوئے ہیں تمہاری نفرت تھوڑی کم تو ہو گی نا۔۔۔ مگر تم بہت جلد مجھے بھول جاؤ گی"

زاویار پلٹ کر کمرے کی طرف بڑھ گیا، اور حالہ بس وہیں کھڑی، اس کی پشت کو دیکھتی رہی... بے آواز آنسو اس کے چہرے پر بہتے رہے۔

حالہ کی آنکھوں میں ایک وحشت سی اتر آئی، جیسے وہ حقیقت کو قبول کرنے سے انکاری ہو۔ اس نے تیزی سے قدم بڑھائے اور زاویار کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔

"نہیں، زاویار... پلیز، ایسا مت کہو!" اس کی آواز کانپ رہی تھی، آنکھوں سے آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ "تمہیں نہیں پتا، تم نہیں سمجھ رہے! میں تمہیں کھونا نہیں چاہتی... میں نہیں رہ سکتی تمہارے بغیر!"

زاویار نے ایک پل کے لیے اس کی طرف دیکھا، مگر اس کی نظریں کسی بھی جذبے سے خالی تھیں۔ وہ اس کی بے بسی دیکھ رہا تھا، مگر اس کے چہرے پر کوئی نرمی نہیں آئی۔

"حالہ میں تمہیں پہلے بھی کہہ چکا ہوں، ہمارے درمیان کچھ بھی نہیں ہے۔" اس نے تھکے ہوئے انداز میں کہا۔

"یہ تم کہہ رہے ہو، لیکن تمہیں نہیں پتا کہ میں کیسا محسوس کر رہی ہوں!" حالہ نے بے چینی سے کہا، اس کی سانسیں تیز ہو گئیں۔ "تمہیں لگتا ہے کہ یہ بس ایک عارضی کشش ہے؟ کہ یہ کچھ وقت بعد ختم ہو جائے گا؟ نہیں، زاویار! یہ محبت ہے، میں تم سے محبت کرنے لگی ہوں!"

"یہ محبت نہیں ہے، حالہ یہ بس ایک وہم ہے جس میں تم خود کو قید کر رہی ہو۔" زاویار کی آواز سخت ہو گئی۔ "اور میں تمہیں اس وہم سے باہر نکالنا چاہتا ہوں۔"

"تمہیں کیسے لگتا ہے کہ تم بس فیصلہ سناؤ گے اور میں مان لوں گی؟" حالہ نے اپنے لرزتے ہاتھوں سے زاویار کا بازو تھاما، جیسے وہ اسے روکنا چاہتی

ہو۔" مجھے مت چھوڑو، زاویار... پلیز! اگر میں تم سے پہلے نفرت کرتی تھی تو وہ سب ایک غلط فہمی تھی، لیکن اب، اب میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی"

زاویار نے آہستہ سے اس کے ہاتھوں کو ہٹایا، مگر حالہ نے ضد میں آکر اسے پھر پکڑ لیا۔ اس کی گرفت کانپ رہی تھی، آنکھوں میں بے بسی تھی، ایک التجا تھی۔

"تمہیں مجھ پر ترس نہیں آتا؟" اس کی آواز میں ایک سسکی شامل ہو گئی۔ "میں تمہارے بغیر کہاں جاؤں گی؟ میرے پاس کچھ نہیں ہے، زاویار! نہ گھر، نہ خاندان، نہ کوئی اور... بس تم ہو! پلیز، مجھے چھوڑ کر مت جاؤ"

"حالہ مت کرو یہ سب..." زاویار نے گہری سانس لی، جیسے وہ خود کو سختی سے قابو میں رکھ رہا ہو۔ "میں تم سے محبت نہیں کرتا، اور میں تمہارے

ساتھ زبردستی نہیں کر سکتا۔ یہ رشتہ جس بنیاد پر قائم تھا، وہ غلط تھی، اور میں مزید اسے گھسیٹ نہیں سکتا۔"

"تو مت گھسیٹو! اسے سچ میں بدل دو" حالہ نے بے ساختہ کہا، "بدلہ لینے کے لیے شادی کی تھی نا؟ تو اب بدلہ لینے کی ضرورت ہی کیا ہے، جب میں تمہارے لیے بدل چکی ہوں؟ میں تمہیں اب ویسی نہیں لگتی نا جیسے پہلے لگتی تھی؟ میری آنکھوں میں دیکھو، زاویار... اور بتاؤ کہ تمہیں واقعی میرے جانے سے فرق نہیں پڑے گا؟"

زاویار نے پل بھر کو اس کی آنکھوں میں دیکھا، مگر پھر نظریں چرا لیں۔

"نہیں پڑے گا، حالہ"

یہ جملہ سن کر حالہ کے قدم پیچھے ہٹ گئے، جیسے کسی نے اسے دھکا دے کر خالی خلا میں دھکیل دیا ہو۔ وہ بے یقینی سے اسے دیکھتی رہی، جیسے یہ ماننے

کو تیار ہی نہ ہو کہ جس شخص کے لیے وہ خود کو توڑ چکی تھی، وہی شخص اسے یوں آسانی سے چھوڑ رہا تھا۔

"تم جھوٹ بول رہے ہو..." اس کی آواز سرگوشی سے زیادہ کچھ نہیں تھی۔ "مجھے یقین ہے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو..."

"یہ تمہارا مسئلہ ہے، حالہ کہ تم حقیقت کو قبول نہیں کر رہیں۔" زاویار نے کہا اور ایک قدم پیچھے ہٹا۔ "تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہوئی، تمہیں بس میری عادت ہو گئی ہے۔ اور عادتیں وقت کے ساتھ ختم ہو جاتی ہیں۔"

"زاویار!" حالہ نے چیخ کر کہا، جیسے وہ اپنے اندر کی تمام بے بسی اور درد نکال دینا چاہتی ہو۔ مگر زاویار اب اور کچھ سننے کے موڈ میں نہیں تھا۔ وہ پلٹ کر کمرے کی طرف جانے لگا، اور حالہ بس وہیں کھڑی بے آواز روتی رہی، اس کا دل بکھرتا رہا...

اندھیرے کمرے میں بس ایک ٹھنڈی ہوا تھی، جو اس کے وجود کو مزید سنسان کر رہی تھی۔

حالہ کی سانس اکھڑنے لگی، جیسے اس کے اندر کوئی طوفان مچ چکا ہو۔ زاویار کی باتیں اس کے دل پر ہتھوڑے کی طرح لگ رہی تھیں۔ اس نے جیسے ہی زاویار کو مڑ کر جاتے دیکھا، تو وہ تیزی سے اس کے پیچھے بھاگی۔

"زاویار! رُکو! پلیز میری بات سنو!" اس نے کپکپاتی آواز میں کہا، مگر زاویار رُکا نہیں۔ وہ بے بسی کے عالم میں آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑتی ہے، جیسے اگر اس نے ابھی نہ روکا تو وہ اسے ہمیشہ کے لیے کھو دے گی۔

"تم بے شک ماہا سے شادی کر لو، تمہیں جو کرنا ہے کرو... لیکن مجھے مت چھوڑو، پلیز! میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی!" اس کے آنسو تیزی سے بہنے لگے، مگر زاویار نے ایک سرد سانس لی اور آہستہ سے اپنا بازو چھڑوایا۔

"حالہ کیوں ضد کر رہی ہو؟ میں تمہارے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتا، سمجھو یہ بات!"

"میں نہیں سمجھ سکتی!" وہ بے چینی سے بولی، "کیونکہ میں نہیں رہ سکتی تمہارے بغیر! تم چاہے اس سے شادی کرلو، تم چاہے اس کے ساتھ رہو... میں تم سے کچھ نہیں مانگوں گی، کچھ بھی نہیں! بس مجھے مت چھوڑو، پلیز!"

زاویار نے سخت نظروں سے اسے دیکھا، جیسے وہ اس کی ہر بات کو رد کر رہا ہو۔

"حالہ تم جانتی بھی ہو کہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ تم خود کو اس حد تک گرا رہی ہو؟ تم ایک ایسی زندگی گزارنا چاہتی ہو جہاں میں کسی اور کے ساتھ ہوں، اور تم بس میرے ساتھ رہنے کے لیے اپنی خودی کو مٹا دو؟"

"ہاں!" حالہ نے فوراً جواب دیا، "ہاں! اگر اس میں میری بقا ہے، تو ہاں! اگر اس میں میری سانسیں چلتی رہتی ہیں، تو ہاں! میں اپنی خودی مٹا دوں گی، میں اپنی عزت کو روند دوں گی، میں ہر درد سہہ لوں گی... بس تم مجھے چھوڑ کر مت جاؤ!"

"تمہیں ہو کیا گیا ہے، حالہ؟" زاویار کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ "یہ وہی لڑکی ہے جو کبھی اپنی ضد اور غرور پر چلتی تھی؟ جو کبھی کسی کے آگے نہیں جھکتی تھی؟ جو میرے ساتھ ایک کمرے میں بھی رہنا پسند نہیں کرتی تھی؟"

"ہاں، وہی لڑکی ہوں!" حالہ نے ہچکیوں کے درمیان کہا، "وہی جو تمہیں زہر لگتی تھی، وہی جو تم سے نفرت کرتی تھی... لیکن اب وہی تم سے محبت

کر بیٹھی ہے! اب وہی تمہارے بنا جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتی! زاویار، مت توڑو مجھے، مت مارو مجھے جیتا جی ورنہ میں ختم ہو جاؤں گی!"

زاویار نے اپنا چہرہ سختی سے موڑا، جیسے وہ حالہ کی بے بسی سے متاثر ہونے سے بچ رہا ہو۔

"یہ سب بکواس ہے، حالہ!" اس نے دوٹوک لہجے میں کہا، "محبت ایسی نہیں ہوتی کہ انسان خود کو مٹا دے! یہ محبت نہیں، یہ بس تمہاری ضد ہے، تمہاری انا جو ہار ماننے کو تیار نہیں!"

"یہ محبت ہے!" حالہ چلائی، "یہ محبت ہے، زاویار! میں جانتی ہوں، کیونکہ میں نے پہلے کبھی کسی کے لیے ایسا محسوس نہیں کیا! یا تک کہ افغان کے لیے بھی نہیں۔ میں جانتی ہوں، کیونکہ جب تم کہہ رہے ہو کہ تم جا

رہے ہو، میرا دل مر رہا ہے! میں جانتی ہوں، کیونکہ میں نے آج تک کسی کے آگے یوں نہیں گڑگڑایا، مگر آج تمہارے آگے ہاتھ جوڑ رہی ہوں!"

وہ ایک لمحے کو خاموش ہوئی، پھر ہلکی آواز میں کہا "تم بے شک ماہا سے شادی کرلو، مگر مجھے مت چھوڑو... پلیز، مت چھوڑو!"

زاویار نے اپنی مٹھیاں سختی سے بھینچ لیں، جیسے اس کی برداشت کی حد ختم ہو رہی ہو۔

"میں تمہیں معاف کر چکا ہوں، حالہ مگر میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ یہ سب مت کرو، اپنی ذات کو یوں مت روندو۔"

"تمہاری محبت میں میں سب کچھ روند چکی ہوں، زاویار..." اس نے بے بسی سے کہا، "اب کچھ نہیں بچا میرے پاس۔ اگر تم چلے گئے، تو کچھ بھی نہیں بچے گا..."

زاویار نے کوئی جواب نہیں دیا، بس خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ حالہ کی آنکھوں میں ایک ایسا درد تھا، جو شاید زاویار کے اندر کہیں نہ کہیں کچھ توڑ رہا تھا... مگر وہ اسے نظر انداز کرنے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔ "مجھے مت چھوڑو، زاویار..." اس کی آواز سرگوشی میں ڈھل گئی، "مت چھوڑو..."

مگر زاویار خاموش رہا، اور یہ خاموشی حالہ کے دل کو ٹکڑوں میں تقسیم کر گئی۔

رات کی تاریکی اب روشنی میں بدل چکی تھی، مگر آسمان پر بکھری ہوئی سنہری کرنیں بھی جیسے اس صبح کو مکمل جگا نہیں پا رہی تھیں۔ ہوا میں ہلکی سی خنکی تھی، درختوں کے پتوں پر پڑی شبنم اب سورج کی روشنی میں چمک رہی تھی، پرندے جاگ چکے تھے، مگر کچھ آوازیں اب بھی خاموشی میں کہیں کھوئی ہوئی لگ رہی تھیں۔

حالہ اس وقت زاویار کے کمرے میں نہیں، بلکہ دوسرے کمرے میں تھی۔ کمرے کی بند کھڑکیوں کے باوجود روشنی اندر داخل ہو رہی تھی، مگر اس روشنی میں بھی وہ سائے میں سمٹی ہوئی تھی۔ وہ پوری رات نہیں سوئی تھی۔ بستر کو نظرانداز کیے، وہ زمین پر بیڈ کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی رہی تھی۔ اس کے گھٹنے قریب سمٹے ہوئے تھے، اور اس کا سر انھی کے درمیان دبا ہوا تھا۔ وہ روتی رہی تھی... دھیرے دھیرے، کسی سے کچھ کہے بغیر، خود

میں ہی گھلتی رہی تھی۔ کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا، جیسے اس نے خود کو دنیا سے کاٹ دیا ہو۔

رات دیر تک، زاویار اپنے کمرے میں بیٹھا دروازے کی جانب دیکھتا رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ حالہ اندر ہے، اور دروازہ مقفل ہے۔ وہ چاہتا تو دستک دیتا، کچھ کہتا، مگر اس نے کچھ نہیں کہا۔ شاید اسے یقین تھا کہ حالہ نہ دروازہ کھولے گی اور نہ ہی کچھ کہے گی۔ وہ جانتا تھا کہ وہ رو رہی ہے، وہ محسوس کر سکتا تھا کہ اس کی دنیا کتنی سیاہ ہو چکی ہے، مگر اسے لگا جیسے وہ اس سیاہی کو مٹانے کا حق نہیں رکھتا۔

صبح جب زاویار نیند سے بیدار ہوا، تو سب سے پہلے اس نے اسی کمرے کی طرف دیکھا، جہاں حالہ تھی۔ کچھ دیر وہ یونہی کھڑا رہا، پھر آگے بڑھا۔ دروازے کے سامنے آکر اس نے دستک دی۔

"حالہ؟" اندر خاموشی تھی۔

"دروازہ کھولو۔" کوئی جواب نہیں آیا۔

"ہمیں آفس بھی جانا ہے، حالہ، باہر آؤ۔" اندر سے ہلکی سی سسکی سنائی دی، مگر دروازہ نہیں کھلا۔ زاویار کے ماتھے پر شکنیں ابھریں۔ وہ چند لمحے خاموش کھڑا رہا، پھر آہستہ سے ایک سانس کھینچی اور پلٹ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

اس نے اپنی قمیض اتاری اور سیاہ رنگ کی ایک استری شدہ شرٹ نکالی۔ آئینے میں خود کو دیکھا—— متوازن نین نقش، سنجیدہ آنکھیں، اور ہلکی بڑھی ہوئی شیو، جو اس کے چہرے پر مزید گہرائی پیدا کر رہی تھی۔ اس نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا، جو پہلے ہی ترتیب میں تھے، پھر آہستہ آہستہ کف کے بٹن بند کیے۔ گھڑی کلائی میں پہن کر اس نے خود کو آئینے میں آخری نظر

سے دیکھا۔ مگراس کی آنکھوں میں وہ اطمینان نہیں تھا جو عام طور پر وہاں موجود ہوتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ حالہ کا حال ٹھیک نہیں، اور شاید اسی بے چینی نے اس کے چہرے کی سختی میں اضافہ کر دیا تھا۔ مگر وہ کیا کرے؟ جب وہ حالہ کے ساتھ اپنی زندگی گزارنا ہی نہیں چاہتا تھا، مگر وہ ضد کر رہی تھی۔

تبھی، اسے اچانک دوسرے کمرے کے دروازے کی کنڈی کھلنے کی آواز آئی۔ اس کے قدم بے اختیار باہر کی طرف بڑھے، اور جیسے ہی وہ دروازے کے قریب پہنچا، سامنے حالہ کھڑی تھی۔

حالہ کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا، آنکھیں سوجی ہوئی، سانسیں بے ترتیب۔ وہ کچھ بولی نہیں، بس خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ زاویار کے چہرے پر ایک پل کے لیے الجھن ابھری۔

پھر حالہ نے ایک لمحے کو آنکھیں بند کیں، اور جیسے ہی اس نے دوبارہ کھولا، ایک تیز درد اس کی کنپٹی میں اٹھا۔ اس کے سر میں دھماکوں جیسی گونج ہونے لگی، ماتھے پر پسینہ نمودار ہونے لگا۔

زاویار نے فوراً محسوس کیا کہ کچھ غلط تھا۔

"حالہ؟"

حالہ نے ایک لمحے کے لیے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی، مگر چکر کی شدت اتنی زیادہ تھی کہ وہ دیوار کا سہارا لینے پر مجبور ہو گئی۔ زاویار نے ایک قدم آگے بڑھایا، مگر حالہ نے ہاتھ اٹھا کر اسے روکا، جیسے وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ قریب آئے۔

مگر وہ اس کی نظروں میں وہی چیز دیکھ چکا تھا——وہی خاموش اذیت، جو رات بھر اس نے سہی تھی، اور جو شاید اب مزید بڑھ رہی تھی۔

زاویار کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس کا یہ حال دیکھ کر کیا کرے؟ وہ کیوں خود کو اس کے لیے برباد کر رہی تھی؟ وہ کیوں اتنی ضد کر رہی تھی، جبکہ وہ خود جانتی تھی کہ ان کا ساتھ ممکن نہیں؟

"حالہ..." زاویار نے دھیرے سے اس کا نام پکارا۔

حالہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ آنکھوں کے گرد گہرے سائے تھے، چہرے پر زردی چھائی ہوئی تھی، اور سر کی ٹیسیں شدت اختیار کر رہی تھیں، مگر وہ پھر بھی وہیں کھڑی رہی۔

"خود کو میرے لیے تباہ مت کرو..." زاویار نے آہستہ مگر مضبوط لہجے میں کہا۔

حالہ ہلکی سی مسکرائی، مگر وہ مسکراہٹ دکھ سے بھری ہوئی تھی۔ "میں تباہ ہوں یا نہیں زاویار...؟ تمہیں کیا فرق پڑتا ہے؟"

"ہاں، مجھے فرق نہیں پڑتا... "زاویار نے بے تاثیر لہجے میں کہا" مگر تمہیں فرق پڑنا چاہیے کہ تم اپنی زندگی ایک شخص کے لیے برباد نہیں کرسکتی۔"

"تم سمجھ نہیں رہے، زاویار... میں اکیلی نہیں رہ سکتی۔"

"اکیلی؟ تمہارے ماں باپ ہیں، بہن بھائی ہیں... تم اپنے گھر جاؤ، اپنی زندگی جیو——"

"اور تم؟ تم ماہا سے شادی کرلو؟" حالہ نے تلخی سے سوال کیا۔

زاویار نے ایک پل کے لیے نظریں چرائیں، پھر دھیرے سے بولا، "میں جو بھی کروں، حالہ، اس سے تمہارا کوئی تعلق نہیں۔ ہمارے راستے الگ ہو جائیں گے۔"

وہ نرمی سے سمجھا رہا تھا، جیسے وہ نہیں چاہتا تھا کہ حالہ مزید کمزور پڑے۔ مگر حالہ کی آنکھوں میں شدید بے بسی تھی۔

"زاویار... پلیز، مجھے مت چھوڑو..." اس بار اس کی آواز لرز گئی، اور آنسو خود بخود اس کے گالوں پر لڑھکنے لگے۔ وہ ایک بار پھر رو رہی تھی، اور ساتھ ہی اس کے سر میں اٹھنے والی ٹیسیں اور شدید ہو گئیں۔

زاویار نے افسوس بھری نظر اس پر ڈالی۔ اس بار واقعی اسے دکھ ہوا تھا۔
حالہ خود کو اس مقام پر کیوں لے آئی تھی؟

وہ ایک گہری سانس لے کر خاموشی سے اسے دیکھنے لگا۔

حالہ آہستہ آہستہ اس کے قریب آئی، اتنی قریب کہ دونوں کے بیچ تھوڑا سا فاصلہ رہ گیا۔ زاویار نے اس کے کمزور قدموں کی لڑکھڑاہٹ کو محسوس کیا، مگر وہ کچھ نہیں بولا۔

"زاویار... میرے ساتھ ایسا مت کرو..." حالہ کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

"میں تمہارے ساتھ کیا کر رہا ہوں، حالہ؟" زاویار نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"تم مجھے چھوڑ رہے ہو..."

"تم جانتی تو تھیں، حالہ، کہ ہم ہمیشہ ساتھ نہیں رہ سکتے..."

"تم ماہا سے شادی کر لو، مگر مجھے مت چھوڑو..."

"تم برداشت کر لو گی مجھے کسی اور کے ساتھ؟ ہاں؟" زاویار نے دھیرے سے پوچھا، اس کی آنکھیں حالہ کے چہرے کے تاثرات جانچ رہی تھیں۔

حالہ کے چہرے پر تلخ مسکراہٹ آئی۔ "کون لڑکی برداشت کر سکتی ہے؟ مگر میں تم سے شکوہ نہیں کروں گی..."

"حالہ، میں ایسا نہیں کر سکتا... "زاویار نے سختی سے کہا۔ "میں نے پہلے سوچا تھا کہ ایسا کر لوں، بدلے کے تحت... مگر اب ایسا کوئی ارادہ نہیں۔ اور جب اب میرا ارادہ نہیں ہے، تو میں تمہاری زندگی برباد نہیں کر سکتا۔"

"میری زندگی تو تمہارے چھوڑنے کے بعد بھی برباد ہو جائے گی۔"

"نہیں، حالہ... "زاویار نے مضبوط لہجے میں کہا۔ "تمہاری زندگی میرے چھوڑنے سے ختم نہیں ہو گی، تمہاری زندگی میرے ساتھ رہ کر ختم ہو جائے گی... جب تم میرے ساتھ کسی اور کو دیکھو گی، جب تم میری بے رخی جھیلو گی... اس سے بہتر ہے کہ تم مجھ سے دور ہو جاؤ۔"

"زاویار، سمجھو، پلیز... "حالہ نے ایک آخری بار التجا کی، مگر زاویار نے ایک گہری سانس لی۔

وہ جان چکا تھا کہ حالہ سمجھنے والی نہیں تھی۔ وہ کچھ نہیں بولا، بس ایک گہری سانس لی اور پلٹ کر کمرے میں چلا گیا۔ حالہ کی آنکھوں نے بے یقینی سے اس کی پشت کو دیکھا، جیسے وہ کسی معجزے کی منتظر ہو۔ مگر معجزے کب ہوتے ہیں؟ وہ دھیرے دھیرے چلتی اس کے پیچھے آئی، جیسے اسے روکنا چاہتی ہو، جیسے وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ پھر دور ہو جائے۔ اس کے قدم بے اختیار زاویار کے تعاقب میں بڑھ رہے تھے، نرمی سے، ہچکچاہٹ کے ساتھ، مگر پھر بھی مضبوطی سے۔

وہ اس کی موجودگی کو محسوس کر سکتا تھا، سانسوں کی آہٹ، قدموں کی مدھم چاپ، مگر پھر بھی وہ مڑ کر نہیں دیکھ رہا تھا۔

زاویار ڈریسنگ ٹیبل کے پاس جا کر رک گیا۔ لمحے بھر کو خاموشی چھا گئی، مگر وہ جانتا تھا کہ وہ پیچھے کھڑی ہے۔ وہ جانتا تھا کہ اس کے دل میں بہت کچھ ہے، مگر زبان خاموش ہے۔

"آج آفس جاؤ گی؟"

اس نے پیچھے مڑے بغیر کہا، اس کی آواز میں کوئی سختی نہیں تھی، بس ایک عام سا سوال تھا۔ حالہ کی نظریں نیچی تھیں مگر سامنے آئینے میں اس کا عکس صاف دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے ہاتھ لاشعوری طور پر ایک دوسرے کی انگلیاں مروڑ رہے تھے۔ اس کا چہرہ صاف نظر نہیں آ رہا تھا، مگر زاویار کو معلوم تھا کہ اس کی آنکھوں میں وہی الجھن، وہی بوجھل پن ہوگا۔ وہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی، اس کی پلکوں پر بوجھل آنسو لرز رہے تھے، اور لبوں پر ایک ہلکی، بکھری ہوئی مسکراہٹ تھی۔

"تم کہو گے تو کہیں بھی چلی جاؤں گی... "اس کا لہجہ مدھم تھا، مگر آنکھوں میں گہرائی تھی، جیسے وہ کسی ان دیکھے اندھیرے میں روشنی تلاش کر رہی ہو۔ "اب ضد نہیں کروں گی... بس تمہاری سنوں گی، صرف تمہاری..."

زاویار نے پیچھے مڑ کر دیکھا اس کی نظریں اس کے چہرے پر جم گئیں۔ کیا یہ وہی حالہ تھی؟ جو ہمیشہ لڑتی تھی، جھگڑتی تھی، کبھی پیچھے نہیں ہٹتی تھی؟ آج وہ اتنی آسانی سے سر جھکا رہی تھی؟

حالہ کی آنکھ سے ایک آنسو خاموشی سے نیچے گرا، مگر اس کی مسکراہٹ جمی رہی۔

زاویار نے لمحہ بھر کے لیے کچھ سوچا، پھر نگاہیں پھیر لیں۔

"اچھا... ریڈی ہو جاؤ، پھر باہر سے ناشتہ کر کے جائیں گے۔"

حالہ نے فوراً سر ہلایا، جیسے اسے اسی بات کی ضرورت تھی۔

"باہر کیوں جائیں گے؟ آج میں بنا کر دیتی ہوں تمہیں ناشتہ..." وہ جلدی سے مڑی، جیسے خود کو نارمل ظاہر کرنا چاہ رہی ہو۔

مگر زاویار نے ایک دم اسے روکا۔

"نہیں..." اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

حالہ رکی، پھر آہستہ سے اس کی طرف مڑی۔ اس کی آنکھوں میں وہی ضد تھی، وہی بے بسی، مگر اس بار وہ کچھ اور تھی... جیسے وہ اپنے وجود کو خود مٹانے پر تیار ہو۔

"اس بار اچھا بناؤں گی..." وہ آہستہ سے بولی، اس کے ہونٹوں پر ایک بکھری مسکراہٹ تھی، اور آنکھ سے ایک اور آنسو گر گیا۔ "تمہیں پسند آئے گا... سچ میں۔"

زاویار نے اسے بس دیکھا۔ وہ چاہ کر بھی کچھ نہیں کہہ سکا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ سب غلط ہو رہا تھا، وہ اپنے ساتھ غلط کر رہی ہے۔ مگر وہ اسے روک بھی نہیں سکتا تھا۔

اس نے گہری سانس لی، جیسے کوئی بڑا بوجھ اٹھا رہا ہو، اور پھر خاموشی سے سر ہلا دیا۔

حالہ کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے خوشی کی جھلک آئی، جیسے اسے ایک نئی امید مل گئی ہو۔ وہ تیزی سے پلٹی اور کچن کی طرف بھاگ گئی۔

اس کی آنکھوں سے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے، مگر وہ چلتی رہی، جیسے وہ کسی ان دیکھے خواب کے پیچھے بھاگ رہی ہو۔

زاویار اپنے کمرے میں ایک لمحے کے لیے ساکت کھڑا رہا۔ وہ وہیں رکا، پھر آہستہ آہستہ قدم باہر کی طرف بڑھائے۔

کچن کے قریب پہنچ کر اس کی نظریں حالہ پر پڑیں۔ وہ جلدی جلدی ناشتہ بنا رہی تھی، اس کی لمبی، کھلی زلفیں اس کے چہرے پر جھول رہی تھیں، جنہیں وہ بار بار پیچھے کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ ہاتھوں میں ہلکی سی کپکپاہٹ تھی، مگر وہ اپنے کام میں

مصروف تھی، جیسے خود کو کسی فرض میں باندھ چکی ہو، جیسے اس کا ہر عمل، ہر سانس صرف زاویار کے لیے تھی۔

زاویار دروازے کے قریب کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظروں میں نہ صرف نرمی تھی، بلکہ کہیں نہ کہیں ایک دکھ بھی چھپا تھا۔

یہی حالہ تھی جو کل تک اس کے خلاف کھڑی ہوتی تھی، اس سے لڑتی تھی، جھگڑتی تھی، مگر آج... آج وہ اس کے لیے خود کو توڑ رہی تھی۔

وہ نہیں چاہتا تھا کہ یہ سب ہو۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ حالہ ایسے اپنے آپ کو تکلیف دے، مگر وہ اسے روک بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اسے چھوڑنا تھا، کہ وہ حالہ کا نہیں ہو سکتا تھا، اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ وہ صرف اور صرف *ماہا* کے ساتھ زندگی گزارنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ مگر پھر یہ درد کیوں؟ اگر حالہ اس کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی، تو پھر وہ اس کی تکلیف کو کیوں محسوس کر رہا تھا؟ کیوں اس کے دل میں ایک انجانا سا بوجھ تھا؟

حالہ نے ایک لمحے کے لیے ہاتھ روکے، جیسے اس کی پشت پر کسی کی نظریں تھیں، جیسے وہ جانتی تھی کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے۔ مگر اس نے خود کو سنبھالا اور دوبارہ ہاتھ چلانے لگی، جیسے وہ اپنی بے بسی کو کام میں چھپانے کی کوشش کر رہی ہو۔

زاویار نے ایک گہری سانس لی، اس کا دل چاہا کہ کچھ کہے، مگر الفاظ نہیں ملے۔ وہ جانتا تھا کہ یہ خاموشی بھی ایک دن حالہ کے دل میں زخم بن کر رہے گی، مگر اس کے پاس کوئی اور راستہ نہیں تھا۔ یہ جو کچھ بھی تھا، جتنا بھی تکلیف دہ تھا... یہ سب ختم ہونا تھا۔ اور وہی اس کہانی کو ختم کرنے والا تھا۔ زاویار نے ایک پل کے لیے نظریں جھکائیں، پھر گہری سانس لیتے ہوئے کچن میں داخل ہوا۔ حالہ نے اس کی آہٹ سنی، مگر وہ چپ چاپ کام میں مصروف رہی، جیسے اس کی موجودگی کا کوئی اثر نہ ہوا ہو، مگر زاویار جانتا تھا کہ ایسا نہیں تھا۔ وہ اس کے قریب آیا، اور دھیرے سے بولا، "حالہ، بس کرو... ضرورت نہیں ہے یہ سب کرنے کی۔"

حالہ نے ایک لمحے کو ہاتھ روک کر اس کی طرف دیکھا۔ آنکھوں کے گرد گہرے سائے تھے، جیسے رات بھر جاگی ہو، جیسے مسلسل رونے سے

آنکھیں جل رہی ہوں۔ وہ ہلکے سے مسکرائی، مگر اس مسکراہٹ میں بے حد درد تھا۔

"کیوں؟ تمہیں ناشتہ نہیں چاہیے؟" اس نے مدھم لہجے میں پوچھا۔

زاویار نے لب بھینچ لیے، پھر سرد لہجے میں بولا، "یہ سب کر کے کچھ نہیں بدلے گا، حالہ۔ میں تمہیں چھوڑ رہا ہوں... تمہیں خود کو سنبھالنا ہوگا۔"

حالہ نے چولہے کی آنچ کم کی، پھر آہستہ سے رخ موڑا۔ وہ اب اس کے بالکل سامنے کھڑی تھی، سرخ آنکھیں، تھکے ہوئے نقوش، اور ایک ایسی تکلیف جو اس کے وجود میں کہیں گہری دھنس چکی تھی۔

"سنبھالنا...؟ کیسے، زاویار؟" وہ سرگوشی میں بولی، جیسے ہر لفظ اس کے گلے میں پھنس رہا ہو۔

"جیسے سب کرتے ہیں، حالہ۔ وقت سب ٹھیک کر دیتا ہے۔"

حالہ کی آنکھوں میں عجیب سی ویرانی چھا گئی، جیسے وہ ان الفاظ پر ہنسنا چاہتی ہو، مگر ہنس نہیں سکتی تھی۔ وہ آہستہ سے آگے بڑھی، اور دونوں ہاتھ ٹیبل پر رکھ کر جھک گئی، جیسے اپنے تھکے وجود کو سہارا دے رہی ہو۔

"وقت سب ٹھیک کر دیتا ہے؟" اس نے دہرایا، "یا پھر وقت صرف ہمیں عادت ڈال دیتا ہے درد سہنے کی؟"

زاویار خاموش رہا۔

"تمہیں نہیں معلوم کہ کسی کے بغیر جینا کتنا مشکل ہوتا ہے، کیونکہ تم نے کبھی کسی کو ٹوٹ کر نہیں چاہا... " اس کے ہونٹ ہلے، "مگر میں نے... میں نے تمہیں ٹوٹ کر چاہا ہے، زاویار۔"

کمرے میں خاموشی پھیل گئی۔ چولہے کی ہلکی آنچ جل رہی تھی، مگر دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے، جیسے یہ آخری پل ہو۔

زاویار نے نظریں چرا لیں، ایک بار پھر وہی بوجھ اس کے سینے پر تھا، مگر وہ کمزور نہیں پڑ سکتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ حالہ اس پر مزید تکیہ کرے۔

"یہ سب بے معنی ہے، حالہ۔ ہمیں آگے بڑھنا ہو گا۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

حالہ نے آنکھیں بند کر لیں، جیسے خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی ہو، پھر وہ دھیرے سے بولی، "تمہارے بغیر کوئی راستہ نہیں ہے، زاویار... میں کہاں جاؤں گی؟"

"جہاں تمہارا اصل مقام ہے، حالہ۔ جہاں تمہیں خوش رہنا چاہیے، جہاں تمہاری اپنی زندگی ہو... میرے ساتھ رہ کر تم صرف تکلیف اٹھاؤ گی۔"

وہ ایک لمحے کو رکی، جیسے اس کی ہر بات دل پر وار کر رہی ہو، پھر اس نے ایک لمبی سانس لی اور مدھم آواز میں کہا، "اگر تمہیں میری پرواہ ہوتی تو مجھے یوں نہ چھوڑتے..."

زاویار نے کچھ کہنا چاہا، مگر الفاظ نہیں ملے۔ اس نے حالہ کو ایک آخری بار دیکھا، پھر خاموشی سے پلٹا اور باہر نکل گیا۔ حالہ نے نظریں جھکا لیں، اور جیسے ہی اس کی آہٹ معدوم ہوئی، اس کے آنسو پھر بہنے لگے۔ وہ سنک کا سہارا لے کر کھڑی رہی، مگر اندر سے وہ خود کو خالی محسوس کر رہی تھی، جیسے کچھ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا ہو۔

کچھ لمحوں بعد ناشتہ تیار ہو چکا تھا۔ حالہ نے احتیاط سے ناشتے کی ٹرے کو ہاتھوں میں تھاما، جیسے یہ کوئی قیمتی شے ہو جسے سنبھال کر رکھنا ضروری تھا۔

وہ آہستہ قدموں سے ڈائننگ ٹیبل کی طرف بڑھی، ٹرے رکھ دی، اور پلٹ کر زاویار کو بلانے کے لیے اس کے کمرے کی جانب چلی۔ لیکن دروازے تک پہنچنے سے پہلے ہی وہ سامنے سے آ رہا تھا۔

حالہ نے ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا، "ناشتہ کر لو..."

زاویار نے ایک لمحے کو اس کی طرف دیکھا، پھر بغیر کوئی تاثر دیے آگے بڑھ گیا۔ مگر حالہ نے دیکھ لیا تھا—اس کے چہرے پر تکلیف کی ایک ہلکی سی پرچھائیں تھی، جیسے وہ اس کی حالت سمجھ رہا ہو مگر کچھ کہہ نہ سکتا ہو۔

زاویار خاموشی سے جا کر ٹیبل کے پاس بیٹھ گیا۔ اس کی نظریں ناشتے پر تھیں، مگر دماغ کہیں اور بھٹک رہا تھا۔ حالہ فوراً اس کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔ وہ کرسی کھینچ کر ایسے بیٹھی جیسے بس زاویار کے قریب رہنے سے سب

ٹھیک ہو جائے گا۔ اس کے چہرے پر ایک ایسی مسکراہٹ تھی جو اندر کے طوفان کو چھپانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

زاویار نے ایک نظر ناشتے پر ڈالی۔ وہ واقعی پہلے سے بہتر لگ رہا تھا۔ آملیٹ پرفیکٹ بنا تھا، بریڈ سنہری تھی، ہر چیز ایک دم درست۔ اس نے چپ چاپ ایک نوالہ توڑا، پھر حالہ کی طرف دیکھا، جو بس اسے دیکھ رہی تھی، جیسے اس کی نظروں میں ہی کوئی سوال چھپا ہو۔

زاویار نے نظریں چرائیں، نوالہ منہ میں رکھا، اور ذائقہ محسوس کیا۔ یہ واقعی لاجواب تھا۔ کیا حالہ نے یہ سب اتنے دل سے بنایا تھا؟ اتنی محبت سے کہ ذائقے میں بھی احساسات شامل ہو گئے تھے؟ وہ نظر اٹھا کر حالہ کو دیکھنے لگا۔ وہ ہتھیلی گال پر رکھے، زاویار کو دیکھ رہی تھی ایک زخمی مگر پرسکون

مسکراہٹ کے ساتھ، جیسے اس کی دنیا بس یہی لمحہ ہو۔ زاویار نے نوالہ نگلا، پھر ایک پل کے لیے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"اچھا ہے نا؟ دیکھو، آج میں نے واقعی اچھا بنایا ہے..." حالہ نے نرمی سے کہا، جیسے وہ بس اسی کے منہ سے تعریف سننا چاہتی ہو۔

زاویار نے ہلکی سی مسکراہٹ دی، جو دو سیکنڈ بعد ختم ہو گئی۔

"ہاں... آج اچھا ہے۔"

بس اتنا کہہ پایا۔ مگر اس کے دل میں کچھ ہل رہا تھا——حالہ کی یہ حالت اسے واقعی ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔ وہ اس کے پیچھے اتنی پاگل کیوں ہو رہی تھی؟

"تمہیں پتا ہے..." کچھ دیر بعد حالہ نے بولنا شروع کیا، زاویار نے نظر اٹھائی۔

"تمہیں پتا ہے، جب عفان سے محبت ہوئی تھی نا مجھے... بہت شدت سے ہوئی تھی... اور جب وہ میرا نہیں بنا، میں ٹوٹ گئی۔ بہت بری طرح ٹوٹ گئی تھی۔ دو مہینے تک خاموش رہی، کسی سے بات تک نہیں کی..."

زاویار سن رہا تھا۔

"مگر اب..." حالہ کی آواز مدھم ہوئی، جیسے وہ کوئی بہت وزنی بات کہنے والی ہو، "اب تم سے محبت ہوئی ہے... اور اس سے بھی زیادہ شدت سے۔ اور اگر..."

وہ خاموش ہوئی۔

چہرے پر وہی زخمی مسکراہٹ تھی۔ زاویار نے نرمی سے اسے دیکھا، جیسے وہ پہلی بار اس کی تکلیف کو گہرائی سے محسوس کر رہا ہو۔

"اور اگر تم چھوڑ کر گئے نا، زاویار... میں صرف خاموش نہیں رہوں گی۔
میں مر جاؤں گی۔"

زاویار کا سانس جیسے رک گیا تھا۔

حالہ کی آنکھوں میں ایک چمک تھی، مگر وہ چمک درد سے بھری ہوئی تھی۔

"میں نے اپنی پہلی محبت کھو دی... میں تمہیں نہیں کھو سکتی۔"

ایک آنسو اس کی آنکھ سے گرا، اس کے ہاتھ کی پشت پر۔

"اور مجھے لگتا ہے... مجھے یہ سزا کیوں مل رہی ہے، جانتے ہو؟ میں جس
سے محبت کرتی ہوں، وہ میرا کیوں نہیں ہوتا؟ صرف ایک وجہ ہے..."

زاویار غور سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"شاہمیر..." حالہ کی آواز سرگوشی میں بدل گئی، "شاہمیر وہ وجہ ہے... میں نے اس کے ساتھ غلط کیا، اس پر الزام لگائے، اسے توڑا، میں نے اسے اپنی محبت نہیں دی... اور دیکھو آج میں خود کس حال میں ہوں؟"

"نہیں حالہ، نہیں..." زاویار فوراً بولا، "ایسا مت سوچو، ایسا کچھ نہیں ہے۔ بس غلط مت سوچو... میں تمہیں اس لیے چھوڑ رہا ہوں کیونکہ مجھے تم سے محبت نہیں ہے، میں تمہیں وہ پیار نہیں دے سکتا جو تم چاہتی ہو۔ میرے ساتھ رہ کر تم اور اذیت میں رہو گی... بس یہی وجہ ہے، حالہ۔ میں تمہارے ساتھ غلط نہیں کرنا چاہتا۔"

"نہیں زاویار..." حالہ نے سر ہلایا، "تم کر لو غلط... تم کر لو شادی... بس مجھے مت چھوڑو..."

وہ بس اتنا کہہ کر روتے ہوئے اس کے قریب ہو گئی۔ زاویار نے حالہ کو خاموشی سے دیکھا۔ اس کے الفاظ، اس کی بے بسی، اس کی زخم خوردہ مسکراہٹ، سب کچھ زاویار کو بے چین کر رہا تھا۔ وہ ایک پل کے لیے ساکت ہو گیا، جیسے سوچ رہا ہو کہ اسے کیا کہنا چاہیے۔ مگر الفاظ جیسے کہیں کھو گئے تھے۔

حالہ نے اپنی پلکیں جھکائیں اور آہستہ سے بولی، "تمہیں پتا ہے... جب محبت ہوتی ہے نا، تو بندہ اپنے آپ کو بھول جاتا ہے، بس وہی شخص یاد رہتا ہے، جس سے محبت ہو۔"

زاویار نے گہری سانس لی۔ "محبت کا یہ مطلب نہیں کہ انسان خود کو ختم کر دے، حالہ۔"

حالہ نے ایک زخم خوردہ مسکراہٹ دی، جیسے اسے یقین ہو کہ وہ کبھی زاویار کو منا نہیں پائے گی۔ وہ نظریں چراتے ہوئے بولی، "میں نے بہت بار خود کو سمجھانے کی کوشش کی، مگر نہیں کر پائی۔ میں چاہ کر بھی تمہیں جانے نہیں دے سکتی۔"

زاویار نے چہرہ موڑ لیا۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنا نہیں چاہتا تھا، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہاں صرف تکلیف اور اذیت تھی۔ کچھ لمحے خاموشی میں گزرے، صرف حالہ کی مدھم سسکیاں باقی تھیں۔ "ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے..." حالہ نے آہستہ سے کہا، جیسے بس اتنا کہنے کے لیے ہمت اکٹھی کر رہی ہو۔ زاویار نے ایک نظر میز پر رکھے ناشتے کو دیکھا اور پھر حالہ پر، جو زبردستی خود کو نارمل دکھانے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ یہ مسکراہٹ محض دکھاوا ہے، اندر سے وہ ٹوٹ چکی تھی۔

اس نے نظریں اٹھا کر حالہ کو دیکھا، جو اسی کی طرف دیکھ رہی تھی — جیسے ہر پل بس اس کا چہرہ دیکھنے کے لیے ہی وہ جی رہی ہو۔

"تم بس مجھے دیکھتی رہو گی یا خود بھی کچھ کھاؤ گی؟" زاویار نے دھیمی مگر تلخ آواز میں کہا۔

حالہ نے مدھم مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا۔ "مجھے بھوک نہیں ہے..."

"حالہ —" زاویار کچھ کہنے ہی والا تھا، مگر حالہ نے فوراً اس کی بات کاٹ دی۔

"سچ میں، مجھے بس تمہیں دیکھنے سے سکون مل رہا ہے۔" اس کی آنکھوں میں نمی تھی، آواز میں تھکن۔

زاویار نے آملیٹ کا ایک نوالہ لیا اور چبانے لگا۔ کھانے میں واقعی پہلے جیسی خامیاں نہیں تھیں۔ وہ جانتا تھا کہ حالہ نے دل سے بنایا ہے، شاید اپنی ساری محبت اس میں ڈال دی ہے۔

وہ نوالہ نگل کر گلاس سے پانی پینے لگا، مگر حالہ کی مسلسل نظریں اس پر تھیں۔ جیسے وہ اسے جانے سے پہلے ہر زاویے سے یاد رکھنا چاہتی ہو۔

"تم ایسے کیوں کر رہی ہو، حالہ؟" زاویار نے ایک گہری سانس لے کر اس کی طرف دیکھا۔

"کیسے؟" حالہ کی آواز مدھم تھی۔

"اپنے آپ کو اتنا کمزور کیوں بنا رہی ہو؟"

"یہ کمزوری نہیں ہے، زاویار، یہ محبت ہے۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ اور جب محبت ہوتی ہے، تو انسان کمزور نہیں ہوتا، وہ بس وہ سب کچھ کرنے

کے لیے تیار ہو جاتا ہے، جو اسے قریب لے آئے اُس سے جس سے وہ

محبت کرتا ہے۔"

زاویار نے اپنی انگلیاں مٹھی میں بھینچ لیں۔ وہ جانتا تھا کہ حالہ کو یہ سب کہنا

بیکار ہے، وہ سننے کے لیے نہیں، بس اظہار کرنے کے لیے بول رہی تھی۔

"حالہ، میں تم سے محبت نہیں کرتا،" اس بار زاویار کی آواز میں مضبوطی

تھی، جیسے وہ اسے جھنجھوڑنا چاہتا ہو۔

حالہ کے چہرے کی مسکراہٹ ایک پل میں ماند پڑ گئی۔ اس کی پلکیں جھپکیں،

جیسے وہ الفاظ دل میں اتارنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"یہ مت کہو..." اس کی آواز سرگوشی سے بھی مدھم تھی۔

"یہ سچ ہے، اور تمہیں اسے قبول کرنا ہو گا۔" زاویار نے سرد لہجے میں کہا۔

حالہ نے ایک گہری سانس لی، آنکھیں بند کیں، پھر کھولیں۔ "اگر محبت نہیں کرتے تو پھر اتنے دکھی کیوں ہو؟"

زاویار نے ایک پل کے لیے آنکھیں چرالیں، جیسے وہ حالہ کے سوال کا سامنا نہ کر پائے۔

"اگر محبت نہیں کرتے تو یہ کیوں محسوس ہو رہا ہے کہ تم بھی تکلیف میں ہو؟" حالہ نے آہستہ سے اپنا ہاتھ زاویار کے ہاتھ پر رکھا۔ زاویار نے فوراً اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا، جیسے حالہ کا لمس بھی اس پر بوجھ بن گیا ہو۔ "مت کرو حالہ، مت کرو یہ سب..." اس نے دھیرے سے کہا۔ حالہ نے اپنی آنکھوں کے آنسو صاف کیے اور زبردستی مسکرائی۔ "ٹھیک ہے... نہیں کروں گی۔ میں تمہاری کوئی بات نہیں ٹالوں گی اوکے، زاویار؟ بس یہ آخری خواہش مان لو... مت جاؤ مجھ سے دور۔"

زاویار نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بس خاموشی سے اپنی جگہ پر بیٹھا رہا، جیسے کسی فیصلہ کن لمحے میں قید ہو گیا ہو۔ پھر وہ اہستہ سے کرسی سے اٹھا

"میں افس جا رہا ہوں"

پھر اس نے اس کی طرف دیکھا، "اگر جانا ہے تو جلدی ریڈی ہو جاؤ۔ میں انتظار نہیں کروں گا۔" حالہ کے چہرے پر ایک چمک سی آ گئی، جیسے اسے اس کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع مل رہا ہو۔ "میں ابھی آتی ہوں!" وہ فوراً کرسی پیچھے کر کے اٹھی اور تیزی سے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔

زاویار نے گہری سانس لی وہ جانتا تھا کہ حالہ خود کو دھوکا دے رہی ہے، اور وہ خود کو سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کی امیدیں ٹوٹنے دینا ہی بہتر ہے۔

چند منٹ بعد، وہ کمرے کے اندر گیا اندر جا کر اس نے اپنی شرٹ کی آستینیں اوپر کیں، آئینے میں خود کو دیکھا۔ ہلکی بڑھی ہوئی شیو، سنجیدہ چہرہ، آنکھوں میں وہی تھکن اور اندر کی کشمکش — ٹائی باندھتے ہوئے دروازے سے حالہ کے کمرے کی طرف دیکھا۔ وہ بھی تیار ہو رہی ہو گی۔

چند منٹ بعد، حالہ دروازے سے نکلی تو زاویار کی نظر خود بخود اس پر جا ٹھہری۔ وہ ہلکے پیلے رنگ کی لمبی فراک میں تھی، سادہ مگر دلکش۔ اس کے کھلے بال کمر پر بکھرے ہوئے تھے، آنکھوں کے گرد ہلکے نمایاں تھے مگر وہ خود کو خوش دکھانے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔

"کیسی لگ رہی ہوں؟" وہ مسکراتے ہوئے بولی، مگر زاویار کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔

"چلو، لیٹ ہو رہے ہیں۔" بس اتنا کہہ کر وہ آگے بڑھا، حالہ بھی خاموشی سے اس کے پیچھے چل دی۔ دونوں نے اپنا سامان اٹھایا اور باہر نکلنے لگے۔

زاویار کی رفتار تیز تھی، حالہ اس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اس نے ایک پل کے لیے حالہ کی طرف دیکھا، جو اپنے دوپٹے کو ٹھیک کر رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی روشنی تھی۔ گاڑی اسٹارٹ ہوئی، مگر خاموشی برقرار رہی۔ دونوں کے درمیان الفاظ نہیں تھے، بس ایک انجانی کشمکش تھی، جو دونوں کے اندر شور مچا رہی تھی۔

گاڑی خاموشی سے سڑک پر دوڑتی رہی، حالہ کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی، مگر اس کی نظریں کہیں اور تھیں، جیسے کسی خیال میں گم ہو۔ زاویار نے ایک دو بار اسے کنکھیوں سے دیکھا، مگر کچھ بولا نہیں۔ وہ جانتا تھا کہ وہ کیا سوچ رہی تھی۔

کچھ دیر بعد گاڑی آفس کے باہر آکر رک گئی۔ زاویار نے ایک گہری سانس لی اور دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ حالہ نے بھی اس کی تقلید کی، وہ آفس کی عمارت کو دیکھ رہی تھی۔

جیسے ہی وہ آفس میں داخل ہوئے، ماحول میں ایک سنجیدگی اور مصروفیت تھی۔ ملازمین اپنے کاموں میں مگن تھے، کچھ لوگ کمپیوٹر اسکرینز پر جھکے ہوئے تھے، کچھ فائلز لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے تھے۔ کہیں کوئی میٹنگ ہو رہی تھی، زاویار آگے بڑھا، حالہ اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چل رہی تھی۔ یہ جگہ اس کے لیے نئی نہیں تھی، وہ بھی یہاں کام کرتی تھی، اس کا اپنا ایک الگ کیبن تھا، مگر آج جو بدلا تھا وہ اس کا دل تھا، اس کے احساسات تھے۔ زاویار جیسے ہی اپنے کیبن کے سامنے پہنچا، اس نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ حالہ بھی اپنی طرف جانے کے

بجائے اس کے پیچھے اندر آگئی۔ زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی، مگر کچھ کہا نہیں۔ وہ جانتا تھا کہ وہ آج اسے چھوڑنے کے موڈ میں نہیں تھی۔ حالہ خاموشی سے ایک طرف کھڑی رہی، نظریں میز پر ٹکی ہوئی تھیں، مگر اس کا دھیان کہیں اور تھا۔ زاویار نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی اور پھر فائلز کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "تم اپنے کیبن میں جاؤ، حالہ۔" اس نے بغیر اس کی طرف دیکھے کہا۔ حالہ نے گہری سانس لی، جیسے خود کو سنبھال رہی ہو۔

"زاویار، مجھے کام نہیں کرنا آج۔" زاویار نے آنکھیں بند کر کے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا لی، پھر آہستہ سے بولا، "تم ہر وقت جذباتی کیوں ہو جاتی ہو؟"

حالہ نے ایک تلخ مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھا، "اور تم ہر وقت اتنے پتھر دل کیوں ہو جاتے ہو؟"

زاویار نے کوئی جواب نہیں دیا، بس نظریں چرا لیں۔ حالہ نے ایک قدم آگے بڑھایا، میز کے پاس آکر دونوں ہاتھ میز پر رکھ دیے اور جھک کر زاویار کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

"تم میری زندگی کے سب سے اہم شخص بن چکے ہو، زاویار۔ اور تم یہ جانتے بھی ہو۔ پھر کیوں مجھے بار بار ثابت کرنا پڑتا ہے کہ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی؟"

زاویار نے ایک پل کو اس کی آنکھوں میں دیکھا، وہاں صرف درد تھا، وہی بے بسی جو وہ کئی دنوں سے دیکھ رہا تھا۔

"حالہ، تمہیں صرف میرے سے وقتی کشش ہے"

حالہ سیدھی ہوئی، اس کے الفاظ جیسے خنجر کی طرح لگے تھے، مگر وہ جانتی تھی کہ وہ ابھی بھی ہار نہیں مانے گی۔

کچھ دیر اسے ہی کھڑی اسے دیکھتی رہی پھر وہ تیزی سے باہر نکل گئی، مگر زاویار کی نظریں کافی دیر تک دروازے پر ٹکی رہیں۔

☆☆☆✦☆☆☆

کمرے میں اندھیرا تھا، صرف کھڑکی کے پردوں کے درمیان سے ہلکی روشنی چھن کر اندر آ رہی تھی۔ زمین پر جگہ جگہ کپڑے بکھرے پڑے تھے، ایک طرف خالی سگریٹ کے پیکٹ، کچھ مشروب کی خالی بوتلیں، اور ایک آدھ کتاب پڑی ہوئی تھی جو شاید کب کی بند ہو چکی تھی۔ ہوا میں باسی خوشبو رچی ہوئی تھی، جیسے یہاں دنوں سے کوئی تازہ ہوا کا گزر نہ ہوا ہو۔ بیڈ پر وہ بے ترتیب انداز میں سویا ہوا تھا۔ اس کے گہرے گھنگریالے بال بے ہنگم انداز میں اس کے ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے۔ ایک بازو تکیے

کے نیچے تھا، دوسرا لاپرواہی سے بیڈ کے کنارے لٹک رہا تھا۔ کمبل زمین پر گر چکا تھا اور وہ خود ادھ کھلی شرٹ اور بے ترتیب لباس میں اوندھا پڑا تھا، جیسے نیند نے زبردستی اسے اپنی قید میں لے رکھا ہو۔ اچانک کمرے میں ایک تیز بجتی ہوئی بیل گونجی۔ فون مسلسل بج رہا تھا۔ شاہمیر نے تیوری چڑھائی، کروٹ بدلی، اور تکیہ اپنے کان پر رکھ لیا۔ مگر بیل بند ہونے کے بعد دوبارہ بجنے لگی۔ اس نے ایک آنکھ کھولی، پھر دوسری۔ ماتھے پر بل ڈالے فون کی طرف ہاتھ بڑھایا، سکرین پر ایک اجنبی نمبر جھلملایا۔

"اب کون مر گیا ہے؟" وہ نیند میں بڑبڑایا اور فون کو نظرانداز کر دیا۔ مگر دوسری طرف سے کال مسلسل آ رہی تھی، جیسے کوئی ضد میں ہو۔ آخرکار اس نے جھنجھلا کر فون اٹھایا اور بے زاری سے بولا،

"کون؟" دوسری طرف چند لمحوں کی خاموشی رہی، پھر ایک تھکی ہاری، بے جان سی آواز سنائی دی، "میں... میں مریم۔"

شاہمیر نے آنکھیں بند کیں، پیشانی پر ہاتھ رکھا، اور ایک لمبی سانس لی۔

"کون مریم؟" وہ جان بوجھ کر انجان بنا۔

مریم نے ایک زخمی سانس لی، پھر مدھم آواز میں بولی، "میرا نمبر سیو کر لو، شاہمیر۔"

شاہمیر نے گہری سانس لی اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائی، آنکھیں بند کیں، پھر آہستہ سے پوچھا، "کیا ہوا؟"

دوسری طرف سے کچھ لمحے خاموشی رہی، پھر ایک گھٹی گھٹی آواز آئی، "تمہارے بھائی نے کیا کہا؟"

شاہمیر نے ناسمجھی سے پیشانی سکیڑی، پھر کندھے اچکائے، "میسجز کیے تھے، مگر اس نے جواب نہیں دیا۔ میں نہیں جانتا کہ اس کے دل میں کیا چل رہا ہے، اور فون کرنے کا تو میرا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

مریم کی طرف سے یکدم ہچکیاں بلند ہوئیں۔ وہ رو رہی تھی۔ وہ سسکیوں کے درمیان بولی، "شاہمیر، پلیز... میری بہن مجھے دے دو۔"

شاہمیر کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ لمحے بھر کو خاموش رہا، پھر سنجیدہ اواز میں بولا "اب میرا بہنیں بانٹنے کا بھی کام شروع ہو گیا ہے؟"

مریم نے کوئی جواب نہ دیا، بس روتی رہی۔ اس کی سسکیاں کمرے کے خاموش ماحول میں تیز لگ رہی تھیں۔

"اچھا، کچھ بھی کر کے میری اس سے بات کروا دو،" وہ آخرکار بولی، اس کی آواز میں بے بسی واضح تھی۔

شاہمیر نے ایک گہری سانس لی، ہاتھ سے بالوں کو پیچھے کیا، اور ہلکی سی ہنسی کے ساتھ بولا، "مریم، میں تمہارے کہنے پر چاند توڑ کر نہیں لا سکتا۔ میں کیسے کروا سکتا ہوں؟"

"تمہیں پتا ہے کہ وہ میری زندگی ہے،" مریم کی آواز زخمی سی ہو گئی۔

"تمہیں پتہ ہے کہ وہ میری سب کچھ ہے، میری دوست میری سب کچھ، پھر بھی تم کچھ نہیں کرو گے؟"

شاہمیر نے سر جھکایا، آنکھیں بند کیں، اور پھر مدھم مگر مضبوط آواز میں بولا، "مریم، تم جانتی ہو، کچھ چیزیں ہاتھ میں نہیں ہوتیں... اور کچھ رشتے، چاہنے کے باوجود نہیں ملتے۔"

دوسری طرف مکمل خاموشی چھاگئی، مگراس خاموشی میں بھی مریم کی سسکیاں سنائی دے رہی تھیں۔ شاہمیر نے اپنی انگلیوں سے کنپٹی دباتے ہوئے آنکھیں بند کرلیں۔ یہ سب سن کر بھی وہ بے بس تھا۔

شاہمیر نے فون کو گھورا، مریم کی روتی ہوئی آوازا بھی تک کانوں میں گونج رہی تھی۔ وہ جانتا تھاکہ جب کوئی ایسا شخص جس سے اپ کو محبت ہواور وہ اپ سے بچھڑ جائے، توانسان ایسے ہی بکھر جاتا ہے۔

مگر شاہمیر؟ وہ خود بھی تو کبھی محبت کر چکا تھا...

اس نے اپنی آنکھیں بند کیں، سانس کو گہرا کیا، اورایک لمحے میں وہ یادوں کے بھنور میں کھنچتا چلا گیا۔ وہ لمحات جب ایک نظر کے لیے وہ دنیا بھول جایا کرتا تھا۔ وہ دن جب وہ حالہ کی ایک مسکراہٹ کے لیے سب کچھ چھوڑ دینے کو تیار تھا۔

حالہ—— جس نے کبھی اس پر یقین نہیں کیا تھا۔

اس کی گھنیری پلکوں تلے جلتی آنکھیں، نرم مسکراہٹ، اور وہ معصومیت جس نے شاہمیر کو دیوانہ بنا دیا تھا۔ مگر حالہ نے کبھی اس کی محبت کو نہیں سمجھا، کبھی اس کے جذبات کو سنجیدگی سے نہیں لیا۔ شاید کبھی محسوس بھی نہ کیا کہ شاہمیر کے دل میں کیا چلتا تھا۔ پھر وہ دن آیا جب سب کچھ بدل گیا۔ حالہ نے اس پر الزام لگایا تھا—— جھوٹا، بے بنیاد، اور ایسا الزام جس نے شاہمیر کے دل کو چیر کر رکھ دیا تھا۔ وہ شخص جو اس کے لیے ہر حد تک جا سکتا تھا، اچانک مجرم بنا دیا گیا۔ حالہ نے اس کی محبت کو رد کیا، اس پر بھروسہ کرنے کے بجائے اس سے منہ موڑ لیا، اور یوں شاہمیر کے دل میں محبت کے ساتھ نفرت بھی گھر کر گئی۔ اور اب... اب حالہ کسی اور کی محبت

میں پاگل ہو رہی تھی، اور اس کی بہن مریم اس کی خوشی کے لیے گڑگڑا رہی تھی۔

شاہمیر نے ایک تلخ مسکراہٹ کے ساتھ سر جھٹکا، فون کو ایک نظر دیکھا اور پھر اپنی گہری، تھکی تھکی آواز میں بولا، "مریم، میں تمہاری بہن کے لیے کچھ نہیں کر سکتا... بالکل ویسے ہی جیسے میں اپنے لیے کچھ نہیں کر سکا تھا۔"

مریم سسکیاں بھرتی رہی، مگر شاہمیر کے دل میں اب کوئی نرمی نہیں بچی تھی۔ محبت نے اسے بہت پہلے ہی ختم کر دیا تھا۔ اب وہ صرف یادوں میں جلتا تھا...

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

حالہ اپنے کیبن میں تھی، مگر اس کا دل کہیں اور بھٹک رہا تھا۔ سامنے میز پر فائلیں بکھری پڑی تھیں، لیپ ٹاپ کی اسکرین پر کچھ پریزینٹیشن سلائیڈز کھلی تھیں، مگر وہ کسی پر بھی توجہ نہیں دے پا رہی تھی۔ آنکھوں کے گرد ہلکے مزید گہرے لگ رہے تھے، صبح جلدی اٹھنے اور رات بھر رونے کا نتیجہ اس کے چہرے سے صاف جھلک رہا تھا۔ ہاتھ میں پکڑا پین کبھی انگلیوں میں گھومتا، کبھی میز پر بجنے لگتا۔ وہ زبردستی خود کو مصروف رکھنے کی کوشش کر رہی تھی، مگر ذہن میں ایک ہی نام گونج رہا تھا——زاویار۔ اس نے گہری سانس لی اور کرسی سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں، مگر جیسے ہی دماغ نے تھوڑا سکون پکڑا، اس کی نظر اتفاقاً دروازے کے شیشے سے باہر جا پڑی۔ زاویار! وہ سامنے کھڑا تھا، کسی ورکر کو کام سمجھا رہا تھا۔ اس کے انداز میں وہی ٹھہراؤ، وہی خود اعتمادی تھی جو حالہ کو ہمیشہ بے چین کرتی تھی۔

وہی گہری آنکھیں جو گفتگو کے دوران سنجیدہ اور توجہ مرکوز کیے رکھتی تھیں۔ حالہ نے ایک لمحے کو سانس روکی، پھر خود کو سنبھالا اور نظریں ہٹا کر سامنے کی دیوار پر مرکوز کر لیں۔ مگر دل کہاں ماننے والا تھا؟

اس کی نگاہیں بے اختیار دوبارہ اسی جانب اٹھ گئیں۔ اور اس بار...

ماہا آ رہی تھی۔ حالہ کا پورا وجود جیسے ساکت ہو گیا۔ وہ فوراً اٹھ کر کھڑی ہوئی۔ ماہا نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ زاویار کی طرف قدم بڑھائے۔ وہ کسی ملکہ کی طرح اعتماد کے ساتھ چل رہی تھی، جیسے وہ جانتی ہو کہ ہر نظریں اس کا جائزہ لے رہی ہیں۔ حالہ کی سانسیں رکنے لگیں جب ماہا بالکل زاویار کے قریب جا کر کھڑی ہو گئی، دونوں کے درمیان سے وہ ور کر بھی خاموشی سے جا چکا تھا۔ حالہ نے اپنے لب سختی سے بھینچ لیے۔ دل میں ایک عجیب سی گھٹن اترنے لگی۔ ماہا نے زاویار پر ایک نظر ڈالی اور پھر جان

بوجھ کر نظریں حالہ کی طرف موڑ دیں۔ وہ زہر خند مسکراہٹ جو کسی وار سے کم نہیں تھی، وہ نگاہیں جن میں صاف صاف چیلنج جھلک رہا تھا۔ حالہ چلتی ہوئی کیبن سے باہر ائی اور تھوڑا فاصلے میں ان سے دور کھڑی انہیں دیکھتی رہی۔ حالہ اپنی جگہ جمی کھڑی تھی، مگر وہ جانتی تھی کہ دل کی دھڑکن معمول سے زیادہ تیز ہو چکی ہے۔

"تم یہاں؟" زاویار نے ایک تھکے ہوئے، غیر دلچسپ لہجے میں پوچھا۔ جیسے وہ پہلے ہی جانتا ہو کہ یہ عورت کسی نہ کسی بہانے پہنچ ہی جاتی ہے۔

ماہا نے نرمی سے بالوں کی ایک لٹ پیچھے کی، اور آنکھوں میں شوخی سجاتے ہوئے بولی، "ہاں، تم سے ملنے آئی تھی، اور شاید تمہیں دیکھ کر ہی دن اچھا گزرے گا۔"

حالہ کی انگلیاں بے اختیار بند مٹھی میں بدلنے لگیں۔ وہ جانتی تھی کہ ماہا کی باتیں صرف

زاویار کے لیے نہیں، بلکہ اس کے لیے بھی تھیں۔ ایک واضح اعلان تھا کہ "دیکھو، میں ہوں اس کے قریب... اور تم؟ تم بس دور کھڑی دیکھتی رہو گی۔"

مگر اصل زخم تو ابھی لگنا باقی تھا۔

ماہا نے نرمی سے ہاتھ بڑھایا اور زاویار کی قمیض کے کالر کو ٹھیک کرنے لگی۔ حالہ کو لگا جیسے کسی نے اس کا سانس روک دیا ہو۔ زاویار نے فوراً ناگواری سے ہاتھ پیچھے کر لیا، مگر اس نے کچھ کہا نہیں، کچھ جتایا نہیں۔ جیسے وہ عادی ہو چکا ہو۔ حالہ کی آنکھوں میں درد کی ایک تیز لہر اتری۔ ماہا کی انگلیاں ابھی بھی زاویار کی قمیض کے کالر کو چھو رہی تھیں، اور اس کے ہونٹوں پر وہی

جان لیوا مسکراہٹ تھی۔ وہ جانتی تھی کہ حالہ دیکھ رہی ہے، اور شاید وہ یہی چاہتی تھی —— حالہ جلتی رہے، تکلیف میں مبتلا ہوتی رہے۔ حالہ نے نظریں پھیر لیں، مگر دل ابھی تک تپ رہا تھا۔ ہاتھوں کی گرفت مزید سخت ہوگئی۔ یہ وہ لمحہ تھا جب اسے اندازہ ہوا کہ یہ درد، یہ جلن، یہ بے بسی... یہ سب صرف حسد نہیں تھا۔ یہ محبت کی بے بسی تھی۔ دل کی جلن اور خاموش اذیت۔۔۔ حالہ کی سانسیں تیز ہونے لگیں، دل کی دھڑکن اتنی بلند تھی کہ اسے لگا شاید باہر کھڑے لوگ بھی سن سکتے ہیں۔ وہ پلٹی، اپنے کیبن میں واپس جانے کے لیے، مگر قدم جیسے زمین میں دھنس گئے تھے۔ وہاں کھڑے رہنا اور دیکھتے رہنا بھی اذیت تھی، اور وہاں سے پلٹ جانا بھی ناممکن لگ رہا تھا۔

☆☆☆✦☆☆☆

گاڑی کے اندر صرف ہلکی سی ایئر کنڈیشنر کی آواز گونج رہی تھی۔ باہر رات ہلکی ہلکی ہو رہی تھی، سڑک پر اِکا دُکا گاڑیاں گزر رہی تھیں۔ مگر ان دونوں کے درمیان خاموشی کسی بھاری پتھر کی طرح بیٹھی ہوئی تھی۔ زاویار ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھالے ہوئے تھا، جبکہ دوسرے ہاتھ سے گھڑی کی چمکدار ڈائل کو بے دلی سے دیکھ رہا تھا۔ حالہ اپنی جگہ بے حس و حرکت بیٹھی تھی، چہرہ کار کی کھڑکی کی طرف موڑے، جیسے باہر کی تاریکی میں کوئی ایسا منظر ڈھونڈ رہی ہو جو اس کے دل کے سکون کو واپس لا سکے۔ زاویار نے ایک نظر اس کے چہرے کو دیکھا، جس پر تھکن اور گہری سوچوں کے سائے تھے۔ اس کی آنکھیں بجھی بجھی لگ رہی تھیں، جیسے ان میں روشنی باقی نہ رہی ہو۔

"کچھ کھانا ہے؟" زاویار نے ہلکی سی آواز میں پوچھا، نظریں سڑک پر مرکوز رکھتے ہوئے۔

حالہ نے آنکھیں بند کر کے لمبی سانس لی، پھر مدھم آواز میں بولی، "بھوک نہیں۔" زاویار نے کچھ لمحے خاموشی اختیار کی، پھر نرمی سے بولا، "صبح ناشتہ بھی نہیں کیا تھا تم نے، پھر؟" حالہ نے نظریں کھڑکی سے ہٹا کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں تھکن اور بے حسی کی عجیب سی آمیزش تھی۔ "میں کچھ کھاؤں یا نہیں، تمہیں کیوں اتنی فکر ہو رہی ہے؟" زاویار نے ایک لمحے کو اس کے سوال پر غور کیا، پھر نظریں سڑک پر رکھتے ہوئے دھیمے لہجے میں بولا، "فکر نہیں ہو رہی... بس پوچھ رہا تھا، خالی پیٹ رہنے کا کیا فائدہ؟"

حالہ نے ہلکی سی تلخی سے مسکرا کر کہا، "مجھے بھوک نہیں ہے، زاویار۔"

اس کی آواز میں کوئی شکایت نہیں تھی، نہ ہی کوئی گلہ۔ جیسے وہ تھک چکی ہو ہر بار احساس دلانے سے، ہر بار اپنے وجود کا احساس دلانے سے۔

زاویار نے ہلکا سا کندھے جھٹک دیا، جیسے مزید کچھ کہنا بے کار ہو، اور گاڑی چلانے لگا۔

حالہ کی کٹی پٹی سخت دُکھ رہی تھی، وہ آہستہ آہستہ ہاتھ سے اسے سہلا رہی تھی، جیسے کوئی معصوم بچہ اپنی چوٹ پر ہاتھ رکھ کر درد کم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ شاید زیادہ رونے کی وجہ سے درد ہو رہا تھا۔

جیسے ہی وہ اپارٹمنٹ میں داخل ہوئے، زاویار نے خاموشی سے لائٹس آن کیں۔ پورے گھر میں ہلکی پیلی روشنی پھیل گئی۔ حالہ بغیر کچھ کہے اندر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ زاویار نے ایک لمحے کو اسے جاتے دیکھا، پھر خود بھی کمرے میں چلا گیا۔

حالہ اندر آکر صوفے پر بیٹھ گئی۔ وہ خاموشی سے دروازے کی طرف دیکھتی رہی، جہاں سے زاویار اندر آیا تھا۔ اس کی نظریں ایک پل کے لیے اس پر پڑیں، مگر وہ کچھ کہے بغیر واش روم میں چلا گیا۔ حالہ وہیں بیٹھی رہی، دروازے کو دیکھتی رہی۔

اسے یاد بھی نہ رہا کہ گل اماں نے کیا کہا تھا، ان کی نصیحتیں، ان کے سمجھانے والے الفاظ... سب کچھ جیسے دھندلا پڑ گیا تھا۔ آنکھیں بے اختیار نم ہونے لگیں، مگر اس نے خود کو سنبھال لیا۔

کچھ دیر بعد زاویار باہر آیا۔ اس نے کپڑے بدل لیے تھے، اس کے چہرے پر پانی کے قطرے چمک رہے تھے، بال تھوڑے سے گیلے تھے۔ حالہ نے ایک سرسری نظر اس پر ڈالی، مگر کچھ کہے بغیر اپنی انگلیاں مروڑنے لگی۔

"تھوڑی دیر میں باہر کھانے کے لیے چلیں گے..." زاویار نے کہہ کر بستر پر بیٹھ گیا۔

حالہ نے اسے خاموشی سے دیکھا۔ اس کا چہرہ سپاٹ تھا، جیسے اسے کسی چیز کی پرواہ ہی نہ ہو۔

"یہ ماہا اب روز تمہارے آفس آیا کرے گی؟"

بس اتنا ہی پوچھا تھا، مگر زاویار نے فوراً نظریں پھیر لیں۔

"پتہ نہیں... اس کی مرضی۔"

اس نے فون ہاتھ میں اٹھایا، اسکرین پر نظریں جما لیں۔ حالہ کی نظریں اب بھی اس پر تھیں۔ "اس کا کیا کام ہے آفس میں؟ وہ کیوں آ رہی ہے؟"

زاویار نے ایک گہری سانس لی، پھر آنکھیں موند کر بولا۔ "حالہ، مجھے نہیں پتہ... بولا تو ہے، اس کی مرضی"۔

حالہ خاموش ہو گئی، مگر اندر سے اس کا دل بجھ چکا تھا۔ زاویار اب اپنے فون میں مگن تھا۔ انسٹاگرام پر زارا کی پوسٹس کھل رہی تھیں۔ شاید وہ ہنی مون پر تھی۔ تصویروں میں وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی، کینیڈا کے کسی خوبصورت مقام پر، عبیل کے ساتھ۔

زاویار ایک کے بعد ایک زارا کی تمام تصویریں لائک کر رہا تھا، مگر اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔

پھر اس نے فون بند کیا، ایک پل کے لیے آنکھیں موند کر لمبی سانس لی، جیسے اپنے اندر کسی تلاطم کو قابو میں لانے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر وہ خاموشی سے اٹھا، ہاتھ سے تھوڑا سا چہرہ مسلا، جیسے بوجھ محسوس کر رہا ہو، اور آہستہ قدموں سے دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ کمرے میں ہلکی سی مدھم روشنی تھی، کھڑکی کے پردے ہلکے ہل رہے تھے۔ زاویار نے

ایک لمحے کو سر اٹھا کر باہر کے آسمان کی طرف دیکھا، پھر وہ جھک کر جائے نماز اٹھانے لگا، اس کی انگلیاں کپڑے کی نرمی کو محسوس کر رہی تھیں۔ اس نے سکون سے جائے نماز بچھائی، اپنے ہاتھوں سے کنارے سیدھے کیے، پھر آہستہ آہستہ کھڑا ہوا۔ وہ ایک پل کے لیے خاموش کھڑا، پھر اس نے ہاتھ اٹھائے، اللہ اکبر کہا، اور نماز شروع کر دی۔ حالہ دبے قدموں سے دروازے کے قریب آئی، اس کی آنکھیں زاویار پر ٹکی تھیں، جو مکمل خشوع و خضوع میں جھکا ہوا تھا۔ اس کی حرکات میں سکون تھا، جیسے دل کے کسی بہت گہرے کونے سے عبادت کر رہا ہو۔

ہر سجدہ، ہر رکوع، ہر دعا میں ایک عجب سی خاموشی تھی، مگر حالہ کے دل میں ایک طوفان برپا تھا۔ وہ اسے اس طرح دیکھ کر عجیب سی کیفیت میں تھی، جیسے زاویار کی اس حالت نے اس کے اندر کوئی احساس جگا دیا ہو۔ ہر

چیز جیسے ساکت تھی، صرف ہوا کا ہلکا سا جھونکا درختوں کی پتوں کو آہستہ سے ہلا رہا تھا۔ وقت جیسے رک سا گیا تھا، اور اس وقت، حالہ کی نظریں زاویار پر جمی ہوئی تھیں۔

وہ نماز میں مصروف تھا، سجدے میں جھکا ہوا، جیسے کسی انجانے بوجھ کو سر سے اتارنے کی کوشش کر رہا ہو۔ حالہ کی نظریں اس کے ہر عمل کو محفوظ کر رہی تھیں —— وہ کیسے اٹھا، کیسے ہاتھ اٹھائے، دعا کے لیے کیسے پلکیں جھکائیں۔

وہ کیا مانگ رہا تھا؟

یہی سوچتے ہوئے حالہ کے سینے میں ایک ٹیس اٹھی۔ اس کا دل جیسے کسی شکنجے میں جکڑا جا رہا ہو۔

چہرے پر گہری ویرانی تھی۔ اس نے ایک گہری سانس لی، مگر وہ سانس اندر ہی کہیں گھٹ کر رہ گئی۔ تکلیف کی شدت نے اس کی آنکھیں نم کر دی تھیں، مگر وہ انہیں جھپکنا بھی نہیں چاہتی تھی۔

پھر اچانک وہ بولی، اس کا لہجہ مدھم مگر زہر میں بجھا ہوا تھا۔

"مجھے رُلا کر... میرے دل کو تڑپا کر، میری روح تک زخمی کر کے، تم اپنے لیے خوشیاں کیسے مانگ سکتے ہو؟ کیا واقعی خدا تمہیں وہ سکون دے دے گا جو تم نے مجھ سے چھین لیا؟" بس اتنا کہنا تھا کہ زاویار کے دعا کرتے ہاتھ وہیں تھم گئے۔ وہ ایک پل کے لیے ساکت ہو گیا، جیسے کسی نے اسے کسی سخت حقیقت کا سامنا کرا دیا ہو۔ وہ آہستہ آہستہ نظریں اٹھانے لگا، اس کی آنکھوں میں حیرت تھی، جیسے اس نے یہ جملے سننے کی توقع نہیں کی تھی۔

حالہ کی آنکھیں سرخ تھیں، مگر اس میں کوئی التجا نہیں تھی، کوئی نرمی نہیں

تھی، بس ایک سرد خالی پن تھا۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر اسے دیکھ رہی تھی، جیسے ایک ایسا سوال کر دیا ہو جس کا جواب وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔

زاویار کا گلا خشک ہونے لگا۔ ایک لمحے کے لیے اسے لگا جیسے کچھ کہنے کو الفاظ نہیں مل رہے۔ یہ لمحہ ان دونوں کے بیچ کہیں ٹھہر گیا تھا۔ زاویار کی دعائیں ابھی بھی ادھوری تھیں، اور حالہ کی تکلیف ابھی بھی مکمل۔ وقت جیسے رک سا گیا تھا۔ اس کے ہاتھ ابھی بھی دعا کے لیے بلند تھے، مگر اس کا دل جیسے کہیں اور الجھ چکا تھا۔ حالہ کے الفاظ ابھی بھی فضا میں گونج رہے تھے، اس کے اندر ایک خلش چھوڑ کر۔

وہ آہستہ سے ہاتھ نیچے لے آیا، مگر اس کے چہرے پر کوئی واضح تاثر نہیں تھا۔ وہ بس حالہ کو دیکھ رہا تھا، جیسے وہ کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو، مگر کوئی سرا ہاتھ نہ آ رہا ہو۔

حالہ کی آنکھوں میں آنسو نہیں تھے، مگر وہ اندر سے کتنی ٹوٹ چکی تھی، یہ زاویار کو صاف دکھ رہا تھا۔ "حالہ..." اس نے مدھم آواز میں کہا، جیسے کچھ سمجھانا چاہتا ہو، مگر حالہ نے فوراً رخ موڑ لیا۔

"مجھے کوئی وضاحت نہیں چاہیے، زاویار۔ تمہارے الفاظ مجھے مزید نہیں توڑ سکتے۔ میں پہلے ہی بہت کچھ سہہ چکی ہوں۔"

اس کی آواز میں ایسی سرد مہری تھی جو زاویار نے پہلے کبھی محسوس نہیں کی تھی۔ وہ ہمیشہ حالہ کو جذباتی، شدت پسند، یا روتا ہوا دیکھتا آیا تھا، مگر آج وہ بالکل مختلف تھی۔ "حالہ، بات سنو——"

"کیا سنوں، زاویار؟ کہ تمہیں میرا درد محسوس نہیں ہوتا؟ کہ تم یہ سب جانتے ہوئے بھی اپنی خوشیوں کے لیے دعا مانگ رہے ہو؟"

کہہ کر ایک نظر زاویار کو دیکھتی رہی اور پھر وہ پلٹ گئی، اور زاویار بس اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔

☆☆☆✦☆☆☆

رات کی سیاہی ہر طرف پھیل چکی تھی۔ بادلوں کی اوٹ سے کبھی کبھی چاند جھانکتا، مگر روشنی مدھم تھی، ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا درختوں کو چھو کر گزر رہی تھی، فضا میں بارش کی خوشبو تھی، جیسے کہیں دور زمین پر بوندیں برسنے کو بے قرار ہوں۔

شاہمیر کی گاڑی دھیرے سے گھر کے قریب آ کر رکی۔ تھکاوٹ اس کے چہرے پر نمایاں تھی، جیسے کئی دنوں کی نینداس کی آنکھوں میں جمع ہو چکی ہو۔ اس نے ایک لمحے کو گہری سانس لی، پھر دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ ابھی دروازہ بند بھی نہ ہوا تھا کہ اس کی نظر سامنے کھڑی لڑکی پر پڑی۔ وہ اپنی

پشت کیے کھڑی تھی، چہرہ گیٹ کی طرف تھا۔ شاہمیر نے فوراً پہچان لیا——
مریم۔ وہ چند لمحے کھڑا رہا، پھر تھکے قدموں سے اس کے قریب آیا۔ مریم
کے بال کھلے تھے، ہلکی ہوا سے وہ بار بار بکھر رہے تھے، اور وہ بے خیالی میں
انہیں پیچھے کرتی جا رہی تھی۔

"ہوں؟" شاہمیر نے مختصر سا کہا۔

مریم جیسے ایک دم ہوش میں آئی۔ وہ تیزی سے مڑی، اس کی آنکھوں میں
بے چینی تھی۔

"کیا ہوا؟" شاہص نے تھکے تھکے لہجے میں پوچھا۔

"میں ابھی آیا ہوں، تم کب سے کھڑی ہو؟"

"زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ تم کہیں باہر گئے تھے؟"

"ہاں... بولو، کیا ہوا؟" شاہمیر نے سید ھا مد عا پوچھا۔

مریم نے گہری سانس لی، جیسے خود کو مضبوط بنا رہی ہو۔

"تمہیں پتہ ہے کہ میں کس لیے آئی ہوں..."

شاہمیر نے آنکھیں بند کر کے سر کو ہلکا سا جھٹکا دیا، پھر اپنے ماتھے پر آتے بالوں کو ایک ہاتھ سے پیچھے کیا۔

"دیکھو، مریم..."

"شاہمیر، میں جانتی ہوں تم کچھ نہیں کر سکتے، مگر تمہیں کرنا ہوگا۔ میں بار بار صرف تمہارے پاس اس لیے آرہی ہوں کیونکہ میں مجبور ہوں!"

مریم کی آواز میں بے بسی تھی، آنکھوں میں التجا تھی۔

شاہمیر نے ایک لمحے کے لیے نظریں چرائیں، جیسے اپنے اندر کے انتشار کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"مریم، میں نے پوری کوشش کی ہے زاویار کو سمجھانے کی۔ میں نے اسے میسجز کیے، بات کرنے کی کوشش کی، مگر مجھے خود امید نہیں تھی کہ وہ ایسا کرے گا۔ میں کچھ نہیں کر سکتا..."

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم بس تماشہ دیکھو گے؟ تم دور کھڑے دیکھتے رہو گے کہ میری بہن تڑپتی رہے؟" مریم کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے۔

"نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔ اگر میں کچھ کر سکتا تو ضرور کرتا، مریم، مگر میں بے بس ہوں۔ تمہیں کیا لگتا ہے زاویار میری بات مانے گا؟ اگر میں اٹلی بھی جا کر حالہ کو لینے کی کوشش کروں، کیا وہ اسے جانے دے گا؟ نہیں، مریم، ہم دونوں مجبور ہیں..."

مریم کی سانس بے ترتیب ہوئی۔ وہ ایک لمحے کو خاموش رہی، پھر جیسے ہار مانئے کو تیار نہ ہو۔

"تم کل لندن جا رہے ہو، نا؟"

شاہمیر نے ایک گہری سانس لی۔ "ہاں... میری کل فلائٹ ہے۔ میں زیادہ دیر نہیں رک سکتا"

مریم کے ہونٹ لرزے۔ آنکھوں میں چمکدار آنسو اتر آئے، جو وہ زبردستی روکے کھڑی تھی۔

"میری مدد کرو، شاہمیر... پلیز۔"

شاہمیر نے ایک نظر اس کی نم آنکھوں کو دیکھا، پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر جھکا لیا۔

"اچھا... رومت۔ میں کچھ کرلوں گا، مگر کم از کم رونا بند کرو۔"

مریم نے ایک ہلکی سانس لی، جلدی سے اپنے آنسو صاف کیے، جیسے خود کو سنبھال رہی ہو۔

"اوکے... میں انتظار کروں گی۔"

وہ پلٹنے لگی تھی کہ شاہمیر نے اسے روکا۔

"میں چھوڑ دوں تمہیں؟"

مریم نے پلٹ کر حیرت سے دیکھا۔ شاہمیر کے چہرے پر وہی تھکن تھی، مگر لہجے میں نرمی تھی۔

مریم کے لبوں پر ایک شکر گزار مسکراہٹ آگئی، جیسے دل کو ہلکا سا سکون ملا ہو۔

"میں چلی جاؤں گی..."

شاہمیر نے آسمان کی طرف دیکھا، بادلوں کی تہہ اور گہری ہو چکی تھی۔

"بارش میں بھیگتی جاؤ گی؟"

مریم نے بھی نظریں اٹھا کر آسمان کو دیکھا، پھر شاہمیر کی طرف دیکھا، جو اب بھی فاصلے پر کھڑا تھا۔

"ٹیکسی لے لوں گی۔"

"میں ڈراپ کر دیتا ہوں... چلو، گاڑی میں بیٹھو۔"

یہ کہہ کر اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا۔ مریم چند لمحے اسے دیکھتی رہی۔ عجیب سا احساس تھا، جیسے کچھ اندر ہلکا سا چھو گیا ہو، مگر اس نے اسے نظر

انداز کر دیا۔ وہ خاموشی سے آگے بڑھی اور گاڑی میں فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔

گاڑی دھیرے دھیرے آگے بڑھنے لگی۔

خاموشی تھی، مگر بوجھل نہیں۔ جیسے دونوں کچھ کہنا چاہتے ہوں، مگر الفاظ کی تلاش میں ہوں۔

پھر مریم نے نرمی سے کہا، "اگر تم... لندن کی فلائٹ تھوڑی آگے کر دو؟"

شاہمیر نے ایک گہری سانس لی۔ چہرے پر وہی ہلکی سی نرمی برقرار تھی۔

"مریم، میں کوشش کروں گا کہ تمہاری بہن سے تمہاری ملاقات ہو جائے، مگر مجھے لندن تو جانا ہی ہو گا۔"

"نہیں، شاہمیر... جب تک تم مجھے حالہ سے نہیں ملوادیتے، میں تمہیں جانے نہیں دے سکتی۔"

شاہمیر نے ایک لمحے کو نظریں گھمائیں، پھر مدھم مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا۔

"اچھا، ٹھیک ہے... میں فلائٹ کینسل کر دیتا ہوں۔ جب حالہ سے ملواؤں گا، تب چلا جاؤں گا۔ اب خوش؟"

مریم کی آنکھوں میں چمک آگئی۔ ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ ابھری، جیسے کسی نے اس کے دل کا بوجھ ہلکا کر دیا ہو۔

نجانے کیوں، شاہمیر کی باتیں اچھی لگ رہی تھیں...

☆☆☆✦☆☆☆

روم کے ایک پُر سکون ریستوران میں، جہاں روشنی مدھم اور ماحول انتہائی نفیس تھا، حالہ اور زاویار ایک میز کے سامنے بیٹھے تھے۔

ریستوران کے اندرونی حصے میں دیواروں پر پُرانے اطالوی مصوروں کی پینٹنگز آویزاں تھیں۔ چھت سے لٹکتے شفاف فانوس مدھم روشنی بکھیر رہے تھے، اور ارد گرد میزوں پر بیٹھے لوگ دھیمے لہجے میں باتیں کر رہے تھے، جیسے ماحول کی سنجیدگی میں کوئی خلل نہ آئے۔ نرم اطالوی موسیقی پسِ منظر میں گونج رہی تھی، جو فضا میں مزید گہرائی پیدا کر رہی تھی۔ حالہ نے ایک سادہ مگر نفیس سیاہ رنگ کا لباس پہنا تھا، جو اس کے کمزور وجود کو اور بھی نازک بنا رہا تھا۔ آنکھوں کے گرد ہلکے سے سائے واضح تھے، اور اس کے چہرے پر ایک غیر محسوس تھکن طاری تھی، جیسے نینداس کے

قریب آکر بھی نہیں ٹھہرتی ہو۔ وہ خاموشی سے ہاتھوں کی انگلیاں مروڑتی جا رہی تھی، اور نگاہیں کبھی زاویار پر تو کبھی میز پر جمی رہتیں۔

دوسری طرف، زاویار ہمیشہ کی طرح ایک پر سکون انداز میں موجود تھا۔

اس نے سفید شرٹ اور سلیٹی رنگ کا کوٹ پہنا ہوا تھا، جو اس کے پر وقار انداز کو مزید نمایاں کر رہا تھا۔ اس کے چہرے پر سکون کی ایک ہلکی سی تہہ تھی۔

ویٹر آکر رُکا اور مؤدب انداز میں زاویار کی طرف دیکھنے لگا۔ "کیا کھائیں گے، سر؟"

زاویار نے ایک نظر حالہ پر ڈالی، جو کسی غیر مرئی خلا میں گھری ہوئی تھی۔

پھر اس نے بغیر اس کی پسند پوچھے خود ہی آرڈر دیا۔

"اس کے لیے Penne Alfredo لے آؤ۔" وہ دھیمے لہجے میں بولا۔

حالہ نے ذرا سی آنکھیں اٹھائیں اور صرف سر ہلا دیا۔

زاویار نے اپنے لیے مینو کا جائزہ لیا اور پھر ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا،

"اور میرے لیے Grilled Chicken Salad لے آؤ۔"

ویٹر نے آرڈر لکھا اور مؤدب انداز میں سر ہلا کر چلا گیا۔

حالہ نے چونک کر زاویار کو دیکھا، "ڈائیٹنگ شروع کر دی؟"

زاویار نے پانی کا گلاس ہلکے سے لبوں سے لگایا، پھر آرام سے گلاس رکھتے ہوئے بولا، "ہاں، آج سے دوبارہ شروع کر رہا ہوں۔"

اس کے لہجے میں بے نیازی تھی، جیسے یہ عام سی بات ہو۔

"کیوں؟" اس نے آہستہ سے پوچھا۔

زاویار نے ایک پل کے لیے کچھ نہیں کہا۔ پھر وہ ذرا سا مسکرایا، "کیوں کہ ضروری ہے۔"

حالہ کو اس کا مختصر جواب مزید اداس کر گیا۔

میز پر پھر سے خاموشی چھا گئی۔

ارد گرد لوگ آجا رہے تھے، کوئی کسی سے ہنسی مذاق کر رہا تھا، کوئی خاموشی سے کھانے میں مصروف تھا، کسی جوڑے کے درمیان مدھم سی سرگوشیاں ہو رہی تھیں، مگر ان دونوں کے درمیان بس ایک ٹھہری ہوئی خاموشی تھی۔ حالہ نے ایک نظر زاویار پر ڈالی، وہ اتنا پُر سکون لگ رہا تھا جیسے یہاں بیٹھا ہی نہ ہو، جیسے کچھ بھی بدلنے والا نہ ہو، جیسے جو ہونا تھا وہ ہو

چکا اور اب کچھ اور کہنے سننے کی ضرورت نہیں۔ حالہ کے اندر ایک تلخی سی جاگی، مگر وہ کچھ نہیں بولی۔

گاڑی دھیرے دھیرے آگے بڑھ رہی تھی۔ باہر رات کی خاموشی تھی، بس کبھی کبھی کسی دور جاتے ٹرک یا گزرتی کار کی آواز آتی، جو لمحہ بھر میں غائب ہو جاتی۔ اندر بھی ایک عجیب سی خاموشی تھی، جس میں صرف گاڑی کے ٹائرز کی سڑک سے ٹکرانے کی آواز تھی۔

زاویار سامنے دیکھ رہا تھا، اس کا چہرہ سپاٹ تھا، بے حسی میں لپٹا ہوا۔ حالہ کھڑکی کے پاس بیٹھی باہر دیکھ رہی تھی، مگر اس کے ذہن میں خیالات کا طوفان تھا۔

"مجھے کسی سمندر کے کنارے لے چلو،" اس نے اچانک کہا۔

زاویار نے ایک پل کے لیے اس کی طرف دیکھا، مگر اس کی آنکھوں میں کوئی حیرانی نہیں تھی، بس ایک سرد لاتعلقی تھی۔

"کیوں؟"

حالہ نے کھڑکی کے شیشے پر اپنی انگلیاں پھیریں، ایک لمحے کے لیے نظریں جھکائیں اور پھر سر اٹھا کر آہستہ سے بولی، "دل بے چین ہے، سکون چاہیے۔"

زاویار نے کوئی اور سوال کیے بغیر ڈرائیور کو ہدایت دی، "اوستیا چلو۔"

گاڑی نے سمت بدلی اور اب وہ اوستیا کی طرف جا رہی تھی، روم کا وہ کنارہ جہاں سمندر تھا، جہاں پانی تھا، جہاں لہرے چیخ کر اپنا غم سناتی تھیں۔

تقریباً چالیس منٹ بعد گاڑی ایک کھلے علاقے میں پہنچی، جہاں سامنے نیلا سمندر پھیلا تھا، چاندنی میں چمکتا ہوا، مگر پھر بھی کسی گہری اداسی میں ڈوبا ہوا۔

حالہ نے گاڑی سے اترتے ہی ایک لمبی سانس لی، ہوا نم تھی، ٹھنڈی اور نرم۔ اس کے لمبے بال اس ہوا میں بکھرنے لگے، اس نے ہاتھ بڑھا کر انھیں پیچھے کیا اور آہستہ آہستہ ساحل کی طرف قدم بڑھانے لگی۔ ریت نرم تھی، ٹھنڈی اور گیلی، جیسے بارش ہوئی ہو یا سمندر کی کوئی ضدی لہر اسے چھو کر گئی ہو۔

زاویار اس کے پیچھے آہستہ آہستہ چل رہا تھا، مگر وہ اس سے کچھ فاصلے پر رہا۔ حالہ پانی کے قریب پہنچی، جہاں لہرے ساحل سے آکر ٹکرا رہی تھیں اور

پھر پیچھے ہٹ رہی تھیں۔ وہ رکی، سمندر کو دیکھنے لگی، جیسے اس میں کچھ تلاش کر رہی ہو، جیسے کوئی کھویا ہوا خواب یاد آ رہا ہو۔

" کبھی سوچا ہے زاویار، سمندر اتنا بے قرار کیوں ہوتا ہے؟" اس نے آہستگی سے پوچھا، نظریں پانی پر ہی تھیں۔

زاویار نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ حالہ کے قریب آیا، مگر اس کی آنکھوں میں کچھ سخت تھا، جیسے کوئی خفا ہو، جیسے کوئی زبردستی آیا ہو۔

پھر وہ آگے بڑھا، بنا کچھ کہے، بنا کچھ بولے۔ حالہ نے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا، مگر وہ سیدھا سمندر میں داخل ہو چکا تھا۔ پانی اس کے پیروں کو چھو رہا تھا، پھر اس کی پینٹ کے نچلے کنارے گیلے ہونے لگے مگر وہ چلتا رہا۔

حالہ ایک پل کے لیے ساکت کھڑی رہی، حیرانی اور بے یقینی سے اسے دیکھتی رہی۔

زاویار نے سمندر کی طرف منہ کیا، اور پھر ایک گہری سانس لی۔

"یہ بے قرار ہے کیونکہ یہ خود کو روک نہیں سکتا" وہ دھیمے مگر سخت لہجے میں بولا۔

حالہ نے آنکھیں جھپکائیں، جیسے وہ الفاظ سمجھنے میں ایک پل لے رہی ہو۔

"یہ اپنی فطرت کے خلاف نہیں جا سکتا، جیسے میں نہیں جا سکتا، جیسے تم نہیں جا سکتی، جیسے ہم سب نہیں جا سکتے،" زاویار نے ایک لمحے کو سکون سے پانی کو دیکھا اور پھر مڑ کر حالہ کو دیکھا، "بس فرق اتنا ہے کہ کچھ لوگ قبول کر لیتے ہیں اور کچھ لڑتے رہتے ہیں۔"

حالہ کی آنکھوں میں کچھ چمکا، جیسے کوئی ادھوری امید ٹوٹ کر بکھری ہو۔

زاویار نے ایک گہری سانس لی، پھر ہاتھ سے پانی کے قطرے جھاڑتے ہوئے ساحل کی طرف آیا۔ اس کا چہرہ اب بھی وہی سختی لیے ہوئے تھا۔

حالہ نے کوئی جواب نہیں دیا، بس ایک نظر سمندر پر ڈالی اور آہستہ سے سر جھکا لیا۔

دور کہیں ایک لہر بہت زور سے ساحل سے ٹکرائی، جیسے خود اپنی ہی بے بسی پر چیخ رہی ہو۔

سمندر کی لہریں اپنی پوری شدت کے ساتھ کنارے سے ٹکرا رہی تھیں، جیسے کوئی بے قرار دل اپنے ہی جذبات سے لڑ رہا ہو۔ رات کی چاندنی پانی پر ایک نرم چمک بکھیر رہی تھی، مگر ہوا میں اداسی کی نمی تھی۔

حالہ وہیں ریت پر کھڑی رہی، پانی اس کے قریب آتا اور واپس چلا جاتا، جیسے سمندر بھی کوئی نامکمل کہانی سنا رہا ہو۔ زاویار اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا تھا، مگر اس کی آنکھوں میں اب بھی وہی لاتعلقی تھی۔

حالہ نے ایک گہری سانس لی، پھر دھیرے دھیرے زاویار کی طرف مڑی۔

"تم واقعی مجھے چھوڑ کر جا رہے ہو؟" اس کی آواز بہت مدھم تھی، جیسے کسی اندرونی طوفان کو دبانے کی کوشش کر رہی ہو۔

زاویار نے سر جھکایا، ایک لمحے کو خاموش رہا، پھر دھیرے سے بولا،

"ہاں۔"

حالہ کی آنکھیں نم ہو گئیں، مگر اس نے پلکیں جھپک کر انھیں چھپانے کی کوشش کی۔

"تمہیں ذرا بھی فرق نہیں پڑتا؟" وہ ایک قدم آگے بڑھی، اس کی سانسیں بے ترتیب ہو رہی تھیں۔

زاویار نے ایک پل کو اسے دیکھا، پھر نظریں پھیر لیں، "فرق پڑنے سے کیا بدل جائے گا؟"

حالہ کی آنکھوں میں ایک بے بسی ابھری، "سب کچھ بدل سکتا تھا... اگر تم چاہتے، تو سب کچھ بدل سکتا تھا۔"

زاویار ہلکا سا ہنسا، مگر وہ ہنسی کھوکھلی تھی، "نہیں حالہ، کچھ بھی نہیں بدل سکتا تھا۔ میں تمہیں دھوکہ نہیں دے سکتا تھا، نہ خود کو۔"

"دھوکہ؟" حالہ کی آواز میں تلخی تھی، "دھوکہ تو تم نے مجھے دیا ہے، زاویار! تم نے میرا ہاتھ تھاما، اور اب... اب تم کہہ رہے ہو کہ تمہیں فرق ہی نہیں پڑتا؟"

زاویار نے ایک گہری سانس لی، سمندر کی طرف دیکھا، پھر دھیرے سے بولا، "میں نے کبھی وعدہ نہیں کیا تھا کہ یہ ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔"

حالہ کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے، "تمہیں میرے سے محبت کیوں نہیں ہوئی؟"

زاویار نے اس کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں کوئی جذبات نہیں تھے، "محبت صرف ایک احساس ہوتا ہے حالہ، یہ ہمیشہ کے لیے نہیں رہتی۔"

حالہ نے ایک قدم پیچھے لیا، جیسے ان الفاظ نے اسے زخمی کر دیا ہو، "اور جو میں محسوس کرتی ہوں؟ جو میں اب بھی محسوس کر رہی ہوں؟ وہ سب کیا ہے زاویار؟ کیا وہ بھی ایک دن ختم ہو جائے گا؟"

زاویار نے لب بھینچ لیے، جیسے وہ کچھ کہنا نہیں چاہتا تھا، مگر پھر دھیرے سے بولا، "ہو سکتا ہے۔ وقت سب کچھ ختم کر دیتا ہے۔"

حالہ نے سر جھکا لیا، اس کے اندر کچھ ٹوٹ رہا تھا، بہت گہرائی میں، بہت خاموشی سے۔

"تو پھر تم ماہا سے شادی کر رہے ہو؟" اس کی آواز سرگوشی سے بھی دھیمی تھی۔

زاویار نے سر ہلایا، "ہاں۔"

حالہ نے اپنی سانس اندر کھینچی، جیسے کوئی آخری امید بھی ختم ہو گئی ہو۔

"کیا تم اس سے محبت کرتے ہو؟"

زاویار نے لمحہ بھر کو کچھ سوچا، پھر بولا، "یہ ضروری نہیں ہے۔"

حالہ کی آنکھوں میں کچھ ٹوٹ کر بکھر گیا، "تو پھر میں ضروری کیوں نہیں تھی؟"

زاویار نے اس بار کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بس کھڑا رہا، سمندر کی تیز ہوتی لہروں کی طرف دیکھتا ہوا، جیسے وہ بھی اپنے جذبات کو ان موجوں کے ساتھ کہیں بہا دینا چاہتا ہو۔

حالہ نے ایک گہری سانس لی، پھر دھیرے دھیرے مڑی۔

"چلو واپس چلتے ہیں۔" اس کی آواز میں اب کوئی جذبات نہیں تھے، بس ایک خاموش شکست تھی۔

زاویار نے ایک لمحے کو اسے دیکھا، پھر آہستہ سے سر ہلا دیا۔ وہ دونوں گاڑی کی طرف چل دیے، مگر ان کے درمیان اب صرف فاصلہ ہی نہیں، بلکہ ایک نامکمل محبت کی ویرانی تھی۔ گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے حالہ نے ایک آخری بار سمندر کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں نہ کوئی چمک بچی تھی، نہ کوئی امید۔ جیسے وہ سب کچھ اسی بے قرار لہروں کے سپرد کر چکی

ہو۔ زاویار خاموشی سے اس کے ساتھ چل رہا تھا، مگر اس کا انداز ویسا ہی پرسکون، لاتعلق تھا۔ حالہ نے اپنی نظریں نیچی کر لیں، پھر اچانک رک گئی۔ زاویار بھی اس کی حرکت محسوس کرتے ہوئے رک گیا اور اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"ایک آخری بات پوچھوں؟" حالہ کی آواز کسی شکست خوردہ جنگجو کی طرح لگ رہی تھی، جو اپنی آخری امید بچانے کی کوشش کر رہا ہو۔

زاویار نے ایک لمحے کو اسے دیکھا، پھر ہلکے سے سر ہلا دیا۔ "پوچھو۔"

حالہ نے گہری سانس لی، پھر آہستہ سے بولی، "کبھی ایک لمحے کے لیے بھی تم نے سوچا کہ اگر میں ماہا کی جگہ ہوتی تو... کیا تم مجھے اپناتے؟ کیا تم میرے ساتھ زندگی گزارنے کا سوچ سکتے تھے؟"

زاویار کے چہرے پر ایک پل کے لیے سختی آئی، جیسے وہ یہ سوال سننے کے لیے تیار نہ تھا۔ اس نے رخ موڑ کر سمندر کی طرف دیکھا، جیسے کسی گہرے خیال میں ڈوب گیا ہو۔

ہوا خاموش تھی، رات مزید سنسان لگنے لگی۔ حالہ کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ وہ بس زاویار کی زبان سے کچھ سننا چاہتی تھی، کوئی ایسا لفظ جو اسے یقین دلا دے کہ وہ مکمل طور پر بے کار نہیں تھی، کہ وہ محض ایک ناکام قصہ نہیں تھی۔

کافی دیر بعد زاویار نے گہری سانس لی، پھر سر جھٹک کر ہلکے سے ہنسا—— وہی کھوکھلی ہنسی، جس میں کوئی خوشی نہیں تھی۔

"حالہ... محبت اگر کافی ہوتی تو شاید سب کچھ بدل سکتا تھا۔ مگر زندگی صرف محبت پر نہیں چلتی۔ کچھ حقیقتیں ہوتی ہیں، کچھ مجبوریاں، اور کچھ فیصلے جو ہمیں لینے پڑتے ہیں، چاہے ہم چاہیں یا نہ چاہیں۔"

حالہ نے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا، "تو تم کہنا چاہتے ہو کہ تم مجبور ہو؟ تمہیں مجبوری میں ماہا سے شادی کرنی پڑ رہی ہے؟"

حالہ نے ایک تلخ ہنسی لی، آنسو اس کی آنکھوں میں چمکنے لگے، "نہیں زاویار... تم نے بس ایک آسان راستہ چُنا۔ تم نے بس مجھے چھوڑنا آسان سمجھا، کیونکہ میرے لیے لڑنا مشکل تھا، کیونکہ میرے لیے کھڑا ہونا تمہیں رسک لگا۔۔۔ تم چاہتے تو ہم سب کچھ ٹھیک کر سکتے ہیں۔۔۔ ہم ساتھ زندگی گزار سکتے ہیں"

زاویار خاموش رہا۔

حالہ نے اپنا چہرہ دوسری طرف کر لیا، جیسے اب مزید کچھ سننے کی ہمت نہیں رہی تھی۔

رات کی ٹھنڈی ہوا ان کے بیچ خاموشی کی طرح تھی —— بے حد گہری، بے حد تلخ۔ سمندر کی بے قرار لہریں کناروں سے ٹکرا رہی تھیں، جیسے کوئی بے آواز چیخ ہو جو سنائی نہیں دیتی، مگر محسوس ہوتی ہے۔ زاویار کی نظریں افق پر جمی تھیں، حالہ اس کے برابر کھڑی تھی، مگر اس کی موجودگی بھی کسی غیر ضروری چیز کی طرح لگ رہی تھی۔

"تم خاموش کیوں ہو؟" حالہ نے نرمی سے پوچھا، مگر اس کی آواز میں چھپی بے چینی واضح تھی۔

زاویار نے ایک لمحے کو آنکھیں موندیں، جیسے اپنی اندرونی تھکن کو چھپانے کی ناکام کوشش کر رہا ہو، پھر مدھم لہجے میں بولا، "کیا سننا چاہتی ہو؟ کہ

میں نے تم سے محبت کی؟ کہ میں نے تمہارے بغیر جینے کا تصور کبھی نہیں کیا تھا؟"

حالہ کی سانس تھمی، آنکھوں میں امید کی ایک چھوٹی سی کرن چمکی، مگر اگلے ہی پل زاویار نے تلخی سے ہنستے ہوئے وہ امید مٹادی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے حالہ۔ میں نے تم سے کبھی محبت نہیں کی، اور نہ ہی میں تمہارے بغیر مر جاؤں گا۔۔۔ میں تمہیں سزا دینا چاہتا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ تم وہ درد سہو جو میں نے سہا، میں تمہیں توڑ دینا چاہتا تھا، حالہ۔" وہ سفاکی سے بولا۔

حالہ کی آنکھوں میں آنسو چمکے، دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔

"اور اب؟ اب کیوں چھوڑ رہے ہو؟ بدلہ مکمل ہو گیا؟ یا بس تھک گئے ہو؟"

زاویار نے ہلکی سی ہنسی لی، مگر اس میں کوئی خوشی نہیں تھی، "نہیں حالہ، میں تم سے انتقام لینا چاہتا تھا، مگر اب لگا کہ یہ سب بے معنی ہے۔ تمہیں تکلیف دے کر مجھے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اب میں آزاد ہو رہا ہوں، اور تمہیں بھی آزاد کر رہا ہوں۔"

حالہ نے بے یقینی سے سر ہلایا، "آزاد کر رہے ہو؟ یا خود کو بچا رہے ہو؟ کیا تمہیں ذرا بھی پرواہ نہیں کہ میں اس کے بعد کیسے جیوں گی؟"

زاویار نے ایک پل کے لیے اسے دیکھا، اس کی آنکھوں میں کوئی جذبہ نہیں تھا۔ "مجھے پرواہ نہیں ہے، حالہ۔ تمہاری تکلیف، تمہاری محبت، تمہاری نفرت... ان میں سے کچھ بھی مجھے متاثر نہیں کرتا۔ میں تمہیں کبھی نہیں چاہتا تھا، اور نہ ہی چاہوں گا۔"

حالہ نے اپنی سانس ضبط کرنے کی کوشش کی، مگر آنسوؤں نے دھوکہ دے دیا۔ وہ سمندر کی طرف مڑ گئی، اپنے بہتے آنسو چھپانے کے لیے۔

"اور ماہا؟ کیا اسے چاہتے ہو؟" وہ سرگوشی میں بولی، جیسے جانتی ہو کہ جواب وہی ہوگا جسے وہ سننا نہیں چاہتی۔

زاویار نے ایک لمحے کے لیے کچھ نہیں کہا، پھر سرد لہجے میں بولا، "محبت؟ میں کسی سے محبت نہیں کرتا، حالہ۔ ماہا میرے لیے ایک بہتر انتخاب ہے، بس۔"

حالہ نے پلٹ کر اسے دیکھا، "پھر بھی تم اسے اپنا رہے ہو، اور مجھے چھوڑ رہے ہو؟ کیوں؟"

زاویار نے ایک گہری سانس لی، جیسے اس سوال کا جواب خود اس کے پاس بھی نہ ہو، پھر دھیرے سے بولا، "کیونکہ تمہارے ساتھ رہنا میرے لیے

مزید ناقابل برداشت ہو چکا ہے۔۔۔ تم جانتی ہو کے میں پہلے سے تمہیں پسند نہیں کرتا"

یہ کہتے ہی وہ مڑ گیا، جیسے یہ بحث ختم ہو چکی ہو۔ حالہ نے اسے جاتا دیکھا، مگر اس بار وہ روکنے کے لیے نہیں بڑھی۔

کیونکہ وہ جان گئی تھی —

محبت کی بھیک مانگنے سے بہتر ہے کہ خاموشی سے ٹوٹ جایا جائے۔

رات کی سیاہی ہر طرف چھائی ہوئی تھی، ہوا میں ہلکی خنکی تھی مگر حالہ کو اس کا احساس تک نہ ہوا۔ وہ بالکونی میں کھڑی، نیچے سونے والے شہر کو دیکھ رہی تھی، مگر درحقیقت، اس کی نظریں کہیں اور تھیں — اپنے بکھرتے مستقبل پر۔

آنکھیں خشک ہو چکی تھیں، جیسے آنسو بہانے کی بھی اب سکت نہیں رہی تھی۔ پہلے پہل دل چاہا تھا کہ روئے، چیخے، اپنی بے بسی کو الفاظ دے، مگر پھر جیسے سب بے معنی لگا۔ آنکھوں کے نیچے ہلکے گہرے ہو رہے تھے، جسم نڈھال تھا، مگر نیند آنکھوں سے روٹھ چکی تھی۔ سر مسلسل درد سے بوجھل ہو رہا تھا، پچھلے کئی گھنٹوں سے روتے روتے جیسے پورا وجود تھک چکا تھا۔ وہ ذرا سا ہلتی، تو سر گھومنے لگتا، مگر پھر بھی وہ وہیں کھڑی رہی۔

چند گھنٹے پہلے، جب وہ دونوں واپس آئے تھے، زاویار تھکن سے چور تھا، بستر پر گرتے ہی نیند کی آغوش میں چلا گیا تھا، مگر حالہ؟ وہ سوتی بھی کیسے؟

چند دنوں بعد، بس چند دنوں بعد، زاویار اسے چھوڑ دے گا، ہمیشہ کے لیے۔ اس ایک سچائی نے اس کی نیندیں چرا لی تھیں۔ وہ جانتی تھی کہ زاویار کا فیصلہ اٹل تھا، وہ ایک بار کچھ طے کر لے تو پھر کسی کی بھی مجال نہ تھی کہ

اسے بدل سکے۔ حالہ نے خود کو لاکھ سمجھانے کی کوشش کی کہ شاید یہ سب ہی بہتر ہے، شاید یہ جدائی اس کے لیے اچھی ہے، مگر دل تھا کہ ماننے کو تیار ہی نہیں تھا۔

بس ایک سوال بار بار دماغ میں گونج رہا تھا—

"اگر وہ چلا گیا، تو میں کہاں جاؤں گی؟"

اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا، بس ایک نہ ختم ہونے والی بے یقینی تھی، ایک ایسی حقیقت جس کا سامنا کرنے کے لیے وہ تیار نہیں تھی۔

وہ کہاں جائے گی؟ کس کے پاس؟ ماں باپ تھے نہیں، کوئی اور ٹھکانہ تھا نہیں۔ کیا وہ دربدر ہو جائے گی؟ کہاں رولے گی؟ کس سے مدد مانگے گی؟

یہ سب تو ایک طرف، مگر جو اس کا دل زاویار کے ساتھ بندھ چکا تھا، وہ اس دل کا کیا کرے؟

حالہ نے تھکے ہوئے انداز میں بالکونی کی ریلنگ کو تھاما، ٹھنڈی دھات نے اس کے لرزتے ہاتھوں کو تھوڑا سکون دیا۔اس کے دماغ میں ایک خیال بار بار آیا——

کیا میں زاویار کو بتادوں؟

کیا وہ اسے بتادے کہ اس کے ماں باپ نے اسے ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا تھا؟ کہ وہ اب مکمل طور پر تنہا ہے؟ کیا وہ یہ بات کہہ دے،تاکہ شاید، شاید، زاویار اس پر رحم کھالے؟تاکہ وہ یہ سوچے کہ حالہ کے پاس جانے کے لیے کوئی جگہ نہیں،اور وہ اس فیصلے پر نظرِثانی کرے؟

مگر نہیں...

حالہ نے ایک بے بس ہنسی لی۔

زاویار کو بتانے سے کیا ہو گا؟ کیا اسے کوئی فرق پڑے گا؟

اگر فرق پڑتا، تو جب وہ رو کر اس کے سامنے التجا کر رہی تھی، تب وہ رک جاتا۔ اگر اس کے آنسوؤں کا کوئی اثر ہونا ہوتا، تو وہ تب بدل جاتا، جب حالہ نے آخری امید کے ساتھ اسے روکنے کی کوشش کی تھی۔

اور پھر مہرین کی کہی ہوئی بات یاد آئی——

یہ خوف ایک لمحے میں اس پر حاوی ہو گیا۔

اور ویسے بھی، زاویار کو بتانے کا فائدہ ہی کیا تھا؟

اسے تو پہلے ہی کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

وہ تب نہیں رکا جب حالہ نے ہاتھ جوڑے تھے، تو کیا یہ سن کر رُک جائے گا کہ حالہ کے پاس جانے کے لیے کوئی جگہ نہیں؟

یہ سوچتے ہی دل میں ایک ٹیس اٹھی۔

اگراس نے چھوڑ دیا، تو میں کہاں جاؤں گی؟

یہ سوال، پھر سے، اس کے اندر گونجنے لگا، مگر اب اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔

رات بیت رہی تھی، اور اس کے ساتھ حالہ کی امیدیں بھی دم توڑ رہی تھیں۔

ہلکی ہلکی صبح چھا رہی تھی، مگر حالہ کی آنکھوں میں اب بھی نیند کا نام و نشان نہیں تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کمرے میں واپس آئی، قدم اتنے ہلکے تھے جیسے کسی خواب میں چل رہی ہو۔

نظر زاویار پر پڑی، جو بستر پر سکون سے سو رہا تھا۔ اس کے چہرے پر وہی گہری سنجیدگی تھی، جیسے دن کے کسی پہر کی طرح رات میں بھی وہ اپنی سختی برقرار رکھتا ہو۔

حالہ خاموشی سے آگے بڑھی، بالکل اس کے قریب جا کھڑی ہوئی۔ وہ اتنا بے خبر تھا کہ اسے اس کی سانسوں کی نرمی تک محسوس نہ ہوئی۔

حالہ کے لبوں پر ایک اداس سی مسکراہٹ آئی۔

وہ واقعی اسے کھونا نہیں چاہتی تھی۔

مگر یہ بات زاویار کبھی سمجھ نہیں سکتا تھا۔

حالہ نے آنکھیں بند کیں، ایک لمحے کے لیے خود کو تسلی دی کہ اسے یہ سب تسلیم کرنا ہوگا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ کچھ نہیں کر سکتی۔ اس نے ہر ممکن کوشش کر لی تھی، ہر بار روکنے کی کوشش کی تھی، مگر زاویار نہیں رکا۔ وہ نہیں مانا۔

اور جب حالہ اسے پسند ہی نہیں تھی، تو پھر وہ کیوں اس پر زبردستی کرتی؟ وہ کیسے کسی ایسے مرد کے ساتھ رہ سکتی تھی، جو اس کے وجود کو بوجھ سمجھتا تھا؟

وہ دھیرے دھیرے پیچھے ہٹنے لگی، نظریں اب بھی زاویار پر تھیں، مگر آنکھوں میں کوئی نمی باقی نہیں تھی۔ شاید اب آنسو بھی تھک چکے تھے۔

اس نے آخری بار اسے دیکھا اور پھر پلٹ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

زاویار نے آنکھیں کھولیں۔

اسے اندازہ ہو چکا تھا۔

وہ یہ محسوس کر سکتا تھا کہ حالہ اس کے قریب آئی تھی، اس کے پاس کھڑی رہی تھی، اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ وہ کیا سوچ رہی تھی۔

لیکن وہ خاموش رہا۔

حالہ کچن میں پہنچی، فرج سے دودھ کا ڈبہ نکالا، مگر اس کا دل چائے پینے کا نہیں تھا۔ وہ کچھ اور ڈھونڈنے لگی، پھر اچانک نظر زاویار کی کافی پر پڑی۔

اس کے لبوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔

وہ تو کافی پسند بھی نہیں کرتی تھی۔

پھر کب سے یہ اتنی اچھی لگنے لگی؟

شاید... صرف اس لیے کہ زاویار کو پسند تھی۔

اس نے الماری سے کافی کا ڈبہ اٹھایا، پھر کافی بنانے لگی۔ دو کپ نکالے۔

وہ جانتی تھی، بہت اچھی طرح جانتی تھی، کہ زاویار کو یہ پسند نہیں آئے گی۔

وہ اپنے ہاتھ کی بنی کافی کے علاوہ کسی اور کی کافی نہیں پیتا تھا، کسی بڑے کیفے کے علاوہ کہیں سے بھی بنی ہو، وہ ناپسند کرتا تھا، اور اگر پسند نہ آئے تو بغیر سوچے سمجھے پھینک بھی دیتا تھا۔

مگر...

چاہے وہ پھینک دے، حالہ پھر بھی کافی بنائے گی۔

کمرے میں ہلکی ہلکی آوازیں ابھریں۔

کہیں سے ٹھک کی آواز آئی، شاید دروازہ حرکت میں آیا تھا۔ واش روم کے دروازے کے کھلنے اور بند ہونے کی آواز گونجی۔

حالہ کے ہاتھ رک گئے۔

یہ زاویار تھا، وہ جاگ چکا تھا۔

حالہ نے آہستہ سے پلکیں جھپکائیں، جیسے کچھ لمحوں کے لیے اپنے خیالات سے باہر نکلی ہو۔ اس نے ہاتھ میں پکڑا چمچ کافی کے ڈبے میں رکھا اور ذرا سا گردن موڑ کر پیچھے دیکھا۔ زاویار اب کمرے سے باہر آ چکا تھا۔

وہ سیدھا لاونج کی طرف آیا، نگاہیں بظاہر بے مقصد، مگر چہرہ ویسے ہی سرد جیسے ہمیشہ ہوتا تھا۔

حالہ نے ایک لمحے کو اس کا چہرہ دیکھا، پھر نظریں جھکا لیں۔ اسے معلوم تھا کہ وہ اس کے لیے کبھی نہیں رکے گا، کبھی پلٹ کر اس کی طرف نہیں دیکھے گا جیسے وہ چاہتی تھی۔

مگر آج بھی دل چاہا تھا کہ وہ ایک بار نرمی سے مسکرا دے۔

زاویار صوفے پر جا بیٹھا، ہاتھ ماتھے پر رکھا، جیسے نیند پوری نہ ہونے سے سر میں ہلکا سا بوجھ ہو۔

حالہ نے خود کو سنبھالا۔

آج وہ چاہتی تھی کہ زاویار اس کے ہاتھ کی کافی پی لے۔ وہ جانتی تھی کہ وہ کسی کے ہاتھ کی کافی نہیں پیتا، مگر پھر بھی اس نے دل سے کافی بنائی۔

دو مگ نکالے اور خاموشی سے کپ میں کافی انڈیلی۔

خوشبو کچن میں پھیل گئی۔

زاویار کی نظر خود بخود اس طرف اٹھ گئی۔

حالہ دو مگ ہاتھ میں لیے اس کے قریب آئی، ایک مگ اس کے سامنے رکھتے ہوئے آہستہ سے بولی،

"آج میرے ہاتھ کی کافی پیو۔"

زاویار نے ایک نظر مگ کو دیکھا، پھر حالہ کو۔

اس کی آنکھیں نینداور بے زاری کے امتزاج سے بوجھل تھیں، مگر پھر بھی ان میں ایک عجیب سی گہرائی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ کیا کہنے والا ہے، اور وہی ہوا۔

"میں کسی کے ہاتھ کی کافی نہیں پیتا حالہ..." زاویار نے ہلکی سرد مہری سے کہا، "صرف اپنے ہاتھ کی، یا پھر کسی اچھے کیفے کی۔"

حالہ نے نرمی سے مسکرا کر اسے دیکھا۔

یہ مسکراہٹ وہی تھی، جو سب کچھ جاننے کے باوجود برقرار رہتی ہے۔

"جانتی ہوں..." وہ آہستہ سے بولی، "مگر تم پی کر دیکھو، اگر اچھی نہ لگی تو پھینک دینا۔"

زاویار کچھ لمحوں کے لیے خاموش رہا۔

پھر اس کی نظریں حالہ پر ٹھہر گئیں۔

یہ وہ لڑکی تھی جو کئی دنوں سے سوئی نہیں تھی، جس کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں، جن میں نمی اب باقی نہ تھی۔

مگر وہ پھر بھی مسکرا رہی تھی۔

زاویار نے ایک لمحے کو گہری سانس لی، پھر مگ اٹھالیا۔

حالہ کے دل میں بے اختیار ہلکی سی دھڑکن بڑھی۔

زاویار نے مگ ہونٹوں سے لگایا، ایک گھونٹ بھرا۔

کافی واقعی اچھی تھی۔

وہ چند لمحے حیرانی سے مگ کو دیکھتا رہا۔

"یہ واقعی تم نے بنائی ہے؟" اس نے پہلی بار قدرے حیرانی سے پوچھا۔

"ہاں۔" حالہ نے مسکرا کر سر ہلایا۔

زاویار نے ایک اور گھونٹ لیا، جیسے یقین نہ آ رہا ہو کہ وہ واقعی اس کے ہاتھ کی کافی پی رہا تھا۔

"اتنی اچھی تم کیسے بنا سکتی ہو؟"

حالہ نے جھوٹی خفگی سے آنکھیں چھوٹی کر لیں، جیسے وہ ناراض ہو۔

"اب اتنی بھی بری کوکنگ نہیں ہے میری۔"

زاویار نے سر جھکایا، مسکرایا نہیں۔

"آہستہ آہستہ اچھی ہو رہی ہے..." وہ دھیرے سے بولا، جیسے اپنی ہی بات پر ہلکا سا یقین نہ ہو۔

حالہ نے اس کی طرف دیکھا، نظریں غور سے اس کے چہرے پر ٹک گئیں۔

"صرف تمہاری وجہ سے۔"

زاویار نے ایک پل کے لیے نظریں اٹھائیں۔

"میری وجہ سے؟"

"ہاں..." حالہ آہستہ سے بولی، جیسے کسی خواب کی کیفیت میں ہو، "مجھے کوئی شوق نہیں تھا کچھ بنانے کا، یہ سب کرنے کا... مگر تم ہو، جس کے لیے میں یہ سب کر رہی ہوں۔ کافی بنانا، ناشتہ بنانا..."

اس نے گہری سانس لی، پھر دھیرے سے بولی،

"اور تمہاری محبت میں ہی تو میں تمہارے لیے سب کچھ سیکھ رہی ہوں...

یہ سب میرے دل سے بنا ہوا ہے۔"

زاویار کے ہاتھ میں پکڑا مگ لمحے بھر کے لیے رک گیا۔

حالہ نے نظریں جھکا لیں۔

مگر دل میں امید باقی تھی، شاید آج وہ کچھ بولے، شاید آج وہ رک جائے...

کچھ لمحے گزرے، دونوں کے بیچ کوئی بات نہیں ہوئی زاویار نے کافی کا آخری گھونٹ بھرا، اور مگ میز پر رکھ دیا۔ اس کی نظریں حالہ پر ایک لمحے کے لیے ٹھہریں، جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو، مگر پھر پلک جھپکتے ہی وہ تاثرات غائب ہو گئے۔ وہ خاموشی سے اٹھا، کندھے سیدھے کیے، اور قدم کمرے کی طرف بڑھا دیے۔ حالہ کی نظریں اب بھی اس پر تھیں، جیسے کسی امید میں کہ وہ پلٹے، کچھ کہے، کوئی وضاحت دے، مگر زاویار کی چال میں ہمیشہ کی طرح ایک ٹھہراؤ تھا، جیسے اس کے قدموں کو کسی کا انتظار ہی نہ ہو۔

"میں آفس جا رہا ہوں، تم بھی ریڈی ہو جاؤ۔۔۔"

یہ کہتے ہی وہ دروازے کے قریب پہنچ چکا تھا کہ حالہ کی آواز نے اس کے قدم روک دیے۔

"میں آج نہیں جا رہی۔۔۔"

زاویار نے پلٹ کر اسے دیکھا۔اس کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے حیرت ابھری، مگر جلد ہی وہ اپنی عام لاتعلقی میں بدل گئی۔

"کیوں؟"اس نے ہلکے مگر سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

حالہ نے گہری سانس لی،اور سر جھکا لیا۔"ویسے ہی۔۔۔آج دل نہیں چاہ رہا۔"

زاویار نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے، مگر حالہ نے اپنی بات پوری کی۔

"روزماہا وہاں ہوتی ہے... اسے دیکھ کر پھر..." اس نے جملہ مکمل نہیں کیا، مگر زاویار سمجھ گیا تھا۔ اس کے چہرے پر کوئی خاص تاثر نہیں آیا، جیسے اس کی بات اس کے لیے بے معنی ہو۔ وہ ایک لمحے کو اسے دیکھتا رہا، پھر سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے، جیسے تمہاری مرضی۔۔۔ لیکن اگر دل کیا تو آجانا بے شک۔"

یہ کہہ کر وہ سیدھا مڑا اور آگے بڑھ گیا، جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ حالہ نے اس کی پشت کو دیکھا، اس کی لاتعلقی کو، اس کے انداز کو، جو ہمیشہ سے ایک سا تھا۔ وہ اب بھی نہیں بدلا تھا، حالہ جتنا بھی روئی، جتنا بھی بکھری، جتنا بھی بے بس ہوئی، زاویار کے لیے یہ سب بے معنی تھا۔ اس کی آنکھیں چند لمحے دروازے پر جمی رہیں، جہاں سے زاویار جا چکا تھا۔ جیسے وہ سوچ رہی ہو کہ کیا وہ واپس پلٹے گا؟ کیا وہ کچھ کہے گا؟ مگر وہ جا چکا تھا۔ حالہ نے گہری سانس

لی،اور خود کو سمیٹنے کی کوشش کی، مگر دل میں جو بے چینی تھی، وہ کہیں کم نہیں ہوئی۔ وہ جانتی تھی کہ یہ خاموشی مزید گہری ہو گی، جیسے وقت کے ساتھ سب کچھ دھندلا پڑ جائے گا، مگراس کے دل میں کہیں ایک خالی پن تھا، جو ہر گزرتے دن کے ساتھ مزید گہرا ہو رہا تھا۔

☆☆☆✦☆☆☆

زاویار کے جانے کے بعد گھر میں ایک سنّاٹا چھا گیا۔ صبح کے وقت گھر میں جو ہلکی ہلکی گونجتی آوازیں تھیں، وہ اب مکمل خاموشی میں بدل چکی تھیں۔ حالہ نے آہستہ سے ارد گرد دیکھا، جیسے اس سکوت کو محسوس کر رہی ہو۔ وہ اکیلی تھی، پورے گھر میں،اور یہ تنہائی اب ایک معمول بنتی جا رہی تھی۔ وہ خاموشی سے کمرے میں آئی، جہاں اس کا سامان بکھرا ہوا تھا۔ سامنے ایک بڑی ٹیبل پر اس کا آرٹ کا سارا سامان پڑا تھا،اور ایک طرف، دیوار کے

ساتھ، وہ کینوس کھڑا تھا جو اس نے کل ہی آرڈر کیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اگر کچھ اسے اس ذہنی تھکن سے نکال سکتا ہے، تو وہ پینٹنگ ہے۔ اس نے آہستہ سے بیگ کھولا اور ایک ایک کر کے چیزیں نکالنے لگی۔ سب سے پہلے اس نے اپنے برشز نکالے — چھوٹے، بڑے، مڈ سائز، فین برش، راؤنڈ برش، فلیٹ برش — ہر سائز کے برشز جو اس کے پاس تھے، وہ سامنے رکھتی گئی۔ اس کے بعد اس نے اپنی ایکریلک پینٹس کی ٹیوبز نکالیں، جو مختلف رنگوں میں تھیں۔ ریڈ، بلیو، یلو، گرین، بلیک، وائٹ، پرپل، اور بے شمار شیڈز۔ ہر رنگ ایک احساس لیے ہوئے تھا، جیسے ہر ایک کا اپنا مزاج ہو۔

اس کے بعد اس نے آئل پینٹس نکالے، جو کہ زیادہ گہرے اور چمکدار رنگ دیتے تھے۔ وہ جانتی تھی کہ آئل پینٹنگ زیادہ دیر تک رہتی ہے اور

اس میں ڈیپتھ زیادہ ہوتی ہے، مگر ایکریلک جلدی سوکھ جاتی ہے، تو وہ اکثر دونوں کو ملا کر پینٹ کرتی تھی۔ اس نے اپنی واٹر کلرز کی پیلیٹ بھی نکالی، جو اگرچہ کم استعمال کرتی تھی، مگر پھر بھی کبھی کبھی دل چاہتا تھا کہ ہلکے رنگوں سے کوئی نرم سی پینٹنگ بنائے۔

سامنے ٹیبل پر رنگوں کی ایک دنیا بکھری ہوئی تھی۔ ہر چیز کو ترتیب سے سامنے رکھنے کے بعد اس نے ایک نظر اپنے کینوس پر ڈالی۔ وہ کینوس بلکل خالی تھا، جیسے ایک نئ کہانی سنانے کے انتظار میں ہو۔ اس کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔ جیسے ہی اس نے برش ہاتھ میں لیا، اس کی ساری پریشانیاں ایک لمحے کے لیے ماند پڑ گئیں۔

یہ وہ دنیا تھی جہاں وہ سب کچھ بھول جاتی تھی، جہاں نہ زاویار کی سرد مہری تھی، نہ ماہا کی موجودگی، نہ مستقبل کی بے یقینی۔ بس وہ تھی، اس کے رنگ، اور ایک خالی کینوس جو اس کی کہانی سننے کے لیے تیار تھا۔

کینوس کے سامنے بیٹھے حالہ نے ایک گہری سانس لی۔ اس کے ہاتھوں میں پکڑا ہوا برش ہلکی ہلکی جنبش میں تھا، مگر اس کے دل کی دھڑکن بے ترتیب ہو رہی تھی۔ جیسے جیسے وہ رنگ چنتی جا رہی تھی، اس کے دل میں کئی تصویریں ابھر رہی تھیں، کئی یادیں، کئی لمحے۔ لیکن وہ کوئی سیدھی سادی تصویر نہیں بنانا چاہتی تھی، وہ ایک کہانی لکھنا چاہتی تھی، مگر رنگوں کے ذریعے۔

سب سے پہلے، پس منظر۔

اس نے برش پانی میں ڈبویا، پھر ایک گہرا نیلا رنگ چنا۔ دھیرے دھیرے وہ کینوس پر نرم اسٹروک دینے لگی۔ نیلا رنگ گھلنے لگا، جیسے شام کے وقت آسمان کا رنگ، جیسے کوئی اداسی، جیسے کوئی ایسا وقت جو کبھی لوٹ کر نہ آئے۔ اس کے ساتھ اس نے ہلکا سرمئی رنگ شامل کیا، جیسے کوئی دھند ہو، جیسے کوئی یاد ماضی کے دریچوں میں دھندلی ہو رہی ہو، مگر ختم نہیں ہوئی۔

پھر، ایک شخص کا خاکہ۔

وہ دائیں جانب تھوڑا آگے جھک کر بیٹھی۔ برش کو ہلکے براؤن اور سنہری شیڈ میں ڈبویا اور آہستہ سے ایک چہرہ تراشنے لگی۔ حالہ نے ہلکے براؤن رنگ کو برش پر لیا اور کینوس پر احتیاط سے ایک چہرہ تراشنا شروع کیا۔ اس کی انگلیاں باریک باریک لکیر کھینچتی جا رہی تھیں، جیسے وہ کسی ایسے چہرے کو قید کر رہی ہو جو قریب تھا مگر اب دھندلا چکا تھا۔ آنکھوں کے لیے اس

نے گہرا ابھورا رنگ لیا، وہ آنکھیں جو ہمیشہ گہری لگتی تھیں، چہرے کے اطراف اس نے سیاہ رنگ سے بال بنانے شروع کیے، جو تھوڑے چھوٹے تھے اور پیچھے کی طرف سنوارے گئے تھے۔ اس نے ہلکے اسٹروک سے ان میں ایک ترتیب سی دی، جیسے کوئی ہمیشہ ان بالوں کو سمیٹ کر پیچھے کرتا ہو۔ کچھ بال ماتھے کے قریب بکھرے ہوئے تھے، جیسے ہوا کی ضد نے انہیں جگہ پر ٹکنے نہ دیا ہو۔

چہرہ اب واضح ہونے لگا تھا۔ تیکھے نقوش، بھوری آنکھیں، سنجیدہ تاثر اور وہ خاص انداز جو کسی کو ایک نظر میں مجبور کر دے کہ وہ ان آنکھوں میں چھپے راز کو سمجھنے کی کوشش کرے۔ گہرائی ایسی کہ دیکھنے والا کھو جائے۔ حالہ کے ہاتھ لمحہ بھر کو رکے، اور اس کے ہونٹوں پر ایک مدھم سی مسکراہٹ ابھری، جیسے کوئی بھولی بسری یاد ذہن کے کنارے سے گزر گئی ہو۔

پھر اس نے نیچے کی طرف ہلکے سے خاکی اسٹروک دیے، جو لمبے قد کی جھلک دے رہے تھے۔ وہ ہمیشہ لمبا اور سنجیدہ سا لگتا تھا، جیسے اپنی ہی دنیا میں گم رہتا ہو۔ لباس کے لیے اس نے کالا رنگ لیا، آہستہ آہستہ وہ سیاہ شیڈ میں ڈھلنے لگا، جیسے وہ شخص ہمیشہ گہرے رنگوں میں ملبوس رہتا ہو، جیسے سیاہ رنگ اس کی پہچان ہو۔

اس نے کینوس کی بائیں جانب ایک اور چہرہ بنانا شروع کیا۔ چہرہ نازک، مگر آنکھوں میں ایک تھکن۔ وہ جانتی تھی کہ اسے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑے گی، یہ خاکہ اس کے ہاتھ خود بخود بنا رہے تھے۔ اس کے لمبے بال، جو کاندھوں سے نیچے جا رہے تھے، نرم، جیسے ہوا میں اڑتے ہوں۔ وہ انہیں ترتیب سے بناتی جا رہی تھی، لیکن ہر اسٹروک کے ساتھ دل میں کچھ

محسوس ہو رہا تھا۔ شاید یہ اس کے اپنے جذبات تھے، جو ان رنگوں میں ڈھل رہے تھے۔

یہ دونوں چہرے ایک دوسرے کی طرف تھے، مگر درمیان میں ایک خلا تھا۔

حالہ نے برش بدلا، ایک اور رنگ چنا—ہلکا سرمئی، نیلا اور سفید ملا کر ایک ایسا سایہ بنایا، جو ان دونوں کو الگ بھی کر رہا تھا، اور ایک ان کہی ڈور میں باندھ بھی رہا تھا۔

ہاتھ۔ یہ سب سے اہم تھے۔

وہ آہستہ سے آگے جھکی اور لڑکے کا ہاتھ بنانے لگی—مضبوط، مگر بے بس۔ جیسے کچھ پکڑنے کی کوشش میں ہو، مگر روک دیا گیا ہو۔ انگلیوں کے سرے، جو کسی کو چھونے کے لیے بڑھے ہوئے تھے، مگر فاصلہ باقی تھا۔

پھر، لڑکی کا ہاتھ۔

وہ نازک تھا، لیکن اس میں جھجک تھی، جیسے ہچکچاہٹ ہو۔ جیسے وہ کسی کو تھامنا چاہتی ہو، مگر ڈر رہی ہو کہ شاید پکڑنے سے سب کچھ بکھر نہ جائے۔

حالہ کا دل عجیب ہونے لگا تھا۔

وہ رنگوں میں الجھی ہوئی تھی، لیکن یہ الجھن صرف پینٹنگ کی نہیں تھی۔ جیسے جیسے وہ رنگوں میں مزید گہرائی ڈالتی جا رہی تھی، اس کی آنکھوں میں دھند سی چھا رہی تھی۔ وہ رکنا نہیں چاہتی تھی، مگر ہاتھ کانپنے لگے تھے۔ اس نے برش رکھ دیا، اپنے ہاتھوں کو دیکھا، جو ہلکی ہلکی نمی سے بھرنے لگے تھے۔

یہ تصویر، یہ کہانی، یہ دو لوگ——یہ کون تھے؟

وہ جانتی تھی، مگر زبان سے کہہ نہیں سکتی تھی۔ یہ صرف ایک پینٹنگ نہیں تھی، یہ ایک حقیقت تھی، ایک جذبہ تھا جو رنگوں میں اترا جا رہا تھا۔

اس نے آہستہ سے برش اٹھایا، ایک آخری اسٹروک لگایا، اور پھر پیچھے ہٹ کر کینوس کو دیکھنے لگی۔

یہ مکمل تو نہیں تھی، مگر شاید یہی اس پینٹنگ کی خوبصورتی تھی—یہ مکمل ہو کر بھی ادھوری تھی۔

کمرے میں خاموشی تھی، پینٹنگ مکمل ہو چکی تھی، مگر حالہ کی آنکھوں میں وہی گہری سوچیں تیر رہی تھیں۔ اس نے ایک بار پھر کینوس پر نظر ڈالی، جیسے اپنی محنت کا جائزہ لے رہی ہو۔ پینٹنگ واقعی خوبصورت بنی تھی، ہر لکیر میں ایک احساس، ہر رنگ میں ایک جذباتی چھاپ تھی۔ اسے اندازہ بھی نہیں ہوا تھا کہ وہ کتنی دیر سے اس پر کام کر رہی تھی۔

اچانک اس کے پیٹ میں ہلکی سی کسک محسوس ہوئی، جیسے جسم نے بھوک کا احساس دلانا شروع کر دیا ہو۔ کھڑکی کی طرف مڑی تو سامنے سڑک پار ایک بیکری پر نظر پڑی، جہاں روشنیاں جگمگا رہی تھیں اور لوگ آ جا رہے تھے۔ کافی اور بیکری کی خوشبو جیسے دور سے ہی محسوس ہونے لگی تھی۔ اس نے گہری سانس لی، اپنی نظر ایک بار پھر کینوس پر ڈالی، ہلکا سا مسکرائی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

الماری سے ایک ہلکا سا بھورے رنگ کا کوٹ نکالا، اپنے کپڑے جھاڑ کر سیدھے کیے، اور بیگ کندھے پر ڈالا۔ اس کے بال اب بھی جوڑے میں بندھے ہوئے تھے، چند آوارہ لٹیں چہرے کے گرد جھول رہی تھیں، جو اس کے چہرے پر بکھری سنجیدگی کو مزید نمایاں کر رہی تھیں۔

آہستہ آہستہ چلتی ہوئی وہ سیڑھیوں سے نیچے اتری اور باہر نکلی۔ ٹھنڈی ہوا نے اس کا استقبال کیا، وہ پر سکون مگر کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ بیکری قریب ہی تھی، زیادہ دور نہیں جانا تھا، مگر ہر قدم جیسے کسی بوجھ کو کم کر رہا تھا، جیسے کچھ لمحوں کے لیے وہ اپنے اندر کی الجھنوں سے آزاد ہو رہی ہو۔

بیکری میں داخل ہوتے ہی ایک گرم مہک نے اس کا استقبال کیا۔ اس نے کاؤنٹر پر جا کر ایک کافی اور ایک چھوٹا سا چاکلیٹ کیک آرڈر کیا۔ جب تک آرڈر تیار ہو رہا تھا، وہ شیشے کی کھڑکی کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی، باہر آتی جاتی گاڑیوں کو دیکھتی رہی، لوگوں کے چہروں پر نظریں دوڑاتی رہی۔ سب اپنی دنیا میں مصروف تھے، کسی کو کسی کی پرواہ نہیں تھی۔

کچھ دیر بعد آرڈر آگیا، اس نے خاموشی سے ٹیبل پر بیٹھ کر کھانا شروع کیا۔ کافی کی گرمی جیسے اس کے اندر تک اتر رہی تھی، اور کیک کا میٹھا ذائقہ اسے کچھ دیر کے لیے سب بھلا دینے پر مجبور کر رہا تھا۔

کھانے کے بعد وہ پر سکون قدموں سے باہر نکلی۔ ایک لمحے کے لیے سوچا کہ واپس اپارٹمنٹ چلی جائے، مگر پھر کچھ لمحے مزید باہر رہنے کا دل چاہا۔ سڑکوں پر نظر دوڑائی، اٹلی کی سڑکیں ہمیشہ کی طرح خوبصورت لگ رہی تھی۔

وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی چلنے لگی، ارد گرد کے مناظر کو دیکھنے لگی۔ ہوا کے ہلکے جھونکے اس کے بالوں کو آزاد کر رہے تھے، جو اب اس کے کندھوں پر بکھرنے لگے تھے۔ وہ بے مقصد چل رہی تھی، بس چلتی جا رہی تھی، شاید اس امید میں کہ اندر کی گھٹن کچھ کم ہو جائے، شاید اس یقین میں کہ یہ

سفر اسے کہیں نہ کہیں لے جائے گا، جہاں وہ خود کو کچھ لمحوں کے لیے بھول سکے گی۔

ہوا میں عجب سی خنکی تھی، جیسے بارش ہونے کے بعد کی خوشبو ہو، لیکن زمین ابھی بھیگی نہ ہو۔ آسمان ہلکے بادلوں سے ڈھکا تھا، اور ٹھنڈی ہوا مسلسل بہہ رہی تھی۔ حالہ نے اپنے کوٹ کی آستینیں تھوڑی اور نیچے سرکائیں، تاکہ ٹھنڈ سے بچ سکے۔ بارش کی ہلکی خوشبو اس کے دل کو بھلی محسوس ہوئی۔

وہ سڑک پر بے مقصد چل رہی تھی، قدم آہستہ، لیکن ذہن کسی اور ہی دنیا میں تھا۔ ارد گرد کے مناظر دیکھتی، ہوا میں اڑتی زرد پتے سڑک پر بکھرتے دیکھتی، وہ بس چلتی جا رہی تھی۔ اٹلی کی ان گلیوں میں آج بھی وہی خوبصورتی تھی، مگر اس کے دل کی حالت مختلف تھی۔

چند قدم آگے بڑھی تو اچانک ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی غیر مرئی بوجھ اس کے ارد گرد چھانے لگا ہو۔ ایک ان جانا سا احساس، جیسے کوئی نظروں میں بسا ہو، جیسے کوئی ہر حرکت پر نظر رکھے ہو۔ حالہ نے فوراً سر جھٹک دیا، خود کو وہم سمجھا اور چلتی رہی، مگر دل کی دھڑکن کچھ بے ترتیب سی لگنے لگی تھی۔

ہوا کچھ اور تیز ہو چکی تھی، سڑک کے کنارے لگے درختوں کی پتیاں مسلسل سرسرا رہی تھیں۔ وہ ایک چوک پر آ کر رکی، ایک لمحے کے لیے ارد گرد نظر دوڑائی، سب نارمل لگ رہا تھا۔ لیکن پھر ایک دم دل میں ایک عجیب سی سنسنی دوڑ گئی، جیسے کوئی غیر مرئی سایہ پیچھے ہو، جیسے کوئی بہت قریب آ چکا ہو اور ابھی ہاتھ بڑھا کر کندھے پر ہاتھ رکھ دے گا۔

اس کا دل زور سے دھڑکا۔ وہ فوراً مڑی، مگر پیچھے کچھ نہیں تھا۔ وہی پرانی عمارتیں، وہی لوگ جو اپنے کام میں مصروف تھے۔ اس نے گہری سانس لی، خود کو تسلی دی کہ وہ صرف زیادہ سوچ رہی ہے۔

لیکن جیسے ہی اس نے دوبارہ قدم بڑھایا، پھر دوبارہ پیچھے مڑ کر دیکھا تو کچھ فاصلے پر ایک شخص نظر آیا۔ وہ سیاہ لباس میں ملبوس تھا، چہرہ واضح نہیں تھا، مگر وہ مسلسل حالہ کے پیچھے پیچھے تھا۔ اس نے فوراً رخ بدلا اور دوسری گلی میں مڑ گئی، دل کی دھڑکن بے ترتیب ہو رہی تھی۔

وہ آہستہ نہیں، اب تیز چلنے لگی تھی۔ مگر جیسے ہی وہ کسی اور گلی میں داخل ہوئی، اس نے محسوس کیا کہ وہی سایہ اب بھی اس کے قریب ہی تھا۔ اب وہ محض وہم نہیں رہا تھا۔ کوئی تھا، کوئی جو جان بوجھ کر اسی کی

سمت میں بڑھ رہا تھا، جیسے وہ قدم سے قدم ملا کر حالہ کی حرکتوں کو دہرا رہا ہو۔

حالہ کی سانسیں بے ترتیب ہونے لگیں۔ وہ اب اپنی رفتار مزید تیز کر چکی تھی، مگر ہر موڑ پر، ہر گلی میں، اس کا وہی احساس برقرار تھا۔ کچھ تھا جو ٹھیک نہیں تھا، کچھ ایسا جو اس ماحول کی ٹھنڈک سے زیادہ سرد تھا۔ وہ شاید پیچھا کر رہا تھا، یا شاید ابھی بھی نظروں میں ہی تھا، لیکن وہ تھا ضرور۔

حالہ کے قدم اب تیزی سے اپارٹمنٹ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ سرد ہوا اور زیادہ بے رحم ہو گئی تھی، جیسے زمین پر بکھرے پتوں کے ساتھ اس کے حواس کو بھی بکھیر دینا چاہتی ہو۔ وہ دل ہی دل میں خود کو پرسکون رکھنے کی کوشش کر رہی تھی، مگر اندر کہیں نہ کہیں خوف نے پنجے گاڑ دیے تھے۔

آخر کار، اپارٹمنٹ کی عمارت نظر آئی۔ اس نے ایک گہری سانس لی، قدموں کی رفتار مزید تیز کی اور دروازے کے قریب پہنچی۔ لیکن جیسے ہی اس نے دروازہ کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھایا، اچانک ایک عجیب احساس نے اس کی سانس روک دی۔

اس نے آہستہ سے نظریں گھمائیں۔ سامنے، سڑک کے اس پار، ایک سایہ سا کھڑا تھا۔ وہ زیادہ دور نہیں تھا، لیکن اس کا چہرہ نظر نہیں آرہا تھا۔ بس ایک مضبوط اور سنجیدہ سی پشت دکھائی دے رہی تھی، جیسے کوئی بے حس و حرکت کھڑا ہو، جیسے کسی کے دیکھنے یا نہ دیکھنے سے اسے فرق نہ پڑتا ہو۔

حالہ کا دل زور سے دھڑکا۔ یہ وہم نہیں تھا، یہ حقیقت تھی۔ وہ شخص وہیں کھڑا تھا، جیسے اسی کا انتظار کر رہا ہو، جیسے وہ جانتا ہو کہ حالہ اسے دیکھ رہی ہے۔

اس نے مزید کچھ لمحے وہیں کھڑے ہو کر غور سے دیکھنے کی کوشش کی، مگر وہ ہلا تک نہیں۔ بس وہی سرد خاموشی، وہی گہری موجودگی۔ ہوا کا جھونکا آیا اور اس کے بال چہرے پر بکھر گئے، مگر اس کی نظریں اس سائے پر جمی رہیں۔

پھر جیسے ہی اس سائے نے ہلکی سی جنبش لی، حالہ کا جسم جیسے جھنجھنا اٹھا۔ اس کے قدم خود بخود پیچھے ہٹنے لگے، اور ایک لمحے کے توقف کے بعد، وہ اچانک مڑی اور تیزی سے بلڈنگ کے اندر داخل ہو گئی۔

اپنے اپارٹمنٹ کے پاس پہنچ کر اس نے تیزی سے اپارٹمنٹ کا دروازہ کھولا اور فوراً بند کیا اور کانپتے ہاتھوں سے کنڈی لگا دی۔ ایک لمحے کے لیے اپنی سانسیں سنبھالنے کی کوشش کی، مگر دل کی دھڑکن قابو میں نہیں آ رہی تھی۔

وہ دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی، کان لگا کر سننے لگی۔ باہر ہوا کے علاوہ کچھ نہیں تھا، کوئی قدموں کی آہٹ نہیں، کوئی دستک نہیں، لیکن پھر بھی، اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ سایہ اب بھی وہیں تھا۔ وہیں، کہیں، اس کی خاموشی کو دیکھتا ہوا۔

اپارٹمنٹ میں مکمل خاموشی تھی، صرف دیوار پر لگی گھڑی کی ٹک ٹک سنائی دے رہی تھی۔ وہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی ہوئی، آنکھیں بند کر کے خود کو نارمل کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

پھر اچانک—

فون کی گھنٹی تیز آواز میں بجی۔

ایک جھٹکے سے اس کا دل جیسے سینے میں دھڑکنا بھول گیا۔ خوف کی ایک شدید لہر پورے وجود میں دوڑ گئی، جیسے جسم سے ساری طاقت نکل گئی ہو۔

اس کے ہاتھ خود بخود سینے پر جا پڑے، جیسے بے قابو دھڑکن کو تھامنے کی کوشش کر رہی ہو۔

کمرے میں فون کی مسلسل گونجتی ہوئی آواز ماحول کو مزید بوجھل بنا رہی تھی۔ وہ کچھ پل وہیں ساکت کھڑی رہی، جیسے حرکت کرنا بھی مشکل ہو گیا ہو۔ گہری سانس لیتے ہوئے کپکپاتے ہاتھوں سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور فون نکالا۔ اسکرین پر ایک انجان نمبر جگمگا رہا تھا۔

دل کی دھڑکن مزید تیز ہو گئی۔ ماتھے پر پسینے کی باریک تہہ نمودار ہونے لگی۔ ایک لمحے کے لیے تو دل چاہا کہ فون بند کر دے، مگر کسی انجانے خوف اور تجسس نے اس کے ہاتھ کو روک لیا۔

اس نے آہستہ سے کال ریسیو کر لی۔

"ہیلو؟"

آواز اتنی مدھم اور لرزتی ہوئی نکلی کہ خود اسے بھی سنائی نہ دی۔ دوسری طرف مکمل خاموشی تھی، جیسے کوئی تھا، مگر کچھ بولنے سے پہلے سوچ رہا ہو۔

"کون؟" حالہ نے تھوڑا بلند آواز میں پوچھا۔

چند ثانیے کے توقف کے بعد ایک جانی پہچانی آواز سنائی دی۔

"میں عفان بات کر رہا ہوں۔۔۔"

ایک پل کے لیے حالہ کو لگا کہ وقت تھم گیا ہے۔ ہوا ساکت ہو گئی ہے، سانسیں رک گئی ہیں، اور دھڑکن بے ترتیب ہو گئی ہے۔ جیسے سارا خوف بھی ختم ہو گیا ہو۔

فون کان سے لگا تھا مگر دماغ نے جیسے کسی بھی آواز کو پروسیس کرنا چھوڑ دیا ہو۔

"کیسی ہو حالہ؟"

عفان کی آواز میں نرمی تھی، لیکن حالہ کے لیے وہ زخم کی مانند تھی، جسے سن کر وہ ایک دم حقیقت کی زمین پر آ گری۔

وہ ساکت کھڑی رہی، آنکھیں کسی نامعلوم نقطے پر مرکوز تھیں، دماغ میں پرانی یادوں کے دروازے دھڑ دھڑ کھلنے لگے۔

"کچھ بول کیوں نہیں رہی؟" دوسری طرف سے پھر آواز ابھری۔ حالہ نے بمشکل اپنی خشک ہوتی زبان کو حرکت دی۔

"ہیلو؟"

"میں نے پوچھا، تم کیسی ہو؟" عفان کی آواز ایک بار پھر گونجی۔

"ٹھیک۔۔۔ ٹھیک ہوں۔"

حالہ کو خود بھی یقین نہیں آیا کہ اس نے کیا کہا ہے۔ "تم نے مجھے کیسے کال کی؟"

"اسرہ سے تمہارا نمبر لے کر۔" حالہ کی آنکھوں میں یکدم غصے کی لہر اتر آئی۔ اسرہ۔ وہی اسرہ جس نے سب کچھ برباد کیا تھا۔

"تم اٹلی میں ہو؟" اس کے لہجے میں الجھن اور تلخی دونوں تھیں۔

"ہاں، تمہیں کیسے پتہ؟"

"تمہارے گھر گیا تھا، تم سے ملنا تھا۔۔۔ وہاں بتایا گیا کہ تم تو اٹلی چلی گئی ہو، اور تمہاری شادی ہو گئی ہے۔" ایک لمحے کے لیے حالہ کو لگا جیسے کسی نے اس کے سینے میں کچھ چبھو دیا ہو۔ اس نے سختی سے لب بھینچ لیے۔

"اب کیوں؟ اب کیوں ملنا چاہتے ہو مجھ سے؟" اس کے لہجے میں سرد مہری در آئی تھی۔

"بس ایک بات کرنی تھی۔۔۔اور وہ بات کرنے کے لیے ہی اٹلی آیا ہوں۔"

یہ جملہ بجلی بن کر گرا۔ حالہ کے دماغ میں ایک جھماکا سا ہوا۔

"کون سی بات؟"

"تم سے مل کر بتاؤں گا۔"

"مگر میں تم سے نہیں ملنا چاہتی۔"

"کیوں؟"

"میری شادی ہو چکی ہے عفان۔۔۔ جب تم سے ملنا چاہتی تھی، تمہیں اپنانا چاہتی تھی، تب تم نے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا کہ میں کس حال میں ہوں؟ اور اب؟ اب اس طرح میری زندگی میں نہیں آ سکتے!"

"حالہ، میں تمہاری زندگی میں نہیں آرہا۔۔۔ تم خوش رہو اس کے ساتھ، ہمیشہ خوش رہو۔۔۔ بس مجھے صرف ایک بات کرنی ہے، صرف ایک۔"

"تم نے اور اسرہ نے میرے ساتھ بہت بڑا کیا ہے عفان۔۔۔ میں اب تم لوگوں سے نہیں ملنا چاہتی۔۔"

"میں اسی بارے میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں حالہ۔۔۔ صرف ایک بار تمہیں میرے سے ملنا ہوگا" حالہ نے گہری سانس لی۔ آنکھیں بند کر کے خود کو پرسکون رکھنے کی کوشش کی، مگر دماغ میں مسلسل ایک سوال گونج رہا تھا——وہ کون سی بات تھی جو عفان کہنا چاہتا تھا؟

"میں تمہیں ایک لوکیشن بھیج رہا ہوں، تم ابھی وہاں آؤ۔"

"میں تم سے نہیں ملنا چاہتی، عفان۔"

"یہ تم دل سے نہیں کہہ رہی، حالہ۔ میں جانتا ہوں کہ تم بھی مجھ سے ملنا چاہتی ہو۔"

حالہ نے بے چینی سے پیر زمین پر مارا۔ وہ واقعی نہیں ملنا چاہتی تھی، مگر۔۔۔ مگر یہ جاننے کی خواہش کہ وہ کیا کہنا چاہتا تھا، اس کے اندر ہلچل مچانے لگی۔ اگر وہ نہ گئی تو یہ سوال ہمیشہ اس کے دماغ میں گردش کرتا رہے گا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ لیکن زیادہ دیر کے لیے نہیں آؤں گی۔"

کہہ کر اس نے فون کاٹ دیا۔ مگر دل اب بھی بے یقینی میں تھا۔

☆☆☆✦☆☆☆

ریسٹورنٹ کھلا اور وسیع تھا، جدید طرز کی لکڑی کی میزیں اور آرام دہ کرسیاں خوبصورتی سے ترتیب دی گئی تھیں۔ ہلکی سنہری روشنی چاروں

طرف پھیلی ہوئی تھی، جو اس جگہ کو ایک خاموش مگر دلکش تاثر دے رہی تھی۔ قریب ہی پانی کا ایک چھوٹا سا فوارہ تھا، جس کی بہتی ہوئی آواز ماحول کو مزید پُر سکون بنا رہی تھی۔ یہاں بیٹھے لوگ دھیمی آواز میں گفتگو کر رہے تھے، کوئی اپنے کھانے میں مگن تھا، تو کوئی کافی کے گھونٹ بھر رہا تھا۔ ریسٹورنٹ کے اطراف میں نرم پیلی روشنیوں والی لالٹینیں لٹک رہی تھیں، جو ہلکی ہلکی روشنی کے ساتھ ہلکورے لے رہی تھیں۔

مگر ان سب چیزوں کے باوجود، حالہ کے لیے سب کچھ ساکت تھا۔ اس کے اندر ایک طوفان چل رہا تھا، لیکن باہر سے وہ بالکل خاموش تھی۔ اس کی سبز آنکھیں عفان کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں، جو اس کے سامنے بے بسی سے بیٹھا تھا۔ اوپن ایریا میں بیٹھنے کی وجہ سے تیز ہوا چل رہی تھی، اس کے کھلے بال بار بار چہرے پر آ رہے تھے، لیکن اس نے انہیں پیچھے ہٹانے

کی بھی زحمت نہ کی۔ اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا، نہ محبت، نہ غصہ، نہ بے چینی۔ بس ایک غیر محسوس سی سختی تھی، جیسے جذبات کہیں اندر ہی دفن ہو چکے ہوں۔ عفان کی نظریں اس پر مرکوز تھیں، مگر وہ اس کی آنکھوں میں وہی جذبات نہ دیکھ سکا، جو کبھی ہوا کرتے تھے۔

"کیسی ہو تم؟" خاموشی کے بعد وہ آہستہ سے پوچھتا ہے۔

حالہ کی آنکھوں میں ہلکی سی چمک آتی ہے، مگر وہ فوراً ہی اپنی جگہ واپس لوٹ جاتی ہے۔ "یہ سوال تم پہلے بھی کر چکے ہو۔۔۔اور جو بات کرنے آئے ہو، وہ کرو۔ ان سارے سوالوں پر میرا وقت ضائع مت کرو۔" عفان نے لب بھینچ لیے، جیسے کوئی بات کہنا چاہتا ہو مگر الفاظ ساتھ چھوڑ گئے ہوں۔ "کروں گا وہ بات بھی۔۔۔پہلے کچھ آرڈر کروا لیں؟"

"مجھے یہاں جس بات کے لیے بلایا ہے، وہ بات کرو۔"

حالہ کی آواز میں برف جیسی سردی تھی، وہ جیسے چبا چبا کر بولی۔ چہرہ اب بھی سپاٹ تھا، آنکھوں میں نہ کوئی نرمی تھی، نہ کوئی گہری چمک۔

عفان نے ایک لمحے کو اسے غور سے دیکھا، جیسے اس کے چہرے کے تاثرات میں کوئی شگاف ڈھونڈنا چاہتا ہو۔

"شادی سے خوش ہو؟"

حالہ نے ایک ہلکا سا طنزیہ قہقہہ مارا، پھر نظریں اس پر جما کر بولی، "تمہیں کیسی لگ رہی ہوں؟"

اس کے لہجے میں ایک تھکن سی تھی، جیسے وہ اس سوال سے پہلے ہی بیزار ہو چکی ہو۔

عفان نے گہری سانس لی، پھر نظریں نیچی کر کے دھیرے سے بولا،

"اداس۔۔۔"

اس کے یہ کہنے پر لمحہ بھر کے لیے ہوا بھی جیسے رک گئی۔

حالہ نے کوئی جواب نہیں دیا، بس خاموشی سے اس کے چہرے کو تکتی رہی۔

"میں نے بہت بڑی غلطی کر دی ہے، حالہ۔۔۔"

یہ کہتے ہوئے عفان کی آواز میں پچھتاوے کا واضح رنگ تھا۔

ریسٹورنٹ کے ارد گرد کی مدھم روشنی میں، ہوا کے جھونکوں کے درمیان، اس کی آواز کہیں گونج کر رہ گئی۔ مگر حالہ کے چہرے پر اب بھی کوئی تاثر نہ آیا، جیسے وہ یہ سب سننے کے لیے پہلے سے تیار بیٹھی ہو۔

ریسٹورنٹ کے باہر ہوا کی خنکی بڑھ گئی تھی۔ لکڑی کی میز پر ہلکی روشنی کا عکس پڑا ہوا تھا، اور حالہ کے سامنے بیٹھا عفان بے چینی سے اپنے ہاتھ مسل

رہا تھا۔ وہ جیسے کچھ کہنے کے لیے الفاظ ڈھونڈ رہا تھا، مگر حالہ کی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں —— خاموش، گہری، اور بے تاثر۔

ہوا نے ایک بار پھر اس کے بالوں کو ہلکے سے اڑایا، مگر اس نے کوئی حرکت نہ کی۔ اس کے چہرے پر نہ حیرانی تھی، نہ افسوس، نہ غصہ۔ وہ بس خاموشی سے بیٹھی عفان کے بولنے کا انتظار کر رہی تھی۔

عفان نے ایک لمبی سانس لی، پھر دھیرے سے بولا، "میں نے اسرہ سے شادی کر کے غلطی کر دی ہے، حالہ۔۔۔"

حالہ کے چہرے پر ذرا بھی فرق نہیں آیا، اس نے بس اپنی جگہ بے حد سکون سے بیٹھے عفان کو دیکھا۔ وہ شخص جو کبھی اس کا سب کچھ تھا، آج اس کی نظروں میں ایک اجنبی کی طرح بیٹھا تھا۔

عفان نے ماتھے پر ہاتھ پھیرا، جیسے اپنے ہی الفاظ کی شدت کو برداشت نہ کر پا رہا ہو، پھر مدھم لہجے میں بولا، "وہ لڑکی۔۔۔ اُففف، کیا بتاؤں تمہیں، یار۔۔۔ ہر وقت تنگ کرتی ہے، چوبیس گھنٹے مجھ سے لڑتی رہتی ہے۔ اور کوئی کام تو ہے نہیں اسے۔۔۔"

حالہ کی نظریں ذرا بھی نہیں ہلیں، وہ اسی سکون سے بیٹھی رہی، جیسے اس کی باتوں کا اس پر کوئی اثر نہیں ہو رہا ہو۔

"عفان... جس بات کے لیے آئے ہو، وہ کرو اور جاؤ۔۔۔" وہ دھیرے سے بولی، مگر لہجے کی سختی واضح تھی۔

عفان نے بے بسی سے اس کی طرف دیکھا، پھر جھک کر کہنے لگا، "یہی بات کرنی تھی تم سے، حالہ... کہ میں نے تمہیں کھو کر غلطی کر دی، تمہارے ساتھ غلط کیا ہے۔ وہ لڑکی اچھی نہیں ہے جس سے میں نے شادی کی..."

وہ دوبارہ گویا ہوا، مگر حالہ کی نظریں اب بھی سپاٹ تھیں۔ وہ خاموشی سے اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

عفان نے لمحہ بھر کو توقف کیا، پھر جیسے اپنے آپ سے الجھتے ہوئے بولا،

"مگر میں اور کر بھی کیا سکتا تھا، حالہ؟ مجھے اسرہ سے محبت تھی... جب وہ تمہارا کہنے آئی تو میں نے اسرہ سے کہا کہ وہ مجھ سے شادی کر لے، کیونکہ میں تب اسرہ سے محبت کرتا تھا..."

حالہ کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی تلخ مسکراہٹ آئی، مگر وہ فوراً ہی غائب ہو گئی۔

"اور میں؟" اس نے دھیرے سے کہا، مگر اس کی آواز میں ٹھنڈک تھی۔

"میرا نہیں سوچا تھا؟ اس وقت میں کس حال میں تھی؟ میں نے کس حال میں اسرہ کو تمہارے پاس بات کرنے کے لیے بھیجا تھا؟ اور تم نے میری

حالت نہیں دیکھی؟ تم نے میرا درد نہیں دیکھا؟ تم نے ایک لمحہ بھی میرے بارے میں نہیں سوچا، اور بنا کچھ محسوس کیے اسرہ سے شادی کر لی؟"

عفان نے گہری سانس لی، پھر ہلکے سے بولا، "میں کیا کرتا، حالہ؟ مجھے اس وقت اسرہ سے بے انتہا محبت تھی، بس اسی لیے..."

"میں اس معاملے پر بات نہیں کرنا چاہتی، عفان۔" حالہ نے سختی سے کہا، اور کرسی پر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ "میری زندگی میں اور بھی مسائل ہیں، اور میں پرانے دکھوں پر بات کر کے خود کو مزید تکلیف میں نہیں ڈالنا چاہتی۔ یہ سب پیچھے رہ گیا ہے، میں آگے آ چکی ہوں۔ اب میری زندگی میں جو پریشانیاں چل رہی ہیں، وہ میرے لیے زیادہ اہم ہیں، نہ کہ یہ جاننا کہ اسرہ اور تم نے میرے ساتھ کیا کیا تھا۔ یہ بات گزر چکی ہے، اور اب

اس پر بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔۔۔وقت گزر گیا اور حالات بھی بدل گئے"

عفان نے بے بسی سے حالہ کو دیکھا، مگر اس کی آنکھوں میں کوئی نرمی نہیں تھی۔ وہ وہی حالہ نہیں تھی جو کبھی اس کے لیے سب کچھ چھوڑنے کو تیار تھی۔ وہ اب بدل چکی تھی۔ اس کے لیے یہ سب ماضی تھا، مگر عفان کے لیے—یہ سب ایک ایسا بوجھ تھا جو اس کے دل پر ہمیشہ رہے گا۔

"یہ بات گزر گئی حالہ، مگر میرے دل میں ہمیشہ رہے گی..." عفان کی آواز مدھم تھی، مگر اس میں ایک تھکن سی تھی، ایک ایسا پچھتاوا جسے وہ اب بدل نہیں سکتا تھا۔ "میرے دل میں یہ غم ہمیشہ رہے گا کہ میں نے تمہارے ساتھ غلط کیا...اور تمہاری دوست نے...اسے بھی تمہارے

ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، اس نے تمہیں توڑ دیا... اس نے تمہارے ساتھ بے وفائی کی۔۔۔"

حالہ کے ہونٹ ایک لمحے کو کانپے، مگر اس کی آنکھوں میں اب بھی وہی سختی تھی۔ وہ مدھم مگر مضبوط لہجے میں بولی، "تم دونوں کی ایک ہی سزا ہے... کہ میں تم دونوں کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔"

عفان کو لگا جیسے اس کا دل ایک لمحے کو رک گیا ہو، مگر اس نے خود کو سنبھال لیا۔ اس نے نظریں جھکا کر گہری سانس لی اور دھیرے سے بولا، "میں اتنی دور صرف تم سے یہی بات کرنے آیا تھا، حالہ۔ اس وقت میرے دل و دماغ میں اسرہ تھی، اسی لیے میں نے اس سے شادی کے لیے ہاں کہہ دی۔ مگر شادی کے بعد مجھے احساس ہوا کہ میں نے کتنی بڑی غلطی کی... کیونکہ وہ لڑکی وہ نہیں تھی جس سے مجھے شادی کرنی چاہیے تھی..."

حالہ نے سرد نظروں سے اسے دیکھا، جیسے یہ سب باتیں اب اس کے لیے بے معنی ہو چکی تھیں۔ "تم اب کیا چاہتے ہو؟" اس نے سپاٹ لہجے میں پوچھا، جیسے عفان کے ہونے یا نہ ہونے سے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

عفان نے لمحہ بھر کے لیے اسے دیکھا، پھر ہلکی سی امید کے ساتھ بولا، "تم اب بھی مجھ سے اتنی ہی محبت کرتی ہو، حالہ؟"

حالہ کچھ لمحے کے لیے خاموش رہی۔ وہ بس اسے دیکھتی رہی، اس کی آنکھوں میں ایک پل کے لیے جذبات کی ہلکی سی جھلک آئی، مگر پھر اس کا چہرہ سخت ہو گیا۔

"نہیں۔"

عفان کے چہرے پر ایک پل کے لیے مایوسی چھا گئی۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر الفاظ جیسے اس کا ساتھ چھوڑ گئے تھے۔

حالہ نے گہری سانس لی، جیسے ایک اہم فیصلہ کرنے جا رہی ہو۔ پھر وہ بالکل ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی، "میرا یہ دل اب صرف زاویار کے لیے دھڑکتا ہے۔"

عفان کے چہرے پر ایک جھٹکا سا لگا، مگر وہ خاموش رہا۔

"لیکن کبھی تو میرے لیے دھڑکتا تھا نا؟" اس نے مدھم آواز میں پوچھا۔

"جب دھڑکتا تھا، تب تم نے اس کی قدر نہیں کی، عفان۔" حالہ کی آنکھوں میں ایک اداسی تھی، مگر اس کے لہجے میں تلخی واضح تھی۔ "اور اب یہاں آکر مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میں نے کتنے غلط شخص سے محبت کی تھی اس وقت... اور اب کتنا صحیح شخص میرے نصیب میں ہے۔"

عفان نے بے بسی سے اس کی طرف دیکھا، "کیوں حالہ؟ میں کہاں سے تمہیں غلط لگتا ہوں؟ اور تم اسے کیسے صحیح کہہ سکتی ہو؟"

حالہ کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی، تلخ مسکراہٹ آئی۔ "تم غلط نہیں ہو تو پھر کیا ہو؟ اگر تم صحیح ہوتے تو ایک لڑکی کی بے بسی اس وقت سمجھ جاتے، عفان۔ تم سمجھتے کہ میں کس کرب سے گزر رہی تھی، میرے ماں باپ نے مجھ پر کیا دباؤ ڈالا تھا... مگر تم نے نہیں سمجھا اور میری مدد کرنے کے بجائے اسرہ سے شادی کر لی... پھر تم کہاں سے ایک صحیح شخص تھے؟"

عفان بے بسی سے اسے دیکھ رہا تھا، مگر حالہ کی آنکھوں میں ایک عجب چمک تھی، جیسے وہ خود کو مکمل طور پر آزاد محسوس کر رہی ہو۔

"اور وہ صحیح کیوں ہے؟" حالہ نے جیسے خود ہی سوال اٹھایا اور خود ہی جواب دیا، "اس لیے کیونکہ زاویار وہ شخص ہے جس نے ہمیشہ میری حفاظت کی ہے، چاہے اسے مجھ سے جتنی بھی نفرت تھی، مگر اسے اس بات کا احساس تھا کہ میں ایک لڑکی ہوں..."

عفان نے گہری سانس لی، اس کے ہاتھ مٹھی میں بند ہو گئے۔

"اس نے ہمیشہ مجھے برے مردوں سے بچایا ہے، اس نے ہمیشہ میری حفاظت کی، چاہے وہ جیسا بھی تھا، مگر تمہاری طرح نہیں تھا جو ایک لڑکی کی مجبوری کو سمجھے بغیر دوسری سے شادی کر لے..."

حالہ کچھ دیر کے لیے رکی، اس کی نظریں عفان کی آنکھوں میں گڑی تھیں، اور وہاں بس پچھتاوا تھا، بے بسی تھی۔

"تم میں اور زاویار میں زمین آسمان کا فرق ہے، عفان..." حالہ کی آواز ہلکی مگر مضبوط تھی۔ "پھر تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ تم میرے لیے صحیح تھے... تم واقعی میرے لیے صحیح نہیں تھے۔ اور یہ بات مجھے تب سمجھ آئی جب تم نے میری مجبوری کو سمجھے بغیر اسرہ سے شادی کر لی تھی، جب تم نے یہ نہیں سوچا تھا کہ میرے اوپر کیا گزر رہی تھی اس وقت..."

عفان کی سانسیں جیسے رکنے لگیں۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر الفاظ اس کا ساتھ چھوڑ چکے تھے۔ حالہ اب وہ حالہ نہیں رہی تھی جو اس کے ایک لفظ پر پگھل جاتی، جو اس کی محبت میں اپنا سب کچھ قربان کر دینے کو تیار تھی۔ وہ بدل چکی تھی، مضبوط ہو چکی تھی۔ وہ اب کسی کی محبت کی محتاج نہیں تھی——
اور یہ حقیقت عفان کو توڑنے کے لیے کافی تھی۔

وہ اسے تک رہا تھا، جیسے اس کی ہر سانس کو محسوس کر رہا ہو، مگر حالہ کی آنکھوں میں اب وہ جذبہ نہیں تھا۔ وہ تو کب کا مر چکا تھا، وہ تو کب کا ختم ہو چکا تھا۔

ایک آنسو حالہ کی آنکھ سے نکلا، مگر وہ اسے گرنے نہیں دینا چاہتی تھی۔ اس نے جلدی سے اپنی ہتھیلی سے آنسو صاف کیا، جیسے وہ خود کو کمزور پڑنے

سے روک رہی ہو۔ وہ یہاں رونے کے لیے نہیں آئی تھی، وہ خود کو کمزور ثابت کرنے کے لیے نہیں بیٹھی تھی۔

"حالہ... حالہ میں سمجھ سکتا ہوں..." عفان کی آواز میں وہی بے چینی تھی جو اس کے چہرے پر تھی۔ "میں ایک اچھا شخص نہیں ہوں، پتہ ہے مجھے... اگر اچھا ہوتا تو تمہاری مجبوری سمجھ لیتا، اس سے شادی نہ کرتا، سب سمجھ ہے مجھے۔ مگر... مگر اب میرا دل تمہارے لیے بے چین ہوتا ہے، حالہ..."

وہ لمحہ بھر کے لیے رکا، جیسے خود کو الفاظ میں سمیٹنے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر آہستہ سے بولا، "جب سے مجھے پتہ چلا کہ اسرہ ایک اچھی لڑکی نہیں ہے اور تم ہو... تب سے حالہ، تب سے بس میرا دل تمہارے لیے بے چین ہوتا ہے..."

حالہ ہلکا سا مسکرائی، مگر وہ مسکراہٹ زہر میں بجھی ہوئی تھی، جیسے کسی زخم پر نمک چھڑک دیا ہو۔

"اب کیا فائدہ اس بے چینی کا؟ جب سب ختم ہو چکا... جب میرا دل تمہارے لیے مر چکا... جب میرے دل میں کوئی اور آ چکا؟"

عفان کے دل میں جیسے کوئی کانٹا چبھا، وہ بے قراری سے بولا، "کچھ ختم نہیں ہوا حالہ... میں جانتا ہوں، میں سب جانتا ہوں... تم بے شک زاویار سے محبت کرتی ہو گی، مگر اس وقت... اس وقت میں یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ تم اس رشتے سے خوش نہیں ہو..."

حالہ کے چہرے پر ایک پل کے لیے ایک سایہ سا لہرایا، جیسے کوئی پرانی یاد اسے چھو کر گزر گئی ہو۔ وہ لمحہ بھر کے لیے خاموش رہی، پھر ہلکی مگر بجھی ہوئی آواز میں بولی، "کیونکہ وہ مجھے چھوڑ رہا ہے..."

عفان کا دل جیسے ایک لمحے کے لیے تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اس کے چہرے پر حیرانی اور غصے کا امتزاج تھا۔ "وہ تمہیں چھوڑ رہا ہے؟"

حالہ نے نظریں نیچے کر لیں، جیسے کسی کرب کو چھپانے کی کوشش کر رہی ہو۔ "ہاں... وہ چھوڑ رہا ہے مجھے... وہ میرے ساتھ نہیں رہنا چاہتا... وہ مجھ سے محبت نہیں کرتا۔"

عفان نے ایک گہری سانس لی، جیسے خود کو کسی اندرونی طوفان سے روکنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"اور تم؟"

حالہ نے ایک لمحے کے لیے آنکھیں بند کیں، جیسے خود کو سنبھال رہی ہو۔

"میں اسے روک رہی ہوں... اسے روکنے کی ہر ناکام کوشش کر رہی ہوں، مگر وہ نہیں رکے گا۔"

عفان نے اس کے چہرے کو دیکھا، اس کی آنکھوں میں بسی نمی کو دیکھا، جو وہ ضبط کے باوجود چھپا نہیں پا رہی تھی۔

"وہ مجھے چھوڑ دے گا... " حالہ کی آواز کانپ گئی۔ "اور پھر میں کہاں جاؤں گی؟ کس کے پاس جاؤں گی؟ میرا کوئی گھر نہیں ہے، عفان... "

نمی دوبارہ اس کی آنکھوں میں ابھر آئی، مگر وہ رو نہیں سکتی تھی، وہ رونا نہیں چاہتی تھی۔ وہ کمزور نہیں پڑ سکتی تھی۔

عفان نے اسے بے بسی سے دیکھا، پھر جیسے بہت سکون سے، مگر پورے یقین سے بولا، "میں ہوں حالہ... میں ہوں... "

ہوا کی ٹھنڈک میں ایک دم جیسے سنّاٹا سا چھا گیا تھا۔ حالہ کی نظریں عفان کے چہرے پر جمیں، حیرانی کی ایک جھلک اس کی آنکھوں میں لہرائی، مگر

اگلے ہی لمحے اس کے چہرے کے تاثرات پھر سے سرد ہو گئے۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی، جیسے وہ عفان کی باتوں کا کوئی اثر لینے کو تیار نہ ہو۔

"تم ہو بھی تو کیا فرق پڑتا ہے؟" اس کی آواز میں ہلکی سی تھکن اور تلخی تھی۔ "جیسے کہ میں نے کہا، اب مجھے تم میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

عفان نے ایک گہری سانس لی، جیسے اس کی ہر بات اسے مزید زخمی کر رہی ہو۔

"حالہ... بے شک تمہیں نہ ہو، مگر..." وہ کچھ لمحے کو خاموش ہوا، پھر جیسے ہمت جمع کر کے بولا، "کیا تم مجھ سے شادی کرو گی؟ میں تمہیں اپنانا چاہتا ہوں، حالہ... میں پہلے نہیں کر سکا، مگر اب... اب کرنا چاہتا ہوں۔"

حالہ کے چہرے پر کوئی بھی تاثر نہیں ابھرا، وہ بالکل جامد تھی۔ پھر ہلکے مگر قطعی انداز میں بولی، "نہیں عفان... کبھی نہیں۔ جب تم سے کرنا چاہتی تھی، تب تم نے نہیں کی، اب میری باری ہے۔"

عفان کے چہرے پر ایک بے بسی سی چھا گئی۔ "حالہ، پھر تم کیا کرو گی؟ پھر کہاں جاؤ گی؟ جب وہ تمہیں چھوڑ دے گا تو کس کے پاس جاؤ گی؟"

حالہ کا دل ایک پل کے لیے جیسے رک سا گیا۔ وہ صحیح تو کہہ رہا تھا... زاویار کے چھوڑنے کے بعد وہ کہاں جائے گی؟

"کب تک چھوڑ رہا ہے وہ تمہیں؟"

"کچھ دنوں تک۔" حالہ نے بغیر کسی تاثر کے کہا، مگر اس کی آنکھوں میں ایک ہلکی سی نمی تیر گئی تھی۔

"حالہ..." عفان کی آواز میں ایک عجیب سی نرمی اور درخواست تھی۔

"میں واقعی تمہیں اپنانا چاہتا ہوں، بس ایک بار... بس ایک بار ہاں کر دو، پلیز۔"

حالہ نے کچھ نہیں کہا۔

"حالہ..." عفان جیسے اس کی خاموشی سے گھبرا گیا تھا۔ "تم خود سوچو، اس وقت تمہارے دل میں سب سے زیادہ یہ خیال ہے کہ زاویار کے چھوڑنے کے بعد تم کہاں جاؤ گی، کہاں رہو گی... مگر جب تم مجھے ہاں کہہ دو گی نہ، تو یہ احساس... یہ احساس تمہارے دل سے ختم ہو جائے گا۔ تمہیں پھر فرق نہیں پڑے گا کہ وہ تمہیں چھوڑ رہا ہے..."

"فرق نہیں پڑے گا؟" حالہ نے ایک تلخ مسکراہٹ کے ساتھ ہلکی سی ہنسی ہنسی۔

"یہ احساس تو ختم ہو جائے گا کہ وہ چھوڑ بھی دے تو آگے تم میرے پاس ہو... مگر محبت؟ محبت کا کیا کروں جو مجھے اب اس سے ہو گئی ہے؟"

عفان نے بے چینی سے لب کاٹا۔ "حالہ... اس سے ابھی ہوئی ہے، پہلے تو مجھ سے تھی نا؟"

حالہ نے گہری سانس لی، اس کی آنکھوں میں جیسے ایک پل کے لیے کچھ ٹوٹا، پھر وہ مضبوط ہو گئی۔ "پہلے تم سے تھی، مگر اب تم سے بھی زیادہ شدت سے اس سے ہو گئی ہے... تمہاری محبت سے تو نکل گئی تھی شاید، تم سے تو بس ایک کشش تھی... مگر زاویار؟ اس سے عشق ہوا ہے، عفان... میں زاویار کی محبت سے کبھی نہیں نکل سکتی۔ میں ہمیشہ کے لیے کھو جاؤں گی، عفان... میں خود کو بھی کھو دوں گی۔"

"نہیں حالہ... " عفان جیسے بے یقینی سے بولا، " یہ سب تمہارا وہم ہے... شادی کے بعد تم اسے بھول جاؤ گی، میں تمہیں اتنا پیار دوں گا کہ تم زاویار کا نام بھی بھول جاؤ گی۔"

حالہ نے سر نفی میں ہلایا، آنکھوں میں ایک عجب سا درد ابھر آیا۔ "نہیں عفان... وہ مجھے مر کر بھی نہیں بھولے گا، کیونکہ اس سے محبت کی وجہ نکاح ہے، اور نکاح کے بعد والی محبت کبھی نہیں بھولتی، عفان۔"

عفان کا دل جیسے کسی نے زور سے مسل دیا ہو۔ "حالہ... وہ تمہیں چھوڑنا چاہتا ہے، اسے تمہاری پرواہ نہیں کہ تم کہاں رہو گی، کیا کرو گی۔"

"کیونکہ وہ یہ بات نہیں جانتا، عفان... " حالہ کی آواز لرز گئی، مگر وہ خود کو کمزور نہیں پڑنے دینا چاہتی تھی۔ "وہ نہیں جانتا کہ میرے ماں باپ نے مجھے ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا ہے... کہ میں اب اس دنیا میں تنہا کھڑی ہوں،

بے سہارا... وہ تو نفرت میں مجھے چھوڑ رہا ہے، مگر اسے لگتا ہے کہ اس کے بعد میرے پاس واپس جانے کے لیے ماں باپ کا گھر ہو گا... کہ میں پلٹ جاؤں گی، ایک محفوظ چھت تلے... مگر اسے کیا معلوم، عفان؟" اس کے لب لرزے، پلکوں پر ٹھہرا پانی موتیوں کی صورت گرنے کو بے قرار تھا۔

"اگر اسے یہ سچائی معلوم ہو جائے کہ اس کے سوا میرا کوئی بھی نہیں ہے، تو میں یقین سے کہہ سکتی ہوں..." اس نے گہری سانس لی، جیسے کسی گھٹن میں گھری ہو۔ "کہ وہ میرے لیے سب کچھ چھوڑ دے گا، سب کچھ... کیونکہ اتنا تو میں اسے جان گئی ہوں، عفان... اتنا تو مجھے اس پر یقین ہے..."

یہ کہتے ہوئے اس کی آواز میں ایک ہلکی سی لرزش تھی، ایک امید کی کرن، ایک بے یقینی کا سایہ... جیسے وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کہ وہ اس یقین پر کتنی قائم رہ سکے گی۔

حالہ کی آنکھوں میں ایک بار پھر نمی تیرنے لگی، مگر وہ رونا نہیں چاہتی تھی۔ وہ عفان کے سامنے کمزور نہیں پڑ سکتی تھی، کسی کے سامنے بھی نہیں۔ وہ اب مزید ٹوٹنے کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔

"تمہیں کیوں ہے اس پر اتنا یقین؟"

"کیونکہ وہ واحد شخص ہے جس نے میری ہر طرح سے مدد کی، ہر قدم پر، ہر لمحے میں۔ وہ دل کا اتنا صاف ہے کہ اس کے قریب رہ کر خود کو کبھی اکیلا محسوس ہی نہیں کیا۔ میں نے اسے ہمیشہ غلط سمجھا، اور نفرت کی مگر درحقیقت، وہ ان لوگوں میں سے نہیں جو اپنی محبت لفظوں میں بانٹ دیں، وہ تو وہ ہے جو اپنی خاموشی میں بھی کسی کا سہارا بن جائے۔ اور میں سوچتی ہوں، اگر مجھے اس جیسے شخص کی محبت مل جائے، تو میں دنیا کی سب سے خوش نصیب انسان بن جاؤں، کیونکہ ایسا خالص دل رکھنے والا شخص

کسی کی زندگی میں روشنی کی طرح ہوتا ہے، جو چاہے خود دور رہے، مگر اندھیروں کو چھونے نہیں دیتا۔"

پھر نظر اٹھا کر سامنے بیٹھے عفان کو دیکھا۔

"وہ... وہ جب مسکراتا ہے ناں، تو جیسے لمحہ تھم سا جاتا ہے۔" حالہ کی آواز میں ایک کھویا ہوا سا رنگ تھا، جیسے وہ کسی خواب میں ہو۔ "اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک ہوتی ہے، جو لفظوں سے زیادہ بات کرتی ہے۔ کبھی کبھی وہ بنا کچھ کہے ہی سب کچھ کہہ دیتا ہے، اور میں بس... میں بس اسے دیکھتی رہ جاتی ہوں۔"

وہ مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ نظریں جھکا گئی، جیسے کوئی قیمتی راز اپنے اندر چھپا رہی ہو۔ "اسے غصہ آتا ہے تو وہ زیادہ نہیں بولتا، بس ایک نظر ڈالتا ہے، اور وہ ایک نظر... جیسے پوری دنیا خاموش کر دے۔"

اس نے ہلکی سانس بھری، "اور اس کی عادتیں... وہ جب سوچ میں ڈوبتا ہے تو اپنی انگلیوں سے میز پر آہستہ آہستہ ضربیں دینے لگتا ہے۔ جب پریشان ہوتا ہے تو اپنے ہاتھ کی پشت سے گردن مسلتا ہے، جیسے خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا ہو۔ اور جب کوئی چیز پسند آئے تو نظریں جھکائے بس مسکرا دیتا ہے"

وہ کچھ دیر خاموش رہی، پھر جیسے خود سے کہہ رہی ہو، "کاش وہ جان سکتا کہ اس کی ہر چھوٹی عادت، اس کی ہر خاموشی، ہر نظر، میرے لیے کتنی اہم ہے۔"

"پتا نہیں کب، کہاں، کیسے... مگر میں اس کی ہر عادت میں کھو گئی ہوں۔"

حالہ کی آواز میں ایک گہری سنجیدگی تھی، جیسے وہ خود بھی حیران ہو کہ

زاویار کی ہر چھوٹی سے چھوٹی بات اس کے لیے اتنی اہم کیوں ہونے لگی ہے۔

"جب وہ نماز پڑھتا ہے... تو میں بس دیکھتی رہ جاتی ہوں۔ اس کا سرا جھکائے بیٹھنا، دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا، پیشانی سجدے میں رکھ کر پل بھر کے لیے جیسے دنیا سے کٹ جانا... میں نہیں جانتی کیوں، مگر وہ منظر میرے دل کو بہت عجیب سا سکون دیتا ہے۔ جیسے سب کچھ ٹھیک ہو سکتا ہے، جیسے میرے سارے سوالوں کے جواب کہیں اسی لمحے میں چھپے ہوں۔"

اس نے ہلکی سانس لی، مسکراتی نظروں سے خلا میں کچھ تکتے ہوئے بولی،

"اور وہ جب الجھتا ہے نا، تو اپنی گھڑی کی چین کو آہستہ آہستہ انگلیوں میں گھمانے لگتا ہے۔ جیسے کوئی نادیدہ بوجھ اپنے اندر سہنے کی کوشش کر رہا ہو۔

جب پریشان ہوتا ہے تو آنکھیں کسی انجانی سوچ میں الجھی رہتی ہیں، لب ہلکی سی سختی سے بھینچے جاتے ہیں، مگر وہ کسی سے کچھ نہیں کہتا۔ جیسے خود ہی سب سنبھال لے گا، جیسے کسی کو تکلیف دینا اس کے اصولوں میں شامل نہ ہو۔"

وہ ایک پل کو رکی، پھر مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ سر جھکا کر بولی، "وہ اکثر سرسری انداز میں میری طرف دیکھ کر نظریں پھیر لیتا ہے، جیسے میں کوئی عام چیز ہوں۔ مگر میں نے محسوس کیا ہے، اس کی وہ ایک نظر بھی میرے دل کی دنیا ہلا دیتی ہے۔ اس کے لبوں پر وہ ہلکی سی سنجیدہ مسکراہٹ، جو کبھی کبھار ظاہر ہوتی ہے، جیسے کوئی راز ہو جو وہ سب سے چھپا رہا ہو، میں بس اسے دیکھتی رہ جاتی ہوں۔"

اس نے آہستہ سے پلکیں جھپکائیں، جیسے خود کو یقین دلانے کی کوشش کر رہی ہو، "یہ کیسی محبت ہے؟ جہاں میں ہر اس چیز میں کھو گئی ہوں جو وہ ہے، جو وہ کرتا ہے، جو وہ محسوس کرتا ہے؟ میں نے کب سوچا تھا کہ میں کسی کی نماز، کسی کی خاموشی، کسی کی بے ساختہ عادتوں سے محبت کرنے لگوں گی؟ مگر ہو گیا نا... زاویار سے محبت بس ہو گئی ہے، بنا کسی شرط، بنا کسی دلیل کے۔"

عفان کچھ دیر خاموشی سے حالہ کو دیکھتا رہا، دل جیسے جل اٹھا تھا، پھر وہ گہری سانس لے کر بولا،

"یعنی تم مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتی؟"

حالہ نے بے تاثر چہرے کے ساتھ اسے دیکھا، آنکھوں میں کوئی جذبات نہ تھے، بس ایک عجیب سی ویرانی تھی۔

"بالکل ٹھیک کہا... میں نہیں کرنا چاہتی۔"

عفان نے نظریں جھکائیں، پھر ایک پل کے لیے جیسے کچھ سوچ کر دوبارہ اسے دیکھا۔

"مجبوری میں بھی نہیں؟"

حالہ کی آنکھوں میں لمحہ بھر کے لیے ہلکی سی جھجک آئی، وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگی۔ شاید اس سوال کا جواب اتنا آسان نہیں تھا، جتنا وہ ظاہر کر رہی تھی۔ اگر زاویار نے واقعی اسے چھوڑ دیا تو وہ کہاں جائے گی؟ اس کا کوئی نہیں تھا، نہ ماں، نہ باپ، نہ کوئی ایسا جس کے پاس وہ جا سکتی۔

مگر یہ بات تو طے تھی کہ وہ اب عفان سے بھی شادی نہیں کرے گی۔

"بولو، حالہ..." عفان نے نرمی سے کہا، جیسے اسے الجھن میں دیکھ کر بے چین ہو رہا ہو۔

حالہ نے گہری سانس لی، اپنی نظریں عفان کے چہرے پر جمائیں اور بہت ٹھہرے ہوئے انداز میں بولی،

"عفان... میں زاویار کے چھوڑنے کے بعد کسی اور شخص سے شادی نہیں کر سکتی۔ اس کی یاد... اس کی ہر بات، اس کے ساتھ گزارا ہوا وقت مجھے ہر پل یاد آئے گا۔ میں زاویار کے بعد کسی اور کے ساتھ زندگی گزارنے کے قابل نہیں رہوں گی... میں اس سے طلاق نہیں لینا چاہتی۔"

عفان نے جیسے بے یقینی سے اسے دیکھا، ایک لمحے کے لیے وہ کچھ کہہ ہی نہ سکا۔ پھر اس کی آنکھوں میں شدت ابھری، وہ تھوڑا آگے جھک کر بولا،

"پھر اس کے چھوڑنے کے بعد کہاں جاؤ گی؟ یہ سوچا ہے تم نے؟"

حالہ کی پلکیں لرزیں، وہ چند لمحے خاموش رہی، جیسے خود کو سنبھال رہی ہو، پھر دھیرے سے بولی،

"فرض کرو، اگر میں نے تم سے شادی کر بھی لی... تو بھی میں تم سے دوبارہ کبھی محبت نہیں کر سکوں گی، عفان۔ میرے دل و دماغ میں اس وقت زاویار کے علاوہ کوئی اور نام نہیں ہے..."

عفان کے لب تھوڑا سے کانپے، جیسے وہ حالہ کے لفظوں کی چبھن کو محسوس کر رہا ہو۔ مگر وہ پھر بھی ہار ماننے کو تیار نہ تھا۔

"خیر ہے، حالہ... تم نہ کرو محبت..." اس نے ٹوٹے لہجے میں کہا، پھر ایک پل کے لیے رک کر جیسے اپنا درد چھپایا اور ٹھہرے ہوئے انداز میں بولا، "مگر... مگر پلیز، حالہ... مجھ سے شادی کر لو۔ میں تمہیں اپنانا چاہتا ہوں، میں تم سے محبت کرتا ہوں۔"

اس کی آنکھوں میں ایک التجا تھی، ایک خواہش، ایک امید، مگر حالہ کا چہرہ اب بھی سپاٹ تھا، جیسے وہ جانتی ہو کہ اس محبت کی کوئی منزل نہیں... جیسے وہ جان چکی ہو کہ کچھ راستے ہمیشہ کے لیے بند ہو چکے ہیں...

حالہ نے عفان کی آنکھوں میں جھانکا، جہاں بے بسی، محبت اور التجا سب کچھ تھا۔ مگر وہ جانتی تھی کہ وہ اس راستے پر نہیں چل سکتی۔ وہ آہستہ سے سر جھکاتے ہوئے بولی،

"محبت صرف اپنانے کا نام نہیں ہوتی، عفان..."

عفان نے جیسے بے چینی سے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا، "تو پھر کیا ہے، حالہ؟ اگر محبت میں دو لوگ ساتھ نہ ہوں، تو وہ محبت ہی کیا؟"

حالہ ہلکا سا مسکرائی، وہی تلخ مسکراہٹ جو عفان کو ہمیشہ بے چین کر دیتی تھی۔

"محبت قربانی کا نام ہے، صبر کا نام ہے... محبت وہ نہیں جو تم کر رہے ہو، عفان۔ محبت وہ تھی جو میں نے کی... جب تم نے میری پروا کیے بغیر کسی اور کو اپنا لیا، تو میں نے تمہیں اپنی محبت سے آزاد کر دیا، حالانکہ میں چاہتی تو تمہیں روک سکتی تھی، مگر میں نے ایسا نہیں کیا... کیونکہ میں جانتی تھی کہ محبت زبردستی سے نہیں کی جا سکتی۔"

عفان کی آنکھوں میں درد ابھرا، وہ بمشکل بول پایا،

"تو کیا تمہیں میری ذرا بھی پروا نہیں؟"

حالہ نے گہری سانس لی اور آسمان کی طرف دیکھا، جیسے خود سے لڑ رہی ہو۔ پھر اس کی نظریں عفان کے چہرے پر آ کر ٹھہر گئیں۔

"پروا تھی، عفان... بہت زیادہ۔ جب تم نے میرا ہاتھ چھوڑا تھا، تب میرے اندر سب کچھ ٹوٹ گیا تھا... مگر پھر زاویار آیا، اور اس نے مجھے

سنبھالا، چاہے وہ مجھ سے نفرت ہی کیوں نہ کرتا ہو، مگر اس نے کبھی میرا ساتھ نہیں چھوڑا، کبھی میری مجبوریوں کا فائدہ نہیں اٹھایا۔ اور میں آج بھی اسی لیے اس سے محبت کرتی ہوں کہ وہ میری تکلیفوں کو سمجھے بغیر بھی مجھے اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔۔۔ اگر اسے پتا چل گیا کے میرا اس کے سوا اب کوئی نہیں تو وہ مجھے چھوڑ کر نہیں جائے گا"

عفان کی مٹھیاں بھنچ گئیں، اس کی آنکھیں درد سے سرخ ہو گئیں۔

"مگر وہ تو تمہیں چھوڑ رہا ہے، حالہ...!" وہ تقریباً چلایا۔

حالہ کی پلکیں جھپکیں، آنکھوں میں نمی ابھری، مگر وہ فوراً خود کو سنبھالتے ہوئے بولی،

"ہاں... وہ چھوڑ رہا ہے... مگر وہ مجھ سے نفرت کی وجہ سے چھوڑ رہا ہے، نہ کہ کسی اور محبت کی خاطر، جیسے تم نے چھوڑا تھا۔"

عفان نے بے یقینی سے حالہ کو دیکھا، جیسے وہ جانتا ہو کہ اب کچھ بھی کہنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

"میں تمہیں خوش رکھوں گا، حالہ... میں تمہیں زاویار کو بھلا دوں گا۔ بس ایک بار ہاں کہہ دو، میں تمہاری دنیا بدل دوں گا۔"

حالہ نے ایک پل کے لیے آنکھیں بند کیں، جیسے کوئی فیصلہ کرنے جا رہی ہو، پھر وہ دھیرے سے بولی،

"میری دنیا بدل چکی ہے، عفان... اور اب میں اسے دوبارہ نہیں بدلنا چاہتی۔"

عفان کا دل جیسے ایک دم ساکت ہو گیا۔ وہ اسے دیکھتا رہا، اس امید کے ساتھ کہ شاید حالہ اپنے الفاظ واپس لے لے، مگر حالہ کے چہرے پر اب

وہی مضبوطی تھی، وہی سرد مہر خاموشی جو عفان کے دل میں کانٹے کی طرح چبھ گئی۔

"خدا حافظ عفان..." حالہ نے آہستہ سے کہا اور جگہ سے اٹھ گئی۔

عفان نے بے بسی سے اسے جاتے دیکھا، اس کے دل میں ایک طوفان تھا، مگر وہ جان چکا تھا کہ یہ محبت اب اس کے ہاتھ سے پھسل چکی ہے... ہمیشہ کے لیے۔

☆☆☆✦☆☆☆

وہ ایک چھوٹے سے کیفے میں بیٹھا ہوا تھا، وہی کیفے جہاں کچھ دن پہلے بھی ماہا سے ملاقات ہوئی تھی۔ اندر مدھم سی روشنی تھی، دیواروں پر لکڑی کے شیلف لگے تھے جن پر کتابیں سجی تھیں، اور کہیں کہیں گرم کافی کے مگ سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ باہر ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی، مگر زاویار کا دھیان

نہ موسم پر تھا، نہ کیفے کے پر سکون ماحول پر، اور نہ ہی ماہا کی مسلسل چلتی زبان پر۔

ماہا اس کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی، براؤن اونی کوٹ میں ملبوس، وہ ہاتھ ہلا ہلا کر جوش سے بول رہی تھی، جیسے کوئی بہت دلچسپ کہانی سنا رہی ہو۔ اس کے چہرے پر ایک جاندار مسکراہٹ تھی، مگر زاویار کا دھیان کہیں اور تھا۔ وہ کبھی سامنے کسی غیر مرئی نقطے کو گھورتا، کبھی کھڑکی سے باہر ٹھنڈی ہوا میں بھیگتے لوگوں کو دیکھتا، اور کبھی اپنے فون پر وقت دیکھتا۔

ماہا اس کے آفس آگئی تھی، زبردستی اسے ساتھ چلنے پر مجبور کیا، اور اب وہ بے تکان بولے جا رہی تھی۔ زاویار کو باتیں سننے کی عادت نہیں تھی، زیادہ دیر کسی کی گفتگو برداشت کرنا تو جیسے اس کے بس کی بات ہی نہ تھی۔ وہ

نہیں جانتا تھا کہ ماہا کب سے بول رہی تھی، نہ اسے یہ اندازہ تھا کہ وہ کیا کہہ رہی تھی۔

"اور پھر جب ہم وہاں سے واپس آئے تو——"

ماہا بولتے بولتے رکی، اس کی نظر زاویار کے چہرے پر گئی، جواب بھی کہیں اور دیکھ رہا تھا، جیسے وہ یہاں ہو ہی نہ۔ جیسے اس کی آنکھیں کسی اور دنیا میں گم ہوں۔

"زاویار؟"

وہ اچانک کہتی ہے، جس پر زاویار چونک کر اس کی طرف دیکھتا ہے۔

"تم میری باتیں سن بھی رہے ہو یا نہیں؟"

زاویار نے چند لمحے اسے دیکھا، پھر بے پروائی سے کہا، "سن رہا ہوں... مگر کیا تم کچھ دیر خاموش رہ سکتی ہو؟"

ماہا کو لگا جیسے کسی نے دل پر پتھر مار دیا ہو۔ اس کی آنکھوں میں جیسے یکدم اداسی اتر آئی۔ وہ جو پرجوش انداز میں بات کر رہی تھی، اچانک ساکت ہو گئی۔ زاویار پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس کے لیے کسی کو یوں ٹوک دینا بالکل عام سی بات تھی۔ اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا، تو وہ کیوں سنتا؟

ماہا نے لب بھینچ لیے، جیسے کوئی اندرونی تکلیف چھپانے کی کوشش کر رہی ہو۔ "ویسے تم سے ایسی امید نہیں تھی..." وہ جیسے ہلکی سی ناراضی سے بولی، مگر زاویار پر کوئی اثر نہ ہوا۔

"مجھ سے ایسی امید لگانی بھی نہیں چاہیے..." زاویار نے اتنی ہی بے نیازی سے کہا۔

ماہاخاموشی سے اسے دیکھتی رہی، اس کی نظریں کچھ کھوجتی ہوئی، جیسے وہ زاویار کی اس بے حسی کی وجہ سمجھنا چاہتی ہو۔

زاویار نے ایک گہری سانس لی اور کہا، "خیر..."

ماہا ایک بار پھر چونکی، جیسے کچھ سننے کے انتظار میں ہو۔

"زارا کو اس بارے میں مت بتانا۔"

"کس بارے میں؟" ماہا حیرانی سے بولی، اب وہ واقعی الجھ گئی تھی۔

زاویار نے ایک پل کو اس کی طرف دیکھا، پھر نظر چرائی۔ "کہ میں تم سے شادی کر رہا ہوں۔"

ماہا کے چہرے کے تاثرات فوراً بدلے۔ اس کی آنکھوں میں جو شکوہ تھا، وہ پل بھر میں مسکراہٹ میں بدل گیا۔ "ہاں ہاں، نہیں بتاؤں گی!" وہ چہک کر بولی، جیسے ایک پل میں ساری ناراضگی ختم ہو گئی ہو۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

حالہ نے ریسٹورنٹ کے دروازے سے باہر قدم رکھا تو شام کی ہلکی نیلگوں روشنی آسمان پر پھیل رہی تھی۔ سڑک پر گاڑیاں اپنی ہی رفتار میں دوڑ رہی تھیں، مگر حالہ کے دل کی دھڑکن اس تیزی سے بڑھنے لگی جیسے وقت تھم گیا ہو۔ اس نے ارد گرد نظر دوڑائی، لوگوں کے چہرے پڑھے، کہیں وہ شخص تو نہیں؟ جو اسے فالو کر رہا تھا؟ جو اس کی ہر حرکت پر نظر رکھے ہوئے تھا؟ اس کے دل میں عجیب سا خوف اٹھا۔ اگر وہ واقعی یہاں تک آ گیا؟ اگر وہ چھپ کر اسے دیکھ رہا ہوا؟ ہوا میں خنکی بڑھ رہی تھی، اور آسمان

کی سرمئی چادر پر رات کی سیاہی آہستہ آہستہ پھیل رہی تھی۔ وہ اکیلی تھی، کہاں جاتی؟ کیسے جاتی؟ دل کی دھڑکن بے ترتیب ہوئی، اس نے جھجکتے ہوئے بیگ سے فون نکالا اور زاویار کا نمبر ڈائل کر دیا۔

☆☆☆✦☆☆☆

زاویار اس وقت کیفے میں آرام دہ انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ سامنے ماہا تھی، جو اب خاموش ہو چکی تھی، اور زاویار دل ہی دل میں شکر ادا کر رہا تھا کہ آخر کار اسے سکون نصیب ہوا۔ وہ جانے ہی والا تھا کہ اس کے فون کی اسکرین پر "حالہ" کا نام چمکا۔ زاویار کے ماتھے پر ہلکی سی شکن آئی، جانے کیوں دل میں کچھ ہلچل سی ہوئی۔ وہ اپارٹمنٹ میں اکیلی تھی۔۔۔ اس نے فوراً کال اٹھالی۔ "ہاں حالہ بولو؟ سب ٹھیک ہے؟" پتہ نہیں کیوں، مگر حالہ کی اس

وقت کال آنا اسے بے چین کر گیا۔ دوسری طرف ماہا، جو پہلے ہی زاویار کی توجہ ختم ہونے پر بیزار ہو رہی تھی، جیسے ہی حالہ کا نام سنا تو اس کا موڈ اور خراب ہو گیا۔ اس نے فوراً منہ بنایا، اور بنا موقع گنوائے زاویر کی توجہ کھینچنے کے لیے بول پڑی—

"زاویار، بل ادا کر دو!"

حالہ جو ابھی بول ہی رہی تھی، فوراً خاموش ہو گئی۔ زاویار بھی جو حالہ کی بات سن رہا تھا، ایک پل کو رکا اور ماہا کی طرف دیکھا۔

ماہا کے چہرے پر ہلکی سی فاتحانہ مسکراہٹ تھی، جیسے وہ جان بوجھ کر حالہ کو سنانا چاہتی ہو کہ زاویار کس کے ساتھ ہے۔ دوسری طرف حالہ کا دل جیسے ایک لمحے کو تھم گیا۔ تو زاویار اس وقت ماہا کے ساتھ تھا؟

ایک بے نام سا درد سینے میں اترا، جیسے کوئی کانچ کا ٹکڑا دل میں پیوست ہو گیا ہو۔

"حالہ؟ کیا ہوا؟ بولو؟" زاویار کی آواز دوبارہ ابھری، مگر اب وہ بے چینی لیے ہوئے تھی۔

حالہ نے سانس اندر کھینچی، خود کو سنبھالا، مگر آواز کی لرزش نہیں روک سکی۔

"ہاں... زاویار... کیا تم مجھے لینے آ سکتے ہو؟ میں ایک جگہ آئی ہوئی ہوں اور..."

"لوکیشن سینڈ کرو۔"

وہ ابھی اپنی بات مکمل کر ہی رہی تھی کہ زاویار نے فوراً کہا تھا۔

اور اگلے ہی لمحے فون بند کر دیا۔

زاویار نے فون جیب میں رکھا، اور نظریں ماہا پر ڈالیں، جو اسے بغور دیکھ رہی تھی۔

"اوکے، میں جا رہا ہوں۔" وہ پر سکون انداز میں بولا اور اٹھنے لگا۔

ماہا فوراً کھڑی ہو گئی، اپنا بیگ اٹھایا اور ہلکے غصے سے بولی، "جب تم اسے چھوڑنے والے ہو تو پھر اتنی توجہ کیوں دے رہے ہو؟ کیوں سن رہے ہو اس کی ہر بات؟"

زاویار نے ایک لمحے کو اس کی طرف دیکھا، پھر نہایت ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا، "میں چھوڑنے والا ہوں، چھوڑا نہیں ہے ابھی۔"

اور یہ کہہ کر وہ مڑنے لگا۔

"سنو..." ماہا نے جلدی سے پکارا۔

زاویار نے رک کر سر موڑا۔ ماہا کچھ لمحے ہچکچائی، پھر قدرے دھیمے لہجے میں بولی، "مجھے بھی ڈراپ کر دو گے؟" زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی، پھر مختصر سا "ہاں" کہہ کر کیفے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ماہا خاموشی سے اس کے پیچھے چل دی، مگر دل میں ایک الجھن لیے کہ زاویار کے دل میں آخر حالہ کے لیے اب بھی اتنی فکر کیوں تھی...

☆☆☆✦☆☆☆

سڑک پر گاڑیاں اپنی رفتار سے چل رہی تھیں، اور حالہ ایک بار پھر ریسٹورنٹ کے اندر جا بیٹھی تھی۔ باہر کھڑے ہو کر کرتی بھی کیا؟ اسے خوف تھا، بے یقینی تھی، اور سب سے بڑھ کر، وہ اکیلی تھی۔

عفان بھی چلا گیا تھا، بغیر پلٹ کر دیکھے، بغیر یہ پوچھے کہ وہ گھر کیسے جائے گی؟ اسے ایک بار بھی یہ احساس نہ ہوا کہ حالہ اکیلی ہے۔۔۔اور پھر کہتا ہے کے میں زاویار سے بہتر ہوں۔۔۔

حالہ نے گہری سانس لی، مگر اس کا دل جیسے بے اختیار زاویار کی طرف چلا گیا۔

وہ ماہا کے ساتھ تھا۔

زاویار...اس وقت ماہا کے ساتھ بیٹھا تھا۔

کتنے خوش ہوں گے دونوں... کتنی باتیں ہو رہی ہوں گی ان کے درمیان...

زاویار اس کی باتیں سن رہا ہو گا، مسکرا رہا ہو گا...

یہ خیال آتے ہی حالہ کے دل میں جیسے کوئی چیز ٹوٹ کر بکھر گئی۔ سینے میں ایک اداسی سی اتر آئی۔ وہ جو لمحہ بھر پہلے خود کو مضبوط کر رہی تھی، اچانک وہ سب بیکار لگنے لگا۔

اچانک، باہر ایک گاڑی کی آواز ابھری۔

یہ وہی آواز تھی، جو وہ دور سے پہچان سکتی تھی۔ زاویار کی گاڑی کی آواز۔

دل کی دھڑکن بے اختیار تیز ہوئی۔

حالہ کو ہمیشہ سے زاویار کے آنے کا احساس ہو جاتا تھا، چاہے وہ جتنا بھی دور ہوتا۔ یہ احساس کبھی غلط نہیں نکلا تھا۔

وہ آہستہ سے اٹھی، ریسٹورنٹ کے دروازے سے باہر نکلی، اور جیسے ہی سڑک پر نظر ڈالی، تو دل کی دھڑکن ایک پل کو تھم گئی۔

ہاں، وہ زاویار کی ہی گاڑی تھی۔

ایک لمحے کے لیے حالہ کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔

مگر یہ مسکراہٹ پل بھر میں ماند پڑ گئی جب اس کی نظر گاڑی میں بیٹھے زاویار کے ساتھ موجود لڑکی پر پڑی۔

ماہا...

ماہا، جو زاویار کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی...

ماہا، جو خوش ہو کر زاویار سے کچھ کہہ رہی تھی...

ماہا، جس کی باتیں زاویار سن رہا تھا...

حالہ کا دل جیسے کسی نے سختی سے مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔ آنکھوں میں نمی تیرنے لگی، مگر وہ ضبط کیے تھکے قدموں سے گاڑی کے قریب پہنچی۔ زاویار

کی گاڑی کے پیچھے بیٹھنے کے بجائے، اس نے ایک جھٹکے سے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولا، جہاں ماہا بیٹھی تھی۔

ماہا حیران رہ گئی، اس کی آنکھوں میں ایک پل کو الجھن اتری۔

حالہ نے کوئی بات نہیں کی، بس سیدھی ماہا کی آنکھوں میں دیکھا۔

اور ماہا کو پہلی بار یوں محسوس ہوا جیسے حالہ اس کی جگہ چھیننے آئی ہو۔

"اُٹھو میری جگہ سے!"

حالہ کی آواز سخت تھی، اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سا غصہ تھا۔ ماہا نے حیرانی سے اسے دیکھا، پھر ایک نظر زاویار پر ڈالی جو بس خاموشی سے دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

"دیکھ نہیں رہی میں بیٹھی ہوں؟ جاؤ، پیچھے بیٹھو!" ماہا نے بے پروائی سے کہا، مگر حالہ کی نظریں سلگ رہی تھیں۔

"میں کہہ رہی ہوں کہ میری جگہ سے اُٹھو!" حالہ نے الفاظ چبا چبا کر ادا کیے، جیسے ضبط کا آخری کنارہ بھی چھوٹنے والا ہو۔

"کیوں اُٹھوں؟ پہلے میں بیٹھی ہوں اور میں یہاں سے نہیں ہٹوں گی!" ماہا نے تیکھے لہجے میں کہا۔

حالہ کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔ وہ ایک دم زاویار کی طرف پلٹی۔

"زاویار، اِسے کہو کہ اُٹھے!"

زاویار نے پرسکون انداز میں سر اٹھایا، ایک نظر حالہ پر ڈالی، ایک نظر ماہا پر، مگر کچھ کہا نہیں۔

"زاویار! میں نہیں اُٹھوں گی! اِسے کہو پیچھے بیٹھے!" ماہا نے ضدی لہجے میں کہا۔

حالہ کی مٹھیاں سختی سے بند ہو گئیں، آنکھوں میں نمی جھلملانے لگی۔

"زاویار اگر... اگر تم نے پانچ سیکنڈ کے اندر اِسے اُٹھنے کو نہ کہا، تو میں یہاں سے پیدل چلی جاؤں گی! اور پھر اگر تم نے بعد میں مجھے روکنے کی کوشش کی، تو میں... میں نہیں رُکوں گی!"

ایک آنسو اس کی آنکھ سے گرا، جو نہ صرف زاویار نے بلکہ ماہا نے بھی دیکھا۔

اب حالہ کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں، جیسے ان میں خون اتر آیا ہو۔

زاویار نے ہلکی سی سانس لی۔

"ماہا..." وہ کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ ماہا بول پڑی۔

"نہیں زاویار! پہلے میں بیٹھی ہوں، اور میں یہاں سے نہیں اُٹھوں گی! اِسے کہو کہ یہ پیدل ہی چلی جائے! ہوتی کون ہے یہ ہمارے درمیان آنے والی؟"

بس یہ جملہ کافی تھا۔

حالہ نے پوری قوت سے دروازہ بند کیا، اتنی زور سے کہ آواز پوری گلی میں گونج گئی۔

زاویار کے ہاتھ اسٹیرنگ پر سخت ہو گئے، مگر وہ خاموش رہا۔

حالہ تیز قدموں سے مڑی، اپنے آنسو پونچھے اور بنا پیچھے دیکھے چلنے لگی۔

زاویار جلدی سے گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلا، اور دوڑتا ہوا اس کے قریب پہنچا۔

"حالہ!"

زاویار نے بلند آواز میں پکارا، مگر وہ نہیں رُکی۔

وہ اپنی ہتھیلی کی پشت سے آنسو صاف کرتی تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی، جیسے ہوا سے لڑ رہی ہو۔

"حالہ...!"

اس کی سانس تیز ہو رہی تھی، مگر حالہ کے قدم نہیں رُک رہے تھے۔

زاویار نے آگے بڑھ کر اس کا بازو مضبوطی سے پکڑا اور اسے اپنے سامنے کیا۔

"چلو، گاڑی میں بیٹھو!" اس کا لہجہ سخت تھا۔

"نہیں... نہیں بیٹھوں گی!" حالہ نے بازو چھڑانے کی کوشش کی، مگر زاویار نے گرفت مضبوط کر لی۔

"حالہ، تماشہ مت بناؤ! چلو!"

"زاویار! میں کہہ رہی ہوں میرا بازو چھوڑو!" وہ غصے سے غرائی، آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"پیدل جاؤ گی؟ تمہارا دماغ ٹھیک ہے؟ آدھی رات کو، اکیلی؟" زاویار کی آنکھوں میں سختی تھی۔

"ہاں، پیدل جاؤں گی! مر جاؤں گی، دفن ہو جاؤں گی، تمہیں کیا پروا؟" وہ زور سے چیخی۔

زاویار نے گہری سانس لی، مگر اس کا بازو ابھی بھی مضبوطی سے تھاما ہوا تھا۔

"حالہ، چلو!"

"نہیں جانا مجھے! چھوڑو میرا ہاتھ! میں جاؤں گی تو تم دونوں کے بیچ آجاؤں گی نا؟ اسی لیے، مجھے تم دونوں کے بیچ آنا ہی نہیں ہے!"

حالہ کے الفاظ میں درد، غصہ اور بے بسی تھی۔

"حالہ پلیز تماشہ نہ بناؤ!" زاویار نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔

"چھوڑو اس کا ہاتھ!"

اچانک، قریب سے ایک سخت آواز ابھری۔

حالہ اور زاویار، دونوں نے چونک کر چہرہ موڑا۔

ایک اجنبی شخص، نیلے رنگ کے لباس میں، ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"چھوڑو حالہ کا ہاتھ!"

وہ زاویار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔

حالہ نے ایک نظر اس آدمی کو دیکھا، پھر زاویار کو، اور پھر دوبارہ اس آدمی کو۔

حالہ نے آنکھیں حیرت سے پھیلائیں، جیسے یقین نہ آیا ہو۔

"عفان؟ تم؟"

اس کے لب کپکپائے، آواز بے یقینی میں ڈوبی ہوئی تھی۔

عفان نے ایک ہلکی سی مسکراہٹ دی، مگر اس کی نظریں زاویار پر جمی ہوئی تھیں۔

"تم تو چلے گئے تھے نا؟" حالہ نے بے ساختہ پوچھا۔

زاویار خاموشی سے اس شخص کو دیکھ رہا تھا۔ جیسے وہ چہرہ کچھ جانا پہچانا ہو، جیسے وہ اس شخص کو کہیں نہ کہیں دیکھ چکا ہو۔

زاویار کی انگلیاں آہستہ آہستہ ڈھیلی ہونے لگیں، اور اس کی گرفت حالہ کے بازو سے چھوٹ گئی۔ جسے وہ اپنے سمنے اس شخص کو کھڑا دیکھ کر حیرت میں تھا۔۔۔ وہ جانتا تھا اسے۔۔۔

"نہیں گیا تھا،" عفان نے سکون سے کہا، "یہیں تھا... تم سے ملنے کے بعد ذرا آس پاس کی دکانوں میں تھا، پھر جب دوبارہ یہاں سے گزرا تو نظر تم پر پڑی..."

اس نے ایک زہریلی نظر زاویار پر ڈالی، جیسے اس کا وجود اسے سخت ناپسند ہو۔

"چلو، میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں۔" وہ حالہ کو دیکھ کر بولا۔

حالہ نے سر جھٹکا، اس کی آنکھوں میں بے بسی تھی۔

"نہیں... میں چلی جاؤں گی..." اس نے خود کو مضبوط ظاہر کرنے کی کوشش کی۔

"نہیں حالہ، چلو میرے ساتھ۔" عفان نے دوبارہ نرمی سے کہا، مگر زاویار اب بھی خاموش کھڑا بس ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

حالہ نے ایک لمحے کے لیے گہری سانس لی، نم آنکھوں سے زاویار کی طرف دیکھا، پھر عفان کی طرف۔

"نہیں حالہ... تم اس کے ساتھ نہیں جاؤ گی، چلو گاڑی میں بیٹھو، ہم اپارٹمنٹ جائیں گے۔" زاویار کی آواز میں ایک عجیب ٹھہراؤ تھا، مگر آنکھوں میں بے چینی بھری ہوئی تھی۔

حالہ نے حیرت سے زاویار کو دیکھا، پھر غصے میں آنکھیں سکیڑ لیں۔

نہیں..." وہ زہریلے لہجے میں بولی، "تم جاؤ، اپنی ہونے والی دوسری بیوی کے ساتھ وقت گزارو! چلو عفان!"

اس نے دانت بھینچ کر کہا۔ اسے عفان کے ساتھ جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا، لیکن جب زاویار نے منع کیا، تو جیسے ضد جاگ گئی۔ وہ کیسے زاویار کو اپنی زندگی میں فیصلہ کرنے دے سکتی تھی جب وہ خود ماہا کے ساتھ تھا؟

وہ جانتی تھی کہ اس کا دل نہیں چاہ رہا، مگر ضد بڑی خطرناک چیز ہوتی ہے۔

"چلو حالہ، بیٹھو گاڑی میں۔" عفان نے زاویار کو گھورتے ہوئے کہا۔

زاویر کی آنکھوں میں سرخی اُترنے لگی، غصہ جیسے خون میں اتر چکا تھا۔

"حالہ..." اس نے سخت لہجے میں کہا، "میں کہہ رہا ہوں، ابھی میرے ساتھ چلو!"

"نہیں! تم جاؤ ماہا کے ساتھ! مجھے تمہارے ساتھ نہیں جانا! چلو عفان!"

زاویار کی سانسیں بھاری ہونے لگیں، مگر حالہ نے رخ موڑا اور تیزی سے چلنے لگی۔

اس نے عفان کی گاڑی کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ گئی۔ عفان نے ایک لمحے کے لیے زاویار کو دیکھا، جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو، مگر پھر پلٹ کر اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا۔

زاویار وہیں کھڑا بس انہیں جاتا ہوا دیکھتا رہا۔

گہری سانس لیتے ہوئے، اس نے مٹھیاں بند کیں، پھر ایک لمحے میں اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔

دروازہ کھولا، خود کو اندر پھینکا، اور انجن چلا کر گاڑی پوری قوت سے آگے بڑھا دی۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

راستے پر اندھیرا تھا، مگر زاویار کے اندر جو طوفان اُٹھ رہا تھا، وہ اس اندھیرے سے کہیں زیادہ خطرناک تھا۔

گاڑی کے اندر ایک عجیب سی خاموشی تھی۔ سڑک پر سرخ اور پیلی روشنیاں جھلملاتی گزر رہی تھیں، مگر زاویار کا دماغ جیسے کسی اور ہی دنیا میں تھا۔ ماہا بار بار کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولتی، مگر زاویار کے سرد رویے نے اسے چپ رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔

وہ اپنی مخصوص رو میں گاڑی چلا رہا تھا، مگر اس کی آنکھوں میں کسی گہرے خیال کی پرچھائیاں تیر رہی تھیں۔ "زاویار...؟" ماہا نے آہستہ سے پکارا، مگر زاویار کی نظریں سڑک پر ہی جمی رہیں۔ گاڑی ماہا کے گھر کے دروازے پر جا کر رکی۔ ماہا نے ایک پل زاویار کو دیکھا، شاید آخری بار امید تھی کہ وہ کچھ

کہے گا، مگر وہ بس ہاتھ ہلانے کی زحمت بھی نہیں کر رہا تھا۔ "اچھا، میں چلتی ہوں۔"

وہ ہلکی سی خفگی سے بولی، دروازہ کھولا اور باہر نکل گئی۔ زاویار نے ایک گہری سانس لی اور گاڑی آگے بڑھادی۔ اپارٹمنٹ کے قریب پہنچ کر زاویار نے گاڑی روک دی۔ اس کی نظریں بے اختیار چوتھے فلور کی طرف اٹھ گئیں۔ وہاں ہلکی روشنی جل رہی تھی۔ وہ پہنچ گئی ہے۔ دل کو جیسے کچھ سکون ملا، مگر ساتھ ہی ایک بے نام سا بوجھ بھی بڑھ گیا۔ وہ آہستہ آہستہ لفٹ تک پہنچا، دروازے کے بند ہوتے ہی اس نے آنکھیں موند لیں۔ لفٹ کے دروازے کھلے، وہ باہر نکلا، چابی گھمائی اور دروازہ کھول کر اندر آیا۔

اپارٹمنٹ میں روشنی جل رہی تھی، کہیں کہیں ہلکی سی سرگوشیاں سنائی دے رہی تھیں، مگر وہ کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔

زاویار نے اپنے کمرے کی طرف قدم بڑھایا، مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ پھر اس کی نظر سامنے والے کمرے کے کھلے دروازے پر پڑی۔

آہستہ سے دروازہ پار کر کے اندر آیا، نظر پورے کمرے میں گھومی۔

فرش پر رنگ بکھرے ہوئے تھے، برش بے ترتیبی سے گرے پڑے تھے، اور درمیان میں ایک کینوس کھڑا تھا، جس کا رخ دیوار کی طرف تھا۔

زاویر نے بے اختیار قدم آگے بڑھائے۔ ایک نظر پورے کمرے پر ڈالی، پھر کینوس کو آہستہ سے اپنی طرف گھمایا۔

اور جو دیکھا، اس نے اسے پل بھر کے لیے ساکت کر دیا۔ تصویر تھی۔ ایک لڑکے اور ایک لڑکی کی۔ جو ساتھ کھڑے تھے، مگر پھر بھی ایک دوسرے سے جدا تھے۔

ان کے ہاتھ آگے بڑھے ہوئے تھے، جیسے ایک دوسرے کو چھونا چاہتے ہوں، مگر بیچ میں کوئی ان دیکھی دیوار تھی، جو انہیں ملنے نہیں دے رہی تھی۔ زاویار نے گہری سانس لی، آنکھوں میں ایک بے نام سی حیرت اتری۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ تصویر کس کی تھی۔

تصویر تھوڑی نامکمل تھی۔ "پہنچ گئے؟ اپنی ہونے والی بیوی کو ڈراپ کر کے؟"

طنزیہ لہجہ۔

زاویار نے چونک کر پیچھے دیکھا۔

حالہ دروازے کے قریب کھڑی تھی،اس کی آنکھوں میں وہی بغاوت تھی جو ہمیشہ زاویار کے سرد لہجے کے آگے بکھر جاتی تھی، مگر آج کچھ مختلف تھا۔

زاویار نے اس کی طرف دیکھا، پھر دوبارہ کینوس کی طرف، جیسے اس کی بات کو نظرانداز کر دیا ہو۔

"یہ تم نے بنائی ہے؟"

حالہ نے ایک پل کو تصویر کو دیکھا، پھر دھیرے سے مسکرائی۔

"اچھی ہے؟"

زاویار نے کچھ لمحے تصویر کو غور سے دیکھا، پھر دھیرے سے بولا، "اور یہ دونوں کون ہیں اس میں؟"

حالہ نے ایک گہری سانس لی، زاویار کی آنکھوں میں دیکھا، پھر مدھم لہجے میں بولی،

"تمہیں کیا لگتا ہے، کون ہیں؟"

زاویار کی نظریں تصویر پر گئیں، جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو، پھر دھیرے سے بولا، "بال اور آنکھوں سے تو میں لگ..."

حالہ نے خود ہی اس کے جملے کو پورا کر دیا۔

"ہم دونوں..."

زاویار کی آنکھیں جھپکیں۔

حالہ کے چہرے پر ایک دکھ بھری مسکراہٹ تھی۔

"سوچا تھا کہ جب..." وہ تھوڑا رکی، گہری سانس لی، پھر بولی، "جب تم مجھے چھوڑ دو گے، تو یہ ایک تحفہ ہو گا میری طرف سے... میرے ہاتھ سے بنی ہوئی پینٹنگ، تمہارے لیے۔"

زاویار کی آنکھوں میں ایک پل کے لیے نرمی آئی، جیسے وہ اس لمحے کو محسوس کر رہا ہو۔ حالہ نے نم آنکھوں سے تصویر کو دیکھا، پھر آہستہ سے آگے بڑھی۔ "بے شک تم مجھے پسند نہیں کرتے..." اس کے لہجے میں ایک ہلکا سا درد اتر آیا، "مگر میں تو کرتی ہوں نا؟"

زاویار کی نظریں اس کے چہرے پر ٹک گئیں۔ "بس... میری محبت کی نشانی رکھ لینا... سنبھال کر..." وہ دھیرے سے بولی، پھر ایک پل کو رکی، اور زاویار کی طرف دیکھا، آنکھوں میں ایک چمک کے ساتھ، جیسے آخری فیصلہ کر چکی ہو۔

"یا پھر..."

وہ اور قریب ہوئی، اس کی نظروں میں سیدھی نظریں ڈال کر بولی، "یا پھر، اگر دل چاہے، تو پھینک دینا۔"

وہ بس ساکت کھڑا، حالہ کی آنکھوں میں دیکھتا رہا، جہاں صرف محبت تھی... مگر وہ محبت جو ہاتھ بڑھانے کے باوجود نہیں مل سکتی تھی۔

"تو تم نے تسلیم کر لیا کہ میں تمہیں چھوڑ رہا ہوں؟"

اس کا لہجہ نرم تھا، مگر اندر چھپی ٹھنڈک نے حالہ کے دل پر برف جما دی۔

"تو اور کیا کرتی؟ میرے روکنے سے تم رک جاؤ گے؟"

حالہ کی آواز میں وہی مایوسی تھی، جو محبت کے ختم ہونے سے پہلے دل میں گھر کر لیتی ہے۔

زاویار نے پل بھر کو اس کی آنکھوں میں جھانکا، پھر مدھم مگر اٹل لہجے میں بولا،

"میں کسی کے روکنے سے نہیں رکتا... وہی کرتا ہوں، جو میرا فیصلہ ہوتا ہے۔"

حالہ کی پلکیں لرزیں، اس کے اندر کوئی امید شاید آخری سانسیں لے رہی تھی۔

"پھر میں کیسے نہ تسلیم کرتی کہ تم مجھے چھوڑ رہے ہو؟"

وہ آہستگی سے بولی، جیسے یہ جملہ کہتے ہی کچھ ٹوٹ جائے گا۔

مگر پھر جیسے اس کے اندر ماہا کی تصویر ابھری —— اس کے ہنستے چہرے کے پیچھے چھپا وہ غرور، جو شاید حالہ کو ہر بار توڑ دیتا تھا۔

چہرے پر اچانک غصے کی سخت لکیریں ابھریں۔

"یہ ماہا... ماہا سمجھتی کیا ہے خود کو؟"

غصے میں لرزتی آواز کے ساتھ اس نے زاویار کی طرف دیکھا، جواب بھی اسے سکون سے تک رہا تھا، جیسے حالہ کے لفظ اس تک پہنچ ہی نہ رہے ہوں۔

"ایک تو میری جگہ تمہارے ساتھ بیٹھ کر مجھے ہی باتیں سنا رہی تھی؟... ابھی تم نے مجھے چھوڑا نہیں، اور وہ یہ سب کر رہی ہے؟ اسے کہو کہ جب تک تم نے مجھے چھوڑا نہیں، تب تک اپنی زبان بند رکھے!"

زاویار کے چہرے پر کوئی خاص تاثر نہیں ابھرا، بس کندھے ہلکا سا اچکائے اور کہا،

"میں کیا کہہ سکتا ہوں..."

یہی ایک جملہ... یہی ایک عام سا جواب... حالہ کے دل میں مایوسی کا زہر گھول گیا۔

وہ بھی تو کس سے شکوہ کر رہی تھی؟

جو اسے چھوڑ کر جانے والا تھا؟

حالہ نے گہری سانس لی، جیسے خود کو کسی اگلے درد کے لیے تیار کر رہی ہو۔

"ہاں، تم کیسے سنو گے اس کی برائی؟ وہ تو تمہاری جان ہے۔"

چہرہ سپاٹ تھا، مگر آنکھوں میں بے شمار جذبات مچل رہے تھے۔

زاویار کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔

"میری جان ہر کوئی نہیں بن سکتا..."

حالہ نے پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا، دل کی دھڑکن ایک لمحے کو رکی۔

زاویار دھیرے سے بولا،

"میری جان کوئی عام چیز نہیں، جو ہر کوئی بن جائے... یہ صرف ان کے لیے ہے جو میرے لیے واقعی خاص ہوتے ہیں، جن کی اہمیت میرے دل میں اتنی گہری ہوتی ہے کہ کوئی اور ان کی جگہ نہ لے سکے... جن سے مجھے بے حد محبت ہوتی ہے، جن کا ہونا میرے لیے معنی رکھتا ہے... ہر کوئی اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔"

حالہ کے دل میں ایک پل کے لیے ٹھہراؤ آیا۔ چلو، شکر... اس نے 'ہاں' تو نہیں کہا...

"چلو... بن ہی جائے گی ایک نہ ایک دن..."

حالہ کی آواز دھیمی تھی، مگر اس میں وہی انا تھی، جو محبت ہارنے کے بعد انسان کے اندر بسیرا کر لیتی ہے۔

زاویار نے دھیرے سے سر ہلایا، جیسے کسی بہت بڑی حقیقت کو دوہرا رہا ہو۔

"میں نے کہا نا... میرے دل میں بہت کم لوگ جگہ بناتے ہیں۔ بہت کم لوگوں کو میں اپنی جان کہتا ہوں۔ ہر کوئی نہیں..."

حالہ نے لب بھینچ لیے۔

تو ماہا بھی اس میں شامل نہیں؟

تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اس سے دل سے شادی نہیں کر رہا؟

وہ اپنی سانس روک کر بولی،

"اس کا مطلب تم ماہا سے دل سے شادی نہیں کر رہے؟ تمہیں اس سے محبت نہیں ہے؟"

زاویار کی نظریں اس پر جمی رہیں، چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔

"یہ دل یا محبت کی بات ہی نہیں ہے... محبت تو مجھ سے کبھی ہوئی ہی نہیں اس سے۔ بس وہ ایک اچھی پارٹنر لگی تھی، شاید اس کی سمجھداری، اس کی سنجیدگی مجھے اپنی جیسی محسوس ہوئی تھی... اور مجھے ہمیشہ وہی لوگ پسند آئے ہیں جو میری طرح سوچتے ہیں، جو سمجھدار ہوتے ہیں۔ بس، اتنی سی بات تھی۔"

حالہ نے ایک گہری، اداس سانس اندر کھینچی، آنکھوں میں ہلکی نمی ابھری، مگر چہرے پر زبردستی کی مسکراہٹ تھی۔

"ہاں، صحیح کہا... میں تمہاری طرح نہیں ہوں... میں زیادہ بولتی ہوں، تمہارا دماغ کھاتی ہوں، بے تکان سوال کرتی ہوں... میں تمہارے مزاج کی نہیں ہوں نا؟"

آخری جملہ کہتے ہوئے اس کی ہنسی میں زہر گھل چکا تھا، جیسے خود کو کسی تلخ حقیقت کا قائل کر رہی ہو۔

زاویار نے سکون سے اسے دیکھا، پھر بے تاثر لہجے میں سر ہلایا،

"ہمم... ٹھیک کہا۔"

حالہ کی مسکراہٹ پل بھر میں مٹ گئی۔ وہ سانس روکے بس اسے دیکھتی رہی، جیسے اس جواب کی توقع نہیں تھی۔ جیسے دل کے کسی کونے میں امید تھی کہ وہ اسے غلط کہہ دے گا، روک لے گا، لیکن... خاموشی کے سوا کچھ نہ تھا۔

کچھ لمحے بیت گئے۔ دونوں ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے، مگر نظروں کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ جیسے دو اجنبی ہوں، جو کبھی ایک دوسرے کے سب سے قریب ہوا کرتے تھے۔

پھر اچانک، خاموشی توڑتے ہوئے زاویار نے نگاہیں جھکائیں، جیب میں ہاتھ ڈال کر گردن موڑی، جیسے خود بھی نہیں جانتا کہ وہ کیا کہنے جا رہا ہے۔

"کافی بنا دو گی؟"

حالہ نے فوراً چونک کر اسے دیکھا، جیسے یقین نہ آیا ہو کہ یہ سوال اس کے منہ سے نکلا ہے۔

"تمہیں پسند آئی تھی میرے ہاتھ کی کافی؟"

زاویار نے نرمی سے بالوں میں ہاتھ پھیرا، جیسے خود سے الجھ رہا ہو، اور دھیرے سے بولا،

"ہاں... شاید۔"

بس اتنا سننا تھا کہ حالہ کی دھڑکن ایک پل کو رک کر تیزی سے دوڑنے لگی۔ وہ لمحے بھر کو مسکرائی، جلدی سے سر ہلایا اور پلٹی، جیسے اپنے جذبات چھپانے کے لیے فرار کا راستہ چاہیے ہو۔

زاویار وہیں کھڑا چند لمحے اس دروازے کو دیکھتا رہا جہاں سے حالہ نکلی تھی۔ اس کے قدموں کی آواز اب بھی ہلکی سی گونج رہی تھی، جیسے وہ اب بھی اس کی موجودگی محسوس کر سکتا ہو۔ اس نے آنکھیں موند کر ایک گہری سانس لی، پھر ہلکے قدموں سے صوفے کی طرف بڑھا اور بیٹھ کر کہنی گھٹنوں پر ٹکا دی۔

کچن میں حالہ تیزی سے کام میں مصروف تھی، مگر اس کے ہاتھوں میں ہلکی سی لرزش تھی۔ وہ کافی بنا رہی تھی، مگر دل کہیں اور تھا—اس شخص کے پاس، جو کچھ دیر پہلے اسے کہہ چکا تھا کہ وہ اس کے مزاج کی نہیں ہے۔ مگر

پھر بھی، اس نے کافی مانگی تھی۔ کیوں؟ کیا وہ واقعی چاہتا تھا کہ حالہ اس کے لیے کچھ کرے، یا پھر بس عادت تھی؟

کافی تیار ہو چکی تھی۔ حالہ نے کپ ٹرے میں رکھے اور گہری سانس لے کر اپنے جذبات کو قابو میں کرنے کی کوشش کی۔ پھر خود کو مضبوط کر کے باہر نکلی۔

زاویراب بھی اسی انداز میں بیٹھا تھا، جیسے کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہو۔ ہالا نے اس کے قریب جا کر ٹرے ٹیبل پر رکھی اور دھیرے سے بولی،

"لو، تمہاری کافی۔"

زاویار نے پلکیں جھپکائیں، پھر ہاتھ بڑھا کر کپ تھاما۔ کپ کے گرم کنارے اس کی انگلیوں سے لگے تو جیسے وہ حقیقت میں لوٹا۔ حالہ اس کے مقابل صوفے پر بیٹھ چکی تھی، اور بغور اسے دیکھ رہی تھی۔

"پہلے بھی اتنی ہی اچھی تھی جتنی اب لگ رہی ہے؟" اس نے دھیرے سے پوچھا، ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ۔

زاویار نے کپ لبوں سے لگایا، ایک گھونٹ لیا، پھر نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"شاید... اب پہلے سے بہتر لگ رہی ہے۔"

حالہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا، جیسے اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی ہو کہ وہ سنجیدہ تھا یا بس ویسے ہی کہہ رہا تھا۔

"کیوں؟"

زاویار نے ایک لمحے کو کچھ سوچا، پھر کندھے اچکائے۔

"شاید کیونکہ تم نے آج اسے تھوڑا زیادہ دل سے بنایا ہے؟"

حالہ نے لب بھینچ لیے، دل میں ایک ٹیس سی اٹھی، مگر وہ زبردستی مسکرا دی۔

"میں نے ہمیشہ دل سے بنائی تھی، زاویار..."

کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ حالہ کی آواز میں اتنی سچائی اور درد تھا کہ زاویار کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ وہ بس کافی کا ایک اور گھونٹ لے کر چپ چاپ اسے دیکھنے لگا۔

حالہ نے نظریں چرائیں، کھڑکی کی طرف دیکھا جہاں رات کا اندھیرا گہرا ہو چکا تھا۔

"پتہ ہے، کبھی کبھی مجھے لگتا تھا کہ اگر میں تمہارے لیے سب کچھ بدل بھی دوں، اپنی باتیں، اپنی عادتیں، تو بھی شاید تم مجھے نہیں دیکھو گے۔"

زاویار نے گہری سانس لی، جیسے اس کا ہر لفظ اس کے اندر کہیں لگ رہا ہو۔

"حالہ..."

"نہیں، سنو..." حالہ نے اس کی بات کاٹ دی۔ "اب کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ اب مجھے بھی یقین آچکا ہے کہ میں تمہاری قسم کی نہیں ہوں۔"

اس نے ایک ہلکی، زہر خند مسکراہٹ دی، اور پھر اپنی کافی اٹھا کر ایک گھونٹ لیا۔ مگر زاویار کی آنکھیں اس پر جمی رہیں۔

زاویار نے کافی کا آخری گھونٹ لیا اور کپ میز پر رکھ دیا۔ اس کے انداز میں کوئی خاص تاثر نہیں تھا، جیسے یہ سب گفتگو اس کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی تھی۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھا، حالہ کی طرف دیکھا اور بے حد سپاٹ لہجے میں بولا،

"تو پھر؟ اگر یقین آ ہی گیا ہے تو بار بار وہی باتیں کیوں دہرا رہی ہو؟"

حالہ کا دل ایک پل کے لیے زور سے دھڑکا، مگر اس نے خود کو سنبھالا۔ وہ خاموش رہی، مگر زاویار کا لہجہ اور رویہ پہلے سے زیادہ بے حس ہو چکا تھا۔

"تم جانتی ہو، حالہ کچھ چیزیں بدلی نہیں جا سکتیں۔ نہ تمہاری عادتیں، نہ میرا فیصلہ۔ تو بہتر ہے کہ تم بھی اسے تسلیم کر لو اور آگے بڑھ جاؤ۔"

حالہ کی آنکھیں ایک پل کو جھپکنا بھول گئیں۔ وہ بس اسے دیکھتی رہ گئی — اس آدمی کو جس سے وہ محبت کرتی تھی، جو شاید اس کے لیے اہم تھا، مگر آج؟ آج وہ ایسا برتاؤ کر رہا تھا جیسے وہ کوئی بے وقعت چیز ہو، جس کا وجود بھی اس کے لیے بے معنی ہو چکا تھا۔

"کاش اتنی آسانی سے آگے بڑھنا ممکن ہوتا،" حالہ نے دھیرے سے کہا، نظریں جھکائیں اور اپنے ہاتھوں کو مٹھی میں بھینچ لیا۔

زاویار نے ہلکی سی مسکراہٹ دی۔ "ہوتا ہے۔ بس کرنے کی دیر ہوتی ہے۔"

حالہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ ایک لمحے کو لگا کہ اس کی آنکھوں میں کوئی نرمی جھلک رہی تھی، مگر اگلے ہی پل وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اب اگر تمہاری باتیں ختم ہو گئی ہوں تو میں جا رہا ہوں،" وہ بے حد بے رخی سے بولا اور آگے بڑھ گیا۔

حالہ نے اسے جاتے ہوئے دیکھا، دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے کر دبا دیا ہو۔ وہ کچھ بھی نہ کہہ سکی، بس خالی نظروں سے اس کی پشت کو دیکھتی رہی۔

دروازہ بند ہونے کی آواز گونجی اور کمرے میں ایک گہری خاموشی چھا گئی۔

حالہ نے ہلکی سی سانس لی، نظر اٹھائی اور اس خالی جگہ کو دیکھا جہاں کچھ دیر پہلے زاویار کھڑا تھا۔

اسے آج واقعی یقین آگیا تھا کہ وہ شخص کبھی اس کا نہیں تھا، نہ کبھی ہو گا۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

پوری رات حالہ جیسے بے قرار سی رہی۔ کمرے میں چکر کاٹتی، کھڑکی کے پاس جا کر باہر دیکھتی، پھر واپس پلٹتی۔ اس کا دماغ مسلسل سوچوں کی گہرائی میں ڈوبتا جا رہا تھا۔ زاویار کے چھوڑنے کا خیال کسی اذیت کی طرح اس کے اندر پیوست ہو چکا تھا، اور پھر عفان... عفان کا یوں آنا، اس کا ساتھ نبھانے کی بات کرنا۔

"تو پھر کیا؟" وہ خود سے بولی، جیسے اپنے دل کو سمجھانے کی ناکام کوشش کر رہی ہو۔ "زاویار تو چھوڑ دے گا، یہ طے ہے۔ پھر میں کہاں جاؤں گی؟"

دل میں سوالات کی یلغار تھی۔ عفان نے شادی کی بات کی تھی، مگر کیا وہ زاویار کی جگہ کسی اور کو دے سکتی تھی؟ کیا یہ ممکن تھا؟ یا پھر یہ سب اتنا آسان ہوتا تو شاید وہ اس وقت یوں بے چین نہ ہوتی؟

"میں کیا کروں؟ کیا فیصلہ لوں؟" وہ زیرِ لب بڑبڑائی، خود سے ہی سوال کیے جا رہی تھی، مگر کوئی جواب نہیں تھا۔

زاویار تو بے فکری سے اپنی زندگی میں آگے بڑھ جائے گا، ماہا کے ساتھ—وہ اس کی زندگی میں شامل بھی نہیں رہے گی اور شاید ایک پل کو بھی اس کا خیال نہ آئے۔ "تو پھر میں کیوں سوچ رہی ہوں اس کے بارے میں؟ کیوں خود کو اس کے بعد کے بارے میں فکر مند کر رہی ہوں؟"

ایک عجیب سی تلخی اس کے دل میں اتری۔ کیا واقعی وہ اتنی کمزور تھی کہ زاویار کے بغیر کچھ بھی نہ رہ سکے؟ کیا واقعی وہ اس کی محتاج تھی؟ نہیں! اگر وہ اسے چھوڑ سکتا ہے، تو وہ بھی خود کو سنبھال سکتی ہے، وہ بھی اپنے فیصلے خود کر سکتی ہے!

اور پھر — وہ لمحہ، جب اس کے اندر کچھ بدلنے لگا۔ ایک شدید غصہ سا ابھرا، ایک بے بسی جواب انا میں ڈھل رہی تھی۔ اگر زاویار ماہا کا ہو چکا ہے، تو ٹھیک ہے... "ٹھیک ہے، وہ ماہا کا ہو چکا... اب میں بھی اسے دکھاؤں گی کہ اگر وہ حالہ کو چھوڑ سکتا ہے، تو حالہ بھی خود کو سنبھال سکتی ہے۔ حالہ بھی کسی کی محتاج نہیں ہے" اس کی مٹھیاں سختی سے بھنچ گئیں، آنکھوں میں ایک ان جانا عزم ابھر آیا۔ ہاں، شاید اب اسے فیصلہ لینا ہو گا... شاید اب اسے خود کو کمزور نہیں پڑنے دینا تھا۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

اگلی صبح، سورج کی کرنیں کھڑکی سے اندر جھانک رہی تھیں، ہلکی ہلکی روشنی پورے کمرے میں بکھری ہوئی تھی۔ حالہ آئینے کے سامنے کھڑی تھی، ڈریسنگ ٹیبل پر پڑی چیزوں کو سنوارتے ہوئے اپنے بالوں میں برش چلا رہی تھی۔ آنکھوں کے گرد ہلکی سی سوجن تھی، شاید رات بھر کی بے سکونی کی گواہ۔

دروازہ کھلنے کی آواز آئی، وہ ٹھٹک گئی۔ زاویار اندر آیا، پورے اطمینان کے ساتھ، جیسے کوئی الجھن تھی ہی نہیں۔ نیوی بلیو ڈریس پینٹ، سفید شرٹ، اور اوپر سے ہلکا سا جیل لگائے ہوئے بال——وہ ہمیشہ کی طرح مکمل طور پر تیار تھا، جیسے زندگی میں کوئی پریشانی تھی ہی نہیں۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا حالہ کے قریب آیا، ڈریسنگ ٹیبل سے پرفیوم اٹھایا اور اپنے گرد چھڑک لیا۔ حالہ کی نظریں اس کے ہر عمل پر تھیں، اس کی بے فکری، اس کی خاموشی، اس کا انداز، سب کچھ۔ وہ خاموشی سے دیکھ رہی تھی، لیکن دل کے اندر جیسے ہلچل مچی ہوئی تھی۔

تبھی، اس کا فون بجا۔ ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا فون، زاویار کے قریب تھا۔ حالہ کی نظر فون پر پڑی، اور زاویار کی بھی۔ اسکرین پر ایک نام چمک رہا تھا——

"عفان"

زاویار نے ایک نظر فون پر ڈالی، پھر بغیر کسی تاثر کے فون اٹھایا اور حالہ کی طرف بڑھایا۔

"یہ لو... تمہارے پرانے بوائے فرینڈ کی کال ہے۔"

حالہ کا چہرہ غصے سے تپ گیا۔ وہ جھٹکے سے زاویار کی طرف مڑی، اس کی آنکھوں میں غصے کی چنگاریاں تھیں۔

"جھوٹ بولا تھا اُس وقت میں نے... کوئی بوائے فرینڈ نہیں تھا، یہ میرا..." وہ خفگی سے بولی، پھر بیزاری سے رخ موڑ لیا۔

زاویار کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری، لیکن فوراً ہی مدھم ہو گئی، جیسے وہ خود پر قابو پا چکا ہو۔

حالہ نے ایک گہرا سانس لیا، اور کال ریسیو کی۔

"ہاں، عفان؟" وہ نرمی سے بولی، لیکن زاویار کے کان مکمل طور پر اسی طرف تھے، اگرچہ چہرے پر کسی قسم کا کوئی تاثر نہیں تھا، بس وہ اپنی شرٹ کا کالر درست کر رہا تھا۔

"آج؟... لیکن میں ابھی آفس جا رہی ہوں، آج نہیں مل سکتی۔"

ابھی اس کا جملہ مکمل بھی نہ ہوا تھا کہ زاویار نے بے نیازی سے اپنی قمیض کے بٹن درست کرتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"نہیں نہیں، حالہ، میں چھوڑ آتا ہوں تمہیں... آفس جانا کون سا اتنا ضروری ہے؟ عفان سے مل لو، کہیں تمہاری سانسیں نہ رک جائے نا۔ آفس تو جاتی رہو گی، لیکن بوائے فرینڈ کو زیادہ انتظار کروانا اچھا نہیں ہے نا؟"

حالہ کا چہرہ تپنے لگا۔ اس کی نظریں زاویار پر جم گئیں، جو انتہائی سکون سے اپنی قمیض کے کف بند کر رہا تھا۔ وہ ضبط کرتی، گہرا سانس لیتی، دوبارہ عفان سے مخاطب ہوئی۔

"اچھا، میں آفس کے بعد مل لوں گی... مجھے بھی تم سے ایک بات کرنی ہے، میں نے بہت سوچا ہے تمہارے فیصلے پر..."

یہ کہتے ہی اس نے فون بند کیا اور پوری طرح زاویار کی طرف مڑی۔ زاویار بدستور اپنی شرٹ کے کالر سیٹ کر رہا تھا، جیسے کچھ سنا ہی نہ ہو، جیسے کچھ فرق ہی نہ پڑا ہو۔

حالہ نے دانت پیستے ہوئے تلملا کر کہا۔

"کتنے گھنٹوں کی ڈیٹ ہو گی؟ بتا دو تاکہ تمہارے آفس کا کام میں خود کر لوں؟ ٹھیک ہے نا یہ؟"

زاویار نے ایک نظر اٹھائی، لیکن لبوں پر کوئی مسکراہٹ نہیں تھی۔

حالہ کا پارہ مزید چڑھ گیا۔

"نہیں... تم ماہا کے ساتھ گھوم لینا نا، میری ڈیٹ پر تمہاری نظر کیوں ہے؟" وہ جھنجھلا کر بولی۔

زاویار نے بے فکری سے کندھے اچکائے، جیسے یہ بات اسے ذرا بھی اثر انداز نہ کر رہی ہو۔ وہ پر سکون انداز میں اپنی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے بولا،

"ہاں، سوچ رہا تھا، پر مسئلہ یہ ہے کہ میری ماہا کے ساتھ کوئی ڈیٹ نہیں ہے۔"

حالہ ایک لمحے کے لیے رکی، پھر طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ بولی، "اچھا؟ تو پھر جا کر پلان بنا لو، ماہا تو ویسے بھی ہر وقت تمہارے ساتھ رہنے کے بہانے ڈھونڈتی ہے۔"

زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی، جیسے اس کا انداز تول رہا ہو، پھر سنجیدگی سے بولا، "ہاں، شاید ڈھونڈتی ہو... لیکن تمہاری طرح ہر وقت بحث نہیں کرتی۔"

حالہ کے چہرے پر ناگواری در آئی، "کیونکہ اس کے پاس کہنے کو کچھ نہیں ہے! اور تمہیں بھی تو ایسی ہی لڑکیاں پسند ہیں ناں؟ جو بس ہاں میں ہاں ملائیں؟"

لیکن زاویار نے کوئی جواب نہیں دیا، بس ایک نظر اس پر ڈالی، اور پھر اپنے کف بند کی فولڈنگ ٹھیک کرنے میں مشغول ہو گیا، جیسے حالہ کی بات کی کوئی اہمیت ہی نہ ہو۔ حالہ نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں، دل میں شدت سے جلنے والا ایک لاوا محسوس ہوا، لیکن وہ کچھ نہ بولی... کچھ بولتی تو شاید خود کو مزید کمزور کر دیتی۔

☆☆☆✦☆☆☆

وہ اپنے کیبن میں بیٹھی بڑے غور سے اپنے لیپ ٹاپ کی اسکرین کو دیکھ رہی تھی۔ اس کا تیار کردہ تھری ڈی ماڈل اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ جگمگا

رہا تھا۔ ایک خوبصورت کمرشل پلازہ جس میں کھلی کھڑکیاں، شیشے اور کنکریٹ کا امتزاج، اور ایسا ڈیزائن جو فطرت اور جدیدیت کو یکجا کرتا تھا۔

وہ مطمئن سی مسکرا رہی تھی۔ زاویار دیکھے گا تو حیران رہ جائے گا، اسے ماننا پڑے گا کہ میں نے کمال کر دیا ہے! یہ سوچتے ہی وہ جوش میں اپنی کرسی سے اٹھی، لیپ ٹاپ اٹھایا اور تیزی سے زاویار کے کیبن کی طرف بڑھ گئی۔ دروازہ بغیر کسی اجازت کے کھول کر اندر داخل ہوئی۔ زاویار نے ایک پل کے لیے اس کی طرف دیکھا، پھر دوبارہ اپنی فائلز میں مصروف ہو گیا۔

حالہ خوشی سے بھرپور انداز میں اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی اور لیپ ٹاپ اس کے سامنے سرکاتے ہوئے بولی، "یہ دیکھو! کیسا ہے؟"

زاویار نے ایک نظر اسکرین پر ڈالی، پھر حالہ کو دیکھا، پھر دوبارہ اسکرین پر۔

ایک لمحے کے لیے اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔ حالہ کا دل خوشی سے اچھل پڑا۔ یقیناً اس کا کام زاویار کو بہت پسند آیا تھا!

لیکن اگلے ہی لمحے...

"شاباش... دوبارہ بناؤ۔" زاویار نے انتہائی اطمینان سے کہا۔

حالہ کا جوش ایک دم جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

"کیا؟" وہ بے یقینی سے بولی۔ "یہ کیوں بھئی؟ اتنی محنت سے بنایا ہے!"

"ہاں، اسی لیے کہہ رہا ہوں کہ یہ محنت دوبارہ کرو۔" زاویار نے کندھے اچکائے۔

"مگر کیا کمی ہے اس میں؟"

"کمی نہیں، لیکن بہتر ہو سکتا ہے۔" زاویار نے آرام سے جواب دیا۔

حالہ نے ایک گہری سانس لی اور تیزی سے لیپ ٹاپ کی اسکرین پر ماڈل کی تفصیلات دکھانے لگی۔

"دیکھو، یہ جو مرکزی ہال ہے، میں نے اوپن کنسیپٹ رکھا ہے تاکہ نیچرل لائٹ زیادہ آئے۔ یہ بالکونیز شیشے کی ریلنگ کے ساتھ ہیں تاکہ اسپیس زیادہ کھلا محسوس ہو۔ یہاں میں نے لکڑی اور کنکریٹ کا امتزاج رکھا ہے تاکہ گرم اور ٹھنڈے رنگوں کا بیلنس برقرار رہے۔ اور یہ دیکھو..."

وہ جوش میں ہر چیز کی وضاحت دے رہی تھی، مگر زاویار کے تاثرات بالکل سپاٹ تھے۔

"ٹھیک ہے... اچھا ہے... مگر دوبارہ بناؤ۔" وہ پرسکون لہجے میں بولا۔

"کیاااا؟! کیوں؟!" حالہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

"کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ تم اس سے بہتر کر سکتی ہو۔"

حالہ نے غصے سے اسے گھورا۔ "میں دوبارہ نہیں بناؤں گی! بس!"

زاویار نے ہلکا سا سر جھکایا جیسے واقعی کوئی خاص فرق نہیں پڑا۔ "ٹھیک ہے... پھر مت بناؤ..."

"سچ؟ تمہیں کوئی مسئلہ نہیں؟" حالہ کو حیرت ہوئی۔

"بالکل نہیں۔ مگر اب یہ ماڈل بھی نہیں رہے گا۔" وہ کہہ کر سکون سے آگے بڑھا اور ایک ہی کلک میں ماڈل ڈیلیٹ کر دیا۔

حالہ کی آنکھیں حیرت اور غصے سے پھیل گئیں۔ "تم... تم نے میرے اتنے گھنٹوں کی محنت بس یوں مٹا دی؟!"

زاویار نے کندھے اچکائے۔ "ہاں، کیونکہ تم اسے دوبارہ بنا سکتی ہو۔ اور بہتر بنا سکتی ہو۔"

"تم... تم واقعی ظالم ہو!" حالہ نے غصے سے کرسی پر ہاتھ مارا۔

"اور تم واقعی ڈرامے باز ہو۔" زاویار نے سکون سے کہا اور اپنی فائل میں واپس مصروف ہو گیا۔

حالہ نے غصے سے مٹھیاں بھینچیں، پھر لیپ ٹاپ اٹھایا اور تیز تیز قدموں سے باہر جانے لگی، مگر دروازے کے قریب پہنچ کر رک گئی۔

"میں یہ تمہارے لیے نہیں کر رہی، میں اپنے لیے کر رہی ہوں!" دروازہ کھولا اس کا صبر جواب دے چکا تھا۔ وہ غصے میں بھری اپنے کیبن میں آئی اور کرسی پر دھپ سے بیٹھ گئی۔ تیزی سے لیپ ٹاپ کھولا، مگر نظریں اسکرین پر نہیں، خیالات میں بھٹک رہی تھیں۔ اس کا دماغ مسلسل زاویار کی باتوں کو دہرا رہا تھا۔ "شاباش، دوبارہ بناؤ۔" اس کا وہ سکون بھرا لہجہ، جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

حالہ نے غصے میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں جکڑ لیں اور کرسی کے پشت سے ٹیک لگا کر چھت کی طرف دیکھا۔

اسے لگتا کیا ہے؟ ہر چیز وہی کہے گا، جو اس نے کہہ دیا وہی صحیح؟

اس نے فوراً سیدھی ہو کر لیپ ٹاپ کی طرف دیکھا۔ دل میں شدید غصہ تھا، مگر اسے معلوم تھا کہ وہ دوبارہ ماڈل نہیں بنائے گی۔ ضد اور انا کا معاملہ تھا۔ اگر زاویار نے کہا تھا کہ دوبارہ بناؤ، تو وہ الٹا یہی ماڈل فائنل کر کے جمع کروائے گی، بس اسی بات پر!

غصے میں گہری سانس لی، پھر فون کی طرف نظر دوڑائی۔ اسکرین پر ایک نام چمک رہا تھا — عفان۔

حالہ نے فون اٹھا کر اسکرین کی طرف گھورا، جیسے سوچ رہی ہو کہ فون اٹھائے یا نہ اٹھائے۔ مگر پھر ایک دم جھنجھلا کر کال ریسیو کی۔

"بولو؟" آواز میں زہر گھل گیا تھا۔

"اتنے غصے میں کیوں ہو؟" عفان نے فوراً اندازہ لگا لیا۔

"جلدی بولو، کیا بات ہے؟" وہ جھنجھلا کر بولی۔

"اچھا، میں نے لوکیشن بھیج دی ہے، اس جگہ آ جاؤ، بات کرنی تھی ناں؟"

حالہ نے گہری سانس لی اور اپنی پیشانی کو مسلا۔

"میرا کوئی موڈ نہیں ہے آنے کا، اس لیے میں نہیں آ رہی۔" سپاٹ انداز میں جواب دیا۔

"مگر تمہیں مجھ سے ضروری بات کرنی تھی؟" عفان نے حیرانی سے پوچھا۔

حالہ نے آنکھیں بند کر کے سر جھکایا، جیسے خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"ہاں، مگر وہ بات فون پر بھی ہو سکتی ہے، تم سے ملنا ضروری نہیں ہے۔" وہ تلخی سے بولی اور بغیر مزید سنے فون کاٹ دیا۔

فون رکھتے ہی اس نے لمبی سانس لی، مگر اس کی نظر اچانک شیشے کے دروازے پر پڑی۔ سامنے سے آتی ماہا دکھائی دی!

چہرے پر چمکدار مسکراہٹ، ہاتھ میں ایک موبائل اور انداز ایسا جیسے کوئی فاتح اپنی سلطنت میں داخل ہو رہا ہو۔ وہ آفس کے ہر فرد کو دیکھ کر خوش دلی سے ہاتھ ہلا رہی تھی، جیسے سب کو اپنی موجودگی کا احساس دلا رہی ہو۔

حالہ کی نظروں نے زاویار کے کیبن کا رخ کیا، اور وہ ٹھیک اُسی طرف جا رہی تھی۔

ایک پل میں، حالہ کا غصہ اور بڑھ گیا۔

کیا یہ سب پہلے سے طے شدہ تھا؟ کیا زاویار نے ماہا کو بلایا تھا؟ یا وہ خود ہی چلی آئی تھی؟ جو بھی تھا، اس وقت حالہ کے بس میں نہیں تھا کہ وہ مزید یہ
سب دیکھتی۔

دل میں ایک سخت تلخی ابھری۔

"اب یہ روز یہاں آئے گی؟ زاویار کے ساتھ بیٹھے گی، کام کے بہانے اس کے ساتھ وقت گزارے گی؟ اور میں بس یہ سب دیکھتی رہوں؟"

اس کا بلکل دل نہیں تھا کے وہ ان دونوں کو ساتھ دیکھے۔

اس نے فوراً عفان کا نمبر ڈائل کیا۔

"میں ابھی کچھ دیر میں پہنچ رہی ہوں!" مختصر جملہ کہہ کر فون بند کیا اور ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر اپنی کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

کوئی بیگ نہیں، کوئی فائل نہیں، کوئی پروا نہیں——بس قدم اٹھائے اور باہر نکل گئی۔

ماہا آفس میں داخل ہو رہی تھی، اور حالہ تیزی سے باہر جا رہی تھی۔ جیسے وہ اپنے ضبط کی آخری حد پر پہنچ چکی ہو اور اب مزید کسی بھی چیز کا سامنا نہیں کر سکتی تھی۔

☆☆☆✦☆☆☆

ریسٹورنٹ اندر سے خاصا خوبصورت تھا، مگر آج یہاں خاموشی کا راج تھا۔ جگہ مکمل بند تھی، روشنیوں کی ہلکی چمک اور آرٹسٹک دیواریں ایک عجیب سی سنجیدگی میں ڈوبی ہوئی لگ رہی تھیں۔ عفان کافی دیر سے وہاں موجود

تھا، جب کہ حالہ ابھی پہنچی تھی۔ وہ جیسے ہی بیٹھی، عفان نے اسے بغور دیکھا۔اس کے چہرے پر سختی تھی، جیسے کسی معرکے کے بعد وہاں آئی ہو۔

"بولو..." حالہ نے بغیر کسی تمہید کے کہا۔

عفان نے اس کے چہرے کے تاثرات جانچنے کی کوشش کی اور ہلکے سے مسکراتے ہوئے پوچھا، "پہلے یہ بتاؤ، غصے میں کیوں ہو؟"

حالہ نے زچ ہو کر اسے گھورا، "یہ پوچھنے کے لیے یہاں بلایا ہے؟"

"نہیں...اس لیے بلایا ہے کہ تم نے کہا تھا تمہیں میرے فیصلے پر سوچنا ہے۔"

حالہ نے گہری سانس لی، اس کے ہاتھ لاشعوری طور پر اپنے کوٹ کو گرفت میں لے چکے تھے۔انگلیوں کی گرفت سخت ہو رہی تھی، جیسے کوئی اندرونی کشمکش چل رہی ہو۔

"ہاں... سوچا تھا..." اس نے مختصر جواب دیا۔

"پھر؟" عفان نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

چند لمحے خاموشی رہی، جیسے حالہ خود کو الفاظ میں ڈھالنے کی کوشش کر رہی ہو۔ پھر آخر کار اس نے سنجیدگی سے کہا، "پھر یہ کہ... تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔"

عفان کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی، جیسے اسے اندازہ تھا کہ یہی ہوگا۔

"پتا ہے حالہ، کہ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں، اور یہ تمہارے لیے ہی ٹھیک ہے۔ زاویار کے چھوڑنے کے بعد میں ہوں تمہارے لیے۔ میں تمہارے پاس موجود ہوں گا، تمہیں کبھی اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔ یہ فیصلہ تمہارے لیے بہتر ہوگا۔"

حالہ نے نظریں ہٹا کر میز پر جما دیں۔ جیسے وہ اس لمحے میں نہیں، کہیں اور جا چکی ہو۔

"میں تم سے صرف ایک مجبوری میں شادی کر رہی ہوں..." اس کی آواز میں ایک تلخی در آئی، "ورنہ اب میرے دل میں تمہارے لیے کوئی محبت باقی نہیں رہی کہ میں تم سے شادی کا فیصلہ کروں۔ اور یہ بھی صرف اس لیے کر رہی ہوں کیونکہ زاویار ماہا کے ساتھ ایک نئی زندگی شروع کر رہا ہے، تو میں کیوں پیچھے رہوں؟ اگر وہ میرے وجود کو نظرانداز کر کے کسی اور کو اپنا سکتا ہے، تو میں کیوں رکوں؟ میں کیوں اس کے بارے میں سوچوں جب وہ مجھے بھلا چکا ہے؟ اب میں بھی وہی کروں گی جو وہ کر رہا ہے... وہی راستہ چنوں گی جو اس نے میرے بغیر چن لیا ہے۔"

عفان نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔ وہ مکمل سپاٹ تھی، جیسے اس کے اندر کچھ بھی محسوس کرنے کی صلاحیت ہی باقی نہ رہی ہو۔

"ہاں... ٹھیک کہا تم نے، تمہیں وہی کرنا چاہیے جو تمہارا دل کہتا ہے۔" عفان نے دھیرے سے کہا۔

حالہ کا دل ایک لمحے کے لیے کانپا۔ وہ بے اختیار بولی، "دل تو کچھ اور کہہ رہا ہے..."

عفان نے فوراً پوچھا، "کیا؟"

حالہ نے سر جھکا لیا۔ "یہی کہ زاویار کو چھوڑ کر کہیں نہ جاؤں، یہی کہ زاویار کی جگہ کسی اور کو نہ دوں۔ مگر افسوس... زاویار مجھے چھوڑ رہا ہے۔ زندگی وہ نہیں ہے جو میں چاہتی ہوں۔ وہ مجھے چھوڑ رہا ہے، اور اس کے چھوڑنے کے بعد میں کہاں جاؤں گی؟ بس اس لیے... تمہارے سہارے ہوں۔"

عفان کچھ دیر خاموش رہا، جیسے وہ اس کے درد کو سمجھ رہا ہو۔ اس کی آنکھوں میں ایک ہلکی سی چمک ابھری، مگر وہ حالہ کے جذبات کو دیکھ کر فوراً سنجیدہ ہو گیا۔

"میں پوری کوشش کروں گا حالہ، تمہیں خوش رکھنے کی۔" اس نے نرمی سے کہا۔

حالہ نے پھیکی سی مسکراہٹ دی، پھر دھیرے سے بولی، "لیکن میں شاید کبھی خوش نہ ہو سکوں عفان۔ ایک وقت تھا جب میں اپنی ساری خوشیاں تم میں ڈھونڈتی تھی، مگر وہ وقت ختم ہو چکا ہے۔ سب ختم ہو چکا ہے۔ اب اس وقت میں خوشی کسی اور میں ڈھونڈ رہی ہوں... اور وہ خوشی بس ایک شخص میں ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے میز پر کہنی ٹکائی اور اپنی پیشانی کو سہارا دیا۔

"مجھے معاف کرنا... مگر میں تم سے شادی تو کر رہی ہوں، یہ فیصلہ بھی دل پر پتھر رکھ کر لیا ہے۔ مگر کبھی بھی تم سے پہلے جیسی محبت نہیں ہو گی۔ میری زندگی میں اب زاویار کے سوا کوئی ایسا شخص نہیں جس سے میں محبت کر سکوں..."

عفان خاموش رہا۔

اسے معلوم تھا کہ یہ شادی محض ایک سمجھوتہ ہو گی... مگر پھر بھی وہ حالہ کے ساتھ کھڑا رہنا چاہتا تھا۔

عفان اس کی بات پر کچھ لمحے خاموش رہا۔ وہ حالہ کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا، جہاں واضح شکستگی تھی، ٹوٹ پھوٹ تھی۔ کچھ لمحے گزرے، پھر اس نے ہلکی سانس لی اور دھیرے سے بولا۔

"تو پھر، تم صرف انتقام لینے کے لیے مجھ سے شادی کر رہی ہو؟"

"یہ انتقام نہیں ہے، عفان... یہ حقیقت ہے۔ اگر زاویار میرا نہیں ہو سکتا، تو مجھے بھی اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔"

عفان نے ہلکا سا سر جھکایا، جیسے اس کے لفظوں کا بوجھ محسوس کر رہا ہو۔

"اور تمہیں لگتا ہے کہ یہ فیصلہ تمہیں سکون دے گا؟"

حالہ نے ایک کڑوی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف دیکھا۔ "سکون؟ وہ تو تب بھی نہیں تھا جب میں زاویار سے محبت کرتی تھی، اور اب بھی نہیں ہے جب وہ مجھے چھوڑ چکا ہے۔ کم از کم یہ فیصلہ میرے اندر اس احساس کو ختم کر دے گا کہ میں تنہا ہوں۔"

عفان نے لمبی سانس لی اور کچھ دیر تک ٹیبل پر رکھے پانی کے گلاس کو گھورتا رہا۔ "حالہ، میں نے ہمیشہ تمہیں خوش دیکھنا چاہا ہے... اگر تمہیں لگتا ہے کہ تم اس فیصلے سے بہتر محسوس کرو گی، تو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ لیکن

میں چاہتا ہوں کہ تم یہ شادی اپنی مرضی سے کرو، نہ کہ صرف ردِ عمل میں۔"

حالہ نے گہری سانس لی، کچھ لمحے خاموش رہ کر جیسے اپنے جذبات کو قابو میں لا رہی ہو، پھر آہستہ سے بولی۔ "میری مرضی... وہ تو کب کی مر چکی ہے، عفان۔ اب جو کچھ ہے، وہ بس حالات ہیں۔ اور ان حالات میں، فلحال تم میرے لیے سب سے مناسب انتخاب ہو۔۔۔ مجھے اس وقت صرف تمہارا سہارا چاہیے" عفان نے سر جھکا لیا، جیسے وہ اس کی بے بسی کو پوری طرح سمجھ رہا ہو، مگر پھر بھی وہ جانتا تھا کہ یہ رشتہ کسی محبت یا خوشی کی بنیاد پر نہیں، بلکہ ایک بکھری ہوئی لڑکی کے مجبوری میں لیے گئے فیصلے پر قائم ہو گا۔

حالہ نے ایک نظر اپنی انگلیوں پر ڈالی جو مسلسل ایک دوسرے میں الجھی جا رہی تھیں، پھر جیسے خود کو زبردستی سنبھالتے ہوئے سیدھی ہوئی اور سرد لہجے میں بولی۔ "اب چلتی ہوں، دیر ہو رہی ہے۔"

عفان نے اس کی طرف دیکھا، جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو، مگر الفاظ نہ ملے۔

آخرکار، اس نے بس سر ہلا دیا۔ "ٹھیک ہے، میں چھوڑ دیتا ہوں۔"

"نہیں، میں خود چلی جاؤں گی۔" وہ فوراً بولی، جیسے عفان کے ساتھ مزید وقت گزارنے سے کتراتی ہو۔

عفان نے ایک لمحے کے لیے اسے دیکھا، پھر آہستہ سے سر جھکا لیا۔ "جیسا تم چاہو، مگر حالہ... ایک بار اور سوچ لو، کسی ضد میں کوئی فیصلہ نہ کرنا۔"

حالہ نے ہلکا سا طنزیہ مسکرایا۔ "سوچنے کے لیے اب کچھ باقی نہیں رہا، عفان۔ جو ہونا تھا، ہو چکا۔ اب جو ہو رہا ہے، بس اسی کے ساتھ چلنا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ کرسی پیچھے سرکاتی کھڑی ہوئی اور اپنا بیگ کندھے پر ڈال کر دروازے کی طرف بڑھنے لگی۔ عفان بس اسے جاتا دیکھتا رہا، جیسے اس کی بے بسی کے گواہ بننے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو۔

ریسٹورنٹ کے دروازے سے باہر نکلتے ہی ٹھنڈی ہوا اس کے چہرے سے ٹکرائی، مگر اندر جلتی ہوئی آگ میں یہ ہوا بھی کسی راحت کا سبب نہ بنی۔ وہ سیدھا گاڑی کی طرف بڑھی، دروازہ کھولا اور پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر ایک گہری سانس لی۔ ڈرائیور کو حکم دیا کہ اپارٹمنٹ کی طرف چلے۔ رات کے اندھیرے میں سڑک کی روشنیوں نے اس کے چہرے پر ایک عجیب سا عکس بکھیر دیا تھا، جیسے اس کے اندر بھی سب کچھ اتنا ہی بے ترتیب اور بکھرا ہوا ہو جتنا باہر کا منظر۔

☆☆☆✦☆☆☆

گاڑی عمارت کے سامنے آ کر رکی۔ ڈرائیور نے ایک نظر پیچھے آئینے میں ڈالی، جہاں حالہ خاموشی سے بیٹھی باہر دیکھ رہی تھی۔ چہرے پر گہری تھکن تھی، آنکھوں میں سوچوں کا ہجوم۔ کچھ لمحے یوں ہی گزر گئے، پھر ڈرائیور نے نرم لہجے میں کہا،

"میڈم، آپ پہنچ گئیں۔"

حالہ نے دھیرے سے پلکیں جھپکائیں، جیسے کسی گہری سوچ سے واپس آئی ہو۔ اس نے ایک گہری سانس لی اور دروازہ کھول کر باہر نکلی۔ رات کی خنکی نے اسے ہلکا سا جھنجھوڑا، مگر اس نے کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا۔ دروازہ بند کیا، پرس کو کندھے پر درست کیا اور اپارٹمنٹ کی طرف قدم بڑھا دیے۔

عمارت کے اندر داخل ہوتے ہی ارد گرد ایک سنّاٹا چھایا ہوا محسوس ہوا۔ ہال وے کی مدھم روشنی میں اس کا سایہ دیوار پر لرز رہا تھا۔ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے ہر قدم جیسے کسی بوجھ تلے دب رہا تھا۔

اپنے فلور پر پہنچ کر اس نے پرس سے چابی نکالی۔ دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر چند لمحے گزر گئے، جیسے اندر جانے کا حوصلہ جمع کر رہی ہو چابی کو تالے میں گھماتے ہوئے اس نے ایک گہری سانس لی اور دروازہ دھیرے سے کھولا۔ اندر قدم رکھتے ہی ایک مانوس سی خاموشی نے اس کا استقبال کیا۔ کمرے میں ہلکی مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی، جیسے ہر چیز ساکت ہو، زندگی سے خالی۔

اس نے دروازہ بند کیا، پشت اس سے ٹکائی اور پلکیں موند کر ایک لمحے کو رک گئی۔ دل جیسے سینے میں بھاری ہوتا جا رہا تھا۔ سانسیں بھی کسی بوجھ

تلے دبی محسوس ہو رہی تھیں۔ کچھ لمحے یونہی کھڑے رہنے کے بعد وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی صوفے کے قریب آئی اور خود کو اس پر گرا دیا۔

سر پیچھے ٹکا کر چھت کو گھورا، جیسے کوئی جواب تلاش کر رہی ہو۔ زاویار کے الفاظ، اس کا لہجہ، وہ بے نیازی — سب ذہن میں گونج رہے تھے۔ پھر عفان کی باتیں یاد آئیں، اس کی یقین دہانی، اس کا نرم لہجہ۔ مگر ان سب کے باوجود دل کے خلا کو کچھ بھی بھرنے میں ناکام تھا۔ ہاتھ بڑھا کر اس نے پرس سے موبائل نکالا، سکرین پر نظریں جمائیں۔ ایک پل کے لیے زاویار کو میسج کرنے کا خیال آیا، مگر اگلے ہی لمحے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ آ گئی۔ وہی زاویار جو اسے چھوڑ رہا تھا، جس کے لیے اب وہ کوئی معنی نہیں رکھتی تھی۔

گہری سانس لے کر موبائل کو ایک طرف رکھا اور سر گھٹنوں میں دے دیا۔ اندر ایک عجیب جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ دل کی ایک دھڑکن کہہ رہی تھی کہ سب ختم ہو چکا ہے، مگر دوسری بار بار اسے وہ لمحے یاد دلا رہی تھی جو اس نے زاویار کے ساتھ گزارے تھے۔

"سب ختم ہو چکا ہے..." اس نے خود سے سرگوشی کی، جیسے خود کو یقین دلانے کی ناکام کوشش کر رہی ہو۔ مگر آنکھوں میں جلتی نمی اور دل میں اٹھتا درد بتا رہا تھا کہ سب ختم نہیں ہوا تھا، بلکہ کہیں نہ کہیں، کچھ باقی تھا، جو اسے توڑ رہا تھا، اسے بے چین کر رہا تھا...

آج وہ جیسے خود کو کھو چکی تھی... یا شاید کسی اور کو کھو دینے کے بعد اپنے وجود کو بے معنی محسوس کر رہی تھی۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر حالہ نے دھیرے سے سر اٹھایا۔ زاویار تھکے تھکے قدموں سے اندر داخل ہو رہا تھا، کندھے ڈھیلے، آنکھوں میں ہلکی سی تھکن کی جھلک، جیسے پورا دن بوجھ تلے دبا رہا ہو۔ اس نے لاپرواہی سے کوٹ ایک طرف پھینکا اور ہاتھ سے گردن کو مسلتا ہوا اندر بڑھا۔

حالہ کی نظریں بے اختیار اس پر جا ٹکیں۔ ایک لمحے کے لیے دل میں کچھ دھڑکا، جیسے کسی امید نے جنم لیا ہو، مگر زاویار نے صرف ایک سرسری نظر اس پر ڈالی اور پھر نظریں پھیر لیں، جیسے وہ وہاں موجود ہی نہ ہو۔

اس کی آنکھوں میں ایک پل کے لیے نمی سی ابھری، مگر اگلے ہی لمحے اس نے چہرہ موڑ لیا، ہونٹ بھینچ کر ضبط کیا۔ زاویار نے پانی کی بوتل اٹھائی، گلاس میں پانی انڈیلا، کچھ گھونٹ لیے اور پھر صوفے پر بیٹھ گیا، سر پیچھے ٹکا دیا، آنکھیں بند کر لیں، جیسے سکون کے چند لمحے چاہتا ہو۔

کمرے میں گہری خاموشی چھا گئی۔ صرف گھڑی کی ٹک ٹک، زاویار کی مدھم سانسیں، اور حالہ کے دل کی بے ترتیب دھڑکنیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ پل بھر اسے دیکھتی رہی، جیسے کچھ کہنا چاہتی ہو، مگر پھر خود پر قابو پا کر نظریں جھکا لیں۔

وہ جانتی تھی، یہ وہی زاویار تھا، مگر پھر بھی کچھ بدل چکا تھا۔ سب کہیں کھو چکا تھا۔ اب اس کے سامنے صرف ایک ایسا شخص تھا، جو اس کے وجود کو نظرانداز کرنا جانتا تھا، اور حالہ کو یہ بات تکلیف دے رہی تھی... بہت زیادہ۔

"میں نے ایک فیصلہ لیا ہے۔۔۔"

وہ دھیرے سے بولی، مگر اس کے لہجے میں عجیب سی مضبوطی تھی، جیسے وہ خود کو قائل کر رہی ہو۔

زاویار نے سر اٹھایا، ایک پل کے لیے اس کے چہرے کو دیکھا، مگر پھر کوئی سوال کیے بغیر واپس اپنی جگہ ٹیک لگالی، جیسے اسے کوئی فرق ہی نہ پڑا ہو۔

"تم مجھے کچھ دن بعد چھوڑ دو گے، پھر ماہا ہو گی اور صرف تم ہو گے... اس لیے میں نے بھی ایک فیصلہ لے لیا ہے۔"

زاویار نے آنکھیں بند کیے بے پرواہی سے پوچھا، "کون سا فیصلہ؟"

"یہی کہ میں بھی شادی کر رہی ہوں۔"

زاویار کا چہرہ ایک پل کے لیے چونک اٹھا۔ اس کے ماتھے پر شکنیں ابھریں، مگر پھر جیسے خود کو قابو میں رکھا۔ وہ سیدھا ہوا، مگر تاثرات اب بھی ویسے ہی تھے۔ سپاٹ۔

"اچھا۔۔۔ مبارک ہو۔"

یہ کہتے ہی اس نے سر واپس صوفے کی پشت سے لگا دیا، جیسے واقعی اسے کوئی فرق نہیں پڑا۔

حالہ کی آنکھوں میں نمی ابھری، مگر اس نے ضبط کیا۔ اس کے اندر جیسے کچھ ٹوٹا تھا۔ اس کی مٹھیاں مزید سختی سے بند ہو گئیں، جیسے خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"پوچھو گے نہیں کس سے؟"

اس نے خود کو عام لہجے میں رکھنے کی کوشش کی، مگر اندر کا طوفان اس کے الفاظ میں محسوس ہو رہا تھا۔

زاویار نے ہلکی سانس لی، جیسے اسے واقعی پرواہ نہیں، "پوچھتا تب جب دلچسپی ہوتی، مجھے کوئی دلچسپی نہیں کہ تم کیا کر رہی ہو۔ جس سے شادی

کرنی ہے کرلو، ویسے بھی اب ہم دونوں کے راستے الگ ہونے والے ہیں۔"

وہ بے فکری سے بولا، جیسے واقعی کچھ محسوس نہ کررہا ہو، جیسے اسے واقعی پرواہ نہ ہو۔۔۔

"عفان سے۔۔۔ میں عفان سے شادی کررہی ہوں۔"

بس یہ جملہ کہنا تھا کہ زاویار کی آنکھیں فوراً کھل گئیں۔اس کا وجود جیسے ایک دم چوکنا ہوگیا۔ وہ فوراً سیدھا ہو کر بیٹھا، ماتھے پر شکنیں اور آنکھوں میں کچھ ایسا تھا جو صاف بتارہا تھا کہ یہ بات اسے اندر سے جھنجھوڑ چکی ہے۔

"کیا؟"

اس کی آواز مدھم مگر سخت تھی۔

حالہ نے ایک نظر زاویار کے تاثرات دیکھے۔ ایک پل کو دل چاہا کہ پیچھے ہٹ جائے، چھوڑ دے نہ کرے عفان سے شادی۔۔۔ مگر نہیں، وہ کمزور نہیں پڑے گی۔

"کیوں؟ اس کا نام سن کر اب حیرت کیوں ہو رہی ہے؟ میں جس سے بھی شادی کروں، تمہیں کیا فرق پڑتا ہے؟۔۔۔ یہی کہا تھا نا تم نے؟"

"ہاں، تم جس سے چاہو شادی کرو، مجھے کوئی مسئلہ نہیں۔۔۔ مگر عفان؟" زاویار کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی، جیسے وہ کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"تو؟ تم نے ہی تو کہا تھا کہ تمہیں کوئی پرواہ نہیں۔۔۔"

زاویار نے اس کی بات کاٹ دی، "عفان نے تم سے کہا؟"

"کیا کہا؟" حالہ نے الجھن سے پوچھا۔

"یہی کہ تم اس سے شادی کرو؟"

"تمہیں کیوں بتاؤں؟" حالہ نے نظریں چرائیں۔

زاویار کا دماغ اب واقعی خراب ہو رہا تھا۔ اس نے بے چینی سے اپنے ہاتھ کی انگلیاں آپس میں پھنسا کر سختی سے دبا لیں۔

"حالہ میں تم سے جو پوچھ رہا ہوں، اس کا جواب دو۔ مجھے۔۔۔" وہ ایک پل کو رکا، جیسے اپنے غصے کو قابو کر رہا ہو، پھر سختی سے بولا، "مجھے سچ سننا ہے۔"

حالہ نے حیرانی سے اسے دیکھا۔ زاویار کے چہرے پر جو لاتعلقی تھی، وہ کہیں غائب ہو چکی تھی۔ اس کی آنکھوں میں اب وہی شعلے تھے جو حالہ اکثر دیکھا کرتی تھی۔۔۔ جب اسے واقعی فرق پڑتا تھا۔

"ہاں... اسی نے کہا تھا۔"

زاویار کے چہرے کے تاثرات پل بھر میں بدل گئے۔ وہ اب بالکل خاموش تھا۔ جیسے یہ سن کر اس کے اندر کچھ طوفان برپا ہو چکا ہو، مگر وہ اسے زبان پر نہ لا رہا ہو۔

"اور تم نے ہاں بھی کر دی؟"

"ہاں..." حالہ نے دھیرے سے کہا، مگر نظریں دوسری طرف موڑ لیں۔

"ظاہر ہے، تم مجھے چھوڑ دو گے، تو میں کیا کروں گی؟ کس کے پاس جاؤں گی؟ میرا یہاں کوئی نہیں ہے..."

اس کا لہجہ مدھم تھا، مگر ان الفاظ نے زاویار کے اندر جیسے بجلی دوڑا دی تھی۔ وہ بے اختیار اسے دیکھتا رہا، مگر کوئی لفظ اس کے لبوں سے نہ نکل سکا۔

کمرے میں ایک بار پھر خاموشی چھا گئی، مگر اس خاموشی میں اب بہت کچھ تھا۔۔۔ بہت زیادہ۔

حالہ کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی، جیسے وہ خود کو مضبوط ثابت کرنا چاہتی ہو، جیسے وہ کسی بھی قیمت پر زاویار کے آگے کمزور نہیں پڑنا چاہتی۔ زاویار نے گہری سانس لی، مگر اس کے چہرے کے تاثرات سخت رہے۔

"حالہ خدا کے لیے... تمہارے ماں باپ ہیں، ان کے پاس جاؤ، شادی کیوں کر رہی ہو؟"

حالہ نے ہلکی سی ہنسی میں تلخی گھول دی اور اسے سیدھی نظروں سے دیکھا۔

"اور تم کیوں شادی کر رہے ہو؟ اگر یہی سوال میں تم سے پوچھوں؟"

زاویار کی نظریں مزید سخت ہو گئیں۔

"مجھ سے سوال مت کرو... میں یہاں تمہارے سوالوں کے جواب دینے نہیں بیٹھا۔"

حالہ نے ایک تلخ مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا۔

"تو پھر تم بھی مجھ سے کوئی سوال مت کرو، زاویار..."

وہ سیدھی ہو کر بیٹھی، اپنی آنکھیں زاویار کی آنکھوں میں گاڑتے ہوئے بولی، جیسے وہ ہر ایک بات اس کی روح میں اتار دینا چاہتی ہو۔

"کیونکہ اب ہم دونوں ایک دوسرے کے سوالوں کے جواب دینے کے پابند نہیں رہے۔ یہ ہماری اپنی اپنی زندگی ہے، ہمارے راستے الگ ہیں۔ اب تم جانو اور میں جانوں۔ یہی کہہ رہے تھے نا تم؟ کہ ہمارے راستے الگ ہیں؟"

زاویار خاموشی سے اس کے چہرے کو دیکھتا رہا۔ جیسے وہ کچھ کہنا چاہتا ہو، مگر الفاظ لبوں پر آکر رک گئے ہوں۔

حالہ نے اپنی آنکھوں کی چمک میں مزید تلخی بھری اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی،

"اور اب... اب تم بھی مجھے میرے فیصلے سے نہیں روک سکتے۔ اب میں بھی وہی کروں گی جو میرا دل کرے گا۔"

زاویار نے سر جھکا کر، جیسے اپنے اندر کے غصے کو دبانے کی کوشش کی، پھر سخت لہجے میں بولا "تم عفان سے شادی نہیں کرو گی۔"

حالہ کے چہرے پر ایک زہریلی مسکراہٹ آئی، جیسے وہ اس کے اختیار کو چیلنج کر رہی ہو۔

"اب تو اُسی سے کروں گی۔"

زاویار نے گہری سانس لی، مگر اس کی آواز میں ضبط کی سختی واضح تھی۔ وہ جانتا تھا کہ حالہ اسے صرف اس وقت تنگ اور پریشان کر رہی ہے۔

"حالہ میں تمہیں آخری بار کہہ رہا ہوں... تم عفان سے شادی نہیں کرو گی۔ اس کے بعد میں کچھ نہیں کہوں گا۔"

حالہ ہلکا سا آگے کو جھکی، زاویار کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا،

"اور میں بھی تمہیں آخری بار کہہ رہی ہوں، زاویار سلطان..."

اس کے الفاظ میں ایک ان دیکھی شدت تھی، جیسے وہ ہر حد پار کر سکتی ہو۔

"کہ میں عفان یوسف سے شادی کر کے دکھاؤں گی۔ جیسے تم ماہا سلیمان سے شادی کر سکتے ہو، ویسے ہی میں بھی اپنی زندگی خود جی سکتی ہوں۔ جیسے تم میرے بارے میں سوچے بغیر یہ فیصلہ کر سکتے ہو، تو میں تمہارے بارے میں کیوں سوچوں؟"

زاویار بس ایک نظر اسے دیکھتا رہا۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سا تاثرات کا کھیل تھا، جیسے وہ کچھ سوچ رہا ہو، مگر کہہ نہیں رہا تھا۔

حالہ کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے نمی اتری، مگر اس نے فوراً خود کو قابو میں کیا۔

"او کے حالہ... اب تم مجھے کسی چیز کا الزام نہیں دو گی۔ حتیٰ کہ اس بات کا بھی نہیں کہ میں نے تمہیں پہلے روکا نہیں تھا۔"

حالہ نے سختی سے ہنسی دبائی اور ہلکے مگر چبھتے ہوئے لہجے میں بولی، "تم مجھے روک بھی نہیں سکتے..."

زاویار نے ایک گہری نظر اس پر ڈالی، جیسے وہ اسے مکمل طور پر پڑھ لینا چاہتا ہو۔ پھر دھیرے سے، سرد لہجے میں بولا، "تم جیسی ضدی لڑکی کو کوئی روک بھی نہیں سکتا۔ تم جیسی لڑکیاں ہمیشہ اپنی چلانے کے بعد آخر میں پچھتاتی ہیں۔"

یہ جملہ حالہ کے دل میں کہیں تیر کی طرح لگا۔ ایک آنسو اس کی آنکھ سے بہ نکلا، مگر اس نے فوراً رخ موڑ کر اسے جذب کر لیا۔

"میں نہیں پچھتاؤں گی، خاص کر یہ فیصلہ کر کے تو کبھی نہیں۔"

اس نے سر اٹھایا، آنکھوں میں وہی تلخ چمک تھی، مگر اس کے اندر ایک درد چھپا ہوا تھا، جو وہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"عفان کو میں ہمیشہ سے جانتی ہوں، تبھی اس سے محبت بھی تھی۔ لیکن پھر تم ملے، اور مجھے لگا کہ شاید میری زندگی میں ایک صحیح شخص آگیا ہے... مجھے لگا کہ تم عفان سے بہت بہتر ہو۔۔۔ میں نے ہمیشہ شکر ادا کیا کہ میرے نصیب میں تم لکھے گئے، لیکن نہیں..."

وہ ایک پل کو رکی، جیسے الفاظ کا انتخاب کر رہی ہو، پھر تلخی سے بولی،

"تم دونوں ایک سے بڑھ کر ایک ہو... کوئی بھی اچھا نہیں ہے۔"

زاویار نے سکون سے اس کی طرف دیکھا، جیسے وہ اس کی آنکھوں میں وہ سب کچھ پڑھنا چاہتا ہو جو وہ زبان سے کہنے سے قاصر تھی۔ پھر ہلکے مگر گہرے لہجے میں بولا،

"یعنی میں تمہیں چھوڑ رہا ہوں اور ماہا سے شادی کر رہا ہوں، تو تم مجھے نیچا دکھانے کے لیے عفان سے شادی کر رہی ہو؟ یا پھر اب جب تمہاری مجھ سے جان چھوٹنے والی ہے، تو تم اپنی پہلی محبت سے شادی کرنے جا رہی ہو؟"

حالہ کے لبوں پر تلخ مسکراہٹ ابھری، مگر آنکھوں میں سرخی ابھر آئی۔ وہ کیا کہتی؟ کہ وہ عفان سے اس لیے شادی کر رہی ہے کیونکہ وہ اس سے پہلے محبت کرتی تھی اور زاویار کے چھوڑنے کے بعد اس کے پاس واپس جا رہی ہے؟ ایسا کچھ بھی نہیں تھا...

وہ صرف اس لیے یہ فیصلہ کر رہی تھی کیونکہ وہ مجبور تھی۔ مگر زاویار کو کون سمجھاتا؟ کہ حالہ مجبور ہے، اس کے پاس کوئی گھر نہیں ہے، اسے سہارا چاہیے، اور وہ اس سہارے کے لیے عفان سے شادی کر رہی ہے۔ مگر زاویار سلطان تو کچھ اور ہی سمجھ رہا تھا۔

"جو سمجھنا ہے، سمجھو..."

وہ بس اتنا ہی کہہ سکی، اس کی آواز کی لرزش اس کے اندر کی جنگ کا ثبوت تھی۔

"لیکن اب میرا فیصلہ نہیں بدلے گا... میں اُسی سے شادی کروں گی۔"

بات انا کی تھی، جو اس وقت حالہ کے قدموں میں آچکی تھی۔

زاویار نے گہری سانس لی، اس کی آنکھوں میں کچھ ایسا تھا جو وہ سمجھ نہیں پائی، پھر دھیرے سے بولا،

"صحیح ہے، کرو اپنی مرضی... جو ہو گا، اب تمہارے ساتھ ہو گا۔"

حالہ نے فوراً نظر اٹھا کر اسے دیکھا، پھر سختی سے بولی،

"تمہیں میرے معاملے میں بولنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔"

زاویار چند لمحوں کے لیے خاموش رہا، پھر آہستہ مگر سنجیدگی سے بولا،

"حالہ... وہ شخص اچھا نہیں ہے۔"

یہ جملہ جیسے آخری بار کہنے کے لیے وہ خود کو مجبور کر رہا تھا۔

حالہ نے زخمی نظروں سے اسے دیکھا، آنکھوں میں برسنے والی نمی کو زبردستی روکتے ہوئے،

"میں نے تم سے نہیں پوچھا، زاویار... وہ اچھا تھا اور اچھا ہے۔ یہ مت بھولو کہ پہلے میں اُسی سے شادی کرنے کے فیصلے پر تھی۔ ظاہر ہے، اگر میری

آنکھوں نے اس کے اندر کچھ اچھا دیکھا تھا، تو تبھی محبت ہوئی نا؟ مگر پھر جیسے کہ میں نے بتایا کہ... جب اُس نے مجھے قبول نہیں کیا، میرا دل ٹوٹ گیا، اور پھر مجھے اُس سے بہتر تم لگے۔"

ایک آنسو اس کی آنکھ سے نیچے گرا، مگر اس نے رخ موڑ لیا تا کہ زاویار وہ دیکھ نہ سکے۔

زاویار بس خاموشی سے اس کو دیکھ رہا تھا، جیسے وہ جانتا ہو کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے، کہ وہ صرف خود کو مضبوط ثابت کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

"مگر نہیں، زاویار... کوئی میرے لیے بہتر نہیں ہے۔ نہ وہ... نہ تم۔"

زاویار کے چہرے پر ایک سرد تاثرات کی تہہ جمی، پھر وہ سکون سے بولا،

"میں کسی کے لیے بہتر نہیں ہوں اور نہ ہی مجھے بہتر بننا ہے... مگر تم نے میری نہ مانی اور نہ سنی، حالہ۔ اب تم جانو اور تمہاری زندگی... لیکن مجھے کچھ مت کہنا۔"

یہ کہہ کر وہ اٹھا اور لمبے قدموں سے باہر نکل گیا۔

حالہ ایک پل کے لیے ساکت رہی، پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

وہ زاویار کو نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ وہی بہتر تھا، وہی اس کی محبت تھا، وہی سب کچھ تھا۔ جو کچھ وہ زاویار کے آگے کہہ رہی تھی، وہ سب جھوٹ تھا۔ زاویار ہی اس کا سب کچھ تھا... مگر اب شاید بہت دیر ہو چکی تھی۔...

☆☆☆✦☆☆☆

اس رات کی بحث کے بعد دونوں کے درمیان کوئی بات نہ ہوئی۔ نہ صبح افس جانے تک کوئی بات ہوئی اور نہ ہی افس میں۔ اب وہ دونوں آفس

سے باہر آرہے تھے۔ موسم ہلکا سا سرد تھا، شام ہونے کو تھی۔ دونوں خاموشی سے گاڑی میں بیٹھے جا رہے تھے۔

چند لمحے خاموشی میں گزرے، پھر زاویار نے پہلی بار زبان کھولی، مگر اس کا لہجہ اتنا ہی سنجیدہ تھا جتنا رات کو تھا۔

"پھر تم نے واقعی فیصلہ کر لیا ہے کہ اُس سے شادی کرو گی؟"

حالہ نے زاویار کی طرف دیکھا نہیں، بس سرد لہجے میں بولی "اور تم نے فیصلہ کر لیا ہے ماہا سے شادی کرنے کا؟"

"میرا فیصلہ تو پہلے کا ہی ہے... میں تمہارے فیصلے کا کہہ رہا ہوں۔ سوچ لو، ابھی بھی وقت ہے۔ اس سب تماشے کو ختم کرو اور اپنے ماں باپ کے پاس چلی جاؤ۔"

"میں نے کر لیا ہے فیصلہ، زاویار... تمہارے چھوڑنے کے بعد مجھے کسی نہ کسی سے تو شادی کرنی ہی تھی، کسی نہ کسی نے تو مجھے اپنانا ہی تھا... پھر یہی سہی۔"

زاویار نے سر جھکایا، جیسے وہ اپنے غصے کو ضبط کر رہا ہو۔ پھر نسبتاً نرم لہجے میں بولا،

"حالہ... تم سمجھ نہیں رہی۔ دیکھو... تمہیں جس سے شادی کرنی ہے، کرو... تمہیں جو کرنا ہے، کرو، مگر میں صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ عفان سے شادی نہ کرو۔"

"کیوں؟ عفان میں ایسا کیا ہے جو اس سے شادی نہ کروں؟"

"کیونکہ میں اسے جانتا ہوں..." زاویار نے سنجیدگی سے کہا۔

"تم نہیں جانتے، اور مجھے اب تمہاری کوئی بات نہیں سننی... تم تو مجھے چھوڑ رہے ہو نا؟ پھر میری فکر کس بات کی؟ چھوڑ دو مجھے میرے حال پر!"

زاویار نے گہری سانس لی، ضبط کرنا مشکل ہو رہا تھا، مگر پھر بھی نرم لہجے میں بولا، "حالہ، دیکھو، میں آخری بار کہہ رہا ہوں، یہ مت کرو... بعد میں پچھتاؤ گی..."

حالہ کی آنکھوں میں چمک آئی، جیسے اسے کوئی ثبوت مل گیا ہو۔

"تمہیں کیوں عفان کے نام سے جلن ہو رہی ہے؟ تم کیوں جل رہے ہو کہ میں اُس سے شادی کروں؟"

زاویار نے زچ ہو کر ایک گہری سانس لی، جیسے خود پر قابو پانے کی کوشش کر رہا ہو۔

"جلن؟ تم سے مجھے کیوں جلن ہو گی، حالہ؟ اگر تمہارے ساتھ میرے کوئی جذبات جُڑے ہوتے، تو میں تمہیں چھوڑ ہی کیوں رہا ہوں؟"

حالہ نے سر جھٹکا، پھر سیدھا زاویار کی طرف دیکھا۔

"میں نہیں جانتی، مگر تم عفان کے پیچھے کیوں پڑے ہو؟"

زاویار نے ایک اور گہری سانس لی، پھر جیسے تھک کر کہا "اوہ... ٹھیک ہے، حالہ! اب میں اور کچھ نہیں سمجھاؤں گا... کرو جو تمہیں کرنا ہے، بس..."

یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔ حالہ نے تھکی ہوئی نظروں سے باہر دیکھنا شروع کر دیا، پھر اپنی کنپٹی مسلی، اس کا سر درد سے پھٹ رہا تھا۔

چند لمحے بعد اس نے دھیمے مگر تھکے ہوئے لہجے میں کہا، "مجھے اس شہر کے اولڈ ہوم لے جاؤ گے؟"

زاویار نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ "کیوں؟"

"میری ایک دوست ہے وہاں... پارک میں دوستی ہوئی تھی، ضعیف ہیں... ان سے پوچھے بغیر کوئی فیصلہ میں نہیں کروں گی۔"

زاویار نے کچھ لمحے اسے خاموشی سے دیکھا، پھر گہری سانس لی اور سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے... چھوڑ آتا ہوں۔" حالہ نے ایک نظر زاویار کو دیکھا، اس کی آنکھوں میں وہی پرانی چمک تھی، مگر چہرے پر ایک زخمی مسکراہٹ آگئی۔ ہائے زاویار... میں تمہیں اپنے دماغ سے کیسے نکالوں گی؟

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

گاڑی اولڈ ہوم کے سامنے رکی تو حالہ نے گہری سانس لی۔ اس کی نظریں اس پرانے مگر صاف ستھرے عمارت پر تھیں، جہاں کئی کہانیاں بسیرا کیے

ہوئے تھیں۔ زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی، مگر کچھ کہا نہیں۔ حالہ نے دروازہ کھولا اور باہر قدم رکھا۔

جیسے ہی اس نے اندر قدم رکھا، ایک عجیب سی خاموشی نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ راہداری میں مدھم روشنی تھی، دیواروں پر پرانی تصویریں ٹنگی ہوئی تھیں، جن میں مسکراتے چہرے دکھائی دے رہے تھے — چہرے جو وقت کی گردش میں کہیں کھو چکے تھے۔ اندر کچھ بوڑھی عورتیں کرسیوں پر بیٹھی کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھیں، کچھ آپس میں باتوں میں مگن تھیں، اور کچھ بس خاموشی سے وقت کے گزرنے کا انتظار کر رہی تھیں۔

حالہ نے آہستہ قدم بڑھائے اور استقبالیہ پر کھڑی خاتون سے پوچھا،

"گل رانا کہاں ہیں؟"

خاتون نے ایک شفقت بھری مسکراہٹ کے ساتھ ایک کوریڈور کی طرف اشارہ کیا، "وہ اپنے کمرے میں ہیں، شاید نماز پڑھ رہی ہوں گی۔ تم جا سکتی ہو۔"

حالہ نے سر ہلایا اور آہستہ آہستہ اس راہداری میں داخل ہو گئی۔ ہر قدم کے ساتھ اس کے دل کی دھڑکن جیسے بڑھتی جا رہی تھی۔ دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے دیکھا، کمرے کے اندر گل رانا ایک سادہ سی چادر اوڑھے، جائے نماز پر بیٹھی تھیں۔

حالہ نے دروازے کے قریب کھڑے ہو کر آہستہ سے سلام کیا، "السلام علیکم۔"

گل اماں نے آخری سلام پھیرا اور آہستہ آہستہ چہرہ موڑ کر حالہ کی طرف دیکھا۔ جیسے ہی ان کی نظریں حالہ پر پڑیں، ان کے چہرے پر ایک گہری، مانوس مسکراہٹ آگئی۔

"حالہ؟"

حالہ کے لبوں پر بھی مدھم مسکراہٹ ابھری، مگر آنکھوں میں کوئی انجانی سی نمی تھی۔ وہ آہستہ سے ان کے قریب گئی اور ان کے سامنے بیٹھ گئی۔

گل اماں نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما، جیسے وہ اس کے اندر چھپی الجھنوں کو محسوس کر رہی ہوں۔ حالہ نے ان کی آنکھوں میں دیکھا—وہی آنکھیں جو ہمیشہ جیسے اس کی خاموشیوں کو پڑھ لیتی تھیں۔

"بہت دنوں بعد آئی ہو، بچی۔ سب ٹھیک ہے نا؟" گل اماں نے نرمی سے پوچھا۔

حالہ نے گہری سانس لی، جیسے کچھ کہنے کے لیے الفاظ چن رہی ہو، مگر کچھ بولا نہیں گیا۔ وہ بس ان کے ساتھ بیٹھی رہی، جیسے ان کے وجود کی گرمی ہی کافی ہو اپنے اندر کی ٹھنڈک کو کم کرنے کے لیے۔

حالہ نے گل اماں کے ہاتھوں کو نرمی سے تھاما اور مدھم آواز میں پوچھا،

"کیسی ہیں آپ؟ سب ٹھیک ہے نا؟"

گل اماں مسکرائیں، مگر آنکھوں میں وہی مانوس سی گہری اداسی تھی، جو ہمیشہ وقت کے بے رحم گزرنے کی گواہ بن جاتی تھی۔ انہوں نے نرمی سے حالہ کی انکھوں میں دیکھا "ٹھیک تو ہوں، بس وقت کا کیا ہے، وہ اپنے حساب سے چلتا رہتا ہے۔ یہاں سب ایک جیسے دن جیتے ہیں، مگر دل کا حال کوئی کسی کو نہیں بتاتا۔ پرانی یادیں ہیں جو راتوں میں جاگتی ہیں، کچھ

خوشبوئیں ہیں جو وقت کے ساتھ مدھم ہو جاتی ہیں، اور کچھ چہرے ہیں جو دل سے تو کبھی نہیں جاتے، مگر آنکھوں سے دھندلا ضرور جاتے ہیں۔"

حالہ نے گہری سانس لی۔ کچھ لمحے خاموشی میں گزرے، پھر وہ مدھم آواز میں بولی، "آپ نماز پڑھ رہی تھیں، نہ؟"

گل اماں نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ "ہاں، نماز ہی تو ہے جو اس عمر میں سب سے بڑا سہارا بن جاتی ہے۔ بس اس سے باتیں کرتی ہوں، دل کا بوجھ ہلکا کر لیتی ہوں۔"

حالہ نے نظریں جھکا لیں، پھر آہستہ سے بولی، "پڑھنے کا دل تو میرا ابھی چاہتا ہے... اٹھتی بھی ہوں، کبھی کبھار، مگر پھر جانے کیوں بھول جاتی ہوں۔ جیسے پڑھی ہی نہیں جاتی..."

گل اماں نے ایک گہری نظر اس پر ڈالی، پھر تھوڑا قریب ہو کر نرمی سے اس کا ہاتھ تھپتھپایا۔ "نماز کو بوجھ مت سمجھو، اسے دل کا سکون سمجھو۔ ہم اکثر یہ سوچتے ہیں کہ جب ضرورت ہو گی، تب پڑھیں گے۔ جب دل چاہے گا، تب پڑھیں گے۔ مگر نماز کوئی مجبوری نہیں، یہ تو ایک محبت ہے، ایک ایسی محبت جو تمہیں اس وقت بھی سنبھالتی ہے جب تم خود کو سب سے زیادہ تنہا محسوس کر رہی ہوتی ہو، یہ مت سوچو کہ تمہیں کسی پابندی میں باندھا جا رہا ہے، بلکہ یہ سوچو کہ تمہیں ایک ایسا سہارا دیا جا رہا ہے جو دنیا کے کسی سہارے سے زیادہ مضبوط ہے۔ اور اگر کبھی نماز پڑھتے ہوئے دل بھٹکنے لگے، خیالات کہیں اور جانے لگیں، تو گھبرا کر چھوڑ مت دینا، بس اللہ سے کہنا، یا اللہ، میں کمزور ہوں، میرا دل بھٹک رہا ہے، مگر میں تجھ سے بات کرنا چاہتی ہوں، تجھ سے جُڑنا چاہتی ہوں۔ 'بیٹی، دعا مانگنے کے لیے بھی تو

ہمت چاہیے ہوتی ہے نا؟اور جس دل میں دعا کی خواہش ہو، وہ کبھی خالی نہیں لوٹتا۔"

گل اماں کی نرم آواز میں ایک ایسی گہرائی تھی جو حالہ کے دل میں کہیں اندر اتر رہی تھی۔ وہ بس خاموشی سے ان کی باتیں سنتی رہی، جیسے ہر لفظ اس کی روح میں جذب ہو رہا ہو۔

کچھ لمحے یونہی خاموشی میں گزرے، پھر گل اماں نے نرمی سے پوچھا، "تمہاری آنکھوں میں اداسی کیوں ہے؟ کیا بات ہے؟ کوئی پریشانی ہے جو تمہارے دل کو بوجھل کر رہی ہے؟"

حالہ نے ایک لمحے کے لیے نظریں چرائیں، جیسے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہی ہو، مگر پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی، "بس کچھ نہیں، زندگی ہے... کبھی آسان، کبھی مشکل۔"

گل اماں مسکرائیں، مگر ان کی آنکھوں میں سمجھ بوجھ کی ایک چمک تھی۔

"زندگی ہمیشہ مشکل نہیں رہتی، بعض اوقات ہمیں لگتا ہے کہ ہم کسی بہت بڑی آزمائش میں ہیں، مگر وقت کے ساتھ ہمیں پتا چلتا ہے کہ جو راستہ ہم نے مشکل سمجھا تھا، وہی ہمیں ہماری اصل منزل تک لے جانے والا تھا۔ بس یقین رکھو، صبر رکھو، اور سب سے بڑھ کر، خود کو کبھی بے سہارا مت سمجھو۔"

حالہ نے ان کی بات پر غور کیا، جیسے وہ ہر لفظ کو اپنے اندر اتار رہی ہو۔ پھر اس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ گل اماں کا ہاتھ تھاما، "آپ ہمیشہ اتنی اچھی باتیں کرتی ہیں، دل ہلکا ہو جاتا ہے۔"

گل اماں نے شفقت بھری نظر سے اس کی پیشانی کو چھوا، "تمہارا دل بھاری لگ رہا ہے۔ اگر کوئی بوجھ ہے تو بانٹ لو۔ کچھ فیصلے ہم اکیلے نہیں کر

سکتے، کبھی کبھی کسی ایسے شخص کی ضرورت ہوتی ہے جو ہمارے دل کے حال کو سمجھے، بغیر کسی فیصلے کے، بغیر کسی سوال کے۔"

حالہ نے ایک لمحے کے لیے گہری سانس لی، جیسے کچھ سوچ رہی ہو، پھر آہستہ سے بولی، "اگر آپ سے ایک سوال کروں، تو کیا آپ سچ میں میرا دل ہلکا کر سکیں گی؟"

گلِ اماں نے نرمی سے مسکراتے ہوئے سر ہلایا، "پوچھو، جو بھی دل میں ہے، کہہ دو۔"

حالہ نے نظریں جھکا کر اپنی انگلیوں کو آپس میں جکڑ لیا، جیسے خود کو مضبوط کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ پھر آہستہ سے بولی، "اگر کوئی شخص آپ کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لے، تو کیا اسے روکنا چاہیے؟ یا خاموشی سے اس کے فیصلے کو قبول کر لینا چاہیے؟"

گل اماں نے کچھ لمحے اسے غور سے دیکھا، پھر نرمی سے بولیں، "یہ سوال تمہارے دل میں آیا ہے، یا تمہاری زندگی میں آیا ہے؟"

حالہ نے پل بھر کو گل اماں کی آنکھوں میں دیکھا، پھر ہلکی سی تلخ مسکراہٹ کے ساتھ بولی، "فرق کیا پڑتا ہے؟ سوال تو بس سوال ہوتا ہے۔"

گل اماں نے دھیمے لہجے میں کہا، "نہیں کچھ سوال صرف سوال نہیں ہوتے، وہ ہمارے دل کی حالت بتاتے ہیں، ہماری الجھنوں کو ظاہر کرتے ہیں۔"

حالہ نے گہری سانس لی، جیسے اپنے اندر کی بے چینی کو ضبط میں رکھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ "اگر کوئی آپ کو چھوڑنے کا فیصلہ کر چکا ہو، اور وہ خود بھی کہے کہ اس فیصلے پر قائم ہے، تو کیا اس کے باوجود بھی اسے روکنے کی کوشش کرنی چاہیے؟"

گل اماں نے اس کی بات سن کر تھوڑی دیر کے لیے خاموشی اختیار کی، جیسے ہر لفظ کو سمجھ رہی ہوں، پھر آہستہ سے بولیں، "محبت وہ نہیں ہوتی جو زبردستی روکی جائے، اور نہ ہی وہ ہوتی ہے جو ضد میں کرلی جائے۔ محبت کا فیصلہ دل کرتا ہے، مگر اس کا نبھانا عقل کا کام ہوتا ہے۔"

حالہ نے نظریں جھکائے اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔ "اگر عقل اور دل ایک دوسرے کے مخالف ہوں تو؟"

گل اماں مسکرائیں، "پھر یہ سوچنا چاہیے کہ آخر دل کیا چاہتا ہے؟ محبت، عزت اور سکون، یا بس ایک ضد؟ اگر کسی کا دل تم سے ہٹ چکا ہو، تو اسے واپس کھینچنے کی کوشش کرنا خود کو تکلیف میں ڈالنے کے برابر ہے۔ لیکن اگر کہیں نہ کہیں کوئی امید باقی ہو، تو اُسے مکمل ختم کرنے کے بجائے وقت دینا بہتر ہوتا ہے۔"

حالہ نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا، اس کی آنکھوں میں الجھن تھی، درد تھا، شاید کچھ امید بھی۔ "اگر کوئی شخص خود بھی نہیں جانتا کہ وہ کیا چاہتا ہے؟ اگر وہ خود بھی الجھا ہوا ہو؟"

گل اماں نے ایک نرم مسکراہٹ کے ساتھ اس کے سر پر ہاتھ رکھا، "پھر اسے سوچنے کا وقت دو، مگر خود کو تکلیف میں ڈال کر نہیں۔ تم اپنی زندگی کو روک نہیں سکتی صرف اس امید پر کہ شاید وہ واپس آ جائے۔ اگر اسے جانا ہے تو جانے دو، لیکن اپنی زندگی کو مت روکو۔" حالہ نے گہری سانس لی، جیسے اپنے اندر کچھ ٹھیک کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ وہ خاموش ہو گئی، شاید ان الفاظ کو اپنے دل میں جگہ دے رہی تھی۔ "دعا کرو، اپنے رب سے مانگو۔ اگر وہ تمہارے نصیب میں ہے، تو تمہیں ملے گا، اگر نہیں، تو اللہ

تمہیں بہتر راستہ دکھائے گا۔ مگر ایک بات یاد رکھو، محبت اگر عزت کے بغیر ہو، تو وہ محبت نہیں ہوتی، وہ بس ایک عادت بن جاتی ہے۔"

حالہ نے آنکھیں بند کر لیں، جیسے خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی ہو۔

اس کے دل میں کہیں نہ کہیں زاویار کی وہ باتیں گونج رہی تھیں، اس کے رویے، اس کی بے نیازی، اور اب گلِ اماں کے الفاظ۔

وہ جانتی تھی، وہ فیصلہ کر چکی تھی، مگر کیا واقعی یہ فیصلہ صحیح تھا؟

حالہ نے گہری سانس لی، پھر نظریں جھکاتے ہوئے دھیمے لہجے میں بولی،

"میں نے شادی کا فیصلہ کر لیا ہے، گلِ اماں... عفان سے۔ وہ مجھے پسند کرتا ہے..." وہ جملہ مکمل نہ کر سکی، جیسے الفاظ کہیں گلے میں اٹک گئے ہوں۔

گلِ اماں نے بغور اس کے چہرے کو دیکھا، جہاں ضد اور بے یقینی کی ملی جلی کیفیت تھی۔

"محبت اور شادی دو الگ چیزیں ہیں۔ محبت دل سے ہوتی ہے، مگر شادی زندگی کے ساتھ چلنے کے لیے ہوتی ہے۔ تمہیں اس میں فرق کرنا ہوگا۔"

حالہ نے سر جھکا لیا۔ "میں جانتی ہوں، مگر اب میرے پاس کوئی راستہ نہیں بچا۔ زاویار مجھے چھوڑ چکا ہے، میں اکیلی نہیں رہ سکتی، مجھے کسی نہ کسی سہارے کی ضرورت ہے۔"

"لیکن سہارا لینے اور سمجھوتہ کرنے میں فرق ہوتا ہے، بیٹی۔ تمہیں خود فیصلہ کرنا ہوگا کہ تم عفان سے شادی سہارا لینے کے لیے کر رہی ہو یا واقعی دل سے؟"

حالہ نے نظریں چراتے ہوئے کہا، "عفان اچھا انسان ہے، وہ میرا خیال رکھے گا۔ میں پہلے بھی اسے پسند کرتی تھی۔۔۔ اب نہیں کرتی مگر میری مجبوری ہے۔۔۔ اور اب حالات کافی بدل چکے ہیں"

گل اماں نے نرمی سے کہا، "حالات ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں، مگر تمہیں سوچنا چاہیے کہ تم یہ فیصلہ کس بنیاد پر لے رہی ہو؟ زاویار کو نیچا دکھانے کے لیے؟ خود کو ثابت کرنے کے لیے؟ یا واقعی تمہارا دل چاہتا ہے؟"

حالہ نے بے چینی سے پہلو بدلا، اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اس کے دل میں جو طوفان ہے، وہ محض دکھاوے کا نہیں ہے۔ زاویار کی بے نیازی، اس کی بے حسی، سب کچھ اس کے وجود کو جھنجھوڑ چکا تھا۔

"میں نے فیصلہ کر لیا ہے، گل اماں۔" وہ مضبوطی سے بولی، مگر اس کی آواز کی لرزش اس کے دل کی حالت بتا رہی تھی۔

گل اماں نے ایک طویل سانس لی، جیسے وہ سمجھ چکی ہوں کہ حالہ خود کو یقین دلانے کی کوشش کر رہی ہے، مگر شاید خود بھی جانتی ہے کہ اس کا دل اب

بھی کسی اور کے نام کی ضربوں میں دھڑک رہا ہے۔اس نے گہری سانس لی، جیسے اپنے ہی الفاظ کو ترتیب دینے کی کوشش کر رہی ہو۔وہ نظریں جھکائے دھیمے لہجے میں بولی، "میں یہ فیصلہ صرف اپنے سہارے کے لیے لے رہی ہوں، گل اماں... شاید زاویار سے دل کبھی ہٹ نہ سکے، شاید میں اسے ہمیشہ چاہتی رہوں، مگر حقیقت یہی ہے کہ وہ مجھے چھوڑ رہا ہے اور میں اب مزید اس کی بے حسی برداشت نہیں کر سکتی۔"

اس کی آنکھوں میں درد کی چمک تھی، جیسے کوئی زخم بار بار ہرے ہو رہے ہوں۔گل اماں بغور اس کا چہرہ دیکھ رہی تھیں،ان کی بوڑھی آنکھوں میں ایک عجیب سی شفقت تھی۔

"دل کو مجبور نہیں کیا جا سکتا، اور نہ ہی زبردستی محبت ختم کی جا سکتی ہے۔ لیکن یہ مت بھولو کہ اگر کسی کا دھیان تم پر نہیں ہے، تو اس کے پیچھے بھاگنے سے صرف تم خود کو مزید تکلیف دو گی۔"

حالہ نے ہلکی سی تلخ مسکراہٹ کے ساتھ سر جھٹکا، "تکلیف تو پہلے ہی بہت مل چکی ہے، گل اماں... اب میں بس تھک گئی ہوں۔ میں مزید کسی بے معنی امید میں نہیں رہ سکتی، نہ یہ سوچ سکتی ہوں کہ شاید کسی دن زاویار پلٹ کر آئے گا۔ اس کے لیے میں کبھی اہم نہیں رہی، شاید کبھی ہو بھی نہ سکوں۔"

گل اماں نے اس کے لرزتے ہاتھوں پر اپنا جھریوں بھرا ہاتھ رکھا، "جو دل میں ہوتا ہے، وہ کہیں نہ کہیں ہمارے فیصلوں میں جھلکتا ضرور ہے۔ تم کہہ

رہی ہو کہ تم عفاسے شادی اپنے سہارے کے لیے کر رہی ہو، مگر سچ تو یہ ہے کہ تم اسے زاویار کی ضد میں قبول کر رہی ہو، نہ کہ دل سے۔"

حالہ نے تیزی سے نظریں چرائیں، جیسے ان کی بات سننا مزید مشکل ہو رہا ہو۔ "شاید ایسا ہی ہو، شاید نہیں... مگر میں اب پیچھے نہیں ہٹ سکتی، گلِ اماں۔ جو ہونا ہے، وہ ہو کر رہے گا۔"

گلِ اماں نے اسے ایک طویل نظر سے دیکھا، جیسے وہ اس کی بے بسی کو محسوس کر رہی ہوں۔ "بس ایک بات یاد رکھنا... اگر فیصلہ دل کے خلاف کیا جائے، تو زندگی بوجھ بن جاتی ہے۔"

حالہ نے زبردستی مسکرا کر آنکھوں میں چمکتے آنسوؤں کو روکنے کی کوشش کی۔ مگر حقیقت یہی تھی کہ اس کے اندر کہیں نہ کہیں ایک خوف بیٹھا

تھا—خود کے فیصلے کا، زاویار کے کھو جانے کا، اور شاید ایک بار پھر محبت میں ہار جانے کا۔

حالہ نے اپنی نم آنکھیں جھپک کر گلِ اماں کی طرف دیکھا اور ایک تھکی ہوئی سانس لی۔

"اگر میں شادی کرلوں تو؟" اس کی آواز میں الجھن اور بے بسی تھی، جیسے وہ خود کو یقین دلانے کی کوشش کر رہی ہو کہ وہ جو کر رہی ہے، وہی صحیح ہے۔

گلِ اماں نے گہری نظر سے اسے دیکھا، پھر ایک پل کے لیے خاموش رہیں، جیسے وہ حالہ کے الفاظ کے پیچھے چھپے درد کو سمجھنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ پھر دھیمے مگر مضبوط لہجے میں بولیں، "شادی ایک ایسا رشتہ ہے جو محض ضد، انا یا سہارا ڈھونڈنے کے لیے نہیں کیا جاتا۔ یہ دو زندگیاں جوڑنے کا

وعدہ ہوتا ہے، اور اگر یہ وعدہ کسی کمزور بنیاد پر کیا جائے تو وہ زیادہ دیر نہیں ٹکتا۔"

حالہ نے نظریں چرائیں، مگر گل اماں کی بات جاری رہی،

"تم کہہ رہی ہو کہ تم زاویار کے چلے جانے کے بعد کسی نہ کسی کے سہارے کی محتاج ہو، مگر کیا تم نے کبھی سوچا ہے کہ کیا واقعی تمہیں کسی دوسرے انسان کا سہارا چاہیے؟ کیا تم خود اتنی کمزور ہو کہ اپنے دم پر کھڑی نہیں ہو سکتی؟"

حالہ نے نظریں جھکا لیں، اس کے ہاتھ مٹھیوں میں بند ہو گئے۔ "میں کمزور نہیں ہوں، گل اماں... بس تھک گئی ہوں۔ میں اکیلی نہیں رہ سکتی، مجھے کوئی ایسا چاہیے جو میرا ہو، جو میرے ساتھ رہے، جو مجھے قبول کرے... جو مجھے بے مول نہ سمجھے۔"

گل اماں نے ایک لمبی سانس لی اور اس کے کندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھا، "کسی کے ساتھ رہنا اور کسی کے لیے خود کو قربان کر دینا، یہ دو الگ باتیں ہیں۔ تم محبت کے نام پر ایک ایسا فیصلہ لینے جا رہی ہو جو شاید تمہیں زندگی بھر خوشی نہ دے سکے۔ اور اگر تمہارا دل آج بھی زاویار میں اٹکا ہے، تو سوچو... کیا تم واقعی اپنے نئے رشتے کے ساتھ انصاف کر سکو گی؟ کیا تم واقعی اس رشتے کو دل سے قبول کر سکو گی؟"

حالہ نے لب بھینچ لیے، آنکھوں میں ایک ضد سی ابھری، "مگر زاویار نے تو میرے ساتھ کوئی انصاف نہیں کیا، نا؟ تو پھر میں کیوں کروں؟ وہ اپنی زندگی میں آگے بڑھ چکا ہے، میں کیوں نہ بڑھوں؟ میں کیوں رکوں؟"

گل اماں ہلکا سا مسکرائیں، جیسے وہ پہلے ہی اس بات کی توقع کر رہی ہوں۔ "اگر تم اپنے فیصلے میں اتنی ہی پُر اعتماد ہو، تو کر لو شادی۔ مگر یاد رکھنا، کسی

دوسرے کا فیصلہ تمہارے فیصلے کی بنیاد نہیں ہونا چاہیے۔ زاویار نے کیا کیا، کیوں کیا، یہ سب اس کا معاملہ ہے۔ تمہیں اپنے دل کو سن کر، اپنی عقل سے فیصلہ کرنا ہوگا، نہ کہ کسی کی ضد میں آکر یا کسی کے رویے کا بدلہ لینے کے لیے۔"

حالہ نے خاموشی سے ان کی بات سنی، اس کی آنکھوں میں کشمکش اب بھی تھی۔

"اگر تم واقعی دل سے مطمئن ہو، تو جاؤ اور جو چاہے کرو۔ مگر اگر ذرا بھی شک ہے، تو سوچنے کے لیے وقت لو، بیٹی... زندگی کے فیصلے یوں جلد بازی میں نہیں کیے جاتے۔"

حالہ نے ایک لمحے کو کچھ بولنے کے لیے لب کھولے، مگر پھر انہیں بند کر لیا۔ دل میں کئی سوالات تھے، مگر جواب صرف وقت ہی دے سکتا تھا۔

اس نے گل اماں کی بات سنی، مگر اس کے اندر جیسے کوئی جنگ چل رہی تھی۔ وہ اپنی مٹھیاں بند کیے، نظریں نیچے کیے بولنے ہی والی تھی کہ، دروازہ آہستہ سے کھلا، اور ایک ملازمہ ہاتھ میں کھانے کی ٹرے لیے اندر داخل ہوئی۔ وہ خاموشی سے آئی اور گل اماں کے سامنے ٹرے رکھ دی، پھر ایک نظر حالہ پر ڈالی، جیسے اسے کھانے کی پیشکش کرنا چاہتی ہو۔

"بی بی جی، کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔"

گل اماں نے سر ہلایا اور نظر حالہ پر ڈالی۔ "کچھ کھا لو۔"

حالہ نے سر نفی میں ہلایا، نظریں جھکائے ہوئے بولی، "نہیں گل اماں، مجھے بھوک نہیں ہے۔"

گل اماں نے خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ سر جھٹکا۔ ''ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ بھوک کسی سے پوچھ کر نہیں آتی، بس لگ جاتی ہے، اور تم تو دن بھر سے پریشان ہو۔''

حالہ نے ایک بار پھر منع کیا، مگر گل اماں نے زبردستی اس کا ہاتھ تھاما، نرمی سے کھانے کی پلیٹ اپنی طرف کھسکائی، اور اپنے جھریوں بھرے ہاتھوں سے ایک نوالہ توڑا۔

''یہاں ایسے انکار نہیں چلتا، ماں کی طرح سمجھو، میں زبردستی ہی کھلاؤں گی۔''

حالہ نے ہلکا سا احتجاج کرنا چاہا، مگر گل اماں نے نوالہ اس کے لبوں کے قریب لے جا کر محبت سے کہا، ''بس، منہ کھولو۔''

بے بس ہو کر حالہ نے آہستہ سے منہ کھولا، اور گل اماں نے نوالہ اس کے منہ میں ڈال دیا۔ حالہ نے چبایا، مگر جیسے ہی ذائقہ زبان پر آیا، اس کی آنکھیں کچھ لمحوں کے لیے حیرانی سے پھیل گئیں۔

"یہ کیسا کھانا ہے؟ اتنا... اتنا خراب ذائقہ؟" اس نے بے ساختہ کہہ دیا اور پانی کا گھونٹ لے لیا۔

گل اماں نے بے ساختہ قہقہہ لگایا، جیسے کوئی راز فاش ہو گیا ہو۔ "ہاں، یہی کھاتے ہیں ہم سب یہاں۔ بس جو مل جائے، وہی کھا لیتے ہیں۔ زندگی کے اصول بھی کچھ ایسے ہی ہیں، جو ملے، وہ قبول کر لو۔"

حالہ خاموشی سے گل اماں کو دیکھتی رہی، اور پھر نظریں نیچے کر لیں۔ اس کے اندر جیسے ایک طوفان سا چلنے لگا تھا، جسے وہ خود بھی پوری طرح سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

گلِ اماں کی ہنسی کے پیچھے بھی ایک دکھ تھا، ایک اداسی تھی جو ان کی آنکھوں میں حالہ نے واضح دیکھی۔

"گلِ اماں، آپ کب سے یہاں ہیں؟"

گلِ اماں نے ایک گہری سانس لی، جیسے کوئی پرانی یاد دوبارہ ذہن میں اُبھر آئی ہو۔ "بہت سال ہو گئے، شاید پچیس، شاید تیس سال۔ وقت کی گنتی کرنا کب کا چھوڑ دیا ہے۔"

حالہ نے چونک کر انہیں دیکھا، "اتنا عرصہ؟ آپ کے بچے؟ کوئی رشتہ دار؟"

گلِ اماں کے چہرے پر ایک دھیمی مسکراہٹ ابھری، مگر آنکھوں میں پرانی یادوں کی پرچھائیاں لرزنے لگیں۔ "جب اپنوں کی آنکھوں میں تمہارا وجود بوجھ لگنے لگے، تب جان لینا کہ تمہارا وقت ختم ہو چکا ہے۔ میرے

بیٹے نے کہا تھا، 'امی، آپ ہمارے ساتھ خوش نہیں رہ سکتیں، آپ بس دعائیں کریں، ہم آپ کا خیال رکھیں گے۔' اور پھر یہ خیال بس اتنا تھا کہ مجھے یہاں چھوڑ گئے، ایک دن، دو دن، پھر ہفتے مہینے، اور آخر میں سال گزر گئے۔"

"آپ نے کبھی شکوہ نہیں کیا؟ کبھی واپسی کے لیے نہیں کہا؟"

گل اماں نے نرمی سے حالہ کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ "نہیں بیٹی، شکوہ اللہ سے کرنا بھی تو ناشکری ہے۔ دیکھو، زندگی میں ہر چیز انسان کے حق میں بہتر نہیں لگتی، مگر جب تم وقت کے پردے ہٹاؤ گی، تو سمجھو گی کہ ہر دکھ، ہر جدائی، ہر مشکل اللہ کی طرف سے ایک تربیت ہے، ایک آزمائش ہے۔"

حالہ کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے۔ "لیکن کچھ درد ایسے ہوتے ہیں جو انسان کو توڑ دیتے ہیں، جیسے... " وہ ایک لمحے کو رکی، پھر سر جھکا کر بولی، "جیسے کسی سے ٹوٹ کر محبت کرنا اور پھر اسے کھونا۔"

گلِ اماں نے حالہ کی بات غور سے سنی، پھر مسکراتے ہوئے بولیں، "تمہیں نبی کریم ﷺ کا وہ واقعہ معلوم ہے جب آپ ﷺ کے تین قریبی ترین لوگ — حضرت خدیجہؓ، حضرت ابو طالب، اور حضرت حمزہؓ — دنیا سے چلے گئے؟"

حالہ نے آنسو صاف کرتے ہوئے سر ہلایا، "ہاں، وہ سال 'عام الحزن' کہلاتا ہے، یعنی غم کا سال۔"

گلِ اماں نے محبت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا، "بالکل! اور دیکھو، اللہ نے انہیں اس صدمے کے بعد معراج عطا کی، یعنی ایسا انعام دیا جو کسی اور نبی کو

نہیں ملا۔ کبھی کبھی زندگی تمہیں ایسے موڑ پر لے آتی ہے جہاں تمہیں لگتا ہے کہ سب کچھ ختم ہو گیا، مگر وہی موڑ تمہاری اصل پہچان اور طاقت کا آغاز ہوتے ہیں۔"

حالہ کی آنکھیں نم تھیں۔ "تو کیا میں بھی اس درد سے نکل سکتی ہوں؟"

گل اماں نے مسکرا کر اس کا ہاتھ دبایا، "ہاں اگر تم صبر اور شکر کے ساتھ اپنے راستے پر چلو گی، تو اللہ تمہیں بھی وہ دے گا جو تمہارے لیے سب سے بہتر ہو گا۔ محبت صرف پانے کا نام نہیں، بلکہ دینے اور قربانی دینے کا بھی ہے۔ اگر کسی کو چھوڑنا پڑے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ محبت ختم ہو گئی، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تمہیں کسی اور راستے پر لے جانا چاہتا ہے، ایک بہتر راستہ۔"

حالہ خاموشی سے ان کی باتیں سنتی رہی، جیسے ہر لفظ اس کے اندر کہیں بہت گہرائی میں اتر رہا ہو۔ وہ آج پہلی بار خود کو واقعی ہلکا محسوس کر رہی تھی، جیسے دل کا بوجھ کچھ کم ہوا ہو۔ مگر پھر بھی، اس کی آنکھوں میں وہی سوال تھا، "کیا میرا فیصلہ ٹھیک ہے؟ کیا واقعی میں جو کر رہی ہوں، وہ میرے لیے بہتر ہے؟"

گل اماں نے اس کی آنکھوں میں جھانکا اور نرمی سے کہا، "اگر تمہارا دل بے چین ہے، اگر تمہارا فیصلہ تمہیں اندر سے سکون نہیں دے رہا، تو شاید تمہیں دوبارہ سوچنے کی ضرورت ہے۔"

حالہ نے گہری سانس لی۔ اس کے اندر کہیں نہ کہیں ایک عجیب سی کشمکش چل رہی تھی۔ وہ خود کو بہلانے کی کوشش کر رہی تھی کہ اس کا فیصلہ

صحیح ہے، مگر گل اماں کی باتوں نے اس کی روح کے اندر ایک ہلچل مچا دی تھی۔

"مگر گل اماں،" حالہ نے مدھم آواز میں کہا، "کبھی کبھی انسان کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں ہوتا۔ وہ جو بھی فیصلہ کرتا ہے، وہ بس حالات کی مجبوریوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ میں یہ سب خوشی سے نہیں کر رہی، میں بس مجبور ہوں۔"

گل اماں مسکرا دیں، مگر وہ مسکراہٹ دکھ سے بھری ہوئی تھی۔ "دنیا میں سب سے بڑی بیوقوفی یہی ہے کہ انسان خود کو مجبور سمجھے۔ مجبور تو صرف وہی ہوتا ہے جس کا اختیار اللہ نے چھین لیا ہو—جیسے وہ جو سانس لینا چاہے مگر نہ لے سکے، جو بولنا چاہے مگر زبان ساتھ نہ دے، جو قدم اٹھانا چاہے

مگر پاؤں ساتھ نہ دیں۔ مگر جب تک تمہارے پاس سوچنے، سمجھنے، اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت ہے، تم مجبور نہیں، تم خود کو مجبور کر رہی ہو۔"

حالہ نے پلکیں جھپکائیں۔ اس کے دل کی دھڑکن ایک لمحے کے لیے تیز ہوئی۔ "تو آپ یہ کہہ رہی ہیں کہ میں غلط کر رہی ہوں؟"

گل اماں نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں، میں یہ کہہ رہی ہوں کہ تم خود کو سچ کا سامنا کرنے نہیں دے رہیں۔ دیکھو، کسی چیز کا حاصل ہونا یا نہ ہونا، یہ ہماری آزمائش ہے۔ مگر ہم خود کو دھوکہ دیتے ہیں جب ہم یہ سوچتے ہیں کہ ہم بس ایک راستے پر مجبور ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر راستہ تمہارا اپنا چُنا ہوا ہوتا ہے، چاہے وہ درد میں لیا گیا ہو یا خوشی میں۔ تمہیں خود سے پوچھنا چاہیے، تم یہ شادی کر رہی ہو کیونکہ تم واقعی یہی چاہتی ہو، یا بس زخم کا بدلہ لینے کے لیے؟"

حالہ کے گلے میں کچھ اٹکنے لگا۔ وہ گہری سانس لے کر بولی، "میں بدلہ نہیں لے رہی، میں بس... میں بس سہارا چاہتی ہوں۔ مجھے ایک ایسا کندھا چاہیے جس پر سر رکھ کر میں رو سکوں، جہاں میں خود کو تنہا نہ سمجھوں، جہاں کوئی ہو جو کہے کہ وہ میرے ساتھ ہے۔ میں محبت زاویار سے کرتی ہوں، مگر وہ تو مجھے چھوڑ دے گا۔ وہ اپنی دنیا میں جا چکا ہے، میں کیسے اس کے انتظار میں اپنی زندگی ضائع کر دوں؟"

گل اماں نے محبت بھری نظروں سے اسے دیکھا، جیسے اس کی بے بسی کو سمجھ رہی ہوں۔ "سہارا ڈھونڈنا غلط نہیں، مگر سہارا صرف وہ لینا چاہیے جو حقیقت میں تمہیں سنبھال سکے۔ اگر تم کسی ایسے شخص کے سہارے کے لیے جا رہی ہو جو خود تمہارے دل میں نہیں، تو یہ سہارا نہیں، بلکہ ایک نیا

بوجھ ہوگا۔ اور ہر وہ چیز جسے ہم زبردستی اپنی زندگی میں لے آتے ہیں، وہ ایک دن ہمیں دُکھی ضرور کرتی ہے۔"

حالہ خاموش ہوگئی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ گلِ اماں جو کہہ رہی ہیں، وہ سچ ہے۔ مگر یہ مان لینا کہ وہ واقعی غلط کر رہی ہے —— یہ مشکل تھا۔ وہ نظریں چرا کر بولی، "مگر میں اکیلی نہیں رہ سکتی گلِ اماں... میں ٹوٹ جاؤں گی۔"

"جو لوگ اللہ کو اپنا سہارا بنا لیتے ہیں، وہ کبھی نہیں ٹوٹتے۔ انسان کا سہارا وقتی ہوتا ہے، مگر جو دل اللہ کے قریب ہو، وہ کبھی خالی نہیں رہتا۔ تمہیں پتا ہے، حضرت یعقوبؑ کے بیٹے حضرت یوسفؑ کو ان کے بھائیوں نے کنویں میں پھینک دیا تھا، پھر غلام بنا دیا، پھر قید کر دیا گیا۔ مگر کیا حضرت یوسفؑ ٹوٹ گئے؟ نہیں، کیونکہ ان کا سہارا اللہ تھا۔"

حالہ کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ اس نے سر جھکا کر مدھم آواز میں کہا "لیکن میں اتنی مضبوط نہیں ہوں گلِ اماں... میں اتنا صبر نہیں کر سکتی۔"

گلِ اماں نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھا۔ "صبر کوئی پیدا ہوتے ہی نہیں سیکھتا بیٹی، یہ ایک عمل ہے، جو وقت کے ساتھ آتا ہے۔ مگر ہاں، اگر تم واقعی اس راستے پر چلنا چاہتی ہو، تو میں تمہیں نہیں روکوں گی۔ کیونکہ زندگی کے کچھ سبق انسان خود سیکھتا ہے، صرف باتوں سے نہیں، بلکہ وقت کے تھپڑوں سے۔ میں بس دعا کروں گی کہ اللہ تمہیں وہی دے جو تمہارے حق میں بہتر ہو، نہ وہ جو تم زبردستی اپنے لیے چن رہی ہو۔"

حالہ نے لب بھینچ لیے۔ اس کے دل میں ایک ہلچل سی مچ رہی تھی۔ گلِ اماں کی باتیں سیدھی اس کے دل پر لگ رہی تھیں، مگر وہ خود کو مطمئن

کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ وہ جو کرنے جا رہی ہے، وہ ہی صحیح ہے۔ مگر کہیں اندر ایک کانپتی ہوئی آواز کہہ رہی تھی، "کیا واقعی؟"

گل اماں نے حالہ کے چہرے پر بہتے آنسو دیکھے تو اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا، جیسے اس کی روح کی بے قراری کو محسوس کر رہی ہوں۔ ان کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی، وہ چمک جو صدیوں کے تجربے اور آزمائشوں کے بعد آتی ہے۔ وہ آہستہ سے بولیں، "صبر کرنا سیکھ لو، کیونکہ زندگی میں سب کچھ تمہاری مرضی سے نہیں ہوگا۔"

حالہ نے نم آنکھوں سے انہیں دیکھا۔ "لیکن گل اماں، صبر کرنا آسان نہیں ہوتا۔ جب دل میں درد ہو، جب آنکھوں کے سامنے سب کچھ ٹوٹتا نظر آئے، جب کوئی تمہیں چھوڑ کر چلا جائے، تو کیسے صبر کیا جائے؟"

گل اماں مسکرائیں، جیسے یہ سوال انہوں نے زندگی میں کئی بار سنا ہو۔ وہ تھوڑا سا آگے ہو کر بولیں، "صبر کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ تم درد محسوس نہ کرو، کہ تمہاری آنکھوں سے آنسو نہ بہیں۔ صبر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تم ان سب چیزوں کے باوجود اللہ پر یقین رکھو، اس کے فیصلوں کو قبول کرو، اور یہ بھروسہ رکھو کہ وہ جو کر رہا ہے، وہ تمہارے حق میں بہتر ہے، چاہے تمہیں ابھی نظر نہ آئے۔"

حالہ خاموش رہی۔ گل اماں نے اس کی خاموشی میں موجود سوالوں کو محسوس کیا اور اپنی بات جاری رکھی۔ "تمہیں معلوم ہے، حضرت ایوبؑ کی آزمائش؟ وہ جو اتنے امیر تھے، جن کے پاس صحت تھی، عزت تھی، اولاد تھی، مگر اللہ نے ان سب چیزوں کو ان سے لے لیا۔ بیماری میں مبتلا کر دیا، دوستوں نے ساتھ چھوڑ دیا، بیوی بھی آخر میں تھک گئی۔ لیکن حضرت

ایوبؑ نے کبھی شکوہ نہیں کیا۔ وہ بس یہی کہتے رہے، *'اے میرے رب، مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔'*"

حالہ نے پلکیں جھپکائیں۔ گلِ اماں کی آواز میں ایک گہری سنجیدگی تھی۔

"اور پھر کیا ہوا؟ جب ان کا صبر اللہ کو پسند آیا، تو اللہ نے انہیں صحت بھی دی، اولاد بھی، عزت بھی اور ان کی آزمائش کو ان کے لیے رحمت بنا دیا۔ صبر کا یہی صلہ ہوتا ہے، کہ جب وقت آتا ہے، تو اللہ وہ چیز عطا کرتا ہے جو انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتی۔"

حالہ کی سانس لرز گئی۔ "لیکن اگر میرا دل کہے کہ میں صبر نہیں کر سکتی؟ کہ میں تھک چکی ہوں؟"

"تب بھی صبر کرنا پڑے گا، کیونکہ صبر کوئی اختیار نہیں، یہ ضرورت ہے۔ اگر تم صبر نہیں کرو گی تو کیا ہو گا؟ تم پریشان ہو گی، رو گی، ٹوٹ جاؤ گی، مگر کیا تمہاری تکلیف کم ہو جائے گی؟ نہیں، بلکہ اور بڑھ جائے گی۔ صبر کا مطلب ہے کہ تم اپنے درد کو اللہ کے سپرد کر دو، اس سے دعا کرو، اور یقین رکھو کہ وہ تمہیں اس امتحان سے نکالے گا۔"

حالہ نے سر جھکا لیا۔ گلِ اماں نے ایک اور بات کہی، جو سیدھی اس کے دل میں اتری۔ "جس چیز کے لیے تم روتی ہو، کبھی سوچا ہے کہ وہ چیز تمہاری قسمت میں نہ لکھی ہو؟ یا ہو سکتا ہے کہ اللہ تمہیں کسی اور بہتر چیز کے لیے تیار کر رہا ہو؟ انسان جب اپنی ضد میں مبتلا ہو جاتا ہے، تو اسے کچھ اور نظر نہیں آتا، مگر جو اللہ پر یقین رکھتے ہیں، وہ ہمیشہ جانتے ہیں کہ ہر محرومی کے بعد ایک بڑی عطا ہوتی ہے۔"

حالہ کے دل میں کچھ ٹوٹا۔ وہ اپنی آنکھیں موندے، اپنے اندر کی جنگ کو سننے لگی۔ وہ جانتی تھی کہ گلِ اماں صحیح کہہ رہی ہیں، مگر کیا وہ واقعی اس درد کو اللہ کے سپرد کر سکتی تھی؟ کیا وہ واقعی صبر کر سکتی تھی؟

"جب بھی دل بوجھل ہو، بس ایک دعا کیا کرو، *'اے اللہ، میں کمزور ہوں، مگر تیرا سہارا چاہتی ہوں۔ میرے دل کو اس چیز سے آزاد کر دے جو میرے لیے نہیں، اور مجھے وہ دے جو میرے لیے بہتر ہو۔'*"

حالہ کی آنکھوں سے خاموشی سے آنسو بہہ نکلے۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ گلِ اماں کی باتوں میں وہ روشنی تھی جس کی اسے ضرورت تھی، مگر وہ روشنی قبول کرنا کتنا مشکل تھا...

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

وہ گھر پہنچی تو قدموں میں تھکن بھاری ہو چکی تھی۔ دل جیسے کسی بوجھ تلے دبا جا رہا تھا۔ گل اماں کی باتیں اب بھی کانوں میں گونج رہی تھیں —— نرم لہجے میں کہی گئی وہ باتیں جو سننے میں عام سی لگتی تھیں مگر اندر کہیں دل کو ہلا کر رکھ دیتی تھیں۔ مگر حالہ نے فیصلہ کر لیا تھا۔ جو ہونا تھا، وہی ہونا تھا۔ اور اب شادی بھی اسی سے کرنی تھی۔ آخر گل اماں نے بھی تو کہہ دیا تھا،

"جو تمہیں ٹھیک لگے، وہی کرو۔"

اس نے خود کو یقین دلانے کی کوشش کی کہ یہی ٹھیک ہے، یہی اس کے حق میں بہتر ہے۔ مگر دل تھا کہ کسی اور ہی نکتہ نظر سے سوچ رہا تھا۔ اس کی نظر اچانک سامنے پڑی۔ زاویار کمرے سے باہر آ رہا تھا۔ اس کے بال ہلکے بھیگے ہوئے تھے، شاید ابھی نہا کر نکلا تھا۔ ایک سادہ سی ٹی شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس، وہ بے دھیانی میں کچن کی طرف بڑھ گیا۔

نہ کوئی سلام، نہ کوئی نظر، نہ کوئی سوال۔

اور یہی چیز تو حالہ کو تڑپا دیتی تھی۔ وہ بے بس تھی، مگر اسے معلوم تھا کہ زاویار بھی شاید اتنا ہی بے بس تھا۔ ان کے درمیان خاموشی کا جو خلا پیدا ہو چکا تھا، وہ اب صرف بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ اور ویسے بھی، وہ دونوں ایک دوسرے کو چھوڑنے والے تھے۔

حالہ نے گہری سانس لی، خود کو نارمل رکھنے کی کوشش کی، اور آہستہ قدموں سے چلتی ہوئی ٹی وی لاؤنج میں صوفے پر بیٹھ گئی۔

"پھر کیا کہا تمہاری گل اماں نے؟"

زاویار کی آواز ابھری۔ وہ کچن میں کھڑا تھا، کافی بنا رہا تھا، اور سرسری انداز میں پوچھا تھا۔ کچن اوپن تھا، اس لیے وہ نظر آ رہا تھا۔

حالہ نے پل بھر کے لیے خاموشی اختیار کی، پھر مدھم لہجے میں بولی

"انہوں نے کہا کہ کرلو شادی۔۔۔"

زاویار نے ایک پل کے لیے اسے دیکھا، جیسے کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر ایک ہلکی سی تلخی اس کے لہجے میں ابھری "انہیں معلوم نہیں ہے نا کے وہ شخص کیسا ہے تبھی اجازت دے دی خیر، تم اپنی زندگی کے فیصلے خود لیتی ہو، میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"تم کچھ کہو بھی مت۔ تم خوش رہو ماہا کے ساتھ۔"

زاویار کچھ دیر اسے دیکھتا رہا، پھر چپ چاپ چلتا ہوا اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"تم بھی خوش رہنا اس کے ساتھ۔۔۔"

آواز سپاٹ تھی، جیسے کسی انجان راہگیر سے بات کر رہا ہو۔

حالہ کی سانس رک سی گئی۔اس نے نظریں جھکالیں اور دھیرے سے بولی "نہیں... میں تو کبھی خوش نہیں رہ سکتی، تم سے دور ہو کر تو کبھی نہیں۔۔۔"

زاویار نے ایک گہری سانس لی، پھر مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا "یہ سب صرف باتیں ہیں، حالہ۔ تم نے اس سے زیادہ محبت کی تھی، جلد ہی وہ تمہیں اچھا لگنے لگے گا۔اور میں؟ میں تو ویسے بھی تمہارے لیے ایک بند باب بن جاؤں گا۔ تمہیں بھول جانا چاہیے، یہ تمہارے لیے بہتر ہو گا۔"

"نہیں بھول سکتی۔۔"

حالہ کی آواز کانپ گئی۔آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

وہ ایک پل رکی، پھر مدھم لہجے میں بولی، "کل سے میں تمہارے آفس نہیں آؤں گی۔۔۔اب تو ہمارا رشتہ ختم ہونے والا ہے نا، تو آفس بھی ختم۔"

زاویار نے چند لمحے خاموشی میں گزارے، جیسے وہ پہلے ہی یہ سب سننے کے لیے تیار ہو۔ پھر سیدھا ہو کر بیٹھا اور ہموار لہجے میں بولا "میں نے تم پر کبھی زبردستی نہیں کی تھی، حالہ۔ اگر چھوڑنا چاہتی ہو تو چھوڑ دو، اگر نہیں چھوڑنا چاہتی تو مت چھوڑو۔ میں نے تمہیں آفس میں بلایا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ اکیلے اپارٹمنٹ میں رہنا تمہارے لیے ٹھیک نہیں۔ حالات ابھی بھی ٹھیک نہیں ہیں۔ مگر اب، جب کہ ہم دونوں کا رشتہ ختم ہونے والا ہے، تمہیں جو کرنا ہے، وہ کرو۔ اب وہی تمہاری حفاظت کرے گا۔"

اتنا پرسکون انداز، اتنی بے نیازی۔۔۔

حالہ کی نظریں بے اختیار جھک گئیں۔ اس کے لب کپکپائے "نہیں زاویار۔۔۔ تمہارے سوا کوئی میری اتنی اچھی حفاظت نہیں کر سکتا۔ تم ہی تو ہو جس نے ہمیشہ میرا ساتھ دیا، عفان تمہاری طرح نہیں ہے۔۔۔"

زاویار کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری، مگر وہ خالص طنزیہ تھی۔ "نہیں نہیں، تم تو کہہ رہی تھیں کہ ہم دونوں ایک سے بڑھ کر ایک ہیں؟"

حالہ نے شرمندگی سے نظریں جھکا لیں، "ہاں بولا تھا۔۔۔ غصے میں۔" زاویار نے اس پر ایک نظر ڈالی، پھر پیچھے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ اور تب ہی اچانک، حالہ کا فون بجا۔

کال کی گھنٹی اتنی تیز تھی کہ وہ ایک دم چونک گئی۔ ہڑبڑا کر اس نے فون دیکھا، ایک انجان نمبر تھا۔ زاویار نے پلکیں جھپک کر اسے دیکھا، مگر پھر دوبارہ آنکھیں بند کر لیں، جیسے اسے کوئی فرق نہیں پڑا۔

حالہ نے بے خیالی میں کال اٹھالی، "ہیلو؟ کون؟"

دوسری طرف چند لمحے خاموشی رہی، جیسے کوئی بولنے کے لیے الفاظ تلاش کر رہا ہو۔ پھر ایک مدھم، لرزتی ہوئی آواز ابھری، مگر حالہ کے لیے پہچاننا مشکل تھا۔

"جی؟ آپ کون ہیں؟" اس نے الجھن بھرے لہجے میں پوچھا، ماتھے پر شکن نمودار ہوئی۔ سامنے سے کچھ کہا گیا، اتنا مدھم کہ سمجھنا دشوار تھا، مگر جیسے ہی الفاظ واضح ہوئے، حالہ کا رنگ فق ہو گیا۔

وہ ایک دم سیدھی ہو کر بیٹھی، دل کی دھڑکن جیسے کانوں میں سنائی دینے لگی۔ زاویار، جواب تک لاتعلق نظر آ رہا تھا، اس کی بدلتی ہوئی حالت دیکھ کر چونکا۔ اس نے بھنویں سکیڑ لیں، مگر خاموش رہا۔

"کیا...؟"

حالہ کی آنکھوں میں یکایک رنگ بدلے — حیرانی، بے یقینی، اور پھر...

شدید صدمہ۔

"یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" اس کا لہجہ لرزنے لگا، سانس جیسے حلق میں اٹک گئی۔ فون اس کے ہاتھ سے ڈھیلا پڑ گیا اور دھپ سے صوفے پر جا گرا۔ وہ خود بھی ساکت بیٹھی تھی، جیسے جسم میں حرکت کی سکت ہی نہ رہی ہو۔

زاویار اب پوری طرح الرٹ ہو چکا تھا۔ وہ فوراً آگے جھکا، اس کے قریب آتے ہوئے فکرمندی سے پوچھا، "حالہ؟ کیا ہوا؟" مگر حالہ کا ردعمل نہ

ہونے کے برابر تھا۔اس کے لب کانپ رہے تھے، آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے۔

جیسے...

جیسے ایک پل میں سب کچھ ختم ہو گیا ہو۔ جیسے اس کی دنیا کسی زلزلے کی زد میں آکر بکھر چکی ہو۔

رات گہری تھی، خاموش اور سنسان۔ شہر کی روشنیاں مدھم پڑ چکی تھیں، اور آسمان پر چمکتا چاند بھی جیسے اپنی روشنی سمیٹ رہا تھا۔اپارٹمنٹ کی کھڑکی سے باہر سنّاٹا تھا، بس کبھی کبھار کسی دور جاتی گاڑی کی آواز خاموشی کو توڑ دیتی۔ کمرے میں ہلکی زرد روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ زاویار اور حالہ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے تھے، مگر دونوں کے درمیان خاموشی کا

ایک گہرا سمندر تھا۔ حالہ کے آنسو رُکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ وہ مسلسل رو رہی تھی، جیسے کوئی اندرونی طوفان تھا جو تھمنے کو نہیں آ رہا تھا۔

زاویار اس کے سامنے بیٹھا بس اسے دیکھ رہا تھا، اس کے بولنے کا انتظار کر رہا تھا، مگر وہ خاموش تھی، بے حد خاموش۔

"حالہ؟" اس کی مدھم آواز کمرے میں گونجی، جیسے کسی نے خاموشی کی دیوار پر آہستہ سے دستک دی ہو۔ حالہ نے بھیگی آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کے چہرے پر شدید دکھ اور بے بسی کی پرچھائیاں تھیں۔ وہ بہت دیر سے صرف رو رہی تھی، جیسے آنسو ہی واحد ذریعہ تھے اس کے دل کی حالت کو بیان کرنے کے لیے۔

"زاویار..." اس کی لرزتی آواز سسکیوں کے بیچ سے نکلی۔

زاویار کی آنکھیں سوالیہ تھیں۔اس نے غور سے اسے دیکھا،اس کے بھیگے ہوئے چہرے کو، کانپتے لبوں کو،اور وہ تھکن جواس کے وجود سے جھلک رہی تھی۔

"میں... میں نے کیوں نہیں سنتی تمہاری؟" حالہ نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا، جیسے خود کو ہی کوس رہی ہو۔

"ہوا کیا ہے حالہ؟ تم کب سے رو رہی ہو، مجھے بتاؤتو سہی کہ کیا ہوا ہے؟" زاویار کی آواز میں بے چینی تھی، مگر لہجہ اب بھی نرم تھا، سنبھالنے والا، حوصلہ دینے والا۔

حالہ نے اپنی بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھا۔لب ہلے، مگر کوئی لفظ ادا نہ ہو سکا۔جیسے اس کے حلق میں کوئی کانٹے چبھ گئے ہوں،اور ہر لفظ درد بن کر پھنس گیا ہو۔

بالآخر، اس کے لبوں سے ایک نام نکلا، ہلکی سی سرگوشی کی طرح—

"اسرہ..."

زاویار نے فوراً اس کی آنکھوں میں جھانکا، الجھن سے۔

"ہاں؟" حالہ کے ہونٹ کانپے۔

"وہ..." اس کا سانس رکا، جیسے اگلے الفاظ ادا کرنا آسان نہ ہو۔

اس نے سر جھکا لیا، اور ایک اور آنسو اس کی پلکوں سے بہہ کر گال پر آ گیا۔ وہ کسی ایسی حقیقت کو لفظوں میں ڈھالنا نہیں چاہتی تھی جو اس کا دل چیر کر رکھ دے گی۔

کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ زاویار انتظار کر رہا تھا، مگر حالہ کا سانس بے ترتیب ہو گیا تھا۔ وہ سسک رہی تھی، جیسے الفاظ نکلنے سے پہلے ہی گھُٹ رہے ہوں۔

آخر کار، اس نے سر اٹھایا۔

"وہ... مر گئی ہے، زاویار۔"

زاویار کو ایک پل کے لیے لگا کہ اس نے غلط سنا ہے۔

"کیا؟" اس کے ماتھے پر شکنیں ابھریں۔

"اسرہ..." حالہ کی آواز مدھم ہوتی جا رہی تھی، جیسے خود سے بھی حقیقت چھپانے کی کوشش کر رہی ہو۔

"وہ... مر گئی ہے۔"

زاویار کا دل ایک لمحے کے لیے رک سا گیا۔ "کیسے؟" حالہ کی آنکھیں خوف سے اور بھی زیادہ بھیگ گئیں۔ وہ بمشکل سانس لے رہی تھی، جیسے ہر سانس لینا بھی ایک اذیت ہو۔

وہ کچھ کہنے کو لپک رہی تھی، مگر لفظ گلے میں ہی پھنس گئے تھے۔اس کے کندھے ہل رہے تھے، پورا وجود کانپ رہا تھا،اور زاویار اس کے چہرے سے ایک پل کے لیے بھی نظریں نہیں ہٹا سکا۔

پھر وہ بولی، بہت آہستہ، جیسے خود کو بھی یقین دلانے کی کوشش کر رہی ہو۔

"عفان..."

یہ نام لیتے ہی اس کا ضبط ٹوٹ گیا۔

زاویار کی نظریں سکڑ گئیں۔

"کیا؟"

"عفان نے..." حالہ کی سانس اٹک گئی۔

"اسے... اسے ایک ہفتہ پہلے مار دیا، زاویار۔"

کمرے میں موت کی سی خاموشی چھا گئی۔ زاویار کو لگا جیسے کسی نے اس کے اندر برف بھر دی ہو۔ وہ اپنی جگہ ساکت بیٹھا تھا، جیسے کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو، مگر دماغ نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ وہ بس حالہ کے آنسو بہتے دیکھ رہا تھا، مگر اس کی اپنی سانسیں جیسے رک گئی تھیں۔ کمرے میں مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی، مگر حالہ کے آنسو اس روشنی کو بھی مدھم کر رہے تھے۔ زاویار اس کے سامنے بیٹھا تھا، اس کی ہر لرزتی سانس کو محسوس کر رہا تھا، مگر خاموش تھا، اسے وقت دے رہا تھا کہ وہ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر سکے۔

حالہ کے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔ وہ بکھری ہوئی تھی، جیسے کسی نے اندر سے توڑ دیا ہو۔

"زاویار..." اس کی کانپتی ہوئی آواز سناٹے میں گونجی۔

زاویار نے نگاہیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

"میں... میں کیسے اتنی غلط ہو سکتی ہوں؟"

اس کی آواز میں شکست تھی، وہ خود سے گلہِ کر رہی تھی، خود کو کوس رہی تھی۔ زاویار نے اس کے آنسوؤں کو اپنی نظروں میں سمیٹا، مگر اب بھی خاموش رہا۔

"میں نے تمہاری بات نہیں مانی، میں نے تمہیں غلط سمجھا، زاویار...!" وہ اور زیادہ شدت سے رو دی۔ "تم ٹھیک تھے، میں ضدی ہوں، میں اپنی ضد میں سب تباہ کر دیتی ہوں... حتیٰ کہ خود کو بھی!"

اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا، جیسے خود سے شرمندہ ہو۔

زاویار نے گہری سانس لی۔

"اگر... اگر میں تمہاری نہ سنتی، اس سے شادی کر لیتی تو... تو زاویار، میرا کیا ہوتا؟" اس نے کانپتی آواز میں کہا، آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔

"وہ مجھے بھی مار دیتا، مجھے ختم کر دیتا، زاویار..."

زاویار نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ مکمل طور پر ٹوٹ چکی تھی، جیسے کوئی گلاس فرش پر گرے اور کرچی کرچی ہو جائے۔

"حالہ..." اس کی آواز میں ایک گہرا سکون تھا۔ وہ نرمی سے بولا، "خود کو سنبھالو۔"

حالہ نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔ "نہیں... نہیں، زاویار! میں خود کو سنبھال نہیں سکتی! میں ایک غلط فیصلہ لینے جا رہی تھی!"

زاویار نے آہستہ سے سر ہلایا۔ "نہیں، حالہ، تمہیں وقت پر سچ معلوم ہو گیا۔ دیکھو، غلطی کرنا مسئلہ نہیں، مسئلہ یہ ہے کہ ہم سچ دیکھنے سے انکار کر

دیں۔ تمہارا فیصلہ غلط تھا، مگر تمہیں وقت پر حقیقت کا پتہ چل گیا، یہ سب سے بڑی بات ہے۔ اب رونے کے بجائے، شکر کرو کہ تم بچ گئی۔"

حالہ نے اس کی بات سنی، مگر اس کے دل کی بے قراری کم نہ ہوئی۔

"زاویار، میں نے تمہاری بات کیوں نہیں سنی؟" اس نے بے بسی سے اس کی آنکھوں میں جھانکا، جیسے خود کو معاف کرنے کا کوئی جواز ڈھونڈ رہی ہو۔

زاویار نے ایک لمحے کو اس کی طرف دیکھا، پھر نرمی سے بولا، "حالہ، کوئی بھی انسان دوسرے کی نہیں سنتا جب تک کہ وہ خود سچائی نہ دیکھ لے۔ یہ ہماری فطرت ہے۔ ہم اپنی سوچ کے مطابق دنیا کو پرکھتے ہیں، دوسروں کی بات کو نہیں مانتے جب تک کہ خود نہ گر پڑیں۔ اس میں تمہارا قصور نہیں ہے، ہم سب زندگی میں کبھی نہ کبھی یہی کرتے ہیں۔ اس لیے خود کو کوسنا چھوڑ دو۔"

وہ ایک لمحے کے لیے رُکا، پھر دھیمے لہجے میں کہا، "تم پہ جو گزر چکا ہے، اس پر افسوس نہ کرو، حالہ۔ بلکہ اس پر خوش رہو کہ تم وقت پر بچ گئی۔ زندگی دوسرا موقع کم ہی دیتی ہے، مگر تمہیں وہ مل چکا ہے۔"

حالہ کی آنکھیں زاویار پر جمی ہوئی تھیں۔ اگر اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید اسے سخت الفاظ سننے کو ملتے، اسے قصوروار ٹھہرایا جاتا، مگر زاویار... وہ واحد تھا جو اسے ایک لمحے کے لیے بھی ایسا محسوس نہیں ہونے دے رہا تھا کہ وہ کوئی ضدی لڑکی تھی جو اپنی ضد میں اپنی زندگی برباد کرنے جا رہی تھی۔

اس کی آنکھیں دوبارہ بھیگنے لگیں، مگر اب وہ پہلے سے مختلف تھیں۔ شاید کچھ بوجھ ہلکا ہو چکا تھا۔

گھڑی کی سوئیاں تین بجنے کا اعلان کر چکی تھیں، مگر ان دونوں کے درمیان وقت جیسے ٹھہر سا گیا تھا۔ حالہ کے آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے، اور زاویار بس خاموشی سے اس کے آنسو بہتے دیکھ رہا تھا۔

"اور... اب رونا بند کرو۔ جاؤ، جا کر آرام سے سو جاؤ، رات بہت ہو گئی ہے..."

حالہ نے اس کی طرف دیکھا، آنکھوں میں ادھورا سا سوال تھا، جیسے وہ کسی جواب کی طلب میں ہو مگر بولنے کی ہمت نہ کر پا رہی ہو۔

"تمہیں کیسے پتہ تھا کہ وہ اچھا شخص نہیں ہے، زاویار؟"

زاویار نے گہری سانس لی، جیسے یہ سوال اس کے لیے نیا نہ ہو۔ ایک پل کے لیے وہ کچھ کہنے کو رکا، مگر پھر نرمی سے بولا،

"جا کر سو جاؤ، حالہ..."

وہ اٹھا تو حالہ نے فوراً اُس کا ہاتھ تھام لیا۔ زاویار ٹھٹک کر رک گیا، حیرانی سے اس کی طرف دیکھا۔

حالہ کی نظریں کسی اور نقطے پر تھیں، وہ آہستہ سے کھڑی ہوئی، اور پھر بلکل اس کے سامنے آ کر رک گئی، ہاتھ ابھی بھی مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔

"زاویار..."

آواز ٹوٹی ہوئی تھی، جیسے کوئی بہت بوجھل چیز اس کے اندر دبی ہو۔

"زاویار... میں اب کیا کروں؟"

اب کی بار اس کے چہرے پر پچھتاوے کے ساتھ ساتھ خوف بھی واضح تھا، جیسے وہ کسی اندھیرے میں کھڑی ہو اور راستہ نہ مل رہا ہو۔

"کیا مطلب حالہ؟" زاویار نے دھیرے سے پوچھا۔

"زاویار... مجھے... مجھے بچالو..."

ایک لمحے کو زاویار کی آنکھیں ساکت ہو گئیں۔

"حالہ؟"

"زاویار، پلیز... پلیز مجھے بچالو اس شخص سے! وہ... وہ مجھے مار دے گا...

وہ مجھے بھی ختم کر دے گا..."

حالہ کی گھبرائی ہوئی آواز کمرے میں گونجنے لگی۔ زاویار کچھ دیر خاموشی

سے اسے دیکھتا رہا، جیسے وہ اس کے خوف کی گہرائی کو سمجھنے کی کوشش کر رہا

ہو۔

"حالہ؟ وہ تمہیں کیوں مارے گا؟ تمہیں اس کی حقیقت پتہ چل گئی ہے،

اب تم دونوں کی شادی نہیں ہو رہی..."

"نہیں، زاویار... وہ شخص... وہ شخص مجھے مار دے گا!"

حالہ نے تڑپ کر کہا، جیسے وہ اس احساس سے باہر نہیں آ پا رہی تھی۔

"حالہ، تم بس زیادہ سوچ رہی ہو، اپنے دماغ کو سکون دو، یہ سب مت سوچو، بس ریلیکس ہو جاؤ اور جا کر سو جاؤ..." زاویار نے نرمی سے سمجھایا۔

"زاویار، مجھے ڈر لگ رہا ہے!"

وہ مزید رو پڑی، جیسے اندر ہی اندر مزید بکھر گئی ہو۔

"وہ کہیں مجھے بھی نہ مار دے... وہ اٹلی میں ہی ہے، اور... اور اب وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے..."

زاویار نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھا، جیسے وہ اب پوری کہانی کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"اس کا یوں اچانک آنا، مجھ سے شادی کی ضد کرنا... کیوں، زاویار؟ یہ سب صرف اسی لیے تو نہیں کہ وہ مجھے بھی... اسرہ کی طرح ختم کرنا چاہتا تھا؟"

حالہ کی آواز میں ایسی دہشت تھی کہ زاویار کے اندر بھی لمحہ بھر کو کچھ ہل گیا۔ مگر وہ اپنے جذبات کو قابو میں رکھتے ہوئے سنجیدگی سے اسے دیکھتا رہا۔

"نہیں، حالہ..." وہ آہستہ سے بولا، مگر اس بار اس کے لہجے میں ایک عجیب گہرا پن تھا، "جاؤ اور آرام سے سو جاؤ..."

وہ کچھ اور نہیں بولا، بس اتنا کہہ کر پلٹا اور وہاں سے چل دیا۔

حالہ وہیں کھڑی رہ گئی، اس کی آنکھوں میں بے چینی تھی، وہ کچھ دیر زاویار کے جاتے قدموں کو دیکھتی رہی، جیسے اس کے اندر کوئی سوال ابھی بھی چیخ رہا ہو، مگر الفاظ میں ڈھل نہیں پا رہا تھا۔

☆☆☆✦☆☆☆

رات کی تاریکی آہستہ آہستہ مدھم ہو رہی تھی، مگر حالہ کے لیے وہ رات کسی قیامت سے کم نہیں تھی۔ وقت جیسے رک سا گیا تھا، ہر پل بھاری تھا۔ کمرے میں گہری خاموشی تھی، صرف گھڑی کی ہلکی ٹک ٹک اور باہر چلتی ہوا کی سرسراہٹ سنائی دے رہی تھی۔

وہ صوفے پر سمٹی بیٹھی تھی، گھٹنوں کو بانہوں میں لپیٹے، نظریں خلا میں مرکوز تھیں۔ آنکھوں میں نیند کا شائبہ تک نہ تھا، بس ایک ہی خیال دماغ میں بار بار گردش کر رہا تھا۔ اگر وہ عفان سے شادی کر لیتی تو کیا ہوتا؟ کیا وہ بھی اسرہ کی طرح ختم کر دی جاتی؟ یہ خیال آتے ہی اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگتا۔

زاویار نے رات کو جو تسلی دی تھی، اس سے وقتی طور پر اس کا بوجھ کچھ کم ہوا تھا، مگر وہ تسلی زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی۔ خوف اور پچھتاوے نے اسے پھر سے جکڑ لیا تھا۔ وہ کبھی صوفے پر بیٹھتی، کبھی بالکنی میں جا کر کھڑی ہو جاتی، کبھی پانی کا گلاس لبوں سے لگاتی، مگر بے چینی جوں کی توں برقرار رہی۔

رات کسی نہ کسی طرح گزر گئی، صبح کی روشنی کھڑکی سے اندر آنے لگی تھی، مگر حالہ کی آنکھوں میں نیند نہیں تھی۔ وہ بس دروازے کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑی تھی، دونوں بازو سینے پر باندھے، اور نظریں زاویار پر جمی ہوئی تھیں جو آئینے کے سامنے کھڑا تھا۔

زاویار ہمیشہ کی طرح مکمل پُر سکون لگ رہا تھا، جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ اس نے بلیک پینٹ اور سفید بٹن والی شرٹ پہنی ہوئی تھی، بالوں میں جیل لگا

کر انہیں سلیقے سے پیچھے کیا تھا۔ وہ روز کی طرح تیار تھا، جیسے ہر چیز معمول پر ہو۔

حالہ نے گہری سانس لی، مگر نظر زاویار سے نہ ہٹائی۔

یہ کیسے کر لیتا ہے؟

یہ سوال اس کے ذہن میں آیا۔ کیسے وہ ہر بار ہر صورتحال میں اتنا پُرسکون رہتا تھا؟ کیسے وہ ہمیشہ اس کے لیے حوصلے اور مضبوطی کا سہارا بن جاتا تھا؟

حالہ کی آنکھیں بھیگنے لگیں، مگر وہ ضبط کیے کھڑی رہی۔ زاویار آئینے میں اپنا عکس دیکھ رہا تھا، اسے اندازہ نہیں تھا کہ حالہ کب سے اسے دیکھ رہی تھی۔

اس کی نظروں کے لیے بس ایک ہی چیز واضح تھی —— زاویار۔ وہ آئینے کے سامنے کھڑا تھا، اپنی ٹائی باندھ رہا تھا، اور ہر چیز نارمل لگ رہی تھی۔ مگر حالہ

کے لیے کچھ بھی نارمل نہیں تھا۔ وہ اپنی جگہ پر جیسے جمی ہوئی تھی، ملنے کا دل ہی نہیں چاہ رہا تھا۔ بس زاویار کو دیکھتے جانا چاہتی تھی، جیسے اگر ایک لمحے کے لیے بھی نظر ہٹائی تو کچھ برا ہو جائے گا۔

زاویار نے ایک دو بار شیشے میں اسے دیکھ کر نوٹ کیا، مگر کچھ نہیں کہا۔ وہ اپنے کام میں مگن رہا، اور حالہ وہیں کھڑی رہی، جیسے سائے کی طرح۔

اچانک فون بجا۔ خاموشی میں وہ آواز کسی بم کی طرح پھٹی۔ حالہ کا دل دھڑکنا بھول گیا۔ فون سائیڈ ٹیبل پر چارجنگ پر لگا تھا، اور وہ بے اختیار اس کی طرف بڑھی۔

ہاتھ بڑھایا، فون اٹھایا، اسکرین پر نظر پڑی—اور جیسے ہی نام پڑھا، اس کا خون خشک ہو گیا۔

عفان

سردی کی ایک تیز لہر جیسے ریڑھ کی ہڈی میں دوڑ گئی۔ایک پل کے لیے لگا جیسے ہوا رک گئی ہو، جیسے کمرے کی دیواریں اس پر جھکنے لگی ہوں۔سانس لینا مشکل ہو گیا۔اس نے بے یقینی سے اسکرین کو دیکھا،انگلیاں کانپنے لگیں۔دل کیا کہ فون وہیں پھینک دے، بند کر دے، بھاگ جائے—— کہیں بھی، بس یہاں سے دور۔

پیچھے سے زاویار آئینے میں نظر آیا، جو بدستور اپنی ٹائی باندھ رہا تھا، سکون سے، جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔حالہ نے ایک پل کے لیے چاہا کہ وہ اسے بلائے،اسے بتائے کہ عفان کی کال آ رہی ہے، مگر نہیں۔نہیں۔یہ اس کا سامنا خود کرنا تھا۔اسکرین پر ایک پل کو نظر جمائی، پھر گہری سانس لے کر کال ریسیو کر لی۔کان سے لگاتے ہی وہ فوراً کمرے سے باہر نکل گئی۔"کیسی ہو حالہ؟"دوسری طرف سے عفان کی آواز ابھری،نرم، شائستہ، مگر اس

میں کچھ تھا—کچھ ایسا جس نے حالہ کے اندر سنسناہٹ دوڑا دی۔ کوئی عجیب سا طنز، کوئی ایسا رنگ جو دل میں خوف اتار دے۔ حالہ کے ہونٹ کانپے، غصہ اور خوف آپس میں ابھنے لگے۔ "میرا... میرا نام مت لینا اپنے منہ سے۔" آواز لرز رہی تھی، مگر الفاظ مضبوط تھے۔ پیچھے سے ایک زوردار کھکھا سنائی دیا۔ حالہ کا دل جیسے دھڑکنا بھول گیا۔

"تمہارا نام نہ لوں تو پھر کس کا لوں؟" عفان کی آواز میں وہی سیاہ رنگ تھا، وہی خالص شرارت، جیسے بلی چوہے کے ساتھ کھیل رہی ہو۔ حالہ نے بمشکل اپنا غصہ قابو میں رکھا، مگر اندر کچھ ٹوٹنے لگا تھا۔ "مجھے پتہ لگ گیا ہے... کہ مس حالہ کو میری اصلیت معلوم ہو چکی ہے؟" حالہ نے محسوس کیا کہ اس کی سانسیں اٹکنے لگیں۔

"بکواس بند رکھو..." اس کی آواز سرگوشی جیسی تھی، مگر الفاظ سخت تھے۔

"میں نے کہا، میرا نام مت لینا!" دوسری طرف خاموشی چھا گئی، مگر صرف ایک لمحے کے لیے۔ "ہائے حالہ..." عفان کی آواز اب دھیما زہر تھی۔ "اب تو میرے منہ سے صرف تمہارا ہی نام نکلے گا۔"

حالہ کا دل چاہا کہ زاویار کو آواز دے، اسے بتائے کہ عفان نے اسے فون کیا ہے، مگر زبان حلق میں اٹک گئی۔

"تو پھر... کب مل رہی ہو حالہ؟"

حالہ کے پورے جسم میں جھرجھری دوڑ گئی۔

"وہ... شادی کی ڈیٹ بھی تو فکس کرنی ہے نا؟"

یہ لہجہ... یہ لہجہ نرم تھا، مگر اس میں ایسی سختی تھی جو سیدھا دل پر حملہ کرتی تھی۔

"نہیں..." حالہ نے سر جھٹک کر کہا، جیسے خود کو کسی خواب سے نکال رہی ہو۔" کبھی نہیں! مر کر بھی نہیں! تم سے شادی تو میں کبھی نہیں کروں گی۔ تم نے اسرہ کے ساتھ جو کیا... وہی میرے ساتھ بھی کرنا چاہتے ہو نا؟"

فون کے دوسری طرف سے ہلکی سی ہنسی ابھری۔

"اوہ حالہ..." وہ تھوڑی دیر رکا اور پھر بولا "تو یعنی تمہیں اندازہ ہو گیا؟"

حالہ کا خون منجمد ہو گیا۔

"ہاں، حالہ..." وہ دھیرے سے بولا، جیسے کوئی کہانی سنا رہا ہو۔ "جو میں نے اسرہ کے ساتھ کیا تھا... وہی تمہارے ساتھ بھی کرنے والا تھا۔"

دیواریں واقعی حالہ پر گرتی محسوس ہوئیں۔ تو یہ سچ تھا۔ اس کا خوف، اس کی بدگمانی—سب کچھ سچ تھا۔ عفان اسے بھی اسرہ کی طرح ختم کرنا چاہتا تھا۔

"تو تم مان رہے ہو؟" حالہ کا لہجہ اب سخت تھا، مگر اندر سے وہ کانپ رہی تھی۔ "تم مان رہے ہو کہ تم نے اسرہ کو مارا؟" عفان کی ہنسی کی آواز ابھری، ہلکی سی، مگر ایسی جیسے کوئی درندہ شکار کے قریب ہو۔

"مانو؟" وہ نرمی سے بولا۔ "حالہ، یہ تو ایک راز تھا۔ اور تمہیں پتا ہے، جو لوگ راز جان لیتے ہیں، وہ زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہتے۔"

حالہ کا ہاتھ کانپ گیا، موبائل کی گرفت کمزور ہونے لگی۔ سانسیں بے ترتیب ہو گئیں، جیسے آکسیجن ختم ہو رہی ہو۔

"تم... تم مجھے بھی مارنا چاہتے تھے؟" وہ بمشکل بولی، آنکھوں میں بے یقینی تھی۔

"چاہتا تھا؟" عفان نے جیسے سوچا، پھر ہنس دیا۔ "حالہ، میں تو اب بھی چاہتا ہوں۔ بس فرق یہ ہے کہ اب تمہیں یہ بات معلوم ہو چکی ہے۔"

حالہ کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں، دل اتنی زور سے دھڑکا کہ لگا سینے سے باہر آ جائے گا۔ "عفان... تمہیں لگتا ہے تم یہ سب کر کے بچ جاؤ گے؟" اس نے ہمت مجتمع کر کے کہا، مگر اس کی آواز میں اب بھی لرزش تھی۔

"اوہ حالہ..." عفان نے جیسے گہری سانس لی۔ "تمہیں واقعی لگتا ہے کہ مجھے پکڑا جا سکتا ہے؟ اسرہ بھی یہی سوچتی تھی۔ مگر دیکھو، وہ کہاں ہے؟"

حالہ کے چہرے سے خون نچڑ گیا۔

"اسرہ نے آخری بار کیا کہا تھا پتا ہے؟" عفان سرگوشی میں بولا۔ "وہ رو رہی تھی... بالکل تمہاری طرح۔"

حالہ کے ہونٹ کپکپانے لگے۔ "عفان... میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں۔ میں سب کو بتاؤں گی کہ تم نے کیا کیا ہے"

"ہاہا! کس کو بتاؤ گی؟ زاویار کو؟ پولیس کو؟ یا اپنے گھر والوں کو؟"

حالہ کا دل چاہا کہ چیخ کر زاویار کو بلائے، مگر زبان جیسے مفلوج ہو گئی تھی۔

"تمہارے پاس وقت کم ہے، حالہ..." عفان کی آواز میں اب موت کی ٹھنڈک تھی۔ "میں جلدی آ رہا ہوں۔ بہت جلدی۔ اور پھر، تمہیں بھی اسرہ کے پاس بھیج دوں گا۔"

فون بند ہو گیا۔ حالہ کی انگلیاں سن ہو گئیں، سانس حلق میں اٹک گئی۔ اس کا پورا جسم لرزنے لگا، جیسے جان نکل رہی ہو۔ اس نے فون ہٹایا، کانپتے

ہاتھوں سے موبائل کو دیکھا، جیسے وہ خود کوئی زہریلی چیز ہو۔ کمرے میں گھڑی کی ٹک ٹک بھی جیسے بند ہو گئی تھی۔ ہوا ساکت ہو چکی تھی، اور ہر چیز ایک لمحے کے لیے تھم گئی تھی۔ حالہ کے کانوں میں عفان کی سرگوشی ابھی تک گونج رہی تھی—"جو لوگ راز جان لیتے ہیں، وہ زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہتے..." اس کے قدم غیر ارادی طور پر پیچھے ہٹے، جیسے وہ خود کو اس خوفناک حقیقت سے دور کرنا چاہتی ہو۔ مگر جتنا وہ پیچھے ہٹ رہی تھی، اتنا ہی وہ خوف اس کے قریب آ رہا تھا۔ ارد گرد کی ہر چیز دھندلا رہی تھی، فرش اس کے پیروں کے نیچے سے نکل رہا تھا، دیواریں سمٹ رہی تھیں، اور عفان کی آواز... وہ ابھی بھی کانوں میں گونج رہی تھی۔

اچانک، جیسے کوئی بجلی کوندی ہو، وہ تیزی سے مڑی اور تیز قدموں سے کمرے کی طرف بھاگی زاویار ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا تھا، آئینے میں

خود کو دیکھ رہا تھا، جب ایک پل میں سب بدل گیا۔ حالہ پوری قوت سے بھاگتی ہوئی آئی اور زاویار کو کمر سے تھام لیا۔

زاویار کا دل جیسے ایک لمحے کے لیے دھڑکنا بھول گیا۔

اس کا سانس رک سا گیا۔ شیشے میں وہ دیکھ سکتا تھا— حالہ کا چہرہ اس کے کندھے کے قریب تھا، اس کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ زاویار کی شرٹ تک شکن آلود ہو گئی تھی۔

حیرانی سے اس نے شیشے میں اپنی ہی عکاسی کو دیکھا، جیسے یقین نہ آ رہا ہو کہ جو ہو رہا ہے وہ حقیقت ہے یا محض کوئی دھوکہ۔

وہ روئے جا رہی تھی، جیسے کوئی ایسا خوف ہو جو اسے اندر سے توڑ کر رکھ دے۔

اس کے ہاتھ زاویار کے پیٹ پر مضبوطی سے بندھے ہوئے تھے، جیسے وہ خود کو اس گرفت میں محفوظ محسوس کر رہی ہو۔ زاویار نے گہری سانس لی، اس کے دل کی دھڑکن لمحے بھر کو بے ترتیب ہوئی، مگر چہرے پر ہمیشہ کی طرح سکون تھا۔

"کیا ہوا؟... سب ٹھیک ہے؟"

اس نے نرم مگر سنجیدہ لہجے میں پوچھا، مگر حالہ کی سسکیاں کم ہونے کے بجائے اور بڑھ گئیں۔ وہ خاموش کھڑا اس کی گرفت کو محسوس کر رہا تھا۔ کچھ لمحے یوں ہی گزر گئے، زاویار نے شیشے میں اس کے عکس کو دیکھتے ہوئے محسوس کیا کہ حالہ کی گرفت اور سخت ہو رہی تھی، جیسے وہ اسے چھوڑنا نہیں چاہتی، جیسے اگر اس نے چھوڑ دیا تو سب کچھ بکھر جائے گا۔

اس نے آہستہ سے اپنی سانس کو بحال کیا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے حالہ کے بندھے ہوئے ہاتھوں کو تھاما، نرمی سے مگر مضبوطی سے، اور انہیں آہستہ آہستہ الگ کیا۔ حالہ کی انگلیاں اس کی شرٹ کو آخری لمحے تک پکڑے رہیں، جیسے وہ خود کو کسی کھائی میں گرنے سے روک رہی ہو۔

زاویار نے اسے ہلکے سے خود سے دور کیا، اور پھر آہستگی سے مڑا۔ اس کی نظریں سیدھا حالہ کے چہرے پر جا رکیں۔ وہ بے حد کمزور لگ رہی تھی۔ آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں، چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا، اور وہ اس وقت اتنی بے بس نظر آ رہی تھی جیسے پوری دنیا میں بس ایک زاویار ہی تھا جو اسے تھام سکتا تھا۔

زاویار نے اس کی آنکھوں میں دیکھا، ایک پل کے لیے سب کچھ خاموش ہو گیا۔ حالہ کی آنکھوں میں وحشت تھی، خوف تھا، بے یقینی تھی۔ اور زاویار

کو لگا جیسے وہ کسی ایسی جنگ سے لوٹ کر آئی ہو جس میں وہ سب کچھ ہار چکی ہو۔

وہ اب بھی روئے جا رہی تھی، اس کے لب کانپ رہے تھے، جیسے کچھ کہنا چاہتی ہو مگر لفظ ساتھ چھوڑ گئے ہوں۔ زاویار خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتا رہا، اس کی حیرت اب بھی برقرار تھی۔ یہ وہ حالہ نہیں تھی جسے وہ جانتا تھا۔ یہ حالہ تو کسی ایسے خوف کے شکنجے میں جکڑی ہوئی تھی جہاں سے نکلنے کے لیے وہ بس زاویار کو تھامے کھڑی تھی۔

وہ ایک پل کے لیے ساکت کھڑا رہا، پھر آہستہ سے بولا، "حالہ، یہ سب کیا ہے؟"

حالہ کی پلکیں لرزیں، مگر وہ کچھ نہ بولی۔ اس کا سانس بے ترتیب تھا، جیسے ابھی ابھی زاویار نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا، مگر وہ ذرا بھی نہیں ہلی، بس اسی طرح بے جان کھڑی رہی۔

"حالہ، مجھ سے بات کرو۔" اس کے لہجے میں سختی نہیں تھی، مگر وہ نرمی بھی نہیں تھی حالہ کی یہ حالت دیکھ کر اس کے ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں۔

حالہ نے ہچکیوں میں گہری سانس لی، اس کی نظریں خالی تھیں، مگر اس میں ایک خوف تھا، اتنا گہرا خوف کہ زاویار کو لگا جیسے وہ کسی اور ہی دنیا میں جا چکی ہو۔

پھر، جیسے ایک دم ہوش میں آئی ہو، اس نے جلدی سے زاویار کے بازو کو تھام لیا، اس کی انگلیاں اس کی کلائی میں جیسے پیوست ہو گئیں۔ زاویار نے اس کی گرفت کو محسوس کیا، وہ لرز رہی تھی۔

"حالہ؟"

وہ کچھ کہنا چاہ رہی تھی، مگر لفظ اس کے حلق میں اٹک گئے تھے۔ زاویار کے دل میں ایک بے نام سی الجھن نے جنم لیا۔

اچانک، حالہ کے ہاتھ کی گرفت اور مضبوط ہو گئی، اس نے زاویار کا بازو پکڑ کر بے بسی سے اسے دیکھا۔ آنکھوں میں خوف تھا، بے بسی تھی، اور نجانے کیا کچھ تھا جو الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتا تھا۔

"زاویار..." اس کا گلا خشک ہو چکا تھا، آواز لرز رہی تھی، "مجھے... مجھے بچا لو..."

زاویار کی آنکھوں میں الجھن گہری ہوئی، "کس سے، حالہ؟"

حالہ کا دل جیسے سینے سے باہر آ جائے گا "وہ... وہ مجھے مار دے گا، زاویار!"

زاویار کا پورا وجود جیسے لمحہ بھر کے لیے ساکت ہو گیا۔ اس نے حالہ کے لرزتے لبوں کو دیکھا، اس کی سانسوں کی بے ترتیبی کو محسوس کیا، اور پھر دھیرے سے بولا، "کون، حالہ؟ تم کس کی بات کر رہی ہو؟"

حالہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، اس نے ایک جھٹکے سے سر نفی میں ہلایا، جیسے وہ خود بھی یقین نہیں کر پا رہی ہو کہ وہ یہ سب کہہ رہی ہے۔

"عفان..." اس نے مشکل سے کہا، "وہ مجھے مار دے گا، زاویار... وہ مجھے بھی ختم کر دے گا، بالکل اسرہ کی طرح..."

زاویار کی آنکھوں میں ایک دم شدید سختی ابھری، اس کے چہرے پر ایک سنجیدگی چھا گئی، مگر وہ خاموش رہا۔ حالہ کی حالت دیکھ کر اس کے دل میں ایک عجیب سا احساس ابھرا — غصہ، بے بسی، اور شاید کچھ اور بھی۔

حالہ نے ایک بار پھر اس کی قمیض کو زور سے تھاما، "زاویار، مجھے بچالو... پلیز، مجھے بچالو..."

اس کی آواز میں ایسی بے بسی تھی کہ جیسے اس کی زندگی کی آخری امید بس یہی ہو۔

"تم میرے ساتھ ہو، حالہ۔ جب تک میں ہوں، کوئی تمہیں کچھ نہیں کر سکتا۔"

حالہ کی آنکھوں میں جیسے ایک لمحے کے لیے روشنی سی لہرائی، مگر خوف نے فوراً اسے دبا دیا۔ "وہ اسرہ کو بھی مار چکا ہے، زاویار...اس نے خود کہا کہ جو لوگ راز جان لیتے ہیں، وہ زیادہ دیر زندہ نہیں رہتے..."

"کیا اس نے یہ تم سے خود کہا؟"

حالہ نے بے اختیار سر ہلایا۔ "ہاں... اور وہ شادی کی بات کر رہا تھا، جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو... "اس کے ہونٹ لرز رہے تھے۔

زاویار نے گہری سانس لی "دیکھو حالہ، جب تک میں ہوں، تمہیں کوئی چھو بھی نہیں سکتا۔ وہ کچھ بھی کہے، مگر میں ہوں۔۔۔ رونا تو بند کرو" زاویار کی آنکھوں میں شدید سختی ابھری، وہ لمحہ بھر کے لیے حالہ کو دیکھتا رہا، جیسے اس کے لرزتے وجود کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ حالہ کے الفاظ اس کے دل میں کہیں گہرائی تک اتر گئے تھے، مگر وہ اپنے چہرے پر نرمی نہیں لا سکا۔

"حالہ، تم میری بات کان کھول کر سنو... "اس کی آواز میں سختی تھی، مگر لہجے میں ایک غیر محسوس سی فکر بھی تھی۔ وہ ایک پل کو رکا، جیسے خود کو قابو میں لا رہا ہو، پھر آگے بولا، "تم نے گھر سے باہر بالکل نہیں نکلنا،

سمجھی؟ اگر اس نے دھمکی دی ہے، تو وہ واقعی کر سکتا ہے۔" حالہ کی آنکھوں میں مزید خوف بڑھ "زاویار، تم... تم بے شک بعد میں مجھے چھوڑ دینا، مگر پلیز، ابھی مت چھوڑو... مجھے ڈر لگ رہا ہے، وہ مجھے ختم کر دے گا!" زاویار نے گہری سانس لی، جیسے اس کا صبر آزمایا جا رہا ہو۔ وہ اپنی جگہ سے ہلا، حالہ کے تھوڑے قریب ایا اس کی آنکھوں میں جھانکا، "میں تمہیں ابھی چھوڑنے کی بات کب کر رہا ہوں؟۔۔۔ ابھی جو مسئلہ چل رہا ہے ہمیں اس پہ بات کرنی چاہیے۔۔۔ تمہیں ہمت رکھنی ہو گی، یوں بکھرنے سے کچھ نہیں ہو گا، حالہ!"

پھر وہ دوبارہ گہری سانس لیتے ہیں۔۔۔ "میں ہوں، جب تک یہ سب ختم نہیں ہوتا، میں یہیں ہوں۔" حالہ کی آنکھیں اور بھی بھیگ گئیں، اس کے

لب کانپنے لگے، "تمہیں نہیں پتا، زاویار، وہ کیسا آدمی ہے... وہ مجھے مار دے گا..."

"تمہیں کچھ نہیں ہو گا!" اس نے دوٹوک کہا، "تم میری بات سن رہی ہو؟ تمہیں گھر سے باہر بالکل نہیں نکلنا۔۔۔ میں تمہیں اس کے ہاتھ نہیں لگنے دوں گا۔۔۔ مگر اس کے لیے تمہیں بھی خود پر قابو رکھنا ہو گا۔ یوں ڈر کر روگ لگانے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا!"

حالہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھا، جہاں سختی تھی، مگر اس سختی کے پیچھے ایک تحفظ کا احساس بھی تھا۔ وہ سانس روک کر اسے دیکھتی رہی، جیسے اس کے الفاظ پر یقین کرنا چاہتی ہو۔

"اب رو مت، اور خاموشی سے میری بات مانو... میں ہوں نا، کچھ نہیں ہو گا تمہیں!۔۔ بس گھر سے باہر قدم نہ رکھنا۔۔۔ سمجھی؟"

حالہ نے فوراً سر ہلا دیا، جیسے اس کے پاس اور کوئی چارہ نہ ہو۔ اس کی آنکھوں میں ابھی بھی خوف تھا، مگر زاویار کی سختی اور یقین نے اسے لمحہ بھر کے لیے خاموش کر دیا۔ "مجھے ایک بات کا جواب دو" تھوڑی دیر بات وہ رک کر بولی۔

"کونسی بات؟"

"تم مجھے پہلے عفان سے شادی کرنے سے روک رہے تھے نا؟۔۔۔ کہہ رہے تھے کے وہ اچھا نہیں ہے تمہیں کسے پتا چلا کے وہ ایک اچھا شخص نہیں ہے؟ جب کے تم تو اس سے کبھی ملے بھی نہیں تھے؟"

زاویار نے ایک پل کے لیے اسے دیکھا، اس کے بھیگے چہرے، لرزتے لب اور خوفزدہ آنکھوں کو۔

"حالہ۔۔۔اس بات کو چھوڑو، مجھے کسے پتا چلا تمہیں جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔بس جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو گھر سے باہر مت نکلنا"

بس ایک گہری سانس لے کر پلٹا اور وہاں سے چلا گیا۔

حالہ وہیں کھڑی رہ گئی، دروازے کی طرف دیکھتی رہی جہاں سے زاویار باہر نکلا تھا۔اس کا دل کسی نامعلوم خوف سے جکڑنے لگا۔وہ جانتی تھی کہ زاویار نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی ہے، مگر کیا واقعی وہ محفوظ تھی؟ کیا واقعی وہ شخص، جو اسرہ کی جان لے چکا تھا، اسے بخش دے گا؟

ایک سرد لہر اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرایت کر گئی، اور وہ بے اختیار اپنے بازو اپنے گرد لپیٹ کر خود کو سنبھالنے لگی۔

☆☆☆✦☆☆☆

ہسپتال سے باہر نکلتے ہی زارا نے گہری سانس لی، جیسے ہوا میں بکھری تازگی کو اپنے اندر اتار رہی ہو۔ اس کے گھنگریالے بال ہوا سے اڑ رہے تھے، ماتھے پر چند لٹیں ائی ہوئی تھیں، مگر اس کے چہرے پر وہی مانوس، شوخ مسکراہٹ تھی۔ آنکھوں میں روشنی تھی، اور دل میں سکون —— جیسے زندگی کا کوئی نیا رنگ اس نے محسوس کیا ہو۔ اس کے ساتھ ایک ننھی جان جُڑی تھی، مگر اس وقت وہ بس لمحے کو محسوس کر رہی تھی۔

عبیل نے اس کی طرف دیکھا اور ہلکا سا مسکرا دیا، "تم بہت خوش لگ رہی ہو۔"

زارا نے شرارت سے آنکھیں گھمائیں "خوش کیوں نہ ہوں؟ اتنے دنوں بعد آزاد ہوا میں سانس لے رہی ہوں!" عبیل نے ہنستے ہوئے سر جھٹکا

"ہاں، جیسے میں نے تمہیں جیل میں رکھا ہوا تھا۔" زارا نے ہنستے ہوئے اس کی طرف دیکھا "ہاں بھئی، بس ایک ہی مسئلہ تھا، تم ہر وقت میرے سر پر سوار رہتے تھے!"

عبیل نے جان بوجھ کر حیرانی ظاہر کی "اوہ، تو تمہیں میری فکر بری لگ رہی تھی؟ ٹھیک ہے، آئندہ خیال نہیں رکھوں گا۔"

زارا نے فوراً اُس کا بازو تھام لیا "نہیں، نہیں! میں نے کب کہا کہ مجھے برا لگا؟ بس ذرا آزادی کی طلب ہو رہی تھی۔"

عبیل نے مسکراتے ہوئے اس کی انگلیاں اپنے ہاتھ میں لے لیں، "اچھا، تو اب کہاں چلیں، محترمہ آزاد روح؟"

زارا نے آسمان کی طرف دیکھا، ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی، سڑکوں پر پانی کے چھوٹے چھوٹے قطرے چمک رہے تھے۔ وہ کچھ لمحے خاموش رہی، پھر مدھم سی آواز میں بولی، "مجھے واک کرنی ہے، بوندا باندی پہ۔"

عبیل نے نرمی سے سر ہلایا "ٹھیک ہے، تمہاری خواہش سر آنکھوں پر۔"

وہ دونوں پارکنگ سے کچھ دور، آہستہ آہستہ چلنے لگے۔ زارا کی چپل زمین پر ہلکی سی سرسراہٹ پیدا کر رہی تھی، اور عبیل اس کی باتیں سننے میں مگن تھا۔

زارا نے مسکراتے ہوئے آسمان کی طرف ہاتھ پھیلایا "یہ بارش ہمیشہ کتنی خوبصورت لگتی ہے، نا؟ جیسے سب کچھ دھل جاتا ہو، سب کچھ نیا محسوس ہونے لگتا ہے۔"

عبیل نے غور سے اس کے چہرے کو دیکھا" ہاں، خاص طور پر جب تم اس میں کھڑی ہوتی ہو تو اور بھی خوبصورت لگتی ہے۔"

زارا نے ہنستے ہوئے اسے کہنی ماری "عبیل! تم بس موقع ڈھونڈتے ہو مجھے شرمانے کا!"

عبیل نے کندھے اچکائے "اور تم ہر بار شرما بھی جاتی ہو۔"

بوندا باندی میں بھیگی رات، اور ان دونوں کی بے فکری بھری باتیں—— وقت جیسے ٹھہر سا گیا تھا۔

بادلوں کی اوٹ سے چاند جھانک رہا تھا۔ رات کے اس پہر ہلکی ہلکی بوندا باندی نے موسم کو مزید خوشگوار بنا دیا تھا۔ زارا ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ آسمان کی طرف دیکھ رہی تھی، اس کے گنگریالے بال نمی میں بھیگ چکے

تھے۔ بارش کی ننھی بوندیں اس کے چمکدار چہرے پر پڑتیں تو وہ مسکراتے ہوئے آنکھیں موند لیتی، جیسے یہ لمحہ ہمیشہ کے لیے قید کر لینا چاہتی ہو۔

عبیل نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ اس کی طرف دیکھا "کتنی خوش لگ رہی ہو تم، بس یہیں رک جائیں کیا؟"

زارا نے گہرا سانس لیا "پتہ ہے، یہ بوندا باندی مجھے بچپن کی یاد دلاتی ہے۔ تب بھی ایسے ہی بارش میں کھڑی ہو جاتی تھی، ماما کہتی تھیں کہ بیمار پڑ جاؤں گی، مگر میں کہاں سنتی تھی؟"

عبیل نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا "تو اب بھی کہاں سنتی ہو؟"

زارا نے ہنستے ہوئے اسے گھورا "کیونکہ تم ہو سننے کے لیے!"

"اور تمہاری یہ منطق سن کر میں بیمار نہ پڑ جاؤں؟"

"ہاں، پر اگر بیمار ہوئے تو تیمار داری بھی میں ہی کروں گی۔"

دونوں ہنستے ہنستے آگے بڑھ رہے تھے۔ سڑک کے کنارے چلتے ہوئے ان کی ہنسی اور باتوں کی گونج رات کی خاموشی میں مدھم مدھم بکھر رہی تھی۔

اچانک ایک کار کے تیز رفتار انجن کی آواز فضا میں گونجی۔ زارا نے چونک کر مڑ کر دیکھا، سامنے سے ایک گاڑی خطرناک رفتار میں ان کی طرف بڑھ رہی تھی، جیسے قابو سے باہر ہو۔ ڈرائیور شاید نشے میں تھا، گاڑی دائیں بائیں جھول رہی تھی۔

عبیل نے تیزی سے زارا کا ہاتھ تھامنے کی کوشش کی، مگر پل بھر میں ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ سب کچھ بکھر گیا۔

گاڑی پوری شدت سے ان دونوں کے وجود کو روندتی ہوئی گزر گئی۔

سڑک پر خون پھیل چکا تھا، جیسے رات کی سیاہی بھی اس المناک منظر کے سامنے شرما گئی ہو۔ زارا زمین پر پڑی تھی، اس کا نازک وجود زخموں سے

چور تھا۔اس کے گنگریالے بال خون اور گرد میں الجھ چکے تھے، چہرے پر خون پھیلنے لگا تھا، ہونٹوں کے کنارے سے خون رس رہا تھا۔اس کی بڑی، چمکدار آنکھیں اب ساکت اور حیرت زدہ تھیں، جیسے یقین نہ آرہا ہو کہ یہ سب حقیقت ہے۔اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے، سانس جیسے کہیں اٹک گئی تھی۔سینے سے اوپر اٹھتا گرنے کا عمل مدھم ہو رہا تھا۔اس کے ہاتھ بے جان ہو رہے تھے، مگر اس کی انگلیاں بے ساختہ پیٹ پر جا ٹھہریں۔ایک دھڑکن تھی، جو ابھی اس کے اندر سانس لے رہی تھی، مگر اب۔۔۔؟ زارا کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑے۔درد کی شدت اتنی زیادہ تھی کہ چیخنا چاہتی تھی، مگر آواز اس کے گلے میں ہی کہیں دم توڑ گئی تھی۔

"عبیل..." وہ ہلکی سی سرگوشی کر پائی، جیسے اس کا دل بے اختیار اسی کا نام لے رہا ہو۔

عبیل تھوڑے فاصلے پر ساکت پڑا تھا، اس کا جسم بے جان سا لگ رہا تھا، ماتھے سے خون بہہ کر آنکھوں تک آ گیا تھا۔ اس کی سانسیں بوجھل تھیں، مگر اس کی پلکیں لرز رہی تھیں، جیسے شعور واپس لوٹنے کی کوشش کر رہا ہو۔ درد کی شدت سے اس کا ہاتھ جھٹکا کھا کر زمین پر گرا تھا، مگر اس کی نظریں زارا کو ڈھونڈ رہی تھیں۔

"زا... را..." اس نے مدھم، ٹوٹی ہوئی آواز میں کہا، مگر اس کی زبان خون میں بھیگ چکی تھی۔

زارا کی سانسیں اب ٹوٹنے کے قریب تھیں، آنکھوں کے آگے دھند چھا رہی تھی، ہر چیز دھیرے دھیرے دھندلی ہو رہی تھی، جیسے دنیا اپنی روشنی کھو رہی ہو۔ اس کے ہاتھ لرز کر زمین پر گر گئے، پورا وجود سن ہو چکا تھا۔

دور کہیں سے ایمبولینس کا سائرن سنائی دیا، مگر کیا وہ وقت پر پہنچ پائیں گے؟ کیا وہ روشنی جو زارا کے اندر پل رہی تھی، اب بھی باقی رہے گی؟

رات کی خاموشی میں ایک دردناک منظر تھا، دو وجود جو چند لمحے پہلے قہقہے لگا رہے تھے، اب بے حس و حرکت پڑے تھے۔ وقت جیسے وہیں رک گیا تھا، سانسیں معلق ہو گئی تھیں، اور درد، وہ تو جیسے ہوا میں بھی چیخ رہا تھا۔

☆☆☆✦☆☆☆

حالہ کمرے کے ایک کونے میں سمٹی ہوئی بیٹھی تھی، جیسے خود کو دنیا سے چھپانے کی کوشش کر رہی ہو۔ اس کی کمر بیڈ سے جڑی تھی، اور وہ اپنے گھٹنوں کو دونوں بازوؤں میں جکڑے بیٹھی تھی۔ اس کا سر ہلکا سا جھکا ہوا

تھا، اور لمبے بال بکھرے ہوئے تھے، جن کی کچھ لٹیں اس کے چہرے پر آ گری تھیں۔

اس کی آنکھیں خوف سے پھیلی ہوئی تھیں، پلکیں مسلسل بھیگ رہی تھیں، اور چہرے پر ایک گہری ویرانی چھائی ہوئی تھی۔ سانسیں بے ترتیب ہو چکی تھیں، جیسے ابھی کسی بھی لمحے حلق میں ہی اٹک جائیں گی۔ وہ ایک معصوم بچے کی طرح سہمی ہوئی تھی۔

کمرے میں گھٹن بڑھ گئی تھی، جیسے دیواریں قریب آ رہی ہوں، جیسے ہر چیز اس کے وجود پر بھاری ہو رہی ہو۔ وہ اپنی سانسیں قابو کرنے کی کوشش کر رہی تھی، مگر دل تھا کہ قابو میں ہی نہیں آ رہا تھا۔ اس نے دروازے کی طرف دیکھا، لاک لگا تھا، مگر پھر بھی عجیب سا خوف دل میں سرایت کر رہا تھا، جیسے ابھی کوئی اسے توڑ کر اندر آ جائے گا۔

کھڑکی کے شیشے یکدم زور سے بجے، ہوا کی شدت سے دروازے بار بار ٹکرا رہے تھے۔اس کا دل جیسے حلق میں آگیا۔ جسم میں ایک سنسنی دوڑ گئی، آنکھیں خوف سے پھیل گئیں، اور ہاتھ کانپنے لگے۔ کہیں وہ کھڑکی سے اندر نہ آجائے؟ نہیں، نہیں۔۔۔ یہ ناممکن ہے، دروازے بند ہیں، سب کچھ محفوظ ہے۔۔۔ مگر پھر بھی، یہ کیسا خوف تھا جو ہڈیوں میں سرایت کرتا جارہا تھا؟

اس نے فوراً خود کو سنبھالا، لرزتے قدموں کے ساتھ کھڑکی کی طرف بڑھی، دھڑکتے دل کے ساتھ دونوں دروازوں کو مضبوطی سے بند کیا، جیسے اس حرکت سے وہ اپنے خوف کو بھی بند کر دے گی۔ مگر نہیں، خوف بند کہاں ہوتا ہے؟ وہ تو ذہن کے کسی کونے میں دبکا بیٹھا رہتا ہے اور موقع ملتے ہی سر سرانے لگتا ہے۔

وہ کھڑکی سے ہٹ کر واپس اسی کونے میں جا بیٹھی جہاں پہلے تھی۔ زانوؤں کو اپنے سینے سے لگا لیا، خود کو جتنا ہو سکا سمیٹ لیا، جیسے یوں کرنے سے خود کو محفوظ کر لے گی۔ سانسیں اب بھی بے ترتیب تھیں، دل کی دھڑکن مسلسل کانوں میں گونج رہی تھی۔

یہ سب کب ختم ہو گا؟ کیا اس کی زندگی کبھی نارمل ہو بھی پائے گی؟ ہر دن ایک نیا خوف، ہر رات ایک نیا وہم۔ اس کی زندگی مصیبتوں کی ایک نہ ختم ہونے والی کہانی بن گئی تھی۔ وہ تھک چکی تھی، وہ ہار چکی تھی۔

اور پھر اچانک ایک نیا خوف دل میں اتر آیا۔۔۔ زاویار چھوڑنے والا ہے۔۔۔ پھر کیا ہو گا؟

اس کا دل ڈوب گیا۔ وہ کچھ دنوں میں مجھے چھوڑ دے۔۔۔ نہیں، وہ وعدہ کر چکا ہے، وہ ساتھ دے گا۔ وہ خود کہہ چکا ہے کہ جب تک یہ سب ختم نہیں ہو جاتا، وہ کہیں نہیں جائے گا۔

زاویار کا خیال آتے ہی دل کی بے ترتیب دھڑکن میں ایک ٹھہراؤ آ گیا۔ لبوں پر ایک بے ساختہ مسکراہٹ پھیل گئی، جیسے دل کو کچھ پل کے لیے قرار آ گیا ہو۔ اس کی باتوں کی گونج ذہن میں تازہ ہونے لگی۔

"میں ہوں، جب تک یہ سب ختم نہیں ہوتا، میں یہیں ہوں۔"

ہاں، وہ یہیں تھا، وہ کہیں نہیں جائے گا۔ زاویار تھا، تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔

اچانک اس کا گلا خشک ہونے لگا، جیسے حلق میں کانٹے چبھ رہے ہوں۔ پانی پینے کا خیال آیا، مگر اس خیال کے ساتھ ہی ایک عجیب سا خوف بھی دل میں

جاگا۔ باہر جانا پڑے گا۔ کمرے کا دروازہ کھولنا پڑے گا۔ مگر باہر... باہر کوئی تھا یا نہیں؟

اس نے آہستہ سے سر اٹھایا، نظریں دروازے پر گاڑ دیں۔

"سب ٹھیک ہے... کچھ نہیں ہوگا..."

یہ خود سے کہہ کر اس نے گہرا سانس لیا اور ہلکے قدموں سے دروازے تک پہنچی۔ سانس روکے ہوئے کنڈی کھولی، اور دروازہ آہستہ سے باہر کی طرف دھکیلا۔

اپارٹمنٹ کی خاموشی غیر معمولی لگ رہی تھی۔ کھڑکیوں سے مدھم روشنی اندر آرہی

تھی، لیکن وہ روشنی بھی جیسے اندھیرے میں ڈوب رہی تھی۔ سب کچھ نارمل تھا، مگر دل کہہ رہا تھا کہ کچھ ٹھیک نہیں۔

حالہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے کچن تک پہنچی۔ ہر قدم کے ساتھ دل کی دھڑکن اور تیز ہو رہی تھی۔ کچن میں پہنچ کر اس نے جلدی سے جگ اٹھایا، ہاتھ پسینے میں بھیگ چکا تھا۔ پانی گلاس میں ڈالا، مگر ہاتھ کی کپکپاہٹ اتنی زیادہ تھی کہ کچھ پانی کاؤنٹر پر بھی گر گیا۔ پانی پیتے ہوئے اسے لگا جیسے کوئی اس کے پیچھے کھڑا ہو۔ سانس جیسے حلق میں ہی اٹک گئی۔ آہستہ آہستہ گردن موڑ کر پیچھے دیکھا — کچھ نہیں تھا۔ بس خالی اپارٹمنٹ، خاموش اور ساکت۔۔۔ یہ بس اس کا وہم تھا۔ مگر پھر — زوردار دستک!

حالہ کا گلاس ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے بچا۔ دل اتنے زور سے دھڑکا کہ اسے لگا کہ ابھی سینے سے باہر آجائے گا۔ دستک دوبارہ ہوئی، اس بار پہلے سے بھی زیادہ شدید۔ اس کے قدم خود بخود پیچھے ہٹنے لگے، دیوار کے ساتھ

جا لگی۔ ہاتھ سینے پر رکھ کر سانس بحال کرنے کی کوشش کی، مگر بدن جیسے سن ہو رہا تھا۔ پھر ایک اور دستک —— اس بار اور بھی تیز، اور بھی وحشیانہ۔

"ک۔۔۔ کون؟" حالہ کی آواز سرگوشی جیسی تھی، لرزتی ہوئی۔ مگر کوئی جواب نہیں آیا۔

بس دستک کا نہ رکنے والا شور۔

اس نے قدم آگے بڑھانے کی کوشش کی، مگر گھٹنے جیسے بوجھ بن چکے تھے۔ دل کی دھڑکن اتنی بلند تھی کہ اسے لگا کہ دروازے کے باہر کھڑا شخص بھی اسے سن سکتا ہو گا۔

بے اختیار اس کے قدم پیچھے ہٹے، پھر جیسے کسی انجانے خوف نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔ وہ تقریباً بھاگتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف لپکی، دروازہ بند کیا، ایک جھٹکے سے کنڈی چڑھائی، اور دیوار کے ساتھ لگ کر

کھڑی ہو گئی۔ آنکھیں وحشت سے دروازے پر جمی تھیں، سانسیں بے ترتیب ہو رہی تھیں۔ "فون... فون کہاں ہے؟" وہ بدحواسی میں اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ بیڈ پر پڑا موبائل نظر آیا۔ جلدی سے لپک کر اٹھایا، مگر اس کے لرزتے ہاتھوں سے موبائل تقریباً گرنے والا تھا۔ ہاتھ کانپ رہے تھے، اس نے جلدی سے نمبر ڈائل کیا——

زاویار۔ کال ملنے لگی۔ ہر بیپ کے ساتھ اس کے دل کی دھڑکن تیز سے تیز ہوتی جا رہی تھی۔ ہونٹ کانپ رہے تھے، نظریں دروازے پر جمی تھیں، جیسے اگلے ہی لمحے وہ دروازہ ٹوٹنے والا ہو۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

افس کی کرسی پر زاویار سکون سے بیٹھا کام میں مصروف تھا، نظریں لیپ ٹاپ کی اسکرین پر جمی تھیں، انگلیاں کی بورڈ پر تیز رفتاری سے چل رہی تھیں۔ماحول میں خاموشی تھی، لیکن اس خاموشی میں ایک بے چینی تھی، جس کی وجہ ماہا تھی، جو اس کے سامنے بیٹھی بس اسے دیکھے جا رہی تھی۔ماہا کی نظریں جیسے مسلسل زاویار کا جائزہ لے رہی تھیں، اور اسے یہ چیز سخت ناپسند تھی۔کام کے دوران کسی کا یوں بیٹھ کر گھورنا اسے بے حد الجھن میں مبتلا کر دیتا تھا، مگر وہ اسے منع بھی نہیں کر سکتا تھا۔جانتا تھا کہ اگر ایک لفظ بھی کہہ دیا تو وہ برا مان جائے گی، نخرے کرے گی، اور زاویار کو نخرے کرنے والے لوگ سخت ناپسند تھے۔وہ ان چیزوں کے عادی نہیں تھا۔

وہ خود کو نظرانداز کرتے ہوئے اپنے کام میں لگا رہا، مگر جیسے ہی فون کی وائبریشن محسوس ہوئی، اس کی توجہ بٹ گئی۔ نظر موبائل کی اسکرین پر

گئی —— حالہ کا نام جگمگا رہا تھا۔ بغیر کوئی لمحہ ضائع کیے اس نے فوراً کال ریسیو کی۔

"ہیلو؟ کیا ہوا؟ سب ٹھیک ہے؟"

ابھی اس نے جملہ مکمل بھی نہیں کیا تھا کہ دوسری طرف سے سسکیوں کی آواز سنائی دی۔ "تم۔۔۔ تم جلدی گھر آ جاؤ، مجھے لگتا ہے کہ وہ یہیں موجود ہے۔۔۔"

حالہ کی لرزتی ہوئی آواز میں ایک ایسی وحشت تھی جس نے زاویار کے ماتھے پر بل ڈال دیے۔ "یہاں کیسے موجود ہو سکتا ہے؟ یہ وہم کیوں ہو رہا ہے تمہیں؟"

"پلیز۔۔۔ پلیز آ جاؤ۔۔۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے، مجھ سے ایک لمحہ بھی نہیں گزارا جا رہا یہاں۔"

"ہوا کیا ہے؟" زاویار کی آواز میں سختی آگئی۔

"کسی نے زور زور سے دروازے پر دستک دی، میں نے پوچھا کہ کون ہے لیکن کوئی جواب نہیں آیا، بس مسلسل دروازہ بجنے کی آواز تھی۔۔۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔۔۔ ضرور وہی ہے۔۔"

زاویار کی آنکھیں لمحے بھر کے لیے جمی رہیں، انگلیاں کی بورڈ سے ہٹ گئیں، وہ کرسی سے تھوڑا آگے جھکا۔

"اچھا ٹھیک ہے، ریلیکس رہو اور آرام سے دروازے پر کنڈی لگا کر بیٹھ جاؤ، میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔"

"تھوڑی دیر میں نہیں۔۔۔ پلیز ابھی آجاؤ۔"

"حالہ، میرا کام ہے، اور کچھ دیر بعد ایک امپورٹنٹ میٹنگ بھی ہے۔ میں اس طرح سب کچھ چھوڑ کر نہیں جا سکتا، بس کچھ۔۔۔"

مگر اس نے جملہ مکمل کرنے سے پہلے ہی فون بند کر دیا۔

چند لمحے وہ فون کو گھورتا رہا، پھر نظر اٹھا کر سامنے بیٹھی ماہا کو دیکھا، جو الجھن میں مبتلا تھی، جیسے سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو کہ وہ کس کے بارے میں بات کر رہا تھا۔

"کیا ہوا؟ سب خیریت ہے؟" ماہا نے پوچھا۔

"سب خیریت ہے۔" زاویار نے مختصر جواب دیا، مگر چہرے پر چھائی سنجیدگی کچھ اور ہی کہانی سنا رہی تھی۔

"تو پھر کیا ہوا؟ تم اسے اتنا حوصلہ کیوں دے رہے تھے؟"

زاویار نے ایک گہری سانس لی۔

"اور آج وہ آئی کیوں نہیں آفس؟" ماہا کی تجسس بھری آواز آئی۔

زاویار کی نظریں دوبارہ لیپ ٹاپ پر گئیں، مگر انگلیاں حرکت میں نہیں آئیں۔

"بات دراصل یہ ہے کہ کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہے۔۔۔اسے مارنے کے لیے۔"

ماہا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔"واٹ؟ یہ تو فلموں میں ہوتا ہے، ایسا کہاں سے ہو گیا؟"

اس کے لہجے میں مذاق تھا، جیسے وہ اس صورتحال کو سنجیدہ لینے کے بجائے مزاح کا موقع سمجھ رہی ہو۔

زاویار نے گردن موڑ کر ایک سخت نظر اس پر ڈالی۔

"تمہاری نظر میں یہ فلموں میں ہوتا ہو گا، لیکن اگر حقیقت میں ہو تو؟ تب بھی یہی سوچو گی؟"اس کا لہجہ سرد تھا، آنکھوں میں سختی تھی۔

ماہانے ہلکا سا گلا صاف کیا، جیسے زاویار کی نظروں نے اس کی بات کو زبان پر جمنے پر مجبور کر دیا ہو۔

"اب مجھے کام کرنے دو۔"

یہ کہہ کر زاویار نے دوبارہ لیپ ٹاپ کی طرف دیکھنا شروع کیا، مگر اس بار اس کے ذہن میں صرف ایک چیز تھی—— حالہ، اور اس کی لرزتی ہوئی آواز۔

زاویار نے سر جھکا کر لیپ ٹاپ کی اسکرین پر نظریں تو جما دیں، مگر اب اس کے خیالات بکھر چکے تھے۔ حالہ کی ڈری ہوئی آواز، اس کے سسکنے کی آواز، وہ بے بسی جس کے ساتھ وہ اسے بلانے کی کوشش کر رہی تھی—— سب کچھ ذہن میں گونج رہا تھا۔

کیا واقعی کوئی وہاں تھا؟ یا پھر حالہ کا وہم تھا؟ لیکن اگر وہم بھی تھا تو اس کی یہ حالت تو کسی صورت نظرانداز نہیں کی جا سکتی تھی

ماہا نے کچھ بولنا چاہا، مگر زاویار نے اپنی کرسی دھکیلی اور ایک جھٹکے سے کھڑا ہو گیا۔

"کہاں جا رہے ہو؟" ماہا نے چونک کر پوچھا۔

"مجھے جانا ہو گا۔"

"ابھی؟ مگر تمہاری میٹنگ——"

"یہ زیادہ ضروری ہے۔"

یہ کہتے ہی زاویار نے لیپ ٹاپ بند کیا، فون اور چابیاں اٹھائیں ابھی دروازے تک پہنچا ہی تھا کہ اس کا فون بج اٹھا۔ ایک لمحے کو اس نے نظر انداز کرنا چاہا، مگر نمبر دیکھ کر قدم خود بخود رک گئے۔

"ہیلو؟"

دوسری طرف سے چند الفاظ ادا ہوئے، اور زاویار جیسے پتھر کا ہو گیا۔

آنکھیں چند لمحوں کے لیے ساکت ہو گئیں، ہاتھ میں پکڑا فون مضبوطی سے گرفت میں آ گیا، اور ایک پل کے لیے ایسا محسوس ہوا جیسے زمین اس کے نیچے سے کھسک گئی ہو۔

"کیا؟" اس کی آواز کسی گہرے اندھیرے میں ڈوب گئی۔ دل جیسے پسلیوں میں جکڑ گیا تھا۔

"نہیں۔۔۔"

اس نے کانپتے ہاتھوں سے چابیوں کو سختی سے دبایا، جیسے خود کو حقیقت میں واپس کھینچنے کی کوشش کر رہا ہو۔ اگلے ہی لمحے، وہ پوری قوت سے دروازہ کھول کر باہر نکلا۔

ہر چیز بے معنی ہو چکی تھی۔ میٹنگ، آفس، سب کچھ——

بس ایک چیز تھی جو اس وقت اس کے دماغ میں بجلی کی طرح کوندر ہی تھی۔

"زارا۔۔۔" لمبے لمبے قدم اٹھاتے وہ پارکنگ کی طرف بھاگا، گاڑی کا دروازہ کھولا اور اگلے ہی لمحے پوری رفتار سے گاڑی سڑک پر ڈال دی۔ اس کے ہاتھ اسٹیئرنگ پر سختی سے جمے ہوئے تھے، سانسیں بے ترتیب تھیں، اور دماغ جیسے ہر چیز سے خالی ہو چکا تھا۔

بس ایک ہی خیال تھا——زارا کا خیال... وقت جیسے کسی بے رحم دشمن کی طرح آگے بڑھ رہا تھا، مگر زاویار کو ہر لمحہ، ہر گزرتی گھڑی ایک خنجر کی طرح چبھ رہی تھی۔

گاڑی کی رفتار بڑھتی جا رہی تھی، اور اس کا دل —— یہ پہلی بار تھا جب اسے لگا تھا کہ وہ کسی بے رحم طوفان کے بیچ پھنس چکا ہے۔ گاڑی اپارٹمنٹ کے سامنے آ کر رکی، زاویار نے جھٹکے سے بریک دبایا اور گاڑی سے اترتے ہی تیز قدموں سے دروازے کی طرف بڑھا۔ دل جیسے مٹھی میں جکڑا جا چکا تھا، سانسیں بوجھل ہو رہی تھیں۔ بس ایک ہی دھن سوار تھی —— زارا کو دیکھنا، یہ یقین کرنا کہ وہ ٹھیک ہے۔ ابھی وہ دروازے کے قریب پہنچا ہی تھا کہ ایک آواز نے اس کے قدم روک دیے۔

"صاحب!"

زاویار نے سر اٹھا کر دیکھا، چوکیدار دروازے کے پاس کھڑا تھا، ماتھے پر پسینے کی بوندیں چمک رہی تھیں جیسے کافی دیر سے باہر کھڑا ہو۔ مگر زاویار

کے پاس وقت نہیں تھا، وہ نظر انداز کر کے آگے بڑھنے ہی لگا کہ چوکیدار نے پھر سے آواز دی۔

"صاحب، کب سے دروازہ بجا رہا ہوں، لیکن باجی دروازہ نہیں کھول رہیں!"

زاویار کے قدم ایک لمحے کو زمین پر جیسے جم گئے۔ ذہن میں ایک جھماکا ہوا——تو جو دروازہ بجا رہا تھا وہ یہ تھا؟ حالہ سمجھی کہ۔۔۔

ایک پل کے لیے زاویار نے سختی سے لب بھینچ لیے، اندر ہلچل مچ گئی تھی۔ وہ پہلے ہی پریشان تھا، اور یہ سب سن کر۔۔۔

چوکیدار نے جیب سے ایک تہہ شدہ نوٹ نکالا اور زاویار کی طرف بڑھایا۔

"اور یہ۔۔۔ یہ صبح جاتے ہوئے آپ کی جیب سے گر گیا تھا، پانچ ہزار تھے۔ میں بس یہ دینے آیا تھا، لیکن باجی دروازہ نہیں کھول رہیں، کافی دیر

سے یہیں کھڑا ہوں۔" زاویار نے ایک تیز نظر نوٹ پر ڈالی، پھر فوراً دروازے کی طرف بڑھا۔ نوٹ اس کے ہاتھ سے نہیں لیا جیسے کہہ رہا ہو کے تم رکھ لو۔ اب وہ ایک اور لمحہ بھی ضائع نہیں کر سکتا تھا۔ اپارٹمنٹ کا دروازہ زور سے کھولا، اور اندر قدم رکھتے ہی وہ حالہ کو تلاش کرنے لگا۔ قدموں کی رفتار بے اختیار تیز ہو گئی۔ سانسیں بھاری ہو چکی تھیں، دل جیسے کسی انجانے خوف میں جکڑا ہوا تھا۔ وہ بھاگتا ہوا کمرے کے دروازے تک پہنچا اور پورے زور سے ہینڈل گھمایا — مگر دروازہ نہیں کھلا۔ اندر بیٹھی حالہ کا دل ایک دم سے دہل گیا، ہاتھ خود بخود مٹھیوں میں بھینچ گئے۔ زاویار نے بے تابی سے دروازے پر دستک دی، سانس پھولی ہوئی تھی۔

"حالہ! میں ہوں زاویار... دروازہ کھولو!"

اس کی آواز میں عجیب بے چینی تھی، جیسے اندر طوفان مچا ہو، اور ساتھ ہی ایک سختی بھی تھی جو خوف اور فکر سے جنم لے رہی تھی۔ حالہ کو لگا جیسے کسی نے دل کو گرفت سے آزاد کر دیا ہو۔ وہ فوراً اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھی، ایک لمحے کی تاخیر بھی اسے گراں گزر رہی تھی۔ دروازہ کھولتے ہی زاویار سامنے کھڑا تھا، چہرہ پسینے میں بھیگا ہوا، آنکھوں میں اضطراب بھرا ہوا۔ وہ ایک پل ضائع کیے بغیر اندر آیا، جیسے کچھ تلاش کر رہا ہو، جیسے کسی چیز کا یقین چاہتا ہو۔ کچھ لمحے خاموشی میں سانس بحال کرتا رہا، پھر نظر اٹھا کر حالہ کو دیکھا، جو ابھی تک دروازے کے ہینڈل کو تھامے کھڑی تھی۔

"باہر چوکیدار تھا..." زاویار کی آواز کمرے کی خاموشی میں عجیب بوجھ چھوڑ رہی تھی۔ "اور تم؟ تم نے ڈر کے مارے دروازہ نہیں کھولا؟ اب کیا ہمیشہ ایسا ہی چلتا رہے گا؟"

اس کے لہجے میں غصہ تھا، مگر غصے سے زیادہ فکرمندی۔

"ک۔۔۔کیا؟ چوکیدار تھا؟" حالہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، جیسے اسے اپنی سوچ پر یقین نہ آیا ہو۔

"ہاں!" زاویار نے گہری سانس لی، سر جھٹکا اور تھکے ہوئے انداز میں اپنی پیشانی مسلنے لگا۔ "اور پلیز... اب بس کردو! یہ روز روز کا ڈر، یہ خوف... نہیں مار رہا وہ تمہیں، حالہ!"

حالہ کو لگا جیسے وہ کچھ چھپا رہا ہے، جیسے اس کے الفاظ میں کچھ اور بھی ہے جو وہ ابھی نہیں کہہ رہا۔

"کیا ہوا، زاویار؟" اس نے پوچھا تو زاویار نے ایک پل کو اسے دیکھا۔ نظریں بھاری لگ رہی تھیں، جیسے کچھ بہت بڑا بوجھ تھا جسے وہ زبردستی اپنے اندر دبا رہا تھا۔

"مجھے..." اس کی سانس رکنے لگی۔ "مجھے کینیڈا جانا ہو گا، ابھی اسی وقت..." حالہ کے دل کی دھڑکن ایک پل کو تھم گئی۔

"زارا کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے..." زاویار کی آواز کانپ گئی، آنکھوں میں تکلیف تیرنے لگی۔ "بہت بری طرح... اور بچنا... بہت مشکل ہے۔" یہ کہتے ہوئے جیسے اس کی سانسیں رکنے لگیں۔

حالہ کے قدم ڈگمگا گئے، وہ فوراً منہ پر دونوں ہاتھ رکھ کر پیچھے ہٹی، جیسے یہ خبر قبول کرنے کے لیے کچھ لمحے درکار ہوں۔

"کیا؟" اس کی آواز سرگوشی جیسی تھی، بے یقینی میں ڈوبی ہوئی۔

"مجھے ابھی آج کی فلائٹ لے کر کینیڈا جانا ہو گا!" زاویار کے الفاظ فیصلہ کن تھے، وہ کوئی لمحہ ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ مڑا، دروازے کی طرف بڑھا، مگر حالہ نے ایک جھٹکے سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ "رکو...!" اس کی

آواز میں گھبراہٹ تھی، بے بسی تھی۔ "دیکھو، میں جانتی ہوں تمہارا جانا بہت ضروری ہے، مگر... مگر میں یہاں اکیلی کیسے رہوں گی؟" زاویار کا چہرہ ایک دم سخت ہو گیا، آنکھوں میں غصہ ابھر آیا۔

"حالہ!" وہ تقریباً چیخ پڑا، "اس وقت میری بہن زندگی اور موت کے بیچ جھول رہی ہے اور تمہیں اپنی پڑی ہوئی ہے؟"

"دیکھو، غصہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے!" حالہ نے بمشکل خود کو قابو میں رکھا۔ "مگر... مگر مجھے بھی اپنی جان پیاری ہے، زاویار! میں جانتی ہوں زارا کے ساتھ بہت غلط ہوا ہے، میں اس کے لیے دعا بھی کروں گی... مگر میں اپنا کیا کروں؟ میں یہاں اکیلی کیسے رہوں گی؟"

زاویار نے غصے سے لب بھینچ لیے، ہاتھ مٹھی میں جکڑ لیا، جیسے ابھی کچھ توڑ دے گا۔ اس کی آنکھوں میں بے بسی اتر آئی تھی، حالہ کی باتیں اس وقت

اس کے لیے ناقابلِ برداشت تھیں۔ "تمہارے لیے میں کوئی بندوبست کرلوں گا!" اس نے سختی سے کہا، نظریں بھاری ہوگئیں۔ "لیکن ابھی مجھے یہاں سے جانے دو!" وہ اپنا بازو جھٹک کر کمرے سے باہر نکل گیا، جیسے ہی وہ اپارٹمنٹ کے دروازے تک پہنچا، قدموں کی رفتار بے اختیار دھیمی ہوگئی۔ ہاتھ ہلکا سا لرزا، دل پر عجیب بوجھ تھا۔ وہ چند لمحے رکا، نظریں اٹھا کر سامنے کھڑی حالہ کو دیکھا، جو بے یقینی سے اسے گھور رہی تھی۔ گہری سانس لیتے ہوئے اس نے فون نکالا، تیزی سے نمبر ڈائل کیا——ماہا کا۔ حالہ نے اس کی ہر حرکت دھیان سے دیکھی، آنکھوں میں الجھن اور خوف تھا۔ دوسری طرف سے ابھی بیل بج ہی رہی تھی کہ فوراً فون اٹھا لیا گیا۔

"فوراً میرے اپارٹمنٹ میں آؤ!" زاویار کی آواز سخت اور سنجیدہ تھی، جیسے کچھ برداشت کی حد پار کر چکا ہو۔

فون بند کرتے ہی اس نے اپنی پیشانی مسلتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں، سانس لمبی کھینچی، جیسے خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا ہو۔

کچھ ہی دیر میں ماہا اپارٹمنٹ پہنچ گئی۔ ٹی وی لاؤنج کی فضا بوجھل ہو چکی تھی۔ زاویار، ماہا اور حالہ صوفے پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے تھے۔

ماہا نے حیرت سے پوچھا، "کیوں بلایا مجھے؟"

زاویار نے ایک پل کو نظر جھکائی، گہری سانس لی، پھر نظریں اٹھا کر بولا، "مجھے فوراً کینیڈا جانا ہو گا۔"

ماہا نے چونک کر اسے دیکھا۔ "کیا؟ کیوں؟"

حالہ کی نظریں الجھن سے کبھی ماہا کو دیکھتیں تو کبھی زاویار کو۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس نے ماہا کو کیوں بلایا ہے؟

"زارا کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے..." زاویار کے لبوں سے جیسے بم پھٹا۔ "بہت بری طرح... اور بچنا... بہت مشکل ہے۔"

ماہا کا دل جیسے سینے سے باہر نکل آیا۔ وہ یکدم سیدھی ہو کر بیٹھی، آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"کیا؟!"

"ہاں..." زاویار نے بمشکل کہا، "مجھے فوراً جانا ہوگا، اسی وقت!"

ماہا کے چہرے پر تکلیف چھلک اٹھی، سانسیں بے ترتیب ہو گئیں۔ "میں بھی جاؤں گی تمہارے ساتھ!" وہ جوش سے بولی، جیسے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"نہیں ماہا!" زاویار نے سختی سے کہا، "ابھی صرف مجھے جانا ہوگا! وہ ویسے بھی ہوش میں نہیں ہے..."

"زاویار!" ماہا کی آواز کپکپائی، "میں تمہاری کوئی بات نہیں سنوں گی! وہ میری دوست ہے، مجھے اس کے پاس جانا ہے!"

"ماہا، پلیز بات سمجھو!" زاویار نے تھکن سے پیشانی دبائی۔ "میں جانتا ہوں کہ تمہاری کیا فیلنگز ہیں، میں سمجھ سکتا ہوں... مگر ابھی مجھے اکیلے جانا ہوگا۔ اسے اس وقت میری ضرورت ہے۔ تم بعد میں آجانا، جب وہ تھوڑا ریکور کرلے!"

ماہا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، اس نے لب بھینچ لیے۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ وہ ابھی زاویار کے ساتھ چلی جائے، مگر زاویار کی بات بھی غلط نہیں تھی۔

حالہ باری باری ان دونوں کو دیکھ رہی تھی، اس کی سانسیں بے ترتیب ہو رہی تھیں۔

زاویار نے ایک پل ماہا کی طرف دیکھا، پھر آہستہ سے بولا، "پھر تمہیں میں نے یہاں کیوں بلایا ہے، یہ سننا چاہتی ہو؟"

ماہا نے آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے اسے دیکھا، "کیوں؟"

"کیونکہ... "زاویار نے ایک لمحہ رکا، پھر سیدھا ماہا کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا، "جب تک میں یہاں نہیں ہوں، کیا تم میری جگہ یہاں رک سکتی ہو؟"

ایک پل کے لیے پورے کمرے میں خاموشی چھا گئی۔

حالہ نے بے یقینی سے زاویار کی طرف دیکھا، جیسے وہ کوئی مذاق کر رہا ہو۔

ماہا کے چہرے پر حیرت پھیل گئی، "کیا؟ کیوں؟"

"کیونکہ حالہ اکیلی نہیں رہ سکتی! اکیلے اپارٹمنٹ میں تو بالکل بھی نہیں! اور میرا جانا بہت ضروری ہے۔ میں تم پر بھروسہ کرتا ہوں، ماہا... چاہتا ہوں کہ جب تک میں نہیں ہوں، تم یہاں رہو، تاکہ اسے ڈر نہ لگے!"

ماہا کا چہرہ سخت ہو گیا، اس نے سامنے بیٹھی حالہ کو دیکھا، جس کی آنکھوں میں پہلے حیرت تھی، پھر فوراً غصہ ابھر آیا۔

حالہ نے بے یقینی سے زاویار کو گھورا، پھر جیسے دھماکے سے بولی، "کیا؟! تم پاگل ہو گئے ہو؟ جس لڑکی سے میں شدید نفرت کرتی ہوں، اس کے ساتھ میں کیسے رہوں گی؟!"

ماہا کا چہرہ بھی غصے سے سرخ ہو گیا، مگر اس نے کچھ نہیں کہا۔ وہ زاویار کے حکم سے انکار نہیں کر سکتی تھی، وہ ہمیشہ سے زاویار کی بات مانتی آئی تھی۔

"ٹھیک ہے!" ماہا نے بمشکل کہا، "جب تک تم نہیں ہو، میں یہاں رک جاؤں گی۔"

حالہ کے ہاتھ مٹھیوں میں جکڑ گئے، وہ چاہ کر بھی کچھ نہیں کہہ سکتی تھی، کیونکہ حقیقت یہی تھی کہ وہ اکیلی تھی۔ اور اسے کسی نہ کسی کا ساتھ چاہیے تھا۔

زاویار نے ایک آخری گہری سانس لی، جیسے فیصلہ کر چکا ہو۔ "مجھے ابھی نکلنا ہو گا..."

پھر وہ رکا، نظریں حالہ پر گاڑ دیں، "میں تمہیں ڈسٹرب نہ کرتا، ماہا، لیکن... ایک شخص ہے، جو اس کا پیچھا کر رہا ہے، جو اسے مارنا چاہتا ہے..."

ماہا کے چہرے پر الجھن گہری ہو گئی۔ "یہ مرے یا جیے، زاویار کو اس کی اتنی فکر کیوں ہو رہی ہے...؟" یہ سوال اس کے دل میں گونجا، مگر وہ بولی کچھ نہیں۔

"تو بس..." زاویار نے آخری بار ماہا کو دیکھا، "تمہیں کچھ وقت اس کے ساتھ گزارنا ہوگا!"

یہ کہہ کر زاویار تیزی سے اٹھا، دروازہ کھولا، اور بنا پیچھے دیکھے باہر نکل گیا۔ دروازہ بند ہونے کی آواز پورے اپارٹمنٹ میں گونج گئی، جیسے کوئی تعلق، کوئی رشتہ، کوئی امید ایک جھٹکے سے توڑ دی گئی ہو۔

زاویار کے جاتے ہی ماہا نے سر جھٹکا اور رخ حالہ کی طرف کر لیا، جواب بھی ساکت دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی، جیسے ابھی دروازہ کھلے گا اور زاویار واپس آ جائے گا۔

"یہ سب کیا تھا؟" ماہا کی آواز زہر میں بجھی ہوئی تھی۔ "مجھے تمہارے ساتھ رکنے کا بلکل دل نہیں ہے۔۔۔"

حالہ نے آہستہ سے پلکیں جھپکیں، جیسے ابھی تک حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ پھر ایک دم جیسے ہوش میں آئی، ماتھے پر تیوریاں ڈال کر غصے سے ماہا کو دیکھا۔

"یہ سوال تم زاویار سے کرتی تو بہتر ہوتا!" حالہ کی آواز میں تلخی تھی۔ "مجھے خود نہیں پتا کہ وہ تمہیں میرے سر پر کیوں بٹھا گیا!"

ماہا نے طنزیہ ہنسی ہنسی، ہاتھ باندھے اور جھک کر حالہ کو دیکھا، "ہاں، کیونکہ تم اتنی معصوم ہو ناں؟ ڈرتی رہتی ہو بس۔۔۔ جو بھی ہو، زاویار نے مجھ سے کہا ہے کہ میں یہاں رکوں، تو میں رکوں گی!"

حالہ نے ناپسندیدگی سے اسے دیکھا۔ "یہاں کوئی تمہیں روکنے کے لیے خوش نہیں ہے!"

"اچھا؟ تو پھر زاویار کو کال کر کے کہہ دو کہ تم اکیلی رہ سکتی ہو!" ماہا نے ہاتھ سے موبائل کی طرف اشارہ کیا۔

حالہ نے سختی سے ہونٹ بھینچ لیے۔ وہ چاہتی تھی کہ فوراً کال کرے اور زاویار سے کہے کہ وہ اکیلی رہنے کے لیے تیار ہے، مگر حقیقت یہ تھی کہ وہ اکیلی رہنے سے ڈرتی تھی... اور زاویار یہ جانتا تھا۔

وہ چپ چاپ کھڑی ہوئی، گہری سانس لی اور رخ موڑ لیا۔

ماہا نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی، جہاں واضح خوف تھا، مگر وہ اسے قبول کرنے کو تیار نہیں تھی۔

"چلو، جو بھی ہے، میں جا رہی ہوں تھوڑا ارام کرنے!" ماہا نے کندھے اچکائے اور اپنا بیگ لے کر گیسٹ روم کی طرف بڑھ گئی۔ حالہ نے خالی نظروں سے اسے جاتے دیکھا، ابھی تو دن کے 12 ہی بجے تھے۔ رات تک زاویار بھی پہنچ جائے گا۔ پھر دھیرے سے دروازے کی کنڈی چڑھا دی، جیسے زاویار کے نکلنے کے بعد وہ خود کو اس دنیا سے بند کر رہی ہو۔

☆☆☆✦☆☆☆

رات ہو چکی تھی۔ پورے اپارٹمنٹ میں ایک عجیب سی خاموشی تھی، جیسے کچھ غلط ہونے والا ہو۔ حالہ بیڈ پر لیٹی، مگر نیند کوسوں دور تھی۔

وہ اٹھ کر بیٹھی، کانپتے ہاتھوں سے پانی کا گلاس اٹھایا، مگر گلاس ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر جا گرا۔ شیشے کے ٹوٹنے کی آواز اپارٹمنٹ میں گونجی۔ حالہ نے جھٹکے سے ارد گرد دیکھا۔ کیا یہ صرف گلاس گرا تھا؟ یا پھر... کچھ اور بھی؟ ماہا، جو دوسرے کمرے میں تھی، آواز سن کر جاگ گئی۔ وہ فوراً باہر نکلی، حالہ کو بیڈ کے پاس ساکت بیٹھا دیکھ کر اس کے قریب آئی۔ "کیا ہوا؟" ماہا نے سنجیدگی سے پوچھا۔

حالہ نے ہونٹوں پر زبان پھیری، نظر زمین پر پڑے ٹوٹے گلاس پر گئی۔ "کچھ نہیں... گلاس گر گیا تھا۔" ماہا نے شک بھری نظر اس پر ڈالی۔ "اف ساری نیند ڈسٹرب کر دی"

حالہ نے چہرہ موڑ لیا۔ ماہا نے ایک نظر اسے غصہ سے دیکھا اور پھر اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔ حالہ کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی... کہیں سے.... بہت قریب سے... اسے دیکھ رہا ہو۔

☆☆☆✦☆☆☆

زاویار سلطان جیسے ہی اسپتال کے مرکزی دروازے سے اندر داخل ہوا، ایک تیز دوائیوں کی بو نے اس کا استقبال کیا۔ سفید روشنی میں نہایا ہوا یہ مقام، جہاں ہر طرف درد کی کہانیاں بکھری پڑی تھیں، آج اس کے لیے کسی بھیانک خواب سے کم نہیں تھا۔

سامنے استقبالیہ پر ایک نرس کھڑی تھی، جس کے چہرے پر تھکن نمایاں تھی، مگر وہ پھر بھی پر سکون لہجے میں کسی مریض کے لواحقین سے بات کر

رہی تھی۔ ایک طرف، ایک بوڑھا شخص وہیل چیئر میں بیٹھا کھانس رہا تھا، اس کے ساتھ ایک نوجوان لڑکا بے چینی سے ڈاکٹر کا انتظار کر رہا تھا۔ چند قدم آگے بڑھتے ہی زاویار نے دیکھا، ایک عورت اسپتال کے بینچ پر بیٹھی زار و قطار رو رہی تھی، اس کے ساتھ ایک آدمی کھڑا تھا جو بار بار اس کی تسلی کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ دوسری طرف ایک ڈاکٹر تیز قدموں سے چلتا ہوا ایمرجنسی روم کی طرف جا رہا تھا، اس کے پیچھے دو نرسیں تھیں، جن کے ہاتھ میں طبّی آلات تھے۔ طرف مصروفیت تھی، مگر ہر چہرے پر ایک کہانی لکھی تھی—— کسی کے اپنوں کی جدوجہد، کسی کا کھو جانے کا خوف، کسی کا انتظار، کسی کی بے بسی۔

زاویار نے ایک لمبی سانس لی، اس کی نظریں ہر چیز کو دیکھ رہی تھیں، مگر اس کا دل ایک ہی چیز چاہتا تھا—— زارا کو دیکھنا، یہ جاننا کہ وہ کیسی ہے؟

وہ قدم تیز کرتے ہوئے وارڈ کی طرف بڑھا، جہاں اس کی بہن بے ہوش پڑی تھی، اور اس کی زندگی کا سب سے بڑا امتحان اس کا منتظر تھا۔

زاویار نے آہستہ سے اسپتال کے کمرے کا دروازہ کھولا۔ سفید روشنی میں، زارا کا وجود کسی شکستہ مورتی کی مانند نظر آ رہا تھا——بے جان، ٹوٹا ہوا، بکھرا ہوا۔ اس کا چہرہ نیلوں سے بھرا ہوا تھا، ہونٹوں کے کنارے کٹے ہوئے، پیشانی پر گہرا زخم، جس سے اب بھی ہلکی سرخی جھلک رہی تھی۔ آنکھوں کے نیچے سوجن تھی، ناک کے پاس ایک اور زخم تھا، جہاں سے خون بہ کر سوکھ چکا تھا۔

زاویار کی نظروں نے اس کے زخموں کو جیسے چن کر گنا۔ اس کی انگلیاں بے اختیار لرزیں۔ وہ مضبوط تھا، ایک ایسا شخص جو ہمیشہ ہر چیز کو قابو میں رکھتا

تھا، مگر آج... آج کچھ بکھر رہا تھا۔ آنکھوں میں آنسو نہیں آئے، وہ اب بھی اپنے ضبط میں تھا، مگر دل کی گہرائیوں میں کچھ چٹخا ضرور تھا۔

وہ آگے بڑھا، آہستگی سے زارا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اس کی پتلی سی انگلیاں ٹھنڈی ہو رہی تھیں، جیسے زندگی دھیرے دھیرے پیچھے ہٹ رہی ہو۔ وہ بے ہوش پڑی تھی، مگر زاویار کو لگا جیسے وہ رو رہی ہو، اندر ہی اندر، ایک ایسی چیخ جو کوئی سن نہ سکتا تھا۔

چند لمحے وہ اسی طرح کھڑا رہا، پھر ایک گہری سانس لی اور باہر نکل آیا۔

باہر آتے ہی اس کے کانوں میں رونے کی آوازیں پڑیں۔ عبیل کی ماں دیوار سے لگی بلک بلک کر رو رہی تھیں۔ وہ جیسے خود کو تسلی دے رہی ہوں کہ سب ٹھیک ہو جائے گا، مگر ان کی آواز میں ایک ایسا درد تھا جو الفاظ سے ماورا تھا۔

زاویار آہستہ سے ان کے قریب آیا، آواز میں وہی مضبوطی رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا،

"ڈاکٹروں نے کیا کہا ہے؟" زوبیہ نے آنسوؤں میں بھیگا چہرہ اٹھایا،

"ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ وہ ٹھیک تو ہو جائے گی، مگر..."

وہ ہچکیوں میں رک گئیں، جیسے یہ الفاظ کہنا ان کے بس میں نہیں تھا۔

زاویار نے ان کی طرف دیکھا، دل میں ایک انجانی گھبراہٹ اٹھ رہی تھی۔

"مگر کیا...؟" اس کی آواز سرگوشی میں بدل گئی تھی۔ "مگر اب وہ کبھی ماں نہیں بن سکے گی۔"

یہ جملہ ایسا تھا جیسے کسی نے اس کا دل مٹھی میں لے کر بری طرح مسل دیا ہو۔ وہ ایک لمحے کے لیے سب کچھ بھول گیا۔ آس پاس کے شور، اسپتال کی سفید دیواریں، زوبیہ کا رونا — سب کچھ پس منظر میں چلا گیا۔ بس ایک

سناٹا تھا، اور اس سناٹے میں وہ حقیقت تھی جو اس کی بہن کی زندگی کا سب سے بڑا نقصان تھی۔

زوبیہ کچھ اور کہہ رہی تھیں، شاید وہ یہ بتا رہی تھیں کہ عبیل کو زیادہ نقصان نہیں پہنچا، سب کچھ ٹھیک ہے۔ مگر زاویار... زاویار جیسے کچھ بھی نہیں سن پا رہا تھا۔ اس کے کانوں میں بس ایک ہی جملہ گونج رہا تھا

"وہ کبھی ماں نہیں بن سکے گی۔"

یہ زخم جسم پر نہیں لگا تھا، یہ ایسا زخم تھا جو کبھی نہیں بھرے گا۔

☆☆☆✦☆☆☆

زاویار سلطان اسپتال کے خاموش راہداری میں ایک کرسی پر بیٹھا تھا، مگر وہ درحقیقت وہاں نہیں تھا۔ اس کا جسم وہیں تھا، مگر دماغ کہیں اور بھٹک رہا

تھا——ایک ایسی جگہ، جہاں بس درد تھا، ایک ایسا خالی پن جو کبھی پُر نہیں ہو سکتا تھا۔

اس کے چہرے پر وہی سختی تھی جو ہمیشہ ہوتی تھی، مگر آنکھوں میں کچھ بدل چکا تھا۔ وہ نہ کچھ بول پا رہا تھا، نہ کچھ سن رہا تھا۔ اس کے کانوں میں زوبیہ کی روتی ہوئی آوازیں مسلسل گونج رہی تھیں، مگر وہ جیسے ان آوازوں سے بے نیاز تھا۔ وہ وہاں بیٹھا تھا، مگر ایک لمحے کے لیے بھی وہ موجود نہیں تھا۔

اس کے ہاتھ مٹھی کی صورت میں بند تھے، انگلیوں کے اندر ناخن چبھ رہے تھے، مگر وہ یہ درد بھی محسوس نہیں کر رہا تھا۔ اس کے اندر ایک طوفان تھا، مگر وہ باہر بالکل خاموش تھا——جیسے کسی نے سب کچھ چھین کر اسے ایک

ایسے اندھیرے میں دھکیل دیا ہو جہاں کوئی روشنی نہیں تھی، جہاں صرف دکھ تھا۔

وہ سانس لے رہا تھا، مگر ہر سانس بوجھل تھی۔ وہ زندہ تھا، مگر اندر سے کچھ مر چکا تھا۔

☆☆☆✦☆☆☆

رات گہری ہو چکی تھی۔ اپارٹمنٹ میں ہلکی سی زرد روشنی پھیلی ہوئی تھی، جو دیواروں پر مدھم سایے بنا رہی تھی۔ باہر اٹلی کی خاموش گلیوں میں ہلکی ٹھنڈک تھی، اور کھڑکی کے شیشے پر اوس کی باریک تہہ جمنے لگی تھی۔ اندر، ہر چیز بے حد پرسکون تھی، مگر اس خاموشی میں ایک عجیب سی کشیدگی گھلی ہوئی تھی۔ حالہ صوفے پر بیٹھی تھی، موبائل کی روشنی اس کے چہرے پر ہلکی سی چمک پیدا کر رہی تھی۔ اس نے سادہ سے کپڑے پہن رکھے

تھے ـــــ ڈھیلا سا ہلکے رنگ کا کرتا اور سیدھا ساٹراوزر۔ بال بے دلی سے ایک جوڑے میں بندھے ہوئے تھے، جیسے اسے اپنی صورت کی کوئی پرواہ نہ ہو۔ وہ بے حد خاموش تھی، مگر اس کے چہرے پر بیزاری صاف لکھی تھی۔

کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ ماہا باہر نکلی، اور اس کی نظریں سیدھا حالہ پر جا پڑیں۔ اس نے ہلکی ریشمی نائٹی پہن رکھی تھی، جو گھٹنوں سے ذرا اوپر تھی اور کندھوں پر باریک سی ڈوریاں تھیں۔ بال کھلے ہوئے تھے اور چہرے پر نیند کے اثرات نمایاں تھے، مگر آنکھوں میں ہمیشہ کی طرح وہی غرور بھرا انداز تھا۔ وہ لاؤنج میں آتے ہی غصے سے بولی،

"کھانا نہیں بنایا؟ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

حالہ نے موبائل سے نظریں ہٹا کر ماہا کو دیکھا۔اس کے چہرے پر ناگواری کی لہر دوڑی، جیسے وہ اس سوال کو سننا بھی گوارا نہ کرے۔آواز میں وہی سختی لیے ہوئے بولی،

"مجھے لگی تھی اور میں نے منگوا کر کھالیا۔ تمہیں بھوک لگی ہے تو اپنے لیے خود بنالو یا فریج میں جو کچھ ہے، وہ کھالو۔"

اس کی آواز میں ٹھنڈک تھی —— بے پرواہ، بے احساس۔ماہا نے ایک لمحے کے لیے اسے غصے سے گھورا، مگر حالہ کی آنکھوں میں ایسی لاپرواہی تھی کہ وہ مزید کچھ کہے بغیر رخ موڑ کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔

حالہ نے کندھے اچکائے، جیسے یہ سب اس کے لیے کسی اہمیت کا حامل ہی نہ ہو اور موبائل کی اسکرین پر انگلیاں چلانے لگی

ماہا نے غصے سے فریج کھولا، دروازہ اتنی زور سے جھٹکا کہ اندر رکھی بوتلیں ہل کر رہ گئیں۔ وہ برتن اٹھا کر کچن کے کاؤنٹر پر پٹختی جا رہی تھی، جیسے اپنی جھنجھلاہٹ ہر چیز پر نکال رہی ہو۔ حالہ نے ایک نظر اوپر اٹھا کر اسے دیکھا، مگر کوئی خاص تاثر دیے بغیر دوبارہ موبائل کی اسکرین پر انگلیاں چلانے لگی۔

ماہا نے غصے سے بازو باندھ لیے اور تیز لہجے میں بولی، "تم کھانا بنا دیتی تو کیا چلا جاتا؟ ایک تو زاویار کے کہنے پر یہاں آئی ہوں تا کہ تمہیں ڈر نہ لگے، اور تم ہو کہ الٹا مجھ پر احسان جتا رہی ہو!"

حالہ نے بے زاری سے ماہا کو دیکھا، پھر طنزیہ ہنسی ہنستی ہوئی بولی، "اوہ، تو تم میری حفاظت کے لیے آئی ہو؟ کمال ہے۔ مجھے لگا تھا تمہیں یہاں کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں رکھ دیا گیا ہے، جہاں تمہارے نخرے اٹھانے کے لیے

لوگ موجود ہوں گے۔" وہ تھوڑا آگے جھک کر سرد لہجے میں بولی، "اور ویسے بھی، میں تمہاری نوکر نہیں جو تمہارے لیے کھانا بناؤں۔ بھوک لگی ہے تو جاؤ، خود بناؤ۔ ہاتھ سلامت ہیں نا؟"

ماہا کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا۔ "تم حد سے بڑھ رہی ہو، حالہ!"

حالہ نے کندھے اچکائے، جیسے ماہا کی بات کوئی اہمیت ہی نہ رکھتی ہو۔

"ہاں، کیونکہ حد ہمیشہ دوسروں کے لیے ہوتی ہے، تمہارے لیے نہیں، ہے نا؟"

ماہا نے دانت پیسے، حالہ نے اسے دیکھا، پھر لاپرواہی سے دوبارہ موبائل اٹھا لیا، جیسے یہ بحث اس کے لیے وقت ضائع کرنے کے سوا کچھ نہ ہو۔

"تم اتنی بدتمیز کیسے ہو سکتی ہو؟ زاویار تمہیں اکیلا چھوڑنے کے حق میں نہیں تھا، اسی لیے میں یہاں ہوں۔ اور تم——"

حالہ نے فوراً بات کاٹ دی، اس کے لہجے میں شدید تلخی آ گئی تھی۔ "پھر زاویار سے کہو کہ تمہیں واپس بھیج دے اپنے گھر مجھے نہ اس کی فکر کی ضرورت ہے اور نہ تمہاری جھوٹی ہمدردیوں کی۔ تمہیں لگتا ہے کہ میں ڈر جاؤں گی؟ کہ میں یہاں اکیلی نہیں رہ سکتی؟" نظریں سیدھا ماہا کی آنکھوں میں ڈال کر سرد لہجے میں بولی، "ماہا، میں نے زندگی میں اس سے بڑے طوفان دیکھے ہیں۔ تمہارے جیسے لوگوں کی موجودگی یا غیر موجودگی سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

ماہا نے بے یقینی سے اسے دیکھا، پھر طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ بولی، "ہاں، ہاں، تمہیں کسی چیز کی پرواہ نہیں، ہے نا؟ یہی وجہ ہے کہ تم ہمیشہ خود کو مظلوم بنا کر پیش کرتی ہو!"

حالہ نے ایک زہریلی ہنسی ہنسی، جیسے یہ بات اس کے لیے مضحکہ خیز ہو۔

"مظلوم؟ تمہیں لگتا ہے میں مظلوم ہوں؟" وہ ایک پل کو رکی، پھر دھیمے مگر زہر بھرے لہجے میں بولی، "نہیں ماہا، میں وہ ہوں جسے لوگوں نے توڑنے کی کوشش کی، مگر میں بکھری نہیں۔ میں وہ ہوں جس نے ہر وار سہہ کر بھی کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلائے۔ تم یہ سب نہیں سمجھو گی، کیونکہ تم نے کبھی تکلیف جھیلی ہی نہیں۔ تم صرف وہی دیکھتی ہو جو تمہاری نظروں کے سامنے ہوتا ہے، مگر میں وہ سب کچھ دیکھ چکی ہوں جو تم جیسے لوگ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے۔"

ماہا کو پہلی بار اس کی آنکھوں میں ایک ایسی گہرائی نظر آئی، جس میں شاید درد تھا——یا شاید کچھ اور، جسے وہ سمجھ نہیں سکتی تھی۔ وہ لمحہ بھر کے لیے خاموش ہوئی، پھر غصے سے رخ موڑ کر فریج سے کچھ نکالا اور چپ چاپ

کچن میں کھڑی ہو کر کھانے لگی۔ حالہ نے ایک گہری سانس لی، جیسے یہ بحث بھی اس کے لیے فضول تھی۔ وہ صوفے پر ٹیک لگا کر بیٹھ گئی اور دوبارہ موبائل کی اسکرین پر نظریں جما دیں، جبکہ ماہا کو تیز غصہ ا رہا تھا۔

☆☆☆✦☆☆☆

زاویار اسپتال کے کوریڈور میں ایک بینچ پر بیٹھا تھا، سر دیوار سے ٹکائے آنکھیں بند کیے جیسے کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہو۔ اسپتال کی مخصوص ادویات کی بو، راہداری میں چلتے ڈاکٹروں کے مدھم قدموں کی آوازیں، کہیں کسی مریض کے کراہنے کی آہٹ—سب کچھ اس کے حواس پر ہلکی سی ضرب لگا رہا تھا، مگر اس وقت وہ کسی بھی چیز پر دھیان نہیں دے رہا

تھا۔ اس کے قریب رکھے فون کی اسکرین ایک بار پھر روشن ہوئی۔ وہ بے خیالی میں اسے دیکھنے لگا، پھر جیسے کسی انجانے خیال کے تحت فون اٹھایا۔ انگلیاں خود بخود حالہ کا نمبر ڈائل کرنے کے لیے بڑھیں، مگر عین آخری لمحے وہ رک گیا۔ ماتھے پر تیوری ڈالی، جیسے خود پر ہی غصہ آرہا ہو۔

"میں اس کی فکر کیوں کر رہا ہوں؟" وہ سرگوشی میں خود سے مخاطب ہوا۔ فون کی اسکرین پر جھلملاتا نمبر اسے عجیب سا محسوس ہوا۔ وہ گہری سانس لے کر فون جیب میں رکھ کر پیچھے ٹیک لگا گیا، مگر دماغ مسلسل الجھا ہوا تھا۔ زاویار نے گہری سانس لے کر آنکھیں موندلیں، مگر اگلے ہی لمحے ایک تیز جھماکے کی طرح صبح کا منظر اس کے دماغ میں گونج اٹھا—— وہ کپکپاتے ہاتھ، وہ بے اختیار گرفت، وہ لمحہ جب حالہ نے خوف سے اسے تھام لیا تھا۔

ایک پل کو ایسا لگا جیسے وہ احساس دوبارہ جاگ گیا ہو، جیسے وہ چھوٹی سی لرزش اب تک اس کی جلد پر نقش ہو

اس کے چہرے پر بے ساختہ مسکرات آئی۔

وہ کانپ رہی تھی، آنکھوں میں خوف، سانسیں بے ترتیب۔اور پھر، جیسے اچانک سب بھول کر، وہ اس کے قریب آئی اور پیچھے سے اس کے سینے سے لپٹ گئی تھی۔اس کے نرم ہاتھوں کی لرزش، بے بسی میں دی گئی وہ گرفت——زاویار کو آج بھی اپنے کندھوں پر وہ لرزاہٹ محسوس ہو رہی تھی۔

وہ اس وقت حیران رہ گیا تھا۔حالہ؟ جو ہمیشہ اس سے نفرت کرتی تھی؟ جو اس کے وجود کو اپنی زندگی سے نکال دینا چاہتی تھی، آج خود کو اس کے سائے میں محفوظ سمجھ رہی تھی؟

زاویار نے جھٹکے سے آنکھیں کھولیں، جیسے اس خیال کو خود سے جھٹک دینا چاہتا ہو۔ اس نے اپنے جبڑے سخت کیے اور فون ایک بار پھر اٹھایا، مگر پھر وہی سوال——

مجھے اس کی فکر کیوں ہو رہی ہے؟ وہ بے چینی سے اپنی جگہ بدلا، ماتھے پر ہاتھ پھیرا اور اندر ہی اندر خود پر جھنجھلایا۔ وہ خود کو سمجھانا چاہتا تھا کہ یہ بس وقتی احساس ہے، ایک لمحاتی الجھن۔ مگر دل کے کسی کونے میں حالہ کی وہ لرزتی ہوئی گرفت اب بھی محسوس ہو رہی تھی، اور وہ اسے نظرانداز نہیں کر پا رہا تھا۔ اس نے فون کو انگلیوں میں گھمایا، جیسے خود کو روکنے کی کوشش کر رہا ہو۔ وہ الجھن میں تھا، بے چینی میں تھا، اور اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ بے چینی کیوں تھی۔ دل میں ایک انجانی سی گھٹن تھی، جیسے کچھ ادھورا سا ہو، جیسے کسی چیز کی تسلی کیے بغیر وہ سکون سے نہیں بیٹھ سکتا۔ بس یہ

دیکھنا ہے کہ وہ ٹھیک ہے یا نہیں... اور کچھ نہیں۔ یہی کہہ کر اس نے اپنے ہی دل کو بہلانے کی کوشش کی، مگر حقیقت یہ تھی کہ یہ کوئی معمولی سی فکر نہیں تھی۔ وہ حالہ کے بارے میں اتنا کیوں سوچ رہا تھا؟ وہ کیوں بار بار یہی سوال کر رہا تھا کہ وہ ٹھیک بھی ہے یا نہیں؟ یہ فضول سوچیں ہیں، بس۔ اس نے گہری سانس لی، فون کو ایک بار پھر دیکھا، اور آخرکار جھجکتے جھجکتے نمبر ڈائل کر دیا۔ بیل جا رہی تھی، اور ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اس کی بے چینی مزید بڑھ رہی تھی۔ پھر ایک دم——

"ہاں، زاویار؟"

حالہ کی پرسکون آواز سنتے ہی اس کے دل کی بے ترتیب دھڑکن جیسے معمول پر آگئی۔ وہ فوراً سنبھل کر بیٹھ گیا، لبوں کو سختی سے بھینچ کر ایک لمحہ خاموش رہا۔ دوسری طرف حالہ ہاتھ میں پھلوں کی پلیٹ لیے، آرام سے

اپنی جگہ بیٹھی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ سیب کے ٹکڑے چبارہی تھی، جبکہ سامنے ڈائننگ ٹیبل پر ماہا بیٹھی کھانے میں مصروف تھی۔

ماہانے جیسے ہی حالہ کو "زاویار" کہتے سنا، اس کا ہاتھ وہیں رک گیا۔ وہ حیرت اور غصے کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ حالہ کو دیکھنے لگی۔ ایک پل کو تواسے یقین ہی نہیں آیا کہ زاویار نے خود کال کی تھی ـــــ اس زاویار نے جس نے اس کی ایک بھی کال ریسیو نہیں کی تھی، جو اس کی ایک بھی خبر لینے کے لیے تیار نہیں تھا، اور جسے اس نے کتنی بار میسجز کیے، مگر جواب تک نہ آیا۔ اور اب؟ اب اس نے حالہ کو فوراً کال کر لی؟ ماہا کا دل جیسے اندر ہی اندر جلنے لگا۔ اس نے اپنے چہرے کے تاثرات سخت کیے، مگر اندر ہی اندر اس کا غصہ بڑھتا جارہا تھا۔ حالہ نے ایک اور سیب کا ٹکڑا اٹھایا اور نرمی سے بولی، "کیا ہوا؟"

دوسری طرف زاویار چند لمحے خاموش رہا، پھر نظریں جھکائے دھیمے مگر مضبوط لہجے میں بولا، "بس... ایسے ہی۔ تم ٹھیک ہو؟" حالہ کی آنکھوں میں ایک چمک سی آئی، جیسے زاویار کی فکر نے اس کے دل میں چھپی ہوئی محبت کو اور بھی گہرا کر دیا ہو۔ اس کے لبوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ آئی، جو شاید زاویار محسوس نہ کر سکا، مگر ماہا ضرور دیکھ رہی تھی۔

حالہ نے نرمی سے کہا "میں بالکل ٹھیک ہوں... تم کیسے ہو؟" اس کے لہجے میں ایک عجیب سی مٹھاس تھی، ایک اپنائیت جو زاویار کے لیے شاید عام تھی، مگر ماہا کے کانوں میں جیسے زہر گھول گئی۔

ماہا نے غصے سے چمچ پلیٹ میں پھینکا، اتنی زور سے کہ چمچ پلیٹ سے ٹکرا کر آواز پیدا کر گیا۔ مگر حالہ نے ایک نظر بھی اس کی طرف نہیں ڈالی۔ وہ ابھی بھی زاویار سے ہی بات کر رہی تھی۔

"زاویار، زارا کیسی ہے؟" اس نے نرم لہجے میں پوچھا، جیسے واقعی اس کی بہن کی فکر ہو۔

زاویار نے ایک پل کو آنکھیں بند کر کے گہری سانس لی، جیسے خود کو نارمل رکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ "وہ ٹھیک نہیں ہے... بس دعا کرو"

ماہا کی برداشت ختم ہو چکی تھی۔ اس نے غصے میں پلیٹ ایک طرف سرکائی، کرسی دھکیلی اور بنا کچھ کہے اٹھ کر تیزی سے اپنے کمرے کی طرف چل دی۔ قدموں کی آواز میں اس کی جھنجھلاہٹ واضح تھی، مگر حالہ نے پھر بھی اس پر کوئی توجہ نہ دی۔ وہ اب بھی زاویار کی آواز میں کھوئی ہوئی تھی، اس کی ہر بات، ہر سانس، ہر لفظ کو محسوس کر رہی تھی۔

"تم نے کھانا کھایا؟" حالہ نے محبت بھری نرمی سے پوچھا، جیسے اسے ہر بات کا خیال ہو۔

زاویار نے چند لمحے خاموشی اختیار کی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اس اپنائیت کو کیسے رد کرے، یا کرے بھی یا نہیں۔ وہ چاہ کر بھی اس احساس کو جھٹلا نہیں پا رہا تھا کہ حالہ کا یوں اس کی فکر کرنا اسے اچھا لگ رہا تھا۔

"ہاں... تھوڑا سا کھایا۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"یہ 'تھوڑا سا' کیا ہوتا ہے، زاویار؟" حالہ نے نرمی سے جھڑکا، جیسے وہ اس کا ہر انداز جانتی ہو۔ "ٹھیک سے کھایا یا نہیں؟"

زاویار نے نظریں جھکا لیں۔ ایک طرف وہ خود سے لڑ رہا تھا، دوسری طرف اس کا دل کچھ لمحوں کے لیے ہی سہی، مگر حالہ کی اس توجہ میں سکون محسوس کر رہا تھا۔ وہ کچھ بولنے ہی والا تھا کہ ماہا کے کمرے کا دروازہ زور سے بند ہونے کی آواز آئی۔

حالہ نے ایک پل کو چونک کر دروازے کی طرف دیکھا، مگر پھر دوبارہ زاویار پر توجہ مرکوز کرلی۔

زاویار نے ایک پل کو خاموشی اختیار کی، پھر سیدھے انداز میں پوچھا، "تم نے کھانا کھایا؟"

حالہ جواب تک نرمی سے بات کر رہی تھی، اس کے سوال پر تھوڑا سا جھجکی۔ "نہیں..." (اس نے ماہا کو تو تنگ کرنے کے لیے کہہ دیا تھا کے باہر سے کھانا آرڈر کرلیا ہے مگر سچ یہی تھا کے اس نے کچھ نہیں کھایا)

زاویار کی پیشانی پر تیوری آئی، وہ کچھ لمحے خاموش رہا، پھر سنجیدگی سے بولا، "کیوں نہیں کھایا؟"

حالہ نے بے چارگی سے کہا" آرڈر کیسے کروں؟ تم کر دیتے تھے... مجھے ان کی زبان نہیں اتی نا" اس کا لہجہ جیسے معصومیت لیے ہوئے تھا، مگر زاویار کے ماتھے پر شکن مزید گہری ہو گئی۔

اس نے گہری سانس لی، پھر سخت لہجے میں کہا" حالہ، تمہیں انگلش نہیں آتی؟"

حالہ نے برا سا منہ بنایا، جیسے اس کی بات نے اسے چڑایا ہو۔ "آتی ہے! عجیب..." وہ ہلکی سی ناراضگی سے بولی، "بس بولتے وقت بھول جاتی ہوں۔"

زاویار نے ایک پل کے لیے آنکھیں موندیں، جیسے اپنے صبر کا امتحان لے رہا ہو، پھر قدرے تھکے ہوئے انداز میں بولا، "اچھا، میں آرڈر کر دیتا ہوں۔ ابھی کہہ دیتا——"

وہ فون بند کرنے ہی والا تھا کہ حالہ کی نرم آواز آئی "نہیں... تھوڑی دیر اور بات کرلو۔"

زاویار کے ہاتھ کا دباؤ لمحہ بھر کو ڈھیلا پڑا، مگر اس کے چہرے کے تاثرات میں کوئی نرمی نہ آئی۔ وہ چند لمحے خاموش رہا، پھر نظریں جھکا کر مدھم لہجے میں بولا، "کیوں؟"

حالہ نے کوئی جواب نہیں دیا، بس نظریں جھکا کر انگلیاں ٹیبل پر پھیرنے لگی، جیسے خود بھی اپنی اس خواہش کی وضاحت نہ کر پا رہی ہو۔ زاویار نے اس کی خاموشی کو چند ثانیے سنا، پھر گہری سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگا لی۔

"تمہیں بھوک لگ رہی ہے، پہلے کھالو۔" وہ سنجیدگی سے بولا، جیسے اس کی بات کو نظرانداز کر رہا ہو۔

حالہ نے ہلکی سی مسکراہٹ دبالی، جیسے اس کی جھڑکی کے پیچھے چھپی ہلکی سی توجہ کو محسوس کر چکی ہو۔ مگر زاویار کے لیے یہ صرف ایک رسمی گفتگو تھی——کم از کم وہ خود کو یہی باور کروا رہا تھا۔

"بس تھوڑی دیر اور بات کرلو۔۔۔"

"کیا بات کروں؟" اس نے تھوڑی دیر بعد کہا

"تم سارا دن کہاں تھے؟" اس نے پھلوں کی پلیٹ اب سامنے میز پر رکھ دی تھی۔

زاویار نے گہری سانس لی، جیسے اس سوال کی توقع ہی نہ ہو۔ فون کان سے لگائے وہ چھت کی طرف دیکھنے لگا، پھر بیزاری سے بولا، "برف باری ہو رہی تھی...انجوائے کر رہا تھا۔ کچھ بچے آ گئے تھے، مل کر برف میں کھیل رہے تھے۔"

حالہ کی آنکھیں خوشگوار حیرت سے پھیل گئیں، "واقعی؟"

زاویار نے ایک لمحے کے لیے آنکھیں بند کیں، جیسے خود پر قابو پا رہا ہو، پھر چبا چبا کر بولا، "اُف، حالہ... اسپتال میں تھا، یار!"

حالہ نے فوراً شرمندگی سے لب بھینچ لیے، پھر دھیرے سے کھنکار کر بولی، "ہاں... مجھے پتا تھا، بس یونہی پوچھ رہی تھی۔"

زاویار نے کوئی جواب نہیں دیا، بس خاموشی سے فون کان سے ہٹایا اور ماتھے پر ہاتھ رکھ کر گہری سانس لی، جیسے خود کو پرسکون رکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

حالہ نے ایک لمحے کے لیے لب بھینچے، پھر ہلکی سی مسکراہٹ چھپا کر بولی، "اچھا، تم آرڈر کر دو، لیکن کھانے میں کوئی عجیب چیز مت منگوا دینا۔"

زاویار نے تھوڑا الجھ کر کہا، "کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ پچھلی بار جو تم نے کوئی کالی سی چٹنی والے نوڈلز منگوائے تھے، وہ بالکل بھی اچھے نہیں تھے۔ مجھے لگ رہا تھا جیسے کوئلے کھا رہی ہوں۔"

زاویار نے ناگواری سے آنکھیں گھمائیں، "وہ بلیک پاستا تھا، بہت مہنگی ڈش ہے۔"

حالہ نے کندھے اچکائے، "مہنگی ہو گی، لیکن مجھے پسند نہیں آئی۔"

زاویار نے گہری سانس لی، جیسے خود کو صبر کی تلقین دے رہا ہو۔ "اچھا، اس بار تم ہی بتا دو، کیا کھانا ہے؟"

حالہ نے کچھ سوچا، پھر بولی، "کوئی عام سا کھانا، جو آسانی سے کھایا جا سکے۔"

"تم کوئی چیز خود کیوں نہیں چن سکتی؟ ہر بار مجھے ہی کیوں فیصلہ کرنا پڑتا ہے؟"

حالہ نے مصنوعی معصومیت سے کہا، "کیونکہ تم اچھا آرڈر کرتے ہو؟"

زاویار نے ایک نظر گھڑی پر ڈالی، پھر بیزاری سے بولا، "اچھا ٹھیک ہے، میں آرڈر کر دیتا ہوں۔" وہ فون بند کرنے ہی والا تھا کہ حالہ نے جلدی سے کہا، "زاویار؟"

وہ پل بھر کو رکا، "اب کیا؟"

حالہ نے دھیرے سے کہا، "بس... یونہی۔"

زاویار نے کچھ لمحے خاموشی اختیار کی، جیسے اس کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو، اس نے گہری سانس لی اور بغیر کچھ کہے فون بند کر دیا۔ حالہ نے فون

کی اسکرین کو دیکھتے ہوئے ایک نظر ماہا کے بند کمرے کی طرف ڈالی اور مسکراتے ہوئے سر جھٹک کر اپنی پلیٹ کی طرف متوجہ ہو گئی۔

اس کی انگلیاں ابھی تک موبائل کی اسکرین پر تھیں، جیسے دوبارہ کال کرنے کا بہانہ ڈھونڈ رہی ہو۔ دل عجیب رفتار سے دھڑک رہا تھا، اور چہرے پر جو مسکراہٹ تھی، وہ جتنا دبانے کی کوشش کرتی، اتنی ہی نمایاں ہو رہی تھی۔

وہ بے اختیار ہنسی، پھر فوراً لبوں پر ہاتھ رکھ لیا، جیسے خود کو سنجیدہ رکھنے کی ناکام کوشش کر رہی ہو۔ "پاگل ہو رہی ہو کیا حالہ؟" اس نے خود سے سرگوشی کی، مگر اس کے چہرے کی چمک کچھ اور ہی کہانی سنا رہی تھی۔

وہ اٹھ کر کمرے کی طرف گئی ایک پل کے لیے آئینے میں اپنا عکس دیکھا، پھر خود ہی نظریں چرانے لگی۔ "یہ کیا ہو رہا ہے مجھے؟"

لیکن دل کہہ رہا تھا— یہ وہی زاویار تھا جو ہمیشہ سخت لہجے میں بات کرتا تھا، جو ہر بات پر اسے ڈانٹ دیتا تھا، مگر آج... آج اس کی بے زاری میں بھی کچھ الگ تھا، جیسے وہ اس سے بات کرنا چاہتا ہو، جیسے اسے واقعی حالہ کے سوالات کی عادت ہو چکی ہو۔

وہ بستر پر آکر لیٹ گئی، مگر نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اس کا دل مسلسل ہلکورے لے رہا تھا، اور چہرے پر آئی مسکراہٹ... اب وہ چھپانے سے بھی نہیں چھپ رہی تھی۔

☆☆☆✦☆☆☆

زاویار اسپتال کے خاموش کوریڈور میں کرسی پر بیٹھا تھا، دونوں ہاتھ باہم پیوست، نظریں زمین پر جمائے، جیسے کسی گہری سوچ میں گم ہو۔ زارا کی حالت اسے اندر سے بے چین کر رہی تھی، مگر وہ اپنے جذبات کو قابو میں رکھنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔ اسپتال کی سفید روشنی اور ارد گرد گزرتے خاموش قدموں کے بیچ، اس کے دل میں بس ایک ہی سوال تھا——زارا کی زندگی بچ بھی جائے گی یا نہیں؟

تبھی سامنے سے کسی کی آمد کا احساس ہوا۔ زاویار نے سر اٹھایا تو اسے اپنی ماں، مہرین سلطان، تیز قدموں سے آتی نظر آئیں۔ ہمیشہ کی طرح وہ انتہائی باوقار انداز میں ملبوس تھیں، نفیس ہلکے رنگ کا جوڑا، چہرے پر ہلکا مگر مکمل میک اپ، قدموں میں وہی اعتماد جس کی زاویار کو ہمیشہ پہچان تھی۔ مگر آج

ان کے ماتھے پر گہری لکیریں تھیں، آنکھوں میں پریشانی تھی، لیکن وہ رو نہیں رہی تھیں—وہ کبھی نہیں روتی تھیں۔

زاویار انہیں دیکھ کر آہستہ سے کھڑا ہوا، رسمی انداز میں سلام کیا، مگر اس کا لہجہ سرد تھا۔ ہمیشہ کی طرح، وہ اپنی ماں میں کبھی زیادہ دلچسپی نہیں رکھتا تھا، اور آج تو بالکل بھی نہیں۔

مہرین نے کوئی ردِ عمل ظاہر کیے بغیر براہ راست سوال کیا، "زارا کیسی ہے؟"

زاویار نے تلخی سے لب بھینچ لیے، پھر سیدھا جواب دیا، "زندگی اور موت کے بیچ ہے۔"

یہ کہہ کر وہ دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا، جیسے مزید بات کرنے کی خواہش ہی نہ ہو۔ مہرین بھی خاموشی سے اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئیں۔ چند لمحے

یونہی خاموشی میں گزرے، زاویار کبھی ہاتھوں کی انگلیاں مسلنے لگتا، کبھی تھکے ہوئے انداز میں ماتھے پر ہاتھ رکھ لیتا۔

مہرین نے کچھ دیر اس کی کیفیت دیکھی، پھر گہری سانس لے کر بولیں،

"تمہارے ڈیڈ اور میں نے ایک فیصلہ کیا ہے۔"

زاویار نے کوئی خاص ردِ عمل نہیں دیا، جیسے اس وقت کسی بھی بات میں دلچسپی نہ ہو۔

مہرین نے چند لمحے انتظار کیا، پھر مضبوط لہجے میں کہا، "ہم نے طلاق لینے کا فیصلہ کیا ہے۔"

زاویار کے چہرے پر کوئی حیرانی نہیں آئی، نہ ہی کوئی خاص تاثر۔ اس نے بس ایک لمحے کے لیے گہری سانس لی، جیسے یہ سننا بھی اس کے لیے کوئی نئی بات نہ ہو، جیسے اس فیصلے کی پہلے سے توقع ہو۔

اس نے ایک لمحے کے لیے آنکھیں بند کیں، جیسے اس خبر کو ہضم کر رہا ہو، پھر بغیر کوئی خاص تاثر دیے سرد لہجے میں بولا، "ٹھیک ہے۔"

مہرین نے اس کی طرف دیکھا، جیسے اس کے رویے کو سمجھنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ "بس اتنا ہی؟" ان کے لہجے میں نرمی تھی، مگر آنکھوں میں ایک عجیب سی تلخی چھپی تھی۔

زاویار نے اپنی کنپٹی دبائی، تھکے ہوئے انداز میں سر جھکا کر بولا، "اپ کو کیا لگا تھا، میں چیخوں گا؟ رو دوں گا؟ ممی، اپ دونوں کے بیچ کب محبت تھی جو اب ختم ہو رہی ہے؟"

مہرین نے لب بھینچ لیے۔ وہ جانتی تھیں کہ زاویار ہمیشہ سے ان کے اور فراز سلطان کے رشتے کو ایک سرد معاہدے سے زیادہ کچھ نہیں سمجھتا تھا،

مگر پھر بھی...ماں تھیں وہ۔ شاید کہیں نہ کہیں چاہتی تھیں کہ زاویار کو فرق پڑے۔

"طلاق کا فیصلہ آسان نہیں تھا، زاویار۔"

زاویار نے خشک ہنسی کے ساتھ سر اٹھایا، آنکھوں میں وہی پرانی بے نیازی تھی، "آسان؟ ممی، اپ دونوں کی شادی کیا کبھی مشکل تھی؟ میں نے تو کبھی ایسا کچھ محسوس ہی نہیں کیا۔ اپ لوگ تو ہمیشہ الگ الگ زندگی گزار رہے تھے، اب بس قانونی مہر لگنے والی ہے، اور کچھ نہیں۔"

مہرین خاموش ہو گئیں۔ انہیں سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ زاویار کے اس بے حس لہجے کو برداشت کریں یا اس کے اندر کہیں دبے زخموں کو محسوس کریں۔

کچھ لمحے خاموشی میں گزرے، پھر زاویار نے تھکے تھکے انداز میں سر جھٹکا،

"ویسے، ڈیڈ نے یہ خود اپ کو کہا یا اپ نے خود فیصلہ لیا؟"

"ہم دونوں کا مشترکہ فیصلہ ہے۔"

"ہاں، جیسے شادی بھی اپ کا مشترکہ فیصلہ تھا؟" زاویار کے لہجے میں زہر گھلا ہوا تھا وہ ہلکے سے ہنسا، مگر اس ہنسی میں کوئی خوشی نہیں تھی، "بس ایک بات بتائیں اس سب میں مجھے کیوں گھسیٹنے آئی ہیں؟ اپ لوگ جو بھی کریں، مجھے کیا فرق پڑتا ہے؟"

مہرین نے ایک گہری سانس لی، جیسے خود کو قابو میں رکھ رہی ہوں، پھر دھیمے لہجے میں بولیں، "تمہیں فرق پڑے یا نہیں، لیکن تمہیں یہ جاننا ضروری تھا۔"

زاویار نے رخ موڑ لیا، جیسے مزید بات کرنے کی کوئی خواہش نہ ہو۔ "ٹھیک ہے، جان لیا۔ اب؟"

مہرین نے ایک پل کے لیے اسے دیکھا، پھر خاموشی سے کھڑی ہو گئیں۔

"جب تمہیں واقعی فرق پڑنے لگے، تو یاد رکھنا، میں تمہاری ماں ہوں۔"

زاویار نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مہرین ایک آخری نظر اس پر ڈال کر وہاں سے چلی گئیں، اور زاویار... وہ وہیں بیٹھا رہا، ماتھے پر ہاتھ رکھے، جیسے اس پوری گفتگو نے اس کے ذہن کو مزید بوجھل کر دیا ہو۔

☆☆☆✦☆☆☆

شاہمیر نے گاڑی کے دروازے پر کہنی ٹکائی، سر جھکائے، نظریں نیچے جمائے بیٹھا تھا۔ چابی ہاتھ میں تھی مگر وہ اسے گھما بھی نہیں رہا تھا، بس خلا

میں گھورے جا رہا تھا۔ اندر جیسے کوئی جنگ چھڑ چکی تھی، ایک ایسی جنگ جس میں وہ پہلے ہی ہار چکا تھا۔

وہ ابھی کچھ دیر پہلے اپنے دوستوں کے ساتھ تھا، ہنسی مذاق، بے فکر لمحے... لیکن ایک خبر نے سب کچھ بدل دیا تھا۔

زارا کی حالت... اس کے دل میں ایک شدید خلش اٹھی، جیسے کسی نے سینے پر کوئی بھاری پتھر رکھ دیا ہو۔ وہ ایک بے بس انسان کی طرح گاڑی میں بیٹھا تھا، جانتے ہوئے کہ اسے ابھی اسی وقت نکل جانا چاہیے، مگر... وہ نہیں جا سکتا تھا۔

وہ چاہتا تھا کہ سب کچھ چھوڑ کر زارا کے پاس پہنچ جائے، مگر قانونی پیچیدگیاں آڑے آ گئی تھیں۔ کچھ ہفتے پہلے ہی اس کے ویزے میں ایک پیچیدگی آ گئی تھی۔ ایک چھوٹی سی قانونی غلطی جس کی وجہ سے اس کا ویزا

ہولڈ پر چلا گیا تھا، اور اب وہ جب تک ضروری کاغذات کلیئر نہ ہوتے، تب تک وہ ملک سے باہر نہیں جا سکتا تھا۔ لندن جانا بھی اب مشکل تھا۔

"یہ سب ابھی ہونا تھا؟" اس نے غصے سے کار کا اسٹیئرنگ تھپتھپایا۔ اگر وہ وقت پر ویزا رینیو کروا لیتا، اگر اس دن وہ صحیح وقت پر امیگریشن آفس چلا جاتا تو شاید آج زارا کے پاس ہوتا۔ اس نے سر سیٹ سے ٹکا دیا، گہری سانس لی۔

"زارا، مجھے معاف کر دینا..."

وہ چاہ کر بھی جا نہیں سکتا تھا، اور یہ بے بسی اسے اندر سے کھا رہی تھی۔

اس کی سانسیں بوجھل ہو رہی تھیں۔ ہاتھ خود بخود بالوں میں چلا گیا، مٹھی بھینچ کر ماتھے پر ٹکا لی، جیسے اس طرح وہ اپنی بے چینی کم کر سکے گا۔

دل کہہ رہا تھا، اُٹھ، سب کچھ چھوڑ کر نکل جا۔ مگر دماغ جیسے زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا، ایک ایسی مجبوری میں جس کا بوجھ وہ کسی کو بتا نہیں سکتا تھا۔

زارا کا چہرہ نظروں کے سامنے آگیا، وہی بچپن کی ہنسی، وہی ضد، وہی شرارتیں...اور اب؟ اب وہ کسی اسپتال میں تھی، زندگی اور موت کے بیچ جھولتی ہوئی، اور وہ؟ وہ یہاں بیٹھا کچھ بھی نہ کر سکنے کی اذیت سہہ رہا تھا۔ ایک جھٹکے سے اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا، باہر نکل آیا۔ سرد ہوا نے چہرے پر تھپڑ مارا، مگر اندر کی گھٹن کم نہ ہوئی۔ اس نے دونوں ہاتھوں کو جیب میں ڈالا، نظریں آسمان پر گاڑ دیں۔

"یا اللہ، میں جا کیوں نہیں سکتا؟"

مگر جواب میں خاموشی تھی۔ بس سرد ہوا، تنہائی، اور اس کے اندر بکھری ہوئی بے بسی۔

وہ واپس گاڑی میں جا بیٹھا۔ اس نے کار کی کھڑکی سے باہر دیکھا تو سامنے مریم کو کھڑے پایا۔ وہ خاموشی سے دروازے پر دستک دے رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے اس نے آنکھیں بند کیں، گہری سانس لی، اور پھر دروازہ کھول دیا۔ "اندر بیٹھو،" وہ بوجھل آواز میں بولا۔ مریم نے ایک نظر اس کی تھکی ہوئی آنکھوں پر ڈالی، پھر بغیر کوئی لفظ کہے اندر بیٹھ گئی۔ کچھ لمحے خاموشی رہی، پھر وہ سیدھے مدعے پر آ گئی۔ "میرا کام کیا؟ زاویار سے بات ہوئی؟" شاہمیر نے سر جھکا کر دونوں ہاتھ اسٹیئرنگ پر رکھ دیے، جیسے خود کو قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر وہ بولا، "مریم، الریڈی میرے اوپر قیامت ٹوٹی ہوئی ہے۔"

"کیا مطلب؟" مریم کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

شاہمیر نے گہری سانس لی، تھوڑا سا رخ موڑ کر خالی نظروں سے سامنے دیکھتے ہوئے بولا، "زارا کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ وہ اسپتال میں ہے... زندگی اور موت کے بیچ جھول رہی ہے۔"

مریم کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی چھا گئی، لب تھوڑے لرزے، مگر پھر اس نے خود کو سنبھالا۔ آہستہ سے بولی، "اللہ اسے سلامت رکھے، میں دعا کروں گی کہ وہ جلدی ٹھیک ہو جائے۔"

شاہمیر نے آنکھیں بند کر کے سر سیٹ سے ٹکا دیا۔ کچھ پل خاموشی رہی۔ پھر مریم نے دھیرے سے کہا، "لیکن شاہمیر... تمہارا بھائی کسی اور کی بہن کے ساتھ اتنا غلط کر سکتا ہے تو اس نے کیسے سوچ لیا کہ اس کی اپنی بہن خوش رہ سکے گی؟" شاہمیر کے پورے جسم میں جیسے سنسنی دوڑ گئی۔ ایک جھٹکے سے اس نے نظریں مریم کی طرف گھمائیں۔

یہ جملہ...

یہ الفاظ...

اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔

یہ پہلا موقع تھا جب زاویار کے کیے گئے فیصلے کی سنگینی اس پر یوں بجلی بن کر گری تھی۔ وہ کچھ کہہ نہیں سکا۔ صرف مریم کے الفاظ اس کے ذہن میں ہتھوڑے کی طرح بج رہے تھے۔ شاہمیر کا گلا خشک ہونے لگا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا، کوئی جواب، کوئی وضاحت، مگر الفاظ جیسے حلق میں اٹک گئے تھے۔ مریم نے سیدھی اس کی آنکھوں میں دیکھا، جیسے اس کی روح تک پہنچنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"جو درد تم آج محسوس کر رہے ہو، شاہمیر،" وہ دھیمے مگر کٹے ہوئے لہجے میں بولی، "یہی درد میں نے بھی محسوس کیا تھا جب زاویار نے... جب اس نے..."

وہ جملہ مکمل نہ کر سکی، مگر مطلب واضح تھا۔

شاہمیر نے بے چینی سے پہلو بدلا، انگلیاں اسٹیرنگ پر سختی سے جمائیں۔

"مریم... میں..."

"تم کچھ نہیں کر سکتے، نا؟" مریم نے تلخی سے کہا، پھر دھیرے سے سر جھٹک دیا۔ "ویسے بھی، اب کہنے کو بچا ہی کیا ہے؟"

کار کے اندر خاموشی چھا گئی، صرف باہر گزرتی گاڑیوں کا شور سنائی دے رہا تھا۔ شاہمیر کی سانسیں بے ترتیب ہو گئیں۔

مریم نے ایک نظر اس کے جھکے ہوئے چہرے پر ڈالی، پھر آہستہ سے دروازہ کھولا اور باہر نکل آئی۔ شاہمیر نے کچھ لمحے آنکھیں بند کیے رکھیں، جیسے وہ خود سے فرار حاصل کرنا چاہتا ہو۔ مگر مریم کی آواز مسلسل اس کے دماغ میں گونج رہی تھی۔

"اس نے کیسے سوچ لیا کہ اس کی اپنی بہن خوش رہ سکے گی؟"

اس نے جھنجھلا کر ہاتھ اسٹیئرنگ پر مارا اور گہری سانس لی۔ ایک لمحے کو لگا جیسے ہر چیز دھندلا گئی ہو... جیسے حقیقت کی ایک تلخ لہر نے اسے بے حال کر دیا ہو۔

کیا واقعی وہ بے بس تھا؟ یا اس نے خود کو بے بس کر لیا تھا؟

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

حالہ کی پلکیں دھیرے دھیرے لرزیں، جیسے خواب اور حقیقت کے درمیان کوئی لطیف سی سرحد ہو۔ صبح کی نرم روشنی کھڑکی کے پردوں سے چھن کر اندر آرہی تھی، کمرے میں ہلکی سی سنہری چمک بکھری ہوئی تھی۔

حالہ نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں۔ چند لمحوں کے لیے وہ بالکل ساکت رہی، پھر جیسے ہی اس نے اپنے ارد گرد کا ماحول محسوس کیا، ایک انجانی سی گرمجوشی اس کے اندر پھیل گئی۔ بستر کی ملائمت... تکیے کی نرم سطح... اور سب سے بڑھ کر وہ خوشبو...

زاویار کی خوشبو۔

اس کی سانسوں میں بسا ہوا وہ اجنبی مگر مانوس احساس، جیسے وہ یہ خوشبو برسوں سے جانتی ہو۔ جیسے یہ مہک اس کے دل میں کہیں بہت پہلے سے بسی ہو، مگر آج پہلی بار اس نے اسے محسوس کیا تھا۔ حالہ کی نظریں تکیے پر جم گئیں۔ وہی جگہ جہاں زاویار کی سرگوشیاں شاید اس بستر کی خاموشی میں قید تھیں۔ وہ بے اختیار مسکرا دی۔

میں اُس کی جگہ پر سوئی ہوں... یہ خیال آتے ہی اس کے گالوں پر ہلکی سی سرخی دوڑ گئی۔ اس نے نرمی سے آنکھیں موند لیں، جیسے اس لمحے کو کچھ دیر اور جینا چاہتی ہو۔ جیسے اس خوشبو میں لپٹے احساس کو اپنے اندر جذب کر لینا چاہتی ہو۔ ہوا میں ہلکی سی خنکی تھی، مگر حالہ کے دل میں ایک عجیب سی گرمی اتر رہی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے ہلکی سی کروٹ لے کر مزید تکیے میں دبک گئی، جیسے زاویار کی خوشبو کے قریب ہونا چاہتی ہو، جیسے اس لمس کو

محسوس کرنا چاہتی ہو جو وہاں موجود بھی نہیں تھا مگر پھر بھی تھا...زاویار...

یہ نام اس کے دل کی دھڑکن میں شامل ہو چکا تھا، اس کی مسکراہٹ میں،

اس کی صبح میں...اور شاید، اس کی ہر آنے والی سانس میں بھی۔

حالہ نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور ننگے پیر دبے قدموں سے باہر نکلی۔

ابھی اس کی آنکھوں میں نیند کی ہلکی سی سرخی باقی تھی، مگر جیسے ہی باورچی خانے سے ناشتہ بننے کی خوشبو اس کی سانسوں سے ٹکرائی، وہ بے اختیار رک گئی۔

ناشتے کی مہک... گرما گرم کافی، انڈوں اور ٹوسٹ کی خوشبو نے پورے اپارٹمنٹ کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا۔ حالہ نے ہلکی سی حیرت سے نظریں گھمائیں اور باورچی خانے کی طرف قدم بڑھا دیے۔ سامنے ہی، چولہے کے پاس کھڑی، ماہا ناشتہ بنا رہی تھی۔ اس کی نیند سے بوجھل آنکھیں اور

چہرے پر بکھرے بال بتا رہے تھے کہ وہ کافی دیر سے مصروف ہے۔ جیسے ہی ماہا کی نظر حالہ پر پڑی، اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی، مگر وہ کسی قسم کی طنزیہ شعلگی سے خالی نہیں تھی۔

"تم نے تو میرے لیے رات کا کھانا نہیں بنایا تھا... مگر، میں نے تمہارے لیے ناشتہ بنالیا۔ آخر میں تم جیسی نہیں ہوں۔" یہ کہہ کر وہ دوبارہ چولہے کی طرف متوجہ ہو گئی۔

حالہ نے ذرا سا سر جھٹکا، اپنے بازوں سینے پر باندھے، اور ماہا کو ایک گہری، معنی خیز نظر سے دیکھا۔ اس کے لبوں پر ہلکی سی تیکھی مسکراہٹ ابھری، پھر اس نے گہری سانس لی اور ایک ادا سے بولی "نہیں ماہا، شکریہ... میں اپنے لیے خود بنا سکتی ہوں۔ مجھے تمہارے ہاتھ کا ناشتہ کھانا تو دور، چکھنا بھی نہیں ہے۔ کہیں تم نے زہر ہی نہ ملا دیا ہو؟"

ماہا نے ایک لمحے کے لیے ہاتھ روک کر اسے دیکھا، مگر فوراً ہی طنزیہ مسکراہٹ دبا کر دوبارہ اپنے ناشتے میں مصروف ہو گئی۔ حالہ کی آنکھوں میں شرارت چمک رہی تھی، جبکہ ماہا کے لب بھینچنے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اس کے اندر کوئی لاوا دھیرے دھیرے پک رہا ہے۔ ماہا نے چولہے پر انڈے پلٹتے ہوئے ایک نظر حالہ پر ڈالی، مگر کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے انداز میں اب وہ بے نیازی نہیں تھی جو پہلے تھی، جیسے حالہ کی بات نے اسے کچھ حد تک چبھا دیا ہو۔ مگر وہ اپنی تیز زبان قابو میں رکھے رہی، شاید اس لیے کہ وہ اپنی جیت ظاہر کرنا چاہتی تھی۔ حالہ نے آہستہ سے ایک کرسی کھینچی اور بے فکری سے بیٹھ گئی، جیسے اسے کسی چیز کی پرواہ نہ ہو۔ وہ اپنی انگلیاں میز کی سطح پر ہلکے ہلکے بجا رہی تھی، آنکھوں میں شرارت کی ایک مخصوص چمک لیے، ماہا نے بغیر اس کی طرف دیکھے خشک لہجے میں

کہا، ''کاش تمہاری سمجھ بھی تمہاری زبان کی طرح تیز ہوتی، کم از کم یہ تو جان لیتیں کہ ہر بات میں طنز کرنا عقل مندی نہیں ہوتا۔''

حالہ نے ہلکی سی ہنسی دبائی، پھر کندھے اچکاتے ہوئے بے پروائی سے بولی، ''طنز نہیں حقیقت ہے، اور حقیقت ہمیشہ کڑوی ہوتی ہے... خاص طور پر اُن لوگوں کے لیے جو میٹھے لفظوں کے پیچھے چھپنے کے عادی ہوں۔''

ماہا نے تیوری چڑھائی اور ہاتھ باندھ کر طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ بولی، ''بہت فلسفیانہ باتیں آگئی ہیں تمہیں... لیکن حقیقت یہ بھی ہے کہ کچھ لوگ خود کو عقل مند سمجھتے ہیں، مگر دراصل وہ بس ضدی ہوتے ہیں۔''

''ضدی ہونا کم از کم منافق ہونے سے تو بہتر ہی ہے، کم از کم جو دل میں ہوتا ہے، وہی زبان پر لایا جاتا ہے۔''

ماہانے تلخی سے ہنستے ہوئے سر جھٹکا اور چولہے کی طرف مڑتے ہوئے بولی،

"ہاں، بالکل... اور اسی ضد کی وجہ سے کچھ لوگ ہمیشہ اکیلے رہ جاتے ہیں، کیونکہ انہیں یہ تک سمجھ نہیں آتا کہ کب زبان بند رکھنی چاہیے۔"

ماہانے پلیٹ میں ناشتہ نکالتے ہوئے لاپرواہی سے کہا، "ویسے تمہاری یہ صاف گوئی والی ضد زیادہ دیر نہیں چلے گی، خاص طور پر زاویار جیسے لوگوں کے سامنے..."

حالہ جو پانی کا گلاس اٹھانے لگی تھی، ایک لمحے کے لیے ٹھٹھک گئی۔ اس کی انگلیاں گلاس کے گرد سختی سے جم گئیں، دل میں ایک ہلکی سی چبھن ہوئی، مگر چہرے پر کوئی تاثر نہ آیا۔ وہ پرسکون لہجے میں بولی، "زاویار کا اس بات سے کیا تعلق؟"

ماہا نے کندھے اچکائے اور مصنوعی معصومیت سے بولی، "بس یونہی...

تمہارے ساتھ تو اس کی کبھی نہیں بنی، مگر کم از کم وہ ان لوگوں میں سے

ہے جو ضد اور بے وقوفی میں فرق کرنا جانتے ہیں۔"

حالہ نے گہری سانس لی، جیسے خود پر قابو پا رہی ہو، مگر آنکھوں میں ہلکی سی

چمک تھی... کچھ غصے کی، اور کچھ وہ انجانی بے چینی کی، جو خود اسے بھی سمجھ

نہیں آ رہی تھی۔

ماہا نے ناشتہ کرتے ہوئے چمچ پلیٹ میں ٹکایا اور ہلکی سی مسکراہٹ کے

ساتھ بولی، "جانتی ہو حالہ، زاویار میرے ساتھ شادی کیوں کر رہا ہے؟

کیونکہ اسے ایک سمجھدار، پُرسکون اور باوقار عورت چاہیے، جو ہر وقت

ضد نہ کرے، بحث نہ کرے، اور جو کم از کم اُس کی بات کی عزت کرنا جانتی

ہو۔"

اس نے معنی خیز نظروں سے حالہ کو دیکھا اور کندھے اچکاتے ہوئے مزید وار کیا، "اور تم... تم اس کے قابل کبھی تھی ہی نہیں۔ اسی لیے اس نے تمہیں پیچھے چھوڑ دیا، اور مجھے اپنا مستقبل بنایا۔"

حالہ نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ بازو باندھے اور ماہا کو سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے بے پروا لہجے میں بولی، "زاویار اگر واقعی اتنی عقل مندی سے فیصلے کرتا ہے، تو پھر حیرت ہے کہ اُس نے تمہیں چُنا۔" پھر وہ میز پر جھک کر قدرے دھیمے مگر چبھتے ہوئے انداز میں بولی، "پر ہاں... کچھ لوگ وقتی دل بہلاوے کے لیے بہترین انتخاب ہوتے ہیں، اور کچھ وہ ہوتے ہیں جنہیں کھونے کے بعد بھی دل انہیں چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتا۔"

حالہ نے ایک لمحے کے لیے ماہا کی آنکھوں میں جھانکا، جہاں پل بھر کے لیے جیتا ہوا غرور ڈگمگایا، پھر سیدھی ہو کر لاتعلقی سے بولی، "تو ہاں، مبارک ہو، تم زاویار کی بہترین وقتی تفریح ہو۔"

ماہا نے چمچ پلیٹ میں پٹخا اور ہلکی سی ہنسی کے ساتھ سر جھٹکتے ہوئے بولی، "اف حالہ تمہاری یہی بات تو دلچسپ ہے۔ خود کو تسلی دینے کے لیے کیسی کیسی کہانیاں گھڑ لیتی ہو۔"

پھر وہ کرسی سے ٹیک لگا کر مزے سے بولی، "زاویار اگر مجھے وقتی تفریح سمجھتا، تو اب تک مجھ سے دور جا چکا ہوتا... مگر دیکھو، وہ تمہیں چھوڑ کر میرے پاس آیا ہے، اور ہمیشہ کے لیے میرے ساتھ رہنے کا فیصلہ کر چکا ہے۔"

اس نے چمچ اٹھایا، ناشتہ کرتے ہوئے لاپرواہی سے مزید کہا، "اصل میں کچھ لوگ ماضی میں ہی قید ہو کر رہ جاتے ہیں، اور کچھ آگے بڑھ جاتے ہیں... جیسے زاویار۔ اور جیسے میں۔"

حالہ نے تلخ مسکراہٹ کے ساتھ سر جھٹکا اور میز پر ہاتھ رکھ کر قدرے جھک کر بولی، "آگے بڑھنا؟ واقعی؟ تو پھر تم ہر وقت میرے سامنے زاویار کی باتیں کیوں کرتی ہو؟ یہ ثابت کرنے کے لیے کہ وہ تمہارا ہے یا خود کو یقین دلانے کے لیے؟"

پھر سیدھی ہو کر بازو باندھے اور آنکھیں سکیڑتے ہوئے مزید بولی، "تمہاری باتوں سے زیادہ تمہاری آنکھیں بتا رہی ہیں ماہا... تم جیت کر بھی ہاری ہوئی لگ رہی ہو۔"

حالہ کی آخری بات ماہا کے لیے زہر سے کم نہ تھی۔ وہ غصے سے ہونٹ بھینچ کر رہ گئی، مگر کوئی جواب نہ دے سکی۔ حالہ کی خوداعتمادی، اس کی بے نیازی، اور وہ انداز جیسے ماہا کی باتوں کا اس پر کوئی اثر ہی نہیں ہوتا، سب کچھ ماہا کے اندر آگ لگا گیا تھا۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہ گئی، جبکہ حالہ پر سکون انداز میں اپنا فون میز پر رکھ کر وہاں سے چلی گئی۔

ماہا وہیں کھڑی رہی، غصے سے ناشتہ کرنے کی کوشش کی، مگر نوالہ حلق سے نیچے نہ اترا۔ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اس کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا۔ اس نے چمچ زور سے پلیٹ میں پٹخا اور برا سا منہ بنا کر بڑبڑانے لگی، "یہ لڑکی خود کو سمجھتی کیا ہے؟۔۔۔"

ابھی وہ مزید کچھ کہنے ہی والی تھی کہ اچانک حالہ کا فون بجنے لگا۔ ماہا نے میز کی طرف دیکھا۔ فون کی اسکرین پر نمبر انجان تھا۔ ایک پل کے لیے اس

نے ارد گرد دیکھا، حالہ کہیں نظر نہیں آئی۔ اس کے دماغ میں فوراً شک پیدا ہوا۔ کون ہو سکتا ہے؟ زاویار؟ نہیں، زاویار کا نمبر تو وہ جانتی تھی۔ یا شاید...

دل میں عجیب سی بے چینی لیے اس نے فون اٹھا کر کال ریسیو کر لی۔ ابھی وہ کچھ بولنے بھی نہ پائی تھی کہ فون کے دوسرے طرف ایک ٹھنڈی، زہریلی آواز گونجی،

"تو ہاں ہالا؟ کل صبح سے باہر نہیں نکلی... لگتا ہے کہ گھر میں ہی قید ہو کر بیٹھ گئی ہو میرے خوف سے، ہے نا؟"

ماہا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، ہاتھ اچانک لرزنے لگا۔ وہ کچھ بولنے ہی والی تھی کہ وہی مکروہ آواز مزید بولی،

"میں بھی تمہارے نکلنے کا انتظار کر رہا ہوں، کہ کب تم نکلو...اور کب میں تمہیں پکڑوں...

اس کے بعد ایک خوفناک قہقہہ گونجا۔

"تم نے تو میرا نمبر ہی بلاک کر دیا ہے؟ مگر خیر ہے میں نے بھی دوسرے نمبر سے تمہیں کال

کرلی۔۔۔اب اتنی اسانی سے تو تمہاری جان نہیں چھوڑوں گا"

ماہا کا بدن جیسے برف ہو گیا ہو۔سانس لینا مشکل لگنے لگا۔اس کے دماغ میں جھماکے ہونے لگے۔یہ کون تھا؟

دل کی دھڑکن بے ترتیب ہو گئی۔اس نے فوراً فون بند کر دیا اور میز پر رکھ دیا۔نظریں دروازے کی طرف اٹھیں، شاید ہالا کسی بھی لمحے واپس آ جائے۔

مگر دماغ کسی اور ہی گہری سوچ میں ڈوب چکا تھا۔ اس نے بے یقینی سے فون کی اسکرین کو دیکھا، جیسے اس پر کچھ اور جاننے کی امید ہو۔

"تو یہ ہے وہ آدمی... جو ہالا کا پیچھا کر رہا ہے؟ جو اسے مارنے کے درپے ہے؟"

ماہا نے گہری سانس لی، مگر دھڑکنوں کی رفتار ابھی بھی تیز تھی۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

ہسپتال کی سفید روشنیوں میں رات بیت چکی تھی، مگر زاویار کی آنکھوں میں نیند کا ایک ذرہ بھی نہیں تھا۔ وہ بے چینی سے کبھی کمرے میں ٹہلتا، کبھی کھڑکی کے پاس جا کر باہر تاریک آسمان کو گھورتا، اور کبھی زارا کے بیہوش وجود پر نظریں جما دیتا۔

مہرین سلطان رات گئے ایک بار پھر چکر لگا کر جا چکی تھی، شاید کسی ہوٹل میں آرام کرنے کے لیے، مگر زاویار یہ جگہ چھوڑنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اس کا ذہن مسلسل بوجھل تھا، آنکھیں سرخ اور تھکن سے بوجھل ہو چکی تھیں، مگر وہ بیٹھنے یا ستانے پر بھی آمادہ نہیں تھا۔

کبھی کبھی وہ زارا کے کمزور ہاتھوں کو دیکھتا، جن میں زندگی کی رمق نہ ہونے کے برابر تھی۔ کبھی وہ دل میں سوال کرتا کہ سب کچھ یہاں تک کیوں پہنچا؟

وقت سست روی سے گزرتا رہا، یہاں تک کہ دروازے کی طرف سے ہلکی سی آواز آئی۔ زاویار نے فوراً گردن موڑ کر دیکھا۔ ڈاکٹر اندر داخل ہو رہا تھا، چہرے پر پیشہ ورانہ سکون لیے۔ زاویار نے بے چینی سے قدم آگے

بڑھائے، جیسے وہ الفاظ کے انتظار میں تھا جو اس کی بے قراری کو کسی حد تک کم کر سکیں۔

"ڈاکٹر؟" زاویار کی آواز سخت تھی، مگر اندر چھپا اضطراب صاف محسوس ہو رہا تھا۔ "کیسی ہے وہ؟"

ڈاکٹر نے نرمی سے مسکرا کر کہا، "اب پہلے سے بہت بہتر ہے۔ حالت مستحکم ہو چکی ہے، اور امید ہے کہ چند گھنٹوں میں ہوش بھی آ جائے گا۔"

یہ سن کر زاویار نے ایک لمبی، پر سکون سانس لی۔ جیسے سینے پر رکھا کوئی بہت بڑا بوجھ ہلکا ہوا ہو۔ آنکھیں بند کر کے کچھ لمحے خاموش رہا، پھر گہری سانس لے کر سر کو ہلکا سا جھٹکا دیا۔

زارا کے قریب جا کر وہ خاموشی سے کھڑا ہو گیا۔ ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی، جو اب بھی زرد تھا، مگر سانسیں ہموار ہو چکی تھیں۔

"بس ہوش آجائے..." وہ آہستہ سے بڑبڑایا، جیسے خود سے کہہ رہا ہو۔ یہ امید شاید اسے ایک پل کو سکون دینے کے لیے کافی تھی۔ مگر اس کے اندر اب بھی بہت کچھ باقی تھا جو بے چین کر رہا تھا، اور وہ سب دبائے کھڑا تھا، خاموش، پر سوچ۔

پھر ایک گہری سانس لے کر زاویار نے گردن موڑی اور خاموشی سے کمرے سے باہر نکل آیا۔

ہسپتال کا ماحول پر سکون تھا، مگر اندر ایک عجیب سی بے چینی تھی۔ ہر طرف چلتے پھرتے ڈاکٹرز، نرسیں، اور پریشان حال لوگ نظر آ رہے تھے۔ زاویار نے لمبے لمبے قدم اٹھاتے ہوئے راہداری عبور کی اور مرکزی دروازے سے باہر نکل آیا۔

باہر صبح کا سکون تھا۔ لان میں ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی، مگر اس کے اندر کا اضطراب کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ وہ ہسپتال کی عمارت کی طرف پشت کیے کھڑا ہو گیا، ہاتھ جیبوں میں ڈالے، نظریں خلا میں مرکوز کیے۔

جیب میں رکھا فون اچانک وائبریٹ ہوا۔ زاویار نے بے دلی سے ہاتھ نکالا، اسکرین پر نظر ڈالی——ماہا۔

ایک سرد آہ بھر کر اس نے فون واپس جیب میں ڈال لیا، جیسے دیکھنا بھی فضول ہو۔ چند لمحے گزرے ہی تھے کہ دوبارہ کال آ گئی۔ اس نے لب بھینچ کر فون نکالا، مگر ایک سرسری نظر ڈالنے کے بعد بنا کوئی دلچسپی لیے پھر سے نظر انداز کر دیا۔

تیسری بار جب فون بجا، تو وہ جھنجھلا کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اس نے غصے سے فون نکالا، بغیر دیکھے ہی کال اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا، مگر پھر جیسے ہی اسکرین پر نظر پڑی، اس کے چہرے کے تاثرات پل بھر میں بدل گئے۔

حالہ۔

بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اس نے فوراً کال ریسیو کر لی۔

اس نے فون کان سے لگایا، ماتھے پر ہاتھ پھیرا اور گہری سانس لے کر بولا،

"ہاں؟"

دوسری طرف کچھ پل خاموشی رہی، پھر حالہ کی مدھم مگر خوش کن آواز ابھری، "تم جاگ رہے ہو؟"

زاویار نے ارد گرد دیکھا، صبح کی خنکی ہوا میں ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی، اسپتال کے لان میں چند لوگ چہل قدمی کر رہے تھے۔ وہ بیزاری سے بولا، "تمہیں کیا لگتا ہے؟"

حالہ نے ہلکی سی ہنسی دبائی، "مجھے لگا تم سو رہے ہو گے۔"

زاویار نے آنکھیں موند کر سر جھٹکا، پھر تھکے ہوئے لہجے میں بولا، "نہیں، سونے کا موقع نہیں ملا۔"

حالہ نے فوراً سنجیدگی اختیار کی "زاویار... سب ٹھیک ہے نا؟ زارا کیسی ہے؟"

زاویار نے ایک پل کو آسمان کی طرف دیکھا جیسے کوئی بوجھ دل پر رکھے ہو، پھر بولا، "ابھی بہتر ہے... ڈاکٹر نے کہا ہے کچھ ہی گھنٹوں میں ہوش آ سکتا ہے۔"

حالہ نے سکون بھری سانس لی "اللہ کا شکر ہے..." پھر چند لمحے خاموشی چھائی رہی، جیسے وہ کچھ کہنا چاہتی ہو مگر ہچکچا رہی ہو۔

زاویار نے بھانپ لیا "کیا ہوا؟"

حالہ نے جھجکتے ہوئے پوچھا "تم نے ناشتہ کیا؟"

زاویار نے ہلکا سا استہزائیہ قہقہہ لگایا "یہ پوچھنے کے لیے فون کیا تھا؟"

حالہ نے سنجیدگی سے کہا "ہاں، کیونکہ تم کرتے نہیں ہو۔"

زاویار نے تھوڑی دیر سوچا پھر دھیمے لہجے میں بولا، "نہیں کیا۔"

حالہ نے فوراً کہا "کچھ کھا لو... پلیز"

زاویار نے آنکھیں بند کر کے سر پیچھے ٹکایا اور گہری سانس لی، "حالہ، تم میرے سر پر مت چڑھو۔"

حالہ نے ناراضی سے کہا" چڑھنے کی ضرورت ہی نہیں اگر تم خود اپنا خیال رکھو تو!"

زاویار نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ لمحے دونوں طرف خاموشی چھائی رہی۔ پھر حالہ نے نرم لہجے میں کہا، "اچھا... اگر تمہیں میری باتوں سے چڑ ہو رہی ہے تو ٹھیک ہے، نہیں کہتی۔ لیکن پلیز کچھ کھا لینا۔"

زاویار نے آنکھیں کھولیں، لان کے ایک کونے میں سورج کی روشنی زمین پر بکھر رہی تھی۔ اس نے دھیرے سے سر جھٹکا اور دھیمی آواز میں کہا، "دیکھتا ہوں۔"

حالہ جانتی تھی کہ یہ 'دیکھتا ہوں' کا مطلب اکثر 'نہیں' ہوتا ہے، مگر پھر بھی ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ بولی" ٹھیک ہے، میں امید رکھتی ہوں کہ تم دیکھو گے۔"

زاویار نے کوئی جواب دیے بغیر فون بند کر دیا۔ مگر جانے کیوں، اس بار اس کا چہرہ اتنا تھکا ہوا نہیں لگ رہا تھا۔

اس نے فون بند کیا ہی تھا کہ چند لمحوں بعد پھر سے وہی دھن بجنے لگی۔ اس نے الجھ کر فون کی طرف دیکھا——دوبارہ حالہ۔

اس نے دانت بھینچے، ایک لمحے کو سوچا کہ نظرانداز کر دے، مگر جانے کیوں انگلی خود بخود اسکرین پر پھسل گئی اور کال ریسیو ہو گئی۔

"اب کیا ہے، حالہ؟" وہ جھنجھلا کر بولا۔

دوسری طرف حالہ بالکل نارمل انداز میں بولی "بس... پوچھنا تھا کہ اسپتال کی چائے کتنی خراب ہوتی ہے؟"

زاویار نے آنکھیں بند کیں، جیسے خود کو صبر کی تلقین کر رہا ہو۔ پھر دھیمے مگر انتہائی سنجیدہ لہجے میں بولا "حالہ، میں رات بھر جاگتا رہا ہوں، زارا

اسپتال میں بے ہوش ہے، ڈاکٹرز کی رپورٹ کا انتظار کر رہا ہوں اور تم مجھ سے چائے کے معیار پر ریسرچ کروا رہی ہو؟"

"ہاں، کیونکہ تم نے ناشتہ نہیں کیا، اور اگر چائے قابل برداشت ہوئی تو تم وہی پی سکتے ہو۔"

زاویار نے بے یقینی سے آسمان کی طرف دیکھا، جیسے اس کی آزمائش ختم ہونے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ پھر گہری سانس لیتے ہوئے سر جھکایا،

"حالہ... واقعی؟"

"واقعی۔" حالہ نے معصومیت سے کہا۔

زاویار نے کچھ پل خاموشی اختیار کی، جیسے خود کو پرسکون کر رہا ہو۔ پھر تھکے ہوئے لہجے میں بولا، "پتا نہیں، میں نے نہیں پی۔"

حالہ فوراً بولی، "تو پھر جا کر پیو۔"

زاویار نے نرمی سے مگر تھکے ہوئے انداز میں کہا" حالہ، پلیز، مجھے تھوڑا سانس لینے دو۔"

حالہ نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر جھٹکا، "ٹھیک ہے، تم سانس لو، میں پھر کال کر لوں گی۔"

زاویار نے تیزی سے فون بند کر دیا، مگر اس کے ہونٹوں پر نہ چاہتے ہوئے بھی ایک بے حد ہلکی سی مسکراہٹ کھیل گئی، جو وہ خود بھی محسوس نہیں کر پایا۔

ماہا دروازے کے باہر کھڑی تھی، ہاتھ مٹھی میں بھیچے، غصے سے لب بھینچے ہوئے۔ اس کے دل میں جلتی ہوئی چنگاریاں مزید بھڑک اٹھیں جب اندر سے حالہ کی ہلکی سی ہنسی کی آواز سنائی دی۔

"زاویار نے میری کال نظرانداز کر دی، دو بار... نہیں، تین بار!" وہ دل ہی دل میں پیچ وتاب کھا رہی تھی۔ "اور جیسے ہی حالہ نے فون کیا، فوراً اٹھا لیا؟"

اس کا خون کھولنے لگا۔ اس نے بے اختیار دروازے کے کنارے پر انگلیاں گاڑ دیں، جیسے خود پر قابو پانے کی کوشش کر رہی ہو۔ دل میں طوفان اٹھ رہا تھا۔

"کیا ہے اس حالہ میں؟ آخر ایسا کیا ہے جو زاویار اس کی بات سن سکتا ہے، مگر میری نہیں؟"

اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ اس نے ایک گہری سانس لی اور دروازے سے پیچھے ہٹ گئی، مگر آنکھوں میں جلتی چنگاریاں اب بھی بجھنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔

حالہ نے فون میز پر رکھا اور گہری سانس لی۔ اس کے دل کی دھڑکنیں اب بھی معمول پر نہیں آئی تھیں۔ زاویار کا یوں اس سے ٹھہر کر بات کرنا، اس کے سوالوں کے بے حد سنجیدگی سے جواب دینا—— یہ سب اس کے اندر ایک عجیب سی کیفیت پیدا کر رہا تھا۔

وہ بے اختیار مسکرا دی۔ زاویار کب سے اتنا نرم مزاج ہو گیا تھا؟ وہ جو ہمیشہ روکھا، سخت اور تلخ لہجے میں بات کرتا تھا، آج اس کے انداز میں جیسے کوئی غیر محسوس سی قربت تھی۔

حالہ نے آنکھیں موند کر اپنی مسکراہٹ دبانے کی کوشش کی، مگر ناکام رہی۔ دل میں ایک عجیب سی سرشاری تھی، جیسے خزاں میں کوئی بے موسم پھول کھل گیا ہو۔ وہ کھڑکی کے قریب آ کر باہر دیکھنے لگی۔ سورج کی

روشنی ہر چیز پر نرمی سے بکھر رہی تھی، مگر جو روشنی اس کے اندر جاگ رہی تھی، وہ شاید اس سے کہیں زیادہ روشن تھی۔

یہ احساس کیسا تھا؟ کیوں تھا؟ وہ نہیں جانتی تھی۔ بس اتنا جانتی تھی کہ زاویار کی آواز، اس کا انداز، اس کا لہجہ... سب کچھ اس کے اندر تک اتر رہا تھا، اور اسے اس خوشی کو چھپانے کا کوئی طریقہ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

☆☆☆✦☆☆☆

رات کی خاموشی اپارٹمنٹ کی دیواروں سے ٹکرا کر مزید گہری محسوس ہو رہی تھی۔ باہر کہر چھائی ہوئی تھی، کھڑکی کے شیشے پر ہلکی نمی جم چکی تھی، اور اندر ہر چیز ساکت تھی۔

حالہ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی تھی، پلیٹ میں رکھا کھانا تقریباً ٹھنڈا ہو چکا تھا، لیکن اسے فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ روشنی مدھم تھی، کمرے میں صرف گھڑی کی ٹک ٹک اور دور کہیں سڑک سے آتی مدھم آوازیں تھیں۔

یہ سکون عجیب سا لگ رہا تھا۔ جیسے کوئی خلا ہو، جیسے کچھ کمی ہو، یا شاید کوئی انہونی ہو سکتی ہو۔

حالہ نے چمچ سے پلیٹ میں موجود کھانے کو ہلایا، نظریں لاشعوری طور پر دروازے کی طرف اٹھتی جا رہی تھیں۔ رات کی گہری خاموشی پورے اپارٹمنٹ میں پھیلی ہوئی تھی، اور یہ خاموشی کسی حد تک عجیب بھی لگ رہی تھی۔ وہ کھانے کے چند نوالے لے چکی تھی، لیکن دل جیسے اب بھی بے چین سا تھا۔

یہ کھانا بھی زاویار نے ہی منگوایا تھا۔ *کاش مجھے خود بھی آرڈر کرنا آتا، ہر بار اسی پر انحصار کرنا پڑتا ہے، *اس نے ہلکا سا سوچا اور نرمی سے مسکرا دی۔

ماہا صبح سے غائب تھی، اور اب رات ہو چکی تھی۔ کہاں گئی تھی یہ؟ لیکن ساتھ ہی دل میں اطمینان سا بھی تھا کہ کم از کم کچھ وقت کے لیے اس کا سامنا نہیں ہوا۔ وہ شاید کسی دوست کے ساتھ تھی، یا کسی اور کام سے باہر گئی تھی۔ کاش یہ ہمیشہ کے لیے چلی جائے... زندگی کتنی سکون میں آجائے گی، اس نے کھانے کا چمچ لیتے ہوئے سوچا۔

لیکن جیسے ہی یہ خیال ذہن میں آیا، اچانک ایک سرد لہر پورے جسم میں دوڑ گئی—

عفان!

حالہ کے ہاتھ ایک دم رک گئے۔ کہیں وہ...؟ نہیں، نہیں، ایسا مت سوچو، وہ خود کو تسلی دینے کی کوشش کرنے لگی، لیکن دل تھا کہ مسلسل عجیب سا ہو رہا تھا۔ اگر وہ اپارٹمنٹ میں گھس آیا؟ اگر اس نے سچ میں کچھ کر دیا؟

دل کی دھڑکن بے ترتیب ہو گئی۔

ماہا گھر نہیں تھی اور یہ خوف اور بڑھتا جا رہا تھا کہ وہ اپارٹمنٹ میں اکیلی تھی۔

اچانک دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ حالہ کے ہاتھ سے چمچ چھوٹتے بچا، سانس جیسے پل بھر کے لیے رُک گیا۔ نظریں تیزی سے دروازے کی طرف اٹھیں۔

ماہا۔

وہ خاموشی سے اندر داخل ہوئی، بنا کسی سے نظر ملائے، اور سیدھا اپنے کمرے میں چلی گئی، جیسے حالہ وہاں موجود ہی نہ ہو۔

حالہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہی۔

اس نے ہلکی سی ناگواری سے سر جھٹکا اور دوبارہ کھانے کی طرف متوجہ ہو گئی، مگر اپارٹمنٹ کا ماحول کچھ زیادہ ہی خاموش لگنے لگا تھا۔ عجیب بے چینی سی تھی، جیسے کچھ ٹھیک نہیں تھا۔

ہوا کے جھونکے سے پردے ہلکے سے سرسرائے، اور حالہ کے دل میں ایک نامانوس سی بے چینی اٹھنے لگی۔ اپارٹمنٹ کے در و دیوار آج کچھ زیادہ ہی سنسان لگ رہے تھے۔ جیسے یہاں صرف خاموشی کا بسیرا ہو۔ جیسے کچھ تھا... جو دکھائی نہیں دے رہا تھا، لیکن محسوس ضرور ہو رہا تھا۔

☆☆☆✦☆☆☆

ہلکی سی روشنی اسپتال کے کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔رات کا پچھلا پہر تھا، باہر ویرانی تھی اور اندر خاموشی۔ایک گہری، اداس خاموشی۔

زاویار کرسی پر بیٹھا تھا، ہاتھ کی پشت سے اپنی آنکھوں کو مسلتے ہوئے جیسے اندر کے اندھیرے سے لڑنے کی کوشش کر رہا ہو۔اس کی نظروں کے سامنے بیڈ پر زارا پڑی تھی —— کمزور، نڈھال، سفید چادر میں لپٹی، جیسے کوئی نازک سی شے ہو جو ابھی ٹوٹ جائے گی۔

اس کا چہرہ زرد تھا، ہونٹ بے رنگ ہو چکے تھے، آنکھیں سوجی ہوئی تھیں جیسے گھنٹوں سے رو رہی ہو۔اس کے بازو میں ڈرِپ لگی ہوئی تھی، اور ایک ہاتھ کمبل کے اوپر تھا، انگلیاں مٹھی کی صورت میں بند، جیسے درد کو اپنے

اندر قید کرنے کی ناکام کوشش کر رہی ہو۔ "بھائی... "زارا کی آواز ٹوٹی ہوئی، مدھم، جیسے کہیں دور سے آ رہی ہو۔

زاویار نے فوراً اُس کا ہاتھ تھاما، وہ ٹھنڈا تھا، بہت ٹھنڈا۔

"میں یہ سب کیسے برداشت کروں گی؟"اس کی آنکھوں میں ایک بے بسی تھی، وہ بے بسی جو سب کچھ کھو دینے کے بعد رہ جاتی ہے۔ "میرا بچہ... میں نے اسے کبھی محسوس کرنے سے پہلے ہی کھو دیا۔"

"مجھے لگتا ہے جیسے... جیسے میرے اندر سب ختم ہو گیا ہے۔ جیسے کچھ بچا ہی نہیں۔"

زاویار خاموش رہا، وہ جانتا تھا کہ اس وقت الفاظ بیکار تھے، کہ کوئی تسلی اس زخم کو نہیں بھر سکتی۔ وہ بس زارا کے چہرے کو دیکھ رہا تھا، اس کی آنکھوں کے گرد گہرے حلقے، اس کے ہونٹوں کی نمی جو سسکیوں سے خشک ہو چکی

تھی، اس کے ہاتھ جو بے جان لگ رہے تھے۔ زارا نے گہری سانس لی، جیسے خود کو زندہ رکھنے کے لیے آخری کوشش کر رہی ہو۔ "کبھی سوچا نہیں تھا، بھائی، کہ ایسا ہو گا۔ کہ میں زندگی کو اس نہج پر دیکھوں گی۔ سب کچھ ایک پل میں ختم ہو جائے گا۔ کچھ دن پہلے تک... میں اس کے بارے میں سوچتی تھی، اس کے لیے نام رکھ رہی تھی، اس کے لیے خواب دیکھ رہی تھی... اور اب؟" اس کے لب کانپے، جیسے اگلے الفاظ کہنا اس کے لیے ناقابلِ برداشت ہو۔

"میں کبھی ماں نہیں بن سکتی، نا؟" اس کے الفاظ جیسے کمرے کی دیواروں سے ٹکرا کر بوجھل ہو گئے۔

زاویار کی انگلیاں سختی سے مٹھی میں بند ہو گئیں، دل میں کچھ ٹوٹا تھا، شاید امید کا آخری کنارہ۔

"یہ بس ایک خواب تھا، جواب کبھی پورا نہیں ہو گا، ہے نا؟" زارا کی آواز کانپ رہی تھی، جیسے وہ خود کو سنبھالنے کی آخری کوشش کر رہی ہو۔ "بس ایک احساس، جو کبھی حقیقت نہیں بنے گا۔ اب کچھ بھی نہیں بچا۔ ایک پل میں سب مٹی ہو گیا، سب بکھر گیا۔ میں اسے کبھی دیکھ بھی نہیں سکتی، کبھی چھو بھی نہیں سکتی..." اس نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپا لیا اور بے آواز رونے لگی۔

زارا کے ہاتھ بے اختیار اپنے پیٹ پر جا ٹکے، جیسے وہاں اب بھی کوئی ننھا سا وجود سانس لے رہا ہو، جیسے اب بھی کوئی امید باقی ہو۔ مگر حقیقت کی سردی نے ایک لمحے میں اس کے وجود کو جما دیا۔ اس کی انگلیاں آہستہ آہستہ لرزنے لگیں، جیسے کسی نے اس سے سب کچھ چھین لیا ہو، جیسے وہ خالی ہو چکی ہو۔

"میں نے... میں نے خواب میں بھی اسے محسوس کیا تھا، بھائی..." اس کی آواز گھٹی ہوئی تھی، جیسے ہر لفظ اس کے دل سے خون نچوڑ رہا ہو۔ "میں نے اسے اپنے اندر سانس لیتے محسوس کیا تھا، جیسے وہ مجھ سے بات کر رہا ہو، جیسے وہ جانتا ہو کہ میں اس کی ماں ہوں... اور اب؟"

اس کی آنکھوں میں ایک اور آنسو لرزا، پلکوں سے آزاد ہوا اور تکیے میں جذب ہو گیا۔ زاویار کے دل میں ایک چبھن ہوئی، جیسے اس کے اپنے دل پر زخم لگا ہو۔

"میں نے اس کے لیے چیزیں خریدنی تھیں، بھائی..." زارا کی آواز اب بس ایک سرگوشی تھی، ایک بکھری ہوئی سرگوشی۔ "چھوٹے چھوٹے کپڑے... جوتے... میں نے سوچا تھا کہ پہلی بار جب وہ روئے گا تو میں اسے

گود میں لے کر چپ کرواؤں گی، میں نے سوچا تھا کہ وہ پہلی بار جب میری انگلی تھامے گا تو میں دنیا کی سب سے خوش نصیب عورت بن جاؤں گی..."

زاویار نے نظریں جھکا لیں، جیسے وہ زارا کی آنکھوں میں جلتے درد کو مزید نہیں دیکھ سکتا تھا۔ "پر وہ تو آیا ہی نہیں، بھائی..." زارا کا چہرہ اب ایک ایسی مسکراہٹ لیے ہوئے تھا جو ہڈیوں تک کاٹتی تھی، ایک ایسی اذیت جو لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتی تھی۔ "وہ تو مجھے ماں کہنے سے پہلے ہی چلا گیا۔ میں نے اسے محسوس تو کیا، مگر کبھی دیکھ نہیں سکی۔"

وہ خاموش ہو گئی، مگر زاویار سن سکتا تھا، اس خاموشی میں بھی ایک چیخ تھی، ایک نہ ختم ہونے والی چیخ جو شاید ہمیشہ کے لیے زارا کے اندر دفن ہو چکی تھی۔

زاویار نے ایک گہری سانس لی، مگر وہ کچھ بولا نہیں۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ کیا کہنا ہے۔ وہ بھی تو ہار چکا تھا——زارا کی تکلیف کو کم کرنے کا کوئی طریقہ، کوئی راستہ، کوئی امید... کچھ بھی نہیں تھا۔

زارا نے ہاتھ چہرے سے ہٹائے اور خلا میں گھورنے لگی۔ "مجھے لگتا ہے میں بھی وہیں کہیں کھو گئی ہوں، بھائی... جہاں وہ چلا گیا۔ میں بھی وہیں رہ گئی ہوں۔ میں یہاں، اس دنیا میں، نہیں ہوں۔"

اس کے آخری الفاظ نے زاویار کے سینے میں کچھ ٹوٹنے کی آواز دی۔ اس نے نظریں چرائیں، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر زیادہ دیر زارا کی طرف دیکھتا رہا، تو شاید اس کی اپنی آنکھوں میں بھی وہی نمی اتر آتی۔

زارا نے آہستہ سے سر تکیے میں دبایا، آنکھیں بند کر لیں، مگر آنسو اب بھی بہہ رہے تھے۔ وہ خاموش ہو گئی تھی، مگر اس خاموشی میں ایک ایسی اذیت

تھی جو زاویار کو اندر سے چیر رہی تھی۔ وہ جانتا تھا، یہ رات آسان نہیں گزرنے والی تھی۔

زاویار نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا، اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی، مگر زارا کی آنکھوں میں صرف ویرانی تھی، ایسی ویرانی جو شاید ہمیشہ کے لیے ٹھہر گئی تھی۔

زارا کے آنسو تھم گئے تھے، مگر اس کی سسکیاں اب بھی کمرے کی دیواروں میں گھل رہی تھیں۔ وہ آہستہ آہستہ نیند کی آغوش میں جا رہی تھی، جیسے تھکن نے اس کے وجود کو جکڑ لیا ہو، مگر لبوں پر ایک ہی سرگوشی تھی، مدھم، ٹوٹی ہوئی — میرا بچہ... میرا بچہ...

زاویار اس کے چہرے کو دیکھتا رہا۔ اس کی آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے گہرے ہو چکے تھے، ماتھے پر شکنیں تھیں، جیسے وہ کئی صدیوں کا تھکا ہوا ہو۔ اپنی بہن کی ایسی حالت دیکھنا... یہ زخم تھا، ایسا زخم جو کبھی نہیں بھرے گا۔

وہ آہستہ سے کھڑا ہوا، ایک نظر زارا کے بے جان سے وجود پر ڈالی، اور پھر خاموشی سے کمرے سے نکل آیا۔ باہر کی ٹھنڈی ہوا نے اس کے چہرے کو چھوا، مگر دل میں لگی آگ کچھ کم نہ ہوئی۔ اس نے گہری سانس لی، مگر جیسے ہوا بھی سینے میں کانٹوں کی طرح چبھ رہی تھی۔ اچانک فون کی گھنٹی بجی۔ زاویار نے چونک کر جیب سے فون نکالا۔ اسکرین پر چمکتا نام — حالہ۔ وہ ایک لمحے کو بس دیکھتا رہا، جیسے فیصلہ نہیں کر پا رہا ہو کہ فون اٹھائے یا نہیں۔ مگر اگلی گھنٹی پر اس نے بنا کچھ سوچے کال ریسیو کر لی، مگر بول نہ سکا۔ دوسری طرف حالہ کی خوش باش آواز گونجی، "زاویار، تم نے جو کھانا

منگوایا تھا، وہ سیر یسلی بہت مزے کا تھا! میں نے ایسا مزیدار کھانا کبھی نہیں کھایا، خاص طور پر وہ چکن پاسٹا، اور..." زاویار نے آنکھیں موند لیں، جیسے اس وقت حالہ کی خوشی اس کے زخم پر نمک چھڑک رہی ہو۔ وہ کچھ نہیں بولا، بس خاموشی سے کھڑا رہا۔

چند لمحے گزرے، پھر حالہ کی آواز بدلی، حیرانی میں ڈوبی، "زاویار؟ تم سن رہے ہو نا؟"

اس نے تھوک نگلا، پھر مدھم، بے جان آواز میں کہا، "حالہ میں ابھی تم سے بات نہیں کرنا چاہتا۔" دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ حالہ نے ذرا توقف کے بعد دھیرے سے پوچھا، "کیوں؟ کیا ہوا؟" زاویار نے اپنی انگلیاں بالوں میں پھیریں، آنکھیں بند کر کے سر دیوار سے ٹکا دیا۔ پھر وہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولا، "دل ٹوٹا ہوا ہے، حالہ..."

اور اس بار، دوسری طرف سے بھی کوئی جواب نہیں آیا۔ حالہ نے سانس روکی۔ زاویار کے الفاظ میں چھپا دکھ، اس کی آواز کی خالی پن، سب کچھ لمحے بھر میں دل میں اتر گیا۔

"دل ٹوٹا ہوا ہے..." یہ الفاظ اس کے کانوں میں گونجنے لگے۔ زاویار جو ہمیشہ مضبوط اور بے نیاز دکھائی دیتا تھا، آج اس کے لفظوں میں ایسا درد تھا جو سیدھا روح تک اتر گیا۔

"زاویار..." وہ بس اتنا ہی کہہ پائی، مگر آگے کچھ نہ بول سکی۔ زاویار نے گہری سانس لی، جیسے کچھ سنبھلنے کی کوشش کر رہا ہو، مگر پھر بھی آواز بوجھل تھی، "حالہ، میں تھک گیا ہوں... بس کچھ دیر سکون چاہتا ہوں۔"

حالہ نے لب بھینچ لیے۔ وہ جانتی تھی کہ یہ وقت مذاق کرنے یا کسی چڑانے کا نہیں تھا۔ اس کا دل بے چین ہونے لگا کہ آخر ایسا کیا ہوا تھا جس نے زاویار کو اس حال میں پہنچا دیا؟

"زاویار، میں جانتی ہوں تمہیں سکون چاہیے، لیکن... کیا میں کچھ جان سکتی ہوں؟" اس کی آواز میں اب پہلے جیسی شوخی نہیں تھی، بلکہ ہلکی سی نرمی تھی، ایک انجانی سی فکر جو خود اسے بھی حیران کر رہی تھی۔

زاویار نے تھکے ہوئے انداز میں سر جھکایا۔ اس کی آنکھوں کے آگے زارا کا زرد چہرہ، اس کے آنسو، اس کی سسکیاں گھوم گئیں۔ دل پھر ایک بار دکھ سے بھر گیا۔

"زارا..." وہ رکا، جیسے خود کو مضبوط کر رہا ہو، پھر دھیرے سے بولا، "زارا کبھی ماں نہیں بن سکتی، حالہ..."

حالہ کا سانس اٹک گیا۔

"کیا...؟"

"وہ ٹوٹ گئی ہے، حالہ... اندر سے پوری طرح بکھر گئی ہے۔ اور میں..."

اس نے کھردری سانس لی، "میں کچھ نہیں کر سکتا۔ کچھ بھی نہیں۔"

حالہ نے آنکھیں بند کر کے لب بھینچ لیے۔ زاویار کی یہ بے بسی، یہ بے کسی، اسے عجیب سی الجھن میں مبتلا کر رہی تھی۔

"زاویار..." وہ آہستہ سے بولی، "میں کچھ کہوں؟"

زاویار خاموش رہا، جیسے ہمت نہ ہو بولنے کی، مگر پھر مدھم آواز میں کہا،

"کہو۔"

حالہ نے ایک پل کو خود کو مضبوط کیا، پھر سنجیدگی سے بولی، "زارا کے لیے تمہارا کچھ نہ کر پانا، یہ تمہاری ہار نہیں ہے، زاویار... بس کچھ چیزیں ہماری مرضی کے بغیر ہو جاتی ہیں۔ تمہیں خود کو الزام نہیں دینا چاہیے۔"

زاویار نے آنکھیں کھولیں، اندھیرے میں خلا میں گھورتے ہوئے بولا، "پر میں اس کا بھائی ہوں، حالہ... مجھے اس کا سہارا بننا چاہیے تھا، اسے سنبھالنا چاہیے تھا۔۔۔ میں اس کی حالت دیکھ کر ٹوٹ گیا ہوں۔۔۔ میں اسے نہیں سنبھال پا رہا"

"اور تم یہی کر رہے ہو، زاویار۔ تم یہی کر رہے ہو۔" حالہ کی آواز میں ایک عجب سی یقین دہانی تھی۔

زاویار نے لمبی سانس لی۔ دل کی تکلیف کچھ کم نہیں ہوئی تھی، مگر شاید ایک لمحے کے لیے ہی سہی، اس کی شدت میں تھوڑی سی نرمی آگئی تھی۔

وہ کچھ نہ بولا۔

"اب جاؤ، تھوڑا آرام کرو۔ صبح بات ہو گی۔"

زاویار نے بنا کچھ کہے کال کاٹ دی، اور گہری سانس لے کر سر دوبارہ دیوار کے ساتھ ٹکا کے انکھیں بند کر لیں۔

☆☆☆✦☆☆☆

شاہمیر آئینے کے سامنے کھڑا تھا، اپنے شرٹ کے بٹن بند کر رہا تھا۔ اس کے گھنگریالے بال تھوڑے بکھرے ہوئے تھے، جیسے ابھی ابھی سو کر اٹھا ہو۔ اس کے چہرے پر وہی سنجیدگی تھی جو اکثر ہوا کرتی تھی، آنکھوں میں تھکن اور بےزاری کی ہلکی سی پرچھائیں۔ کمرہ ہمیشہ کی طرح بے ترتیب تھا۔ بستر

کی چادر آدھی نیچے گری ہوئی تھی، تکیے الٹے سیدھے بکھرے تھے، سائیڈ ٹیبل پر سگریٹ کے خالی پیکٹ، ایک کھلا ہوا ناول اور پانی کی آدھی خالی بوتل رکھی تھی۔ زمین پر بے ترتیب جوتے، کچھ کپڑے ادھر اُدھر پھینکے ہوئے تھے، جیسے یہاں صفائی کا کوئی تصور ہی نہ ہو۔ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ شاہمیر نے ایک نظر آئینے میں خود کو دیکھا، پھر دروازے کی طرف رخ موڑا۔

"آجاؤ۔"

سبیرہ اندر آئی، ایک نظر شاہمیر کو دیکھا، جو ابھی تک اپنے بٹن درست کر رہا تھا۔

"صاحب، مریم آئی ہے۔"

شاہمیر نے بس سرسری نظر اس پر ڈالی، پھر آئینے میں دوبارہ خود کو دیکھنے لگا۔

"ہاں، اسے اندر بھیج دو۔"

سبیرہ خاموشی سے سر ہلا کر پلٹی، اور چند لمحوں بعد مریم دروازے سے اندر داخل ہوئی۔

سادہ لباس، ہلکے رنگ کی شلوار قمیض، بغیر کسی چمک دمک کے۔ مگر اس کی آنکھیں... وہ سبز آنکھیں جو حالہ جیسی تھیں، ہمیشہ گہری، کچھ سوچتی ہوئی، جیسے ہر چیز کو تول رہی ہوں۔ وہ اندر آتے ہی سب سے پہلے کمرے پر نظر ڈالتی ہے۔ بکھری ہوئی چیزیں، بے ترتیب قالین، ایسا لگ رہا تھا جیسے یہاں مہینوں سے کسی نے صفائی نہ کی ہو۔ پھر اس کی نظریں شاہمیر پر پڑتی ہیں، جو اب اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"السلام علیکم۔" مریم نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"وعلیکم السلام۔" شاہمیر نے مختصر جواب دیا۔

"تم نے بلایا تھا؟" مریم سیدھے مدعے پر آتی ہے۔ شاہمیر نے بس سر ہلایا اور پھر آکر سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"بیٹھ جاؤ۔" مریم ہچکچائی، ایک پل کو دروازے کی طرف دیکھا۔

"نہیں، میں ٹھیک ہوں۔"

مریم کے الفاظ تو کہہ رہے تھے کہ وہ ٹھیک ہے، مگر اس کے لہجے میں ہلکی سی جھجک تھی۔ وہ دروازے کے قریب ہی کھڑی رہی، جیسے کسی غیر مرئی لکیر کو پار کرنے سے گھبرا رہی ہو۔ ایک پل کو اس نے نظریں جھکا لیں، پھر بے ساختہ اپنی انگلیاں مروڑنے لگی۔

وہ ایک لڑکی تھی، اور ایک لڑکے کے ساتھ بند کمرے میں بیٹھنے کا خیال ہی اسے بے چینی میں مبتلا کر رہا تھا۔ دل میں ایک عجیب سی جھجک تھی، ایک ناگوار سی بے یقینی۔ شاید یہی وجہ تھی کہ وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں رہی تھی، نظریں کبھی دروازے پر اور کبھی کھڑکی کی طرف اٹھ رہی تھیں، جیسے کوئی بہانہ ڈھونڈ رہی ہو کہ یہاں سے چلی جائے۔

شاہمیر نے اس کی بے چینی کو محسوس کر لیا تھا، مگر وہ اس کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ مریم کا یہ انداز غیر ضروری نہیں تھا، وہ جس ماحول سے آئی تھی، وہ جانتا تھا۔

"کمرے کا دروازہ کھول دو۔"

شاہمیر نے یکدم کہا۔ وہ جانتا تھا کہ شاید وہ اس وقت خود کو عجیب محسوس کر رہی تھی، اس لیے اسے کچھ آرام دہ محسوس کرانے کی کوشش کی۔

"کمرے کا دروازہ کھول دو۔۔۔ مریم"

شاہمیر نے ایک بار پھر دہرایا، اس بار لہجہ کچھ زیادہ سنجیدہ تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ مریم خود کو کسی الجھن میں ڈالے، اور نہ ہی وہ خود اس کی اس بے سکونی کو زیادہ دیر تک دیکھ سکتا تھا۔ پھر اس نے اپنے پیر کی طرف دیکھا، جس پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔

"اصل میں... کل بہت بری طرح چوٹ لگی تھی میرے پیر پر... اس لیے سیڑھیاں نہیں اتر سکتا تھا، تمہیں اوپر بلا لیا۔"

مریم کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔

"نہیں، تم نے ٹھیک کیا ہے، اس وقت سیڑھیاں اترنا مناسب نہیں، آرام دو اپنے پیر کو۔"

اس کے الفاظ میں سکون تھا، بات میں ٹھہراؤ، جیسے ہمیشہ نرم لہجے میں بولنے کی عادت ہو۔ شاہمیر نے ایک نظر اسے دیکھا، مگر مسکرایا نہیں۔

"کمرے کا دروازہ کھول دو، اور آکر آرام سے بیٹھ جاؤ... یا پھر اگر تمہیں اب بھی مسئلہ ہے تو ہم نیچے جا سکتے ہیں، ڈرائنگ روم یا ٹی وی لاؤنج میں——"

"نہیں، نہیں... مجھے کوئی مسئلہ نہیں۔"

مریم نے ہچکچاتے ہوئے کہا، دروازے کی طرف گئی، ہلکے سے دروازہ کھولا، پھر آکر بیڈ کے کنارے بیٹھ گئی۔

"اب بتاؤ، تمہیں کیا کہنا تھا؟ کیوں بلایا یہاں؟"

شاہمیر نے گہری سانس لی۔

"تم نے جو کل بات کی تھی..."

مریم نے سانس کھینچی، نظریں جھکا لیں۔

"میں معافی چاہتی ہوں... مجھے ایسا کچھ نہیں کہنا چاہیے تھا۔"

"نہیں، تم نے ٹھیک کہا ہے جو کہا ہے... ظاہر ہے، ہم کسی اور کے ساتھ برا کرتے ہیں تو خود بھی بھگتنا پڑتا ہے، میں جانتا ہوں..."

مریم نے آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"میں جانتی ہوں زارا کے ساتھ جو ہوا وہ غلط تھا، اس کا ایکسیڈنٹ ہوا، وہ موت کے منہ میں تھی، تم خفا تھے... اور میں نے اس وقت وہ بات کہہ دی کہ تمہارے بھائی نے میری بہن کے ساتھ جو کیا، اس کے بعد زارا کے ساتھ یہ سب ہونا... میں گھر جا کر بہت دیر تک سوچتی رہی کہ مجھے یہ سب کہنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا کہ تم کس درد سے گزر رہے ہو۔"

"نہیں... میں نے جیسے کہا، مجھے اس کا مسئلہ نہیں ہے..."

شاہمیر کی نظریں خلا میں مرکوز تھیں، جیسے وہ کسی اور ہی سوچ میں گم ہو۔

"مسئلہ صرف یہ ہے۔۔۔ کہ اس سب کی سزا میری بہن کو کیوں بھگتنی پڑ رہی ہے؟"

مریم نے ایک گہری سانس لی۔

"شاہمیر... زارا کے ساتھ جو کچھ ہوا، وہ اس کا مقدر تھا۔ ہر انسان اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہوتا ہے، اور ہر کسی کا حساب الگ ہوتا ہے۔ میں نے غصے میں وہ بات کہہ دی تھی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسا کچھ نہیں ہوتا کہ زارا وہ سب سہہ رہی ہے جو زاویار نے حالہ کے ساتھ کیا تھا۔"

شاہمیر نے ایک گہری سانس لی، جیسے سینے میں کوئی بوجھ ہو جو باہر نکلنے کا راستہ ڈھونڈ رہا ہو۔

"اوا چھا۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔" اس کے لبوں سے مدھم آواز نکلی، بے وزنی اور بے زاری سے بھری ہوئی۔

مریم نے اس کی آنکھوں میں کوئی الجھن دیکھی، مگر وہ خاموش رہی۔ کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد وہ آہستگی سے بولی، "تم سے بات ہوئی زاویار کی؟"

شاہمیر کا چہرہ سخت ہو گیا۔ جیسے کسی نے زخم پر نمک چھڑک دیا ہو۔ اس نے ایک خشک سی ہنسی ہونٹوں پر سجائی، مگر وہ زیادہ دیر ٹک نہ سکی۔

"مجھے اس سے بات نہیں کرنی مریم۔۔۔ تمہاری خاطر میں نے اسے کالز کیں، میسجز کیے، مگر اس نے ایک کال بھی اٹینڈ نہیں کی۔۔۔ شاید ہاں، ہم دونوں کی ایک دوسرے سے بہت بری طرح ناراضگی ہے۔۔۔" اس کی

آواز تلخی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ "اس نے جو حالہ کے ساتھ کیا، اس کے بعد سے میں اس سے بات کرنا نہیں چاہتا۔۔۔"

مریم نے ایک پل کو خاموشی اختیار کی، پھر نرم لہجے میں کہا، "بس ایک بار اس سے کال کر کے زارا کا حال ہی پوچھ لو۔۔۔"

شاہمیر کی مٹھی سختی سے بند ہو گئی، جیسے وہ کسی اندرونی جنگ سے لڑ رہا ہو۔

"وہ مجھے ممی بتا رہی ہیں۔۔۔" اس کی آواز میں بے تاثر سختی تھی۔

مریم آہستہ سے سر ہلا دیتی ہے، جیسے اسے مزید کچھ کہنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی ہو۔

"ٹھیک ہے، میں جا رہی ہوں۔۔۔ تم نے بس یہی بات کرنی تھی؟"

شاہمیر نے ایک گہری سانس لی، اور پھر مدھم آواز میں بولا، "ہاں، مجھے بس یہی بات کرنی تھی۔۔۔ تمہاری وہ بات کافی دل پر لگی تھی۔۔۔اس لیے ساری رات سو نہیں سکا۔۔۔"

اس کی آواز بوجھل ہو چکی تھی، آنکھوں میں کسی نہ کسی حقیقت کو قبول کر لینے کی اذیت تھی۔

"مجھے لگا کہ شاید۔۔۔ شاید میری بہن زاویار کے کیے کی سزا بھگت رہی ہے۔۔۔"

مریم نے اس کی آنکھوں میں دیکھا، ایک لمحے کو خاموشی چھا گئی۔ پھر وہ دھیمے مگر مضبوط لہجے میں بولی، "اس کے ساتھ جو ہوا وہ اس کا نصیب تھا۔۔۔اور حالہ کے ساتھ جو ہوا وہ اس کا نصیب تھا۔۔۔ ہم سب کے اپنے نصیب ہوتے ہیں، شاہمیر۔۔۔" یہ کہتے ہی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی

چال میں ٹھہراؤ تھا، مگر شاہمیر کی آنکھیں جیسے کسی گہرے خلا میں دیکھ رہی تھیں۔ شاید کچھ سوال ہمیشہ کے لیے سوال ہی رہ جاتے ہیں۔

☆☆☆✦☆☆☆

پتہ نہیں کب صوفے پر یونہی لیٹے لیٹے اس کی آنکھ لگ گئی، اور اسے ہوش تک نہ رہا۔ شاید دن بھر کی تھکن تھی، یا پھر وہ خیالات جو دماغ میں مسلسل گردش کر رہے تھے۔ مگر اچانک فون کے میسج کی آواز نے نیند کے جادو کو توڑ دیا۔ آواز تیز تھی، خاموش کمرے میں گونجنے والی۔

حالہ نے دھیرے سے آنکھیں کھولیں، پیشانی پر ہاتھ پھیرا، جیسے نیند کے بوجھ کو جھاڑ رہی ہو۔ آنکھیں ابھی بھی بوجھل تھیں، مگر ہاتھ بے اختیار فون تلاش کرنے لگے۔ وہ قریب ہی میز پر پڑا تھا۔ آہستہ سے اٹھایا، اور جیسے ہی اسکرین پر نام دیکھا، دل ایک پل کو زور سے دھڑکا۔

"زاویار..."

لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ آگئی، دل میں ایک عجیب سی خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ فوراً چیٹ اوپن کی۔ ایک ہی میسج تھا، مختصر مگر اتنا گہرا کہ وہ لمحہ بھر کو سانس لینا بھول گئی۔

"میں آج آ رہا ہوں۔"

بس اتنا ہی لکھا تھا، مگر اس چھوٹے سے جملے نے حالہ کی دنیا بدل دی۔ بے تابی سے انگلیاں کی بورڈ پر چلنے لگیں۔

"کتنا وقت لگے گا؟"

ادھر زاویار، جو اس وقت اسپتال کے کیفے ٹیریا میں کھڑا تھا، کپڑے بدلے ہوئے تھے۔ گھر سے اپنا سامان تک لینا بھول گیا تھا، اتنی جلدی میں تھا کہ کچھ سوچنے کا وقت ہی نہیں ملا۔ عبیل کی ماں نے کہا تھا کہ عبیل کے کپڑے پہن لو، مگر وہ کسی اور کے کپڑے نہیں پہنتا تھا۔ اس نے وہیں سے دو تین سوٹ خرید لیے تھے اور اب ایک سادہ سی پولو شرٹ اور جینز میں ملبوس تھا — آفس کے زاویار سے بالکل مختلف، زیادہ تھکا ہوا، زیادہ سنجیدہ۔

اسپتال کی کافی ہمیشہ کی طرح بے ذائقہ تھی، اس نے بمشکل دو گھونٹ لیے اور پھر وہیں ڈسٹ بن پر رکھ دی۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی وہ زارا کے کمرے سے نکلا تھا۔ زارا کو ہوش آ چکا تھا، وہ پہلے سے بہتر تھی، مگر چہرے پر زخموں کے نشان سب کچھ واضح کر رہے تھے۔ زاویار نے اسے تسلی دی، ابھی

اسپتال سے باہر نکل رہا تھا کہ فون کی اسکرین چمکی —— حالہ کا میسج۔ وہ وہیں رک گیا، ایک لمحے کے لیے اسکرین کو دیکھا، پھر گہری سنجیدگی سے جواب ٹائپ کیا۔ "ابھی ہاسپیٹل سے باہر آیا ہوں، پھر ہوٹل جا کر کچھ سامان لوں گا اور پھر ایئرپورٹ..."

بس اتنا ہی لکھا، اور فون جیب میں رکھ لیا۔

حالہ کے چہرے پر بے ساختہ مسکراہٹ بکھر گئی۔ دل چاہا کہ بس یونہی بات کرتی رہے، بس یونہی زاویار کے لفظوں کو پڑھتی رہے، مگر اسے معلوم تھا کہ اگر زیادہ میسجز کیے تو زاویار شاید بلاک ہی نہ کر دے۔ اس خیال پر اس نے فوراً خود کو روکا، مگر دل میں خوشی کا ایک دیپ جل چکا تھا۔

مگر وقت...

نو گھنٹے...

نو گھنٹے اسے زاویار سلطان کا انتظار کرنا تھا۔

نو گھنٹے، جو ایک پوری زندگی جتنے لمبے لگ رہے تھے۔

حالہ نے فون کو ہاتھ میں دبایا اور صوفے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ مسکراہٹ ابھی بھی اس کے لبوں پر تھی، مگر ساتھ ہی دل میں بے چینی بھی تھی۔ وہ نو گھنٹے کیسے گزارے گی؟ ایک ایک لمحہ پہاڑ لگنے والا تھا۔

اس نے فون دوبارہ کھولا، زاویار کے آخری میسج کو بار بار پڑھا، جیسے ہر لفظ کو اپنے دل پر نقش کر رہی ہو۔ پھر بے اختیار سکرین پر انگلیاں چلائیں، مگر اگلے ہی لمحے رک گئی۔ نہیں، اسے اور میسجز نہیں کرنے تھے۔ زاویار کو پہلے ہی بہت کچھ سہنا پڑ رہا تھا، اسے مزید تنگ کرنا ٹھیک نہیں تھا۔

وہ اٹھ کر کمرے میں چلی گئی، آئینے کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔ نظریں اپنے عکس پر ٹک گئیں۔ آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی، جیسے انتظار کی روشنی ہو، جیسے کسی بہت قیمتی شے کے قریب ہونے کی خوشی ہو۔

"زاویار آرہا ہے..."

یہ سوچ کر ہی دل عجیب سی سرشاری میں ڈوب گیا۔

☆☆☆✦☆☆☆

ادھر زاویار گاڑی میں بیٹھا، اسپتال سے ہوٹل کے راستے میں تھا، مگر اس کے دماغ میں بس ایک ہی چیز گونج رہی تھی — واپسی۔

زارا کا چہرہ نظروں کے سامنے تھا، وہ اب خطرے سے باہر تھی، مگر اس کے چہرے پر جو زخم تھے، جو تکلیف اس کی آنکھوں میں تھی، وہ زاویار کے اندر ایک طوفان برپا کر رہی تھی۔ اس کے دل میں ایک عجیب سی بے بسی تھی، جیسے وہ کچھ کر نہیں پایا، جیسے سب کچھ اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔

گاڑی کے شیشے سے باہر دیکھتے ہوئے اس نے گہری سانس لی۔

ہوٹل پہنچ کر اس نے اپنا سامان اٹھایا، کچھ ضروری چیزیں پیک کیں، اور پھر فوراً ایئرپورٹ کے لیے نکل پڑا۔

☆☆☆✦☆☆☆

حالہ مسلسل گھڑی دیکھ رہی تھی۔ وقت آگے بڑھ رہا تھا، مگر اسے لگ رہا تھا جیسے ہر پل ساکت ہو گیا ہو۔

"اب وہ ہوٹل پہنچ چکا ہو گا..."

"اب وہ ایئرپورٹ جا رہا ہو گا..."

"اب وہ فلائٹ میں بیٹھ چکا ہو گا..."

اس کے دماغ میں مسلسل خیالات چل رہے تھے، ہر منظر خود ہی بنتا جا رہا تھا۔

پھر، آخر کار، وہ لمحہ آیا۔

فون کی اسکرین دوبارہ روشن ہوئی۔

"فلائٹ ٹیک آف ہونے والی ہے، پہنچ کر بتا دوں گا۔"

حالہ نے فوراً فون سینے سے لگا لیا، جیسے اس کے دل کی دھڑکنیں زاویار کے لفظوں میں سمو گئی ہوں۔

انتظار شروع ہو چکا تھا...

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

رات آہستہ آہستہ ڈھل رہی تھی۔ کچن کی ہلکی روشنی میں حالہ کھڑی تھی، بالوں کا جھوڑا بے ترتیبی سے بندھا ہوا، ڈھیلی سی شرٹ اور ٹراوزر میں، جیسے جلدی میں کچھ کرنے کھڑی ہوئی ہو۔اس کے سامنے دیوار کے ساتھ فون اٹکا ہوا تھا، یوٹیوب پر ایک لڑکی کھانے بنانے کے طریقے بتا رہی تھی،اور وہ بے چینی سے ویڈیو دیکھتے ہوئے ہاتھ چلا رہی تھی۔

چمچ کبھی تیزی سے ہلانے لگتی، کبھی آہستہ۔ کبھی بے دھیانی میں بالوں پر ہاتھ پھیرتی، تو کبھی ماتھے پر تیوریاں ڈال کر سوچنے لگتی کہ یہ سب صحیح سے ہو بھی رہا ہے یا نہیں۔

"زاویار تو آج حیران ہی رہ جائے گا میرے ہاتھ کا کھانا کھا کر!" وہ خود سے بولی، پھر جلدی سے نظر پتیلی میں ڈالی، جہاں سالن عجیب سا رنگ اختیار کر چکا تھا۔

سامنے وہ عورت کچھ سمجھا رہی تھی، مگر حالہ کو لگ رہا تھا کہ وہ بس الفاظ برباد کر رہی ہے، کیونکہ جو کچھ وہ بنا رہی تھی، وہ تو بالکل الگ ہی نکل رہا تھا۔ کبھی بے چینی سے انگلیاں مروڑتی، تو کبھی ہاتھوں کو مسلتی۔

"پتہ نہیں کیا بنا رہی ہوں؟ ہاں حالہ، زاویار واقعی حیران رہ جائے گا تمہارا کھانا کھا کر... کیونکہ یہ بہت برا بنے گا!" وہ خود سے ہنستے ہوئے بولی، مگر اگلے ہی لمحے پھر سے چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔

"اف! کیا کروں؟ میرے سے اچھے کھانے بنتے کیوں نہیں؟"

اچانک نظریں گھڑی پر پڑیں۔

زاویار کا جہاز لینڈ کر چکا ہو گا... صرف ایک گھنٹے میں وہ گھر آ جائے گا، اور ابھی تک ڈھنگ کا کھانا تک نہیں بنا!

حالہ کی بے چینی اور بڑھ گئی۔ جلدی سے چمچ دوبارہ پکڑا اور سالن کو دیکھنے لگی، جیسے دعا کر رہی ہو کہ کسی معجزے سے وہ ٹھیک ہو جائے۔ مگر جو کچھ بھی ہو رہا تھا، وہ معجزے سے زیادہ تباہی لگ رہی تھی... پھر اچانک فون بجا۔ چونک کر پلٹی، ہاتھ سے چمچ گرا، شور ہوا، مگر وہ بغیر پرواہ کیے دوڑتی ہوئی کمرے میں آئی۔ فون چارجنگ پر لگا تھا، اس کی اسکرین پر ایک انجان نمبر جگمگا رہا تھا۔ حالہ نے کچھ لمحے ساکت ہو کر اسکرین کو دیکھا، دل میں کسی انجانے خدشے نے جنم لیا۔ ہچکچاتے ہوئے کال ریسیو کی۔

"حالہ..."

دوسری طرف سے ایک کانپتی ہوئی آواز سنائی دی۔ وہ ماہا تھی۔ "کیا ہوا؟" حالہ نے خشک حلق کے ساتھ پوچھا۔ ماہا کی سانسیں تیز تھیں، جیسے وہ رو رہی ہو۔

"حالہ... میں نے تمہیں اسپتال کی لوکیشن بھیجی ہے... فوراً پہنچو..."

حالہ کا دل ایک لمحے کو رک گیا۔ "اسپتال؟ کیوں؟ کیا ہوا؟"

اس کی آواز کانپنے لگی تھی، دل جیسے پسلیوں میں قید ہونے لگا تھا۔

"زاویار..."

بس ایک لفظ، اور حالہ کی دنیا تہس نہس ہو گئی۔

"زاویار کیا؟"

"اس کا جہاز کریش ہو گیا ہے..."

ایک پل کو لگا جیسے پورا جہاں خاموش ہو گیا ہو۔ زمین گھومنے لگی، کان سائیں سائیں کرنے لگے۔

"تم فوراً اسپتال پہنچو..."

حالہ کے ہاتھ سے فون گر گیا، فرش پر جا ٹکرایا، شاید ٹوٹ بھی گیا، مگر اسے اس کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ اس کے قدم خود بخود پیچھے ہٹے، آنکھوں کے سامنے دھند چھانے لگی، سانس جیسے سینے میں کہیں اٹک گئی۔ چولہے پر کھانا جلنے کی بو پھیلنے لگی، مگر وہ اس سب سے بیگانہ تھی۔ الماری کھولی، کپکپاتے ہاتھوں سے کوٹ نکالا، فون دوبارہ اٹھایا، کوٹ پہنتے ہوئے دروازہ کھولا مگر بند کرنا بھول گئی۔ پھر وہ بھاگنے لگی۔ اندھادھند، سڑک پر دوڑتی ہوئی۔ آنکھوں سے آنسو بہتے جا رہے تھے، سانسیں بے ترتیب، دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔

"زاویار..."

اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک ٹیکسی کو روکنے کی کوشش کی، مگر کوئی نہ رکا۔

"کوئی تو رکو! کوئی مجھے اسپتال لے چلے!!"

وہ تقریباً چیخ پڑی، مگر آواز ہوا میں تحلیل ہو گئی۔ اس کے قدم، اس کی سانسیں، اس کی روح... سب جیسے کسی اندھیری کھائی میں گرنے کو تھے۔

زاویار...!

سڑک پر اندھیرا تھا، ہوا میں عجب سی خاموشی تھی۔ حالہ بھاگ رہی تھی، قدم زمین پر پڑنے کی آوازیں بھی جیسے دم توڑ چکی تھیں۔ دل کی دھڑکن بے قابو ہو رہی تھی، سانسیں منتشر تھیں، مگر وہ رکی نہیں۔ مگر جیسے ہی وہ اُس مقام پر پہنچی، اس کے قدم جمود کا شکار ہو گئے۔ یہ کیسی جگہ تھی؟ چاروں طرف سنسان گلیاں، خاموش عمارتیں، اور ایک گہری وحشت۔

اسپتال کا تو نام و نشان تک نہ تھا۔ حالہ کا سانس رُکنے لگا، دل کسی انجانے خوف سے لرزنے لگا۔ جلدی سے اس نے فون نکالا، ماہا کی بھیجی ہوئی لوکیشن دوبارہ چیک کی — یہی تھی!

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" وہ ہانپتے ہوئے بڑبڑائی، اپنی ہتھیلی سے گالوں پر بہتے آنسو صاف کیے۔ پھر جیسے ہی اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا، اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑ گئی

ایک شخص۔

وہی کالا لمبا کوٹ پہنے ہوا۔

حالہ کا دماغ جیسے شل ہو گیا۔

یہ وہی تھا... جو اسے پہلے بھی نظر آیا تھا، جو اس کا پیچھا کر رہا تھا۔

اس کا سانس سینے میں اٹکنے لگا، خوف جیسے خون میں سرایت کر گیا۔ وہ قدم پیچھے ہٹانے لگی، جیسے کوئی زخمی ہرن درندے سے بچنے کے لیے بھاگتا ہے۔

مگر وہ آدمی آگے آ رہا تھا۔

اندھیری گلی میں صرف اُس کے قدموں کی آہٹ تھی، جو حالہ کے دل کی دھڑکن کو اور بڑھا رہی تھی۔ حالہ پیچھے ہٹتی جا رہی تھی، اس کی آنکھوں میں صرف خوف تھا۔

اچانک... اس کا پیر ایک اینٹ سے ٹکرایا، اور وہ بری طرح زمین پر جا گری۔ چیخ اس کے لبوں تک آئی مگر باہر نہ نکل سکی۔ زمین کی ٹھنڈک اس کے جسم میں سرایت کر گئی، لیکن وہ درد کو نظر انداز کرتے ہوئے تیزی سے اٹھنے لگی۔ مگر تبھی وہ شخص بالکل اس کے قریب اگیا۔ اندھیرے کی وجہ سے اس کا چہرہ واضح نہیں تھا، مگر وہ حالہ پر جھکا ہوا تھا، جیسے کوئی وحشی درندہ

شکار کو قریب سے دیکھتا ہے۔ حالہ نے چیخنے کی کوشش کی مگر اسی لمحے اس آدمی نے جھٹکے سے اس کا بازو پکڑ لیا اور کھینچ کر کھڑا کر دیا۔

"چھوڑو مجھے!" وہ چلائی، مگر آواز جیسے ہوا میں بکھر گئی۔

پھر وہ چہرہ تھوڑا سا روشنی میں آیا...اور حالہ کا سانس رُک گیا۔

عفان

زمین جیسے گردش میں آگئی۔

یہ کیا ہو رہا تھا؟

"میرے سے بچ رہی تھی؟" عفان کی آواز میں وحشت تھی، آنکھوں میں درندگی چمک رہی تھی۔ اندھیری گلی میں ہوا جیسے رک گئی ہو۔ حالہ کا سانس حلق میں اٹکنے لگا، خون جیسے رگوں میں جم گیا۔ وہ پیچھے ہٹنے لگی، مگر

اس کے قدم جیسے زمین نے جکڑ لیے ہوں۔ سامنے وہی لمبا سایہ تھا... وہی کالا کوٹ، وہی ساکت کھڑا وجود۔

عفان! اس کی نظریں حالہ پر جمی ہوئی تھیں، جیسے کوئی شکاری اپنے شکار کو گھیر رہا ہو۔ حالہ نے ایک جھرجھری لی، اس کی پشت دیوار سے جا لگی۔ آگے اندھیرا، پیچھے بند راستہ۔ بچ نکلنے کی کوئی راہ نہیں تھی۔ "کیا ہوا، حالہ؟" عفان کی آواز میں زہر گھلا ہوا تھا۔ "بھاگو گی نہیں؟" حالہ نے کانپتے ہاتھوں سے اپنے گرد ونی کوٹ لپیٹا۔ "مجھے جانے دو، عفان" وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا، قدموں کی آہٹ گلی کی مردہ خاموشی میں لرزش پیدا کر رہی تھی۔ "تمہیں جانے دوں؟" وہ مکروہ انداز میں مسکرایا۔ "جیسے میں نے اسرا کو جانے دیا تھا؟" حالہ کی آنکھیں وحشت سے پھیل گئیں۔ "دور رہو مجھ سے!!" وہ چیخی، مگر اس کی آواز لرزتی ہوئی ہوا میں تحلیل ہو گئی۔ عفان

اب خطرناک حد تک قریب آ چکا تھا۔ اس نے آہستہ آہستہ ہاتھ بڑھایا اور حالہ کے بالوں کی ایک لٹ کو انگلی میں لپیٹ کر سرسراتے لہجے میں بولا، "تمہارے یہ ڈر سے کانپتے ہونٹ... یہ خوف سے پھیلتی آنکھیں... مجھے سب سے زیادہ یہی چیزیں پسند ہیں، حالہ۔" حالہ کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کا سانس گھٹنے لگا ہو۔

اس نے پوری قوت سے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔ عفان کے چہرے پر ایک عجیب سی چمک ابھری، جیسے وہ حالہ کی بے بسی سے لطف لے رہا ہو۔ پھر، ایک جھٹکے میں، اس نے حالہ کی کلائی دبوچ لی۔

حالہ تڑپ کر پیچھے ہٹی، مگر اس کی گرفت لوہے کی مانند سخت تھی۔

"چھوڑو مجھے!" حالہ نے پوری قوت سے خود کو چھڑانے کی کوشش کی، مگر عفان نے اسے ایک زوردار جھٹکے سے اپنی طرف کھینچ لیا۔

"شور مت کرو، حالہ..." وہ سرگوشی میں بولا، مگر اس کے لہجے میں ایسی سفاکی تھی کہ حالہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑ گئی۔ "یہاں کوئی تمہاری چیخیں سننے والا نہیں ہے۔"

حالہ نے وحشت سے اپنے ارد گرد دیکھا، مگر گلی سنسان تھی۔ وہ جانتی تھی، کوئی مدد کو نہیں آئے گا۔

"خدا کے لیے، عفان..." اس کے لب کپکپا رہے تھے۔

عفان نے ایک پل کو سر جھکا کر اس کی کانپتی آواز سنی، پھر دھیرے سے مسکرا دیا۔

"خدا؟" اس نے آہستہ سے حالہ کے کان میں سرگوشی کی۔ "اگر خدا تمہیں بچانا چاہتا... تو تم آج یہاں نہ ہوتیں!" اور پھر، ایک زبردست جھٹکے سے، اس نے حالہ کو گاڑی کے دروازے سے دھکیل دیا۔ دروازہ کھلا تھا۔

حالہ پیچھے گری، اور اگلے ہی لمحے ——— دروازہ دھڑ سے بند ہو گیا۔

اندھیرے میں، گاڑی کا انجن گونجا۔ اور حالہ جان گئی... کہ اس کے لیے اب کوئی واپسی نہیں تھی۔ گاڑی اندھیرے میں سرپٹ دوڑ رہی تھی، جیسے کسی بھیانک انجام کی طرف بڑھ رہی ہو۔ حالہ کی سانس حلق میں اٹکنے لگی، اس کی انگلیاں بے دردی سے دروازے کے ہینڈل پر جم گئیں، بار بار کھولنے کی کوشش کی، مگر... لاک مضبوط تھا۔ باہر مکمل سناٹا تھا، کوئی مدد کے لیے نہیں تھا، کوئی بچانے والا نہیں تھا۔ یہاں صرف ایک درندہ تھا... اور وہ خود۔ "یہاں سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں ہے، حالہ۔" عفان کی گہری، سفاک آواز نے اس کے جسم میں سنسنی دوڑا دی۔ وہ شیشے میں جھانک کر دیکھنے لگی ——— گاڑی کے اندر پھیلی مدھم روشنی میں، عفان کا چہرہ نیم تاریکی میں چھپا تھا، مگر اس کی آنکھیں... اندھیرے میں بھی جلتی ہوئی، خطرناک

آنکھیں۔ حالہ کا سانس تیز ہونے لگا۔ خوف اس کے جسم میں سرایت کر رہا تھا، جیسے کسی جال میں الجھتی جا رہی ہو۔

"کہاں... کہاں لے جا رہے ہو مجھے؟" اس کے لب کپکپائے، آواز لرز رہی تھی، جیسے گلے سے مشکل سے نکل رہی ہو۔ عفان نے ایک لمحے کو اس کی طرف دیکھا، پھر مسکرا دیا—ایسی مسکراہٹ جس میں کوئی انسانیت نہیں تھی، بس ایک خالص درندگی تھی۔

"جہاں تمہاری قسمت لے جا رہی ہے، حالہ۔" ایک سنسناتی ہوئی سرگوشی، جو اس کے کانوں میں زہر کی طرح گھل گئی۔ حالہ نے ہاتھ جوڑ دیے، آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ "عفان، خدا کے لیے... ایسا مت کرو، مجھے جانے دو..." عفان نے ایک مکروہ قہقہہ لگایا، گاڑی کی رفتار مزید بڑھا دی۔ "اب رحم کی بھیک مانگ رہی ہو؟" وہ بولا، آواز میں خالص سفاکیت

تھی۔ "جب مجھے کال پر ذلیل کر رہی تھیں، تب یہ آنسو کہاں تھے، حالہ؟ اب چیخو، رو... جتنا چیخ سکتی ہو!" حالہ کا جسم خوف سے پتھر ہونے لگا۔ گاڑی ایک جھٹکے سے مڑی، حالہ کا سر کھڑکی سے ٹکرا گیا۔ تیز درد کی ایک لہر اس کے سر میں دوڑ گئی، آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھانے لگا۔

"چھوڑو مجھے... مجھے جانے دو...!" وہ وحشت سے چیخی، دل جیسے سینے سے باہر نکلنے کو تھا۔ "تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہیں آسانی سے جانے دوں گا؟" عفان نے سرگوشی کی، "نہیں، حالہ... تمہارے ساتھ ابھی بہت کچھ ہونا باقی ہے۔" حالہ کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔ یہ آدمی درندہ تھا... یہ آدمی قاتل تھا... اور وہ اس کی قید میں تھی! ایک لمحے میں گاڑی ایک سنسان ویران عمارت کے سامنے جا رکی۔ حالہ کا دل جیسے سینے میں دھنس گیا۔ یہ جگہ... عمارت جیسے صدیوں سے ویران تھی، جہاں زندگی کا کوئی نام

ونشان نہ تھا۔ بوسیدہ دیواریں، جن پر نمی اور کائی جم چکی تھی، جگہ جگہ دراڑیں پڑی تھیں جیسے کسی وحشی درندے نے اپنے ناخنوں سے انہیں نوچ دیا ہو۔ کھڑکیاں ٹوٹی ہوئی، دروازے آدھے لٹکے ہوئے——ایسا لگ رہا تھا جیسے یہ جگہ کسی کی موت کی کہانی سنانے کے لیے بنی ہو۔ اندھیرا... ہر طرف گھپ اندھیرا تھا، جیسے یہاں دن کی روشنی کبھی آتی ہی نہ ہو۔ ایک عجیب سی سرگوشی، جیسے ہوا ابھی یہاں کسی کا نام لے کر کراہ رہی ہو۔ حالہ کا گلا خشک ہونے لگا، دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوئیں۔ "نہیں... میں یہاں نہیں جاؤں گی..." اس کی آواز کانپ رہی تھی، آنکھوں میں وحشت تھی۔

عفان نے ایک زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھا، پھر بے دردی سے کھینچ کر گاڑی سے باہر نکال لیا۔ "ابھی تو تمہیں یہاں بہت کچھ دیکھنا ہے، حالہ۔"

"عفان۔۔۔ پلیز... خدا کے واسطے..." مگر اس کی آنکھوں میں درندگی ناچ رہی تھی۔

"تم یہاں سے کہیں نہیں جاسکتی" وہ غرّایا اور پوری قوت سے وہ اسے عمارت کے اندر گھسیٹ کر لے جانے لگا۔ قدموں کے نیچے ملبہ بکھرا ہوا تھا، دیواروں پر پچھلے وقتوں کی ادھوری تحریریں، شاید کسی کی مدد کے پیغامات تھے۔

"چھوڑو مجھے... مجھے جانے دو..." حالہ کی آواز لرز رہی تھی، مگر وہ اسے سن نہیں رہا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی ایک عجیب سا گھٹن زدہ احساس ہوا، جیسے

یہ جگہ کسی کے خون کی مہک سے بسی ہو۔ "یہاں... یہاں بہت اندھیرا ہے، پلیز، مجھے یہاں مت رکھو!" حالہ تقریباً چیخ اٹھی، اس کی سانسیں اکھڑنے لگیں۔

عفان نے ایک دروازہ کھولا—ایک چھوٹا، تنگ کمرہ، جس میں روشنی کا کوئی گزر نہ تھا۔ دیواریں نم اور سرد تھیں، کونے میں پرانے زنگ آلود زنجیریں پڑی تھیں۔

"یہی ہے تمہاری نئی دنیا، حالہ!" عفان نے اسے دروازے کے اندر دھکیل دیا اور زور سے بند کر دیا۔ حالہ لڑکھڑاتے ہوئے اندر گری، اس کے ہاتھوں میں کھرونچیں آ گئیں، کہنیوں سے خون رسنے لگا۔ اندھیرے میں بس عفان کا سایہ نظر آ رہا تھا، جیسے کوئی بھیڑیا اپنے شکار کو آخری بار دیکھ رہا ہو۔ حالہ نے چیخنے کے لیے منہ کھولا، مگر اسی لمحے...

عفان نے دروازہ زور سے بند کر دیا۔ اور اندھیرا حاوی ہو گیا "نہیں... دروازہ کھولو... خدا کے لیے، دروازہ کھولو!" حالہ چیختی رہی، دروازہ پیٹتی رہی، مگر جواب میں صرف خاموشی تھی۔ اندھیرے نے اس کا دم گھونٹنا شروع کر دیا تھا۔ حالہ کا دل سینے میں ہتھوڑے کی طرح بجنے لگا۔ اس کے ارد گرد مکمل اندھیرا چھا چکا تھا۔ گہری، وحشت ناک تاریکی، جو اس کے اندر کے سب خوف جگانے کے لیے کافی تھی۔ "نہیں... نہیں، پلیز، دروازہ کھولو...!" وہ لرزتی ہوئی آواز میں چلائی، دیوار پر ہاتھ مارنے لگی، جیسے کسی طرح روشنی ڈھونڈ لے۔ مگر ہر طرف بس گھُپ سیاہی تھی۔ اس کی سانسیں تیز ہونے لگیں، ہاتھ پیر سن ہونے لگے۔ آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔ "مجھے یہاں مت چھوڑو... پلیز... عفان، دروازہ کھولو!" اس کی آواز ہچکیوں میں بدل گئی۔ اندھیرے سے اس کی جان نکلتی تھی۔ ہمیشہ سے،

بچپن سے، جب بھی لائٹ چلی جاتی، وہ دیوانہ وار روشنی تلاش کرتی، مگر آج...

آج تو وہ مکمل طور پر تاریکی میں قید کر دی گئی تھی۔ اس کی آنکھیں پھٹی جا رہی تھیں، دل جیسے کسی بھی لمحے دھڑکنا بند کر دے گا۔ "پلیز... کوئی تو... مجھے یہاں سے نکالو..." وہ دیواروں پر ہاتھ مارتی، دروازے کو دھکیلنے کی کوشش کرتی، مگر کچھ نہیں ہو رہا تھا۔ پھر، اچانک... قدموں کی آہٹ حالہ کا پورا وجود کانپ گیا۔ "کک... کون ہے؟" وہ بمشکل بول پائی، گلا رندھ گیا تھا۔ کوئی اس کی طرف آ رہا تھا۔ آہستہ... آہستہ...

اور پھر... حالہ نے سسک کر دروازے سے ٹیک لگا لی۔ نہیں... نہیں، وہ یہاں نہیں رہ سکتی!

یہ اندھیرا اسے ختم کر دے گا... وہ کسی طرح یہاں سے نکلنا چاہتی تھی۔ مگر کیسے؟

اس کے ارد گرد بس بے رحم سیاہی تھی... اور وہ تنہا تھی۔ بالکل تنہا۔ حالہ کو لگا جیسے وہ کسی قبر میں دفن ہو چکی ہو۔ ہر طرف گہرا، گھنا اندھیرا تھا، اور اس اندھیرے میں صرف اس کی سسکیاں گونج رہی تھیں۔ وہ زمین پر سمٹی ہوئی بیٹھی تھی، اس کا پورا وجود لرز رہا تھا۔ آنکھوں میں بے پناہ خوف تھا، سانسیں بے ترتیب چل رہی تھیں۔ پسینے سے شرابور بدن، کانپتے ہاتھ، کپکپاتے ہونٹ——اندھیرا اسے کھا جانے کے لیے بڑھ رہا تھا، جیسے یہ جگہ اسے زندہ دفن کرنے والی ہو۔ "نہیں... نہیں... پلیز، مجھے یہاں سے نکالو..." اس نے بھیگی ہوئی آواز میں کہا، مگر کوئی جواب نہ آیا، صرف گہرے سناٹے کی گونج۔

اچانک، ایک خیال بجلی کی طرح دماغ میں کوندا—زاویار؟

اس کا دل جیسے رک گیا۔ زاویار کا جہاز کریش ہو گیا تھا... مگر وہ... وہ زندہ تھا؟

یہ خیال اس کے پورے جسم پر حاوی ہو گیا، جیسے کسی نے اس کے سینے پر کوئی بھاری پتھر رکھ دیا ہو۔ آنکھوں کے آگے زاویار کا چہرہ گھومنے لگا—

کیا وہ تکلیف میں تھا؟ کیا وہ ہوش میں تھا؟ کیا۔۔۔ وہ... کیا وہ سانس لے رہا تھا؟ یا وہ مر چکا تھا؟ "نہیں!" وہ بے اختیار چلائی، اس کے ناخن فرش میں دھنسنے لگے۔ اس کا سانس پھولنے لگا، جیسے کسی نے اس کا گلا گھونٹ دیا ہو۔

اگر زاویار چلا گیا... اگر وہ واقعی مر گیا... تو؟ اس کے اندر کی دنیا ہلنے لگی، ایک ناقابل برداشت تکلیف جیسے ہر نس میں سرایت کر گئی۔

"مجھے باہر جانے دو..." وہ دیوار کے ساتھ ہاتھ مارنے لگی، چیخنے لگی۔ "کوئی ہے؟ کوئی مجھے یہاں سے نکالو... مجھے زاویار کے پاس جانا ہے... مجھے..."

اور تبھی —— اسے ایک اور خوفناک حقیقت یاد آئی۔ یہ سب بھول کر، کہ وہ کہاں تھی، کیوں تھی...

عفان! اس کا دل زور سے دھڑکا، جیسے کسی نے گھونسہ مارا ہو۔

وہ... وہ تو اسے مار ڈالے گا...! نہیں، وہ ابھی مرنا نہیں چاہتی تھی۔ "نہیں... پلیز..."اس کی سسکیاں شدت اختیار کر گئیں۔ "مجھے جانے دو، مجھے زاویار کے پاس جانا ہے..."

لیکن وہاں اندھیرا تھا۔ خاموشی تھی۔ اور ایک وحشی تھا، جو اسے نگلنے کے لیے تیار کھڑا تھا۔

☆☆☆✦☆☆☆

ماہاخاموش کھڑی تھی، پشت موڑے، جیسے کسی خیال میں گم ہو۔اس کے کھلے بال ہلکی ہوا سے ہل رہے تھے،اور سرخ رنگ کا ٹاپ، جواس کے چمکدار بلیک جینز کے ساتھ تھا، رات کے اندھیرے میں نمایاں نظر آرہا تھا۔ وہ اپنے بازو سینے پر باندھے کھڑی تھی، جیسے کسی کا انتظار کر رہی ہو۔ عفان باہر نکلا، لمبا قد، سیاہ کوٹ اور گہرے نقوش،اس کے چہرے پر ایک عجیب سا سکون تھا، مگر آنکھوں میں وحشت کی چمک تھی۔ وہ ماہا کے قریب آیا،اس کے برابر کھڑا ہو کر ایک نظر اسے دیکھااور دھیرے سے مسکرایا۔ماہانے مسکرا کر گردن موڑی۔ "لو، کر دی تمہاری مدد۔اب جو کرنا ہے، کر لو۔" عفان نے ہلکی ہنسی ہنسی، جیسے کسی معصوم کھیل کی بات ہو رہی ہو۔ "بہت آسانی سے کر دیا تم نے کام... بس ایک جعلی لوکیشن بھیج کر!" ماہانے قہقہہ لگایا۔ "ہاں !اور دیکھو تو، کتنی بیوقوف نکلی۔ جہاز

کریش ہوا، اور بھاگی چلی آئی اسپتال!" وہ سر جھٹک کر ہنسی، "بھلا جہاز کریش ہونے کے بعد بھی کوئی اسپتال پہنچتا ہے؟ جہاز کریش تھا، کار ایکسیڈنٹ نہیں!"

عفان نے سگریٹ نکالی، جیب سے لائٹر نکال کر جلائی اور ایک لمبا کش لیا۔ "پاگل ہے، محبت میں اندھی ہو چکی ہے۔" اس نے دھواں چھوڑا، "ویسے ایک پل کے لیے، سچ میں ڈر گئی تھی۔ سانسیں تک بند ہو گئی تھیں اس کی!"

ماہا نے مصنوعی افسوس سے سر ہلایا۔ "ہائے بیچاری!" پھر آنکھ مار کر بولی، "پر فکر مت کرو، یہ زیادہ دیر نہیں بچے گی۔" عفان نے ایک نظر اس پر ڈالی، جیسے وہ کچھ سوچ رہا ہو۔ "تمہیں زاویار سے کتنی نفرت ہے؟" ماہا کی ہنسی پل بھر میں تھم گئی۔

"نفرت؟" وہ ہلکی آواز میں بولی، جیسے خود سے سوال کر رہی ہو، پھر سر ہلایا۔ "نہیں، عفان... میں اس سے نفرت نہیں کرتی۔" عفان نے ابرو چڑھائے، جیسے اس جواب کی توقع نہ ہو۔ "پھر یہ سب کیوں؟" ماہا نے گہری سانس لی، اس کی انگلیاں بے چینی سے اس کے بازو پر چلنے لگیں۔

"کیونکہ میں اس سے محبت کرتی ہوں... بے انتہا، حد سے زیادہ۔ اتنی محبت کہ میں اسے کھونا نہیں چاہتی، کسی بھی قیمت پر۔"

عفان نے طنزیہ ہنسی ہنسی۔ "اور تم سمجھتی ہو کہ حالہ کو راستے سے ہٹا کر وہ تمہارا ہو جائے گا؟" ماہا نے اس کی طرف دیکھا، آنکھوں میں ایک خطرناک چمک تھی۔ "وہ میرا تھا، میرا ہے، اور میرا ہی رہے گا، بس اسے یہ یاد دلانا ضروری ہے۔" وہ تلخی سے مسکرائی۔ "زاویار کو مجھ سے زیادہ کوئی

نہیں جانتا، عفان وہ میرے بغیر نہیں رہ سکتا، بس وقتی طور پر بھٹک گیا ہے۔اور میں..."

عفان نے گردن جھکائی، جیسے کچھ سوچ رہا ہو۔"لیکن، اگر وہ پھر بھی تمہارا نہ ہوا تو؟"

ماہا کے چہرے کی مسکراہٹ گہری ہو گئی، مگر آنکھوں میں کچھ لرز گیا۔"یہ ممکن ہی نہیں، عفان میں نے ہمیشہ اسے پایا ہے،اور اس بار بھی پالوں گی۔"

عفان نے سگریٹ کے دھوئیں میں اسے دیکھا، پھر ہلکا سا سر جھکایا۔"چلو، دیکھتے ہیں۔" وہ مسکرایا، مگر ماہا کی آنکھوں میں موجود جنون کو دیکھ کر اس کی مسکراہٹ کچھ دیر بعد خود ہی ماند پڑ گئی۔عفان نے سگریٹ کے دھوئیں میں ماہا کو دیکھا، پھر ایک گہری، سرد مسکراہٹ اس کے لبوں پر ابھری۔

اس کی آنکھوں میں وہی خطرناک چمک تھی جو کسی شکاری کی ہوتی ہے، جو اپنے شکار کو آہستہ آہستہ قابو میں لے رہا ہو۔

"مجھے صرف کھیل پسند ہیں، ماہا..." اس نے دھیرے سے کہا۔ "اور حالہ کے ساتھ بھی میرا ایک کھیل ہے۔" ماہا کے ماتھے پر شکنیں گہری ہو گئیں۔ "کھیل؟ کیسا کھیل؟"

عفان کی مسکراہٹ اور بھی گہری ہو گئی، اس نے اپنے لمبے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چمکتی ہوئی چیز باہر نکالی—ایک چاقو۔ "ایسا کھیل جس میں صرف میں جیتتا ہوں، اور باقی سب ہار جاتے ہیں..." وہ دھیرے سے بولا، چاقو کی دھار انگلی سے چھوتے ہوئے، جیسے وہ حالہ کو پہلے ہی اپنے جال میں پھنسا چکا ہو۔ ماہا نے ناپسندیدگی سے نظریں چرائیں۔ "میں

تمہارے طریقے میں زیادہ دلچسپی نہیں رکھتی، عفان بس اتنا یاد رکھنا کہ حالہ کو صرف زویار سے دور کرنا ہے، اسے ختم نہیں کرنا۔"

عفان نے آنکھیں نیم بند کیں، پھر ہلکے سے سر جھکا کر ایک زہریلی مسکراہٹ دی۔ "دیکھتے ہیں، ماہا... دیکھتے ہیں کہ یہ کھیل کہاں تک جاتا ہے۔"

ماہا نے ناپسندیدگی سے لب بھینچ لیے، مگر پھر وہی مصنوعی مسکراہٹ واپس چہرے پر سجالی۔ "جو بھی ہو، حالہ اب زاویار کی نہیں رہے گی۔ میں نے اسے زاویار سے بہت دور کر دیا ہے"

"شکریہ تمہاری مدد کا کے تم نے کسی بہانے سے اسے گھر سے باہر نکالا ہے ورنہ وہ نہ نکلتی اور اتنی اسانی سے میرے ہاتھ نا اتی"

"مجھے صرف اسے زاویار سے دور کرنا تھا۔۔۔ میرا کام ہو گیا اب تمہیں جو کرنا تھا اسکے ساتھ وہ کرو۔۔۔"

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

زاویار جیسے ہی اپارٹمنٹ پہنچا، دروازہ کھلا پایا۔ ایک لمحے کے لیے اس کا دل زور سے دھڑکا۔

وہ تیزی سے اندر داخل ہوا تو ایک عجیب منظر اس کا منتظر تھا——ہر طرف دھواں ہی دھواں۔ باورچی خانے سے جلے ہوئے کھانے کی بو آرہی تھی، جیسے کچھ دیر سے چولہا جل رہا ہو۔ اس نے جلدی سے دوڑ کر چولہا بند کیا،

پتیلی کو چولہے سے ہٹادیا، اور کچن کی کھڑکیاں کھول دیں تاکہ دھواں باہر نکل سکے۔

"حالہ؟" وہ بے اختیار آواز دینے لگا، مگر کہیں سے کوئی جواب نہ آیا۔

زاویار کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ کمرے میں گیا، مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ بستر خالی تھا، کوٹ کی الماری کھلی ہوئی تھی، اور کچھ چیزیں بکھری ہوئی تھیں، جیسے کوئی جلدی میں نکلا ہو۔ پھر دوسرے کمرے میں گیا وہاں بھی کوئی نہیں تھا ماہا بھی نہیں۔ کہاں گیئں یہ دونوں؟

اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ گھر کا ایسا حال تھا اور پھر یہ دونوں گھر میں تھیں بھی نہیں ایسا کیا ہوا ہے؟ اس نے جلدی سے فون نکالا اور حالہ کو کال ملائی، مگر نمبر بند جا رہا تھا۔

"کیا ہو سکتا ہے؟" وہ بڑبڑایا، ماتھے پر ہاتھ پھیرا اور فوراً باہر نکلا۔

اپارٹمنٹ سے نکلتے ہی وہ سیدھا عمارت کے گارڈ کے پاس پہنچا۔ "حالہ اور ماہا کہاں ہیں؟ وہ دونوں اپارٹمنٹ میں نہیں ہیں، کیا آپ نے انہیں باہر جاتے دیکھا ہے؟"

گارڈ نے سر اٹھایا اور کچھ سوچ کر بولا، "ماہا بی بی تو صبح سے گھر پر نہیں تھیں، وہ زیادہ تر باہر ہی ہوتی ہیں۔ لیکن حالہ بی بی ابھی یہاں سے نکلی ہیں۔ وہ بہت پریشان لگ رہی تھیں، مسلسل رو رہی تھیں۔"

یہ سنتے ہی زاویار کا رنگ اڑ گیا۔

"کیا؟" اس کی آواز میں گھبراہٹ تھی۔ "وہ کہاں گئی؟"

"پتہ نہیں، صاحب، وہ تیز قدموں سے جا رہی تھیں، کسی ٹیکسی کو روکنے کی کوشش کر رہی تھیں، مگر کوئی گاڑی رکی نہیں۔"

زاویار کے دماغ میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔

"حالہ..." وہ تیزی سے عمارت سے باہر نکلا، سڑک پر نظریں دوڑائیں، مگر وہ کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔

اس کے ذہن میں ایک ہی سوال گونج رہا تھا—آخر وہ کہاں جا رہی تھی؟ اور اس حال میں کیوں؟

زاویار نے گاڑی کی چابی گھمائی، انجن دھاڑ کے ساتھ چلنے لگا، اور اس نے فوراً گاڑی آگے بڑھا دی۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا، جیسے کوئی انہونی ہونے والی ہو۔

وہ مسلسل حالہ کو کال کر رہا تھا، مگر ہر بار کال بند جا رہی تھی۔ بے چینی بڑھتی جا رہی تھی، ماتھے پر پسینہ نمودار ہونے لگا۔

"اٹھاؤ فون، حالہ... کہاں ہو تم؟" اس نے دانت بھینچ کر بڑبڑایا، مگر دوسری طرف خاموشی تھی۔

وہ کہاں جاسکتی ہے ؟ کون سا ایسا مقام ہو سکتا ہے جہاں وہ اکیلی رات کے اس پہر گئی ہو ؟

یقیناً عفان اپارٹمنٹ میں گھس گیا ہو گا۔۔۔اور وہ اس سے ڈرتے ہوئے گھر سے بھاگ گئی ہو گی۔

جیسے ہی گاڑی ایک چوراہے پر پہنچی، اس نے سامنے سے ماہا کو آتے دیکھا۔ وہ بال کھولے، ارام سے چلتی ہوئی ارہی تھی۔

زاویار نے فوراً بریک دبائی، گاڑی ماہا کے قریب لا کر روکی، شیشہ نیچے کیا اور تیزی سے بولا، "بیٹھو!"

ماہا نے ایک پل کو چونک کر دیکھا، پھر بنا کچھ کہے گاڑی میں بیٹھ گئی۔

زاویار نے گاڑی دوبارہ آگے بڑھائی اور ساتھ ہی سوال کر دیا، "آدھی رات کو باہر کیا کر رہی ہو؟"

ماہا نے تھوڑا ہچکچاتے ہوئے کہا، "ویسے ہی، دوستوں کے ساتھ گئی تھی۔"

زاویار نے اس کی طرف ایک گہری نظر ڈالی، جیسے اسے یقین نہ آیا ہو، مگر اس وقت اس کے پاس اور سوال کرنے کا وقت نہیں تھا۔

"تم پریشان کیوں لگ رہے ہو؟" ماہا نے سرسری انداز میں پوچھا۔

زاویار نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھالتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے فون دوبارہ دیکھتے ہوئے کہا، "حالہ گھر پر نہیں ہے... دروازہ کھلا چھوڑ کر، کھانا چولہے پر رکھ کر، جانے کس عجلت میں نکل گئی ہے۔"

ماہا نے فوراً نظریں جھکا لیں، چہرے پر ایک پل کے لیے عجیب سی چمک ابھری، مگر اس نے فوراً خود کو نارمل رکھتے ہوئے کہا، "مجھے نہیں معلوم، وہ کہاں گئی ہو گی۔"

زاویار نے مایوسی سے فون ایک طرف پھینکا اور بے بسی سے گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔ اس کے دل میں ہلچل مچی ہوئی تھی، اور ایک انجانا سا خوف اس کے اعصاب پر سوار ہو رہا تھا۔ کہیں کچھ بہت غلط نہ ہو چکا ہو...

زاویار کی سانسیں بے ترتیب ہو رہی تھیں۔ اس کے اعصاب تن چکے تھے، جیسے کوئی چیز اندر ہی اندر اس کا دم گھونٹ رہی ہو۔ وہ گاڑی چلاتے ہوئے ایک پل کے لیے ماہا کی طرف مڑا اور سخت لہجے میں بولا، "میں نے تمہیں کہا تھا کہ اسے اکیلا چھوڑ کر کہیں مت جانا! تمہیں معلوم تھا کہ اس کے پیچھے کوئی لگا ہوا ہے، اسے مارنے کے لیے! پھر بھی تم نے اسے تنہا چھوڑ دیا؟"

ماہا نے گھبرا کر نظریں جھکا لیں، مگر فوراً خود کو سنبھالا، "زاویار مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ ایسے چلی جائے گی؟"

زاویار نے غصے سے اسٹیئرنگ پر مکا مارا، "یقیناً عفان نے گھر میں گھسنے کی کوشش کی ہوگی... اور وہ بھاگی ہوگی! کچھ نہ کچھ ہوا ہے، مجھے یقین ہے!"

ماہا نے خود کو نارمل ظاہر کرتے ہوئے کہا، "شاید وہ کہیں گئی ہو، تم بلاوجہ گھبرا رہے ہو... چھوٹی بچی نہیں ہے وہ..."

"بکواس بند کرو، ماہا!" زاویار نے زور سے کہا، گاڑی ایک جھٹکے سے روکی اور گہری سانس لی۔ اس کی مٹھیاں بھینچ چکی تھیں، جیسے اپنے اندر کے اشتعال کو قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ "تم نہیں جانتی کہ عفان اس کے ساتھ کیا کر سکتا ہے۔۔۔ اس کی جان اس وقت بہت خطرے میں ہے۔۔۔ تمہیں اسے اس طرح چھوڑ کر جانا ہی نہیں چاہیے تھا"

ماہا نے چپ چاپ کھڑکی کے باہر دیکھنا شروع کر دیا، جیسے وہ زاویار کی اس شدت کو نظرانداز کر رہی ہو، مگر اندر سے ایک عجیب سا سکون محسوس کر

رہی تھی——وہ جانتی تھی کہ زاویار کی یہ بے قراری صرف اور صرف حالہ کے لیے تھی، اور یہ چیز اسے مزید پاگل کر رہی تھی۔ زاویار کی انگلیاں اسٹیئرنگ پر مسلسل تھپ تھپا رہی تھیں، بے چینی ہر حرکت سے جھلک رہی تھی۔ فون ایک بار پھر کان سے لگایا، مگر کوئی جواب نہیں آیا۔ اس کی سانسیں بھاری ہونے لگیں۔ "یہ لڑکی فون کیوں نہیں اٹھا رہی؟" وہ خود سے بڑبڑایا، پھر دانت پیستے ہوئے ایک اور کال ملائی۔

ماہا جو برابر بیٹھی تھی، زاویار کی بے قراری کو بغور دیکھ رہی تھی۔ آخر کار، وہ ہنسی، مگر اس ہنسی میں تلخی تھی، "اتنی فکر ہو رہی ہے تمہیں، زاویار؟ حالہ کے بغیر سانس لینا مشکل ہو رہا ہے کیا؟"

زاویار ایک جھٹکے سے ماہا کی طرف مڑا، اس کی نظریں سخت تھیں، مگر ان میں غصے سے زیادہ تشویش تھی، "یہ کوئی مذاق نہیں ہے ماہا! میں نے تم

سے کہا تھا کہ اسے اکیلا مت چھوڑنا، پھر تم کہاں چلی گئیں؟" ماہا نے بے نیازی سے کندھے اچکائے، "تو کیا کرتی؟ سارا دن اس کے ساتھ چپکی رہتی؟ ویسے بھی، تمہیں کیا فرق پڑتا ہے؟ تم نے تو اسے چھوڑ کر مجھ سے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا، ہے نا؟"

زاویار نے گہری سانس لی، جیسے غصے کو ضبط کر رہا ہو، "یہ کوئی محبت یا شادی کا مسئلہ نہیں ہے، ماہا! وہ خطرے میں ہے، اور تم اسے یوں ہی چھوڑ کر چلی گئیں؟ اگر اس کے ساتھ کچھ ہو گیا تو؟"

ماہا کا دل جلا دینے والا قہقہہ گونجا، "ہاں، ہاں، وہ تو کوئی معصوم سی پری ہے، جسے تمہیں بچانا ہے! زاویار، تم اسے لے کر اتنے جذباتی کیوں ہو رہے ہو؟ کہیں تم اسے مجھ پر ترجیح تو نہیں دے رہے؟" زاویار نے ایک لمحے کے لیے ماہا کو سخت نظروں سے دیکھا، پھر سر جھٹک کر گاڑی دوبارہ چلا دی،

"یہ کوئی مقابلہ نہیں ہے، ماہا... مجھے اس کی فکر ہے، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ وہ کس خطرے میں ہے! اگر کچھ ہو گیا تو؟ اگر وہ..." اس نے خود کو روکا، جیسے اس خیال کو بھی جھٹکنا چاہتا ہو۔ ماہا نے دانت پیستے ہوئے رخ موڑ لیا۔ زاویار کی آنکھوں میں محبت نہیں تھی، مگر فکر ضرور تھی، اور یہی چیز اس کے دل میں آگ لگا رہی تھی۔ وہ کیسے برداشت کرتی کہ جس شخص کو وہ بے حد چاہتی تھی، وہ کسی اور کی سلامتی کے لیے یوں پاگل ہو رہا تھا؟

گاڑی تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی، اور زاویار کی نظریں مسلسل راستے پر اور ہاتھ بار بار فون پر جا رہے تھے۔ ہر گزرتا لمحہ اس کی بے چینی کو بڑھا رہا تھا۔

صبح کی روشنی اپارٹمنٹ کے بڑے شیشوں سے اندر آرہی تھی، مگر اندر کا ماحول رات کے اندھیرے کی طرح بوجھل تھا۔ ہر چیز جُزوی طور پر بکھری ہوئی لگ رہی تھی، جیسے کسی نے جلد بازی میں چھوڑ دی ہو۔ فرش پر حالہ کا ایک دپٹہ پڑا تھا، جو شاید اس کے جاتے وقت گر گیا تھا۔ کچن کی طرف نظر دوڑائی تو وہاں چولہے پر جلا ہوا کھانا اب تک موجود تھا، ہوا میں جلے ہوئے مصالحوں کی تلخ خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور زاویار اندر داخل ہوا، اس کے پیچھے ماہا تھی۔ دونوں کی حالت ایسی تھی جیسے کسی جنگ سے لوٹ رہے ہوں۔ زاویار کے چہرے پر گہری مایوسی تھی، آنکھوں کے گرد تھکن کے گہرے سائے تھے۔ ماہا کی حالت بھی کسی سے کم نہ تھی، وہ رات بھر اس کے ساتھ حالہ کو ڈھونڈتی رہی تھی، یا یوں کہہ لو کہ زاویار کے ساتھ رہنے کے لیے خود کو مجبور کر رہی تھی۔

ماہا تھکن سے ایک صوفے پر بیٹھ گئی، سر پیچھے ٹکا کر گہری سانس لی، مگر اس کے دل میں بے چینی تھی۔ وہ خود کو الزام دینے لگی تھی، شاید پہلی بار اسے احساس ہو رہا تھا کہ اس نے جو کیا، وہ بہت حد تک غلط تھا۔ مگر اب وہ پیچھے نہیں ہٹ سکتی تھی۔

زاویار ایک قدم آگے بڑھا، اس کی نظریں بے جان سی تھیں۔ وہ اپارٹمنٹ کے اندر ایسے دیکھ رہا تھا جیسے یہ جگہ اس کے لیے اجنبی ہو چکی ہو۔ وہ کچھ دیر دروازے کے قریب کھڑا رہا، جیسے وہ نہیں جانتا تھا کہ اب آگے کیا کرنا ہے۔ پھر دھیرے سے صوفے پر بیٹھ گیا اور سر ہاتھوں میں گرا لیا۔

"ہم نے ہر جگہ دیکھ لیا..." اس کی آواز بوجھل تھی، جیسے وہ خود کو سنانے کے لیے بول رہا ہو۔ "وہ کہیں نہیں ہے، ماہا۔"

ماہانے نظریں چُرائیں، وہ جانتی تھی کہ حالہ کہاں ہے، مگر وہ اس کا ذکر نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے خود کو زاویار کے قریب کیا اور نرمی سے بولی، "تم اتنے مایوس کیوں ہو رہے ہو؟ ہو سکتا ہے وہ کسی محفوظ جگہ ہو، شاید وہ خود چھپ گئی ہو..."

زاویار نے ایک تلخ ہنسی ہنسی "نہیں، وہ چھپی نہیں ہے، وہ چھپ نہیں سکتی۔ وہ خوف زدہ تھی، ماہا۔ وہ جانتی تھی کہ عفان اس کے پیچھے ہے، اور پھر بھی میں نے اسے یقین دلایا تھا کہ کچھ نہیں ہو گا۔ میں نے کہا تھا کہ میں اسے بچا لوں گا، میں نے وعدہ کیا تھا کہ میں اسے کچھ نہیں ہونے دوں گا..."

اس کی آواز میں خالی پن تھا، جیسے وہ خود کو الزام دے رہا ہو۔

ماہانے اس کا ہاتھ تھامنا چاہا، مگر زاویار نے جھٹک دیا، جیسے وہ اس وقت کسی کی ہمدردی نہیں چاہتا تھا۔ وہ صوفے سے اٹھا اور بے چینی سے ٹہلنے لگا۔

"اگر اسے کچھ ہوا تو؟" اس نے اچانک سوال کیا، اور یہ سوال خود اس کے وجود کو جھنجھوڑ گیا تھا۔ "اگر وہ..." اس کے لب تھرتھرا گئے، جیسے وہ خود کو یہ سوچنے سے روکنا چاہ رہا ہو۔

ماہا نے نرمی سے کہا، "ایسا مت سوچو، زاویار۔ وہ مل جائے گی، ہمیں مزید کوشش کرنی ہوگی..."

"اور اگر دیر ہو گئی؟" زاویار کی آواز ایک دم تیز ہو گئی، جیسے وہ اپنے ضبط کی آخری حد پر تھا۔ "اگر وہ زندہ ہی نہ رہی تو؟ اگر میں سچ میں اسے بچانے میں ناکام ہو گیا؟۔۔۔ اور اگر اس کی لاش مجھے ملی؟"

ماہا نے بمشکل خود پر قابو پایا، وہ نہیں چاہتی تھی کہ زاویار اس کے چہرے سے کوئی سچائی پڑھ لے۔ وہ جانتی تھی کہ حالہ کہاں ہے، اور کس حال میں ہے۔۔۔ مگر وہ اسے زاویار کے لیے کبھی واپس نہیں آنے دے گی۔

"ہمیں امید رکھنی ہوگی، زاویار۔" وہ آہستہ سے بولی، "وہ زندہ ہوگی، کہیں نہ کہیں۔ ہمیں بس اسے ڈھونڈنا ہے۔"

زاویار نے گہری سانس لی، مگر اس کی آنکھوں میں وہ چمک نہیں تھی جو کبھی ہوتی تھی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ کچھ بہت غلط ہو چکا ہے، اور اب شاید واپسی کا کوئی راستہ نہیں بچا تھا۔

زاویار نے سر جھکا لیا، اس کی آنکھیں خالی دیوار پر جمی ہوئی تھیں، جیسے وہ کسی اور ہی دنیا میں کھو گیا ہو۔ وہ تھک چکا تھا، ذہنی طور پر، جسمانی طور پر، جذباتی طور پر۔ ہر طرف سے صرف ایک ہی خیال اس کے دماغ میں گونج رہا تھا—حالہ کہاں ہے؟

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا، آواز میں نہ کوئی غصہ تھا، نہ کوئی سختی، بس ایک تھکن تھی، ایک ایسا دکھ جو شاید لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتا تھا۔

پہلے زارااور اب حالہ۔

"چاہے وہ جیسی بھی تھی... لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ بہت ڈرپوک تھی، ماہا۔" اس کے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ ابھری "ایک بار بجلی چلی گئی تھی اور وہ پورے اپارٹمنٹ میں اندھیرے میں گھبرائی ہوئی بھاگتی رہی، اور رونے لگی تھی۔"

ماہا خاموش رہی، اس کے ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں الجھنے لگیں۔ وہ یہ سب نہیں سننا چاہتی تھی۔

"اسے اندھیرے سے ڈر لگتا تھا۔۔۔ وہ ڈرپوک لڑکی ہے وہ اندھیرے میں نہیں رہ سکتی۔۔۔ اسے اندھیرا کاٹتا ہے" زاویار نے سر جھٹکا، جیسے وہ یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ ایک ایسی لڑکی جو اندھیرے میں سوتے ہوئے بھی

گھبرا جاتی تھی، وہ اس وقت نجانے کہاں، کس حال میں ہو گی؟" وہ تو رات میں اکیلے کمرے میں بھی نہیں رہتی تھی، اور اب..."

زاویار کے حلق میں جیسے کوئی چیز اٹک گئی ہو، اس کی آنکھیں سرخ ہونے لگیں، مگر اس نے اپنے جذبات کو سختی سے قابو میں رکھا۔

"مجھے اس کی فکر ہو رہی ہے، ماہا۔" اس بار اس کی آواز میں شکست کی گونج تھی، "اسے اندھیرے سے ڈر لگتا ہے، وہ بند کمروں میں نہیں رہ سکتی۔ اگر... اگر وہ کسی بند جگہ میں ہے؟ اگر وہ چیخ رہی ہو، رو رہی ہو، لیکن کوئی نہ ہو جو اسے سن سکے؟"

ماہا نے نظریں جھکا لیں، وہ جانتی تھی کہ زاویار جو کچھ کہہ رہا تھا، وہ سب سچ تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اب، اس وقت، حالہ وہیں تھی جہاں وہ خود چاہتی تھی کہ وہ ہو—عفان کے چنگل میں۔

"وہ ٹھیک ہو گی، زاویار۔" اس نے زبردستی ہمدردی ظاہر کرتے ہوئے کہا، "ہم اسے ڈھونڈ لیں گے۔"

زاویار نے اس کی طرف دیکھا، جیسے وہ اس کے لفظوں میں کوئی سچائی تلاش کر رہا ہو، مگر کچھ تھا جو اسے مطمئن نہیں کر رہا تھا۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا، ماہا۔" وہ دھیرے سے بولا، "مجھے لگ رہا ہے۔۔۔ ہم اسے ڈھونڈنے میں دیر کر دیں گے۔۔۔"

اس جملے کے بعد کمرے میں مکمل خاموشی چھا گئی۔ ایک ایسی خاموشی، جو کسی آنے والے طوفان کا پتا دے رہی تھی۔

☆☆☆✦☆☆☆

چھوٹے سے کمرے میں ہر طرف گھٹن تھی، جیسے دیواریں اس پر آ کر گرنے والی ہوں۔ اوپر کی طرف ایک چھوٹی سی کھڑکی تھی جہاں سے بس ہلکی سی روشنی اندر آ رہی تھی، باقی پورا کمرہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ کئی بار دروازے کو دھکا دے چکی تھی، مگر وہ مضبوط تھا—بہت مضبوط۔ اندھیرا تھا۔ اتنا گہرا، اتنا وحشت ناک کہ حالہ کو لگ رہا تھا جیسے یہ اسے نگل لے گا۔ وہ گھٹنوں میں سر دیے زمین پر بیٹھی تھی، سانسیں بے ترتیب، ہاتھ کانپ رہے تھے۔ یہ کیسی جگہ تھی؟ کوئی کھڑکی نہیں، کوئی روشنی نہیں، جیسے وہ کسی قبر میں دفن ہو چکی ہو۔

اس کے پورے جسم پر لرزہ طاری تھا۔ وہ اندھیرے سے نفرت کرتی تھی، اس سے ڈرتی تھی۔ لیکن اس بار یہ اندھیرا صرف روشنی کی غیر موجودگی نہیں تھا، یہ وحشت کی علامت تھا، ایک کمرہ جو اس کی چیخوں کو باہر نہیں

جانے دے گا، ایک جگہ جہاں کوئی بھی اس کا ہاتھ پکڑ کر یہ نہیں کہے گا کہ "کچھ نہیں ہو گا، میں ہوں نا۔"

زوردار دھڑاکے سے دروازہ کھلا۔

حالہ نے فوراً سر اٹھایا، سانس جیسے سینے میں ہی رک گئی۔ دروازے پر وہی کھڑا تھا— عفان وہ آہستہ آہستہ اندر آیا، جیسے کسی وحشی درندے کو اپنی شکار پر مکمل گرفت حاصل ہو۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سا سکون تھا، جیسے وہ پہلے ہی جیت چکا ہو۔

حالہ پیچھے ہٹنے لگی، ہاتھ دیوار سے ٹکرا گیا، کوئی راستہ نہیں تھا۔

عفان نے گردن ترچھی کی، ایک ہلکی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر تھی۔ "یہ کیا، حالہ؟ اتنا ڈر کیوں رہی ہو؟ میں تو بس تمہیں دیکھنے آیا ہوں۔"

حالہ کی آنکھوں میں وحشت تھی، سانس اتنی تیز چل رہی تھی کہ وہ بول بھی نہیں پارہی تھی۔ وہ زمین پر رینگتی ہوئی پیچھے ہونے لگی، لیکن یہ کمرہ، یہ لعنتی کمرہ ختم ہی نہیں ہو رہا تھا۔ عفان جھکا۔ اس کا چہرہ حالہ کے اتنا قریب تھا کہ اس کی سانسیں حالہ کے ماتھے پر محسوس ہو رہی تھیں۔ "دور رہو مجھ سے، تم..." اس کے منہ سے لفظ نہیں نکل رہے تھے، حلق میں جیسے کوئی چیز پھنس چکی تھی۔ "تم... تم ایک بے غیرت اور گھٹیا انسان ہو"

عفان ہنسا۔ ہنستا چلا گیا۔ جیسے حالہ کی بے بسی سے اسے کوئی خاص لطف آرہا ہو۔

"یہ ہوئی نا بات..." اس نے پیچھے ہوتے ہوئے طنزیہ انداز میں کہا، "اب کچھ تو مزہ آیا، ورنہ تم تو بس کانپ ہی رہی تھی!" حالہ کا دماغ سن ہو رہا تھا۔ وہ پاگلوں کی طرح نفرت بھری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"کیوں کر رہے ہو یہ سب ؟" اس نے چیخ کر پوچھا، اس کے حلق سے نکلتی آواز خود اسے اجنبی لگ رہی تھی۔

عفان نے ایک ادا سے زمین پر بیٹھتے ہوئے قہقہہ لگایا۔ "کیونکہ مجھے تم دونوں سے نفرت ہے، حالہ۔ تم اور وہ تمہاری بے وقوف دوست۔ "

"اسرہ کو کیوں مارا؟" اس کی آواز لرز رہی تھی، آنکھوں سے آنسو نکل کر اس کے رخسار بھیگو رہے تھے۔

عفان نے کندھے اچکائے۔ "بس، دل چاہا۔ مجھے تم لوگوں کے چہروں پر خوف دیکھنا تھا۔ وہ لمحہ جب تمہیں پتہ چلے کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ تم کتنی معصوم ہو، حالہ... اور اتنی آسانی سے یقین کر لیا کہ زاویار بھی مر گیا؟"

حالہ کے دل کی دھڑکن لمحے بھر کو رک گئی۔

"کیا مطلب ؟"

عفان نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔ "مجھے کیا پتہ، شاید وہ مرا ہی نہ

ہو؟"

یہ سن کر حالہ کو لگا کہ جیسے وہ زمین میں دھنس گئی ہو۔ وہ واقعی مر چکا تھا
یا... نہیں؟

"تم مجھے کیوں مارنا چاہتے ہو؟" اس نے لرزتی آواز میں پوچھا۔

عفان نے گردن ترچھی کر کے غور سے اسے دیکھا، پھر سر جھکایا اور

دھیرے سے کہا۔

"کیونکہ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ ڈر کی آخری حد کیا ہوتی ہے، حالہ۔ اور

تم... تم مجھے وہ حد دکھانے جا رہی ہو۔"

حالہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔ اسے لگا جیسے اس کے جسم کا خون برف بن چکا

ہو۔

عفان کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی، جیسے وہ اس لمحے کا بے چینی سے انتظار کر رہا ہو۔ وہ آہستہ سے حالہ کے اور قریب ہوا اتنا قریب کہ اس کی موجودگی کی وحشت حالہ کے جسم میں سنسناہٹ پیدا کر رہی تھی۔

"تم کانپ رہی ہو، حالہ" اس نے سرگوشی کی، اس کے لہجے میں ایک عجیب سا سکون تھا، جیسے وہ ہر چیز کو کنٹرول کر رہا ہو۔ "یہی تو دیکھنا چاہتا تھا میں، تمہاری ہار، تمہارا خوف، تمہاری بے بسی..."

حالہ نے خود کو پیچھے کھینچنے کی کوشش کی، مگر پیچھے دیوار تھی—کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ اب مکمل طور پر عفان کے رحم و کرم پر تھی۔

"مت آؤ میرے قریب!" وہ چیخی، اس کی آواز میں خوف، نفرت اور بے بسی سبھی کچھ تھا۔

عفان ہنسا، ایک ٹھہرا ہوا، سفاک قہقہہ، جیسے وہ اس کی تکلیف کا مزہ لے رہا ہو۔

"اوہ، تو تمہیں لگتا ہے کہ چیخنے سے میں رک جاؤں گا؟" وہ دھیرے سے بولا، جیسے کسی بچے کو سمجھا رہا ہو۔ "نہیں، حالہ... میں نے کہا تھا نا، تم مجھے وہ حد دکھانے والی ہو، جسے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

وہ جھک کر اس کے چہرے کے قریب آیا، اس کی سانسیں حالہ کے گالوں کو چھو رہی تھیں۔

"تمہیں پتہ ہے، حالہ؟" اس نے سرگوشی کی، "ڈر کی سب سے بڑی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ یہ تمہیں توڑ دیتا ہے۔ اور میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم کب ٹوٹو گی۔"

حالہ کا سانس جیسے رک گیا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ عفان اس کے ساتھ اس طرح کیوں کر رہا تھا؟

"میں نہیں ٹوٹوں گی!" اس نے غصے اور خوف کے امتزاج سے کہا، مگر اس کی آواز کپکپا رہی تھی۔

عفان نے مسکرا کر سر ہلایا، جیسے اسے یقین تھا کہ یہ سچ نہیں۔

"دیکھتے ہیں..." وہ بولا، اور اگلے ہی لمحے اس نے ہاتھ بڑھایا اور حالہ کے بالوں کو سختی سے اپنی انگلیوں میں جکڑ لیا۔

حالہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، مگر اس نے اپنی چیخ کو زبردستی روکا۔

"تم جیسے لوگ صرف کمزوروں کو ڈرا سکتے ہیں، مگر میں کمزور نہیں ہوں!" وہ چیخی۔

عفان نے قہقہہ لگایا، اس کی گرفت مزید سخت ہو گئی۔

"واقعی؟" وہ سرگوشی کے انداز میں بولا، "پھر یہ آنسو کیوں بہہ رہے ہیں، حالہ؟"

وہ بے بسی سے لرز رہی تھی۔ اس کا دل چاہا کہ کسی طرح خود کو اس عذاب سے آزاد کر لے، مگر وہ جانتی تھی کہ اس کی ایک بھی حرکت اسے مزید تکلیف دے سکتی ہے۔

"چلو دیکھتے ہیں، تم کتنی مضبوط ہو،" عفان نے آنکھوں میں جنون لیے کہا اور ایک زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ پیچھے ہٹ گیا، جیسے وہ ابھی اور کھیلنا چاہتا ہو۔۔۔ اتنی جلدی نہیں مارے گا تڑپا تڑپا کر مارنے کا مزہ ہی الگ تھا۔

حالہ نے ایک گہری سانس لی، مگر وہ جانتی تھی کہ یہ صرف ایک وقفہ ہے۔

یہ ختم نہیں ہوا تھا... یہ تو بس شروعات تھی۔

☆☆☆✦☆☆☆

زاویار صوفے پر بیٹھا تھا، نظریں نیچے مرکوز کیے، جیسے کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہو۔ اس کا دل مسلسل بے چین تھا، اور جب تک حالہ نہیں مل جاتی، شاید یہ بے چینی یوں ہی برقرار رہتی۔ ماہا کچھ کہہ رہی تھی، مگر اس کی آواز جیسے کسی دور دراز ویرانے سے آ رہی ہو، مدھم اور بے معنی۔ زاویار کو سننے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ بس اپنے خیالوں میں گم تھا، ہر شے سے کٹا ہوا۔

"زاویار؟"

ماہا کی آواز اچانک بلند ہوئی تو وہ چونک کر نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"ہاں؟"

"کچھ کھاؤ گے ؟" ماہا نے آہستگی سے پوچھا، مگر اس کے لہجے میں فکر واضح تھی۔ وہ جانتی تھی کہ زاویار پریشان ہے، اور یہ کس کے لیے ہے، یہ بھی وہ اچھی طرح سمجھتی تھی۔ شاید اسی لیے وہ مزید بے چین تھی۔

مگر زاویار نے اس کی بات کو مکمل نظرانداز کرتے ہوئے اپنا فیصلہ سنا دیا۔

"تم اپنے گھر واپس جا سکتی ہو۔"

ماہا نے حیرانی سے اسے دیکھا۔ "کیوں ؟ تمہیں میرا یہاں رہنا اچھا نہیں لگ رہا؟"

"ماہا، میں نے تمہیں یہاں صرف حالہ کے لیے بلایا تھا کیونکہ وہ اکیلی تھی... مگر تم نے لاپروائی دکھائی، تم اسے اپارٹمنٹ میں تنہا چھوڑ کر چلی گئیں، اور پھر... بہت کچھ ہو گیا، ماہا۔ بہت کچھ۔" کمرے میں ایک بوجھل خاموشی چھا گئی۔ ماہا کے لب ہلکے سے کانپے، مگر وہ کچھ نہ کہہ سکی۔

زاویار نے چند لمحے توقف کیا، جیسے خود کو مزید کچھ کہنے کے لیے تیار کر رہا ہو، پھر دھیرے سے بولا، "تو اب تمہارا میرے ساتھ رہنے کا کیا فائدہ؟ تم واپس چلی جاؤ۔"

"نہیں، زاویار... تم ابھی تک زارا کے غم سے بھی نہیں نکلے ہو، میں تمہیں اس حال میں اکیلا کیسے..."

"ماہا، میں خود کو سنبھال سکتا ہوں۔ میں مضبوط ہوں، کمزور نہیں..."

زاویار کی آواز میں تھکن تھی، جیسے اس نے یہ بات خود کو کئی بار دہرائی ہو۔

"اور تم... تم اپنے گھر چلی جاؤ۔ میرے ساتھ رہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔"

ماہا خاموشی سے اسے دیکھتی رہی، جیسے الفاظ کے بغیر اس کے زخموں کو سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو، مگر زاویار نے نظریں نہیں ملائیں۔

پھر وہ ایک پل کے توقف کے بعد صوفے سے اٹھا، دروازہ کھولا اور بنا کوئی اور لفظ کہے اپارٹمنٹ سے باہر نکل گیا، جبکہ ماہا پیچھے کھڑی رہ گئی، بے بس، خاموش، اور کچھ نہ کہہ سکنے کی اذیت میں گھری۔

☆☆☆✦☆☆☆

کمرے میں گہرا سناٹا تھا، جیسے یہاں وقت تھم گیا ہو۔ ہلکی سی روشنی پردوں کی درز سے اندر آرہی تھی، مگر زارا کو سب کچھ دھندلا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ بیڈ پر بیٹھی تھی، مگر ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ وہاں نہیں، کہیں اور ہو، کسی ایسی جگہ جہاں کوئی آواز نہیں، کوئی حرکت نہیں، بس ایک خالی پن، ایک گہرا اندھیرا۔ اس کے جسم پر حادثے کے نشانات تازہ تھے—— پیشانی پر گہری خراش، بازو پر زخم، اور ٹانگ پر پٹی بندھی ہوئی۔ مگر ان زخموں سے زیادہ،

جو چیز اسے اندر سے توڑ رہی تھی، وہ وہ زخم تھا جو دکھائی نہیں دیتا تھا۔ وہ خالی نظروں سے دیوار کو دیکھ رہی تھی، جیسے کچھ سوچنے کی کوشش کر رہی ہو، مگر کچھ بھی واضح نہیں ہو رہا تھا۔

آج ہی اسے اسپتال سے ڈسچارج کیا گیا تھا، مگر گھر آکر بھی، وہ خود کو اسی سفید دیواروں میں قید محسوس کر رہی تھی۔ وہ زخم جو اس نے کھویا تھا، وہ درد جو لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتا، وہ ایک خاموشی جو چیخوں سے بھی زیادہ جان لیوا تھی۔

دروازہ آہستہ سے کھلا۔ عبیل اندر آیا۔ اس کے اپنے وجود پر بھی حادثے کے نشان واضح تھے — ماتھے پر گہری پٹی، بازو پر زخم، اور کندھے پر نیلا نشان جو ظاہر کر رہا تھا کہ وہ کتنی شدت سے زمین پر گرا تھا۔ مگر ان سب سے زیادہ، اس کی آنکھوں میں ایک ایسا درد تھا جو کسی دوا سے نہیں بھر سکتا

تھا۔ وہ آہستہ سے زارا کے سامنے آ کر بیٹھا۔ مگر زارا نے کوئی ردعمل نہیں دیا، جیسے اسے معلوم ہی نہ ہو کہ کوئی آیا ہے۔ وہ اسی طرح خلا میں دیکھ رہی تھی، جیسے کچھ ڈھونڈ رہی ہو، کچھ جو ہمیشہ کے لیے کھو چکا تھا۔

"زارا..." عبیل نے آہستہ سے اسے پکارا، مگر وہ نہیں چونکی، نہیں پلٹی، بس اسی طرح بیٹھی رہی، جیسے اس کا ذہن کہیں اور قید ہو۔

اچانک، وہ دھیمی، سرگوشی جیسی آواز میں بولی، "عبیل... میں نے اُسے کھو دیا۔"

عبیل کا دل جیسے مٹھی میں آ گیا۔ اس نے زارا کے ہاتھ تھامنے کی کوشش کی، مگر وہ پیچھے ہٹ گئی، جیسے کسی غیر کو دیکھ رہی ہو۔

"میں نے سب ختم کر دیا... میں اچھی ماں نہیں تھی؟ مجھے ماں بننے کا حق نہیں تھا؟ میں نے کیا غلطی کی تھی، عبیل؟"

عبیل کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ وہ اسے دیکھ رہا تھا، وہ زارا جو پہلے زندگی سے بھری ہوتی تھی، جو ہر وقت کسی نہ کسی بات پر ہنس پڑتی تھی، جو معمولی چیزوں میں خوشی ڈھونڈ لیتی تھی، آج وہ ایک ٹوٹا ہوا وجود بن چکی تھی، ایک ایسا وجود جس کے اندر سب کچھ بکھر چکا تھا۔

"زارا، پلیز... خود کو الزام مت دو۔ یہ تمہاری غلطی نہیں تھی۔ یہ..." اس کی آواز بھرا گئی، وہ خود بھی بمشکل اپنے جذبات قابو میں رکھ رہا تھا۔

"نہیں، یہ میری غلطی تھی!" زارا نے اچانک چیخ کر کہا۔ اس کی آنکھوں میں وحشت تھی، اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ "اگر میں اس دن باہر نہ جاتی... اگر میں زیادہ محتاط ہوتی... شاید... شاید سب ٹھیک ہوتا..."

عبیل نے آگے بڑھ کر اسے اپنے بازوؤں میں لے لیا۔ زارا نے مزاحمت کی، مگر پھر ایک دم اس کے کندھے پر اپنا سر رکھ دیا، اور ایک ہچکی کے ساتھ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

عبیل نے اس کے بالوں میں آہستہ سے ہاتھ پھیرا، اس کی پشت سہلائی، جیسے اس کے بکھرے وجود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"زارا، میں جانتا ہوں کہ یہ درد ناقابلِ برداشت ہے... مگر ہم اس کے ساتھ جینا سیکھیں گے، ایک دوسرے کا سہارا بن کر... میں تمہیں اس حال میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا، زارا۔"

زارا کی ہچکیاں کمرے میں گونج رہی تھیں۔ اس کا پورا وجود لرز رہا تھا، جیسے اس کا جسم اس دکھ کا بوجھ اٹھانے سے قاصر ہو۔ وہ عبیل کے سینے سے لگی

سسک رہی تھی، اس کی انگلیاں بے یقینی سے عبیل کی قمیض کو مٹھی میں دبا رہی تھیں، جیسے اسے یقین نہ آرہا ہو کہ جو کچھ ہوا، وہ سچ تھا۔

"عبیل... اب ہم کیا کریں گے؟" اس نے لرزتی آواز میں کہا۔ "میں... میں ماں نہیں بن سکتی... ہمارا بچہ چلا گیا... سب ختم ہو گیا..."

عبیل نے آنکھیں سختی سے بند کر لیں، جیسے وہ اپنے آنسو ضبط کر رہا ہو۔ وہ زارا کو دیکھنا بھی چاہتا تھا، مگر اس کے الفاظ میں جو ٹوٹ پھوٹ تھی، وہ اسے مزید توڑ رہی تھی۔

"زارا، بس..." اس نے نرمی سے کہا، مگر زارا نے اس کی بات کاٹ دی۔

"نہیں! تمہیں نہیں سمجھ آرہی، عبیل!" وہ ایک دم اس سے الگ ہوئی، اس کی آنکھوں میں سرخی تھی، چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ "میں کبھی ماں نہیں بن سکوں گی... کبھی نہیں... یہ خلا کبھی نہیں بھرے گا، کبھی نہیں!"

عبیل نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھاما، جیسے اسے حقیقت سے جوڑنے کی کوشش کر رہا ہو۔ "زارا، میں جانتا ہوں کہ یہ خلا کبھی نہیں بھر سکتا، مگر ہم ایک دوسرے کے لیے کافی ہیں۔ میں تمہیں اکیلا نہیں چھوڑوں گا، کبھی نہیں۔"

زارا نے سر نفی میں ہلایا، جیسے وہ اس یقین کو قبول نہیں کر پا رہی تھی۔ "عبیل، میں تمہیں ایک مکمل زندگی نہیں دے سکتی... میں تمہیں وہ خوشی نہیں دے سکتی جو تم چاہتے تھے..."

"اور تمہیں لگتا ہے کہ میری خوشی صرف ایک بچے سے مشروط تھی؟"

عبیل کی آواز میں درد اور ناراضگی کا امتزاج تھا۔ "زارا، میں نے تم سے محبت کی ہے، تمہاری ذات سے، تمہارے ہونے سے۔ یہ سب میرے

اختیار میں ہوتا، تو میں تمہارے لیے ہر درد کو خرید لیتا، مگر زندگی ہمیشہ ویسی نہیں ہوتی جیسی ہم چاہتے ہیں۔"

زارا نے اپنے آنسو پونچھنے کی کوشش کی، مگر وہ رک نہیں رہے تھے۔

"میں کمزور پڑ گئی ہوں، عبیل... میں برداشت نہیں کر پا رہی... میں خود سے بھی خوفزدہ ہوں۔"

عبیل نے ایک گہرا سانس لیا، پھر آہستہ سے اس کے ہاتھ تھام لیے۔ "تو بس میری طرف دیکھو، زارا۔ جب تمہیں لگے کہ سب ختم ہو چکا ہے، تو میری آنکھوں میں دیکھو۔ یہاں تمہارے لیے ہمیشہ ایک جگہ ہے، ہمیشہ ایک محبت ہے۔ تم اکیلی نہیں ہو، زارا... ہم دونوں اس دکھ سے نکلیں گے، ساتھ میں۔"

"عبیل... تم ایک باپ ہو سکتے ہو، مگر تم کبھی ماں کے درد کو نہیں سمجھ سکتے۔"

عبیل نے بے چینی سے زارا کو دیکھا، مگر وہ کسی اور ہی دنیا میں تھی۔اس کی انگلیاں کمبل کی سلوٹوں کو بے دھیانی سے مٹھی میں دبا رہی تھیں، جیسے وہ کوئی کھوئی ہوئی شے تھامنا چاہتی ہو، جواب کبھی نہیں ملے گی۔

"ماں بننا صرف ایک رشتہ نہیں ہوتا، عبیل... یہ ایک وجود کا ٹوٹ جانا، بکھر جانا، اور پھر خود کو کسی اور میں ڈھال لینا ہوتا ہے۔ماں کے لیے اس کا بچہ اس کا ایک حصہ ہوتا ہے... جیسے سانس، جیسے دل کی دھڑکن۔اور جب وہی بچہ اس سے چھین لیا جائے، تو وہ ایسے ہوتا ہے جیسے کوئی اندر سے جسم کو کھینچ لے، جیسے کوئی روح کو نوچ کر رکھ دے۔ تم شاید اپنا دکھ لفظوں میں

بیان کر سکتے ہو، مگر میں نہیں کر سکتی... کیونکہ جو میں نے کھویا ہے، وہ میرے جسم کا ایک حصہ تھا، میری سانس تھی، میرا جینا تھا۔"

عبیل کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔ وہ ہمیشہ سے جانتا تھا کہ زارا کا درد شدید ہے، مگر یہ احساس کہ وہ اس درد کو پوری طرح سمجھ بھی نہیں سکتا، اسے مزید بے بس کر رہا تھا۔ زارا نے نم آنکھوں سے ایک دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ سر جھکایا، مگر اس مسکراہٹ میں ایک ایسی گہری ویرانی تھی جو عبیل کو اندر تک چیر گئی۔ "تم کہو گے کہ وقت کے ساتھ سب ٹھیک ہو جائے گا، مگر عبیل... ماں کے لیے وقت نہیں ٹھہرتا، وہ بس رک جاتی ہے، اسی لمحے میں، جہاں اس کا بچہ آخری بار موجود تھا... اور وہ لمحہ ہمیشہ کے لیے امر ہو جاتا ہے۔"

عبیل نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ صرف زارا کی طرف دیکھتا رہا، اور ایک حقیقت آہستہ آہستہ اس کے وجود میں اترنے لگی——زارا کی آنکھوں میں جو کھوکھلا پن تھا، وہ شاید کبھی نہیں بھر سکے گا۔

اس نے زارا کا ہاتھ تھامنے کی کوشش کی، مگر وہ پیچھے ہٹ گئی۔

"زارا..." اس نے مدھم آواز میں کہا، جیسے کوئی بکھرتے شیشے کو تھامنے کی کوشش کر رہا ہو۔ "میں جانتا ہوں کہ یہ دکھ ناقابلِ برداشت ہے، مگر ہم دونوں ابھی بھی ساتھ ہیں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں، زارا... تمہیں اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔"

زارا نے ایک گہری سانس لی، جیسے اس کے اندر کوئی بوجھ بھاری ہوتا جا رہا ہو۔ اس نے سر اٹھایا، اور اس کی آنکھوں میں عجیب سی ویرانی تھی۔ "اکیلا نہیں چھوڑو گے؟" وہ ہلکے سے مسکرائی، مگر اس مسکراہٹ میں ایک

خوفناک گہرائی تھی۔ "عبیل، تنہائی کا مطلب صرف کسی کے ساتھ ہونے یا نہ ہونے سے نہیں ہوتا۔ تم میرے ساتھ ہو، مگر کیا تم میرے اندر کے خالی پن کو بھر سکتے ہو؟ کیا تم میری کوکھ میں دوبارہ وہ زندگی لوٹا سکتے ہو جو مجھ سے چھن گئی؟ کیا تم میری روح میں وہ آوازیں واپس لا سکتے ہو جو اب خاموش ہو چکی ہیں؟"

عبیل کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

زارا کی آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے، مگر وہ گرے نہیں۔ "تم تسلی دے سکتے ہو، میرا ہاتھ تھام سکتے ہو، مگر تم وہ درد محسوس نہیں کر سکتے جو مجھے اندر ہی اندر کھا رہا ہے۔ کیونکہ تم مرد ہو، عبیل... تم نے کبھی اپنے وجود میں کسی کو سانس لیتے محسوس نہیں کیا۔ تم نے کبھی اپنے جسم میں کسی کی دھڑکن نہیں سنی جو تمہاری اپنی دھڑکن سے مختلف ہو، مگر پھر بھی

تمہارا ہی حصہ ہو۔ تم نے کبھی اپنے اندر کسی زندگی کو پلتے نہیں دیکھا، جو تمہارے جسم سے خوراک لے، تمہاری نیندیں چرا لے، تمہاری سانسوں میں بس جائے...اور پھر اچانک تم سے چھین لی جائے۔ تمہیں اندازہ بھی نہیں کہ وہ کیسا خلا ہوتا ہے، جو کبھی نہیں بھرتا۔"

عبیل نے اس کی طرف دیکھا، مگر وہ کہیں اور دیکھ رہی تھی، جیسے اس کی نظروں کے سامنے وہ خالی وجود آ چکا ہو جو کبھی اس کا تھا، مگر اب نہیں رہا۔

"زارا..." عبیل نے ایک اور بار کہا، جیسے اسے حقیقت میں واپس لانا چاہتا ہو۔

زارا نے پلکیں جھپکیں اور اس کی طرف دیکھا۔ "تم کہہ رہے ہو کہ تم میرے ساتھ ہو، مگر سچ تو یہ ہے، عبیل... میں خود اپنے ساتھ نہیں ہوں۔ میں کہیں کھو چکی ہوں، کہیں... جہاں سے واپسی ممکن نہیں۔" زارا نے اس

کی آنکھوں میں دیکھا، جہاں دکھ کے ساتھ محبت بھی تھی، یقین بھی تھا۔ وہ بے بس ہو کر پھر سے اس کے کندھے پر گر گئی، آنکھیں موند لیں، اور اپنے اندر کا سارا بوجھ سسکیوں میں بہانے لگی۔

عبیل نے اسے مضبوطی سے تھام رکھا تھا، جیسے وہ اسے بکھرنے نہیں دے گا، چاہے جتنا بھی وقت لگے۔

☆☆☆✦☆☆☆

زاویار اپارٹمنٹ سے باہر نکلا تو ٹھنڈی ہوا نے اس کے چہرے کو چھوا، مگر اس کے اندر کی بے چینی کو کوئی سکون نہ ملا۔ وہ تیز قدموں سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھا اور دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔

اس نے ایک گہری سانس لی، جیسے اپنی بے چینی کو قابو میں لانے کی کوشش کر رہا ہو، مگر بے سود۔ رات بھر حالہ کو ڈھونڈنے کے بعد بھی وہ اسے نہ پا سکا تھا، اور اب... اب وہ کہاں سے شروع کرے؟

اس نے گاڑی اسٹارٹ کی، مگر ذہن بالکل خالی تھا۔ وہ کہاں جائے؟ کیسے پتا ہو سکتا ہے کہ حالہ کہاں ہے؟ اس کے پاس کوئی سراغ نہیں تھا، کوئی اشارہ نہیں تھا۔ مگر پھر بھی وہ بیٹھ کر انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ کچھ نہ کچھ کرنا تھا، کہیں نہ کہیں جانا تھا۔

گاڑی دھیرے سے سڑک پر آگے بڑھنے لگی۔ زاویار کا دل بے چین تھا، نظریں ہر طرف دوڑ رہی تھیں، جیسے کسی امید کی تلاش میں ہوں۔ رات بھر کی تھکن اس کی آنکھوں کے گرد گہرا حلقہ بن چکی تھی، مگر وہ رکنے کو تیار نہیں تھا۔

وہ بے مقصد سڑکوں پر گاڑی گھماتا رہا۔ ہر وہ جگہ جہاں حالہ جا سکتی تھی، جہاں وہ کبھی گئی ہو، جہاں اس کے ہونے کا کوئی امکان ہو سکتا تھا، وہ سب اس کے ذہن میں گردش کرنے لگیں۔ مگر حقیقت تو یہ تھی کہ وہ سب رات کو ہی چھان چکا تھا۔ اور حالہ... کہیں نہیں تھی۔ "کہاں ہو تم، حالہ؟" وہ مدھم آواز میں خود سے بولا، اس کی انگلیاں اسٹیئرنگ پر سختی سے جم گئیں۔ ایک لمحے کے لیے اسے اپنی بے بسی پر غصہ آنے لگا۔ وہ کیسے نہ ڈھونڈ سکا اسے؟ وہ کیسے یوں گم ہو گئی جیسے ہوا میں تحلیل ہو گئی ہو؟

گاڑی ایک سنسان سڑک پر آ چکی تھی۔ آس پاس خاموشی تھی، سٹریٹ لائٹس کی مدھم روشنی اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اسٹیئرنگ پر جھک گیا، آنکھیں بند کر لیں۔

اب کہاں جائے؟ کیا کرے؟ کیا وہ سچ میں... حالہ کو کھو چکا تھا؟ اس نے اسٹیئرنگ پر اپنی گرفت مضبوط کر لی۔ ایک لمحے کو اس کے اندر کی بے بسی نے اسے توڑنے کی کوشش کی، مگر وہ زاویار تھا... وہ جو اپنی دنیا اپنی مرضی سے بناتا تھا، جس کے لیے کچھ بھی ناممکن نہیں تھا۔ اگر حالہ گم ہو چکی تھی، تو وہ زمین آسمان ایک کر کے اسے ڈھونڈ نکالے گا۔ اس نے گہرا سانس لیا اور گاڑی ایک جھٹکے سے موڑ دی۔ اب وہ بے مقصد نہیں گھومے گا، وہ ہر وہ طریقہ اپنائے گا جو اسے حالہ تک پہنچا سکے۔ اس نے اپنے تمام جاننے والوں کو کال کرنا شروع کی، ہر وہ شخص جو حالہ کے بارے میں کچھ جان سکتا تھا، جو کہیں نہ کہیں اس کے متعلق کوئی اطلاع دے سکتا تھا۔ پہلی کال، دوسری، تیسری... ہر کوئی یہی کہہ رہا تھا کہ اسے کچھ معلوم نہیں، مگر زاویار

کی برداشت ختم ہو رہی تھی۔ وہ چپ نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ گاڑی کی رفتار بڑھتی جا رہی تھی۔ اب وہ شہر کی ان جگہوں پر جا رہا تھا جہاں حالہ پہلے کبھی گئی تھی، جہاں کوئی امکان ہو سکتا تھا کہ وہ دکھائی دے۔ وہ ایک ایک سڑک، ایک ایک گلی کو گھورتا جا رہا تھا۔ اچانک اسے کچھ یاد آیا — پولیس! وہ وہاں جا سکتا تھا، رپورٹ درج کرا سکتا تھا، ان سے مدد لے سکتا تھا۔ مگر نہیں... وہ جانتا تھا کہ اتنی آسانی سے کوئی مدد نہیں ملنے والی۔ پولیس اگر حرکت میں آئی بھی، تو وقت ضائع ہو گا اور وہ وقت کھونے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اب وہ انتظار نہیں کرے گا۔ وہ خود نکلے گا، ایک ایک جگہ پر قدم رکھے گا، لوگوں سے پوچھے گا، چھان بین کرے گا۔

زاویار زاویار تھا... وہ اپنی حالہ کو یوں کھونے کے لیے پیدا نہیں ہوا تھا۔ وہ زمین کھود ڈالے گا، مگر اسے ڈھونڈ نکالے گا۔ اس کے چہرے پر سختی اور

اضطراب تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر کوئی اس کی مدد کر سکتا تھا تو وہ ایک ہی شخص تھا—ایک پرانا دوست جس سے برسوں سے کوئی رابطہ نہیں تھا، مگر جو ایسے معاملات میں مہارت رکھتا تھا۔

اس نے موبائل نکالا اور ایک نمبر ڈائل کیا، جو کبھی اس کے فون میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والے نمبروں میں شامل تھا۔ فون کی گھنٹی بجتی رہی، پھر دوسری طرف سے ایک گہری، بھاری آواز ابھری۔

"کون؟" زاویار لمحے بھر کو خاموش رہا، پھر آہستہ سے بولا "ویدانت شرما... یہ میں ہوں، زاویار۔"

دوسری طرف لمحہ بھر کے لیے خاموشی چھا گئی، پھر ویدانت کی آواز میں حیرت در آئی۔

"زاویار؟ تمہیں اچانک میری یاد کیسے آگئی؟"

"یہ فون گپ شپ کے لیے نہیں کیا، ویدانت۔ مجھے تمہاری مدد چاہیے... فوراً!"

ویدانت نے ایک پل کے لیے توقف کیا، پھر گہری سانس لیتے ہوئے بولا

"کہاں ہو؟"

"تم بتاؤ کے تم کہاں ہو؟ میں وہاں آتا ہوں"

"پرانی بندرگاہ کے قریب۔"

"وہیں رکو، میں آرہا ہوں۔"

زاویار جیسے ہی پہنچا، تو سامنے ایک قد آور، مضبوط جسم والا شخص نظر آیا۔ رات کی تاریکی میں اس کا دبنگ وجود مزید پراسرار لگ رہا تھا۔ سخت چہرہ، گھنی مونچھیں، گہری سیاہ آنکھیں، اور بدن پر چمڑے کی جیکٹ، جس کے نیچے وہ کسی آہنی دیوار کی طرح معلوم ہوتا تھا۔ اس کی کلائی پر ایک پرانا زخم

کا نشان تھا، اور چہرے پر ہلکی داڑھی اس کی سختی میں مزید اضافہ کر رہی تھی۔

ویدانت شرما — وہ شخص جو کبھی زاویار کے قریب تھا، مگر وقت نے ان کے درمیان فاصلہ ڈال دیا تھا۔ اٹلی میں رہتے ہوئے وہ کئی طرح کے معاملات میں شامل رہا تھا، اور زاویار کو معلوم تھا کہ اگر کوئی اس کی مدد کر سکتا ہے تو وہ یہی شخص تھا۔

ویدانت نے سگریٹ سلگائی اور زاویار کو دیکھتے ہوئے ہلکا سا مسکرایا۔

"کافی سالوں بعد مل رہے ہو، یار! لیکن تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ یہ ملاقات کسی اور وجہ سے ہو رہی ہے۔"

زاویار نے گہری سانس لی اور سیدھا اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا "میری بیوی..." وہ ایک لمحے کو رکا، جیسے لفظ حلق میں اٹک گئے ہوں۔ "حالہ...

ایک شخص نے اغوا کرلی ہے۔ عفان نام ہے اس کا۔ مجھے اس کا پتہ چاہیے، کسی بھی قیمت پر!"

ویدانت نے ایک بھنویں اٹھائی اور سر ہلایا۔ "پولیس کو کیوں نہیں انفارم کیا؟"

زاویار کے چہرے پر ایک تلخ مسکراہٹ ابھری۔ "پولیس؟ وہ کچھ نہیں کر سکتی۔ وہ رپورٹ درج کریں گے، کاغذوں میں گھمائیں گے، اور پھر کہیں گے کہ ابھی تحقیقات جاری ہیں۔ میں انتظار نہیں کر سکتا، ویدانت!"

ویدانت نے سگریٹ کا دھواں چھوڑا اور زاویار کو گہری نظروں سے دیکھا۔ "تم اب بھی وہی ہو، جو کسی بھی حد تک جا سکتا ہے۔"

"اگر حالہ تک پہنچنے کے لیے مجھے جہنم میں بھی جانا پڑے، تو میں جاؤں گا! اور اگر اس نے اسے ہاتھ بھی لگایا تو میں اسے ایسی سزا دونگا کے وہ خود موت کی بھیک مانگے گا!"

ویدانت نے ایک لمحے کو سوچا، پھر آہستہ سے سر ہلایا۔ "میں تمہاری مدد کروں گا، چاہے پولیس کچھ کرے یا نہ کرے۔ مگر ایک بات سن لو... اگر ہم نے یہ راستہ چنا، تو پیچھے ہٹنے کا موقع نہیں ملے گا۔"

"میں پیچھے ہٹنے کے لیے نہیں آیا، ویدانت!" زاویار کی آواز میں چٹان جیسا عزم تھا۔

"ٹھیک ہے۔" ویدانت نے ایک گہری نظر اس پر ڈالی۔ "پہلا قدم یہ ہو گا کہ مجھے عفان کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات ملیں۔ تمہارے پاس اس کے بارے میں کیا ہے؟"

زاویار نے جلدی سے وہ تمام تفصیلات بتائیں جو اسے معلوم تھیں۔

ویدانت نے خاموشی سے سنا، پھر سر جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔

"میں اپنے ذرائع سے معلوم کرتا ہوں۔ کچھ وقت دو، لیکن زیادہ نہیں۔ حالہ کے پاس شاید زیادہ وقت نہ ہو!"

زاویار نے سر ہلایا، مگر اس کے اندر ایک طوفان اٹھ چکا تھا۔ وہ آرام سے بیٹھنے والوں میں سے نہیں تھا۔ اگر ویدانت معلومات اکٹھی کر رہا تھا، تو زاویار خود بھی کچھ کرے گا۔ وہ حالہ تک پہنچے گا... چاہے کسی بھی قیمت پر!

ویدانت نے سگریٹ کا آخری کش لیا اور زمین پر پھینک کر جوتے سے مسل دیا۔ پھر زاویار کی طرف دیکھ کر سنجیدگی سے بولا۔ "پھر بھی، میرا مشورہ یہی ہے کہ تم پولیس کو انفارم کرو۔ چاہے وہ کچھ کرے یا نہ کرے،

مگر عفان کو یہ احساس ضرور ہوگا کہ معاملہ پولیس تک پہنچ چکا ہے، اور وہ

دباؤ میں آئے گا۔"

زاویار نے سر جھٹک دیا، اس کی آنکھوں میں سختی تھی۔ "نہیں، میں ان پر

بھروسہ نہیں کر سکتا۔ پولیس زیادہ تر معاملات میں رسمی کارروائیوں میں

الجھ کر وقت ضائع کرتی ہے۔ حالہ کے پاس اتنا وقت نہیں ہے،

ویدانت!"

ویدانت نے لمبی سانس لی اور زاویار کو گہری نظروں سے دیکھا، جیسے اندازہ

لگا رہا ہو کہ وہ کس حد تک جانے کے لیے تیار ہے۔ "تم نے ہمیشہ اپنی

شرائط پر کام کیا ہے، زاویار۔ مگر یہ معاملہ صرف جذباتی نہیں، عملی بھی

ہے۔ اگر عفان کوئی سائیکو ہے، تو وہ کسی بھی لمحے کچھ بھی کر سکتا ہے۔

تمہیں اس پر دباؤ ڈالنے کے لیے ہر حربہ استعمال کرنا ہوگا۔"

زاویار نے دانت بھینچ لیے۔ "میں جانتا ہوں۔ لیکن میں پولیس کے چکر میں نہیں پڑ سکتا۔ تمہیں معلوم ہے، جب میں نے حالہ کو ڈھونڈنے کی کوشش کی، تو کل رات میں نے ہر جگہ جا کر دیکھا، ہر سورس استعمال کیا، لیکن کچھ نہیں ملا۔ میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ سکتا۔"

ویدانت نے سر جھکایا، جیسے گہری سوچ میں ہو۔ پھر اس نے کہا "ٹھیک ہے، میں اپنے ذرائع سے کچھ نکالنے کی کوشش کرتا ہوں۔ عفان جیسے لوگ کوئی نہ کوئی سراغ چھوڑتے ہیں۔ لیکن سنو..."

وہ زاویار کے قریب آیا اور دھیمے مگر سخت لہجے میں بولا "اگر معاملہ زیادہ بگڑ گیا، تو مجھے پولیس کو بھی شامل کرنا پڑے گا۔ میں تمہیں اس راستے پر اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔"

زاویار نے ایک پل کے لیے اس کی آنکھوں میں دیکھا، پھر سختی سے کہا "اگر پولیس کو شامل کرنا پڑا، تو میں خود کروں گا۔ لیکن جب تک میں ہر ممکن حد تک جا کر حالہ کو ڈھونڈ نہ لوں، تب تک میں کسی اور پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔"

ویدانت نے سر ہلایا، جیسے زاویار کی ضد سے پہلے ہی واقف ہو۔ "ٹھیک ہے، زاویار۔ لیکن اگر کوئی بھی اطلاع ملی، تو مجھے سب سے پہلے بتانا۔ اور ہاں... کچھ بھی ہو، جلد بازی مت کرنا۔ تمہیں خود کو بھی زندہ رکھنا ہے، صرف حالہ کو نہیں!"

زاویار نے گہری سانس لی، پھر سر ہلایا۔ "زندگی کا سوال ہی نہیں، ویدانت... مجھے بس اسے اس وقت ڈھونڈنا ہے"

ویدانت نے ایک پل کے لیے اس کی طرف دیکھا، پھر آہستہ سے بولا

"میرے ساتھ چلو، کچھ ہے جو تمہیں دکھانا ہے۔"

زاویار نے ایک پل کو غور سے ویدانت کی آنکھوں میں جھانکا، پھر بنا کوئی سوال کیے اس کے ساتھ قدم بڑھا دیے۔ وہ جانتا تھا کہ ویدانت فضول وقت ضائع کرنے والا شخص نہیں ہے۔ اگر وہ کچھ کہہ رہا تھا، تو اس کے پیچھے کوئی ٹھوس وجہ تھی۔ دونوں تاریک سڑک پر چلتے ہوئے ویدانت کی گاڑی کے پاس پہنچے۔ ویدانت نے دروازہ کھولا اور زاویار کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ زاویار خاموشی سے گاڑی میں بیٹھ گیا۔ ویدانت نے گاڑی اسٹارٹ کی اور بنا کچھ کہے شہر کی گلیوں میں تیزی سے گاڑی دوڑانے لگا۔

"کہاں جا رہے ہیں؟" زاویار نے پہلی بار لب کھولے۔

"عفان کوئی عام آدمی نہیں ہے، زاویار۔ اور تمہیں پتہ ہونا چاہیے کہ اگر وہ حالہ کو لے کر چھپا ہے، تو یہ کام تنہا نہیں کیا ہوگا۔ ایسے لوگ ہمیشہ کسی نہ کسی کے سہارے چلتے ہیں۔ میرے کچھ ذرائع ہیں جو عفان کے بارے میں جانتے ہیں۔ بس تمہیں تحمل رکھنا ہوگا۔" ویدانت کی آواز میں وہی سرد سنجیدگی تھی۔

زاویار نے کھڑکی سے باہر تاریک سڑک کو گھورتے ہوئے سر جھٹکا۔

"میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے، ویدانت۔ اگر وہ حالہ کو نقصان پہنچا چکا ہوا تو؟"

"نہیں پہنچایا ہوگا۔ ایسے لوگ اپنے شکار سے کھیلنا پسند کرتے ہیں، فوراً مار نہیں دیتے۔ اگر وہ حالہ کو رکھے ہوئے ہے، تو اب بھی وقت ہے۔ اور ہم اسے ڈھونڈ لیں گے۔"

گاڑی ایک پرانے، سنسان صنعتی علاقے میں جا رکی۔ یہاں بوسیدہ گودام، ٹوٹے ہوئے فیکٹریز اور زنگ آلود دروازے تھے۔ ہر طرف خاموشی تھی، سوائے دور کہیں بھونکتے کتوں کے۔

ویدانت نے گاڑی بند کی اور زاویار کی طرف دیکھا، "یہاں رہو، میں بات کرتا ہوں۔"

مگر زاویار انتظار کے موڈ میں نہیں تھا۔ وہ دروازہ کھول کر باہر نکلا اور ویدانت کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنے لگا۔

سامنے ایک پرانی، خستہ حال عمارت تھی۔ دروازے پر دو آدمی کھڑے تھے، دونوں کے چہرے سخت اور نظریں مشکوک۔ جیسے ہی ویدانت آگے بڑھا، ان میں سے ایک نے قدم بڑھا کر راستہ روکا "کہاں جا رہے ہو؟"

ویدانت نے پر سکون لہجے میں کہا "ہمیں اندر جانا ہے۔ مالک سے کام ہے۔"

دوسرا آدمی طنزیہ ہنسا "یہ سبھی یہی کہتے ہیں۔ پیغام چھوڑ دو، جواب مل جائے گا۔"

زاویار نے ایک گہری سانس لی، پھر سخت لہجے میں بولا "ہمیں انتظار کرنے کا وقت نہیں ہے۔ سیدھا راستہ دو یا پھر ہمیں زبردستی اندر آنا ہو گا۔"

یہ الفاظ ماحول میں تناؤ بھر گئے۔ پہرے داروں نے ایک دوسرے کو دیکھا، پھر ایک نے سر ہلایا اور دروازہ کھول دیا۔

اندر کا منظر کسی چھپے ہوئے اڈے جیسا تھا۔ کم روشنی، ہر طرف سگریٹ کا دھواں، اور درمیان میں ایک بھاری کرسی پر بیٹھا ایک آدمی۔ اس کے چہرے پر بے رحمی کی جھلک تھی، جیسے وہ اس دنیا کے اصولوں سے آزاد

ہو۔اس کی آنکھوں میں ایک چمک تھی، ایک ایسی روشنی جو عام انسانوں میں نہیں ہوتی—طاقت کی روشنی، غرور کی روشنی۔

وہ آدمی، جو بظاہر اس جگہ کا مالک لگ رہا تھا، کرسی پر بیٹھا، سگریٹ کے دھویں کو ہوا میں چھوڑتے ہوئے زاویار کو سر سے پاؤں تک گھورنے لگا

ویدانت نے ایک قدم آگے بڑھا کر سنجیدہ لہجے میں کہا "ہمیں عفان کے بارے میں معلومات چاہئیں۔"

وہ آدمی مسکرایا "معلومات تو بکتی ہیں، دوست۔ تمہارے پاس کیا ہے میرے لیے؟"

زاویار کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔ وہ جانتا تھا کہ ایسے لوگ پیسوں کے بغیر زبان نہیں کھولتے، مگر اس کے پاس وقت کم تھا۔ "میری بیوی۔۔۔ وہ اس

شخص کے قبضے میں ہے، عفان نامی شخص۔ کہاں لے کر گیا، کیسے گیا، یہ سب جاننا چاہتا ہوں۔ اور مجھے جلدی ہے، بہت زیادہ جلدی۔"

ویدانت نے سکون سے کہا "جو مانگو گے، دیا جائے گا۔ لیکن بات صاف ہونی چاہیے۔"

وہ آدمی کرسی سے اٹھا، آہستہ آہستہ زاویار کے گرد چکر کاٹنے لگا، جیسے اسے پرکھ رہا ہو۔ پھر رک کر بولا۔ "عفان کے بارے میں جاننا آسان نہیں ہے، وہ سایہ ہے، نظروں سے اوجھل"۔

وہ آدمی زاویار کی آنکھوں میں جھانک کر رکا، پھر ہلکے سے مسکرا کر بولا،

"عفان... یہ نام میرے لیے نیا ہے۔ میں نہیں جانتا وہ کون ہے، مگر میرے آدمی ہر جگہ موجود ہیں۔ کل تک کوئی نہ کوئی خبر آجائے گی۔"

زاویار کی نظریں اس پر جمی رہیں، جیسے اس کی نیت کو جانچنے کی کوشش کر رہا ہو۔ "مجھے کل تک انتظار نہیں کرنا،" اس نے سخت لہجے میں کہا۔

وہ آدمی کرسی پر جھک کر بولا "یہ شہر راتوں رات راز نہیں کھولتا، مگر فکر مت کرو، میں تمہاری مدد ضرور کروں گا۔"

زاویار نے ویدانت کی طرف دیکھا، جو خاموشی سے سب کچھ سن رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ایسے لوگوں پر مکمل بھروسا نہیں کیا جا سکتا، مگر فی الحال ان کے پاس اور کوئی راستہ نہیں تھا۔

"نام کیا ہے تمہارا؟" زاویار نے سنجیدگی سے پوچھا۔

وہ آدمی مسکرایا "الیساندرو ریکو۔ لیکن لوگ مجھے بس ریکو کہتے ہیں۔"

زاویار نے اس کا نام ذہن نشین کر لیا۔ وہ ابھی تو تعاون کر رہا تھا، مگر اس کی آنکھوں میں جو چمک تھی، وہ کچھ اور ہی کہانی سنا رہی تھی۔ شاید یہ محض ایک کاروباری لین دین نہیں تھا۔ شاید ریکو کا اپنا بھی کوئی کھیل تھا۔

زاویار نے سخت لہجے میں کہا "اگر تم نے کوئی چالاکی دکھائی، تو یاد رکھنا، میں ہر حد تک جا سکتا ہوں۔"

ریکو نے ایک بار پھر ہلکا سا ہنسا "چالاکی؟ نہیں میں بس تمہاری مدد کر رہا ہوں۔ کل تک انتظار کرو، اور دیکھتے ہیں کہ قسمت کیا فیصلہ کرتی ہے۔"

ویدانت اور زاویار خاموشی سے باہر نکلے، فیکٹری کے زنگ آلود دروازے کے پاس آکر رکے، پھر گاڑی کی طرف بڑھنے لگے۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی زاویار نے دروازہ بند کیا اور سنجیدگی سے ویدانت کی طرف دیکھا، "یہ شخص تمہیں کہاں سے ملا؟"

ویدانت نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے جواب دیا "میں اسے جانتا ہوں۔ ماضی میں کچھ معاملات میں اس سے واسطہ پڑ چکا ہے۔ یہ طاقتور آدمی ہے، اور اپنے ذرائع رکھتا ہے۔"

زاویار نے بیزاری سے کھڑکی کے باہر نظر دوڑائی، پھر آہستہ سے بولا "یہ ہماری کیا مدد کرے گا؟"

ویدانت نے زاویار کی طرف ایک نظر ڈالی، پھر سڑک پر نظریں جماتے ہوئے سنجیدہ انداز میں کہا "ہمارے پاس وقت کم ہے، زاویار۔ میں نے ان لوگوں سے اسی طرح ملاقاتیں کی ہیں، اور انہی طریقوں سے مدد حاصل کی ہے۔ میرے پاس یہی راستہ تھا کہ تمہیں ایسے کسی شخص سے ملواؤں جو عفان کو ڈھونڈنے میں مدد دے سکتا ہے۔"

زاویار نے ایک گہری سانس لی، اس کے ماتھے کی رگیں کھچ چکی تھیں، جیسے اندر ہی اندر کسی کشمکش میں مبتلا ہو۔ "اگر یہ آدمی ہمیں غلط راستے پر لے گیا تو؟"

ویدانت نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے کہا "تب ہم خود اسے ٹھیک راستے پر لے آئیں گے۔"

زاویار خاموش ہو گیا، مگر اس کی آنکھوں میں بے یقینی کی ایک جھلک تھی۔ وہ جانتا تھا کہ ایسے لوگ مفت میں مدد نہیں کرتے۔ ان کے پیچھے ہمیشہ کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے۔ مگر وقت کم تھا، اور اسے حالہ کو ڈھونڈنے کے لیے ہر ممکن طریقہ آزمانا تھا۔ چاہے وہ کسی بھی قیمت پر کیوں نہ ہو۔

الیساندرو ریکو جیسے ہی زاویار اور ویدانت کو جاتا دیکھتا ہے، وہ فوراً اپنی جیب سے فون نکالتا ہے۔ اس کی انگلیاں ہلکی سی لرز رہی تھیں، ماتھے پر پسینہ

نمودار ہو چکا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ زاویار عام آدمی نہیں ہے، اور اگر وہ سچ میں عفان تک پہنچ گیا، تو یہ کھیل زیادہ دیر تک نہیں چل سکتا تھا۔

فون کی لائن جڑتے ہی دوسری طرف سے ایک گہری، کھردری آواز سنائی دی۔

"ریکو... کیا تم نے وہ کام کر لیا جو میں نے کہا تھا؟" عفان کی آواز میں بے پروائی تھی ریکو نے ارد گرد دیکھا، جیسے کوئی سن نہ لے، پھر دبے دبے لہجے میں بولا، "مسئلہ ہو گیا ہے، عفان صاحب... وہ لڑکی جسے تم نے قید کر رکھا ہے، اس کا شوہر میرے پاس آیا تھا۔ زاویار نام ہے اس کا۔ وہ تمہیں ڈھونڈ رہا ہے، چاہتا ہے کہ میں اس کی مدد کروں۔"

عفان کی ہنسی مزید گہری ہو گئی۔ "اوہ... تو شوہر آیا ہے بیوی کے لیے؟ دلچسپ... اور تم نے کیا کہا؟"

"میں نے ظاہر کیا کہ مجھے کچھ نہیں معلوم، مگر میں نے وعدہ کیا کہ کل تک معلومات دوں گا۔" ریکو کے لہجے میں اضطراب تھا۔ "یہ آدمی سنجیدہ لگتا ہے، اور اگر اسے اندازہ ہو گیا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"ہا! تم ہمیشہ سے کمزور دل رہے ہو، ریکو۔ گھبراؤ مت۔ بس اب تمہارا کام اور آسان ہو گیا ہے۔ ان پر نظر رکھو۔ دیکھو کہاں جاتے ہیں، کس سے ملتے ہیں، اور ہر حرکت مجھے رپورٹ کرو۔"

ریکو نے جلدی سے سر ہلایا، جیسے عفان اسے دیکھ سکتا ہو۔ "ٹھیک ہے... میں ان کی ہر حرکت پر نظر رکھوں گا۔ مگر اگر زاویار کو ذرا سا بھی شک ہوا تو یاد رکھو، یہ مسئلہ بڑا ہو سکتا ہے۔"

عفان کی آواز میں اب تھوڑی سنجید گی تھی "مسئلہ ؟ تم بس اپنا کام کرو۔ باقی سب میرے ہاتھ میں ہے۔"

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

زاویار اپارٹمنٹ میں داخل ہوا تو اندر مکمل خاموشی تھی۔ جیسے کوئی یہاں رہتا ہی نہ ہو۔ ماہا واقعی چلی گئی تھی، اس نے سکون کا سانس لیا اور سوفے پر جا بیٹھا۔ تھکن جیسے جسم پر طاری ہو گئی تھی۔ آنکھیں بند کیں، سر پیچھے ٹکایا، اور گہری سانس لی۔ اس وقت اسے کچھ محسوس نہیں ہوا، نہ کوئی بوجھ، نہ کوئی بے چینی۔ بس تھکن تھی، خاموشی تھی، اور ایک خالی پن جو اس نے ہمیشہ اپنے اندر محسوس کیا تھا۔

کچھ وقت گزرا۔ سناٹا گہرا ہونے لگا۔ دیواروں پر ٹھہری ہوئی خاموشی جیسے اس کے وجود کو دبوچنے لگی۔ کچھ عجیب سا احساس تھا، جیسے کچھ غلط ہو رہا ہو، جیسے کچھ کھو چکا ہو۔

اس نے بیزاری سے موبائل اٹھایا، کچھ دیر بے مقصد سکرین کو گھورتا رہا، پھر میسجز کھولے۔ اور تب ہی ایک دم نظر حالہ کے آخری پیغام پر جا ٹھہری، جو اس نے شاید لاپرواہی سے دیکھ کر چھوڑ دیا تھا۔

"کتنی دیر لگے گی انے میں؟۔۔۔"

اس کی نظریں ان الفاظ پر جمی رہ گئیں۔ دل کی دھڑکن جیسے لمحے بھر کو رکی، پھر تیز ہو گئی۔ اس وقت، پہلی بار، اس پیغام کا وزن اس پر گرا۔ تب اسے احساس ہوا کہ یہ کوئی عام بات نہیں تھی۔ یہ محض ایک میسج نہیں تھا، یہ شاید ایک الوداع تھی۔

دل میں ایک انجانی بے چینی نے جنم لیا۔ جیسے کچھ ہونے والا ہو، یا شاید ہو چکا ہو، اس نے فون مضبوطی سے پکڑا، سانس بھاری ہو گئی۔

حالہ کی ہنسی، اس کے ضدی سوالات، اس کی ناراضگی، سب کچھ جیسے کسی بھولی بسری یاد کی طرح ذہن میں ابھرنے لگا۔ وہ سب چیزیں جو کبھی اسے بے کار لگتی تھیں، اب کسی خزانے کی طرح محسوس ہو رہی تھیں۔

یہ کیا ہو رہا تھا اسے ؟ وہ حالہ کے بارے میں اس شدت سے کیوں سوچ رہا تھا؟ وہ تو ہمیشہ کہتا تھا کہ اسے کوئی فرق نہیں پڑتا، پھر آج یہ خلا کیوں محسوس ہو رہا تھا؟ آج یہ دل کیوں بے چین تھا؟

اس نے موبائل پر گرفت سخت کی، سر جھکا کر لمبی سانس لی۔ یہ سب فضول خیالات تھے۔ مگر کہیں نہ کہیں، اندر بہت اندر، ایک سچ تھا، جو وہ ماننا نہیں چاہتا تھا۔

☆☆☆✦☆☆☆

پتا نہیں کب اس کی آنکھ صوفے پر لگ گئی۔ رات کے جانے کون سے پہر نیند نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ وہ جو بس کچھ لمحوں کے لیے آنکھیں موندے بیٹھا تھا، بے خبری کی ایک گہری وادی میں جا چکا تھا۔ جب آنکھ کھلی، تو کمرے میں ہلکی ہلکی روشنی پھیل رہی تھی۔ صبح ہو چکی تھی۔ سورج کی کرنیں کھڑکی سے اندر آ رہی تھیں، کمرے میں ایک نرم سی چمک بکھری ہوئی تھی۔ زاویار نے آنکھیں چندھیا کر کھولیں، ایک پل کے لیے ماحول کو سمجھنے کی کوشش کی، پھر سیدھا ہو کر بیٹھا۔

سر بھاری تھا، جیسے پوری رات کوئی بوجھ اس کے اندر گھلتا رہا ہو۔ اس نے گہری سانس لی، ہاتھ ماتھے پر پھیرا، اور بے دلی سے ارد گرد نظر دوڑائی۔

تب ہی، لمحے بھر کے لیے، اسے لگا جیسے کوئی کچن میں کھڑا ہے۔ ایک دھندلا سا عکس، جو بالکل ویسا ہی تھا جیسے حالہ کھڑی ہوتی تھی —— ہلکی سی جھکی کمر، نرمی سے ہلتے ہاتھ، جیسے ناشتہ بنانے میں مصروف ہو۔

دل کی دھڑکن ایک پل کے لیے رکی، پھر تیزی سے چلنے لگی۔ زاویار نے جلدی سے سر جھٹکا، نظریں دوبارہ اسی طرف دوڑائیں —— مگر وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ کچن سنسان پڑا تھا، خاموش اور خالی۔

اس نے سختی سے لب بھینچ لیے، چہرے پر ناگواری سی پھیل گئی۔ وہ یہ سب کیا سوچ رہا تھا؟ وہ کیوں...؟

"فضول ہے یہ سب..." وہ خود سے بڑبڑایا اور گہری سانس لے کر اٹھ کھڑا ہوا، مگر دل کے کسی کونے میں بے چینی پھر بھی باقی رہی، جیسے کوئی سایہ پیچھا کر رہا ہو، جیسے کوئی چیز کھو چکی ہو، جو شاید کبھی واپس نہ آئے۔

زاویار نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی، مگر بے چینی کم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ جیسے ہی اس کی سوچوں میں پھر سے حالہ کا خیال آیا، اس نے جھنجھلا کر فون اٹھایا اور ویدانت کا نمبر ڈائل کر دیا۔

چند بیل کے بعد ہی ویدانت کی آواز سنائی دی، پر سکون مگر مدھم، جیسے وہ کسی اور ہی سوچ میں گم ہو۔

"ہاں، زاویار؟"

"کیا پتہ چلا؟" زاویار نے بے چینی سے پوچھا، سیدھا مطلب کی بات پر آتے ہوئے۔

ویدانت نے ایک پل کو توقف کیا، پھر دھیمے لہجے میں بولا "میں نے اس سے بات کی ہے، وہ کہہ رہا ہے کہ مل جائے گی... اس نے اپنے کچھ آدمیوں کو شہر میں پھیلا دیا ہے، حالہ کو ڈھونڈنے کے لیے۔"

زاویار نے لب بھینچ کر آنکھیں موند لیں، غصہ اور بے بسی ساتھ ساتھ دل میں اترتی جا رہی تھی۔ "یہ وہی بات ہے جو کل بھی کہی تھی... کچھ ٹھوس ملا یا نہیں؟"

ویدانت کی سانسوں میں سنجیدگی تھی۔ "زاویار، یہ آسان نہیں ہے۔ شہر اتنا چھوٹا نہیں کہ کسی کو چند گھنٹوں میں ڈھونڈ لیا جائے، خاص طور پر جب چھپانے والا ذہین ہو۔ مگر تم یقین رکھو، میں بھی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھا، جو ہو سکتا ہے کر رہا ہوں۔"

زاویار نے سختی سے فون پکڑ لیا، جیسے بس اتنی ہی گرفت سے حالات قابو میں آ سکتے ہوں۔ "مجھے انتظار نہیں کرنا آتا، ویدانت..."

ویدانت ہلکا سا مسکرایا، جیسے زاویار کی بے چینی کو سمجھ رہا ہو۔ "جانتا ہوں۔ مگر کبھی کبھی انتظار ہی واحد راستہ ہوتا ہے..."

زاویار نے کوئی جواب نہیں دیا، بس فون بند کر دیا اور خاموشی سے سر دیوار سے ٹکا دیا۔ مگر اس کے اندر بے چینی مزید بڑھ گئی تھی۔ وہ کچھ نہ کچھ کر کے رہنے والا تھا، چاہے اس کے لیے کسی حد تک کیوں نہ جانا پڑے۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

ماہا آئینے کے سامنے کھڑی تھی، اس کی گہری سرمئی آنکھوں میں آج ایک خاص چمک تھی۔ وہ جانتی تھی کہ آج اسے زاویار سے ملنے جانا ہے، اور وہ چاہتی تھی کہ ہر چیز مکمل ہو۔

ڈریسنگ ٹیبل پر بکھرا ہوا میک اپ، نفاست سے رکھی لپ اسٹکس، اور خوشبو کی مختلف بوتلیں اس کے سامنے ترتیب سے رکھی تھیں۔ اس نے ایک ہلکے مگر دلکش رنگ کی لپ اسٹک اپنے لبوں پر پھیری، اپنی پلکوں پر

مسکارا لگایا، اور اپنی آنکھوں کو مزید نمایاں کرنے کے لیے ایک ہلکی سی اسمو کی شیڈ و استعمال کی۔ اس کے کندھوں تک آتے ہوئے بال ہلکی لہروں میں ڈھلے ہوئے تھے، جو اس کے چہرے کے گرد ایک نرم سا تاثر دے رہے تھے۔

اس نے اپنی انگلیوں میں چند انگوٹھیاں ڈالیں، ایک نفیس بریسلیٹ پہنا، اور اپنی لمبی ایڑھی والی سینڈل پہن کر ایک نظر آئینے میں خود کو دیکھا۔

"پرفیکٹ!" وہ آہستہ سے بڑبڑائی۔

زاویار سے ملنا تھا، اور وہ جانتی تھی کہ آج کا دن خاص ہو گا۔ وہ ایک اعتماد کے ساتھ باہر نکلی، اپنی گاڑی میں بیٹھی، اور زاویار کے اپارٹمنٹ کی طرف روانہ ہو گئی۔

ماہا کی گاڑی زاویار کے اپارٹمنٹ کے سامنے آ کر رکی۔ اس نے ایک گہرا سانس لیا، اپنے چہرے پر پڑی چند آوارہ لٹوں کو پیچھے کیا، اور نیچے اتری۔ موسم خوشگوار تھا، ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی، وہ تیزی سے عمارت کے مرکزی دروازے کی طرف بڑھی۔

زاویار کے اپارٹمنٹ کا دروازہ بند تھا۔ اس نے ہلکی سی دستک دی، پھر انتظار کیا۔ چند سیکنڈ گزر گئے، مگر کوئی جواب نہیں آیا۔ اس نے دوبارہ دروازہ بجایا، اس بار تھوڑا زور سے۔ اندر خاموشی تھی۔

"یہ کہاں گیا؟" اس نے خود سے سوال کیا۔

اس کے چہرے پر اضطراب کی لکیریں ابھر آئیں۔ اس نے دروازے کا ہینڈل گھمایا، مگر وہ مقفل تھا۔

"گھر پر نہیں ہے؟" وہ پلٹی، سیڑھیوں سے نیچے آئی اور عمارت کے داخلی دروازے کے قریب کھڑے گارڈ کے پاس پہنچی۔ وہ ایک ادھیڑ عمر کا شخص تھا، جو اپنی کرسی پر بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ ماہا کی ایڑھیوں کی مخصوص چاپ سن کر اس نے چونک کر سر اٹھایا۔

"جی، میڈم؟" گارڈ نے کچھ الجھن سے پوچھا۔ "زاویار کہاں گیا؟" اس نے سیدھا سوال کیا۔

گارڈ نے کچھ لمحے سوچا، پھر کندھے اچکا دیے۔ "پتہ نہیں، میڈم۔ صبح تو میں نے اسے یہاں سے نکلتے دیکھا تھا، مگر اس کے بعد واپس نہیں آیا۔"

ماہا نے مایوسی سے لب بھینچے۔ "صبح سے واپس نہیں آیا؟"

"جی میڈم، دروازہ تو لاک ہے، مطلب گھر پر نہیں ہیں۔"

ماہا نے اپنی سانس پر قابو پانے کی کوشش کی۔ اسے اچانک احساس ہوا کہ وہ شاید آفس میں ہو۔ زاویار کا کام بے حد اہم تھا، وہ اکثر وقت پر آفس پہنچ جاتا تھا، شاید وہ وہاں ہو۔

"ٹھیک ہے۔" وہ تیزی سے پلٹی، اپنی گاڑی میں بیٹھی، اور اس کا رخ زاویار کے آفس کی طرف موڑ لیا۔

زاویار کے آفس پہنچ کر ماہا نے جلدی سے استقبالیہ پر موجود لڑکی سے پوچھا "زاویار اندر ہے؟"

لڑکی نے چونک کر سر اٹھایا۔ "سر؟ وہ تو آج آفس آئے ہی نہیں، میم۔"

یہ سنتے ہی ماہا کے اندر کچھ عجیب سا احساس جاگا۔ ایک پل کے لیے وہ خاموش رہی، پھر سر جھٹک کر زاویار کے کیبن کی طرف بڑھی۔ دروازہ آہستہ سے کھولا اور اندر جھانکا۔

میز پر چند فائلیں ترتیب سے رکھی تھیں، کرسی خالی تھی، کھڑکی کے پردے ہلکی ہوا سے سرسراتے ہوئے حرکت کر رہے تھے۔ ایک طرف کافی کا خالی کپ رکھا تھا، مگر وہ زاویار کی غیر موجودگی کی خبر دے رہا تھا۔

ماہا کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ وہ یہاں بھی نہیں تھا؟

تو پھر کہاں تھا؟

اچانک ایک خیال اس کے دماغ میں بجلی کی طرح کوندا——

"وہ حالہ کو ڈھونڈ رہا ہے؟"

یہ خیال آتے ہی اس کے لب بھینچ گئے، آنکھوں میں غصے کی چمک ابھر آئی۔

"میں نے اسے حالہ سے دور کرنے کے لیے کیا کچھ نہیں کیا... اور اب؟"

زاویار اس وقت حالہ کے پیچھے بھاگ رہا تھا؟ وہ حالہ کو ڈھونڈ رہا تھا؟

اس کا دل ایک لمحے کو ڈوب گیا، پھر غصے کی ایک شدید لہر اس کے وجود میں اتر آئی۔ اس نے اپنی مٹھیاں سختی سے بند کر لیں۔

اب زاویار پورا دن حالہ کو ڈھونڈ رہا تھا۔ اس نے اپنے غصے کو قابو میں رکھنے کی کوشش کی، مگر وہ اندر ہی اندر کھول رہی تھی۔

"مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ زاویار... حالہ کے لیے اس حد تک جا سکتا ہے!"

وہ تیزی سے واپس مڑی، اس کے قدم غصے اور مایوسی سے بوجھل ہو چکے تھے

☆☆☆✦☆☆☆

بارش کی ہلکی بوندا باندی گاڑی کی ونڈ اسکرین پر گر رہی تھی، پانی کے قطرے روشنی میں چمک رہے تھے۔ گاڑی کے اندر ویدانت اور زاویار خاموش بیٹھے تھے۔ ویدانت نے ایک نظر زاویار کی طرف ڈالی، جو ہاتھوں کو مٹھی میں بھینچے سامنے دیکھ رہا تھا۔

"تمہیں پولیس سے ایک بار بات کرنی چاہیے۔" ویدانت نے سنجیدگی سے کہا۔

زاویار نے ایک لمحے کو اس کی طرف دیکھا، پھر سر جھٹک دیا۔ "پولیس کچھ نہیں کرے گی۔ انہیں پرواہ نہیں کہ ایک لڑکی غائب ہے یا نہیں۔"

ویدانت نے گہری سانس لی، جیسے اپنی جھنجھلاہٹ ضبط کر رہا ہو۔ "صرف ایک بار، زاویار۔ انہیں بھی اس سب کے پیچھے لگاؤ۔ وقت کم ہے، ہم اکیلے سب کچھ نہیں کر سکتے۔"

زاویار نے دانت بھینچ کر سوچا۔ وہ پولیس پر یقین نہیں رکھتا تھا، مگر ویدانت صحیح کہہ رہا تھا۔ ایک کوشش کرنے میں کیا حرج تھا؟

"ٹھیک ہے۔"

پھر دونوں سیدھے پولیس اسٹیشن کی طرف بڑھنے لگے۔

☆☆☆✦☆☆☆

ماہا کے کمرے میں زوردار خاموشی تھی، مگر اس کے اندر ایک طوفان برپا تھا۔ اس نے موبائل سختی سے پکڑا ہوا تھا، انگلیاں کانپ رہی تھیں، ماتھے پر ہلکی سی شکنیں واضح تھیں۔ زاویار کی دیوانگی نے اسے بے چین کر دیا تھا۔ وہ

حالہ کے پیچھے کیوں بھاگ رہا تھا؟ کیوں اسے ہر جگہ ڈھونڈ رہا تھا؟ ماہا نے فوراً عفان کا نمبر ڈائل کیا۔

بیل جا رہی تھی... ایک بار، دو بار، تین بار... پھر دوسری طرف کال اٹھا لی گئی۔

"عفان... حالہ؟ کیسی ہے وہ؟" بس اتنا ہی نکل سکا اس کے منہ سے۔ مگر جواب؟

عفان کی ہنسی—ایک زوردار، گونجتی ہوئی، سفاک ہنسی۔ "میرے سامنے ہے..." وہ بولا، جیسے کسی کھیل کا لطف لے رہا ہو۔ "رو رہی ہے، گھٹنوں میں سر دیے، مسلسل..."

وہ ایک کونے میں بیٹھی تھی، سر دونوں گھٹنوں میں دیے، اور کانپ رہی تھی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے، چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا، لباس

میلا اور جگہ جگہ مٹی سے اٹا ہوا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کئی دنوں سے یونہی قید تھی، کھانے پینے کا ہوش نہیں تھا، اور اب وہ اپنی ہی دنیا میں کھو چکی تھی — ایک ایسی دنیا، جہاں بس خوف تھا، آنسو تھے، اور بے بسی تھی۔ ماہا کے کانوں میں جیسے گونج سی ہونے لگی۔

"کیوں؟" عفان نے اچانک پوچھا، اس کے لہجے میں ایک شیطانی مسکراہٹ تھی۔ "تمہیں اب

اس کی اتنی فکر کیوں ہو رہی ہے؟" ماہا کا خون کھولنے لگا۔ وہ ضبط کرتے کرتے بھی خود پر قابو نہ رکھ سکی اور چیخ اٹھی —

"مجھے فکر نہیں ہو رہی! زاویار ہر جگہ اس لڑکی کو ڈھونڈ رہا ہے، میرا دماغ خراب ہو رہا ہے! تم اسے مار کر اس کی زندگی سے ہمیشہ کے لیے دور کیوں نہیں کر دیتے؟"

عفان پھر ہنسا۔ اس بار زیادہ زور سے، زیادہ وحشی انداز میں، جیسے یہ سب کچھ اس کے لیے بس ایک کھیل ہو۔ "ہاہاہاہا... اوہ، ماہا!" وہ بولا، آواز میں کھیلنے والی بے رحمی تھی۔ "تم اتنی بے چین کیوں ہو رہی ہو؟ کیا ہوا، زاویار تمہیں نظرانداز کر رہا ہے؟ حالہ کے پیچھے دیوانہ ہو رہا ہے، ہے نا؟" ماہا کے ہاتھ لرزنے لگے۔

"بند کرو یہ بکواس، عفان!"

"ارے ارے... اتنا غصہ؟ حالہ کے لیے یا زاویار کے لیے؟"

عفان کی سفاکی جاری تھی، اور ماہا کا دل کسی نامعلوم خوف میں دھڑک رہا تھا۔

"مار دوں گا... بہت جلد..."

حالہ کو لگا اس کی سانس رک گئی۔ دل کی دھڑکنیں بے قابو ہونے لگیں۔

اس نے آہستہ آہستہ نظریں اٹھائیں اور سامنے بیٹھے عفان کو دیکھا، اس کی آنکھوں میں ایسی وحشت تھی کہ جیسے وہ لمحہ بھر میں اسے چیر پھاڑ دے گا۔

عفان کی مسکراہٹ گہری ہو گئی، آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک ابھری۔ وہ دھیرے سے کرسی پر جھکا اور سرگوشی میں بولا،

"لیکن ایسے نہیں نا... مجھے کھیل پسند ہے، کھیل..." وہ ہنسا، ایک ایسی ہنسی جو کسی پاگل درندے کی طرح گونجی۔

حالہ کا دل زور سے دھڑکا، مگر اس کے چہرے پر خوف کا کوئی رنگ نہ آیا۔ وہ مسلسل عفان کو دیکھ رہی تھی، اس کی نظروں میں وحشت کا مقابلہ کرنے کا جنون تھا۔

عفان آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے اٹھا اور آرام سے چلتا ہوا حالہ کے قریب آ گیا۔ وہ اس کے سامنے آ کر بیٹھ گیا، بہت قریب۔

حالہ کی نظروں میں آگ بھڑک اٹھی، جیسے وہ بس ابھی اسی لمحے اسے نوچ ڈالے گی۔

عفان کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ ابھری، اس نے آہستہ سے اپنا ہاتھ بڑھایا اور حالہ کے بال اپنی انگلیوں میں لپیٹ لیے۔

اس سے پہلے کہ وہ کوئی اور حرکت کرتا—

چٹاخ!!

ایک زوردار تھپڑ عفان کے چہرے پر پڑا۔ آواز کمرے میں گونجی، جیسے طوفان سے پہلے کی خاموشی ٹوٹ گئی ہو۔

عفان ایک پل کے لیے ساکت رہ گیا، چہرہ دوسری طرف موڑ گیا تھا مگر وہ اپنی جگہ سے ہلا نہیں۔ پھر۔۔۔ آہستہ آہستہ اس نے نظریں اٹھائیں۔ حالہ کو لگا جیسے اس نے موت کو خود اپنے ہاتھوں سے چھیڑ دیا ہو۔ عفان کی آنکھوں میں اب صرف وحشت تھی، سفاکی، درندگی۔ اس کی مسکراہٹ ختم ہو چکی تھی، اس کی جگہ ایک خطرناک سناٹا لے چکا تھا۔۔۔ عفان کے چہرے پر پڑا سرخ نشان ابھر آیا تھا، مگر وہ پھر بھی سکون سے بیٹھا تھا، جیسے درد نام کی چیز اس کے لیے بے معنی ہو۔ وہ آہستہ سے اپنی انگلیاں چٹخاتا، نظروں سے حالہ کو پرکھ رہا تھا۔

"واہ، بہت ہمت آگئی ہے تم میں..."

اس نے آہستہ سے کہا، اور اگلے ہی لمحے وہ جھپٹا۔

حالہ چیخ بھی نہ پائی، عفان نے اس کے بال ایک جھٹکے سے پکڑے اور زور سے نیچے کھینچ لیا۔ حالہ کا جسم جھٹکے سے پیچھے کی طرف گرا، اس کی گردن میں تکلیف کی ایک تیز لہر دوڑ گئی۔

"یہی چاہیے تھا نا تمہیں؟" عفان کی آواز زہریلی سرگوشی میں بدل گئی "مزاحمت؟ تکلیف؟ سسپنس؟ چلو، اب میں تمہیں وہ سب دوں گا جو تم نے سوچا بھی نہیں ہو گا۔"

حالہ نے زور سے اس کے ہاتھ پر ضرب لگائی، مگر وہ جنبش تک نہ کھا سکا۔ اس کی گرفت لوہے کی طرح سخت تھی۔

"چھوڑو مجھے، تم ایک بیمار ذہنیت کے آدمی ہو!" حالہ چیخی، مگر عفان نے اس کی چیخ کو قہقہے میں دبا دیا۔

"بیمار؟ ہاہا... میں جو کرتا ہوں، وہ میرا شوق ہے، آرٹ ہے... اور تم، میری پچھلی تخلیقات سے خاص ہو۔ تم وہ شکار ہو جو مجھے مزہ دے رہی ہو۔"

حالہ کا سانس پھولنے لگا۔

عفان نے اسے کھینچ کر قریب کیا، اتنا قریب کہ اس کی سانسوں کی وحشت بھی محسوس ہونے لگی۔ "جانتی ہو، مرنے والے ہمیشہ بہت خاص ہوتے ہیں۔ ان کی آخری چیخیں... ان کا آخری خوف..." وہ نرمی سے بولا، جیسے کسی قیمتی شے کے بارے میں بات کر رہا ہو، "لیکن تمہاری چیخ، حالہ وہ اور بھی خاص ہو گی۔"

حالہ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے، مگر وہ جانتی تھی کہ آنسوؤں سے یہ شخص مزید لطف اندوز ہو گا۔

"مجھے دیکھو!" عفان غرایا، اس نے زور سے اس کا چہرہ اپنی طرف موڑا۔

حالہ کی آنکھوں میں صرف نفرت تھی، خوف نہیں!

"میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔" اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

عفان کے چہرے پر لمحے بھر کو حیرت دوڑ گئی۔ پھر، وہ دھیرے سے مسکرایا۔

"معاف؟ ہاہا... میری جان، معاف کرنے کے لیے تمہیں زندہ ہونا پڑے گا۔ اور زندہ تم زیادہ دیر نہیں رہو گی!"

عفان کے لبوں پر زہریلی مسکراہٹ تھی، اور اس کے لفظوں میں ایک وحشیانہ برفیلے سناٹے کی کاٹ تھی۔ حالہ کا دل جیسے پسلیوں کو توڑ کر باہر نکلنے کو مچل رہا تھا، مگر اب خوف اس کے چہرے پر نہیں تھا۔

اور یہی چیز عفان کو مزید بھڑکا گئی!

اچانک——

"دھپ!!"

عفان کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے اٹھا اور پوری قوت سے حالہ کے چہرے پر پڑا۔

"آہھہ!!"

حالہ کا چہرہ ایک طرف جھٹک گیا۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا، سر چکرانے لگا، گال پر جلتا ہوا درد پھیل گیا۔ مگر وہ چیخی نہیں، اس نے ایک لفظ بھی نہیں بولا!

یہی بات عفان کے اندر کے درندے کو اور بے قابو کر گئی۔

"چیخو! میں تمہاری چیخیں سننا چاہتا ہوں!" وہ غرایا، اور اس بار——

دھڑاک!

دوسرا تھپڑ!

حالہ کا سر پیچھے جا گرا، لبوں کے کنارے سے خون رسنے لگا۔

"چیخو، میں نے کہا چیخو!!!" عفان کے اندر ایک جنون سوار تھا، جیسے وہ اس کی چیخوں سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہو۔

مگر حالہ نے نہیں چیخا!

اس کی آنکھوں میں اب خوف نہیں تھا، صرف نفرت تھی۔

یہی چیز عفان کو اور مشتعل کر گئی۔ اس نے جھپٹ کر اس کی کلائی پکڑی اور اتنی زور سے دبائی کہ حالہ کو لگا اس کی ہڈیاں چٹخ جائیں گی۔

"بہت ہمت آگئی ہے نا تم میں؟" عفان نے دانت پیسے، "اب دیکھو میں تمہارے ساتھ کیا کرنے والا ہوں!"

"نہیں!"

اچانک حالہ کی آنکھوں میں چمک ابھری—اس نے پوری طاقت سے اپنی پیشانی عفان کے چہرے پر ماری—

"آہہہہ"

عفان لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا، اس کی ناک سے خون بہنے لگا!

حالہ کی سانس تیز ہو گئی، مگر وہ ابھی بھی عفان کی گرفت میں تھی!

اب کیا ہو گا؟ کیا وہ بچ پائے گی؟ یا عفان اپنی وحشت کو مزید خطرناک بنا دے گا؟

حالہ نے کانپتے ہاتھوں سے اپنا زخمی چہرہ چھوا، گال پر خون کی گرمی محسوس ہو رہی تھی۔ لیکن اس کی آنکھوں میں اب صرف خوف نہیں تھا—بلکہ بچنے کی تڑپ تھی!

وہ مرنے نہیں والی تھی!

نہیں!

عفان کے چہرے پر خون بہہ رہا تھا، مگر وہ ہنسا—وحشی درندے کی طرح!

"یہ ہوئی نہ بات!" وہ پھنکارا، "یہی تو میں چاہتا تھا، حالہ!"

عفان اپنی ناک سے بہتے خون کو ہاتھ کی پشت سے صاف کرتا ہوا دھیرے دھیرے اٹھا۔ اس کے چہرے پر پہلے غصہ تھا، مگر پھر...

وہ مسکرا دیا۔

وحشی، جنونی، قاتلانہ مسکراہٹ۔

حالہ نے دھڑکتے دل سے اسے دیکھا، اس کے اندر کی درندگی کو محسوس کیا، مگر وہ جانتی تھی —— یہ مسکراہٹ کسی طوفان کی علامت ہے۔

عفان نے اس کے سرخ پڑے چہرے کو، لرزتے ہاتھوں کو، اور ہونٹوں کے کنارے سے بہتے خون کو دیکھا... پھر پلٹ کر جانے لگا۔

بس، اتنا آسانی سے؟ نہیں۔ یہ خاموشی سب سے خطرناک تھی۔

"نہیں... نہیں... یہ جا کیوں رہا ہے؟ یہ خاموش کیوں ہے؟" اس کے قدموں کی آواز دروازے سے دور ہوتی گئی۔

اور پھر دروازہ بند ہو گیا۔ دھڑاک یہ آواز سنتے ہی حالہ کے حواس ٹوٹ گئے۔

"نہیں!!!!!"

"کوئی ہے ؟!!! کوئی تو بچائے مجھے !! یہ عذاب ! یہ ظلم !! مجھے یہاں سے نکالو !!!"

وہ زور زور سے چیخنے لگی، دیواروں کو پیٹنے لگی، اپنے بالوں کو نوچنے لگی، مگر کوئی نہیں تھا جو اسے سن سکتا۔

"زاویاررررر !!!"

اس کے آنسو بے قابو ہو کر بہنے لگے۔

"زاویار !! خدا کے لیے !! مجھے یہاں سے نکالو !!"

وہ دروازے کی طرف لپکی، بند مٹھیوں سے دروازہ پیٹنے لگی، لیکن کوئی جواب نہیں تھا۔

"زاویار !!! تم کہاں ہو؟؟؟ خدا کے لیے آ جاؤ !!!"

اس کی آواز ٹوٹنے لگی، چیخوں میں ہچکیاں شامل ہو گئیں۔

اس کے ہاتھ دروازے پر مارتے مارتے کانپنے لگے، گھٹنے کمزور ہو گئے، اور وہ آہستہ آہستہ دروازے کے ساتھ نیچے بیٹھتی گئی۔

"زاویار..."

اب اس کی آواز سرگوشی بن چکی تھی، آنکھیں آنسوؤں سے بھر چکی تھیں۔

اندھیرے میں صرف اس کی سسکیاں گونج رہی تھیں... اور باہر، کسی نامعلوم وقت میں، عفان دوبارہ واپس آنے والا تھا۔

oooooooooooooooooooooooooooooo

پولیس اسٹیشن کے اندر سگریٹ اور پسینے کی ملی جلی بو پھیلی ہوئی تھی۔

پرانے فرنیچر اور میزوں پر فائلوں کے ڈھیر لگے تھے۔ایک طرف موٹا، بھاری جسم والا پولیس افسر بیٹھا تھا، جس کے گندے پیلے دانت اور چکنائی سے چمکتا چہرہ دیکھ کر ہی کراہیت محسوس ہو رہی تھی۔

جیسے ہی زاویار اور ویدانت اندر داخل ہوئے، وہ پولیس والا اپنا سگار چبانے لگا۔اس کی نظریں زاویار پر گئیں،اور ایک عجیب سے چڑ سامنے آئی، جیسے اسے کسی امیر، سنجیدہ آدمی سے ویسے ہی نفرت ہو۔

Cosa vuoi"" (تمہیں کیا چاہیے؟) اس نے کرخت آواز میں کہا۔

زاویار نے اپنے غصے کو قابو میں رکھتے ہوئے کہا،" Mia moglie

"è stata rapita. Devo fare una denuncia

(میری بیوی کو اغوا کر لیا گیا ہے، میں رپورٹ درج کروانا چاہتا ہوں۔)

پولیس والا ایک طنزیہ ہنسی ہنسا اور پیچھے کرسی پر جھک گیا۔ "Tua moglie? Ah, poverino. Sei sicuro che non sia solo scappata con un altro"(تمہاری بیوی؟ اوہ، کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ کسی اور کے ساتھ بھاگ نہیں گئی؟)

زاویار کے چہرے کی رنگت سخت ہو گئی۔ ویدانت نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا، اشارہ کیا کہ برداشت کرو۔

"Non sono qui per ascoltare le tue sciocchezze. Voglio solo che troviate Affan. So che ha preso mia moglie"(میں تمہاری بکواس سننے نہیں آیا۔ میں صرف چاہتا ہوں کہ تم لوگ عفان کو تلاش کرو۔ مجھے معلوم ہے کہ اس نے میری بیوی کو اغوا کیا ہے۔)

پولیس والا قہقہہ مار کر ہنسا، سگار کی راکھ زمین پر جھاڑی۔ " ?Affan

Chi diavolo è Affan? Dovresti portarmi

delle prove, signorino"(عفان؟ یہ کون شیطان ہے؟

تمہیں مجھے ثبوت دینا چاہیے، جناب۔)

زاویار کے صبر کا پیمانہ لبریز ہونے لگا۔ وہ میز کے قریب جھکا، آنکھوں میں

شدید غصہ تھا۔ " Non ho bisogno di prove per

sapere che mia moglie è in pericolo! Se

non fate nulla, lo troverò da solo, e non

vi piacerà come lo farò"(مجھے یہ جاننے کے لیے کسی

ثبوت کی ضرورت نہیں کہ میری بیوی خطرے میں ہے! اگر تم لوگوں

نے کچھ نہ کیا تو میں خود اسے ڈھونڈ نکالوں گا، اور تمہیں وہ طریقہ پسند نہیں آئے گا۔)

پولیس افسر کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا، مگر پھر بھی طنزیہ مسکراہٹ برقرار رہی۔

Vai, signor ricco. Gioca al detective. " Ma non venire da me quando ti ritrovi nei guai" (جاؤ، امیر آدمی، جاسوس بنو۔ مگر جب مصیبت میں پھنس جاؤ تو میرے پاس مت آنا۔)

زاویار نے دانت بھینچ کر ایک لمحے کے لیے ویدانت کی طرف دیکھا، جو خاموشی سے سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ پھر زاویار نے ایک آخری نظر پولیس افسر پر ڈالی اور مڑ کر باہر نکل گیا۔

باہر، بارش اب بھی جاری تھی۔

ویدانت اور زاویار گاڑی میں آ بیٹھے۔ زاویار کے چہرے پر شدید غصہ تھا، اس نے مٹھی بھینچ کر ڈیش بورڈ پر ماری۔

"میں جانتا تھا کہ پولیس کچھ نہیں کرے گی!" زاویار غرایا۔

ویدانت نے آہستہ سے کہا" مگر کم از کم اب وہ جانتے ہیں کہ ہم عفان کے پیچھے ہیں۔ شاید کسی نہ کسی طریقے سے یہ بات آگے بڑھے۔"

زاویار نے تلخی سے ہنسی، پھر بارش کے قطروں کو دیکھنے لگا۔ وہ حالہ کو ڈھونڈنے کے لیے کسی بھی حد تک جانے کے لیے تیار تھا،اور اگر پولیس کچھ نہیں کر رہی تھی، تو وہ خود کرے گا۔

☆☆☆✦☆☆☆

دروازہ دھاڑ سے کھلا۔ زاویار ایک طوفان کی طرح اندر داخل ہوا، جبکہ ویدانت اس کے پیچھے قدم بڑھاتا آیا۔

کمرے میں ہلکی روشنی تھی، سگریٹ کا دھواں ہوا میں بکھرا ہوا تھا، اور سامنے الیساندرو ریکو کرسی پر نیم دراز بیٹھا تھا۔ جیسے ہی زاویار کی گرجدار آواز گونجی، وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا، اس کی آنکھوں میں بے چینی تھی۔

"تم نے کہا تھا کہ صبح تک عفان کا پتا چل جائے گا..." زاویار کی آواز میں انگارے دہک رہے تھے۔ "اور اب شام ہو رہی ہے!"

وہ غصے میں آگے بڑھا، اور جیسے ہی اس کے الفاظ کمرے میں گونجے، الیساندرو کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ اس کی سانسیں بے ترتیب ہو گئیں، جیسے کوئی موت کی خبر سنانے والا ہو۔

"بتاؤ، عفان کہاں ہے؟" زاویار نے دہاڑتے ہوئے کہا، اس کی آنکھوں میں وحشت اور جنون تھا۔

الیساندرو نے لب کھولنے کی کوشش کی، مگر الفاظ جیسے اس کے حلق میں پھنس گئے۔

"معاف کرنا..." اس نے بمشکل کہا، مگر اگلے ہی پل جو الفاظ اس کے منہ سے نکلے، وہ کمرے کی فضا کو برف کی طرح جما گئے۔

"... تمہاری بیوی... بیوی مر گئی ہے۔"

جیسے ہی یہ الفاظ زاویار کے کانوں میں پڑے، اسے لگا جیسے کسی نے اس کے سینے میں خنجر گھونپ دیا ہو۔ زندگی تھم گئی۔ دماغ نے چلنا چھوڑ دیا۔ وقت جیسے ایک پل کے لیے رک گیا ہو۔ ویدانت نے فوراً زاویار کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں حیرانی اور بے یقینی تھی۔ زاویار کی مٹھیاں سختی سے بند

ہو گئیں، اس کا سانس بے ترتیب ہونے لگا، مگر وہ ایک لمحے کے لیے بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔

"وہ مر گئی ہے؟" زاویار نے آہستہ سے دہرایا، جیسے اپنے ہی کانوں پر یقین نہ آ رہا ہو۔

الیساندرو نے نظریں چرائیں، مگر زاویار کا صبر جیسے کسی بارود کی طرح پھٹنے کے قریب تھا۔

اگلے ہی لمحے، وہ بجلی کی تیزی سے آگے بڑھا اور الیساندرو کا گریبان پکڑ کر اسے زور سے دیوار سے دے مارا۔ "بکواس بند کرو!!! ایک لفظ مت نکالنا!!! وہ نہیں مری... سن رہے ہو؟ وہ نہیں مری!!!" زاویار چیخا، اس کی آواز کمرے میں گونج رہی تھی۔

الیساندرو نے ہانپتے ہوئے اس کے ہاتھوں سے نکلنے کی کوشش کی، مگر زاویار کی گرفت اتنی مضبوط تھی جیسے وہ اسے زندہ دفن کر دے گا۔

ویدانت فوراً آگے بڑھا، اس نے زاویار کا بازو پکڑ کر اسے پیچھے کھینچنے کی کوشش کی۔ "زاویار، ہوش میں آؤ!! یہ ہمیں کہیں نہیں لے کر جائے گا!!" ویدانت کی آواز میں سختی تھی، مگر زاویار کے کانوں تک کچھ نہیں پہنچ رہا تھا۔ "یہ جھوٹ بول رہا ہے!!!۔۔۔یہ جھوٹ بول رہا ہے، ویدانت!!! حالہ نہیں مری!!!" زاویار کی آنکھیں خون اتار رہی تھیں، سانسیں بے ترتیب ہو چکی تھیں، اور جسم انتقامی جذبے سے لرز رہا تھا۔

الیساندرو نے ہانپتے ہوئے زاویار کے ہاتھوں سے خود کو چھڑانے کی کوشش کی۔

"میں جھوٹ نہیں بول رہا... وہ مر گئی ہے... تبھی عفان تمہارے ہاتھ نہیں آ رہا..."

زاویار کی مٹھیاں کانپنے لگیں، اس کے دماغ میں ایک زوردار چیخ گونجی، جیسے کوئی سچائی اس پر حملہ کر رہی ہو۔

اور پھر — زاویار نے الیساندرو کے چہرے پر ایک زوردار مکا مارا۔ وہ چیخا، "نہیں!!! حالہ زندہ ہے!!! وہ زندہ ہے!!!" الیساندرو زمین پر گرا، خون اس کے لبوں سے رسنے لگا۔

مگر زاویار کے اندر جیسے سب کچھ جل رہا تھا، ایک خوفناک طوفان، ایک ایسا بھڑکتا ہوا طیش جو کسی بھی پل سب کچھ راکھ کر سکتا تھا۔

"میں خود اسے ڈھونڈوں گا!" زاویار کا دماغ سن ہو چکا تھا، سانسیں بے ترتیب تھیں، مگر اس کا جنون مزید بھڑک اٹھا تھا۔ جیسے ہی اس نے

الیساندرو کو چھوڑا، وہ تیزی سے دروازے کی طرف لپکا۔ ویدانت نے فوراً اس کے پیچھے قدم بڑھایا۔

"زاویار، سنو!" ویدانت کی آواز میں سختی تھی، مگر زاویار پر جنون سوار تھا۔ وہ ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کر سکتا تھا۔

"وہ زندہ ہے، ویدانت! میں جانتا ہوں وہ زندہ ہے! میں خود اسے ڈھونڈوں گا!" زاویار نے دروازہ دھکیل کر کھولا اور باہر نکلنے لگا۔

☆☆☆✦☆☆☆

وہ زمین پر لیٹی ہوئی تھی انکھیں دور کسی خلا کو دیکھ رہی تھی بال ادھے چہرے پر تھے وہ ٹھنڈی برف بنی سمٹی ہوئی لیٹی ہوئی تھی۔ پھر دروازہ کھلنے

کی ہلکی سی اواز ائی وہ اٹھی نہیں نہ ہی اس نے دیکھنے کی کوشش کی۔اس کے اندر اٹھنے کی اور دیکھنے کی ہمت نہیں تھی۔

وہ اہستہ اہستہ چلتا ہے اس کے پاس ایا لمبا کالا کوٹ پہنے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ لیے جوتوں کی ہلکی چاپ اور جھٹکے سے حالہ کے بال پکڑے حالہ کے منہ سے چیخ نکلتے نکلتے رکی۔ مگر وہ پھر بھی اس طرح بدتر کا بت بنی رہی گٹ کر بیٹھی رہی ایک ہاتھ گود میں ایک ہاتھ زمین پر رکھے وہ اس وقت اپنے اپ کو مجبور سمجھ رہی تھی ماتھے پہ چوٹ کی وجہ سے ہلکا سا خون بھی رس رہا تھا اور پتہ نہیں کہاں کہاں اس کے چہرے پر زخم کے نشانات تھے عفان کے چماٹے کے نشانات اس کے چہرے پر تھے اس نے انکھیں اٹھا کر دیکھا انکھوں میں کوئی انسو نہیں تھا کچھ نہیں تھا وہ اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھا تھا

پھر زور سے اس کی حالت دیکھ کر کھا لگا یا۔

حالہ اس کو یک ٹک دیکھ رہی تھی۔

"زاویار۔۔۔زاویار آنے ہی والا ہو گا مجھے بچانے اور دیکھنا۔۔۔دیکھنا کہ وہ تمہیں۔۔۔مار دے گا۔۔۔زاویار تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا!" حالہ آنسوؤں کے درمیان بے بسی سے بولی۔

عفان نے ایک زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف دیکھا، "اسی کا تو انتظار کر رہا ہوں... دیکھتے ہیں، وہ میرے لیے کتنا خطرناک ثابت ہوتا ہے۔"

وہ آگے جھکا اور حالہ کی ٹھوڑی کو سختی سے پکڑ لیا، اس کی آنکھوں میں وحشیانہ چمک تھی۔

"وہ تمہیں پورے شہر میں دیوانوں کی طرح ڈھونڈتا پھر رہا ہے، ظاہر ہے... اس کی جان جو میرے پاس ہے۔"

حالہ نے بے یقینی سے عفان کو دیکھا، آنکھوں میں آنسو اور خوف کے سائے۔ زاویار واقعی اسے ڈھونڈ رہا تھا... "دیکھتے ہیں کہ وہ کب تک پہنچے گا۔۔۔" وہ آگے جھکا۔

"لیکن تب تک، تم میرے پاس ہو... اور مجھے دیکھنا ہے کہ زاویار اپنی 'جان' کو بچانے کے لیے کہاں تک جا سکتا ہے۔" اس نے سرد لہجے میں کہا، پھر ہنستے ہوئے پیچھے ہٹ گیا۔

حالہ کا دل خوف سے لرز گیا۔ وہ جانتی تھی کہ عفان صرف کھیل کھیل رہا تھا، اور اس کھیل کا انجام وہی طے کرے گا... مگر زاویار؟ کیا وہ وقت پر پہنچ سکے گا؟

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

وہ کچن میں کھڑا کافی بنا رہا تھا، مگر اس کے ہاتھوں میں بے چینی تھی، جیسے کوئی انجانی پریشانی اسے جکڑ رہی ہو۔ کافی مشین کی آواز میں بھی اسے حالہ کی سانسوں کی بازگشت سنائی دے رہی تھی۔ ایک پل کو لگا جیسے وہ یہیں، اسی گھر میں کہیں موجود ہو، جیسے وہ اسے آواز دے رہی ہو۔ مگر حقیقت اس سے کہیں زیادہ ظالم تھی۔ حالہ اس کے پاس نہیں تھی... وہ کہیں کسی اندھیرے میں قید تھی۔

کافی کا مگ ہاتھ میں لیے وہ صوفے پر آ بیٹھا۔ نظریں خلا میں مرکوز تھیں۔ جیسے ہی کافی ہونٹوں سے لگی، اس نے فوراً مگ واپس میز پر رکھ دیا۔ کچھ

کھانے پینے کا دل نہیں تھا، سب بے ذائقہ لگ رہا تھا۔ بس ایک ہی چیز ذہن میں گونج رہی تھی —— اگر وہ وقت پر نہ پہنچا تو؟

دل جیسے مٹھی میں جکڑا جا رہا تھا۔ وہ مزید یہاں نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اس کی بے چینی بڑھ رہی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ حالہ زندہ ہے، اسے یقین تھا۔ وہ مر نہیں سکتی تھی۔ اور اگر وہ مر بھی رہی ہو گی... تو بھی زاویار اسے زندہ ہی ڈھونڈے گا۔

اس نے گہرا سانس لیا، پھر اچانک اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ یہاں بیٹھ کر انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ اسے باہر جانا تھا، حالہ کو ڈھونڈنا تھا... چاہے اس کے لیے پورا شہر کیوں نہ کھنگالنا پڑے۔

اپارٹمنٹ کا دروازہ زور سے بجا۔ زاویار جو ابھی اٹھا ہی تھا، چونک کر دروازے کی طرف مڑا۔ ایک پل کے لیے اس کا دل تیزی سے دھڑکا،

جیسے کوئی انجانا خوف یا امید ہو۔ وہ تیز قدموں سے دروازے تک آیا اور ہینڈل گھما کر دروازہ کھول دیا۔ سامنے ماہا کھڑی تھی۔

زاویار نے ایک گہری سانس لی، جیسے لمحے بھر کے لیے خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ ماہا کی آنکھوں میں سوال تھے، شاید پریشانی بھی، مگر وہ خاموش تھی۔

"اندر آجاؤں؟" اس نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔ زاویار نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی، پھر ہلکا سا ایک طرف ہوا۔ ماہا نے کچھ کہے بغیر قدم اندر رکھ دیا اور آہستہ سے دروازہ بند ہو گیا۔

ماہا آہستہ آہستہ چلتی ہوئی صوفے کے قریب آئی اور ایک طرف بیٹھ گئی، جبکہ زاویار خاموشی سے کچن کی طرف بڑھ گیا۔ وہ اب بھی بے چینی سے اپنی انگلیاں آپس میں مسل رہا تھا، جیسے کسی انجانی کشمکش میں مبتلا ہو۔

"زاویار..." ماہا نے نرمی سے پکارا۔

زاویار نے کوئی جواب نہیں دیا، وہ بس کافی کا کپ اٹھا کر سنک میں رکھنے لگا، جیسے وہ یہاں اکیلا ہو اور ماہا کی موجودگی کا اسے احساس تک نہ ہو۔

ماہا نے گہری سانس لی اور نرمی سے بولی "تم پوری رات نہیں سوئے نا؟"

"سونا چاہیئے تھا؟" زاویار نے بغیر اسے دیکھے سپاٹ لہجے میں کہا۔

ماہا نے اس کی تھکن زدہ آنکھوں پر نظر ڈالی، اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ وہ جانتی تھی کہ زاویار حالہ کو لے کر کس قدر بے چین ہے، اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ حالہ کے لیے اتنا بے چین رہے۔

"حالہ ٹھیک ہو گی، ہمیں کوئی نہ کوئی سراغ ضرور ملے گا، بس تمہیں خود کو تھوڑا سنبھالنا ہو گا۔" وہ دھیرے سے بولی، جیسے اسے یقین دلانے کی کوشش کر رہی ہو۔

زاویار نے آخر کار اس کی طرف دیکھا، مگر اس کی آنکھوں میں وہی ٹھنڈا، خالی سا تاثر تھا۔ "کیا تمہیں واقعی لگتا ہے کہ میں سکون سے بیٹھ سکتا ہوں، جب حالہ کسی درندے کے ہاتھ میں ہے؟" اس کا لہجہ زہر خند تھا، جیسے ماہا کی تسلی اس کے لیے بے معنی ہو۔

ماہا نے لب بھینچ لیے، مگر پھر بھی بولی "میں جانتی ہوں کہ تمہیں کتنا برا لگ رہا ہے، مگر۔۔۔" زاویار نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا "پلیز ماہا، اس وقت میرا بات کرنے کا موڈ نہیں ہے۔۔۔"

یہ کہہ کر وہ بے دلی سے پلٹا اور لمبے قدم اٹھاتا ہوا کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ ماہا وہیں بیٹھی رہ گئی، جیسے کسی نے اسے زمین میں جکڑ دیا ہو۔ اس کی نظریں زاویار کی پیٹھ پر جمی رہیں، یہاں تک کہ وہ دروازہ بند کر کے اندر چلا گیا۔

ماہا نے لب بھینچ لیے، اس کی آنکھوں میں عجیب سی بے چینی تھی۔ اس کے دل میں ایک خلش سی جاگ رہی تھی — ایک ایسی جلن، جسے وہ نام نہیں دے پا رہی تھی۔ اس نے ہمیشہ سوچا تھا کہ حالہ بس ایک وقت کی مجبوری ہے، زاویار کی زندگی میں ایک عارضی موجودگی... مگر یہ سب تو الٹ ہو رہا تھا۔

جتنا وہ حالہ کو زاویار سے دور کرنا چاہتی تھی، وہ اتنی ہی اس کے قریب جا رہی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ حالہ زاویار کی زندگی سے نکل جائے، مگر اب ایسا لگنے لگا تھا جیسے حالہ اس کی سوچوں پر بھی چھا رہی ہو۔ ہر بات، ہر لمحہ، ہر فکر... بس حالہ کے گرد گھوم رہی تھی۔ ماہا نے مٹھیاں سختی سے بند کیں۔ وہ جانتی تھی کہ زاویار کو حالہ کی فکر تھی، مگر یہ فکر نہیں تھی — یہ جنون تھا۔ اور یہی چیز اسے سب سے زیادہ تکلیف دے رہی تھی۔

ماہا کے فون کی اسکرین چمکی، اور اس کے جسم میں ایک سرد لہر دوڑ گئی۔ نام دیکھتے ہی اس کے ہاتھ کانپنے لگے — عفان۔ وہ تیزی سے صوفے سے اٹھی، گردن موڑ کر زاویار کو دیکھنے کی کوشش کی، لیکن وہ ابھی تک واشروم میں تھا۔ دل میں خوف کی ایک لہر اٹھی۔ اگر زاویار نے فون دیکھ لیا تو؟ اگر وہ سمجھ گیا کہ ماجرا کیا ہے؟۔۔ کیا وہ ابھی عفان سے بات کرے؟ اس نے ہڑبڑا کر فون اٹھایا اور دبے قدموں دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ دروازہ آہستہ سے بند کیا اور کانپتے ہاتھوں سے کال ریسیو کر لی۔ آواز کانپ رہی تھی، لیکن اسے خود کو نارمل رکھنا تھا۔ "کیا ہوا؟ کیوں کال کی ہے؟" وہ تقریباً سرگوشی میں بولی۔

عفان کی سانسوں کی گونج سنائی دی، جیسے وہ کسی تاریک کمرے میں بیٹھا ہو۔

عفان کی زہریلی ہنسی سن کر ماہا کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔ اس نے بے چینی سے دروازے کی طرف دیکھا، جیسے ڈر ہو کہ زاویار کہیں یہ باتیں سن نہ لے۔

"بڑی چالاک بن رہی تھی نا تم؟" عفان کی آواز میں زہر گھلا تھا۔ "زاویار کو حالہ کے قریب سے ہٹانے کے چکر میں خود کو اس کے قریب لے آئی؟ لیکن لگتا ہے قسمت نے تمہارا ساتھ نہیں دیا، کیونکہ وہ اب بھی اُسی کی تلاش میں ہے!"

ماہا کے لبوں پر پچھتاوے کا کڑواہٹ بھرا ذائقہ پھیل گیا، مگر وہ خود کو پرسکون رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے بولی "زیادہ بولو مت... میں نے ہی تمہاری مدد کی ہے۔۔۔ میری وجہ سے ہی حالہ تمہارے پاس ہے"

عفان ایک گہری سانس لے کر بولا "اب تمہیں مجھ پر احسان جتانے کی ضرورت نہیں۔ جو ہونا تھا، ہو چکا۔ اب بس اپنے زاویار کو سمجھا دو کہ وہ حالہ کو تلاش کرنا بند کر دے... کیونکہ وہ آج دفن ہونے والی ہے۔"

ماہا کے چہرے کا رنگ ایک دم سفید پڑ گیا۔ "ک—— کیا؟"

"ہاں۔" عفان کے لہجے میں ایک عجیب سی سنجیدگی تھی۔ "اب مزید کھیلنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ وہ زیادہ دیر زندہ نہیں رہے گی۔"

ماہا کے ہاتھ لرزنے لگے۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی، مگر الفاظ اس کے حلق میں ہی کہیں پھنس گئے۔

دوسری طرف، عفان کرسی پر ٹیک لگائے آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک تیز دھار چاقو تھا، جس پر روشنی کی ہلکی سی چمک پڑ رہی تھی۔

حالہ اس کے سامنے زمین پر بیٹھی تھی، بکھرے ہوئے بال، زخمی کلائیاں، آنکھوں میں سوجن اور چہرے پر بے بسی کی ایک خوفناک تصویر بنی ہوئی۔ وہ اس چاقو کو دیکھ رہی تھی جیسے وہی اس کے انجام کا اعلان کر رہا ہو۔

"تم مرنا نہیں چاہتی، ہے نا؟" عفان نے چاقو کی نوک اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ دی، اور حالہ کے آنسو گالوں سے بہہ کر زمین پر ٹپکنے لگے۔

"پ—پلیز..." اس کی آواز لرز گئی، "مجھے مت مارو..."

عفان کی آنکھوں میں شیطانی چمک تھی۔ "تو پھر دیکھتے ہیں، تمہارا زاویار تمہیں موت کے منہ سے نکال سکتا ہے یا نہیں!"

ماہا کا سانس رکنے لگا۔ اس کے ہاتھ پسینے میں بھیگ گئے۔ یہ سب اس نے نہیں چاہا تھا... یا شاید چاہا تھا، لیکن اس حد تک نہیں!

زاویار واش روم کے سنگِ مرمر کے سنک کے سامنے کھڑا تھا۔ پانی کے ٹھنڈے چھینٹے اس نے اپنے چہرے پر مارے، گہری سانسیں لے کر خود کو پرسکون رکھنے کی کوشش کی۔ آئینے میں اپنا عکس دیکھا —— آنکھوں میں تھکن، اضطراب اور ایک ان کہی وحشت تھی۔ اس نے انگلیوں سے بھیگے ہوئے بالوں کو پیچھے دھکیلا، ہاتھ کی پشت سے پانی کے قطرے صاف کیے آنکھیں موند کر ایک گہری سانس لی، خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کی، مگر بے سود۔ وہ چہرہ تولیے سے صاف کرتے ہوئے باہر آیا، اور جیسے ہی کمرے کی دہلیز پار کی، اچانک ایک خیال ذہن میں آیا —— ایک بات جو اسے ماہا سے کرنی تھی۔

اس کے قدم تھمے، وہ اِدھر اُدھر نظر دوڑانے لگا، مگر ماہا سامنے کہیں نہیں تھی۔

پھر...اچانک، ایک ہلکی، دبی دبی آواز سنائی دی۔ کمرے کے دروازے کے پیچھے سے۔

"عفان... میں تم سے بعد میں بات کرتی ہوں..."

زاویار کے قدم وہیں جم گئے۔ سانس جیسے رک سی گئی ہو۔

"مجھے لگتا ہے کہ زاویار شاید واش روم سے نکل آیا ہے...اسے شک ہو جائے گا کہ میں تمہارے ساتھ رابطے میں ہوں۔"

زاویار کی آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھانے لگا۔

"باقی جو کرنا ہے حالہ کے ساتھ، اب کردو۔ میں کیا کہہ سکتی ہوں؟ میں نہیں چاہتی کہ وہ زاویار اور میرے راستے میں آئے... پھر یہی صحیح ہے کہ تم اسے ختم کردو..."

ماہا کے ہر لفظ پر زاویار کو لگا جیسے کسی نے اسے برفیلے پانی میں دھکیل دیا ہو۔

فون بند کرنے کی ہلکی سی آواز آئی، اور جیسے ہی ماہا پلٹی، اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

زاویار دروازے پر کھڑا تھا۔

اس کا چہرہ کسی پتھر کی طرح سخت ہو چکا تھا، آنکھوں میں ایسا گہرا اندھیرا تھا کہ ماہا کو لگا، جیسے اس کی روح باہر نکل جائے گی۔

زاویار وہیں کھڑا رہ گیا، ساکت۔ جیسے اس کا وجود کسی سنگین حقیقت کے بوجھ تلے دب گیا ہو۔ جیسے اس نے جو سنا تھا، وہ صرف اس کے کانوں کا دھوکہ ہو۔ دل چاہا کہ کوئی آکر کہہ دے کہ یہ سب جھوٹ ہے، کہ اس کے ساتھ ایسا دھوکہ نہیں ہوا، مگر حقیقت کی سنگینی کسی خنجر کی طرح سینے میں اتر چکی تھی۔

"تم... تم عفان سے بات کر رہی تھیں؟"

آواز میں بے یقینی گھلی ہوئی تھی، جیسے اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ سب حقیقت ہے۔ جیسے اس کا دل ابھی بھی امید کے کسی آخری کونے سے چمٹا ہوا تھا کہ شاید، شاید وہ غلط سن رہا ہو۔

ماہا کا سانس تیز ہو چکا تھا، دل پسلیوں سے ٹکرا رہا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ زاویار کو نظرانداز کرنا مشکل تھا، مگر آج... آج وہ اسے مکمل طور پر کھو دینے والی تھی۔

زاویار آہستہ آہستہ آگے بڑھا، نظریں سیدھا ماہا کے چہرے پر جمی تھیں، آنکھوں میں ایسی گہری خاموشی تھی جو طوفان کے آنے سے پہلے چھا جاتی ہے۔

"زاویار، میری بات سنو، یہ وہ نہیں جو تم سمجھ رہے ہو——"

ماہا کا دل جیسے سینے سے باہر نکلنے کو تھا۔ وہ ایک قدم پیچھے ہوئی، مگر زاویار کا ہر قدم اس کے قریب آ رہا تھا۔

"تو پھر کیا ہے؟" زاویار کی آواز میں کوئی گونج تھی، کوئی ایسا طوفان جو ابھی پھٹنے والا تھا۔

زاویار نے ایک قدم اور آگے بڑھایا، اب وہ اتنا قریب تھا کہ ماہا کو لگا اگر وہ ایک انچ بھی اور پیچھے ہوئی تو دیوار سے جا ٹکرائے گی۔

ماہا نے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا، جلدی سے کوئی بہانہ بنانے کی کوشش کی، مگر زاویار کی آنکھوں میں جو سوال تھا، اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔

"تم نے کہا کہ حالہ ہمارے راستے میں آ رہی ہے، اور یہ کہ اسے ختم کر دینا ہی بہتر ہے..."

زاویار کی آواز کمرے میں گونجی تو ماہا کے قدم خود بخود پیچھے ہٹنے لگے۔ وہ خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی، جبکہ زاویار کی آنکھوں میں شدید غصہ تھا، ایسا غصہ جو لمحوں میں سب کچھ تباہ کر سکتا تھا۔

"کہاں ہے حالہ؟" زاویار نے دانت پیستے ہوئے پوچھا۔

ماہا کا گلا خشک ہو چکا تھا، وہ کچھ کہنے کے لیے لب ہلانے لگی، مگر الفاظ جیسے حلق میں اٹک گئے ہوں۔

"پوچھ رہا ہوں تم سے، کہاں ہے حالہ؟" اس کا لہجہ پہلے سے زیادہ سخت تھا، جیسے اگلے ہی لمحے سب کچھ توڑ کر رکھ دے گا۔

"مجھے نہیں پتا، زاویار! میں سچ کہہ رہی ہوں!" ماہا گھبرا کر بولی۔

زاویار نے ایک قدم آگے بڑھایا، ماہا کا دل جیسے سینے سے باہر نکلنے لگا۔

"جھوٹ مت بولو! تم اس کے ساتھ ملی ہوئی ہو، تمہیں سب پتا ہے!"

اس کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔

ماہا نے جلدی سے نفی میں سر ہلایا، آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ مگر زاویار رکنے والا نہیں تھا، وہ پوری شدت سے اسے گھورتا رہا، جیسے اس کے جھوٹ کو چیر کر سچ تک پہنچ جائے گا۔

"میں آخری بار کہہ رہا ہوں، بتاؤ!" اس کی آواز میں اتنی شدت تھی کہ ماہا کے جسم میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔

"وہ... وہ ایک سنسان جگہ پر ہے، ایک پرانی فیکٹری میں، میں نے عفان کو وہاں جاتے دیکھا تھا!" ماہا نے ہانپتے ہوئے کہا۔

زاویار کے ہاتھ مٹھیوں میں بند ہو گئے، سانسیں بے ترتیب ہو گئیں، جیسے وہ خود پر قابو پانے کی کوشش کر رہا ہو۔

"تمہیں تو میں بعد میں دیکھوں گا، ماہا!" وہ غصے میں دھاڑا، "پہلے حالہ کو لے آؤں!"

یہ کہتے ہی وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا، فون نکالا اور ویدانت کا نمبر ملایا۔

"ویدانت، میں ایک جگہ کا پتہ دے رہا ہوں، فوراً وہاں پہنچو! حالہ وہیں ہے!" زاویار کی آواز کپکپا رہی تھی، جیسے وہ وقت کے خلاف دوڑ رہا ہو۔

"کیا؟ کہاں؟" ویدانت نے فوراً پوچھا۔

"میں راستے میں ہوں، تم اس کے پاس جاؤ، میں ابھی پہنچتا ہوں!" زاویار نے کہا اور گاڑی کی چابی اٹھاتے ہی باہر نکل گیا۔

ماہا وہیں کھڑی رہی، اس کی سانسیں بے ترتیب تھیں، دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ جانتی تھی... اب اس کا کھیل ختم ہو چکا تھا.

فون کی گھنٹی بجی، اس نے بنا دیکھے بلیوٹوتھ سے کال ریسیو کی۔ دوسری طرف ویدانت تھا، "میں قریب ہوں، لیکن تم نے جگہ کا نام تو بتایا ہی نہیں!"

"بند فیکٹری ایریا... وہی جگہ جہاں عفان جیسے لوگ اپنا گند چھپاتے ہیں!" زاویار کی آواز سخت اور بے رحم تھی۔

ویدانت کی سانس رک گئی "تمہیں پورا یقین ہے؟ اگر ہم دیر سے پہنچے تو؟"

زاویار کی آنکھوں میں ایک وحشیانہ چمک لہرائی "دیر کا سوال ہی نہیں، اگر ایک لمحہ بھی ضائع ہوا تو میں عفان کو زندہ گاڑ دوں گا"

اس نے فون کاٹ دیا، گاڑی کی رفتار اور بڑھا دی۔ سڑکوں پر سناٹا تھا، مگر اس کے اندر طوفان برپا تھا۔ وہ ایک جنون کی کیفیت میں فیکٹری کے ایریا کی طرف بڑھ رہا تھا۔

☆☆☆✦☆☆☆

حالہ سرد فرش پر بیٹھی تھی، اس کی سانسیں بے ترتیب تھیں، آنکھوں میں آنسو تھے مگر چہرے پر خوف کے بجائے غصے کی سرخی نمایاں تھی۔ اس کے سامنے ایک پرانی لکڑی کی کرسی پر عفان بے فکری سے بیٹھا تھا۔ ہاتھ میں ایک چمکتا ہوا چاقو تھا، جس کی دھار پر روشنی کی کرن پڑتے ہی ایک

خوفناک چمک پیدا کر رہی تھی۔ وہ چاقو کو انگلیوں پر گھمار ہا تھا، جیسے کوئی بے ضرر چیز ہو۔

"کتنی اچھی دوستی تھی تمہاری اور اسرہ کی، ہے نا؟" عفان نے مسکرا کر کہا، اس کی آواز میں ایک زہریلی نرمی تھی۔ "ہمیشہ ایک دوسرے کا خیال رکھتی تھیں، ایک دوسرے کی خوشیوں میں ہنستی تھیں، دکھ میں روتی تھیں..."

حالہ نے دانت پیس کر اس کی طرف دیکھا، آنکھوں میں نفرت کا لاوا دہک رہا تھا۔

عفان کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔ "ایک ہفتہ پہلے وہ مری تھی... اور دیکھو، اب تم بھی اس کے پاس جا رہی ہو۔" وہ ہنسا، ایک ایسی ہنسی جو کسی تاریک کھائی سے اٹھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

حالہ کے ہاتھ مٹھیوں میں بند ہو گئے، وہ غصے سے کانپ رہی تھی۔ "بکواس بند کرو!" وہ غرائی، مگر اس کی آواز میں لرزش تھی۔

"بکواس؟" عفان نے مصنوعی حیرت سے آنکھیں پھیلائیں۔ "ارے حالہ، یہ تو حقیقت ہے! اور حقیقت سے بھاگنے کا کوئی فائدہ نہیں... کیونکہ انجام سب کا ایک ہی ہوتا ہے!" اس نے چاقو کو ہلکی سی گردش دی، جیسے اس لمحے کو مزید بھیانک بنانے کی کوشش کر رہا ہو۔

حالہ کے دل میں ایک خوف کی لہر دوڑ گئی، لیکن اس نے خود کو کمزور پڑنے نہیں دیا۔ وہ اپنی آنکھوں میں اتنی نفرت بھر چکی تھی کہ عفان لمحہ بھر کے لیے چپ ہو گیا۔

مگر اگلے ہی لمحے، اس کی ہنسی دوبارہ گونجی... اور اس بار وہ چاقو کو اپنی انگلیوں کے گرد گھمانے لگا، جیسے فیصلہ کر چکا ہو کہ اب کھیل ختم ہونے والا ہے۔

حالہ کی سانسیں بے ترتیب تھیں، اس کے ہاتھ پسینے سے نم ہو چکے تھے، اور سامنے بیٹھا وہ درندہ... عفان، اپنی انگلیوں کے گرد چمکتے ہوئے چاقو کو ایسے گھما رہا تھا جیسے یہ کوئی بے ضرر کھلونا ہو۔ مگر یہ کھلونا کسی بھی لمحے حالہ کے جسم میں اتر سکتا تھا۔

عفان نے دھیرے سے چاقو کی نوک اپنی ہتھیلی پر پھیری، ایک سرسری سی خراش پڑی، مگر وہ ذرا بھی نہیں چونکا، بلکہ ایک خطرناک مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیل گئی۔ اس نے نظریں اٹھا کر حالہ کی طرف دیکھا، جواب تک ضبط کے ساتھ اپنی جگہ بیٹھی تھی، مگر اس کی آنکھوں میں خوف کے ساتھ ساتھ غصے کی چنگاریاں بھی بھڑک رہی تھیں۔

"بہت ہمت ہے نا تم میں؟" عفان نے سر جھکا کر زہریلی سرگوشی کی۔ "لیکن ہمت ہمیشہ نہیں بچاتی، حالہ۔ کبھی کبھار، ہمت ہی انسان کو مروا دیتی ہے۔"

اچانک، اس نے چاقو کو حالہ کے چہرے کے قریب لے جا کر جھٹکا دیا، اتنا قریب کہ اس کی دھار حالہ کی گردن کے پاس سے لمحے بھر کے لیے سرسرا کر گزری۔ حالہ کا سانس رک گیا، مگر وہ ہلی نہیں۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ خوف سے چیخے، مگر وہ جانتی تھی کہ اگر اس نے کمزوری دکھائی تو وہ اسے مزید اذیت دے گا۔

"کتنا مزہ آئے گا نا؟" عفان نے جنونیت سے مسکرا کر کہا۔ "تمہاری سانسیں آہستہ آہستہ رکیں گی، تمہاری آنکھوں میں زندگی بجھتی ہوئی دیکھوں گا، اور پھر... خاموشی۔ بس، ایک گہری خاموشی۔"

حالہ نے غصے سے اسے گھورا۔ "تم جیسے لوگ انجام نہیں دیکھ پاتے، عفان!" حالہ نے سخت لہجے میں کہا، "تم سمجھتے ہو کہ سب کچھ تمہارے قابو میں ہے، لیکن یاد رکھنا... جو کھیل تم کھیل رہے ہو، اس کا انجام تمہارے وہم و گمان سے بھی زیادہ خوفناک ہوگا!"

عفان ایک پل کے لیے رکا، پھر قہقہہ مار کر ہنسا۔ "انجام؟ حالہ، انجام تب ہوتا ہے جب کہانی ختم ہو... اور میں ابھی کہانی ختم کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

یہ کہتے ہی، اس نے چاقو کو حالہ کے بازو کے قریب لے جا کر دبایا۔ ایک تیز جلن کا احساس ہوا، مگر حالہ نے ہونٹ بھینچ لیے، کوئی چیخ، کوئی کراہ نہیں نکلی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ اس کی تکلیف سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہے، اور وہ اسے وہ خوشی نہیں دینا چاہتی تھی۔

عفان نے اپنی گرفت مزید سخت کر دی، حالہ کے چہرے کے قریب آتے ہوئے سرگوشی کی، "چلو دیکھتے ہیں، زاویار کب تک تمہیں ڈھونڈ پاتا ہے... یا شاید، جب وہ پہنچے گا، تب تک بہت دیر ہو چکی ہو گی۔"

حالہ کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے خوف کی چمک ابھری، مگر فوراً ہی اس نے خود کو مضبوط کیا۔ وہ نہیں ہارے گی... وہ نہیں ٹوٹے گی۔

دروازہ ایک زوردار جھٹکے سے کھلا، جیسے کسی طوفان نے اسے دھکیل کر توڑ دیا ہو۔ حالہ کا دل ایک لمحے کے لیے امید سے دھڑکا، مگر عفان فوراً ہی چونک کر کھڑا ہو گیا، اس کے چہرے پر ایک پل کے لیے حیرت ابھری، مگر پھر وہ سفاکی سے مسکرا دیا۔

دروازے پر ویدانت کھڑا تھا، سانسیں بے ترتیب، آنکھوں میں وحشت اور غصہ، جیسے کسی جنگجو کی طرح مقابلے کے لیے آیا ہو۔ اس نے اندر قدم

رکھا،اس کی نظریں سیدھا عفان پر جمی ہوئی تھیں، مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا، حالہ کی چیخ ابھری۔

"مجھے بچاؤ! پلیز! مجھے یہاں سے نکالو!"

وہ جلدی سے بھاگنے لگی، مگر عفان نے ایک جھٹکے سے اس کا بازو پکڑ لیا اور زور سے نیچے دھکیل دیا۔ حالہ زمین پر گری، اس کی کہنی سخت فرش سے ٹکرائی، درد کی ایک تیز لہر اس کے بازو میں دوڑ گئی۔

"تم کہیں نہیں جاؤ گی، حالہ!" عفان کی آواز میں وحشت تھی۔ اس نے حالہ کو مضبوطی سے پکڑے رکھا، مگر اسی لمحے ویدانت پوری قوت سے آگے بڑھا۔

"چھوڑ اسے، عفان!" ویدانت دھاڑا، اور ایک لمحے میں دونوں ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔

عفان کے ہاتھ سے چاقو چھوٹ گیا، وہ لڑکھڑایا، مگر فوراً سنبھل کر ویدانت کی طرف جھپٹا۔ دونوں کے درمیان زبردست گتھم گتھا شروع ہو گئی۔

ویدانت نے ایک زوردار گھونسہ عفان کے جبڑے پر مارا، جس سے وہ پیچھے ہٹ گیا، مگر پھر وہ وحشی درندے کی طرح دوبارہ جھپٹا۔

ویدانت نے حالہ کی طرف دیکھا، جو ابھی بھی زمین پر گرتی سنبھلتی کھڑی ہو رہی تھی۔

"حالہ! بھاگو! ابھی!"

حالہ نے ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر دوڑ لگا دی۔ وہ دروازے کی طرف بھاگ رہی تھی، مگر اسی لمحے عفان نے غصے سے چاقو اٹھایا اور پلٹ کر ویدانت کے بازو پر زور سے چلا دیا۔

"آہ!" ویدانت کی چیخ نکلی، وہ پیچھے ہٹا، خون اس کے بازو سے بہنے لگا، اور وہ فرش پر گرتا چلا گیا۔

عفان کی نظریں حالہ پر جم گئیں، جو دوڑ رہی تھی، اس کی سانسیں پھولی ہوئی تھیں، مگر وہ رکی نہیں، وہ رک نہیں سکتی تھی۔

"تم مجھ سے بچ نہیں سکتی، حالہ!" عفان غرایا اور دیوانہ وار اس کے پیچھے دوڑ پڑا۔

حالہ کی آنکھوں کے سامنے صرف ایک ہی چیز تھی —— اندھیرے میں روشنی کی ایک امید، ایک راستہ جو اسے یہاں سے دور لے جائے گا۔ وہ دوڑ رہی تھی، قدموں کے نیچے ٹوٹے ہوئے پتھر، زنگ آلود دھاتوں کے ٹکڑے اور بکھری ہوئی اینٹیں، مگر وہ کسی چیز کی پرواہ کیے بغیر بھاگ رہی تھی۔

یہاں سے نکلنا ہو گا...اسے زندہ رہنا ہو گا...

پیچھے، عفان کا سایہ اس کے پیچھے لپک رہا تھا، جیسے کوئی وحشی درندہ اپنے شکار پر جھپٹنے کے لیے تیار ہو۔

حالہ کی سانسیں بری طرح پھول رہی تھیں، ہر قدم جیسے زندگی اور موت کے درمیان ایک جنگ ہو۔ وہ ہلکے اندھیرے میں دوڑ رہی تھی، زمین پر بکھرے ٹوٹے ہوئے شیشے، زنگ آلود لوہے کے ٹکڑے، اور بجری کے چھوٹے ذرات اس کے راستے کو اور اذیت ناک بنا رہے تھے۔

اچانک، اس کا پاؤں کسی نوکیلی چیز پر پڑا۔ "آہ!" ایک تیز درد اس کے پیر سے نکلا اور پورے وجود میں پھیل گیا۔ وہ ہلکی سی لڑکھڑائی، مگر رکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

"حالہ!"

عفان کی گونجتی ہوئی بھیانک آواز نے اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑا دی۔ وہ قریب آ رہا تھا، ہر گزرتا لمحہ حالہ کے لیے خطرہ بن رہا تھا۔ وہ ایک ٹوٹی پھوٹی، زنگ آلود مشین کے پیچھے چھپ گئی، دل دھڑک رہا تھا جیسے ابھی سینے سے باہر آ جائے گا۔

خاموشی۔۔۔

بس عفان کے بھاری قدموں کی چاپ، جو ادھر اُدھر اسے تلاش کر رہے تھے۔ حالہ نے ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لیا تاکہ اس کی کانپتی ہوئی سانسیں سنائی نہ دیں۔

خاموشی... مگر یہ وہ خاموشی نہیں تھی جو سکون دیتی ہے، یہ وہ خاموشی تھی جو کسی طوفان سے پہلے کی موت جیسی لگتی ہے۔ حالہ کے دل کی

دھڑکن اتنی تیز تھی کہ اسے لگا، اگر وہ خود اسے سن سکتی ہے تو عفان بھی ضرور سن لے گا۔

زنگ آلود مشین کے پیچھے دبکی، وہ اپنی لرزتی ہوئی سانسوں کو روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ مگر خوف، وہ خوف جو اس کے رگ وپے میں سرایت کر چکا تھا، اسے بے قابو کر رہا تھا۔

ٹک... ٹک... ٹک...

عفان کے جوتوں کی آواز، جیسے کسی مردہ خانے میں گونجنے والی خاموش سسکیاں۔ وہ آہستہ آہستہ چل رہا تھا، جیسے کسی زخمی شکار کو تنگ کرنے والا بھیڑیا، جو جانتا ہے کہ اس کی فتح قریب ہے۔

"چھپنے کی کوشش مت کرو، حالہ..."

عفان کی سرگوشی میں زہر تھا، جیسے اندھیروں سے کوئی بلا پکار رہی ہو۔ وہ ایک ٹھنڈی سانس بھرتا ہوا رک گیا، حالہ کو لگا شاید وہ پلٹ گیا ہے، شاید اس کی سانسیں بچ گئی ہیں...

مگر——

ٹھک!

اچانک ایک زوردار آواز، جیسے کسی دھاتی چیز کو زمین پر دے مارا گیا ہو۔
حالہ کا جسم لرز گیا، وہ بے اختیار پیچھے ہوئی، اور——

چک...

اس کے پیر کے نیچے ایک لوہے کی سلاخ آ گئی۔

آواز۔۔۔

ایک ہولناک خاموشی ٹوٹ چکی تھی۔

عفان رک گیا تھا۔

"تم... یہیں کہیں ہو..."

عفان کے لبوں پر ہلکی مسکراہٹ ابھری، ایسی مسکراہٹ جو کسی قاتل کے چہرے پر اپنے شکار کو قابو میں دیکھ کر آتی ہے۔ وہ آہستہ آہستہ اس زنگ آلود مشین کے قریب آیا، حالہ کے لیے ہر لمحہ موت کی گنتی تھی۔

پہلا قدم۔۔۔دوسرا قدم۔۔۔

حالہ نے اپنی آنکھیں بند کر لیں، آنسو اس کے گالوں پر لڑھک گئے۔

"بس بہت ہو گیا چھپن چھپائی کا کھیل..."

عفان کے لبوں سے زہریلی سرگوشی نکلی، جیسے کسی درندے نے شکار پر دانت گاڑنے سے پہلے آخری وار کرنا ہو۔

وہ آہستہ آہستہ قریب آرہا تھا، اس کی سانسیں بے ترتیب ہو رہی تھیں، جیسے وہ لمحہ بہ لمحہ اپنے جنون کے عروج پر پہنچ رہا ہو۔

حالہ کے ہاتھ پسینے سے بھیگ چکے تھے، اس کے دل کی دھڑکنیں جیسے کسی طبلِ جنگ کی مانند شور مچا رہی تھیں۔ وہ سانس روکے مشین کے پیچھے دبکی کھڑی تھی، مگر عفان کا سایہ قریب آرہا تھا، اندھیرے میں بڑھتی ہوئی ایک منحوس آفت کی طرح۔

پہلا قدم۔۔۔ دوسرا قدم۔۔۔ تیسرا قدم۔۔۔

حالہ کو لگا اس کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

پھر اچانک —— عفان کے ہاتھ مشین کے کنارے تک پہنچے۔

"پکڑ لیا!"

حالہ نے ایک لمحے کی بھی دیر کیے بغیر مشین پر پڑی ایک بھاری دھاتی چیز
اٹھائی اور پوری قوت سے عفان کی طرف پھینکی۔

ٹھک!

دھات کی گرجدار آواز فضا میں گونجی، اور عفان چیخ مار کر پیچھے ہٹا۔ وہ اپنے
چہرے کو پکڑتے ہوئے تیزی سے دو قدم پیچھے ہٹ گیا، مگر حالہ رکنے
والوں میں سے نہیں تھی!

وہ ایک دم جھپٹ کر وہاں سے نکلی اور بجلی کی تیزی سے دروازے کی
طرف بھاگی۔

مگر ——

"کہاں جا رہی ہو؟"

عفان، جو تکلیف کے باوجود ایک زخمی درندے کی طرح فوراً سنبھل چکا تھا، پیچھے سے لپکا۔

حالہ نے فوراً خود کو سنبھالا اور پوری قوت سے بھاگ پڑی۔ اس کی سانسیں بے ترتیب ہو رہی تھیں، مگر وہ رکنا نہیں چاہتی تھی۔ اس کا دل جیسے پسلیوں میں قید کسی بے تاب پرندے کی طرح پھڑ پھڑا رہا تھا۔

عفان پیچھے سے اس کی طرف لپکا، مگر حالہ کی رفتار تیز تھی۔ وہ تیزی سے دروازے سے نکل کر راہداری میں داخل ہوئی اور سیڑھیوں کی طرف دوڑی۔ اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے، لیکن خوف کی طاقت نے اسے آگے بڑھنے پر مجبور کر رکھا تھا۔

سیڑھیوں پر چڑھتے وقت اس کے پیر بری طرح ڈگمگائے، مگر اس نے ہاتھ کی مدد سے خود کو گرنے سے بچا لیا۔ وہ اوپر کی طرف بھاگتی چلی گئی، ہر قدم کے ساتھ اس کی سانسیں مزید بوجھل ہو رہی تھیں۔

جب وہ آخری سیڑھی پر پہنچی، تو ایک لمحے کے لیے رک کر پیچھے دیکھا—

عفان کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

وہ کہاں گیا؟

حالہ کا دل خوف سے لرز اٹھا۔ وہ اس لمحے بھی بھاگتی رہنا چاہتی تھی، مگر جسم نڈھال ہونے لگا تھا۔ سامنے ایک پرانی الماری اور کچھ بکھرا ہوا سامان نظر آیا۔ وہ تیزی سے وہاں پہنچی اور الماری کے پیچھے دبک کر بیٹھ گئی۔

خاموشی چھا گئی۔

اندھیرے میں صرف اس کی دھڑکنوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

عفان نہیں آیا؟

وہ ابھی تک کیوں نہیں آیا؟

کیا وہ چلا گیا؟

یا۔۔۔؟

حالہ کی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگ چکی تھیں، اس کا سانس رو کے بیٹھی رہی۔

وقت گزرتا جارہا تھا، مگر راہداری میں کوئی آہٹ نہیں تھی۔

وہ بے یقینی سے ارد گرد دیکھنے لگی، جیسے کسی لمحے عفان دیوار سے نکل کر اس پر جھپٹ پڑے گا۔

مگر نہیں۔۔۔

وہ وہاں نہیں تھا۔

حالہ کو پتا نہیں کتنا وقت ہو چکا تھا، وہ بس وہیں پیچھے دبی سانسیں روکے بیٹھی رہی۔ ارد گرد کی خاموشی اس کے کانوں میں عجیب سرگوشیاں پیدا کر رہی تھی۔ دل کی دھڑکنیں تیز ہو چکی تھیں، جیسے کسی انجانے خطرے کے احساس سے لرز رہی ہوں۔

اچانک——اس کے کندھے پر کسی کا ہاتھ محسوس ہوا۔ حالہ وہیں جم گئی۔
سانس اس کے گلے میں اٹک گئی، دل کی دھڑکن جیسے لمحے بھر کو رک گئی ہو۔ اس کی آنکھوں میں دہشت لہرا اٹھی۔ اس کا جسم ساکت ہو چکا تھا۔
یہی وہ لمحہ تھا۔۔۔ شاید آج وہ مرنے والی تھی۔

مگر۔۔۔

"حالہ۔۔۔"

یہ آواز۔۔۔

یہ آواز تو وہ جانتی تھی! اس کا دماغ لمحہ بھر کو ساکت ہوا، جیسے کسی خواب میں ہو۔ وہ فوراً پیچھے مڑی، اور جیسے ہی نظر پڑی، آنکھوں میں آنسو بھر آئے—

"زاویار!"

وہ سامنے کھڑا تھا، بالکل سلامت! حالہ کے وجود میں سنسنی دوڑ گئی، وہ کسی ہوش میں آئے بغیر فوراً کھڑی ہوئی اور پوری طاقت سے زاویار سے لپٹ گئی۔ اس کے بازو زاویار کے گرد مضبوطی سے بندھ گئے، جیسے اگر چھوڑا تو وہ پھر کھو جائے گا۔

"زاویار!" وہ زور زور سے روتے ہوئے بولی "مجھے لگا تم مر گئے ہو! مجھے لگا تم کبھی واپس نہیں آؤ گے!"

وہ اس کے سینے سے لگی بلک رہی تھی، جیسے سارے خوف، ساری اذیتیں آنسوؤں میں بہا دینا چاہتی ہو۔

"مجھے ماہا نے بتایا تھا کہ تمہارا جہاز کریش ہو گیا ہے!" اس نے ہچکیوں کے درمیان کہا، "اس نے کہا کہ میں فوراً ہسپتال آجاؤں، اور جب میں ہسپتال جانے لگی تو یہ سب ہو گیا۔۔۔ زاویار، مجھے لگا تم واقعی مجھے چھوڑ گئے ہو۔۔۔" زاویار نے حالہ کو خود سے تھوڑا پیچھے کیا، اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا، اور ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا "اگر میرا جہاز کریش ہوتا تو میں ہسپتال تک بھی نہ پہنچ پاتا، حالہ۔" حالہ نے حیرت سے آنکھیں پھیلا کر اسے دیکھا، اور اگلے ہی لمحے وہ دوبارہ اس کے گلے لگ گئی۔ جیسے یقین نہ آ رہا ہو کہ وہ واقعی اس کے سامنے کھڑا ہے، زندہ اور سلامت! زاویار نے بھی حالہ کو اسی شدت سے تھاما ہوا تھا، حالہ کی سسکیاں اب بھی جاری

تھیں، وہ زاویار کی شرٹ کو مٹھی میں جکڑے روئے جا رہی تھی، جیسے یقین نہ آرہا ہو کہ وہ واقعی اس کے سامنے ہے۔

مگر وقت کم تھا۔ خطرہ ابھی ٹلا نہیں تھا۔ زاویار نے جلدی سے اس کا بازو پکڑا، مضبوطی سے تھامتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں کہا، "چلو، ہمیں یہاں سے فوراً نکلنا ہوگا!"

حالہ نے آنسوؤں میں بھیگتی آنکھوں سے اسے دیکھا، پھر سر ہلایا۔ زاویار نے اس کی کلائی تھام کر اسے اپنے پیچھے چلایا، قدم تیز تھے، جیسے ایک پل بھی ضائع نہیں کرنا چاہتا ہو۔

وہ دونوں خاموشی سے باہر کی طرف بڑھنے لگے۔ حالہ کی نظریں چاروں طرف گھوم رہی تھیں، ہر سایہ، ہر آواز اسے خوف میں مبتلا کر رہی تھی۔

مگر زاویار کا ہاتھ اس کی کلائی پر مضبوطی سے جما ہوا تھا، جیسے یقین دلا رہا ہو کہ اب کچھ نہیں ہو گا۔

حالہ نے کانپتی آواز میں کہا "زاویار... عفان آجائے گا! وہ ہمیں نہیں چھوڑے گا" اس کی نظریں ہر طرف خوفزدہ انداز میں گھوم رہی تھیں، جیسے کسی بھی لمحے وہ بھیانک سایہ اس کے سامنے آکر کھڑا ہو جائے گا۔

زاویار نے ایک پل کے لیے اس کے لرزتے چہرے کو دیکھا، پھر ایک گہری سانس لی اور سخت لہجے میں کہا "اب وہ نہیں آئے گا، حالہ... میں نے اسے پکڑ لیا ہے۔" حالہ کی آنکھوں میں حیرانی ابھری، وہ الجھی نظروں سے اسے دیکھنے لگی، "کیا؟" زاویار نے اس کی کلائی تھوڑی اور سختی سے تھامی، جیسے وہ ایک پل کے لیے بھی اسے کھونے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا، حالہ کے جسم میں جھرجھری دوڑ گئی۔ اس کے لبوں سے کوئی لفظ نہ نکل سکا۔ وہ

زاویار کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی، مگر وہاں کوئی خوف نہیں تھا، بس ایک عجیب سا سکون تھا۔۔۔ جیسے سب کچھ پہلے سے طے شدہ ہو۔

گاڑی کے پاس پہنچ کر زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی، وہ مکمل طور پر ٹوٹ چکی تھی۔ تین دنوں کی بھوک، زخموں کی جلن، اور مسلسل خوف نے اسے نڈھال کر دیا تھا۔ اس کے ہونٹ خشک تھے، چہرہ زرد، اور آنکھوں کے گرد گہرے سائے جیسے کسی طوفان کی گواہی دے رہے تھے۔ وہ مسلسل سردی سے کانپ رہی تھی، اس کے نازک ہاتھ برف کی طرح سرد تھے۔

زاویار نے جلدی سے اپنا کوٹ اتارا اور نرمی سے اس کے گرد لپیٹ دیا۔ حالہ نے ہلکی سی نظر اٹھائی، آنکھوں میں نمی تھی، وہ کچھ کہنا چاہتی تھی، مگر شاید لفظ ہونٹوں تک آ کر رک گئے۔ زاویار نے اس کے لرزتے ہاتھ اپنے

ہاتھوں میں تھام لیے، گرمائش دینے کی کوشش میں انہیں آہستہ آہستہ سہلایا۔

"کچھ دیر میں سب ٹھیک ہو جائے گا..." زاویار کی سرگوشی میں نرمی اور تسلی تھی۔ حالہ نے تھکی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھا، جیسے ان الفاظ پر یقین کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔

زاویار نے آہستگی سے گاڑی کا دروازہ کھولا اور اسے سہارا دے کر اندر بٹھایا۔ وہ اب بھی بے جان سی لگ رہی تھی، جیسے اس کا جسم ہلکی سی حرکت سے بھی ٹوٹ جائے گا۔ وہ خود بھی ساتھ آ کر بیٹھا اور جلدی سے ہیٹر آن کر دیا۔

گرم ہوا اندر پھیلنے لگی، مگر حالہ اب بھی سمٹی ہوئی تھی۔ زاویار نے ایک نظر اس کے جھکے ہوئے چہرے پر ڈالی، اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے، جیسے کچھ بولنا چاہتی ہو مگر ہمت نہ ہو۔

"حالہ..." زاویار نے دھیرے سے اس کا نام پکارا، وہ ذرا سا کانپی، مگر کوئی جواب نہیں دیا۔ زاویار نے آہستہ سے اس کا ہاتھ تھپتھپایا، جیسے یقین دلا رہا ہو کہ اب وہ محفوظ ہے۔

گاڑی آگے بڑھنے لگی، اور رات کے اندھیرے میں وہ دونوں خاموش بیٹھے تھے، مگر اس خاموشی میں بھی ہزاروں جذبات چھپے ہوئے تھے—درد، تحفظ، اور شاید... وہ محبت جو لفظوں کی محتاج نہیں ہوتی۔

اپارٹمنٹ میں پہنچ کر زاویار نے آہستہ سے حالہ کا ہاتھ پکڑا اور صوفے پر بٹھایا۔

"یہاں بیٹھو، آرام سے..."

حالہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں، وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی، جیسے اب بھی یقین نہ آرہا ہو کہ وہ محفوظ ہے۔ زاویار اس کی نظروں کو سمجھ رہا تھا، اس کا درد محسوس کر سکتا تھا۔ "میں ابھی آتا ہوں..." حالہ نے فوراً اس کی کلائی پکڑ لی، اس کی آواز لرز رہی تھی۔

"تم کہاں جا رہے ہو؟ مجھے چھوڑ کر اب؟"

زاویار اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا، اس کی آنکھوں میں دیکھ کر دھیرے سے بولا "میں تمہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جا رہا، حالہ۔"

وہ اس کے آنسوؤں سے بھیگے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک ایسا درد تھا جو لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر اس لمحے کچھ تھا جو

زاویار نے شدت سے محسوس کیا، ایک انجانا سا احساس، ایک ایسا تعلق جو شاید وہ خود بھی سمجھ نہیں پایا تھا۔

"جس شخص نے تمہیں اتنی تکلیف دی، اسے بھی تو تکلیف دینا ضروری ہے، ہے نا؟"

یہ الفاظ سکون سے ادا کیے گئے تھے، مگر ان میں ایک گہری سنجیدگی تھی۔

حالہ دم سادھ کر اسے دیکھتی رہی۔

"تم بس کپڑے بدلو، فریش ہو جاؤ۔ میں کچھ کھانے کا آرڈر کرتا ہوں، پانی پیو اور میرا انتظار کرو، میں ابھی آتا ہوں۔ نیچے گارڈ ہے، اسے کہہ دوں گا کہ اپارٹمنٹ کے دروازے کے باہر بیٹھ جائے۔ اب تمہیں کوئی کچھ بھی نہیں کر سکتا۔"

اس کی آواز میں ایک یقین تھا، ایک تحفظ کا احساس جو حالہ کے اندر پھیلنے لگا۔ وہ بس خاموشی سے اسے دیکھتی رہی، جیسے یقین دلانے کی کوشش کر رہی ہو کہ واقعی سب ختم ہو چکا ہے۔ زاویار اٹھا ہی تھا کہ ویدانت کی کال آ گئی۔ "ہاں، میں آ رہا ہوں..." کہہ کر وہ تیزی سے باہر نکل گیا دروازہ بند ہوا، اور حالہ وہیں بیٹھی رہی، اسے جاتے دیکھتی رہی۔ اگلے ہی لمحے اس کے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا۔ وہ ہچکیوں کے ساتھ زار و قطار رونے لگی۔

وہ بچ گئی تھی!!! زاویار نے اسے بچا لیا تھا۔

اسے لگا تھا کہ وہ مر جائے گی۔

مگر نہیں۔۔۔

وہ بچ گئی تھی حالہ کی سسکیاں کمرے میں گونج رہی تھیں، وہ اپنے ہی بازو میں چہرہ چھپائے بیٹھی رہی۔ آنسوؤں کی نمی اس کے گالوں پر جم چکی تھی،

جسم اب بھی خوف اور سردی سے کپکپا رہا تھا۔ وہ بچ تو گئی تھی، مگر اندر کہیں نہ کہیں ایک خوف، ایک دہشت، ایک تکلیف اب بھی سانس لے رہی تھی۔ کچھ دیر بعد، جب آنسوؤں کی شدت کچھ کم ہوئی، تو اس نے کانپتے ہاتھوں سے اپنے چہرے کو صاف کیا۔ وہ ہمت جُٹا کر اٹھی اور بیڈروم کی طرف بڑھی۔ آئینے میں اپنی جھلک دیکھی تو خود کو پہچان نہ سکی۔ تھکی ہوئی آنکھیں، پھٹے ہوئے ہونٹ، زخموں کے نشان، الجھے ہوئے بال۔۔۔ وہ لڑکی جو کبھی خود کو مضبوط سمجھتی تھی، آج بالکل بکھری ہوئی لگ رہی تھی۔ زاویار کے کہنے کے مطابق اس نے کپڑے بدلے۔ گرم پانی سے ہاتھ دھوئے، مگر زخموں پر پانی لگتے ہی ایک جلن سی محسوس ہوئی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بیڈ کے قریب آئی اور خود کو کمبل میں لپیٹ لیا۔

☆☆☆✦☆☆☆

عفان کے ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے تھے، اس کی آنکھوں پر موٹی سیاہ پٹی تھی۔ وہ فرش پر گھٹنوں کے بل بیٹھا سانس پھولنے کے انداز میں زور زور سے سانس لے رہا تھا۔ زاویار اور ویدانت خاموشی سے کھڑے اسے دیکھ رہے تھے۔

"یہ۔۔۔ یہ مذاق ہے، ہے نا؟" عفان کے لہجے میں اب بھی وہی زہریلا غرور تھا، مگر اس میں ایک جھجھک اور ہلکی سی لرزش تھی۔

زاویار نے آہستہ سے ویدانت کی طرف دیکھا، جو دیوار سے ٹیک لگائے پر سکون انداز میں کھڑا تھا، جیسے اسے کوئی جلدی نہ ہو۔ "ابھی تو تمہیں صرف ایک سنسان کمرے میں قید کیا ہے، عفان۔۔۔ مگر اصل کھیل شروع نہیں ہوا۔" زاویار کی سرد اور گہری آواز کمرے میں گونجی۔ عفان

ہنسا، ایک زہریلی، حقارت بھری ہنسی۔ "تم لوگ سمجھتے ہو کہ مجھے قید کر کے ڈرا سکتے ہو؟ میں عفان ہوں۔۔۔ میں کسی سے نہیں ڈرتا!"

زاویار آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب آیا اور اس کے سر پر جھک کر مدھم آواز میں بولا، "ڈرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔۔۔ موت تو ویسے بھی آ رہی ہے۔۔۔"

اس سے پہلے کہ عفان کچھ کہتا، ایک تیز "سسس" کی آواز گونجی۔ عفان کے چہرے پر پل بھر میں اضطراب چھا گیا۔

"یہ۔۔۔ یہ کیا ہے؟"

ویدانت نے ایک معمولی سا بٹن دبایا اور دیوار پر لگی وینٹ سے باہر آتی آکسیجن کی مقدار کم ہونے لگی۔ کمرے میں ہلکی ہلکی گھٹن بڑھنے لگی۔

"سانس لینا مشکل ہو رہا ہے؟" ویدانت کی آواز میں ایک زہریلا سکون تھا۔

عفان نے سر جھٹکا، جیسے یہ سب محض ایک وہم ہو۔ "تم لوگ یہ سب کر کے کچھ نہیں بگاڑ سکتے میرا! یہ سب بکواس ہے!"

زاویار ایک بار پھر اس کے قریب آیا، جھک کر اس کے کان میں سرگوشی کی، "حالہ بھی یہی کہتی تھی، جب تم اسے قید کیے ہوئے تھے۔۔۔ جب تم نے اسے خوف کے اندھیروں میں دھکیل دیا تھا۔۔۔ مگر تمہیں پتہ ہے، عفان؟ اندھیرا ہمیشہ شکار کر لیتا ہے۔۔۔"

عفان نے آنکھوں پر بندھی پٹی کو رگڑنے کی کوشش کی، مگر اس کے ہاتھ مضبوطی سے بندھے تھے۔ "تم لوگ مجھے ایسے نہیں مار سکتے!" اس نے چیخنے کی کوشش کی، مگر اس کی آواز میں گھبراہٹ تھی۔

زاویار آگے بڑھا، اس کے بالکل قریب آکر سرگوشی کی، "مارنا ہمارا مقصد نہیں... تمہیں وہ تکلیف دینا مقصد ہے جو حالہ نے سہی۔"

ہوا اب مزید کم ہو چکی تھی... عفان کو لگا کہ اس کا دماغ سن ہو رہا ہے...

اس کا سانس تیز ہونے لگا۔ پسینے کی بوندیں اس کے ماتھے سے بہنے لگیں۔

"یہ۔۔۔یہ کیا ہے؟ کون ہے یہاں؟" وہ زور سے چلایا، مگر اس کی آواز گونج کر واپس آگئی، جیسے کسی گہرے کنویں میں گر گئی ہو۔ ویدانت نے زاویار کی طرف دیکھا، جو پرسکون انداز میں اپنی جیب میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا۔ "کتنی دیر تک بچے گا، عفان؟ ہوا کم ہو رہی ہے۔۔۔ سوچ، ایک وقت آئے گا جب تو چاہے گا کہ بس ایک سانس مل جائے۔۔۔ اور نہیں ملے گی!"

عفان نے بے اختیار اپنا سر دیوار سے ٹکرا دیا، سانس لینے کی کوشش کرنے لگا، مگر ہر لمحے کے ساتھ ہوا مزید کم ہو رہی تھی۔ "تم لوگ مجھے نہیں مار سکتے! میں۔۔۔ میں نہیں مر سکتا!" زاویار نے ایک گہرا سانس لیا اور ویدانت کی طرف اشارہ کیا۔

"چلو، اسے کچھ وقت دیتے ہیں۔۔۔ دیکھتے ہیں کہ یہ اندھیرا اسے کیسے کھاتا ہے!"

ویدانت نے مسکراتے ہوئے دروازہ کھولا، زاویار کے ساتھ باہر نکلا، اور دروازہ دھڑام سے بند کر دیا اور اندر۔۔۔ عفان کے لیے اندھیرا مزید گہرا ہو گیا۔۔

کمرے میں موت کی سی خاموشی تھی... بس عفان کی بے ترتیب سانسوں کی آواز گونج رہی تھی۔ وہ ہانپ رہا تھا، جیسے کوئی مچھلی پانی سے باہر پھڑ پھڑا رہی ہو۔

"بچاؤ... کوئی مجھے یہاں سے نکالو!" اس کی آواز پہلے غرور سے بھری ہوتی تھی، مگر اب وہ ایک لاچار انسان کی طرح چیخ رہا تھا۔

زاویار اور ویدانت دروازے کے باہر کھڑے تھے، شیشے کی کھڑکی سے اسے مرتے دیکھ رہے تھے۔

"دیکھا ویدانت؟" زاویار نے سفاکی سے کہا۔ "یہی چہرہ حالہ کا تھا جب یہ اسے اذیت دے رہا تھا... خوف سے بھرا ہوا، بے بسی سے کانپتا ہوا۔"

ویدانت نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا۔ "مگر حالہ کا خوف جائز تھا... یہ حرامی تو اپنی ہی چال میں پھنسا ہے۔"

عفان کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں، جیسے خون اس کے دماغ میں جم رہا ہو۔اس کے جسم پر پسینے کے قطرے چمک رہے تھے، ہونٹ نیلے ہونے لگے تھے۔وہ اپنے بندھے ہوئے ہاتھوں کو جھٹکنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

"تم لوگ مجھے مار نہیں سکتے..." وہ پھٹی پھٹی آواز میں بولا، جیسے اس کے اندر کی ہوا ختم ہو رہی ہو۔

"بس...بس...پلیز..." وہ اب گڑگڑا رہا تھا۔

عفان زمین پر گرا، اس کے جسم میں جھٹکے لگ رہے تھے، آنکھیں آدھی کھلی تھیں، جیسے وہ آخری بار ہوا کے لیے تڑپ رہا ہو۔اس کا چہرہ نیلا پڑنے لگا تھا، ہونٹوں پر کپکپاہٹ تھی، مگر اب کوئی رحم کرنے والا نہیں تھا۔اس کے اپنے ہی گناہوں نے آج اسے اس حال تک پہنچادیا تھا۔

زاویار نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا، پھر ایک گہری سانس لے کر ویدانت کی طرف مڑا۔

"یہیں چھوڑ دو اسے، اس کا کھیل ختم ہو چکا ہے۔"

ویدانت نے سر ہلایا، اور دونوں وہاں سے تیزی سے نکلے، قدموں میں ایک عجیب سی بے رحمی تھی، جیسے کوئی بوجھ اب ہلکا ہو چکا ہو۔

گاڑی کے دروازے کھول کر وہ اندر بیٹھے، زاویار نے ایک جھٹکے سے گاڑی اسٹارٹ کی اور ایک زوردار رفتار کے ساتھ سڑک پر ڈال دی۔

اندھیرے راستے پر گاڑی کی ہیڈلائٹس تیز روشنی پھیلا رہی تھیں، جیسے رات کے سناٹے کو چیرتی جا رہی ہو۔ ویدانت نے شیشہ نیچے کیا، تیز ہوا اندر آئی، مگر اس کے اندر کی آگ پھر بھی کم نہیں ہوئی تھی۔

☆☆☆✦☆☆☆

زاویار نے اپارٹمنٹ کا دروازہ کھولا، چابی گھماتے ہی ہلکی سی چرچراہٹ گونجی، اور وہ تیزی سے اندر داخل ہوا۔ ویدانت بھی اس کے پیچھے تھا، مگر اندر آتے ہی زاویار کے قدم رک گئے۔ لاؤنج میں حالہ نظر نہیں آئی۔ وہ پورے لاؤنج میں نظریں دوڑانے لگا، مگر ہر طرف سناٹا تھا۔ سوفے خالی، ٹیبل پر پانی کا آدھا بھرا گلاس، اور ٹی وی بند۔ اس نے نظریں ویدانت پر ڈالیں، جو خود بھی تشویش میں پڑ گیا تھا۔ "حالہ؟" زاویار نے آواز دی، مگر کوئی جواب نہیں آیا۔ وہ فوراً اس کے کمرے کی طرف بڑھا۔ دروازہ کھولا، مگر وہاں بھی کوئی نہیں تھا۔ بستر جوں کا توں سجا ہوا تھا، جیسے کسی نے چھوا بھی نہ ہو۔ پردے آدھے کھلے ہوئے تھے، مگر کمرے میں ہلکی سی ٹھنڈک اور سناٹا تھا۔ "حالہ؟" اس نے پھر پکارا، مگر اب بھی کوئی جواب نہ ملا۔ گھبراہٹ کی ایک شدید لہر اس کے اندر دوڑ گئی۔ قدم جیسے زمین میں

دھنس رہے تھے۔ وہ تقریباً دوڑتے ہوئے دوسرے کمروں میں جھانکنے لگا، باورچی خانہ، اسٹڈی روم، ہر جگہ دیکھا، مگر حالہ کہیں نہیں تھی۔

"کہاں جا سکتی ہے وہ؟" ویدانت نے بے چینی سے کہا، مگر زاویار کا دماغ جیسے کچھ سوچ ہی نہیں پا رہا تھا۔ اچانک، ایک ہلکی سی آواز سنائی دی۔۔۔ پانی گرنے کی مسلسل آواز۔۔۔

زاویار کا سر جھٹکے سے مڑا، اور وہ تیزی سے واش روم کے دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ آہستہ سے دھکیلا تو وہ کھل گیا۔

حالہ۔۔۔ وہ باتھ ٹب میں بیٹھی تھی، کپڑے پورے بھیگے ہوئے، پانی کے قطرے مسلسل اس کے بالوں سے گر رہے تھے۔ مگر اس کا دھیان کہیں اور تھا، کہیں دور، کسی ایسی جگہ جہاں شاید اب بھی خوف کی پرچھائیاں

موجود تھیں۔ وہ بس ایک نکتے کو گھور رہی تھی، پلکیں تک نہیں جھپک رہی تھیں۔

"حالہ؟" زاویار نرمی سے بولا، مگر اس نے کوئی ردِ عمل نہ دیا۔

وہ آگے بڑھا، پانی اس کے جوتوں سے ٹکرا کر چھینٹے مارنے لگا، مگر اسے پرواہ نہیں تھی۔ وہ حالہ کے پاس جا کر جھکا، اور آہستگی سے شاور بند کر دیا۔ پانی گرنا بند ہوا، مگر حالہ کی کپکپاہٹ اور بڑھ گئی۔ وہ اب بھی اسی جگہ بیٹھی تھی، آنکھوں میں خلا، جسم برف کی طرح سرد۔

"حالہ، اٹھو۔۔۔" زاویار نے بہت نرمی سے کہا، جیسے کسی بچے کو تسلی دے رہا ہو۔ وہ اس کا چہرہ دیکھ کر گھبرا گیا تھا۔ اس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں، جیسے بہت روئی ہو، مگر اب آنسو بھی ختم ہو چکے تھے۔

وہ پھر بولا، "حالہ، اٹھو۔۔۔ سب ٹھیک ہے، میں ہوں یہاں۔"

حالہ کا کوئی ردِ عمل نہیں آیا۔

زاویار نے ہلکے سے اس کا بازو پکڑا، مگر وہ جیسے کسی مردہ جسم کی طرح بے حس تھی۔ زاویار نے ویدانت کی طرف دیکھا، جو دروازے پر کھڑا سب دیکھ رہا تھا۔

"تولیہ لے آؤ، جلدی!" زاویار نے کہا، اور ویدانت فوراً باہر نکل گیا۔

زاویار نے حالہ کے سرد بازوؤں کو اپنے ہاتھوں میں تھاما، آہستہ، جیسے کسی غنودگی سے نکل رہی ہو، حالہ نے پلکیں جھپکائیں۔ زاویار نے نرمی سے اسے اوپر اٹھایا۔ وہ اتنی کمزور لگ رہی تھی کہ جیسے کھڑے ہونے کی بھی ہمت نہ ہو۔ وہ کانپ رہی تھی، ہونٹ نیلے ہو چکے تھے۔ پھر ایک ہاتھ سے اس کا ہاتھ تھام لیا اور دوسرا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھ دیا۔ "حالہ، سب ٹھیک ہے، میں تمہارے ساتھ ہوں۔ آؤ، یہاں سے باہر چلتے ہیں۔"

ویدانت نے جلدی سے تولیہ زاویار کی طرف بڑھایا، اور زاویار نے نرمی سے حالہ کے گرد لپیٹ دیا۔ وہ پھر بھی کچھ نہیں بولی، بس خالی نظروں سے خلا میں دیکھتی رہی۔

زاویار اسے آہستہ سے لے کر بیڈ پر لے آیا۔ خود بھی پاس بیٹھا اور اس کے چہرے کو بغور دیکھا۔ وہ اب بھی وہی حالہ تھی۔۔۔ مگر کچھ تھا جو ٹوٹ چکا تھا، کچھ تھا جو شاید ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکا تھا۔

"کیا ہوا، حالہ؟" زاویار نے مدھم آواز میں پوچھا۔

مگر حالہ خاموش رہی۔۔۔

وہ صدمے میں تھی، خوف میں تھی، اور شاید سب کچھ کھونے کے قریب تھی۔۔۔

زاویار نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما۔ وہ اب بھی کانپ رہی تھی، اس کے جسم سے خنکی نکل رہی تھی جیسے برف کے کسی غار میں دفن رہی ہو۔ اس کی آنکھیں شیشے کی طرح خالی تھیں، جن میں کوئی جذبات، کوئی لفظ، کوئی احساس باقی نہ تھا۔

ویدانت نے ایک گہرا سانس لیا اور زاویار کے قریب آکر دھیرے سے بولا، "یہ شاک میں ہے، اسے تھوڑا وقت دو۔"

مگر زاویار کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ وہ اس حالہ کو نہیں دیکھ سکتا تھا—بے جان، خالی، ٹوٹ چکی۔ وہ حالہ جو کبھی ضدی تھی، جو کبھی اس سے جھگڑتی تھی، جو زندگی سے بھری ہوتی تھی، آج خاموش تھی۔

"حالہ، میں یہاں ہوں، سب ختم ہو گیا ہے۔ تم محفوظ ہو۔"

حالہ نے ایک پل کو پلکیں جھپکائیں، جیسے وہ سن رہی ہو، مگر پھر بھی کچھ نہ بولی۔

زاویار کا صبر جواب دے گیا۔ وہ اس کے چہرے کے قریب جھکا، اس کی آنکھوں میں جھانکا اور ہلکی سی تھرتھراتی آواز میں بولا، "حالہ، ایک بار کچھ کہو... بس ایک بار۔"

مگر حالہ کی سانسوں کے علاوہ کوئی آواز نہ نکلی۔

ویدانت نے ایک قدم آگے بڑھایا، "زاویار، یہ وقت نہیں ہے اسے دباؤ میں ڈالنے کا، اسے تھوڑا وقت دو۔"

"حالہ، دیکھو میری طرف۔۔۔" اس کی آواز میں ایک بے بسی تھی جو وہ خود بھی محسوس کر سکتا تھا۔ "میں نے تمہیں بچانے کے لیے سب کچھ داؤ

پر لگا دیا۔ تمہیں لگا میں تمہیں چھوڑ دوں گا؟ تمہیں لگا میں تمہیں مرنے دوں گا؟"

حالہ کے آنسو اچانک بہنے لگے۔ لب کانپے، جیسے کچھ کہنا چاہ رہی ہو مگر لفظ ساتھ چھوڑ رہے تھے۔

"بولو، حالہ..."

حالہ کی آنکھوں سے مزید آنسو بہہ نکلے، اور اس کے ہونٹ کپکپاتے ہوئے بس ایک جملہ ادا کر سکے، "مجھے لگا تھا میں مر جاؤں گی..."

"لیکن میں نے تمہیں مرنے نہیں دیا... اور میں کبھی دوں گا بھی نہیں۔"

حالہ نے سسک کر آنکھیں بند کر لیں، جیسے پہلی بار خود کو مکمل محفوظ محسوس کر رہی ہو۔ زاویار نے نرمی سے اسے اپنے سینے سے لگایا، اور وہ شدت سے اس کے حصار میں آگئی، جیسے یہی اس کی آخری پناہ گاہ ہو۔

ویدانت نے ایک نظر ان دونوں پر ڈالی اور آہستہ سے پیچھے ہٹ گیا۔ کچھ رشتے لفظوں کے محتاج نہیں ہوتے، اور یہ وہی لمحہ تھا۔۔۔ جب صرف خاموشی بول رہی تھی، اور جذبات سب کچھ کہہ رہے تھے۔

زاویار اٹھا، ایک نظر حالہ کے خالی چہرے پر ڈالی، اور پھر الماری کی طرف بڑھا۔ اس نے ایک نرم، گرم سویٹر اور ٹراوزر نکالا، ساتھ ہی ایک تولیہ بھی۔ واپس آیا تو حالہ اسی طرح ساکت بیٹھی تھی، نظریں خلا میں جمی ہوئیں، جیسے کچھ دیکھ رہی ہو جو کسی اور کو نظر نہ آرہا ہو۔

وہ دھیرے سے جھکا، اس کے قریب بیٹھا اور نرمی سے بولا، "چلو، یہ پہن لو۔ تم اب بھی گیلی ہو، بیمار پڑ جاؤ گی۔"

حالہ نے کوئی جواب نہ دیا، بس نظریں جھکائے بیٹھی رہی۔ زاویار نے ایک لمحہ اسے دیکھا، پھر دھیرے سے اس کا ہاتھ تھاما اور اٹھ کھڑا ہوا، "چلو، میں تمہیں باتھ روم تک لے چلتا ہوں۔"

حالہ نے ہلکی مزاحمت کی، جیسے اسے خود پر قابو نہ ہو، مگر زاویار نے نرمی سے اس کی کمر تھامی اور اسے سہارا دے کر واش روم تک لے گیا۔

دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے کپڑے اس کے ہاتھ میں دیے اور آہستہ سے کہا، "یہ پہن لو، حالہ۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

حالہ نے سر ہلا دیا، بغیر کسی تاثر کے، اور زاویار نے دروازہ آہستہ سے بند کر دیا۔

ویدانت صوفے پر بیٹھا اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ "یہ ڈپریشن میں ہے، زاویار۔ اس پر جو کچھ گزرا ہے، وہ آسان نہیں تھا۔"

زاویار نے گہری سانس لی، تھکن اور پریشانی اس کے چہرے پر نمایاں تھی۔ اس نے پیشانی مسلی، جیسے کچھ سوچ رہا ہو، پھر بولا، "میں جانتا ہوں... لیکن میں اسے ایسے نہیں چھوڑ سکتا۔"

وہ موبائل نکال کر کھانے کا آرڈر کرنے لگا۔ "ہمیں اسے کھانے پر مجبور نہیں کرنا چاہیے، مگر کم از کم کچھ تو کھا لے گی۔"

ویدانت نے سر ہلایا" صحیح سوچا ہے۔ مگر اسے وقت بھی دو، زبردستی مت کرو۔"

چند منٹ بعد، حالہ دروازہ کھول کر باہر آئی۔ اس نے زاویار کے دیے ہوئے کپڑے پہن لیے تھے، مگر اب بھی وہی بے جان، تھکی ہوئی سی لگ رہی تھی۔

زاویار نے اسے دیکھتے ہی صوفے کی طرف اشارہ کیا" یہاں بیٹھو۔"

حالہ خاموشی سے چلتی ہوئی صوفے پر بیٹھ گئی۔ زاویار اس کے پاس بیٹھا، اس کے قریب ہوتے ہوئے آہستہ سے بولا "حالہ، میں جانتا ہوں کہ جو ہوا، وہ تمہارے لیے ناقابلِ برداشت تھا۔ لیکن تم اب محفوظ ہو۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ میں تمہیں نقصان نہیں پہنچنے دوں گا۔" حالہ کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے، مگر وہ کچھ نہ بولی۔

اتنے میں دروازے پر بیل ہوئی۔ کھانا آچکا تھا۔ زاویار نے جلدی سے جا کر کھانے کا پیکٹ لیا اور واپس آکر حالہ کے سامنے رکھ دیا۔ "کچھ کھالو، حالہ۔ بس تھوڑا سا۔"

حالہ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا، اور پہلی بار اس کی آنکھوں میں کچھ زندگی کی رمق نظر آئی۔ جیسے وہ زاویار کی موجودگی سے تھوڑا سنبھل رہی ہو۔ زاویار

نے پلیٹ کھولی اور آہستہ سے کہا، "آؤ، میں تمہیں کچھ کھانے کے لیے دوں؟"

حالہ نے ہلکی سی سسکی لی، پھر آہستہ سے سر جھکا لیا، جیسے وہ اب بھی خود کو یقین دلا رہی ہو کہ وہ واقعی محفوظ ہے۔ زاویار نے آہستہ سے کھانے کے ڈبے کھولے اور پلیٹ میں کھانا نکال کر حالہ کے سامنے رکھ دیا۔ وہ اب بھی ساکت بیٹھی تھی، مگر کھانے کی خوشبو نے اس کی بھوک کو اور زیادہ بے چین کر دیا۔ وہ تین دن سے بھوکی تھی، کمزور، نڈھال، مگر جیسے ہی زاویار نے پلیٹ اس کے قریب سرکائی، اس نے بے ساختہ ہاتھ بڑھایا۔ حالہ نے کانپتے ہاتھوں سے نوالہ توڑا اور تیزی سے منہ میں ڈال لیا، جیسے اسے خوف ہو کہ اگر وہ لمحہ ضائع کرے گی تو کھانا چھن جائے گا۔ زاویار نے

بغور اس کا انداز دیکھا۔ وہ بے حد بھوکی تھی، جیسے صدیوں سے کسی نے اسے کھانے کو کچھ نہ دیا ہو۔

زاویار حالہ کو دیکھتا رہا، جو پلیٹ میں نظریں گاڑھے، تیزی سے کھا رہی تھی۔ ایک نوالہ، پھر دوسرا، پھر تیسرا... جیسے اسے کوئی روک لے گا، جیسے کوئی پھر سے اس سے سب کچھ چھین لے گا۔

زاویار نے دھیرے سے پانی کا گلاس بھر کر اس کے آگے رکھا، "آہستہ کھاؤ، حالہ... کوئی تم سے یہ نہیں چھینے گا۔"

حالہ نے ایک لمحے کے لیے ہاتھ روکا، پھر زاویار کی بات سن کر آہستہ سے گلاس اٹھایا اور پانی کے بڑے بڑے گھونٹ بھرنے لگی، جیسے اس کا حلق بھی صحرا کی طرح پیاسا ہو۔

زاویار نے اس کی حالت دیکھی اور دل ہی دل میں اس پر بیتے ہوئے ہر لمحے کی شدت محسوس کی۔ اس کی آنکھوں میں ایک سختی ابھری، ایک ایسا عزم جو وہ خود بھی الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا تھا۔

حالہ نے پلیٹ میں آخری نوالہ رکھا، اور جیسے ہی کھانے سے فارغ ہوئی، اس نے اپنی نظریں زاویار پر جمائیں۔ آنکھوں میں شکر گزاری تھی، یا شاید وہ کچھ کہنا چاہتی تھی، مگر لفظ ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

زاویار نے نرمی سے پوچھا، "اور کھاؤ گی؟"

حالہ نے آہستہ سے سر ہلا دیا، جیسے وہ اب مزید کچھ نہیں کھا سکتی تھی۔ وہ تھک چکی تھی۔ اب وہ صرف آرام چاہتی تھی۔

"حالہ، چلو، میں تمہیں کہیں لے کر جانا چاہتا ہوں۔"

حالہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کے اندر خوف اب بھی تازہ تھا، وہ کہیں جانے کے لیے تیار نہیں لگ رہی تھی۔ "کہاں؟" اس کی آواز ہلکی اور بے یقینی سے بھری ہوئی تھی۔

"چلو، جا کر پتہ چلے گا۔" زاویار نے نرمی سے کہا اور ہاتھ آگے بڑھایا۔

حالہ نے ایک لمحے کے لیے جھجک محسوس کی، مگر پھر آہستہ آہستہ اس کا ہاتھ تھام لیا۔ اس کی انگلیاں اب بھی سرد تھیں، جیسے خوف ابھی تک اس کے وجود میں جما ہوا ہو۔ زاویار نے ہلکا سا دباؤ دے کر اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا، جیسے یقین دلا رہا ہو کہ وہ اس کے ساتھ محفوظ ہے۔

ویدانت ایک طرف کھڑا خاموشی سے دیکھ رہا تھا، پھر اس نے بھی ایک ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ دروازہ کھولا۔

"آؤ، گاڑی میں بیٹھو۔" زاویار نے حالہ کو باہر لے جاتے ہوئے کہا۔

حالہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی باہر نکلی۔ رات کی ٹھنڈی ہوا اس کے چہرے سے ٹکرائی، مگر آج وہ ہوا اسے آزاد محسوس نہیں ہوئی۔ وہ اب بھی ماضی کے سایوں میں قید تھی، مگر زاویار کے ساتھ ہونے کا احساس اسے کچھ حد تک محفوظ محسوس کرا رہا تھا۔

"بیٹھو۔" زاویار نے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

حالہ نے ایک لمحے کے لیے اس کی طرف دیکھا، پھر اندر بیٹھ گئی۔ ویدانت بھی پیچھے بیٹھا، اور زاویار نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

ماہا جیسے ہی اپنے کمرے میں داخل ہوئی، دروازہ بند کرتے ہی دیوانہ وار رونے لگی۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں، سانسیں بے ترتیب ہو رہی تھیں، اور ذہن میں ایک ہی سوال گونج رہا تھا—یہ سب کیا ہو گیا؟

وہ غصے میں پاگلوں کی طرح کمرے میں اِدھر اُدھر چلنے لگی۔ قریب رکھا گلدان اٹھایا اور پوری قوت سے دیوار پر دے مارا۔ شیشے کی کرچیاں فرش پر بکھر گئیں، مگر اس کا غصہ کم نہیں ہوا۔ اس نے ٹیبل پر رکھی چیزیں ایک ایک کر کے زمین پر پھینکنی شروع کر دیں۔ کمرا تباہی کا منظر پیش کر رہا تھا، مگر ماہا کو کوئی پرواہ نہیں تھی۔

"یہ کیسے ہوا؟ کیسے؟؟" وہ چیخی، اس کی آواز درد اور غصے سے بھری ہوئی تھی۔

اس نے آئینے میں خود کو دیکھا۔ اس کے بکھرے ہوئے بال، کانپتے ہاتھ، اور چہرے پر پھیلی وحشت —— وہ خود کو پہچان نہیں پا رہی تھی۔ اگلے ہی لمحے اس نے غصے میں اپنے بال زور سے کھینچ لیے، جیسے خود کو اس حال میں دیکھنا اس کے لیے ناقابلِ برداشت ہو۔

"زاویار کو سب پتا چل گیا..." اس کی آنکھوں میں خوف ابھر آیا۔

وہ بے اختیار پیچھے ہٹی اور بستر پر گر گئی۔ دل خوف سے بری طرح دھڑک رہا تھا۔ زاویار ہمیشہ اس پر بھروسہ کرتا تھا، مگر اب؟ اب وہ اس سے نفرت کرے گا۔ اسے نظرانداز کرے گا۔ شاید وہ دوبارہ اس کی طرف دیکھے گا بھی نہیں۔

"نہیں... نہیں!" وہ خود سے بڑبڑائی اور چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا۔

لیکن حقیقت یہی تھی۔ زاویار جا چکا تھا۔ اور اس کے جانے کے ساتھ ہی ماہا کی دنیا ویران ہو چکی تھی...

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

زاویار، ویدانت اور حالہ اس خستہ حال عمارت میں داخل ہوئے۔ دیواریں نمی زدہ اور شکستہ تھیں، فرش پر جگہ جگہ دراڑیں پڑی تھیں، اور اندر ایک گھٹن سی محسوس ہو رہی تھی۔ حالہ نے زاویار کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا، اس کے دل میں خوف کی ٹھنڈی لہر دوڑ رہی تھی۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں اس نے بدترین لمحے گزارے تھے، جہاں ہر پل ایک عذاب تھا۔ اندر جاتے ہی اس کی نظریں زمین پر بیڑیاں پہنے، رسیوں میں جکڑے عفان پر پڑیں۔ وہ زمین پر پڑا تھا، ہاتھ پیر بندھے، چہرہ زخمی، آنکھیں وحشت اور بے بسی سے پھیلی ہوئی۔ جیسے ہی حالہ کی نظر اس پر پڑی، وہ لرز

کر ایک دم زاویار کے پیچھے چھپ گئی۔ زاویار نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھپتھپایا۔ "ڈرو مت حالہ... یہ بندھا ہوا ہے، یہ کچھ نہیں کر سکتا۔

عفان نے جیسے ہی حالہ کو دیکھا، اس کی آنکھوں میں التجا ابھری۔ وہ درد سے کراہتا ہوا بولا، "حالہ... حالہ پلیز، مجھے یہاں سے نکالو... میں غلط تھا... میں بہت غلط تھا، مجھے معاف کر دو!"

حالہ کی سانسیں تیز ہو گئیں، اس کی آنکھوں میں وہ سارے منظر تازہ ہو گئے جب وہ عفان کے قید خانے میں چیختی، بلکتی، رہائی کے لیے گڑگڑاتی تھی۔ مگر آج، آج وہ بے بس نہیں تھی۔ آج فیصلہ اس کے ہاتھ میں تھا

زاویار نے سنجیدگی سے حالہ کی طرف دیکھا۔ "حالہ، بتاؤ...اسے مارنا ہے یا زندہ رکھنا ہے؟ جو تم کہو گی، وہی ہو گا۔"

حالہ خاموش رہی۔ عفان نے مزید تڑپتے ہوئے کہا" حالہ پلیز! میں مر جاؤں گا... پلیز مجھے جانے دو!"

حالہ نے گہری سانس لی، اس کی آنکھوں میں آنسو تھے، مگر اس کے چہرے پر ایک عجیب سی مضبوطی بھی ابھر آئی۔

"نہیں..." وہ آہستہ سے بولی، "اسے مت مارو!"

زاویار اور ویدانت چونک کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ عفان کو بھی یقین نہیں آیا کہ اس کی زندگی بخش دی گئی تھی۔

"کیا تم واقعی چاہتی ہو کہ میں اسے نہ ماروں؟" زاویار نے حیرت سے پوچھا۔

حالہ نے زہر خند لہجے میں کہا" ہاں، میں چاہتی ہوں کہ یہ زندہ رہے... مگر آزاد نہیں! میں چاہتی ہوں کہ یہ اپنی باقی کی زندگی قید میں گزارے، جیسے

میں نے گزاری۔ جیل کے اندھیرے میں، خوف میں، تنہائی میں۔ تاکہ

جب یہ وہاں تڑپے، ترسے، تو اسے سمجھ آئے کہ میں نے کیسی راتیں

گزاری تھیں! جب یہ وہاں ڈرے گا اور اس کے پاس کوئی نہیں ہو گا، تب

اسے میری اذیت کا احساس ہو گا۔"

ویدانت نے زاویار کی طرف دیکھا، زاویار کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ

ابھری، مگر اس کی آنکھوں میں وہی سختی برقرار رہی۔

"ٹھیک ہے حالہ..." زاویار نے سرد لہجے میں کہا، "یہی ہو گا!"

عفان کا چہرہ زرد پڑ گیا۔" اس نے شاید سوچا تھا کہ معافی مانگنے پر اسے چھوڑ

دیا جائے گا، مگر حالہ کے فیصلے نے اس کے حواس چھین لیے تھے۔

"نہیں... نہیں! حالہ، پلیز! میں نے غلطی کی تھی، مگر میں اب بدل گیا ہوں! پلیز مجھے جانے دو!" وہ بے بسی سے چلایا، مگر اس کی آواز سننے والا کوئی نہیں تھا۔

زاویار نے حالہ کے چہرے کو غور سے دیکھا، اس کی آنکھوں میں ایک طوفان تھا، ایک ایسا طوفان جو درد اور اذیت کے بعد اب تھم چکا تھا، مگر اس کے اثرات باقی تھے۔ زاویار نے ایک نظر ویدانت کی طرف ڈالی، جو خاموشی سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

"ویدانت، انتظام کرو!" زاویار نے مختصر الفاظ میں کہا۔

ویدانت نے اثبات میں سر ہلایا اور فون نکال کر کہیں کال ملانے لگا۔ عفان کی آنکھوں میں وحشت مزید گہری ہو گئی۔ وہ جان چکا تھا کہ اب اس کے لیے کوئی بچاؤ نہیں تھا۔

حالہ نے ایک گہری سانس لی اور زاویار کا ہاتھ تھام لیا۔ "مجھے یہاں سے لے چلو..."

زاویار نے ایک لمحے کو اس کا چہرہ دیکھا، پھر نرمی سے اس کے ہاتھ کو دبا کر کہا، "چلو!"

وہ تینوں اس خستہ حال عمارت سے باہر نکلے۔ باہر کی سرد ہوا نے حالہ کے چہرے کو چھوا، مگر آج وہ ہوا قید سے رہائی کی خوشبو لیے ہوئے تھی۔ حالہ نے عمارت کی طرف ایک آخری نظر ڈالی، جہاں عفان اب بھی زمین پر پڑا، چیخ رہا تھا، بلک رہا تھا، مگر اس کی چیخیں کسی کے دل میں رحم نہیں جگا رہی تھیں۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی حالہ نے لمبی سانس لی، جیسے کسی بوجھ سے آزاد ہو گئی ہو۔ زاویار نے اسے خاموشی سے دیکھا، پھر گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

☆☆☆✦☆☆☆

کمرے میں ہلکی سی دھوپ آہستہ آہستہ کھڑکی کے پردے سے چھن کر اندر آ رہی تھی۔ ایک مدھم سی روشنی، جو سب کچھ واضح تو کر رہی تھی مگر اس میں زندگی کی کوئی رمق محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ کمرے کے بیچوں بیچ بیڈ پر حالہ خاموشی سے بیٹھی تھی۔

وہ ایک ہی جگہ پر ساکت تھی، جیسے کسی نے اس کی تمام توانائی نچوڑ لی ہو۔ آنکھیں سرخ، چہرہ اترا ہوا، بال بکھرے ہوئے، جیسے کئی دنوں سے سکون کی نیند نہ سوئی ہو۔ ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں الجھی ہوئی تھیں،

ہلکی ہلکی کپکپاہٹ کے ساتھ۔ وہ بس خلا میں نظریں جمائے بیٹھی تھی، جیسے کسی سوچ میں گم ہو، یا شاید کسی ایسے خلا میں قید ہو جہاں سے واپسی ممکن نہیں۔

دروازہ ہلکا سا کھلا، اور زاویار اندر آیا۔ وہ چند لمحے دروازے پر ہی کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ وہ جو پہلے کچھ دن سے کچھ بھی نہیں بولی تھی، آج بھی خاموش تھی، مگر فرق تھا... وہ اب اس کی باتوں کا جواب دینے لگی تھی، چاہے وہ کتنے ہی ہلکے اور بے روح لفظ کیوں نہ ہوں۔ مگر وہ مسکرا نہیں رہی تھی۔

زاویار آہستہ سے چلتا ہوا اس کے قریب آیا اور نرمی سے بولا "حالہ... کیسی طبیعت ہے؟"

حالہ نے دھیرے سے نظر اٹھائی، ایک پل کو زاویار کو دیکھا، مگر کچھ کہے بغیر نظریں جھکا لیں۔ وہ جیسے اپنے ہی خول میں بند تھی۔

"حالہ..."زاویار نے نرمی سے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا"عفان کے بارے میں سب کچھ پتہ چل گیا ہے۔"

حالہ نے چونک کر سر اٹھایا۔آنکھوں میں ایک پل کے لیے ہلکی سی لرزش آئی، جیسے کوئی پرانی یاد کسی زہر کی طرح جسم میں سرایت کر گئی ہو۔

"کیا؟"اس کی آواز مدھم مگر سنجیدہ تھی۔

زاویار نے گہری سانس لی"عفان...وہ ایک سائیکوپیتھ تھا، حالہ۔وہ صرف ایک مجرم نہیں، بلکہ ایک بیمار ذہنیت کا انسان تھا۔اسے

antisocial personality disorder (ASPD)"

تھا۔وہ کسی پر رحم نہیں کھا سکتا تھا،اسے کسی کا درد محسوس نہیں ہوتا تھا۔وہ جذبات سے خالی تھا، صرف اپنے کھیل سے محبت کرتا تھا۔وہ ہمیں بس شطرنج کے مہرے سمجھتا تھا۔"

حالہ نے خاموشی سے سنا، دل کی دھڑکن بے ترتیب ہونے لگی۔ زاویار کی باتیں اس کے ذہن میں گونج رہی تھیں۔

"ASPD کیا ہوتا ہے؟" وہ دھیرے سے بولی، جیسے کسی خوفناک حقیقت کو جاننے سے گھبرا رہی ہو۔

زاویار نے گہری سانس لی اور نظریں اس پر جمادیں۔" antisocial personality disorder ایک نفسیاتی بیماری ہے، جس میں انسان کو احساسات، ہمدردی یا پچھتاوے کا کوئی تصور نہیں ہوتا۔ وہ اپنے مفاد کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتا ہے۔ عفان کی طرح کے لوگ جھوٹ بولنے، دھوکہ دینے اور دوسروں کے جذبات کے ساتھ کھیلنے میں ماہر ہوتے ہیں۔ ان کے لیے صحیح اور غلط کا کوئی مطلب نہیں ہوتا۔"

حالہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "تو کیا ایسے لوگ بدل نہیں سکتے؟ کیا ان کا علاج ممکن نہیں؟"

"یہ سب اتنا آسان نہیں ہوتا۔ ایسے لوگ دوسروں کو قابو میں رکھنے کے لیے ان پر ذہنی، جذباتی اور کبھی کبھار جسمانی تشدد بھی کرتے ہیں۔ وہ پرفیکٹ جھوٹے ہوتے ہیں، اپنے غلط کاموں کا کوئی پچھتاوا محسوس نہیں کرتے۔ اور علاج؟ علاج صرف تب ممکن ہوتا ہے جب وہ خود مانیں کہ وہ بیمار ہیں... مگر عفان جیسے لوگ خود کو بیمار مانتے ہی نہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ جو کر رہے ہیں، وہی درست ہے۔" زاویار نے سخت لہجے میں کہا۔

"تو... تو کیا وہ کبھی محبت بھی نہیں کر سکتے؟" حالہ نے بے اختیار پوچھا۔

زاویار نے تلخی سے مسکرا کر سر جھکا لیا۔ "محبت؟ نہیں، حالہ۔ وہ محبت کو بھی ایک کھیل سمجھتے ہیں۔ وہ کسی کو محبت کا یقین دلا سکتے ہیں، کسی کو بھی

اپنی مٹھاس میں قید کر سکتے ہیں، لیکن حقیقت میں وہ صرف کنٹرول چاہتے ہیں، بس ایک شکار... وہ صرف اپنی خواہشات اور طاقت کے لیے دوسروں کو استعمال کرتے ہیں۔"

"یانی اس نے اسرہ سے جھوٹ کہا تھا کے وہ اسے پسند کرتا ہے؟"

"ہاں حالہ۔۔۔"

حالہ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ وہ جو کبھی عفان کو ایک عام انسان سمجھتی تھی، اب اسے احساس ہو رہا تھا کہ وہ ایک عام انسان نہیں تھا، وہ ایک چلتا پھرتا خطرہ تھا، ایک ایسا زہر جو اپنی میٹھی باتوں سے دوسروں کی روح تک جلا دیتا تھا۔

حالہ نے سختی سے آنکھیں بند کر لیں، جیسے یہ سب سننا بھی تکلیف دہ ہو۔

زاویار نے سنجیدگی سے کہا "یہی سائیکوپیتھ ہوتے ہیں، حالہ۔ وہ نہ محبت

کرتے ہیں، نہ نفرت، بس کھیلتے ہیں... انسانوں کے جذبات سے، ان کی زندگیوں سے۔ وہ تمہیں تکلیف دے کر خوشی محسوس کرتا تھا۔"

حالہ نے گہری سانس لی، مگر اس کے چہرے پر کوئی ردِ عمل نہیں آیا۔ وہ بس خاموشی سے زاویار کو دیکھ رہی تھی، جیسے کوئی بے جان پتلا ہو۔

"تمہیں اب مضبوط ہونا ہوگا، حالہ۔ عفان جیسے لوگ یہیں شکست کھاتے ہیں کہ وہ ہمیں مکمل توڑ نہیں پاتے۔ ہم ٹوٹے ہیں، مگر ختم نہیں ہوئے۔"

زاویار نے نرمی سے کہا۔

حالہ نے پہلی بار آنسو پونچھے اور آہستہ سے سر ہلایا۔ وہ ابھی بھی مکمل طور پر نارمل نہیں ہوئی تھی، مگر کم از کم اب وہ اندھیرے سے نکلنے کی کوشش کر رہی تھی۔

زاویار نے حالہ کی خاموشی کو محسوس کیا، مگر وہ جانتا تھا کہ وہ اسے وقت دے گا۔ وہ جانتا تھا کہ حالہ جس ذہنی کیفیت سے گزر رہی ہے، اس میں زبردستی یا جلد بازی کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس نے بس ایک لمحے کو اسے دیکھا، اس کی سرخ آنکھیں، چہرے کی تھکن، اور وہ سنجیدگی جواب اس کی ذات کا حصہ لگ رہی تھی۔

"میں جانتا ہوں کہ تمہارے لیے یہ سب سننا آسان نہیں ہے، حالہ..."

زاویار کی آواز میں ایک غیر محسوس سی نرمی تھی، جو شاید عام دنوں میں اس کے انداز میں نہیں ہوتی تھی۔ "مگر تمہیں یہ باتیں سننی ہوں گی، کیونکہ تم ان سے بھاگ نہیں سکتی۔"

حالہ نے نظریں جھکائے جھکائے ہی جواب دیا "میں بھاگ نہیں رہی، میں بس تھک گئی ہوں۔"

زاویار نے گہری سانس لی۔ "مجھے معلوم ہے۔ مگر تمہیں یاد ہے، میں نے کہا تھا کہ میں تمہیں گرنے نہیں دوں گا؟"

حالہ نے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا، جیسے یہ الفاظ اس کے لیے غیر متوقع تھے۔ اس کی آنکھوں میں کچھ تھا... حیرانی یا شاید یقین اور بے یقینی کے بیچ کا کوئی جذبہ۔ مگر پھر بھی، اس کے لبوں پر وہ مسکراہٹ نہیں آئی جو پہلے کبھی آجایا کرتی تھی۔

"میں نہیں جانتی کہ میں اور کتنا سنبھل سکتی ہوں، زاویار..." اس کی آواز مدھم تھی، مگر واضح تھی۔

"تم سنبھل سکتی ہو، حالہ۔ کیونکہ تم کمزور نہیں ہو۔ تم نے ایک سائیکو پیتھ کا سامنا کیا، موت کو قریب سے دیکھا، پھر بھی تم زندہ ہو، یہی ثابت کرتا ہے کہ تم میں طاقت ہے۔" زاویار نے سنجیدگی سے کہا۔

حالہ نے گہری سانس لی، جیسے کسی بھاری بوجھ کو سینے میں دبانے کی کوشش کر رہی ہو۔ "تو اب... اب کیا ہو گا؟"

زاویار نے ایک لمحے کو سوچا، پھر آہستہ سے کہا "اب جو ہونا ہے، وہ تمہاری مرضی سے ہو گا، حالہ۔ تمہیں فیصلہ کرنا ہے کہ تم اپنی زندگی کو کیسے جینا چاہتی ہو۔ یہ وقت تمہیں آگے بڑھنے سے روک نہیں سکتا، جب تک تم خود پیچھے رہنے کا فیصلہ نہ کرو۔"

حالہ نے سر جھکا لیا، اس بار وہ خاموش نہیں تھی، وہ سب سن رہی تھی، سمجھ رہی تھی۔ مگر اندر کہیں وہ ابھی بھی خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔ زاویار کو اندازہ تھا کہ وہ ایک دن میں ٹھیک نہیں ہو سکتی، مگر یہ بھی

حقیقت تھی کہ وہ اب پہلے سے بہتر تھی، چاہے وہ مسکرا نہ رہی ہو، مگر وہ جواب دے رہی تھی، وہ بات کر رہی تھی، اور یہی اس کے لیے کافی تھا۔

وہ کچھ دیر خاموشی سے بیٹھی رہی، جیسے اپنے جذبات کو قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ مگر جب بولی، تو اس کی آواز میں غصے اور دکھ کا ایک سمندر تھا۔

"سب... یہ سب تمہاری ماہا کی وجہ سے ہوا ہے، زاویار!"

زاویار نے دو سیکنڈ کے لیے اسے گہری نظروں سے دیکھا، مگر خاموش رہا۔

"اگر... اگر تم... تم اسے دوبارہ اپنی زندگی میں نہ لاتے، مجھ سے بدلہ لینے کا نہ سوچتے، تو زاویار..." وہ ایک لمحے کے لیے رکی، سانس بھری، اور پھر بولی "تو آج میرے ساتھ یہ سب نہ ہوتا!"

زاویار اس کے درد کو محسوس کر سکتا تھا، وہ اس کے ہر لفظ کی شدت کو اپنے سینے میں محسوس کر رہا تھا۔

"یہ سب تمہاری ماہا نے کیا ہے، میری... میری جان چلی جاتی، میں مر جاتی، زاویار!"

وہ ایک دم اپنی جگہ سے اٹھی، اس کی آواز بھرا گئی تھی۔

"زاویار، تم سمجھ نہیں سکتے کہ تمہاری ایک غلطی کی وجہ سے آج میں مر جاتی!"

وہ زور سے رونے لگی، زاویار صرف اسے دیکھتا رہا، جیسے وہ سب کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو، مگر اس کے پاس کوئی جواب نہ ہو۔

"اگر تم ماہا کو دوبارہ اپنی زندگی میں نہ لاتے، اس سے شادی کا نہ سوچتے، تو آج میرے ساتھ یہ سب کچھ نہ ہوتا، زاویار!"

ایک آنسو اس کی آنکھ سے ٹوٹ کر گرا۔

"سب تمہاری غلطی ہے... سب کچھ تمہاری وجہ سے ہوا ہے، زاویار!"

زاویار حیرت سے اسے دیکھتا رہا۔

"حالہ؟"

"چپ... چپ ہو جاؤ تم! آج میں مر جاتی، صرف... صرف تمہاری وجہ سے!"

وہ رو رہی تھی، اس نے دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر رکھ لیے۔

"میری زندگی آج صرف تمہاری وجہ سے ختم ہو جاتی، کیونکہ تم ماہا کو اپنی زندگی میں لائے، اس نے تمہاری حسد میں آکر مجھے تم سے دور کرنے کے لیے... عفان کی مدد کی!"

حالہ اس وقت نہیں سمجھ رہی تھی کہ وہ کیا بول رہی ہے، بس بول رہی تھی، اپنے اندر کے سارے زخم نکال رہی تھی۔

"حالہ، مجھے نہیں معلوم تھا کہ ماہا اتنی گری ہوئی حرکت کر سکتی ہے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ ایسا کرے گی..." زاویار نے نرمی سے کہا۔

"نہیں، زاویار! یہ سب تمہاری غلطی ہے، میں تمہیں الزام دوں گی! تمہیں تو مجھ سے بدلہ لینا تھا، نا؟ تو پھر... پھر کیوں کر رہے ہو میری فکر؟ مرنے دیتے نا مجھے! چھوڑ دیتے نا!"

وہ چیخ رہی تھی، زاویار خاموشی سے بس اسے دیکھے جا رہا تھا۔

"تم نے تو مجھے اذیت دی تھی، نا؟ تم تو چھوڑ کر اس فضول ماہا سے شادی کرنے جا رہے تھے، نا؟ ایک بار بھی سوچا کہ میں تمہارے بغیر کیسے رہوں گی؟ میں کیا کروں گی؟ میں کہاں جاؤں گی؟ میرا کون ہے؟"

وہ شدت سے رو رہی تھی، اور زاویار کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔

"مرنے دیتے نا مجھے تم... جب اتنی نفرت کرتے ہو مجھ سے، پھر؟"

وہ بس چیخ رہی تھی، جیسے وہ اپنے اندر کے تمام غصے، تمام درد کو نکال رہی ہو۔

"تم... تم میں سے کسی کو بھی میں معاف نہیں کروں گی... ایک شخص کو بھی نہیں!"

زاویار نے محسوس کیا، آج حالہ میں وہ حالہ نہیں تھی جو کبھی اس سے محبت کرتی تھی۔ وہ ٹوٹ چکی تھی، بکھر چکی تھی۔

"تم میں سے کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا کہ مجھ پر کیا گزر رہی ہے... تم سب نے مجھے توڑا ہے، میں نے جن سے محبت کی سب نے مجھے چھوڑ دیا۔۔۔

میں کسی کو معاف نہیں کروں گی! اپنے ماں باپ کو نہیں، اسرہ کو نہیں، عفان کو نہیں، تمہاری ماں کو نہیں، ماہا کو نہیں، اور..."

وہ ایک لمحے کے لیے رکی، اور زاویار کو نم آنکھوں سے دیکھا۔

"اور نہ ہی تمہیں!"

یہ وہ جملہ تھا جس نے زاویار کو اندر سے کھوکھلا کر دیا تھا۔ وہ جیسے ساکت ہو کر بیٹھ گیا۔

"مجھے؟"

"ہاں، تمہیں بھی!" حالہ کی آواز کانپ رہی تھی، مگر اس کے الفاظ واضح تھے۔

"تم... تم نے مجھے سب سے زیادہ ستایا ہے، سب سے زیادہ رلایا ہے، اپنی محبت کی بھیک منگوائی ہے، اپنی منتیں کروائی ہیں، رلایا ہے..."

زاویار کو لگا، اس کے سینے میں کچھ ٹوٹ رہا ہے۔

"میں کہتی رہی، نا کہ زاویار، میرا تمہارے سوا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے! میرے ماں باپ نے مجھے ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا ہے..."

یہ وہ الفاظ تھے جنہوں نے زاویار کو بے جان کر دیا تھا۔ وہ جیسے ساکت ہو گیا تھا، بس حالہ کو دیکھتا جا رہا تھا۔

"ماں باپ؟... کیا مطلب؟"

مگر حالہ نے جواب نہیں دیا۔ وہ رو رہی تھی، مگر زاویار... وہ تو جیسے سانس لینا ہی بھول چکا تھا۔

"ہاں! تمہیں کچھ نہیں پتا، کیونکہ تمہاری... تمہاری اس ماں نے مجھے منع کر دیا تھا، دھمکایا تھا، زاویار!"

وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی، اس کے کندھے لرز رہے تھے، الفاظ کانپ رہے تھے۔

"دھمکایا تھا کہ میں... میں تمہیں کچھ نہ بتاؤں!"

وہ کچھ سمجھ نہیں پایا، ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں، دل کسی انہونی کے خوف سے کانپ اٹھا۔

"کیا مطلب، حالہ؟"

حالہ کی آنکھوں میں کرب تھا، اور پھر وہ بولی، تو وہ سب کچھ کہہ دیا جو دل میں مہینوں سے زہر بن کر بیٹھا تھا۔

زاویار بس سن رہا تھا، جیسے ہر لفظ اس کے جسم پر کسی تیز دھار چاقو کی طرح وار کر رہا ہو۔ وہ سکتے میں بیٹھا تھا، نظریں حالہ پر جمی ہوئی تھیں۔

کچھ دیر کے لیے خاموشی چھا گئی...

ایک گھمبیر، سیاہ، بے حد گہری خاموشی...

دونوں کے درمیان۔

پھر حالہ کی آواز سنائی دی، مگر اس بار آنسو رک چکے تھے۔ وہ دور خلا میں دیکھ رہی تھی، جیسے سب کچھ ختم ہو چکا ہو، جیسے اب کوئی فرق ہی نہ پڑتا ہو۔

"تم... تم سمجھ رہے تھے نا کہ شاید میں نے اُس عفان کی وجہ سے...
خودکشی کی تھی؟"

زاویار نے چونک کر سر اٹھایا اور حالہ کی طرف دیکھا، مگر وہ اب بھی خلا میں گھور رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک سرد، کھوکھلی مسکراہٹ تھی، ایک ایسی مسکراہٹ جو رونے سے بھی زیادہ دردناک تھی۔

"نہیں، زاویار... اُس دن مجھ پر قیامت ٹوٹی تھی... مجھے میرے ماں باپ نے زندہ مار دیا تھا، زاویار... میں نے اس لیے خودکشی کی تھی!"

زاویار کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔اس کی آنکھوں میں بے یقینی تھی، دل میں ایک ایسی کسک، جیسے وہ خود اپنی سانسیں کھوتا جا رہا ہو۔

"تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا، حالہ؟"

اس کی آواز کانپ رہی تھی،اس میں بے بسی تھی،تکلیف تھی،بے پناہ تکلیف۔

حالہ کی آنکھوں میں پھر نمی چمکی، مگر وہ مسکرادی،ایک زہر خند مسکراہٹ۔

"کیسے بتاتی،زاویار؟"

زاویار کا دل زور سے دھڑکا۔

"حالہ... تم... تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟"

حالہ نے اس کی طرف دیکھا، گہری نظریں، سرد لہجہ، جیسے کسی نے اس کے اندر کی تپش کو برف بنا دیا ہو۔

"کیونکہ تمہاری ماں نے مجھے منع کر دیا تھا، زاویار... وہ مجھے... مجھے دھمکا رہی تھی..."

"حالہ..."

زاویار کے لب کانپے، وہ اس کے قریب آیا، مگر حالہ اپنی جگہ ساکت کھڑی رہی۔

کچھ رشتے تباہ ہونے میں صرف ایک لمحہ لیتے ہیں...

اور کچھ سچائیوں کو سننے کے لیے زندگی بھر کی اذیت بھی کم پڑ جاتی ہے۔

وقت جیسے تھم سا گیا تھا۔

نرمی، سکون، اور ایک ایسا احساس جو پہلے کبھی نہ تھا۔ زاویار کی آواز میں پہلی بار وہ شدت نہیں تھی جو ہمیشہ رہتی تھی، بلکہ ایک ایسی مٹھاس تھی جو زخموں پر مرہم رکھتی ہے۔

حالہ تم... تم ایک بار مجھے بتاتیں، بس ایک بار کہتیں، میں اس دوران سب کو سیدھا کر کے نہ رکھ دیتا۔ حالہ، تو تم کہتی..."

حالہ نے نظریں جھکا لیں، جیسے کوئی پرانی یاد کسی زخم کی طرح کھل گئی ہو۔

"زاویار، وہ... وہ مجھے دھمکا رہی تھی، مجھے ڈرا رہی تھی، زاویار..."

اس کی آواز میں شکوہ تھا، مگر لہجہ نرم تھا، جیسے اب وہ اپنی ہر شکایت نکال دینا چاہتی ہو، جیسے اب وہ بس سنا دینا چاہتی ہو۔

"حالہ..." زاویار نے اس کی طرف دیکھا، بہت غور سے، بہت گہرے انداز میں۔

"جب میں تھا تو وہ تمہارا کیا کر سکتی تھیں؟ تم مجھے بتا تیں تو وہ تمہیں ہاتھ بھی لگاتی تو میں دیکھ لیتا!"

حالہ نے آنکھیں موند لیں، جیسے کوئی خوف پھر سے تازہ ہو گیا ہو۔

"زاویار، وہ..."

"حالہ، کیا وہ؟"

اس کی آواز میں وہی نرمی تھی، وہی ٹھہراؤ جو دل کو قرار دیتا ہے۔ حالہ نے سر اٹھایا، نظریں ملائیں۔ اس کی آنکھوں میں ایک سمندر تھا، شکوے تھے، دکھ تھے، اور شاید کچھ ملال بھی۔

"تمہیں ایک بار تو مجھے بتانا چاہیے تھا، حالہ..." زاویار کی آواز دھیمی ہوئی، جیسے اسے بھی اپنا ہی رویہ کھلنے لگا ہو۔ "میں تمہارے ساتھ وہ سب نہ کرتا

جو کر رہا تھا... تم ایک بار کہتیں، میں تمہیں کبھی چھوڑنے کا نہ کہتا، حالہ..."

اور حالہ کی آنکھ سے ایک آنسو بہہ نکلا۔

شدید غصے کے بعد وہ پہلی بار کسی چیز سے سکون پا رہی تھی۔ شاید یہ لہجہ، شاید یہ نرم الفاظ، یا شاید یہ یقین کہ وہ سچ بول رہی تھی اور زاویار سن رہا تھا۔

"زاویار، تم نہیں جانتے وہ کتنی ظالم ہے..." حالہ نے نم آنکھوں سے کہا "مجھے مارنے کی دھمکی دے رہی تھی۔"

زاویار چپ چاپ سن رہا تھا، گہرے انداز میں، جیسے ہر لفظ کو محسوس کر رہا ہو۔

"حالہ، تم مجھے بتاتیں تو وہ تمہیں ایک لفظ بھی نہیں کہہ سکتی تھی..."

حالہ نے نظریں چرائیں، ہلکا سا سانس لیا، پھر جیسے کوئی ڈر اس کے اندر سے نکل گیا ہو۔

"زاویار، تم... تم اب مجھے چھوڑ کر مت جانا..."

اور زاویار نے بے اختیار کہا "نہیں حالہ... نہیں... میں تمہیں اب کیوں چھوڑ کر جاؤں گا؟ اگر مجھے پتا ہوتا کہ تم پر اتنا کچھ گزر رہا ہے، میں کبھی بھی تمہیں چھوڑنے کا نہ کہتا، حالہ!"

حالہ کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ آئی، جیسے کسی بچے نے پہلی بار دنیا کو محفوظ پایا ہو۔

وہ سچ بول رہی تھی۔

اور زاویار... شاید پہلی بار پوری سچائی کو محسوس کر رہا تھا۔

وہ بس اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا، گہری نظروں سے، جیسے کوئی پیاسا پہلی بار سمندر دیکھ رہا ہو۔

"مجھے اور بتاؤ؟ اور کیا کیا کہا تھا انہوں نے تم سے؟ اور کتنا دھمکایا تھا انہوں نے تمہیں؟"

زاویار کا انداز اب سخت نہیں تھا، وہ دھیرے سے پوچھ رہا تھا۔

حالہ نے ایک بار پھر ہلکا سا مسکرایا، جیسے برسوں کا بوجھ اتار چکی ہو، اور پھر جانے کتنی دیر وہ بیٹھ کر اس کی ماں کی شکایتیں کرتی رہی، اور زاویار سنتا رہا۔ وقت جیسے تھم سا گیا تھا۔

حالہ کی آواز میں وہ پہلے جیسی تیزی نہیں تھی، نہ ہی وہ سختی جو کچھ دیر پہلے تھی۔ اب صرف سچائی رہ گئی تھی، اور زاویار وہ ہر سچائی سن رہا تھا، ہر زخم محسوس کر رہا تھا۔

یہاں تک کہ اسے اندازہ بھی نہ ہوا کہ اس کے افس کا وقت کب گزر چکا تھا۔

زاویار نے گھڑی کی طرف دیکھا اور ایک دم سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"اوہ شٹ... افس!" وہ جلدی سے بولا۔

حالہ نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا۔ "تم افس جا رہے ہو؟"

"ہاں، دو دن ہو گئے، نہیں جا سکا۔ آج جانا ضروری ہے۔۔۔ تم اگر کچھ دن نہیں انا چاہتی تو بے شک مت او۔۔۔ ارام کرو" زاویار نے نرمی سے کہا اور الماری کی طرف بڑھ گیا۔

حالہ کے چہرے پر پریشانی کی جھلک آئی۔ "مگر... آج مت جاؤ نا۔"

زاویار نے ایک لمحے کے لیے اس کی طرف دیکھا، جیسے سوچ رہا ہو، پھر مسکرا کر بولا، "جانا ضروری ہے، زیادہ دن کی چھٹی لوں گا تو لوگ سمجھیں گے کہ میں لاپرواہ ہوں۔"

حالہ کی آنکھوں میں ہلکی نمی چمکی۔ "میں اکیلی کیسے رہوں؟ مجھے ڈر لگتا ہے۔"

زاویار نے اس کی بات سن کر ایک پل کے لیے سوچا، پھر بولا "اب کچھ بھی نہیں ہے جس سے ڈرنے کی ضرورت ہو۔ اپارٹمنٹ کے باہر گارڈ ہے، تم بالکل محفوظ ہو۔"

"نہیں... مجھے خوف آتا ہے، میں... میں اکیلی نہیں رہ سکتی۔" حالہ کی آواز لرز رہی تھی۔ اس کے آنسو آنکھوں کے کناروں پر آ گئے تھے۔

زاویار خاموشی سے اسے دیکھتا رہا، پھر ایک گہری سانس لے کر بولا "ٹھیک ہے، پھر میرے ساتھ افس چلو؟..."

حالہ نے فوراً اس کی طرف دیکھا، جیسے اسے امید کی ایک کرن ملی ہو، مگر پھر ہلکی ناراضی سے بولی "تم بہت زیادہ کام دیتے ہو۔"

زاویار کو بے اختیار ہنسی آگئی۔ وہ سر جھکا کر مسکرا دیا، اس کی مسکراہٹ کے ساتھ ہی اس کے گال میں گہرا سا گڑھا ابھرا۔

"اچھا، اب نہیں دوں گا زیادہ کام۔ وعدہ تو نہیں کر سکتا، لیکن کوشش ضرور کروں گا۔" اس نے شوخی سے کہا۔

حالہ نے حیرت سے اسے دیکھا، جیسے یہ زاویار اس کے لیے نیا ہو، جو یوں نرمی سے مسکرا کر بات کر رہا تھا۔

واقعی؟ زیادہ کام نہیں دو گے؟" وہ مشکوک لہجے میں بولی۔

"ہاں بھئی، واقعی۔ اب جلدی سے تیار ہو جاؤ، ورنہ دیر ہو جائے گی۔"

زاویار نے الماری سے اپنی شرٹ نکالتے ہوئے کہا۔

حالہ نے ایک پل کے لیے اسے دیکھا، جیسے کچھ محسوس کر رہی ہو، پھر خاموشی سے اپنی الماری کی طرف بڑھ گئی۔

پھر اس نے بھنویں چڑھا کر اسے گھورا۔ "مجھے تم پر یقین نہیں ہے۔ وعدہ کرو کہ تم زیادہ کام نہیں دو گے!"

زاویار نے اس کی بات سن کر ہلکا سا سر جھکایا، جیسے کچھ سوچ رہا ہو۔ پھر ایک لمحے بعد اس نے کہا "اچھا، اوکے... پرومس! نہیں دوں گا زیادہ کام۔"

پھر وہ اس کی طرف دیکھ کر بولا "اب خوش؟"

حالہ نے تھوڑی دیر کے لیے اسے گھورا، پھر دھیرے سے مسکرا دی، جیسے اب مطمئن ہو گئی ہو۔

کچھ دیر بعد زاویار ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا تھا، اس کے چوڑے کندھوں پر سلیقے سے استری شدہ نیوی بلیو شرٹ تھی، جس کی آستینیں کہنیوں تک موڑی ہوئی تھیں۔ سیاہ ٹراؤزر اور پالش کیے ہوئے چمکدار جوتے اس کے انداز میں مزید نفاست پیدا کر رہے تھے۔ وہ اپنی شرٹ کے کالر کو ہلکے سے درست کرتے ہوئے شیشے میں دیکھ رہا تھا، جب اچانک اس کی نظر بیڈ پر بیٹھی حالہ پر پڑی۔

حالہ نے ہلکے رنگ کا سادہ مگر آرام دہ لباس پہنا تھا—ایک آسمانی رنگ کی نرم سی کُرتی اور سفید شلوار۔ اس کے بال ایک ڈھیلی سی پونی میں بندھے تھے، چہرے پر کسی قسم کا میک اپ نہیں تھا، لیکن اس کی آنکھوں میں عجیب سا سکون جھلک رہا تھا۔ وہ اب پہلے سے زیادہ پُرسکون لگ رہی تھی... شاید زاویار کی وجہ سے؟

زاویار کی نظر جب اس پر پڑی تو وہ مسکرا رہی تھی۔ پتہ نہیں کب سے، مگر اس کی آنکھیں اسی پر جمی ہوئی تھیں۔

زاویار نے نرمی سے کہا"کیا ہوا؟ آج بہت اچھا لگ رہا ہوں میں ؟۔۔۔ یا پھر بہت امپریس ہو رہی ہو میرے سے ؟"

حالہ چونک گئی، جیسے کسی خیال میں کھوئی ہوئی ہو اور اچانک واپس حقیقت میں آئی ہو۔ اس نے فوراً نظریں ادھر اُدھر کر لیں، جیسے پکڑی گئی ہو۔ پھر سانس لے کر دوبارہ نظر اٹھائی، اور شیشے میں دیکھا—— زاویار بھی اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"نہیں تو... تم مجھے کبھی امپریس نہیں کر سکتے۔" اس نے جان بوجھ کر لہجے میں لاپرواہی پیدا کی۔

زاویار کی آنکھوں میں ہلکی سی چمک آئی، اس کے لبوں پر لمحہ بھر کے لیے ایک مسکراہٹ ابھری، مگر پھر وہ فوراً ویسے ہی سنجیدہ ہو گیا جیسے ہمیشہ ہوتا تھا۔

"تو پھر اتنی دیر سے مسکرا کیوں رہی ہو؟" وہ دھیمے لہجے میں بولا۔

حالہ کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی، لیکن اب زاویار اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنی گھڑی باندھنے میں مصروف ہو گیا تھا، مگر حالہ کی نظریں اب بھی اسی پر جمی تھیں، جیسے وہ یہ ماننے کو تیار ہی نہ ہو کہ وہ شخص جسے وہ سب سے زیادہ سمجھنے کی کوشش کر رہی ہے، شاید واقعی بدل رہا ہے...

حالہ خاموشی سے اس کی تیاری دیکھ رہی تھی، مگر اس کے دماغ میں ایک سوال بار بار گونج رہا تھا۔ وہ کچھ دیر سوچتی رہی، پھر اچانک بولی،

"تم نے مجھے بتایا نہیں کہ... تمہیں کیسے پتا چلا تھا کہ... عفان ایک اچھا انسان نہیں ہے؟"

زاویار نے گہری سانس لی اور آہستہ سے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل کے ساتھ اپنی پشت لگائے کھڑا ہوا، دونوں ہاتھ سینے پر باندھے، نظریں سیدھا حالہ کے چہرے پر جمائے ہوئے۔

حالہ نے دوبارہ پوچھا "مجھے بتاؤ نا، تمہیں کیسے اندازہ ہوا کہ وہ اچھا انسان نہیں؟ جبکہ تم تو اس کے ساتھ کبھی ملے بھی نہیں؟ پھر تمہارا اندازہ اتنا درست کیسے ہو سکتا ہے؟"

زاویار نے اس کی آنکھوں میں دیکھا، پھر دھیرے سے بولا "جس دن تمہیں آفس کے اسٹور روم میں کسی نے بند کیا تھا نا... وہ بھی عفان ہی تھا۔"

وہ سانس روک کر اس کی بات سن رہی تھی۔

"میں نے جب سی سی ٹی وی کیمروں میں دیکھا تو وہی چہرہ تھا۔ تب مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ عفان ہے، لیکن پھر یاد ہے وہ دن؟ جب میں ماہا کے ساتھ تمہیں پک کرنے آیا تھا..." زاویار لمحہ بھر کو رکا۔

"اسی دوران تمہاری اور ماہا کی لڑائی ہو گئی تھی، اور پھر عفان بھی آ گیا تھا۔ اس نے تمہیں اپنے ساتھ چلنے کو کہا تھا، یاد ہے؟"

حالہ نے ہلکے سے سر ہلایا، جیسے اسے سب کچھ یاد ہو۔

"اسی وقت مجھے اس کا چہرہ دیکھ کر فوراً یاد آ گیا کہ میں نے یہی چہرہ سی سی ٹی وی فوٹیج میں دیکھا تھا۔ تب مجھے پکا یقین ہو گیا تھا کہ یہی شخص تمہارا پیچھا کر رہا ہے... لیکن میں نے تمہیں نہیں بتایا۔ کیونکہ اسی دن تم نے مجھ سے کہہ دیا تھا کہ تم عفان سے شادی کر رہی ہو۔"

حالہ کی سانس اٹکنے لگی، جیسے وہ سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو کہ اگر وہ سب پہلے جانتی تو کیا کرتی؟

"پھر تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟"

زاویار نے ہلکے سے تلخ مسکراہٹ کے ساتھ کہا "اگر میں تمہیں بتاتا بھی، تو تمہیں مجھ پر یقین نہ آتا... کیونکہ تم ہمیشہ سے ضدی رہی ہو، اور تمہیں کبھی مجھ پر یقین نہیں آیا۔"

حالہ کی آنکھیں دھیرے دھیرے نمی سے بھرنے لگیں۔

"اور تمہیں یاد ہے تم کہتی تھی کہ زاویار، تم جیلس ہو رہے ہو میری اور عفان کی شادی سے؟" زاویار نے گہری سانس لی، اس کی نظروں میں ایک عجیب سی شدت تھی۔

"نہیں حالہ... میں جیلس نہیں ہو رہا تھا... بلکہ مجھے معلوم تھا کہ وہ شخص تمہارے ساتھ آگے جا کر کیا کرنے والا ہے۔ مجھے فکر تھی... بس مجھے فکر تھی۔"

حالہ بے اختیار اپنی نظریں جھکا گئی، جیسے ہر بات کا مطلب اب جا کر اسے سمجھ آ رہا ہو۔

زاویار نے گہری سانس لی اور ایک نظر گھڑی پر ڈالی، پھر سیدھے لہجے میں بولا،

"چلو، چلتے ہیں۔ آفس کے لیے لیٹ ہو رہے ہیں، راستے میں کوئی ناشتہ بھی کر لیں گے۔"

حالہ جو ابھی تک خاموشی سے اس کی ہر بات سن رہی تھی، ایک لمحے کو ساکت رہی۔ اس کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی اب بھی باقی تھی۔ اس نے آہستہ سے ایک انگلی سے اپنی بھیگی آنکھ صاف کی اور سر ہلا دیا۔

پھر وہ خاموشی سے کھڑی ہو گئی۔ زاویار نے اسے ایک نظر دیکھا، جیسے اس کی خاموشی کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو، مگر کچھ کہے بغیر آگے بڑھ گیا۔

حالہ بھی دھیرے سے اس کے پیچھے چل دی۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

شاہمیر بیڈ پر اپنا سوٹ کیس رکھے کپڑے تہہ کر کے رکھ رہا تھا۔ سوٹ کیس کے ایک طرف اس کے رسمی سوٹ ترتیب سے رکھے تھے اور

دوسری طرف چند کیژول کپڑے۔اس کی حرکات میں ٹھہراؤ تھا، جیسے اسے جلدی نہ ہو۔

اس کے بالکل سامنے مریم کھڑی تھی، نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں۔وہ بالکل ابھی ابھی آئی تھی اور ان دونوں کے بیچ رسمی سوالات کے علاوہ کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی۔

"کل جارہے ہو؟"

شاہمیر نے ایک لمحے کو ہاتھ روکے، پھر سرسری سا جواب دیا، "ہاں۔"

"پھر کب آؤ گے؟"

شاہمیر نے ہاتھ میں پکڑی شرٹ بیگ میں رکھی اور رک کر اس کی طرف دیکھا، "پتہ نہیں، کافی سال ہو جائیں گے... یا پھر شاید آؤں ہی نہیں۔"

مریم کے دل کی دھڑکن ایک پل کے لیے رکی۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی، لیکن شاہمیر جیسے اپنے خیال میں تھا، اسی انداز میں بولا "اب یہاں کون ہے؟ مما اور ڈیڈ کی تو ڈیورس ہو گئی ہے۔ مما اپنی لائف میں خوش ہیں، ڈیڈ اپنی لائف میں مصروف ہیں، زاویار اور حالہ اٹلی میں ہیں، زارا بھی کینیڈا میں ہے، سب اپنی اپنی زندگی میں مصروف ہیں۔ پھر میں بھی بس اپنی زندگی میں ایسی مصروف ہو جاؤں گا..."

مریم کو ایسا لگا جیسے کسی نے اس کے دل پر پیر رکھ دیا ہو۔ اس کی آنکھوں میں ایک لمحے کو بے چینی آئی، جیسے کچھ کہنا چاہتی ہو، لیکن کہہ نہ سکی۔

شاہمیر نے ایک شرٹ تہہ کی، پھر سیدھے ہوتے ہوئے بولا، "اچھا خیر، تمہیں کیا بات کرنی تھی؟ میرا مطلب ہے کس لیے آئی ہو؟"

مریم نے ایک پل کو لب کاٹے، پھر دھیرے سے بولی، "ہاں وہ... مجھے زاویار سے بات کرنی ہے..."

شاہمیر نے حیرانی سے اسے دیکھا، "زاویار سے کیوں؟"

"تم نے کہا تھا کہ تم حالہ کے لیے کچھ کرو گے، تم اسے واپس میرے پاس لاؤ گے، لیکن نہیں... تم نے کچھ نہیں کیا۔ اب میں خود زاویار سے بات کروں گی، خود اس سے التجا کروں گی کہ حالہ کو میرے پاس بھیج دے، یہ بدلہ وغیرہ سب بند کر دے۔"

شاہمیر نے گہری سانس لی، جیسے کچھ سوچ رہا ہو، پھر بولا، "اوکے، جیسا تم کہو۔"

اس نے اپنا فون نکالا اور زاویار کا نمبر ڈائل کر کے فون مریم کی طرف بڑھا دیا۔ مریم نے جھٹ سے فون لیا اور دو سیکنڈ میں ہی کان سے لگا لیا، لیکن نمبر بزی جا رہا تھا۔

"اس کا نمبر بزی جا رہا ہے؟"

شاہمیر نے کندھے اچکائے، "بزی بندہ ہے، تو بزی ہی جائے گا نا۔ جب وہ افس میں ہوتا ہے تو زیادہ تر اس کا نمبر بزی ہی ہوتا ہے۔"

مریم نے گہری سانس لی، مایوسی اس کے چہرے پر نمایاں تھی۔

"خیر ہے، تھوڑی دیر بعد کال کر لینا۔"

"میں بار بار یہاں نہیں آسکتی، میرے گھر میں کسی کو نہیں پتہ ہوتا کہ میں یہاں اتی ہوں"

شاہمیر نے ایک لمحے کو بغور اسے دیکھا، پھر دھیرے سے بولا "اچھا پھر... کچھ دیر ادھر ہی انتظار کر لو، کچھ کھا پی لو، پھر تھوڑی دیر بعد میں دوبارہ کال ملا دوں گا، او کے؟"

مریم نے خاموشی سے سر ہلا دیا، لیکن اس کی نظریں اب بھی بے چین تھیں، جیسے ہر گزرتا لمحہ اس کے لیے مشکل ہو۔

اس نے کچھ لمحے خاموشی سے شاہمیر کو دیکھا جو دوبارہ بیگ میں کپڑے رکھ رہا تھا، پھر دھیرے سے بولی "لاؤ، میں تمہاری ہیلپ کرا دوں؟"

شاہمیر ایک پل کو رکا، پھر سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ ایک لمحے کے لیے وہ کچھ کہنے ہی والا تھا لیکن پھر چپ ہو گیا، جیسے کچھ سوچ رہا ہو۔ مریم نے اس کے جواب کا انتظار نہ کیا اور آگے بڑھ کر میز پر رکھے کپڑے اٹھانے لگی۔

"یہ کون کون سے لے کر جا رہے ہو؟" وہ کپڑوں کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"بس کچھ ضروری سوٹس، اور تھوڑے کیزول کپڑے..." شاہمیر نے مختصر جواب دیا اور جینز تہہ کرنے لگا۔

مریم نے گہری سانس لی اور ہاتھ میں پکڑی اس کی نیوی بلیو شرٹ کو دیکھنے لگی "یہ والی تمہیں بہت سوٹ کرتی ہے، رکھ لو۔"

شاہمیر نے ایک نظر اس پر ڈالی، پھر بے نیازی سے سر جھٹک کر بولا، "پتہ نہیں، شاید وہاں ویسی ضرورت نہ پڑے۔"

"تو کیا لندن جا کر اپنا سارا اسٹائل بدل دو گے؟"

شاہمیر نے ہلکی سی مسکراہٹ دبائی "کیا پتہ، شاید وہاں جا کر زیادہ کلاسک کپڑے پہننے پڑیں۔"

"اوہ، تو اب تم کلاسک بنو گے؟"

شاہمیر ہلکا سا ہنسا اور لاپرواہی سے بولا "کلاسک نہیں، بس تھوڑا بہتر"

مریم نے شرٹ تہہ کرتے ہوئے ایک نظر اس پر ڈالی، "یہ شرٹ رکھ لو۔۔۔ کیا پتا یہ پہنتے ہوئے تمہیں میری یاد آجائے کے میں نے زبردستی رکھوائی تھی" وہ ہلکا سا مسکرائی

شاہمیر نے اس کے لہجے میں چھپی اداسی کو محسوس کیا، لیکن کچھ کہنے کے بجائے اس نے دوسرے بیگ کی زیب کھولی اور ترتیب سے کپڑے رکھنے لگا۔ مریم بھی خاموش ہوگئی اور اس کی مدد کرنے لگی، لیکن اس کے چہرے پر چھپا اضطراب شاہمیر کی نظروں سے اوجھل نہیں تھا۔

چند لمحوں کے سکون کے بعد شاہمیر خود ہی بولا، "یہ سب کچھ کرنے کی ضرورت نہیں تھی، میں خود بھی کر لیتا۔"

"پتہ ہے، لیکن پھر بھی کر رہی ہوں۔" مریم دھیرے سے بولی، "کبھی کبھی کسی کے لیے کچھ کرنا اچھا لگتا ہے، چاہے وہ جانے والا ہی کیوں نہ ہو۔"

شاہمیر نے ہاتھ روک کر ایک پل کے لیے اس کی طرف دیکھا، مریم کا چہرہ نارمل لگ رہا تھا، لیکن آنکھوں میں بہت کچھ تھا۔ وہ کچھ کہنے ہی والا تھا، لیکن پھر بیگ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

یہ خاموشی، یہ لمحے... شاید جانے کے بعد ہمیشہ کے لیے یاد رہنے والا تھا۔

☆☆☆✦☆☆☆

جیسے ہی وہ دونوں افس کی عمارت میں پہنچے، حالہ مسلسل زاویار کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ نہ وہ آگے ہو رہی تھی، نہ پیچھے۔ قدموں کی رفتار بھی اس کی رفتار سے جڑی ہوئی تھی، جیسے اگر وہ ایک لمحہ بھی پیچھے رہ گئی تو کچھ برا ہو جائے گا۔ اس کی آنکھیں ہر لمحہ آس پاس دیکھ رہی تھیں، کسی انجانے خوف میں قید، جیسے کوئی اس کا تعاقب کر رہا ہو۔

ڈر ہمیشہ وہیں رہ جاتا ہے جہاں اذیت نے اسے جنم دیا ہو، چاہے وقت گزر جائے، زخم بھر جائیں، لیکن خوف کی سرگوشیاں ہمیشہ اندر کہیں نہ کہیں زندہ رہتی ہیں۔

زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی، پھر آہستہ سے بولا، "حالہ، تم ریلیکس ہو جاؤ۔ یہاں کوئی نہیں ہے جو تمہیں نقصان پہنچا سکے۔"

حالہ نے ایک پل کے لیے اسے دیکھا، جیسے یقین کرنا چاہ رہی ہو، لیکن پھر بھی اس کا دل بے چینی سے دھڑک رہا تھا۔ "مجھے ایسا لگتا ہے جیسے کوئی مجھے دیکھ رہا ہے..." وہ مدھم آواز میں بولی۔

زاویار نے گہری سانس لی، پھر دھیرے سے بولا، "یہ سب تمہارے دماغ میں ہے حالہ۔ کوئی نہیں ہے یہاں۔ میں ہوں تمہارے ساتھ۔ اور جب میں ہوں تو تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔"

حالہ نے آہستہ سے سر ہلایا، لیکن پھر بھی بے چینی اس کی آنکھوں میں نمایاں تھی۔ زاویار نے آگے بڑھ کر لفٹ کا بٹن دبایا، اور جب دروازے کھلے تو وہ پہلے اندر داخل ہوا، حالہ بھی اس کے ساتھ ہی اندر آئی، لیکن اس کے قدم اب بھی ہلکے لرز رہے تھے۔

زاویار نے بغور اسے دیکھا، پھر دھیرے سے پوچھا، "تمہیں واقعی ابھی بھی لگ رہا ہے کہ کچھ غلط ہونے والا ہے؟"

حالہ نے کچھ لمحے خاموشی سے اسے دیکھا، پھر آہستہ سے بولی، "پتہ نہیں... بس لگتا ہے جیسے یہ خوف میرے اندر سے کبھی نہیں جائے گا۔"

"ڈر تب تک رہتا ہے جب تک ہم اسے اجازت دیتے ہیں۔ حالہ، تم اب پہلے والی حالہ نہیں ہو، تمہیں اب خود کو یقین دلانا ہو گا کہ سب ٹھیک ہے۔"

حالہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھا، جیسے اس کی باتوں پر یقین کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ لفٹ کا دروازہ کھلا، اور وہ دونوں آفس کے فلور پر قدم رکھتے ہوئے باہر نکل آئے۔ حالہ نے ایک آخری بار پیچھے مڑ کر دیکھا، جیسے اس بات کو یقینی بنانا چاہتی ہو کہ واقعی کوئی تعاقب میں نہیں۔

زاویار آفس کے اندر داخل ہوا تو ہمیشہ کی طرح اس کی شخصیت میں ایک بے ساختہ دبدبہ تھا۔ اس کا ہر انداز باوقار، ہر حرکت میں اعتماد کی جھلک تھی۔ حالہ بھی خاموشی سے اس کے پیچھے پیچھے چلتی ہوئی کیبن میں داخل ہوئی، نظریں نیچی تھیں لیکن دل میں بے چینی سی تھی۔

جیسے ہی زاویار نے کیبن میں قدم رکھا، اس نے سب سے پہلے لمبے پردے پیچھے کیے تاکہ روشنی ٹھیک سے اندر آئے۔ پھر ایک پل کے لیے رک کر اس نے آفس پر ایک گہری نظر ڈالی، جیسے تسلی کر رہا ہو کہ سب کچھ اپنی

جگہ پر ہے، سب کچھ ٹھیک ہے۔ دیوار پر لگی گھڑی، میز پر رکھی فائلز، صوفے پر ترتیب سے رکھے کشن، سب کچھ ویسا ہی تھا جیسے اسے پسند تھا۔

تسلی کرنے کے بعد وہ آہستہ قدموں سے اپنی چیئر کی طرف آیا، اپنی آستین ذرا اوپر کی، پھر سکون سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ ایک ہاتھ ڈیسک پر رکھا، دوسرا لاپرواہی سے ہلکے انداز میں کرسی کے بازو پر ٹکایا۔ چہرے پر وہی جانا پہچانا سنجیدہ تاثر، جو اکثر لوگوں کے دل میں عجیب سی کشش پیدا کر دیتا تھا۔

حالہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا، وہ کتنی دیر سے خاموشی سے اسے ہی دیکھ رہی تھی، شاید یہ جاننے کی کوشش کر رہی تھی کہ اس کے اندر کیا چل رہا ہے۔ حالہ کے دل میں بے چینی بڑھ رہی تھی، وہ چاہ کر بھی اس عجیب سے احساس کو نظرانداز نہیں کر پا رہی تھی جو اسے زاویار کے قریب محسوس ہوتا تھا۔

"بیٹھو۔" زاویار نے نظریں اس پر ڈالے بغیر کہا، جیسے پہلے سے ہی جانتا ہو کہ وہ کھڑی ہے۔

حالہ نے آہستہ سے سر ہلایا اور زاویار کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

وہ اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی، شاید وہ الفاظ میں کچھ کہہ نہیں پا رہی تھی لیکن آنکھوں میں کئی سوال چھپے تھے۔ زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی، پھر کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں، جیسے تھوڑی دیر کے لیے دنیا کے شور سے الگ ہونا چاہتا ہو۔

حالہ نے ایک بار پھر نظریں جھکا لیں، دل میں بے چینی تھی، شاید کچھ کہنے کی، شاید کچھ سننے کی، یا شاید بس اس لمحے کو سمجھنے کی۔

حالہ نے کچھ لمحے تذبذب میں گزارتے ہوئے آخرکار ہلکی سی آواز میں کہا،

"میں... میں کیا کام کروں؟"

زاویار نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا، اس کے چہرے پر سنجیدگی تھی، مگر لہجے میں نرمی تھی، "نہیں، تم ابھی کوئی کام مت کرو۔ آرام کرو، جب تھوڑا ریلیکس ہو جاؤ گی، بہتر محسوس کرو گی، تب کر لینا۔ کوئی دباؤ نہیں ہے کام کا۔"

حالہ نے کچھ سوچتے ہوئے ہونٹ بھینچے، "نہیں، تم بعد میں ایک ساتھ سارا کام میرے سر پر ڈال دو گے!"

زاویار نے ہلکا سا مسکرا کر نفی میں سر ہلایا، "نہیں دوں گا..." وہ آرام سے بولا اور دوبارہ اپنی نظریں لیپ ٹاپ پر جھکا لیں، جیسے اس بحث کو مزید طول دینا ہی نہ چاہتا ہو۔ حالہ نے ایک پل کے لیے اسے دیکھا، اس کے انداز میں کوئی جھوٹ یا فریب نہیں تھا۔ وہ واقعی چاہتا تھا کہ وہ آرام کرے، بغیر کسی دباؤ کے۔

اس کے دل میں ایک عجیب سا سکون اترا، وہ بے اختیار خاموشی سے زاویار کو دیکھنے لگی، جواب بھی اپنے کام میں مگن تھا، مگر اس کے الفاظ اس کے دل کے اندر کہیں دیر تک گونجتے رہے۔

وہ اپنی پوری توجہ لیپ ٹاپ کی اسکرین پر مرکوز کیے بیٹھا تھا۔اس کی انگلیاں تیزی سے کی بورڈ پر چل رہی تھیں، نظریں گہری توجہ سے اسکرین پر جمی ہوئی تھیں،اور چہرے پر ایک سنجیدہ سکون تھا۔حالہ نے تھوڑی دیر خاموش رہنے کی کوشش کی، مگر پھر بھی اس کا دل نہیں مانا۔

"زاویار، میں کیا کروں؟" وہ آہستہ سے بولی۔

زاویار نے نظریں نہیں ہٹائیں، بس پر سکون انداز میں کہا، "تمہیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں، بس ریلیکس کرو۔"

حالہ نے ہونٹ بھینچے، "تو پھر میں یہاں ایسے ہی بیٹھ کر کیا کروں؟"

"چپ کر کے بیٹھو۔" زاویار نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

حالہ نے بے اختیار ہلکی سی ہنسی دبالی، "یہ بھی کوئی بات ہوئی؟ بندہ کچھ تو کرے نا!"

زاویار نے آخر کار سر اٹھا کر اسے گھورا، "ہاں، بندہ کچھ کرے، لیکن تم وہ 'کچھ' مت کرو جو میرا دھیان بٹائے۔"

حالہ نے آنکھیں گھما کر ایک طرف دیکھا، پھر تھوڑی دیر بعد بولی، "اچھا یہ بتاؤ، تم لنچ میں کیا کھاؤ گے؟"

زاویار نے بمشکل اپنی پیشانی مسلی، "حالہ... خدا کے لیے خاموش رہو۔"

حالہ نے معصومیت سے سر ہلایا، جیسے واقعی خاموش ہو جائے گی، مگر دو منٹ بھی نہ گزرے تھے کہ وہ پھر بول پڑی، "ویسے، تم کام پر اتنا دھیان کیسے لگا لیتے ہو؟ میں تو سوچ بھی نہیں سکتی!"

زاویار نے ایک پل کے لیے کی بورڈ پر چلتی اپنی انگلیاں روکیں، پھر سکون سے حالہ کی طرف دیکھا۔

"جب کوئی چیز تمہارے لیے ضروری ہو، تو تمہیں خود ہی اس پر دھیان دینا آجاتا ہے۔"

حالہ نے بھنویں چڑھائیں "اوہو، مطلب میں غیر ضروری ہوں؟"

زاویار نے ہلکا سا مسکرا کر سر جھٹکا "یہ میں نے کب کہا؟"

حالہ نے بازو باندھ کر سنجیدہ انداز اپنایا "پر تم نے کام کے دوران میری طرف دھیان نہیں دیا"

زاویار نے ایک پل کو ٹائپ کرتے ہاتھ روکے اور حیرانی سے حالہ کی طرف دیکھا، جیسے وہ سن ہی نہ پایا ہو کہ اس نے کیا کہا ہے۔ پھر اس نے نظریں جھکا کر ہلکی مسکراہٹ دبانے کی کوشش کی، مگر بے اختیار کہہ گیا

"میں نے کب کہا کہ میں نے دھیان نہیں دیا؟" وہ سیدھے لہجے میں بولا، نظریں دوبارہ اسکرین پر جماتے ہوئے۔

حالہ نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا، جیسے اس کے لہجے کو پرکھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ "اچھا؟ تو پھر ابھی جو میں نے کہا، وہ بتاؤ؟"

زاویار نے ایک گہری سانس لی، انگلیاں میز پر رکھ کر ایک لمحے کو اسے غور سے دیکھا، پھر سکون سے بولا، "تم نے کہا کہ تم کام کے دوران دھیان نہیں دے سکتیں، اور میں نے کہا کہ جب کوئی چیز ضروری ہو تو دھیان خود لگ جاتا ہے۔"

حالہ نے جھٹکے سے آنکھیں پھیلائیں، "اوہ، تو واقعی سن رہے تھے؟"

"ظاہر ہے، میں بہرا نہیں ہوں۔" زاویار نے سر جھٹکتے ہوئے کہا اور دوبارہ لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

حالہ نے ہلکی سی مسکراہٹ دبائی، جیسے اسے یقین نہ آرہا ہو کہ زاویار واقعی بدلا بدلا لگ رہا تھا۔ وہ چڑچڑا ضرور تھا، مگر اب اس میں پہلے جیسی سختی نہیں رہی تھی۔

حالہ کھڑکی کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔ باہر شہر کا منظر کچھ دیر تک خاموشی سے دیکھتی رہی۔ گہری سانس لے کر اس نے اپنی آنکھیں موندلیں، جیسے کسی خیال میں کھو گئی ہو۔

اچانک زاویار کے فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ایک نظر اسکرین پر ڈالی اور کالر کا نام دیکھ کر لمحہ بھر کو ٹھٹک گیا۔

"شاہمیر..."

گہری سانس لیتے ہوئے اس نے فون اٹھایا، ایک نظر پھر اسکرین پر ڈالی اور کال ریسیو کر لی۔ لیکن اس نے کچھ کہا نہیں۔

مگر دوسری طرف سے آنے والی آواز شاہمیر کی نہیں تھی۔ وہ کسی اور کی تھی۔

"ہیلو؟"

زاویار کے چہرے پر ہلکی سی الجھن ابھری۔ وہ پہچان نہیں پایا کہ یہ کون تھا۔

"کون؟"

"میں... میں مریم۔"

زاویار ایک دم حیران رہ گیا۔

"مریم؟" وہ بے اختیار بولا۔

یہ نام سنتے ہی حالہ نے فوراً پلٹ کر زاویار کو دیکھا۔اس کی آنکھوں میں حیرانی تھی، بے یقینی تھی۔

"مجھے... آپ سے ایک بات کرنی ہے۔" مریم کی آواز میں ہلکی سی لرزش تھی۔

زاویار نے ایک پل کو حالہ کو دیکھا، جو سانس روکے کھڑی تھی۔ پھر اس نے نرم مگر محتاط لہجے میں بولا، "ہاں، کہو۔"

مریم اس وقت لاؤنج کے صوفے پر بیٹھی تھی۔ سامنے شاہمیر کھڑا تھا، اس کے چہرے پر سختی تھی۔ مریم نے شاہمیر کی طرف دیکھا تو اس نے ہاتھ کے اشارے سے کہا، "اسپیکر پر رکھو۔"

مریم نے ایک پل کے لیے تذبذب کا مظاہرہ کیا، مگر پھر شاہمیر کے بار بار کہنے پر فون اسپیکر پر لگا دیا۔

"آپ... آپ حالہ کے ساتھ یہ سب مت کریں۔"

زاویار کا ماتھا ہلکا سا شکن آلود ہوا۔

"کیا مطلب؟ کیا کہنا چاہتی ہو مریم؟"

"آپ نے حالہ کو ہم سب سے دور کر دیا، اس کے ماں باپ سے دور کر دیا، صرف بدلے کی خاطر... آپ نے بہت غلط کیا!"

مریم کی آواز بھرا گئی۔

"آپ کو اس کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ کوئی ایسے بدلہ لیتا ہے کیا؟ کہ اسے اپنوں سے ہی دور کر دیا جائے؟"

زاویار جیسے پل بھر کے لیے خاموش ہو گیا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب مریم کہہ رہی تھی۔

"تم کہنا کیا چاہ رہی ہو؟" اس نے سخت لہجے میں پوچھا۔

مریم کی آنکھ سے آنسو نکل آیا، مگر اس نے خود کو سنبھالا۔

"آپ نے میری بہن کو ہم سب سے دور کیوں کیا؟"

"دو منٹ رکو، مریم... یہ سب تم کیا سوچ رہی ہو؟" زاویار کی آواز میں نرمی آگئی تھی، جیسے وہ سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو کہ وہ اسے غلط کیوں سمجھ رہی ہے۔

تبھی شاہمیر آگے بڑھا اور مریم کے ہاتھ سے فون لے لیا۔

"اتنے بھولے مت بنو زاویار، جیسے تمہیں کچھ پتا ہی نہیں کہ تم نے کیا کیا ہے!" شاہمیر غصے میں بولا۔

حالہ وہیں کھڑی رہی، جیسے زمین نے جکڑ لیا ہو، پھر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی زاویار کے قریب جا بیٹھی۔

"وہ۔۔۔وہ کیا کہہ رہی ہے؟" مدھم آواز میں بولا، جیسے خود سے سوال کر رہی ہو۔

اس کی آواز کانپ رہی تھی، آنکھوں میں نمی تھی۔

زاویار نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا۔اس کے چہرے پر سختی تھی اس کی انگلیاں فون کے گرد سختی سے لپٹ گئیں۔وہ حیران تھا، جیسے اسے یقین نہ آ رہا ہو کہ یہ سب کہنے والی واقعی مریم تھی۔

"مریم، تم کہنا کیا چاہتی ہو؟ صاف کہو۔" زاویار کا لہجہ سخت ہو چکا تھا، مگر اس کے اندر کچھ عجیب سا کھچاؤ تھا۔

"جو کہنا تھا، کہہ چکی ہوں!" مریم کی آواز بھیگی ہوئی تھی۔"آپ نے حالہ کو اس کے گھر والوں سے دور کر دیا! اور کس لیے؟ اپنی ضد کے لیے؟ اپنے بدلے کے لیے؟ آپ نے سوچا بھی ہے کہ وہ ان سب سے کٹ کر کیسا

محسوس کرتی ہو گی؟" زاویار کی نظریں ایک پل کے لیے حالہ پر پڑیں، جو اب اس کے سامنے آکر بیٹھ گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں سوال تھے، خاموش، گہرے سوال۔

"تم لوگوں کو ایسا لگتا ہے کہ میں نے حالہ کو زبردستی یہاں رکھا ہوا ہے؟" زاویار کی آواز میں ہلکی سی تلخی در آئی۔

"اور نہیں تو کیا؟! "شاہمیر کی آواز غصے میں لرز رہی تھی۔ "ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ تمہیں کیا چاہیے تھا، زاویار! تمہیں صرف اس سے بدلہ لینا تھا"

زاویار کی گرفت موبائل پر اور سخت ہو گئی، جیسے اسے یقین نہ آرہا ہو کہ شاہمیر اور مریم اس کے بارے میں اتنا غلط سوچ سکتے ہیں۔

"تم دونوں... تم دونوں غلط سوچ رہے ہو، ایسا کچھ بھی نہیں ہے!" اس نے دبے دبے غصے میں کہا۔

مریم نے بے یقینی سے شاہمیر کی طرف دیکھا اور شاہمیر نے مریم کو۔

"جھوٹ کیوں کہہ رہے ہو زاویار؟ کیا تمہیں یاد نہیں کہ تم نے خود مجھ سے کہا تھا کہ ہاں، تم حالہ سے بدلہ لے رہے ہو؟ تم نے اسے اس کے ماں باپ سے ہمیشہ کے لیے جدا کر دیا!"

زاویار نے پیشانی مسلی، جیسے اس الزام کی تلخی کو محسوس کر رہا ہو، پھر وہ ایک جھٹکے سے کرسی سے اٹھا، دروازہ کھولا اور باہر نکل گیا۔

حالہ نے اسے جاتے دیکھا، اس کے دل میں ایک انجانی گھبراہٹ دوڑ گئی۔ مریم نے اتنے مہینوں بعد کال کی تھی۔

زاویار باہر نکل کر لمبی سانس لیتا ہے، پھر فون دوبارہ کان سے لگاتا ہے۔

"شاہمیر، فضول مت بولو..." اب کے بار اس کی آواز میں سختی تھی۔

"تم دونوں میرے بارے میں غلط سوچ رہے ہو۔ ہاں، میں نے بدلہ لینا چاہا تھا، مگر اس طرح نہیں! یہ سب تم لوگوں نے خود اپنے دماغ میں بنایا ہے۔"

شاہمیر چند لمحوں کے لیے خاموش ہو گیا، جیسے وہ زاویار کی باتوں کو تول رہا ہو۔

"میں تو جانتا تک نہیں تھا کہ حالہ کے ساتھ یہ سب ہوا ہے۔ مجھے خود ابھی ابھی پتا چلا ہے... میں نہیں جانتا تھا کہ اس کے ماں باپ اور میرے ماں باپ نے اسے اتنی تکلیف دی ہے۔ یہ سب کچھ ہم سے چھپا کر کیا گیا تھا!"

شاہمیر نے حیرانی سے مریم کو دیکھا، جو خود بھی پریشان ہو چکی تھی۔

"ہم میں سے کسی کو اس بات کا علم نہیں تھا، بلکہ حالہ کو بھی نکاح کے اگلے دن ممی نے یہ سب بتایا تھا... "زاویار نے تھکے ہوئے انداز میں ماتھے پر ہاتھ پھیرا، جیسے خود کو پر سکون کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"اگر اب بھی تمہیں مجھ پر یقین نہیں آتا، تو حالہ سے پوچھ لو۔ اور اگر تب بھی یقین نہ آئے، تو میں اپنی صفائیاں ہر گز نہیں دوں گا... چاہے پھر تم مجھے غلط سمجھتے رہو۔"

شاہمیر کا دل جیسے اس دوران ٹوٹ گیا۔ وہ اتنا غلط کیسے ہو سکتا تھا؟

مریم بھی ہکا بکا موبائل کو دیکھ رہی تھی، جیسے سمجھ نہیں پا رہی ہو کہ جو کچھ انہوں نے سوچا، وہ سب غلط تھا۔

مریم نے فوراً شاہمیر کے ہاتھ سے فون لے لیا۔

"زاویار بھائی... سو... سوری! میں نے... میں نے واقعی بہت غلط سوچا آپ کے بارے میں..."

اس کے لہجے میں سچی شرمندگی تھی، مگر زاویار خاموش رہا۔

شاہمیر صرف مریم کو دیکھ رہا تھا، جیسے وہ اب تک صدمے میں ہو کہ وہ زاویار کے بارے میں اتنا غلط کیسے سوچ سکتا تھا۔ مگر مریم کے لیے ایک اور چیز زیادہ ضروری تھی۔

"مگر... مگر پلیز، اب میری... میری حالہ سے بات کروادیں؟ پلیز... پلیز مجھے... مجھے بس اس کی ایک بار آواز سننی ہے۔" مریم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"مجھے بس یہ جاننا ہے کہ وہ کیسی ہے... کیا وہ ٹھیک ہے؟" زاویار نے ایک گہری سانس لی۔

حالہ ٹھیک نہیں تھی... مگر کیا وہ مریم کو یہ بتا سکتا تھا؟

"ہاں... ہاں، وہ ٹھیک ہے، میں... میں تمہاری بات کروا دیتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ واپس کیبن میں آیا۔ حالہ وہیں اپنی جگہ بیٹھی تھی۔ اس کی آنکھوں میں وہی خاموشی تھی۔

زاویار نے گہری سانس لی اور فون حالہ کی طرف بڑھایا۔

"تمہاری بہن ہے، بات کرلو۔"

حالہ کی نظریں جیسے جامد ہو گئیں۔ اس کا دل ایک لمحے کے لیے دھڑکنا بھول گیا۔

مریم؟ کتنے مہینے گزر گئے تھے؟ کتنا وقت بیت گیا تھا؟ اس نے دھیرے سے موبائل کی طرف ہاتھ بڑھایا، جیسے اسے یقین نہ آرہا ہو کہ یہ سچ ہے۔ انگلیاں کانپ رہی تھیں، آنکھیں بھیگنے لگیں۔

"ہیلو..."اس کی آواز لرز گئی۔

دوسری طرف مریم کو لگا جیسے اس کے سانس تھم گئے ہوں۔

"حالہ؟"

بس ایک لفظ...اور جیسے حالہ کا ضبط جواب دے گیا۔

"مریم!!

اور اگلے ہی لمحے سسکیاں کمرے میں گونجنے لگیں۔

"حالہ!!......حالہ!!"وہ بری طرح رو رہی تھی۔

حالہ کا پورا جسم کانپ رہا تھا۔آنکھوں سے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے، ہاتھ کانپ رہے تھے، وہ بولنا چاہتی تھی، مگر لفظ حلق میں پھنس گئے تھے۔

"تم... تم کسی ہو حالہ؟... میں۔۔۔میں تمہیں بہت یاد کرتی ہوں..." مریم کی آواز میں ٹوٹا پن تھا، جیسے وہ مہینوں کا غم ایک ہی لمحے میں بہادینا چاہتی ہو۔

حالہ نے لب کھولنے کی کوشش کی، مگر لفظ ساتھ نہیں دے رہے تھے۔وہ اپنی بہن کی آواز مہینوں بعد سن رہی تھی۔وہ بہن جس کے بغیراس نے کبھی ایک دن بھی نہیں گزارا تھا، آج اتنے مہینوں بعد اس سے بات کر رہی تھی، مگران کے درمیان کتنا فاصلہ آچکا تھا؟

"مریم... مریم میں بہت اکیلی ہوگئی ہوں..." حالہ کی آواز کانپ گئی، آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔

"حالہ، میں تمہارے بغیرادھوری ہوں!! تمہیں اندازہ بھی ہے کہ میں نے تمہیں نہ دیکھ کر کیسا محسوس کیا؟ تم نے مجھے کال کیوں نہیں کی؟ تم نے

مجھے چھوڑ کیوں دیا؟... تم کیا واپس نہیں آسکتی" مریم رو رہی تھی، چیخ رہی تھی، جیسے اس کا دل کٹ رہا ہو۔

"میں نہیں آسکتی، مریم... میں نہیں آسکتی!" حالہ سسکی، اس کے دل میں چھپی ہر اذیت باہر نکل رہی تھی

مریم... سب کچھ بدل گیا ہے..." حالہ نے سر جھکا لیا۔

"نہیں حالہ!! کچھ نہیں بدلا، تم آج بھی میری بہن ہو! تم آج بھی میری حالہ ہو! تم واپس آسکتی ہو، حالہ... خدا کے لیے واپس آ جاؤ!!"

حالہ نے ہونٹ سختی سے بھینچ لیے۔

"مریم... میں واپس نہیں آسکتی..."

"حالہ، میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی! خدا کے لیے آ جاؤ حالہ... میں تمہیں پھر سے کھونا نہیں چاہتی!"

"میں دوبارہ وہاں نہیں انا چاہتی مریم جہاں سے مجھے نکالا گیا ہے۔۔۔"

"حالہ امی روز رہ رہی ہوتی ہیں۔۔۔ وہ اپنی بیٹی کو یاد کر کے رہ رہی ہوتی ہیں"

اب وہ کیسے کہہ سکتی ہیں کہ میں ان کی بیٹی ہوں، جب میں نے ان کے چہرے پر محبت کے بجائے بے گانگی دیکھی تھی؟ جب میں نے ان کی آنکھوں میں رحم کی جگہ سختی دیکھی تھی؟"

حالہ کی آواز لرز رہی تھی، ہر لفظ کے ساتھ اس کا ضبط ٹوٹ رہا تھا۔ زاویار خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا، اس کی مٹھی سختی سے بند ہو چکی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ حالہ کے دل میں کتنی تکلیف تھی، مگر اس کا یوں ٹوٹ جانا دیکھ کر دل جیسے مٹھی میں آگیا تھا۔

"حالہ، خدا کے لیے! ایسے مت کہو!" مریم رو رہی تھی، اس کی سسکیاں فون کے ذریعے سنائی دے رہی تھیں۔ "انہوں نے تمہیں خود سے دور نہیں کیا تھا، وہ مجبور تھے! جو ہوا، وہ سب غلط تھا، مگر... مگر تم تو ان کی بیٹی ہو نا! تمہیں ان سے نفرت نہیں کرنی چاہیے!"

"نہیں ہوں میں ان کی بیٹی!" حالہ چیخ پڑی، اس کے وجود میں جیسے آگ لگ چکی تھی۔ "جس دن انہوں نے مجھے اپنے گھر سے نکالا تھا، اس دن میرا ان سے ہر رشتہ ختم ہو گیا تھا! میں نے اس دن اپنے ماں باپ کو کھو دیا تھا، مریم! اور اب... اب میں واپس نہیں جا سکتی! میں انہیں پھر سے دیکھنے کا حوصلہ نہیں رکھتی!... مر گئی ہوں میں ان کے لیے اور وہ میرے لیے!!"

دوسری طرف مریم کی ہچکیاں تیز ہو گئیں، وہ شاید بولنا چاہتی تھی، مگر کچھ کہہ نہیں پا رہی تھی۔

"حالہ، پلیز... بس ایک بار واپس آجاؤ، بس ایک بار..."

حالہ نے اپنی آنکھیں زور سے بند کر لیں، جیسے خود کو اندھیروں میں چھپا لینا چاہتی ہو۔ "مت کہو، مریم... مت کہو..." اس کی آواز ٹوٹ رہی تھی، جیسے کوئی بکھرتی عمارت ہو، جو آہستہ آہستہ زمین بوس ہو رہی ہو۔

"میں وہاں نہیں آسکتی... میں وہاں واپس جا کر دوبارہ نہیں مر سکتی..."

مریم کی سسکیاں تھم نہیں رہی تھیں۔

"تمہیں میری قسم حالہ! مت کہو کہ تم ہمیں چھوڑ چکی ہو! مت کہو کہ ہم تمہارے لیے مر چکے ہیں!"

حالہ کے ہونٹ کپکپائے، آنکھوں میں دھند بڑھتی جا رہی تھی۔

"مریم... میری بہن..." حالہ نے ایک زخمی پرندے کی طرح کہا، جیسے وہ خود اپنی ہمت کھو چکی ہو۔ "تمہیں پتا ہے، جب میں یہاں اکیلی تھی، جب

میں نے پہلی رات کسی اجنبی چھت کے نیچے گزاری تھی، تب میں نے سب سے زیادہ تمہیں یاد کیا تھا... "

مریم کی سسکیاں اور تیز ہو گئیں۔

"میں نے ہر رات تمہارے بغیر گزارنے پر خود کو بار بار سمجھایا، مگر دل نہیں مانتا تھا... میں تمہیں ہر دن، ہر پل یاد کرتی تھی، مگر مریم... میں اب پلٹ نہیں سکتی۔ میں وہاں جا کر پھر سے یتیم ہونے کا درد نہیں سہہ سکتی۔"

"حالہ، خدا کے لیے! بس ایک بار، صرف ایک بار واپس آجاؤ!"

حالہ نے بمشکل خود کو سنبھالا، اس کے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے، مگر اب وہ اور نہیں رو سکتی تھی۔

"نہیں مریم... میرا وہاں کوئی نہیں ہے..."

فون کی دوسری طرف مریم جیسے کسی گہرے اندھیرے میں ڈوب گئی۔

زاویار نے حالہ کو دیکھا، اس کے آنسو، اس کے لرزتے ہاتھ، اس کی ٹوٹتی ہوئی آواز...

پھر اچانک، حالہ نے فون بند کر دیا۔

کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ حالہ نے آنکھیں بند کر کے سر جھکا لیا۔ زاویار خاموشی سے اسے دیکھتا رہا، وہ اس کے آنسو نہیں پوچھ سکتا تھا، وہ اس کی تکلیف کو لفظوں میں نہیں بدل سکتا تھا۔

حالہ نے فون میز پر رکھا اور بے جان سی ہو کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگا لی۔

زاویار نے اس کی طرف دیکھا، پھر آہستہ سے کہا، "تم اکیلی نہیں ہو، حالہ..."

مگر حالہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔اس کی آنکھوں میں صرف ویرانی تھی، وہ خاموشی جو دل میں دفن چیخوں کی نشانی ہوتی ہے۔

☆☆☆✦☆☆☆

رات ہر طرف چھائی ہوئی تھی۔کمرے میں مدھم بتیوں کی ہلکی روشنی تھی، جو ایک پر سکون ماحول بنا رہی تھی۔حالہ ہاتھ میں دو کافی کے مگ لیے اندر داخل ہوئی تو زاویار سامنے ہی بیڈ پر نیم دراز تھا۔ایک ہاتھ سے سر کو ٹکائے، سکون سے کمبل اوڑھے کتاب پڑھنے میں مگن تھا۔اس کے چہرے

پر گہری سنجیدگی تھی، جیسے دنیا کے باقی معاملات اس لمحے کے لیے معطل ہو چکے ہوں۔

حالہ نے ایک نظر اسے دیکھا، ہلکی سی مسکراہٹ اس کے چہرے پر آئی۔ وہ آہستگی سے آگے بڑھی اور اس کے سائیڈ ٹیبل پر کافی کا مگ رکھ دیا۔ لیکن زاویار نے نظریں نہیں اٹھائیں، وہ بدستور کتاب میں گم تھا، جیسے اس لمحے میں کسی اور دنیا میں جا چکا ہو۔

حالہ نے چند لمحے اس کا چہرہ دیکھا، پھر خاموشی سے پلٹی۔ اس نے اپنا کمبل اور تکیہ اٹھایا اور سوفے کی طرف بڑھ گئی۔ جیسے ہی وہ اپنے لیے جگہ بنا رہی تھی، زاویار کی نظر اس پر پڑی۔

"سونے لگی ہو؟"

اس کا سوال غیر متوقع تھا۔ حالہ چونک کر مڑی۔ وہ اب سوفے پر بیٹھ چکی تھی، جبکہ زاویار کتاب کو تھوڑا نیچے کیے، بغور اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"ہاں، تم بے شک کتاب پڑھ لو، مجھے روشنی میں نیند آ جائے گی۔"

زاویار نے کچھ کہنا چاہا، لیکن رکا۔ چند لمحے خاموش رہا، پھر کتاب بند کر کے سائیڈ پر رکھی اور کافی کا مگ اٹھا لیا۔ حالہ اسے دیکھ رہی تھی، جیسے جاننا چاہتی ہو کہ وہ کیا سوچ رہا ہے۔

"وہ..." زاویار نے کہنا شروع کیا، مگر ایک پل کے لیے رکا، جیسے الفاظ چن رہا ہو۔

"وہ؟" حالہ نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"تم بیڈ پر سو سکتی ہو۔"

حالہ نے حیرت سے اسے دیکھا، جیسے یقین نہ آیا ہو کہ یہ وہی شخص ہے جو ہمیشہ ضد پر اڑا رہتا تھا۔

"کیونکہ... ویسے بھی تم کتنے دنوں سے آرام سے نہیں سوئیں، تو بہتر ہو گا کہ اب بیڈ پر آرام سے سو جاؤ۔" زاویار نے لاپرواہی سے کہا، جیسے کوئی معمولی بات ہو۔

"تمہیں کوئی مسئلہ تو نہیں ہو گا؟"

"اف... مجھے کیوں مسئلہ ہو گا؟ بس، اب سو سکتی ہو۔"

"مگر اب کیوں؟ تم تو کہتے تھے کہ میں سوفے پر ہی سوؤں گی۔"

زاویار نے گہری سانس لی، جیسے صبر کا دامن تھام رہا ہو۔

"حالہ، اب کہہ رہا ہوں کہ بیڈ پر سو جاؤ۔ کیونکہ پچھلے کئی دنوں سے تمہاری نیند پوری نہیں ہوئی، اور اچھا ہو گا کہ تم آرام سے سو جاؤ۔"

"تو تم صوفے پر سوؤ گے؟" حالہ نے اب بھی حیرت سے پوچھا۔

"نہیں حالہ..." زاویار نے ماتھے پر ہاتھ پھیرا، جیسے تھکن محسوس کر رہا ہو۔

"میں بیڈ کے علاوہ کہیں نہیں سو سکتا، تمہیں پتا ہے کہ مجھے نیند نہیں آتی۔"

"مگر تم نے کہا تھا کہ میں صوفے پر ہی سوؤں گی؟"

زاویار نے ایک جھنجھلاہٹ بھری سانس لی، جیسے مزید وضاحت دینے کے موڈ میں نہ ہو۔

"اف، حالہ! ٹھیک ہے، مت سو۔ تم صوفے پر ہی سو وہیں اچھی لگتی ہے سوتے ہوئے... گڈ نائٹ!" وہ جھنجھلا کر سیدھا لیٹ گیا، کمبل سر تک کھینچ لیا جیسے مزید کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔

"نہیں، نہیں! میرا وہ مطلب نہیں تھا... مجھے تو ویسے بھی سوفے پر نیند نہیں آتی!" حالہ فوراً کھڑی ہوئی، جیسے کہیں واقعی اسے سوفے پر نہ سونا پڑے۔ وہ سوفے پر سوتے سوتے تنگ آچکی تھی، اور زاویار کو شاید اسی پر ترس آگیا تھا۔

زاویار نے اسے ایک نظر دیکھا، پھر نگاہ پھیر لی، جیسے مسکرا دینا چاہتا ہو مگر روک رہا ہو۔ حالہ جلدی سے اپنا کمبل اور تکیہ اٹھا کر بیڈ پر آئی اور دبے دبے قدموں سے بیٹھ گئی جیسے اب بھی اس کی اجازت کا انتظار کر رہی ہو۔ زاویار نے کچھ نہیں کہا، بس خاموشی سے ایک نظر اس پر ڈالی، اور پھر دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔

اس نے ایک نظر زاویار کو دیکھا جو دوسری طرف رخ کیے لیٹا تھا، پھر اس کی نظر اپنی کافی پر پڑی۔ وہ فوراً اپنی کافی لینے کے لیے زاویار کی طرف بڑھی۔

زاویار نے ہلکی سی آہٹ محسوس کی اور آنکھ کھول کر اسے دیکھا۔ حالہ نے جھک کر اپنی کافی اٹھائی، مگر اسی لمحے اس کی نظر زاویار کے مگ پر پڑی، جو جوں کا توں رکھا تھا۔

"تمہیں کافی اچھی نہیں لگی؟" حالہ نے حیرت سے پوچھا۔

"میں نے ایسا کب کہا؟" زاویار نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"تم نے پی نہیں۔"

زاویار نے ایک نظر اپنی کافی پر ڈالی، پھر قدرے رک کر بولا، "نہیں، اچھی تھی بس..."

"بس؟" حالہ نے بھنویں سکیڑیں۔

"تم نے چینی زیادہ ڈال دی تھی۔"

حالہ نے فوراً حیرت سے آنکھیں پھیلائیں، "ہیں؟"

پھر اس نے اپنی کافی کا ایک گھونٹ لیا۔ چند لمحے بعد اس کے چہرے پر اور بھی حیرت کے تاثرات ابھرے، "یہ تو بالکل ٹھیک ہے!"

اس نے ایک اور گھونٹ لیا، پھر اچانک چہرے کے تاثرات سخت کرتے ہوئے زاویار کو دیکھا، جو خاموشی سے مسکرا رہا تھا۔

"مطلب تم جھوٹ بول رہے تھے؟"

زاویار نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور سر ہلایا، "ہاں... بس ایسے ہی کہہ رہا تھا، کافی بہت اچھی تھی حالہ۔"

حالہ نے خفگی سے اسے دیکھا، "پھر پی کیوں نہیں؟"

"دل نہیں تھا۔"

"دل کیوں نہیں تھا؟"

"کیونکہ میرا دل ابھی کافی پینے کا نہیں کر رہا تھا... تمہارے بنانے سے پہلے ہی پی چکا تھا۔"

حالہ نے الجھن سے اسے دیکھا، "پھر جب میں نے پوچھا تھا تو منع کیوں نہیں کیا؟"

زاویار نے ایک پل کے لیے اسے دیکھا، پھر دھیمے لہجے میں بولا، "نہیں کر سکتا تھا۔"

حالہ کو اس کے الفاظ نے جیسے روک دیا۔ وہ حیرت سے اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی، جیسے دل کی دھڑکن رک گئی ہو۔

"کیوں؟" وہ آہستہ سے بولی۔

"کیونکہ تم دل سے بنا رہی تھیں... منع کر دیتا تو تمہیں برا لگ جاتا۔"

حالہ نے بے یقینی سے سر جھٹکا، "اب اتنی چھوٹی بات پر کون برا مانتا ہے، زاویار؟"

زاویار نے گہری سانس لی "تم مانتی ہو۔"

حالہ نے ایک لمحے کے لیے اس کی آنکھوں میں دیکھا، پھر بے اختیار ہنسی، "ہائے اللہ، زاویار! میں کب برا مانتی ہوں؟"

زاویار نے نرمی سے سر جھٹکا، "ہاں، تم نہیں مانتی میں مانتا ہوں... اوکے؟ اب سونے دو۔"

یہ کہہ کر اس نے کمبل اوڑھ لیا۔ حالہ جانتی تھی کہ وہ زیادہ باتیں کرنے والا نہیں تھا، مگر آج شاید حد سے زیادہ بول چکا تھا۔

اس کے چہرے پر ایک نرم مسکراہٹ آئی، جیسے کسی نے اندر کے بکھرے احساسات کو آہستہ آہستہ سمیٹ دیا ہو۔ پھر وہ اپنی بیڈ کی سائیڈ پر چلی گئی اور جا کر دونوں پیر اوپر کیے بیٹھ گئی۔

زاویار کا یہ رویہ...

یہ رویہ واقعی اس کے سارے غموں کو مٹا رہا تھا۔ عفان نے جو کچھ کیا، وہ سب جیسے اب ختم ہو رہا تھا۔ وہ جس صدمے میں تھی، اس صدمے سے اب باہر نکل رہی تھی۔ جیسے کوئی زخم بھرنے لگا ہو، جیسے کوئی تکلیف کم ہونے لگی ہو۔ زاویار کی اس نرم شفقت نے اس کے دل میں چھپی تمام وحشتوں کو کہیں دور دھکیل دیا تھا۔

☆☆☆✦☆☆☆

کمرے میں اندھیرا تھا۔ زرد روشنی کا ایک مدھم سا سایہ کھڑکی سے اندر آ رہا تھا، جو بار بار ہلتے ہوئے پردوں کی وجہ سے کبھی مدھم پڑ جاتا، کبھی نمایاں ہو جاتا۔ کمرے میں گہری خاموشی تھی، مگر پھر بھی ہوا کے ہلکے شور اور گھڑی کی ٹک ٹک کے علاوہ، ایک بے چینی بھی محسوس ہو رہی تھی۔

مریم بیڈ پر لیٹی تھی، اس کے بال بے ترتیب تھے، جیسے وہ کافی دیر سے یونہی پڑی ہو۔ اس کی نظریں چھت پر جمی تھیں، مگر دماغ کہیں اور بھٹک رہا تھا۔ وہ بار بار کروٹ بدلتی، کبھی ہاتھ سر کے نیچے رکھ لیتی، کبھی تکیہ اپنی بانہوں میں لے کر اسے سختی سے تھام لیتی، مگر دل کی بے چینی کم نہیں ہو رہی تھی۔

اس نے آہستہ سے فون اٹھایا۔ انگلیاں لاشعوری طور پر اسکرین پر پھسلنے لگیں۔ ایک ہی نمبر پر نظر جا کر رک گئی۔ اس نے لب بھینچ لیے، جیسے خود

کو روکتے ہوئے۔ ایک پل کو دل چاہا کہ بس ایک میسج کر دے، کچھ نہ کچھ تو پوچھ لے، مگر فوراً ہی دل نے خود کو جھنجھوڑا۔

"نہیں، میں کون ہوتی ہوں پوچھنے والی؟"

مگر سوال یہ تھا کہ اگر وہ اس کی کچھ نہیں تھی، تو دل یوں بے چین کیوں تھا؟

"شاہمیر..." وہ زیر لب بڑبڑائی، جیسے اپنے آپ سے بات کر رہی ہو۔

دل کی ضد تھی کہ کوئی بہانہ بنا کر بات کرے، کچھ پوچھے، بس کوئی ایک جملہ ہی کہہ دے کہ "اگر تم نہ جاؤ تو؟" مگر الفاظ زبان پر آ کر رک جاتے۔

اس نے پھر فون رکھا، پھر کچھ لمحے بعد دوبارہ اٹھا لیا۔ انگلیاں بے مقصد واٹس ایپ پر اس کے نام پر جا کر رک جاتیں، مگر وہ صرف دیکھتی رہی، جیسے اس نام کے علاوہ اس کے پاس اور کوئی چیز دیکھنے کے قابل ہی نہ ہو۔

باہر سڑک پر کوئی گاڑی گزری، روشنی لمحہ بھر کے لیے کھڑکی سے اندر آئی اور اس کے چہرے پر پڑی۔ مریم نے آنکھیں بند کر لیں، جیسے خود کو اس روشنی سے بھی چھپانے کی کوشش کر رہی ہو۔

مگر دل میں وہی سوال، وہی خلش، وہی اضطراب تھا۔

"کیا وہ واقعی کل جا رہا ہے؟ اور پھر دوبارہ کبھی نہیں ائے گا؟"

مگر... اس کے جانے سے وہ کیوں اتنی اداس ہو رہی تھی؟

☆☆☆✦☆☆☆

سورج کی روشنی پوری کھڑکیوں سے اندر آرہی تھی، کمرے میں نرم سنہری چمک بکھری ہوئی تھی۔ زاویار بیڈ پر بیٹھا تھا، اس کی نظریں کبھی ادھر جاتیں، کبھی ادھر، اور چہرے پر ناگواری کے آثار تھے۔ کبھی وہ حالہ

کو دیکھتا، جو مزے سے گہری نیند میں تھی، اور کبھی اپنے اس بازو کو، جس پر رات بھر حالہ نے نیند میں ناخن مارے تھے۔ پورا بازو سرخ ہو رہا تھا۔

اس نے ایک گہری سانس لی، جیسے خود کو قابو میں رکھ رہا ہو، پھر آرام سے بیڈ سے اٹھا۔ بیڈ کے ہلنے سے حالہ تھوڑی سی کروٹ بدل کر سمٹ گئی، زاویار نے ایک نظر اسے دیکھا، پھر جا کر الماری کھولی، کپڑے نکالے اور سامنے صوفے پر رکھ کر باتھ روم چلا گیا۔

باتھ روم کے دروازے سے پانی گرنے کی آواز آئی تو حالہ نے تھوڑی سی آنکھ کھولی، مگر فوراً ہی دوبارہ سو گئی۔ تھوڑی دیر بعد زاویار باہر نکلا، اس کی نظریں سیدھا حالہ پر گئیں، جو اب بھی اسی طرح آرام سے سو رہی تھی۔

"حالہ!" وہ نرم لہجے میں قریب آ کر بولا۔

"سونے دو، تنگ مت کرو۔۔۔" وہ نیند میں بڑبڑائی، جیسے بے حد دنوں بعد اسے سکون کی نیند ملی ہو اور اب وہ کسی حال میں جاگنا نہیں چاہتی تھی۔

زاویار کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آگئی۔

"تنگ تو پوری رات تم نے مجھے کیا ہے۔۔۔ سکون سے سو نہیں سکتی تھی؟" وہ اب سخت لہجے میں بولا اور پھر صوفے پر رکھے کپڑے اٹھانے لگا۔

حالہ نے سن تو لیا تھا، مگر جواب دینے کے بجائے کروٹ بدل لی۔

"حالہ، اٹھو یار! آفس جانا ہے!"

کوئی جواب نہیں، وہ اب بھی آرام سے سو رہی تھی۔

"حالہ!!!اٹھو!!!"

وہ پھر بولا، مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

زاویار جھنجھلا کر اس کے قریب آیا اور آہستہ سے اس کا کمبل ہٹایا، مگر وہ پھر بھی نہیں جاگی۔

"حالہ، میں دوبارہ نہیں جگاؤں گا!" اس نے تنبیہ کی۔

"یار سکون سے سونے دو نا... خواب دیکھ رہی تھی میں، اتنا اچھا... عجیب خراب کر دیا!" وہ آنکھیں بند کیے بڑبڑائی۔

"اچھا خاصا خواب تھا، سارا خراب کر دیا تم نے..." وہ پھر دھیرے سے بولی اور نیند میں مسکرا کر کروٹ بدل لی۔

زاویار نے حیرانی سے اسے دیکھا۔ "اور کیا دیکھ رہی تھی خواب میں؟"

"یہی کہ تم نے میرا ہاتھ پکڑ کے کہا... 'حالہ I love you'..." وہ آنکھیں بند کیے ہی کہہ گئی۔

زاویار نے ایک گہری سانس لی، اس کے چہرے پر ایک عجیب سا تاثر آیا، پھر وہ سنجیدگی سے بولا، "ہاں، یہ تم خواب میں ہی دیکھ سکتی ہو... اب اٹھو جلدی!"

یہ کہہ کر اس نے اپنے کپڑے لیے اور دوبارہ باتھ روم چلا گیا، جبکہ حالہ اسی طرح مزے سے سوئی رہی، جیسے اسے دنیا کی کوئی پرواہ نہ ہو۔

. تھوڑی دیر بعد زاویار دوبارہ کمرے میں آیا تو گہری سانس لے کر حالہ کو دیکھا، جواب بھی اسی مزے سے بے خبر سو رہی تھی۔ اس نے سر جھٹکا اور ہلکی سی خفگی سے بولا، اف، کیا کروں میں اس لڑکی کا؟

ڈریسنگ ٹیبل کے قریب آتے ہوئے اس نے آئینے میں خود کو دیکھا اور پھر حالہ پر ایک اور نظر ڈالی۔ جتنا وہ وقت کا پابند تھا، اتنی ہی اسے ایک سست

بیوی ملی تھی، جو نیند کے معاملے میں کسی حال میں سمجھوتہ کرنے کو تیار نہیں تھی۔

زاویار نے گہری سانس لے کر ہاتھ میں پرفیوم اٹھایا اور خود پر چھڑ کنے لگا، پھر ایک بار ہاتھ پر نظر ڈالی، جہاں رات بھر حالہ کے ناخنوں کے نشان سرخی لیے نمایاں تھے۔ اسے کیا نیند میں مارنے کی بیماری ہے؟ وہ زیر لب بڑ بڑایا۔

تھوڑی دیر بعد وہ مکمل تیار ہو چکا تھا۔ آئینے میں ایک آخری نظر خود پر ڈالی، بالوں کو انگلیوں سے ٹھیک کیا، اور پھر ایک سرسری نظر حالہ پر ڈال کر لیپ ٹاپ اٹھایا اور افس کے لیے نکلنے ہی لگا تھا کہ پیچھے سے حالہ کی نیند بھری آواز آئی۔

"تم مجھے چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟"

زاویار نے مڑ کر اسے دیکھا، جو ابھی بھی نیند میں تھی، صرف آدھی آنکھیں کھول کر بول رہی تھی۔

"پکنک منانے، چلنا ہے؟" وہ سخت لہجے میں بولا۔

حالہ نے بمشکل آنکھیں کھولیں اور نروٹھے انداز میں بولی، "ظاہر ہے، تم افس جا رہے ہو۔۔۔"

"ہاں، اور تم تو سوتی رہو گی۔" زاویار نے کندھے اچکا کر جواب دیا۔

"نہیں، نہیں..." وہ فوراً سیدھی ہو کر بیٹھ گئی، جیسے ابھی ابھی اس پر انکشاف ہوا ہو کہ اسے بھی افس جانا ہے۔

"ایسے کیسے مجھے چھوڑ کر جا رہے ہو؟ میں نے بھی جانا ہے افس!"

"نہیں، نہیں، تم آرام سے سو کر اپنے وہی خواب دیکھو۔۔۔میں جا رہا ہوں، وقت نہیں ہے۔" زاویار نے ہاتھ میں لیپ ٹاپ مضبوطی سے پکڑتے ہوئے بیزاری سے کہا۔

"نہیں زاویار، بس پانچ منٹ رکو، میں ابھی ریڈی ہو کر آتی ہوں!" حالہ نے عجلت میں کہا اور فوراً بیڈ سے نیچے اتری۔ جلدی سے باتھ روم کا دروازہ کھولا اور تیزی سے اندر جا کر دروازہ بند کر لیا۔

زاویار وہیں کھڑا مایوسی سے دروازے کو دیکھتا رہا، پھر گہری سانس لے کر بیڈ پر آ کر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر سوچتا رہا، پھر جیب سے اپنا فون نکال کر اسے دیکھنے لگا، حالہ کا انتظار کرتے ہوئے۔

کچھ دیر بعد حالہ مکمل تیار، آئینے کے سامنے کھڑی اپنے بال سنوار رہی تھی۔ زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی اور بے چینی سے بولا،

"حالہ... ٹائم نہیں ہے یار... چلو!"

حالہ نے بیزاری سے ایک نظر اس پر ڈالی اور پھر لاپرواہی سے بالوں میں برش پھیرتے ہوئے بولی، "اف، صبر کرو نا... بس، تمہیں تو ہر وقت جلدی ہوتی ہے، کوئی اتنی جلدی افس نہیں آیا ہو گا۔"

پھر وہ لپ اسٹک لگانے لگی۔ زاویار نے ایک ہلکی سی چبھن محسوس کی، اسے سمجھ نہیں آیا کہ یہ چبھن حالہ کے لاپرواہ انداز کی تھی یا اس کے اتنے آرام دہ انداز کی، جیسے وقت کی کوئی فکر ہی نہ ہو۔

"ہاں، کیونکہ مجھے بہت کام ہوتا ہے..." اس نے طنزیہ کہا۔

"اچھا بس، دو منٹ!" حالہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

زاویار نے ایک گہری سانس لی، "پانچ منٹ کا کہا تھا تم نے اور اب آدھا گھنٹہ ہو رہا ہے!"

"اچھا نا، بس ویٹ!" وہ اب ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

زاویار نے اسے ایک نظر دیکھا... وہ میک اپ کر رہی تھی؟ وہ حیران ہوا۔

حالہ اتنے دنوں سے اداس، بجھی بجھی سی تھی۔ کیا وہ واقعی ٹھیک ہو رہی تھی؟ زاویار کے چہرے پر بے اختیار ایک مسکراہٹ آئی... ہاں، وہ واقعی بہتر ہو رہی تھی! وہ بدلی ہوئی لگ رہی تھی!

وہ میک اپ کر رہی تھی!

یہ سوچ کر زاویار کو حقیقتاً خوشی ہوئی۔ وہ شاید اپنے ڈپریشن سے نکل رہی تھی، وہ پہلے جیسی حالہ بن رہی تھی!

وہ ابھی بھی اسی خوشگوار حیرت میں تھا جب حالہ نے آئینے سے اس پر ایک چور نظروں سے نظر ڈالی اور اسے دیکھ کر مسکرا کر بولی، "امپریس ہو رہے ہو میری خوبصورتی سے؟"

زاویار فوراً سنبھل گیا، نظریں ادھر ادھر گھمائیں اور گلا صاف کرتے ہوئے بولا، "نہیں، بالکل نہیں..."

حالہ نے ایک شرارتی مسکراہٹ دبائی، "پھر مسکرا کیوں رہے ہو؟"

زاویار نے چونک کر اسے غور سے دیکھا، "اچھا مطلب، میری ہی لائن مجھے ہی سنا رہی ہو؟"

یہ کہتے ہوئے وہ اٹھا اور اس کے قریب آیا، حالہ اب آنکھوں میں آئی لائنر لگا رہی تھی، ہاتھ بڑے آرام سے حرکت کر رہے تھے۔

زاویار نے اپنا بازو اس کے قریب کیا، آستین پہلے ہی کہنی تک چڑھی ہوئی تھی۔ حالہ نے ایک نظر آئینے میں اس کے بازو پر ڈالی، جہاں اس کے ناخنوں کے نشانات نمایاں تھے۔

"ہائے اللہ، زاویار!!" حالہ نے ایک دم چونک کر کہا، اس کی نظریں زاویار کے بازو پر جم گئیں۔

"یہ... یہ کس نے کیا؟ تم نے کسی سے لڑائی کی ہے؟" وہ پریشانی سے بولی۔

زاویار نے ایک نظر اپنے بازو پر ڈالی اور پھر سپاٹ لہجے میں بولا، "نہیں... مگر تم شاید کل رات نیند میں لڑائی کر رہی تھیں۔"

حالہ حیرانی سے اسے دیکھنے لگی، "میں؟؟"

"ہاں، تم... پتا نہیں کون سا بدلہ لے رہی تھیں مجھ سے رات بھر؟"

زاویار نے سنجیدگی سے کہا اور اپنا بازو پیچھے کر لیا۔

حالہ کی آنکھیں اور بھی حیرت سے پھیل گئیں، "میں نے کب کیا یہ سب؟"

"تم مسلسل کل رات ناخن مار رہی تھیں حالہ!!" زاویار نے خفگی سے کہا۔

اگلے ہی لمحے حالہ ہنس پڑی، "اوہ... ہاں ہاں، سوری! مجھے نیند میں یہ حرکتیں کرنے کی عادت ہے۔" وہ شرمندگی سے بولی، پھر یاد کر کے مزید ہنسی۔

"مریم ہے نا؟ وہ اسی وجہ سے میرے ساتھ نہیں سوتی تھی۔ کہتی تھی میں پوری رات کبھی تھپڑ مارتی ہوں، کبھی ناخن چبھو دیتی ہوں۔" حالہ قہقہہ لگا کر بولی، "مجھے نیند میں عجیب حرکتیں کرنے کی عادت ہے، سوری!"

زاویار نے بے یقینی سے اسے دیکھا، جیسے وہ سن ہی نہ پایا ہو کہ وہ اتنی مزے سے اپنی ظالمانہ حرکتیں بیان کر رہی تھی۔

زاویار نے ایک گہری سانس لی اور بے یقینی سے اسے دیکھا، "تو مطلب، تمہیں معلوم بھی ہے کہ تم یہ سب کرتی ہو؟ اور پھر بھی تمہیں کوئی شرمندگی نہیں ہو رہی؟"

حالہ نے لاپرواہی سے کندھے اُچکائے اور ہنستے ہوئے بولی، "اب کیا کروں؟ نیند میں جو کنٹرول نہیں ہوتا!"

زاویار نے ناگواری سے سر جھٹکا، "کمال ہے! میں یہاں پوری رات قربانی دیتا رہا اور تمہیں ذرا بھی احساس نہیں!" حالہ نے شرارت سے آنکھیں سکیڑیں، "اوہ ہو... قربانی؟ اتنی تکلیف ہوئی تھی تو جگا دیتے مجھے!"

زاویار نے طنزیہ ہنسی دی "ہاں، جیسے تم جاگ جاتی! میں نے ایک بار آواز دی تھی، مگر تم نے سونے دو کہہ کر مجھے اور دو تین ناخن مار دیے۔"

حالہ نے منہ پر ہاتھ رکھ کر بمشکل اپنی ہنسی دبائی، "اب کیا کروں؟ اگلی بار نیند میں ہاتھ باندھ کر سونا پڑے گا! اچھا سوری! اگلی بار نہیں ہوگا!"

زاویار نے سخت نظروں سے اسے دیکھا، مگر اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ حالہ نے ایک بار پھر قہقہہ لگایا اور آئینے میں اپنی آخری

نظر ڈالتے ہوئے بولی، "چلو، میں تیار ہوں! اب چلیں؟ یا کوئی اور شکایت بھی باقی ہے؟"

زاویار نے سر جھٹکا "ہاں، چلو!"

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

رات دیر تک جاگنے کی وجہ سے اسے اندازہ ہی نہیں ہوا کہ وقت کب اتنا آگے نکل گیا۔ جب آنکھ کھلی، تو کمرے میں خاموشی تھی، اور گھڑی دوپہر کے دو بجا رہی تھی۔ وہ ایک دم سیدھی ہو کر بیٹھی، پلکیں جھپکائیں، جیسے نیند کی دھندلی تہہ کو آنکھوں سے ہٹانے کی کوشش کر رہی ہو۔

فوراً فون ہاتھ میں لیا، مگر کوئی میسج، کوئی کال نہیں تھی۔

"دوپہر ہو گئی؟" وہ خود سے بولی، پھر نظر کھڑکی سے باہر ڈالی۔

بادل چھائے ہوئے تھے۔ ہلکی سی خنکی اندر تک محسوس ہو رہی تھی۔ بارش کی خوشبو ہوا کے ساتھ کمرے میں گھل رہی تھی، مگر دل میں عجب سا بوجھ تھا۔ وہی بوجھ جو رات بھر سینے پر رکھا رہا تھا، اور اب بھی کم نہیں ہوا تھا۔

"وہ آج چلا جائے گا... اور پھر کبھی نہیں آئے گا۔"

یہ خیال آتے ہی اس کے دل کی دھڑکن مدھم سی ہو گئی، جیسے کچھ کھو جانے کا احساس ہو۔

اسی لمحے کمرے کا دروازہ ہلکے سے کھلا۔ امی اندر آئیں، چہرے پر نرم سا تاثر تھا۔

"تم جاگ گئی ہو؟ ناشتہ بنا دوں؟"

مریم نے نظر اٹھا کر نہیں دیکھا، بس بے دلی سے جواب دیا، "نہیں... میرا دل نہیں چاہ رہا۔"

امی نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے، مگر پھر کچھ سوچ کر خاموش ہو گئیں۔ مریم نے بیڈ سے پیر نیچے رکھے اور آہستہ آہستہ قدم بڑھاتی واش روم میں چلی گئی۔

جب سے انہوں نے حالہ کے ساتھ وہ سب کیا تھا، تب سے مریم نے اپنے ماں باپ سے بات کرنا چھوڑ دی تھی۔ اب وہ ان سے زیادہ دیر بات نہیں کرتی تھی، کوئی سوال نہیں کرتی تھی، کوئی شکایت نہیں کرتی تھی۔ اگر وہ کچھ پوچھتے، تو وہ بنا نظر اٹھائے مختصر جواب دے دیتی، جیسے وہ اب ان کے وجود سے بے نیاز ہو گئی ہو۔ کھانے کے لیے بھی اکثر خود ہی کچھ بنا لیتی، مگر کسی سے کچھ نہیں کہتی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ واش روم سے نکلی تو اس کے بال جوڑے میں بندھے ہوئے تھے۔ آنکھیں ویسی ہی تھیں، جیسی ہمیشہ سے تھیں ——خوبصورت، گہری، مگر ان میں اب وہ چمک نہیں تھی، جو پہلے ہوا کرتی تھی۔ چہرہ تر تھا، پانی کی بوندیں ابھی بھی گردن کے قریب چمک رہی تھیں، مگر ساری تازگی کے باوجود، اس کی آنکھوں میں وہی اداسی بسی ہوئی تھی، جو رات کو تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ شاہمیر جائے۔

مگر کیا وہ جا کر اس سے ملے؟

دل نے ایک پل کے لیے زور سے دھڑکا، مگر فوراً ہی دماغ نے سختی سے خود کو روک لیا۔

"نہیں... میں اس کی کیا لگتی ہوں جو ملنے جاؤں؟"

اس نے اپنی مٹھی سختی سے بند کر لی، جیسے خود کو قابو میں لانے کی کوشش کر رہی ہو۔ مگر دل کے اندر وہی ایک سوال گونج رہا تھا—

"کیا وہ ایک بار بھی مجھ سے ملنے آئے گا؟"

وہ الماری کی طرف بڑھی، خاموشی سے دروازہ کھولا، اور ایک ہلکا سا دوپٹہ نکال کر گلے میں پہن لیا۔ جانے کیوں، مگر آج اس کا دل عجیب سا ہو رہا تھا۔ جیسے کچھ ہونے والا ہو، یا جیسے کچھ ختم ہونے کے قریب ہو۔

پھر ایک پل کو رک کر خود کو آئینے میں دیکھا۔ وہی چہرہ، وہی آنکھیں، مگر آج اندر کچھ بدل سا گیا تھا۔ ایک تھکن تھی، جو روح میں محسوس ہو رہی تھی۔

فون اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا، اور وہ بار بار اسکرین کو دیکھ رہی تھی۔ شاہمیر نے کوئی میسج نہیں کیا تھا۔

کیا وہ واقعی جا رہا تھا؟

پھر جانے کیا سوچ کر اس نے فون اٹھایا اور کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف بیل جا رہی تھی۔

پہلی بیل، دوسری بیل... پھر تیسری بیل پر فون اٹھا لیا گیا۔

"ہیلو؟"

شاہمیر کی آواز میں وہی سکون تھا، مگر آج کچھ مختلف بھی تھا، جیسے وہ خود بھی کسی کشمکش میں ہو۔

مریم کچھ دیر خاموش رہی۔

"تم... تم جا رہے ہو؟"

دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ شاید وہ اس سوال کے لیے تیار نہیں تھا۔

"ہاں۔" بس ایک چھوٹا سا جواب، مگر مریم کے دل پر جیسے کوئی وزنی پتھر رکھا گیا ہو۔

"اور تم... مجھ سے ملنے نہیں آؤ گے؟"

یہ الفاظ مریم نے خود بھی سوچے نہیں تھے، بس لبوں سے نکل گئے۔ شاید دل کے اندر جو درد تھا، وہ زبان پر آ گیا تھا۔ "ملنے آؤں؟" شاہمیر کی آواز میں ہلکی سی حیرانی تھی۔

مریم نے جلدی سے آنکھیں بند کیں، جیسے خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی ہو۔ پھر ایک تلخ سی ہنسی ہونٹوں پر آ گئی۔ "نہیں... جانے دو۔ میں بس یوں ہی پوچھ رہی تھی۔ تم جاؤ، دیر ہو رہی ہو گی۔"

"مریم——"

شاہمیر نے کچھ کہنا چاہا، مگر مریم نے فوراً فون بند کر دیا۔

وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ اس کی آواز میں لرزش محسوس کرے۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ اس کے آنسو سن سکے۔

فون بند کرنے کے بعد، وہ بیڈ پر جا کر بیٹھ گئی۔ دل بری طرح دھڑک رہا تھا، جیسے کسی نے اندر سوئی چبھو دی ہو۔

وہ جا رہا تھا۔

اور اب... وہ کبھی واپس نہیں آئے گا۔

☆☆☆✦☆☆☆

افس کا ماحول ہمیشہ کی طرح سنجیدہ تھا، ہر کوئی اپنے کام میں مگن تھا۔

خاموشی ایسی کہ صرف کی بورڈ کی ٹک ٹک اور فائلوں کے پلٹنے کی آوازیں

سنائی دے رہی تھیں۔ سب کو معلوم تھا کہ زاویار کی موجودگی میں کوئی غیر ضروری بات نہیں کر سکتا، کوئی ہنسی مذاق نہیں، بس کام اور صرف کام۔

حالہ نے اپنے کیبن کا دروازہ کھولا اور باہر نکلی۔ اس کے ہاتھ میں لیپ ٹاپ تھا اور چہرے پر سوچوں کی گہری لکیریں۔ وہ مسلسل لیپ ٹاپ کی اسکرین پر نظریں جمائے چل رہی تھی، جیسے کوئی پریشانی ہو۔ جب ایک لمحے کو نظر اٹھائی تو دیکھا کہ آفس کے لوگ دبے دبے انداز میں زاویار کے غصے سے بچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اسے ہلکی سی ہنسی آئی، سب اس قدر خوفزدہ کیوں رہتے تھے؟

پھر اس کی نظریں زاویار کے کیبن کی طرف اٹھیں۔ وہ سیدھا اسی طرف بڑھ گئی۔

دروازہ کھولا، مگر اندر کوئی نہیں تھا۔ اس نے ایک پل کے لیے رک کر اِدھر اُدھر دیکھا، مگر زاویار وہاں نہیں تھا۔ اب یہ کہاں چلا گیا؟

ابھی وہ مڑی ہی تھی کہ سامنے سے زاویار آتا دکھائی دیا۔ وہ سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے ارہا تھا اس کے چہرے پر وہی سنجیدگی تھی، ہاتھ میں کچھ فائلز تھیں اور نظریں سیدھا راستے پر جمی ہوئی تھیں۔ حالہ کے چہرے پر ایک لمحے کو مسکراہٹ آئی۔ وہ تیز قدموں سے اس کی طرف بڑھی، مگر جیسے ہی وہ قریب پہنچی، کسی اور نے زاویار کا راستہ روک لیا۔

ایک جونیئر ملازم تھا، ہاتھ میں لیپ ٹاپ لیے، کچھ پوچھ رہا تھا۔ زاویار پوری توجہ سے اس کی بات سن رہا تھا، فائلز کو ایک ہاتھ میں دبائے لیپ ٹاپ کی اسکرین دیکھ رہا تھا۔ حالہ کے قدم وہیں رک گئے۔ پہلے تو اسے حیرت ہوئی، پھر غصہ آیا۔ اسے زاویار سے بات کرنی تھی، مگر یہ آدمی درمیان

میں آگیا۔اس نے انتظار کرنا مناسب نہیں سمجھا اور سیدھا زاویار کے پاس جا پہنچی۔ "زاویار، مجھے تم سے کچھ پوچھنا تھا"۔

زاویار نے ایک پل کے لیے سر اٹھایا، حالہ کو دیکھا، پھر دوبارہ لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "ابھی تھوڑا مصروف ہوں، بعد میں آ کر بات کر لو۔" اس نے جیسے بے دھیانی میں کہا۔ حالہ کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ یہ آدمی ہمیشہ اتنا کام میں مگن کیوں رہتا تھا؟ "نہیں، ابھی پوچھنا ہے!" اس کے لہجے میں معمولی ضد تھی۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا ابھی وہ سامنے والے بندے کو سمجھانے میں مصروف تھا مگر حالہ نے دوبارہ اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا

"اچھا بس مجھے یہ ایک چیز سمجھا۔۔۔"

زاویار نے ایک لمحے کے لیے سر اٹھایا، حالہ پر نظر ڈالی، "حالہ پلیز دو منٹ رکو میں تمہیں ابھی سمجھاتا ہوں اوکے؟۔۔۔پہلے میں ان کو سمجھا دوں" وہ نرمی سے کہتا ہے پھر دوبارہ اپنے سامنے کھڑے آدمی کی طرف متوجہ ہو گیا جو لیپ ٹاپ اس کے سامنے کیے کھڑا تھا۔

"ہاں، ایک سیکنڈ، میں تمہیں سمجھاتا ہوں۔" وہ نرم لہجے میں اس شخص سے کہہ رہا تھا، اور ساتھ ساتھ لیپ ٹاپ کی اسکرین پر کچھ پوائنٹس دکھا رہا تھا۔

حالہ نے بے چینی سے لب بھینچ لیے۔ وہ زاویار کے جواب کے انتظار میں نہیں تھی۔ وہ فوراً اپنا سوال پوچھنا چاہتی تھی۔

"زاویار، مجھے یہ سمجھ نہیں آرہا اس میں کیا کرنا ہے؟!"

اس بار اس نے اپنا لیپ ٹاپ کھول کر تقریباً زاویار کے سامنے کر دیا، مگر زاویار کی توجہ بدستور دوسرے شخص پر تھی۔

"یہ دیکھو، اس سٹرکچر میں جو پرابلم آ رہی ہے، مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ اس میں کہاں غلطی ہے!" حالہ نے اپنی بات مکمل کی، مگر زاویار نے کوئی جواب نہیں دیا، وہ اب بھی دوسرے آدمی سے بات کر رہا تھا۔

"زاویار، پہلے مجھے سنو!"

اس نے پھر دہرایا، اس بار اس کے لہجے میں بے صبری تھی۔

زاویار نے ایک گہری سانس لی، مگر اب بھی اسے نظر انداز کر کے سامنے والے کو سمجھانے لگا، "دیکھو، یہ جو لیاؤٹ ہے، اسے اس اینگل سے ریڈیزائن کرنا ہوگا، ورنہ سٹرکچر کمپلیکس ہو جائے گا۔"

حالہ نے پیر پٹخا، ایک ہاتھ کمر پر رکھا اور دوسرے سے لیپ ٹاپ کو زور سے پکڑ کر اسکرین پر انگلی رکھی۔

"زاویار۔۔۔!"

اب کے بار اس کا لہجہ ضدی تھا، جیسے وہ ہار ماننے کو تیار نہیں تھی۔

زاویار نے ایک لمحے کو ہاتھ روک کر گہری سانس لی، مگر پھر بھی اس کی نظریں حالہ پر نہیں گئیں۔ وہ اب بھی دوسرے آدمی کو سمجھا رہا تھا۔

"زاویار، میں بار بار تمہیں بلا رہی ہوں!" حالہ کی آواز میں بے چینی بڑھنے لگی تھی۔

"حالہ دو منٹ رک سکتی ہو؟ میں کام کر رہا ہوں!" زاویار نے اب بھی اپنے لہجے کو دھیما رکھنے کی کوشش کی، مگر اس کی پیشانی پر ہلکی سی شکن نمودار ہوئی تھی۔

"میں کیوں رکوں؟ مجھے بھی اپنا کام کرنا ہے! تم ہمیشہ دوسروں کو پہلے رکھ لیتے ہو، میرا کام بھی ضروری ہے!۔۔۔پہلے مجھے سمجھاؤ" حالہ نے جھنجھلا کر کہا، اور اب اس کا لیپ ٹاپ تقریباً زاویار کے اور قریب ہو گیا۔

زاویار کی برداشت کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ اس نے ایک جھٹکے سے لیپ ٹاپ کو ہلکا سا پرے کیا اور غصے سے حالہ کو دیکھا۔

"کیا مسئلہ ہے حالہ؟ تمہیں نظر نہیں آ رہا میں کام کر رہا ہوں؟ ہر وقت تمہاری مرضی نہیں چل سکتی، تھوڑا انتظار کرنا سیکھو!"

زاویار کے چہرے پر ناگواری کے آثار نمایاں ہوئے۔ وہ پہلے ہی بہت سے کاموں میں الجھا ہوا تھا اور حالہ کا مسلسل اصرار اسے الجھا رہا تھا۔ "بولا ہے نا کہ صبر کرو؟ میں ابھی انہیں سمجھا رہا ہوں بعد میں تمہیں سمجھا دوں گا اب جاؤ اپنے کیبن میں!!"

حالہ ایک دم ساکت ہو گئی۔ زاویار کا یہ انداز... یہ سختی... یہ بے زاری...

حالہ کے چہرے کا رنگ ایک دم بدلا۔ اس نے پلکیں جھپک کر زاویار کو دیکھا۔ ایک لمحہ پہلے جو جوش اور ضد اس کے چہرے پر تھی، وہ سب غائب ہو گیا۔ زاویار نے اس سے اتنی سختی سے بات کی تھی؟

دل میں ایک عجیب سا احساس ہوا، جیسے کچھ ٹوٹ گیا ہو۔ وہ کچھ کہنے لگی مگر پھر چپ ہو گئی۔ اس کے لیے یہ عام بات نہیں تھی کہ کوئی اس سے اس انداز میں بات کرے، خاص طور پر زاویار۔

وہ خاموشی سے لیپ ٹاپ بند کیا، ہاتھوں میں دبایا اور ایک نظر زاویار پر ڈالی۔ وہ دوبارہ اپنے کام میں مگن ہو چکا تھا، جیسے ابھی جو ہوا، وہ معمولی سی بات ہو۔

مگر حالہ کے لیے یہ معمولی نہیں تھی۔ اس کا دل بوجھل ہو گیا۔

بنا کچھ کہے، بنا کسی اور ضد کے، وہ مڑی اور تیزی سے اپنے کیبن کی طرف جانے لگی۔ اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ کہیں جا کر رو لے۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ زاویار کی ایک سخت بات اسے اتنا برا محسوس کرا سکتی ہے۔

حالہ غصے میں اپنے کیبن میں آئی، دروازہ زور سے بند کیا اور لیپ ٹاپ ٹیبل پر رکھ کر بند کر دیا۔ اس کا دل کر رہا تھا کہ سب کچھ زمین پر دے مارے۔

"آرام سے بول نہیں سکتا تھا؟ ہمیشہ غصہ نکالنا ضروری ہے؟" اس نے غصے میں بڑبڑاتے ہوئے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہی ہاتھ باندھ لیے۔

آنکھوں میں نمی آ گئی تھی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ زاویار نے اس سے اس طرح بات کی تھی۔ وہ ہمیشہ سے غصے والا تھا، مگر آج... آج تو جیسے حد ہی کر دی تھی۔۔۔ کسی ادمی کے سامنے اس طرح کوئی بیوی کو ڈانٹتا ہے؟

حالہ نے ناک سڑک کر خود سے کہا اور منہ دوسری طرف موڑ لیا۔

دل تو چاہ رہا تھا کہ اٹھے، جائے اور دوبارہ جا کر کہے کہ "یہ کیا بدتمیزی تھی؟" مگر پھر خود کو روکا۔ نہیں، اب وہ اس سے بات نہیں کرے گی۔

کبھی بھی نہیں!

لیکن پھر بھی، غصے کے باوجود، اس کے دل میں کچھ چبھن سی ہو رہی تھی۔ آنکھوں میں آئی نمی کو اس نے جلدی سے صاف کیا، مگر زبردستی کی مسکراہٹ نہیں لا سکی۔

"زاویار، تم بہت برے ہو!" اس نے ناراضی سے کہا اور کرسی پر سر ٹکا دیا۔

دروازہ ہلکے سے کھلا، مگر حالہ نے نہیں دیکھا کہ کون آیا ہے۔ وہ دوسری طرف منہ کیے کسی اور جانب دیکھتی رہی، جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ زاویار

اندر آیا، ہاتھ میں کچھ فائلیں لیے ہوئے، ہمیشہ کی طرح پُر سکون انداز میں۔

"ہاں بولو، کیا بات تھی؟ کر لیا کام جو میں نے دیا تھا؟"

وہ سکون سے کہتا ہوا اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ حالہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ زاویار نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا، اس کے چہرے پر چھائی خاموشی کو محسوس کیا۔

"بولو حالہ، کیا بات تھی؟ کیا پوچھنا تھا اس وقت؟"

حالہ نے ایک نظر اس کی طرف اٹھائی، مگر اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔ زاویار نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"تمہاری آنکھوں میں آنسو ہیں؟"

اس کے لہجے میں بے ساختہ فکر مندی در آئی۔

حالہ نے نظریں نیچی کر لیں، جیسے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہی ہو۔

"کسی نے کچھ کہا ہے کیا؟ رو کیوں رہی ہو حالہ؟"

وہ اب مزید سنجیدہ ہو گیا۔

حالہ اب بھی کچھ نہیں بولی، بس لیپ ٹاپ پر نظریں جما کر ایسے ظاہر کرنے لگی جیسے وہ بہت مصروف ہو۔ زاویار نے گہری سانس لی۔

"مجھ سے بات کیوں نہیں کر رہی ہو؟"

وہ دوبارہ بولا، مگر اب کے بار اس کی آواز میں نرمی تھی۔

حالہ نے ایک لمحے کے لیے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا، پھر سر جھکا کر بولی،

"کچھ نہیں ہوا مجھے... جاؤ یہاں سے۔" وہ سخت لہجے میں بولی۔

"اوہ، تو مطلب مجھ سے ناراض ہو؟"

اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی۔

حالہ نے کچھ کہے بغیر دوبارہ لیپ ٹاپ کی طرف دیکھنا شروع کر دیا، جیسے وہ بہت مصروف ہو۔

"مجھے تنگ نہ کرو... کام پر دھیان دینے دو مجھے۔"

وہ مصنوعی سنجیدگی سے بولی، مگر زاویار کے چہرے پر ہنوز مسکراہٹ رہی۔

زاویار نے میز پر کہنی ٹکا کر اسے بغور دیکھا، ہلکی مسکراہٹ اس کے لبوں پر کھیل رہی تھی، مگر حالہ کی نظریں اب بھی لیپ ٹاپ پر جمی تھیں۔

"میں نے کیا کیا ہے یہ تو بتاؤ مجھے؟" وہ نرمی سے بولا۔

حالہ نے گہری سانس لی اور آخر کار نظر اٹھائی، آنکھوں میں نمی تھی۔ "تم نے اس آدمی کے سامنے میری انسلٹ کی ہے... جب میں اپنے کام کے بارے میں کہہ رہی تھی تو وہیں سمجھا دیتے، عجیب ہو تم!"

زاویار نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا، پھر آہستہ سے مسکرایا۔ "اوہ اچھا، تو یہ بات تمہارے دل پر لگ گئی؟"

حالہ نے ماتھے پر بل ڈالے، اور مزید خفا ہو کر رخ موڑ لیا۔ "جب دیکھو تم مجھے ڈانٹتے ہی رہتے ہو!"

"میں نے ڈانٹا نہیں تھا حالہ..." زاویار نے سنجیدگی سے کہا۔

حالہ نے کوئی جواب نہیں دیا، بس لب بھینچ کر نیچے دیکھنے لگی۔ آنکھوں میں اب بھی ہلکی سی نمی چمک رہی تھی۔ پھر نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔

زاویار نے گہری سانس لی، جیسے خود کو کچھ سمجھانے کی کوشش کر رہا ہو۔

"اف اللہ، حالہ، ایک تو تم رونے کیوں لگ جاتی ہو ہر بات میں؟ میں نے اتنا بھی کیا کہہ دیا؟"

حالہ نے سر جھکا یا، جیسے جواب دینے کی ضرورت ہی نہ ہو۔

زاویار نے نرم لہجے میں کہا" دیکھو، اس وقت میں بزی تھا... سوری اگر تمہیں برا لگا ہو تو۔" وہ لمحہ بھر کو رکا، پھر ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ بولا "ویسے میں نے کبھی کسی سے سوری نہیں کیا، لیکن تم سے کر رہا ہوں، کیونکہ مجھے خود بھی لگتا ہے کہ میں نے شاید کچھ زیادہ ہی غصے میں بول دیا تھا۔ اصل میں، میں جب مصروف ہوتا ہوں نا تو تبھی غصہ آ جاتا ہے..."

حالہ نے ایک لمحے کے لیے اسے دیکھا، مگر کچھ بولی نہیں۔

زاویار نے کندھے اچکائے "اچھا چھوڑو، کافی پینے چلیں؟"

"نہیں۔" حالہ نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

زاویار نے اسے غور سے دیکھا، پھر گہری سانس لی۔ "اچھا، میرے سے کیا پوچھنا تھا؟ وہ تو بتا دو؟" حالہ نے چند لمحے خاموشی اختیار کی، پھر آہستہ سے بولی" کچھ نہیں پوچھنا، بس ہو گیا ہے میرا کام۔"

زاویار نے ایک پل کے لیے اسے ٹٹولتی نظروں سے دیکھا، جیسے اس کے الفاظ کے پیچھے چھپی ناراضگی کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو، پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا۔ "اچھا ٹھیک ہے..." کہہ کر اس نے اپنا کوٹ درست کیا اور کھڑا ہو گیا۔

حالہ نے ایک بار بھی نظر اٹھا کر اسے نہیں دیکھا، لیکن جیسے ہی زاویار دروازے کے قریب پہنچا، اس نے آہستہ سے سر جھکا کر لب بھینچ لیے، جیسے خود کو مزید کچھ نہ کہنے پر مجبور کر رہی ہو۔ زاویار دروازے سے نکلتے نکلتے پلٹا، ایک نظر اس پر ڈالی "جب غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو میرے کیبن میں آ جانا، جو کام تھا وہ سمجھا دوں گا۔" اور پھر باہر چلا گیا۔

☆☆☆✦☆☆☆

رات گہری ہو رہی تھی، کھڑکیوں کے باہر ہر طرف سیاہی چھا چکی تھی۔ افس میں صرف چند مدھم بتیاں جل رہی تھیں، جو خالی کمروں میں مزید ویرانی کا احساس دلا رہی تھیں۔ زاویار نے تھکے ہوئے انداز میں لیپ ٹاپ بند کیا، کرسی سے آہستہ سے اٹھا، اور پیچھے رکھے اپنے کوٹ کو ایک ہاتھ سے تھام کر بازو پر لٹکا لیا۔ آج واقعی کام بہت زیادہ تھا، ذہن اور جسم دونوں تھکن سے چُور تھے۔ دروازہ کھول کر باہر نکلا تو پورا آفس سنسان لگ رہا تھا۔ زیادہ تر لوگ جا چکے تھے، بس ایک دو افراد ابھی بھی جانے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ زاویار نے سرسری سی نظر پورے ہال پر ڈالی اور پھر حالہ کے کیبن کی طرف بڑھا۔

اس کے کیبن کا دروازہ ہلکے سے دھکیلا تو ایک مانوس منظر نے اسے روک دیا۔

حالہ میز پر سر رکھے گہری نیند میں تھی۔ ایک ہاتھ سر کے نیچے رکھا ہوا تھا اور دوسرا بے ترتیب انداز میں ٹیبل پر پھیلا ہوا تھا، جیسے سوتے سوتے گر گیا ہو۔ اس کے قریب ہی لیپ ٹاپ سائیڈ پر رکھا تھا، اور ارد گرد فائلیں بکھری ہوئی تھیں، جیسے وہ کسی کام کے دوران ہی نیند کی آغوش میں چلی گئی ہو۔ زاویار کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی۔

وہ تھوڑا اور قریب ہوا، نظریں اس کے تھکے ہوئے چہرے پر جم گئیں۔ نیند میں اس کا چہرہ اتنا معصوم لگ رہا تھا کہ ایک پل کو زاویار کو لگا جیسے یہ وہی لڑکی نہیں جو دن بھر اس سے بحث کرتی ہے، اپنی ضد منوانے کے لیے گھنٹوں سر کھاتی ہے۔ وہ بے حد تھکی ہوئی لگ رہی تھی۔ شاید آج کے دن

کی تمام میٹنگز، کام کا بوجھ اور الجھنیں اسے یہاں تک لے آئی تھیں۔ لمحہ بھر کو زاویار کو لگا جیسے اس افس کا باس وہ نہیں بلکہ حالہ ہو، جو سارا دن کاموں میں مصروف رہنے کے بعد آخر کار تھک کر نیند میں چلی گئی ہو۔ وہ چند لمحے وہیں کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ اس کے نرم سانسوں کی آواز، مدھم روشنی میں اس کا سکون بھرا چہرہ، سب کچھ ایک لمحے کے لیے بہت الگ سا محسوس ہو رہا تھا۔ حالہ کو شاید خبر بھی نہ تھی کہ وہ یہاں کھڑا اسے دیکھ رہا ہے۔ جیسے اس لمحے وہ کسی اور ہی دنیا میں ہو، ایک ایسی دنیا جہاں زاویار کے غصے، بحثوں اور افس کے دباؤ کا کوئی وجود نہ ہو۔

زاویار نے آہستہ سے گہری سانس لی اس کی نظریں حالہ کے سکون سے سوئے چہرے سے ہٹ کر اس کے ٹیبل پر جا رکیں۔ سامنے ہی اس کا فون رکھا تھا——پرانا، جگہ جگہ سے ٹوٹا ہوا، جیسے کئی بار گرنے کی مار جھیل چکا

ہو۔ وہ آہستہ سے آگے بڑھا اور فون کو ہاتھ میں اٹھایا۔ اس کی سکرین کناروں سے دراڑوں سے بھری ہوئی تھی، "یہ اب بھی چل کیسے رہا ہے؟" ایک نظر حالہ پر ڈالی، جو بے خبر نیند میں تھی، پھر فون کو جیب میں ڈال لیا۔ پھر سر جھٹک کر حالہ کے ٹیبل پر نظر دوڑائی۔

جس ترتیب سے وہ اپنی ہر چیز رکھتا تھا، حالہ کی میز اس کے بالکل الٹ تھی — فائلیں بکھری ہوئیں، کاغذات دائیں بائیں پڑے ہوئے، کچھ پیپرز لیپ ٹاپ کے نیچے دبے ہوئے تھے۔ ایک گہری سانس لیتے ہوئے اس نے آہستہ سے فائلیں سمیٹیں، انہیں ترتیب سے ایک کے اوپر ایک رکھا۔ پین جو اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے تھے، انہیں اکٹھا کیا اور اسٹینڈ میں رکھ دیا۔

زاویار نے پردوں کی طرف دیکھا، جو آدھے کھلے تھے، اس نے جا کر انہیں بھی بند کر دیا تاکہ باہر کی روشنی مزید نہ آئے۔ پھر وہ واپس حالہ کے قریب آیا اور جھک کر اسے دیکھا۔

"حالہ۔۔۔"

اس نے آہستہ سے اسے بلایا۔ حالہ کی لمبی پلکیں ذرا سی لرزیں، اس کی سانسوں کی رفتار بدلی، اور آہستہ آہستہ اس نے آنکھیں کھولیں۔ نیند میں مدہوش چہرہ، پلکوں کے نیچے تھوڑی سی خفگی، جیسے اسے جگانے والا دنیا کا سب سے بڑا مجرم ہو۔

"اٹھ جاؤ... گھر نہیں جانا تم نے؟" زاویار نے نرمی سے کہا۔

حالہ نے آدھی بند آنکھوں سے اسے دیکھا، پھر سر نیچے گرا کر دوبارہ سونے لگی۔ زاویار نے بے یقینی سے سر جھٹکا۔

اس نے حالہ کو ہلکا سا جھنجھوڑا" حالہ، اُٹھو... میں جا رہا ہوں۔"

حالہ نے بمشکل آنکھیں کھولیں، نیند سے بوجھل پلکیں جیسے ابھی بھی بیدار ہونے کے لیے تیار نہ تھیں۔ وہ سیدھی ہو کر بیٹھی، اپنی آنکھوں کو ہاتھ سے مسلا، اور اسی لمحے اس کا آئی لائنر ہلکا سا پھیل گیا، جس سے آنکھوں کے گرد ہلکی سی سیاہی پھیل گئی تھی۔

زاویار نے بغور اسے دیکھا، وہ واقعی بہت تھکی ہوئی لگ رہی تھی۔ وہ آہستہ سے اٹھی، اپنا بیگ کندھے پر ڈالا، مگر جیسے قدم اٹھانے کے لیے بھی ہمت نہیں تھی۔ وہ تھوڑی سی ڈگمگائی، زاویار نے فوراً اس کا بازو تھام لیا۔ حالہ نے بے اختیار اس کا بازو مضبوطی سے پکڑ لیا، جیسے کہیں گر نہ جائے۔

"حالہ، گھر جا کر سو جانا... ابھی تو صحیح سے چلو!" زاویار نے آہستہ سے کہا، مگر وہ جیسے اس کی بات سن ہی نہیں رہی تھی۔

زاویار نے ہلکی مسکراہٹ دبائی اور اسے آہستہ آہستہ ساتھ لے کر چلنے لگا۔ وہ کبھی کبھار ڈول جاتی، اور زاویار بے اختیار اس کا ہاتھ اور مضبوطی سے تھام لیتا۔ پارکنگ ایریا میں پہنچتے ہی، زاویار نے گاڑی کا دروازہ کھولا۔

"بیٹھو، حالہ۔"

وہ آہستہ سے اندر بیٹھی، اپنی آنکھیں بند کرتے ہوئے سیٹ سے ٹیک لگالی، جیسے ابھی بھی خواب کی کیفیت میں ہو۔ زاویار نے ایک نظر اس کے سوتے ہوئے چہرے پر ڈالی، پھر دروازہ بند کر کے اپنی طرف آیا اور ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔

اس نے ایک نظر حالہ پر ڈالی، جو شاید پوری طرح نیند میں جا چکی تھی۔ زاویار نے مسکراتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کی۔

☆☆☆✦☆☆☆

ڈائننگ ٹیبل پر گہری خاموشی تھی۔ مریم چپ چاپ کھانے میں مصروف تھی، سامنے امی ابو بھی بغیر کوئی بات کیے کھا رہے تھے۔ بس عدیل نہیں تھا، شاید وہ کمرے میں تھا۔ وہ تو ویسے بھی ہمیشہ فون میں مگن رہتا تھا، کھانے کا ہوش ہی کہاں ہوتا تھا اسے۔

اسی دوران مریم کا فون بجا۔ اس نے چونک کر موبائل کی طرف دیکھا۔

شاہمیر

اس سے پہلے کہ امی ابو کی نظر فون پر پڑتی، اس نے تیزی سے موبائل اٹھایا اور بغیر کچھ کہے کمرے کی طرف دوڑ گئی۔ زبیدہ خادم نے حیرانی سے اسے

جاتے دیکھا، مگر کچھ کہنے سے پہلے ہی مریم کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر چکی تھی۔

دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ اس نے فوراً کال ریسیو کی۔

"ہیلو۔۔۔ ہیلو؟"

دوسری طرف شاہمیر تھا۔ وہ اپنے بیڈ پر بیٹھا تھا، بالکل تیار، جیسے جانے کے لیے مکمل طور پر تیار ہو۔ اس کے قریب ایک سوٹ کیس بھی رکھا تھا۔

"کیا کر رہی ہو؟"

مریم نے ہلکی سی سانس لی۔ "میں۔۔۔ میں کھانا کھا رہی تھی، کیوں؟"

"اچھا، کھالیا؟"

"ہاں، کھالیا۔ لیکن تم نے کال کیوں کی؟"

"اس لیے کہ تم نے دوپہر میں مجھ سے کہا تھا کہ کیا تم مجھ سے مل کر نہیں جاؤ گے؟ تو میں نے سوچا، تم سے مل کر ہی چلا جاؤں۔ بارش کی وجہ سے فلائٹ کچھ لیٹ ہو گئی ہے۔"

مریم کا دل ایک لمحے کے لیے زور سے دھڑکا۔

"ابھی؟"

"ہاں، ابھی۔ میں تمہیں پک کر لوں گا، ہم کہیں بیٹھ کر کچھ کھا لیتے ہیں۔ آخر تم اب میری اچھی دوست بن گئی ہو۔۔۔"

وہ مسکرا رہا تھا، مگر اس کی مسکراہٹ میں صرف دوستی کی حد تھی۔ مریم اس کے دل میں کہاں جگہ بنا چکی تھی، وہ نہیں جانتی تھی۔ لیکن شاہمیر؟ اس کے دل میں مریم کے لیے کوئی خاص جذبات نہیں تھے۔ وہ اسے

صرف ایک دوست سمجھتا تھا، مگر مریم کے لیے یہ رشتہ دوستی سے بڑھ کر تھا۔

"وہ تو ٹھیک ہے۔۔۔ مگر۔۔۔ مگر امی ابو نہیں جانے دیں گے مجھے۔"

"یہ تو تمہارا کافی بڑا مسئلہ ہے۔۔۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ جانے سے پہلے تم سے ایک بار مل لوں۔ آخر تم نے دوپہر میں خود کہا تھا۔۔۔ اور میں بھی چاہتا ہوں کہ تم سے مل کر جاؤں کیونکہ اب شاید میں کبھی واپس نہ آؤں۔"

یہ آخری جملہ، جیسے کسی پتھر کی طرح اس کے دل پر آ گرا ہو۔

وہ خاموش ہو گئی۔

"میں پک کرنے آؤں؟"

"میں امی ابو کو کیا کہہ کر جاؤں گی؟"

"فی الحال کوئی بہانہ بنالو۔"

"ایسا نہیں کر سکتی۔۔۔"

"پہلے بھی تو ملتی تھی نا؟ اس وقت بھی تو بہانہ بناتی تھی؟"

"ہاں، مگر تب کی بات اور تھی۔ تب میں تم سے صرف کام کے سلسلے میں ملتی تھی، مگر ابھی۔۔۔ ابھی تو بس کھانے کے لیے تمہارے ساتھ چھپ کر جانا ہے۔۔۔ میں بہانہ نہیں بنا سکتی اور نہ ہی جا سکتی ہوں۔ اگر امی ابو کو پتا چل گیا تو وہ بہت ناراض ہوں گے، شاہمیر۔"

شاہمیر نے گہری سانس لی۔ "یعنی تمہیں بہانہ بنانے میں ڈر لگ رہا ہے؟"

"نہیں۔۔۔" مریم کی آواز ہلکی ہو گئی۔ "مجھے ڈر اس بات کا ہے کہ کہیں میں اپنے ماں باپ کی نظر میں غلط نہ ہو جاؤں۔"

"غلط؟"

"ہاں، تمہارے لیے شاید یہ سب معمول کی بات ہو، تمہاری زندگی میں کئی لڑکیاں آئی ہوں گی، مگر میرے لیے یہ سب عام نہیں ہے۔ میں رات کے اندھیرے میں تمہارے ساتھ چھپ کر باہر جاؤں، اور اگر میرے ماں باپ میں سے کسی نے دیکھ لیا تو؟ تم میرے ابو کو نہیں جانتے، شاہمیر... وہ مجھے زندہ زمین میں گاڑ دیں گے۔ اور... اور..."

وہ گہری سانس لیتی ہے، جیسے اپنے الفاظ کو روکنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"ہماری آخری ملاقات وہی تھی جب میں تمہارے گھر حالہ کے لیے آئی تھی۔۔۔"

"یعنی تم مجھ سے ملنا نہیں چاہتی؟" شاہمیر کے لہجے میں سکون تھا، جیسے اسے اس جواب کی توقع تھی۔

"بدنام ہونے سے بہتر ہے کہ میں نہ ملوں۔۔۔ کیونکہ میں اپنے ماں باپ کی نظر میں نہیں گر سکتی۔"

"اف مریم، ہم صرف دوست ہیں۔"

"کسی کو نہیں پتا کہ تم میرے دوست ہو۔۔۔ میں تم سے اس طرح رات کے وقت نہیں مل سکتی۔۔۔ رات کے اندھیرے میں کسی غیر مرد کے ساتھ چھپ کر باہر جانا... یہ اتنا آسان نہیں جتنا تم سوچ رہے ہو۔ یہ صرف ایک ملاقات نہیں ہوتی، یہ عزت، بھروسے اور پرورش کی ساری بنیادوں کو ہلا دینے والی بات ہوتی ہے"

شاہمیر نے گہری سانس لی

"مریم... اتنا کیوں سوچ رہی ہو؟ ہماری نیت بالکل ٹھیک ہے، ہم تو صرف ایک دوسرے سے مل رہے ہیں، کیونکہ میں پھر دوبارہ واپس نہیں آؤں گا..."

"شاہمیر، نیت ہمیشہ سب کی ٹھیک ہی ہوتی ہے، مگر دنیا نیتیں نہیں دیکھتی، صرف منظر دیکھتی ہے، صرف لمحوں کی لغزش کو یاد رکھتی ہے۔ تمہارے لیے شاید یہ عام ہو، تمہارے ارد گرد شاید بہت سی لڑکیاں ہوں جو تمہارے ساتھ بے فکر ہو کر ملتی ہوں، مگر میں... میں وہ نہیں ہوں۔"

وہ لمحہ بھر کو رکی، اس کی سانسوں میں بے چینی تھی، آواز کانپ رہی تھی۔

"تم سمجھ نہیں رہے، شاہمیر... رات کے اندھیرے میں کسی غیر مرد کے ساتھ ملنا صرف ایک ملاقات نہیں ہوتی، یہ ایک بند دروازے کے پیچھے چھپے بھروسے کو توڑنے کے مترادف ہوتا ہے۔ اگر میرے ماں باپ میں

سے کسی نے دیکھ لیا تو؟ تم میرے ابو کو نہیں جانتے، وہ صرف غصہ نہیں کریں گے، وہ مجھے زندہ دفن کر دیں گے، شاہمیر! اور یہ صرف ان کا غصہ نہیں ہو گا... یہ وہ اذیت ہو گی جو میں ساری زندگی اپنے دل پر محسوس کرتی رہوں گی، ہر پل اپنے کردار پر لگے بدنما داغ کو سہتی رہوں گی۔"

اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، مگر اس نے خود کو مضبوط رکھا۔"اور اس لیے... چھوڑو، شاہمیر۔ میں بے وقوف بن کر اپنی عزت، اپنے رشتے اور اپنی پہچان کو داؤ پر نہیں لگا سکتی۔"

شاہمیر خاموش ہو گیا۔ وہ شاید کہہ تو کچھ سکتا تھا، مگر مریم کے لفظوں میں اتنی گہرائی تھی کہ وہ خود بھی لمحہ بھر کے لیے بے بس ہو گیا۔

مگر وہ اسے سمجھ سکتا تھا۔

"ٹھیک ہے، مریم... تم وہی کرو جو تمہیں ٹھیک لگے۔"

مریم کی آنکھوں سے ایک آنسو ٹپکا، مگر وہ خاموش رہی۔

آہستہ سے فون بند کیا، اور ایک طرف رکھ دیا۔

وہاں شاہمیر نے کال بند ہوتے ہی ایک لمحے کے لیے اس کا نمبر دیکھا، پھر آہستہ سے اٹھا، سوٹ کیس اٹھایا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ اب وہ اپنے باقی دوستوں سے ملنے جا رہا تھا۔

اور اِدھر مریم۔۔۔ جس کا دل ٹوٹ چکا تھا، بیڈ پر بیٹھ گئی۔

بستر کی چادر کو مٹھی میں دبا لیا، دل جیسے عجیب سا ہو رہا تھا۔ مگر اسے خود کو سنبھالنا تھا۔

اگر وہ اس کے نصیب میں ہوا۔۔۔ تو وہ اسے ضرور ملے گا۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

اپارٹمنٹ میں دوپہر کی روشنی کھڑکیوں سے چھن کر اندر آرہی تھی۔ ہلکی سی ہوا چل رہی تھی، جو کمرے کے سکون کو اور گہرا کر رہی تھی۔ وہ صوفے پر بیٹھی، اپنے پیر اوپر کیے، موبائل یوز کر رہی تھی۔ ڈھیلی سی شرٹ اور ٹراؤزر میں، بال پونی میں بندھے ہوئے، وہ اب پہلے سے بہت زیادہ پرسکون لگ رہی تھی——جیسے دل کے سارے بوجھ آہستہ آہستہ کم ہو رہے ہوں۔ جب سے اس نے زاویار کو اپنے ماں باپ کی حقیقت بتائی تھی، دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا تھا، اور اب تو زاویار بھی اسے چھوڑ کر جانے والا نہیں تھا۔ یہ احساس اسے عجیب سی تسلی دے رہا تھا، جیسے ہر چیز اپنی جگہ پر آ رہی ہو۔

آج وہ افس نہیں گئی تھی، اور زاویار صبح سے افس میں تھا۔ پورے گھر میں خاموشی تھی، صرف گھڑی کی ٹک ٹک یا موبائل کی ہلکی سی آواز۔ اب اس کا ڈر بھی ختم ہو رہا تھا وہ بے فکری سے فون میں مصروف تھی جب دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ اس نے نظریں اٹھا کر دروازے کی طرف دیکھا——

زاویار آ چکا تھا۔ گرے سوٹ میں، ہمیشہ کی طرح سنجیدہ چہرہ، بازو پر کوٹ رکھا ہوا، جیسے روز کی عادت ہو۔ وہ آ کر صوفے پر بیٹھ گیا، اس کے بلکل سامنے۔ حالہ نے ایک سرسری سی نظر اس پر ڈالی، پھر دوبارہ فون میں مشغول ہو گئی، جیسے اسے کوئی فرق نہ پڑا ہو۔

زاویار نے کچھ دیر اس کی خاموشی کو جانچنے کے بعد گہری سانس لی۔

"اٹھ گئی تم؟" اس کی آواز میں ہلکی سی نرمی تھی۔ جب وہ افس گیا تھا تو یہ سو رہی تھی، اور اب وہ آیا تو یہ جاگ رہی تھی۔

"ہاں۔۔۔" مختصر جواب، جیسے بات کو مزید بڑھانے کا کوئی ارادہ نہ ہو۔

زاویار نے ایک لمحے کے لیے اسے دیکھا، پھر نظریں ہٹاتے ہوئے گہری سانس لی۔

"اب تک ناراض ہو کل کی بات سے؟"

حالہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا، مگر کچھ نہیں کہا۔ بس موبائل بند کر کے صوفے پر رکھ دیا۔ زاویار نے غور سے اس کے چہرے کا جائزہ لیا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ خاموش تب ہوتی ہے جب کچھ اندر دبائے بیٹھی ہو۔ کچھ دیر وہ یونہی اسے دیکھتا رہا، جیسے چاہ رہا ہو کہ وہ خود ہی کچھ بول دے، مگر جب وہ خاموش رہی، تو وہ آہستہ سے اپنے صوفے سے اٹھا اور اس کے ساتھ والے صوفے پر آ بیٹھا۔

اب وہ اس کے بلکل قریب تھا، رخ اس کی طرف کیے، اور وہ نظریں جھکائے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں مروڑ رہی تھی۔ زاویار نے اس کی طرف دیکھا، پھر نرم لہجے میں بولا۔

"میری طرف دیکھو۔۔۔"

حالہ کے دل کی دھڑکن ایک لمحے کو رُکی، جیسے کوئی انجانی سی بے چینی اس کے اندر جاگ رہی ہو۔ اس نے آہستہ سے نظریں اٹھائیں، اور زاویار کی آنکھوں میں دیکھنے کی دیر تھی کہ جیسے سب کچھ تھم سا گیا ہو۔

"دیکھو... کبھی کبھی میں واقعی بہت سخت ہو جاتا ہوں، خاص طور پر جب کام میں مصروف ہوتا ہوں۔" وہ نرمی سے کہہ رہا تھا، جیسے کوئی تسلیم کر رہا ہو۔ "میں جانتا ہوں کہ یہ غلط ہے، اور میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ تم میرے ایسے رویے کو بس خاموشی سے سہتی رہو۔"

حالہ خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی، وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں نظریں جمائے ہوئے تھے۔

"تم ہمیشہ سے جانتی ہو کہ میرا مزاج کیسا ہے، بعض اوقات مجھے غصہ آجاتا ہے، اور نہ چاہتے ہوئے بھی وہ نکل ہی جاتا ہے..." زاویار نے اعتراف کیا۔

"تو تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے غصے کو چپ چاپ برداشت کروں؟" حالہ نے تلخی سے کہا۔

"نہیں، بالکل نہیں..." زاویار فوراً بولا۔ "اگر میری کوئی بات بری لگے تو مجھے فوراً بتاؤ، مجھے جتاؤ کہ میں غلط ہوں۔ جیسے میں تم پر غصہ کرتا ہوں، ویسے ہی تمہیں بھی حق ہے کہ تم مجھ پر غصہ کرو"

"لیکن پھر لڑائی ہو جائے گی... اور میں نہیں چاہتی کہ ہمارے درمیان کوئی تلخی آئے۔ لڑائی سب کچھ بکھیر دیتی ہے نا؟ ہم ایک دوسرے سے دور ہو جاتے ہیں، راستے الگ ہو جاتے ہیں۔"

"یہ تب ہوتا ہے جب لڑائی نفرت کی ہو... جہاں دلوں میں محبت نہ ہو، وہاں کوئی کسی کی پرواہ نہیں کرتا، کوئی کسی کو منانے کی کوشش نہیں کرتا۔ لیکن محبت کی لڑائی الگ ہوتی ہے... ہم اس لیے لڑتے ہیں کیونکہ ہمیں ایک دوسرے کی پرواہ ہوتی ہے، ہم نہیں چاہتے کہ جس سے محبت ہو، وہ ہمیں تکلیف دے۔ اور محبت کی لڑائی میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی منا بھی لیتا ہے... کیونکہ محبت توڑنے کے لیے نہیں، جوڑنے کے لیے ہوتی ہے۔"

وہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ زاویار کی باتوں میں ایک عجیب سا سکون تھا، جیسے وہ اس کے سارے خدشے ختم کر دینا چاہتا ہو۔ حالہ نے نظریں جھکا لیں، انگلیاں بے اختیار ایک دوسرے میں الجھنے لگیں۔

"اور اگر کوئی نہ منائے تو؟ اگر محبت کی یہ لڑائی اتنی بڑھ جائے کہ راستے ہی الگ ہو جائیں؟" اس کی آواز مدھم تھی، جیسے دل میں کہیں ایک انجانا سا خوف چھپا ہو۔

زاویار ہلکا سا مسکرایا، پھر نرمی سے بولا، "محبت میں ضد نہیں ہوتی حالہ، جو دل سے چاہتا ہے نا، وہ آخر میں ہار مان کر منا لیتا ہے۔ وہ راستے الگ نہیں ہونے دیتا، کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ پیچھے ہٹا، تو صرف ایک شخص نہیں، پوری دنیا کھو دے گا۔"

حالہ نے دھیرے سے گہری سانس لی، نظریں اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھنے کی ہمت کی

"تمہیں پتہ ہے؟ میرے ماں باپ میں ہمیشہ لڑائی ہوتی تھی، وہ کبھی ایک دوسرے کے ساتھ خوش نہیں تھے، ہمیشہ نفرت کرتے تھے۔۔۔ شادی سے پہلے بھی اور بعد میں بھی۔۔۔ تین بچوں کے بعد بھی ان کے درمیان محبت نہیں آئی، اگر وہ چاہتے تو وہ ایک دوسرے سے محبت کر سکتے تھے وہ ایک دوسرے کے اندر خامیاں دیکھنے کے بجائے اچھائیاں دیکھتے، ان سے محبت کرتے لیکن انہوں نے ایک دوسرے کے اندر ہمیشہ غلطیاں ہی دیکھی اور ان کی لڑائی کبھی ختم نہیں ہوئی۔ دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کو منانے والا نہیں تھا، اور آج نتیجہ یہ ہے کہ وہ الگ ہو چکے ہیں، ان کی ڈیورس ہو گئی۔۔۔"

زاویار نے گہری سانس لی، پھر دھیمے لہجے میں بولا، "محبت میں ناراضگیاں ہوتی ہیں، مگر رشتے نہیں ٹوٹتے، حالہ۔۔۔اور جب رشتے ٹوٹ جائیں، تو سمجھو وہاں محبت تھی ہی نہیں۔"

حالہ نے حیرانی سے زاویار کو دیکھا، "ان کی ڈیورس ہو گئی؟"

زاویار نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر جھکایا، جیسے کوئی تلخ حقیقت یاد آ گئی ہو۔ "ہاں، کیونکہ ان میں سے کوئی بھی جھکنے کو تیار نہیں تھا۔۔۔کسی نے ایک دوسرے کو منانے کی کوشش نہیں کی، معاف نہیں کیا۔۔۔ کیونکہ ان کی لڑائیاں محبت کی نہیں، نفرت کی تھیں،اور حالہ، محبت اور نفرت کی لڑائی میں بہت فرق ہوتا ہے۔۔۔"

حالہ بس اسے حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔

"پہلے ہماری لڑائیاں نفرت کی ہوتی تھیں۔۔۔ ہمیں ایک دوسرے سے چڑ تھی، ایک دوسرے کو دیکھنا تک پسند نہیں کرتے تھے۔۔۔اور جب بھی جھگڑا ہوتا، کوئی پرواہ نہیں کرتا تھا کہ اگر ہم ایک دوسرے کو کھو بھی دیں تو کیا ہوگا، کیونکہ ہمارے درمیان نفرت تھی۔ مگر اب۔۔۔اب سب بدل چکا ہے۔اب ہماری لڑائیاں پہلے جیسی نہیں رہیں۔اب ہم ایک دوسرے کے لیے اہم ہیں، ایک دوسرے کو کھونا نہیں چاہتے۔اسی لیے اگر کبھی لڑائی ہو بھی جائے، تو ہم فوراً منالیں گے۔۔۔کیونکہ اب ہمیں ایک دوسرے کو کھونے کا خوف ہے۔"

"کیا واقعی ہمارے درمیان محبت ہے؟" وہ جیسے خود سے سوال کر رہی تھی، حیرت اور الجھن کے ساتھ۔

"محبت ہو ہی جاتی ہے، حالہ... "زاویار نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔

"سچ کہوں تو، اب تمہارے لیے وہ پہلی جیسی نفرت نہیں رہی۔ کہیں نہ کہیں، کچھ بدل رہا ہے... دل میں کچھ نہ کچھ نرم پڑ ہی جاتا ہے۔ وقت اور حالات سب کچھ بدل دیتے ہیں، کچھ بھی ہمیشہ پہلے جیسا نہیں رہتا، حالہ... اور ہمارے درمیان جو رشتہ ہے، اس میں محبت کا آجانا تو شاید لازم تھا۔"

حالہ کی انکھوں میں نمی ارہی تھی۔

حالہ نے گہری سانس لی، نظریں اس کی آنکھوں میں گاڑدیں، جیسے کچھ تلاش کر رہی ہو۔ پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"اور اگر کبھی کوئی غلطی اتنی بڑی ہو کہ نظرانداز نہ کی جا سکے تو؟ اگر کبھی ایسا وقت آیا کہ ہم میں سے کوئی حد سے بڑھ گیا؟ تب کیا ہو گا؟"

اس کے لہجے میں ایک انجانی سی الجھن تھی، جیسے وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کہ یہ سوال کیوں کیا۔ مگر زاویار نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پورے اعتماد سے کہا

"تب ہم ایک دوسرے کو چھوڑنے کے بارے میں نہیں، بلکہ ایک دوسرے کو سنبھالنے کے بارے میں سوچیں گے۔ کیونکہ اب ہمارے درمیان صرف ساتھ رہنے کا وعدہ نہیں، بلکہ ایک رشتہ، ایک محبت بھی ہے، حالہ۔"

حالہ نے اس کی بات سنی تو پل بھر کے لیے خاموش ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک آئی، جیسے وہ زاویار کی بات پر یقین کرنا چاہتی ہو، مگر کہیں نہ کہیں ایک ڈر بھی تھا——وہی پرانا ڈر، کسی کو کھو دینے کا۔

"تمہیں معلوم ہے، حالہ... میں نے اپنی پوری زندگی اپنے ماں باپ کو جھگڑتے دیکھا ہے۔ شاید اسی لیے مجھے کبھی شادی کا خیال پسند نہیں آیا۔ جب سے ہوش سنبھالا ہے، میں نے انہیں ایک دوسرے سے دور ہی پایا۔ ان کے بیچ کبھی وہ محبت نہیں دیکھی جو دو لوگوں کو جوڑتی ہے، جو ایک گھر کو مکمل کرتی ہے۔ شاہمیر اور زارا نے شاید اتنی شدت سے یہ سب محسوس نہیں کیا ہوگا جتنا میں نے، کیونکہ میں ان سے پہلے آیا تھا، ان کا بڑا بھائی تھا۔ جب وہ دنیا میں آئے، تو میں نے انہیں ہمیشہ اپنی حفاظت میں رکھا، ان کا سہارا بنا، مگر میں خود؟ میں تو ہمیشہ اکیلا ہی رہا... نہ ماں باپ کی محبت دیکھی، نہ کوئی ایسا تھا جو میرے جذبات کو سمجھتا۔ کچھ دوست تھے، مگر وہ کمی پوری نہیں کر سکتے تھے جو ایک مکمل گھر اور محبت بھرے رشتے سے پوری ہوتی ہے۔ میں نے ہمیشہ اپنے بہن بھائیوں کو اس حقیقت سے بچا کر رکھا، انہیں

کبھی احساس نہیں ہونے دیا کہ گھر میں روز ہونے والے جھگڑے کسی کو اندر سے کیسے توڑ دیتے ہیں، مگر خود؟ میں نے ہر دن، ہر لمحہ یہ درد محسوس کیا۔ جیسے میں انہیں تسلی دیتا تھا، ویسے مجھے سنبھالنے والا کوئی نہیں تھا، حالہ۔"

وہ خاموشی سے سن رہی تھی، جیسے ہر لفظ کو اپنے دل میں اتار رہی ہو۔

"شاید اسی لیے میں شادی کے تصور سے ہی دور بھاگتا تھا۔ مجھے لگتا تھا کہ شادی کا انجام بھی وہی ہوگا جو میں نے اپنے گھر میں دیکھا—— لڑائیاں، تلخیاں، اور پھر ایک دن راستے جدا ہو جانا۔ لیکن جب میری شادی ہوئی، تب میں نے جانا کہ میں غلط تھا۔ اگر دو لوگ واقعی کسی رشتے کو نبھانا چاہیں، اگر ان کے بیچ سچی محبت ہو، تو کوئی بھی غلط فہمی، کوئی بھی اختلاف انہیں الگ نہیں کر سکتا۔ جو لوگ دل سے ایک دوسرے سے جُڑے ہوں، وہ

ایک دوسرے کو کھونے کے خوف سے بھی ڈرتے ہیں، حالہ...اور سچی محبت کرنے والے کبھی ایک دوسرے کو چھوڑ کر نہیں جاتے...... محبت صرف ایک جذبات نہیں، ایک ذمہ داری بھی ہوتی ہے، حالہ...ایک ایسا وعدہ جو وقت، حالات، اور ہر تلخی کے باوجود قائم رہتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ دونوں لوگ اسے نبھانے کے لیے تیار ہوں، اس کے لیے لڑنا چاہیں، اس کی قدر کریں۔" زاویار کی آواز میں ایک گہری سنجیدگی تھی، جیسے وہ اپنے دل کی سب سے چھپی ہوئی حقیقت بیان کر رہا ہو۔ حالہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی، جہاں کہیں نہ کہیں، ماضی کے زخم بھی جھلک رہے تھے اور مستقبل کا یقین بھی۔

"رشتے ختم نہیں ہوتے، حالہ... انہیں ختم کیا جاتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی غلط فہمیاں، انا کی دیواریں، اور سب سے بڑھ کر، وہ لمحہ جب دو لوگ یہ سوچنے

لگتے ہیں کہ انہیں ایک دوسرے کی ضرورت نہیں رہی... وہی لمحہ سب کچھ توڑ دیتا ہے۔"

وہ خاموش ہوا، جیسے اپنے اندر کی کسی گہرائی سے باہر نکلا ہو۔ حالہ نے دھیرے سے نظریں جھکا لیں، شاید وہ بھی کچھ سوچ رہی تھی۔

"مگر اگر کسی کو سچے دل سے چاہو، تو اسے کھونے کا خوف بھی اتنا ہی شدید ہوتا ہے۔ تب ہم ہر لڑائی کے بعد ایک دوسرے کو مناتے ہیں، ہر غصے کے بعد ہاتھ تھامتے ہیں، ہر تلخی کے بعد محبت سے دیکھتے ہیں... کیونکہ سچی محبت میں چھوڑ جانے کا آپشن نہیں ہوتا، حالہ... وہاں صرف ساتھ نبھانے کا عزم ہوتا ہے۔"

اس کے الفاظ ہوا میں گونجتے رہے۔ "پہلے ہمارے بیچ صرف ایک کھچاؤ تھا، ایک ناگواری... نفرت شاید اتنی شدید نہ تھی، مگر جو بھی تھا، محبت ہر گز

نہیں تھی۔" زاویار دھیرے سے بولا، نظریں حالہ پر جمائے ہوئے، جو خاموشی سے اسے سن رہی تھی۔

"ہم ایک دوسرے سے الجھتے تھے، جیسے زبردستی ایک بندھن میں باندھ دیے گئے ہوں۔ تمہیں میری باتیں ناگوار لگتی تھیں، اور مجھے تمہاری موجودگی۔ ہم بس ایک دوسرے کو برداشت کر رہے تھے... مگر محبت؟ وہ تو کہیں نہیں تھی، حالہ۔ مگر اب... اب چیزیں بدل چکی ہیں۔ اب ہمارے بیچ ایک رشتہ ہے، صرف زبردستی کا نہیں، بلکہ ایک ایسا احساس جو ہمیں ایک دوسرے سے جوڑنے لگا ہے۔ اب جو بھی ہے، وہ پہلے جیسا نہیں ہے۔" زاویار کی آواز میں ایک ٹھہراؤ تھا، جیسے وہ خود بھی اپنے جذبات کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"محبت ہمیشہ دھماکے سے نہیں آتی، حالہ... کبھی کبھی وہ آہستہ آہستہ دل میں جگہ بناتی ہے، بنا بتائے، بنا محسوس کروائے۔اور شاید... شاید ہمارے بیچ بھی وہی ہونے لگا ہے۔"

حالہ نے آہستہ سے سانس لی، دل مسلسل تیزی سے دھڑک رہا تھا، مگر بولی کچھ نہیں۔ زاویار نے اس کے چہرے کو دیکھا،اور ایک ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"اب ہمارے بیچ ایک ایسا رشتہ ہے، جسے ہم چاہیں تو سنوار سکتے ہیں... یا چاہیں تو گنوا بھی سکتے ہیں۔ مگر میں نہیں چاہتا کہ ہم اسے کھو دیں، حالہ... میں نہیں چاہتا۔"

"تم اب مجھے کھونا نہیں چاہتے؟" حالہ کی آواز میں ہلکی سی لرزش تھی، آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔ وہ پہلی بار زاویار کو اس انداز میں دیکھ رہی

تھی، جیسے وہ کوئی نیا شخص ہو، کوئی ایسا جس کی آنکھوں کے پیچھے چھپے درد کو وہ کبھی پڑھ ہی نہیں پائی تھی۔

"ہاں، حالہ... میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہی رشتے، جنہیں میں نے بچپن سے اپنی آنکھوں کے سامنے ٹوٹتے دیکھا، ہمارے درمیان بھی آ جائیں۔"

زاویار کے الفاظ میں ایک عجیب سی بے بسی تھی، ایک ایسا درد جو ہمیشہ سے اس کے اندر دبا ہوا تھا مگر آج پہلی بار لفظوں کی شکل میں باہر آ رہا تھا۔ حالہ خاموشی سے بس اسے دیکھتی رہی۔ "میں نے بچپن سے اپنے ماں باپ کی لڑائیاں دیکھی ہیں، ان کے درمیان بڑھتی دوریاں، ان کی جدائی... میں نہیں چاہتا کہ میرے بچے بھی وہی چیزیں دیکھیں، وہی خوف محسوس

کریں۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ شادی کے نام سے ہی ڈرنے لگیں، جیسے میں ہمیشہ ڈرتا رہا..."

اس کی آواز ایک پل کے لیے ٹوٹ گئی، مگر وہ خود کو سنبھال کر بولتا چلا گیا۔

"حالہ، میں اس رشتے کو خوبصورت بناؤں گا، ایسا نہیں کہ ہم صرف ساتھ رہیں مگر دلوں میں فاصلے ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم ایک دوسرے کا سکون بنیں، نہ کہ ایک اور اذیت۔ میں نہیں چاہتا کہ ہمارے بچے بھی وہی تلخ حقیقتیں جھیلیں جو میں نے جھیلی ہیں..."

حالہ نے پہلی بار زاویار کی آنکھوں میں نمی دیکھی تھی۔ وہی زاویار جو ہمیشہ مضبوط، بے خوف اور بے پرواہ لگتا تھا، آج بالکل الگ دکھائی دے رہا تھا۔ جیسے آج وہ اپنے اندر کے سب سے گہرے زخم اس کے سامنے رکھ رہا ہو،

وہ زخم جو وہ سالوں سے اپنے اندر پال رہا تھا، اپنی روح میں چھپا کر جیتا آرہا تھا۔

حالہ نے ایک لمحے کے لیے گہری سانس لی، جیسے وہ اس لمحے کی شدت کو اپنے اندر اتارنا چاہتی ہو۔ وہ جانتی تھی کہ آج کے بعد زاویار وہی نہیں رہے گا جو وہ پہلے تھا، اور شاید وہ خود بھی نہیں رہے گی...

"ہم لڑا کریں گے، حالہ... لیکن ایک دوسرے کو تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ منا لیں گے، مگر اس رشتے کو اس مقام تک کبھی نہیں لے جائیں گے جہاں سے واپسی ممکن نہ ہو..."

زاویار کے لہجے میں یقین تھا، ایک مضبوط وعدہ۔ حالہ خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی، سب کچھ بدل رہا تھا۔ ہر چیز ٹھیک ہو رہی تھی۔ اس کے دل میں ایک عجیب سی خوشی تھی، ایک ایسا سکون جو شاید اس نے کبھی محسوس

نہیں کیا تھا۔ اس نے زاویار کو حاصل کر لیا تھا، اور یہ احساس اسے کسی خواب جیسا لگ رہا تھا۔ وہ خوش تھی، بے حد خوش۔ اور آج، پہلی بار، اس نے زاویار کی آنکھوں میں بھی ویسی ہی نمی دیکھی تھی جیسی اس کی اپنی آنکھوں میں تھی۔ وہی زاویار، جو ہمیشہ سخت اور بے نیاز لگتا تھا، آج اس کے سامنے مکمل طور پر کھل چکا تھا۔ "یعنی اب ہمارے درمیان ساری نفرت ختم؟" وہ مدھم مسکراہٹ کے ساتھ بولی، آنکھوں میں چمک لیے۔ ایک آنسو خاموشی سے اس کی آنکھ سے ٹوٹ کر گرا، جسے زاویار نے نرمی سے اپنی انگلی سے صاف کر دیا۔

"ہمیشہ کے لیے ختم..." زاویار کی آواز میں ایک سکون تھا

"پتا ہے، پہلے مجھے تم بالکل پسند نہیں تھیں۔ بدتمیز، مغرور لگتی تھیں، اس لیے ناپسند تھیں۔ اور میرے ٹائپ کی تو بالکل بھی نہیں لگتی تھیں..."

زاویار نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا، جیسے وہ خود بھی اپنے پرانے خیالات پر حیران ہو۔

حالہ نے بھنویں چڑھائیں، جیسے اس کی بات پر غصہ آنے لگا ہو، مگر پھر زاویار کی آنکھوں میں موجود خلوص دیکھ کر خاموش ہو گئی۔

"مگر سچ بتاؤں؟ شاید مجھے ہمیشہ سے اپنی زندگی میں تم جیسی لائف پارٹنر کی ضرورت تھی، جو مجھ سے بالکل الگ ہو۔ میں زیادہ سمجھدار، تو تم... تم تھوڑی زیادہ بے وقوف!" وہ ہلکا سا ہنسا۔ حالہ نے اسے گھورا، مگر اس کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تمہیں پتا ہے، مجھے تم کب اچھی لگنے لگیں؟" زاویار نے نرمی سے پوچھا، جیسے اس لمحے کو محسوس کر رہا ہو۔ "جب میں نے دیکھا کہ میں جس ماہا سے شادی کرنے جا رہا تھا، جسے میں اپنے جیسا سمجھدار سمجھتا تھا، وہ ایک اچھی

لڑکی نہیں تھی۔اور جب میں نے تمہیں دیکھا... تو تم صرف میرے لیے خود کو بدل رہی تھیں۔اپنی ہر وہ عادت، جو مجھے تم میں ناپسند تھی، اسے چھوڑنے کی کوشش کر رہی تھیں... صرف میرے لیے۔"

حالہ نے نظریں جھکا لیں، دل کی دھڑکن جیسے تیز ہونے لگی ہو۔

"پھر میں کیوں کسی ماہا جیسی لڑکی کے پیچھے بھاگتا، جب تم میرے پاس ہو؟ جو صرف میرے لیے خود کے اندر وہ ہر خامی ختم کر چکی ہو، جو مجھے ناپسند تھی؟"زاویار کی آواز میں گہرا یقین تھا۔

وہ لمحہ، وہ الفاظ... سب کچھ جیسے ٹھیک ہو رہا تھا۔

"شاید خدا نے تمہیں میرے لیے اور مجھے تمہارے لیے بہترین انتخاب بنایا ہے... بے شک، وہ غلط نہیں کرتا، جو کرتا ہے، بہتر ہی کرتا ہے۔ دیکھو

ناں... ہمارے بیچ کبھی کتنی نفرت تھی، اور اب... اب سب ٹھیک ہو رہا ہے..." زاویار نے آہستہ سے کہا۔

حالہ کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی، دل ایک انجان سے سکون میں ڈوبنے لگا۔ شاید واقعی... سب کچھ ٹھیک ہو رہا تھا۔

اس نے زاویار کی بات سنی تو دل میں ایک عجیب سا احساس ابھرا۔ کبھی وہی شخص، جسے وہ اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتی تھی، آج اس کے دل کے سب سے قریب تھا۔ زندگی کتنا غیر متوقع موڑ لے سکتی ہے، یہ سوچ کر ہی وہ مسکرا دی۔

"کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ تم میرے لیے اتنا کہو گے..." اس نے دھیرے سے کہا، نظریں زاویار کی آنکھوں میں ڈالے، جیسے اس کے الفاظ کا یقین کرنا چاہ رہی ہو۔

"اور میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ تمہیں کھونے کا خوف مجھے اتنا بے بس کر دے گا۔" زاویار نے سنجیدگی سے کہا، اس کی نظریں حالہ کی آنکھوں میں جمی رہیں۔

حالہ نے سر جھکا لیا، دل بے ترتیب دھڑکنے لگا۔ کچھ پل کے لیے خاموشی چھا گئی، مگر وہ خاموشی عجیب نہیں تھی، وہ دلوں کے بیچ ایک ان کہی گفتگو تھی۔

"پہلے تو تم مجھ سے ہر وقت الجھتے تھے، میری ہر بات پر طنز کرتے تھے... اور آج؟ آج تم کہہ رہے ہو کہ میں تمہارے لیے بہترین انتخاب ہوں؟" وہ شرارت سے مسکرائی، جیسے وہ اس لمحے کو مزید محسوس کرنا چاہتی ہو۔

زاویار نے گہری سانس لی اور دھیرے سے مسکرا دیا۔ "ہاں، شاید میں ہمیشہ سے تمہیں سمجھنے میں دیر کر گیا تھا۔ پر اب، میں اور دیر نہیں کرنا چاہتا۔"

حالہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا، وہی زاویار جو ہمیشہ مضبوط نظر آتا تھا، آج اس کے سامنے کھل کر اپنی دل کی بات کر رہا تھا۔ یہ لمحہ کتنا قیمتی تھا...

"تو پھر؟ ہم اب ہمیشہ ایک ساتھ ہیں؟" حالہ نے نرمی سے پوچھا، جیسے وہ اس کی تصدیق چاہتی ہو۔ زاویار نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا، "ہمیشہ، حالہ... ہمیشہ کے لیے۔"

یہ سنتے ہی حالہ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے، مگر یہ آنسو خوشی کے تھے، مکمل ہونے کے تھے۔ یہ لمحہ، یہ جذبات... سب کچھ جیسے کسی خوبصورت خواب کی طرح لگ رہا تھا، مگر یہ خواب نہیں تھا، یہ حقیقت تھی۔

پھر زاویار نے حالہ کے سامنے ایک ڈبہ آگے بڑھایا۔ وہ جو اپنی ہی سوچوں میں گم بیٹھی تھی، چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"یہ کیا ہے؟" حالہ نے حیرانی سے زاویار کے ہاتھ میں موجود ڈبے کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

زاویار نے ایک بے نیاز سی مسکراہٹ کے ساتھ ڈبہ اس کی طرف بڑھایا۔

"خود دیکھ لو۔"

حالہ نے پہلے تو شک بھری نظروں سے اسے دیکھا، پھر آہستہ آہستہ ڈبہ کھولنے لگی۔ جیسے ہی ڈھکن ہٹا، اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"موبائل؟!"

وہ خوشی اور حیرانی کے بیچ جھولتی، زاویار کی طرف مڑی۔ "یہ میرے لیے ہے؟"

"نہیں، میرے پڑوسی کے لیے۔ غلطی سے تمہیں دے دیا۔" زاویار نے سنجیدگی سے کہا۔۔۔اب وہ جانتا تھا کہ حالہ کے سوالات دوبارہ سے شروع ہونے والے ہیں۔

حالہ نے گھور کر اسے دیکھا۔ "مگر کیوں؟"

"کیونکہ میں نے سوچا کہ تمہارا پرانا موبائل شاید زیادہ ہی وفادار ہو گیا ہے، اور ہر وقت Hang ہو کر تمہیں زیادہ وقت دے رہا ہے"

"مگر تمہیں کیسے پتا چلا کہ میرا موبائل Hang ہوتا ہے؟"

"کیونکہ تم روز دو بار 'افف، مر جا، چل جا، نالائق فون' کہتی ہو۔" زاویار نے کندھے اچکائے۔

حالہ نے ہنسی دبانے کی کوشش کی، مگر پھر بولی، "مگر تم نے یہ میرے لیے خریدا کیوں؟"

زاویار نے ایک لمحے کے لیے سنجیدگی اختیار کی، پھر جھنجھلا کر بولا، "حالہ، خدارا! ڈبہ کھول کر دیکھ بھی لیا، خوش بھی ہو گئیں، سوالات کا امتحان کب ختم ہو گا؟"

حالہ نے شرارت سے مسکرا کر موبائل اٹھایا اور چمکدار آنکھوں سے زاویار کو دیکھا۔

"اچھا ٹھیک ہے، بس آخری سوال۔۔۔اس کے پیسے تو میرے سے نہیں لو گے نا؟"

زاویار نے ایک جھٹکے سے اس کی طرف دیکھا، جیسے اسے یقین نہ آیا ہو کہ یہ سوال پوچھا گیا ہے۔ "حالہ! میں تم سے اس کے پیسے کیوں لوں گا؟ یہ گفٹ ہے!"

حالہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ زاویار نے ہار مان کر ہنسی میں اس کا ساتھ دیا۔ پھر حالہ نے مسکراتے ہوئے موبائل دیکھا اور پھر زاویار کی طرف دیکھ کر نرم لہجے میں بولی، "شکریہ۔"

زاویار نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ سر جھکا دیا "بس، اب تو شکریہ ادا کر دیا، امید ہے مزید سوالات نہیں آئیں گے؟"

حالہ نے آنکھیں گھما کر موبائل کی طرف دیکھا، جیسے سوچ رہی ہو کہ اور کچھ پوچھنا ہے یا نہیں، پھر مسکرا دی، "فی الحال نہیں!"

زاویار نے گہرا سانس لیا پھر سر جھٹک کر ہنس دیا۔ حالہ بھی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"اپنا پرانا فون دکھانا ذرا..." کچھ لمحے بعد زاویار نے کہا تو حالہ نے حیرت

سے اُسے دیکھا

"کیوں؟" اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی اور شاید اب یہ

مسکراہٹ کبھی اس کے چہرے سے جانے والی نہیں تھی

"ویسے ہی کچھ دیکھنا تھا..."

"اوکے..." حالہ نے کندھے اُچکائے اور ٹیبل پر رکھا فون اُٹھا کر زاویار

کے ہاتھ میں دے دیا

زاویار نے فون نرمی سے اس کے ہاتھ سے لیا" پاسورڈ؟"

حالہ جو اپنا نیا فون چیک کر رہی تھی، اُس کی آواز پر نظریں اُٹھائیں، پھر

آہستہ سے مسکرائی

"زاویار"

اس کی آواز میں عجیب سا سکون تھا زاویار کی پلکیں لرزیں

"میرے نام سے؟ کب رکھا؟"

"تب... جب ہم ائیر پورٹ پر تھے"

"ائیر پورٹ پر؟"

"ہاں... کیونکہ اُس وقت میرا سب کچھ تم ہی بن گئے تھے... میں پاکستان میں سب کچھ چھوڑ کر صرف تمہارے ساتھ آ رہی تھی... ماں باپ نے بھی ساتھ چھوڑ دیا تھا... پھر تمہارے علاوہ میرا کون تھا؟ تب ہی میں نے ہر چیز تمہارے نام کر دی... دل بھی... زندگی بھی..."

وہ نرمی سے بول رہی تھی جیسے کوئی بھولا ہوا لمحہ دہرا رہی ہو زاویار کچھ لمحے خاموشی سے اسے دیکھتا رہا، پھر اُس نے فون کھولا، انگلیاں آرام سے چل رہی تھیں

حالہ اُسے دیکھ رہی تھی، نظریں اُس کے ہاتھوں پر تھیں زاویار سیدھا کانٹیکٹس میں گیا

حالہ کو تھوڑی حیرت ہوئی، مگر وہ کچھ بولی نہیں وہ تیزی سے اسکرول کرتا رہا، پھر رک گیا اُس کا چہرہ ساڑ سا گیا" یہ کیا ہے حالہ ؟"

حالہ نے اُسے چونک کر دیکھا" کیا ہوا؟"

"ابھی تک میرا نمبر 'سر زاویار' کے نام سے ہے؟ اب تو میرا نام بدل دو یار۔۔۔"

اُس کی انکھوں میں خفگی چھپی تھی حالہ کی ہنسی چھوٹ گئ

"اوہ... سوری یار... رہ گیا ہو گا بدلنا"

"تم نے میرا اتنا رسمی سا نام رکھا ہے اور میں؟ میں نے تو تمہارا اتنا پیارا نام رکھا ہے..."

"اچھا؟ کیا رکھا ہے؟"

"مسز زاویار"

وہ فخر سے بولا حالہ کی ہنسی تھم گئی، ہلکی سی شرمندگی بھی چھلکنے لگی

"اچھا اچھا... ابھی چینج کرتی ہوں... بتاؤ کیا رکھوں؟"

"کوئی اچھا سا رکھو، جیسں ——"

"جیسے میری جان؟"

وہ شرما کر ہنسی دباتے ہوئے بولی زاویار نے فوراً ناک چڑھایا

"نہیں نہیں یار، یہ سب فلمی نام مت رکھنا... مطلب اتنے میٹھے بھی نہیں اب!... ایسے نام مجھے نہیں پسند... مطلب اس طرح کے نام کیوں رکھتے ہیں لوگ..."

وہ جانتی تھی زاویار کی نیچر کو اس لیے جان بوجھ کر کہا تھا... اور اب وہ خود ہی ہنس رہی تھی

"اوکے... تم بتاؤ پھر؟"

"بس... جو دل کرے رکھ لو... لیکن سر زاویار تو نہ ہو!"

حالہ نے نرمی سے فون واپس لیا اسکرین پر انگلی رکھی اور کانٹیکٹس کھولے

زاویار اُسے بغور دیکھ رہا تھا "تو اب کیا نام رکھ رہی ہو میرا؟"

اُس نے بھنویں اُچکا کر پوچھا "پہلے بتاؤ، 'دل کا چین' رکھ دوں؟"

حالہ نے دانتوں میں ہنسی دباتے ہوئے پوچھا

"اُف حالہ... پلیز رحم کرو"

وہ جھنجھلا کر بولا حالہ ہنس دی

"دیکھو، کچھ نارمل سا ہو... لیکن تھوڑا خاص ہو..."

حالہ نے چند لمحے سوچا پھر آہستہ سے فون کی بورڈ پر کچھ ٹائپ کیا زاویار گردن اونچی کر کے جھانکنے لگا

"کیا لکھا؟ دکھاؤ نا..."

"نہیں..."

حالہ نے اسکرین اپنے سینے سے لگا لی

"سرپرائز ہے"

زاویار نے جھپٹا مارنے کی کوشش کی مگر حالہ پیچھے ہٹ گئی

اس نے زاویار کی نظروں سے بچتے ہوئے فون میں اُس کا نام ٹائپ کیا وہ بار بار جھانکنے کی کوشش کر رہا تھا مگر حالہ ہر بار فون دائیں بائیں کر لیتی

"حالہ خدا کا واسطہ ہے دکھا دو..." زاویار نے تنگ آ کر کہا

"صبر... ہو گیا... اب دیکھو"

اُس نے فون اُس کی طرف بڑھایا زاویار نے فوراً نظر دوڑائی اور اگلے ہی پل

اُسے جیسے ہنسی آگئی

"واقعی؟ یہ نام رکھا ہے تم نے؟"

فون کی اسکرین پر لکھا تھا

"Zee"

"zee؟" زاویار نے دہرایا

"یہ کیا ہے؟"

"بس... میٹھا سا ہے... چھوٹا سا... صرف میرا Zee"

حالہ نے شرارت سے جواب دیا زاویار نے آنکھیں تنگ کیں

"مجھے لگا تم کچھ emotional لکھو گی... کوئی deep سا نام ہو گا... یہ

بچوں والا نام ہے تم نے تو مجھے بچہ بنا دیا ہے۔۔۔"

"اوہ تو دل کی گہرائیوں میں اُترنے کا شوق ہے؟ ٹھیک ہے، اگلا نام رکھتی

ہوں... 'Zehar'"

حالہ نے ناک چڑھا کر کہا

"نہیں نہیں، Zee ٹھیک ہے! بہت خوبصورت نام ہے... سننے میں بھی

کیوٹ لگتا ہے"

زاویار نے فوراً سر ہلایا جیسے اپنی جان بچائی ہو

"اور ویسے بھی..." حالہ نے آہستہ سے کہا

"زی تو بس میرے لیے ہو... باقی سب کے لیے تم زاویار ہی رہو گے"

زاویار نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اُس کی بات دہرائی

"اور تم میرے لیے صرف حالہ نہیں ہو... میری پوری دنیا ہو"

حالہ نے نظریں چرائیں، جیسے دل کی دھڑکن اس ایک جملے سے بے ترتیب ہو گئی ہو

زاویار نے آہستہ سے اُس کی ٹھوڑی پکڑ کر چہرہ اپنی طرف موڑا

"جب جب تم مجھے Zee کہو گی نا... لگتا ہے جیسے میری ساری سختیاں، ساری تلخیاں صرف تمہارے ایک لفظ میں پگھل جایا کریں گیں"

حالہ نے نظریں اٹھا کر اُسے دیکھا، اور بس ایک خاموش مسکراہٹ میں ساری بات کہہ دی۔

بارش زوروں پر تھی، بادل شدت سے گرج رہے تھے۔ اگرچہ ابھی دوپہر کا وقت تھا، مگر کالے بادلوں نے آسمان کو اس قدر ڈھانپ رکھا تھا

کہ باہر ہلکی سی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ حالہ باورچی خانے میں کھڑی تھی، سلیقے سے بالوں کا جوڑا بنائے، سیاہ رنگ کی قمیض پہنے، خاموشی سے کھانے کی تیاری میں مصروف تھی۔ وہ آہستہ آہستہ کھانا پکانے میں مہارت حاصل کر رہی تھی، اور اس وقت بھی جانے کون سا پاستا بنا رہی تھی، جس کی خوشبو پورے کچن میں پھیلی ہوئی تھی۔

زاویار کمرے میں بیٹھا تھا، دونوں پیر بستر پر رکھے، گود میں لیپ ٹاپ رکھ کر کسی ضروری دفتری کام میں مصروف تھا۔ لیکن جیسے ہی اس کی نظر کھڑکی کے پار تیز بارش پر پڑی، اس نے ایک لمحے کے لیے رک کر باہر دیکھا۔ بارش تیز ہو چکی تھی، بادل مسلسل گرج رہے تھے۔ زاویار نے لیپ ٹاپ ایک طرف رکھا، اور بستر سے اٹھ کر کمرے سے باہر نکل آیا۔

کچن میں جاتے ہی اس کی نظر حالہ پر پڑی، جو مکمل دھیان سے کھانے کی تیاری میں لگی ہوئی تھی۔اس کے چہرے پر سکون تھا، جیسے وہ بارش کی آواز سے لطف اندوز ہو رہی ہو۔زاویار کی نظریں اس پر ٹھہر گئیں۔وہ خاموشی سے آگے بڑھا اور کچن میں داخل ہو گیا۔

"کیا بنا رہی ہو اتنی دیر سے ؟" زاویار نے بے ساختہ پوچھا۔

"پاسٹا..." حالہ نے بغیر اس کی طرف دیکھے جواب دیا، جیسے اگر وہ ایک لمحے کو بھی دھیان بٹائے گی تو پاسٹا جل جائے گا۔زاویار خاموشی سے اس کے قریب آیا، ہلکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر ابھری۔

"یہ واقعی پاسٹا ہے ؟" اس نے قدرے مشکوک انداز میں برتن میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔اس کے چہرے پر شرارت بھری ہنسی تھی کیونکہ

برتن میں موجود چیز پاستا سے زیادہ کھچڑی لگ رہی تھی —— نرم ٹوٹا ہوا،

عجیب سا بکھرا ہوا۔

حالہ نے غصے سے تیوری چڑھائی اور برا سا منہ بناتے ہوئے اسے گھورا۔

"شکل مت دیکھو، ذائقہ دیکھو!" وہ تیور چڑھا کر بولی اور دوبارہ اپنے کام

میں مصروف ہو گئی۔

زاویار نے ہلکا سا قہقہہ دبایا اور مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا

"پھر حالہ نے پلیٹ نکالی اور آہستہ سے پاستا اس میں ڈالا۔ جب وہ پوری

طرح مڑی اور پلیٹ زاویار کے آگے کی، تو زاویار نے ایک نظر پاستا پر ڈالی،

پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا

"مگر میں ڈائیٹنگ کر رہا ہوں، مس حالہ... شاید آپ بھول گئی ہیں؟"

حالہ نے بے زاری سے آنکھیں گھمائیں۔ "اف... ایک تو تم اور تمہاری ڈائیٹنگ! اتنا کیا ضروری ہے ڈائیٹنگ کرنا؟"

"بہت ضروری ہے، ہیلتھ کے لیے۔" زاویار نے سنجیدگی سے جواب دیا اور ایک بار پھر پاسٹا کو مشکوک نظروں سے دیکھا۔

"ویسے اتنا بھی صحت کا دیوانہ نہیں ہونا چاہیے..." حالہ نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "خیر، پلیز کھالو نا، یار! اتنی محنت سے بنایا ہے۔"

"نہیں کھا سکتا، ڈائیٹنگ کر رہا ہوں۔"

"یار، پلیز کھالو! کچھ نہیں ہو گا۔"

"بہت کچھ ہو گا، میں ایسے ڈائیٹنگ نہیں توڑ سکتا۔"

"میری خاطر، پلیز!" حالہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا، آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی۔ زاویار نے پہلے اس کی آنکھوں میں جھانکا، پھر ہلکا سا مسکرا دیا۔

"اوکے..."

یہ کہہ کر اس نے ایک چمچ پاسٹا اٹھایا اور منہ میں ڈال لیا۔ حیرت انگیز طور پر، جتنی اس کی شکل خراب تھی، ذائقہ اس سے کہیں زیادہ بہتر تھا۔ حالہ مسکراتے ہوئے زاویار کی طرف دیکھ رہی تھی، جیسے اس کی جیت ہو گئی ہو۔

"نوٹ بیڈ..." زاویار نے مختصر سا تبصرہ کیا۔

حالہ کا منہ بن گیا۔ "نوٹ بیڈ؟ میں نے تمہارے لیے اتنے پیار سے بنایا اور تم صرف 'نوٹ بیڈ' کہہ رہے ہو؟"

زاویار ہنسا۔ "ہاں... مطلب اگر شکل اچھی ہوتی تو——"

جیسے ہی زاویار نے "نوٹ بیڈ" کہا، حالہ کا موڈ فوراً خراب ہو گیا۔ اس نے جھٹ سے زاویار کے ہاتھ سے پاسٹا کی پلیٹ لے لی۔

"تمہیں کھانے کی ضرورت ہی نہیں، جاؤ جا کر اپنی ڈائیٹنگ کرو!" وہ غصے سے بولی اور پلیٹ ہاتھ میں پکڑے چولہے کی طرف مڑ گئی۔

مگر زاویار نے فوراً اُس کا بازو پکڑا اور نرمی سے اسے اپنی طرف موڑ لیا۔ پھر آہستہ سے اس کے ہاتھ سے پلیٹ لے لی اور مسکراہٹ کے ساتھ بولا

"ایسے تو نہیں چھوڑوں گا پاسٹا! اب میری بیوی نے اتنے پیار سے بنایا ہے، تو اس کا دل توڑ دوں؟ اب تو ڈائیٹنگ بھی ٹوٹ گئی۔"

وہ افسوس کا اظہار کرتے ہوئے سر جھٹکنے لگا، جیسے واقعی کسی بڑے اصول سے سمجھوتہ کرلیا ہو۔ پھر پلیٹ لے کر کچن سے باہر نکل آیا اور ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ گیا۔

حالہ وہیں کھڑی اسے دیکھتی رہی پھر گہری سانس لے کر خود بھی باہر آگئی، دل میں مسکراہٹ دبائے۔

اس نے بازو باندھ کر زاویار کو گھورا، جو مزے سے پاسٹا کھانے میں مصروف تھا۔ وہ خاموشی سے کھا رہا تھا۔

"ہاں تو؟ کیسا لگا؟" وہ آخر کار بولی۔

زاویار نے ایک لمحے کے لیے چمچ روکا، گہری سانس لی، اور سنجیدگی سے سر ہلایا۔ "ہمم..."

"ہمم کیا؟" چہرے پر ضد بھری توقع تھی اور بھنویں تن گئیں۔

"ہمم... مطلب سوچ رہا ہوں کہ..." وہ جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ کر مسکرایا، چمچ

منہ میں ڈال کر پاستا مزے سے چبانے لگا۔ حالہ کی برداشت جواب دے گئی۔ وہ تیزی سے آگے بڑھی اور زاویار کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولی،

"زاویار! سیدھی طرح بولو! کیسا بنا ہے؟"

زاویار نے جان بوجھ کر سنجیدہ سا چہرہ بنایا، جیسے کوئی بہت بڑا فیصلہ کرنے جا رہا ہو۔ "دیکھو، میں سچ بولوں گا تو تمہیں برا لگے گا، اور اگر جھوٹ بولا تو میرا ضمیر..."

"اُف خدا! بس بولو!" حالہ جھنجلا گئی۔

زاویار نے ہنسی دبائی، پھر مسکرا کر بولا "پہلی بار کے حساب سے... ناقابلِ یقین حد تک بہتر ہے!"

حالہ کا چہرہ خوشی سے کھل گیا، مگر زاویار نے فوراً ایک اور جملہ جوڑ دیا "بس اگلی بار کوشش کرنا کہ پاستا واقعی پاستا لگے، کھچڑی نہیں!"

حالہ کی آنکھیں پھیلیں

زاویار نے ایک نظر اسے دیکھا پھر ہلکا سا مسکرا۔ "اچھا مذاق کر رہا تھا! قسم سے بہت مزے کا ہے!"

زاویار نے آخری چمچ بھی کھایا اور پاستا کی پلیٹ ایک طرف رکھی۔

"چلو، اب روز ایسے ہی کچھ نہ کچھ بناتی رہا کرو۔"

"ہاں، تاکہ تم روز ایسے ہی مذاق اُڑاتے رہو؟ بھول جاؤ!" حالہ نے مصنوعی ناراضی سے کہا۔

زاویار نے ہنستے ہوئے سر جھکا کر مسکرا دیا، اس کے گال میں ہلکا سا گڑھا پڑا، جس پر حالہ کی نظر ٹھہر گئی۔ دل میں بے اختیار ایک نرم سا احساس جاگا، مگر وہ فوراً سنبھل گئی۔

"چلو، اب کچن سمیٹنے میں مدد کرو!" اس نے ہاتھ باندھ کر حکم دیا۔

زاویار نے حیرت سے اسے دیکھا، "مدد؟ میں؟"

"ہاں، اور کون؟"

زاویار نے لمبی سانس لی، جیسے بہت بڑا امتحان سر پر آ گیا ہو۔ "اچھا چلو، تمہارے ہاتھ کا پاستا کھا لیا، اب سزا بھی بھگت لیتا ہوں!"

حالہ نے زور سے ہنسی اور زاویار بھی ہنس دیا۔ وہ دونوں ساتھ کچن کی طرف بڑھے، ایک دوسرے کے ساتھ، ہنستے مسکراتے، جیسے سب کچھ لمحہ بھر کے لیے مکمل ہو گیا ہو۔

جب اپارٹمنٹ کی گھنٹی بجی، تو حالہ نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ اس وقت اتنی تیز بارش میں کون آسکتا ہے؟ ماتھے پر شکنیں ڈالے، وہ دروازے تک پہنچی اور جیسے ہی دستہ گھمایا، وہ اپنی جگہ ساکت رہ گئی۔

"کون ہے؟" زاویار کی آواز پیچھے سے ابھری، مگر حالہ کے ہونٹ سل چکے تھے۔

دروازے کے پار، بھیگی ہوئی، زرد پڑے چہرے کے ساتھ، ماہا کھڑی تھی۔ کھلے بال پانی میں بھیگ کر چپک گئے تھے، اور آنکھوں سے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے، جیسے وہ اندر سے مکمل ٹوٹ چکی ہو۔

"حالہ... حالہ، پلیز، مجھے اندر آنے دو۔"

ماہا کی کپکپاتی آواز سن کر زاویار نے حیرانی سے سر اٹھایا، اور دروازے کی طرف دیکھا۔ مگر وہ حیران نہیں ہوا، جیسے اسے معلوم تھا کہ یہ لمحہ کبھی نہ کبھی آنا تھا۔

حالہ کی نظریں ایک پل کو زاویار کی جانب گئیں، پھر اس نے قدم پیچھے ہٹایا، راستہ چھوڑ دیا۔ ماہا کسی ٹوٹی ہوئی شے کی طرح اندر داخل ہوئی، اس کے بھیگے قدموں کے نشان فرش پر ثبت ہو رہے تھے۔ زاویار نے گہری نظروں سے اسے دیکھا، مگر خاموش رہا۔

ماہا کی آنکھوں میں التجا تھی۔

حالہ نے اس کی حالت دیکھی۔ وہ صرف بھیگی ہوئی نہیں تھی، وہ اندر سے خالی ہو چکی تھی۔ وہ وجود جو کبھی غرور میں ڈوبا ہوتا تھا، آج ایک لاچار مسافر کی مانند کھڑا تھا، کسی پناہ کی تلاش میں۔

"تم یہاں کیوں آئی ہو، ماہا؟" زاویار کی آواز گونجی، مگر وہ سخت نہیں تھی، صرف سرد تھی۔

ماہا کی آنکھوں سے ایک اور آنسو ٹوٹ کر گرا۔ ہونٹ کانپے، مگر وہ الفاظ ادا نہ کر سکی۔ بس، حالہ اور زاویار کے چہروں کو دیکھتی رہی، جیسے کسی امید کی تلاش میں ہو...

حالہ وہیں دروازے کے قریب کھڑی تھی، ساکت، جیسے کسی ان دیکھی مصیبت کی آہٹ سن چکی ہو۔ نظریں کبھی ماہا پر جاتیں، کبھی زاویار پر۔ وہ یہاں کیوں آئی تھی؟

ماہا نے بمشکل اپنے آنسو ضبط کیے اور کانپتی آواز میں بولی، "میں... میں اتنے دن نہیں آئی کیونکہ... کیونکہ میں نے جو کیا، اس کے بعد تم سے نظریں نہیں ملا سکتی تھی۔ میں کمرے میں قید ہو کر روئی، چیخی، مگر خود کو سنبھال

نہیں سکی۔ میرا بھائی مجھ سے پوچھتا تھا کہ کیا ہوا، مگر میں کچھ کہہ نہیں پاتی تھی۔ میں اذیت سے گزر رہی ہوں، زاویار... میں صرف اپنے کیے کی معافی مانگنے آئی ہوں۔" زاویار نے پل بھر کو آنکھیں موندیں، مگر اس کے چہرے کے تاثرات میں کوئی نرمی نہیں آئی۔

"چلی جاؤ، ماہا۔" اس نے سختی سے کہا، بغیر اس کی طرف دیکھے۔

ماہا نے پیچھے کھڑی حالہ کو دیکھا، جو اب بھی دروازے کے قریب خاموش کھڑی تھی، جیسے وہ خود کو کسی اور ہی دنیا میں محسوس کر رہی ہو۔

"حالہ... تم... تم اسے کہو نا کہ مجھ سے بات کرے، مجھے معاف کرے۔" وہ تقریباً فریاد کرنے کے انداز میں بولی، پھر زاویار کی طرف دیکھا۔

حالہ نے کوئی جواب نہیں دیا، بس اپنے ہاتھوں کی انگلیاں مروڑنے لگی۔

"زاویار... پلیز... پلیز، بس ایک بار میری بات سن لو۔ مجھے معاف کر دو۔ میں نے سب... سب تمہاری محبت کی وجہ سے کیا تھا، مگر مجھے میرے کیے کی سزا مل رہی ہے۔ میں بہت زیادہ غلط تھی، شاید بہت بری بھی، مگر تم نے..."

"اوکے، میں نے تمہیں معاف کیا، ماہا۔" زاویار نے بے تاثر لہجے میں کہا، جیسے کسی بوجھ سے آزاد ہو رہا ہو۔ "اب جاؤ یہاں سے، اور دوبارہ مت آنا۔"

ماہا کی آنکھوں میں بے یقینی پھیل گئی۔ وہ مسلسل رو رہی تھی، اس نے ایک آخری امید کے ساتھ دوبارہ حالہ کو دیکھا، مگر اس کی آنکھوں میں صرف خاموشی تھی۔

"حالہ تم... تم کم از کم اسے کہو کہ ایک بار نظریں اٹھا کر مجھے دیکھ لے۔۔۔

اور کیا تم... تم مجھے معاف نہیں کرو گی؟"

حالہ کے لبوں پر ہلکی سی تلخ مسکراہٹ ابھری۔ "ماہا... وہ اب صرف میرا ہے، اور میں کبھی اسے یہ نہیں کہوں گی کہ تمہیں ایک پل کے لیے بھی دیکھے۔ اور جہاں تک معاف کرنے کی بات ہے... میں تمہیں کبھی معاف نہیں کر سکتی، نہ تمہیں دوبارہ دیکھنا چاہتی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ پلٹی اور اپنے کمرے میں چلی گئی، دروازہ زور سے بند کرتے ہوئے۔

زاویار بھی ایک پل کے لیے خاموش کھڑا رہا، مگر اس نے ایک بار بھی ماہا کی طرف نہیں دیکھا۔

ماہا تڑپ رہی تھی، بس ایک نظر کے لیے، مگر زاویار کے لیے اب اس کی موجودگی بے معنی تھی۔ "تم جا سکتی ہو۔" اس نے آخری جملہ بولا اور کمرے کی طرف بڑھ گیا، جیسے وہاں کوئی تھا ہی نہیں۔

ماہا وہیں کھڑی رہی، روتی رہی، انہیں آوازیں دیتی رہی، مگر اب کوئی بھی پلٹ کر دیکھنے والا نہیں تھا۔ کچھ دیر بعد، جب اسے یقین ہو گیا کہ اب کچھ بدلنے والا نہیں، تو وہ بھی پلٹ گئی۔

وہ دونوں کمرے میں خاموش بیٹھے تھے۔ زاویار صوفے پر تھا اور حالہ بیڈ کے کونے پر۔ جب اپارٹمنٹ کا دروازہ بند ہونے کی آواز آئی، تو انہیں سمجھ آ گیا کہ ماہا جا چکی ہے۔

زاویار نے نظریں جھکائی ہوئی تھیں، مگر وہ پر سکون لگ رہا تھا، جیسے کسی بوجھ سے آزاد ہو چکا ہو۔ مگر حالہ کے چہرے پر وہ سکون نہیں تھا۔ وہ

مسلسل اسے دیکھ رہی تھی، جیسے اس کی خاموشی کو سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔

چند لمحے یونہی گزر گئے، پھر وہ آہستہ سے اٹھی اور زاویار کے پاس آکر بیٹھی۔ اس نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا، مگر زاویار نے اب بھی نظریں نہیں اٹھائیں

"کیا ہوا؟"

حالہ نے نرم لہجے میں پوچھا، تو زاویار نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"ہوا تو کچھ نہیں..." وہ مدھم آواز میں بولا، پھر ایک گہری سانس لی۔

"بس یہ سوچ رہا ہوں کہ میں نے بہت غلط کر دیا، حالہ... مجھے اسے شادی کی امید دینی ہی نہیں چاہیے تھی۔"

حالہ نے اس کے چہرے پر نظریں جمائیں، جہاں پچھتاوے کے آثار نمایاں تھے۔

"میں نے تمہارے ساتھ برا کرنے کے چکر میں، جانے کتنے غلط فیصلے کر ڈالے... اسے شادی کی امید دی... اور پھر اسی امید نے اسے حسد میں اندھا کر دیا۔ اس نے تمہارے ساتھ جو کچھ کیا، وہ اسی کا نتیجہ تھا..."

زاویار کی نظریں نیچے جھک گئیں۔

"وہ میری زندگی سے جا چکی تھی... ہمیشہ کے لیے... مگر میں نے خود اسے اپنی زندگی میں واپس بلایا۔ وہ میری محبت سے آگے بڑھ چکی تھی، وہ موو ان کر رہی تھی مگر میں نے اسے روکا... میں نے اسے کہا کہ مجھ سے شادی کرو۔ پتہ نہیں میں کیا کرتا گیا، مجھے خود بھی سمجھ نہیں آئی۔"

اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا، جیسے خود کو کوس رہا ہو۔

"میں کبھی غلط نہیں تھا، ہمیشہ صحیح رہا... مگر اپنی زندگی میں یہ ایک بہت بڑی غلطی کر بیٹھا، حالہ..."

اس نے نظریں اٹھا کر حالہ کو دیکھا، آنکھوں میں بے بسی تھی۔

"تم پچھتا رہے ہو؟"

"نہیں... مجھے صرف احساس ہو رہا ہے اب... صرف اس چیز کا احساس کہ ہم انسان اپنی انا، اپنے غصے کی وجہ سے بہت کچھ کر بیٹھتے ہیں۔ مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میں ایسا شخص نہیں تھا... کسی سے بدلہ لینا یا کسی کے ساتھ غلط کرنا، میں نے کبھی نہیں سوچا تھا۔ مگر..."

وہ لمحے بھر کو رکا، جیسے الفاظ تلاش کر رہا ہو، پھر نگاہیں جھکا کر مدھم آواز میں بولا "مگر جب تم نے زارا کے بارے میں وہ باتیں کہیں تو میں واقعی

غصے میں آگیا تھا، اور میں نے... میں نے تمہیں تکلیف دینے کے لیے یہ سب کیا... جس میں ماہا کو بھی شادی کی امید دے دی۔"

اس کا لہجہ بوجھل تھا، جیسے اپنی غلطی کا وزن اب پوری شدت سے محسوس ہو رہا ہو۔

"میں اُس دوران تم سے بدلہ لینے کے بجائے تمہیں معاف بھی تو کر سکتا تھا، ہاں؟ اگر معاف نہ بھی کرتا، تو بھی کم از کم یوں انتقام کا سوچنے کے بجائے خاموشی اختیار کر لیتا... اگر میں ایسا کچھ نہ کرتا، تو آج یہ سب بھی نہ ہوتا..."

"نہیں زاویار..." حالہ کی آواز کانپ گئی۔ "تم... تم نے جو کچھ بھی کیا، وہ تمہارے غصے کی شدت کی وجہ سے کیا، اور اگر سچ کہوں تو میں نے جو کہا تھا، وہ حد سے زیادہ غلط تھا۔ اگر تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا، شاید وہ مجھے اُسی وقت

مار دیتا... کیونکہ میں نے تمہاری بہن کے بارے میں جو الفاظ استعمال کیے، وہ کسی بھی بھائی کو جلانے کے لیے کافی تھے۔ میں نے زارا کو بدُعا دی تھی، اُس کے نصیب کو کوسا تھا، مگر دیکھو... میرا اپنا نصیب برباد ہو گیا۔ میرے پاس ماں باپ تک نہیں بچے... کوئی نہیں رہا... آخر میں خود ہی اُس بدُعا کا شکار ہو گئی... تو میں تمہاری بہن کے بارے میں غلط بول کر خود کیسے سکون میں رہ سکتی تھی؟"

وہ سر جھکائے بول رہی تھی، اور زاویار بے اختیار اُس کے چہرے کو دیکھے جا رہا تھا۔ ایک تلخ مسکراہٹ اُس کے لبوں پر ابھری، جیسے وہ خود پر ہنس رہا ہو، اپنی بے وقوفی پر، اپنی بدلے کی اس آگ پر، جو سب کچھ جلا کر راکھ کر چکی تھی۔

"یہی تو، حالہ..." زاویار کی آواز میں ایک عجیب سا خالی پن تھا، جیسے وہ اپنے ہی لفظوں کے بوجھ تلے دب رہا ہو۔ "میں سب کچھ اللہ پر چھوڑ سکتا تھا، لیکن نہیں... میں نے بدلہ لینے کا سوچا، تمہیں توڑنے کا سوچا... جبکہ میں یہ بھول گیا تھا کہ خدا نے معاف کرنے کی اجازت دی ہے... بلکہ شاید معاف کرنے میں ہی اصل سکون رکھا ہے۔"

وہ دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے بولا، جیسے کسی غیر مرئی خلا میں اپنی سوچیں تلاش کر رہا ہو۔

حالہ نے گہری سانس لی، اُس کے قریب ہو کر اُسے دیکھتے ہوئے بولی،

"زاویار... ہم نے جو کچھ بھی کیا، وہ ہمارا غصہ تھا، ہماری انا تھی، اور ہماری غلطی تھی... ہم جو کر بیٹھے، وہ ہو چکا، لیکن کم از کم ہمیں اس کا احساس ہے۔ تمہیں بھی اور مجھے بھی... اور شاید یہی کافی ہے۔ مگر اب سب ٹھیک

ہو رہا ہے... ہمیں اب ساری پرانی باتوں کو بھلا دینا چاہیے... ہمیں خود کو مزید سزا نہیں دینی چاہیے..."

زاویار نے اُس کی طرف دیکھا، اُس کی آنکھوں میں سچائی تھی، ایک سچائی جو دل کو چیر کر رکھ دیتی تھی۔ لمحے بھر کو وہ خاموش رہا، اور پھر بولا۔

"حالہ، میں یہ سوچ رہا ہوں کہ میں کبھی کسی کا بُرا نہیں چاہتا، کبھی کسی کو دُکھ نہیں پہنچا سکتا، مگر میں نے..."

زاویار نے حالہ کی طرف دیکھا، نظریں کسی ان کہی اذیت میں ڈوبی ہوئیں۔

"میں نے تمہارے ساتھ غلط کرنے کا سوچا، حالہ... اور شاید یہی میری سب سے بڑی غلطی تھی۔ ہم انسان اپنی انا، اپنے غصے، اپنی ضد کے ہاتھوں یوں بکھر جاتے ہیں کہ بدلہ لینے کی آگ میں جل کر خود کو بھی راکھ کر بیٹھتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ کسی کو تکلیف دے کر، اسے توڑ کر ہم خود کو

سکون دے سکیں گے، مگر حقیقت تو یہ ہے کہ اس سب میں ہم اپنا ہی وجود کھو دیتے ہیں۔ خود کو اس حد تک بدل لیتے ہیں کہ آئینے میں اپنی ہی پہچان نہیں رہتی۔ ہمیں ویسا ہی رہنا چاہیے جیسا ہمارا اصل ہے... ہمیں بدلہ لینے کے لیے خود کو بگاڑنے کی ضرورت نہیں ہونی چاہیے، حالہ... مگر میں نے وہی کیا... میں نے خود کو بھی گنوا دیا اور تمہیں بھی تکلیف دی..."

"زاویار..." حالہ کی آواز میں التجا تھی، جیسے وہ اُس کے اندر کے طوفان کو سمجھ رہی ہو۔

"حالہ، ہم سب غلط ہیں... ہم سب اپنی اپنی جگہ غلط تھے۔ تم اپنی جگہ، ماہا اپنی جگہ، میں اپنی جگہ، زارا اپنی جگہ، شاہمیر اپنی جگہ... ہم سب غلط تھے۔"

حالہ اُسے غور سے دیکھ رہی تھی، اُس کے الفاظ اُس کے دل میں کسی خنجر کی طرح اتر رہے تھے۔

"ہم سب ہی اپنی جگہ غلط تھے، حالہ... اور شاید غلطی کی سب سے بڑی سزا یہی ہوتی ہے کہ انسان اپنی حقیقت کھو بیٹھتا ہے" زاویار کی نظریں اب حالہ پر ٹکی ہوئی تھیں، اس کی آنکھوں میں وہ سب کچھ تھا جو شاید لفظوں میں نہیں سمویا جا سکتا تھا۔

"تم غلط تھیں، کیونکہ تم وہ سب کچھ کہہ جاتی تھیں جو تمہارے دل و دماغ میں آتا، بغیر یہ سوچے کہ تمہارے لفظ کسی دوسرے کے دل پر کیا اثر ڈالیں گے۔ تم اپنی بات کہہ کر آگے بڑھ جاتی تھیں، مگر جو سننے والا ہوتا تھا، وہ اندر ہی اندر ٹوٹتا چلا جاتا تھا... اور میں؟ میں بھی غلط تھا، حالہ... کیونکہ میں وہ شخص تھا جو خود کو ہمیشہ صحیح سمجھتا رہا، میں نے کبھی یہ تسلیم ہی نہیں کیا

کہ میں بھی کسی کے ساتھ غلط کر سکتا ہوں۔ میں نے تم سے بدلہ لینے کے چکر میں نہ صرف تمہیں تکلیف دی بلکہ خود کو بھی ایک ایسا راستہ دکھا دیا جہاں سے واپسی ممکن نہیں تھی۔ اگر میں اپنے زخموں کو خود بھرنے دیتا، تو شاید ماہا کو شادی کی امید نہ دیتا، اور اگر میں ماہا کو امید نہ دیتا، تو وہ جلن میں آ کر تمہارے ساتھ اتنا بڑا کھیل نہ کھیلتی۔"

حالہ کے چہرے پر کرب کے سائے پھیل چکے تھے۔ اس کے لب تو خاموش تھے، مگر آنکھوں میں ایک عجیب سی بے چینی چھپ گئی تھی۔

زاویار نے ایک گہری سانس لی اور آگے بولا،

"ماہا غلط تھی، کیونکہ اس نے اپنی محبت کے لیے اپنے آپ کو گنوا دیا تھا۔ وہ کون تھی، یہ تک بھول گئی تھی... ہم محبت میں خود کو اس حد تک کھو دیتے ہیں کہ ہمیں اپنے ہونے کا احساس ہی نہیں رہتا، ہم دوسروں کے لیے

سب کچھ قربان کر دیتے ہیں اور پھر جب وہی محبت ہمارے حصے میں نہیں آتی، تو ہم ایک اندھی گلی میں جا کھڑے ہوتے ہیں، جہاں صرف اندھیرا ہوتا ہے اور خود سے نفرت کے سوا کچھ نہیں بچتا۔"

زاویار کی آنکھوں میں دکھ کی ایک چمک ابھری، جیسے وہ ماضی میں جھانک رہا ہو۔

"زارا غلط تھی... کیونکہ وہ ہمیشہ دوسروں کی باتوں میں آ کر خود کو کم تر سمجھتی رہی۔ وہ اپنی ذات کو دوسروں کی آنکھوں سے دیکھتی رہی، اور جب انسان ایسا کرنے لگے، تو وہ اپنے وجود کی روشنی کھو دیتا ہے۔ انسان خود کو دوسروں کی آنکھوں سے دیکھنے لگے تو اپنی پہچان کھو دیتا ہے۔ وہ خوبصورت ہو کر بھی خود کو کمتر سمجھتا ہے کیونکہ اس کی نظر میں اپنی نہیں، دنیا کی رائے اہم ہوتی ہے۔ جب دوسروں کے لفظ آئینہ بن جائیں، تو انسان

اپنی اصل شناخت نہیں دیکھ پاتا—بس وہی عکس دیکھتا ہے جو لوگ اسے دکھاتے ہیں۔ اور زارا نے اپنے ساتھ ایسا ہی کیا... پہلے اپنی ماں کی باتیں... پھر لوگوں کی سرگوشیاں... اور پھر وہ کڑوے الفاظ جو اسے بار بار باور کراتے کہ وہ ناکافی ہے، نامکمل ہے۔ حالانکہ وہ ایک خوبصورت لڑکی تھی، حالہ... مگر خوبصورتی صرف چہرے پر نہیں ہوتی، اعتماد میں ہوتی ہے، اپنی پہچان میں ہوتی ہے، اور زارا نے اپنی پہچان کھودی تھی۔ یاد ہے؟ جب تم دونوں کی لڑائی ہوئی تھی، تم نے اسے کتنا کچھ کہا تھا، اور وہ پورا دن روئی تھی... کیوں؟ کیونکہ وہ دوسروں کو سن کر جیتی تھی۔ لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں، اسے اس کی پرواہ تھی، مگر وہ خود کیا سوچتی ہے، اسے اس کی پرواہ نہیں تھی۔ اس کا دل دوسروں کے الفاظ کا بوجھ اٹھاتے اٹھاتے تھک چکا تھا، مگر وہ خاموش رہی، اس امید میں کہ شاید کسی دن وہ

بھی ویسی بن جائے گی، جیسی دنیا اسے دیکھنا چاہتی ہے۔ لیکن جب انسان خود کو دوسروں کے فیصلوں میں دفن کر دے، تو وہ اپنی حقیقت کھو دیتا ہے۔ اور جو خود کو کھو دے، اسے دنیا کبھی مکمل نہیں کر سکتی"

حالہ کی آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے، مگر وہ اب بھی چپ تھی۔ زاویار نے گہری سانس لی، اور پھر جیسے کوئی بھاری بوجھ اتارتے ہوئے بولا

"شاہمیر... وہ بھی غلط تھا، حالہ۔ کیونکہ اس نے تم سے محبت کی تھی، اور اس محبت سے باہر نکلنے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔ محبت کرنا غلط نہیں ہوتا، مگر خود کو اس میں اتنا قید کر لینا کہ دنیا کی ہر خوشی تم سے چھین جائے، یہ غلط ہے۔ شاہمیر وہ شخص تھا جو ہمیشہ ہنستا رہتا تھا، ہر چیز میں خوشی تلاش کرتا تھا، مگر تمہاری محبت میں وہ خود کو اتنا ڈبو چکا تھا کہ اپنی مسکراہٹ تک

کھو بیٹھا... جو شخص خود کو سنبھال نہیں پاتا، وہ ہمیشہ اپنا وجود بکھرا دیتا ہے۔"

زاویار نے لمحہ بھر کے لیے حالہ کی طرف دیکھا، پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا

"ہم سب اپنی اپنی جگہ غلط تھے، اور شاید اس دنیا میں کوئی بھی پوری طرح صحیح نہیں ہوتا۔ ہم سب اپنی غلطیوں کے ساتھ جیتے ہیں، ان کے ساتھ ہی مرتے ہیں، اور ان کے ساتھ ہی یاد رکھے جاتے ہیں۔"

حالہ نے آہستہ سے اپنا سر زاویار کے کندھے پر رکھ دیا۔ اس کی پلکیں نیم تھیں، جیسے وہ کسی گہرے خیال میں ڈوبی ہو۔ زاویار نے ایک پل کے لیے اپنی سانس روکی، مگر پھر بغیر کچھ کہے خلا میں دیکھنے لگا۔ حالہ نے اپنے

دونوں ہاتھوں سے اس کے بازو کو مضبوطی سے تھام لیا، کمرے میں ہلکی مدھم روشنی تھی، باہر تیز بارش ابھی بھی ہو رہی تھی۔

"تمہیں پتہ ہے..." حالہ نے دھیرے سے کہا، اس کی آواز میں ایک ٹھہراؤ تھا، "اب جا کر مجھے ساری بات سمجھ آئی..."

زاویار نے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا، "کون سی بات؟"

حالہ نے کہیں دور خلا میں دیکھا، جیسے ماضی کے کسی منظر کو دوبارہ زندہ کر رہی ہو۔ ایک ہلکی سی، تلخ مسکراہٹ اس کے لبوں پر آئی، مگر وہ اتنی مدھم تھی کہ زاویار بھی شاید اسے نہ دیکھ پاتا۔

"یہی کہ جب عفان کی حقیقت کھلی، تب سمجھ آیا کہ میری دعائیں ہمیشہ بے اثر کیوں رہتی تھیں۔ بعض اوقات، جو ہم مانگ رہے ہوتے ہیں، وہ

ہمارے حق میں نہیں ہوتا، اور خدا ہمیں وہی دیتا ہے جو واقعی ہمارے لیے بہتر ہو۔..."اس کی آواز میں نہ درد تھا، نہ شکوہ،

بس اس کی آنکھوں میں ایک گہری سنجیدگی تھی، جیسے وہ اپنے اندر ایک نئی روشنی کو محسوس کر رہی ہو، ایک ایسی روشنی جو اس کے ماضی کے ہر اندھیرے کو، ہر غم کو آہستہ آہستہ بے معنی بنا رہی ہو۔ اس نے زاویار کے بازو کو اور مضبوطی سے تھام لیا، جیسے وہ اپنی سچائی کو خود میں جذب کر رہی ہو، جیسے وہ خود کو یقین دلانا چاہتی ہو کہ جو کچھ ہوا، وہ غلط نہیں تھا... بلکہ سب کچھ بالکل ویسا تھا جیسا ہونا چاہیے تھا۔

"مجھے اب سمجھ آئی، زاویار..." اس نے دھیرے سے کہا، اس کی آواز میں وہ گھمبیر گہرائی تھی جو صرف وہ لوگ محسوس کر سکتے ہیں جو دکھوں کی گہرائی سے گزر چکے ہوں، جو بکھر کر خود کو جوڑ چکے ہوں۔" گل اماں

ٹھیک کہتی تھیں... ہم اپنے غموں اور مسئلوں میں اتنے الجھ جاتے ہیں کہ ہمیں صرف اپنا درد نظر آتا ہے، اپنے زخم، اپنی تکلیف... ہم یہ نہیں دیکھ پاتے کہ جو کچھ برا ہوا، اس کے پیچھے کوئی اچھائی بھی تھی۔"

زاویار نے غور سے اس کے چہرے کو دیکھا۔

"میں کتنی سادہ تھی، کتنی معصوم..." وہ ہلکی سی تلخ مسکراہٹ کے ساتھ بولی، "ہمیشہ روتی رہی، خود کو ٹوٹا ہوا محسوس کرتی رہی، خدا سے شکایتیں کرتی رہی کہ میری زندگی ایسی کیوں بنائی؟ کیوں میرے حصے میں صرف دکھ لکھے؟ لیکن اگر سچ کہوں، تو اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ جو کچھ ہوا، وہ سب ٹھیک تھا۔"

زاویار نے نظریں جھکائیں۔ وہ جانتا تھا کہ حالہ بہت کچھ جھیل چکی ہے، لیکن آج وہ پہلی بار اپنی تقدیر کو قبول کر رہی تھی، بغیر کسی گلے، کسی شکوے کے۔

"اگر میں آج بھی عفان کے پاس ہوتی، تو شاید زندہ نہ ہوتی، زاویار..." اس نے بہت آہستہ کہا، جیسے یہ جملہ ادا کرتے ہوئے بھی وہ کسی انجانے درد سے گزر رہی ہو۔ "اگر اس دن تمہارے ساتھ نکاح کی جگہ میں عفان کے ساتھ نکاح کر بیٹھتی، تو آج میری حالت بھی اسرہ کی طرح ہوتی، بلکہ شاید اس سے بھی بدتر..."

زاویار نے اس کی بات پر کوئی ردعمل نہ دیا، لیکن اس کا دل ایک پل کے لیے بے ترتیب دھڑکنے لگا۔

"میں ہمیشہ خدا سے لڑتی رہی، شکوہ کرتی رہی کہ جس شخص سے میں محبت کرتی ہوں، وہ مجھے میرے نصیب میں کیوں نہیں ملا؟ میں نے تو صرف اس سے محبت کی تھی،اس کے ساتھ زندگی گزارنے کا خواب دیکھا تھا... لیکن اب سمجھ آئی کہ وہ میرے نصیب میں نہیں تھا کیونکہ وہ میرے قابل ہی نہیں تھا۔"

وہ ایک پل کے لیے خاموش ہوئی، جیسے اپنے ہی لفظوں کے بوجھ کو محسوس کر رہی ہو، پھر ایک گہری سانس لے کر زاویار کی طرف دیکھا "عفان ایک ظالم انسان تھا،اور اللہ تعالیٰ مجھے ایک ظالم شخص سے بچا رہے تھے... میں اندھی تھی، میں نے اس کی حقیقت دیر سے دیکھی، لیکن خدا جانتا تھا، وہ سب جانتا تھا،اسی لیے اس نے مجھے اس سے دور کر دیا۔ میں ہمیشہ تمہیں برا سمجھتی رہی، زاویار..."اس نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا،

"لیکن خدا جانتا تھا کہ تم ایک برے انسان نہیں ہو... تم میرے لیے اچھے ہو، تبھی تو اس نے تمہیں میرے پاس بھیجا... اور جس عفان کو میں ایک اچھا شخص سمجھتی رہی، خدا جانتا تھا کہ وہ اچھا نہیں تھا، اسی لیے اس نے اسے مجھ سے چھین لیا۔"

اس نے ایک گہری سانس لی، اور زاویار کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ "میں نے آج اپنی قسمت کے ہر فیصلے کو تسلیم کر لیا، زاویار... کیونکہ میں نے سمجھ لیا کہ جو کچھ ہوتا ہے، وہ بے سبب نہیں ہوتا۔ اللہ جو کرتا ہے، ہمارے لیے بہتر ہی کرتا ہے... بس ہمیں اس کا شعور دیر سے آتا ہے۔"

کمرے میں ایک گہری خاموشی چھا گئی۔ زاویار کے پاس کہنے کو کچھ نہ تھا۔ وہ صرف حالہ کو دیکھ رہا تھا، ایک ایسی حالہ کو جس کا دل آج پہلی بار صبر کی روشنی سے روشن ہوا تھا۔ پھر ایک پل کے توقف کے بعد، دھیمے مگر گہرے

لہجے میں بولا" کبھی کبھی ہم اپنی دعاؤں کے رد ہونے پر روتے رہتے ہیں، حالہ... لیکن اصل میں وہ رد نہیں ہوتیں، وہ بس ہمیں اس تباہی سے بچا رہی ہوتی ہیں جسے ہم خود دیکھ نہیں پاتے۔"

"شاید اسی لیے بعض اوقات ہمارے دل ٹوٹ جاتے ہیں، تاکہ ہم اُن چیزوں سے بچ سکیں جو ہمیں برباد کر سکتی تھیں۔ میں نے ہمیشہ سمجھا کہ میں آزمائش میں ہوں، مگر حقیقت میں، میں بچا لی گئی تھی۔"

زاویار نے گہری سانس لی" کبھی کبھی ہم جسے اپنی زندگی کا سب سے بڑا نقصان سمجھ رہے ہوتے ہیں، درحقیقت وہی سب سے بڑا انعام ہوتا ہے۔ اللہ ہمیں وہ نہیں دیتا جو ہم چاہتے ہیں، بلکہ وہ دیتا ہے جو ہمارے لیے بہتر ہوتا ہے... چاہے وہ ہمیں سمجھ آنے میں کتنی ہی دیر کیوں نہ لگ جائے۔"

وہ آنکھیں بند کیے، ایک سکون سا محسوس کر رہی تھی۔ نرم مسکراہٹ اس کے لبوں پر بکھری، جیسے کسی طویل جنگ کے بعد آخر کار ایک پناہ مل گئی ہو۔

"اب ہم اپنے ماضی کی ہر تکلیف، ہر یاد، ہر پچھتاوے کو دفن کر دیں گے، زاویار... جو کچھ ہوا، وہ سب ایک خواب تھا... ایک ایسا خواب، جسے ہم جتنا بھی حقیقت ماننے کی کوشش کریں، وہ صرف ایک دھندلا سایہ بن کر ہی رہ جائے گا۔ ماہا کا تمہاری زندگی میں آنا، عفان کا میری زندگی میں آنا... ہمارے نصیب کا وہ الجھا ہوا کھیل، جس نے ہمیں کسی اور موڑ پر لا کھڑا کیا، مگر دیکھو... آخر کار ہم وہیں پہنچے جہاں ہمیں ہونا چاہیے تھا۔"

اس نے زاویار کے بازو کو تھوڑا اور سختی سے تھاما، جیسے یقین دلا رہی ہو کہ اب کوئی ماضی کا بھوت ان کے حال میں دراڑ نہیں ڈال سکے گا۔

"اب ہمیں پیچھے نہیں دیکھنا، اب ہم صرف آگے بڑھیں گے... ایک نئی زندگی کی طرف، جہاں نہ کوئی درد ہوگا، نہ کوئی پچھتاوا... بس ہم ہوں گے، ہماری خوشیاں ہوں گی... ایک مکمل، پرسکون زندگی ہوگی۔"

زاویار نے حالہ کی بات سن کر گہری سانس لی، جیسے وہ واقعی اپنے ماضی کے تمام زخموں کو پیچھے چھوڑنے کے لیے تیار ہو۔

"ہاں حالہ... اب ہم اپنے ماضی کو ہمیشہ کے لیے دفن کر دیں گے۔ جو کچھ ہوا، وہ بس ایک گزرا ہوا باب تھا، جسے بار بار دہرا کر خود کو تکلیف دینے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہم نے اپنی غلطیوں سے سیکھا، اپنی تکلیفوں کو جھیلا، اپنے زخموں کو محسوس کیا، مگر اب وقت آگیا ہے کہ ہم آگے بڑھیں۔"

وہ ایک لمحے کو رکا، پھر پورے یقین کے ساتھ بولا

"اب نہ کوئی پچھتاوا ہو گا، نہ کوئی درد، نہ کوئی ماضی کا سایہ... اب بس ہم ہوں گے، ہماری خوشیاں ہوں گی، اور ایک نیا کل، جو صرف سکون اور محبت سے بھرپور ہو گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں حالہ، اب ہم اپنی زندگی میں صرف خوشیوں کو جگہ دیں گے، اور جو کچھ بیت گیا، اسے کبھی لوٹ کر نہیں آنے دیں گے۔"

کمرے کی کھڑکی کے باہر رم جھم برستی بارش ایک مدھر دھن بجا رہی تھی۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اندر آرہے تھے، اور بارش کی بوندیں شیشے پر گر کر نرمی سے پھسل رہی تھیں، اور اس کا سر زاویار کے کندھے پر ٹکا ہوا تھا۔

☆☆☆✦☆☆☆

لندن آئے ہوئے شاہمیر کو دو دن ہو چکے تھے، مگر یوں لگتا تھا جیسے وقت ٹھہر گیا ہو۔ ایک انجانی سی بے چینی، ایک کھوکھلی سی خاموشی اس کے دل و دماغ پر چھائی ہوئی تھی۔ وہ اس شہر میں نئے خوابوں کے ساتھ آیا تھا، مگر یہاں کی روشنیوں میں بھی وہی اندھیرا تھا جو وہ پیچھے چھوڑ آیا تھا۔

کمرے کی کھڑکی سے باہر، لندن کی بھیگی ہوئی سڑکیں نظر آ رہی تھیں۔ بارش کی بوندیں تیزی سے گر رہی تھیں، مگر وہ بس خالی نظروں سے ان کا بہنا دیکھ رہا تھا۔ دل میں وہی ایک سوال بار بار گونج رہا تھا— *کیا حالہ کا خیال دل سے کبھی نکلے گا بھی؟* کیا وہ کبھی کسی اور کو پسند کر پائے گا؟ یا پھر یہ بے قراری، یہ تکلیف، ہمیشہ اس کے ساتھ رہے گی؟

اس نے کرسی پر بیٹھے بیٹھے اپنی انگلیاں مٹھی میں بھینچ لیں۔ نہیں... وہ اپنی زندگی یونہی ختم نہیں کر سکتا تھا۔ اسے جینا تھا، آگے بڑھنا تھا۔ وہ کمزور نہیں تھا۔ مگر...

مگر حالہ...

وہ لڑکی، جو اس کی روح میں رچ بس چکی تھی۔ جس کی ہنسی، جس کی آنکھوں کی چمک، جس کے کہے ہوئے جملے، سب کچھ جیسے اس کے وجود کا حصہ بن چکے تھے۔ وہ لاکھ چاہ کر بھی اسے دل سے نہیں نکال پا رہا تھا۔ حالہ کے بغیر سب کچھ بے معنی سا لگنے لگا تھا۔

موبائل اس کے ہاتھ میں تھا، مگر وہ کسی کو کوئی پیغام نہیں بھیج پایا۔ حالہ کو بس ایک بار سن لینا چاہتا تھا، مگر یہ کیسا عجیب کھیل تھا کہ وہ جانتا تھا، یہ

ممکن نہیں تھا۔ وہ زندگی میں آگے بڑھ چکی تھی، اور وہ خود بھی آگے بڑھنا چاہتا تھا، مگر دل کسی زنجیر سے جکڑا ہوا تھا۔

اس نے ایک گہری سانس لی، کھڑکی کے پار دیکھا، جہاں بارش اب کچھ ہلکی ہو گئی تھی۔ شاید اسی طرح ایک دن یہ بے چینی بھی ہلکی ہو جائے گی۔ شاید ایک دن وہ حقیقت میں حالہ کو بھلا پائے گا۔ مگر وہ دن کب آئے گا؟ یہ سوال اس کی روح کو اندر تک زخمی کر گیا۔

☆☆☆✦☆☆☆

آفس ہمیشہ کی طرح خاموش تھا، ہر کوئی اپنے کام میں مگن تھا، فائلوں کی سرسراہٹ اور کی بورڈ کی ہلکی ہلکی ٹک ٹک ہی وہ واحد آوازیں تھیں جو اس سکون کو توڑ رہی تھیں۔ مگر حالہ... وہ ان سب کے برعکس تھی۔ وہ اپنے

کیبن سے باہر ایک لڑکی کے ساتھ بیٹھی بے تکان باتیں کر رہی تھی، نہ خود کام کر رہی تھی اور نہ ہی اسے کرنے دے رہی تھی۔

اطالوی زبان سے نابلد ہونے کی وجہ سے وہ ہمیشہ انگریزی میں بات کرتی، اور آج بھی وہی کر رہی تھی، ہاتھ ہلا ہلا کر باتیں کرنا، کبھی قہقہہ لگانا اور کبھی سنجیدگی سے کچھ سمجھانا، وہ پوری طرح گفتگو میں مگن تھی۔ سامنے بیٹھی لڑکی کے آگے کھلا لیپ ٹاپ تھا، مگر اس کی توجہ اسکرین پر کم اور حالہ پر زیادہ تھی۔ شاید وہ بھی حالہ کی بے ساختہ باتوں اور انداز سے محظوظ ہو رہی تھی۔

اسی دوران حالہ کی نظر سامنے زاویار کے کیبن پر پڑی۔ دروازہ کھل رہا تھا، اور وہ باہر آ رہا تھا۔ ہمیشہ کی طرح اس کے چہرے پر وہی گہرا سکون تھا جو اسے سب سے الگ بناتا تھا۔ مگر آج... آج کچھ مختلف تھا۔

آج اس نے سیاہ نہیں، سفید پہنا تھا—— سفید بٹنوں والی شرٹ اور سفید پینٹ۔ حالہ کا ہمیشہ سے پسندیدہ رنگ۔ اور شاید یہی وجہ تھی کہ اس کی نظریں جیسے ٹھہر سی گئیں۔

زاویار ہمیشہ ہی پرکشش لگتا تھا، مگر آج... آج وہ غیر معمولی حد تک اچھا لگ رہا تھا۔ سفید لباس میں اس کی شخصیت مزید نکھر رہی تھی، جیسے وہ روشنی کا ایک ایسا عکس ہو جسے دیکھ کر پلکیں جھپکانا بھی دشوار لگے۔ حالہ نے بے اختیار لبوں کو بھینچا، دل کی دھڑکن جیسے ایک لمحے کو تھم گئی ہو۔ وہ خود کو روکنا چاہتی تھی، مگر نظریں... وہ نظریں روکنا اس کے بس میں نہیں تھا۔

وہ ابھی کیبن سے باہر نکلا تھا، پرسکون قدموں سے چلتا ہوا آ رہا تھا جب اچانک نظر حالہ پر پڑی۔ ایک لمحے کو ٹھہر کر، وہ بے اختیار مسکرا دیا۔ ہلکی

سی مسکراہٹ، جو اس کے چہرے پر نرمی بکھیر گئی اور گال میں ایک ہلکا سا گڑھا چھوڑ گئی۔

حالہ نے بھی اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔ جیسے یہ لمحہ صرف ان دونوں کے بیچ تھا، جیسے ساری دنیا پسِ منظر میں چلی گئی ہو۔

یہ وہی زاویار تھا جو کبھی کسی کے لیے نہیں مسکراتا تھا۔ حالہ کے لیے تو کبھی بھی نہیں۔ وہ شخص، جس کے چہرے پر ہمیشہ ایک سنگین سنجیدگی رہتی تھی، آج پہلی بار وہ حالہ کو دیکھ کر مسکرا دیا تھا۔

کیونکہ وہ ہمیشہ ان ہی کو دیکھ کر مسکراتا تھا، جنہیں وہ دل سے چاہتا تھا۔ اور اب، حالہ بھی اس کی پسندیدہ لڑکی بن گئی تھی۔

اچانک حالہ کے سامنے بیٹھی لڑکی کی نظریں زاویار پر پڑیں، اور اُس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ بکھر گئی۔ حالہ نے یہ لمحہ دیکھا۔ وہ مسکراہٹ، وہ

چمک...اُس کے دل میں ہلکی سی خلش اُبھری، اور بے اختیار اُس نے اپنی مٹھی زور سے بھینچ لی، مگر زبان سے کچھ نہ بولی۔

زاویار اب اُس کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"کیا کر رہی ہو؟ کام کر لیا جو میں نے دیا تھا؟" وہ سنجیدگی سے بولا، مگر اس کے لہجے میں پہلے جیسی سختی نہیں تھی، ایک ٹھہراو تھا، نرمی تھی۔

"ن... نہیں تو..." حالہ ہلکا سا گھبرا کر بولی، اُس کا لہجہ بے یقینی سا تھا۔

"تو کیا میں خود کر لوں؟" زاویار نے ابرو چڑھائی، مگر اس کے لہجے میں کوئی سختی نہیں تھی، جیسے وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا ہو۔

"وہ... سر درد ہو رہا تھا، اس لیے... نہیں کیا..." حالہ نے ایک جھوٹا بہانہ بنایا، اور خود کو نارمل رکھنے کی کوشش کرنے لگی۔

"سر درد ہو رہا تھا؟ کیوں؟ سب ٹھیک ہے؟" زاویار نے فوراً فکر مندی سے پوچھا، اس کی آنکھوں میں وہی گہری سنجیدگی تھی جو شاید پہلے کبھی حالہ کے لیے محسوس نہیں ہوئی تھی۔

"ہاں... ہاں، سب ٹھیک ہے!" حالہ نے تیزی سے کہا، مگر حقیقت میں وہ صرف بات بدلنا چاہتی تھی۔

زاویار نے ایک لمحے کو اُسے بغور دیکھا، جیسے اُس کے جھوٹ کو جانچنے کی کوشش کر رہا ہو۔ حالہ نے جلدی سے اپنی ہنسی دبائی، کیونکہ وہ جانتی تھی کہ زاویار اُسے پہچان چکا ہے، مگر پھر بھی اُس نے مزید کچھ نہ کہا۔

"اچھا... کچھ دیر میں کام کر لینا۔"

زاویار نے اب اس لڑکی کی طرف دیکھا جو حالہ کے سامنے بیٹھی تھی۔ چہرے پر ہلکی سی سنجیدگی تھی، مگر آنکھوں میں وہی مخصوص ٹھہراؤ۔

"اور آپ؟ باتیں کرنے میں مصروف ہیں یا کام کر لیا ہے؟"

حالہ نے ایک پل کے لیے زاویار کو دیکھا، پھر اس لڑکی کی طرف نظر دوڑائی اور بے اختیار اپنی مٹھی مضبوطی سے بند کر لی۔ وہ لڑکی اب بھی زاویار کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی، جیسے اس کی توجہ حاصل کرنا ہی اس کی جیت ہو۔

"زاویار..."

ابھی وہ لڑکی کچھ کہنے ہی والی تھی کہ حالہ نے فوراً زاویار کو پکارا۔ زاویار اور وہ لڑکی دونوں نے حیرت سے حالہ کی طرف دیکھا۔

"ہاں؟"

"نہیں کیا اس نے اپنا کام۔"

جواب حالہ نے دے دیا تھا... آخر کوئی اور لڑکی زاویار سے بات کرے اور حالہ برداشت کر لے؟ یہ ممکن ہی نہیں تھا!

زاویار کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔ وہ جان چکا تھا کہ حالہ کے لیے یہ سب برداشت کرنا کتنا مشکل تھا۔ کسی اور کا زاویار کو دیکھ کر مسکرانا یا اس سے آرام دہ انداز میں بات کرنا، یہ سب حالہ کے لیے قابلِ قبول نہیں تھا۔

"مگر میں نے تو ان سے سوال کیا تھا... مسز زاویار، آپ کیوں ان کا جواب دے رہی ہیں؟"

اس کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی، نظروں میں ایک خاص چمک تھی۔ وہ واضح طور پر حالہ کو چھیڑ رہا تھا، اور حالہ کو اچھی طرح اندازہ تھا کہ وہ جان بوجھ کر ایسا کر رہا ہے۔

"ویسے ہی... دے دیا ان کا جواب!"

حالہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی، اب وہ زاویار کے برابر کھڑی تھی۔ نظریں سیدھا زاویار کی آنکھوں میں ڈال کر، جیسے اپنی موجودگی کا احساس دلا رہی ہو کہ وہ یہاں ہے اور کسی اور کو اجازت نہیں کہ وہ زاویار کے قریب آئے۔

زاویار نے ایک پل کے لیے حالہ کی طرف دیکھا، پھر نظر گھما کر اس لڑکی کو دیکھا، جواب نظریں جھکا چکی تھی۔

"اگر آپ نے اپنا کام مکمل کر لیا ہے تو میرے کیبن میں آ کر اپنا کام دکھا دیجیے گا... اور اب میں آپ کو صرف کام کرتا دیکھوں گا۔"

پھر اس کی نظر حالہ پر گئی، جو خاموشی سے کھڑی تھی۔ زاویار نے ہلکی سی تیوری چڑھائی اور ذرا سخت لہجے میں بولا، "اور آپ... آپ بھی جا کر اپنا

کام کریں، مس حالہ۔اِدھر اُدھر گھومتی نظر نہ آئیں،اب میں تمہیں بس کام کرتے دیکھوں۔"

حالہ نے ہلکی سی مسکراہٹ دبائی اور شرارت سے بولی،"یہ 'مس حالہ' مت کہا کرو...پہلے والے کھڑوس زاویار یاد آجاتے ہو۔"

زاویار کے ہونٹوں پر ایک لمحے کے لیے ہلکی سی مسکراہٹ آئی، مگر وہ فوراً سنجیدہ ہو گیا'مسز زاویار' کہا کرو...وہ اچھا لگتا ہے۔"

حالہ نے نظریں جھکا لیں، ہلکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر تھی۔وہ دونوں ہاتھوں کو آپس میں مسل رہی تھی، جیسے اپنی بے چینی کو چھپانے کی کوشش کر رہی ہو۔

زاویار نے ایک پل کے لیے اسے غور سے دیکھا، پھر ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا"اوکے "اور آگے بڑھ گیا۔حالہ وہیں کھڑی

اسے جاتا دیکھتی رہی، جیسے اس کی ہر حرکت کو اپنی نظروں میں قید کر رہی ہو۔

پھر اس نے ایک بار پھر سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھا اور ہلکی سی سانس لے کر اپنی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"چھوڑو اِس کام وام کو، میرے ساتھ باتیں کرو، میں بور ہو رہی ہوں۔" وہ لاپرواہی سے بولی۔

لڑکی نے گھبرا کر ارد گرد دیکھا، پھر مدھم آواز میں بولی۔

"نہیں... زاویار سر ڈانٹیں گے۔"

حالہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ارے نہیں ڈانٹیں گے... میں سنبھال لوں گی اُنہیں... اب میں اُنہیں سنبھال سکتی ہوں"

اُس کے لہجے میں عجیب سا اعتماد تھا، جیسے وہ جانتی ہو کہ زاویار واقعی اُس کی بات مان لے گا۔

"چلو، آؤ، باتیں کرتے ہیں۔"

"مگر میرا کام..." لڑکی نے بے چینی سے کہا۔

"بعد میں ہو جائے گا کام... اور چلو، کیفے چلتے ہیں۔" حالہ نے بے فکری سے کہا اور ساتھ ہی لڑکی کا بازو پکڑ کر اُسے کھڑا کر دیا۔

لڑکی نے ایک نظر اپنے کام پر ڈالی، پھر حالہ کی مسکراتی ہوئی آنکھوں کو دیکھا اور آہستہ سے سر ہلا دیا۔ وہ بھی مسکرا دی اور پھر دونوں ساتھ کیفے کی طرف چل پڑیں، جیسے واقعی کام سے زیادہ اُن کے لیے یہ لمحہ اہم ہو۔

کچھ دیر بعد۔ آفس کی معمول کی مصروفیت چل رہی تھی۔ ہر کوئی اپنے کام میں مگن تھا، اب باہر وہ لڑکی بھی اپنے کام میں مصروف ہو گی تھی، مگر حالہ کا دھیان بار بار کسی اور طرف جا رہا تھا۔

وہ اپنے کیبن کی سیٹ پر بیٹھی فائل کے صفحات پلٹ رہی تھی، مگر نظریں بار بار زاویار کے کیبن کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ اُس کے کیبن کا شیشے کا دروازہ بند تھا، مگر اندر بیٹھا وہ صاف نظر آ رہا تھا—— سنجیدگی سے کسی فائل میں گم، ایک ہاتھ میں قلم تھامے، دوسرے ہاتھ سے کبھی کبھی میز پر رکھے فون کی اسکرین پر کچھ دیکھ لیتا۔

حالہ نے بے اختیار اپنی کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی اور زاویار کو دیکھنے لگی۔ اُن دونوں کے کیبن آمنے سامنے تھے، ایک دوسرے سے کچھ فاصلے پر، مگر اتنے قریب کہ شیشے کے پار ایک دوسرے کو دیکھا جا سکتا تھا۔

زاویار کے تاثرات ہمیشہ کی طرح غیر مرئی تھے، جیسے دنیا کی کوئی بھی چیز اُس پر اثرانداز نہیں ہوسکتی تھی۔

اُس نے ایک بار پھر زاویار کی طرف دیکھا، اور جیسے ہی نظر اٹھی، زاویار کی نظریں بھی اُس پر پڑ گئیں۔ حالہ گھبرا کر فوراً فائل کی طرف متوجہ ہو گئی، جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ مگر اُس کے دل کی دھڑکن کچھ لمحوں کے لیے تیز ہو گئی تھی۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ زاویار نے نہ صرف اُس کی نظریں محسوس کی تھیں، بلکہ اُس کے چہرے پر آتے رنگ بھی دیکھے تھے۔ اور شاید اسی لیے... وہ اب جان بوجھ کر اُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

حالہ نے فائل پر نظریں گاڑنے کی پوری کوشش کی، مگر وہ جانتی تھی زاویار اب بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا، کچھ لمحے گزرے تھے کہ اُس نے ہلکی سی آہ بھری اور سر اٹھایا—اور ٹھیک تبھی، زاویار کو خود پر نظریں جمائے پایا۔

وہ گھبرا کر سیدھی ہو بیٹھی۔ زاویار کی نظریں گہری تھیں، مگر اُس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ وہ جان بوجھ کر حالہ کو الجھا رہا تھا۔ پھر، کچھ ایسا ہوا جو حالہ نے سوچا بھی نہ تھا—زاویار کے لب ہلے، مگر آواز حالہ تک نہیں پہنچی۔

"Ti amo"

حالہ نے چونک کر اُسے دیکھا۔ زاویار کے ہونٹوں کی حرکت سے لگ رہا تھا کہ اُس نے کوئی خاص بات کہی ہے۔ اُس کے ماتھے پر شکن اُبھر آئی۔

"کیا؟" اُس نے بے اختیار شیشے کے پار سے اشارہ کیا۔ زاویار نے سر کو ہلکا سا جھکایا، جیسے کہہ رہا ہو، کچھ نہیں۔

"زاویار!" حالہ نے ہونٹوں کی جنبش سے کہا، مگر وہ بس مسکرادیا۔ حالہ کے چہرے پر الجھن کے رنگ بکھر گئے۔ وہ جانتی تھی کہ زاویار نے کچھ اہم کہا تھا، مگر اُس نے بتانے کا کوئی ارادہ نہیں دکھایا۔

حالہ نے اُس کی طرف نظریں تیکھی کیں۔ زاویار نے ہلکا سا سر جھٹکا اور فائل کی طرف متوجہ ہو گیا، جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

آخر اُس نے کہا کیا تھا؟ حالہ نے خود سے سوچا۔ مگر زاویار نے جس انداز میں کہا تھا، وہ کوئی عام بات نہیں لگ رہی تھی۔

اب حالہ کا دھیان مکمل طور پر اُس لفظ پر اٹک چکا تھا... "Ti amo"..

یہ کیا تھا؟ اور زاویار اسے کیوں نہیں بتا رہا تھا؟

اگلے ہی لمحے زاویار اپنی جگہ سے اٹھا اور سیدھا اُس کے کیبن میں آ گیا۔

"کام ہو گیا؟" اُس نے سرد مگر دھیمے لہجے میں پوچھا۔

"بس تھوڑا سا رہ گیا ہے۔" حالہ نے فائل بند کرتے ہوئے کہا۔

"تم نے کیا کہا تھا؟۔۔۔مجھے سمجھ نہیں آیا اب بتاؤ"

زاویار نے کچھ پل اُسے دیکھا، پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ آہستہ سے

بولا،

"Ti amo, Hala"

حالہ نے فوراً آنکھیں جھپکائیں۔ "کیا؟"

"کچھ نہیں، اپنا کام مکمل کرو۔" وہ کندھے اچکا کر بولا اور پلٹ کر جانے لگا۔

حالہ نے حیرانی سے اُسے دیکھا۔ "نہیں، تم نے ابھی کیا کہا؟"

"تمہیں سمجھ آئی؟" زاویار نے رک کر اُس کی طرف دیکھا، آنکھوں میں شرارت کی چمک تھی۔

"نہیں..." حالہ نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"تو پھر چھوڑ دو، کام پر دھیان دو۔" وہ ہلکا سا مسکراتے ہوئے بولا اور آگے بڑھ گیا۔

حالہ کچھ لمحے اُسے جاتا دیکھتی رہی، پھر ماتھے پر بل ڈال کر سوچنے لگی۔

"Ti amo... یہ کیا تھا؟"

وہ کافی دیر تک اس جملے کو دہراتی رہی، سوچتی رہی کہ اس کا مطلب کیا ہو سکتا ہے، مگر زاویار نے اُسے جان بوجھ کر نہیں بتایا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اگر اُس سے پوچھے گی، تو وہ یونہی ٹال دے گا۔ مگر اس کے لہجے میں جو نرمی اور گہرائی تھی، وہ حالہ کو مزید الجھا رہی تھی۔

☆☆☆✦☆☆☆

افس سے نکلتے ہی شام کے سائے گہرے ہونے لگے تھے۔ جب گاڑی اپارٹمنٹ کی بلڈنگ کے باہر رکی، تو حالہ نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر دروازہ کھولا اور باہر نکل آئی۔

"زاویار، میں پارک سے ہو کر آتی ہوں!" وہ تیزی سے بولی۔

زاویار، جو ابھی گاڑی سے اتر رہا تھا، حیرانی سے اُس کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیوں؟"

"بس... رکو، تھوڑی دیر میں آتی ہوں!" وہ جلدی سے بول کر پارک کی طرف بڑھ گئی۔

وہ جانتی تھی کہ اس وقت گل اماں پارک میں ہوتی ہیں، اور وہ سب سے پہلے انہی کو بتانا چاہتی تھی کہ سب ٹھیک ہو گیا ہے۔ اس کے قدم تیزی سے چل رہے تھے، جیسے دل کی بے چینی کو سکون میں بدلنے کی جلدی ہو۔

پارک میں داخل ہوتے ہی ہلکی ٹھنڈی ہوا نے اس کا استقبال کیا۔ ادھر ادھر بکھری روشنیاں، درختوں کے پتوں پر پڑتی روشنی کا عکس، اور بچوں کی ہنسی کی آوازیں ماحول کو زندگی بخش رہی تھیں۔

حالہ کی نظر ایک ایسے جوڑے پر پڑی جو ہاتھ میں ہاتھ ڈالے مسکرا رہے تھے۔ وہ ٹھہر گئی، نظریں چند لمحے کے لیے انہی پر جم گئیں۔ ایک وقت تھا جب وہ ایسے کسی بھی منظر کو دیکھ کر اداس ہو جاتی تھی، دل میں ایک عجیب سی خلش اٹھتی تھی۔ مگر آج... آج ایسا کچھ نہیں تھا۔ آج وہ خود کو مکمل محسوس کر رہی تھی، دل میں سکون تھا، جیسے ہر خواہش پوری ہو چکی ہو۔

اُس کے لبوں پر دھیرے سے مسکراہٹ پھیل گئی۔ "اب مجھے کسی سے جیلسی محسوس نہیں ہوتی" وہ خود سے بولی۔ "کیونکہ اب میرا ہر دن بھی ایسا ہی ہوگا، زاویار کے ساتھ"

وہ یہ سوچ کر آگے بڑھی، گل اماں کو دیکھنے کے لیے، انہیں بتانے کے لیے کہ اس کی زندگی میں سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے

پھر پارک میں اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں، مگر گل اماں کہیں بھی نظر نہیں آئیں۔ وہ کچھ دیر وہیں کھڑی رہی، پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگی۔ ہر جگہ نظر دوڑائی، بینچوں کے قریب، پگڈنڈیوں پر، درختوں کے سائے میں... مگر گل اماں کہیں نہیں تھیں۔

"کیا آج وہ نہیں آئیں؟" اس نے خود سے سوال کیا۔ "مگر کیوں؟ وہ تو ہمیشہ آتی تھیں... کہیں ان کی طبیعت تو خراب نہیں؟"

دل میں ہلکی سی بے چینی اتر آئی۔ وہ سوچتے ہوئے قریب پڑے بینچ پر جا بیٹھی، نظریں بار بار پارک کے داخلی راستے پر جا ٹکتیں، جیسے ابھی گل اماں وہاں سے چلتی ہوئی آئیں گی۔

پارک میں زندگی اپنی روانی میں تھی۔ بچے ہنستے کھیل رہے تھے، جوڑے ایک دوسرے کے ساتھ چہل قدمی کر رہے تھے، کوئی کتاب لیے بینچ پر بیٹھا تھا، تو کوئی موبائل میں مصروف تھا۔ ہر طرف ہلچل تھی، روشنی تھی، قہقہے تھے، مگر حالہ کی نظریں صرف ایک ہستی کو ڈھونڈ رہی تھیں—گل اماں۔

"شاید آج ان کا دل نہیں کیا آنے کا؟" اس نے خود کو تسلی دی، مگر پھر بھی دل مطمئن نہیں ہوا۔

"تھوڑی دیر اور انتظار کر لیتی ہوں..." اس نے گہرا سانس لیا اور بینچ پر ٹیک لگا کر بیٹھ گئی، نظریں بار بار راستے پر جمائے، دل میں ہلکی سی امید لیے کہ شاید گل اماں ابھی آ جائیں.

جب اس کی نظر ایک بچے پر پڑی، جو دوڑتے ہوئے بالکل حالہ کے سامنے آ کر رکا تھا۔ وہ آدھا بیٹھ کر اپنے جوتوں کے تسمے باندھ رہا تھا، جیسے ابھی دوبارہ بھاگنے کے لیے تیار ہو جائے گا۔ وہ اطالوی تھا...اور حالہ کے دماغ میں صبح زاویار کے کہے گئے الفاظ گونجنے لگے—**ti amo**

اچانک ایک خیال آیا، اور وہ فوراً اس بچے کے پاس جا پہنچی۔ بچہ حیرانی سے اسے دیکھنے لگا۔

"یہ '**ti amo**' کا مطلب بتاؤ؟" اس نے انگریزی میں پوچھا۔

بچے نے پہلے تو حیرت سے حالہ کو دیکھا، پھر اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں۔

"تمہیں کس کو کہنا ہے؟" وہ معصومیت سے بولا۔

"مجھے؟... کسی کو نہیں کہنا، بس مطلب پوچھ رہی ہوں!" حالہ نے جلدی سے وضاحت دی۔

بچے نے کندھے اچکائے اور آرام سے جواب دیا "i love you کو کہتے ہیں۔"

حالہ کو لگا جیسے اس کی دل کی دھڑکن ایک لمحے کے لیے رک گئی ہو۔ وہ جیسے ساکت کھڑی رہ گئی، چہرہ یکدم گلابی ہونے لگا۔ زاویار... زاویار نے اسے 'i love you' کہا تھا؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کے چہرے پر بے ساختہ ایک خوشی کی لہر دوڑ گئی، دل چاہا کہ زور زور سے اچھلے، ناچے، خوشی سے چیخے۔ وہ بے یقینی میں مسکرائی، دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

پھر وہ دوبارہ اس بچے کی طرف جھکی، جواب جانے ہی والا تھا۔" **i love you too** کو اطالوی میں کیا کہتے ہیں؟" بچہ مسکرایا اور بولا،

"anch'io ti amo"

یہ کہہ کر وہ اپنی دنیا میں لوٹ گیا، دوڑتا ہوا آگے نکل گیا۔

مگر حالہ... وہ وہیں کھڑی رہ گئی، اس کا دل جیسے سینے سے باہر آنے کو تیار تھا، دھڑکنیں بے قابو ہو چکی تھیں، اور چہرہ سرخ پڑ گیا تھا

اس کی خوشی بطور ایک معصوم، نازک سی کلی کے تھی، جو پہلی بار سورج کی روشنی کو محسوس کر رہی ہو۔ جیسے بہار کی پہلی صبح جب ٹھنڈی ہوا نرم نرم کونپلوں کو چھوتی ہے، اور ہر شے تازہ محسوس ہوتی ہے۔

یہ خوشی کسی خواب کے پورا ہونے جیسی تھی، جیسے کسی بچے کو اس کا پسندیدہ کھلونا مل جائے، یا کسی پیاسے کو صحراء میں اچانک ٹھنڈا پانی مل جائے۔

جیسے ہی حالہ اپارٹمنٹ میں داخل ہوئی، اس کی نظریں سیدھا زاویار پر پڑیں، جو ابھی تک آفس کے کپڑوں میں تھا۔ وہ صوفے پر نیم دراز، فون میں گم، اور بظاہر دنیا سے بے خبر لگ رہا تھا۔ شاید اتنا تھک چکا تھا کہ کپڑے بدلنے کی بھی ہمت نہ ہوئی۔

حالہ کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔ وہ مزے سے چلتی ہوئی زاویار کے پاس آئی اور بڑی بے تابی سے بولی

Anch' amo, Zaviyar!"

زاویار کے ہاتھ کی حرکت رکی، اس نے حیرت سے نظر اٹھائی اور حالہ کو دیکھا، جیسے اس کے کہے الفاظ کو پرکھ رہا ہو۔ پھر ایک ہلکی مسکراہٹ اس کے لبوں پر ابھری۔

"Anch'io ti amo, حالہ!" وہ نرمی سے بولا۔

حالہ نے پلکیں جھپکائیں، جیسے اس کا دماغ ایک لمحے کو سست روی سے کام کر رہا ہو۔ پھر اچانک بات سمجھ آئی اور اس نے ایک جھٹکے سے ماتھے پر ہاتھ مارا۔

"اف... میں نے غلط بول دیا!" وہ خود سے بڑبڑائی۔

زاویار نے فون ایک طرف رکھا اور ذرا سا آگے ہو کر اسے دیکھا۔ "کوئی بات نہیں، مجھے تمہارا غلط بولنا بھی قبول ہے، حالہ"

حالہ نے جھینپ کر نظریں چرائیں، جبکہ زاویار کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔

زاویار سوفے پر نیم دراز تھا، حالہ سامنے آ کر بیٹھ گئی، اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی، وہ بھی ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھ رہا تھا۔

"اٹالین میں مزہ نہیں آیا... اردو میں بولو نا!" حالہ نے نرمی سے کہا، چہرہ شرم سے گلابی ہو رہا تھا۔

زاویار کی مسکراہٹ گہری ہوئی "نہیں، ابھی نہیں..."

"پھر کب؟"

"جب میرا دل کرے گا۔" اس نے کندھے اچکائے، بے نیازی سے جواب دیا۔

حالہ نے ناراضی سے اسے گھورا، تبھی زاویار کا فون بجنے لگا۔ فون میز پر رکھا تھا، دونوں کی نظریں اسکرین پر گئیں—"ماہا"۔

حالہ کا دل جیسے رک گیا۔ زاویار نے ایک گہری سانس لی، مگر فون اٹھانے کا ارادہ نہیں کیا، بس سکرین کو دیکھتا رہا جیسے اسے کوئی دلچسپی نہ ہو۔

حالہ نے پہلے زاویار کو دیکھا، پھر فون کو، پھر دوبارہ زاویار کو۔

"زاویار... یہ کب تک ہمارے درمیان رہے گی؟"

زاویار نے نگاہیں چرائیں، "مجھے نہیں پتا..." بس اتنا کہہ کر وہ دوبارہ صوفے سے ٹیک لگا گیا۔

حالہ کی مٹھیاں سختی سے بند ہو گئیں، "تم اس سے کہو کہ بار بار تمہیں کال نہ کرے!"

"حالہ... میں کچھ نہیں کر سکتا، وہ خود کال کر رہی ہے..." زاویار نے سنجیدگی سے کہا۔

"تو تم نمبر بلاک کر دو!" حالہ نے تلخی سے کہا۔

زاویار نے گہری سانس لی، اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا، بس خاموشی سے بولا، "تم خود کر دو۔"

حالہ نے لمحے بھر کو زاویار کو دیکھا، پھر غصے سے فون اٹھایا اور بنا سوچے سمجھے کال اٹھالی۔

"زاویار..."

فون کے دوسری طرف ایک روہانسی، ٹوٹی ہوئی آواز ابھری۔

حالہ کے پورے بدن میں جیسے بجلی دوڑ گئی۔اس نے سختی سے مٹھیاں بند کیں، آنکھوں میں ایک عجب تپش تھی، آواز میں ٹھہراؤ مگر شدید سختی تھی۔

"اب زاویار کو دوبارہ کال مت کرنا!"

زاویار خاموشی سے حالہ کو دیکھ رہا تھا، جبکہ حالہ کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

""حالہ، تم؟... تم... تم سے بات نہیں کرنی مجھے... زاویار کو فون دو!"

"زاویار کو اب دوبارہ کال مت کرنا، ماہا!" حالہ نے سخت لہجے میں کہا اور بنا کوئی اور بات سنے فوراً کال کاٹ دی۔ اس کے چہرے پر غصہ واضح تھا۔ اس نے جھٹ سے زاویار کے فون کی اسکرین پر انگلیاں چلائیں اور ماہا کا نمبر بلاک لسٹ میں ڈال دیا۔

پھر جیسے ہی وہ پلٹی، زاویار اسے دیکھ رہا تھا—خاموشی سے، مگر مسکراتے ہوئے۔

"اب نہیں آئے گی اس کی کال!" حالہ غصے سے لال ہوتے ہوئے بولی، فون میز پر رکھا اور سختی سے سوفے پر بیٹھ گئی، چہرہ دوسری طرف موڑ لیا۔

زاویار نے ایک نظر اس پر ڈالی، پھر آہستہ سے آگے ہوا اور نرمی سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ حالہ حیرانی سے اسے دیکھنے لگی۔

"فکر مت کرو... "زاویار نے سکون سے کہا، "تم نے خود بلاک لسٹ میں ڈالا ہے"

حالہ نے گہری سانس لی اور زاویار کی آنکھوں میں دیکھا "زاویار، میں نہیں چاہتی کہ اب ہمارے بیچ کوئی بھی شخص آئے۔"

زاویار نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کے چہرے کو دیکھا، "حالہ، جب دو دلوں کے بیچ محبت اتر آئے، تو دنیا کا کوئی تیسرا شخص ان کے درمیان جگہ نہیں بنا سکتا۔ محبت اگر سچی ہو، تو نہ فاصلوں کی دیواریں اسے روک سکتی ہیں، نہ ماضی کے سائے، اور نہ ہی کوئی تیسرا نام۔ جو دل ایک بار سچائی سے جڑ جائے، اسے کوئی طاقت جدا نہیں کر سکتی۔"

"پھر بھی... مجھے پسند نہیں کہ وہ اپنے منہ سے تمہارا نام لے"

"نہیں لینے دوں گا۔" زاویار نے نرمی سے مگر پختہ لہجے میں کہا۔

"اب موڈ تو ٹھیک کرو!" وہ آہستہ سے بولا۔

حالہ نے مصنوعی ناراضی سے نظریں پھیری، "اب موڈ تب ٹھیک ہو گا جب تم مجھے ڈنر پر لے جاؤ گے۔"

زاویار نے ہلکا سا قہقہہ لگایا "تو پھر ریڈی ہو جاؤ!"

جو شخص تھکن کے مارے آرام کرنے کا سوچ رہا تھا، وہ اب بغیر کچھ کہے مسکراتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔ حالہ کے چہرے پر فوراً خوشی کی چمک آ گئی، وہ فوراً کھڑی ہو گئی۔

دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے اور پھر ایک ساتھ اپارٹمنٹ سے باہر نکل گئے۔

☆☆☆✦☆☆☆

اگلے دن صبح کی نرم روشنی پورے اپارٹمنٹ میں پھیل چکی تھی۔ زاویار کی آنکھ دھیرے دھیرے کھلی، اور اسے کچن سے آتی کھانے کی خوشبو محسوس ہوئی۔ وہ بستر سے سستی سے اٹھا، ہاتھوں سے بالوں کو ٹھیک کرتا ہوا باہر آیا۔ جیسے ہی اس کی نظر سامنے گئی، وہ رک گیا۔

کچن میں حالہ کھڑی تھی، مصروفیّت سے کچھ بنا رہی تھی۔ چولہے پر ہلکی آنچ پر کھانا پک رہا تھا، اور وہ نہایت اہتمام سے لنچ باکس میں کھانے کو ترتیب دے رہی تھی۔ اس کی پیشانی پر ہلکی سی لٹ بکھری ہوئی تھی، اور چہرے پر صبح کی تازگی کے ساتھ ایک خاص سی سنجیدگی تھی۔ زاویار نے بازو باندھ کر دروازے سے ٹیک لگائی اور دل میں مسکراتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔

"حالہ... تم صبح صبح کس کے لیے کھانا بنا رہی ہو؟"

حالہ چونک کر مڑی اور زاویار کو دیکھنے لگی۔

"تم جاگ گئے؟"

"ہاں... تم کب سے جاگی ہوئی ہو؟"

"ایک گھنٹے پہلے... اصل میں، میں گل اماں کے اولڈ ہوم جا رہی ہوں۔"

"کون گل اماں؟" زاویار بھول چکا تھا۔

حالہ نے حیرت سے اسے دیکھا "گل اماں یار... میری دوست ہیں!"

زاویار نے کندھے اچکائے "اچھا وہ... ہاں، ہاں، یاد آ گیا۔ لیکن ان کے لیے کھانے کی کیا ضرورت ہے؟"

"ان کے اولڈ ہوم کا کھانا بہت بیکار ہوتا ہے، میں نے چکھا تھا، اس لیے اب ان کے لیے خود سے بنا کر لے جا رہی ہوں۔"

زاویار نے شوخی سے سر ہلایا، "تمہارے ہاتھ کا کھانا کھا کر تو وہ شاید کہیں کہ اولڈ ہوم کا کھانا ہی بہتر تھا!"

حالہ نے گھور کر اسے دیکھا "صرف تمہیں ہی میرے ہاتھ کا کھانا برا لگتا ہے، گل اماں کو بہت اچھا لگے گا!"

زاویار ہنسا "اچھا؟ پھر دیکھتے ہیں، شاید وہ بھی دو دن بعد کہہ دیں کہ حالہ، پلیز، بس کرو!"

حالہ نے برا سا منہ بنایا "تمہیں تو بس موقع چاہیے تنگ کرنے کا!"

زاویار نے مسکراہٹ دبا کر کہا "اچھا تو آج آفس نہیں جا رہی؟"

حالہ نے سر ہلایا "نہیں، میں سارا دن گلِ اماں کے ساتھ گزارنا چاہتی ہوں، کتنے دن ہو گئے ان سے بات نہیں ہوئی۔"

زاویار نے مصنوعی سنجیدگی سے سر ہلایا "ٹھیک ہے، پھر واپس آکر آفس کا سارا کام آرام سے کر لینا، جس طرح بڑے آرام سے اپنی 'گلِ اماں جان' کے لیے لنچ باکس تیار کر رہی ہو، مسز زاویار۔"

حالہ نے برا سا منہ بنایا، "تمہیں تو بس اپنے کام کی فکر ہوتی ہے، پریشان مت ہو، میں سب کر لوں گی... عجیب انسان ہو تم!"

زاویار ہنس دیا اور فریج کے پاس آکر بولا، "اچھا، اب جلدی تیار ہو جاؤ، تمہیں چھوڑ کر پھر مجھے آفس جانا ہے، ویسے بھی ڈرائیور چھٹی پر ہے۔"

حالہ نے سر ہلایا، "اوکے، ابھی آئی!" اور جلدی جلدی کھانے کو لنچ باکس میں ترتیب دینے لگی، جبکہ زاویار مسکراتے ہوئے اس کے مصروف انداز کو دیکھنے لگا۔

☆☆☆✦☆☆☆

جیسے ہی حالہ نے اولڈ ہوم میں قدم رکھا، سب کچھ ویسا ہی تھا جیسے اس نے پہلے دیکھا تھا۔ بُھورے لباس میں ملبوس عمر رسیدہ لوگ یہاں وہاں ٹہل رہے تھے، کچھ خاموش بیٹھے تھے، تو کچھ آپس میں دھیمی آواز میں باتیں کر رہے تھے۔ ہر چیز معمول کے مطابق لگ رہی تھی۔

وہ آہستہ قدموں سے ریسیپشن کی طرف بڑھی۔ میز کے پیچھے بیٹھی لڑکی سر جھکائے کسی فائل میں مصروف تھی۔ حالہ نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ نرمی سے پوچھا "گل اماں... سوری، گل رانا اپنے کمرے میں ہیں؟"

لڑکی نے چونک کر سر اٹھایا اور حالہ کو دیکھا، اس کی نظروں میں ایک پل کے لیے الجھن بھری، جیسے وہ کچھ سوچ رہی ہو۔

"جی؟ وہ...؟"

"ہاں، وہ کمرے میں ہیں؟" حالہ نے بدستور مسکراتے ہوئے پوچھا۔

مگر اگلے ہی لمحے، وہ الفاظ جو حالہ کے کانوں میں پڑے، انہوں نے اس کے دل کی دھڑکن کو جیسے روک دیا۔

"سوری، مگر... مگران کا انتقال ہو گیا ہے۔"

حالہ کی مسکراہٹ یکدم غائب ہو گئی۔ اس کا پورا وجود جیسے پتھر کا ہو گیا۔ دماغ نے ان الفاظ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

"کیا؟"

"گل رانا کی ڈیتھ ہو گئی ہے... چار دن پہلے۔"

حالہ کا جسم کانپنے لگا۔ اس کے ہاتھ میں پکڑا لنچ باکس ہلکا سا لرزا اور وہ دھیرے سے اسے ریسیپشن کی میز پر رکھ کر سینے پر ہاتھ رکھ کر کھڑی ہو گئی۔ ایک دم جیسے سانس لینا مشکل ہونے لگا۔

"نہیں... یہ..." اس کے لب کپکپائے، آواز سرگوشی سے بھی مدھم تھی۔

ہر چیز گھومنے لگی۔ اس کے قدم خودبخود پیچھے ہٹنے لگے، جیسے وہ اس حقیقت سے دور بھاگنا چاہتی ہو۔ وہ لڑکی اب کچھ کہہ رہی تھی، مگر اس کے الفاظ حالہ کے کانوں تک نہیں پہنچ رہے تھے۔

حالہ کے دل میں ایک ہوک اٹھی۔ وہ فوراً پلٹی اور تیز قدموں سے باہر نکل گئی۔ سورج چمک رہا تھا، مگر اسے لگ رہا تھا جیسے ہر چیز دھندلا رہی ہو۔ دل بے قابو تھا، دھڑکنیں بے ترتیب ہو چکی تھیں۔ وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر خود کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگی۔ سانسیں بے ربط ہو رہی تھیں، جیسے ہوا کم پڑ رہی ہو۔

"یہ کیا سن لیا میں نے؟"

اس کے لب ہلکے ہلکے لرز رہے تھے۔ اس نے نظریں اٹھائیں، مگر سب دھندلا گیا تھا۔ گلِ اماں... وہ جن کے لیے وہ آج اتنی محبت سے کھانا بنا کر لائی تھی، وہ... وہ اب نہیں تھیں؟

☆☆☆✦☆☆☆

جیسے ہی زاویار نے اپارٹمنٹ میں قدم رکھا، اس نے دیکھا کہ بتیاں جل رہی تھیں۔ وہ ایک لمحے کے لیے رکا، الجھن میں پڑ گیا۔ حالہ آ گئی تھی؟ مگر وہ تو اسے خود لینے والا تھا، پھر وہ اکیلی کیسے آئی؟ وہ کب آئی؟

چہرے پر ہلکی سی پریشانی لیے وہ آگے بڑھا۔ لاؤنج خالی تھا، حالہ کہیں نظر نہیں آئی۔ اس نے گہری سانس لی اور سیدھا کمرے کی طرف گیا۔ دروازہ ہلکا سا کھلا تھا، اندر جھانکا تو حالہ بیڈ پر بیٹھی تھی، مگر اس کی حالت دیکھ کر زاویار کے قدم ٹھٹھک گئے۔

وہ مسلسل رو رہی تھی، آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں، چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ جیسے ہی اس کی نظر زاویار پر پڑی، وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھی اور تیزی سے بھاگتی ہوئی اس کے سینے سے جا لگی۔

زاویار نے حیرت سے اسے تھام لیا، مگر اس کی حالت دیکھ کر اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ حالہ زور زور سے رو رہی تھی، اس کے کندھے لرز رہے تھے، جیسے کوئی بہت بڑا بوجھ اس کے دل پر آن پڑا ہو۔

"حالہ... حالہ کیا ہوا؟ سب ٹھیک ہے نا؟" زاویار نے نرمی سے پوچھا، اس کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے۔

مگر حالہ نے کچھ نہیں کہا، وہ بس روتی رہی۔ اس کے آنسو زاویار کی قمیض بھگو رہے تھے۔ پھر ہچکیاں لیتے ہوئے، وہ بمشکل بولی،

"زاویار... گل... گل اماں..."

زاویار نے گہری سانس لی اور مسکرا کر بولا "اچھا تو مطلب گل اماں نے ڈانٹ دیا ہے؟"

وہ جانتا تھا کہ اس کی چھوٹے دل کی بیوی ہر چھوٹی بات پر رو دیتی تھی۔ مگر اگلے ہی لمحے، حالہ نے آنسوؤں میں بھیگا چہرہ اٹھایا اور تڑپتی آواز میں بولی۔

"نہیں زاویار... وہ... ان کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔"

زاویار کا دل جیسے ایک لمحے کے لیے دھڑکنا بھول گیا۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر حالہ کو دیکھتا رہا۔

"کیا؟"

حالہ نے سر ہلایا اور پھر سے اس کے سینے سے لگ کر زار و قطار رونے لگی۔

"گل اماں کی ڈیتھ ہو گئی، زاویار... مجھے ان کی یاد آ رہی ہے... میں اتنے دنوں سے ان سے ملی بھی نہیں..."

زاویار نے ایک گہری سانس لی۔

اچھا... تو یہ بات تھی...

وہ تو بری طرح گھبرا گیا تھا حالہ کو اس طرح روتے دیکھ کر۔ اس کی آنکھوں میں بے بسی تھی، جیسے وہ کچھ بھی کر کے حالہ کے آنسو روکنا چاہتا ہو، مگر نہیں روک پا رہا تھا۔

حالہ نے آہستہ سے سر اس کے سینے سے ہٹایا، آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں، چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔ وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولی،

"زاویار... وہ... فوت ہو گئی ہیں۔"

زاویار نے نرمی سے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس کے گالوں پر بہتے آنسو پونچھنے لگا۔ پھر سنجیدگی سے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

"حالہ... اللہ انہیں جنت نصیب فرمائے۔"

مگر اس کے الفاظ سن کر حالہ جیسے اور زیادہ رو دینے کو تیار ہو گئی۔ وہ ناراضگی سے آنسو بھری آنکھوں سے زاویار کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"زاویار! مجھے تسلی دینے کے بجائے تم ان کی مغفرت کی دعا کر رہے ہو؟"

وہ جیسے ناراض ہو رہی تھی، جیسے وہ دعا نہیں بلکہ کوئی امید سننا چاہتی ہو۔

زاویار نے سانس بھرتے ہوئے نرمی سے کہا "تو کیا، دعا نہیں مانگنی چاہیے؟"

وہ سکون سے، گہری نظروں سے اس کی بھیگی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"حالہ، رونے کے بجائے ان کے لیے دعا کرو نا..."

وہ محبت سے سمجھا رہا تھا، مگر حالہ کے آنسو نہیں رک رہے تھے۔

"زاویار، مجھے بہت رونا آ رہا ہے..."

وہ سسکیوں کے بیچ ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولی، اپنے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ لیے جیسے خود کو سنبھالنے کی ناکام کوشش کر رہی ہو۔

زاویار نے آہستہ سے اس کا سر تھاما اور دوبارہ اپنے سینے سے لگا لیا۔

"اچھا، جتنا رونا ہے یہاں سر رکھ کر رو لو... جب دل ہلکا ہو جائے تو ہٹا لینا سر۔"

حالہ نے اس کے سینے میں چہرہ چھپا لیا اور بھی زور سے رونے لگی۔ زاویار نے ایک لمحے کو اسے دیکھا، پھر ہلکی سی مسکراہٹ اس کے چہرے پر آئی۔ مگر اب وہ حالہ کے بالوں میں نرمی سے ہاتھ پھیر رہا تھا، جیسے خاموشی سے اس کے دل کو تسلی دے رہا ہو۔

پتہ نہیں کتنی دیر وہ یوں ہی زاویار کے سینے سے لگی روتی رہی، جیسے اپنے دل کا سارا بوجھ ایک ہی پل میں بہا دینا چاہتی ہو۔ اس کی سسکیاں دھیرے

دھیرے کم ہونے لگیں، آنسو تھم گئے، اور دل میں چھایا ہوا غم جیسے ہلکا پڑنے لگا۔ کچھ دیر بعد وہ بیڈ پر بیٹھی تھی، خاموش مگر تھکی ہوئی۔ آنکھیں اب بھی سرخ تھیں، مگر آنسو خشک ہو چکے تھے۔

زاویار نے جب اسے اپنے سینے سے لگایا تھا، تو وہ جیسے اندر سے خود ہی ہلکی ہونے لگی تھی۔ مگر اب وہ نظریں جھکائے، زاویار کے سامنے بیٹھی تھی، اس کے قریب مگر خاموش۔ زاویار کافی دیر سے بس اسے ہی دیکھ رہا تھا، جو اس سے نظریں نہیں ملا رہی تھی۔

"حالہ؟"

وہ نرمی سے بولا، مگر حالہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ شاید وہ ابھی تک اس حقیقت کو قبول کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ گل اماں واقعی اب اس دنیا میں نہیں رہیں۔

زاویار نے تھوڑی اور نرمی سے کہا" حالہ، یار، مجھے دیکھو تو سہی... جب سے میں آفس سے آیا ہوں، تم نے مجھے ٹھیک سے دیکھا بھی نہیں ہے... اور جب تک تم مجھے ایک بار دیکھو گی نہیں، میں یہاں سے ہلوں گا بھی نہیں... ایک بار تو میری طرف دیکھ لو۔"

وہ جیسے بچوں کی طرح ضد کر رہا تھا، حالہ نے آہستہ سے سر اٹھایا، زاویار کی طرف دیکھا، آنکھیں سرخ اور بھیگی ہوئی تھیں۔

"حالہ..."

زاویار نے نرمی سے کہا اور تھوڑا قریب آیا۔

"اس حقیقت کو مان لو... کہ اب وہ نہیں رہیں..."

حالہ کی آنکھیں پھر سے بھیگ گئیں۔"زاویار، مجھے ان کی یاد آ رہی ہے..."

زاویار نے گہری سانس لی اور اس کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ "حالہ، ہم سب نے ایک دن اس دنیا سے جانا ہے... یہ ایک سچ ہے، جسے ہم چاہ کر بھی نہیں بدل سکتے۔"

"ہاں، مگر..." حالہ نے ٹوٹے لہجے میں کچھ کہنے کی کوشش کی، مگر الفاظ ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

"میں کچھ کھانے کے لیے منگواتا ہوں، تم آرام سے کھانا کھاؤ، اور خود کو سنبھالو... ٹھیک ہے؟ اور اگر اور زیادہ رونے کا دل کرے، تو دوبارہ میرے سینے سے لگ کر رو لینا... دل ہلکا ہو جائے گا۔"

وہ آہستہ سے کہہ کر فون اٹھاتا ہے اور کچھ کھانے کا آرڈر کرنے لگتا ہے، جب کہ حالہ بس خاموشی سے اسے دیکھتی رہتی ہے، جیسے وہ خود بھی نہیں

جانتی کہ اس لمحے اسے اس کی تسلی کی ضرورت تھی یا بس زاویار کے پاس بیٹھنے کی۔

کچھ دیر بعد کھانا آگیا تھا، اور زاویار اس کے سامنے کھانے کی پلیٹ لیے بیٹھا تھا، مگر حالہ اب بھی چپ تھی، آنکھیں نیچی کیے، بے حس و حرکت۔

"حالہ، کھانا تو کھالو۔"

"بھوک نہیں ہے۔"

زاویار نے گہری سانس لی، جیسے خود کو صبر کی تلقین کر رہا ہو۔ پھر نرمی سے بولا، "اپنے ہاتھ سے کھلاؤں؟"

حالہ نے چونک کر اسے دیکھا، آنکھیں اب بھی آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھیں۔

"مجھے نہیں کھانا..." اس کی آواز دھیمی مگر اداس تھی۔

"حالہ، کھانے سے ان کی روح واپس نہیں آجائے گی۔"

حالہ نے نظریں چرالیں، جیسے وہ بات سننا ہی نہیں چاہتی تھی۔اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سا خالی پن تھا۔"زاویار، وہ مجھے ہر اچھی بری بات بتاتی تھیں... ہر چیز سکھائی، سمجھائی... مجھے **heal** کیا... اب کون کرے گا **heal** مجھے؟"

زاویار نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا، پھر آہستہ سے کہا" حالہ، میں کروں گا تمہیں **heal**... میں ہوں نا تمہارے پاس۔"

وہ پل بھر کے لیے خاموشی سے زاویار کو دیکھتی رہی۔ جیسے اس کی بات میں چھپے خلوص کو محسوس کر رہی ہو۔زاویار نے نرمی سے کھانے کا ایک نوالہ بنایا اور آہستہ سے حالہ کے لبوں کی طرف بڑھایا۔حالہ نے ایک نظر

نوالے کو دیکھا، پھر زاویار کو... اور آخر کار آہستہ سے لب کھول کر نوالہ کھا لیا۔

زاویار ہلکا سا مسکرا کر اسے دیکھنے لگا، مگر حالہ اب بھی گم صم تھی۔

"مسز زاویار..." وہ شوخ لہجے میں بولا۔ "اب آپ اپنا موڈ ٹھیک کریں... پھر باہر بھی تو جانا ہے نا؟"

حالہ کی آنکھوں میں ایک لمحے کو روشنی سی چمکی۔ "باہر؟... باہر کہاں؟"

زاویار مسکراتے ہوئے کہنے لگا "جہاں تم کہو... لیکن ابھی کھانا کھاؤ اور موڈ فریش کرو۔"

بس، "باہر" کا لفظ سننا تھا کہ حالہ کے چہرے پر ایک ہلکی سی چمک آ گئی۔

اسے زاویار کے ساتھ باہر جانا ہمیشہ ہی پسند تھا، اور وہ گھومنے پھرنے کی بہت شوقین بھی تھی۔

☆☆☆✦☆☆☆

کچھ دن یونہی بیت گئے۔ حالہ اسی طرح گل اماں کو یاد کرتی رہی، اور زاویار اسے تسلیاں دیتا رہا۔ وہ ہر بار اس کے آنسو صاف کرتا، اسے صبر کی تلقین کرتا، مگر وہ دل جو بکھر چکا ہو، وہ اتنی آسانی سے سنبھلتا کہاں ہے؟ ایک ہفتہ گزر چکا تھا، اور آج وہ صبح تھی جب حالہ واقعی خود کو کچھ بہتر محسوس کر رہی تھی۔ جیسے اب وہ حقیقت کو تسلیم کر چکی تھی کہ جو ہونا تھا، وہ ہو چکا۔

مرنا تو سب نے ہے۔

مگر گل اماں ہمیشہ اس کے دل میں رہیں گی، خاص طور پر ان کی وہ باتیں، جنہیں حالہ نے اپنی روح میں بسا رکھا تھا۔

ابھی صبح کا وقت تھا، اور وہ آرام سے بیٹھی، سامنے لیپ ٹاپ رکھے، کام میں مصروف تھی۔ پچھلے ایک ہفتے سے وہ افس نہیں آئی تھی، کیونکہ گل اماں کی یادیں اسے کسی اور چیز پر دھیان نہیں دینے دے رہی تھیں۔ آج ایک ہفتے بعد افس آئی تو کام کا ایسا انبار لگا ہوا تھا جیسے ایک مہینے سے کچھ کیا ہی نہ ہو۔

اور زاویار؟

وہ تو بخشنے والا تھا ہی نہیں! اس نے حالہ کو اتنا کام پکڑا دیا تھا کہ گویا ہفتہ نہیں، پورا مہینہ غیر حاضر رہی ہو۔ اور اب حالہ بیٹھ کر وہی کام کرنے کی کوشش کر رہی تھی، مگر دل بار بار گھبرا رہا تھا۔ دھیان کہیں اور تھا، توجہ مرکوز کرنا مشکل لگ رہا تھا۔ ایک گھنٹہ ہو چکا تھا، مگر اس نے اب تک بہت کم کام کیا تھا۔

اوپر سے زاویار آج شدید غصے میں تھا۔

حالہ جانتی تھی کہ کام کے معاملے میں زاویار بہت سخت تھا۔ اسے ہمیشہ ہر چیز پرفیکٹ چاہیے ہوتی تھی، اور حالہ بھی پرفیکٹ کام کرنے کی کوشش کر رہی تھی، مگر اس کا جسم گرم ہو رہا تھا، جیسے تیز بخار چڑھ رہا ہو۔ آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں، دماغ سن سا ہو رہا تھا۔

وہ آہستہ سے لیپ ٹاپ بند کرتی ہے اور اٹھ کر کیبن سے باہر نکلتی ہے۔ ایک نظر باہر بیٹھے لوگوں پر ڈالتی ہے، جو اپنے کاموں میں مصروف تو تھے، مگر ان کے چہروں سے صاف ظاہر تھا کہ ابھی ابھی زاویار کی ڈانٹ سن کر آئے ہیں۔

حالہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی زاویار کے کیبن کا دروازہ کھولتی ہے۔ زاویار اپنی سیٹ پر بیٹھا لیپ ٹاپ کی اسکرین پر نظریں جمائے ہوئے تھا، اور اس

کے چہرے سے صاف غصہ جھلک رہا تھا۔ حالہ آہستگی سے اندر آئی اور اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ زاویار نے ایک نظر اسے دیکھا، پھر سرد لہجے میں پوچھا۔

"کام کر لیا جو دیا تھا؟"

حالہ نے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا، سانس بھاری تھی، بدن بوجھل۔

"نہ... نہیں زاویار..."

بس یہ کہنا تھا کہ زاویار کا غصہ اور بڑھ گیا۔

"اور کیوں نہیں کیا؟" اس بار اس کے لہجے میں نرمی کی کوئی رمق نہ تھی۔

حالہ نے ایک پل کو اس کی آنکھوں میں دیکھا، پھر مدھم آواز میں بولی۔

"وہ زاویار..."

"حالہ! تم کیوں اتنی لاپرواہ ہوتی جا رہی ہو؟ ایک ہفتے سے افس نہیں آئیں، چلو وہ ٹھیک، لیکن کم از کم کام تو پورا کرو!"

اب اس کے لہجے میں تھوڑی نرمی آگئی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اگر زیادہ ڈانٹ دیا تو حالہ کی آنکھیں بھیگ جائیں گی۔

"زاویار، میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے..." حالہ نے تھکے تھکے انداز میں کہا اور سر کو زور سے تھام لیا۔

زاویار نے مایوسی سے اسے دیکھا اور طنزیہ لہجے میں بولا۔

"پھر سے بہانہ؟"

حالہ نے جھنجھلا کر سر اٹھایا "نہیں زاویار... میں بہانہ نہیں بنا رہی..."

"اُف، بس کرو حالہ! تم ہمیشہ کوئی نہ کوئی بہانہ بناتی ہو! اگر تمہیں کام کم چاہیے تو مجھ سے کہہ دو، مگر بہانے مت بناؤ——"

اس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی، اس کی نظر حالہ کے چہرے پر گئی۔ وہ بے حد نڈھال لگ رہی تھی، آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں، چہرے پر حد درجہ تھکن کے آثار نمایاں تھے۔ زاویار کی پیشانی پر فکر مندی کی شکنیں ابھریں۔

"حالہ..." اس کی آواز یکدم نرم ہوئی۔

حالہ کا ایک ہاتھ ٹیبل پر رکھا تھا، زاویار نے جلدی سے اسے تھاما، اور اس کی جلد کی تپش سے ایک لمحے کے لیے چونک گیا۔

"تمہیں... تمہیں تو بہت تیز بخار ہے!" وہ حیرت سے بولا۔

حالہ نے سُرخ آنکھوں سے اسے دیکھا، جیسے بے حد تھک چکی ہو۔ زاویار کے چہرے کی سختی پل بھر میں غائب ہو گئی۔

"حالہ، تمہیں اتنا بخار ہے، تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟" اس نے بے حد پریشانی سے پوچھا اور فوراً اپنی سیٹ سے اٹھا۔

"چلو، ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں!"

وہ اپنی کرسی کے پیچھے سے کوٹ اٹھا کر بازو پر ڈالتا ہے اور نرمی سے حالہ کا ہاتھ تھام کر اسے سہارا دیتا ہے تاکہ وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہو سکے۔ حالہ مسلسل بخار کی شدت سے کانپ رہی تھی۔ زاویار نے آہستگی سے اپنا کوٹ اس کے گرد لپیٹ دیا، تاکہ اسے کچھ گرمی مل سکے۔

"ریلیکس ہو جاؤ، ہم ابھی ڈاکٹر کے پاس جا رہے ہیں..." وہ دھیرے سے کہتا ہے اور اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام کر کیبن سے باہر نکل آتا ہے۔

ہسپتال کی خاموش راہداریوں میں ہلکی ہلکی باتوں کی سرگوشیاں گونج رہی تھیں۔ سفید دیواروں اور پرسکون ماحول کے درمیان حالہ اور زاویار ایک ساتھ کرسی پر بیٹھے تھے، سامنے ایک اٹالین ڈاکٹر، جو عینک کے پیچھے سے بغور رپورٹس کا جائزہ لے رہی تھی۔ اس کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ تھی، جیسے اسے کوئی خوشخبری دینی ہو۔

زاویار اور حالہ دونوں کی نظریں ڈاکٹر پر جمی ہوئی تھیں۔ حالہ کی انگلیاں بے ساختہ ایک دوسرے میں الجھ رہی تھیں۔

ڈاکٹر نے رپورٹس ایک طرف رکھی، مسکراتے ہوئے نظر اٹھائی، اور نہایت خوشگوار انداز میں کہا

"Congratulazioni! Lei è incinta!"

زاویار کی آنکھوں میں پل بھر کے لیے حیرت اتر آئی۔ ایک لمحے میں کئی جذبات اس کے چہرے سے گزرے—حیرت، خوشی، بے یقینی، اور پھر ایک نرم سا سکون۔ وہ سانس روکے حالہ کی طرف دیکھنے لگا۔ حالہ، جو ڈاکٹر کو دیکھ رہی تھی، فوراً زاویار کی طرف متوجہ ہوئی۔ اس کی آنکھوں میں الجھن تھی، جیسے وہ کسی انجانی خبر کے درمیان کھڑی ہو۔

"زاویار... یہ... یہ کیا کہہ رہی ہیں؟" اس نے مدھم آواز میں پوچھا، جیسے جواب کا انتظار کرتے ہوئے اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا ہو۔ زاویار نے اس کے معصوم چہرے کو دیکھا، پھر ایک پل کے لیے ضبط کیا، لیکن ہونٹوں پر ایک خوشگوار مسکراہٹ آ ہی گئی۔

"حالہ..." اس نے دھیرے سے اس کا ہاتھ تھاما اور پھر میز پر رکھی رپورٹس اٹھا کر حالہ کے سامنے کر دیں۔

حالہ نے تیزی سے رپورٹس لے لیں، جیسے کسی راز سے پردہ اٹھنے والا ہو۔ اس کی نظریں جلدی جلدی الفاظ پر بھاگیں، پھر اچانک اس کی سانس رک سی گئی۔ پہلے حیرت، پھر چہرہ ہلکا سا گلابی پڑ گیا۔ اس نے آہستہ سے نظریں اٹھائیں اور زاویار کی آنکھوں میں دیکھا۔ "زاویار... یہ... یہ سچ ہے؟" اس کی آواز جیسے کانپ گئی ہو۔

زاویار نے شوخی سے کندھے اچکائے، "نہیں، جھوٹ ہے۔"

اس کے سنجیدہ لہجے پر حالہ کا منہ کھل گیا، وہ چند لمحے بس زاویار کو دیکھتی رہی، جیسے ناراض ہونے کا سوچ رہی ہو، لیکن زاویار کی آنکھوں میں چمک تھی، جو سب کچھ واضح کر رہی تھی۔

حالہ نے بمشکل لب کھولے "زاویار، مذاق مت کرو... میں، میں واقعی؟"

زاویار نے ہلکا سا مسکرا کر سر ہلایا "ہاں حالہ، تم واقعی ماں بننے والی ہو۔"

حالہ کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آکر پل بھر میں آنکھوں میں نمی میں بدل گئی۔اسی دوران ڈاکٹر نے زاویار کو اطالوی میں سمجھانا شروع کیا کہ حالہ کا کیسے خیال رکھنا ہے، کن چیزوں سے پرہیز کرنا ہے، اور کون سی غذائیں ضروری ہیں۔زاویار سنجیدگی سے سر ہلا رہا تھا، پوری توجہ سے ڈاکٹر کی ہدایات لے رہا تھا، جبکہ حالہ، جسے ایک لفظ بھی سمجھ نہیں آرہا تھا، بس زاویار کو دیکھ رہی تھی۔"یہ کیا کہہ رہی ہیں؟" حالہ نے سرگوشی میں پوچھا۔

زاویار نے ہلکی مسکراہٹ دبانے کی کوشش کی، پھر آہستہ سے کہا" کہہ رہی ہیں کہ اب تمہیں زیادہ نخرے نہیں کرنے، جو کھانے کو دوں گا وہ کھانا پڑے گا۔"

حالہ نے فوراً آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا" زاویار!"

زاویار ہنستے ہوئے سر جھکانے لگا "اچھا اچھا، وہ تمہاری صحت کے بارے میں کہہ رہی ہیں، کہ تمہیں زیادہ آرام کرنا ہوگا، صحیح وقت پر کھانا ہوگا، اور زیادہ جذباتی نہیں ہونا۔"

حالہ نے گہری سانس لی، دل ابھی بھی تیز دھڑک رہا تھا۔ یہ خبر، یہ لمحہ، اس کی زندگی کا ایک نیا موڑ تھا۔

☆☆☆✦☆☆☆

مریم کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ اس کی آنکھوں میں چمک تھی، دل کی دھڑکن تیز تھی، اور وہ پورے کمرے میں خوشی سے ٹہل رہی تھی، جیسے اس کے اندر جذبات کا ایک طوفان امنڈ آیا ہو۔ اس نے ابھی ابھی حالہ سے

سنا تھا کہ وہ خالہ بننے والی ہے، اور اس خبر نے اس کے دل میں ایک عجیب سا سکون اور خوشی بھر دی تھی۔ مگر یہ خوشی صرف اس کی اور حالہ کی تھی۔ حالہ نے اسے سختی سے منع کیا تھا کہ وہ یہ بات کسی کو نہ بتائے۔ "جب سب نے چھوڑ دیا، تو کسی کو حق نہیں کہ وہ میری خوشی میں خوش ہو" حالہ کے الفاظ ابھی بھی اس کے کانوں میں گونج رہے تھے، اور مریم نے بھی دل پر ہاتھ رکھ کر وعدہ کر لیا تھا کہ وہ یہ بات کسی سے نہیں کہے گی۔

لیکن یہ خوشی چھپائے نہیں چھپ رہی تھی۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی، آنکھوں میں خوشی کے آنسو، اس کے قدم خود بخود چل رہے تھے، کمرے کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک۔ مگر سب سے زیادہ خوشی اسے اس بات کی تھی کہ حالہ نے کہا تھا کہ جب بچہ دنیا میں آئے گا، تو وہ اسے اٹلی ضرور بلائے گی۔

یہ سوچتے ہی اس نے بے اختیار اپنا موبائل اٹھایا، اور خوشی کے مارے اس کے ہاتھ خود بخود شاہمیر کے نمبر پر جا رُکے۔ وہ خود بھی حیران ہوئی کہ اس نے یہ نمبر کیوں ڈائل کیا، مگر شاید دل میں کہیں ایک چاہت تھی کہ وہ بھی یہ خبر سن کر خوش ہو۔

فون کی بیل بجتی رہی، اور پھر دوسری طرف سے وہی مانوس آواز سنائی دی۔

"ہیلو؟"

شاہمیر کی آواز نے پل بھر میں مریم کے چہرے پر مسکراہٹ اور بکھیر دی۔ ایک لمحے کے لیے، جیسے سب کچھ تھم گیا ہو۔ کچھ یادیں، کچھ جذبات، کچھ ان کہی باتیں ——سب کچھ بس ایک پل میں لوٹ آیا۔

"وہ... تمہیں پتہ چلا؟" مریم کی آواز خوشی سے لرز رہی تھی۔

"کیا؟" شاہمیر نے عام سے لہجے میں پوچھا۔

"میں خالہ بننے والی ہوں!" وہ جیسے خوشی سے چیخی۔

دوسری طرف خاموشی چھاگئی۔ مریم کو لگا شاید لائن کٹ گئی ہے، مگر نہیں، شاہمیر خاموش تھا۔ ایک ایسی خاموشی جو اندر ہی اندر کچھ توڑ رہی تھی، کچھ چھین رہی تھی۔ "کیا ہوا؟ تمہیں خوشی نہیں ہوئی؟" مریم نے فوراً پوچھا، اس کے چہرے پر ہلکی سی الجھن تھی۔ "خوشی؟" شاہمیر نے جیسے خود سے یہ لفظ دہرایا۔ پھر اس کے لبوں پر ایک مسکراہٹ آئی — ایک اداس، خالی، اور بوجھل مسکراہٹ۔

"ہاں... ہوئی" وہ دھیرے سے بولا۔ "بہت زیادہ..."

مگر مریم جوش میں تھی، شاید وہ کچھ اور کہہ رہی تھی، کچھ اور بتا رہی تھی، مگر شاہمیر کے لیے اس کی آواز دور ہوتی جارہی تھی۔ اس کا دل جیسے کسی

نے مٹھی میں جکڑ لیا تھا۔ وہ کچھ کہہ نہیں پایا، بس خاموشی سے اس کی بات سنتا رہا، اور دل کے کسی کونے میں ایک ادھورا احساس سر اٹھانے لگا۔ پھر آہستہ سے شاہمیر نے کال کاٹ دی، اور مریم... اس کی باتیں وہیں رہ گئیں۔

وہ حیران تھی، الجھن میں تھی۔ شاہمیر نے اچانک فون کیوں بند کر دیا؟ ایسا کیا تھا جو وہ سننا نہیں چاہتا تھا؟ یا شاید... وہ سن تو رہا تھا، مگر کچھ کہہ نہیں پایا؟

مریم کے چہرے سے خوشی کی روشنی پل بھر میں ماند پڑ گئی۔ وہ آہستہ سے بیڈ پر بیٹھ گئی، نظریں جھکا کر ہاتھوں کو مسلنے لگی۔ دل جو ابھی خوشی سے بھرپور تھا، اچانک بوجھل محسوس ہونے لگا۔ شاہمیر نے فون کیوں کاٹا؟ پھر اچانک اسے احساس ہوا۔

اسے شاہمیر کو فون ہی نہیں کرنا چاہیے تھا۔ وہ خود کو دھوکہ دے رہی تھی، کوئی بہانہ ڈھونڈ رہی تھی، بس کسی نہ کسی طرح شاہمیر سے بات کرنے کا موقع چاہتی تھی۔

اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی، مگر اس نے بے ساختہ اپنی پلکیں جھپک کر ان آنسوؤں کو اندر ہی روک لیا۔ مگر وہ بھی مجبور تھی۔ دل کے ہاتھوں، نصیب کے ہاتھوں، ہر چیز کے ہاتھوں۔ اور اب... یہی وقت تھا کہ وہ "شاہمیر" نام کے اس احساس کو خود سے ہمیشہ کے لیے نکال دے۔ وہ سب کچھ ختم کر دے گی۔ اپنے دل سے، اپنی سوچ سے، اپنی زندگی سے — ہر جگہ سے شاہمیر کو مٹا دے گی۔ مگر کیا یہ ممکن تھا؟ کیا وہ واقعی شاہمیر کو اپنے دل سے نکال پائے گی؟ شاید نہیں... شاید ہاں؟ بس جو بھی

تھا،اب اسے شاہمیر کے خیالوں سے نجات حاصل کرنی تھی۔ محبت تو ہو جاتی ہے، مگر... ملنا اتنا مشکل کیوں ہوتا ہے؟

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

دوسری طرف... شاہمیر۔

پتہ نہیں، اس دوران اس کے دل پر کیا کچھ گزر رہا تھا۔ وہ خود بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

آخر کچھ ٹوٹ رہا تھا۔

مگر نہیں!

اسے خوش ہونا تھا!

اسے خوش ہونا ہوگا!

اس نے زبردستی ایک تلخ مسکراہٹ اپنے چہرے پر سجائی، مگر آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

وہ جس سے محبت کرتا ہے، اس کی خوشی میں اسے خوش ہونا ہی تھا...!

مگر دل؟

دل جو ایک انجانے درد میں جکڑا جا رہا تھا، وہ کہاں خوش ہو پایا تھا؟

محبت کبھی کبھی اتنی بے بس کیوں ہو جاتی ہے؟ کہ جس کی خوشی ہی اپنی بربادی بن جائے؟

شاہمیر نے آہستہ سے آنکھیں بند کر لیں۔

شاید کچھ لمحوں بعد سب ٹھیک ہو جائے؟

یا شاید کبھی بھی نہیں...؟

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

رات کی تاریکی گہری ہو چکی تھی۔

ہر طرف سناٹا تھا، ہلکی روشنی کمرے میں بس اتنی تھی کہ حالہ کے چہرے کے پسینے کی بوندیں چمک رہی تھیں۔ وہ بے سکون سو رہی تھی، جیسے کسی خواب نے اسے جکڑ رکھا ہو، جیسے کوئی انجانی طاقت اسے اپنے اندر کھینچ رہی ہو۔

اور پھر—

"حالہ...!"

ایک چیخ۔

دھند میں لپٹی ہوئی، کانپتی، دہکتی چیخ۔

حالہ نے خود کو کسی اندھیرے جنگل میں کھڑے پایا۔ ہوا زوردار چل رہی تھی، درختوں کی شاخیں خوفناک انداز میں ہل رہی تھیں، زمین پر کہیں کہیں خون کے دھبے نظر آرہے تھے۔ اندھیرا گہرا تھا، ہر طرف دھند تھی، ہوا میں ایک عجیب سی اداسی بسی ہوئی تھی۔ حالہ نے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا، ہر چیز دھند میں لپٹی ہوئی تھی، جیسے کوئی بھولا ہوا خواب ہو، مگر ایک پرچھائیں آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ رہی تھی...

پھر وہ سایہ...

وہی سایہ۔

وہی پرچھائیں جو دھند میں تڑپتی ہوئی حالہ کی طرف بڑھ رہی تھی۔

"حالہ۔۔۔ بچالو مجھے۔۔۔ حالہ۔۔۔!"

آواز میں اتنی دردناک فریاد تھی کہ حالہ کا دل کانپ گیا۔

"کون...؟" اس کے ہونٹ کانپے۔

پھر دھند چیرتی ہوئی ایک بھیانک شبیہہ سامنے آئی—

اسرہ۔

مگر یہ وہ اسرہ نہیں تھی جو حالہ نے دیکھی تھی، یہ کوئی اور تھی۔

بال بکھرے ہوئے، کپڑے چیتھڑوں میں، جسم پر زخموں کے نشانات، آنکھوں میں خون اترا ہوا، ہونٹ کانپتے، اور آنکھوں سے رکنے کا نام نہ لیتے آنسو۔

"حالہ۔۔۔ حالہ مجھے معاف کردو!"

"میں مر گئی حالہ۔۔۔ میں مر گئی۔۔۔!!"

وہ چیخ رہی تھی۔

"مجھے زمین نے قبول نہیں کیا حالہ! مجھے آسمان نے ٹھکرا دیا! مجھے کہیں پناہ نہیں ملی! میں بے چین ہوں! میں بھٹک رہی ہوں!"

ہوا کی سرسراہٹ اور تیز ہو گئی، حالہ کا پورا جسم جیسے برف بن گیا، اسرہ تیزی سے اس کے قریب آئی——

"حالہ۔۔۔! مجھے معاف کر دو! مجھے معاف کر دو ورنہ میں ہمیشہ یوں ہی بھٹکتی رہوں گی! مجھے روشنی نہیں ملی، حالہ! مجھے اندھیروں میں چھوڑ دیا گیا ہے!"

اس کی چیخیں حالہ کے کانوں میں پگھلے ہوئے سیسے کی طرح اتر رہی تھیں۔

"میں قبر میں چین سے نہیں جا سکی، حالہ! میں رو رہی ہوں، میں تڑپ رہی ہوں، میرا گناہ میرے ساتھ دفن ہو گیا، مگر میرا وجود۔۔۔ میرا وجود ابھی تک ختم نہیں ہوا!"

"میں تمہیں تکلیف دیتی رہی! میں تمہیں روندتی رہی! میں تمہارے جذبات سے کھیلی! اور آج۔۔۔ آج میں خود رو رہی ہوں! مجھے معاف کر دو، حالہ! مجھے معاف کر دو!"

وہ زمین پر گر گئی، ہاتھوں سے مٹی کو نوچنے لگی، بال کھینچنے لگی، روتی رہی، چیختی رہی۔

حالہ کا دل دھک دھک کر رہا تھا، اس کے قدم زمین میں جم گئے تھے، وہ حرکت بھی نہیں کر پا رہی تھی۔

"حالہ۔۔۔!!"

اچانک اسرہ کی آنکھوں کا رنگ بدلنے لگا، سرخ، دہکتے ہوئے کوئلے جیسے! اس کی آنکھوں میں وحشت آگئی، چہرہ بھیانک ہو گیا، جیسے کسی آسیب کا سایہ اس پر پڑ چکا ہو!

"مجھے معاف کر دو ورنہ۔۔۔ ورنہ میں تمہیں بھی برباد کر دوں گی!!"

وہ جھپٹنے لگی، تیزی سے حالہ کی طرف لپکی، جیسے ابھی اس کا گلا دبا دے گی!

"نہیں۔۔۔!!"

حالہ نے چیخ ماری، اور——

آنکھیں کھول دیں!

اس کا پورا جسم پسینے میں بھیگا ہوا تھا، سانسیں بے ترتیب، دل دھڑک رہا تھا جیسے پسلیوں سے باہر نکل آئے گا۔

یہ خواب تھا؟

یا۔۔۔؟

حالہ نے کانپتے ہاتھوں سے چہرے کو چھوا، دل ابھی تک خوف میں ڈوبا ہوا تھا۔

اسرہ نے معافی مانگی تھی۔۔۔ لیکن کیا وہ واقعی معافی مانگنے آئی تھی؟

یا پھر۔۔۔

یہ ایک وارننگ تھی؟

سانسیں بے ترتیب تھیں، پیشانی پسینے سے بھیگ چکی تھی، اور پورا جسم کانپ رہا تھا جیسے کسی شدید سردی میں ٹھٹھر رہی ہو۔

زاویار، جو شاید کچن میں اپنے لیے کافی بنا رہا تھا، اس کی چیخ سنتے ہی فوراً کمرے میں آیا۔

"حالہ؟"

اس نے جلدی سے کہا، تیزی سے چلتا ہوا اس کے قریب آیا۔

حالہ دونوں ہاتھوں میں سر دیے بیٹھی تھی، جیسے کسی اذیت میں جکڑی ہو۔

کچھ تھا، کچھ بہت برا ہوا تھا!

"کیا ہوا؟"

زاویار نے آہستگی سے پوچھا، مگر اس کی آواز میں واضح فکر تھی۔

حالہ نے آہستہ آہستہ نظر اٹھائی، زاویار کو دیکھا، اس کی آنکھوں میں کچھ تھا— حیرت، خوف، دکھ— سب ایک ساتھ۔ مگر اس کی آنکھیں نم تھیں، وہ مسلسل کانپ رہی تھی۔

زاویار نے نرمی سے اس کے ہاتھ تھام لیے، اس کے سرد اور لرزتے ہاتھوں کی کپکپاہٹ روکنے کی کوشش کی۔

"حالہ، کیا ہوا؟ کوئی برا خواب دیکھا ہے؟"

وہ بس زاویار کے چہرے کو دیکھ رہی تھی، جیسے کچھ کہنا چاہ رہی ہو مگر لفظ لبوں تک آکر رک گئے ہوں۔

"زاویار، میں نے... میں نے..."

اس کے ہونٹ کانپے، آواز جیسے رُندھ گئی۔

"ہاں؟ کیا ہوا؟"

"وہ... وہ نا..."

الفاظ ادا نہیں ہو رہے تھے، دل جیسے سینے میں دھڑک نہیں، دھاڑ رہا تھا۔

"حالہ؟ بولو، کیا ہوا؟"

زاویار نے تھوڑا جھک کر نرمی سے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیا۔

حالہ کی آنکھیں بھر آئیں، ضبط کی ساری کوششیں ناکام ہو گئیں۔

"میرے خواب میں... اسرہ آئی تھی، زاویار..."

اور اب وہ رو پڑی۔

زاویار نے اسے بغور دیکھا، جیسے کسی گہری سوچ میں پڑ گیا ہو، مگر کچھ بولا نہیں۔

بس حالہ کو دیکھتا رہا، اس کے لرزتے لب، اس کی سہمی ہوئی نظریں، اور وہ آنسو، جو اس کے خواب کی اذیت کی گواہ تھیں۔

پھر اس نے آہستگی سے اس کے کندھے تھپتھپائے، جیسے اسے یقین دلانے کی کوشش کر رہا ہو کہ وہ محفوظ ہے، کہ سب ٹھیک ہے۔

"حالہ، میں یہیں ہوں... تم ٹھیک ہو..."

اس کی آواز میں وہی ٹھہراؤ تھا جو ہمیشہ حالہ کو سکون دیتا تھا۔

حالہ نے بمشکل اپنے آنسو صاف کیے، مگر آنکھوں میں ابھی بھی بے چینی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ زاویار سننا چاہے گا، اور وہ چاہے نہ چاہے، اسے بتانا ہوگا۔

"زاویار..."

اس نے گہری سانس لی، پھر آہستہ آہستہ بولنے لگی۔

"میں نے خواب میں ایک سنسان جگہ دیکھی... ہر طرف اندھیرا تھا، جیسے کوئی ویران مقام ہو، جہاں روشنی کا نام ونشان نہ ہو۔ اور پھر... پھر اچانک میں نے اسرہ کو دیکھا..."

زاویار نے اس کی بات غور سے سنی، ماتھے پر تیوریاں نمودار ہوئیں۔

"اسرہ؟ وہ کیا کر رہی تھی؟"

حالہ نے اپنے لرزتے ہاتھ زاویار کے ہاتھوں میں دیے، جیسے اپنے اندر کی کپکپاہٹ کم کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"وہ... وہ رو رہی تھی، زاویار... بہت بری طرح... جیسے کوئی اسے کسی گہری اذیت میں دھکیل چکا ہو۔ اس کے کپڑے گندے تھے، چہرہ زرد پڑ چکا تھا، اور آنکھیں——"

حالہ کا سانس بھاری ہونے لگا، مگر زاویار نے اس کی پشت پر ہاتھ پھیر کر

اسے دلاسہ دیا۔

"اور آنکھیں؟"

حالہ نے ہلکی سی سسکی لی، جیسے اس لمحے کو یاد کرنا ہی اذیت دے رہا ہو۔

"اس کی آنکھیں عجیب تھیں، زاویار... سوجی ہوئی، سرخ... جیسے بہت دنوں سے سوئی نہ ہو، جیسے بے حد تکلیف میں ہو۔ وہ بس مسلسل روتی جا رہی تھی، بار بار ایک ہی جملہ بول رہی تھی—"

"کیا؟" زاویار نے بے چینی سے پوچھا۔

حالہ نے نظریں جھکا لیں، اور بہت آہستگی سے بولی

"معاف کر دو، حالہ... مجھے معاف کر دو..."

"پھر کیا ہوا؟"

"پھر... وہ بس روتی رہی، زاویار... بہت زیادہ... اس کی چیخیں میرے کانوں میں ابھی تک گونج رہی ہیں۔"

حالہ نے اپنے بازو خود میں لپیٹے، جیسے سردی لگ رہی ہو، یا شاید جیسے وہ اس خواب سے نکلنا چاہتی ہو مگر وہ ابھی بھی اس کے ذہن میں تازہ تھا۔

زاویار نے نرمی سے اس کے ہاتھ پکڑے، اپنی انگلیوں سے اس کی انگلیوں کو تھاما، جیسے اس کے خوف کو اپنے لمس سے کم کر دے۔

"حالہ، یہ بس ایک خواب تھا..."

"مگر وہ خواب نہیں لگ رہا تھا، زاویار..." حالہ کی آواز کانپ رہی تھی۔

"تمہیں پتا ہے؟ خواب اکثر ہمارے دل کے خوف ہوتے ہیں، جو ہمیں سوتے میں نظر آتے ہیں۔ اسرہ اب چلی گئی ہے، وہ لوٹ کر نہیں آئے گی، اور نہ ہی وہ تمہیں کوئی نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

حالہ نے زاویار کو دیکھا، اس کی آنکھوں میں یقین تھا، جیسے وہ صرف الفاظ نہیں کہہ رہا تھا، بلکہ واقعی اسے سکون دینا چاہتا تھا۔

"لیکن..."

"کوئی لیکن نہیں۔" زاویار نے اس کے ہاتھوں کو مضبوطی سے پکڑتے ہوئے کہا۔ "تم میرے ساتھ ہو، اور میں تمہیں کسی چیز سے ڈرنے نہیں دوں گا، سمجھی؟"

حالہ نے آہستہ سے سر ہلایا۔ دل ابھی بھی بوجھل تھا، مگر زاویار کی باتوں نے جیسے تھوڑا بوجھ ہلکا کر دیا تھا۔

"اب تمہیں دوبارہ سونا چاہیے، میں یہیں ہوں، کہیں نہیں جا رہا۔"

حالہ نے تھوڑا جھجھکتے ہوئے اس کے کندھے پر سر رکھا، اور زاویار نے آہستہ سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا، جیسے تسلی دے رہا ہو کہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔

پھر حالہ نے آہستہ سے زاویار کے کندھے سے سر اٹھایا، جیسے کوئی بھاری بوجھ اس کے دل پر رکھا ہو اور اب وہ اسے اتارنے جا رہی ہو۔ اس کی نظریں خلا میں تھیں، جیسے کسی اور ہی دنیا میں کھوئی ہوئی ہو، جہاں ماضی کی گونجیں ابھی تک زندہ تھیں۔

چند لمحے خاموش رہی، پھر وہ مدھم آواز میں بولی، جیسے خود سے کہہ رہی ہو، جیسے خود کو قائل کر رہی ہو

"میں اسے معاف کر رہی ہوں، زاویار..."

زاویار نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا، مگر وہ اب بھی خلا میں دیکھ رہی تھی، جیسے وہ اس لمحے میں نہیں بلکہ کہیں بہت دور تھی۔

"میں اسرہ کو معاف کر رہی ہوں... میں سب کو معاف کر رہی ہوں..."

اس کی آواز میں عجیب سی ویرانی تھی، جیسے برسوں کے بوجھ کو زبان دے رہی ہو، جیسے جو زخم وہ دل میں دبائے بیٹھی تھی، آج وہ انہیں کھول رہی ہو۔

"پتا ہے، زاویار؟ معافی... معافی کوئی فیصلہ نہیں ہوتی، معافی ایک کیفیت ہوتی ہے، جو دل میں اترتی ہے... اور جب اترتی ہے تو ہر شکوہ، ہر زخم، ہر تکلیف خود ہی بہنے لگتی ہے۔"

وہ رکی، گہری سانس لی، پھر اپنی انگلیاں مروڑتے ہوئے بولی۔

"میں نے سوچا تھا کہ میں کبھی معاف نہیں کروں گی۔ کبھی نہیں۔ کیونکہ جنہوں نے مجھے تکلیف دی، وہ اس معافی کے حقدار ہی نہیں تھے۔ مگر پھر میں نے آج اسرہ کو دیکھا، اس کی آنکھوں میں وہ خوف، وہ پچھتاوا... اور میں نے سوچا، اگر مرنے کے بعد بھی سکون نہ ملے، تو اس سے بڑا عذاب کیا ہوگا؟"

زاویار اب خاموشی سے بس اسے دیکھ رہا تھا، اس کی آنکھوں میں کچھ ایسا تھا جو اس نے شاید پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا—ایک عجیب سی تھکن، مگر اس تھکن میں بھی ایک قرار تھا۔

حالہ نے مدھم مسکراہٹ کے ساتھ سر جھکایا۔

"میں معاف کر رہی ہوں، زاویار... اپنے ماں باپ کو، جنہوں نے مجھے جنم دیا مگر کبھی نہیں چاہا... تمہاری ماں کو، جس نے مجھے نفرت دی... عفان

کو، جس نے میری زندگی کو مذاق سمجھا... ان سب کو، جنہوں نے مجھے اکیلا چھوڑ دیا، میری تکلیف کو محسوس تک نہ کیا..."

اس کی آواز کہیں سے کانپ رہی تھی، مگر آنکھوں میں ایک عجیب سا سکون اتر چکا تھا، جیسے وہ اپنی ہی کہی گئی باتوں پر یقین کر رہی ہو۔

"میں معاف کر رہی ہوں، زاویار... کیونکہ اگر میں نہیں کروں گی، تو یہ زخم ہمیشہ میرے ساتھ رہیں گے... اور میں ان زخموں کے ساتھ نہیں جینا چاہتی۔"

زاویار نے آہستہ سے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا، جیسے اس لمحے کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو، جیسے یہ یقین کرنے کی کوشش کر رہا ہو کہ حالہ واقعی وہ سب کہہ رہی تھی جو اس کے دل میں تھا۔

حالہ نے سر اٹھایا، زاویار کی آنکھوں میں دیکھا اور ایک مدھم مگر پُر سکون مسکراہٹ دی۔

"میں خود کو بھی معاف کر رہی ہوں، زاویار... اس سب کے لیے جو میں نے خود کے ساتھ کیا۔ اپنے دل کے ہر بوجھ کو میں آج چھوڑ رہی ہوں۔"

زاویار نے نرمی سے سر ہلایا، واقعی... کچھ زخم آج بھرنے لگے تھے۔

اس کی آنکھوں میں کہیں دور، بہت دور کچھ چلنے لگا تھا۔ جیسے وقت کی کوئی کھڑکی کھل گئی ہو، اور وہ سب کچھ ایک ساتھ دیکھ رہی ہو — ہر وہ لمحہ، جب اسے توڑا گیا، ہر وہ دن جب اسے رلایا گیا، ہر وہ رات جب وہ خاموشی سے سسکتی رہی تھی۔

وہ آہستہ سے کھڑی ہوئی، جیسے الفاظ کا بوجھ اس کے سینے پر رکھا ہو، جیسے یہ سب کہنے سے پہلے اسے اپنی پوری ہمت جمع کرنی ہو۔ زاویار خاموشی سے

اسے دیکھ رہا تھا، اس کی نظروں میں ایک سنجیدگی تھی، ایک احترام تھا، جیسے وہ جانتا ہو کہ حالہ کے اندر اس وقت ایک جنگ لڑی جا رہی ہے۔

حالہ نے گہری سانس لی اور مدھم آواز میں بولی، مگر اس کے الفاظ میں اتنی گہرائی تھی کہ وہ کمرے کی دیواروں سے ٹکرا کر گونج رہے تھے

"پتا ہے، زاویار؟ لوگ ہمیشہ کہتے ہیں کہ وقت ہر زخم بھر دیتا ہے، مگر وہ یہ نہیں کہتے کہ کچھ زخم ایسے ہوتے ہیں جو کبھی نہیں بھرتے، وہ بس سکھا دیے جاتے ہیں، جیسے پرانے زخموں پر پٹیاں لپیٹ دی جائیں۔ مگر کبھی کبھی... کبھی کبھی وہ پٹیاں خود ہی کھل جاتی ہیں، اور وہ درد پھر سے سانس لینے لگتا ہے...... میں نے زندگی میں سیکھا ہے کہ لوگ آتے ہیں، وعدے کرتے ہیں، محبتوں کے خواب دکھاتے ہیں... اور پھر ایک دن، بنا کچھ کہے، بنا پلٹ کر دیکھے چلے جاتے ہیں۔ وہ ہمیں وہیں چھوڑ جاتے ہیں، جہاں کبھی

ہم نے ان کے ساتھ کھڑے ہونے کا خواب دیکھا تھا۔ اور ہم؟ ہم ان خالی جگہوں کو اپنی خاموشیوں سے بھرنے لگتے ہیں، ان سوالوں کے جواب ڈھونڈنے لگتے ہیں جو کبھی ملتے ہی نہیں۔"

پھر وہ رکی اور دوبارہ بولی۔

"رشتے ایسے نہیں ٹوٹتے جیسے کوئی دھاگا ٹوٹ جاتا ہے، زاویار۔ رشتے اندر سے گلنے لگتے ہیں، آہستہ آہستہ، ایک ایک دن، ایک ایک لمحہ... اور پھر ایک دن ہمیں احساس ہوتا ہے کہ ہم تو کب کے اکیلے ہو چکے تھے، بس ہمیں ماننے میں دیر لگ گئی...... میں نے اپنی زندگی میں بہت کچھ کھویا، زاویار۔ ماں، باپ، دوست، محبت، عزت، خواب... میں نے خود کو گرتے دیکھا ہے، ٹوٹتے دیکھا ہے، بکھرتے دیکھا ہے... مگر اب، میں ان سب کو معاف کر رہی ہوں۔ میں اس درد کو اپنے اندر زندہ نہیں رکھ سکتی، میں ان

زخموں کو اب مزید سینے سے لگا کر نہیں رکھ سکتی۔ معافی صرف دوسروں کے لیے نہیں دی جاتی، زاویار، معافی خود کو آزاد کرنے کے لیے دی جاتی ہے۔ اور آج، میں خود کو آزاد کر رہی ہوں۔"

اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، مگر یہ آنسو کمزوری کے نہیں تھے۔ یہ اس بوجھ کے آنسو تھے جو وہ اپنے اندر اٹھائے پھر رہی تھی، اور آج، وہ ان سب سے آزاد ہو رہی تھی۔

حالہ آہستہ سے بستر کے کنارے بیٹھی، اس کے ہاتھ اب بھی ہلکے سے کانپ رہے تھے، مگر چہرے پر ایک الگ سکون تھا۔ وہ ایک پل کے لیے خاموش رہی، جیسے اپنے اندر بہت کچھ سمیٹ رہی ہو، پھر آہستہ سے زاویار کی طرف مڑی۔

"زندگی ہمیں کبھی نہ کبھی اُس موڑ پر ضرور لے آتی ہے جہاں ہمیں اپنے زخموں کے ساتھ سمجھوتہ کرنا پڑتا ہے۔ میں نے ہمیشہ سوچا تھا کہ اگر کبھی وہ سب لوگ میرے سامنے آئے جنہوں نے مجھے توڑا، تو میں ان سے سوال کروں گی، میں ان سے پوچھوں گی کہ کیوں؟ میں ان کو وہی درد دوں گی جو میں نے سہا... مگر آج، جب میں واقعی اس مقام پر آئی ہوں، تو احساس ہو رہا ہے کہ انتقام کچھ نہیں ہوتا، درد کو لوٹانے سے زخم مندمل نہیں ہوتے... میں نے اپنی محبت کو میرے ہی سامنے کسی اور کے ساتھ جاتے دیکھا، میں نے اپنے حق کو میرے ہاتھ سے چھنتے دیکھا... میں نے سب کچھ برداشت کیا، زاویار"۔

زاویار آرام سے اس کی ہر بات سن رہا تھا۔

"اور آج، میں تھک گئی ہوں... مگر میں نے یہ بھی سیکھا ہے کہ ہم اپنی نفرتوں میں خود کو قید کر لیتے ہیں، زاویار۔ ہم دوسروں کے دیے زخموں کو اتنا سنبھال کر رکھتے ہیں کہ وہ ہماری اپنی پہچان بن جاتے ہیں، اور میں نہیں چاہتی کہ میں ہمیشہ اسی بوجھ کے ساتھ زندہ رہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ میں خود کو معاف کر سکوں، میں اپنی ماضی کی غلطیوں کو معاف کر سکوں، میں ان لوگوں کو معاف کر سکوں جنہوں نے مجھے توڑا۔ کیونکہ یہی واحد راستہ ہے جس سے میں آزاد ہو سکتی ہوں، جس سے میں حالہ بن سکتی ہوں۔"

وہ آہستہ سے رکی، پھر زاویار کی آنکھوں میں دیکھا۔ اس کی نظروں میں کچھ ایسا تھا جو پہلے کبھی نہیں تھا — ایک گہری سمجھ، ایک عجیب سا قرار۔ زاویار خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا، جیسے اس کی ہر بات کو اپنے دل میں اتار رہا ہو۔

"میں سب کو معاف کر رہی ہوں، زاویار..."

اس کی آنکھوں میں آنسو تھے مگر اس بار یہ آنسو کمزوری کے نہیں تھے، یہ آنسو آزادی کے تھے۔ وہ آہستہ سے زاویار کے قریب آئی، اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے اور مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"پتا ہے، زاویار؟ زندگی کا سب سے خوبصورت احساس یہی ہے کہ ہم اپنی نفرتوں کو خود پر حاوی نہ ہونے دیں۔ میں آج آزاد ہوں، میں آج خود کو دوبارہ پانے جا رہی ہوں۔"

زاویار نے بس خاموشی سے اس کے ہاتھوں کو تھاما، جیسے کہہ رہا ہو کہ وہ اس کے ساتھ ہے، ہمیشہ۔

☆ ☆ ☆ ✦ ☆ ☆ ☆

تین سال بعد...

حالہ کی زندگی بدل چکی تھی، جیسے کسی نے کہانی کا ایک نیا باب کھول دیا ہو۔ وہی حالہ جو کبھی زخموں میں گھری تھی، آج ایک چھوٹی سی جان کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔

نیا اپارٹمنٹ، نیا ماحول۔ چار کمروں کا یہ گھر ان کی نئی زندگی کی پہچان تھا، مگر آج ہر طرف سامان بکھرا پڑا تھا، جیسے کسی نے جان بوجھ کر ہر چیز اُلٹ دی ہو۔ صوفے پر کپڑے، میز پر کھلونے، فرش پر چھوٹی چھوٹی جوتیاں...

اور ان سب کے بیچ حالہ، جو

گھٹنوں کے بل بیٹھی ہر چیز سمیٹنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کے بال ڈھیلے جوڑے میں بندھے تھے، مگر آدھے نکل کر چہرے پر آ چکے تھے۔

"نیسا!!!!"

وہ غصے سے چلائی، مگر یہ غصہ بھی بس نام کا تھا۔ حالہ کی ننھی پری، تین سالہ نیسا، جو کبھی صوفے پر چڑھ رہی تھی، کبھی فرش پر بکھرے کپڑوں پر چھلانگ لگا رہی تھی، اب معصومیت سے ماں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

نیسا——ایک چھوٹا، منفرد اور پیارا سا نام، جو زاویار نے چُنا تھا۔

نیسا کی سبز آنکھیں، بالکل حالہ جیسے، مگر چہرے کے خد و خال زاویار کے، خاص طور پر وہ دائیں گال پر پڑنے والا ننھا سا ڈمپل، جو ہنستے ہی نمایاں ہو جاتا تھا۔ چھوٹے چھوٹے گھنگریالے بال، گول مٹول چہرہ، اور باتیں؟ بس اٹلی میں رہنے کا اثر یہ ہوا تھا کہ نیسا زیادہ تر اطالوی زبان میں بات کرتی تھی، اور یہی چیز حالہ کے لیے سب سے بڑا مسئلہ بن چکی تھی۔ جب سے وہ پیدا ہوئی تھی زاویار نے اس سے اسی زبان میں بات کی تھی۔

اب یہ باپ بیٹی اٹالین میں بات کرتے رہتے اور حالہ بیٹھ کر ان کی شکل دیکھتی رہتی۔

"Mamma! Vieni a giocare con me!" (ماما! آؤ میرے ساتھ کھیلنے!)

نیسا نے ہاتھ بڑھا کر معصومیت سے کہا۔ حالہ نے تھک کر اپنا سر پکڑ لیا۔

"یا اللہ! میں خود اٹالین نہیں بول سکتی، تو میں اپنی ہی بیٹی کو کیسے سمجھوں؟" وہ بڑبڑائی۔ نیسا نے معصومیت سے سر جھکایا اور انگلی منہ میں ڈال کر حالہ کو دیکھا، جیسے ماں کی بے بسی کا مطلب سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ پھر اچانک وہ بھاگتی ہوئی آئی اور حالہ کی گود میں بیٹھ گئی۔

"Mamma arrabbiata?" (ماما ناراض ہیں؟) حالہ نے بے بسی سے نیسا کو دیکھا، پھر آہستہ سے اس کے گھنگریالے بالوں میں انگلیاں

پھیرتے ہوئے بولی، "ہاں، ماما ناراض ہیں کیونکہ ماما کو نیسا کی باتیں سمجھ نہیں آتیں۔"

نیسا نے اپنی سبز آنکھیں بڑی کر کے ماں کو دیکھا، پھر ننھے ہاتھوں سے اس کے گال تھام لیے۔

اور دوبارہ کچھ کہنے لگی حالہ نے گہرا سانس لیا، پھر بے اختیار ہنس پڑی۔

"اف! زاویار کی بیٹی بالکل زاویار جیسی باتیں کرتی ہے!"

نیسا نے فوراً اپنی چھوٹی سی ناک سکوڑی اور ضدی انداز میں بولی، "No! Io sono la bambina di mamma" (نہیں! میں ماما کی بیٹی ہوں!) وہ بات تو اٹالین زبان میں کرتی تھی مگر اردو بھی سمجھ جاتی تھی۔

"اچھا اچھا، تم ماما کی بیٹی ہو، مگر کھانے کے وقت بابا کی بیٹی بن جاتی ہو!

کیونکہ ماما کے ہاتھ کا کھانا تمہیں پسند نہیں آتا!"

نیسا نے فوراً سر ہلایا "No! Il cibo della mamma è cattivo!" (نہیں! ماما کا کھانا بُرا ہوتا ہے!)

حالہ نے جھٹکے سے اس کی ناک دبائی

اب وہ تھکی تھکی سی ہر طرف بکھرا سامان سمیٹنے میں مصروف تھی۔ پورے اپارٹمنٹ میں کپڑے، کھلونے، اور مختلف چیزیں ادھر اُدھر بکھری پڑی تھیں۔ وہ ایک چیز جگہ پر رکھتی، اور پلٹ کر دیکھتی تو نیسا وہی چیز پھر گرا دیتی۔ تین سال کی یہ ننھی آفت، جو چہرے سے معصوم لگتی تھی، مگر عادتوں میں بالکل حالہ پر گئی تھی—— ضدی، اپنی بات منوانے والی، اور

بے حد شرارتی۔ مگر غصہ ؟ وہ اپنے بابا، زاویار پر گئی تھی، کیونکہ جب غصہ آتا تو نیسا کی سبز آنکھیں بالکل زاویار جیسی لگتیں، سخت اور جلتی ہوئی !

"نیساااا!" حالہ نے غصے سے پکارا جب وہ صوفے پر چڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

ننھی نیسا نے ایک نظر ماں کو دیکھا، پھر ضدی انداز میں اپنی ناک سکوڑ کر معصومیت سے بولی، "Mamma, voglio giocare!"

(ماما، مجھے کھیلنا ہے !)

حالہ نے ہاتھ میں پکڑا کپڑا ایک طرف پھینکا اور تھکن سے سر پکڑ لیا۔

"اف نیسا! میں تمہیں کتنی بار کہہ چکی ہوں کہ جب ماما کام کر رہی ہوں، تو تم شرارت مت کیا کرو!"

نیسا نے معصومیت سے ماں کو دیکھا، پھر دھپ سے نیچے بیٹھ گئی اور غصے سے اپنی ننھی بانہوں کو باندھ لیا۔ یہ ضدی انداز بالکل حالہ جیسا تھا!

"No!" (نہیں!) نیسا نے سر جھٹک کر کہا۔

"نیسا، اگر تم نے پھر شرارت کی، تو ماما ناراض ہو جائیں گی!" حالہ نے دھمکی دی۔

نیسا نے شرارت سے ہنسی دبائی، پھر بھاگ کر حالہ کی گود میں جا بیٹھی،

"Mamma arrabbiata?" (ماما ناراض ہیں؟)

حالہ نے ایک گہری سانس لی۔ اسے اٹالین زبان تو نہیں آتی تھی، مگر ان تین سالوں میں نیسا کے منہ سے نکلے ہر لفظ کا مطلب وہ سمجھنے لگی تھی۔

"ہاں، ماما بہت ناراض ہیں!" حالہ نے مصنوعی غصے سے کہا۔

نیسانے فٹافٹ ماں کے گلے میں بازو ڈال دیے" Mamma non arrabbiata!" (ماما ناراض نہیں ہیں!)

حالہ نے بے اختیار ہنسی دبالی۔ یہ چھوٹا سا ضدی وجود زاویار کی جان تھا، مگر حالہ کی بھی دنیا تھی۔

اچانک نیسانے ماں کی گود سے اتر کر دوڑ لگادی اور کچن میں گھس گئی۔ کچھ دیر بعد وہ ایک چھوٹے سے باؤل میں کھانا لے کر واپس آئی اور بڑے شوق سے حالہ کے پاس بیٹھ گئی۔

"Mamma, mangiamo!" (ماما، کھائیں!)

حالہ نے حیرانی سے اسے دیکھا" اچھا؟ ابھی تم شرارت کر رہی تھیں اور اب کھانے کا کہہ رہی ہو؟"

نیسا نے مسکرا کر چمچ اٹھایا اور خود کھانے کی کوشش کرنے لگی۔ حالہ نے مطمئن ہو کر گہری سانس لی اور سکون سے بیٹھ گئی۔ مگر جیسے ہی نیسا نے کھانے کا پہلا نوالہ لیا، اس کا چہرہ بگڑ گیا۔

"Yuck! No buono!" (یہ اچھا نہیں ہے!) نیسا نے غصے سے چمچ پھینک دیا۔

حالہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، "نیسا! تم نے چمچ کیوں پھینکا؟" ننھی پری نے ضدی انداز میں اپنی ناک سکوڑی اور ہاتھ باندھ کر ماں کو گھورنے لگی، بالکل زاویار کی طرح۔

"یہ بچی واقعی مجھے پاگل کر دے گی!" حالہ نے غصے سے نیسا کو دیکھا۔

ابھی حالہ ایک اور چیز سمیٹنے کے لیے جھکی ہی تھی کہ دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔

زاویار اندر داخل ہوا، ایک ہاتھ میں کوٹ بازو پر ڈالا ہوا، دوسرا ہاتھ پینٹ کی جیب میں، بال ہلکے سے بکھرے ہوئے، مگر وہی بے نیاز سا انداز، جو اب بھی دل کی دھڑکن تیز کر دیتا تھا۔ اس کا گہرا نیلا سوٹ اور سفید شرٹ، جو اس کی شخصیت کو مزید پرکشش بنا رہے تھے، حالہ نے ایک نظر اسے دیکھا، مگر اس کے چہرے پر ابھی بھی غصہ واضح تھا۔

"بابووو!!" نیسا خوشی سے چلائی اور بھاگ کر زاویار کے قدموں سے لپٹ گئی۔

زاویار نے مسکراتے ہوئے اسے فوراً گود میں اٹھا لیا "میری جان... آج تم نے ماما کو کتنا تنگ کیا؟"

نیسا نے فوراً اپنی انگلی منہ میں ڈال لی اور آنکھیں گھما کر بظاہر معصوم بننے کی کوشش کی، "No tanto..." (زیادہ نہیں...)

حالہ نے فوراً غصے سے تکتے ہوئے ہاتھ کمر پر رکھ لیا، "یہ جھوٹ بول رہی ہے! صبح سے میں اس کے ڈرامے برداشت کر رہی ہوں اور تم آتے ہی باپ بیٹی کا اتحاد کر رہے ہو؟"

زاویار نے ہنستے ہوئے نیسا کے بالوں میں ہاتھ پھیرا "تو کیا کروں؟ میری بیٹی اتنی کیوٹ ہے کہ غصہ آتا ہی نہیں!"

"اوہ ہاں، اور میں؟ میں جو تمہیں صبح سے کالز کر رہی تھی کہ یہ شرارتیں کر رہی ہے، اور تم بس کہہ رہے تھے کہ میں بزی ہوں؟" حالہ نے مصنوعی ناراضی سے اسے گھورا۔

زاویار نے ایک نظر حالہ پر ڈالی اور نیسا کو زمین پر کھڑا کیا "اچھا، نیسا بیبی، آپ جا کے اپنی ڈول کے ساتھ کھیلیں، بابا اور ماما کو بات کرنی ہے۔"

نیسا نے ضدی انداز میں منہ بنایا، مگر پھر اپنے چھوٹے چھوٹے پیروں سے بھاگتی ہوئی کمرے میں چلی گئی۔

زاویار نے کوٹ ایک طرف رکھا اور حالہ کے قریب آکر اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے "اب بتاؤ، میری بیوی کا موڈ کیوں خراب ہے؟"

"موڈ خراب نہیں، بس... تھک گئی ہوں۔" حالہ نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا، "اور تمہاری بیٹی اس نے آج جو کارنامے کیے ہیں اف!!..."

زاویار نے مسکراتے ہوئے جھک کر اس کی آنکھوں میں دیکھا "تمہیں پتہ ہے؟ اب جب میں افس میں ہوتا ہوں، تم بہت یاد آتی ہو!"

حالہ نے حیران ہو کر اسے دیکھا، "یہ نیا ڈائیلاگ کہاں سے آیا؟"

"دل سے!" زاویار نے کندھے اچکائے

حالہ نے ہنسی دباتے ہوئے کہا "آہاں! ہاں، گھر میں تمہاری ضدی بیٹی کو سنبھالوں یا افس آؤں؟" حالہ نے بے بسی سے زاویار کو دیکھا۔

زاویار نے مسکراتے ہوئے بازو باندھے اور حالہ کو شرارتی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا، "اب سمجھ آئی؟ جس طرح تم دن بھر نیسا کی ضدیں جھیل رہی ہو، میں بھی اسی طرح سے تمہاری ضدی حرکتیں سنبھال رہا ہوں!"

ابھی وہ بات کر ہی رہے تھے کہ اچانک کمرے سے کچھ گرنے کی زوردار آواز آئی۔

"یا اللہ! اب کیا ہوا؟" حالہ نے چونک کر کہا اور دونوں تیزی سے اندر کی طرف بھاگے۔

جیسے ہی دروازہ کھولا، منظر دیکھ کر حالہ کا منہ کھل گیا—الماری زمین پر گری ہوئی تھی، ساری الماری کے کپڑے نیچے بکھرے تھے، ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا ہوا میک اپ سب نیچے گرا ہوا تھا، اور نیسا زمین پر بیٹھ کر معصومیت سے اپنی انگلی منہ میں ڈالے زور زور سے ہنس رہی تھی۔

"نیسااااا!" حالہ نے سر پکڑ لیا۔

زاویار نے پہلے حیرت سے کمرے کو دیکھا، پھر قہقہہ لگایا "ماشاءاللہ! ہماری بیٹی تو پوری فنکار نکلی!"

حالہ نے غصے سے اسے گھورا، "یہ ہنسنے کی بات ہے؟"

زاویار نے ہنسی دباتے ہوئے نیسا کو گود میں اٹھایا، "بیٹا، آپ نے یہ سب کیوں کیا؟"

نیسا نے مزے سے کہا "Volevo vedere i vestiti di mamma!" (میں ماما کے کپڑے دیکھنا چاہتی تھی!)

حالہ نے بے بسی سے اپنی آنکھیں بند کر لیں، "یااللہ! میں اس بچی کو کہاں لے کر جاؤں؟"

زاویار نے مسکراتے ہوئے حالہ کو دیکھا، "کہیں لے کر جانے کی ضرورت نہیں، میری پرنسس اپنی ماما پر گئی ہے، اور مجھے اپنی دونوں پرنسسز سے محبت ہے"

حالہ نے ہنستے ہوئے ایک نظر نیسا پر ڈالی، جواب شرارت سے زاویار کے کندھے پر چڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

یہ تین سال، یہ تبدیلیاں، یہ محبت سے بھرا رشتہ... سب کچھ اتنا مکمل لگ رہا تھا کہ حالہ کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہی حالہ تھی جو تین سال پہلے نفرت اور تکلیف کے بوجھ تلے دبی ہوئی تھی۔

اب اس کے پاس زاویار تھا۔

اب اس کے پاس نیسا تھی۔

اب اس کے پاس... اس کی مکمل دنیا تھی۔

جبرِ عشق—اختتامیہ

یہ میری پہلی ناول ہے،اور میں چاہتی ہوں کہ یہ صرف ایک کہانی نہ رہے، بلکہ ایک حقیقت،ایک احساس،ایک آئینہ بنے جس میں ہر پڑھنے والا اپنی زندگی کے کسی نہ کسی لمحے کو پہچان سکے۔اور مجھے امید ہے کہ اس میں وہ شدت، وہ درداور وہ سچائی ضرور محسوس ہوئی ہو گی جو میں نے اپنے الفاظ میں ڈھالنے کی کوشش کی۔"جبرِ عشق"صرف محبت کی کہانی نہیں، یہ دھوکے،انا،انتقام، معافی، قسمت،اور سب سے بڑھ کر، زندگی کے ان رازوں کی کہانی ہے جو ہم اکثر دیر سے سمجھتے ہیں۔یہ کہانی ان تمام لوگوں کے لیے ہے جو کبھی محبت میں برباد ہوئے، جو کبھی اپنوں کے دھوکے کا شکار ہوئے، جو بدلہ لینے کی آگ میں خود کو جلانے لگے،اور جو آخر میں یہ

سمجھ سکے کہ انسان جو چاہتا ہے، ضروری نہیں وہی اس کے حق میں بہتر ہو۔

یہ کہانی لکھتے وقت شاید میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ یہ میرے دل کے کتنے قریب ہو جائے گی۔ "جبرِ عشق" صرف ایک ناول نہیں، بلکہ جذبات، قربانی، محبت، تکلیف اور معافی کا وہ سفر تھا جسے ہر انسان کبھی نہ کبھی اپنی زندگی میں محسوس کرتا ہے۔

یہ کہانی صرف حالہ کی نہیں، یہ ہر اس لڑکی کی ہے جو اپنی معصوم محبت کے بدلے دنیا سے صرف زخم سمیٹتی ہے۔ جو محبت کے نام پر فریب کھاتی ہے، جو ایک ہی تعلق میں سب کچھ ہار دیتی ہے، اور جو اس وقت تک سمجھ نہیں پاتی کہ کبھی کبھی وہی چیز جو ہمیں سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہے، ہمارے لیے سب سے بڑا زہر بن جاتی ہے۔

زندگی ہمیشہ ہمارے مطابق نہیں چلتی۔ماضی پیچھے سے پکڑنے کی کوشش کرتا ہے، ہمیں روکنا چاہتا ہے، ہمیں پلٹ کر دیکھنے پر مجبور کرتا ہے۔اور ہمیں اس جگہ واپس لے جانا چاہتا ہے جہاں سے ہم نکلنے کی جدوجہد کر رہے ہوتے ہیں۔ مگر زندگی کا اصول آگے بڑھنا ہے۔جو پلٹ کر ماضی میں کھو جائے، وہ حال کو برباد کر دیتا ہے اور مستقبل کے دروازے خود پر بند کر لیتا ہے۔کچھ زخم کبھی مکمل نہیں بھرتے، مگر انہیں سہنا سیکھنا پڑتا ہے۔کچھ یادیں دل پر نقش رہتی ہیں، مگر ان کے بوجھ تلے دب کر جینا زندگی نہیں۔ اصل بہادری یہی ہے کہ ماضی کی زنجیروں کو توڑ کر، تلخیوں کو پی کر، اپنی راہ خود بنائی جائے۔کیونکہ جو ماضی کو اپنے حال پر قابو پانے دے، وہ کبھی حقیقی آزادی محسوس نہیں کر سکتا۔جو گزر چکا، اسے بدلا نہیں جا سکتا،

مگر اس سے سیکھا ضرور جا سکتا ہے۔ خدا ہر چیز دیکھتا ہے، اور وہی سب کچھ ٹھیک بھی کر دیتا ہے۔ وہ ہمیں آزماتا ہے، ہمیں توڑتا ہے، مگر ساتھ ہی سنوارنے کا ہنر بھی جانتا ہے۔ مشکلیں آتی ہیں، مگر وہ ہمیشہ کے لیے نہیں ہوتیں۔ ہر رات کی سیاہی کے بعد ایک نیا سویرا طلوع ہوتا ہے۔ ہر آنسو کے بعد ایک مسکراہٹ ہوتی ہے۔ ہر درد کے بعد ایک نئی روشنی ہوتی ہے، بس شرط یہ ہے کہ ہم ہمت نہ ہاریں اور خود کو معافی کے ہنر سے آشنا کر لیں۔

"جبرِ عشق" ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ محبت میں مجبوری اور غلط فہمیاں ہو سکتی ہیں، مگر سچا دل راستہ پا ہی لیتا ہے۔ بعض اوقات کھوئے ہوئے لوگ نصیب میں ہوتے ہیں، اور قریب موجود لوگ نہیں۔ مگر جو ہمارے لیے

ہوتے ہیں، وہ لوٹ آتے ہیں، اور جو نہیں، وہ ہمیں زندگی کا بڑا سبق دے جاتے ہیں

بدلہ لینا آسان ہے، مگر معاف کرنا سب سے بڑی طاقت ہے۔

مگر اکثر ہمیں اس طاقت کا احساس دیر سے ہوتا ہے... جب سب کچھ ختم ہو چکا ہوتا ہے۔

The end